اردو ترجمہ

درمختار

المسوم بہ

غایۃ الاوطار

جلد اوّل

سعید کمپنی
ادب منزل
پاکستان چوک کراچی

Marfat.com

باسمہٖ تعالیٰ

فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

اہلِ علم و دانش سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں

الحمد للہ والمنۃ مسلک امام اعظم ابوحنیفہ اور فتاوٰی حنفیہ پر مشتمل

اُردو ترجمہ

دُرّ المختار

المعروف بہ

غایۃ الاوطار

جلد اوّل

مترجمہ مولانا خرم علی و مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی رحمہما اللہ تعالیٰ

دُرّ المختار اور اس کی مبسوط شرح فتاوٰی شامی یعنی ردّ المحتار کا مکمل اردو ترجمہ علماء کی ضروری تشریحات و توضیحات پر مشتمل خزینہ اور علماءِ کرام، مفتیانِ عظام اور خواص مسلم کیلئے ایک قیمتی سرمایہ

☆

ناشر

سعید ایچ۔ ایم کمپنی اردو منزل پاکستان چوک کراچی

۱۴۰۶ھ

ملنے کا پتہ کتب خانہ گوہر گوجرانوالہ

فون: 75821 - 76712

Marfat.com

نام کتاب ——— غایۃ الاوطار

جلد ——— اول

مترجم ——— مولنا اجرم علی و مولنا احسن صدیقی

طابع ——— حاجی محمد زکی عفی عنہ

مطبع ——— ایجوکیشنل پریس کراچی

ضخامت ——— ۶۸۸ صفحات

تعداد ——— چھ سو

سنہ طباعت ——— ۱۳۹۹ھ

قیمت ——— ۱۰/- روپے

——— ناشر ———

ایچ۔ ایم سعید کمپنی

ادب منزل۔ پاکستان چوک

کراچی

Marfat.com

عرضِ ناشر

حمد بے پایاں اور شکر بیکراں اس ہادیٔ مطلق اور عالمِ جزو و کل کے لیے سزاوار ہے جس نے ابتدائے آفرینش سے اپنے بندوں کی رہنمائی و رہبری اور نظمِ کائنات کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے اور خود اپنی ذات کی صلاح و فلاح کے فرض سے سبکدوش ہونے اور عبد و معبود کے لازوال تعلق کو استوار کرنے کی تعلیم دینے کی غرض سے صحف و کتب منزلہ کے ساتھ انبیاء و رسل کی بعثت کا ایک سلسلہ جاری فرمایا جس کے خاتم و آخر ہادیٔ کل، دانائے سبل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں ہزاروں درود و سلام ہوں تمام انبیاء و رسل اور بالخصوص سید الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے جملہ آل و اصحاب، اولیائے امت اور علمائے ملت پر جنھوں نے اپنے مقامات و مراتب کے اعتبار سے مذکورہ ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی کامیاب کوششیں فرمائیں۔

مذہب و دینِ اسلام دین فطرت ہے جو از مہد تا لحد انسانی زندگی کے اجتماعی و انفرادی اور معاشی و معاشرتی ہر شعبہ پر محیط و حاوی ہے اور ہر کام میں ہر گام پر انسان کی رہنمائی کرتا ہے جس کے دو بنیادی مصدر و ماخذ کتاب و سنت اور قرآن و حدیث ہیں جن کی حیثیت آئین و دستور اور بنیادی قواعد و ضوابط کی سی ہے، ان دو ماخذ اساسیہ کے علاوہ دو مزید مصادر و ماخذ اجماع و قیاس کو بروئے کار لاتے ہوئے صدق و اخلاص اور خلوص نیت و دیانت سے اجتہادِ فکر و اصابت رائے کے ذریعہ سے استخراج احکام استنباطِ مسائل، وضع قوانین، تشکیلِ ضوابط، ترتیب و دفعات اور تحقیقِ جزئیات کے کامل فہم اور اس فہم کے بالکل صحیح استعمال کا نام تفقہ اور فقہ ہے لیکن عرف و اصطلاح میں اس کے نتیجہ اور عملی مساعی کے ثمرات و نتائج کے مجموعہ کو فقہ کہا جاتا ہے۔

عرب تو عرب ہی ہیں جن کی زبان میں قرآن مجید نازل ہوا اور جن میں سے ہادیٔ کل خاتم رسل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی مبعوث ہوئے، لیکن دوسری صدی ہجری سے پانچویں صدی ہجری کے خاتمہ تک جتنے صائب الرائے علمائے دین مبین جلیل القدر فقیہانِ شرعِ متین اور بلند پایہ مجتہدین پیدا ہوئے ان کی اکثریت عجمی تھی جن کے سرخیل و سردار حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں کہ وہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے تعلق سے حضور کے فرمان "دین ثریا تک پہنچ جائے تب بھی یہ اسے پالیں گے" کے حقیقی مصداق ہیں۔

حضورؐ کے ارشادؐ "اگر مجتہد و مستنبط سے اجتہاد میں خطا ہو جائے تو اکہرے اجر کا مستحق ہے اور خطا نہ ہو بلکہ اجتہاد مبنی بر صحت و صواب ہو تو دوہرے اجر کا" ایک اجتہاد کے اور دوسرے صحت و صواب کے، اس لئے بھی اور دین کی فروع و جزئیات کو مرتب اور منظم شکل میں امتِ مسلمہ تک پہنچا کر اس کے لئے سہولت پیدا کرنے کی خاطر ذی رائے، صاحب علم و فضل، ماہر و باکمال، اہل صدق و دیانت

Marfat.com

علمائے صالحین کی اکثریت نے اجتہاد کے ذریعہ استنباط واستخراجِ مسائل واحکام کے سلسلہ کا آغاز کیا، کتابیں لکھیں، رسائل تحریر کئے، مصنفات ومؤلفات مرتب کئے جن میں سے چار جلیل القدر مجتہدین اور عالی مرتبت علماء امام وپیشوا قرار پائے جن کے مقلدین ومتبعین آج تک دنیا کے ہر خطہ میں موجود ہیں ان میں امام اعظم ابوحنیفہ رح کو ایک امتیازی مقام اور نمایاں حیثیت حاصل ہے کہ دنیا میں آج تک ان کے پیروؤں، تابعین اور مقلدین کی تعداد گنتی اور شمار سے باہر ہے اور ان کتب میں جو فقہ امام اعظم یا فقہ حنفی کی ترجمانی کرتی ہیں بلکہ فقہ حنفی کا بیش بہا سرمایہ اور گرانقدر مجموعہ سمجھی جاتی ہیں کتاب "در المختار" مرکزی حیثیت اور بڑی اہمیت رکھتی ہے یہی وجہ ہے کہ یہ کتاب عرصہ دراز سے طلباء واساتذہ، متعلمین ومعلمین اور مستفتیوں اور مفتیوں کے لئے مرکز ومرجع کی حیثیت کی حامل ہے۔

چونکہ ہم عجمیوں اور ہندوستانیوں کے لئے خواہ وہ کسی طبقہ سے تعلق رکھتے ہوں عربی زبان کی اس کتاب سے کماحقہ استفادہ اور بعد ازاں افادہ نہ صرف مشکل بلکہ دشوار تھا اس لئے مولانا خرم علیؒ نے اردو زبان میں اس کے ترجمہ کا آغاز فرمایا جو، کی تکمیل مولانا محمد احسن صدیقی نانوتویؒ نے فرمائی اور اس ترجمہ کا نام "غایۃ الاوطار" رکھا جس کی چار جلدوں میں طباعت واشاعت کا سہرا نول کشور پریس لکھنؤ کے سر بندھا اور یہ کتاب اپنی گوناگوں افادیت اور ہمہ گیر مقبولیت کی بناء پر کئی مرتبہ شائع ہوتی رہی اور عوام وخواص، طلباء واساتذہ، اہلِ قانون وافتاء اور صاحبان معاملہ واستفتاء اپنی ضرورت وحاجت اور اہلیت وصلاحیت کے لحاظ سے اس کتاب سے مستفید ومستفیض ہوتے رہے۔

تقسیم ہند کے بعد پاکستان میں فقہ حنفی کے اس بیش بہا ذخیرہ اور گراں قدر سرمایہ کی کمیابی بلکہ نایابی کا ہر طبقہ میں شدید احساس ظاہر ہوا اور اس کی طلب بھی ایک محروم از آب تشنہ کام کی طرح روز افزوں ہوتی رہی مزید برآں یہ کہ اس دور میں جو پاکستان میں تعزیراتِ ہند اور برطانوی قوانین کی جگہ اسلامی قواعد وقانون کو اسلامی سانچہ میں ڈھالنے اور ان کی قلب ماہیت کرنے کی فکری ونظری، علمی وعملی دیانتدارانہ اور مخلصانہ کوشش وکاوش کا دور ہے اس اردو ترجمہ کی شدید ترین ضرورت محسوس کی گئی اور مختلف علماء واہلِ قانون کی جانب سے اس کا اظہار بھی ہوتا رہا اور واقعہ بھی یہی ہے اس لئے ادارہ ہذا نے اسی شدید ترین ضرورت کے پیشِ نظر اس گراں بہا ذخیرۂ مسلکِ امام اعظم رح المسمیٰ بہ "در المختار" کے اردو ترجمہ الموسوم بہ "غایۃ الاوطار" کو نہایت عمدہ کتابت کامل صحت کے ساتھ طبع وشائع کرنے کا ارادہ کیا اور بحمد اللہ کہ چار جلدوں پر مشتمل یہ ترجمہ بصرف زرِ کثیر آفسٹ کی طباعت، عمدہ گلیز کاغذ اور دلکش پلاسٹک کور سے مزین ہدیۂ ناظرین وقارئین ہے۔ بفضلِ خدا امید ہے کہ نہ صرف یہ حقیر کوشش عنداللہ مقبول ہوگی بلکہ ناظرین کے ہر طبقہ کے لئے نہایت مفید وکارآمد بھی ہوگی۔

آخر میں دست بدعا ہوں کہ خداوند قدوس اس ناچیز خدمت کو شرفِ قبول عطا فرماتے ہوئے کاتبین ومصححین ومعاونین اور ناشر وطابع کو دینِ حق کی خدمت کی مزید توفیق عطا فرمائے اور عوام وخواص کو اس سے کامل استفادہ کی سعادت بخشے آمین ثم آمین

بندۂ عاصی پرمعاصی
حاجی محمد زکی
عفا عنہ الولی

Marfat.com

فہرست مضامین دُرالمختار اُردو جلد اوّل

مضامین	صفحہ
دیباچہ	۷
خطبۂ مؤلف	۱۱
مقدمۃ الکتاب	۱۹
اسباب جہل ونسیان	۲۲
اسباب مورثۂ حفظ	۲۳
تحصیل علم کے احکام	۲۴
فضائل امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ	۲۷
فتویٰ دینے کے لیے ضروری ہدایات	۳۹
مجتہدین کے سات طبقے	۴۳
کتاب الطہارۃ	۴۵
ف وضو کچھ اور تین مقام میں مستحب ہے ۱۲	۵۱
ف چار چیزیں انبیاء کی سنت ہیں ۱۲	۶۵
ف مستحبات وضو ۱۲	۷۱
ف مسائل غسل ۱۲	۸۵
ف جن مصحف میں پڑھا نہ جائے ان کو دفن کیا جائے ۱۲	۱۰۲
ف ترتیب وضع کتب ۱۲	〃
ف تعویذ کرنا درست ہے؟ ۱۲	۱۰۳
ف مسجد کا کوڑا پھینکنا بے تعظیم جگہ میں درست نہیں ۱۲	〃
ف پانی میں دہ در دہ کی مقدار کسی اصل سے ماخوذ نہیں ۱۲	۱۱۱

مضامین	صفحہ
باب التیمم	۱۲۸
باب المسح علی الخفین	۱۴۳
باب الحیض	۱۵۲
باب الانجاس	۱۶۴
دھونے کے بعد بوئے نجاست کا رہنا مضر طہارت نہیں؟ ۱۲	۱۷۱
	۱۷۱
کتاب الصلوۃ	۱۷۹
باب الاذان	۱۹۴
باب شروط الصلوٰۃ	۲۰۲
باب صفۃ الصلوٰۃ	۲۲۴
فصل	۲۴۳
فصل احکام قرأت	۲۷۵
باب الامامۃ	۲۸۳
باب الاستخلاف	۳۱۳
باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا	۳۲۱
باب الوتر والنوافل	۳۴۸
باب ادراک الفریضۃ	۳۶۹
باب قضاء الفوائت	۳۷۵
باب سجود السہو	۳۸۱
باب صلوٰۃ المریض	۳۹۰
باب سجود التلاوۃ	۳۹۴

Marfat.com

مضمون	صفحہ
باب صلوۃ المسافر	۴۰۳
باب الجمعہ	۴۱۱
باب العیدین	۴۲۸
باب الکسوف	۴۳۷
باب الاستسقاء	۴۳۸
باب صلوۃ الخوف	۴۴۰
باب صلوۃ الجنازۃ	۴۴۲
باب الشہید	۴۷۲
باب الصلوۃ فی الکعبۃ	۴۷۶
کتاب الزکوٰۃ	۴۷۹
باب السائمۃ	۴۸۹
باب (اونٹوں کی زکوٰۃ کا بیان)	۴۹۰
باب زکوٰۃ البقر	۴۹۱
باب زکوٰۃ الغنم	۴۹۲
باب زکوٰۃ المال	۴۹۸
باب العاشر	۵۰۵
باب الرکاز	۵۱۰
باب العشر	۵۱۵
باب المصرف	۵۲۴
باب صدقۃ الفطر	۵۳۵
کتاب الصوم	۵۴۵
باب مایفسد الصوم ومالایفسد	۵۶۱
ف حقہ پینے سے روزہ جاتا رہتا ہے	″
فصل فی العوارض المبیحۃ لعدم الصوم	۵۷۹
باب الاعتکاف	۵۹۱
خاتمہ (لیلۃ القدر)	۶۰۰
کتاب الحج	۶۰۱
فصل فی الاحرام	۶۱۳
باب القرآن	۶۳۷
باب التمتع	۶۴۰
باب الجنایات	۶۴۲
باب الاحصار	۶۶۱
باب الحج عن الغیر	۶۶۳
ف فضیلت حج از طرف والدین	۶۶۸
باب الہدی	۶۷۰
آداب زیارت	۶۸۶

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

از

طرف مترجم ثانی

الحمد للہ رب العالمین اکمل الحمد علی کل حالٍ والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا ومولٰنا محمد فی الغدو والاٰصال وعلی آلہ واصحابہ ذوی الشرف والکمال وعلی من تبعہم باحسان الیٰ یوم الزحف والزلزال بعد حمد وصلوٰۃ کے احقر العباد محمد احسن صدیقی نافوتوی عرض کرتا ہے کہ کتاب درالمختار شرح تنویر الابصار فقہ امام اعظم ابوحنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کی جن کا مذہب ہندوستان میں مرجح ہے، اس فن میں نہایت معتبر ہے۔ اس زمانہ کے سب علماء اس بات پر متفق ہیں کہ جس طرح کی تنقیح مسائل اور تصحیح دلائل اس کتاب کے مؤلف محمد علاء الدین حصکفی علیہ الرحمۃ نے کی ہے۔ دوسری کتابوں میں نہیں پائی جاتی۔ حتّٰی کہ یہ کتاب باوجود فتاوٰی ہونے کے مدار مذہب ٹھہر گئی اور سب علماء نے اس کی روایات کو مستند جانا اور اسی وجہ سے بڑے بڑے عالم مثل علامہ حلبی اور علامہ طحطاوی اور شیخ رحمتی اور محمد عابد سندی مدنی اور ابن عابدین شامی وغیرہم نے اس کتاب پر حواشی لکھے، فتاوٰں میں سے اور کوئی اس طرح کا نہیں جس پر حاشیے اوّل سے آخر تک ہوں، یا اس کے مسائل مثل متون کے متصور ہوں۔

اس کتاب جلیل الشان کو مولوی خرم علی صاحب مرحوم بلہوری نے حسب فرمائش نواب صاحب، بہادر مبرور والی باندہ ۱۲۵۸ھ سنہ ہجری میں کتاب النکاح سے اردو میں ترجمہ کرنا شروع کیا، متواتر تیرہ برس ترجمہ کرکے رجب ۱۲۷۰ھ سنہ ہجری میں آخر کتاب تک پہنچا دیا، پھر محرم ۱۲۷۱ھ تک کتاب الحج کا ترجمہ پورا کرکے شروع کتاب سے باب الاذان تک لکھنے پائے تھے کہ یکایک رہگرائے عالم بقا ہوئے اس عاجز نے بنظر رفاہ عام ترجمۂ مذکورہ کو مترجم مرحوم کے ورثہ سے لے کر جس قدر باقی رہ گیا تھا، اس کی تکمیل اسی طرح پر کرکے قصد چھپوانے کا کیا اور ازانجا کہ خود اس قدر مایہ نہ رکھتا تھا کہ تنہا اس کا متکفل ہوتا لہٰذا چند احباب کو اس میں شریک کیا، ایک جلد بھی اس کی چھپنے نہ پائی تھی کہ شر کا حوادث آسمانی کے باعث شرکت سے دست بردار ہو گئے، اس وقت جو کیفیت میرے دل میں گزری تھی اس کو خدا ہی جانتا ہے رات دن بجز التجا اور تضرع کے جناب باری میں دوسرا کار نہ تھا، اسی عرصہ میں ایک اشتہار اس کے طبع کا مشتہر کیا کہ شاید اُس سے طبع میں کچھ مدد ملے۔

قدرت قادر مطلق کو دیکھیے کہ جب اشتہار مذکور جناب مستطاب معلی القاب اعظم الامراء امیر العظماء منطقہ ذروۂ شہامت و جلالت نقطۂ دائرہ امارت وایالت مؤید مراسم سیاست وعدالت مقوی ارکان ابہت و بسالت حامی دین متین ناصر اہل یقین ملجاء العلماء الفضلاء ممہد قواعد خیر وسخا موسس قوانین علم وہدیٰ بیت قطرۂ از لطف او سرمایہ دریا و کان پرتوے از رای او پیرایۂ خورشید و ماہ یعنی جناب نواب محمد کلب علی خاں صاحب بہادر والی رام پور دامت دولتہ بمزید النعم وطالت مدتہ فی نشر آثار الکرم کے لمس انامل فیض شوامل

Marfat.com

سے مشرف ہوا تو احقر کے حاضر ہونے کا حکم دیا کمترین اس کو تائید غیبی جان کر بہ تعمیل ارشاد شرف ملازمت سے مشرف ہوا بکمال قدردانی حال اس کتاب کے طبع کا استفسار فرمایا، عاجز نے سب کیفیت مفصل عرض کی، اُسی وقت ارشاد ہوا کہ تم خاطر جمع رکھو کہ اس کے تکمیل کی صورت مابدولت فرمائیں گے چنانچہ دوسرے روز جس قدر کمی کہ عاجز نے عرض کی تھی اُس کی دہانید کا ارشاد فرمایا۔ غرضکہ صرف ادنی توجہ جناب ممدوح سے یہ کتاب انجام کو پہنچی اس کتاب کا فخر اتنا ہی بس ہے کہ اس کا دیباچہ ایسے امیر کبیر کے نام سے مزین ہوا کریم کا رسانہ حقیقی نے یہ محمدت جاودانی جناب مفخم الیہم کے واسطے مقرر فرمائی **بیت** ایں سعادت بزور بازو نیست ؎ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ ؎ یہ کمترین اس کے شکریہ میں بجز اس کے کہ صدق دل سے دعا کرے اور کیا کرسکتا ہے **بیت** از دست فقیر بے نوا ناید ہیچ ؎ جز آنکہ بصدق دل دعا گوید کسے اَللّٰھُمَّ وَفِّقْہُ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی وَاَعْطِہٖ سُؤْلَہٗ فِی الدُّنْیَا وَاجْعَلْ سَدَّتَہٗ مُلْتَزَمَ اَہْلِ الْمُنٰی وَاٰخِرَتَہٗ خَیْرًا مِنَ الْاُوْلٰی بِحُرْمَۃِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰی وَاٰلِہِ الْمُجْتَبٰی۔

اب چند باتیں متعلق اس ترجمہ کے عرض کرتا ہوں **اوّل** یہ کہ چونکہ مترجم اوّل کو مہلت سب کتاب کے پورا کرنے کی بھی نہ ملی اس لیے اس ترجمہ کا نہ کوئی دیباچہ لکھنے پائے اور نہ نام رکھنے پائے اور از انجاکہ مترجم مرحوم نے ترجمہ کا شروع ۱۲۵۸ھ ہجری میں کیا اور ۱۲۷۱ھ ہجری تک سلسلہ ترجمہ کا جاری رہا اس لحاظ سے میں نے اس کا نام تاریخی غایۃ الاوطار رکھا جس میں ۱۲۶۴ھ نکلتے[1] ہیں جو سنہ ۵۸ اور سنہ ۷۱ کا درمیانی سال ہے عجب نہیں کہ مترجم کی رُوح کو اس نام سے تازگی ہو **دوم**[2] یہ کہ عبارت درمختار اور تنویر الابصار کی بخط نسخ لکھوائی گئی[a] اور متن پر خط سیاہی کا کھینچ دیا گیا **سوم**[3] یہ کہ عبارت نسخ عنوانوں کی جو قلم جلی سے لکھی گئی ہے وہ متن کی عبارت ہے ہاں شارح نے جو فروع ہر باب کے آخر میں لکھے ہیں تو لفظ فروع کو بھی جلی قلم سے لکھا گیا ہے اور اس کے بعد ترجمہ میں لکھ دیا گیا ہے کہ یہ مسائل جزئیہ شارح رم نے اضافہ کیے ہیں اسی طرح لفظ فائدہ جو کلام شارح میں کہیں آیا ہے اس کو بھی جلی لکھا گیا ہے اور اگر عبارت عنوان کی قلم جلی سے نہیں لکھی گئی تو مقدار متن پر لکیر کردی گئی ہے **چہارم**[4] یہ کہ مترجم اوّل نے جہاں کہیں اقوال مختشیوں کے نقل کیے تھے تو اُن کے شروع میں یہ جملہ لکھا تھا۔ مترجم کہتا ہے میں نے اس جملہ کی جگہ صرف میم جلی قلم سے لکھ دیا ہے البتہ ہر جلد کے شروع میں ایک دو جگہ وہ جملہ بھی لکھ دیا ہے تاکہ ناظرین جان جائیں کہ میم جلی مختصر جملہ مذکور کا ہے **پنجم**[5] یہ کہ ترجمہ میں مترجم مرحوم نے اکثر جگہ فروگذاشت کردی تھیں اور حاشیہ لکھ دیا تھا۔ کہ اس عبارت کا ترجمہ بعد تامل لکھ دیا جاوے گا ان کو اس عاجز نے پورا کر دیا اور جس وجہ سے اُن میں تامل تھا کتب متداولہ کے دیکھنے سے اس کو صاف کر دیا **ششم**[6] یہ کہ بعض جگہ عبارت درمختار کی بالکل فروگذاشت ہوگئی تھی یا تو سہو سے رہ گئی ہو یا جس نسخہ سے مترجم نے ترجمہ لکھا تھا اُس میں نہ ہو بہرحال میں نے مقابلے کے وقت ایسی عبارتوں کو داخل ترجمہ کر دیا ہے **ہفتم**[7] یہ کہ نظر ثانی قرار واقعی مترجم سے نہ ہونے پائی اس وجہ سے بعض جا خود ترجمہ غلط ہوگیا تھا ایسے مقامات کو اکثر میں نے بدل دیا ہے اور جہاں نہیں بدلا وہاں حاشیہ پر اشارہ کر دیا ہے کہ مترجم اوّل سے اس جگہ تسامح ہوا **ہشتم**[8] یہ کہ مترجم موصوف اکثر جا محاورۂ اُردو کے لحاظ سے تذکیر و تانیث میں غلطی کی تھی اور کہیں الفاظ غیر مانوس داخل ترجمہ کر دیے تھے اُن سب کو میں نے حال کے بول چال کے موافق صحیح کر دیا ہے **نہم**[9] یہ کہ اثنائے ترجمہ میں جو عبارت عربی کی یا الفاظ مشکل نظر آئے اُن کے معانی حاشیہ پر یا لفظوں کے نیچے لکھ دیے ہیں **دہم** یہ کہ اثنائے ترجمہ میں کوئی آیت قرآنی یا کوئی دعا بخط نسخ آگئی ہے تو اُس کے دونوں طرف مقوس کھینچ دیا ہے اس طرح ( ) تاکہ

---

[a] واضح ہو کہ پہلے یہ کتاب ویسے ہی چھپی جیسی مترجم نے تالیف کی مگر اب کی مرتبہ یہ طرز پسند آیا کہ عبارت متن جلی لکھائی گئی اور شرح پر لکیر یعنی خط دیا گیا فافہم ۱۲

[1] عدد جب نکلتا ہے کہ غایہ پر وقف کرکے ہا پڑھی جائے اور الاوطار الگ تلفظ کیا جائے منتبہ ۱۲م

Marfat.com

کوئی اُس کو عبارت درمختار کی نہ سمجھے **یازدہم**[۱۱] یہ کہ ہم دونوں مترجموں نے اس بات کا التزام کیا ہے کہ عبارت اُردو کا محاورہ بھی ہاتھ سے نہ جانے پائے اور حتی الوسع الفاظ عربی کی رعایت بھی ملحوظ رہے اسی جہت سے بیشتر تقدیم وتاخیر کرنی پڑی ہے مثلاً شارح نے مبتداء اور خبر یا فعل اور فاعل کے درمیان میں کوئی قید بڑھادی تو ہم نے ترجمہ میں اوّل پورے جملہ کا ترجمہ کیا اُس کے بعد شارح کی تحقیق کو بیان کیا ہے اور جس مقام پر ایک مبتدا کی کئی خبریں یا ایک شرط کی کئی جزائیں واقع ہوئی ہیں تو اُن مقاموں میں ترجمہ کے اندر لفظ مبتداء یا شرط کو فہم مطلب کے لیے مکرر لکھا ہے اسی طرح مقدرات اور محذوفات کو اکثر ترجمہ میں ظاہر کردیا ہے حتی کہ ضمیروں کی جگہوں کے مرجع لکھ دیے ہیں تاکہ عبارت کا مطلب بخوبی سمجھ میں آوے اور کسی طرح کی گنجلک مسئلہ میں باقی نہ رہنے پاوے **دوازدہم**[۱۲] یہ کہ حواشی کی پوری عبارت کا ترجمہ ہم نے نہیں کیا بلکہ اتنی باتوں کا لحاظ رکھا ہے ۱۔ توضیح مطلب مسئلہ ۲۔ ترکیب نحوی اور اشتقاق کلمات اگر مشکل ہو ۳۔ تنائج کا تسامح جس جگہ واقع ہوا ہو ۴۔ کسی بیان کی تفصیل جس کو شارح نے مجمل بیان کیا ہے ۵۔ جن مسائل کا حوالہ شارح نے دوسری کتابوں پر کیا ہے اُن کا نقل کرنا بشرطیکہ کوئی خاص فائدہ اُن سے متعلق تصور کیا ہے ۶۔ اگر شارح نے کسی مسئلہ میں قول ضعیف لکھ دیا ہے تو اس میں روایت قوی کتب مروجہ سے ۷۔ جس جگہ شارح نے لکھ دیا ہے کہ اس مسئلہ کا حکم میں نے نہیں دیکھا اُس کی تصریح کتابوں سے ۸۔ تطبیق شارح کے اقوال میں اگر بظاہر مختلف معلوم ہوئے ۹۔ عنوان باب کے مناسب کوئی مسئلہ ضروری جو حواشی میں نظر پڑا ۱۰۔ دلیل مسائل کی کتاب اور سنت اور اصول سے خواہ دلیل عقلی ۱۱۔ اختلاف نسخوں کا ذکر ۱۲۔ جس مسئلہ کو شارح نے اصح اور راجح لکھا ہے اُس کا مقابل نقل کیا ہے اور اس کی صحت یا مرجوح ہونے میں فقہا کے قول نقل کیے ہیں **سیزدہم**[۱۳] یہ کہ کہیں کہیں ایسا بھی ہوا ہے کہ حواشی میں ایک عبارت دوسرے مقام کے نیچے لکھی ہوئی تھی اور ہم نے اُس کو اور مقام پر ترجمہ کرنا مناسب جانا اس لیے ہم نے یہ التزام نہیں کیا کہ ہر قول کا حاشیہ اُسی کے ذیل میں رہے دوسری جگہ نہ ہو **چہاردہم**[۱۴] یہ کہ اثنائے ترجمہ میں اگر کوئی قید ہم نے زیادہ کی ہے تو جس کتاب میں وہ قید نظر پڑی ہے اس کا حوالہ اثنائے ترجمہ میں کردیا ہے مثلاً اگر بحرالرائق سے نقل کیا تو اُس قید کے بعد کذا فی البحر لکھ کر باقی عبارت کا ترجمہ کیا ہے **پانزدہم**[۱۵] یہ کہ جس حاشیہ سے ہم نے نقل کیا ہے آخر کو اُس کا نام اور حوالہ کردیا ہے مثلاً کذا فی الشامی یا قالہ الشامی اوکذا فی الطحطاوی اور ان محشیوں نے جن کتابوں سے نقل کیا ہے بعض جگہ ان کا بھی حوالہ کردیا ہے مثلاً کذا فی الشامی عن الحلبی اور کہیں صرف ان کتابوں کے نام پر اکتفا کیا ہے مثلاً کذا فی العینی اور کذا فی الہدایہ **شانزدہم**[۱۶] یہ کہ عبارت حاشیہ کی اگر ہم نے طویل دیکھی ہے تو اس میں سے بقدر اپنے التزام کے لکھ کر حوالے کے بعد مختصراً لکھ دیا ہے اور کسی جگہ اور قسم کا تصرف بھی کرنا پڑا ہے تو وہاں حوالے کے بعد تصرف یا ملتقطاً بڑھادیا ہے اور بعض جا ایسا بھی ہوا ہے کہ صورت مسئلہ یا تحقیق کو سوائے حواشی کے اور کتابوں میں پایا ہے تو وہاں ان کتابوں کا نام لکھ دیا ہے **ہفتدہم**[۱۷] یہ کہ بعض مواضع میں جن کتابوں سے محشیوں نے کوئی مضمون لیا ہے ہم نے بدوں رجوع اصل کتاب کے بہ تبعیت محشیوں کے حوالہ لکھا ہے **ہیجدہم**[۱۸] یہ کہ جس عبارت میں شارح کا کوئی سقم محشیوں نے بیان کیا ہے اُس کا ترجمہ ہم نے ان لفظوں کے لحاظ سے کیا ہے جن کو محشیوں نے صحیح قرار دیا ہے اور جا بجا اس کی تصریح بھی کردی ہے کہ لفظ غلط کو چھوڑ کر ہم نے صحیح لفظ کا ترجمہ کیا ہے **نوزدہم**[۱۹] یہ کہ مترجم اوّل نے اکثر اقوال حاشیہ طحطاوی اور مدنی سے لیے ہیں اگر کسی جگہ سہو کاتب سے حوالہ رہ گیا ہو تو ناظرین جان لیں کہ یہ مسئلہ انھیں دو حاشیوں میں سے کسی میں ہوگا اور مترجم ثانی ترجمہ کے وقت اکثر پیش نظر حاشیہ شامی رکھتا تھا تو میرے ترجمہ میں جس جا حوالہ متروک ہو اُس کو قول شامی کا تصور فرمائیں

Marfat.com

کمتر جگہ ایسی ہیں جہاں ہم نے اپنی طرف سے کچھ لکھا ہو اور جس جگہ لکھا ہے سیاق عبارت بآواز بلند کہہ رہا ہے کہ یہ ہماری بحث ہے نہ محشیوں کا قول **بست**[۲۰] یہ کہ بعض جا ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک تقریر کو شامی نے اور طرح لکھا ہے اور طحطاوی نے دوسری طرح تو میں نے اس تقریر کا ترجمہ اس طرح کیا ہے کہ دونوں حاشیوں کی تحریر کو شامل ہو اور ایسی جگہ حوالہ میں دونوں کتابوں کا نام لکھ دیا ہے اور اسی طرح جو مسئلہ دونوں میں یکساں نظر آیا ہے اس کے حوالہ میں بھی دونوں کا نام مندرج کر دیا ہے **بست ویکم**[۲۱] یہ کہ جو مسائل مفید اور فوائد عجیب کتاب میں نظر پڑے ہیں اُن کا اشارہ حاشیہ پر **ف** لکھ کر کر دیا ہے اور نیز ایسے مسائل کو فہرست میں بھی لکھ دیا ہے تاکہ ناظرین کو اُن کی تلاش میں دقت نہ ہو **بست ودوم**[۲۲] یہ کہ اس کتاب کی تکمیل میں مجھ کو میرے بڑے بھائی جناب مستطاب معلّی القاب مولانا مولوی **محمد مظہر صاحب** نے بہت سی مدد دی اللہ تعالیٰ اُن کی اور میری سعی کو مشکور فرماوے **بست وسوم**[۲۳] یہ کہ حتی الوسع تصحیح کتاب اور تنقیح مسائل میں میں نے بہت جانفشانی کی ہے اور پا ایں ہمہ اپنی قلت بضاعت کا معترف ہوں اگر کسی جگہ غلطی ہوئی ہو تو ناظرین عالی ہم سے راجی کرم ہوں **بیت** ننازم بسرمایہ فضل خویش ٭ بدریوزہ آوردہ ام دست پیش ٭ اللہ تعالیٰ سے توقع رکھتا ہوں کہ جیسے اُس نے اصل کتاب کو عرب وعجم کے باشندوں میں مقبول اور مختار فرمایا ایسے ہی اُس ترجمہ کو پسند ارباب دین اور اصحاب یقین فرمائے اور ہمارے لیے اس کو باقیات صالحات میں کرے ٭

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَشْيَاعِهٖ وَمُحِبِّيْهِ اَجْمَعِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ اٰمِيْنَ ۝

Marfat.com

خطبۂ مؤلّف

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں میں اللہ تعالیٰ کے نام پاک سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

مترجم کہتا ہے شارحؒ نے دُرالمختار کو شروع بہ تسمیہ کیا باتباع کلام[1] مجید ولفجوائے حدیث[2] مشہور کہ جو امر ذیشان شروع بہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہ ہو وہ ابتر اور بے برکت ہے حَمْدًا لَکَ یَا مَنْ شَرَحْتَ صُدُوْرَنَا بِاَنْوَارِ الْھِدَایَۃِ سَابِقًا ہم تیری ستائش کرتے ہیں ای وہ ذات مقدس کہ تُو نے ہمارے سینوں کو اول کشادہ کردیا طرح طرح کی ہدایت سے وَنَوَّرْتَ بَصَائِرَنَا بِتَنْوِیْرِ الْاَبْصَارِ لَاحِقًا اور بعد اُس کے ہمارے باطن کی بینائیوں کو تو نے نورانی کردیا ظاہر کی آنکھیں روشن کرکے وَاَفَضْتَ عَلَیْنَا مِنْ اَشِعَّۃِ شَرِیْعَتِکَ الْمُطَھَّرَۃِ بِحَارًا اَرَائِقًا اور تُو نے اپنی پاک شریعت کی شعاعوں سے ہم پر صاف غیر مکدر دریا بہا دیا وَاَغْدَقْتَ لَدَیْنَا مِنْ بِحَارِ مِنَحِکَ الْمُوَفَّرَۃِ نَھْرًا فَائِقًا اور تُو نے اپنی بخشش کے بہت بھرے دریاؤں سے ہمارے نزدیک نہر عالی قدر کو بکثرت رواں کردیا ہم شارحؒ نے حمد الٰہی میں بطور براءت استہلال کے کتب فقہ کو ذکر کیا یعنی ہدایہ اور تنویر الابصار جو متن ہے دُرالمختار کا اور بحر الرائق اور نہر الفائق جو کنز الدقائق کی شرحیں ہیں اور منح الغفار شرح تنویر الابصار ماتن کی شرح بالجملہ اگر اُن کے معانی لغویہ پر نظر کیجئے تو بھی مطلب صحیح ہے چنانچہ ترجمہ میں مذکور ہو چکا اور اگر کتابیں مراد لیجئے تو بھی مدعا درست ہے کہ ان سے خلق اللہ کو بڑا فیض حاصل ہوا تو اس نعمت کا شکر واجب ہو گیا وَاَتْمَمْتَ نِعْمَتَکَ عَلَیْنَا حَیْثُ یَسَّرْتَ اِبْتِدَاءَ تَبْیِیْضِ ھٰذَا الشَّرْحِ الْمُخْتَصَرِ نَجَاہُ وَجْہُ مَنْبَعِ الشَّرِیْعَۃِ وَالدُّرَرِ اور تو نے اپنا احسان پورا کیا ہم پر اس واسطے کہ اس شرح مختصر کی ابتداء تبییض[4] تو نے آسان کردی ذات مقدس منبع شریعت اور دُرر کے سامنے یعنی مدینہ طیبہ میں روضۂ مطہرہ کے سامنے شارح نے دُرالمختار کو مسودے سے صاف کرنا شروع کیا عرف مؤلفین میں تبییض اس سے عبارت ہے کہ کتاب محرر مرقوم ہو غیر محرر لکھنے کے بعد غالباً اور دُرر یعنی موتیوں سے مراد احکام فقہیہ ہیں اور اس میں اشارہ ہے اُس کتاب کا جس کا نام درر ہے کذا فی الطحطاوی وَضَجِیْعَیِ الْجَلِیْلَیْنِ اَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ رضی اللہ عنہما اور رسول کریم کے دو ساتھ لیٹنے والے جلیل القدر کے سامنے یعنی ابی بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما بَعْدَ الْاِذْنِ مِنْہُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دُرر المختار کی تبییض شروع ہوئی رسول کریم کے اذن کے بعد حق تعالیٰ اُس ذات مقدس پر رحمت خاص نازل کرے اور سلام ہم دُرالمختار کی منقبت[5] میں اس قدر کافی ہے کہ باذن نبویؐ مؤلف[6] ہوئی اور یہ

---

[1] یعنی قرآن مجید میں بھی شروع میں بسم اللہ ہے ۱۲ [2] حدیث مشہور اس باب میں بلفظ الحمد للہ ہے چنانچہ ابوداؤد اور نسائی میں ہے کل کلام لایبدأ فیہ بالحمد للہ فھو اجزم اور ابن ماجہ میں کل امر ذی بال لم یبدأ فیہ بالحمد اللہ فھو اقطع اور ابوعوانہ اور ابن حبان نے اپنی صحیحین میں اسی طرح روایت کیا ہے اں عبدالقادر رہاوی نے اپنی اربعین میں روایت کیا ہے کہ کل امر ذی بال لا یبدأ فیہ بذکر اللہ وبسم اللہ الرحمن الرحیم فھو اقطع تر مشہور سے مشہور اصطلاحی مراد نہیں بلکہ مشہور عرفی زمانۂ حال مراد ہے ۱۲ مترجم ثانی [3] حرف میم اختصار ا مترجم کہتا ہے کا ہے ۱۲ [4] قولہ تبییض الخ یعنی صاف کرنا ۱۲ [5] منقبت الخ یعنی تعریف ۱۲ [6] یعنی خواب میں یا الہام میں شارح کو اذن سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا ہو گیا ہو ۱۲

Marfat.com

کتاب لائق ہے مدح کے اس واسطے کہ اہل مذہب سے اس طرح کی کتاب نہیں ہوئی بعضے مصنفین نقل خلاف اور اقوال پر حریص ہیں اور قول ضعیف کو قول قوی سے ممتاز نہیں کرتے اور بعضے اقوال اہل مذہب اور اُن کے مخالفین کے استدلال پر مائل ہیں اور بعضوں نے عبارت میں کمال بسط کر دیا ہے کہ افراط تک نوبت پہنچی اور اس کتاب میں شارح علام نے اختصار غیر مخل کا ارتکاب کیا اور اقوال معتمدہ کا التزام کیا یا تو ایک ہی قول پر اختصار کیا یا ایسے دو قول پر جو دونوں صحیح ہیں اور کثرت استدلال سے اس میں تعرض نہیں کیا کیونکہ مقلد پر دلیل کا مطالبہ نہیں اس واسطے کہ دلیل قائم کرنا مجتہد کا کام ہے اور اسی طرح اس شرح کے متن کے واسطے بڑی فضیلت ثابت ہو چکی ہے یعنی ماتن نے خواب میں دیکھا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم میرے گھر میں تشریف لائے اور زبان مبارک کو میرے منہ میں داخل کیا بعد اس خواب کے ماتن نے تالیف اس متن کی شروع کی سو یہ مزیت ماتن اور شارح کے کمال اخلاص کا ثمرہ ہے کذا فی الطحطاوی مختصراً وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ الَّذِیْنَ مَازَوَامِنْ مَنْحِ فَتْحِ کَشْفِ فَیْضِ فَضْلِکَ الْوَافِیْ حَقَائِقًا اور رحمت خاص نازل ہو اُن کے آل اور اصحاب پر جنہوں نے تیرے فضل وافی کے فیض کے عطایا سے نصرت کا شفہ مظہرہ سے امور متحققہ کو جمع کیا اور گھر یا م شارح نے اس میں ان فقہ کی کتابوں کی طرف اشارہ کیا جن سے شارح وغیرہ نے روایات کو نقل کیا یعنی منح[1] الغفار اور فتح القدیر اور کشف اور فیض اور وافی اور حقائق ، وَبَعْدُ فَیَقُوْلُ فَقِیْرُ رَحْمَۃِ رَبِّ اللُّطْفِ الْحَنَفِیُّ مُحَمَّدٌ عَلَاءُ الدِّیْنِ الْحِصْکَفِیُّ اور حمد وصلاۃ کے بعد کہتا ہے صاحب لطف خفی کی رحمت کا محتاج محمد علاؤ الدین حصکفی یا حصن کیفی کا رہنے والا م طحطاوی نے لب لباب سے نقل کیا کہ حصکف ایک شہر ہے دیار بکر میں انتہیٰ اور بعضوں نے کہا کہ یہ نسبت ہے حصن کیفی کی طرف جو واقع ہے آمد اور جزیرۂ ابن عمر کے مابین میں شارح کا نام محمد ہے اور علاؤ الدین لقب ہے رحمۃ اللہ علیہ اِبْنُ الشَّیْخِ عَلِیٍّ الْاِمَامِ بِجَامِعِ بَنِیْ اُمَیَّۃَ ثُمَّ الْمُفْتِیْ بِدِمَشْقَ الْحَنَفِیُّ محمد علاؤ الدین بیٹا شیخ علی کا جو بنی امیہ کی جامع مسجد کا امام پھر مفتی محروسۂ دمشق کا حنفی مذہب ہم شارح کا نسب یوں ہے محمد علاؤ الدین ابن الشیخ علی بن الشیخ محمد بن الشیخ علی بن الشیخ عبد الرحمٰن بن الشیخ محمد بن الشیخ جمال الدین بن الشیخ حسن ابن الشیخ زین العابدین الحصنی ثم الدمشقی والخطیب الحنفی کذا فی الطحطاوی لَمَّا بَیَّضْتُ الْجُزْءَ الْاَوَّلَ مِنْ خَزَائِنِ الْاَسْرَارِ وَبَدَائِعِ الْاَفْکَارِ فِیْ شَرْحِ تَنْوِیْرِ الْاَبْصَارِ جَامِعِ الْبِحَارِ قَدَّرْتُہٗ فِیْ عَشْرِ مُجَلَّدَاتٍ کِبَارٍ جب کہ پہلا جز خزائن الاسرار الی آخرہ کا مسودے سے کاغذ سادہ میں میں نے صاف کیا تو میں نے اس شرح کا بڑے بڑے دس مجلدیں اندازہ کیا م شارح نے اس متن کی پہلے ایک شرح لکھی جس کا نام خزائن الاسرار وبدائع الافکار فی شرح تنویر الابصار وجامع البحار رکھا پھر جب مسودہ صاف کیا تو اول ہی جز کے صاف کرنے سے تمام کتاب کا اندازہ کیا تو معلوم ہوا کہ بڑی بڑی دس جلدیں ہوں گی فصرفت عنان العنایۃ نحو الاختصار وسمیتہ بالدر المختار فی شرح تنویر الابصار سو پھیری میں نے اجتہاد اور کوشش کی باگ اختصار کی طرف اور اس شرح مختصر کا نام **در المختار فی شرح تنویر الابصار** میں نے رکھا م یعنی خوف تطویل سے شرح کو مختصر کیا اور دس جلد کا مطلب ایک جلد میں کر دیا لہٰذا در المختار نہایت دقیق ہوا شرح نہیں بلکہ متن متین ہو گیا اختصار عبارت ہے تقلیل لفظ اور تکثیر معنی سے الذی فاق کُتُبَ ہٰذَا الْفَنِّ فِی الضَّبْطِ وَالتَّصْحِیْحِ وَالْاِخْتِصَارِ وہ تنویر الابصار جو فائق اور عالی قدر ہے اس فن میں یعنی فن فقہ کی کتابوں سے ضبط اور تصحیح اور اختصار عبارت میں م ضبط عبارت ہے تحریر اور محافظت فروع سے یعنی تمام مسائل محتاج الیہا کا جمع کر دینا اور تصحیح عبارت ہے اقوال صحیحہ کے ذکر کرنے سے یا تصحیح تراکیب سے کذا فی الطحطاوی وَلَعَمْرِیْ لَقَدْ اَضْحَتْ رَوْضَۃُ ہٰذَا الْعِلْمِ بِہٖ مُفَتَّحَۃَ الْاَزْہَارِ مُسَلْسَلَۃَ الْاَنْہَارِ اور قسم اپنی زندگی کی کہ مقرر اس علم فقہ کا باغ اس متن کے ہونے سے کھلی کلیوں والا روان انہار ہو گیا یعنی مسائل فقہیہ جو کلیوں کی مانند مغلق اور سربستہ تھے وہ پھولوں کی مانند شگفتہ ہو گئے ماتن کے بیان واضح سے مِنْ عَجَائِبِہٖ ثَمَرَاتُ التَّحْقِیْقِ تُخْتَارُ وَمِنْ غَرَائِبِہٖ ذَخَائِرُ تَدْقِیْقٍ تُحَیِّرُ الْاَفْکَارَ اس متن کے عجائب سے تحقیق کے پھل پسند کیے جاتے ہیں اور اس کے غرائب سے تدقیق کے وہ ذخیرے ہیں جن سے عقول حیرت ناک ہیں شیخ شیخنا شیخ الاسلام

[1] منح الغفار شرح ہے مصنف کی اور فتح القدیر شرح ہدایہ کی ابن ہمام کی اور کشف شرح منار نسفی کی اور فیض کرکی کی اور وافی متن کافی نسفی کی اور حقائق شرح منظومہ ہے نسفی کی ۱۲

Marfat.com

بیان مصنفات ماتن

محمد بن عبد اللہ التمرتاشی الحنفی الغزی عمدۃ المتاخرین الاخیار وہ تمن موصوف بصفات مذکورہ تصنیف ہے ہمارے استاد کے یعنی شیخ الاسلام محمد بن عبد اللہ تمرتاشی حنفی مذہب غزی کا جو عمدہ ہے علماء متاخرین صالحین میں م تمرتاش بضم تا و میم و سکون رای مہملہ و تا و شین معجمہ خوارزم کا قریہ ہے کذا فی الطحطاوی اور غزہ ایک شہر ہے شام میں اس کو غزہ ہاشم کہتے ہیں قاموس میں ہے کہ غزہ شہر ہے فلسطین میں وہاں امام شافعیؒ پیدا ہوئے اور ہاشم بن مناف وہاں مرگئے انتہیٰ نسب ماتن کا یوں ہے محمد بن عبد اللہ بن احمد خطیب بن محمد خطیب بن ابراہیم خطیب کذا فی المنح شرح الماتن معلوم کرنا چاہیے کہ ماتن رحمۃ اللہ علیہ کثیر التصانیف ہے از انجملہ یہ متن اور اس کی شرح ہے مسمی بمنح الغفار اور منظومہ فقہ میں مسمیٰ بہ تحفۃ الاقران اور حاشیہ درر غرر کا اور شرح کنز اور شرح زاد الفقیر اور شرح وقایہ اور فتاوی دو مجلد اور شرح منار کے اصول میں اور شرح منظومہ ابن وہبان اور معین المفتی علیٰ جواب المستفتی وغیر ذلک من المصنفات المعتمدۃ علم فقہ کا حاصل کیا شیخ زین ابن نجیم صاحب بحر الرائق اور امین الدین ابن العال سے اور بہت علماء نامدار نے ماتن سے علم حاصل کیا از انجملہ شیخ صالح محشی اشباہ و نظائر مخلف الرشید ماتن انتقال کیا ماتن نے ایک ہزار اور چھ سال ہجری میں غزہ ہاشم میں اور وہیں مدفون ہوئے غفر اللہ لہ کذا فی الطحطاوی ملخصا فانی ارویہ عن شیخنا الشیخ عبد الغنی الخلیلی عن المصنف الغزی عن ابن نجیم المصری بسندہ الی صاحب المذہب ابی حنیفۃ بسندہ الی النبی المصطفیٰ المختار عن جبریل عن اللہ الواحد القہار کما ہو مبسوط فی اجازتنا بطرق عدیدۃ عن المشائخ المتبحرین الکبار سو میں روایت کرتا ہوں اس فن کو یعنی علم فقہ کو اپنے استاد شیخ عبد الغنی خلیلی سے وہ روایت کرتے ہیں مصنف یعنی عبد اللہ غزی سے وہ زین ابن نجیم مصری سے وہ روایت کرتے ہیں اپنی اس سند سے جو متصل ہے امام ابو حنیفہؒ صاحب مذہب تک وہ روایت کرتے ہیں اپنی اس سند سے جو متصل ہے نبی برگزیدہ پسندیدہ تک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روایت کرتے ہیں جبرئیل علیہ السلام سے وہ روایت کرتے ہیں اللہ واحد القہار سے جل جلالہ چنانچہ سند مذکور مشرح و مفصل مذکور ہے ہماری اجازت میں بہت طریقوں سے اساتذہ کثیر العلم عظیم الشان سے م شعرانی نے میزان میں ائمہ اربعہ کی یوں سند مذکور کی ہے امام ابو حنیفہ رح عن عطاء عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن جبریل عن اللہ عزوجل۔ امام مالک عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن جبریل عن اللہ عزوجل۔ امام شافعی عن مالک الی آخر السند۔ امام احمد بن حنبل عن الشافعی رح عن مالک رح الی آخر السند کذا فی الطحطاوی وکان فی الدرر الغرر لم اعرہ الا ماندر ما زاد و نقلہ عزوتہ لقائلہ ربما للاختصار اور جو قول کہ درر غرر سے نقل کیا اس کو درر غرر کی طرف منسوب نہیں کیا لقصد اختصار مگر بضرورت کبھی بیان بھی کر دیا اور جو زائد ہے درر غرر سے وہ اس کے قائل کی طرف منسوب کر دیا ہے م یعنی درر المختار منقول ہے مذہب حنفی کی کتب معتمدہ سے مگر بعض کتب سے نقل زیادہ ہے چنانچہ ملا خسرو کی درر غرر سے تو اختصار کے واسطے اس کے ہر قول میں شارح نے یہ نہیں کہا کہ یہ درر غرر سے منقول ہے اس کے سوائے اور کتابوں سے اس قدر بکثرت نقل نہیں تو وہاں نسبت کر دیا کہ یہ قول فلاں کتاب سے ہے اور یہ شارح کی مزید دیانت پر دلیل ہے اور عدم ادعای ریاست علمی پر رحمۃ اللہ علیہ وما مولی من الناظر فیہ ان ینظر بعین الرضا والاستبصار وان یتلافی[1] ما بقدر الامکان او یصفح لیصفح عنہ عالم الاسرار والاضمار اور میری امید اس کتاب کے ناظر سے یہ ہے کہ اس کو بچشم رضا اور تامل کے دیکھے اور یہ کہ اس کے عیب اور نقصان کا تدارک کرے بقدر اپنی استطاعت اور قدرت کے یا درگذر کرے عیب گوئی سے تاکہ اس کے عیوب سے درگذر رہے بھید اور چھپی چیز کا جاننے والا م چشم رضا کی قید اس واسطے لگائی کہ جو غضب اور بدگمانی کی آنکھ سے دیکھتا ہے اس کو حق بھی باطل معلوم ہوتا ہے ؎ چشم بد اندیش کہ برکندہ باد ؛ عیب نماید ہنرش در نظر ؛ و لعمری ان السلامۃ من ہذہ الخطرۃ لامر عزیز علی البشر اور قسم ہے اپنی حیات کی کہ سلامت رہنا سہو اور

[1] کتب لغت میں تلف بمعنی ہلاک و نقصان پایا جاتا ہے مگر تلافی کو کسی نے ذکر نہیں کیا اور شارح کے سوا اور شاعروں نے بھی اس کو اشعار میں داخل کیا ہے کذا فی الشامی غرض کہ اس کے مستعمل ہونے میں کچھ شک نہیں ۱۲ ۔

Marfat.com

غفلت کے امر عظیم سے البتہ وہ امر ہے جو آدمی پر نادر اور عسیر ہے ولا غرو فان النسیان من خصائص الانسانیۃ والخطاء والزلل من شعائر الآدمیۃ اور عدم سلامت کچھ عیب نہیں اس واسطے کہ بھولنا انسانیت کے مخصوصات سے ہے اور چوکنا اور لغزش قدم آدمیت کی نشانیوں سے ہے واستغفر اللہ مستعیذاً بہ من حسد لیسد باب الانصاف ویرد عن جمیل الاوصاف اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگتا ہوں اس خطاء سے جو اس کتاب میں واقع ہوئی پناہ سند اطلب کرکے اُس حسد سے جو منصفی کے دروازے کو بند کردے اور حاسد کو اوصاف جمیلہ سے پھیر دے م حسد اُس کو کہتے ہیں کہ آدمی غیر کی نعمت کا زوال چاہے اور تمنا کرے کہ وہ مجھ کو ملے یا مطلق زوال چاہے خواہ اس کو ملے یا نہ ملے اور وہ سخت مرض ہے کہ نیکیوں کو کھاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھاتی ہے چنانچہ یہ مضمون حدیث میں وارد ہے اور گاہے حسد آدمی کو کفر تک پہنچا دیتا ہے اس واسطے کہ حسد کا انجام کار اعتراض ہے خدا پر کہ کیوں اس کو یہ نعمت دی اعوذ باللہ[1] من الحسد ومن کل القبائح الا وان الحسد خسک من تعلق بہ ہلک آگاہ رہنا بیشک حسد وہ کانٹا ہے کہ جس کو لگا وہ ہلاک ہو گیا وکفی للحاسد ذما فی آخر سورۃ الفلق فی اضطرابہ بالفلق حاسد کی مذمت میں پچھلی آیت سورہ قل اعوذ برب الفلق کی کفایت کرتی ہے اس کے جل بھن جانے میں فلق کے سبب سے م سورہ فلق کی پچھلی آیت میں حق تعالیٰ نے حاسد کی طرف شر کو نسبت کیا اور اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو امر کیا کہ اس سے پناہ مانگے تو حسد کی کونسی مذمت اس سے زیادہ ہوگی للہ در الحسد ما اعدله بدا بصاحبه فلقا فقتل خدا بھلا کرے حسد کا کیا خوب منصف ہے اول اپنے صاحب یعنی حاسد کو قلق دیا پھر اس کو مار رکھا ؎ وَاَنَا اَمِنُ کَیْدَ الْحَسُوْدِ بِاَمْنٍ : وَلَا جَابِلٍ یُوْدِیْ وَلَا یَتَدَبَّرُ ۔ اور میں حسد کرنے والے کے مکر اور فریب سے نڈر نہیں اور اس جاہل کے مکر سے جو عیب جوئی کرے (یعنی میری کتاب میں) اور تامل نہ کرے م یہ بیت ہے قصیدۂ ابن وہبان کی ابن شحنہ اُس کے شارح نے کہا سبب اس کا یہ ہے کہ صاحب قصیدہ حاسدوں کے حسد اور معاندوں کے مکر میں مبتلا ہوا بعضے کہتے تھے کہ وہبانیہ بد کتاب ہے اور بعض کہتے تھے کہ یہ کتاب قدیم ہے ابن وہبان نے اپنی طرف نسبت کرلی انتہیٰ اسی طرح شارح مغفور بھی سہام طعن حاسدین کا نشانہ ہوا کذا فی الطحطاوی وللہ در القائل ؎ ہُمْ یَحْسُدُوْنِیْ وَخَیْرُ النَّاسِ کُلِّہِمْ : مَنْ عَاشَ فِی النَّاسِ یَوْمًا غَیْرَ مَحْسُوْدٍ ۔ اور خدا بھلا کرے اس بیت کے قائل کا حاسد میرا حسد کرتے ہیں اور سب آدمیوں میں بدتر وہ شخص ہے جو ایک دن بھی غیر محسود جیا یعنی جس پر کسی نے حسد نہ کیا م غیر محسود اس واسطے بدتر ہوا کہ حسد اُسی کا ہوتا ہے جس میں اوصاف حمیدہ ہوتے ہیں تو جس پر حسد لوگوں نے نہ کیا تو معلوم ہوا کہ اس میں کچھ خوبی نہیں چنانچہ شارح اس کے آگے اشارہ کرتا ہے اذ لا یسود سیدٌ بدون ودود یمدح وَحَسُوْدٍ یَقْدَحُ اس واسطے کہ کوئی سرداری سرداری نہیں پاتا بدون اس دوست کے جو اس کی خوبی بیان کرے اور بدون اس حاسد کے جو بدگوئی کرے م جب آدمی نے اپنی بدگوئی سُنی اور اس پر تحمل کیا اور چشم پوشی کی تو اُس کی عالی ظرفی اور سرداری ثابت ہوگئی لان من زرع الاحن حصد المحن اس واسطے کہ جس نے کینوں کا کھیت بویا رنجوں کو خرمن کیا فالئیم یفضح والکریم یصلح سو کمینہ اور کم ظرف فضیحت کرتا ہے اور شریف صاحب کرم اصلاح دیتا ہے اور درست کردیتا ہے م جب کلام سابق سے معلوم ہوا کہ آدمی دو قسم کے ہوتے ہیں لئیم اور کریم سو لئیم تو عیب جوئی میں رہتا ہے اور کریم اصلاح کرتا ہے اگر کچھ خلل پاتا ہے بشرط قدرت یا چشم پوشی کرتا ہے لکن یا اخی بعد الوقوف علی حقیقۃ الحال والاطلاع علی ما حرره المتاخرون کصاحب البحر والنہر والفیض والمصنف وجدنا المرحوم وعزمی زادہ واخی زادہ وسعدی افندی والزیلعی والاکمل وابن الکمال اے بھائی خطا اس کتاب کی تلافی کرنا چاہیے بعد واقف ہونے کے حقیقت حال پر اور بعد مطلع ہونے کے علماء متاخرین کی تحریر اور تنقیح پر مانند صاحب بحر اور نہر اور فیض اور مصنف اور ہمارے جد مرحوم اور عزمی زادہ اور اخی زادہ اور سعدی آفندی اور زیلعی اور اکمل اور کمال اور ابن الکمال کے۔

[1] میں پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ کی حسد سے اور تمام برائیوں سے ۱۲

Marfat.com

م یعنی تدارک خلل بعد مطلع ہونے کے کتب مذکورہ پر چاہیے اور بمجرد خطور قلب کے اس پر جرأت مناسب نہیں صاحب بحر الرائق زین ابن نجیم مصری ہے اور صاحب نہر الفائق شیخ عمر بن نجیم بھائی صاحب بحر کا اور شاگرد نہر الفائق کو تصنیف کیا بھائی کی موت کے بعد اور بھائی پر اکثر مسائل میں مواخذہ کیا یوں عذر بیان کر کے کہ بھول چوک سے محفوظ رہنا آدمی پر دشوار ہے اور غزی زادہ محشی ہے درر کا اور اکمل عنایہ شرح ہدایہ کا مصنف ہے اور کمال الدین ابن الہمام صاحب فتح القدیر محمد بن عبد الواحد بن عبد الحمید اسکندری ہے ہمام لقب ہے عبد الواحد کا مع تحقیقات سنح بالبال و تلقیتہا عن فحول الرجال ساتھ ملاحظہ اُن تحقیقات کے کہ بعض کو میرے دل نے پیدا اور ظاہر کیا اور بعض کو میں نے کامل مردوں سے حاصل کیا۔ م اگر کوئی کہے کہ شارح جیسے عالموں کی تحقیقات کا مسائل فقہ میں کچھ دخل نہیں اس واسطے کہ وہ مجتہد مذہب اور صاحب فتویٰ نہیں اور قیاس کرنے کا بھی اہل نہیں اس واسطے کہ قیاس کرنا ہجری چار سو کے بعد مفقود ہو گیا پھر شارح کی تحقیقات سے کیا حاصل جواب اس کا یہ ہے کہ تحقیقات سے مراد نظائر کو جمع کرنا ہے اور معتمد قول کو لانا اور اشکالات کو عبارات لطیفہ سے دفع کرنا یا اس کا جواب دیا جاوے بموجب اس قول کے کہ قوت مدرک کا اعتبار ہے اور[1] اس کے اہل پیدا ہوا کرتے ہیں قدرت کاملہ سے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی و یابی اللہ العصمۃ لکتاب غیر کتابہ اور حق تعالیٰ ہر کتاب کی عصمت کو مکروہ رکھتا ہے سوائے اپنی کتاب کے یعنی کلام اللہ کے سوا آدمی کی کتاب ایسی لازم العصمۃ نہیں کہ اس میں خطا کا احتمال نہ ہو یہ شارح نے اپنی بھول چوک کا عذر بیان کیا وَالْمُنْصِفُ مَنْ اَغْتَفَرَ قَلِیْلَ خَطَاءِ الْمَرْءِ فِیْ کَثِیْرِ صَوَابِہٖ اور منصف وہ ہے جو آدمی کی تھوڑی خطا کو اس کی بہتیری درست گوئی میں چھپا ڈالے یعنی جب آدمی کا اکثر کلام حق اور صواب ہو تو اس کی خطا قلیل پر نظر نہ کرنا منصفوں کا کام ہے اور فقط خطا کو پکڑ لینا اور اس کی صواب گوئی سے چشم پوشی کرنا ظلم صریح اور خباثت ہے وَمَعَ ہٰذَا فَمَنْ اَتْقَنَ کِتَابِیْ ہٰذَا فَہُوَ الْفَقِیْہُ الْمَاہِرُ، اور ساتھ اس کے یعنی باوجود عدم عصمت کے سو جو شخص کہ خوب سمجھ لے گا میری اس کتاب کو تو وہ فقیہ ماہر ہے یعنی مسائل فقہ کا خوب واقف ہوگا وَمَنْ ظَفِرَ بِمَا فِیْہِ فَیَقُوْلُ بِمِلْءِ فِیْہِ کَمْ تَرَکَ الْاَوَّلُ لِلْآخِرِ اور جو فتح یاب ہوگا اس کتاب کے مطلب پر وہ اپنا منہ بھر کے کہے گا کہ بہت مطالب کو اگلا پچھلے کے واسطے چھوڑ گیا م یعنی متقدمین نے اکثر اشیاء کی تصریح نہیں کی اور متاخرین نے اس پر آگاہ کر دیا اس واسطے کہ حوادث متجدد ہوتے جاتے ہیں زمانوں کے تجدد سے سو فی الواقع کہ کتاب درالمختار ضبط ربط مسائل اور حسن اختصار میں عدیم المثال ہے ولہٰذا عرب و عجم میں مطرح انظار رجال ہے وَمَنْ حَصَّلَ فَقَدْ حَصَلَ لَہُ الْحَظُّ الْوَافِرُ لِاَنَّہُ لِلْبَحْرِ لٰکِنْ بِلَا سَاحِلٍ وَدَوَابِلِ الْقَطْرِ غَیْرَ اَنَّہُ مُتَّصِلٌ اور جس نے اس کتاب کو حاصل کیا سو مقرر اس کو بہت حصہ ملا اس واسطے کہ وہ سمندر ہے لیکن بے کنارہ اور بڑی بوندوں کا مینہ ہے پر وہ لگاتار ہے م اس صنع عبارت کو تاکید المدح بما یشبہ الذم کہتے ہیں بحسن عبارات وَرَفْرَفِ اِشَارَات و تنقیح معانی و تحریر مبانی حالانکہ کتاب میری یا اُس کی تحقیقات خوبی عبارات اور پوشیدہ اشارات اور منقح کرنے معانی اور آراستہ کردینے الفاظ سے مل گئی ہے یعنی اس کی عبارت الجھی نہیں تعقیدات لفظیہ اور معنویہ اور تطویل لاطائل سے معرا ہے وَلَیْسَ الْخَبَرُ کَالْعِیَانِ اِسْتَقِرْ بِہٖ بَعْدَ التَّاَمُّلِ الْعَیْنَانِ اور خبر دیکھنے کی برابر نہیں اور تامل کرنے کے بعد دونوں آنکھیں اس کتاب سے ٹھنڈی ہوں گی م یعنی دیباچہ کتاب میں میرا توصیف کرنا اس کتاب کا خبر ہے اور خبر محتمل ہوتی ہے صدق اور کذب کی مگر جب کہ تو مطلع ہوگا اس کتاب پر تو تیرے نزدیک اس کا خود مشاہدہ ہو جاوے گا شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ تو یہ تعلیل ہے مدعای محذوف کی : فَخُذْ مَا نَظَرْتَ مِنْ حُسْنِ رَوْضِہِ الْاَسْمٰی وَدَعْ مَا سَمِعْتَ عَنِ الْحَسَنِ وَسَلْمٰی : سو لے اس کو جو تو دیکھ چکا ہے اس کتاب عالی قدر کے باغ کی خوبصورتی کو اور اس کو چھوڑ جو تو نے خوبصورتی سلمیٰ کی حکایت سنی ہے م سلمیٰ معشوقہ

[1] یہاں مترجم اول سے ترجمہ میں تسامح ہوا الطحطاوی میں یہ عبارت ہے العبرۃ بقوۃ المدرک ویکون اللہ تعالیٰ اہلا لذلک تو اس کا ترجمہ یوں چاہیے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے شارح کو اہل اس قوت کا پیدا کیا تھا ۱۲ [2] یعنی تاکید کی تعریف ایسی چیز سے جو مذمت کی صورت میں ہو ۱۲

Marfat.com

کا نام ہے یعنی حسن صوری کی طرف التفات نہ کر حسن معنوی اس کتاب پر نظر کر ؎ خُذْ مَا نَظَرْتَ وَدَعْ شَيْئًا سَمِعْتَ بِهٖ : فَفِي طَلَعَتِ الشَّمْسُ مَا يُغْنِيكَ عَنْ زُحَلٍ ؕ لے اس کو جو تُو نے دیکھا اور چھوڑ اس کو جو تُو نے سُنا آفتاب کے طلوع ہونے میں وہ روشنی ہے جو تجھ کو بے پروا کرتی ہے زحل کی روشنی سے م زحل کم روشن ایک ستارہ[1] ہے جس کو فارسی میں کیوان اور ہندی میں سنیچر کہتے ہیں ہٰذَا وَقَدْ ضَحَتْ اَغْرَاضُ الْمُصَنِّفِيْنَ اَغْرَاضَ سِهَامِ اَلْسِنَةِ الْحُسَّادِ بوجھ لے اس کو اور مقرر اہل تصانیف کی ابروئیں اہل حسد کی زبانوں کے تیروں کی نشانہ ہوگئیں ہیں وَنَفَائِسُ تَصَانِيْفِهِمْ مُعَرَّضَةٌ بِاَيْدِيْهِمْ تَنْتَهِبُ فَوَائِدَهَا ثُمَّ تَرْمِيْهَا بِالْكَسَادِ اور اہل تصانیف کے عمدہ مصنفات اہل حسد کے ہاتھوں میں پڑے ہیں اُن کے فوائد کو لوٹتے ہیں پھر اُن کو کھوٹا کر کے پھینکتے ہیں ؎ اَخَا الْعِلْمِ لَا تَعْجَلْ بِعَيْبِ مُصَنِّفٍ : وَلَمْ تَتَيَقَّنْ زَلَّةً مِنْهُ تَعْرِفِ ؕ ای صاحب علم شتابی نہ کر مصنف کی عیب جوئی میں حالانکہ تجھ کو اُس کی خطا کا یقین نہیں ہوا جاننا بوجھ کر ؎ كَمْ اَفْسَدَ الرَّاوِيْ كَلَامًا بِعَقْلِهٖ : وَكَمْ حَرَّفَ الْاَقْوَالَ قَوْمٌ وَصَحَّفُوْا ؕ سو بہت بگاڑا ہے روایت کرنے والے نے کلام کو اپنی عقل ناقص سے اور بہتیرے قولوں کی تحریف کی ہے ایک قوم نے اور تصحیف کی ہے م تحریف عبارت ہے تغیر اور تبدیل سے خواہ تبدیل ایک لفظ کی دوسری لفظ سے ہو یا ایک حرف کی دوسرے حرف سے اور گاہے تحریف بمعنی تاویل آتا ہے یعنی غیر مراد کا ارادہ کرنا اور تصحیف عبارت ہے خطا فی الصحیفہ سے یعنی لکھنے میں چوکنا کذا فی الطحطاوی یعنی جب افساد راوی اور خطائے کاتب کا دخل ہوا تو مصنف کی خطا پر یقین نہیں ہو سکتا الا بوجہ دیگر تو عیب گوئی میں عالم کو عجلت مناسب نہیں ؎ وَكَمْ نَاسِخٍ اَضْحَى لِمَعْنًى مُغَيِّرًا : وَجَاءَ بِشَيْءٍ لَمْ يُرِدْهُ الْمُصَنِّفُ ؕ اور بہت کاتبوں نے معنی کو بدل ڈالا اور وہ چیز لائے جس کا مصنف نے ارادہ نہیں کیا وما کان قصدی من ہذا ان یدرج ذکری بین المحررین من المصنفین والمؤلفین بل القصد ریاض القریحۃ وحفظ الفرع الصحیحۃ مع رجاء الغفران ودعا الاخوان اور اس تصنیف سے میرا یہ قصد نہ تھا کہ میرا ذکر داخل ہو اہل تحریر میں کہ مصنفین اور مولفین ہیں بلکہ مقصود ذہن کی مشق ہے اور محفوظ رکھنا صحیح مسائل کا بتوقع بخشش رہائی اور دعای برادران دینی ما علی من اعراض الحاسدین عنہ حال حیاتی فسیتلقونہ بالقبول انشاء اللہ تعالیٰ بعد وفاتی اور مجھ کو کچھ رنج نہیں حاسدوں کی روگردانی کا اس کتاب سے بیرغ زندگی میں کیوں کہ وہ عنقریب اس کو قبول کر لیں گے انشاء اللہ تعالیٰ میری موت کے بعد کما قیل ؎ تری الغبی بیکر فضل الفتیٰ وہو ما وخبشاہ ذاما وہب لج بہ الحرص علی نکتۃ : یکتبہا عنہ بماء الذہب ؕ چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہے : دیکھتا ہے تو ایک جوان کو کہ دوسرے جوان کے کمال کا انکار کرتا ہے کم ظرفی اور خباثت کی راہ سے پھر جب کہ وہ جاتا رہا یعنی مر گیا بے قرار کرتی ہے اس کو حرص مسئلہ باریک پر کہ لکھتا ہے اُس کامل محسود کے کلام کو سونے کے پانی سے فہاک مؤلفا مہذبا بالمہمات ہذا الفن مظہر الدقائق استعملت الفکر فیہا اذا ما اللیل جن مستحرا ارجح الاقوال واوجز العبارۃ معتمدا فی دفع الایراد اذا لطفت الاشارۃ سوائے مخاطب لے اس فن کے آراستہ مجھ کو جو ظاہر کرنے والا ہے ان باریکیوں کو جن میں میں نے اپنی فکر کو استعمال کیا جب کہ رات چھائی تھی راجح تر اقوال اور مختصر عبارت کو تلاش کرنا دفع کرنے اعتراض میں لطیف تر اشارہ کو قصد کرتا ربما خالفت فی حکم او دلیل فحسب من لا اطلاع لہ ولا فہم عدولا عن السبیل پھر کبھی تو میں نے مسئلہ تن میں مخالفت کی یا دلیل میں سو جس کو اطلاع نہیں اور نہ فہم اُس نے گمان کیا راہ سے بہکنا یعنی ناواقفی سے میرے خلاف کو گمراہی سمجھا ور بما غیرت تبعا لما شرح علیہ المصنف کلۃ او حرفا او ما دری ان ذلک لنکتۃ تدق عن نظرہ وتخفی اور گاہے میں نے بہ مصنف کی شرح کی پیروی سے کسی لفظ یا حرف کو بدل ڈالا اور حالانکہ اُس معترض کو معلوم

---

[1] حکماء کہتے ہیں کہ وہ سب ستاروں سے دور تر ہے اس لیے کہ ساتویں آسمان پر ہے [2] مترجم اوّل نے تعریف کو صیغہ مخاطب معروف جان کر یہ ترجمہ کیا اور حاشیہ شامی میں اس کو صیغہ مجہول مؤنث قرار دے کر صفت زلۃ کی لکھا ہے ۔ ۱۲

Marfat.com

نہیں کہ یہ بدلنا اس سخن باریک کے سبب سے ہے جو اس کی نظر سے تاریک اور پوشیدہ ہے۔ وقد انشدنی شیخی البحر السامی والبحر الطامی واحد زمانہ وحسنۃ اوانہ شیخ الاسلام الشیخ خیر الدین الرملی اطال اللہ تعالیٰ بقاءہ۔ اور البتہ اشعار آیندہ سنائے مجھ کو میرے استاد علامہ عالی قدر دریائے لبالب اپنے زمانے کے یکتا اور اپنے وقت کے خوب فاضل نے یعنی شیخ الاسلام شیخ خیر الدین ساکن رملہ نے اللہ تعالیٰ ان کی عمر کو دراز کرے۔ م رملہ شہر ہے فلسطین میں، وہیں اُن کا انتقال ہُوا۔ ان کی تصانیف عمدہ بہت ہیں، از انجملہ فتاوٰی خیریہ ہے ؎

قل لمن لم یرا لمعاصر شیئًا
و یری للاوائل التقدیما
انّ ذلك القدیم کان حدیثًا
و سیبقی هذا الحدیث قدیمًا

کہہ اس شخص سے جو ہمعصر کو کچھ نہیں سمجھتا اور اگلے لوگوں کو پچھلوں پر تقدیم سمجھتا ہے۔ مقرر وہ پرانا بھی اپنے وقت میں نیا تھا اور آگے یہ نیا بھی پُرانا ٹھہرے گا۔ م فی الواقع معاصر کتنا ہی کامل الوجود ہو، لوگوں کی نظروں میں نہیں آتا۔ اور بعد مدت کے وہی معتمد اور مقتدا ٹھہرتا ہے، چنانچہ صاحب درالمختار اپنے معاصرین حاسدین سے کس قدر تنگ ہے اور اس زمانے میں عرب وعجم میں درالمختار اعجوبۂ روزگار متداول علماء کبار ہے۔ علی ان المقصود والمراد ما انشدنی شیخی وبرکتی وولی[1] نعمتی راس المحققین والنقاد محمد آفندی المحاسنی وقد اجاد۔ علاوہ بریں اس شرح کے لکھنے سے مقصود ومراد وہ مضمون ہے جو شعر میں نے پڑھ کر سنایا ہے۔ میرے اُستاد اور میرے برکت اور میرے ولی نعمت محققین اور پرکھنے والوں کے سردار یعنی محمد آفندی محاسنی نے اور البتہ بہت خوب کہا ہے۔ م۔ محاسنی نسبت ہے محاسن کی طرف یعنی خوبیوں والا اور آفندی کا لفظ بمعنی بزرگوار مستعمل ہے کذا فی الطحطاوی ؎

لکل بنی الدنیا مراد ومقصد
وان مرادی صحّتہ و فراغ
لا بلغ فی علم الشریعۃ مبلغًا
یکون بہ لی فی الجنان بلاغ

ہر ایک اہل دنیا کا کچھ مراد اور مقصد ہوتا ہے اور البتہ میرا مقصد صحت اور فارغ البالی ہے تاکہ میں علم شریعت میں

[1] وبرکتی وولی نعمتی یہ الفاظ صرف اسی نسخہ میں ہیں جو مترجم اول کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے دوسرے نسخوں میں مجھ کو نہیں ملے ۱۲

Marfat.com

اس درجے کو پہنچوں جس کے سبب سے بہشتوں میں میرا پہنچنا ہو ؎

فقی مثل هذا فلینافس اولو النهی
وحسبی من الدنیا الغروی بلاغ

تو ایسے مقصد عظیم الشان میں چاہیئے کہ حرص کریں صاحبان عقول اور کافی ہے مجھ کو دغا باز دنیا سے بلاغ یعنی قدر کفایت یعنی خطام دنیا سے قلیل کافی ہے تو کوشش کرنا چاہیئے اس میں جس سے نعیم موبد اور سرور دائمی حاصل ہو کذا فی الطحطاوی ؎

فما القوز الا فی نعیم مؤید
به العیش رغد والشراب یساغ

سو نہیں ہے فتحیابی مراد کی مگر دائمی نعمت میں جس کے سبب سے معاش کی کشایش ہے اور حلق میں شربت خوشگوار ہے۔

Marfat.com

مقدمۃ الکتاب

اہل تصانیف کی عادت ہے کہ قبل از شروع مقصود ان امور کو ذکر کرتے ہیں جن سے ناظر کتاب کو بصیرت حاصل ہو اس کو مقدمہ کہتے ہیں
حق علی من حاول علما ان یتصور حدہ اور سمہ ویعرف موضوعہ وغایتہ استمدادہ جو شخص کہ کسی علم کے شروع کرنے کا قصد کرے اس پر یہ حق اور لازم
ہے کہ اس علم کی حد یا رسم کو تصور کرے اور اس کے موضوع اور غایت اور استمداد کو پہچانے ف۱ حد اس تعریف کو کہتے ہیں جس میں ذاتیات مذکور ہوں
جیسا کہ انسان کی تعریف میں کہنا کہ جاندار گویا اور رسم وہ ہے جس میں تعریف لبعرض لازم ہو چنانچہ انسان کو ضاحک یا کاتب بولنا مقدمہ میں دس
چیزیں مذکور ہوتی ہیں ان میں سے شارح نے چار کو مذکور کیا تعریف علم اور موضوع اور غرض اور استمداد سو باقی چھ امور یہ ہیں واضع علم اور نام علم کا
اور حکم شارع کا اور تدوین مسائل اور فضیلت اور نسبت سو چار چیزوں کو خود شارح نے بیان کیا بلکہ فضیلت کو بھی باقی کا بیان یوں ہے کہ واضع علم
فقہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں اور نام علم کا فقہ ہے اور شارع کا حکم یہ ہے کہ فقہ کا حاصل کرنا بقدر ضرورت کے واجب ہے اور مسائل اس
علم کے ہر ایک وہ جملہ ہے جس کا مبتدا مکلف کا فعل ہے اور احکام خمسہ اس کی خبر ہے چونکہ یہ فعل واجب ہے یا حرام مثلاً اور فضیلت علم فقہ کی یہ
ہے کہ سوائے علم عقائد اور تفسیر اور حدیث اور اصول فقہ کے باقی علموں سے فقہ کا علم افضل ہے اور نسبت یہ ہے کہ علم فقہ ظاہر کی اصلاح کرتا ہے
جیسے عقائد اور تصوف باطن کی اصلاح کرتے ہیں کذا فی الحلبی بتصرف فالفقہ لغۃ العلم بالشیء ثم خص بعلم الشریعۃ تو فقہ لغت عرب میں دریافت کرنا ہے
شے کا پھر عرف میں فقہ مخصوص بعلم شریعت ہے وفقہ بالکسر فقہا علم اور فقہ بکسرہ قاف صیغہ ماضی کا بمعنی علم ہے یعنی دریافت کیا اور جانا اور فقہ بکسر اول و
سکون ثانی اس کا مصدر ہے بمعنی علم وفہم وفقہ بالضم فقاہۃ صار فقیہا اور فقہ بضم قاف جس کا مصدر فقاہت ہے اس وقت بولتے ہیں جب آدمی
فقیہ ہو جائے ف۲ خلاصہ یہ ہے کہ فقہ لغوی کا ماضی مکسور القاف ہے اور اصطلاحی کا مضموم القاف ہے کذا ذکرہ صاحب بحر الرائق عن الکرمانی اور
صاحب قاموس نے فقیہ کے ماضی میں کسر بھی نقل کیا ہے واصطلاحا عند الاصولیین العلم بالاحکام الشرعیۃ الفرعیۃ المکتسب من ادلتہا التفصیلیۃ
اور علماء اصول فقہ کی اصطلاح میں فقہ عبارت ہے احکام شرعی فرعی کے اس علم سے جو حاصل ہوا ہو احکام کے دلائل مفصلہ سے ف۱ احکام فرعی وہ
ہیں جو عمل کرنے سے متعلق ہیں اور جو اعتقاد سے متعلق ہیں ان کو احکام اصلی کہتے ہیں شارح نے احکام شرعی کی قید اس لیے لگائی کہ اس قید سے
احکام عقلی اور حسی اور اصطلاحی فقہ کی تعریف سے نکل گئے چنانچہ اس کا علم کہ عالم حادث ہے اور آگ جلانے والی ہے اور فاعل مرفوع ہے معلوم
کرنا جانا جیسے کہ قرآن اور حدیث اور اجماع اور قیاس فقہ کے دلائل تفصیلی ہیں اس تعریف سے معلوم ہوا کہ اصولیوں کے نزدیک فقیہ حقیقی فقط مجتہد ہے
یا مانند اس کے اس واسطے کہ مقلد پر دلائل سے استدلال کرنا ضرور نہیں وعند الفقہاء حفظ الفروع واقلہ ثلث اور فقیہوں کے نزدیک فقہ نام
ہے مسائل کے یاد رکھنے کا اور کمتر مرتبہ حفظ مسائل کا یہ ہے کہ تین مسئلے یاد ہوں ھ ماتن اور شارح کتاب الوصیۃ میں کہا کہ اگر ثلث مال کی

ف۱ غرض وہ چیز ہے جو داخل ماہیت نہ ہو اور لازم وہ ہے جو ماہیت کے ساتھ رہے اور اسی کو خاصہ بھی کہتے ہیں ۱۲ ۔

ف۲ یعنی فرض و واجب وحرام ومکروہ ومباح ۱۲ ۔ ۔ ۔ ۔

Marfat.com

وصیت کی فقیہوں کے واسطے تو اس میں وہ داخل ہوگا جو مسائل شرعی میں نظر دقیق رکھتا ہو اگرچہ تین ہی مسئلوں کو ان کے دلائل کے ساتھ جانتا ہو انتہی تو معلوم ہوا کہ جس کو ہزاروں مسئلے بدون دلائل کے یاد ہوں وہ فقیہ نہیں وعند اہل الحقیقۃ الجمع بین العلم والعمل اور اہل حقیقت یعنی صوفیہ کرام کے نزدیک فقہ عبارت ہے علم اور عمل کی جامعیت سے ھم حقیقت مغز ہے شریعت کا اور حقیقت شریعت سے باہر نہیں اور نہ شریعت حقیقت سے جدا ہے اور جو حقیقت کو شریعت سے جدا جانتا ہو اس پر کفر کا خوف ہے کذا فی الطحطاوی حضرت امیر خسرو دہلوی نے مطلع الانوار مثنوی میں فرمایا ہے ؎ عین حقیقت بشریعت درست :: شرع اگر عین نباشد شرست :: ہر کہ تگ از شرع فراتر زدہ :: اللہ و یارب ہمہ زد عربدہ :: اور خواجہ عبید اللہ احرار نے فرمایا کہ حقیقت دریاست و شریعت کشتی از دریا بچہ توان گذشت بکشتی حبب منجملہ صوفیہ صافیہ کے شاہدین عادلین کے کلام سے شریعت اور حقیقت میں اتحاد یا تلازم ثابت ہوا تو صاف معلوم ہو گیا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ شریعت اور ہے اور حقیقت اور ہے وہ صوفیہ کرام کے طریقے گمراہ ہیں لِقَوْلِ الْحَسَنِ الْبَصْرِیِّ اِنَّمَا الْفَقِیْہُ الْمُعْرِضُ عَنِ الدُّنْیَا الزَّاہِدُ فِی الْآخِرَۃِ الْبَصِیْرُ بِعُیُوْبِ نَفْسِہٖ بدلیل قول خواجہ حسن بصری کے کہ فقیہ نہیں ہے مگر روگردان دنیا سے رغبت کرنے والا آخرت میں اپنے عیوب ذاتی کا دانا ھم یعنی عارف فقیہ کی عبادت فقط خدا ہی کے واسطے ہوتی ہے نہ دوزخ کے خوف سے اور نہ بہشت کی طمع سے یہ لوگ جو بہشت کو مانگتے ہیں تو تلذذ کے واسطے نہیں بلکہ پروردگار کے دیدار کے لیے چنانچہ کسی عارف نے کہا ہے ؎ لیس[1] قصدی من الجنان نعیما :: غیر انی ارید ہا لاراک :: کذا فی الطحطاوی وموضوعہ فعل المکلف ثبوتًا او سلبًا اور فقہ کا موضوع عاقل بالغ کا فعل ہے ثبوت کی راہ سے یا سلب کی راہ سے ھم موضوع اس کو کہتے ہیں جس کے عوارض ذاتی کی اس علم میں بحث اور گفتگو ہے چنانچہ کلمہ اور کلام موضوع ہے علم نحو کا یعنی اول سے آخر تک اسی کے حالات کی گفتگو ہے اسی طرح فقہ کا موضوع مکلف کا فعل ہے ثبوت کی راہ سے چنانچہ فعل کا صحیح ہونا اور فرض ہونا اور واجب ہونا اور مستحب اور مباح ہونا اور سلب کی راہ سے چنانچہ صحیح نہ ہونا فعل کا اور عدم فرضیت اور حرام ہونا اور مکروہ ہونا تو غیر مکلف یعنی صغیر اور مجنون کا فعل علم فقہ کا موضوع نہیں اور ضمان متلفات اور نفقہ زوجات کے ادا کرنے میں ولی مخاطب ہے نہ صغیر اور مجنون واستمدادہ من الکتاب والسنۃ والاجماع والقیاس اور فقہ کی استمداد اور مدد گاری کتاب یعنی قرآن مجید اور سنت نبوی اور اجماع اور قیاس سے ہے ھم یعنی امور اربعہ مذکورہ فقہ کے ماخذ اور اصول میں دریافت کرنا چاہیے کہ قبل از اسلام کے شریعت غیر منسوخہ قرآن مجید کے تابع ہے اور سنت سے قول اور فعل اور تقریر رسول کریم کی مراد ہے تقریر اس سے عبارت ہے کہ کوئی امر حضرت کے سامنے ہوا اور حضرت نے اس کو جائز رکھا اس پر انکار نہ کیا اور صحابہ کرام کے اقوال تو سنت میں داخل ہیں اور اجماع سے مراد ان لوگوں کا اجماع ہے جن کا اجماع شمار کے لائق ہے چنانچہ صحابہ کرامؓ اور تمام مجتہدین عصر کا اتفاق اور تعامل ناس یعنی لوگوں کا عمل رائج تو اجماع کا تابع ہے اور قیاس سے مراد وہ قیاس ہے جو کتاب اور سنت اور اجماع سے مستنبط ہو اور تحری[2] اور استصحاب حال تو قیاس کا تابع ہے قیاس مستنبط من الکتاب کی مثال حرمت لواطت کا قیاس وطی[3] فی الحیض کی حرمت پر جو ثابت ہے بقولہ تعالیٰ (قل ہو اذی فاعتزلوا النساء فی المحیض) اور علت مشترکہ مقیس اور مقیس علیہ میں اذا ہے اور قیاس مستنبط من السنۃ کی مثال حرام ہونا چنے کے ایک پیمانہ کا چنے کے دو پیمانوں سے بقیاس حرمت گیہوں کے ایک پیمانہ کے گیہوں کے دو پیمانوں سے جو ثابت ہے[4] اس حدیث سے کہ الحنطۃ[5] بالحنطۃ مثلًا بمثل یدًا بید والفضل ربوا اور علت مشترکہ یہاں اتحاد جنس اور مقدار ہے اور قیاس مستنبط من الاجماع کی مثال قیاس کرنا ہے وطی حرام کا وطی حلال پر چنانچہ مادر مزنیہ[6] کے وطی کی حرمت کو

---

[1] نہیں ہے مقصود میرا بہشت سے آسائش لیکن میں اس کو چاہتا ہوں اس وجہ سے کہ تجھ کو دیکھوں ۱۲ [2] یعنی اشکال اور تخمین اور استصحاب حال سے یہ مراد ہے کہ حالت سابق دیکھ کر حالت موجودہ پر وہی حکم قائم رکھنا ۱۲ [3] وطی فی الحیض الخ یعنی صحبت در ایام حیض ۱۲ [4] یعنی گیہوں کا بدلنا گیہوں سے یکساں وزن اور دست بدست ہونا چاہیے اور زیادتی سود ہوگی ۱۲ [5] یعنی جس عورت سے زنا کیا ہو اس عورت کی ماں سے صحبت حرام ہے ۱۲ ؛

Marfat.com

قیاس کیا ہے اور کنیز موطوءہ کی حرمت پر جو اجماع سے ثابت ہے یعنی جب اپنی لونڈی سے وطی کی تو اس لونڈی کی ماں کا حرام ہونا اجماع سے ثابت ہے اس میں کوئی نص نہیں ہے کتاب اور سنت سے بلکہ امہات النساء یعنی خوشدامنوں میں بلا اشتراط وطی کے نص وارد ہے کذا فی الطحطاوی تبصرف وغایۃ الفوز بسعادۃ الدارین اور فقہ کی غرض اور علت غائی سعادت دارین کی ظفریابی ہے واما فضلہ فکثیر شہیر اور فقہ کی بزرگی اور فضیلت تو بہت مشہور ہے ھم جامع ترمذی میں ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فضیلت عالم کی عابد پر جیسے میری فضیلت تمہارے ادنیٰ شخص پر مقرر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور اہل سموات اور اہل ارض یہاں تک کہ چیونٹی اپنے سوراخ میں اور مچھلیاں دریا میں بھلائی چاہتے ہیں ان کی جو لوگوں کو خیر کی تعلیم کرتے ہیں اور ترمذی میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک فقیہ شیطان پر سخت تر ہے ہزار عابد سے کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول ومنہ مافی الخلاصۃ وغیرہا النظر فی کتب اصحابنا من غیر سماع افضل من قیام اللیل اور منجملہ فضائل کے وہ قول ہے جو خلاصہ وغیرہا میں ہے کہ نظر کرنا ہمارے اصحاب کی کتابوں میں بدون سماع یعنی فقہ کی کتابوں کو مطالعہ کرنا بدون اس بات کے کہ استاد سے سنا ہو تہجد کی نماز سے بہتر ہے وتعلم الفقہ افضل من تعلم باقی القرآن[1] اور فقہ کا سیکھنا افضل ہے باقی قرآن کے سیکھنے سے ھم یعنی زائد از حاجت فقہ کا سیکھنا غیر کے نفع کے واسطے باقی قرآن کے سیکھنے سے افضل ہے اس واسطے کہ فقہ کا تعلم بقدر حاجت کے فرض عین ہے وجہ افضلیت کی یہ ہے کہ اس وقت میں تعلم فقہ کا فرض کفایہ ہے اور قرآن کا متعلم سنت ہے اور فرض افضل ہے سنت سے مگر یہ وجہ مسلم نہیں اس واسطے کہ تمام قرآن کا سیکھنا بھی فرض کفایہ ہے یا افضلیت کی یہ وجہ ہے کہ جمیع فقہ محتاج الیہ ہے اس واسطے کہ وقائع کا حدوث ہوتا ہے فقہ کے ہر باب میں بخلاف قرآن کے اس واسطے کہ قرآن میں ایک آیت کا سیکھنا تو فرض ہے اور سورۂ فاتحہ اور تین آیتوں کا سیکھنا واجب ہے کذا فی الطحطاوی وجمیع الفقہ لابد منہ اور تمام فقہ سے چارہ نہیں یعنی ضرور ہے اگرچہ بطریق فرض کفایہ کے ہو والحاصل فقہ بجمیع انواع خود آدمیوں کو ضرور ہے سو طہارت اور نماز اور روزہ کا دریافت کرنا تو علی العموم سب کو فرض ہے اور زکوٰۃ اور حج اور نکاح اور طلاق اور عتاق وغیر ذلک کا معلوم کرنا اس پر فرض ہے جو ان کا حاجت مند ہو یعنی اگر مالدار ہے تو زکوٰۃ اور حج کے مسائل کا معلوم کرنا اس پر فرض ہے وعلی ہذا القیاس نکاح کرنے والا اور طلاق دینے والا ودنی اللقطۃ وغیرہ عن محمد لا ینبغی للرجل ان یعرف بالشعر والنحو لان آخر امرہ الی السمسرۃ وتعلیم الصبیان ولا بالحساب لان آخر امرہ مساحۃ الاراضین ولا بالتفسیر لان آخر امرہ الی التذکیر والقصص بل یکون علمہ فی الحلال والحرام وما لابد منہ اور لقطہ وغیرہ میں محمد بن حسن سے منقول ہے کہ مرد کو لائق نہیں کہ شعر گوئی اور نحو دانی میں مشہور ہو اس لیے کہ اس کا انجام گداگری ہے اور لڑکوں کا پڑھانا اور نہ حساب دانی میں مشہور ہو کہ اس کا انجام کار پیمائش ہے اراضی کی اور نہ تفسیر دانی میں مشہور ہو اس واسطے کہ اس کا انجام کار وعظ گوئی اور قصہ خوانی ہے بلکہ لائق یہ ہے کہ اس کا علم ثابت ہو حلال اور حرام میں اور اس میں جس میں چارہ نہیں ھم گداگری کو شعر گوئی کا انجام اس واسطے کہا کہ اکثر شاعر دنیائے فانی کے طلب کرنے کے واسطے جو مدح کے لائق نہیں ان کی مدح کرتے ہیں اور گاہے ہجو کرتے ہیں اس کی جو مستحق مذمت کا نہیں اور ان کے اکثر اوقات مضامین تازہ کاذبہ کی تلاش میں سرگردانی سے برباد ہوتے ہیں کما قیل ؎ اذا ما اعتزدوا علم بعلم ٭ فعلم الفقہ اولی باعتزاز ٭ فکم طیب تفوح ولا کمسک ٭ وکم طیر الیطیر ولا کباز ٭ چنانچہ نظم میں کسی نے کہا ہے کہ جب فخر کرے صاحب علم کسی علم کے سبب سے تو فقہ کا علم مقدم تر اور اولیٰ بافتخار ہے سو بہت سی خوشبوئیں مہکتی ہیں اور نہیں مہکتی مشک کے مانند اور بہت سی چڑیاں اڑتی ہیں اور نہیں اڑتی باز کے مانند یعنی فقہ اور علوم سے ایسا افضل ہے جیسے مشک اور خوشبویوں سے اور باز اور پرندوں سے وقد مدحہ اللہ تعالیٰ بقولہ ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا وقد فسر الحکمۃ زمرۃ ارباب التفسیر بعلم الفروع الذی ہو علم الفقہ اور البتہ حق تعالیٰ نے فقہ کی

[1] باقی قرآن سے یہ مراد ہے کہ زائد از حاجت ہو ۱۲ ٭

Marfat.com

مدح کی ہے اس کو مسلّمی بحر کر کے اپنے اس قول میں ومن یؤت الحکمۃ الخ یعنی جس کو حکمت دی گئی اس کو بہت خیر دی گئی اور مفرد مفسرین کے ایک گروہ نے حکمت کو تفسیر بعلم فروع کیا ہے جو فقہ کا علم ہے ومن ہنا قیل ؎ وخیر علوم علم فقہ لانہ ∴ یکون الی کل المعانی توسلا ∴ فان فقیہا واحدا متورعا ∴ علی الف ذی زہد تفضل اوا عتلی ∴ اور اسی جگہ سے کسی نے کہا ہے نظم میں اور علموں سے بہتر فقہ کا علم ہے اس واسطے کہ وہ سب مراتب عالیہ کی طرف وسیلہ ہوتا ہے کیوں کہ ایک فقیہ متقی ہزار زاہدوں پر بزرگ اور عالی قدر ہوتا ہے مراد یہ ہے کہ فقیہ ان زاہدوں سے افضل ہے جو فقہ کو نہیں جانتے وہما ماخوذان مما قیل للامام محمد ؎ تفقہ فان الفقہ افضل قائد ∴ الی البر والتقوی واعدل قاصد ∴ وکن مستفیدا کل یوم زیادۃ ∴ من الفقہ واسبح فی بحور الفوائد ∴ فان فقیہا واحدا متورعا ∴ اشد علی الشیطان من الف عابد ∴ اور وہ دونوں شعر یں جو گذر گئیں ماخوذ ہیں اس نظم آئندہ سے جو امام محمد کی طرف منسوب ہے وہ یہ ہے کہ فقہ کو سیکھ اس واسطے کہ فقہ افضل کھینچنے والا ہے نیکی اور پرہیز گاری کی طرف اور معتدل تر قریب مقصد ہے یعنی عدل طریق مقرب مقصود ہے اور ہو تو ہر روز حاصل کرنے والا زیادتی کا فقہ سے اور تیرا کر فوائد کے دریاؤں میں اس واسطے کہ ایک فقیہ متقی سخت تر ہے شیطان پر ہزار عابد سے ہم نظم سابق اور یہ نظم امام محمد کا اس حدیث مرفوع سے ماخوذ ہے عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابدا خرجہ الترمذی چنانچہ اس کا ترجمہ عنقریب مذکور ہو چکا ومن کلام علی رضی اللہ عنہ ؎ ما الفضل الا لاہل العلم انہم ∴ علی الہدی لمن استہدی اولاء ∴ اور علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے کلام سے یہ نظم ہے کہ بزرگی نہیں مگر اہل علم کے واسطے کیوں کہ وہ ہدایت پر ہیں اور طالب ہدایت کے راہنما ہیں ؎ ووزن کل امرء ما کان یحسنہ ∴ والجاہلون لاہل العلم اعداء ∴ اور وزن یعنی قدر اور خوبی ہر مرد کی موافق اس کی خوب کرداری کے ہے اور جاہل لوگ اہل علم کے دشمن ہیں ہم تو صانع کی قدر اس کے حسن صنعت کی مقدار پر ہے اور جس نے علوم آداب کے خوب سیکھے تو اس کی قدر انھیں کی مقدار پر ہوگی اور جس نے علم فقہ کا خوب حاصل کیا تو اس کی قدر عظیم ہوگی بسبب عظمت فقہ کے الی حاصل جو شخص کسی چیز کو خوب حاصل کرے گا تو اس کا مرتبہ اسی کی مقدار پر ہوگا کذا فی الطحطاوی ؎ خذ العلم ولا تجہل بہ ابدا ∴ الناس موتی اواہل العلم احیاء ∴ سو رستگار اور ظفر یاب ہو علم کے سبب سے اور علم سے جاہل نہ رہیو ہمیشہ یعنی اسباب جہل سے اجتناب رکھیو سب آدمی مُردے ہیں اور علم والے زندہ ہیں ہم یعنی جاہل مردوں کے مانند ہیں لائق شمار کے نہیں اور ان سے کچھ فائدہ نہیں اور اہل علم زندہ ہیں یعنی ان کی زندگی سے ان کو اور لوگوں کو فائدہ حاصل ہوتا ہے تو علماء دین کا وجود رحمت اور نور ہے کیوں نہ ہو کہ وہ وارث ہیں انبیاء علیہم السلام کے ∴

اسباب جہل ونسیان

منجملہ جہالت کے اسباب جہل اور نسیان کے کثرت اکل کا ارتکاب ہے چنانچہ جہالت کا بڑا سبب کاہلی ہے اور کاہلی پیدا ہوتی ہے کثرت بلغم سے اور کثرت بلغم کی ہوتی ہے بہت پانی پینے سے اور پانی بہت پینا ہوتا ہے بہت کھانے سے تو مبدا فساد کثرت اکل ٹھہرا اور تقلیل اکل کا طریقہ یہ ہے کہ قلت اکل کے منافع کو آدمی غور کرے از انجملہ ایک فائدہ یہ ہے کہ آدمی تندرست رہتا ہے اور زیادہ کھانے والا گران تن اور اکثر بیمار ہو جاتا ہے اور بہت کھانے والا حق تعالیٰ کو ناپسند ہے اور دوسرا فائدہ قلت اکل کا ایثار ہے یعنی کھانے میں غیر کو مقدم رکھنا اور بہت کھانے والے کو دوسرے کو کھلانا دشوار ہوتا ہے اور منجملہ اسباب نسیان کے معاصی اور کثرت ذنوب ہے اور امور دنیا کی تشویشات اور کثرت اشتغال اور زیادتی علائق کی اور سرا دھنیا کھانا اور مصلوب[1] کو دیکھنا اور الواح قبور کو پڑھنا اور اونٹوں کی قطار میں چلنا اور زندہ جوں زمین پر ڈالنا اور گدی پر گھپے لگانا اور منجملہ اسباب مورثہ حفظ وحافظہ کو شش کرنا ہے اور ہمیشہ تذکرہ رکھنا اور کم کھانا اور تہجد کی نماز پڑھنا اور قرآن کو دیکھ کر پڑھنا اور بہت درود پڑھنا اور شہد کا پینا اور کندر کو شکر کے ساتھ کھانا اور اکلیل[2] کشمش، مویز منقے کا نہار

[1] مصلوب یعنی سولی دیا ہوا ۱۲ [2] ف بیان اسباب جہل ونسیان ۱۲

Marfat.com

منہ کھانا اور جو چیز بلغم اور رطوبات کو کم کرے وہ حفظ کو زیادہ کرے گی ۔

اسبابِ حصولِ علم

معلوم کرنا چاہیے کہ طالب علم کو علم نہیں آتا اور نہ اس سے فائدہ حاصل ہوتا ہے جب تک کہ علم کی اور اہلِ علم کی اور استاد کی تعظیم اور توقیر نہ کرے اس واسطے کہ کوئی کمال کو نہیں پہنچا مگر حرمت کرنے سے اور کوئی بے نصیب نہیں رہا مگر ترک حرمت سے علی مرتضیٰؓ نے فرمایا کہ میں اس کا غلام ہوں جس نے مجھے ایک حرف بتایا چاہے بیچ لے مجھ کو چاہے آزاد کرے ہارون رشید بادشاہ نے اپنے فرزند کو اصمعیؒ کے پاس بھیجا تاکہ وہ علم اور ادب سیکھے تو بادشاہ نے ایک دن دیکھا کہ اصمعی وضو کرتے ہیں اور شہزادہ پانی ڈالتا ہے تو بادشاہ نے اس پر عتاب کیا اس امر میں اور کہا کہ میں نے اس کو اس واسطے بھیجا ہے کہ آپ اس کو علم اور ادب سکھائیے آپ نے اس سے یوں کیوں نہ فرمایا کہ ایک ہاتھ سے پانی ڈالے اور دوسرے ہاتھ سے آپ کا پاؤں دھوئے اور منجملہ تعظیم علم کے کتاب کی تعظیم ہے تو طالب علم کو لائق ہے کہ کتاب کو ہاتھ نہ لگاوے بدون طہارت کے شمس الائمہ سرخسیؒ کو ایک رات اسہال عارض ہوا اور وہ اپنے سبق کی تکرار کرتے تھے تو اس رات کو سترہ بار وضو کیا اس واسطے کہ وہ سبق کی تکرار بدون وضو کے نہ کرتے تھے وجہ اس کی یہ ہے کہ علم نور ہے اور وضو بھی نور ہے تو علم کا نور وضو سے دوچند ہو جاتا ہے اور منجملہ تعظیم واجب کے یہ ہے کہ کتاب کی طرف پاؤں نہ پھیلائے اور کتاب کی تعظیم ایک یہ ہے کہ خوش خط واضح لکھے اور بہت باریک نہ لکھے امام اعظم نے ایک کاتب کو دیکھا کہ باریک لکھتا تھا تو فرمایا کہ باریک مت لکھ کہ شاید تو زندہ رہا تو پچھتائے گا اور اگر مر گیا تو تجھ کو لوگ برا کہیں گے یعنی اگر تو پیر ہو گیا اور بیری بصارت ضعیف ہو گئی تو اس باریک تحریر پر تجھ کو ندامت ہو گی اور منجملہ تعظیم علم کے ہم سبق بھائیوں کی تعظیم ہے اور چاپلوسی معیوب چیز ہے مگر طلب علم میں مذموم نہیں اس واسطے کہ استاد اور ہم سبقوں کی چاپلوسی کرنا لائق ہے تاکہ ان سے فائدہ حاصل ہو کذا فی الطحطاوی مختصراً

وقد قیل العلم وسیلۃ الی کل فضیلۃ اور کہا گیا ہے یعنی علماء مجربین نے فرمایا ہے کہ علم وسیلہ ہے ہر بزرگی اور کمال کا یعنی ترقیات دارین کا سبب ہے العلم یرفع المملوک الی مجالس الملوک علم بلند مرتبہ کرتا ہے غلام کو بادشاہوں کی مجالس تک یعنی نہایت حقیر شخص علم کی جلالت شان سے بادشاہوں کا ہم صحبت اور جلیس ہو جاتا ہے لولا العلماء لہلک الامراء اگر عالم نہ ہوتے تو امیر ہلاک اور تباہ ہو جاتے وجہ اس کی یہ ہے کہ امیر خلق اللہ کے حاکم ہیں تو اگر فضل خصوصات میں علمائے دین کی طرف رجوع نہ کرتے تو گمراہ ہوتے اور عذاب آخرت میں گرفتار رہتے باوجود اس کے علمائے دین کو لائق نہیں امیروں کے پاس جانا آقا دنیائے فانی کے حاصل کرنے کے واسطے عالم کو چاہیے کہ اپنے نفس کو ذلیل نہ کرے بلکہ معصوم پر راضی رہے ہمت کو عالی رکھے لوگوں کے مال میں طمع نہ کرے زمانہ سابق میں دستور تھا کہ اول لوگ پیشہ سیکھتے پھر علم حاصل کرتے تھے تا خلق اللہ کے مال میں طمع کی مجال باقی نہ رہے اور جب کہ عالم طمع ہوا تو اس کے علوم کی حرمت باقی نہیں رہتی اور وہ حق گوئی سے بھی کنایا ہے ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں انسؓ سے حدیث روایت کی کہ میری امت کی خرابی ہے علماء بدکردار سے اس علم کو تجارت قرار دیں گے اس کو بیچیں گے اپنے زمانہ کے امیروں سے اپنی منفعت کے واسطے خدا ان کی تجارت میں نفع نہ بخشے اور مروی ہے کہ بدتر علماء وہ ہیں جو امیروں کے پاس جاتے ہیں اور بہتر امیر وہ ہیں جو عالموں کے دروازوں پر آتے ہیں اور مروی ہے کہ دو قسم آدمیوں میں سے جب آراستہ ہوتے تو سب لوگ آراستہ ہو جاتے ہیں اور جب وہ بگڑتے تو سب لوگ بگڑ جاتے ہیں علماء اور امراء کذا فی الطحطاوی ملتقطاً وانما العلم لاربابہ ولایۃ لیس لہا عزل اور سوائے اس بات کے نہیں ہے کہ علم صاحبان علم کے واسطے وہ منصب دائمی ہے جس کی معزولی نہیں یعنی بادشاہ اس منصب کو نہیں چھین سکتا ان الامیر ہو الذی یخشی امیر اعند عزلہ ان زال سلطان الولایۃ کان فی سلطان فضلہ البتہ اصلی امیر وہ ہے جو امیر بنا رہے اپنے معزول ہونے کے وقت اگر قوت منصب کی زائل ہو گئی تو وہ اپنے کمال کی قوت میں ثابت ہے ۔

Marfat.com

تحصیل علم کے احکام

واعلم ان تعلم العلم یکون فرض عین وھو بقدر مایحتاج لدینہ اور معلوم کرا سے مخاطب کہ علم کا سیکھنا فرض عین ہوتا ہے یعنی ہر شخص پر اور فرض عین اس قدر علم ہے جس کی طرف آدمی حاجت مند ہو اپنے دین کے واسطے ھم تعلیم متعلم میں ہے کہ مسلمان پر ہر علم کا حاصل کرنا فرض نہیں بلکہ علم حال کی طلب فرض ہے یعنی آدمی جس حال میں واقع ہو اس حال کا علم سیکھنا فرض ہے مثلاً جس پر نماز اور روزہ فرض ہوا اس پر صوم وصلوۃ کے مسائل کا دریافت کرنا فرض ہے اور اگر مال حاصل ہوا تو زکوٰۃ اور حج کے مسائل کا سیکھنا فرض عین ہے اور سوداگر پر علم بیوع فرض ہے بالجملہ جو جس چیز کا شغل رکھتا ہو اس پر اس کا علم فرض ہے تاکہ اس میں ارتکاب حرام سے محفوظ رہے اور علم واجب وہ ہے جس قدر سے امر واجب ادا ہو کذا فی الطحطاوی ملخصا وفرض کفایہ اور علم کا سیکھنا فرض کفایہ ہوتا ہے فرض کفایہ وہ ہے کہ ہر شخص پر فرض نہیں بلکہ بعض کا سیکھنا ایک شہر میں سب کی طرف سے کفایت کرتا ہے وہو مازاد علیہ لنفع غیرہ اور فرض کفایہ وہ علم ہے جو اپنی حاجت سے زیادہ ہو غیر کے نفع کے واسطے یعنی ناواقفوں کے بتانے کو تاکہ وہ لوگ مہالک اور محرمات سے بچیں تو ایک عالم ہر نواحی میں ضرور ہے کہ عوام مسلمین کو ضروریات دین کے سکھاوے نہیں تو عوام منائح ہوں گے ومندوب ہو التبحر فی الفقہ وعلم القلب اور علم سیکھنا مستحب ہوتا ہے اور مستحب علم تبحر اور رہتابیت کا حاصل کرنا ہے فقہ میں اور دل کے علم میں ھم علم قلب سے علم اخلاق مراد ہے یعنی جس علم سے انواع فضائل اور ان کے حاصل کرنے کی کیفیت معلوم ہو اور اقسام رذائل اور ان سے بچنے کی کیفیت دریافت ہو تعلیم متعلم میں ہے اسی طرح فرض ہے علم احوال قلوب چنانچہ توکل اور انابت[۵۱] اور خوف الٰہی اور رضا[۵۲] بالقضا اس واسطے کہ یہ سب احوال میں واقع ہے اور بزرگی اس علم کی کسی پر مخفی نہیں اور اسی طرح اخلاق میں معرفت جود اور بخل اور تکبر اور تواضع اور عفت اور اسراف[۵۳] اور تقتیر وغیرہا کی فرض ہے اس واسطے کہ بخل اور نامردی اور تبجر حرام ہے اور اس سے بچنا بدون اس کے علم اور اس کی ضد کے ممکن نہیں انتہی تو علم قلب فقہ پر عطف ہے نہ تبحر پر تو مطلب یہ ہوا کہ اصل علم اخلاق فرض ہے اور اس میں تبحر پیدا کرنا مستحب ہے اور اگر تبحر پر عطف کیجیے تو متعلم کے مخالف ہوگا یعنی علم اخلاق مستحب ٹھہرے گا نہ فرض وحراما وھو علم الفلسفۃ والشعبدۃ والتنجیم والرمل وعلوم الطبائعیین والسحر والکہانۃ اور علم سیکھنا حرام ہوتا ہے اور حرام علم یونانیوں کی حکمت ہے اور شعبدہ یعنی دست چالاکی بازیگری میں جان متی کے مانند اور نجوم اور رمل اور ابن طامہ کے علوم یعنی علم طبی اور جادو اور کہانت ھم یونانی حکمت اس واسطے حرام ہوئی کہ اس میں عالم کا قدیم ہونا وغیر ذلک[۵۴] من الکفرات والمحرمات داخل ہیں اور علم نجوم میں اوضاع فلکیہ سے حوادث سفلیہ پر استدلال کرتے ہیں تعلیم متعلم میں ہے کہ نجوم کا علم بمنزلہ مرض کے ہے تو اس کا سیکھنا حرام ہے کیوں کہ وہ مضر ہے نافع نہیں اس لیے کہ قضا وقدر سے بچنا غیر ممکن ہے تو مسلم کو چاہیے کہ ذکر اللہ اور دعا اور تضرع میں مشغول رہے اور حق تعالیٰ سے عافیت مانگا کرے اس واسطے کہ داعی[۵۵] محروم الاجابت نہیں ہوتا پھر اگر بلا مقدر ہے تو ضرور پہنچے گی لیکن داعی کو حق تعالیٰ صبر عطا کرے گا دعا کی برکت سے لیکن تعلیم نجوم کا بقدر قبلہ شناسی اور اوقات نماز کے جائز ہے انتہی اور کہانت یہ ہے کہ شیاطین سے راہ پیدا کرے تاکہ وہ اخبار آئندہ بتائیں اور یہ جو لوگ علم جفر کو علی کرم اللہ وجہہ کی طرف نسبت کرتے ہیں سو غلط ہے اس کی کچھ اصل نہیں شارح نے علم طب کو بیان نہیں کیا لیکن تعلیم متعلم میں یوں مذکور ہے کہ طب کا سیکھنا جائز ہے اس واسطے کہ اسباب میں سے ایک یہ بھی سبب ہے تو اس کا سیکھنا جائز ہے اور علم باقی اسباب کی طرح اور رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے بھی علاج کیا ہے اور امام شافعی سے منقول ہے کہ العلم علمان[۵۶]

---

۵۱ انابت یعنے رجوع اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا ۱۲ ۵۲ رضا یعنی راضی ہونا حکم الٰہی پر ۱۲ ۵۳ اسراف فضول خرچی کو اور تقتیر گھر والوں کو نفقہ قلیل دینے کو کہتے ہیں ۱۲ ۵۴ سوائے اس کے کافر کر دینے والی اور حرام باتیں ۱۲
۵۵ یعنی دعا کرنے والا اس کے قبول ہونے سے محروم نہیں رہتا ۱۲ ۵۶ علم دو ہیں ایک بدنوں کا علم یعنی طب اور دوسرا دین کا علم ۱۲

Marfat.com

علم الابدان وعلم الادیان علم فقہ دین کے واسطے ہے اور علم طب بدن کے واسطے کذا فی الطحطاوی وملتقط وَدَخَلَ فِی الْفَلْسَفَۃِ الْمَنْطِقُ اور حکمت یونانی میں منطق کا علم داخل ہے یعنی حرام ہے ھم موسیٰ مشی اشباہ نے کہا بعضے فاضلوں نے کہا کہ میں نے اپنے مذہب کے علما کی کتابوں میں تحریم منطق کا قول نہیں دیکھا اگر صاحب اشباہ نے دیکھا تھا تو اس کا نقل کرنا مناسب تھا ہاں شافعیؒ مذہب کی کتابوں میں اس کی بہت تصریح ہے اور تضییع عمر کو اگر وجہ حرمت قرار دیجیے تو بعید نہیں اور یہ بھی ہے جو منطق سے اشتغال رکھتا ہے وہ غالبًا فلسفہ کی طرف مائل ہو جاتا ہے تو منع کرنا از قبیل سد ذرائع کے ٹھہرا والا منطق میں وہ نہیں جو شرع مبین کے مخالف ہو اور بعضے فاضلوں نے کہا کہ شاید منطق سے مراد فلاسفہ کی منطق ہے نہ اہل اسلام کی منطق اس واسطے کہ اس میں قواعد اسلام کے مخالف کوئی چیز نہیں اور امام غزالیؒ نے منطق کو معیار العلوم کہا ہے اور فرمایا کہ جس کو منطق کی معرفت نہیں اس کے علم پر اعتماد نہیں اور بوعلی سینا نے منطق کو خادم العلوم کہا ہے انتہی طحطاوی نے کہا کہ ظاہر منطق سے وہ منطق مراد ہے جو شبہات اہل اعتزال سے مملو ہے تو وہ داخل فلسفہ ہے وَمِنْ ہٰذَا الْقِسْمِ عِلْمُ الْحَرْفِ والموسیقی اور حرام کی قسم سے حرف اور راگ کا علم ہے ھم شاید کہ علم حرف سے کاف کا حرف مراد ہے جیسے کیمیا کی طرف اشارہ ہے اور اس کی حرمت میں کچھ کلام نہیں کہ اس میں عمر اور مال دونوں بھاجبو جاتے ہیں یا مراد حرف کا جمع کرنا ہے جس سے حرکات پہ دلالت خارج ہو اور احتمال ہے کہ علم اسرار حروف مراد ہو[1] اوفاق اور استخدام وغیر ذلک سے کذا فی الطحطاوی میں کہتا ہوں کہ ظاہر اعلم حرف سے جفر کا علم مراد ہے کہ اس سے وقائع آئندہ کا استخراج کرتے ہیں نجوم کے مانند اور حالانکہ علم غیب مخصوص لعلام الغیوب ہے واللہ اعلم وَذَکَرُوْا وَہُوَ اَشْعَارُ الْمُوَلَّدِیْنَ مِنَ الْغَزَلِ وَالْبَطَالَۃِ اور ہوتا ہے مکروہ اور وہ غزل اور بیہودہ گوئی ان شاعروں کی جو عرب میں بعد اسلام کے پیدا ہوئے ھم مولد وہ لوگ ہیں جو عرب میں پیدا ہوئے اور حالانکہ وہ عرب کی قوم سے نہیں چنانچہ ابو نواس وغیرہ قاموس میں ہے کہ مغازلہ نسا عبارت ہے عورتوں کے ساتھ بات چیت کرنے سے ومباحا کاشعارھم التی لا سخف فیہا کذا فی فوائد شتی من الاشباہ والنظائر اور ہوتا ہے علم مباح یعنی اس کا فعل اور ترک برابر ہے چنانچہ مولدین کے وہ اشعار جن میں نامعقول مضمون نہیں اسی طرح مذکور ہے اشباہ اور نظائر کے فوائد شتی میں ھم مولدین کی قید اس واسطے لگائی کہ ان کے اشعار میں اکثر مضامین سخیفہ واہیہ مملو ہیں برخلاف عرب خالص کے ابن عباسؓ اکثر اشعار عرب کی طرف التفات رکھتے تھے قرآن اور حدیث کے الفاظ پر استدلال کرنے کو کذا فی الطحطاوی ثم نقل فی مسئلۃ الرباعیات مخطبہا ان الفقہ ہو ثمرۃ الحدیث پھر صاحب اشباہ نے مسئلہ رباعیات میں کلام طویل نقل کیا اور اس کا خلاصہ مقصود یہ ہے کہ مقرر فقہ حدیث کا ثمرہ ہے یعنی حدیث سے مستخرج ہے ولیس ثواب الفقیہا قل من ثواب المحدث اور نہیں ہے فقیہ کا ثواب محدث کے ثواب سے کمتر وفیہا کل انسان غیر الانبیاء لا یعلم ما اراد اللہ تعالیٰ لہ وبہ لان ارادۃ تعالیٰ غیب الا الفقہاء فانہم علموا ارادۃ تعالیٰ بہم بحدیث الصادق المصدوق من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین اور اشباہ میں ہے کہ ہر آدمی سوائے انبیاء علیہم السلام کے جانتا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کیا ارادہ ہے اس کے ساتھ دین میں اس واسطے کہ حق تعالیٰ کا ارادہ غیب ہے مگر فقیہ اس کو جانتے ہیں اس واسطے کہ وہ جان گئے ہیں حق تعالیٰ کے ارادے کو جو ان کے ساتھ ہے رسول صادق مصدوق کی اس حدیث کی دلیل سے کہ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین میں فقیہ کرتا ہے یعنی امر دین میں فہم سلیم عطا کرتا ہے ھم غور کرنا چاہیے کہ فقیہ سے مراد وہ ہے جو مصطلح فقہا ہے یہاں تک کہ جو تین مسئلے یاد رکھے وہ بھی فقیہ ٹھہرے یا اصطلاح اصولیوں کا فقیہ یعنی مجتہد مراد ہے اور ظاہر امراد وہ ہے جو فقہ میں مشتغل ہو نہ وہ جو فروع قلیلہ کو یاد رکھتا ہو میں کہتا ہوں یہ استدلال اس وقت تمام ہو جب کہ لسان شرع میں فقیہ کا اطلاق فقط اسی پر متعین ہو سو یہ کیوں کر ہو اس واسطے کہ فقیہ کی تعریف میں اختلاف کثیر واقع ہے یہاں تک کہ غزالی نے اس کو

---

[1] یعنی نقش بہرنا وغیرہ اور ممکن ہے کہ مراد طلسمات ہو ۱۲ ۔

Marfat.com

علم تصوف پر محمول کیا ہے کذا فی الطحطاوی وفیہا کل شیئ یسال عنہ العبد یوم القیمۃ الا العلم لانہ طلب من نبیہ ان یطلب الزیادۃ منہ وقل رب زدنی علما فکیف یُسَاَلُ عنہ اور اشباہ کے فوائد میں ہے کہ ہر چیز سے بندہ پوچھا جائے گا قیامت کے دن مگر علم سے اس واسطے کہ حق تعالیٰ نے اپنے کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ طلب کیا کہ علم کی زیادت طلب کرے بدلیل اس آیت کریمہ کے (وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا) یعنی اور کہہ اے میرے پروردگار مجھ کو زیادہ علم دے سو کیوں کر سوال ہوگا علم سے یعنی بعد طلب کے ہم یہ دلیل مدعا کی مفید نہیں اس واسطے کہ ہر امر خیر علم ہو یا سوائے اس کے شرع میں مطلوب الزیادۃ ہے علامہ ابوسعود نے کہا اس استدلال میں اعتراض ہے اس واسطے کہ حدیث میں وارد ہے کہ بندے کے دونوں قدم قیامت میں نہ ہٹیں گے یہاں تک کہ اس سے چار چیزوں کا سوال ہوگا اس کی عمر سے سوال ہوگا کہ کس امر میں اس کو فنا کیا اور اس کی جوانی سے سوال ہوگا کہ کس میں اس نے کھپائی اور اس کے مال سے سوال ہوگا کہ کون سی چیز سے اس کو حاصل کیا یعنی بوجہ حلال یا حرام اور اس کے علم سے سوال ہوگا کہ اس نے اس میں کیا کیا یعنی علم کے موافق عمل کیا یا نہیں وتمام البیان فی الطحطاوی وفیہا اذ سئلنا عن مذہبنا ومذہب مخالفنا قلنا وجوبا مذہبنا صواب یحتمل الخطاء ومذہب مخالفنا خطاء یحتمل الصواب اور اشباہ کے فوائد میں ہے مصفی سے منقول کہ جب ہم سے سوال کیا جائے ہمارے مذہب سے یعنی حنفی مذہب سے اور ہمارے مخالف کے مذہب سے یعنی شافعی یا مالکی یا حنبلی مذہب سے کہ کون مذہب حق ہے فروع میں تو ہم سوال کے جواب میں کہیں گے وجوبًا یعنی ہم پر واجب ہے یوں کہنا کہ ہمارا مذہب صواب ہے یعنی حق ہے مطابق واقع کے احتمال رکھتا ہے خطا کا یعنی چوکنے کا اور ہمارے مخالف کا مذہب خطا ہے محتمل ہے صواب کا ہم یہ جواب اس واسطے متعین ہوا کہ یہ مقلد ہے اور تقلید کسی شخص کی نہیں چاہیے اس کو خاطی جان کر اور صواب کا یقین قطعًا اس واسطے نہ کیا کہ اگر قطعی یقین کیا جائے تو مجتہدین کا یہ قول صحیح نہ کرے کہ المجتہد یخطی ویصیب یعنی مجتہد استنباط احکام میں خطا بھی کرتا ہے اور صواب بھی ولہذا مخالف کے مذہب کی خطا پر یقین کر لینا جائز نہ ہوا خلاصہ مقام یہ ہے کہ یہ کلام نظر بمجتہد ہے یعنی جس طرف ہمارے امام اعظم گئے ہیں وہ ان کے نزدیک صواب ہے مع احتمال الخطا اس واسطے کہ یہ مجتہد مصیب ہے اور گاہے نفس الامر میں خطا بھی کرتا ہے اور باعتبار ہم مقلدوں کے چاروں امام حق پر ہیں اپنے اجتہاد میں مصیب ہیں تو ہر امام کا مقلد یہی عبارت جواب میں کہیگا جب کہ اس کے مذہب سے سوال ہوگا اپنے امام کی طرف سے جس کا وہ مقلد ہے اور یہ مراد نہیں ہے کہ ہر مقلد اس کا مکلف ہے کہ دوسرے امام کی خطا کا معتقد ہو اس واسطے کہ ایک امام کی تقلید جائز نہیں ہوتی مگر بقدر ضروری ہونے تقلید کے اور تقلید کی ضرورت یہ ہے کہ مقلد اجتہاد کی لیاقت نہیں رکھتا کہ احکام ظنیہ کا استنباط دلائل شرعیہ سے کر سکے تو ایک امام کی تقلید فقط عمل میں کرتا ہے اگر کوئی کہے کہ وہ عمل کے ساتھ اعتقاد کرنے کا بھی مکلف ہے نہیں تو ادائے تکالیف مع اعتقاد عدم صحت لازم آتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ لازم نہیں آتا ہے مگر جب کہ مسائل تقلیدیہ کے عدم صحت کا معتقد ہو اور ہم یہ نہیں کہتے ہیں بلکہ مقلد ظاہر اصواب پر ہے کہ اس نے وہ کیا جو اس پر واجب تھا بدلیل قولہ تعالیٰ (فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون) یعنی اخذ بقول مجتہد جو بموجب اس آیہ کریمہ کے اس پر واجب تھا سو اس نے کیا اور مقلد اس کا مکلف نہیں ہے کہ اپنے خلاف مذہب کا تخطیہ کرے یعنی اس کی خطا کا معتقد ہو ایسا خلاصہ کیا ہے ہمارے استاد نے ابن ملا فروخ مکی حنفی کے قول سدید کا کذا فی الطحطاوی عن مفتی الروم ابی سعود وَاِذَا سُئِلْنَا عَنْ مُعْتَقَدِنَا وَمُعْتَقَدِ خُصُوْمِنَا قُلْنَا وُجُوْبًا اَلْحَقُّ مَا نَحْنُ عَلَیْہِ وَالْبَاطِلُ مَا عَلَیْہِ خُصُوْمُنَا اور جب کوئی ہم سے سوال کرے ہمارے عقائد سے یعنی اہل سنت کے عقائد سے اور ہمارے مخالفین کے عقائد سے یعنی معتزلہ اور خارجی اور رافضی کے عقائد سے کہ کون ان میں سے حق پر ہے تو ہم جواب میں وجوبًا کہیں گے کہ مطابق واقع کے حق وہی عقائد ہیں جن پر ہم ہیں اور باطل مخالف نفس الامر وہ عقائد ہیں جن پر ہمارے مخالفین ہیں وفیہا العلوم ثلثۃ علم نفع وما احری

ف۱ پس سوال کرو علم والوں سے اگر تم نہیں جانتے ۱۲ ۔

Marfat.com

وَہُوَ عِلْمُ النَّحْوِ وَالْاُصُوْلِ اور اشباہ کے فوائد میں ہے کہ علوم تین قسم ہیں ایک وہ علم ہے کہ پختہ ہو گیا اور محترق نہیں ہوا یعنی کمال کو نہیں پہنچا اور وہ نحو اور اصول کا علم ہے ھم نضج علم سے مراد یہ ہے کہ قواعد اس کے مقرر ہو گئے اور قواعد پر جزئیات متفرع ہو چکے اور دفع اعتراضات اور تفصیل اقاویل اور توضیح مشکلات ہو گئی اور احتراق سے مراد غایت اور نہایت کا پہنچنا اور یہ تفسیر ہے مراد کی نہیں تو احتراق مفسد اشباہ ہے کذا فی الطحطاوی تو علم نحو اور علم اصول کے اگرچہ قواعد مدوّن ہو گئے لیکن ان کے فروع مستنبط ہنوز کمال کو نہیں پہنچے بلکہ ان کے امام ان میں مختلف ہیں اور یہ امر ظاہر ہے اس شخص پر جو اصول اور نحو کی کتابوں میں تامل کرتا ہے کذا فی الحموی وعلم لا نضج ولا احترق وہو علم البیان والتفسیر اور ایک علم وہ ہے جو نہ پختہ ہے اور نہ محترق اور وہ بیان اور تفسیر کا علم ہے ھم بیان سے مراد بلاغت کے تینوں علم یعنی علم معانی اور بیان اور بدیع حموی نے بعض فضلا سے نقل کیا کہ علم بیان تو ذوق کی طرف راجع ہے تو اس کی کچھ نہایت نہیں کیوں کہ آدمی اس میں مختلف ہیں اور علم تفسیر کے عدم کمال کی وجہ یہ ہے کہ موضوع علم تفسیر کا فہم مراد ربانی ہے باعتبار معانی اور وجوہ اعجاز اور موقع مناسبات وغیر ذلک کے جن کا کوئی محیط نہیں ہو سکتا سوائے علام الغیوب کے سو اس کی نہایت کس طرح ہو سکے انتہی ملخصاً وعلم نضج واحترق وہو علم الحدیث والفقہ اور ایک علم وہ ہے جو پختہ ہوا اور کمال کو بھی پہنچ گیا اور وہ علم حدیث اور علم فقہ کا ہے ھم علم حدیث نہایت رتبہ کمال کو پہنچا اس واسطے کہ محدثین نے جزاہم اللہ خیراً اسماء رجال اور ان کے نسب اور طبقات میں کتابیں تصنیف کیں اور قوی الحفظ اور ضعیف الحفظ اور فاسد الروایۃ اور صحیح الروایۃ کو بیان کر دیا اور بعضے ایک لاکھ اور بعضے تین لاکھ حدیثوں کے حافظ ہوئے اور صحابہ کرام میں جو راوی تھے ان کو حصر کر دیا اور مراد اور احکام احادیث کو ہر مجتہد کی فہم کے موافق بیان کیا اور فنون احادیث میں طرح طرح کی کتابیں لکھیں کوئی حالت مستکرہ باقی نہیں رکھی اور فقہ کی تکمیل تو ظاہر ہے کہ مجتہدین نے قرآن اور حدیث میں امعان نظر کر کے بال کی کھال اتاری قواعد مقرر کیے اور ان پر جزئیات متفرع کیے اور خلائق کے حوادث باوجود ان کے اختلاف مواقع کے بعینہا لکھ دیے یا جو ان حوادث پر دلالت کرے بلکہ فقہا نے ان امور میں تکلم کیا جو کبھی واقع نہیں ہوتے اس تصور سے کہ مبادا اگر ایسا واقع ہو تو مسلمان حیران نہ ہوں اور جو جزئی منصوص نہیں وہ نادر ہے کم یاب اور گاہے منصوص بھی ہوتا ہے لیکن ناظر اس کے محل سے قاصر ہے فہم کا قصور ہے ہر امر فقہ میں مذکور ہے خواہ بمفہوم خواہ بمنطوق کذا فی الطحطاوی ملخصاً اگر اہل اسلام انصاف کریں تو حضرات مجتہدین اور فقہا کے احسان کے شکر گذاری سے آپ کو عاجز جانیں اللھم[1] فارحم المجتہدین وفقہاء الدین واجزہم عنا خیر الجزاء یا ارحم الرحمین ۞

فضائل امام اعظمؒ

وَقَدْ قَالُوا الْفِقْهُ زَرَعَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَسَقَاهُ عَلْقَمَةُ وَحَصَدَهُ اِبْرَاهِيْمُ النَّخَعِيُّ وَدَاسَهُ حَمَّادٌ وَطَحَنَهُ اَبُوْ حَنِيْفَةَ وَعَجَنَهُ اَبُوْ يُوْسُفَ وَخَبَزَهُ مُحَمَّدٌ وَسَائِرُ النَّاسِ يَاْكُلُوْنَ اور البتہ فقیہوں نے کہا کہ فقہ کا کھیت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بویا[2] اور علقمہؒ نے اس کو سینچا اور ابراہیم نخعی نے اس کو کاٹا اور حمادؒ نے اس کو مانڈا یعنی اناج جدا کیا بھوسی کیا اور ابوحنیفہؒ نے اس کو پیسا اور ابو یوسفؒ نے اس کو گوندھا اور محمد بن حسنؒ نے اس کی روٹیاں پکائیں اور باقی لوگ اس کے کھانے والے ہیں ھم ابو یوسفؒ اور محمدؒ شاگرد ہیں ابوحنیفہؒ کے اور ابوحنیفہؒ شاگرد ہیں حماد کے اور حماد ابراہیم نخعی کے اور ابراہیم نخعی علقمہؒ کے اور علقمہؒ عبداللہ بن مسعودؓ صحابی کے تو خلاصہ یہ ہے کہ اجتہاد اور استنباط احکام کا طریقہ ابن مسعودؓ سے شروع ہوا اور فقہ کی ترقی ہوتی گئی یہاں تک کہ امام اعظمؒ نے کمال کو پہنچایا اور محمد بن حسنؒ نے امام کی روایات کو جمع کر کے فروع کو منقح کیا اور جس قول سے امام نے رجوع کیا اس کو بیان کر دیا اور حوادث ان کے وقت میں بکثرت ہوئے تو انھوں نے فقہ کو مدوّن کیا اور کتابیں تصنیف کیں کہ

---

[1] الٰہی رحم کر تو مجتہدین اور فقہائے دین پر ہماری طرف سے ان کو بہتر بدلا عنایت فرما اے سب رحیموں سے زیادہ رحم کرنے والے ۱۲ [2] یعنی استنباط فروع اول آپ سے کیا اور سینچنے سے مراد یہ ہے کہ اس کی تائید کی اور کاٹنے سے مطلب یہ ہے کہ فوائد متفرقہ کو جمع کیا اور پیسنے سے مقصد یہ ہے کہ اصل اور فروع کو زیادہ کیا اور گوندھنے سے یہ حاصل ہے کہ اصول میں نظر دقیق کی اور پکانے سے یہ مآل ہے کہ تہذیب اور تنقیح اتنی کی کہ دوسری چیز کی حاجت نہ رہی ۱۲ ۞

Marfat.com

ایک عالم کو فائدہ حاصل ہوا معلوم کرنا چاہیے کہ فقہ مذکور سے وہ فقہ مراد ہے جو ابو حنیفہؒ کے طریق سے مروی ہے اس واسطے کہ امام مالک کی فقہ مروی ہے نافع سے عن ابن عمرؓ اور شافعی کی فقہ مروی ہے امام مالک سے اور احمد بن حنبل کا طریق مروی ہے شافعی سے اور یہ مطلب نہیں کہ فقہ میں تکلم نہیں کیا مگر ابن مسعودؓ اور ابو حنیفہؒ نے وقد نظم بعضهم فقال ؎ الفقه زرع ابن مسعود وعلقمة :: حصاده ثم ابراهيم وقد اس :: نعمان طاحنه يعقوب عاجنه :: محمد خابز والآكل الناس :: اور البتہ بعضے علماء نے اس کو نظم کیا ہے کچھ بدل کر سو یوں کہا ہے کہ فقہ کو ابن مسعودؓ نے بویا[1] اور علقمہ اس کا کاٹنے والا ہے پھر ابراہیم مانڈنے والا ہے نعمان یعنی ابو حنیفہؒ اس کا پیسنے والا ہے اور یعقوب یعنی ابو یوسفؒ اس کا گوندھنے والا ہے اور محمد بن حسنؒ روٹی پکانے والا اور لوگ کھانے والے ہیں وقد ظهر علمه بتصانيفه كالجامعين والمبسوط والزيادات والنوادر حتى قيل انه صنف في العلوم الدينية تسعا وتسعين كتابا اور بے شک محمد بن حسن کا علم ظاہر ہو گیا ان کی تصنیفات سے چنانچہ جامع صغیر اور جامع کبیر اور مبسوط اور زیادات اور نوادر یہاں تک کہ کہا گیا ہے کہ البتہ انھوں نے دین کے علوم میں نوسو ننانوے کتابیں تصنیف کی ہیں هم جامع صغیر میں محمدؒ روایت کرتے ہیں ابو یوسفؒ سے اور وہ امام اعظمؒ سے اور جامع کبیر میں محمد روایت کرتے ہیں امامؒ سے بلا واسطہ ومن تلامذته الشافعي رضي الله عنه وتزوج بام الشافعي وفوض اليه كتبه وماله فبسببه صار الشافعي فقيها اور شافعی رح محمد بن حسنؒ کے شاگردوں میں سے ہیں اور نکاح کیا تھا شافعیؒ کی ماں سے اور اپنی کتابیں اور اپنا مال ان کو سپرد کیا تھا سو اسی سبب سے شافعیؒ فقیہ ہو گئے هم یہ قول ظاہر اماول ہے چلپی نے کہا ہاں یوں کہنا صحیح ہے کہ محمدؒ کی کتابوں سے شافعیؒ کو ان کے مسائل پر اطلاع ہوئی جن سے ان کو قبل اس کے آگاہی نہ تھی اس واسطے کہ محمدؒ سے کثرت سے استخراج مسائل کی ابتدا ہوئی ورنہ شافعیؒ تو بغداد کے داخل ہونے اور محمدؒ کے ملنے سے پہلے فقیہ مجتہد تھے اور اجتہاد مطلق کیوں کر مستفاد ہوا اس شخص سے جس کو اجتہاد مطلق حاصل نہیں انتہی مجتہد مطلق وہ ہے جو اصول وفروع میں دوسرے کا تابع نہ ہو چنانچہ چاروں امام اور مجتہد مقید وہ ہے جو اصول میں دوسرے کا تابع ہو نہ فروع میں چنانچہ ابو یوسف اور محمد اور زفر رحمۃ اللہ علیہم ولقد انصف الشافعي حيث قال من اراد الفقه فليلزم اصحاب ابي حنيفة فان المعاني قد تيسرت لهم والله ما صرت فقيها الا بكتب محمد بن الحسن اور مقرر انصاف کیا ہے شافعی نے جہاں یوں کہا ہے کہ جو شخص فقہ حاصل کرنے کا ارادہ کرے سو اس کو چاہیے کہ ابو حنیفہؒ کے دوستوں کا ساتھ نہ چھوڑے اس واسطے کہ معانی دقیقہ تو ان کو آسان اور سہل ہو گئے ہیں اور خدا کی قسم ہے کہ میں فقیہ نہیں ہو گیا مگر محمد بن حسین شیبانی کی کتابوں سے هم یعنی مزید بصیرت فروع فقہیہ میں مجھ کو حاصل نہیں ہوئی مگر ان کی کتابوں سے كذا في الحلبي الملتقى للدر المختار وقال اسمٰعيل بن ابي رجاء رايت محمدا في المنام فقلت له ما فعل الله بك قال غفر لي ثم قال لو اردت ان اعذبك ما جعلت هذا العلم في قلبك فقلت له فاين ابو يوسف قال في قصبة الجنة فابو حنيفة قال هيهات ذلك في اعلى عليين اور اسمٰعیل بن ابی رجاء نے کہا کہ میں نے محمد بن حسن کو خواب میں دیکھا سو اس نے کہا کہ خدا نے تمہارے ساتھ کیا کیا انھوں نے کہا کہ مجھ کو بخش دیا پھر حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر میں تیرے عذاب کرنے کا ارادہ کرتا تو یہ علم تجھ کو نہ دیتا پھر میں نے کہا تو ابو یوسف کہاں ہیں کہا کہ ہم سے دو درجے اوپر ہیں میں نے کہا تو ابو حنیفہؒ کہاں ہیں کہا وہ تو علیین کے اوپر ہیں هم علیین جنت میں بالاترین مکان ہے سو یہ بلندی رتبہ اضافی ہے یعنی بہ نسبت صاحبین کے نہ مطلقاً اس واسطے کہ انبیاءؑ اور صحابہؓ امام سے قطعاً درجہ میں بلند تر ہیں كيف وقد صلى الفجر بوضوء العشاء ولكن سنة امام کا بلند مرتبہ اس قدر کیوں کر نہ ہو حالانکہ امام نے فجر کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھی چالیس برس هم مسعر بن کدام نے کہا کہ میں امام ابو حنیفہ کی مسجد میں گیا تو میں نے دیکھا کہ فجر کی نماز پڑھ کے لوگوں کو تعلیم علم کیا کیے یہاں تک کہ ظہر کی نماز پڑھی پھر عصر تک تعلیم میں مشغول رہے پھر مغرب تک درس فرماتے رہے پھر اسی طرح عشاء تک تعلیم میں مشغول رہے پھر بعد نماز عشاء گھر میں گئے سو میں نے اپنے دل میں کہا کہ اس مرد کی

[1] مناسب تھا کہ مترجم اس چیز کو یوں کہتا کہ کھیتی ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ۱۲

Marfat.com

مشغول تو یہ ہے مطالعہ کب ہوتا ہوگا میں اس کا تجسس کروں گا جب لوگوں کی آمد و رفت بند ہوئی تو امام مسجد میں آئے سو نماز میں قائم رہے طلوع فجر تک جب صبح ہوئی گھر میں گئے پھر کپڑے پہن کر مسجد میں آئے اور فجر کی نماز پڑھی اور اسی طرح عشاء تک تعلیم میں مشغول رہے پھر گھر میں گئے سو میں نے اپنے جی میں کہا کہ آج رات تو آرام کریں گے آج بھی اس کا تجسس کروں گا جب آمد و رفت بند ہوئی تو مسجد میں آئے اور شب گذشتہ کی طرح نماز میں صبح کے طلوع ہونے تک مشغول رہے پھر گھر میں جا کر کپڑے پہن کر نماز کے واسطے مسجد میں آئے اور نماز پڑھ کر اسی طرح تا عشاء تعلیم اور ارشاد میں رہے پھر گھر میں گئے تو میں نے کہا کہ آج البتہ آرام کریں گے آج بھی تجسس کروں گا سو اس رات میں بھی ویسا ہی کیا صبح تک تو میں نے اپنے جی میں کہا کہ میں ان کا ساتھ نہ چھوڑوں گا یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو دنیا سے یا میرا سو میں نے ان کی ملازمت کی ان کی مسجد میں ابن معاذ نے کہا کہ مسعر بن کدام ابو حنیفہ کی مسجد میں مر گئے سجود کے اندر حفص بن غیاث نے امام ابو حنیفہ سے پوچھا کہ طاعت پر تم کو کس چیز نے قوی کر رکھا کہا کہ میں نے حق تعالیٰ سے دعا کی بواسطے اس کے اسماء مطہرہ کے تہجی کے حروف پر اور وہ دعا مقدمہ غزنوی میں مذکور ہے جلال الدین سیوطی تبییض الصحیفہ میں کہا کہ خطیب بغدادی محدث نے حفص بن عبدالرحمٰن سے روایت کی کہ میں نے مسعر بن کدام سے سنا کہتے تھے کہ ایک رات میں مسجد میں گیا ایک مرد کو نماز پڑھتے دیکھا مجھ کو اس کی قرأت پسند آئی سو اس نے قرآن کا ساتواں حصہ پڑھا میں نے کہا کہ اب رکوع کرے گا پھر اس نے تہائی قرآن پڑھا میں نے کہا کہ اب رکوع کرے گا پھر اس نے آدھا قرآن پڑھا سو اسی طرح پڑھتا رہا یہاں تک کہ تمام قرآن ختم کیا ایک رکعت میں پھر میں نے جو دیکھا تو وہ ابو حنیفہ رح تھے اور روایت کی خطیب نے خارجہ بن مصعب سے کہ قرآن کو ایک رکعت میں ختم کیا چار بزرگوں نے ان میں ایک امام ابو حنیفہ ہیں اور خطیب نے یحییٰ بن نصر سے روایت کی کہ ابو حنیفہؒ قرآن کو رمضان میں ساٹھ بار اکثر ختم کیا کرتے تھے اور خطیب نے عباد بن یوسف سے روایت کی کہ میں نے اسد بن عمر سے سنا تھا کہتے تھے کہ ابو حنیفہؒ نے فجر کی نماز عشاء کے وضو سے چالیس برس پڑھی اور اکثر شب تمام قرآن کو ایک رکعت میں پڑھتے تھے اور جس مکان میں ان کی وفات ہوئی بستر پر ہر بار قرآن کو ختم کیا اور خطیب نے حماد بن ابی حنیفہ رح سے روایت کی کہ جب ہمارے والد کا انتقال ہوا تو میں نے حسن بن عمارہؒ سے کہا کہ تم ان کو غسل دو جب انھوں نے نہلایا تو کہا اللہ تجھ پر رحم کرے اور تیری مغفرت کرے تو نے افطار نہیں کیا تیس برس سے اور تیری آنکھیں نہیں جھپکیں چالیس سے مقرر تو نے اپنے بعد مشقت میں ڈالا اور قاریوں کو فضیحت کیا اور خطیب نے ابو یوسف سے روایت کی کہ میں چلا جاتا تھا ابو حنیفہ کے ساتھ میں نے سنا ایک مرد دوسرے سے کہتا تھا کہ یہ ابو حنیفہ ہیں کہ رات کو نہیں سوتے ہیں تو امام نے کہا واللہ لوگ میرا حال وہ نہ کہیں جو میں نہیں کرتا ہوں اور رات کو ان کی عادت تھی نماز اور دعا اور تضرع کی کذا فی الطحطاوی وحج خمسًا وخمسین حجۃ اور امام نے بچپن حج کیے وَرَاٰی رَبَّہٗ فِی الْمَنَامِ بِاٰیَۃٍ مَرَّۃً وَلَہَا قِصَّۃٌ مَشْہُوْرَۃٌ اور اپنے پروردگار جل شانہ کو خواب میں سو بار دیکھا اور رویت کا ایک قصہ مشہور ہے ہم حافظ نجم الدین غزی نے وہ قصہ یوں مذکور کیا ہے کہ امامؒ نے رب العزت کو خواب میں ننانوے بار دیکھا سو کہا اپنے جی میں کہ اگر اب سویں بار دیکھوں گا تو سوال کروں گا کہ خلائق اس کے عذاب سے قیامت کے دن کس چیز سے نجات پائے گی کہا امام نے پھر میں نے حق سبحانہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا اے پروردگار عزّ جاہُکَ[1] وجلّ ثناؤُکَ وتقدّست اسماؤُکَ کس چیز سے نجات پائے گی خلائق تیرے عذاب سے قیامت کے دن تو فرمایا کہ جو صبح شام یوں کہا کرے گا سبحان الابدی الابد[2] سبحان الواحد الاحد سبحان الفرد الصمد سبحان رافع السماء بغیر عمدٍ سبحان من بسط الارض

[1] عزت والا ہمسایہ تیرا اور بزرگ ہے تعریف تیری اور پاک ہیں نام تیرے ۱۲ [2] پاک ہے ہمیشگی والا ہمیشہ کا پاک ہے واحد یکتا پاک ہے فرد نرالا پاک ہے بلند کرنے والا آسمان کا بدون ستون کے پاک ہے جس نے پھیلا یا زمین کو پانی پست پر پاک ہے جس نے پیدا کیا خلق کو اور گھیرے ان کے شمار پاک ہے جس نے بانٹی روزی اور نہ بھولا کسی کو پاک ہے وہ جس نے نہیں کی جورو اور نہ بچے پاک ہے وہ جس نے نہ خود جنا نہ اور سے پیدا ہوا اور نہ کوئی اس کا شریک اور ہم سر ہے ۱۲ ؛

Marfat.com

عَلٰی مَا یَلِیْقُ بِجَلَالِہٖ سُبْحَانَ مَنْ خَلَقَ الْخَلْقَ فَاَحْصَاہُمْ عَدَدًا سُبْحَانَ مَنْ قَسَّمَ الرِّزْقَ وَلَمْ یَئِسْ اَحَدًا سُبْحَانَ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَۃً وَلَا وَلَدًا سُبْحَانَ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ وہ شخص میرے عذاب سے نجات پاوے گا کذا فی الطحطاوی وفی حجۃ الاخیرۃ استاذن عجیۃ الکعبۃ بالدخول لیلا فقام بین العمودین علی رجلہ الیمنٰی ووضع الیسرای علی ظہرہا حتی ختم نصف القرآن ثم رکع وسجد ثم قام علی رجلہ الیسرای ووضع الیسرای علی ظہرہا حتی ختم القرآن فلما سلم بکی وناجی ربہ وقال الٰہی ما عبدک ہذا العبد الضعیف حق عبادتک لکن عرفک حق معرفتک فہب نقصان خدمتہ لکمال معرفتہ فہتف ہاتف من جانب البیت یا ابا حنیفۃ قد عرفتنا حق المعرفۃ وقد خدمتنا فاحسنت الخدمۃ وقد غفرنا لک ولمن تبعک ممن کان علی مذہبک الی یوم القیمۃ اور امام نے اپنے اخیر حج میں کعبہ شریفہ کے خادموں سے ایک رات داخل ہونے کی اجازت لی تو کھڑے ہوئے نماز میں بیت اللہ کے دونوں ستونوں کے درمیان داہنے پاؤں پر اور بایاں پاؤں داہنے کی پشت پر رکھا یہاں تک کہ آدھا قرآن ختم کیا پھر رکوع اور سجدہ کیا پھر کھڑے ہوئے بائیں پاؤں پر اور داہنا پاؤں اس کی پشت پر رکھا یہاں تک کہ قرآن کو ختم کیا پھر جب سلام پھیر اتو روئے اور مناجات کی اپنے رب سے اور کہا الٰہی تیرے اس بندہ ضعیف نے تیری عبادت نہیں کی جیسی کہ تجھ کو لائق ہے لیکن تجھ کو جانا جیسے کہ تیرے جاننے کا حق ہے تو اس کی خدمت کے نقصان کو اس کے کمال معرفت کے سبب سے بخش دے یعنی کمال عرفان کو نقصان خدمت کا کفارہ کر تو بیت اللہ کے ایک جانب سے آواز غیبی آئی کہ اے ابوحنیفہ رح تو نے ہم کو جانا جیسا کہ حق معرفت تھا اور البتہ تو نے ہماری خدمت کی تو خوب ہی خدمت کی اور مقرر ہم نے تجھ کو بخشا اور اس کو بخشا جو تیرا تابع ہوا ان لوگوں میں سے جو تیرے مذہب پر ہیں قیامت تک ھم شرنبلالی نے ذکر کیا کہ تراویح[۵۱] افضل ہے نصب[۵۲] قدمین سے تراویح کی حقیقت یہ ہے کہ ایک بار ایک پاؤں پر اعتماد کرے اور دوسری بار دوسرے پاؤں پر اور یہی محمل ہے امام کے فعل مذکور کا انتہٰی لیکن یہ احتمال بعید ہے اس واسطے کہ ایک پاؤں کا دوسرے پاؤں کی پشت پر رکھنا منقول ہے اور ضیا منیہ میں مذکور ہے کہ ایک پاؤں پر فرائض میں کھڑا ہونا بدون عذر کے مکروہ ہے اور نوافل میں جائز ہے اور حق معرفت کا عرفان جو مذکور ہوا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ امام حق تعالیٰ کی ان صفات کے بالیقین عارف تھے جو اس کے کبریا اور جلال پر دلالت کرتے ہیں اور یہ مراد نہیں کہ کنہ ذات اور صفات ربانی کے عارف تھے اس واسطے کہ وہ تو محال ہے بدلیل ما عرفناک حق معرفتک[۵۳] اور تابعین امام کی مغفرت کی جو بشارت ہوئی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جو امام کے مذہب پر چلے یعنی اس کے حلال اور حرام اور فرض اور واجب اور سنت اور مستحب پر بموافقت سنت وکتاب عمل کرے اور تعصب باطل اور کجروی سے بچے اور یہ مراد نہیں ہے کہ جو کہے کہ میں حنفی مذہب ہوں اس کی مغفرت ہو جائے کذا فی الطحطاوی مختصرا وقیل لابی حنیفۃ بم بلغت ما بلغت قال بخلت بالافادۃ وما استنکفت عن الاستفادۃ اور امام ابوحنیفہ سے کہا گیا کہ کس چیز سے تم اس مرتبہ کو پہنچے کہا کہ میں نے بخل نہیں کیا غیر کے بتانے سے اور نہ عار کی سیکھنے سے ھم امام سے کسی نے ایک بار پوچھا کہ یہ علم آپ کو کیوں کر حاصل ہوا جواب دیا کہ محنت اور شکر گذاری سے حاصل ہوا جب میں نے کسی حکمت اور رقعہ کو سیکھا تو میں نے کہا الحمد للہ یعنی اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اس فہم کی توفیق کی تو میرا علم اس محنت اور شکر گذاری سے بڑھتا گیا یعنی اس واسطے کہ شکر مزید نعمت کا باعث ہے وقال مسعر بن کدام من جعل ابا حنیفۃ بینہ وبین اللہ رجوت ان لا یخاف اور مسعر بن[۵۴] کدام نے کہا کہ جو امام ابوحنیفہ کو درمیان اپنے اور درمیان حق تعالیٰ کے کرے یعنی ان کو وسیلہ کرے اور ان کے مذہب پر چلے میں امید رکھتا ہوں کہ اس کو کچھ خوف نہ ہو وقال فیہ ؎ حبنی من الخیرات ما عذوتہ ٭ یوم القیمۃ فی رضی الرحمٰن ٭ دین النبی محمد خیر الوری ٭ ثم اعتقادی مذہب النعمان ٭ اور مسعر بن کدام نے

[۵۱] جواب ہے سوال مقدر کا یعنی عمل امام کا مخالف حدیث صحیح ہے کہ حدیث میں ایک پاؤں کو دوسرے پر رکھنے سے منع وارد ہے ۱۲ ٭ [۵۲] نصب قدمین یعنی دونوں پاؤں کھڑے رکھنے ۱۲ ٭ [۵۳] نہیں پہچانا ہم نے تجھ کو حق تیرے پہچاننے کا ۱۲ ٭ [۵۴] ایک نسخہ میں مساذین کدام ہے مگر شامی نے کہا اکثر نسخ میں مسعر بن کدام بکسرہ ہر دو ہے ۱۲ ٭

Marfat.com

امام کی مدح میں کہا کفایت کرتی ہے مجھ کو قیامت کے دن نیکیوں سے وہ چیز جو میں نے تیار رکھی ہے اُن کی رضامندی میں سو وہ چیز دین ہے نبی محمدؐ کا جو تمام مخلوق سے بہتر ہیں پھر بعد اس کے میرا اعتقاد نعمان کے مذہب کا یعنی ابوحنیفہؒ ھم مقدمہ غزنوی میں یہ دونوں بیتیں ابو یوسفؒ کی طرف منسوب ہیں تو مسعر نے یہ کہا بطور حکایت عن الغیر کذا فی الطحطاوی مسعر بن کدام استاد ہیں سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ کے کذا فی القاموس اور یہ دونوں بزرگ اور مجتہد استاد المحدثین ہیں رحمۃ اللہ علیہم وَعَنْهُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام اَنَّ اٰدَمَ اِفْتَخَرَ بِیْ وَاَنَا اَفْتَخِرُ بِرَجُلٍ مِنْ اُمَّتِیْ اِسْمُهٗ نُعْمَانٌ وَكُنْيَتُهٗ اَبُوْحَنِيْفَةَ هُوَ سِرَاجُ اُمَّتِیْ اور روایت ہے نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے کہ مقرر آدم نے میرے سبب سے فخر کیا اور میں فخر کرتا ہوں ایک مرد کے سبب سے جو میری امت میں ہے نام اس کا نعمان ہے اور کنیت اس کی ابوحنیفہؒ ہے وہ میری امت کا چراغ ہے وَعَنْهُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام اَنَّ سَائِرَ الْاَنْبِيَاءِ يَفْتَخِرُوْنَ بِیْ وَاَنَا اَفْتَخِرُ بِاَبِیْ حَنِيْفَةَ مَنْ اَحَبَّهٗ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَبْغَضَهٗ فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ كَذَا فِی الْمُقَدَّمَةِ شَرْحِ مُقَدَّمَةِ اَبِی اللَّيْثِ اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت ہے کہ تمام انبیاء میرے سبب سے فخر کرتے ہیں اور میں ابوحنیفہؒ کے سبب سے فخر کرتا ہوں جو اس کے ساتھ محبت رکھے سو مقرر اس نے میرے ساتھ محبت رکھی اور جو اس کے ساتھ دشمنی رکھے سو البتہ اس نے میرے ساتھ دشمنی رکھی اسی طرح یہ دونوں حدیثیں مقدمہ میں مذکور ہیں جو شرح ہے مقدمہ ابواللیث کی ھم طحطاوی نے کہا اگر کوئی کہے کہ صحابہ کرام یقیناً افضل ہیں ابوحنیفہ سے تو وہ حضرات احق بالافتخار ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ ابوحنیفہ اس زمانے میں موجود ہوئے کہ صحابہ کا زمانہ منقطع ہو گیا تھا اور سنت میں کچھ ضعف طاری تھا تو ان کا وجود خلق کے واسطے رحمت ہو گیا اور احکام دینی کے فہم میں نفع عظیم حاصل ہوا قَالَ فِی الْعَيْنِیْ الْعُتْبِیْ وَقَوْلُ ابْنِ الْجَوْزِیْ اِنَّهٗ مَوْضُوْعٌ تَعَصُّبٌ لِاَنَّهٗ رُوِیَ بِطُرُقٍ مُخْتَلِفَةٍ ضیاء معنوی میں کہا اور ابن جوزی کا یہ قول کہ حدیث مذکور موضوع ہے یعنی دروغ بستہ ہے تعصب اور ناانصافی ہے اس واسطے کہ روایت اس کی اسناد مختلفہ سے ثابت ہے ھم ضیاء معنوی مقدمہ غزنوی کی شرح ہے یعنی جب کہ روایت حدیث کی اسانید متعددہ سے ہوئی تو اس کا موضوع کہنا ناانصافی ہے زیادہ بریں نیست کہ ضعیف سہی نہ کہ موضوع علاوہ یہ ہے کہ جب ضعیف حدیث کے طریق متعدد ہوئے تو وہ مرتبہ حسن کے قریب ہو جاتی ہے کذا فی الطحطاوی وَرَوَی الْخَرَجَانِیُّ فِیْ مَنَاقِبِهٖ بِسَنَدِهٖ لِسَهْلِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ التُّسْتَرِیِّ اِنَّهٗ لَوْ كَانَ فِیْ اُمَّتِیْ مُوْسٰی وَعِيْسٰی مِثْلُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ لَمَا تَرَدَّدُوْا وَلَمَا تَنَصَّرُوْا اور خرجانی نے مناقب نعمانیہ میں اپنی سند کے ساتھ سہل بن عبداللہ تستری سے روایت کی کہ اگر امت موسوی اور عیسوی میں ابوحنیفہؒ کے مانند عقل و دیانت میں کوئی عالم ہوتا تو وہ لوگ یہودی اور نصرانی نہ ہوتے یعنی دین کی تحریف اور تبدیل نہ کرتے ومناقبہ اکثر من ان تحصی اور امام اعظم کے مناقب اور فضائل حصر کرنے سے زیادہ تر ہیں یعنی حصر نہیں ہو سکتے ھم جلال الدین سیوطی شافعیؒ نے تبییض الصحیفہ میں کہا کہ علماء نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امام مالکؒ کی بشارت دی اس حدیث میں جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ عنقریب لوگ سفر طویل اختیار کریں گے علم کے حاصل کرنے کے واسطے تو مدینہ کے عالم سے کسی کو عالم نہ پاویں گے اور امام شافعیؒ کی بشارت دی اس حدیث میں جس کا حاصل مقصد یہ ہے کہ قریش کو پاؤ گے اس واسطے کہ قریش کا عالم طبقہ زمین کو علم سے بھر دے گا میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امام ابوحنیفہ کی بشارت دی اس حدیث میں جس کو ابونعیم نے حلیہ میں ابوہریرہ سے روایت کی قال قال رسول اللہ صلعم لو کان العلم بالثریا لتناولہ رجال من ابناء فارس یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر علم ثریا پر ہوتا تو البتہ چند مرد ابناء فارس کے اس کو پا جاتے اور حدیث ابوہریرہ کی صحیح بخاری اور مسلم میں ان الفاظ سے ہے لو کان[1] العلم عند الثریا لنالہ رجال من فارس اور صحیح مسلم میں یوں ہے لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ[2] عِنْدَ الثُّرَيَّا لَذَهَبَ بِهٖ رَجُلٌ مِنْ اَبْنَاءِ فَارِسَ حَتّٰی يَتَنَاوَلَهٗ اور اسی مضمون کی حدیث شیرازی نے الالقاب میں اور معجم طبرانی نے کبیر میں روایت کی ہے تو یہ اصل صحیح معتمد علیہ ہے بشارت اور فضیلت میں اس کے

[1] اگر ہوتا علم ثریا یعنی کہکشاں ستاروں کے پاس تو کچھ لوگ فارس کے اس کو حاصل کرتے ۱۲ [2] الایمان ثریا کے پاس ہوتا تو ایک شخص اہل فارس میں سے جاتا تاکہ اس کو حاصل کرے ۱۲

Marfat.com

ہوتے خبر موضوع کی کچھ حاجت نہیں انتہیٰ ماقال السیوطی اور منجملہ مناقب امام وہ روایت ہے جو خطیب بغدادی شافعی نے روایت کی ابو یحییٰ حمانی سے کہ میں نے ابوحنیفہ سے سنا کہتے تھے کہ میں نے ایک خواب دیکھا سو اس نے مجھ کو بہت پریشان کیا میں دیکھا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو کھودتا ہوں سو میں بصرہ میں گیا میں نے ایک شخص سے کہا کہ محمد بن سیرین سے اس خواب کی تعبیر دریافت کرے تو انھوں نے کہا کہ یہ مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی احادیث کو نشر اور مشہور کرے گا اور خطیب نے ابی وہب بن مزاحم سے روایت کی کہ میں نے عبداللہ بن مبارک سے سنا کہتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ میری فریادرسی نہ کرتا ابوحنیفہ رح اور ابوسفیان رح کے سبب سے تو میں بھی اور آدمیوں کے مانند ہوتا اور خطیب نے حجر بن عبدالجبار سے روایت کی کہ قاسم بن معین بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ تم ابوحنیفہ رح کے شاگردوں میں داخل ہونے سے راضی ہوا انھوں نے کہا کسی کی مجلس لوگوں کو ابوحنیفہ کی مجالس سے زیادہ تر نافع نہیں اور روح بن عبادہ سے روایت ہے کہ میں ابن جریج کے پاس تھا سنہ ۱۵۰ ہجری میں کہ ابوحنیفہ کی موت کی خبر آئی تو استرجاع[۵] کیا اور کہا اتی علم ذہب یعنی بہت بڑا علم جاتا رہا اس شخص کے مرنے سے اور خطیب نے ابن الوزیر مروزی سے روایت کی کہ عبداللہ بن مبارک نے کہا کہ جب سفیان اور ابوحنیفہ یک جا ہوں تو ان کے آگے کون شخص فتویٰ دے سکتا ہے اور کہتے تھے کہ جب یہ دونوں بزرگ ایک شے پر اتفاق کریں تو وہی حق ہے اور عبداللہ بن داؤد نے کہا کہ جب تو آثار یا حدیث کا قصد کرے تو سفیان ہے اور جب کہ تو ان دقائق اور موشگافیوں کا ارادہ کرے تو ابوحنیفہ رح ہے اور خطیب نے محمد بن سعید کاتب سے روایت کی کہ میں نے عبداللہ بن داؤد سے سنا کہتے تھے کہ اہل اسلام پر اپنی نماز میں ابوحنیفہ رح کے واسطے دعا کرنا واجب ہے کہ انھوں نے لوگوں کے واسطے سنن اور فقہ کو محفوظ کر دیا اور خطیب نے احمد بن محمد بلخی سے روایت کی کہ میں نے شداد بن حکیم سے سنا کہتے تھے کہ میں نے ابوحنیفہ رح سے زیادہ تر عالم نہیں دیکھا اور اسمٰعیل بن محمد فارسی سے روایت کی کہ میں نے مکی بن ابراہیم سے سنا کہتے تھے کہ ابوحنیفہ رح اپنے اہل زمانہ میں سب سے زیادہ تر عالم تھے اور خطیب نے یحییٰ بن معین سے روایت کی کہ میں نے یحییٰ بن سعید قطان سے سنا کہتے تھے کہ ہم دروغ نہیں کہتے ہیں ہم نے ابوحنیفہ رح کی رائے سے بہتر نہیں سنا اور ان کے اکثر اقوال کو ہم نے لیا ہے اور خطیب نے سلیمان بن ذبیح سے روایت کی کہ میں نے مکی بن ابراہیم سے سنا کہتے تھے کہ میں علماء کوفہ کی مجلس میں بیٹھا سو ان میں سے کسی کو ورع یعنی متقی تر ابوحنیفہ رح سے نہیں دیکھا اور خطیب نے علی بن حفص بزاز سے روایت کی کہ حفص بن عبدالرحمٰن تجارت میں امام کے شریک تھے سو انھوں نے حفص بن عبدالرحمٰن کے پاس کپڑے میں متاع کو بھیجا یعنی تھانوں کی گٹھری بھیجی اور اطلاع کی کہ فلانے فلانے کپڑے میں نقصان ہے جب بیچنا تو مشتری کو اس کا عیب بتا دینا سو حفص نے اس کو بیچا اور مشتری سے اس کا عیب بتانا بھول گئے جب ابوحنیفہ کو یہ حال معلوم ہوا تو تمام مال کی قیمت خیرات کر دی کذا فی الطحطاوی عن السیوطی ہم عبداللہ بن مبارک اور ابن جریج اور عبداللہ بن داؤد اور شداد بن حکیم اور یحییٰ بن سعید اور مکی بن ابراہیم وغیرہم اہل اجتہاد اور اہل حدیث اور محدثین کے استاد ہیں ان کے اقوال مستندہ مذکورہ سے زیادہ عالم اور زیادہ پرہیزگار ہونا اپنے وقت میں امام ابوحنیفہ رح کا ثابت ہوا تو بالیقین معلوم ہو گیا کہ صحیحین کی حدیث مذکور لَوْ كَانَ الْعِلْمُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهُ رِجَالٌ مِنْ فَارِسَ کا محمل صحیح امام اعظم اور ان کے اصحاب ہیں کیوں کہ اہل فارس میں ان سے زیادہ تر کوئی عالم عالی فہم دقیقہ رس نہیں ہوا تو امام کے واسطے یہ بشارت اور فضیلت عظیم الشان ہے وَصَنَّفَ فِيهَا سِبْطُ ابْنِ الْجَوْزِيِّ مُجَلَّدَيْنِ كَبِيرَيْنِ وَسَمَّاهُ الِانْتِصَارَ لِإِمَامِ أَئِمَّةِ الْأَمْصَارِ اور ابن جوزی محدث کے پوتے نے مناقب امام اعظم میں دو مجلد بڑے بڑے تصنیف کیے اور اس کا نام رکھا الانتصار لامام ائمۃ الامصار یعنی پیشوایان بلاد کے پیش وا کے لیے انتقام لینا ہم امام کو امام الائمہ اس واسطے کہا کہ ان کا اجتہاد سب مجتہدین مشہورین

[۵] یعنی انا للہ وانا الیہ راجعون ۱۲

Marfat.com

سے مقدم ہے اور اجتہاد کا دروازہ انہیں نے کھول دیا کما لایخفی علی العلماء وصنف غیرہ اکثر من ذلک اور اس کے سوا اور علماء نے ان کے فضائل اور مناقب میں اس سے زیادہ بہت کچھ تصنیف کیا بعض مختصر ہیں اور بعض مبسوط والحاصل ان ابا حنیفۃ النعمان من اعظم معجزات المصطفٰی بعد القرآن اور اصل کلام یہ ہے کہ بے شک امام ابوحنیفہ رح نعمان معجزات مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے قرآن کے بعد بڑا معجزہ ہے ھم معجزہ کہا امام کو اس واسطے کہ ان کی خبر کردی قبل ان کے وجود کے ان احادیث میں جو مذکور ہو چکیں عنقریب اس واسطے کہ احادیث علم ثریا امام اعظم پر قطعًا محمول ہیں بخلاف عالم قریش کی حدیث کے کہ اس کو بعضوں نے ابن عباس پر محمول کیا ہے اور عالم مدینہ کی حدیث کو اور علماء مدینہ پر محمول کیا ہے بخلاف حدیث مذکور کے کہ اس کا کوئی محمل واقعی صحیح نہیں سوائے ابوحنیفہ رح اور ان کے اصحاب کے اور یہاں معجزات سے مراد معجزات حقیقیہ نہیں ہیں اس واسطے کہ معجزہ وہ ہے جو مقرن بتحدی[۵۱] ہو بلکہ معجزات سے مراد کرامات ہیں کذا فی الطحطاوی وحسبک من مناقبہ اشتہار مذہبہ ما قال قولًا الا اخذ بہ امام من الائمۃ اعلامکم اور امام کے مناقب سے تجھ کو کفایت کرتا ہے ان کے مذہب کا مشہور ہونا امام نے کوئی قول ایسا نہیں کہا جس کو کسی امام نے ائمہ اعلام سے نہ لیا ہو ھم اخذ سے مراد موافقت ہے اجتہاد میں نہ تقلید اس واسطے کہ ایک مجتہد دوسرے مجتہد کی تقلید نہیں کرتا وقد جعل اللہ الحکم لاصحابہ واتباعہ من زمنہ الی ہذا الی ایام الی ان یحکم بمذہب عیسٰی علیہ السلام اور البتہ حق تعالیٰ نے ٹھہرایا ہے حکم شریعت اور سیاست کا تصرف میں امام کے اصحاب اور اتباع کے امام کے زمانے سے ان دنوں تک تا اینکہ امام کے مذہب کے موافق عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام حکم کریں گے ھم یعنی احکام مذہب حنفی کے روم اور ان کی سلطنت میں تا زمان شارح بلکہ اب تک جاری ہیں اور یہ جو کہا کہ حضرت عیسٰی بھی اسی مذہب کے موافق عمل کریں گے سو حلبی محشی نے اس کا مطلب یوں بیان کیا ہے کہ حضرت مسیح اجتہاد کریں گے اور ان کا اجتہاد ابوحنیفہ کے اجتہاد کے موافق پڑے گا لیکن شافعیہ توافق اجتہاد شافعی کے مدعی ہوں گے انتہی اور سید احمد طحطاوی حنفی نے بعد نقل کلام حلبی کے کہا میں کہتا ہوں کہ جماعت حنفیہ کو ایسے الفاظ موہمہ[۵۲] بولنا ہرگز لائق نہیں ایسے امور سے مثبت نہیں مذمت قائل کی ثابت ہوتی ہے ذخائر مہمات کے مصنف نے صاحب اشاعت سے نقل کیا کہ بعضے جہال حنفیوں نے دعوٰی کیا کہ عیسٰی اور مہدی دونوں بزرگ مذہب حنفی کے مقلد ہوں گے اور ملا علی قاری حنفی نے اپنی کتاب المشرب الوردی فی مذہب المہدی میں اس کو خوب رد کیا ہے اور امام مہدی کو مجتہد مطلق کہا ہے لیکن صاحب فتوحات ان کے اجتہاد کے منکر ہیں کیوں کہ ان کو احکام شریعت کے خدا کی طرف سے تعلیم ہوں گے بواسطہ ملک اور منجملہ دلائل استحالہ[۵۳] تقلید ان حضرات کے یہ ہے کہ عیسٰی علیہ السلام نبی معصوم ہیں مطلقًا اور امام مہدی معصوم ہیں احکام میں اور ابوحنیفہ رح مجتہد ہیں اور مجتہد قد یخطی ویصیب ولہذا ان کے صاحبین نے اکثر مسائل ثلث احکام سے ان کا خلاف کیا ہے تو کیوں کر تقلید کرے وہ شخص جو معصوم ہے کبھی خطا نہیں کرتا اس شخص کی جس کی صفت یخطی ویصیب ہے مطمح نظر جاہلوں کا فرط تعصب اور عناد سے کچھ نہیں مگر ابوحنیفہ رح کی تضلیل اگرچہ بے اصل چیز ہے ہو گو وہ کلام مؤدی الی الکفر ہو اور ان جاہلوں کو علم نہیں امام اعظم رح کے ان خصائل جمیلہ حسنہ کا جن میں علماء محققین نے کتابیں تصنیف کی ہیں ولہذا انہوں نے اس کذب اور افترا کو پسند کیا ہے جس سے اللہ اور اس کا رسول راضی نہیں بلکہ خود ابوحنیفہ راضی نہیں اور اگر ابوحنیفہ رح ایسے افترا کو سنتے تو قائل کفر کے قائل ہوتے امام کے دوستوں کو ان کے فضائل واقعیہ کافی ہیں اثبات تفضیل کے واسطے ایسے اقاویل کاذبہ کی حاجت نہیں جن سے تنقیص انبیاء علیہم السلام کی لازم آوے فانا للہ وانا الیہ راجعون[۵۴] تو اے مخاطب تو اپنے اوپر اتباع سنت علام الکرام کو لازم پکڑ وہ پناہ ہے ہوا پرستی سے اور سپر ہے سہام شیطانی سے اور چھوڑ تعصب اور ناحق جانب داری کو کہ وہ باب عظیم ہے ابواب شیطانیہ سے کذا

---

[۵۱] یعنی جس کے ساتھ دعوٰی نبوت ہو یا معاوضہ یا مقابلہ کفار کا مطلوب ہو ۱۲ ۔ [۵۲] وہم میں ڈالنے والی ۱۲ ۔ [۵۳] یعنی کبھی خطا کرتا ہے اور کبھی صواب کو پہنچتا ہے ۱۲ ۔ [۵۴] ہم خدا ہی کے ہیں اور ہم کو اسی طرف پھر جانا ہے ۱۲ ۔

Marfat.com

فی الطحطاوی ملتقطاً حاشیہ طحطاوی میں ملحدین کی جوڑی ایک حکایت طویل منقول ہے خلاصہ اس کا یہ ہے کہ احکام شرعی کو حضرت علیہ السلام نے ابوحنیفہ سے تیس برس میں حاصل کیا پھر تین سال میں ابوالقاسم قشیری کو تعلیم کیا انھوں نے مذہب حنفی میں ہزار کتابیں تصنیف کی ہیں اور صندوق میں بند کرکے نہر جیحون میں امانت رکھیں جب عیسیٰ علیہ السلام قریب قیامت کے نزول کریں گے تو ان کی کتابوں کو نکال کر ان کے موافق عمل کریں گے ملا علی قاری کی اور صاحب اشاعت نے اس دروغ بے فروغ کو بتفصیل تمام رد کیا ہے خوف تطویل سے اتنے پر اختصار کیا جو اس کی تفصیل کا طالب ہو وہ طحطاوی طرف رجوع کرے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْاِفْرَاطِ وَالتَّفْرِیْطِ ع دوستی بے خرد خود دشمنی ست ۔ وَبِذَا یَدُلُّ عَلٰی اَمْرٍ عَظِیْمٍ اُخْتُصَّ بِہٖ مِنْ بَیْنِ سَائِرِ الْعُلَمَاءِ الْعِظَامِ اور یہ یعنی وفور مناقب مذکورہ اس امر عظیم پر دلالت کرتا ہے جو مخصوص بامام ہے باقی علماء عظام کے مابین سے کَیْفَ لَا وَہُوَ کَالتَّصْدِیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ لَہٗ اَجْرُہٗ وَاَجْرُ مَنْ دَوَّنَ الْفِقْہَ وَاَلَّفَہٗ وَفَرَّعَ اَحْکَامَہٗ عَلٰی اُصُوْلِہِ الْعِظَامِ اِلٰی یَوْمِ الْحَشْرِ وَالْقِیَامِ امام بین العلماء کیوں کر مخصوص بامر عظیم نہ ہو حالانکہ امام تو صدیق کے مانند ہے اس کو اپنی ذات کے عمل کا ثواب ہے اور اس شخص کے برابر ثواب ہے جس نے فقہ کو مدون اور جمع کیا اور فقہ کے احکام کو فقہ کے اصول عظام پر متفرع کیا قیامت تک ہم مردوں میں اوّل سب سے صدیق اکبرؓ ایمان لائے اور نبوت کی تصدیق کی تو ان کو اپنے ایمان لانے کا ثواب ہوا پھر ان کے بعد جو ایمان لاتا گیا اس کے ثواب ؎ برابر صدیق کو ثواب ملے گا اس واسطے کہ حدیث میں وارد ہے کہ جس نے نیک طریقہ نکالا تو اس کو اس کا ثواب ملے گا اور اس شخص کے برابر ثواب ملے گا جو اس نیک طریق پر چلے گا قیامت تک اسی طرح امام ابوحنیفہ نے اول تدوین فقہ اور استخراج فروع کی راہ نکالی تو ان کو اس کا ثواب ہے گا اور باقی مجتہدوں کے برابر ثواب حاصل ہو گا خوارزمی نے مجموعہ مسانید امام میں کہا کہ امام نے سب سے پہلے علم شریعت کو مدون کیا ابواب پر مرتب کیا اور پھر ان کے بعد امام مالکؒ نے موطا میں وہی طریقہ اختیار کیا اس باب میں ابوحنیفہ رح سے کسی نے سبقت نہیں کی اس واسطے کہ صحابہ اور تابعین نے علم شریعت میں ابواب کرکے کوئی تصنیف نہیں کی ان کو اپنی یاد پر اعتماد مقاصد امام نے جب علم کو منتشر دیکھا اور متاخرین کے سوء حفظ سے ڈرے کہ مبادا علم ضائع ہو جائے تو تدوین مستحسن جانی پھر تدوین میں طہارت سے ابتداء کی پھر صلوٰۃ سے پھر صوم سے پھر باقی عبادات سے پھر معاملات سے پھر خاتمہ کیا مواریث پر کذا فی الطحطاوی وَقَدْ اتَّبَعَہٗ عَلٰی مَذْہَبِہٖ کَثِیْرٌ مِنَ الْاَوْلِیَاءِ الْکِرَامِ مِمَّنِ اتَّصَفَ بِثَبَاتِ الْمُجَاہَدَۃِ وَرَکَضَ فِیْ مَیْدَانِ الْمُشَاہَدَۃِ کَاِبْرَاہِیْمَ بْنِ اَدْہَمَ وَشَقِیْقٍ الْبَلْخِیِّ وَمَعْرُوْفٍ الْکَرْخِیِّ وَاَبِیْ یَزِیْدَ الْبُسْطَامِیِّ وَفُضَیْلِ بْنِ عِیَاضٍ وَدَاوٗدَ الطَّائِیِّ وَاَبِیْ حَامِدِ اللَّفَّافِ وَخَلَفِ بْنِ اَیُّوْبَ وَعَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الْمُبَارَکِ وَوَکِیْعِ بْنِ الْجَرَّاحِ وَاَبِیْ بَکْرٍ الْوَرَّاقِ وَغَیْرِہِمْ مِمَّنْ لَا یُحْصٰی لَہٗ عِدَّۃٌ اَنْ یَسْتَقْصِیَ کس طرح ممتاز نہ ہو اور علماء سے حالانکہ امام کے مذہب کے تابع اور مقلد ہوتے آئے ہیں اکثر اولیائے کرام ان حضرات میں سے جو متصف بصفات مجاہدہ ہیں اور موصوف بہ تیز روی میدان مشاہدہ چنانچہ ابراہیم ادہم اور شقیق بلخی اور معروف کرخی اور ابویزید بسطامی اور فضیل بن عیاض اور داؤد طائی اور ابوحامد لفاف اور خلف بن ایوب اور عبداللہ بن مبارک اور وکیع بن جراح رحمہم اللہ تعالیٰ اور ان کے سوا[1] جن کا شمار نہایت پذیر نہیں فَلَوْ وَجَدُوْا فِیْہِ لَشُبْہَۃً مَا اتَّبَعُوْہُ وَلَا اقْتَدَوْا وَافْقُوْہُ سو اگر یہ اولیاء کاملین امام میں کچھ شبہہ پاتے تو ان کے تابع اور مقتدی نہ ہوتے اور نہ ان کی موافقت کرتے یعنی حقیقت مذہب امام کی ایک یہ بھی دلیل ہے کہ ارباب کشف اور شہود کے ان کے تابع اور مقتدی ہیں وَقَدْ قَالَ الْاُسْتَاذُ اَبُو الْقَاسِمِ الْقُشَیْرِیُّ فِیْ رِسَالَتِہٖ مَعَ صَلَابَتِہٖ فِیْ مَذْہَبِہٖ وَتَقَدُّمِہٖ فِیْ ہٰذِہِ الطَّرِیْقَۃِ سَمِعْتُ الْاُسْتَاذَ اَبَا عَلِیِّ الدَّقَّاقَ یَقُوْلُ اَنَا اَخَذْتُ ہٰذِہِ الطَّرِیْقَۃَ مِنْ اَبِی الْقَاسِمِ النَّصْرَاَبَادِیِّ قَالَ اَبُو الْقَاسِمِ اَنَا اَخَذْتُہَا مِنَ الشِّبْلِیِّ وَہُوَ اَخَذَہَا مِنَ السَّرِیِّ السَّقَطِیِّ وَہُوَ مِنْ مَعْرُوْفٍ الْکَرْخِیِّ وَہُوَ مِنْ دَاوٗدَ الطَّائِیِّ وَہُوَ اَخَذَ الْعِلْمَ وَالطَّرِیْقَۃَ مِنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ اور مقرر کہا ہے استاد ابوالقاسم قشیری نے اپنے رسالہ قشیریہ میں باوجود ان کی صلابت کے اپنے مذہب میں

[1] جیسے حاتم اصم اور سید احمد مشاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم ۱۲

Marfat.com

یعنی مذہب شافعی میں اور باوجود ان کے مقدم ہونے کے اس طریقہ تصوف میں کہ میں نے سنا استاد ابوعلی دقاق سے وہ کہتے تھے کہ میں نے یہ طریقہ لیا ابوالقاسم نصرآبادی سے اور ابوالقاسم نے کہا کہ میں نے اس کو لیا شبلی سے اور شبلی نے لیا سری سقطی سے اور سری سقطی نے لیا معروف کرخی سے اور معروف کرخی نے لیا داؤد طائی سے اور داؤد طائی نے علم اور طریقہ تصوف کا لیا ابوحنیفہ رح سے ھم زرقانی نے شرح مواہب میں کہا کہ عبدالکریم ابوالقاسم قشیری مفسر اور فقیہ نحوی اور لغوی اور ادیب اور کاتب اور شجاع جامع تھے انواع محاسن کے ایسا کامل شخص دیکھنے والوں نے نہیں دیکھا شافعی مذہب تھے ۳۷۶ھ ہجری میں پیدا ہوئے حدیث کی سماعت کی حاکم وغیرہ سے اور خطیب وغیرہ نے ان سے روایت کی اور بہت تصانیف ان سے مشہور ہیں اور ۴۶۵ھ ہجری میں وفات پائی کذا فی الطحطاوی وَكُلٌّ مِنْهُمْ اَثْنٰى عَلَيْهِ وَاَقَرَّ بِفَضْلِهٖ فَعَجَبًا لَكَ يَا اَخِيْ اَلَمْ تَكُنْ لَكَ بِهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْ هٰذِهِ السَّادَةِ الْاَكْيَاسِ الْمُتَّهِمِيْنَ فِيْ هٰذَا الْاِقْرَارِ وَالْاِفْتِخَارِ وَهُمْ اَئِمَّةُ هٰذِهِ الطَّرِيْقَةِ وَاَرْبَابُ الشَّرِيْعَةِ وَالْحَقِيْقَةِ اور ہر ایک نے ان اکابر سے ثنا کی ہے امام پر اور ان کی فضیلت کا اقرار کیا ہے سو تعجب کرتا ہوں تجھ سے اے بھائی کیا تجھ کو نیک پیروی نہ تھی ان بزرگوں میں کیا ان پر جھوٹ بولنے کا گمان تھا اس اقرار اور افتخار میں اور حالانکہ وہ حضرات امام اور پیشوا ہیں اس طریقہ تصوف اور درویشی کے اور وہ شریعت اور حقیقت والے لوگ ہیں ھم شارح کا یہ خطاب ان لوگوں سے ہے جو امام کے امر میں منکر یا متردد ہیں وَمَنْ بَعْدَهُمْ فِيْ هٰذَا الْاَمْرِ فَلَهُمْ تَبَعٌ وَكُلُّ مَا خَالَفَ مَا اعْتَمَدُوْهُ مَرْدُوْدٌ وَمُتَدَرَّعٌ اور جو اہل کمال کہ ان حضرات کے بعد ہیں وہ شریعت اور طریقت اور حقیقت میں ان کے تابع ہیں اور جو بات کہ ان بزرگوں کی سمجھ بوجھ کی مخالف ہے وہ مردود اور ایجاد ناپسند ہے وَبِالْجُمْلَةِ فَلَيْسَ اَبُوْحَنِيْفَةَ فِيْ زُهْدِهٖ وَوَرَعِهٖ وَعِبَادَتِهٖ وَعِلْمِهٖ وَفَهْمِهٖ بِمُشَارَكٍ اور حاصل کلام اور قول مجمل یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رح کے زہد اور تقویٰ اور عبادت اور علم اور فہم میں دوسرا کوئی شریک نہیں یعنی بے نظیر ہیں وَمِمَّا قَالَ فِيْهِ ابْنُ الْمُبَارَكِ ؎ لَقَدْ زَانَ الْبِلَادَ وَمَنْ عَلَيْهَا ∴ اِمَامُ الْمُسْلِمِيْنَ اَبُوْحَنِيْفَةَ ∴ اور منجملہ ان مدائح کے جو عبداللہ بن مبارک رح نے امام کی مدح میں کہا ہے یہ ابیات ہیں البتہ زینت دی شہروں کو اور شہر والوں کو مسلمانوں کے امام ابوحنیفہ نے ؎ باحکام وَآثَارٍ وَفِقْهٍ ∴ كَآيَاتِ الزَّبُوْرِ عَلَى الصَّحِيْفَةِ ∴ زینت دی بہ سبب احکام شرعی اور احادیث و فقہ کے جیسے زبور کی آیات ورق پر مرقوم ہیں ؎ فَمَا فِي الْمَشْرِقَيْنِ لَهٗ نَظِيْرٌ ∴ وَلَا فِي الْمَغْرِبَيْنِ وَلَا بِكُوْفَةٍ ∴ سو نہیں ہے دونوں مشرق میں اس کا نظیر اور نہ دونوں مغرب میں اور نہ کوفہ میں ھم دونوں مشرق یعنی ایک جاڑے کی مشرق اور دوسری گرمی کی مشرق اسی طرح دو مغرب کو دریافت کرنا چاہیے مراد اس سے تمام دنیا ہے ؎ يَبِيْتُ مُشَمِّرًا سَهْرَ اللَّيَالِيْ ∴ وَصَامَ نَهَارَهٗ لِلَّهِ خِيْفَةً ∴ رات کاٹتا ہے امام دامن چڑھائے یعنی مستعد عبادت راتوں میں جاگتا اور دن میں روزہ رکھتا ہے اللہ کے خوف سے ھم چالیس برس تمام رات کی بیداری کی اور اس سے پہلے نصف شب کی اور تیس برس برابر روزہ رکھا کذا فی الطحطاوی ؎ فَمَنْ كَابِيْ حَنِيْفَةَ فِي عُلَاهُ ∴ اِمَامُ الْخَلِيْقَةِ الْخَلِيْقَةِ ∴ سو کون ہے ابوحنیفہ رح کے مانند بلند رتبگی میں امام خلق کا اور بادشاہ کا ؎ رَاَيْتُ الْعَائِبِيْنَ لَهٗ سَفَاهًا ∴ خِلَافَ الْحَقِّ مَعَ حُجَجٍ ضَعِيْفَةٍ ∴ دیکھا میں نے اس کے عیب کرنے والوں کو بیوقوف امر حق کے مخالف دلائل ضعیفہ کے ساتھ ؎ وَكَيْفَ يَحِلُّ اَنْ يُؤْذٰى فَقِيْهٌ ∴ لَهٗ فِي الْاَرْضِ آثَارٌ شَرِيْفَةٌ ∴ اور کیوں کر حلال ہو اس فقیہ کا ایذا دینا جس کے آثار شریفہ زمین میں ثابت ہیں ؎ فَقَدْ قَالَ ابْنُ اِدْرِيْسَ مَقَالًا ∴ صَحِيْحَ النَّقْلِ فِيْ حُكْمٍ لَطِيْفَةٍ ∴ سو البتہ محمد بن ادریس رح شافعی نے ایک قول صحیح النقل کہا ہے لطیف حکموں میں ؎ بِاَنَّ النَّاسَ فِيْ فِقْهٍ عِيَالٌ ∴ عَلٰى فِقْهِ الْاِمَامِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ ∴ امام شافعی رح کا وہ قول یہ ہے کہ تمام لوگ فقہ میں عیال ہیں یعنی بال بچے ہیں امام ابوحنیفہ رح کی فقہ کے ھم خطیب نے ربیع سے روایت کی کہ میں نے سنا شافعی سے کہتے تھے اَلنَّاسُ عِيَالٌ عَلٰى اَبِيْ حَنِيْفَةَ فِي الْفِقْهِ یعنی لوگ ابوحنیفہ رح کے عیال ہیں فقہ میں اور خطیب نے حرملہ بن یحییٰ سے روایت کی کہ میں نے محمد بن ادریس شافعی رح سے سنا کہتے تھے کہ لوگ ابوحنیفہ رح کے عیال ہیں فقہ میں ابوحنیفہ ان میں ہے جس کو

Marfat.com

فقہ کی توفیق دی گئی کذا فی الطحطاوی عن تبییض الصحیفۃ للسیوطی الشافعی ؎ فَلْعَنَۃُ رَبِّنَا اَعْدَادَ رَمْلٍ ۞ عَلٰی مَنْ رَدَّ قَوْلَ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ ۞ سو لعنت ہمارے رب کی بقدر شمار ریت کے اس پر جو ابوحنیفہ رح کے قول کو رد کرے ہم حلبی نے کہا مراد یہ ہے کہ جو ابوحنیفہ رح کے قول کو رد کرے ان کو حقیر جان کر ان کے اجتہاد کا منکر ہو اس واسطے کہ ائمہ اجتہاد بعضوں کے قول کو ہمیشہ رد کرتے رہے ہیں اور وہ اس پر مستحق ثواب ہیں اس وجہ سے کہ انھوں نے نصرت حق کی اپنے گمان کے موافق تو ناظم کو یوں کہنا افضل تھا عَلٰی مَنْ حَطَّ قَدْرَ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ انتہی طحطاوی نے کہا جو امام کے قول کو رد کرے بصفت متقدمہ تو اس کا غایت رتبہ یہ ہے کہ وہ حرام کا مرتکب ہوا حالانکہ مرتکب حرام پر لعنت نہیں بلکہ کافر مخصوص پر بھی لعنت جائز نہیں کہ شاید اس کا خاتمہ بخیر ہو ہاں منجملہ کفار پر لعنت جائز ہے انتہی میں کہتا ہوں یواقیت ملتمعہ میں زکریا قزوینی کی کتاب آثار البلاد سے ابیات عبداللہ بن مبارک نے نقل کی ہیں لیکن لعنت کے بیت اس میں نہیں تو اغلب کہ یہ بعض متعصبین کے ملحقات سے ہے اس واسطے کہ علم اور ورع ابن مبارک سے اس قدر بے باکی نہایت مستبعد ہے واللہ اعلم وَقَدْ ثَبَتَ اَنَّ ثَابِتًا وَالِدَ الْاِمَامِ اَدْرَکَ الْاِمَامَ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ فَدَعَا لَہٗ وَلِذُرِّیَّتِہٖ بِالْبَرَکَۃِ اور مقرر یہ بات ثابت ہے کہ امام اعظم رح کے والد ماجد یعنی ثابت نے امیرالمومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کو پایا یعنی ان کی خدمت میں حاضر ہوئے سو آپ نے ثابت اور ان کی اولاد کے واسطے برکت کی دعا کی ہم حافظ جمال الدین نے کتاب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال میں احمد بن عبداللہ بن شادان مروزی سے روایت کی کہ میرے والد نے اپنے والد سے روایت کی کہ میں نے اسمٰعیل بن حماد بن ابی حنیفہ سے سنا کہتے تھے کہ میں اسمٰعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان ہوں مرزبان اہل فارس احرار کے فرزندوں سے قسم خدا کی ہم میں رقیق یعنی کسی کا مملوک ہونا واقع نہیں ہوا میرا جد یعنی امام اعظم رح پیدا ہوا ہجری اسی برس میں اور اس کا باپ اس کو لے گیا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے پاس اور وہ صغیر تھا سو آپ نے دعا کی برکت کی اس کے واسطے اور اس کی اولاد کے واسطے اور ہم اس دعا کی قبولیت کی امید رکھتے ہیں کذا فی الیواقیت الملتمعۃ فی مناقب الائمہ الاربعۃ طحطاوی نے اس قول کو خطیب کی روایت سے تمام سند کے ساتھ نقل کیا اور اس میں خلل یہ ہے کہ ولادت امام کی ۸۰ھ ہجری میں ثابت ہے اور وفات علی مرتضیٰ کی ۴۰ھ ہجری میں ہوئی انتہی میں کہتا ہوں تو امام کا لے جانا حضور مرتضوی میں وہم ہے کسی راوی کا ثابت کا جانا اور ان کی اولاد کے واسطے دعا کرنا البتہ ثابت ہے وَصَحَّ اَنَّ اَبَا حَنِیْفَۃَ سَمِعَ الْحَدِیْثَ مِنْ سَبْعَۃٍ مِنَ الصَّحَابَۃِ کَمَا بُسِطَ فِیْ اَوَاخِرِ مُنْیَۃِ الْمُفْتِیْ وَاَدْرَکَ بِالسِّنِّ نَحْوَ عِشْرِیْنَ صَحَابِیًّا کَمَا بُسِطَ فِیْ اَوَائِلِ الضِّیَاءِ اور یہ قول صحیح ہے کہ ابوحنیفہ رح نے سات صحابیوںؓ سے حدیث سنی چنانچہ اواخر منیۃ المفتی میں مشرح ہے اور بیس صحابیوں کا زمانہ پایا عمر کے حساب سے چنانچہ ضیاء معنوی کے اوائل میں مذکور ہے ہم سیوطی نے تبییض الصحیفہ میں کہا امام ابومعشر عبدالکریم بن عبدالصمد طبری مقری شافعیؒ نے ایک جزء تالیف کیا امام ابوحنیفہ رح کی روایت میں چار صحابیوں سے انتہی ابن حجر نے کہا اس واسطے کہ ابوحنیفہ رح پیدا ہوئے کوفہ میں ۸۰ھ ہجری میں اور وہاں اس وقت عبداللہؓ بن ابی اوفی صحابی موجود تھے بالاتفاق اور بصرہ میں انسؓ صحابی تھے اس واسطے کہ وہ ۹۰ھ ہجری میں یا بعد اس کے مرے اور ابن سعد رح نے بسند قابل اعتبار روایت کی کہ ابوحنیفہ نے انسؓ کو دیکھا اور ان دونوں صحابیوں کے سوا اور اصحاب شہروں میں زندہ تھے تو ابوحنیفہ اس اعتبار سے طبقہ تابعین میں داخل ہیں اور ائمہ امصار معاصرین ابوحنیفہ رح کو یہ امر ثابت نہیں چنانچہ اوزاعی کو شام میں اور حمادی کو بصرہ میں اور ثوری کو کوفہ میں اور مالک کو مدینہ میں اور مسلم بن خالد زنگی کو مکہ میں اور لیث بن سعد کو مصر میں انتہی ما قال السیوطی الشافعی اور خوارزمی حنفی نے مسند امام میں کہا کہ علماء متفق ہیں کہ امام نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی لیکن ان کے عدد میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا چھ مرد اور ایک عورت سے روایت کی اور بعضوں

؎ یعنی اس پر جو قدر امام اعظم کی ناقص کرے ۱۲ ۞

Marfat.com

نے کہا پانچ مرد اور ایک عورت سے اور بعضوں نے کہا سات مرد اور ایک عورت سے سو پہلے قول پر انس بن مالک اور عبداللہ بن انیس اور عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی اور جابر بن عبداللہ اور عبداللہ بن ابی اوفی اور واثلہ بن سقیع اور عائشہ بنت عجرد رضوان اللہ علیہم ہیں اور قول ثالث پر معقل بن یسار زاہد ہیں اور ثانی قول پر جابر اور معقل داخل نہیں اور ہر قول میں ابوالطفیل مذکور نہیں کذا فی الطحطاوی شیخ عبدالحق دہلوی نے شرح سفرالسعادت اور اس کے حاشیہ منیہ میں کہا کہ عبداللہ بن ابی اوفی نے کوفہ میں ۸۶ھ یا ۸۷ھ ہجری میں انتقال کیا اور انس بن مالک نے بصرہ میں ۹۱ھ یا ۹۲ھ یا ۹۳ھ ہجری میں وفات پائی اور سہل بن ساعدی نے مدینہ میں ۹۱ھ یا ۹۸ھ میں انتقال کیا اور ابوالطفیل نے ۱۰۲ھ ہجری میں وفات پائی چنانچہ جامع الاصول میں ہے صاحب جامع الاصول نے کہا کہ ابوحنیفہ رح کی ملاقات اصحاب سے اور حدیث کی روایت ان سے ارباب نقل کے نزدیک ثابت نہیں اور ابوحنیفہ کے اصحاب کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ نے چند اصحاب کو پایا اور ان سے روایت کی انتہی میں کہتا ہوں واقع میں عقل کے حساب سے یہ بات بہت دور ہے کہ رسول کریم کے اصحاب امام کے زمانہ میں موجود ہوں اور ان کی ملاقات کا قصد نہ کریں باوجودیکہ ہونا امام کا اور جانا امام کا ان شہروں میں جہاں اصحاب تھے ثابت ہے اور بیس برس کی مدت امام کی زندگی سے زمانہ اصحاب میں گذری اس واسطے کہ سو برس کے آخر تک وجود صحابہؓ کا ثابت ہے تو اصحاب ابوحنیفہ کا قول حق ہے جو کہتے ہیں کہ امام نے جماعہ صحابہ کو پایا انتہی ما قال الدہلوی ہم حق بجانب حنفیہ ہے روایت اور درایت کی راہ سے اس واسطے کہ حنفیہ ملاقات اور روایت کے مثبت ہیں اور ایک جماعت نافی حالانکہ یہ قاعدہ اہل علم میں مسلم ہے کہ مثبت کا قول نافی پر مقدم ہے اور اثبات بھی فقط حنفیہ میں منحصر نہیں بلکہ طبری شافعی اور ابن حجر شافعی بشہادت جلال الدین سیوطی شافعی کے بجانب اثبات یا تجویز کے ہیں نہ بجانب انکار واللہ اعلم تو امام کا تابعی ہونا باعتبار زمانے کے بالاتفاق ثابت ہوا اور باعتبار ملاقات اور روایت کے عند

التحقیق وَقَدْ ذَكَرَ الْعَلَّامَةُ شَمْسُ الدِّيْنِ مُحَمَّدٌ اَبُوالنَّصْرِ بْنُ عَرَبْ شَاهُ الْاَنْصَارِيُّ الْحَنَفِيُّ فِيْ مَنْظُوْمَتِهِ الْاَلْفِيَّةِ الْمُسَمَّاةِ بِجَوَاهِرِ الْعَقَائِدِ وَدُرَرِ الْقَلَائِدِ ثَمَانِيَةً مِنَ الصَّحَابَةِ مِمَّنْ يُرْوٰى عَنْهُمُ الْاِمَامُ الْاَعْظَمُ اَبُوْحَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ اور تحقیق ذکر کیا علامہ شمس الدین محمد ابوالنصر بن عرب شاہ انصاری حنفی نے اپنے منظومہ الفیہ میں جس کا نام جواہر عقائد اور درر قلائد ہے آٹھ صحابیوں کو جن سے روایت کی امام اعظم ابوحنیفہ نے خدا کی رحمت اس پر اور ان سب پر حیث قال ؎ مُعْتَقِدًا مُذْهَبَ عَظِيْمِ الشَّانِ ۞ اَبِيْ حَنِيْفَةَ الْفَتٰى النُّعْمَانِ ۞ اَلتَّابِعِيْ سَابِقِ الْاَئِمَّةِ ۞ بِالْعِلْمِ وَالدِّيْنِ سِرَاجِ الْاُمَّةِ ۞ جُمْعًا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ اَدْرَكَا ۞ اِثْرَهُمْ قَدِ اقْتَفٰى وَسَلَكَا ۞ طَرِيْقَةً وَاضِحَةَ الْمَنْهَاجِ سَالِمَةً مِنَ الضَّلَالِ الدَّجِيْ ۞ علامہ مذکور نے جس مقام میں یہ کہا ہے کہ میں کہتا ہوں معتقد ہو کر عظیم الشان کے مذہب کا یعنی ابوحنیفہ رح جوان مرد نعمان کا جو تابعی ہے مقدم سب اماموں سے علم اور دین میں امت محمدی کا چراغ ایک جماعت کو نبی کے اصحاب سے اس نے پایا بے شک ان کا پیرو ہو گیا اور چلا وہ طریقہ جس کی راہ کھلی ہے سالم ہے تاریک گمراہی سے ؎ رَوٰى عَنْ اَنَسٍ وَجَابِرٍ ۞ وَابْنِ اَبِيْ اَوْفٰى كَذَا عَنْ عَامِرٍ ۞ اور تحقیق روایت کی امام نے انس اور جابر اور عبداللہ بن ابی اوفی سے اور اسی طرح عامر سے ہم تبییض الصحیفہ میں عامر کے بدلے معقل بن یسار مذکور ہے خوارزمی نے کہا کہ عامر سے روایت کرنے میں کلام ہے اس واسطے کہ عامر کا انتقال ہوا معاویہ کی ریاست میں اور معاویہ کا انتقال ہوا ۶۰ھ ہجری میں پھر کیونکر ان کی روایت متصور ہو کذا فی الطحطاوی ؎ اَعْنِيْ بِالطُّفَيْلِ ذَا ابْنِ وَاثِلَةَ ۞ وَابْنِ اُنَيْسٍ الْفَتٰى وَاثِلَةَ ۞ مراد عامر سے وہ ابوالطفیل ہے جو واثلہ کا بیٹا ہے اور روایت کی عبداللہ بن انیس جوان مرد سے اور واثلہ بن اسقع سے ؎ عَنِ ابْنِ جُزْءٍ قَدْ رَوٰى الْاِمَامُ ۞ وَبِنْتِ عَجْرَدٍ وَهِيَ التَّمَامُ ۞ روایت کی امام نے عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی سے اور عائشہ بنت عجرد سے اسی پر آٹھ کا شمار تمام ہوا ہم ابن جزء بفتح جیم وسکون زا معجمہ اور ہمزہ وہ عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی ہے امام اعظمؒ سے

لہ ایک نسخہ میں اور نسخہ شامی میں ان اشعار کے بعد یہ شعر مذکور ہے شعر رضی اللہ الکریم دائما ۞ عنہم وکل اصحاب النظام ۞ یعنی اللہ تعالیٰ راضی ہوا ن سے ہمیشہ اور سب اصحاب کبار سے ۱۲ منہ

Marfat.com

مروی ہے کہ میں نے اپنے والد کے ساتھ ۹۶ھ ہجری میں حج کیا تو میں نے قریب کعبہ حلقہ دیکھا میں نے والد سے کہا کہ یہ کیا ہے جواب دیا کہ اس میں ایک صحابی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ حدیث بیان کرتا ہے تو میں نے جا کر سنا کہتا تھا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِعَانَۃُ الْمُسْلِمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ یعنی وہ صحابی ابن جزء زبیدی تھے اور امام کے مسند میں خوارزمی نے ابن جزء سے اس حدیث کی روایت کی ہے مَنْ تَفَقَّہَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ کَفَاہُ اللّٰہُ ہَمَّہٗ وَرَزَقَہٗ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ابن شاہین نے کہا سماعت امام کی جابر بن عبداللہ سے صریح وہم ہے کیوں کہ جابر باتفاق روایات ستر اور چند سال میں مر گئے اور اسی تک زندہ نہیں رہے جس میں امام پیدا ہوئے انتہی اس کا جواب یوں ممکن ہے کہ بعضے اہل تاریخ کے نزدیک امام کی ولادت ۶۰ھ ہجری میں ہے تو بموجب اس قول کے سات یا نو برس کی عمر میں سماع حدیث ممکن ہے کذا فی الطحطاوی ملخصاً وتوفی ببغداد وَقِیْلَ فِی السِّجْنِ لَیْلَۃَ الْفَقْدَا وَلَہٗ سَبْعُوْنَ سَنَۃً بِتَارِیْخِ خَمْسِیْنَ وَمِائَۃٍ اور امام نے وفات پائی بغداد میں ایک سو پچاسویں سال ہجری میں اور ان کی عمر ستر برس کی تھی بعضوں نے کہا بندی خانہ میں انتقال کیا اس واسطے محبوس ہوئے تھے کہ عہدہ قضا کو قبول کریں ہم ابن خلکان وغیرہ مورخین نے کہا کہ ابوحنیفہؒ ۸۰ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور ستر برس زندہ رہے اور ۱۵۰ھ ہجری میں وفات پائی اور بعضوں نے ستر میں اور بعضوں نے کہا اکہتر میں پیدائش ہے لیکن پہلا قول صحیح تر ہے پیدا ہوئے صحابہ کرام کے زمانہ میں اور فقیہ ہوئے تابعین کے زمانہ میں رجب یا شعبان میں انتقال ہوا قید خانہ میں اور قضاء کا منصب قبول نہ کیا اور مقبرہ خیزران میں دفن ہوئے کذا فی الیواقیت شہرستانی کے ملل اور نحل میں مذکور ہے کہ منصور دوانقی نے امام کو اس واسطے قید کیا تھا کہ انھوں نے محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالبؓ کے پوتے سے بیعت کی تھی یعنی حسن بن علی بن ابی طالبؓ کے پوتے سے بیعت کی تھی طحطاوی نے کہا ممکن ہے کہ عدم قبول قضا اور بیعت اہل بیت دونوں سبب ہوئے ہوں محبوس کرنے کے قِیْلَ وَیَوْمَ تُوُفِّیَ وَلَدَ الْاِمَامُ الشَّافِعِیُّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَدَّ مِنْ مَنَاقِبِہٖ بعضوں نے کہا کہ جس دن امام ابوحنیفہ رح نے وفات پائی اسی دن امام شافعیؒ پیدا ہوئے تو یہ ابوحنیفہؒ یا شافعیؒ کے مناقب میں شمار کیا گیا ہم امام اعظمؒ کی منقبت اس واسطے ہوئی کہ حق تعالیٰ نے اس جہان کو ایسے امام کے مانند سے خالی نہ رکھا کذا فی الطحطاوی اور شافعی کی منقبت یہ ہوئی کہ ایسے کامل کے خلیفہ ٹھہرے وَقَدْ قِیْلَ الْحِکْمَۃُ فِیْ مُخَالَفَتِہٖ تَلَامِیْذَہٗ اَنَّہٗ رَاٰی صَبِیًّا یَلْعَبُ فِی الطِّیْنِ فَحَذَّرَہٗ عَنِ السُّقُوْطِ فَاَجَابَہٗ بِاَنْ اَحْذَرَ اَنْتَ مِنَ السُّقُوْطِ فَاِنِّیْ فِیْ سُقُوْطِ الْعَالِمِ فَحِیْنَئِذٍ قَالَ لِاَصْحَابِہٖ اِنْ تُوَجِّہْ لَکُمْ دَلِیْلٌ فَقُوْلُوْا بِہٖ فَکَانَ کُلٌّ یَاْخُذُ بِرِوَایَۃٍ عَنْہُ وَیُرَجِّحُہَا وَہٰذَا مِنْ اِحْتِیَاطِہٖ وَوَرَعِہٖ عَلِمَ بِاَنَّ الْاِخْتِلَافَ مِنْ آثَارِ الرَّحْمَۃِ فَہٰذَا کَانَ اَکْثَرُ کَانَتِ الرَّحْمَۃُ اَوْ فَرْ کَمَا قَالُوْا اور البتہ کہا گیا ہے کہ شاگردان امام کے مخالفت میں حکمت یہ ہے کہ امام اعظمؒ نے ایک لڑکا کھیلتے دیکھا کیچڑ میں سو اس کو ڈرایا رپٹ پڑنے سے سو لڑکے امام کو جواب دیا کہ تم رپٹ پڑنے سے بچو اس واسطے کہ عالم کے رپٹنے سے تمام جہان کا رپٹنا ہے تو اس وقت سے امام نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ اگر تمہارے سامنے دلیل آوے یعنی اگر دلیل شرعی کتاب اور سنت سے تم پر ظاہر ہو تو اس پر عمل کرو تو ہر شاگرد امام کی ایک روایت کو لیتا تھا اور اس کو ترجیح دیتا تھا یعنی اس کو قوی کرتا تھا اور دلیل سے اور یہ اجازت خلاف کرنے کی امام کی نہایت احتیاط اور تقویٰ سے ہے اور اس اجازت سے معلوم ہوا کہ اختلاف یعنی مجتہدین کا اختلاف من جہۃ الدلیل رحمت الٰہی کی نشانیوں سے ہے تو جس قدر اختلاف بڑھتا ہوگا زیادہ تر ہوگی رحمت ربانی وافر تر بدلیل قول علماء رح امام نے لڑکے کے کلام سے پند لی یہی شان ہے عارفوں کی کہ اشارات لطیفہ عبارات بعیدہ سے سمجھ لیتے ہیں مسند خوارزمی میں سبقت الائمہ سابل سے منقول ہے کہ یہ بات مشہور ہے کہ امام نے چار ہزار استادوں کی علما تابعین کی شاگردی کی اور علم فقہ کا حاصل کیا لیکن اپنے علم پر اپنی زبان سے فتوی نہ دیا یہاں تک کہ انھوں نے اجازت نہ دی تو کوفہ کی جامع مسجد

---

۵۱ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے مدد کرنا مسلمانوں کا فرض ہے ہر مسلمان پر ۱۲ ۔ ۵۲ جو شخص سمجھ پیدا کرتا ہے اللہ کے دین میں تو اللہ تعالیٰ اس کو تردد سے چھڑاتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے کہ اس کو معلوم نہ ہو ۱۲ ۔

Marfat.com

میں مجلس کے اندر بیٹھے اور ہزار شاگرد امام کے جمع ہوئے ان میں سے بزرگ تر اور فاضل تر چالیس شاگرد تھے جو رتبہ اجتہاد کو پہنچے تھے سو ان کو اپنا مقرب کیا اور کہا کہ تم میرے رازدان اور غم گسار ہو میں نے اس فقہ کے گھوڑے کو تمہارے واسطے تیار کر دیا ہے لگام دے کر اور زین کس کر سو تم میری مدد کرو اس واسطے کہ لوگوں نے مجھ کو جہنم کا پل بنایا ہے غیر لوگ پار ہوتے ہیں اور بوجھ میری پیٹھ پر ہے یعنی لوگ تقلید سے نجات پاویں گے مواخذہ مجھ سے ہوگا اگر عرق ریزی اجتہاد میں کچھ تساہل ہوگا ۔

فقہ حنفی کا طریقہ تدوین

امام رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ جب کوئی واقعہ پیش آتا تو مجتہد شاگردوں سے مشورہ اور مناظرہ اور گفتگو کرتے اور ان سے پوچھتے اور جو احادیث اور آثار شاگردوں کے پاس تھے ان کو سنتے اور جو آپ کو معلوم تھے اس کو فرماتے اور مجتہد شاگرد امام کے ساتھ مہینہ مہینہ بھر بلکہ زیادہ رد و بدل اور مناظرہ کرتے یہاں تک کہ آخر کو ایک بات ٹھہر جاتی تو اس قول محقق کو ابو یوسف رح ثابت کرتے یعنی لکھتے یہاں تک کہ تمام اصول فقہ کو اسی طرح شوریٰ کر کے ثابت کیا امام اعظم اور اماموں کی طرح بذات خود متفرد نہیں ہوئے انتہی روایۃ الخوارزمی اختلاف کو آثار رحمت کہنا ثابت ہے اس حدیث سے کہ اختلاف امتی رحمۃ[۵۱] اور بحر الرائق میں تتارخانیہ سے یوں منقول ہے کہ اختلاف ائمۃ الھدی توسعۃ للناس کذا فی الطحطاوی رسم المفتی یہ نشانی ہے مفتی کے واسطے یعنی اب وہ علامات مذکور ہوتے ہیں جو مفتی کو فتوی دینے پر دلالت کریں اصولیوں کے نزدیک مفتی مجتہد ہے بحر الرائق میں تتارخانیہ سے منقول ہے کہ ابو یوسف رح نے کہا کہ فتوی دینا حلال نہیں مگر مجتہد کو اور محمد رح نے فتوی دینا جائز رکھا ہے اگر مرد کا صواب اس کی خطا سے زیادہ ہو اور اسبیجابی سے منقول ہے کہ شہر کے بڑے عالم کو ترک فتوی جائز نہیں فتح القدیر میں کہا کہ اہل اصول کی رائے اس پر مستقر ہو گئی ہے کہ مفتی وہی مجتہد ہے اور غیر مجتہد جو مجتہد کے اقوال یاد رکھتا ہو وہ مفتی نہیں ہے تو غیر مجتہد پر واجب ہے کہ جب اس سے کوئی مسئلہ پوچھے تو وہ مجتہد کے قول کو بطریق حکایت نقل کرے تو معلوم ہوا کہ جو ہمارے زمانہ میں فتوی دیتے ہیں وہ درحقیقت فتوی نہیں ہے بلکہ وہ نقل ہے مفتی کے کلام کی تاکہ مستفتی اس پر عمل کرے اور نقل فتوی کی دو صورتیں ہیں یا ناقل کے پاس سند ہو اس امر میں یا ناقل نے وہ مسئلہ لیا ہو اس کتاب معروف سے جو متداول ہے محمد بن حسن کی کتابوں سے اور مانند ان کے اور تصنیفات مشہورہ سے اس واسطے کہ کتاب معروف بمنزلہ خبر متواتر یا مشہور کے ہے انتہی کذا فی الطحطاوی اعلم ان ما اتفق علیہ اصحابنا فی الروایۃ الظاہرۃ عنہم یفتی بہ قطعا یہ معلوم کر کہ جس پر ہمارے اصحاب یعنی امام اعظم اور ان کے اصحاب متفق ہو گئے اس روایت میں جو ظاہر ہے ان سے تو مفتی اس کا فتوی دے یقینا ھم ظاہر الروایۃ کی قید لگائی اس واسطے کہ ظاہر الروایۃ سوائے اور روایات مرجوع عنہا ہیں یعنی مطروح ہیں یا غیر مشہور نامعتبر ہیں اور ظاہر الروایۃ کی کتابیں زیادات اور سیر اور مبسوط اور جامع صغیر اور جامع کبیر ہیں محمد بن حسن کی تصنیفات سے اور ظاہر الروایۃ کے معنی یہ کہ اس کی روایت امام اعظم اور ان کے اصحاب سے ظاہر ہے ثقات اور معتمدین کے نقل کرنے سے نقل خواہ متواتر ہو یا بشہرت کذا فی الطحطاوی متون فقہ یعنی وقایہ اور قدوری وغیرہما بھی ظاہر الروایۃ ہیں اس واسطے کہ امام محمد کی کتب مذکورہ سے مستخرج ہیں واختلف فیما اختلفوا فیہ والاصح کما فی السراجیۃ وغیرہا انہ یفتی بقول الامام علی الاطلاق[۵۲] اور اس میں اختلاف کیا گیا ہے جس میں ہمارے اصحاب مختلف ہیں اور صحیح تر قول چنانچہ سراجیہ وغیرہا میں ہے یہ ہے کہ فتوی دیا جائے امام اعظم کے قول پر یعنی ہر طرح اگرچہ دوسرے کی دلیل قوی ہے ثم بقول الثانی ثم بقول الثالث ثم بقول زفر والحسن بن زیاد پھر اگر امام اعظم کا قول نہ ہو تو ابو یوسف رح کے قول پر فتوی دیا جائے پھر محمد کے قول پر فتوی دیا جائے پھر زفر اور حسن بن زیاد

[۵۱] میری امت کا اختلاف باعث رحمت الہی ہے ۱۲ [۵۲] ائمہ راہ نما کا اختلاف لوگوں کے حق میں گنجائش کا باعث ہے ۱۲ [۵۳] شامی میں ہے کہ عبادات میں مطلق فتوی امام کے قول پر ہے اور مذہبی الارحام کے باب میں فتوی امام محمد کے قول پر ہے اور قضا اور شہادات میں ابو یوسف کے قول پر ہے ۱۲

Marfat.com

کے قول پر فتوی دیا جائے طحطاوی نے کہا یہ صورت باقی رہی کہ اگر صاحبین متفق ہوں اور امام اعظم منفرد ہوں سو بعضوں نے کہا ہے کہ مفتی مختار ہے چاہے صاحبین کے قول پر فتوی دے چاہے امام کے قول پر انتہی قاضی خان کے فتاوی میں ہے کہ درصورت اختلاف اگر امام کے ساتھ ابو یوسفؒ اور محمدؒ ہیں تو دونوں کے متفق قول پر فتوی دیا جائے کیونکہ دونوں میں وفور شرائط اور ادلی ثواب کا استجماع ہے اور اگر صاحبین کا قول امام کے مخالف ہو تو اگر ان کا اختلاف بوجہ اختلاف عصر اور زمان کے ہو چنانچہ قضا بظاہر عدالت تو صاحبین کا قول مفتی لے اور مزارعت اور معاملت میں اور ان کے مانند میں بھی صاحبین کے قول کو اختیار کرے کیونکہ متاخرین کا اس پر اجماع ہے اور اس کے سوائے میں بعضوں نے کہا کہ مفتی مجتہد مختار ہے اور عبداللہ بن مبارک نے کہا کہ فقط امام کا قول لے اور مجتہد یعنی مجتہد مقید کی تعریف میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ جو دس سوالات کے جواب میں آٹھ سوال کا جواب ٹھیک دے اور دو جوابوں میں چوک جائے وہ مجتہد ہے اور بعضوں نے کہا کہ اجتہاد کے واسطے حفظ مبسوط اور معرفت ناسخ اور منسوخ اور محکم اور مأوّل کی اور لوگوں کے عادات اور عرف کا علم ضرور ہے انتہی مافی الخانیہ وصحح فی الہادی القدسی قوۃ المدرک اور ہادی قدسی میں قوت دلیل کی تصحیح کی ہے ھم مدرک بصیغہ اسم مفعول بمعنی دلیل ہے اور یہ قول ترتیب سراجیہ کے مخالف ہے طحطاوی نے کہا یعنی جس قول کی دلیل قوی تر ہو یعنی امام کا قول ہو یا ابو یوسفؒ یا محمدؒ کا وہی قول مقدم ہے اور وجہ توفیق ان دونوں مختلف قولوں میں یہ ہے کہ جس شخص کو قوت دلیل کی ادراک کی طاقت ہو وہ قول قوی المدرک پر فتوی دے اور نہیں تو سراجیہ کی ترتیب مقدم پر فتوی دے وفی وقف البحر وغیرہ متی کان فی المسئلۃ قولان مصححان جاز القضاء والافتاء باحدہما اور کتاب الوقف بحر الرائق وغیرہ میں ہے کہ جب ایک مسئلہ میں دو قولوں کی تصحیح واقع ہوئی تو ان دونوں قولوں میں سے ایک قول پر قاضی کو حکم دینا اور مفتی کو فتوی دینا جائز ہے ھم طحطاوی نے کہا ظاہر عبارت اس پر دلالت کرتا ہے کہ جب دو قول کی تصحیح ہوئی خواہ تصحیح بلفظ اصح کی ہو دونوں میں یا بلفظ صحیح کی یا ایک میں اصح کا لفظ ہو اور دوسری میں صحیح کا بہر صورت ایک قول پر قضا اور افتاء جائز ہے وَفِی اَوَّلِ الْمُضْمَرَاتِ اَمَّا الْعَلَامَاتُ لِلْاِفْتَاءِ فَقَوْلُہٗ وَعَلَیْہِ الْفَتْوٰی وَبِہٖ یُفْتٰی اَوْ بِہٖ نَاْخُذُ وَعَلَیْہِ الْاِعْتِمَادُ وَعَلَیْہِ عَمَلُ الْاُمَّۃِ وَہُوَ الصَّحِیْحُ اَوِ الْاَصَحُّ اَوِ الْاَظْہَرُ اَوِ الْاَشْبَہُ اَوِ الْاَوْجَہُ اَوِ الْمُخْتَارُ وَنَحْوُ مَا مِمَّا ذُکِرَ فِی حَاشِیَۃِ الْبِزْدَوِی انتہی اور مضمرات کے اول میں ہے کہ فتوی دینے کے علامات الفاظ بارہ ہیں علیہ الفتوی سے ممتار تک اور مانند ان الفاظ کے جو حاشیہ بزدوی میں مذکور ہیں انتہی مافی المضمرات ھم الفاظ مذکورہ کا ترجمہ یوں ہے وعلیہ الفتوی اور اسی قول پر فتوی ملی ہے وبہ یفتی اور اسی قول پر فتوی دیا گیا وبہ ناخذ اور اسی کو ہم لیتے ہیں وعلیہ الاعتماد اور اسی قول پر اعتماد ہے وعلیہ عمل الیوم اور اسی پر عمل ہے آج کے دن کا وعلیہ عمل الامۃ اور اسی پر امت کا عمل ہے وہو الصحیح اور یہی قول صحیح ہے اوالاصح یا صحیح تر ہے اوالاظہر یا ظاہر تر ہے اوالاشبہ یا بحق مشابہ تر ہے اوالاوجہ یا موجہ تر ہے اوالمختار یا پسندیدہ تر ہے اور ان الفاظ کے مانند وعلیہ العمل الیوم وبہ جری العرف وہو المتعارف وبہ اخذ علماءنا قال شیخنا الرملی فی فتاواہ وبعض الالفاظ اکد من بعض فلفظ الفتوی اکد من لفظ الصحیح والاصح والاشبہ وغیرہا ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اپنے فتاوی میں کہا اور بعضے الفاظ فتوی کے موکد تر ہیں بعض سے تو فتوی کا لفظ موکد تر ہے صحیح اور اصح اور اشبہ وغیرہا کے الفاظ سے چنانچہ احوط اور اظہر سے ھم وجہ تاکید یہ ہے کہ فتوی جاری نہیں ہوتا مگر اس امر کے سبب سے جو مقتضی ہے فتوی کا چنانچہ اسانی یا اکدیت اور لفظ فتوی سے اس کے حروف اصلیہ مراد ہیں کسی صیغہ میں پائے جائیں کذا فی الطحطاوی ولفظ بہ یفتی اکد من الفتوی علیہ اور بہ یفتی کا لفظ موکد تر ہے الفتوی علیہ کی لفظ سے اس واسطے کہ تقدیم مفعول سے حصر ثابت ہوتا ہے اور اسی طرح لفظ علیہ الفتوی کا الفتوی علیہ سے موکد تر ہے والاصح اکد من الصحیح والاحوط اکد من الاحتیاط انتہی اور اصح کا لفظ موکد تر ہے صحیح کے لفظ سے اور احوط کا لفظ موکد تر ہے احتیاط کے لفظ سے انتہی قول الرملی ظاہرا اسم تفضیل کے سبب صیغوں کا یہی حکم ہے قلت لکن فی شرح المنیۃ للحلبی عند قولہ لا یجوز من المصنف الاعتماد

---

[1] اور اس پر عمل ہے اور اسی کا فتوی ہوتا ہے اور وہی مشہور اور مروج ہے اور اسی کو ہمارے علماء نے لیا ہے ۱۲ ۔

Marfat.com

اِذَا تَعَارَضَ اَمَانَ مُعْتَبَرَانِ وَعَبَّرَ اَحَدُهُمَا بِالصَّحِیْحِ وَالْآخَرُ بِالْاَصَحِّ فَالْاَخْذُ بِالصَّحِیْحِ اَوْلٰی لِاَنَّهُمَا مَا اتَّفَقَا عَلٰی اَنَّهٗ صَحِیْحٌ وَالْاَخْذُ بِالْمُتَّفَقِ اَوْفَقُ فَلْیُحْفَظْ شارح نے کہا میں کہتا ہوں لیکن حلبی کی شرح منیہ میں ماتن کے اس قول کے پاس کہ جائز نہیں مصنف کا چھونا مگر اس کے غلاف کے ساتھ یہ قول ہے کہ جب مقابل اور مختلف ہوں ترجیح اقوال میں دو امام معتبر اس طرح کہ ایک امام کہے کہ یہ قول صحیح ہے اور دوسرا امام کہے کہ یہ قول اصح ہے تو صحیح پر عمل کرنا اولیٰ ہے اس واسطے کہ دونوں امام نے اس قول کے صحیح ہونے پر اتفاق کیا یعنی اور اصحیت میں اتفاق نہیں بلکہ ایک امام کا تفرد ہے اور حالانکہ قول متفق علیہ پر عمل کرنا موافق تر باحتیاط ہے تو اس استدراک کو یاد رکھنا ثم رایت فی رسالۃ آداب المفتی اذا ذلیت روایۃ فی کتاب معتمد بِالْاَصَحِّ اوالاولی او الاوفق ونحوہا فلہ ان یفتی بہا وتیخالفہا ایضًا اِنْ شاء پھر میں نے دیکھا رسالہ آداب المفتی میں کہ جب کسی معتمد میں روایت مذیل بالاصح ہو یعنی روایت کے بعد لکھا ہو کہ یہ اصح ہے یا اولی یا اوفق ہے اور مانند اس کے چنانچہ اوجہ اور احوط تو مفتی کو اختیار ہے کہ اس روایت کا فتوی دے اور اس کے مخالف دوسری روایت کا بھی فتوی دے جس کا چاہے دونوں میں سے ہم اس واسطے کہ اسم تفضیل اس پر دلالت کرتا ہے کہ مقابل اسم تفضیل کا بھی مرجح ہے کذا فی الطحطاوی واذا ذلیت بالصحیح اولما خوذ بہ وبہ یفتی وعلیہ الفتوی لم یفت بمخالفہ اور جب کہ روایت کے بعد صحیح یا ماخوذ بہ یا بہ یفتیٰ یا علیہ الفتوی لکھا ہو تو اس کے مخالف روایت کا فتوی نہ دے ہم اس واسطے کہ صحیح کا مقابل ضعیف اور ماخوذ بہ کا مقابل غیر ماخوذ بہ اور بہ یفتی اور علیہ الفتوی کا مقابل غیر مفتی بہ ہے اِلَّا اِذَا کَانَ فِی الْہِدَایَۃِ مَثَلًا ہُوَ الصَّحِیْحُ وَفِی الْکَافِی بِمُخَالِفِہٖ ہُوَ الصَّحِیْحُ فَیُخَیَّرُ وَیُخْتَارُ الْاَقْوٰی عِنْدَہٗ وَالْاَلْیَقُ وَالْاَصْلَحُ انتہی فلیحفظ مگر جب کہ ہدایہ میں روایت کے ذیل میں ہو الصحیح ہو اور کافی میں اس کے مخالف روایت کی ذیل میں ہو الصحیح ہو تو مفتی مخیر ہے اور وہ اس روایت کو اختیار کرے جو اس کے نزدیک قوی تر اور لائق تر اور صالح تر ہو انتہی مافی الرسالۃ تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم قوی تر کا اختیار کرنا حادی قدسی کی عبارت سابقہ پر مبنی ہے یعنی دو صورت اختلاف قوت دلیل کا اعتبار ہے کذا فی الطحطاوی حاصل ماذکرہ الشیخ قاسم فی تصحیحہ انہ لا فرق بین المفتی والقاضی الا ان المفتی مخبر عن الحکم والقاضی ملزم بہ اور جو شیخ قاسم نے اپنی تصحیح میں ذکر کیا ہے اس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ کچھ فرق نہیں درمیان مفتی اور قاضی کے یعنی بموجب تفصیل مذکور کے قاضی بھی انہی علامات افتاء پر عمل کرے مفتی کے مانند مگر اتنا فرق ہے کہ مفتی حکم شرعی کا بتا دینے والا ہے اور قاضی حکم مذکور کا لازم کرنے والا ہے بحکومت حبس اور تعزیر کے اگر کوئی عمل نہ کرے اور اس کو اختیار ہے اقامت حدود اور قصاص کا کذا فی الطحطاوی وَاَنَّ الْحُکْمَ وَالْفَتْیَا بِالْقَوْلِ الْمَرْجُوْحِ جَہْلٌ وَخَرْقٌ لِلْاِجْمَاعِ اور یہ کہ قاضی کا حکم کرنا اور مفتی کا فتوی دینا مرجوح قول پر جہالت اور اجماع کا پھاڑنا ہے یعنی حرام اور باطل ہے ہم قول مرجوح چنانچہ صاحبین رح کے قول پر عمل کرنا حالانکہ اس قول کی تصحیح نہیں ہوئی یا اس کی وجہ کی تقویت نہیں ہوئی اور اولی بالبطلان ہے ظاہر الروایۃ کے مخالف پر فتوی دینا بلا ثبوت تصحیح اور اسی طرح قول مرجوع[1] عنہ پر فتوی دینا کذا فی الحلبی وَاَنَّ الْحُکْمَ الْمُلَفَّقَ بَاطِلٌ بِالْاِجْمَاعِ اور یہ کہ حکم ملفق یعنی ملا جلا چند مذاہب سے ایک حکم مرکب کرنا بالاجماع باطل ہے چنانچہ وضو میں سر کے ایک بال کا مسح کیا بمذہب شافعی پھر مقتدی ہو کر نماز پڑھی فاتحہ چھوڑ کے بموجب مذہب امام اعظم رح کے کذا فی الطحطاوی شافعی کا مذہب پر نماز اس واسطے نہ ہوئی کہ فاتحہ پڑھنا واجب تھا سو اس نے ترک کیا اور حنفی مذہب پر اس واسطے نہ ہوئی کہ وضو کا فرض ترک ہوا یعنی چوتھائی سر کا مسح تو کسی مذہب پر نماز درست نہ ہوئی وَاَنَّ الرُّجُوْعَ عَنِ التَّقْلِیْدِ بَعْدَ الْعَمَلِ بَاطِلٌ اتفاقًا وہو المختار فی المذہب اور یہ کہ پھرنا تقلید سے عمل کر چکنے کے بعد بالاتفاق باطل ہے اور یہی قول مختار ہے مذہب میں ہم مثلاً قاضی حنفی نے ثبوت نکاح بغیر شہود میں امام مالک رح کی تقلید کی پھر اس تقلید سے رجوع کرنے کا قصد کیا یعنی چاہا کہ اپنے مذہب کے موافق زوج پر عدم لزوم مہر کا حکم کرے تو یہ اس کو جائز نہیں معلوم کرنا چاہیے کہ یہ مطلب نہیں ہے کہ یہاں جواز تقلید کی مطلقاً نفی ہے بلکہ اسی صورت مذکورہ میں اس واسطے کہ یہاں تقلید مذکور کے پھرنے سے غیر کا ضرر لازم آتا ہے اور اس کو دریافت کرنا چاہیے کہ حنفی کو مثلاً شافعی کی تقلید کرنا ایک مسئلہ میں عبارت ہے شافعی رح کے قول پر عمل کرنے سے باوجود باقی رہنے کے اپنے مذہب پر اسی مسئلہ

[1] جس سے رجوع کیا گیا ۱۲

Marfat.com

میں یہاں تک کہ اگر اسی مسئلہ خاص میں جس میں حنفی نے شافعی کی تقلید کی ہے کوئی سوال کرے بطریق استفتاء کے تو جواب نہ دے مگر اپنے امام کے مذہب کے موافق اور بقاعلی مذہبہ[۵۱] کا مطلب یہ ہے کہ اس مسئلہ میں عمل کے وقت بمذہب شافعی اپنے امام کی متابعت کے اعتقاد پر باقی ہے یعنی اگر زمان مستقبل میں ویسی ہی صورت جس پر عمل کر چکا ہے بمذہب شافعی پیش آوے گی تو اپنے امام کے مذہب پر عمل کرے گا اگر کوئی کہے کہ اپنے مذہب پر باقی رہنا اور جواب مستفتی کو نہ دینا مگر اپنے امام کے قول پر پھر جانا ہے شافعی کی تقلید سے مسئلہ[۵۲] مقلد فیہا میں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسی واقعہ مخصوصہ منقضہ سے رجوع کرنا ممنوع ہے نہ اس واقعہ سے جو بعد اس کے اسی جنس کا حادث ہو اور تقلید مذکور کے جواب میں دو قول ہیں قول مختار یہ ہے کہ تقلید جائز ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اتنا کفایت کرتا ہے کہ جس مجتہد کے قول کی تقلید کی وہ اس کے نزدیک صواب اور راجح ہے باحتمال خطا اور یہی بعینہٖ جواب ہو سکتا ہے اس سوال کا کہ حنفی کو تقلید شافعی میں عمل بالخطا لازم آتا ہے اس واسطے کہ حنفی شافعی کے مذہب کو خطاء محتمل الصواب جانتا ہے یہ خلاصہ ہے یحییٰ بن سیف الدین سیرامی حنفی کے جواب کا اور مفتیان مصر نے بھی اس پر اتفاق کیا ہے اور اس تقریر سے نکلتا ہے کہ تقلید واجب ہے ایک امام کی بلا تعیین اور دو امام کی تقلید ساتھ ہی جائز نہیں اس طرح کہ حنفی اور حنبلی ایک آن میں ہو اور اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ جب حنفی مثلاً شافعی کی تقلید کرے مسئلہ مخصوصہ میں تو اس پر واجب ہے کہ اس مسئلہ کی جمیع متعلقات میں مذہب شافعی کی رعایت کرے تاکہ تلفیق باطل لازم نہ آوے کذا فی الطحطاوی عن شیخ الاسلام ابی سعود مختصراً وَاَنَّ الْخِلَافَ خَاصٌّ بِالْقَاضِیْ الْمُجْتَهِدِ اور یہ کہ خلاف مخصوص بقاضی مجتہد ہے یعنی امام اور صاحبین کا خلاف اس میں کہ جب قاضی اپنے مذہب کے سوا اور مذہب پر حکم کرے گا تو اس کا حکم نافذ ہوگا یا نہیں تو صاحبین نے کہا کہ اس کا حکم نافذ نہ ہوگا اور امام نے کہا کہ اگر مذہب کے مخالف بھول کر حکم کرے گا تو نافذ ہوگا اور عمد میں امام سے دو روایتیں ہیں اور بزازی نے کہا کہ صاحبین نفاذ حکم میں امام کے موافق ہیں اور قاضی خان نے کہا کہ مخالف ہیں کذا فی الطحطاوی وَاَمَّا الْمُقَلَّدُ فَلَا یَنْفُذُ قَضَاءُهٗ بِخِلَافِ مَذْهَبِهٖ اَصْلًا کما فی القنیۃ اور مقلد قاضی کا حکم تو برخلاف اپنے مذہب کے اصلاً نافذ نہیں ہوتا چنانچہ قنیہ میں ہے ہم شرح طحطاوی وغیرہ کی عبارت قنیہ کے صریحاً مخالف ہیں کما فی الطحطاوی قلت ولا سیما فی زماننا فَاِنَّ السُّلْطَانَ نَصَّ فِیْ مَنْشُوْرِهٖ عَلٰی نَهْیِهٖ عَنِ الْقَضَاءِ بِالْاَقْوَالِ الضَّعِیْفَةِ فَکَیْفَ بِخِلَافِ مَذْهَبِهٖ فَیَکُوْنُ مَعْزُوْلًا بِالنِّسْبَةِ لِغَیْرِ الْمُعْتَمَدِ مِنْ مَذْهَبِهٖ فَلَا یَنْفُذُ قَضَاؤُهٗ فِیْهِ وَیُنْقَضُ کما بسط فی قضاء الفتح والبحر والنہر میں کہتا ہوں اور خصوصاً ہمارے زمانہ میں حکم مخالف مذہب نافذ نہ ہوگا اس لیے کہ بادشاہ اپنے فرمان میں تصریح کر دیتا ہے قاضی کے روک دینے پر اقوال ضعیفہ کے ساتھ حکم کرنے سے پھر خلاف مذہب پر حکم کرنا کیونکر درست ہوگا تو قاضی بہ نسبت قول غیر معتمد اپنے مذہب کے معزول ٹھہرے گا تو اس کا حکم کرنا اپنے مذہب کے غیر معتمد میں نافذ نہ ہوگا اور وہ حکم توڑا جائے گا چنانچہ فتح القدیر اور بحر الرائق اور نہر الفائق کی کتاب القضاء میں یہ قول مشروح مذکور ہے قال فی البرہان وہذا صریح الحق الذی یعض علیہ بالنواجذ علامہ طرابلسی نے برہان شرح مواہب الرحمٰن میں کہا اور یہ قول مذکور وہ حق صریح ہے جس کو دانتوں سے پکڑنا چاہیے نَعَمْ اَمْرُ الْاَمِیْرِ مَتٰی صَادَفَ فَصْلًا مُجْتَهَدًا فِیْهِ نَفَذَ اَمْرُهٗ ہاں حاکم کا حکم جب فصل مجتہد فیہ کو پا دے یعنی مختلف فیہ صورت پر جس میں اجتہاد مجتہدین کو گنجائش ہے حاکم کا حکم صادر ہو تو وہ حکم نافذ ہو جائے گا کما فی سیر التاتارخانیہ وشرح السیر الکبیر فلیحفظ اسی طرح مذکور ہے تاتارخانیہ کی کتاب السیر اور سیر کبیر کی شرح میں تو اس کو یاد رکھنا چاہیے وقد ذکروا ان المجتہد المطلق قد فقد اور البتہ علماء نے ذکر کیا ہے کہ مجتہد مطلق یعنی جو اصول اور قواعد میں دوسرے مجتہد کا پیرو نہ ہو وہ مفقود ہو گیا یعنی اب ایسا کوئی مجتہد نہیں ہے ہم طحطاوی نے کہا مجتہد مطلق جائز الوجود ہے یعنی ہو سکتا ہے اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل کسی زمانہ میں مقید اور منحصر نہیں انتہی حافظ شیراز نے فرمایا ؎

نیست روح القدس ار باز مدد فرماید ٭ دیگران ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد ٭

---

[۵۱] باقی رہنا اپنے مذہب پر ۱۲ [۵۲] اس میں تقلید کی گئی ۱۲ ٭

Marfat.com

مجتہدین کے سات طبقے

وانا المقید فعلی سبع مراتب مشہورۃ اور مجتہد مقید کے تو سات مرتبے مشہور ہیں ہم مراتب سبعہ کا یوں بیان ہے کہ پہلا طبقہ مجتہدین شرع کا ہے چنانچہ چاروں امام اور ان کے مانند جنہوں نے اصول اور قواعد کو موسس اور مقرر کیا اور احکام فروع کو دلائل اربعہ یعنی کتاب اور سنت اور اجماع اور قیاس سے مستنبط کیا اور وہ اس میں کسی کے مقلد نہیں ہیں دوسرا طبقہ مجتہدین فی المذہب کا چنانچہ ابو یوسف رح اور محمد رح وغیرہما من اصحاب ابی حنیفہ رح جنہوں نے احکام کو نکالا ادلہ اربعہ سے بموجب ان قواعد کے جو امام اعظم نے ٹھہرائے اگرچہ صاحبین وغیرہما نے بعض احکام فروع میں امام کا خلاف کیا لیکن قواعد اور اصول میں ان کے تابع ہیں اور اسی وجہ سے امام شافعی رح وغیرہ سے ممتاز ہیں تیسرا طبقہ مجتہدین فی المسائل کا چنانچہ خصاف رح اور طحطاوی اور ابو الحسن رح کرخی اور شمس الائمہ سرخسی اور شمس الائمہ حلوائی اور فخر الاسلام بزدوی اور فخر الدین قاضی خان اور مانند ان کے اور علما جو امام کی مخالفت پر قادر نہیں نہ اصول میں نہ فروع میں لیکن وہ ان احکام اور مسائل کا استنباط کرتے ہیں امام کے قواعد سے جن میں امام سے روایت نہیں چوتھا طبقہ اصحاب تخریج مقلدین سے چنانچہ رازی وغیرہ یہ لوگ اجتہاد پر اصلاً قادر نہیں لیکن احاطہ اصول اور ضبط ماخذ سے امام یا اصحاب امام کے قول پر مجمل ذی الوجہین اور حکم مبہم محتمل الامرین یعنی پہلو دار قول کی تفصیل پر قادر ہیں اس کے امثال اور نظائر پر قیاس کر کے ہدایہ میں جو بعض مواقع میں تخریج رازی کا ذکر آیا ہے سو اس کا یہی مطلب ہے پانچواں طبقہ اصحاب ترجیح کا مقلدین سے ہے چنانچہ ابو الحسن قدوری اور صاحب ہدایہ اور مانندان کے ان کا رتبہ یہ ہے کہ ایک روایت کو دوسری روایت پر تفضیل دیتے ہیں اس طرح کہ یہ قول اولیٰ ہے یا اصح ہے درایت کی راہ سے یا اوضح ہے روایت کی راہ سے وَہٰذَا اَوْفَقُ لِلْقِیَاسِ وَہٰذَا اَرْفَقُ لِلنَّاسِ چھٹا طبقہ ان مقلدوں کا ہے جو مابین اقوی اور قوی ضعیف اور ظاہر مذہب اور ظاہر الروایۃ اور روایت نادرہ کی امتیاز کرنے پر قادر ہیں چنانچہ متون اربعہ کے مصنف یعنی صاحب کنز اور صاحب مختار اور صاحب وقایہ اور صاحب مجمع ان کا رتبہ یہ ہے کہ اپنی کتابوں میں اقوال مردودہ اور روایات ضعیفہ کو نقل نہیں کرتے ساتواں طبقہ ان مقلدوں کا جو تیز روایات پر قادر نہیں لاغر اور فربہ میں فرق نہیں کرتے شمال کو یمین سے ممتاز نہیں کرتے بلکہ جمع کرتے ہیں روایات کو جو پاتے ہیں حاطب اللیل کے مانند افسوس ہے ان پر اور ان کے مقلدوں پر یہ کہا ہے شیخ الاسلام علامہ کمال پاشا نے کذا فی طبقات محمود بن سلیمان الکفوی المسماۃ بکتاب اعلام الاخیار میں فقہاء مذہب النعمان المختار اور اسی طرح مراتب سبعہ کو طحطاوی نے ابن کمال پاشا کے رسالہ وقف نبات سے مختصر نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ مجتہد مطلق بھی ان طبقات میں داخل ہے اور صریح کلام شارح اس کے مخالف ہے اور سب کو مجتہد مقید کہتے ہیں یہ خلل ہے کہ طبقہ سابعہ بلکہ سادسہ بھی مقلد محض ہیں کچھ بھی اجتہاد پر قادر نہیں وانا نحن فعلینا اتباع ما رجحوہ وما صححوہ کما لو افتوا فی حیوتہم اور ہم لوگوں پر تو پیروی اس قول کی لازم ہے جس کو علماء مرجحین اور مصححین نے ترجیح دی ہے اور تصحیح کی ہے جیسے اس صورت میں ہم پر پیروی ان کی لازم تھی کہ اگر وہ ہمارے زمانہ میں زندہ ہوتے اور فتوی دیتے ہم ترجیح اور تصحیح سے افتاء کی تمام علامات مذکورہ مراد ہیں نہ فقط لفظ ترجیح یا تصحیح کا فَاِنْ قُلْتَ قَدْ یَکُوْنُ اَقْوَالًا بِلَا تَرْجِیْحٍ وَقَدْ یَخْتَلِفُوْنَ فِی التَّصْحِیْحِ پھر اگر تو اے سائل یوں کہے کہ گاہے اقوال کو بدون ترجیح کے نقل کرتے ہیں اور کبھی تصحیح میں اختلاف کرتے ہیں ہم حاصل سوال کا یہ ہے کہ اتباع مرجح کا نہیں ہو سکتا جب تک کہ ایک قول کی ترجیح نہ ہو اور جب کہ اصلاً ترجیح نہ ہوئی یا ترجیح میں اختلاف ہوا تو اب اتباع کیونکر ہوگا قُلْتُ یُعْمَلُ بِمِثْلِ مَا عَمِلُوْا کَمَا مَرَّ مِنْ اِعْتِبَارِ تَغَیُّرِ الْعُرْفِ وَاَحْوَالِ النَّاسِ وَمَا ہُوَ الْاَرْفَقُ وَمَا ظَہَرَ عَلَیْہِ التَّعَامُلُ وَمَا قَوِیَ وَجْہُہٗ وَلَا یَخْفٰی اَنَّ الْوُجُوْدَ مِمَّنْ یُمَیِّزُ بَیْنَ الْحَقِیْقَۃِ وَالظَّنِّ وَعَلٰی مَنْ لَمْ یُمَیِّزْ اَنْ یَّرْجِعَ لِمَنْ یُمَیِّزُ لِبَرَاءَۃِ ذِمَّتِہٖ میں سوال مذکور کا جواب دیتا ہوں کہ صورت مذکورہ میں عمل کیا جائے جس طرح علماء سابقین نے عمل کیا یعنی اعتبار کرنا عرف کے بدل جانے کا اور لوگوں کے احوال کا اور اعتبار کرنا اس قول کا جو لوگوں پر آسان تر ہو اور جس پر لوگوں کا عمل جاری

لہ اور یہ موافق ہے قیاس سے اور یہ سہل زیادہ ہے عوام کے لیے سہ یعنی رات کی لکڑیاں جمع کر بیڑے کی طرح کہ وہ بھی تمیز نہیں کرتا کہ کون سی لکڑی کس طرح کی ہے ۱۲

Marfat.com

ہوگیا ہو اور جس قول کی دلیل مضبوط ہو اور وجود خالی نہ ہو گا حقیقت میں نہ فقط گمان میں ایسے شخص سے جو تمیز کرے اس کو یعنی تغیر عرف اور ارفق اور تعامل کو جس کو اس کی تمیز نہ ہو اس پر لازم ہے کہ اہل تمیز کی طرف رجوع کرے اپنے بری الذمہ ہونے کے واسطے ھم تعامل یعنی رواج کا مرجع عرف کی طرف ہے تو یہ تکرار ہے اور قوت دلیل کا اعتبار کرنا حاوی قدسی کے قول پر مبنی ہے اور مشہور ترتیب سابق ہے اور شخص ممیز کی طرف رجوع کرنا گاہے دشوار تر ہوتا ہے کیوں کہ وہ شہر بعید میں ہے تو اضبط اور محکم تر وہی ترتیب ہے جو سراجیہ سے منقول ہو چکی یعنے امام کے قول پر فتوے علے الاطلاق پھر ابو یوسف رح کے الخ کذا فی الطحطاوی فنسال اللہ تعالےٰ التوفیق والقبول بجاہ الرسول سو اب ہم سوال کرتے ہیں اللہ تعالےٰ سے امر خیر کی مدد گاری اور مقبولیت اس کتاب کی بوسیلہ مرتبہ رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کیف لا وقد یسر اللہ تعالےٰ ابتداء تبییضہ فی الروضۃ المحروسۃ والبقعۃ المانوسۃ بجاہ وجہ صاحب الرسالۃ وحائز الکمال والبسالۃ وضجیعیہ الجلیلین الضرغامین الکاملین رضی اللہ عنہما وعن سائر الصحابۃ اجمعین ووالدینا ومقلدیہم باحسان الیٰ یوم الدین اور کیوں کر یہ کتاب مقبول نہ ہو حال آنکہ حق تعالےٰ نے ابتدا صاف کرنے اس کتاب کے مسودہ سے تبییضہ کی طرف میسر کر دی روضۂ محفوظ اور مکان مانوس میں سامنے چہرہ مبارک صاحب رسالت اور جامع کمال اور شجاعت کے اور سامنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور ہم خوابوں کے جو جلیل القدر اور دو وزیر کامل الوجود ہیں یعنے ابو بکر صدیق رض اور عمر فاروق راضی ہو اللہ تعالےٰ ان دونوں سے اور باقی تمام اصحاب رض سے اور ہمارے باپ دادوں سے اور اصحاب کے نیک پیروؤں سے قیامت کے دن تک تم تجاہ الکعبۃ الشریفۃ تحت المیزاب وفی الحطیم والمقام واللہ تعالےٰ المیسر للتمام پھر ابتدا صاف کرنے کی ہوئی کعبہ شریفہ کے سامنے میزاب رحمت کے نیچے اور حطیم اور مقام ابراہیم میں اور اللہ تعالےٰ تمامی کتاب کا آسان کرنے والا ہے ھم تو ابتدا حقیقی تبییض اس کتاب متبرک کی مدینہ منورہ میں روضۂ مقدسہ کے اندر مواجہہ شریف نبوی میں ہوئی اور ابتدا اضافی بیت اللہ میں ہوئی وہذا[۵۱] من اول علامات القبول اگر کریم علی الاطلاق مترجم دور افتادہ ہند کے ترجمہ کو بجاہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم مقبول کر لے تو اس کی رحمت بے علت سے کچھ دور نہیں[۵۲] ع بدان را بہ نیکان بہ بخشند ۔ (بعد فراغ خطبہ ومقدمہ اب شارح رحمۃ اللہ علیہ متن کی شرح میں شروع کرتا ہے اور مترجم اس کے ترجمہ کرنے میں) ۔

---

[۵۱] یعنے یہ امر قبول کی علامتوں میں سے زیادہ تر دلیل قبول معلوم ہوتا ہے ۱۲ ۔

[۵۲] مترجم ثانی کہتا ہے کہ طبع ہوا اس کتاب کا اور منتشر ہونا علامت قبول ہونے دعا مترجم اول کی ہے اس جا میں بھی بالتجا جناب الٰہی میں دعا کرتا ہوں کہ اس کو قبول فرما کر میرے باقیات الصالحات میں سے کر دے بمنہ وکمال کرمہ آمین ۱۲ ۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الطہارۃ

یہ کتاب ہے طہارت کی یعنی پاک صاف ہونے کے مسائل قُدِّمَتِ العباداتُ علی غیرہا اہتماماً بشانہا عبادات مقدم کی گئی غیر عبادات پر شان عبادات کی رعایت کرنے سے ہم دین کا مدار اعتقادات اور عبادات اور معاملات اور مزاجر اور آداب پر ہے لیکن اعتقادات اور آداب کی بحث فقہ میں داخل نہیں اور عبادات پانچ قسم ہیں نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، جہاد اور معاملات بھی پانچ قسم ہیں معاوضات مالیہ مناکحات مخاصمات امانات شرکات اور مزاجر[1] بھی۔ پانچ قسم ہیں قتل نفس کا مزجرہ اور اخذ مال کا اور ہتک ستر کا اور ہتک عزت کا اور قطع طریق وغیرہ کا سو اہل تصانیف نے فقہ کی کتابوں میں اکثر عبادات کو معاملات وغیرہا پر مقدم ذکر کیا ہے اس واسطے کہ اُن کو شان عبادات کا اہتمام منظور ہوا نہر الفائق میں ہے کہ کثرت احتیاج باعث ہے اس اہتمام کی یعنی مکلف کو عبادات کی بہت حاجت ہے نسبت بمعاملات وغیرہا اب آگے شارح اور عبادات پر تقدیم نماز کی وجہ بیان کرتا ہے والصلوٰۃ تالیۃ للایمان اور نماز ایمان کے پیچھے لگی ہوئی ہے یعنی قرآن اور حدیث میں ایمان کے بعد نماز کا ذکر ہے قال اللہ تعالیٰ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ متقی وہ ہیں کہ ایمان بالغیب لاتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اب آگے شارح نماز پر تقدیم طہارت کی وجہ بیان کرتا ہے والطہارۃ مفتاحہا بالنص اور طہارت نماز کی مفتاح یعنی کنجی ہے کہ افتتاح نماز کا بدون طہارت کے نہیں ہوتا حدیث شریف کی دلیل سے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مفتاح الصلوٰۃ الطہور وتحریمہا التکبیر وتحلیلہا التسلیم کذا فی الطحطاوی عن القرمانی وشرط بہا مختص لازم لہا فی کل الارکان اور طہارت شرط ہے مخصوص نماز لازم ہے نماز کو اس کے تمام ارکان میں یعنی طہارت کا بیان جو نماز پر مقدم کیا تو دو وجہ سے ایک یہ کہ طہارت نماز کی مفتاح ہے دوسرے یہ کہ طہارت ایسی شرط ہے نماز کی کہ نماز ہی کو خاص ہے اور اس کے تمام ارکان کو لازم ہے اور شرط ہر شے کی مقدم ہوتی ہے اس کے مشروط پر بالطبع تو اُس کو بالوضع مقدم کیا برخلاف باقی شروط صلوٰۃ کے اس واسطے وقت اور نیت کا لازم ہونا اوّل نماز سے آخر تک ضرور نہیں ہے۔ اور طہارت کا ہونا ضرور ہے الا لعذر وقت کا ہونا تحریم کے وقت کا فی ہے اور اسی طرح نیت کا مدار اس پر ہے کہ نیت مخصوص بنماز نہیں بلکہ جمیع عبادات کے خصائص سے ہے اور استقبال قبلہ جانور پر نماز پڑھنے سے ساقط ہو جاتا ہے تو ہر نماز کو لازم نہ ٹھہرا اگر کوئی کہے کہ طہارت مخصوص بنماز نہیں ہے اس واسطے کہ مس مصحف اور طواف میں بھی طہارت شرط ہے طحطاوی نے کہا کہ اُس کا جواب یوں ہو سکتا ہے کہ طہارت نماز کے واسطے فرض ہے اور مس مصحف اور طواف کے واسطے واجب ہے تو اختصاص افتراض کی جہت سے ہے وما قیل قُدِّمَتْ لکونہا شرطا لایسقط اصلا ولذا فاقد الطہورین یؤخر الصلوٰۃ وما ورد مَنْ اَنَ

---

[1] یعنی عقوبتیں پانچ طور پر ہیں قتل نفس کی عقوبت قصاص اور چوری کی ہاتھ کاٹنا اور ہتک ستر سے مراد زنا ہے جس کی عقوبت رجم ہے محصن کے لیے اور ہتک عزت سے غرض گالی ہے جس کی سزا کوڑے ہیں اور قطع طریق یعنی رہزنی کی تعزیر مار ڈالنا ہے ۱۲ [2] کنجی نماز کی طہارت ہے اور اس کی تحریم اللہ اکبر کہنا یعنی نیت کے بعد اور افعال حرام ہو جاتے ہیں مشل کلام وغیرہ کے اور اُس کی تحلیل یعنی حلال کرنے والی سلام پھیرنا ہے ۱۲۔

Marfat.com

النیۃ کذلک مردود کل ذلک اور وہ جو کہا گیا ہے کہ طہارت مقدم ہوئی بسبب ہونے طہارت کے ایسی شرط جو اصلاً ساقط نہیں ہوتی یعنی عذر کے ہونے سے بھی اور اسی واسطے فاقد الطہورین یعنی پانی اور مٹی کا نہ پانے والا نماز کو تاخیر کرتا ہے اور وہ اعتراض جو اس توجیہ پر وارد کیا گیا ہے کہ نیت بھی ایسی ہے کہ ہرگز ساقط نہیں ہوتی سو یہ تینوں دعوی مردود ہیں م پہلا دعوی یہ ہے کہ طہارت ایسی شرط ہے کہ اصلاً ساقط نہیں ہوتی اس واسطے کہ مقدم ہوئی نماز پر دوسرا دعوی اسی قول پر متفرع ہے کہ فاقد الطہورین نماز کو تاخیر کرتا ہے بوجہ عدم سقوط طہارت تیسرا دعوی یہ ہے کہ نیت بھی طہارت کی طرح اصلاً ساقط نہیں ہوتی پھر تقدیم طہارت کی کیا وجہ ہے شارح نے ان تینوں دعووں کو غیر مرتب رد کیا فاقد الطہورین کی صورت یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص ایسے مکان میں محبوس ہوا جہاں پانی نہیں اور اس کی زمین اور دیواریں نجس ہیں اما النیۃ ففی القنیۃ وغیرہا من لوالت علیہ الہموم تکفیہ النیۃ بلسانہ نیت کا جواب یہ ہے کہ قنیہ وغیرہا میں ہے کہ جس شخص پر ہجوم تشویشات کا برابر ہوا اس کو زبان سے نیت کرنا کفایت کرتا ہے م ارادہ دل کا نام نیت ہے نہ زبان سے بولنے کا تو دیکھو کہ یہاں پریشان دل سے نیت کرنا ساقط ہو گیا تو نیت عدم سقوط میں طہارت کے برابر نہ ٹھہری یہ رد ہے تیسرے دعوی کا ابو سعود نے کہا کہ قنیہ کی روایت میں کلام ہے اس واسطے کہ اس میں الفاظ زبانی کو نیت کا بدلا ٹھہرانا مفہوم ہوتا ہے اور حالانکہ یہ ممنوع ہے حموی نے اس کا جواب دیا کہ یہاں بدل کا ٹھہرنا مفہوم نہیں ہوتا بلکہ جب کہ پریشان دل نیت دلی پر قادر نہ ہو تو ذکر لسانی اصل ہو گیا نہ بدل کذا فی الطحطاوی اور بعضوں نے کہا کہ صاحب ہموم کو جس قدر نماز کا ارادہ دل میں آیا اسی قدر حصول نیت میں کافی ہے جیسے خیالات کا نماز کے اندر آنا نیت کو باطل نہیں کرتا اور ذکر لسانی کا کافی ہونا قطع دسواس کے واسطے ہے اور یہ نہیں کہ فقط الفاظ زبانی کافی ہیں۔ واما الطہارۃ ففی القنیۃ وغیرہا من قطعت یداہ ورجلاہ وبوجہہ جراحۃ تتأذی بلا وضوء ولا تیمم ولا یعید فی الاصح اور طہارت کا حال تو یہ ہے ظہیریہ وغیرہ میں ہے کہ جس شخص کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کٹے ہوئے ہوں اور اس کے چہرہ پر زخم ہو تو وہ شخص بدون وضو تیمم کے نماز پڑھے اور نماز کا اعادہ نہ کرے صحیح تر قول میں یعنی چہرہ درست ہونے کے بعد اس پر اعادہ نماز کا نہیں م یہ رد ہے پہلے دعوی کا یعنی اس صورت میں طہارت ساقط ہو گئی ظہیریہ میں سر کا ذکر کرنے سے سکوت کیا اس واسطے کہ اکثر اعضاء مجروح ہیں تو ایسی صورت میں تیمم کا حکم ہے لیکن تیمم بھی ساقط ہو گیا ہاتھوں کے نہ ہونے سے واما فاقد الطہورین ففی الفیض وغیرہ انہ یشبہ المصلین عندہما وانہ صح رجوع الامام وعلیہ الفتوی اور فاقد الطہورین کا تو حال یہ ہے کہ فیض وغیرہ میں ہے کہ فاقد الطہورین نمازیوں کے مانند نماز کے افعال قیام قعود رکوع وغیرہ کرے صاحبین کے نزدیک یعنی بوجہ حرمت وقت اور اسی قول کی طرف امام اعظم کا رجوع کرنا صحیح ہے اور اسی قول پر فتوی ہے م یہ جواب دعوی ثانیہ کا ہے ان افعال کو نماز نہ کہا مشابہ نماز کے کہا اس واسطے کہ جب پانی ملے گا تو اعادہ نماز کا واجب ہوگا تو حقیقت میں یہ جواب نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ یہ نماز کی صورت ہے نہ حقیقت نماز کی اگر حقیقت میں نماز ہوتی تو اعادہ واجب نہ ہوتا قلت وبہ ظہر ان تعمد الصلوۃ بلا طہر غیر مکفر کصلوۃ لغیر القبلۃ ادمع ثوب نجس وہو ظاہر المذہب کما فی الخانیۃ میں کہتا ہوں اور ظہیریہ کے مضمون گذشتہ سے یہ ظاہر ہوا کہ بدون طہارت کے قصداً نماز پڑھنا آدمی کو کافر نہیں کر دیتا جیسے غیر قبلہ کی طرف یا ناپاک کپڑے کے ساتھ نماز پڑھنا کافر نہیں کرتا اور یہی یعنی عدم تکفیر ظاہر مذہب ہے چنانچہ خانیہ یعنی فتاوی قاضی خاں میں ہے م تینوں صورتوں میں عدم تکفیر مشروط بعدم استحلال وعدم استخفاف ہے اور مسئلہ ظہیریہ پر تعمد صلوۃ بلا طہارت کو قیاس کرنا صحیح نہیں اس واسطے کہ ظہیریہ کا مسئلہ ضرورت میں مفروض ہے تو حالت اختیار کو اس پر قیاس کرنا کیوں کر صحیح، وکذا فی السراجیہ وہبانیۃ وفی کفر من صلی لغیر القبلۃ مع العلم خلاف فی الروایات لیطر۔ اور وہبانیہ کی کتاب السیر میں ہے اور اس شخص کے کفر میں جو بدون طہارت کے قصداً نماز پڑھے اختلاف ہے روایات میں کہ کتابوں میں مرقوم ہے م یعنی علماء مذہب کا اس میں اختلاف ہے اور عدم تکفیر کا قول معتمد ہے چنانچہ یہی ظاہر مذہب ہے بلکہ فقہا نے فرمایا ہے

سلہ نہ پانے والا پاک چیزوں کا ۱۲۔ سلہ یعنی وقت نماز کے تنگ کے لیے نمازیوں کے سے افعال کرے ۱۲۔ سلہ حلال نہ سمجھنا اور نہ دین کو خفیف جاننا ۱۲۔

Marfat.com

کہ اگر ستر روایتیں متفق پائی جاویں ایک مومن کے کفر پر اور ایک روایت عدم تکفیر کی ہو اگرچہ وہ ضعیف روایت ہو تو مفتی اور قاضی اُسی ضعیف روایت پر عمل کرے نہ اور قوی روایتوں پر کذا فی الطحطاوی ثم ہو مرکب اضافی پھر ہم کہتے ہیں کہ کتاب الطہارۃ کا لفظ مرکب اضافی ہے یعنی دونوں لفظوں سے مرکب ہے پہلی لفظ کو مضاف کہتے ہیں دوسری کو مضاف الیہ عربی زبان میں مضاف مقدم ہوتا ہے مضاف الیہ پر اور ہندی میں مضاف الیہ مقدم ہوتا ہے مضاف پر اور کا یا کی کا لفظ دونوں کے بیچ میں آتا ہے چنانچہ کتاب الطہارۃ یعنی طہارت کی کتاب اور غلام زید یعنی زید کا غلام مبتدا اور خبر و مفعول الفعل محذوف کتاب الطہارت مبتدا ہے یا خبر یا فعل محذوف کا مفعول ہم جملہ اور کلام دو قسم ہے جملہ اسمیہ اور فعلیہ اگر پہلا جز اسم ہے تو وہ اسمیہ ہے اور اگر فعل ہے تو فعلیہ ہے سو اسمیہ کے پہلے جز کو مبتدا کہتے ہیں اور دوسرے جز کو خبر چنانچہ زید قائم زید مبتدا ہے اور قائم اُس کی خبر اور جملہ فعلیہ کے پہلے جز کو فعل کہتے ہیں اور دوسرے کو فاعل اور جس پر فاعل کا فعل واقع ہو وہ مفعول ہے تو اگر کتاب الطہارۃ کو مبتدا قرار دیجیے تو خبر اُس کی محذوف ہے یعنی کتاب الطہارۃ[1] ہذا اور اگر اُس کو خبر کہیے تو مبتدا[2] محذوف ہے یعنی ہذا کتاب الطہارۃ اور اگر اس کو مفعول فرض کیجیے تو فعل اور فاعل اس کا محذوف ٹھہرے گا چنانچہ خذ کتاب الطہارۃ یا اقرأ کتاب الطہارۃ یعنی لے کتاب الطہارۃ کو یا پڑھ اس کو مبتدا اور خبر ہونے کی صورت میں آخر کتاب پر رفع یعنی پیش ہوگا اور مفعول ہونے میں نصب یعنی زبر ہوگا یہ سب اس تقدیر پر ہے جب کتاب الطہارت کو پورا کلام قرار دیجیے فان اُرید بہ التعداد مبنی علی السکون پھر اگر کتاب الطہارۃ کی لفظ سے شمار کا ارادہ کیا جائے تو آخر کتاب کا حرف یعنی ب پر سکون اور جزم ہوگا م یعنی جو کتابیں تن میں مذکور ہیں اُن کو کوئی شخص بطور اعداد کہے تو حرف اخیر کتاب کا مبنی علی السکون ہوگا کیوں کہ وہ حرف کا مشابہ ٹھہرا عدم اعراب میں ذکر تخلصاً من الساکنین اور اسی حرف اخیر کو شمار کی صورت میں کسرہ یعنی زیر دیا جاتا ہے تاکہ التقاء ساکنین سے مخلصی حاصل ہو پہلا ساکن باء موحدہ ہے اور دوسرا ساکن طاء اولیٰ مشددہ اضافیہ لائیۃ لامیۃ اور کتاب الطہارۃ کی اضافت لام والی ہے نہ من والی م اضافت تین قسم ہے اس واسطے کہ مضاف الیہ مضاف کا مبائن ہے یا عین ہے یا ظرف ہے اگر مبائن ہے تو وہاں اضافت بمعنی لام ہے جو اختصاص پر دلالت کرتا ہے چنانچہ غلام زید یعنی وہ غلام جو زید کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہے اور اگر عین ہے مضاف کا تو وہاں اضافت بمعنی من بیانیہ جارہ کے ہوتی ہے چنانچہ خاتم فضۃ یعنی چاندی کی انگوٹھی اور اگر ظرف ہے تو وہاں اضافت بمعنی فی ظرفیہ کے ہوتی ہے چنانچہ صوم الیوم یعنی روزہ جو دن کے اندر واقع ہے تو جب کہ اضافت کتاب الطہارۃ کی لامی ہوئی تو تقدیر یوں ٹھہری کہ کتابٌ وُضِعَ لبیان مسائل الطہارۃ یعنی وہ کتاب جو بیان مسائل طہارت کے واسطے موضوع ہے اور چونکہ طہارت میں کتاب نہیں لہذا شارح نے اُس کی نفی کی اس طرح کہ یہ اضافت من والی نہیں ہے اور ماتن کی شرح میں جس کا منح الغفار نام ہے کہا ہے کہ یہاں اضافت بمعنی فی موجہ تر ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ یہ کتاب ہے طہارۃ کے بیان میں ھَلْ یتوقف حدہ لقباً علی معرفۃ مفردیہ اور کتاب الطہارۃ کی تعریف جب کہ وہ نام اور لقب ہو اُن مسائل کا اس کے دونوں مفرد یعنی کتاب اور طہارت کی شناخت پر موقوف ہے یا نہیں م یہ سوال ہے شارح اس کا جواب آگے دیتا ہے الراجح نعم قول راجح یہ ہے کہ ہاں موقوف ہے م مرکب جب کہ نام ہو کسی چیز کا تو اس میں دو قول ہیں قول ضعیف مرجوح یہ ہے کہ اُس کی تعریف اُس کے اجزا کے معلوم ہونے پر موقوف نہیں اس واسطے کہ نام رکھنے سے اس کے معنی افرادی مسلوب ہو گئے چنانچہ عبداللہ کسی کا نام رکھا اور قول راجح قوی یہ ہے کہ البتہ اجزا کے علم پر مرکب کا علم موقوف ہے مزید توضیح کی وجہ سے علی الخصوص جب کہ نام میں معنی وصفی کا لحاظ ہو چنانچہ عمدہ باغ کا کوئی بہشت دنیا نام رکھے اب آگے شارح قول راجح پر تبنی کر کے دونوں مفرد یعنی مضاف اور مضاف الیہ کا بیان شروع کرتا ہے فالکتابُ مصدرٌ بمعنی الجمع لغۃً تو کتاب کا لفظ لغت عرب میں مصدر ہے بمعنی جمع یعنی ملانا ایک چیز کا دوسری چیز کے ساتھ اور صاحب بحر وغیرہ نے جو کتاب کے معنی جمع حروف کہے ہیں تو خصوصیت مقام کا لحاظ کیا ہے نہ لغوی معنی کا اور جیسے کتاب مصدر ہے کتب کا ویسی ہی کتابت اور کتب بھی اس کا مصدر ہے کذا فی الطحطاوی مصدر وہ ہے جس سے ماضی مضارع امر نہی وغیرہ مشتقات نکلیں اور اُس کے ہندی معنی میں نا کا لفظ چنانچہ جلوس بیٹھنا قیام کھڑا ہونا جعل شرعاً عنواناً لمسائل مستقلۃ بمعنی المکتوب اور اصطلاح

[1] کتاب الطہارۃ یہ ہے ۱۲ [2] یہ کتاب طہارت ہے ۱۲۔

Marfat.com

اہل شرع میں کتاب کو مسائل مستقلہ کا سرنامہ اور لقب قرار دیا ہے یعنی مجموع م یعنی جمع کرنا اُن الفاظ کا جو مسائل مجموعہ پر دلالت کریں یہی مراد ہے کتاب سے اور استقلال مسائل کا مطلب یہ ہے کہ اُن مسائل کا تصور کرنا موقوف نہیں اُس شے پر جو اس سے پہلے اور پیچھے ہے سو کتاب الطہارۃ باین معنی مستقل ہے یعنی کتاب الصلوٰۃ پر اُس کے مسائل کا فہم موقوف نہیں اور استقلال کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اصل ہے کسی کا تابع نہیں کیونکہ یہ مطلب صحیح نہیں اس واسطے کہ طہارت تابع ہے صلوٰۃ کی مسائل کی قید سے اُن حروف اور کلمات کا جمع کرنا خارج ہوگیا جو مسائل نہیں ہیں اور استقلال کی قید سے کتاب کی حقیقت سے باب اور فصل نکل گئی کیونکہ دونوں مستقل نہیں ہر کتاب۔ تحت میں داخل ہیں تو فصل وہ صنف ہے جو داخل ہے اس صنف کے تحت میں جس کا باب نام ہے اور باب اس صنف کے تحت میں ہے جس کا نام کتاب ہے اور کتاب اس صنف کے تحت میں ہے جو مسمّٰی بالعلم ہے تو علم مدوّن صنف عالی ہے اور کتاب اور باب اور فصل اُس کے اصناف سافلہ ہیں درجہ بدرجہ اور تعریف کتاب کی شامل ہے اس کو جس کے مسائل کی ایک ہی نوع ہے چنانچہ کتاب اللقطہ اور اُس کو جس کی بہت انواع ہیں چنانچہ کتاب البیوع اور کتاب کو جو شارح نے بمعنی مکتوب کہا تو اس وجہ سے کہ مصدر بمعنی مفعول ہے یا کہ فعال کا صیغہ ہے بمعنی مفعول آتا ہے جیسے لباس بمعنی ملبوس کذا فی نہر الفائق والطحطاوی ملتقطا منہما والطہارۃ مصدر طہر بالفتح وبالضم بمعنی النظافۃ لغۃً اور لغت میں طہارت بمعنی پاکیزگی مصدر ہے طہر کا جو فعل ماضی مفتوح العین ہے اور مضموم العین بھی آیا ہے یعنی نقلت م صاحب قاموس نے عین ماضی کا فتحہ اور ضمہ برابر مذکور کیا ہے اور طہارت کو ضد نجاست کہا ہے ولذا افردہا اور ماتن نے اسی واسطے طہارت کو مفرد ذکر کیا ہے یعنی چونکہ طہارت کا لفظ مصدر ہے اور اصل مصدر میں افراد ہے لہٰذا مصنفؒ اُس کو مفرد لایا نہ جمع اگرچہ طہارت کے انواع بہت ہیں چنانچہ وضو اور غسل اور تیمم اس واسطے کہ مصدر قلیل اور کثیر سب پر مستعمل ہوتا ہے وشرعًا النظافۃ عن حدثٍ او خبثٍ اور شرع میں طہارت پاک صاف ہونا ہے نجاست حکمی یا نجاست حقیقی سے ومن جمع نظر لانواعہا اور جو طہارت کو بصیغہ جمع لایا یعنی جس مصنفؒ نے کتاب الطہارات کہا اُسنے طہارت کے اقسام پر نظر کی وہی کثیرۃ اور اقسام طہارت کے بہت ہیں چنانچہ وضو اور غسل پانی سے یا مٹی سے اور کپڑے یا مکان کی طہارت وحکمہا شہیرۃ اور طہارت کی حکمتیں مشہور ہیں یعنی جن امور کے واسطے طہارت مشروع ہوئی وہ اہل دین میں مشہور ہیں از انجملہ گناہوں کا جھڑنا اور شیطان سے محفوظ رہنا وحکمہا استباحۃ مالا یحل بدونہا اور حکم طہارت کا یعنی وہ اثر اور ثمرہ جو طہارت پر مترتب ہوتا ہے مباح کرلینا ہے اس عمل کا جو حلال نہیں بدون طہارت چنانچہ نماز کا پڑھنا اور مصحف کا چھونا م ثواب کو طہارت کا حکم نہ کہا اس واسطے کہ طہارت میں ثواب لازم نہیں کیونکہ ثواب موقوف ہے نیت پر اور نیت طہارت میں شرط نہیں وسببہا الی سبب وجوبہا مالا یحل فعلہ فرضا کان او غیرہ کالصلوٰۃ ومس المصحف الا بہا ای بالطہارۃ اور طہارت واجب ہونے کا سبب وہ فعل ہے جو حلال نہیں ہوتا بدون طہارت کے خواہ وہ فعل فرض ہو جیسے نماز یا فرض نہ ہو جیسے مصحف کا چھونا صاحب البحر قال بعد سرد الاقوال ونقل کلام الکمال الظاہر ان السبب ہو الارادۃ فی الفرض والنفل بحر الرائق کے مصنف یعنی زین الدین بن نجیم مصری نے بعد ذکر کرنے اقوال علماء کے سبب طہارت میں اور نقل کرنے کلام کمال الدین بن ہمام صاحب فتح القدیر محشی ہدایہ کے کہا کہ قول ظاہر یہ ہے کہ طہارت کا سبب ارادہ کرنا ہے نماز فرض اور نفل کا م طہارت کے سبب میں چار قول ہیں پہلا قول سرخسی کا کذا فی المنح یہ ہے کہ نجاست حکمی یا حقیقی سبب ہے طہارت کا دوسرا یہ کہ اقامت صلوٰۃ سبب ہے تیسرا یہ ہے کہ ارادہ نماز کا سبب ہے چوتھا یہ کہ وجوب صلوٰۃ سبب ہے نہ وجود صلوٰۃ صاحب فتح القدیر نے تیسرے قول پر یہ شبہہ کیا کہ اگر ارادہ نماز کا سبب ہو طہارت کا تو اُس کا مقتضی یہ ہے کہ جب نفل نماز کا ارادہ کرے اور وضو نہ کرے تو گنہگار ہوگا اگرچہ نماز پڑھے حالانکہ ایسا نہیں ہے یعنی اگرچہ نماز کا ارادہ موقوف کرے تو بھی چاہیے کہ وضو نہ کرنے سے گنہگار ہو اس کا جواب شارح نے آگے بطریق استدراک کے دیا لکن بترک ارادۃ النفل یسقط الوجوب ذکرہ الزیلعی فی الطہارۃ سبب طہارت کا ارادہ نماز ہے لیکن نفل کا ارادہ ترک کرنے سے وجوب طہارت کا ساقط ہوجاتا ہے ایسا ذکر کیا ہے زیلعی شارح کنز نے باب الطہارۃ میں م زیلعی نے کہا کہ جب نفل نماز کا ارادہ کیا

Marfat.com

تو طہارت اُس پر واجب ہوئی پھر جب کہ نفل پڑھنے سے دل ہٹا تو طہارت بھی ساقط ہوگئی اس واسطے کہ طہارت کا وجوب تو نماز ہی کے واسطے تھا کذا فی الطحطاوی وقال العلامۃ قاسم فی تکملۃ الصحیح ان سبب وجوب الطہارۃ وجوب الصلوۃ او ارادۃ ما لایحل الا بہا اور علامہ قاسم نے اپنے تکملہ میں کہا کہ اقوال مذکورہ میں سے صحیح قول یہ ہے کہ وجوب طہارت کا سبب واجب ہوتا ہے نماز کا یا ارادہ کرنا اُس فعل کا جو حلال نہیں بدون طہارت کے م طحطاوی نے کہا کہ یہ قول یعنی وجوب نماز کو سبب کہنا طہارت کا نماز نفل کی طہارت کو شامل نہیں اس واسطے کہ یہاں وجوب نہیں جو سبب ٹھہرے طہارت کا مگر یہ کہ اُس کو ارادہ مالایحل کے تحت میں مع ملاحظہ استدراک داخل کیجیے وقیل سببہا الحدث فی الحکمیۃ اور بعضوں نے کہا کہ طہارت کا سبب حدث ہے نجاست حکمیہ میں م نجاست حکمی وہ جو شرع کے حکم سے اس کی نجاست ثابت ہوئی ظاہر میں کوئی نجاست بدن پر محسوس نہیں وہو وصف شرعی یحل فی الاعضاء یزیل الطہارۃ اور وہ یعنی حدث شرعی صفت ہے کہ اعضاء میں ساری اور طاری ہو جاتی ہے طہارت کو دور کر دیتی ہے م وصف اور صفت لغت میں مترادف مصدر ہیں لیکن اصطلاح میں صفت عبارت ہے اُس معنی سے جو موصوف میں قائم ہے اور وصف ذکر کرتا ہے موصوف کی صفت کا مگر اطلاق وصف کا صفت پر جائز ہے کذا فی الفتح وما قیل انہ مانعیۃ شرعیۃ قائمۃ بالاعضاء الی غایۃ استعمال المزیل فتعریف بالحکم اور یہ جو کسی نے حدث کی تعریف اس طرح کی ہے کہ حدث مانعیت شرعی ہے یعنی بحکم شرع مانع ہے نماز وغیرہ کو وہ مانعیت قائم ہے اعضاء میں تا حد استعمال مزیل یعنی جب تک پانی یا خاک کا استعمال نہ ہو وہ قائم ہے تو یہ تعریف ثمرۂ حدث ہے یعنی مانع نماز وغیرہ ہونا حدث کا اثر اور ثمرہ ہے اور حقیقت حدث کی وہی ہے جو مذکور ہو چکی ہے یعنی وصف شرعی مزیل طہارت والخبث فی الحقیقیۃ اور طہارت کا سبب نجاست جسم کی ہے نجاست حقیقی میں وہو عین مستقذرۃ شرعاً اور وہ یعنی خبث جرم ناپاک گھن والی ہے شرع کے حکم سے چنانچہ بول و براز اور شراب شرع کی قید سے ظاہر متنفر[1] طبعی خارج ہو گیا چنانچہ بلغم اور رینٹ وقیل سببہا القیام الی الصلوۃ اور بعضوں نے کہا کہ طہارت کا سبب قائم ہونا ہے نماز کے واسطے یہ تیسرا قول ہے اقوال مذکورہ سے اور شارح کے بیان میں چوتھا ونسبا الی اہل الظاہر وفسادہما ظاہر اور وہ دونوں قول یعنی حدث اور خبث کا سبب ہونا اور قیام صلوۃ کا سبب ہونا اہل ظاہر کی طرف نسبت کیا گیا ہے اور دونوں قولوں کا ناکارہ اور بے حقیقت ہونا ظاہر ہے م اہل ظاہر وہ علماء ہیں جو قرآن اور حدیث کے ظاہر مطلب پر عمل کرتے ہیں اجتہاد کے منکر ہیں از انجملہ داؤد ظاہری ہے وجہ فساد قول اوّل کی یہ ہے کہ حدث اور خبث طہارت زائل کرتے ہیں پھر کس طرح اُس کے وجود کے خواہاں ہوں گے اس واسطے کہ ایک چیز وجود اور عدم کا سبب نہیں ہو سکتی اس کا جواب یوں دیا ہے کہ حدث اور خبث طہارت سابقہ کے ناقض ہیں اور طہارت لاحقہ کے موجب ہیں تو کچھ منافات نہ رہی اور قول ثانی کی وجہ فساد یہ ہے کہ ایک وضو چند نماز دن کے واسطے کافی ہے اور اگر قیام کو سبب طہارت کا قرار دیجیے تو لازم آتا ہے کہ ہر نماز کے واسطے تازہ وضو واجب ہو وقولہ تعالیٰ اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا الآیۃ کا مطلب یہ ہے کہ جب تم ارادہ کرو نماز کا اور باوضو نہ ہو تو وضو کرو من[2] شاء مزید التوضیح فلیرجع الی المطولات واعلم ان اثر الخلاف انما یظہر فی نحو التعالیق اور اس کو دریافت کر کہ طہارت کے سبب میں اختلاف کا اثر ظاہر نہیں ہوتا ہے مگر تعلیقات کی مانند میں م تعلیق یہ کہ ایک چیز کا ہونا دوسری چیز پر معلق ہو چنانچہ مثال آئندہ سے معلوم ہوگا نحو ان وجبت علیک طہارۃ فانت طالق چنانچہ اس تعلیق میں کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تجھ پر طہارت واجب ہوگی تو تجھ پر طلاق ہے م تو ہر قائل کے نزدیک جب سبب طہارت کا متحقق ہوگا تو طلاق واقع ہوگی چنانچہ صاحب بحر کے نزدیک ارادہ نماز سے اور حدث اور خبث سے سرخسی کے نزدیک اور قیام الی الصلوۃ سے ظاہریوں کے نزدیک اور وجوب نماز سے علامہ قاسم کے نزدیک طلاق واقع ہوگی دون الاثم للاجماع علی عدمہ بالتاخیر عن الحدث ذکرہ فی التوشیح اس اختلاف کا ثمرہ گناہ میں ظاہر نہ ہوگا کیونکہ سب کا اتفاق ہے گناہ کے نہ ہونے میں بسبب تاخیر ہونے وضو اور غسل کے حدث سے ایسا ذکر کیا ہے توشیح میں وبہ اندفع مافی السراج من اثبات الثمرۃ من جہۃ الاثم بل وجوبہا موسع بدخول الوقت کالصلوۃ فاذا ضاق الوقت صار الوجوب فیہا مضیقا اور توشیح کے کلام مذکور سے دفع ہو گیا وہ جو سراج وہاج میں ہے ثمرہ اختلاف کا ثابت

[1] یعنی پاک چیز جس سے طبیعت کو گھن ہو ۱۲۔ [2] جو زیادہ توضیح کا خواہاں ہو وہ بڑی کتابوں کی طرف رجوع کرے ۱۲۔

Marfat.com

کرنا گناہ میں بلکہ وجوب طہارت وسعت کے ساتھ ہے وقت کے آنے سے جیسے نماز کے ادا کرنے میں وسعت ہے پھر جب کہ وقت تنگ ہوا تو طہارت اور نماز میں وجوب تنگی کے ساتھ ہوگا یعنی جب وقت تنگ ہوگا تو تاخیر طہارت اور نماز کی گنجائش نہ رہے گی وشرائطہا ثلث عشرۃ علی مافی الاشباہ اور طہارت کی شرطیں تیرہ ہیں بنا بر اُس بیان کے جو اشباہ میں ہے م شرائط جمع ہے شرطیہ کی اور شرطیہ بمعنی شرط ہے اور شرط وہ ہے جس کے عدم سے عدم مشروط کا لازم آوے اور اس کے وجود سے مشروط کا نہ وجود لازم ہو نہ عدم کذا فی الطحطاوی شرائط وجوبہا تسعٌ ازانجملہ وجوب طہارت کی نو شرطیں ہیں م شرائط وجوب کی اُن کو کہتے ہیں کہ جب وہ شرطیں مجتمع ہوں تو آدمی پر طہارت کرنا واجب اور لازم ہو وشرائط صحتہا اربع اور صحت طہارت کی شرطیں چار ہیں م شرائط صحت اُن کو کہتے ہیں کہ طہارت بدون اُن شرطوں کے صحیح نہ ہو اور یہ لازم نہیں کہ جب وجوب کی شرط موجود نہ ہو تو صحت کی بھی شرط موجود نہ ہو دیکھو لڑکا جب کہ طہارت کرے تو اُس کی طہارت صحیح ہوگی حالانکہ طہارت کرنا صغیر پر واجب نہیں ونظمہا شیخ مشائخنا العلامۃ علیؒ المقدسی شارح نظم الکنز فقال س شرط الوجوب العقل والاسلام ؛ وقدرۃ ماءٍ والاحتلام ؛ اور ان شرائط کو نظم کیا ہمارے استادوں کے استاد علامہ علی مقدسی کنز منظوم کے شارح نے سو یوں کہا کہ وجوب طہارت کی شرط عقل ہے اور اسلام اور قادر ہونا مطہر کے استعمال پر اور پانی کا ہونا اور احتلام یعنی بالغ ہونا م تو مجنون پر اور کافر پر اور مقطوع الیدین والرجلین پر اور فاقد الطہورین پر یعنی جس کو پانی اور خاک پاک نہ ملے اور صغیر پر طہارت واجب نہیں س وحدثٌ ونفی حیض وعدم ؛ نفاسہا وضیق وقت قد یجم ؛ اور وجود حدث کا اصغر ہو یا اکبر اور عدم حیض اور عدم نفاس اور تنگی وقت کی جب کہ ہجوم کر آئے یہ نو شرطیں ہیں وجوب طہارت کی م تو متوضی غیر جنب پر اور حیض اور نفاس والی عورت پر اور وقت صلوٰۃ کے وسعت میں طہارت واجب نہیں س وشرط صحتہ عموم البشرۃ ؛ بمائہ الطہور ثم فی المرۃ فقد ؛ نفاسہا وحیضہا وآن ؛ یزول کل مانع عن البدن ؛ اور صحت طہارت کی شرط تمام ظاہر جلد پر مطہر پانی کا گذرنا پھر دوسری اور تیسری شرط عورت کے حق میں منقطع ہونا اُس کے نفاس اور حیض کا اور چوتھی شرط صحت کی دور ہونا مانع طہارت کا بدن سے چنانچہ آنکھ کا کیچڑ یا موم بدن پر جما ہوم طحطاوی نے کہا کہ عدم حیض ونفاس وجوب طہارت کی بھی شرطیں ہیں اور صحت طہارت کی بھی لیکن جہت مختلف ہے تو وجوب ہے خطاب کی وجہ سے اور صحت ہے ادائے واجب کی وجہ سے وجعلہا بعضہم اربعۃً اور بعضے عالموں نے طہارت کی شرطوں کو چار قسم ٹھہرایا ہے شرط وجوبہا الحسی ایک قسم طہارت کی وجود محسوس کی شرط ہے یعنی وہ شرط کہ طہارت بدون اُس کے خارج میں محسوس اور مشاہد نہ ہو سو اس میں تین شرطیں ہیں وجود المزیل والمزال عنہ والقدرۃ علی الازالۃ ایک تو پایا جانا اُس چیز کا جو نجاست کو زائل کردے چنانچہ پانی مثلاً دوسرے ہونا اس چیز کا جس سے نجاست دور کی جائے چنانچہ بدن اور کپڑا تیسرے قادر ہونا ازالہ پر یعنی مزیل نجاست کو استعمال کر سکنا وشرط وجودہا الشرعی دوسری قسم طہارت کی وجود شرعی کی شرط ہے یعنی وہ شرط کہ طہارت کا وجود شریعت میں معتبر نہ ہو بدون اس کے کذا فی الطحطاوی کون المزیل مشروع الاستعمال فی مثلہ شرط مذکور ہونا ہے مزیل کا مشروع الاستعمال اسی طرح کی مشروع میں چنانچہ طاہر مطہر پانی کا استعمال کرنا وضو اور غسل میں مشروع ہے خلاصہ یہ ہے کہ جس مزیل کو جس مزال عنہ کے واسطے شریعت میں مقرر کیا ہے اُسی سے وہاں طہارت حاصل ہوگی نہ اور چیز سے مثلاً خشک ہونے سے زمین اور عمارت اور درخت پاک ہوگا نہ کپڑا اور بدن اور برتن وشرط وجوبہا التکلیف والحدث تیسری قسم وجوب طہارت کی شرط مکلف ہونا یعنی عاقل بالغ مسلم ہونا اور محدث ہونا م یہ چار شرطیں ہیں عقلٌ بلوغٌ اسلامٌ حدثٌ وشرط صحتہا صدور المطہر من اہلہ فی محلہ مع فقد مانعہ چوتھی قسم صحت طہارت کی شرط صادر ہونا ہے طاہر کرنے والی چیز کا اہل تطہیر سے اُس کے محل میں مانع تطہیر کے نہ ہونے کے ساتھ م اہل تطہیر سے مراد یہ ہے کہ حائض اور نفساء نہ ہو اور محل طہارت سے مراد عموم بشرہ ہے اور عدم مانع سے مراد یہ ہے کہ اثنا طہارت میں ناقض نہ ہو کذا فی الطحطاوی ونظمہا فقال س تعلم شروطا للوضوء مہمۃ ؛ مقسمۃ فی اربع وثمانٍ ؛ اور بعض مذکور نے شرائط طہارت کو نظم کیا اور کہا اے مخاطب سیکھ لے وضو کی ضروری شرطوں کو جو

س۱ مرۃ دوسرا لغت ہے مرأۃ میں یعنی عورت کو امرأۃ و ہمزہ سے مرأۃ ایک ہمزہ سے اور مرۃ بدون ہمزہ کے کہتے ہیں کذا فی القاموس ۱۲ س۲ جس سے نجاست دور کی جائے ۱۲ س۳ جلد

ظاہر کا پورا ہونا ۱۲

Marfat.com

مقسوم ہیں چار اور آٹھ یعنی بارہ شرطیں ہیں سہ فشرط وجود الحس منہا ثلثۃ ؛ سلامۃ اعضاء وقدرۃ امکان ؛ لستعمل الماء القراح وہو معلوم ان میں سے وجود حسی کی تین شرطیں ہیں ایک تو اعضاء کا سلامت ہونا جس کو سابق نثر میں وجود المزال عنہ کہا تھا اور دوسری شرط قدرت ممکنہ خالص پانی کے استعمال کرنے کے واسطے اور وہ پانی تیسری شرط ہے شرطیں مذکورین کے ساتھ جس کو نثر میں مزیل تعبیر کیا تھا ہ وشرط وجود الشرع خذہا بامعان فمطلق ماء مع طہارتہ ومع طہوریتہ ایضاً فخذ بیان ؛ اور وجود شرعی کی شرط کو لے غور اور تامل سے سو وہ مطلق پانی ہے اُس کے پاک ہونے کے ساتھ اور اُس کے پاک کر دینے بھی ساتھ سو ظفر یاب ہو اس بیان سے م حاصل مطلب یہ ہے وجود شرعی طہارت کی تین شرطیں ہیں ایک تو پانی کا مطلق ہونا دوسرا اُس کا پاک ہونا تیسرے اُس کا مطہر ہونا یعنی پاک کرنے والا ان شرطوں کو نثر میں کون المزیل مشروع الاستعمال فی مثلہ کے ضمن میں تعبیر کیا پانی مطلق وہ ہے جو بدون اضافت کے بولا جائے اُس کے مقابل پانی مقید ہے جو اضافت کے ساتھ بولا جاتا ہے چنانچہ ماء الورد یعنی گلاب کا پانی یا ماء البطیخ یعنی تربوز کا پانی سو پانی مقید سے وضو اور غسل درست نہیں چنانچہ آگے معلوم ہوگا سہ وشرط وجوب وہو اسلام بالغ ؛ مع الحدث التمیز بالعقل یا عانی ؛ اور وجوب طہارت کی شرط اسلام ہے جو ان کا حدث کے ساتھ اور تمیز کرنا عقل سے اے مخاطب فوائد کے قصد کرنے والے م یعنی وجوب طہارت کی چار شرطیں ہیں اسلام ۔ بلوغ ۔ عقل ۔ حدث دریافت کرنا چاہیے کہ بعض نسخے دُرالمختار میں بجائے یا عانی کے بایمان مکتوب ہے سو ظاہراً صحیح نہیں وزن کے برہم ہونے سے اور طحطاوی اور حلبی درالمختار کے محشیوں نے یا عانی کی تصریح کی ہے اور اُس کی تفسیر یا قاصد الفوائد کی ہے طحطاوی نے کہا تو عانی اسم فاعل ہوا عنی یعنی عنایۃ کا اور حلبی نے اس کو بمعنی الاسیر کہا ہے سہ وشرط لتصحو الوضو زوال ما ؛ یعد ایصال المیاہ من اودان ؛ کشمع ومص ثم تخلل ال ؛ وضو منان یا عظیم ذوی الشان ؛ پہلی شرط زائل ہونا اس میل کچیل کا کہ پانی کو بدن پر نہ پہنچنے دے چنانچہ موم اور آنکھ کا کیچڑ پھر دوسری شرط یہ ہے

کہ وضو کے اندر کوئی ناقض نہ آوے اے مخاطب بڑوں کے بڑے سہ وزید علی ہذین ایضاً نقاطر ؛ مع الغسلات لیس ہذا الذی الثانی ؛ اور ان دونوں شرطوں پر دھونے کے ساتھ پانی کا ٹپکنا بھی زیادہ کیا گیا ہے یہ شرط امام ثانی یعنی ابو یوسفؒ کے نزدیک نہیں ہے مگر نقاطر کا قول معتمد ہے م مذہب حنفی کی کتابوں میں امام بولتے ہیں امام اعظم نعمان بن ثابت ابو حنیفہؒ کو اور ثانی کہتے ہیں قاضی ابو یوسف یعقوبؒ کو جو بڑے شاگرد ہیں امام کے اور ثالث کہتے ہیں محمد بن حسنؒ شیبانی کو جو دوسرے درجے کے شاگرد ہیں امامؒ کے اور شیخینؒ بولتے ہیں امامؒ اور ابو یوسفؒ کو اور طرفین کہتے ہیں امامؒ اور محمدؒ کو اور صاحبینؒ کہتے ہیں ابو یوسفؒ اور محمدؒ کو اس اصطلاح کو یاد رکھنا چاہیے صفتہا فرض للصلوۃ اور صفت طہارت کی یہ ہے کہ وضو فرض ہے نماز کے لیے خواہ نماز فرض ہو خواہ نفل وواجب للطواف اور واجب ہے کعبہ معظمہ کے طواف کے واسطے قیل ومس المصحف للقول بان المطہرین الملائکۃ اور بعضوں نے کہا اور وضو واجب ہے مصحف کے چھونے کے واسطے اس قول کی وجہ سے کہ مطہرین سے ملائکہ مراد ہیں م یعنی اس آیت میں کہ (لا یمسہ الا المطہرون) ہاتھ نہیں لگاتے کتاب کو مگر پاک لوگ دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ مطہرین سے ملائکہ مقربین مراد ہیں اور کتاب سے لوح محفوظ مراد ہے اور دوسرا قول یہ ہے اور اسی قول پر اکثر مفسرین ہیں کہ کتاب سے مراد قرآن ہے جو الفاظ سے مرکب ہے جس پر نقوش دلالت کرتے ہیں اور مطہرین سے مراد پاک آدمی ہیں دو قول ہونے سے ظاہر ہوا کہ آیت کی دلالت قطعی نہیں ہے یعنی ظنی ہے جس سے فرض ثابت نہیں ہوتا واجب ثابت ہوتا ہے تو جو شخص کہتا ہے کہ مس مصحف کے واسطے طہارت فرض ہے تو مراد اس کی یہ ہے کہ فرض عملی ہے کذا فی الطحطاوی وبالفتاح وسنۃ للنوم اور وضو سنت ہے سونے کے وقت م فتاوی قاضی خاں میں ہے کہ جب سونے کا ارادہ کرے تو وضو کرنا مستحب ہے اور شارح نے اس کو سنت کہا ہے و مندوب فی نیف وثلثین موضعاً ذکرتہا فی الخزائن منہا بعد کذب وغیبۃ وقہقہۃ وشعر واکل جزور وبعد کل خطیئۃ وللخروج من خلاف العلماء اور وضو مستحب ہے تینتیس اور کئی مقام میں جن کو میں نے خزائن میں مذکور کیا ہے ازانجملہ بعد کذب اور غیبت اور قہقہہ مار کے ہنسنے اور شعر خوانی اور اونٹ کے گوشت کھانے کے بعد اور ہر گناہ کے بعد

سہ تو اس تقدیر پر اسیر کمند تحصیل مراد ہوگا ۱۲۔ ف وضو کچھ اوپر تینتیس مقام میں مستحب ہے ۱۲۔

Marfat.com

صغیرہ ہو یا کبیرہ اور عالموں کے اختلاف سے بچنے کے واسطے م وہ شعر خوانی مراد ہے جو حکمتوں اور مدح نبوی سے خالی ہے اور بعضوں کے نزدیک اونٹ کے گوشت کھانے سے وضو کرنا واجب ہے ظاہر حدیث کی دلالت سے اختلاف علما کی مثال چنانچہ مس ذکر اور مس عورت امام شافعی رح کے نزدیک وضو کا ناقض ہے لیکن ہمارے نزدیک ناقض نہیں تو اگر ہاتھ وہاں لگ جائے تو مستحب یہ ہے کہ پھر وضو کرلے تاکہ بالاتفاق نماز ادا ہو کذا فی الطحطاوی صاحب دلائل الاسرار نے کہا میں نے خزائن کی طرف رجوع کیا تو فقط وضو کی مداومت اور وضو پر وضو کرنا مذکور ہے لیکن شرنبلالی نے مستحبات مذکورہ کو یوں نقل کیا ہے کہ مستحب ہے سونے کے بعد بیدار ہو کر اور وضو پر مداومت اور وضو پر وضو کرنا جب کہ مجلس بدلے اور میت کے غسل دینے کو اور اس کے اٹھانے کو اور نماز کے ہر وقت میں وضو کرنا اور جنابت کے غسل سے پہلے وضو کرنا اور کھاتے اور پیتے اور سونے اور جماع کے وقت اور غصہ کرنے کے سبب اور قرآن اور حدیث کے پڑھنے کے واسطے اور حدیث کی روایت اور علم کے درس کے لیے اور اذان اور اقامت اور خطبہ پڑھنے کے واسطے اگرچہ نکاح کا خطبہ ہو اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی زیارت کے واسطے اور وقوف عرفات اور سعی کے واسطے اور کتب شرعیہ کے چھونے کے لیے اُن کی تعظیم کی جہت سے انتہی اور نہر الفائق میں ہے اور عورت کے محاسن دیکھ کر اور مطلق ذکر کے واسطے اور ہر نماز کے واسطے اگرچہ وضو موجود ہو کہ شاید غیبت اور کذب صادر ہوا ہو سو اگر وضو نہ ہو سکے تو تیمم ہی کرلے اور گناہ دور ہونے کی نیت کرے ایسا ہے فتاوی صیرفیہ میں تو یہ شارح کی مذکورات کے ساتھ تینتیس اور کئی مقام ہیں جن میں وضو مستحب ہے انتہی مافی دلائل الاسرار ورکنہا غسل و مسح و زوال نجس اور طہارت کا رکن دھونا ہے اور مسح کرنا اور نجاست کا دور ہو جانا م بحر الرائق میں ہے کہ طہارت کے ارکان حدث اصغر میں تین عضو کا دھونا اور چوتھائی سر کا مسح کرنا اور حدث اکبر میں سارے بدن کو دھونا اور نجاست میں سارے بدن کا دھونا اور نجاست حقیقی میں جو نظر آتی ہے تو اس کے جسم کو دور کرنا اور جو نظر نہ آتی ہو تو اس کی جگہ کو تین بار دھونا اور ہر بار نچوڑنا اور اگر اس کا نچوڑنا ممکن نہ ہو تو ہر بار دھو کر خشک کرنا انتہی سو شارح کے بیان میں یہ سب آگیا اور نچوڑنے اور خشک کرنے کو شارح نے اس واسطے بیان نہ کیا کہ وہ دونوں رکن طہارت کے نہیں ہیں بلکہ طہارت کی شرطیں ہیں کذا فی الطحطاوی والنہایہ ماء و تراب و نحوہما اور طہارت کا ہتھیار یعنی جس سے طہارت حاصل ہو وہ پانی اور مٹی ہے اور مٹی اُن کے چنانچہ زمین کا خشک ہونا اور موزہ رگڑنا چنانچہ آگے اس کا ذکر آوے گا و دلیلہا آیۃ اذا قمتم الی الصلوۃ اور وجوب طہارت کی دلیل اذا قمتم الی الصلوۃ کی آیہ ہے م پوری آیت یوں ہے یا ایہا الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا وجوہکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین وان کنتم جنبا فاطہروا وان کنتم مرضی او علی سفر او جاء احد منکم من الغائط او لامستم النسآء فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا فامسحوا بوجوہکم وایدیکم منہ ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج ولکن یرید لیطہرکم ولیتم نعمتہ علیکم لعلکم تشکرون یعنی اے ایمان والو جب تم اٹھو نماز کو تو دھولو اپنے چہرے اور ہاتھ کہنیوں تک اور مل لو اپنے سروں کو اور پاؤں کو ٹخنوں تک اور اگر تم کو جنابت ہو یعنی غسل کی حاجت ہو تو خوب طرح پاک صاف ہو اور اگر تم بیمار ہو یا مسافر یا کوئی شخص تم میں سے آیا ہے جائے ضرور سے یا ہاتھ لگایا تم نے عورتوں کو یعنی اُن سے صحبت کی پھر نہ پاؤ پانی تو قصد کرو زمین پاک کا اور مل لو اپنے چہرے اور ہاتھ وہاں سے اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کچھ مشکل رکھے لیکن چاہتا ہے کہ تم کو پاک کرے اور اپنا احسان پورا کیا چاہتا ہے تم پر شاید کہ تم احسان مانو تو یہ آیت مقدسہ طہارت ہے صغریٰ اور کبریٰ یعنی دھو اور غسل کو اور طہارت آبی اور خاکی سب کو شامل ہے وہی مدنیۃ اجماعاً اور وہ آیت مدنی ہے یعنی مدینہ منورہ میں نازل ہوئی بہ اتفاق مفسرین م یہ آیت سورۂ مائدہ میں ہے اور وہ سورت قرآن میں پیچھے نازل ہوئی ہے سیوطی نے اتقان میں کہا کہ مدنی وہ ہے جو ہجرت کے بعد نازل ہوئی اگرچہ غیر مدینہ میں اُس کا نزول ہوا ہو اور مکی وہ ہے جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئی اگرچہ غیر مکہ میں اُس کا نزول ہوا ہو یہی قول صحیح تر ہے کذا فی الطحطاوی واجمع اہل السیر ان الوضو والغسل فرضا بمکۃ مع فرض الصلوۃ بتعلیم جبرئیل علیہ السلام اور اہل سیر یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور احوال کے بیان کرنے والوں نے اتفاق کیا ہے اس پر کہ وضو اور غسل مکہ معظمہ میں فرض ہوئے نماز کے فرض ہونے کے ساتھ جبرئیل علیہ السلام کی تعلیم سے وانہ علیہ الصلوۃ والسلام لم یصل قط الا بوضوء اور اس پر اتفاق کیا ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے کبھی نماز بدون وضو کے نہیں پڑھی م

Marfat.com

یہ جواب ہے اُس سوال کا کہ شاید آنحضرتؐ نے بدون وضو کے نماز پڑھی ہو بوجہ عدم فرضیت وضو بل ہو شریعۃ من قبلنا بدلیل ندا وضوئی و وضوء الانبیاء من قبلی بلکہ وضو کرنا شریعت ہے ہم سے پہلے لوگوں کی اس حدیث کی دلیل سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے وضو کر کے فرمایا کہ یہ میرا وضو ہے اور اُن پیغمبروں کا جو مجھ سے پہلے تھے وقد تقرر فی الاصول ان شرع من قبلنا شرع لنا اذا قصہ اللہ تعالیٰ ورسولہ من غیر انکار ولم یظہر نسخہ اور البتہ اصول فقہ کے علم میں یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ اگلوں کی شریعت ہماری بھی شریعت ہے یعنی اہل اسلام کو بھی اُس پر عمل کرنا چاہیے بشرطیکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اور اُس کے رسولؐ نے حدیث میں اُس کا بیان کر دیا ہو بدون انکار کے یعنی ناپسند نہ کیا ہو اُس کو اور اُس کا منسوخ ہونا ظاہر نہ ہوا ہو ہم شریعت سابقہ کا بیان قرآن میں کقولہ تعالیٰ وکتبنا[1] علیہم ان النفس بالنفس اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان فرمانا احادیث میں چنانچہ صوم عاشورہ بیان کرنا چاہیے کہ یہاں ایک سوال وارد ہوتا ہے تقریر اُس کی یہ ہے کہ جب فرض ہو چکا مکہ معظمہ میں نماز کے ساتھ جبرئیل علیہ السلام کی تعلیم سے اور یہ شریعت سابقہ غیر منسوخہ بھی ہے تو مدت کے بعد مدینہ منورہ میں آیت وضو کے نازل کرنے کا کیا فائدہ ہے اس کا جواب شارح نے اگلے قول میں دیا ففائدۃ نزول الآیۃ تقریر الحکم الثابت وثانی اختلاف العلماء الذی ہو رحمۃ تو فائدہ نزول آیت وضو کا جو ثابت کر دینا ہے اُس حکم کا جو قبل نزول کے ثابت تھا اور دوسرا فائدہ حاصل ہونا عالموں کے اختلاف کا جو رحمت ہے اُمت کے واسطے ہم چونکہ وضو جزو عبادت مستقل نہیں بلکہ تابع نماز ہے تو احتمال تھا کہ امت کے لوگ اُس کی شان کا اہتمام نہ کریں اور اُس کی شرائط اور ارکان کی مراعات میں تساہل کریں طول عہد اور انقراض ناقلین کی وجہ سے برخلاف اُس کے جب کہ اثبات وضو کا اُس نص متواتر سے ہوا جو ہر زمانے میں اور ہر زبان میں باقی ہے تو احتمالات مذکورہ کی گنجائش نہ ہوگی اور علماء کا اختلاف ہے آیت مذکورہ کے عدد فرائض میں سو بعضے عالم کہتے ہیں کہ فرض چار ہیں اور بعضے زیادہ کہتے ہیں اور بعضے لامستم کو جماع پر حمل کرتے ہیں اور بعضے فقط ہاتھ لگانے پر اور جس عضو کے مسح کرنے کا حکم ہے اُس میں اختلاف ہے کہ کل عضو کا مسح مراد ہے یا چوتھائی کا یا اُس سے بھی کم کذا فی الطحطاوی اور اختلاف علما کا رحمت ہونا دیباچہ کتاب میں مذکور ہو چکا کیف وقد اشتملت علی نیف وسبعین حکما مبسوطۃ فی تیمم الضیاء عن فوائد الہدایۃ کیونکر فائدہ نہ ہو آیت طہارت کے نزول میں حالانکہ وہ آیت شامل ہے ستر اور کئی حکموں پر جو ضیا کے باب التیمم میں فوائد ہدایہ سے مشروحاً مذکور ہیں وعلی ثمانیۃ الامور کلہا مثنیٰ[1] اور حالانکہ آیت مذکورہ شامل ہے آٹھ چیزوں پر کہ ہر ایک اُن سے دو دو ہیں یعنی ہر واحد میں دو دو شے ہیں تو سب سولہ ہوئے طہارتین الوضوء والغسل شامل ہے دو طہارت پر کہ وضو اور غسل ہے ومطہرین الماء والصعید اور دو پاک کرنے والیوں پر کہ پانی اور خاک ہے وحکمین الغسل والمسح اور دو حکموں پر کہ دھونا اور مسح کرنا ہے وموجبین الحدث والجنابۃ اور طہارت کے دو موجب پر کہ حدث اور جنابت ہے ومبیحین المرض والسفر اور تیمم کے دو مباح کر دینے والوں پر کہ بیماری ہے اور مسافری ودلیلین التفصیلی فی الوضوء والاجمالی فی الغسل اور دو دلیلوں پر دلیل تفصیلی وضو میں اور دلیل اجمالی غسل میں ہم وضو میں دھونے اور مسح کرنے کے اعضاء میں مفصل بتایا اور غسل میں اسی قدر مجمل فرمایا کہ فاطہروا یعنی طہارت کرو اعضاء کی تفصیل نہ فرمائی وکنایتین الغائط والملامستہ اور دو کنایہ پر کہ غائط اور ملامستہ ہے ہم کنایہ وہ لفظ ہے کہ معنی مراد پر بجا دلالت نہ کرے سو غائط میں پست مکان کو کہتے ہیں یہاں قضاء حاجت بشری مراد ہے اس لیے کہ عرب جب قضاء حاجت کا ارادہ کرتے تو پست مکان کی طرف جاتے اور ملامست لغت میں ہاتھ لگانے کو بولتے ہیں یہاں مراد جماع سے ہے اس لیے کہ جو جماع کا ارادہ کرتا ہے تو وہ بوس وکنار سے شروع کرتا ہے کذا فی الطحطاوی وکرامتین تطہیر الذنوب واتمام النعمۃ ای بموتہ شہیداً لحدیث من داوم علی الوضوء مات شہیداً ذکرہ فی الجوہرۃ اور دو بزرگیوں پر یعنی حق تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو طہارت میں دو طرح کی بزرگی عطا کی ایک تو گناہوں سے پاک کر دینا فی قولہ تعالیٰ لیطہرکم بہ اور نعمت کو پورا کر دینا فی قولہ تعالیٰ لیتم نعمتہ علیکم تمام نعمت ہے اُس کے شہید ہو کر مرنے سے اس حدیث کی دلیل سے کہ جو وضو کرنے پر ہمیشگی کرے گا وہ شہید مرے گا ایسا ذکر کیا جو ہمیشہ جو قدوری کی شرح ہے وانما قال امنوا بالغیبۃ دون آمنتم لیعم کل من آمن الی یوم القیمۃ قالہ فی الضیاء وکانہ مبنی علی ان فی الآیۃ التفاتا والتحقیق خلافہ اور نہیں فرمایا آمنوا غائب

[1] اور ہم نے لکھ دیا اُن پر کہ نفس عوض ہے نفس کا ۱۲

Marfat.com

کے صیغہ سے نہ آمنتم مخاطب کے صیغہ سے مگر اس واسطے کہ خطاب شامل رہے ہر ایک اُس شخص کو جو ایمان لاتا جائے قیامت تک یوں کہا ہے ضیا میں اور شاید کہ یہ قول اس پر مبنی ہے کہ آیت وضو میں التفات ہے حاضر سے غائب کی طرف اور قول محقق اس کے مخالف ہے م التفات اُس کو کہتے ہیں کہ غائب بولنے کے مقام پر حاضر بولا جائے اور حاضر کے موقع پر غائب سو بعضے عالم یاایھا الذین آمنوا کو التفات کے قبیل سے سمجھتے ہیں اس واسطے کہ آمنوا غائب کا صیغہ ہے اور آمنتم حاضر کا صیغہ ہے اور حق منادی کا مخاطب ہونے کی وجہ سے یہ ہے کہ اس کی تعبیر حاضر کی ضمیر سے ہو اور قول صحیح یہ ہے کہ یہاں التفات نہیں ہے اس لیے کہ آمنوا صلہ ہے الذین کا اور موصولات بمنزلہ غائب کے ہیں اور جو ضمیر کہ صلہ سے راجع ہوتی ہے موصول کی طرف وہ نہیں ہوتی ہے مگر غائب کذا فی العینی شرح الہدایہ خلاصہ یہ ہے کہ صنعت التفات اُس وقت ہوتی کہ حاضر کے محل میں غائب کا صیغہ ہوتا سو یہاں غائب کا صیغہ اپنے محل میں ہے واتی فی الوضوء باذا التحقیقیۃ وفی الجنابۃ بان التشکیکیۃ للاشارۃ الی ان الصلوۃ من الامور اللازمۃ والجنابۃ من الامور العارضۃ اور حق تعالیٰ نے وضو کے بیان میں اذا کا لفظ لایا جو محقق اور ثابت ہونے پر دلالت کرتا ہے اور جنابت میں ان کا لفظ لایا جو مشکوک اور متردد ہونے پر دلالت کرتا ہے تاکہ اس کی طرف اشارہ ہو کہ قیام الی الصلوۃ امور لازمہ سے ہے اور جنابت امور عارضہ سے م اِذَا اور اِنْ شرط جزا پر آتے ہیں تو اگر وقوع شرط کا یقین ہو یا امید قوی ہو تو وہاں اذا کا لفظ بولتے ہیں اور اگر وقوع شرط کا یقین نہ ہو یعنی تردد ہو ہونے اور نہ ہونے میں تو وہاں اِنْ کا لفظ بولتے ہیں جب یہ معلوم ہوا تو دریافت کرنا چاہیے کہ وضو میں حق تعالیٰ نے اذا قمتم الی الصلوۃ فرمایا اس واسطے کہ نماز کے واسطے اٹھنا امور لازمہ سے ہے اور بنظر دیانت مسلم غائب الوجود ہے کہ رات دن میں پانچ بار نماز فرض ہے اس واسطے کہ اذا کا لفظ جو امر ثابت پر دلالت کرتا ہے مذکور کیا اور جنابت میں اِنْ کنتم جنبًا فرمایا کہ وہ بہ نسبت نماز کے قلیل الوجود ہے اور امور عارضہ متردد سے ہے کہ ہو یا نہ ہو اس وجہ سے کہ اِنْ کا لفظ جو شک اور تردد پر دلالت کرتا ہے ارشاد کیا کذا فی العینی وصرح بذکر الحدث فی الغسل والتیمم دون الوضوء لیعلم ان الوضوء سنۃ وفرض والحدث شرط للثانی لا للاول فیکون الغسل علی الغسل والتیمم علی التیمم عبثا والوضوء علی الوضوء نورٌ علی نور اور حق تعالیٰ نے حدث کو صریحاً ذکر کیا غسل اور تیمم میں نہ وضو میں تا معلوم ہو کہ البتہ وضو سنت ہے بدون حدث کے اور فرض ہے حدث کے ساتھ اور حدث ثانی کی شرط ہے نہ اول کی یعنی فرض وضو کی شرط ہے نہ سنت وضو کی تو ایک غسل پر دوسرا غسل کرنا اور ایک تیمم پر دوسرا تیمم کرنا عبث اور بے فائدہ ہوگا ایک وضو پر دوسرا وضو کرنا نورٌ علی نور ہے م طحطاوی نے کہا شارح کے کلام سے نکلتا ہے کہ تیمم اور غسل نہیں ہوتے ہیں مگر فرض اس میں خلل یہ ہے کہ غسل چند مواضع میں مستحب ہوتا ہے اور چند مواضع میں سنت اور اسی طرح تیمم کہ وضو کے قائم مقام ہوتا ہے یعنی عدم فرضیت میں چنانچہ سونے کے وقت اور مسجد میں جانے کے واسطے تو غسل اور تیمم کا فقط فرض ہونا ثابت نہ ہوا ارکان الوضوء اربعۃ وضو کے رکن چار ہیں م لغت میں رکن کہتے ہیں ہر چیز کی جانب قوی کو اور وضوء ماخوذ ہے وضاءت سے جو بمعنی لطافت اور حسن کے ہے اور وضو بالضم مصدر ہے اور بالفتح وہ پانی ہے جس سے وضو کرتے ہیں اور اصطلاح شرع میں وضو عبارت ہے اعضاء ثلثہ کے دھونے اور سر کے مسح کرنے سے عبّر بالارکان لانہ افید مصنف نے ارکان کہا فرض نہ کہا اور مصنفوں کے مانند اس واسطے کہ رکن کہنا مفید تر ہے م اس لیے کہ رکن اخص ہے فرض سے اور تا کہ معلوم ہو کہ جن کتابوں میں فروض الوضوء مذکور ہے وہاں فروض سے ارکان مراد ہیں کذا فی شرح المصنف رکن فرض ہے اس لیے نہاص ہوا کہ رکن اُس فرض کو کہتے ہیں جو ماہیت یعنی شے کی حقیقت میں داخل ہو برخلاف فرض کے کہ داخل اور خارج ماہیت کو یعنی رکن اور شرط دونوں کو فرض بولتے ہیں مع سلامۃ عما یقال ان اریدبالفرض القطعی یرد تقدیر الممسوح بالربع وان اریدالعملی یرد المغسول اور باوجود سلامت رہنے اُس تعبیر کے اُس اعتراض سے جس کا بیان یوں ہے کہ جن کتابوں میں تعبیر بفرض وضو ہے اگر فرض سے فرض قطعی مراد ہے تو اعتراض وارد ہوتا ہے چوتھائی مقدار معین کرنے کا عضو ممسوح[1] میں کیونکہ یہ قطعی نہیں ولہذا اس میں اختلاف ہے اہل اجتہاد کا اور اگر فرض سے فرض عملی مراد ہے تو عضو مغسول کا

[1] مسح کیا ہوا ۱۲۔

Marfat.com

اعتراض وارد ہوتا ہے اس واسطے کہ اعضاء مغسولہ کا دھونا قطعی ہے نہ عملی وان اجیب عنہ بما لخصناہ فی شرح الملتقی اگرچہ اس اعتراض کا وہ جواب دیا گیا ہے جس کو ہم نے خلاصہ کر کے ملتقی البحر کی شرح میں ذکر کیا ہے م منجملہ اجوبہ شرح الملتقی کے ایک یہ جواب ہے کہ قطعی فرض مراد ہے اور اعتراض ممسوح کا یہ جواب ہے کہ اصل مسح فرض قطعی ہے کہ قرآن مجید سے ثابت ہے اگرچہ اس کی مقدار میں اختلاف ہے کذا فی الطحطاوی ثم الرکن مایکون فرضًا داخل الماہیۃ وأما الشرط فما یکون خارجا فالفرض اعم منہا پھر اس کو معلوم کرنا چاہیے کہ رکن وہ فرض ہے جو ماہیت میں داخل ہو اور شرط تو وہ فرض ہے جو ماہیت اور حقیقت سے خارج ہو تو فرض رکن اور شرط دونوں سے عام ہے یعنی دونوں کو شامل ہے م لفظ ثم کا یہاں ترتیب اخباری میں مستعمل ہے اور فرض لغت میں تین اور کئی معنی کے واسطے آتا ہے کذا فی الطحطاوی عن نہایۃ النہایۃ اور منجملہ معانی فرض کے قطع اور تقدیر اور تفضیل اور تحدید اور تحریر ہے وہو ما قطع بلزومہ حتی یکفر جاحدہ کا صل مسح الراس اور فرض قطعی وہ عمل ہے جس کا لازم ہونا قطعی اور یقینی ہو اس درجہ تک کہ اُس کا منکر کافر ہو جاتا ہے یا اُسکا[1] منسوب بہ کفر ہو جاتا ہے چنانچہ نفس مسح سر بلا تعیین مقدار م فرض قطعی کو فرض اعتقادی بھی کہتے ہیں اس واسطے کہ عمل کے ساتھ اُس کا اعتقاد بھی فرض ہے علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں کہا کہ فرض اصطلاح شرع میں وہ ہے جو ایسی دلیل قطعی سے ثابت ہو جس میں کچھ شبہہ نہیں چنانچہ قرآن مجید اور حدیث متواتر بشرطیکہ قرآن اور حدیث میں خصوص لاحق نہ ہو گیا ہو اور چنانچہ اجماع بشرطیکہ بطریق آحاد منقول نہ ہو اور چنانچہ قیاس منصوص علیہ انتہی اور نہر الفائق میں ہے کہ دلائل سمعی چار قسم پر ہیں ایک تو وہ ہے جس کا ثبوت بھی قطعی اور دلالت مراد بھی اُس کی قطعی چنانچہ نصوص متواترہ دوسری یہ کہ ثبوت تو اُس کا قطعی ہے مگر دلالت مراد ظنی ہے چنانچہ آیات ماوّلہ یعنی جن میں تاویل کو دخل ہے تیسری وہ ہے کہ جس کا ثبوت ظنی ہے اور اُس کی دلالت قطعی چنانچہ وہ اخبار آحاد جن کا مفہوم قطعی ہے چوتھی وہ ہے جس کا ثبوت اور دلالت دونوں ظنی ہیں تو فقیہوں نے اوّل قسم سے فرض ثابت کیا ہے اور قسم ثانی اور ثالث سے واجب کو قسم رابع سے سنت اور استحباب کو ثابت کیا ہے اور واجب سے اُس کا ارادہ کیا جو فرض عملی کو بھی شامل ہے اسی وجہ سے بعضے متاخرین نے کہا کہ فرض عملی واجب کی دونوں قسموں سے قوی تر ہے اور فرض کی دو قسموں سے ضعیف تر ہے انتہی وقد یطلق علی العملی وہو ما تقوت الصحۃ بعنوانہ کالمقدار الاجتہادی فی الفروض فلا یکفر جاحدہ اور کبھی فرض بولتے ہیں فرض عملی کو اور فرض عملی وہ ہے کہ جس کے فوت ہو جانے سے عمل کی صحت فوت ہو جائے چنانچہ فرضوں کی وہ مقدار جو اجتہاد سے ثابت ہے تو فرض عملی کا منکر کافر نہ ہوگا یا اس کو منسوب بکفر نہ کریں گے م شارح نے اپنے بیان سے ارشاد کیا کہ فرض کا اطلاق فرض قطعی پر حقیقی ہے اور فرض عملی پر مجازی اس واسطے کہ عند الاطلاق وہی متبادر ہے اور تبادر معنی حقیقی کا علامہ ہے فرض عملی اس واسطے کہا کہ عمل کرنا اُس پر فرض ہے اعتقاد فرض نہیں اس لیے کہ آدمی کا اعتقاد کرنا چہارم سر کے مسح کے افتراض کا فرض نہیں اور فروض کی مقدار اجتہادی چنانچہ مسح چہارم سر کا اور دھونے میں داخل ہونا کہنیوں اور ٹخنوں کا کذا فی الطحطاوی غسل الوجہ ای اسالۃ الماء مع التقاطر ولو قطرۃ وفی الفیض اقلہ قطرتان فی الاصح پہلا فرض وضو کا چہرہ کا دھونا ہے یعنی پانی کا بہانا ٹپکنے کے ساتھ اگرچہ ایک ہی قطرہ ٹپکے اور فیض میں ہے ٹپکنے کا کمتر رتبہ یہ ہے کہ دو بوندیں ٹپکیں صحیح تر قول میں م غسل بفتح عین لغت میں میل کے دور کرنے کو کہتے ہیں جس چیز سے ہو اُس پر پانی بہا کر اور غسل بضم غین تمام بدن کے دھونے کو بولتے ہیں اور اُس پانی کو بھی کہتے ہیں جس سے نہاتے ہیں اور غسل بکسر غین غسلی وغیرہ کو کہتے ہیں جس سے سر دھویا جاتا ہے جب پانی بہانا دھونے کی حقیقت میں داخل ہوا تو اگر پانی نہ بہا اس طرح کہ تیل کے مانند چپڑ لیا تو ظاہر الروایۃ میں جائز نہ ہوگا اور اگر برف سے دھو کیا اور تقاطر نہ ہوا تو جائز نہیں اور فیض کا مصنف شیخ برہان الدین کر کی ہے کذا فی الطحطاوی مرۃ لان الامر لا یقتضی التکرار ایک بار دھونا فرض ہے اس واسطے کہ فاغسلوا کا امر مکرر کرنے کا مقتضی نہیں م یعنی امتثال امر ایک بار کرنے سے ادا ہو گیا بار بار کرنا ضرور نہیں ولہذا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گاہے ایک بار اعضاء وضو کو دھویا ہے اور گاہے دو دو بار اور گاہے تین تین بار چنانچہ کتب احادیث میں مذکور ہے اور یہ نہایت رتبہ ہے تعلیم کا تین بار سے زیادہ کرنا اسراف ہے وہو مشتق من المواجہۃ واشتقاق الثلاثی من المزید اذا کان اشہر فی المعنی شائع کا اشتقاق الرعد من الارتعاد و

[1] یہ معنی اس صورت میں ہیں کہ لفظ یکفر کو تشدید پڑھیں باب تفعیل سے ۱۲ [2] جس پر نص ہو ۱۲

Marfat.com

الیم من التیمم اور وہ یعنی وجہ کا لفظ مشتق یعنی نکلا ہے مواجہہ سے اور اشتقاق ثلاثی مجرد کا ثلاثی مزید سے جب کہ مزید مشہور تر ہو مجرد سے رائج اور مشہور ہے جیسے اشتقاق رعد کا ارتعاد سے اور یم کا تیمم سے م ارتعاد بمعنی اضطراب مشہور ہے اس واسطے کہا کہ رعد ارتعاد سے نکلا ہے کیونکہ رعد بھی ابر میں مضطرب رہتا ہے اور تیمم بمعنی قصد کے مشہور ہے لہٰذا یم بمعنی دریا کہا کہ تیمم سے مشتق ہے اس واسطے کہ دریا مقصود خلائق ہے کذا فی الحلبی علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں کہا اگر کوئی کہے کہ وجہ ثلاثی مجرد ہے اور مواجہہ ثلاثی مزید ہے اور مجرد مزید سے مشتق نہیں ہوتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اشتقاق صغیر کی شرط ہے اور اشتقاق کبیر کی اور[1] اشتقاق اکبر کی یہ شرط نہیں بلکہ فقط تناسب ہونا لفظ اور معنی میں کافی ہے برخلاف اشتقاق صغیر کے کہ وہاں تناسب حروف اور ترتیب کا اور مناسبت لفظی اور معنوی مع تغایر وصفی[2] شرط ہے اور اشتقاق کبیر میں ثلاثی مجرد کا مشتق ہونا مزید سے جائز ہے جیسے جن بمعنی دیو کا اشتقاق اجتنان بمعنی استتار سے اس واسطے کہ اہل لغت کی غرض اس اشتقاق سے اس لفظ کے معنی کی حقیقت کا بیان کرنا ہے تو جائز ہے کہ مزید اشہر ہو کثرت استعمال سے اور اشتقاق اکبر میں مخرج حروف کی مناسبت کا ہونا کافی ہے چنانچہ نعق کو کہتے ہیں کہ نہق سے مشتق ہے انتہیٰ ملخصا من مبدأ سطح جبہتہ ای المتوضی بقرینۃ المقام الی اسفل ذقنہ ای منبت اسنانہ السفلی طولاً کان شعر اولا چہرے کا دھونا فرض ہے پیشانی متوضی کی سطح کے سرے سے اس کی ٹھوڑی تک یعنی جہاں نیچے کے دانت جمتے ہیں یہ حد ہے باعتبار طول چہرہ کے خواہ پیشانی پر بال ہوں یا نہ ہوں وہاں کا دھونا فرض ہے شارح نے ضمیر پیشانی کا مرجع متوضی کو قرار دیا مقام وضو کے قرینہ سے عدل عن قولہم من قصاص شعرہ الی الغالب الی المطرد لیعم الاغم والاصلع والانزع مصنفؒ نے اور مصنفوں کے من قصاص شعرہ کے قول سے جو جاری تھا بنا بر غالب حال کے عدول کیا اس قول مذکور کی طرف جو شامل ہے سب آدمیوں کو تاکہ اغم اور اصلع اور انزع کو بھی شامل رہے م تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ہدایہ اور کنز وغیرہما میں وجہ کی حد میں من قصاص شعر کا لفظ واقع ہے یعنی سر کے بال جمنے تک نہایت سے اسفل ذقن تک چہرہ کی طولانی حد ہے سو اس پر اغم اور اصلع اور انزع کا اعتراض وارد ہوتا ہے اغم وہ ہے جس کے بال سر سے اتر کے پیشانی پر جمے ہوں اور اصلع وہ ہے جس کے مقدم سر پر بال نہ ہوں اور انزع وہ ہے جس کی پیشانی کے دونوں جانبین بال سے خالی ہوں تو ہدایہ وغیرہ کی حد سے موافق لازم آتا ہے اصلع اور انزع کو سر کا دھونا اور اغم کی پیشانی کا دھونے سے ساقط ہونا لہٰذا مصنف نے اس قول کو چھوڑا اور ابتدا سطح پیشانی کو اختیار کیا تاکہ اغم اور اصلع اور انزع کو یہ حد شامل رہے یعنی اغم پر پیشانی کے بال دھونا فرض ہوگا اور اصلع اور انزع کو پیشانی کے اوپر لازم نہ آوے گا وما بین شحمتی الاذنین عرضا اور دونوں کانوں کے دونوں لو کے مابین میں بنا بر عرض کے یعنی اس نرمہ گوش سے اس نرمہ گوش تک عرض میں چہرہ کی حد ہے وحینئذ فیجب غسل المیاتی وما یظہر من الشفۃ عند انضمامہا اور جب کہ چہرہ کی طول اور عرض کی حد معلوم ہوئی تو واجب ہوگا یعنی فرض ہوگا کویوں کا دھونا اور اس قدر لب کا کہ جتنا کھلا رہتا ہے منہ بند ہونے کے وقت م اکثر نسخوں میں میاتی مذکور ہے جو جمع ہے ماق اور موق کی بمعنی گوشہ چشم جس کو ہندی میں کویا کہتے ہیں اور یہی نسخہ مناسب مقام ہے اور بعضے نسخہ میں ملاقی کا لفظ ہے اور حلبی اور طحطاوی محشیوں نے ملاقی کا لفظ لیا ہے اور اس سے ڈاڑھی مراد لی جو ملاقی وجہ ہے میں کہتا ہوں میاتی کا نسخہ ملاقی سے اولی ہے اس واسطے کہ ڈاڑھی تو بالاستقلال آگے متن میں مذکور ہوگی واللہ اعلم وما بین العذار والاذن لدخولہ فی الحد وبہ یفتی اور واجب ہے دھونا اس سفیدی کا جو ڈاڑھی اور کان کے بیچ میں ہے بسبب داخل ہونے اس جگہ کے چہرہ کی حد مذکور میں اور یہی قول مفتی بہ ہے م عذار عبارت ہے ڈاڑھی کے خط سے یعنی اس کا کنارہ قاموس میں تصریح ہے کہ عذار نام ہے ڈاڑھی کے دونوں جانبوں کا مترجم نے سہولیت فہم کے واسطے حاصل مطلب کا ترجمہ کیا امام اور محمد کا یہی مذہب ہے کہ اس جگہ کا دھونا وضو میں فرض ہے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک ڈاڑھی والے کو اس کا دھونا فرض نہیں لیکن عورت اور امرد اور کھوسے[3] کو اس کا دھونا بالاتفاق فرض ہے کذا فی الطحطاوی لا غسل باطن العینین والانف والفم واصول

[1] مترجم اول نے تینوں اشتقاق کی تصریح ذکر نہیں کی اس لیے میں اس کو لکھتا ہوں کہ اشتقاق صغیر اس کو کہتے ہیں کہ مشتق اور مشتق منہ میں حروف اور ترتیب میں مناسبت باقی ہو جیسے مصدر سے مشتقات نکلتے ہیں اور اشتقاق کبیر یہ ہے کہ دونوں میں لفظ و معنی کی مناسبت ہو مگر ترتیب میں نہ ہو جیسے جذب مشتق ہے جذب سے اور اشتقاق اکبر یہ ہے کہ معنی میں مناسبت ہو اور لفظوں کے مخارج ایک سے ہوں جیسے نق مشتق ہے نہق سے [2] یعنی صفحہ کا جدا ہونا ۱۲ [3] جس کی ڈاڑھی نہ ہو ۱۲

Marfat.com

شعر الحاجبین واللحیۃ والشارب ونیم ذباب للحرج اور فرض نہیں آنکھوں اور ناک اور منہ کے اندر کا دھونا اور بھوؤں اور ڈاڑھی اور مونچھ کے بالوں کی جڑوں کا اور مکھی کے گوہ کا دھونا فرض نہیں حرج اور مشقت کے سبب سے م بالوں کی جڑوں کا دھونا اس وقت فرض نہیں جب کہ بال نہایت گھنے ہوں کہ جلد نظر نہ آوے اور اگر جلد نظر آوے گی تو جڑوں کا بھی دھونا فرض ہوگا چنانچہ برہان سے مذکور ہوگا وغسل الیدین اسقط لفظ فرادی لعدم تقیید الفرض بالانفراد والرجلین الیادیتین السلیمتین فان البحوحتین والمستورتین بالخف ظیفتہا المسح اور دوسرا فرض وضو کا دھونا ہے اُن ہاتھوں کا اور تیسرا فرض وضو کا دھونا ہے اُن دونوں پاؤں کا جو ظاہر میں صحیح سالم ہیں اس واسطے کہ زخمی پاؤں اور جو موزے کے اندر چھپے ہیں تو ان کے واسطے مسح کرنا معین اور مقرر ہے مصنف نے ہاتھ پاؤں میں فرادی کا لفظ ساقط کیا اس واسطے کہ فرض ہونے میں جدا جدا کر دھونے کی قید نہیں ہے یعنی اگر دونوں ہاتھوں یا دونوں پاؤں کو پانی کے اندر ساتھ ہی ڈالے گا تو فرضیت ادا ہوگی یہ تعریض ہے صاحب درر کی طرف اُس نے کہا ہے غسل الیدین فرادی یعنی اُس کا مطلب یہ ہے کہ ہر ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سے علیحدہ ہونا چاہیے کذا فی الطحطاوی مرۃ لما مر ہاتھ پاؤں کا ایک بار دھونا فرض ہے بدلیل گذشتہ یعنی امر مقتضی تکرار کا نہیں مع المرفقین والکعبین علی المذہب ہاتھوں کا دھونا فرض ہے دونوں کہنیوں کے ساتھ اور پاؤں دونوں ٹخنوں کے ساتھ بنا بر ظاہر مذہب کے وما ذکر وامن ان الثابت بعبارۃ النص غسل ید ورجل والاخری بدلالتہ ومن البحث فی الی و فی القرئین فی ارجلکم قال فی البحر الاطائل تحتہ بعد انعقاد الاجماع علی ذلک اور یہ جو فقہ کی کتابوں میں عالموں نے ذکر کیا ہے کہ قرآن کی عبارۃ النص سے ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کا دھونا ثابت ہے اور دوسرے ہاتھ اور پاؤں کا دھونا دلالۃ النص سے ثابت ہے اور وہ بحث کہ لفظ الی میں اور ارجلکم کے دونوں قراءتوں میں مذکور ہے بحر الرائق میں کہا کہ اس ذکر میں کچھ فائدہ نہیں بعد منعقد ہو جانے اجماع کے دونوں ہاتھوں کے دھونے پر کہنیوں سمیت اور دونوں پاؤں کے دھونے پر ٹخنوں سمیت م عبارۃ النص اُس مفہوم صریح کو کہتے ہیں جس کے واسطے کلام صادر ہوا اور دلالۃ النص اُس کو بولتے ہیں جو نص سے مفہوم ہوتا ہے بطریق مساوات کے ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کا دھونا بطریق عبارۃ النص کے اس وجہ سے ثابت ہے کہ مقابلہ صیغہ جمع کا دوسری جمع سے قسمت علی الآحاد کا مقتضی ہے یعنی مقابلہ یہ چاہتا کہ ایک ایک فرد کو ایک ایک پہنچے اور لفظ الی میں یہ بحث ہے کہ غایت مغیا میں یعنی مابعد الی کا اُس کے ماقبل کے حکم میں داخل ہے یا نہیں یا دونوں برابر ہیں اور ترجیح قرائن سے ہوتی ہے وغیر ذلک اور ارجلکم میں دو قراءتیں ہیں یعنی لام کا زیر اور زبر بلاشبہ متواتر ہیں اور جمع بین القراءتین یا تو تخییر بین الغسل والمسح کا مقتضی ہے چنانچہ بعض کا مذہب ہے یا زبر کی قرأت یعنی دھونا اُس حالت پر محمول ہے جب کہ پاؤں میں موزہ نہ ہو اور زیر کی قرأت یعنی مسح کرنا موزہ پوشی پر محمول ہے چنانچہ بعض اہل سنت کا مذہب ہے اور تحقیق اس میں یہ ہے کہ زیر کی قرأت کا ظاہر بالاجماع متروک ہے کیونکہ جو مسح کرنے کا قائل ہے وہ دونوں ٹخنوں کو مسح کی غایت قرار نہیں دیتا صاحب بحر نے کہا کہ یہ سب گفتگو اجماع کے مقابلے میں ساقط الاعتبار ہے اگر کوئی کہے کہ یہ احکام وضو کے تو زمانہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں ثابت تھے اور حضرتؐ کے ہوتے اجماع کا کیا اعتبار ہے اُس کا جواب یہ ہے کہ حضرتؐ کا فعل اُن لوگوں کو یقین کا موجب تھا جنھوں نے حضرتؐ کو دیکھا اور ہم کو تو ثابت نہیں ہو سکتا علی وجہ الیقین بدون متواتر ہونے کے اور جب کہ تواتر پایا گیا تو اب ہمارے حق میں اجماع معتبر ہوگا یا دلالۃ النص کذا فی الطحطاوی مختصرا ومسح ربع الرأس مرۃ فوق الاذنین ولو بإصابۃ مطر او بلل باق بعد غسل علی المشہور لا بعد مسح الا ان یتقاطر اور چوتھائی سر کا مسح کرنا ہے دونوں کانوں کے اوپر اگرچہ چہارم سر تر ہو گیا ہو بارش کے پانی لگ جانے سے یا اُس تراوت سے جو ہاتھ میں باقی رہے کسی عضو کے دھونے کے بعد بنا بر قول مشہور کے نہ اُس تراوت سے جو مسح کرنے کے بعد باقی رہے مگر یہ کہ پانی ٹپکتا ہو یعنی اگر ایک مسح کر چکنے کے بعد اتنی تراوت بکثرت ہے کہ تقاطر ہنوز موجود ہے تو اب دوسرے عضو کا بھی مسح کرنا جائز ہے م مسح لغت میں ہاتھ پھیرنا ہے کسی چیز پر اور عرف شرع میں عضو کا تر ہونا پانی سے خواہ تر ہاتھ پھیرنے سے یا بارش کے پانی سے اور فرض مسح کی مقدار میں

---

۵۱ یعنی ایدیکم اور ارجلکم میں ایدی اور ارجل صیغہ جمع مضاف ہیں کم ضمیر جمع کی ملت تو ہر شخص کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں مراد ہوگا ۱۲ ۵۲ یعنی وضو کنندہ کو اختیار ہے کہ پاؤں کو دھووے یا مسح کرے ۱۲۔

Marfat.com

تین روایتیں ہیں ایک یہ کہ چوتھائی سر کا مسح فرض ہے اور یہی روایت مشہور ہے یعنی ولہذا فقہ کے متون معتبرہ میں یہی روایت ماخوذ ہے دوسری روایت ہے مقدار ناصیہ کی جو قدوری کی مختار ہے اور ہدایہ میں مقدار ناصیہ کو چہارم سر کہا ہے اور تحقیق یہ ہے کہ ناصیہ کم ہے چہارم سے تیسری روایت میں انگلیوں کی مقدار ہے بدائع میں کہا کہ یہ اصول کی روایت ہے ظہیریہ میں کہا اسی پر فتوی ہے لیکن خلاصہ میں ہے کہ یہ محمدؒ سے روایت ہے لہذا متاخرین نے کہا کہ محمدؒ سے ظاہر الروایۃ ہے امام رحمہ ظاہر الروایۃ نہیں کذا فی النہر الفائق مختصراً ولو مدا اصبعا او اصبعین لم یجز الا ان یکون مع الکف او بالابہام والسبابۃ مع ما بینہما اور اگر ایک بار دو انگلیوں کو سر پر کھینچا تو مسح جائز نہ ہوگا مگر یہ کہ انگلیوں کے ساتھ ہتھیلی بھی لگائے تو مسح درست ہوگا یا کھینچا انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کو اُن کے مابین کے ساتھ تو بھی مسح درست ہوگا م طحطاوی نے کہا شاید کہ یہ قول ثلث اصابع کی روایت پر متفرع ہے والا اس قدر سے چہارم سر ثابت نہیں ہوتا مگر یہ کہ مدا اور وضع میں تفرقہ کیا جائے یعنی کھینچنے سے چہارم سر ہو سکتا ہے نہ رکھ دینے سے او بمیاہ یا چند بار جدید پانیوں سے مسح کرے تو درست ہے م یہ مسئلہ دونوں روایتوں پر متفرع ہو سکتا ہے یعنی اگر ایک انگلی سے تین بار نیا پانی لے کر مسح کیا محل کو بدل کر تو ثلث اصابع پر متفرع ہے اور اگر زیادہ کیا بقدر چہارم سر کے تو ربع اس کی روایت پر متفرع ہے ولو ادخل راسہ الاناء او خیمۃ او جبیرتہ وہو محدث اجزاہ ولم یصر الماء مستعملاً وان نوی اتفاقاً علی الصحیح کما فی البحر عن البدائع اور اگر سر کو پانی بھرے برتن میں داخل کیا یا اپنے دونوں موزوں کو یا مسح کی پٹی کو حالانکہ اُس کو وضو نہیں ہے تو اس طرح کا مسح کفایت کرتا ہے اور اس فعل سے برتن کا پانی مستعمل نہ ہو جائے گا بالاتفاق اگرچہ اس نے نیت مسح کرنے کی کی ہو قول صحیح پر چنانچہ بحر الرائق میں بدائع سے منقول ہے م یعنی محمدؒ کے نزدیک اگرچہ نیت سے پانی مستعمل ہو جاتا ہے مگر یہ پانی مستعمل نہ ہوا اس لیے کہ مستعمل ہونے میں پانی کا بہنا شرط ہے نہ پانی کا لگ جانا سو یہاں پانی کا لگ جانا صادق آیا نہ بہنا کذا فی الطحطاوی عن البرو غسل جمیع اللحیۃ فرض یعنی عملیاً ایضاً علی المذہب الصحیح المفتی بہ المرجوع الیہ وما عدا ہذہ الروایۃ مرجوع عنہ کما فی البدائع اور تمام ڈاڑھی کا یعنی بقدر محاذات ذقن دھونا بھی فرض ہے بنا بر اُس مذہب کے جس کو محقق عالموں نے صحیح کہا ہے اور جس کا فتوی دیا ہے اور اسی قول پر امام اعظمؒ نے آخر کار رجوع کیا ہے اور اس روایت کے سوا اور روایتیں سب متروک ہیں چنانچہ بدائع میں مذکور ہے شارح نے کہا یہاں فرض سے مراد فرض عملی ہے نہ فرض اعتقادی م ماتن نے اپنی شرح میں کہا چونکہ دھونا ڈاڑھی کا مذہب صحیح معتمد تھا لہذا میں نے اسی پر اعتماد کیا اس مختصر متن میں اور تعجب ہے اصحاب متون سے مذہب مرجوع عنہ کے ذکر کرنے میں اور مذہب مرجوع الیہ صحیح مفتی بہ کے چھوڑ دینے میں باوجودیکہ ڈاڑھی کا دھونا داخل ہے وجہ کی اس حد میں جو انھوں نے اپنی کتابوں میں بیان کی ہے انتہی طحطاوی نے کہا کہ ڈاڑھی میں روایات متردکہ غیر معتمد چھ ہیں ایک روایت تمام ڈاڑھی کا مسح ۲ دوسرا چوتھائی کا مسح ۳ تہائی کا مسح ۴ چوتھائی کا دھونا ۵ تہائی کا دھونا ۶ نہ دھونا نہ مسح کرنا انتہی نہر الفائق میں کہا منجملہ روایات غیر صحیحہ ایک روایت یہ ہے کہ جس قدر ڈاڑھی ملاقی بشرہ ہے یعنی جتنی کھال سے ملی ہے اُس کا مسح فرض ہے قاضی خاں نے اسی کو ترجیح دی ہے جامع صغیر کی شرح میں ثم لا خلاف ان المسترسل لا یجب غسلہ ومسحہ بل یسن پھر اس میں اختلاف نہیں کہ ٹھوڑی سے لٹکی ڈاڑھی کا نہ دھونا واجب ہے نہ اُس کا مسح کرنا بلکہ اُس کا مسح کرنا مسنون ہے م منتقی میں ہے کہ مسترسل سے مراد یہ کہ دائرہ وجہ چھوٹی ہوئی اور منیہ میں مرسیاً مذکور ہے کہ لحیہ مسترسلہ کا مسح مسنون ہے کذا فی الطحطاوی وان الخفیفۃ التی ترى بشرتہا یلزم غسل ما تحتہا کذا فی النہر اور اس میں اختلاف نہیں کہ جو ایسی ہلکی ڈاڑھی ہو جس کے نیچے کی کھال نظر آتی ہو تو اُس کے ماتحت کا دھونا لازم ایسا نہر الفائق میں م تو خلاف سابق کا محل لحیہ کثیفہ ہے وفی البرہان یجب غسل بشرۃ لم یسترہا الشعر کما جب وشارب وعنفقۃ فی المختار اور برہان میں ہے کہ اس کھال کا دھونا واجب ہے جس کو بالوں نے نہیں چھپایا مانند بھوؤں اور مونچھ اور عنفقہ کے قول مختار میں م جو بال لب اور ڈاڑھی کے درمیان ہیں اُن کو عنفقہ کہتے ہیں اور بعضے اہل ہند اُس کو کچی بولتے ہیں ولا یعاد الوضوء ولا یبل المحل بحلق راسہ ولحیتہ اور وضو دوسری بار نہ کیا جاوے سر اور ڈاڑھی کے مونڈنے سے بلکہ اُس کی جگہ کا تر کرنا بھی ضرور نہیں اگرچہ

سلہ یہ مترجم اول کا وہم ہے ربع راس پر اس کی تفریع ظاہر نہیں اور نہ عبارت سابقہ اس کی موید ہے اور نہ خود مترجم کا بیان اس تفریع میں بلا وجہ ہے ۱۲ سلہ ٹھوڑی کے مقابل ۱۲
سلہ یعنی جس کی طرف رجوع کیا گیا اور جس کی تصحیح ہوئی اور جس پر فتوی ہے ۱۲

Marfat.com

وہ خشک نکلے کما لایعاد الغسل للمحل ولا الوضوء لحلق شاربہ وحاجبہ وقلم ظفرہ وکشط جلدہ جیسے مونچھ اور بھوؤں کے مونڈنے سے اور ناخن تراشنے اور کھال
کھرچنے سے اُس جگہ کا دھونا دوسری بار لازم نہیں اور نہ وضو کرنا وکذا لو کان علی اعضاء وضوئہ قرحۃ کالدملۃ علیہا جلدۃ رقیقۃ فتوضأ وامر الماء علیہا
ثم نزعہا لایلزمہ اعادۃ الغسل علی ماتحتہا ان تالم بالنزع علی الاشبہ لعدم البدلیۃ بخلاف نزع الخف اور اسی طرح اگر وضو کے اعضاء پر زخم ہو چنانچہ پھوڑا
اور اس پر باریک کھال ہو پھر اُس نے وضو کیا اور اُس کھال پر پانی بہایا اور کھال کو نوچ ڈالا تو اُس شخص پر لازم نہ ہوگا دھونا کھال کے ماتحت کا بشرطیکہ درد ہوا ہو
نوچنے سے بنا بر اُس قول کے جو اشبہ بحق ہے عدم بدلیت سے یعنی دوسری بار دھونا اس واسطے لازم نہ ہوا کہ نوچی کھال اپنے ماتحت کی بدلا نہ تھی برخلاف موزہ اتارنے
کے کہ پاؤں کا دھونا لازم ہوگا اس واسطے کہ موزہ کا مسح بدلا ہے پاؤں دھونے کا م فتاوی ہندیہ میں ہے کہ بعضوں کے نزدیک اگر کھال نوچنے سے درد نہ ہو تو وہاں
کا دھونا لازم ہے اور اگر درد ہوا در کوئی چیز وہاں سے نکل کر بہے تو وضو گیا اور اگر کچھ نہیں نکلا تو وہاں کا دھونا لازم نہیں اور اشبہ یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں دھونا
لازم نہیں انتہیٰ تو شارح کو یوں کہنا اولی تھا وان لم یتالم بالنزع علی الاشبہ یعنی دھونا لازم نہیں اگرچہ درد نہ ہو نوچنے سے قول اشبہ پر اس واسطے کہ درد ہونے میں تو
اختلاف نہیں عدم لزوم میں کذا فی الطحطاوی مختصراً فصار کما لو مسح خفہ ثم حتہ او قشرہ تو زخم کی کھال کا نوچنا ایسا ہوگا جیسے کہ موزہ پر مسح ہو گیا پھر موزہ کو کھرونچا یا چھیلا
یعنی باوجود اس کے مسح قائم ہے دوسری بار مسح کرنا لازم نہیں فروع یہ چند مسائل ہیں جن کو شارح نے بڑھایا ہے شارح رحمۃ اللہ کی عادت ہے اس کتاب میں
کہ متن کی شرح کرنے کے بعد مناسب مقام پر چند مسائل کو ملحق کرتا ہے تاکہ لوگوں کو فائدہ حاصل ہو فی اعضائہ شقاق غسلہ ان قدر والا مسحہ والا ترکہ متوضی کے
اعضاء میں انشقاق ہے یعنی لوائی ہے تو اُس کو دھووے اگر دھو سکے اور اگر نہ دھو سکے تو اُس عضو پر مسح کرے اور اگر مسح بھی نہ کر سکے تو اُس کا مسح کرنا بھی چھوڑ دے
اور اُس کے آس پاس دھووے کذا فی العالمگیری ولو بیدہ ولا یقدر علی الماء تیمم اور اگر اُس کے ہاتھ میں انشقاق ہوا اور وہ پانی پر قادر نہ ہو تو تیمم کرے م یعنی
اگر دونوں ہاتھ پھٹے ہوں اور پانی کا استعمال نہ کر سکتا ہو تو تیمم کرے اس واسطے کہ اگر ایک ہاتھ صحیح سالم ہوگا تو اس ہاتھ سے دھونا لازم ہوگا ہر چند شارح نے ظاہراً
ایک ہاتھ کو ذکر کیا مگر مراد دونوں ہاتھ ہیں اس واسطے کہ مفرد مضاف عام ہو جاتا ہے تو دونوں ہاتھوں کو شامل ہوگا کذا فی الطحطاوی ولو قطع من المرفق غسل محل
القطع اور اگر ہاتھ کاٹا گیا کہنی سے تو قطع کی جگہ کو دھووے یعنی اگر کچھ کہنی باقی ہو اور اگر تمام کہنی کٹ گئی یا تمام ٹخنہ کٹ گیا تو اس ہاتھ اور پاؤں سے دھونا ساقط ہو
گیا ولو خلق لہ یدان ورجلان فلو یبطش بہما غسلہما ولو باحدہما فہی الاصلیۃ فیغسلہا اور اگر ایک شخص کے دو ہاتھ اور دو پاؤں مخلوق ہوئے یعنی ایک کہنی کے اوپر سے
دو ہاتھ اور ٹخنہ کے اوپر سے دو پاؤں پھوٹ نکلے تو اگر دونوں ہاتھوں سے کام کرتا ہو تو دونوں کو دھووے اور اگر ایک ہاتھ سے کرتا ہو تو وہی اصلی ہاتھ ہے تو
اُسی کو دھووے یعنی دوسرا زائد اور بیکار ہے اُس کا دھونا لازم نہیں اور اسی طرح اگر دونوں پاؤں سے چلتا ہو تو دونوں کو دھووے والا بیکار زائد کا دھونا لازم
نہیں وکذا الزائدۃ ان نبتت فی محل الفرض اور اسی طرح اُس زائد ہاتھ پاؤں کو دھووے جو جما ہے فرض کے مقام میں یعنی کہنی کے نیچے سے ہاتھ اور ٹخنے کے نیچے سے
پاؤں پیدا ہوا تو اُس کا دھونا بھی لازم ہوگا کاصبع وکف زائدتین جیسے زائد انگلی اور زائد ہتھیلی کا دھونا لازم ہے والا فما حاذی منہما محل الفرض غسلہ وما لا فلا
لکن یندب متنبی اور اگر زائد ہاتھ پاؤں محل فرض میں نہیں جما بلکہ اوپر سے جما ہے تو جتنا اُن میں سے محل فرض کے سامنے ہو اُس کو دھووے اور جو فرض کے مقابل نہ ہو
تو اُس کا دھونا فرض نہیں ہے لیکن مستحب ہے یہ مذکور ہے متنبی میں جو شرح ہے قدوری کی وسننہ اور وضو کی سنتیں افادنہ لا واجب للوضوء ولا للغسل الا لمقدمہ
مصنفؒ نے وضو اور غسل میں فرض کے بعد سنتوں کے ذکر کرنے سے یہ فائدہ ظاہر کیا کہ وضو اور غسل میں کوئی واجب نہیں اور اگر کوئی واجب ہوتا تو اُس کو
سنتوں سے پہلے فرض کے پیچھے بیان کرتا یعنی اس واسطے کہ واجب سنت سے قوی تر ہے تو صناعت تصنیف اُس کے تقدیم کی مقتضی ہے وجمعہا لان کل سنۃ
مستقلۃ بدلیل وحکم اور مصنف سنت کو بہ صیغہ جمع لایا اس لیے کہ ہر سنت جداگانہ ہے دلیل کی راہ سے اور حکم کی راہ سے م یعنی ارکان وضو کی ایک ہی دلیل ہے
یعنی وضو کی آیت اور سنتوں کے دلائل احادیث جداگانہ ہیں اور ہر سنت کا حکم بھی یعنی ثمرہ اور ثواب جداگانہ ہے بایں معنی کہ اگر ایک سنت ادا کی اور دوسری ترک کی تو جسکو

Marfat.com

ادا کیا اُس کا ثواب ملے گا بخلاف فرض کے یعنی اگر وضو کے فروض سے ایک فرض کو بھی ترک کرے گا تو کچھ ثواب نہ ہوگا وحکمہا مایوجر علی فعلہ ویلام علی ترکہ اور سنت کا حکم یعنی اثر مترتب اور اُس کا ثمرہ یہ ہے کہ ثواب دیا جائے گا اُس کے کرنے پر اور ملامت کی جائے گی اُس کے چھوڑنے پر یعنی ترک سنت پر عتاب ہوگا عذاب نہ ہوگا کذا فی البحر وکثیرا مایعرفون بہ لانہ محط مواقع انظارہم اور فقہا اکثر حقیقت سنت کی ثمرۂ سنت بیان کرتے ہیں یعنی سنت کی ماہیت یوں بیان کرتے ہیں کہ سنت وہ ہے جس کے کرنے میں ثواب ہے اور نہ کرنے میں عتاب ہے اس لیے کہ اُن کے افکار کا یہی جائے انداز ہے یعنی منظور نظر فقہا بیان کرنا ہے ثمرہ اعمال کا لہٰذا اکثر وہ تعریف شے میں اُس کا حکم اور ثمرہ بیان کرتے ہیں ہر چند کہ حکم شے کا اُس شے کی حقیقت میں داخل نہیں وعرفہا الشمنی بما ثبت بقولہ علیہ السلام او بفعلہ ولیس بواجب ولا مستحب لکنہ تعریف لمطلقہا اور شمنی نے اُس کی تعریف کی یعنی سنت کی حقیقت یوں بیان کی کہ سنت وہ ہے جو رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے قول یا فعل سے ثابت ہو اور نہ وہ واجب ہو نہ مستحب لیکن یہ مطلق سنت کی تعریف ہے یعنی سنت موکدہ اور غیر موکدہ کو جس کو مستحب کہتے ہیں شامل ہے شارح اس کا استدراک میں صاحب نہر کا تابع ہے حالانکہ سنت غیر موکدہ کو شمنی نے خارج کر دیا ہے بقولہ ولا مستحب کذا فی الطحطاوی والشرط فی المؤکدۃ مواظبتہ مع ترک ولو حکما اور سنت موکدہ کی تعریف میں شرط ہے آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کا ہمیشہ کرنا چھوڑ دینے کے ساتھ یعنی کبھی کیا ہو اگرچہ ترک حکمی ہو یا اگرچہ مداومت حکمی ہو ہم ترک حکمی سے مراد عدم انکار ہے تارک پر تو عدم انکار بمنزلہ ترک حقیقی کے ہوا تو عشرہ اخیر رمضان کا اعتکاف سنت میں داخل رہا اگرچہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے ہمیشہ اعتکاف کیا اور گاہے ترک نہیں کیا اور یہ اُسکا مقتضی ہے کہ اعتکاف واجب ٹھہرے لیکن ہرگاہ کہ اعتکاف نہ کرنے والوں پر انکار نہ فرمایا تو یہ عدم انکار بمنزلہ ترک ٹھہر گیا اور اگر مداومت حکمی مراد لیجیے تو تراویح سنت میں داخل ہوگی اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عدم شمول تراویح کا عذر بیان فرمایا یعنی کہیں امت پر تراویح فرض نہ ہو جائے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود لکن شان الشروط ان لا تذکر فی التعاریف لیکن شروط کا حال یہ ہے کہ اُن کا مذکور تعریفات میں نہ ہونا اس واسطے کہ تعریف ہوتی ہے ماہیت اور حقیقت کے بیان کے واسطے اور شروط ماہیت سے خارج ہوتے ہیں تو شمنی کی تعریف مذکور صحیح ٹھہری اور عدم ذکر مواظبت قادح نہ ہوا تعریف سنت کا اس واسطے کہ مواظبت سنت موکدہ کی شرط ہے اور شروط کا ذکر تعریف میں مناسب نہیں وارد علیہ فی البحر المباح بنا علی ما ہو المنصور من ان الاصل فی الاشیاء التوقف اور شمنی کی تعریف مذکور پر بحر الرائق میں مباح کا اعتراض وارد کیا ہے بنا بر اس قول کے جو منصور اور مؤید ہے دلائل سے وہ قول یہ ہے کہ اصل اشیا میں توقف کرنا ہے یعنی بدون حکم شرع کے نہ کوئی چیز حلال ہے اور نہ حرام ہے م اس میں اختلاف ہے کہ اشیا میں اصل اباحت ہے یا حرمت یا توقف اوّل قول ہے شافعیہ اور بعض حنفیہ کا اور ثانی قول کو شافعیہ امام ابو حنیفہؒ کی طرف نسبت کرتے ہیں اور ثالث یعنی توقف کا قول ہی مذہب منصور ہے اکثر حنفیوں کا تو اعتراض کی بنا اسی قول پر ہے یعنی جب اصل توقف ٹھہرا تو مباح کی اباحت ثابت نہ ہوگی بدون شارع کے تو سنت کی تعریف جو شمنی نے کی ہے وہ مباح پر صادق آئی الا ان الفقہاء کثیرا مایلبسون بان الاصل الاباحۃ فالتعریف بناء علیہ مگر یہ کہ فقہاء حنفیہ بکثرت بولتے ہیں کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے تو تعریف مذکور کی اسی پر بنا ہے یعنی تو مباح کی اباحت اصل سے ثابت ہے نہ شارع سے م بحر الرائق میں سنت کی دو تعریفیں پسند کی ہیں اوّل تعریف یہ ہے السنۃ ہی الطریقۃ المسلوکۃ فی الدین من غیر لزوم علی سبیل المواظبۃ یعنی سنت وہ طریقہ ہے جو دین میں جاری ہے بطریق مداومت کے بدون اس بات کے کہ وہ لازم اور واجب ہو اور ماتن نے اپنی شرح میں اسی پر اقتصار کیا ہے دوسری تعریف خود صاحب بحر الرائق کی ہے وہ یہ ہے کہ سنت وہ ہے جس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت کی لیکن اگر مواظبت لامع الترک ہے تو یہ دلیل ہے سنت موکدہ کی اور اگر ترک ہے احیانا تو یہ دلیل ہے سنت غیر موکدہ کی اور اگر مواظبت کے ساتھ تارک پر انکار ہے تو یہ دلیل ہے وجوب کی کذا فی الطحطاوی مختصرا شیخ الاسلام عینی نے شرح ہدایہ میں سنت کی چند تعریفات کو مذکور کر کے ان کا نقصان بیان کیا پھر کہا کہ خواہر زادہ کی تعریف احسن التعریفات ہے وہ یہ ہے السنۃ ما فعلہ علیہ السلام علی سبیل المواظبۃ ویواظب علیہ اما ویلام علی ترکہا یعنی سنت وہ کام ہے جس کو رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے کیا بطریق مداومت کے اور اس کے کرنے میں ثواب دیا جائے گا اور نہ کرنے میں ملامت ہوگی الہدایۃ بالعینیۃ ای زینۃ

Marfat.com

عبادۃ لاتصح الآبالطہارۃ کوضو اور رفع حدث اوامتثال امر سنت ہے وضو کا شروع کرنا نیت کے ساتھ یعنی اُس عبادت کا ارادہ کرنا جو بدون طہارت کے صحیح نہیں چنانچہ وضو کی نیت کرنا یا حدث دور کرنے کی نیت کرنا یا بجا آوری حکم شارع کا قصد کرنا م لغت میں نیت عبارت ہے عزم قلب سے کسی شے پر اور اصطلاح شرع میں نیت عبارت ہے ایجاد فعل میں طاعت اور تقرب الی اللہ کے قصد کرنے سے اور ایجاد فعل میں منہیات بھی داخل ہیں اس واسطے کہ منہیات سے جی کا روکنا یہ بھی فعل ہے نفس کا فتح القدیر میں ہے کہ رفع حدث کی نیت سے وضو کی نیت کرنا بہتر ہے اس لیے کہ حدث چند قسم ہے تو طہارت مخصوصہ کی نیت نہ ٹھہری کذا فی الطحطاوی فتاوٰی عالمگیری میں ہے کہ وضو کی یوں نیت کرے نویت ان اتوضا للصلوٰۃ تقربا الی اللہ تعالیٰ یعنی میں نے وضو کا ارادہ کیا نماز کے لیے اللہ تعالیٰ سے نزدیکی حاصل کرنے کو صریحوا بانہ بدونہا لیس لعبادۃ اور فقیہوں نے اس کی تصریح کر دی ہے کہ وضو بدون نیت کے عبادت ہی نہیں م جب وضو بدون نیت کے عبادت نہ ٹھہرا تو اس پر ثواب نہ ملے گا اس واسطے کہ ثواب تو نیت پر موقوف ہے بدلیل حدیث صحیح انما الاعمال بالنیات[1] طحطاوی نے مبسوط شیخ الاسلام سے نقل کیا اس میں کلام نہیں کہ جس وضو کا شرع میں امر ہے وہ بدون نیت کے حاصل نہیں ہوتا لیکن نماز کا صحیح ہو جانا اس پر موقوف نہیں اس واسطے کہ وضو شرعی غیر مقصود ہے بلکہ مقصود تو طہارت ہے اور طہارت نیت اور بدون نیت دونوں طرح حاصل ہو جاتی ہے کیونکہ پانی مطہر بالطبع[2] ہے انتہیٰ خلاصہ یہ ہے کہ وضو بلا نیت سے نماز ادا ہو گی مگر وضو کا ثواب بدون نیت کے نہ ہو گا ویاثم بترکہا اور وضو کرنے والا نیت کے نہ کرنے سے گنہگار ہو گا م اس میں اختلاف ہے کہ سنت موکدہ کا تارک گنہگار ہے یا نہیں اور نہر الفائق میں اس اختلاف کو یوں رفع کیا ہے کہ اگر سنت موکدہ کے ترک کرنے پر عادت ہو گئی تو گنہگار ہے اور اگر عادت نہیں تو گنہگار نہیں کذا فی الطحطاوی میں کہتا ہوں عدم اعتیاد میں اگرچہ گناہ نہیں لیکن بلاشبہہ ملامت اور عتاب ہے چنانچہ سنت کی تعریف اس پر دلیل ہے وہانہا فرض فی الوضوء المامور بہ دنی التوضی بسؤر حمار ونبیذ تمر کالتیمم اور اس پر تصریح ہے کہ نیت کرنا اُس وضو میں جس کا شرع میں حکم ہے اور گدھے کے جھوٹے پانی سے اور شربت خرما سے وضو کرنے میں فرض ہے جیسے تیمم میں نیت فرض ہے م کھجور کے شربت سے وضو کا جائز ہونا ضعیف قول ہے اور معتمد قول یہ ہے کہ اُس سے وضو جائز نہیں کذا فی الطحطاوی وبانہ وقتہا عند غسل الوجہ اور اس پر تصریح ہے کہ نیت کرنے کا وقت وضو میں چہرہ دھونے کے ساتھ ہے وفی الاشباہ ینبغی ان تکون عند غسل الیدین للرسغین لینال ثواب السنن اور اشباہ میں ہے لائق یوں ہے یعنی مستحب کذا فی الطحطاوی کہ نیت ہو دونوں ہاتھوں کے دھونے کے وقت پہنچوں تک تاکہ سب سنتوں کا ثواب پا وے قلت لکن فی القہستانی ومحلہا قبل سائر السنن کما فی التحفۃ فلا تسن عندنا قبیل غسل الوجہ کما تفرض عند الشافعی انتہیٰ میں کہتا ہوں لیکن قہستانی مخرج نقایہ میں ہے اور نیت کا محل نیت کے سوا ہے سب سنتوں سے پہلے چنانچہ تحفہ میں مصرح ہے تو مسنون نہیں نیت کرنا ہمارے نزدیک منہ دھونے سے پہلے جس طرح شافعیؒ کے نزدیک فرض ہے انتہی ما فی القہستانی م حاصل استدراک یہ ہے کہ اشباہ میں اپنی تجویز مذکور ہے روایت نہیں اور قہستانی میں روایت ہے تحفہ سے دوسری بات یہ ہے کہ قہستانی کے کلام سے تقدیم نیت کی تسمیہ پر بھی ثابت ہوتی ہے اور اشباہ میں یہ بات نہیں وفیہا سبع سوالات مشہورۃ نظمہا العراقی فقال ؎ سبع سوالات لذی الفہم اتت ۔ تحکی لکل عالم فی النیۃ ۔ حقیقۃ حکم محل وزمن ۔ وشرطہا والقصد والکیفیہ ۔ اور نیت میں سات سوال مشہور ہیں جن کو عراقی نے نظم کیا ہے سو یوں کہا کہ سات سوال صاحب فہم کے لیے آئے ہیں مذکور ہوتے ہیں نیت کے باب میں ہر عالم کے واسطے ایک سوال ہے نیت کی حقیقت میں ۲۔ نیت کے حکم میں ۳۔ اُس کے محل میں ۴۔ اُس کے زمانے میں ۵۔ اُس کی شرطیں ۶۔ اُس کے قصد میں ۷۔ اُس کی کیفیت میں م پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ نیت کی حقیقت میں قصد طاعت اور تقرب الی اللہ سے فعل کرنے کے ساتھ دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ نیت کا حکم یہ ہے کہ وضو غیر مامور بہ میں نیت کرنا مسنون ہے اور وضو مامور بہ میں اور گدھے کے جھوٹے پانی سے وضو کرنے میں اور تمام عبادات مقصودہ میں نیت کرنا فرض ہے تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ نیت کا محل دل ہے اور زبان سے نیت کرنا بدعت ہے سب عبادات میں مگر پریشان دل جو غربت پر قادر نہ ہو اُس کو زبان سے کہنا مستحسن ہے کذا نقل الحلبی عن حج البحر[3] چوتھے سوال کا جواب یہ ہے کہ نیت کا زمانہ وضو اور غسل میں سب سنتوں سے پہلے ہے اور نماز میں تکبیر تحریمہ کے نزدیک یا اُس سے پہلے۔

[1] بات یہی ہے کہ ثواب اعمال کا موقوف ہے نیتوں پر ۱۲ [2] پاک کرنے والا باعتبار اپنی خاصیت کے ۱۲۔

Marfat.com

بشرطیکہ کوئی فاصل مانع بنا نہ ہو پانچویں سوال کا جواب یہ ہے کہ نیت کی شرط اسلام اور عقل ہے چھٹے سوال کا جواب یہ ہے کہ نیت سے قصد یعنی مقصود اور غایت نیت کی امتیاز کرنا ہے عادات کا عبادات سے یا ایک عبادت کا دوسری عبادت سے جدا کرنا ساتویں سوال کا جواب یہ کہ کیفیت نیت کی یہ کہ عبادت کا قصد کرے اُس کو جان کر کہ یہ کون سی عبادت ہے یعنی مطلق طاعت اور تقرب کی نیت کفایت نہیں کرتی بدون تخصیص کے کذا فی الطحطاوی اور اس کی تفصیل کی حقہ عبادات کے مسائل میں اپنے اپنے موقع پر انشاء اللہ تعالیٰ مذکور ہوگی والبداءۃ بالتسمیۃ قولاً اور سنت ہے وضو کو بسم اللہ کہنے سے شروع کرنا شارح نے یہاں اور غسل یدین میں بدایت کا لفظ مقدر کیا تاکہ معلوم ہو کہ نیت اور تسمیہ اور غسل تینوں میں بدایت اور ابتدا مطلوب ہے اور ان میں کچھ منافات اور تناقض نہیں اس واسطے کہ نیت کا محل دل ہے اور تسمیہ کا محل زبان ہے اور دھونا متعلق ہاتھوں سے ہے اور اسی دفع تنافی کی طرف شارح نے قولاً کے لفظ سے اشارہ کر دیا کذا فی الطحطاوی وتحصل لبکل ذکر اور تسمیہ مذکور یعنی خدا کا نام حاصل ہوتا ہے ہر ذکر سے یعنی لا الٰہ الا اللہ اور سبحان اور الحمد للہ یا تشہد وغیر ذلک سے لکن الوارد عنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بسم اللہ العظیم والحمد للہ علی دین الاسلام لیکن نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یوں روایت ہے کہ بسم اللہ العظیم والحمد للہ علی دین الاسلام کہے ہم طحاوی نے کہا کہ وضو کے تسمیہ میں سلف سے منقول ہے بسم اللہ العظیم والحمد للہ علی دین الاسلام اور اکمل نے کہا کہ یہ حدیث مرفوع ہے میں کہتا ہوں یہ اکمل کا عجز ہے یہ بیان نہ کیا کہ کس امام نے ائمہ معتبرین سے اس کو مرفوع کیا سو میں کہتا ہوں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بسم اللہ والحمد للہ مروی ہے طبرانی نے اور اوسط میں ذکر کیا ہے بطریق علی بن ثابت عن محمد بن سیرین عن ابی ہریرہؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم یا ابا ہریرۃ اذا توضأت فقل بسم اللہ والحمد للہ فان حفظتک لا تزال تکتب لک الحسنات حتی تحدث من ذلک الوضوء یعنی حضرت نے فرمایا کہ اے ابو ہریرہؓ جب تو وضو کرے تو یوں کہہ بسم اللہ والحمد للہ اس واسطے کہ تیرے فرشتے نگہبان تیری نیکیاں لکھا کریں گے اس وضو کے ٹوٹنے تک اور اس حدیث کی اسناد حسن ہے دبوسی نے کہا افضل یہ ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہے اور تعوذ کرے ابتداء وضو میں اور بسم اللہ کہے اور مجتبیٰ میں ہے کہ یوں کہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بسم اللہ العظیم والحمد للہ علی دین الاسلام اس میں آثار وارد ہیں میں کہتا ہوں ان علماء کبار کو دیکھو کہ حدیث یا اثر کو ذکر کرتے ہیں اور اُس کے مخرج کو نہیں بیان کرتے ہیں اور نہ اس کی صحت اور ضعف مذکور کرتے ہیں اور یہ آفت بڑی ہے تقلید سے کذا فی العینی شرح الہدایۃ تقلید سے مراد یہاں یہ ہے کہ ایک مصنف دوسرے مصنف کی پیروی کرتا ہے نقل احادیث میں بلا بیان مخرج وبلا ذکر صحت وضعف اور یہ مطلب نہیں کہ مطلق تقلید معیوب ہے اس لئے کہ علامہ عینی خود مقلد ہے امام اعظمؒ کا **قبل الاستنجا وبعدہ** خدا کا نام لینا سنت ہے استنجا کرنے سے پہلے اور بعد اُس کے ہم اس واسطے کہ قبل از استنجا ملحق بوضو ہے طہارت ہونے کی وجہ سے اور بعد از استنجا تو ابتدا ہے طہارت کی کذا فی غایۃ البیان اور صحیح روایت ثابت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلا کے جانے کے وقت فرماتے تھے اللّٰھم انی اعوذ بک من الخبث والخبائث الا حال انکشاف وفی محل نجاستہ فیسمی بقلبہ مگر برہنہ ہونے کے وقت اور نجاست کے مکان میں خدا کا نام زبان سے نہ لے تو اپنے دل میں نام لے ولو نسیہا فسمی فی خلالہ لا تحصل السنۃ بل المندوب اور اگر ابتدا طہارت میں خدا کا نام لینا بھول گیا پھر اُس نے درمیان وضو کے نام لیا تو سنت موکدہ حاصل نہ ہوگی بلکہ مستحب حاصل ہوگا ہم سنت اس واسطے حاصل نہ ہوئی کہ اُس کا محل تھا ابتدا میں سو فوت ہوا اور وجہ استحباب یہ ہے تاکہ وضو خالی نہ رہے نام خدا سے واما الاکل فتحصل السنۃ فی باقیہ لا فیما فات ویقول بسم اللہ اولہ وآخرہ اور کھانے کے درمیان میں خدا کا نام لینے سے تو سنت حاصل ہوگی باقی طعام میں نہ اُس میں جو گذر گیا اور بھولنے والے کو چاہیے کہ یوں کہے بسم اللہ اولہ وآخرہ ہم شمائل ترمذی میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب

---

۵۱ شروع کرتا ہوں اللہ کے نام بزرگ سے اور شکر ہے اللہ کا طریق اسلام پر ہونے کی وجہ سے ۱۲ ۵۲ شروع کرتا ہوں نام خدا سے اور شکر ہے اللہ کا ۱۲ ۵۳ یعنی اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہے ۱۲ ۵۴ الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں جنوں اور پریوں یعنی شیطانوں نر اور مادہ سے یہ اس صورت میں ہے کہ خبث بضمتین ہو اور ایک روایت میں بسکون موحدہ ہے یعنی فعل ناکارہ اور خباثت سے مراد عادات مذموم ہیں ۱۲۔ ۵۵ یعنی نام خدا لیتا ہوں میں اول اور آخر میں ۱۲۔

Marfat.com

کوئی کھانا کھاوے اور ذکر اللہ بھول جاوے کھانے پر تو یوں کہے بسم اللہ اولہ وآخرہ ظاہر حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ اول طعام میں سنت حاصل ہو گئی اول طعام کے ذکر فرمانے سے اور یہ مخالف ہے شارح کے کلام سے جو اُس نے فتح القدیر سے نقل کیا ہے کذا فی الطحطاوی والبداءۃ یغسل الیدین الطاہرین ثلثا قبل الاستنجاء وبعدہٗ اور سنت ہے پاک دونوں ہاتھوں کے تین بار دھونے سے ابتدا کرنا استنجا کرنے سے پہلے اور بعد اُس کے م پاک کی قید اس واسطے لگائی کہ نجس ہاتھوں کا دھونا فرض ہے بعضوں کے نزدیک قبل از استنجا ہاتھ دھونا سنت ہے اور بعضوں کے نزدیک بعد استنجا کرنے کے سنت ہے مجتبیٰ میں کہا کہ اکثر کا قول یہ ہے کہ قبل اور بعد دونوں حالت میں سنت ہے اور قاضی خاں نے اس کی تصحیح کی ہے تو قبل استنجا کے بدایت حقیقی ہے اور بعد اُس کے بدایت اضافی ہے کذا فی الطحطاوی وقید الاستیقاظ اتفاقی اور جاگنے کی قید اتفاقی ہے نہ احترازی م یعنی ہدایہ یا حدیث میں جو ہاتھوں کا دھونا جاگنے کے ساتھ مذکور ہے سو اتفاقی قید ہے احتراز مقصود نہیں اس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو میں غسل یدین کی تقدیم مذکور ہے بلا تقیید نوم کذا فی الطحطاوی بخاری میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اذا استیقظ احدکم من منامہ فلیغسل یدیہ قبل ان یدخلہما الاناء فی وضوئہ فان احدکم لا یدری این باتت یدہ یعنی جب تم سے کوئی جاگے اپنی نیند سے تو چاہیے کہ اپنے دونوں ہاتھ دھوئے برتن میں ڈالنے سے پہلے وضو کے پانی میں اس واسطے کہ کوئی نہیں جانتا کہ اُس کا ہاتھ رات کو کہاں رہا یعنی نجاست پر پڑا یا پاک چیز پر ولذا لم یقل قبل ادخالہا الاناء لئلا یتوہم اختصاص السنۃ بوقت الحاجۃ اور چونکہ جاگنے کی قید اتفاقی تھی اس واسطے مصنف نے یوں نہ کہا کہ ہاتھ دھونا سنت ہے برتن میں ڈالنے سے پہلے تاکہ یہ وہم پیدا نہ ہو کہ ہاتھ دھونے کی سنیت حاجت کے وقت کے ساتھ مخصوص ہے یعنی اگر یوں کہتا تو گمان ہوتا کہ بدون حاجت کے ہاتھوں کا دھونا سنت نہیں حاجت سے مراد توہم نجاست ہے درصورت تحقق طہارت ہاتھ دھونا مطلوب نہیں حالانکہ ایسا نہیں حلبی نے کہا وہ قول اصح جس پر اکثر فقہا ہیں یہ ہے کہ ہاتھ دھونا سنت ہے مطلقاً لیکن اگر نجاست کا توہم ہو اس طرح کہ بدون استنجا سو گیا ہو یا بدن پر نجاست ہو تو دھونا سنت موکدہ ہے اور عدم توہم نجاست میں یعنی طاہر ہو کر سونے میں یا نہ سونے میں سنت غیر موکدہ ہے اور نجاست کی حالت میں تو دھونا فرض ہوگا تو مصنفؒ کا قول یعنی غسل یدین کا مسنون ہونا مخصوص بغیر نجاست ہے اور سنت سے مراد وہ ہے جو موکدہ اور غیر موکدہ دونوں کو شامل ہے کذا فی الطحطاوی لان مفاہیم الکتب حجۃ قبل ادخال کی قید اس واسطے نہ لگائی کہ کتابوں کے مفہوم مخالف حجت ہوتے ہیں م مفاہیم جمع ہے مفہوم کی طحطاوی نے کہا المفہوم ما یفہم من اللفظ لا فی محل النطق انتہی یعنی جو لفظ سے بوجھا جاوے بدون تصریح کے یعنی مفہوم مخالف وہ ہے کہ مذکور کے حکم سے غیر مذکور کا حکم مفہوم ہو صفت یا شرط کے بیان سے چنانچہ قرآن مجید میں فرمایا جس کو آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کی استطاعت نہ ہو وہ مسلمان لونڈیوں سے نکاح کرلے امام شافعی اس سے سمجھے کہ استطاعت والے کو لونڈی سے نکاح کرنا جائز نہیں امام اعظمؒ کہتے ہیں کہ غیر مذکور کا حکم اس کلام سے معلوم نہیں ہو سکتا بخلاف اکثر مفاہیم النصوص کذا فی النہر برخلاف اکثر مفہومات نصوص کے کذا فی النہر یعنی کتاب اور سنت کے اکثر مفہوم مخالف حنفیوں کے نزدیک حجت اور دلیل نہیں ہیں اس واسطے کہ نصوص سے وہ احکام لینا مقصود ہے جس پر صریحاً نصوص دلالت کرتے ہوں اور اکثر کی قید اس واسطے لگائی کہ عقوبت کا مفہوم نصوص میں معتبر ہے چنانچہ قہستانی سے آگے مذکور ہوگا وفیہ من الحج المفہوم معتبر فی الروایات اتفاقاً اور نہر الفائق کی کتاب الحج میں ہے کہ مفہوم مخالف معتبر ہے روایات میں بالاتفاق یعنی امام اعظمؒ اور اُن کے اصحاب سے جو روایات کتابوں میں منقول ہیں اُن کے اکثر مفہومات معتبر ہیں خواہ مفہوم مخالف ہو یا موافق ومنہ اقوال الصحابۃ قال وینبغی تقییدہ بما یدرک بالرأی لا ما لا یدرک بہ انتہی اور اسی قسم سے صحابہ کرامؓ کے اقوال ہیں کہ اُن کا بھی مفہوم بالاتفاق معتبر ہے نہر الفائق کے مصنفؒ نے کہا لائق یہ ہے کہ اقوال صحابہؓ میں قید لگائی جائے ادراک قیاس کی نہ وہ قول جو قیاس سے نہ بوجھا جائے انتہی مافی النہر یعنی اگر صحابہؓ کا قول ایسا ہے کہ اُس میں عقل کی مجال ہو سکتی ہے تو اُس کا مفہوم بھی حجت ہے اور اگر ایسا قول ہے کہ عقل اور قیاس کا اُس میں دخل نہیں تو اُس کا مفہوم بھی معتبر نہیں اس واسطے کہ وہ بمنزلہ نص مرفوع کے ہو گیا اور نص کا مفہوم معتبر نہیں کذا فی الطحطاوی وفی القہستانی عن حدود النہایۃ المفہوم معتبر فی نص العقوبۃ کما فی قولہ تعالیٰ کلما اقتہم عن ربہم یوم ینبذ لمجبوبون اور قہستانی میں نہایہ کی کتاب الحدود سے منقول ہے کہ مفہوم معتبر ہے عقوبت اور عذاب کے نص

Marfat.com

میں چنانچہ حق تعالیٰ کے اس قول میں کہ البتہ کفار اپنے پروردگار سے اُس دن یعنی قیامت کے دن محجوب اور مستور ہوں گے یعنی دیدار خدا سے محروم رہیں گے اس سے معلوم ہوا کہ اہل ایمان اپنے پروردگار کی دیدار سے مشرف ہوں گے بلا حجاب واما اعتبارہ فی الروایۃ فاکثریٌ لاکلّی اور روایت فقہ میں تو مفہوم کا معتبر ہونا اکثری ہے ہر مقام میں نہیں الی الرسغین بالضم مفصل الکف بین الکوع والکرسوع واما البوع ففی الرجل قال ؎ وعظم یلی الابہام کوع ومایلی ؛ لخنصرہ الکرسوع والرسغ ماوسط ؛ وعظم یلی ابہام رجل ملقب ؛ بوع فخذ بالعلم واحذر من الغلط ؛ ابتداءً غسل یدین دونوں پہنچوں تک سنت ہے رُسغ بضم راء مہملہ وسکون سین مہملہ جوڑ ہے ہتھیلی کا درمیان کوع اور کرسوع کے اور جس ہڈی کا نام بوع ہے وہ تو پاؤں میں ہے چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہے اور وہ ہڈی جو انگوٹھے سے ملی ہے اُس کا نام کوع ہے اور جو ہڈی چھنگلی سے ملی ہے وہ کرسوع اور جو کہ ان دونوں ہڈیوں کے درمیان جوڑ ہے اُس کا نام رُسغ ہے اور جو ہڈی کہ پاؤں کے انگوٹھے سے ملی ہے اُس کا لقب بوع ہے سوائے مخاطب کے علم کو اور پرہیز کر غلط فہمی سے ثم ان لم یمکن رفع الاناء ادخل اصابع الیسراء مضمومۃ وصب علی الیمنی لاجل الیتامن پھر معلوم کر کہ اگر برتن کا اٹھانا ممکن نہ ہو تو اپنے بائیں ہاتھ کی انگلیاں ملا کر برتن میں ڈالے اور پانی لے کر داہنے ہاتھ پر ڈالے تاکہ داہنی طرف سے طہارت شروع ہو یعنی پھر داہنے ہاتھ سے پانی لے کر بایاں ہاتھ دھووے م بحر الرائق میں پورا بیان یوں ہے کہ ہاتھوں کے دھونے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر چھوٹا برتن ایسا ہو کہ اٹھانا اُس کا ممکن ہو تو اُس میں ہاتھ نہ ڈالے بلکہ بائیں ہاتھ سے اُس کو اٹھا دے اور داہنے ہاتھ پر پانی ڈالے اور تین بار اُس کو دھووے پھر برتن کو داہنے ہاتھ میں لے اور بائیں ہاتھ پر پانی ڈالے اور تین بار اُس کو دھووے پھر اگر برتن کا اٹھانا ممکن نہ ہو تو ویسا کرے جیسا کہ شارح نے کہا اور بڑے برتن میں انگلیاں ملا کر اُس وقت ڈالے جب کہ وہاں چھوٹا برتن نہ ہو اور اگر ہو تو ویسا کرے جیسا اول مذکور ہو چکا اگر کوئی کہے کہ ہاتھ کا ڈالنا برتن میں نیند سے جاگنے والے کو حدیث میں منع ہے اُس کا جواب یہ ہے کہ منع اُس صورت میں ہے جب کہ چھوٹا برتن ہو یا بڑا برتن ہو اور اُس کے ساتھ چھوٹا برتن بھی ہو اور اگر بڑے برتن کے ساتھ چھوٹا برتن نہ ہو تو ادخال کف ممنوع نہیں کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو ادخل الکف ان اراد الغسل صار الماء مستعملاً وان اراد الاغتراف لا اور اگر ہتھیلی کو پانی میں ڈالا اگر دھونے کا ارادہ کیا تو پانی مستعمل ہو جائے گا اور اگر چلو بھرنے کا ارادہ کیا تو پانی مستعمل نہ ہوگا یعنی ضرورت کی وجہ سے اگرچہ مطلب استعمال یعنی قربت اور رفع حدث متحقق ہو کذا فی الحلبی م دھونے کے قصد سے وہ پانی مستعمل ہوگا جو ملاقی ہے کف سے جب کہ جدا ہوا اور باقی تمام پانی مستعمل نہ ہوگا اور قصداً اغتراف سے پانی مستعمل نہ ہوگا اگرچہ صاحب جنابت ہو اور اسی طرح اگر کوزہ گر گیا بڑے گہرے برتن میں ہو اُس کے لینے کو ہاتھ ڈالا کہنی تک تو پانی مستعمل نہ ہوگا کذا فی البحر ولو لم یمکنہ الاغتراف لبُعد وہ او نجستان تیمم وصلی ولم یعد اور اگر پانی لینا بڑے برتن سے ممکن نہ ہو کسی چیز سے اور اُس کے دونوں ہاتھ ناپاک ہیں تو تیمم کرے اور نماز پڑھے اور نماز کا اعادہ نہ کرے م توضیح اس کی مضمرات میں اس طرح ہے کہ جب پانی نہ لے سکے اور ہاتھ ناپاک ہوں تو دوسرے شخص سے کہے کہ وہ پانی لے کر اُس کے ہاتھ دھلا دے اور اگر کوئی وہاں نہ ہو تو کپڑے کا ایک سرا پانی میں ڈالے اور دوسرا اُس کا سرا ہاتھ میں پکڑے رہے پھر پانی سے نکال کر اُس کے قطرات سے داہنا ہاتھ دھووے پھر بایاں ہاتھ دھووے یا دانتوں سے کپڑا پکڑ کے دونوں ہاتھ ساتھ ہی دھووے تین بار اور اگر کپڑا نہ ہو تو منہ سے پانی لے کر دونوں ہاتھ دھووے اور اگر اس پر بھی قادر نہ ہو تو تیمم کرے اور نماز پڑھے اور اس نماز کا دوبارہ پڑھنا واجب نہیں وہو سنۃ کما ان الفاتحۃ واجبۃ تنوب عن الفرض اور وہ یعنی بند دست تک ہاتھوں کا دھونا ایسی سنت ہے کہ قائم مقام ہوتا ہے فرض کے جیسے الحمد للہ پڑھنا ایسا واجب ہے کہ قائم مقام ہو جاتا ہے فرض کے یعنی اُس محل کا دھونا کہ فرض تھا اس مسنون دھونے سے ادا ہو گیا جیسے قرآن کا پڑھنا کہ نماز میں فرض ہے الحمد پڑھنے سے کہ واجب ہے ادا ہو جاتا ہے ویسن غسلہما ایضا مع الذراعین اور ذراعین کے ساتھ ان کا بھی دھونا مسنون ہے یعنی اگرچہ بند دست تک دھونے سے سنت اور فرض دونوں ادا ہو گئے لیکن کہنیوں تک ہاتھ دھونے کے ساتھ اُن کا بھی دھونا دوسری بار سنت ہے بحر الرائق میں مذکور ہے کہ غسل یدین میں تین قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ وہ فرض ہے اور تقدیم اس کی سنت ہے اور فتح القدیر اور معراج اور خبازیہ میں اسی کو پسند کیا ہے دوسرا قول یہ ہے کہ وہ سنت ہے قائم مقام فرض کے ہو جاتا

Marfat.com

ہے الحمد کے مانند اور اس کو کافی میں پسند کیا ہے اور تیسرا قول سرخسی کا ہے کہ وہ سنت ہے قائم مقام فرض کے نہیں ہوتا تو ان کے ظاہر و باطن کو دوبارہ دھونا چاہیے سرخسی نے کہا یہی اصح ہے میرے نزدیک اور مشائخ کے ظاہر کلام سے قول اول مذہب معلوم ہوتا ہے انتہی مختصراً طحطاوی نے کہا کہ شارح کے کلام میں غلط ہے دو قول کا اس واسطے کہ جو کہتا ہے کہ غسل یدین سنت ہے اور قائم مقام ہے فرض کے وہ نہیں کہتا کہ غسل یدین دوسری بار سنت ہے بلکہ دوبارہ دھونا سرخسی کا قول ہے اور شارح کے موافق نہر الفائق میں ذخائر اشرفیہ سے منقول ہے والسّواک سنۃ موکدۃ کما فی الجوہرۃ عند المضمضۃ قبیل قبلہا اور مسواک کرنا سنت موکدہ ہے چنانچہ جوہرہ میں مذکور ہے کلی کرنے کے وقت سنت ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ کلی سے پہلے سنت ہے م مسواک کرنے کی تاکیدات اور اس کے فضائل احادیث میں بکثرت ہیں از انجملہ وہ حدیث صحیح ہے جو امام مالک کے موطا میں ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری امت پر شاق نہ ہوتا تو میں اُن کو مسواک کرنے کا حکم کرتا ہر وضو کے ساتھ اور صحاح ستہ میں ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری امت پر شاق نہ ہوتا تو میں اُن کو مسواک کرنے کا حکم کرتا ہر نماز کے ساتھ اور احمد اور ابن خزیمہ اور حاکم اور دارقطنی اور بیہقی اور ابونعیم نے عائشہ صدیقہؓ سے روایت کی کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اُس نماز کی فضیلت جس کے واسطے مسواک کی گئی اُس نماز پر جس کے واسطے مسواک نہیں کی گئی ہفتاد چند ہے یعنی ستر درجے زائد ہے ثواب میں کذا فی العینی وہو للوضوء عندنا اور مسواک وضو کی سنت ہے حنفیوں کے نزدیک م اور امام شافعیؒ کے نزدیک مسواک نماز کی سنت ہے اور ثمرۂ اختلاف ظاہر ہوتا ہے اُس شخص کے حق میں جس نے مسواک والے ایک وضو سے چند نمازیں پڑھیں تو ہمارے نزدیک اس کو ہر نماز کا ثواب ستر نماز بے مسواک کے برابر ہوگا اور امام شافعیؒ کے نزدیک اس قدر ہر نماز میں ثواب نہ ہوگا جب تک ہر نماز کے واسطے جدا جدا مسواک نہ کرے گا کذا فی البحر الا انہ فیہ فیندب للصلوٰۃ مسواک وضو کی سنت ہے مگر جب کہ وضو میں مسواک کرنا بھول گیا تو اب نماز کے واسطے مسواک کرنا مستحب ہوگا م یعنی مثلاً ظہر کے واسطے مسواک کرنا بھول گیا پھر عصر کے وقت یاد آیا تو اب مسواک کر لینا مستحب ہے تاکہ مسواک کی فضیلت بالاتفاق حاصل ہو کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ یہ صاحب نہر کی تجویز ہے روایت مذہب نہیں ہے تو شارح کو مناسب تھا کہ اس پر آگاہ کر دیتا کما یندب لاصفرار سن وتغیر رائحۃ وقراۃ قرآن جیسے مستحب ہے مسواک کرنا دانتوں کی زردی اور بدبوئے دہن کے سبب سے اور قرآن شریف کے پڑھنے کے لیے م استحباب مسواک کا متاکد ہوتا ہے ارادہ نماز اور وضو اور قرأت قرآن اور نیند سے جاگنے کے وقت اور سونے سے پہلے اس واسطے کہ امام اعظمؒ سے منقول ہے کہ مسواک کرنا دین کی سنت ہے تو سب احوال اس میں برابر ہیں چنانچہ احمد اور ترمذی نے ابوایوب رضی اللہ عنہ سے حدیث مرفوع روایت کی ہے کہ چار چیزیں انبیاء مرسلین کی سنت ہیں ختنہ کرنا اور مسواک کرنا اور عطر لگانا اور نکاح کرنا کذا فی العینی واقلہ ثلث فی الاعالی وثلث فی الاسافل اور ادنی درجہ مسواک کا تین بار پھیرنا ہے اوپر کے دانتوں میں اور تین بار نیچے کے دانتوں میں م اوپر کے دانتوں میں ابتدا داہنی طرف سے کرے پھر بائیں طرف اور اسی طرح نیچے کے دانتوں میں کرنا چاہیے کذا فی البحر عینی میں ہے کہ مسواک کرنے کی کچھ حد نہیں یہاں تک مسواک کرے کہ زردی دانت اور گندہ دہنی کے زوال کا دل کو اطمینان حاصل ہو بمیاہ ثلثۃ تین پانی سے م یہ پانی مضمضہ کے پانی کے سوا ہیں اس طرح کہ مسواک کو تین بار دھولے اس واسطے کہ مضمضہ کا بیان آگے آوے گا کذا فی الطحطاوی وندب امساکہ بیمناہ اور مستحب ہے پکڑنا مسواک کا داہنے ہاتھ میں م مسواک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ داہنے ہاتھ کی چھنگلی کو مسواک کے نیچے رکھے اور انگوٹھے کو مسواک کے سرے کے نیچے کرے اور باقی تین انگلیاں مسواک کے اوپر رہیں اسی طرح مروی ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کذا فی الطحطاوی عن النہر وکونہ لینا مستویا بلا عقد فی غلظ خنصر وطول شبر اور مستحب ہے ہونا مسواک کا نرم سیدھی برابر بے گرہ بقدر چھنگلی کے موٹی اور بالشت بھر لمبی م انار اور بانس کے سوا ہر لکڑی کی مسواک درست ہے کذا فی الطحطاوی اور افضل پیلو اور زیتون کی ہے عینی نے طبرانی اوسط سے حدیث مرفوع روایت کی کہ بہتر مسواک زیتون کی ہے مبارک

ف چار چیزیں انبیاء کی سنت ہیں ۱۲

Marfat.com

درخت سے منہ کو خوشبودار کرتی ہے اور بدبو دفع کرتی ہے اور وہ میری مسواک ہے اور مجھ سے اگلے انبیاء کی دیرینہ سنت عرضاً لاطولاً اور مسواک کرے دانتوں کے عرض میں نہ طول میں ہم اس واسطے کہ طول میں مسواک کرنے سے مسوڑے زخمی ہو جاتے ہیں کذا فی الطحطاوی عینی نے کہا ابونعیم نے حدیث مرفوع نقل کی کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام مسواک عرض میں کرتے تھے نہ طول میں اور ابوداؤد کی سنن میں حدیث ہے کہ جب تم مسواک کرو تو عرض میں مسواک کیا کرو انتہٰی ولا مضطجعا فانہ یورث کبر الطحال اور مسواک نہ کرے لیٹ کر کروٹ سے کیونکہ اس سے تلی بڑھ جاتی ہے ولا یقبضہ فانہ یورث البا سورا اور اُس کو مٹھی بھر نہ پکڑے اس واسطے کہ اس سے بواسیر پیدا ہوتی ہے ولا بمقبضہ فانہ یورث العمی اور نہ چوسے مسواک کو کہ اس سے آدمی اندھا ہو جاتا ہے ثم یغسلہ والا فیتاک الشیطان بہ اور مسواک کر کے پھر مسواک کو دھو ڈالا کرے نہیں تو شیطان اُس سے مسواک کرے گا ولا یزاد علی العشر والا فالشیطان یرکب علیہ اور ایک بالشت سے مسواک زیادہ نہ کیجیے نہیں تو شیطان اُس پر سوار ہو گا ولا یضع بل ینصبہ والا فخطر الجنون قہستانی اور مسواک کو پڑی نہ رکھے بلکہ کھڑی کرے نہیں تو جنون کا خوف ہے یہ سب[1] کہا ہے قہستانی نے وکرہ بمودو بجرم بذی سم اور مکروہ ہے مسواک کرنا ایذا دینے والی لکڑی سے چنانچہ قصب فارسی اور حرام ہے زہر دار لکڑی سے ومن منافعہ انہ شفاء لما دون الموت وتذکر للشہادۃ عندہ اور منجملہ منافع مسواک کے یہ ہے کہ وہ شفا ہے ہر مرض کی سوائے موت کے اور وہ کلمہ شہادت کی یاد دلانے والا ہے موت کے نزدیک ہم نہر الفائق میں ہے کہ مسواک کے منافع ۳۶ ہیں ادنی اماطت اذی ہے یعنی دور ہونا گندہ دہنی کا اور اعلیٰ تذکیر ہے شہادت کے مرنے کے وقت اور ابوسعود میں ہے کہ مسواک مسوڑھوں کو مضبوط کرتی ہے اور بصارت کو تیز اور پیری میں دیر نگی ہوتی ہے اور پل صراط کے چلنے میں سرعت بخشی ہے کذا فی الطحطاوی وعند فقدہ او فقد اسنانہ تقوم الخرقۃ الخشنۃ او الاصبع مقامہ اور جس وقت مسواک موجود نہ ہو یا دانت باقی نہ رہے ہوں تو کھردرا کپڑا یا انگلی قائم مقام مسواک کے ہو جاتی ہے یعنی تحصیل ثواب میں کذا فی النہر وغیرہ ہم سنن احمد میں مروی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے پانی کا کوزہ مانگا پھر چہرہ اپنا دھویا اور دونوں ہتھیلیوں کو تین بار اور کلی کی پھر بعضی انگلی اپنے منہ میں ڈالی الی آخر الحدیث اور آخر کو فرمایا کہ یہ وضو ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کذا فی العینی کما یقوم العلک مقامہ للمرأۃ مع القدرۃ علیہ جیسے صنوبر اور بظم[2] کا گوند چبانا عورت کے حق میں قائم مقام ہے مسواک کے باوجود قادر ہونے کے مسواک پر وجہ اس کی یہ ہے کہ عورت کو مواظبت کرنا مسواک پر مضعف ہے اس کے دانتوں کا تو اُس کو اُس کا فعل مستحب ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وغسل الفم ای استیعابہ ولذا عبر بالغسل وللاختصار اور منہ کے اندر کا دھونا سنت ہے یعنی تمام داخل منہ کا دھونا اور اسی واسطے یعنی تمام مراد ہونے کے لیے مصنف غسل کا لفظ بولا یعنی غسل کا لفظ باقی اعضاء مغسولہ کے قرینہ سے استیعاب پر دلالت کرتا ہے یا اختصار کے واسطے یہ عبارت اختیار کی ہے ہم اکثر کتب فقہ میں والمضمضۃ[3] والاستنشاق مذکور ہے لیکن مصنف نے موافق کنز اور درر کے بجائے اُس عبارت کے غسل الفم والانف کو اختیار کیا صراحت استیعاب کے واسطے یا اختصار کے لیے ہر چند مضمضہ اصطلاحی بھی استیعاب پر دلالت کرتا ہے مگر غسل کا لفظ استیعاب پر زیادہ تر دلالت کرتا ہے کذا فی النہر اور عبارت مذکورہ سے مصنف کی عبارت میں چار حروف کی کمی ہے تو اختصار ثابت ہوا بمیاہ ثلثۃ کلی کرنا سنت ہے تین پانیوں سے جدا جدا والانف بلوغ الماء المارن بمیاہ اور نتھنے کے اندر کا دھونا سنت ہے نرم ناک تک تین بار پانی پہنچا کر ہم امام شافعیؒ کے نزدیک تین بار مضمضہ اور استنشاق سنت ہے اس طرح کہ ایک چلو پانی سے مضمضہ بھی کرے اور استنشاق بھی اور دلیل اُن کی چند احادیث صحیح ہیں امام اعظمؒ کے نزدیک احادیث مذکورہ سے جواز نکلتا ہے لیکن سنت یہ ہے کہ ہر واحد مضمضہ اور استنشاق کے واسطے تین بار جدا جدا پانی لیا جائے چنانچہ ابوداؤد اور طبرانی میں طلحہ بن مصرف کی حدیث سے اس کی تصریح موجود ہے اور جو لوگ کہ اس حدیث کی صحت میں گفتگو کرتے ہیں اس کا جواب فتح القدیر اور عینی شرح ہدایہ میں مشروحاً مذکور ہے خوف طوالت سے مترجم یہاں مذکور نہ کر سکا وہما سنتان مؤکدتان اور مضمضہ اور استنشاق دونوں سنت مؤکدہ ہیں ہم تو ان کا ترک کرنا گناہ ہے مذہب صحیح پر اس لیے کہ سنت مؤکدہ بمنزلہ واجب کے ہے اور جن لوگوں نے آنحضرت

---

[1] جن امور کا حال ان میں سے حدیث شریف میں آگیا ہے البتہ قابل لحاظ ہے کہ شارح کو اُس کی علت معلوم ہے اور بدون اس کے قہستانی کی باتیں بعید از قیاس اور دور از عقل و دقیقہ شناس معلوم ہوتی ہیں ۱۲۔ [2] بضم موحدہ وسکون مہملہ ایک درخت کا نام ہے ۱۲۔ [3] کلی کرنا اور ناک میں پانی دینا ۱۲۔

Marfat.com

علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وضو کی حکایت کی ہے وہ بیس صحابہ کرام میں مضمضہ اور استنشاق کو سب نے ذکر کیا ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر عن الفتح اور علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں ۲۳ صحابیوں سے نام بنام مع تصریح مخرجین حدیث مذکور کو بیان کیا ہے شکر اللہ مساعیہ مشتملتان علی سنن خمس الترتیب والتثلیث وتجدید الماء وتعلیمها بالیمنی مضمضہ اور استنشاق پانچ سنتوں پر شامل ہیں ایک تو ترتیب یعنی پہلے کلی کرنا پھر ناک دھونا دوسرے ہر ایک کو تین تین بار کرنا تیسرے ہر بار نیا پانی لینا چوتھے دونوں کو داہنے ہاتھ سے کرنا لیکن ناک کا جھاڑنا بائیں ہاتھ سے چاہیے کذا فی الطحطاوی عن المبسوط والمبالغة فیهما بالغرغرة وبمبالغة المارن پانچویں مبالغہ کرنا مضمضہ میں غرغرہ کرکے اور استنشاق بانسے تک پانی پہنچا کے لغیر الصائم لاحتمال الفساد مبالغہ کرنا مسنون ہے اس کو جو روزہ دار نہیں اس لیے کہ صائم کو مبالغہ کرنے سے فساد صوم کا احتمال ہے م اصحاب سنن نے لقیط بن صبرہ سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وضو کامل اور پورا کر اور انگلیوں کے اندر خلال کر اور مبالغہ کر استنشاق میں مگر یہ کہ تو روزہ دار ہو کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول وسر تقدیمها اعتبار اوصاف الماء لان لونه یدرک بالبصر وطعمه بالفم وریحه بالانف اور مضمضہ اور استنشاق کے مقدم کرنے کی حکمت پانی کے اوصاف کا دریافت ہونا ہے اس واسطے کہ پانی کا رنگ آنکھ سے اور مزہ اس کا منہ سے اور بو اس کی ناک سے معلوم ہو جاتی ہے م وضو کے واسطے پاک اور پاک کرنے والا پانی ضرور ہے اور ناپاک پانی وہ ہے جس کے اوصاف ثلثہ یعنی رنگ یا مزہ یا بو نجاست سے بدل جائے ولو عنده ما یکفی للغسل مرة معها وثلثا بدونها غسل مرة اور اگر وضو کرنے والے کے پاس اتنا پانی ہو کہ اگر مضمضہ اور استنشاق کرے تو ایک بار اعضا کو دھو سکے اور جو ان کو نہ کرے تو تین بار دھو سکے تو ایک بار اعضا کو دھوئے اور مضمضہ اور استنشاق کرے یعنی تین بار دھونے سے مضمضہ اور استنشاق زیادہ تر موکدہ ہیں م اس واسطے کہ مع الامکان ترک تکرار مکروہ نہیں اور سب ناقلین صحابہ کرام نے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وضو میں مضمضہ اور استنشاق کو ذکر کیا ہے اور ایک بار دھونا وضو میں آپ کے فعل سے ثابت ہے اور فرمایا کہ وہ وضو ہے کہ بدون اس کے حق تعالیٰ نماز کو قبول نہیں فرماتا کذا فی الطحطاوی عن الحلبی ولو اخذ ماء مضمض بعضه واستنشق بباقیه اجزأه وعکسه لا اور اگر پانی لیا چلو بھر سو تھوڑے سے پانی سے کلی کی اور باقی سے استنشاق کیا تو اس کو کفایت کرتا ہے اور اس کے برعکس یعنی پہلے ناک میں ڈالا پھر باقی پانی سے کلی کی تو کافی نہیں ہے یعنی اس واسطے کہ پانی اس صورت میں مستعمل ہو گیا اس واسطے کہ پانی ناک میں نہیں تھم سکتا اور منہ میں تھم رہتا ہے تو اول کلی کرنے سے باقی پانی مستعمل نہیں ہو جاتا اور ناک سے پانی ہٹ آتا ہے لہٰذا باقی مستعمل ہو جاتا ہے کذا فی الطحطاوی وبل یدخل اصبعه فی فمه دافعة الاولی نعم قهستانی اور متوضی کیا اپنی انگلی اپنے منہ یا ناک میں ڈالے یا نہ ڈالے جواب بہتر یہ ہے کہ ہاں ڈالے کذا فی القهستانی و تخلیل اللحیة لغیر المحرم بعد التثلیث وبجعل ظهر کفه الی عنقه اور سنت ہے ڈاڑھی کا خلال کرنا غیر محرم کو تین بار منہ دھونے کے بعد اور خلال کرنے کے وقت اپنی ہتھیلی کی پشت اپنی گردن کی طرف کرے سنن ابو داؤد میں انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو کرتے تھے کف مبارک میں پانی لیتے تھے اور تحت الحنک داخل کرتے اور اس سے ریش مبارک کو خلال کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اسی طرح میرے رب نے فرمایا پھر معلوم کر کہ تخلیل ریش میں چار قول ہیں پہلا قول یہ ہے کہ واجب ہے یہ قول ہے سعید بن جبیر کا دوسرا قول یہ ہے کہ سنت ہے مذہب ہے ابو یوسف اور شافعی کا اور روایت ہے محمدؒ سے خیر مطلوب میں کہا کہ سنت کا قول یہی صحیح ہے تیسرا قول یہ ہے کہ مستحب ہے اور چوتھا قول یہ ہے کہ جائز ہے ابو حنیفہ اور محمدؒ کے نزدیک اور یہی قول ہے مالک کا جائز کا مطلب یہ ہے کہ اس کا کرنے والا منسوب بہ بدعت نہیں اور مبسوط میں ہے کہ تخلیل ریش ابو حنیفہؒ کے نزدیک مستحب ہے صاحبینؒ کے نزدیک جائز ہے کذا فی العینی منح الغفار میں ہے کہ کیفیت تخلیل بطور سنت کے یہ ہے کہ ہاتھ کی انگلیاں ڈاڑھی کے بالوں میں نیچے سے ڈالے اوپر کی طرف لاوے اس طرح کہ پشت ہاتھ کی متوضی کی طرف ہو وتخلیل الاصابع الیدین بالتشبیک والرجلین بخنصر یده الیسری بادیا بخنصر رجله الیمنی اور سنت ہے انگلیوں کا خلال کرنا دونوں ہاتھوں کا خلال بطریق تشبیک ہے یعنی ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کرنا جس طرح پنجہ کرتے ہیں اور دونوں پاؤں کا خلال بائیں ہاتھ کی چھنگلی سے ابتدا کرے داہنے پاؤں کی چھنگلی سے اور ختم کرے بائیں پاؤں کی چھنگلی پر م بحر الرائق میں ہے کہ تخلیل پاؤں کی اسفل اصابع

Marfat.com

سے شروع کرے پشت قدم کی طرف لادے انتہیٰ عینی نے کہا اس کیفیت کی کچھ اصل نہیں ابوداؤد اور ترمذی نے مستورد سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب وضو کرتے تو اصابع یدین[1] کو دلک کرتے چھنگلی سے تو حدیث ہدایت[2] حنفر کی مقتضی ہے انتہیٰ ترمذی نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو وضو کرے تو خلال کر اپنے دونوں ہاتھوں کو اور دونوں پاؤں کو ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے نہر الفائق میں ہے ابن ماجہ کی روایت میں تخلیل بالحنفر آئی ہے لیکن بائیں چھنگلی یا اسفل سے فاللہ اعلم[3] بہ انتہیٰ وہذا بعد دخول الماء خلالہا فلو منضمۃ فرض اور یہ یعنی تخلیل اصابع کا سنت ہونا پانی داخل ہونے کے بعد ہے انگلیوں کے اندر تو اگر انگلیاں ملی ہوں تو اُن کے مابین کا دھونا فرض ہے م فتح القدیر میں ہے کہ جب وہاں پانی نہ پہنچا تو دھونا وہاں کا فرض ہوگا کیونکہ تخلیل اور چیز ہے اور غسل اور چیز ہے کما لا یخفی کذا فی الطحطاوی عن البحر وتثلیث الغسل المستوعب ولا عبرۃ للغرفات اور تین بار دھونا ہر عضو مغسول کا سنت ہے اور چلوؤں کا اعتبار نہیں بدون استیعاب کے م یعنی تین بار دھونا سنت ہے پہلا دھونا فرض ہے اور دوسرا اور تیسرا سنت موکدہ ہے قول صحیح پر چنانچہ بحر الرائق میں منقول ہے سراج سے ہر بار کے غسل میں استیعاب یعنی پورا دھونا سنت ہے تین چلو کا اعتبار نہیں تو اگر اول بار چلو ڈالے اور کچھ خشک باقی رہا پھر دوسری بار تھوڑا دھویا پھر تیسری بار تمام عضو پورا ہو گیا تو یہ تین بار کا دھونا نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی ولو اکتفی مرۃ اذا اعتادہ اثم اور اگر ایک بار دھونے پر اکتفا کیا جب کہ اس کی عادت کرے گا تو گنہگار ہوگا م گناہ کی وجہ یہ ہے کہ اُس نے سنت مشہور کے ترک پر عادت کی صاحب بحر نے کہا گنہگار اُس وقت ہوگا جب کہ تثلیث غسل کے ہونے کا معتقد نہ ہو ولو زاد لطمانینۃ القلب او لقصد الوضوء علی الوضوء لا بأس بہ اور اگر تین بار سے زیادہ دھویا دل کی تسکین کے واسطے یا ایک وضو پر دوسرا وضو کرنے کو تو کچھ مضائقہ نہیں زیادت میں م درصورت شک خاطر جمع کے واسطے تین بار سے زیادہ دھونا اور اسی طرح پانی کی قلت سے یا سردی کی شدت سے یا اور حاجت سے تین بار سے کم کرنا مکروہ نہیں کذا فی العالمگیریہ شیخ الاسلام عینی نے کہا کہ تسکین خاطر کے واسطے زیادہ کرنا شک کے نزدیک یا دوسرے وضو کی نیت کرنا لا بأس بہ ہے بدلیل حدیث ابن عمرؓ کہ آنحضرت علیہ السلام فرماتے تھے کہ جس نے وضو کیا وضو پر اُس کے واسطے حق تعالیٰ دس نیکیاں لکھے گا روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ابن ماجہ اور بیہقی اور ترمذی نے ہر چند بعضوں نے اس کو ضعیف کہا لیکن دفع ضعف کا جواب شافی بھی موجود ہے شرح عینی میں وحدیث فقد تعدی محمول علی الاعتقاد اور وہ حدیث جس میں فقد تعدی فرمایا ہے وہ اعتقاد پر محمول ہے م بحر الرائق میں حدیث مذکور یوں مذکور ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک بار وضو کیا اور فرمایا کہ یہ وہ وضو ہے کہ اللہ تعالیٰ نماز کو بدون اس کے قبول نہیں کرتا اور دو دو بار وضو کیا اور فرمایا کہ یہ وضو ہے اُس شخص کا جس کو دونا ثواب عطا ہوتا ہے اور تین تین بار وضو کیا اور فرمایا کہ یہ میرا وضو ہے اور مجھ سے پہلے کے انبیاء کا وضو ہے سو جو شخص کہ اس پر زیادہ کرے یا کم کرے فقد تعدی وظلم یعنی اُس نے حد سے تجاوز کیا درصورت زیادت اور ظلم کیا درصورت کمی بدائع میں ہے کہ صحیح تر قول یہی ہے کہ زیادت سے گنہگار نہ ہوگا مگر جب کہ یہ اعتقاد کرے کہ وضو جائز نہیں مگر تین بار سے زیادہ کرنے میں میں کہتا ہوں کہ زیادت سے گنہگار ہوگا اسراف کی جہت سے اگرچہ فقط تین بار دھونے کے مسنون ہونے کا معتقد ہو کذا فی الطحطاوی مختصراً ولعل کراہتہم تکرارہ فی مجلس تنزیہیۃ بل فی القہستانی معزیاً للجواہر الاسراف فی الماء الجاری جائز لانہ غیر مضیع فتامل اور شاید کہ فقہا کا مکروہ کہنا تکرار وضو کا ایک مجلس میں مکروہ بکراہت تنزیہی ہے یعنی ترک اولیٰ ہے گناہ نہیں بلکہ قہستانی میں جواہر سے منقول ہے کہ اسراف جاری پانی میں جائز ہے اس واسطے کہ یہ شخص پانی کا ضائع کرنے والا نہیں ہے سو اس میں تامل کرم یہ جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ اگر تین بار سے زیادت تسکین دل اور وضو پر وضو کرنے میں جائز ہے اور وعید حدیث مذکور کا معتقد کے حق میں ہے تو فقہا نے تکرار وضو کو مجلس واحد میں کیوں مکروہ کہا ہے جواب دیا کہ کراہت تنزیہی ہے جس کو لا بأس بہ کہتے ہیں بلکہ قہستانی نے اس پر بھی ترقی کی کہ آب جاری میں مطلقاً زیادت کو جائز رکھا طحطاوی نے کہا خلاصہ میں ہے کہ تکرار وضو ایک مجلس میں جائز ہے اور سراج میں ہے کہ مکروہ ہے نہر الفائق میں ہے کہ دونوں روایتوں میں اختلاف نہیں اس واسطے کہ خلاصہ کا جواز اعادہ واحدہ پر محمول ہے اور سراج کی کراہت چند بار کرنے پر محمول ہے چنانچہ سراج میں چند بار کا لفظ صریحاً اس پر دلالت کرتا ہے انتہیٰ تو اگر شارح کے کلام

---

[1] یہ سہو ہے مترجم اول کا یدین کی جگہ رجلین چاہیے ۱۲ [2] یعنی چھنگلی سے شروع کرنا پایا جاتا ہے ۱۲ [3] یعنی امر یقینی نہیں کہ خلال بائیں چھنگلی خواہ نیچے کی جانب سے کیا ۱۲

Marfat.com

چند بار تکرار پر محمول کیجیے چنانچہ حلبی محشی نے کہا ہے تو بلاشبہ اسراف ہے اور اسراف مکروہ تحریمی ہے نہ تنزیہی اور قہستانی کا کلام آب جاری پر قاصر ہے اور شارح کا کلام سابق عام ہے اور قہستانی نے جو کہا کہ آب جاری میں اسراف جائز ہے سو ضعیف قول ہے بلکہ وہ مکروہ ہے مطلقاً بلا حاجت اور شارح نے بلفظ تامل اس کی توہین اور تضعیف کی طرف اشارہ کر دیا انتہی مافی الطحطاوی ملخصاً پس قہستانی کا کلام اعتماد کے قابل نہیں کہ صریح حدیث کے مخالف ہے اس واسطے کہ احمد اور ابن ماجہ میں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن ابی وقاص پر گذرے اور وہ وضو کرتے تھے تو فرمایا کہ پانی میں اسراف مت کر سعد نے کہا کیا پانی میں بھی اسراف ہے فرمایا نعم وان کنت علی نہر جار یعنی پانی میں بھی اسراف ہے اگرچہ تو جاری نہر پر ہو کذا فی شرح سفر السعادۃ للدہلوی **ومسح کل رأسہ مرۃ** مستوعبۃ اور سنت ہے اپنے تمام سر کا مسح کرنا ایک بار اس طرح کہ بالکل سر پر دونوں ہاتھ پھر جاویں اندک بھی باقی نہ رہے صحیحین میں عبداللہ بن زید سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر مبارک کو مسح کیا دونوں ہاتھوں سے سو دونوں ہاتھ آگے سے پیچھے کو لے گئے اور پیچھے سے آگے کو لائے ایک بار اور محمد بن حسن کی موطا میں عبداللہ بن زید بن عاصم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کی حکایت میں مروی ہے کہ مسح کیا مقدم سر سے تا این کہ دونوں ہاتھوں کو قفا تک لے گئے پھر دونوں ہاتھوں کو پھیر لائے اُس مکان تک جہاں سے مسح کرنا شروع کیا تھا اور جو کیفیت مسح کی اس حدیث میں مذکور ہے یہی مشہور ہے اور اُس کے سوا جو شارحین ہدایہ نے کیفیات مسح کی بیان کی ہیں وہ کسی حدیث سے ثابت نہیں کذا فی العینی طحطاوی نے کہا کہ ظاہر تر کیفیت مسح کی یہ ہے کہ دونوں ہتھیلیاں اور انگلیاں مقدم سر رکھے اور ان کو قفا تک کھینچ لے جائے اس طرح کہ تمام سر پر استیعاب ہو جائے پھر دو انگلیوں سے دونوں کانوں کا مسح کرے اور اس طرح سے پانی مستعمل نہیں ہو جاتا کذا فی البحر عن الزیلعی اور یہ جو بعضوں نے کہا کہ دونوں کف کو اور سبابہ اور ابہام کو علیحدہ رکھے اُس کی تضعیف کی ہے بحر الرائق میں فلو ترکہ دواوم علیہ اثم اور اگر تمام سر کا مسح ترک کیا اور ترک استیعاب پر ہمیشگی کی تو گنہگار ہو گیا یعنی اس واسطے کہ سنت موکدہ بمنزلہ واجب کے ہے **واذنیہ** معاً ولو بماءہ اور سنت ہے دونوں کانوں کا ساتھ مسح کرنا یعنی یہاں تقدیم یمین مستحب نہیں اگرچہ کانوں کا مسح سر کے مسح کے پانی سے ہو م شارح نے اس کلام سے خلاف شافعی کی طرف اشارہ کیا یعنی امام شافعی کے نزدیک کانوں کے مسح کے واسطے نیا پانی ضرور ہے ہماری دلیل یہ حدیث ہے کہ الاذنان من الراس یعنی دونوں کان سر میں داخل ہیں تو سر کے ساتھ ان کا بھی مسح چاہیے علامہ عینی نے اس حدیث کو شرح ہدایہ میں آٹھ صحابیوں سے نقل کیا اگرچہ اکثر طرق اس حدیث کے ضعیف ہیں لیکن ابن عباسؓ کی حدیث جو دار قطنی میں ہے ابن قطان نے اس کو صحیح اور بزار نے اُس کو جید کہا ہے انتہی لکن لو مسّ عمامتہ فلا بد من ماء جدید لیکن اگر مسح سر کے بعد پگڑی کو ہاتھ لگایا تو اب نیا پانی کانوں کے مسح کے واسطے لینا ضرور ہے **والترتیب** المذکور فی النظم اور سنت ہے وہ ترتیب جو نظم قرآنی میں مذکور ہے یعنی اول چہرہ دھونا پھر دونوں ہاتھ کہنیوں تک پھر مسح سر کا کرنا پھر پاؤں دھونا ٹخنوں تک وعند الشافعی رضی اللہ عنہ فرض وہو مطالب بالدلیل اور امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک ترتیب فرض ہے اور اُن سے دلیل فرضیت کا مطالبہ ہے م بحر الرائق میں دلائل اور بحث کے کہا خلاصہ یہ ہے کہ عدم افتراض پر اقامت دلیل کی حاجت نہیں کیونکہ وہ یعنی عدم افتراض اصل ہے اور اس کے مدعی سے دلیل کا مطالبہ ہے **والولاء** بحسر الواو غسل المتاخر ومسحہ قبل جفاف الاول بلا عذر حتی لو فنی ماؤہ تمضی لطلبہ لا بأس بہ اور سنت ہے ولاء بکسر واؤ یعنی پے در پے وضو کرنا عبارت ہے عضو متاخر کے دھونے سے یا مسح کرنے سے عضو اول کے خشک ہو جانے سے پہلے بدون عذر کے یعنی اگر عذر سے خشک ہو چنانچہ ہوائے گرم اور تیز سے تو کچھ مضائقہ نہیں یہاں تک کہ اگر درمیان وضو کے پانی چک گیا سو وہ اُس کے لینے کو گیا اور عضو خشک ہو گیا تو پے در پے کی سنت فوت نہ ہو گی اس عذر سے م موالاۃ میں جداوی نے اعتدال بدن اور عدم عذر کی قید لگائی ہے کذا فی الطحطاوی تو اگر ہوا کی گرمی یا سردی یا بدن کی گرمی اور سردی سے خشکی طاری ہو گی اثناء وضو میں تو یہ مانع نہیں پے در پے کی سنت ادا ہونے کو وشملہ الغسل والتیمم اور وضو کے مانند غسل اور تیمم ہے کہ اُن کے افعال بھی پے در پے مسنون ہیں اور اگر کسی عذر سے تتابع فوت ہو جائے تو کچھ ڈر نہیں طحطاوی نے کہا تیمم میں بحث ہے کیونکہ اس میں خشکی کو مانع موالاۃ قرار دینا متصور نہیں وعند مالک فرض اور امام مالک کے نزدیک موالاۃ یعنی وضو کو پے در پے کرنا فرض ہے **ومن السنن الدلک وترک الاسراف وترک لطم الوجہ بالماء وغسل فرجیہا الخارج** اور منجملہ سنتوں کے عضو مغسول کا ملنا اور

Marfat.com

پانی کا اسراف چھوڑنا یعنی زیادہ خرچ نہ کرنا اور منہ پر پانی سخت نہ مارنا اور عورت کو باہر کی شرمگاہ کا دھونا مسنون ہے م حلبی نے کہا کہ عورت کی شرم گاہ دہن کے مانند ہے تو جیسے دہن یعنی منہ کا دھونا وضو میں مسنون ہے اور غسل میں واجب ہے اُسی طرح شرمگاہ کا دھونا انتہی اور ظاہراً شرمگاہ کا دھونا فقط حالت استنجا میں مسنون ہے نہ وضو کرنے کے وقت لیکن ظاہر بیان شارح اس کے مخالف ہے کذا فی الطحطاوی **تتمہ** مصنف نے تیرہ سنتیں مذکور کیں اور شارح نے چار زیادہ کیں کتب فقہ میں کم و بیش مذکور کرتے ہیں بعضے استحباب کو سنن میں اور بعضے سنن کو مستحبات میں شمار کرتے ہیں تحفہ میں اکیس سنتیں وضو کی مذکور ہیں اس طرح کہ استنجا کرنا ڈھیلوں سے اور نیت اور تسمیہ اور غسل یدین الی الرسغین اور استنجا کرنا پانی سے اور وہ زمانہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں آداب سے تھا اور آپ کے زمانہ کے بعد سنت ہو گیا باجماع صحابہ تراویح کے مانند اور مضمضہ اور استنشاق اور دونوں میں ترتیب اور ہر ایک کے واسطے جدا پانی لینا اور مضمضہ اور استنشاق میں مبالغہ کرنا مگر صوم کی حالت میں اور مسواک کرنا مضمضہ کے وقت اور ترتیب اور موالات اور تثلیث غسل اعضاء مغسولہ اور داہنے سے غسل شروع کرنا اور انگلیوں کے سرے سے غسل شروع کرنا ہاتھ پاؤں میں اور تخلیل اصابع اور استیعاب تمام سر کا اور شروع کرنا مقدم سر سے اور ایک بار مسح کرنا اور تثلیث مسح کو ترک کرنا اور کانوں کے ظاہر و باطن کو مسح کرنا سر کے پانی سے آب جدید سے اور تخلیل ریش ابو یوسفؒ کے نزدیک اور مسح گردن میں اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک سنت ہے اور بعضوں کے نزدیک ادب کذا فی العینی و مستحبہ و یسمی مندوباً اور ادباً و فضیلۃ وہو ما فعلہ علیہ الصلوٰۃ والسلام مرۃ وترکہ اخری وما احبہ السلف اور وضو کے مستحب تیامن اور مسح رقبہ ہیں اور مستحب کو مندوب اور ادب اور فضیلت بھی کہتے ہیں اور مستحب وہ عمل ہے جس کو رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کبھی کیا کبھی نہ کیا اور وہ عمل جس کو سلف صالحین نے دوست رکھا اور پسند کیا ہم اصولیوں کے نزدیک مستحب اور مندوب ایک چیز ہیں اور فقہا کے نزدیک مستحب وہ ہے جس کو رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کبھی کیا ہے کبھی ترک کیا اور مندوب وہ ہے جس کو ایک دو بار کیا جواز کی تعلیم کے واسطے ایسا ہے شرح نقایہ میں لیکن اس تعریف میں قصور ہے اس واسطے کہ جس فعل میں شارع نے ترغیب دی اور خود نہ کیا وہ اس سے خارج ہو جاتا ہے اور محیط میں مندوب کی وہ تعریف کی ہے جو یہاں مستحب کی تعریف ہے کذا فی البحر نہر الفائق میں کہا صاحب کنز اکثر مندوب کہتا ہے اور اس سے مستحب کا ارادہ کرتا ہے اور یہی قول ہے اصولیوں کا اسی وجہ سے تحریر میں کہا ہے کہ جس پر مواظبت نہیں ہے وہ مندوب اور مستحب ہے اگرچہ اُس کو نہ کیا ہو ترغیب کے بعد انتہی التیامن فی الیدین و الرجلین مستحب ہے داہنی طرف سے شروع کرنا ہاتھ پاؤں کے دھونے میں ہم صحاح ستہ میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیامن کو یعنی داہنی طرف سے شروع کرنے کو دوست رکھتے تھے ہر چیز میں یہاں تک کہ طہارت کرنے میں اور جوتے پہننے میں اور بالوں کی کنگھی کرتے میں اور سب کاموں میں اور بخاری اور مسلم میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص جوتی پہنے تو چاہیے کہ داہنے پاؤں سے شروع کرے اور جب اتارے تو بائیں پاؤں سے شروع کرے تاکہ داہنا پاؤں جوتے پہننے میں اول ہو اور اُتارنے میں آخر ہو اور انسؓ سے روایت ہے کہ جب تو مسجد میں داخل ہو تو داہنے پاؤں سے ابتدا کر اور جب تو نکلے تو بائیں پاؤں سے ابتدا کر حاکم نے کہا کہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے ولہذا باتفاق علما داہنے کی تقدیم مستحب ہے ہر ایک اس امر میں جواز قسم تکریم کی ہے چنانچہ وضو میں اور غسل میں اور کپڑا اور جوتی اور موزہ اور پاجامہ کے پہننے میں اور مسجد کے داخل ہونے میں اور مسواک کرنے اور سرمہ لگانے اور ناخن تراشنے اور مونچھ کترنے اور بغل کے بال اکھاڑنے اور سر کے مونڈنے میں اور نماز کے بعد سلام پھیرنے میں اور بیت الخلا سے نکلنے میں اور کھانے اور پینے اور مصافحہ کرنے میں اور حجر اسود کے بوسہ لینے میں اور چیز کے دینے اور لینے میں اور سوائے ان کے جو اس قسم کے افعال ہیں اور بائیں کی تقدیم ہے امور مذکورہ کے مخالف کاموں میں چنانچہ ناک صاف کرنا اور استنجا اور بیت الخلا میں جانا اور مسجد سے نکلنا اور جوتی اور موزہ اور پاجامہ اور کپڑا اُتارنا اور مانند ان کے اور افعال کذا فی العینی شرح الہدایہ ولو مسحا داہنے کی تقدیم اگرچہ مسح کرنے میں ہو یعنی درصورت موزہ پوشی یا جراحت کے مسح کرنے میں تیامن مستحب ہے لا الاذنین و الخدین فیلغزای عضوین لا یستحب التیامن فیہما تیامن مستحب نہیں دونوں کانوں کے مسح میں اور دونوں رخساروں کے دھونے میں تو اسی وجہ سے پہلی کی طرح پوچھتے ہیں کہ وہ دو عضو کون ہیں جن میں داہنے عضو کی تقدیم مستحب نہیں م عنقریب شارح مذکور کر گیا ہے کہ دونوں کانوں کا مسح ساتھ ہی سنت ہے اور اگر

Marfat.com

ایک ہی ہاتھ ہے یا ایک ہاتھ میں زخم ہے کہ ساتھ ہی دونوں کانوں کا مسح نہیں کرسکتا تو اب البتہ داہنے کان کو تقدیم ہے کذا فی العالمگیریۃ **ومسح الرقبۃ** بظہر یدیہ اور مستحب ہے گردن کا مسح کرنا اپنے دونوں ہاتھوں کی پیٹھ سے یعنی اس واسطے کہ پشت دست کا پانی مستعمل نہیں **لا الحلقوم** لانہ بدعۃ حلقوم یعنی گلے کا مسح کرنا مستحب نہیں کیونکہ وہ بدعت ہے م بدعت جب مطلق مذکور ہو تو بدعت سیئہ مراد ہوتی ہے نہ بدعت حسنہ کذا فی الطحطاوی **ومن آدابہ** عبر بمن لان لہ اٰدابًا اخر اوصلہا فی الفتح الی نیف وعشرین وادصلہا فی الخزائن الی نیف وستین **استقبال القبلۃ** اور وضو کے آداب یعنی مستحبات سے وضو کے وقت قبلہ رو بیٹھنا ہے شارح نے کہا مصنف من کا لفظ جو بعض پر دلالت کرتا ہے بولا اس واسطے کہ آداب وضو سوائے تین کے اور بھی ہیں فتح القدیر میں آداب وضو کو بیس اور کئی تک پہنچایا ہے اور میں نے خزائن الاسرار میں (جو پہلے شرح لکھی تھی اس تین کی بہاڑ اور کئی آداب تک نوبت پہنچائی م ماتن نے پندرہ مستحبات ذکر کیے اور شارح نے آٹھ زیادہ کیے اور طحطاوی محشی نے سوائے ان کے چودہ بڑھائے تو سب ۷۴ مستحب جو مذکورہ طحطاوی یہ ہیں حالت استنجا میں اس انگوٹھی کا اُتار رکھنا جس پر اللہ تعالیٰ یا اُس کے رسول کریم کا نام پاک ہے اور مٹی کے برتن سے وضو کرنا اور دستگاہ آفتابہ کو تین بار دھونا اور آفتابہ وضو کو بائیں طرف رکھنا اور اگر بڑا برتن طشت وغیرہ کے مانند ہو اُس کو داہنی طرف رکھنا اور غسل کرنے میں آفتابہ کی دستگی پر ہاتھ رکھنا نہ اُس کے سرپر اور وضو کے جمیع افعال میں نیت کو ساتھ رکھنا اور وضو میں جلدی اور شتابی نہ کرنا ایسا مذکور ہے فتاوی عالمگیری میں اور وضو کا برتن حاجت سے پہلے بھر رکھنا اور استنشاق کے وقت بائیں ہاتھ سے ناک جھاڑنا اور بھوؤں اور موچھ کے نیچے پانی پہنچانا اور چہرہ دھونے کی ابتدا اوپر سے کرنا اور سر کا مسح مقدم سے شروع کرنا اور ہاتھ پاؤں کا دھونا انگلیوں کے سروں سے شروع کرنا ایسا مذکور ہے معراج الدرایۃ میں کذا فی الطحطاوی **ودلک اعضائہ** فی المرۃ الاولیٰ اور مستحب ہے اپنے اعضاء کو ملنا اول بار کے دھونے میں م مصنف نے دلک اعضاء کو مستحبات میں شمار کیا اور خلاصہ میں کہا ہے کہ دلک اعضاء ہمارے مذہب میں سنت ہے خصوصًا موسم سرما میں چنانچہ فتح القدیر نے کہا ہے لہٰذا شارح نے دلک اعضاء کو سنتوں میں شمار کیا کذا فی الطحطاوی **وادخال خنصرہ المبلولۃ صماخ اُذنیہ عند مسحہما** اور مستحب ہے اپنی بھیگی چھنگلی کا داخل کرنا دونوں کانوں کے سوراخ میں اُن کے مسح کرنے کے وقت **وتقدیمہ علی الوقت لغیر المعذور** اور نماز کے وقت سے پہلے وضو کرنا غیر معذور کو یعنی وہ معذور جس کا پیشاب اور ریح ہر وقت جاری ہے اُس کے حق میں تقدیم وضو کی مستحب نہیں وہذہ احدی المسائل الثلث المستثناۃ من قاعدۃ الفرض افضل من النفل لان الوضوء قبل الوقت مندوب وبعدہ فرض اور یہ یعنی تقدیم وضو کا مسئلہ ایک ہے اُن تینوں مسئلوں سے جو مستثنیٰ ہیں اس قاعدہ سے کہ فرض افضل ہے نفل سے اس واسطے کہ وضو وقت سے پہلے مستحب ہے اور وقت آنے کے بعد فرض ہے م قاعدہ مذکورہ سے تین مسئلے خارج ہیں اس واسطے کہ ان میں نفل یعنی مستحب افضل ہے فرض سے **الثانیۃ ابراء المعسر مندوب افضل من انظارہ الواجب** دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مفلس کو دین چھوڑ دینا مستحب ہے وہ افضل ہے مفلس کی مہلت دینے سے کہ وہ واجب ہے م مفلس مدیون کو مہلت دینا واجب ہے بموجب اس آیت کے (وان کان ذو عسرۃ فنظرۃ الی میسرۃ) یعنی اگر مدیون تنگ دست ہو تو اُس کو مہلت دینا چاہیے کشادگی تک تو دیکھو یہاں چھوڑنا جو مستحب تھا افضل ٹھہرا مہلت دینے سے جو واجب ہے **الثالثۃ الابتداء بالسلام سنۃ افضل من ردہ** وہو فرض تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ سلام کرنا سنت ہے سو افضل ہے سلام کے جواب دینے سے اور حالانکہ جواب دینا فرض کفایہ ہے ونظم من قال ؎ الفرض افضل من تطوع عابد ؎ حتی ولو قد جار منہ باکثر ۃ الا التظہر قبل وقت وابتدا السلام کذاک ابراء عسر اور مسائل ثلثہ کو نظم میں بیان کیا ہے جس شاعر نے یوں کہا ہے کہ فرض افضل ہے عابد کے نفل سے اگرچہ نفل کو اُس نے زیادہ تر کیا ہو فرض سے مگر طہارت کرنا وقت سے پہلے اور ابتداء سلام اسی طرح مفلس کا دین چھوڑ دینا افضل ہے

جواب دینے اور مہلت دینے سے **وتحریک خاتمۃ الواسع** اور مستحب ہے کشادہ انگوٹھی کا گھمانا اور پھیرنا وضو کے وقت **ومثلہ القرط** اور یہی حال کان کی بالی کا یعنی غسل کے وقت اُس کا بھی پھیرنا مستحب ہے تاکہ پانی سوراخ کے اندر پہنچ جائے وکذا الفتیق ان علم وصول الماء والا فرض اور اسی طرح تنگ انگوٹھی کی تحریک مستحب ہے اگر اُس کے نیچے پانی کا پہنچنا معلوم ہوگیا ہو اور اگر پانی کا پہنچنا معلوم نہ ہو تو اب تحریک اُس کی فرض ہے نہ مستحب **وعدم الاستعانۃ بغیرہ الا لعذر** اور غیر سے مدد نہ چاہنا وضو میں مستحب ہے مگر معذور کو استعانت مخالف استحباب نہیں ہے عذر یہ کہ برتن بھاری ہے اٹھا نہیں سکتا یا کہ وضو کرنے والا بیمار

Marfat.com

اور ضعیف ہے کذا فی الطحطاوی اما استعانتہٗ علیہ الصلوٰۃ والسلام بالمغیرۃ فلتعلیم الجواز اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مدد چاہنا وضو میں مغیرہ بن شعبہ صحابی سے جواز استعانت کی تعلیم تھی م یہ جواب ہے اُس سوال مقدر کا کہ اگر استعانت غیر سے خلاف استحباب ہوتی تو حضرت سے واقع نہ ہوتی جواب دیا کہ یہ امر تعلیم جواز کیواسطے تھا اور شارع کو تعلیم افضل ہے مستحب سے کذا فی الطحطاوی مغیرہ بن شعبہ کی حدیث میں ہے کہ میں حضرتؐ کے ساتھ سفر میں تھا اور آپ شامی جبہ تنگ آستین کا پہنے تھے تنگی آستین کی وجہ سے ہاتھ نہ نکل سکا آپ نے اسفل آستین سے ہاتھ نکالا سو میں نے پانی ڈالا آپ نے وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا مسلم اور بخاری نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے امام غزالی نے کہا کہ تنگی آستین کی وجہ سے استعانت تھی اور بعضوں نے کہا سفر کی جہت سے کذا فی العینی **وعدم التکلم بکلام الناس الا لحاجۃ** تفوتہ اور مستحب ہے وضو میں نہ بولنا آدمیوں کی سی بات کا مگر اُس حاجت کے واسطے بولنا خلاف استحباب نہیں جو بدون بولنے فوت ہوتی ہو **والجلوس فی مکان مرتفع** تحرزا عن الماء المستعمل اور مستحب ہے وضو کرنے کو اونچے مکان پر بیٹھنا مستعمل پانی سے بچنے کو اگرچہ اصح قول میں مستعمل پانی طاہر ہے لیکن اختلاف سے بچنے میں احتیاط ہے۔

وعبارۃ الکمال وحفظ ثیابہ عن التقاطر وہی اشمل اور شیخ کمال الدین صاحب فتح القدیر کی عبارت یوں ہے کہ بچانا کپڑوں کا تقاطر سے مستحب ہے اور یہ عبارت بہ نسبت عبارت ماتن زیادہ تر صورتوں کو شامل ہے اس واسطے کہ کبھی وضو کرنے والا اونچے مکان پر ہوتا ہے اور چھینٹوں سے نہیں بچتا کذا فی الطحطاوی **والجمع بین نیۃ القلب و فعل اللسان** اور مستحب ہے جمع کرنا دل کی نیت میں اور زبان کے لفظ میں یعنی دل کی نیت کے ساتھ زبان سے بھی کہے کہ وضو کرتا ہوں رفع حدث[1] یا استباحۃ صلوٰۃ یا امتثال امر کے واسطے ہذہ رتبۃ وسطی بین من سن التلفظ بالنیۃ ومن کرہہ لعدم نقلہ عن السلف اور یہ یعنی زبانی قول کو مستحب کہنا میانہ روی ہے دو قول میں ایک قول اس شخص کا جو سنت کہتا ہے زبانی نیت کرنے کو چنانچہ امام شافعی اور دوسرا قول اُس کا جو زبانی نیت کو مکروہ کہتا ہے کیونکہ نیت کو زبان سے کہنا سلف سے یعنی صحابہ اور تابعین سے منقول نہیں م یعنی استحباب رتبہ ہے سنت کہنے اور مکروہ کہنے کے درمیان تو جمع کرنا نیت دلی اور تلفظ زبانی کا متوسط رتبہ ٹھہرا وخیر الامور اوسطہا **والتسمیۃ کما مر عند غسل کل عضو** وکذا الممسوح اور بسم اللہ کہنا چنانچہ مذکور ہو چکا ہر عضو کے دھونے کے وقت مستحب ہے اور اسی طرح مسح کرنے کے وقت م ابتداء وضو میں بسم اللہ کہنا سنت ہے اور ہر عضو کے دھونے اور مسح کرنے کے ساتھ مستحب ہے **والدعا بالوارد عندہ** ای عند کل عضو اور وہ دعا کرنا جو اخبار اور آثار میں وارد ہے ہر عضو کے دھونے اور مسح کرنے میں م شرح الطحطاوی میں ہے کہ مضمضہ کرنے کے وقت کہے اللّٰھمّ[2] اعنّی علی تلاوۃ القرآن وذکرک وشکرک وحسن عبادتک اور استنشاق کے وقت کہے اللّٰھمّ[3] ارحنی رائحۃ الجنۃ اور چہرہ دھونے کے وقت کہے (اللّٰھمّ[4] بیض وجہی یوم تبیض وجوہ اولیائک) اور داہنے ہاتھ دھونے کے وقت کہے اللّٰھمّ[5] اعطنی کتابی بیمینی وحاسبنی حسابا یسیرا) اور بایاں ہاتھ دھونے کے وقت کہے (اللّٰھمّ[6] لا تعطنی کتابی بشمالی ولا من وراء ظہری) اور سر کا مسح کرنے کے وقت کہے اللّٰھمّ[7] اظلنی تحت ظل عرشک یوم لا ظل الا ظل عرشک) اور کانوں کے مسح کرنے کے وقت کہے (اللّٰھمّ[8] اجعلنی من الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ) اور گردن کے مسح کرنے کے وقت کہے (اللّٰھمّ[9] اعتق رقبتی من النار) اور دونوں پاؤں دھونے کے وقت کہے (اللّٰھمّ[10] ثبت قدمی علی الصراط یوم تزل الاقدام) رافعی شافعی نے کہا کہ یہ خبر صالحین سے مروی ہے اور محی الدین نووی نے روضہ میں کہا کہ اس دعا کی کچھ اصل نہیں ابن صلاح نے کہا کہ اس میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہیں کہتا ہوں مستغفری نے

---

[1] رفع حدث یعنی دور کرنے کو بے وضو ہونے کے اور استباحۃ صلوٰۃ یعنی نماز کے مباح ہو جانے کے لیے اور امتثال امر یعنی حکم ماننے کے واسطے [2] اور بہتر کام درمیانی ہوتے ہیں ۱۲ [3] الٰہی تو میری مدد کر قرآن کی تلاوت اور اپنے ذکر اور شکر اور خوبی عبادت پر ۱۲ [4] الٰہی روشن کر منہ میرا جس دن تیرے دوستوں کے منہ روشن ہوں گے ۱۲۔ [5] الٰہی دے مجھ کو میرا اعمال نامہ میرے دست راست میں اور مجھ سے حساب لے تھوڑا سا ۱۲ [6] الٰہی مت دے میرا نامۂ اعمال میرے بائیں ہاتھ میں اور نہ پشت کی طرف ۱۲ [7] الٰہی سایہ کر مجھ کو اپنے عرش کے سایہ کے تلے جس روز کہ کوئی سایہ نہ ہوگا سوا تیرے عرش کے سایہ کے ۱۲ [8] الٰہی کر دے مجھ کو اُن میں سے جو سنتے ہیں بات اور اُس میں سے بہتر کی پیروی کرتے ہیں ۱۲ [9] الٰہی آزاد کر میری گردن دوزخ سے ۱۲ [10] الٰہی ثابت رکھ میرا قدم پل صراط پر جس روز کہ پاؤں لغزش کریں گے ۱۲۔

[a] الٰہی سونگھا مجھ کو بو جنت کی ۱۲

Marfat.com

دعوات میں اور صاحب فردوس نے اور ابن عساکر نے اس میں بطریق ضعیف علی مرتضیٰؓ سے روایت کی ہے اور ابن حبان نے ضعفاء میں انسؓ سے اور مستغفری نے براء بن عازب کی حدیث سے اسی طرح کی روایت کی اور اسناد اُس کی واہی اور ضعیف ہے کذا فی العینی وقد رواہ ابن حبان وغیرہ عنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام من طرق قال محقق الشافعیۃ العمل فیعمل بہ فی فضائل الاعمال وان انکرہ النووی اور البتہ ادعیہ مذکورہ کی حدیث کو ابن حبان وغیرہ نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کی ہے چند طریقوں سے محقق شافعی مذہبوں کے یعنی شمس الدین محمد رملی نے کہا تو ایسی حدیث پر عمل کرنا چاہیے اعمال کے فضائل میں اگرچہ محی الدین نووی شافعی نے اس کا انکار کیا ہے ہم جب حدیث ضعیف کے چند طریقے اسناد کے ہوئے تو ایک دوسرے کی تقویت کرتا ہے تو وہ حدیث صرف ضعیف نہیں رہتی بلکہ وہ مرتبہ حسن کو چڑھ جاتی ہے اہل حدیث اس کو حسن لغیرہ کہتے ہیں ابن حجر نے شرح اربعین میں کہا کہ فضائل اعمال میں عمل بحدیث ضعیف اس واسطے جائز ہوا کہ اگر وہ حدیث نفس الامر میں صحیح ہے تو عمل کرنے سے اُس کا حق ادا ہوا اور اگر صحیح نہیں ہے تو عمل کرنے سے تحلیل اور تحریم کا کچھ فساد مترتب نہ ہوا اور نہ غیر کی حق تلفی ہوئی ایک حدیث میں وارد ہے کہ جس کو میری طرف سے ثواب عمل کرنے کا پہنچا سو اُس نے اُس پر عمل کیا تو اُس کو اجر ملے گا اگرچہ میں نے اُس کو نہ کہا ہو کذا فی الطحطاوی شارح نے رملی کو موصوف بصفت محقق شافعیہ کہا تاکہ خیر الدین رملی حنفی کا لوگوں کو دھوکا نہ ہو شیخ عابد سندھی مدنی نے طوالع الانوار حاشیہ دُرالمختار میں تصریح کی ہے کہ محقق شافعیہ سے مراد شمس الدین محمد رملی ہے فائدہ یہ فائدہ شارح نے مناسب مقام کے بیان کیا شرط العمل بالحدیث الضعیف عدم شدۃ ضعفہ حدیث ضعیف پر عمل کرنے کی شرط ہے کہ نہایت ضعیف نہ ہو م شدید الضعیف وہ حدیث ہے جس کا کوئی طریقہ کذاب یا متہم بالکذب سے خالی نہ ہو قال الطحطاوی کذا قال ابن حجر وان یدخل تحت اصل عام اور یہ شرط ہے کہ قاعدہ کلیہ شرعی کے تحت میں ہو م وہ قاعدہ یہاں دعا کی مطلوبیت ہے کیونکہ دعا کرنا عام ہے ہر وقت میں کذا فی الطحطاوی وان لا یعتقد سنیتہ ذلک الحدیث اور یہ شرط ہے کہ اس حدیث ضعیف کے مسنون ہونے کا اعتقاد نہ ہو یعنی یہ یقین نہ کرے کہ یہ قولاً یا فعلاً حضرتؐ سے ثابت ہے لیکن علی سبیل الاحتمال کوئی مانع نہیں کذا فی الطحطاوی واما الموضوع فلا یجوز العمل بہ بحال ولا روایتہ الا اذا قرن ببیان وضعہ اور موضوع حدیث پر عمل کرنا تو کسی حال میں جائز نہیں اور اُس کا نقل کرنا جائز ہے مگر جب کہ نقل کے ساتھ اس کے موضوع ہونے کو بیان کر دے تو اس شرط سے البتہ روایت درست ہے چنانچہ اسی طرح بیان موضوعات میں محدثین نے کتابیں تالیف کی ہیں م موضوع جھوٹی حدیث کو کہتے ہیں اور افترا کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بالاتفاق حرام ہے اور بعضوں نے اس کو کفر کہا ہے حدیث صحیح میں وارد ہے جس نے مجھ پر جھوٹ کہے وہ کہا جو میں نے نہیں کہا تو وہ شخص اپنا نشست گاہ دوزخ میں سے ٹھہرا دے کذا فی الطحطاوی والصلوٰۃ والسلام علی النبی لبدہٗ ای لبد الوضوء لکن فی الزیلعی ای لبد کل عضو اور مستحب ہے صلوٰۃ اور سلام کا کہنا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بعد وضو کے لیکن زیلعی میں وضو کے ہر عضو کے بعد درود پڑھنے کو مستحب کہا ہے وان یقول لبدہ ای الوضوء اللّٰھم اجعلنی من المتطہرین اور مستحب ہے کہ وضو کے بعد یہ دعا پڑھے (اللّٰھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطہرین) م مسلم میں عمر فاروقؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو وضو کامل کرے پھر کہے (اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ واشہد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ) اُس کے واسطے آٹھوں دروازے بہشت کے کھولے جاویں جس دروازہ سے چاہے بہشت میں داخل ہو ترمذی کی روایت میں آتا اور زیادہ ہے (اللّٰھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطہرین) لیکن اس کی اسناد میں اضطراب ہے اور مستدرک حاکم میں ابوسعید خدریؓ سے یوں روایت ہے کہ جو وضو کرے پھر کہے (سبحانک اللّٰھم وبحمدک اشہد ان لا الٰہ الا انت استغفرک واتوب الیک) تو لکھا جاوے گا ورق میں پھر اُس پر مہر ہو گی اور نہ ٹوٹے گی قیامت کے دن تک اس روایت کے رفع اور وقف میں اختلاف ہے لیکن نسائی اور طبرانی نے اس کے موقوف ہونے کی تصحیح کی ہے اور نووی نے جو اذکار اور شرح مہذب میں مرفوع اور موقوف ہونے کی تضعیف کی سو غلط ہے اس لیے کہ موقوف کے صحیح ہونے میں شک نہیں کذا فی العینی شیخ عبدالحق دہلوی نے شرح سفر السعادۃ میں نسائی اور ابن السنی سے

سلہ الٰہی کر تو مجھ کو توبہ کرنے والوں میں اور کر دے تو مجھ کو پاکی چاہنے والوں میں ۱۲ سلہ گواہی دیتا ہوں میں کہ کوئی معبود سوا خدا تعالیٰ کے نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے بندے اور رسول ہیں ۱۲ سلہ پاکی بیان کرتا ہوں تیری اے اللہ اور تیری حمد کے ساتھ میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں سوا تیرے تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں اور تیرے سامنے توبہ کرتا ہوں ۱۲ سلہ لعل الصحیح (خطاب) مصحح ۱۲

Marfat.com

ابوموسیٰ اشعری کی روایت کی کہ میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے وضو کا پانی لایا آپ نے وضو کیا پھر میں نے سنا کہ آپ فرماتے تھے اللّٰھم اغفرلی ذنبی ووسع لی فی داری و بارک لی فی رزقی) **وان یشرب بعدہ من فضل وضوئہ** کہ زمزم مستقبل القبلۃ قائما او قاعدا اور مستحب ہے وضو کے بعد کچھ وضو کا بچا پانی پینا زمزم پانی کے مانند قبلہ رو کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر وفیما عداہما یکرہ قائما تنزیہا اور وضو اور زمزم کے پانی کے سوا اور پانی کھڑے ہو کر پینا مکروہ تنزیہی ہے یعنی اس واسطے کہ اس میں طب کی راہ سے مضرت ہے نہ دین کی راہ سے کذا فی الطحطاوی وعن ابن عمر کنا ناکل علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ونحن نمشی ونشرب ونحن قیام اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں کھاتے تھے چلنے کی حالت میں اور پیتے تھے کھڑے ہوئے م شارح نے اس روایت سے ثابت کیا کہ کھانا چلتے ہوئے اور پینا کھڑے ہوئے جائز ہے ورخص للمسافر شربہ ماشیا اور اجازت ہے مسافر کو پانی پینے کی چلتے ہوئے ومن الآداب تعاہد مواقیتہ وکعبیہ وعرقوبیہ واخمصیہ اور مستحبات سے ہے خبر گیری اپنی دونوں آنکھوں کے کونوں کی اور دونوں ٹخنوں کی اور دونوں ایڑیوں کی اور دونوں تلوؤں کے اندر کی یعنی وضو کے اندر ان مقاموں میں پانی پہنچانا اور ان سے غافل نہ رہنا مستحب ہے اس واسطے کہ اونچے نیچے ہونے کے سبب سے ان مقامات میں کبھی تھوڑی خشکی باقی رہ جاتی ولہذا حدیث صحیح بخاری ومسلم میں وارد ہے کہ (ویل للاعقاب من النار) یعنی خرابی ہے ایڑیوں کے واسطے دوزخ کی آگ سے یعنی جن ایڑیوں میں خشکی رہ گئی وضو کرنے میں غفلت سے واطالۃ غرتہ وتحجیلہ اور مستحب ہے دراز کرنا چہرہ اور ہاتھ پاؤں کے دھونے کا یعنی اعضاء مغسولہ کے حدود معینہ سے زیادہ دھونا مستحب ہے م صحیحین اور نسائی میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میری امت غر المحجلین آویں گے وضو کے آثار سے سو جس سے ہو سکے اپنا غرہ بڑھانا کرے اور دوسری روایت میں ہے کہ ابوہریرہؓ نے وضو کیا سو اپنا چہرہ دھویا اور دونوں ہاتھوں کو دھویا یہاں تک کہ قریب تھا کہ دونوں مونڈھوں تک پہنچا پھر دونوں پاؤں دھوئے پنڈلیوں تک پھر حدیث مذکور پڑھی غرہ کہتے ہیں گھوڑے کے چہرہ کی سفیدی کو اور تحجیل بولتے ہیں اس کے ہاتھ پاؤں کی سفیدی کو اور یہ زینت ہے گھوڑے کے حق میں تو حدیث میں غرہ اور تحجیل استعارہ ہے انسان کے واسطے وضو کے آثار میں کذا فی التیسیر یعنی متوضی کا چہرہ اور ہاتھ پاؤں روشن ہوں گے وضو کے آثار سے تو حدود معینہ سے زیادہ کرنا مستحب ٹھہرا الطحطاوی نے علی زادہ کی شرح شرعہ سے نقل کیا کہ دونوں ہاتھوں کا دھونا نصف ساعد تک اور پاؤں کا دھونا نصف ساق تک مستحب ہے وغسل رجلیہ میسارہ اور مستحب ہے دونوں پاؤں کا دھونا بائیں ہاتھ سے ولبہما عندا ابتداء الوضوء فی الشتاء اور مستحب ہے دونوں پاؤں کا پانی سے چپڑنا ابتداء وضو میں جاڑے کے موسم میں م فتاوی عالمگیری میں بدائع سے تعمیم اعضاء مذکور ہے اس طرح کہ خلف بن ایوب نے کہا کہ لائق یوں ہے کہ سرما میں اعضا کو پانی سے چپڑے تیل ملنے کی طرح پھر اس پر پانی رواں کرے اس واسطے کہ سرما میں پانی عضو پر خوب نہیں پھیلتا ہے کذا فی الطحطاوی والتمسح بمندیل اور مستحب ہے اعضا کو پونچھنا رومال سے م یعنی موضع استنجا کو کپڑے سے پونچھنا مستحب ہے ایسا ہے فتح القدیر میں اور عالمگیری میں ہے کہ باقی اعضاء وضو کو نہ پونچھے اس کپڑے سے جس سے موضع استنجا کو پونچھا تو اور کپڑے سے پونچھنا درست ہے اور معراج میں ہے کہ لائق یہ ہے کہ مبالغہ نہ پونچھے کذا فی الطحطاوی یعنی نے کہا کہ بعد وضو کے رومال وغیرہ سے پونچھنے میں علما کا اختلاف ہے سو ہمارا مذہب یہ ہے کہ لا باس بہ یعنی کچھ مضائقہ نہیں اور ترک افضل ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک صحیح قول یہ ہے کہ مکروہ نہیں لیکن اس کا نہ کرنا مستحب ہے اور بعضوں نے کہا کہ موسم گرما میں مکروہ ہے اور سرما میں سردی کے عذر سے مکروہ نہیں اور ابن شاہین نے جو ناسخ اور منسوخ میں عدم تمسح کی حدیث روایت کی ہے اور ترمذی نے جو حدیث آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پونچھنے کی روایت کی ہے سو دونوں حدیثیں ضعیف ہیں انتہی مافی العینی مختصرا وعدم نفض الید اور مستحب ہے ہاتھ کا نہ جھاڑنا اس واسطے کہ جھاڑنا طہارت کی کراہت اور بیزاری پر دلالت کرتا ہے کذا فی الطحطاوی وقراءۃ سورۃ القدر اور مستحب ہے سورہ انا انزلنا کا پڑھنا وضو کے بعد شارح منیہ نے اس پر بہت ثواب ذکر کیا ہے کذا فی الطحطاوی وصلوٰۃ رکعتین فی غیر وقت کراہۃ اور مستحب ہے بعد وضو کے دو رکعت کا پڑھنا سوائے وقت کراہت کے م اس نماز کو تحیۃ الوضو کہتے ہیں صحیح مسلم وغیرہ میں عقبہ بن عامر سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں کوئی ایسا مسلمان جو وضو کرے اچھی طرح سے پھر کھڑا ہو اور دو رکعت نماز پڑھے دونوں رکعتوں پر متوجہ ہو کر اپنے دل اور چہرہ سے مگر اس کے

لہ الٰہی بخش دے میرے لیے میرے گناہ اور وسعت کر دے میرے واسطے میرے مکان میں اور برکت دے میرے رزق میں ۱۲۔

Marfat.com

واسطے جنت واجب ہوگئی کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول یعنی حضور ظاہری اور باطنی پر جنت کا وعدہ ہے **ومکروہہ لطم الوجہ** اور غیرہ **بالماء** تنزیہًا اور مکروہ تنزیہی ہے، چہرہ وغیرہ پر پانی کو زور سے مارنا **والتقتیر والاسراف** اور حاجت سے کم و بیش کرنا م کی صورت یہ ہے کہ غسل اعضاء میں تیل کے مانند پانی چپڑے بلکہ اچھی طرح اعضاء پر تین بار پانی کو رواں کرے **ومنہ الزیادۃ علی الثلث** اور من جملہ اسراف کے ہے تین بار سے زیادہ دھونا لیکن تسکین دل یا وضو پر دوسرے وضو کے قصد سے زیادت درست ہے چنانچہ مذکور ہو چکا م بخاری اور مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی میں حدیث صحیح ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مُدّ سے وضو کرتے اور ایک صاع سے غسل فرماتے تھے اور بعضے روایات میں کم و بیش بھی آیا ہے اور صاع چار مد کا ہوتا ہے اور مُدّ دو رطل کا اور رطل بیس استار کا ہر استار ساڑھے چار مثقال کا اور مد اور من شرعی ایک ہی چیز ہے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام خود پانی وضو کا کم صرف کرتے اور بہت پانی بہانے سے منع فرماتے اور فرماتے کہ میری امت میں وہ لوگ پیدا ہوں گے جو وضو میں تعدی اور تجاوز حد سے کریں اور فرماتے تھے کہ وضو کا ایک شیطان ہے اور نام اُس کا ولہان ہے تو پانی کے وسواس سے پرہیز کرو کذا فی سراج السعادۃ وشرحہ اب چونکہ ہر مثقال ساڑھے چار ماشے کا ہوتا ہے تو مُدّ اور من شرعی لکھنؤ کے سیر کے حساب سے تخمینًا تین پاؤ پختہ کا ہوا اس واسطے کہ لکھنؤ کا پختہ سیر ۹۶ روپے کا ہے اور ہر روپیہ گیارہ ماشہ کا اور صاع جس سے غسل سنت ہے تین سیر قدرے زائد کا ہوا عادت ہو گئی ہے پانی کے اسراف کی لہٰذا اکثر لوگ اس قدر پانی میں متحیر ہوتے ہیں اگر تنگ ٹونٹی کے لوٹے سے باحتیاط وضو کریں اس طرح سے کہ بدن پر پانی گرے زمین پر بے فائدہ نہ گرے تو تین پاؤ پانی سے بخوبی وضو ہو سکتا ہے اس کا مزاولہ اہتمام کرنا چاہیے تاکہ سنت پر عمل کرنے کا ثواب حاصل ہو اور اسراف مکروہ سے اجتناب **فیہ تحریمًا لو بماء النہر والمملوک لہ** پانی میں اسراف مکروہ تحریمی ہے اگر نہر کے پانی سے ملا لینے مملوک پانی سے وضو ہو م مکروہ تحریمی شیخین کے نزدیک حرام نہیں حرام سے قریب ہے اور محمدؒ کے نزدیک مکروہ تحریمی حرام ہے **بعینہ اما الموقوف علی من یظہر ومنہ ماء المدارس** حرام اور وہ پانی جو طہارت کرنے والوں پر وقف کیا گیا اور وقف کی قسم سے ہے مدرسوں کا پانی سو اس میں تو اسراف کرنا حرام ہے بالاتفاق **وتثلیث المسح بماء جدید** اور تین بار مسح کرنا نئے پانی سے مکروہ ہے **اما بماء واحد فمندوب او مسنون** اور ایک ہی پانی سے تین بار مسح کرنا تو مستحب ہے یا مسنون چنانچہ منح الغفار میں زیلعی سے منقول ہے م ہدایہ میں اس کو مشروع کہا ہے اور عینی نے کہا کہ مسنون ہونے کی بھی امام سے روایت ہے اور صحیح قول امام سے ترک تثلیث کا ہے انتہٰی **ومن منہیاتہ التوضی بفضل ماء المرأۃ** اور وضو کی ممنوعات سے عورت کے وضو یا غسل کے باقی رہے پانی سے وضو کرنا م اس واسطے کہ شاید اس سے مرد کو کچھ تلذذ حاصل ہو یا یہ وجہ ہے کہ اکثر عورتوں کو نجاست سے محافظت کمتر ہوتی ہے اور یہ کراہت تنزیہی پر دلالت کرتا ہے کذا فی الطحطاوی **او فی موضع نجس لان لماء الوضوء حرمۃ** یا مکروہ ہے وضو کرنا ناپاک مکان میں اس لیے کہ وضو کے پانی کی کچھ حرمت ہے م طحطاوی نے کہا اور یہ بھی وجہ ہے کہ وہاں نجاست کی چھینٹوں کے پڑنے کا خوف ہے **او فی المسجد الا فی اناء** یا مکروہ ہے وضو کرنا مسجد کے اندر مگر مسجد میں برتن کے اندر وضو جائز ہے **او فی موضع اعد لذلک** یا وضو جائز ہے مسجد کے اس مکان میں جو وضو کرنے کو بنایا گیا چنانچہ اس ملک میں مسجد کے لب فرش وضو کے واسطے بنائے ہیں **والقاء النخامۃ والامتخاط فی الماء** اور مکروہ ہے تھوکنا اور سنکنا پانی میں یعنی اگرچہ آب جاری ہو طحطاوی نے کہا یہ کراہت تنزیہی ہے اس واسطے کہ ان کے ترک کرنے کو مستحبات میں شمار کیا ہے **ونقضہ خروج کل خارج نجس** بالفتح **ویکسر منہ ای من المتوضی الحی** اور وضو کو توڑتا ہے نکلنا ہر ناپاک چیز نکلنے والی کا زندہ وضو کرنے والے سے شارح نے کہا نجس بفتح جیم ہے اور کبھی جیم کو کسرہ یعنی زیر بھی دیا جاتا ہے م نجس بفتح جیم عین نجاست کا نام ہے اور بکسر جیم اُس کا نام ہے جو پاک نہ ہو تو یہ عام تر ہے تو من میں دونوں طرح ہو سکتا ہے مگر فتحہ جیم کا لیق ہے کہ تکلف سے دور ہے اور لغت کی راہ سے دونوں میں کچھ فرق نہیں چنانچہ نہر الفائق میں ہے زندہ کی قید سے مردہ نکل گیا اس واسطے کہ خروج نجاست کا مردہ سے ناقض اُس کے وضو کا نہیں بلکہ موضع نجاست کا دھونا چاہیے کذا فی الطحطاوی **معتادًا اولا نجس خارج عادت کی** چیز ہو چنانچہ بول اور براز یا عادت کی چیز نہ ہو چنانچہ خون کا نکلنا من السبیلین اولا بول و براز کی راہ سے نجاست نکلے یا نہیں **الی ما یطہر بالبناء للمفعول ای ما یلحقہ** حکم التطہیر ناقض وضو ہے نکلنا نجاست کا اس مقام تک بدن سے جو ظاہر کیا جاتا ہے یعنی جس کے پاک کرنے کا حکم لاحق ہوتا ہے وضو یا غسل میں **ثم المراد بالخروج من**

ف مقدار صاع و مد بحساب وزن۔ ف نواقض وضو۔

Marfat.com

السبیلین مجرد الظہور پھر اس کو معلوم کر کہ خروج سبیلین سے مراد فقط ظاہر ہونا ہے بدون سیلان کے یعنی جب نجاست بول اور براز کی راہ سے ظاہر ہوئی خروج متحقق ہوا اور وضو ٹوٹ گیا اگرچہ سیلان نہ ہو م محیط میں ہے کہ حد خروج کی انتقال ہے باطن سے ظاہر کی طرف اور یہ معلوم نہیں ہوتا ہے مگر بسبب سیلان کرنے کے موضع نجاست سے اس لیے خروج کی تعبیر سیلان سے کی برخلاف اس کے اگر نجاست ظاہر ہوئی سبیلین کے سرے پر کہ وہ وضو کی ناقض ہے اگرچہ سائل نہ ہوئی اس واسطے کہ اس سبیلین نجاست کا مکان نہیں ہے وہاں تو نجاست آتی ہے اپنے مکان اصلی سے منتقل ہو کر تو انتقال نجاست کا ظہور سے معلوم ہوا تو ظہور کو خروج کے قائم مقام کر دیا کذا فی الدرر لملا خسرو فی غیر ہما عین السیلان اور سبیلین کے سوائے میں خروج بعینہ سیلان ہے یعنی بہنا یہی نکلتا ہے م سیلان یعنی بہنے کی حد یہ ہے کہ نجاست زخم کے اوپر آوے پھر وہاں سے ڈھل جائے ایسا بیان کیا ہے ابو یوسفؒ نے اس واسطے کہ جب تک انحدار یعنی سر زخم سے ڈھلنا پایا نہ جائے گا تو اپنے مکان سے نجاست کا انتقال نہ ہو گا کیونکہ جب تک خون سر زخم کے موازی اور سامنے ہے وہی اس کا مکان اصلی ہے اور اسی تقریر سے معلوم ہو گیا کہ غیر سبیلین میں خروج عین سیلان ہے کذا فی الدرر الحاصل سبیلین میں خروج نجاست کا تحقق فقط ظاہر ہو جانے سے ہوتا ہے اگرچہ سیلان نہ ہو اور غیر سبیلین میں یعنی زخم وغیرہ میں خروج ثابت نہ ہو گا بدون سیلان کے ولو بالقوۃ لما قالوا لو مسح الدم کلما خرج ولو ترکہ لسال نقض والا لا اگرچہ سیلان بالفعل نہ ہو بلکہ بالقوۃ ہو یعنی بہنے کی لیاقت اور قابلیت رکھتا ہو تو ناقض ہو گا اس لیے کہ فقیہوں نے کہا ہے کہ اگر خون نکلنے کو پونچھتا رہا اور بہنے نہ دیا لیکن اگر نہ پونچھتا تو بہتا تو ایسا خون وضو کو توڑتا ہے اور جو ایسا نہیں وہ ناقض نہیں یعنی اگر بہنے کے لائق نہیں وہ وضو کو نہیں توڑتا کما لو سال فی باطن عین او جرح او ذکر ولم یخرج جیسے وضو کو نہیں توڑتا وہ خون جو بہا آنکھ کے اندر یا زخم کے اندر اور باہر نہ نکلا اس واسطے کہ ان مواضع کا دھونا نہ وضو میں لازم ہے نہ غسل میں یہ محترز ہے[1] قول یلیقہ حکم التطہیر کا دکدم مع وعرق الاعرق مدمن الخمر فناقض علی ما سیذکرہ المصنف ولنا فیہ کلام اور جیسے آنسو اور پسینا وضو کو نہیں توڑتا اس لیے کہ نجس نہیں مگر دائم الخمر کا پسینا تو وضو کا ناقض ہے بنا بر اس قول کے جس کو مصنف ذکر کرے گا آخر کتاب نوابد شتے میں اور ہم کو اس میں گفتگو ہے م حاصل کلام شارح یہ ہے کہ وہ قول ضعیف اور تخریج غریب ہے تو اعتماد کے لائق نہیں کذا فی الطحطاوی وخروج غیر نجس مثل ریح[2] او دودۃ او حصاۃ من دبر اور وضو کو توڑتا ہے نکلنا پاک چیز کا مقعد سے چنانچہ ہوا یا کیڑا یا پتھری م ریح اگرچہ ناپاک نہیں قول صحیح میں چنانچہ زاہدی وغیرہ میں ہے مگر وضو کی ناقض ہے نجس کی مجاورت کے سبب سے اور کیڑے اور پتھری[3] وغیرہ پر اگرچہ نجاست قلیل ہے لیکن ان کا نکلنا سبیلین سے ناقض وضو ہے چنانچہ درر میں مصرح ہے کذا فی المنح لا خروج ذلک من جرح ناقض وضو نہیں نکلنا ریح اور کیڑے اور پتھری کا زخم سے ولا خروج ریح من قبل غیر مفضاۃ اور ناقض وضو نہیں نکلنا ریح کا اس عورت کی فرج سے جو مفضاۃ نہیں ہے اما ہی فیندب لہا الوضوء وقیل یجب وقیل لو منتنۃ لیکن مفضاۃ کو تو وضو کرنا مستحب ہے فرج کے ریح نکلنے سے اور بعضوں نے کہا واجب ہے اور بعضوں نے کہا کہ اگر بدبو ہے ریح میں تو واجب ہے وضو اور نہیں تو نہیں م مفضاۃ وہ عورت ہے جس کی دونوں راہیں ایک ہو گئیں درمیان کا پردہ پھٹ کر دور کرانہ اختلاج اور ناقض وضو نہیں ناٹرے کی ریح اس واسطے کہ یہ اختلاج ہے یعنی عضو کا پھڑکنا ہے درحقیقت خروج ریح نہیں م مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں کہا کہ فرج اور ذکر کی ریح اس واسطے وضو کی ناقض نہیں کہ وہ نجاست کے مقام سے نہیں اٹھی اور ریح ناقض نہیں ہوتی مگر اسی وجہ سے اور یہ وجہ نہیں کہ ریح خود نجس ہے حتی لو خرج ریح من الدبر وہو یعلم انہ لم یکن من الاعلی فہو اختلاج فلا ینقض یہاں تک کہ اگر خارج ہوئی ریح مقعد سے اور وہ جانتا ہے کہ اوپر سے نہیں اتری تو وہ بھی اختلاج ہے درحقیقت خروج نہیں تو ناقض وضو نہ ہو گا کذا فی المنح عن الخلاصۃ وانما قید بالریح لان خروج الدودۃ والحصاۃ منہما ناقض اجماعا کما فی الجوہرۃ اور مصنف نے ریح کی قید نہیں لگائی مگر اس واسطے کہ کیڑے اور پتھری کا نکلنا فرج اور ذکر سے وضو کا توڑنے والا ہے بالاتفاق چنانچہ جوہرہ میں مذکور ہے م اسی طرح خانیہ میں مصرح ہے اور سراج وہاج میں اس پر اجماع نقل کیا ہے لیکن زیلعی نے اس کیڑے میں جو فرج سے نکلا ہے خلاف نقل کیا ہے اور اسی طرح شارح وقایہ نے کذا فی المنح ولا خروج دودۃ من جرح او اذن او انف او فم وکذا لحم سقط منہ لطہارتہ وعدم السیلان فیما علیہ او ہو مناط النقض اور وضو کو

[1] یعنی شارح نے جو کہا تھا کہ اس مقام کے بھی جس کو پاک کرنے کا حکم لاحق ہے تو ان صورتوں سے احتراز کے لیے تھا ۱۲

Marfat.com

نہیں توڑتا نکلنا کیڑے کا زخم سے یا کان سے یا ناک سے یا منہ سے اور اسی طرح ناقض وضو نہیں وہ گوشت جو گر پڑا زخم سے بسبب پاک ہونے کیڑے اور گوشت کے اور نہ بہنے اس رطوبت کے جو اُن دونوں پر ہے اور سیلان ہی مدار ہے وضو توڑنے کا یعنی غیر سبیلین میں م زخم کا کیڑا پیدا ہوا ہے گوشت سے اور گوشت پاک ہے برخلاف اس کیڑے کے جو مقعد سے نکلا کہ وہ نجاست سے پیدا ہوا ہے اور گوشت کی طہارت اُس شخص کے حق میں اس واسطے کہ فقہا نے کہا کہ جو چیز زندہ سے جدا ہوئی وہ مردار کے مانند ہے مگر اُسی زندہ کے حق میں یہاں تک کہ اگر اُس کو وہ لیے رہے گا تو نماز اُس کی فاسد نہ ہوگی تو جلبی کا یہ اشکال ساقط ہو گیا کہ گوشت یعنی ساقط گوشت نجس ہے نہ طاہر کذا فی الطحطاوی والمخرج بعصر والخارج بنفسہ سیّان فی حکم النقض علی المختار کما فی البزازیۃ قال لان فی الاخراج خروجًا فصار کالفصد وفی الفتح عن الکافی انہ الاصح واعتمدہ القہستانی وفی القنیۃ وجامع الفتاوی انہ الاشبہ ومعناہ انہ الاشبہ بالمنصوص روایۃً الارجح درایۃً فیکون الفتوی علیہ اور جو خون وغیرہ زخم اور پھوڑے سے نکلا دانے اور نچوڑنے سے اور جو آپ سے نکلا دونوں برابر ہیں وضو توڑنے کے حکم میں بنا بر قول مختار کے چنانچہ بزازیہ میں ہے اُس کے مصنف یعنی بزازی نے کہا اسواسطے کہ نکالنے میں نکلنا بھی ثابت ہے یعنی خروج اخراج کو لازم ہے تو نکالنا فصد کے مانند ہو گیا یعنی فصد بالاتفاق ناقض ہے باوجود اخراج کے اور فتح القدیر میں کافی سے منقول ہے کہ مخرج کا ناقض ہونا صحیح تر قول ہے اور اس پر قہستانی شارح نقایہ نے اعتماد کیا ہے اور قنیہ اور جامع الفتاوی میں ہے کہ یہی قول اشبہ ہے اور اشبہ کا مطلب یہ ہے کہ قول مذکور زیادہ تر مشابہت رکھتا ہے اس قول سے جو منصوص ہے روایات کی راہ سے اور اس قول سے جو راجح ہے اور اک عقلی کی راہ سے تو موجب نقول مذکورہ کے اسی پر فتوی ہوگا م مخرج کا ناقض ہونا عالمگیری میں وجیز کردری اور قنیہ اور شرح منیہ سے منقول ہے اور حسن جلبی کے حاشیہ شرح وقایہ میں بھی قول تتمہ اور خلاصہ اور کافی اور شمس الائمہ سرخسی سے مذکور ہے حجامت اور فصد اور مص علق پر قیاس کرنے سے اگرچہ محشی مذکور نے قیاس مذکور کو غیر مستقیم کہا ہے اور خارج بنفسہ اور مخرج بالعصر میں تفرقہ ثابت کیا ہے لیکن بقول علامہ عینی کے باب عبادت میں مخرج کے ناقض ٹھہرانے میں احتیاط ہے اگرچہ صاحب ہدایہ اور شارح وقایہ اور ظہیریہ کے مصنف اس کو ناقض نہیں کہتے ونیقیہ قیٔ ملأ فاہ بان یضبط بتکلف اور ناقض وضو قے ہے منہ بھر کے اس طرح پر کہ بہت تکلف سے منہ کے اندر تھم سکے م اور ینابیع میں کہا کہ قول صحیح یہ ہے کہ منہ بھر کے قے وہ ہے جس کے روکنے پر قدرت نہ ہو کذا فی الطحطاوی من مرۃٍ بالکسر ای صفراء اوعلقٍ ای سوداء قے مذکور ناقض ہے صفرا سے ہو یا سودا سے مرہ بکسر میم وتشدید راء عبارت ہے صفرا سے یعنی زرد کڑوا پانی اور علق بفتح عین ولام عبارت ہے سودا سے م قاموس میں ہے کہ علق بالتحریک خون ہے مطلق یا نہایت سرخ یا غلیظ یا بستہ خون طحطاوی نے کہا یہاں خون بستہ مراد ہے خون بستہ کی قید اس لیے لگائی کہ اگر خون سائل ہو تو ناقض ہے اگرچہ منہ بھر کے قے نہ ہو انتہی قول شارح نے علق کو سودا کہا حالانکہ یہاں علق سے خون بستہ مراد ہے اس واسطے کہ خون بستہ نہیں ہوتا مگر احتراق سے اور احتراق ہر خلط سودا ہو جاتا ہے تو علق خون حقیقی نرا سودا ہو گیا کذا فی العینی واما العلق النازل من الرأس فغیر ناقض اور جو خون بستہ کہ سر سے اُترا وہ تو وضو کو نہیں توڑتا او طعامٍ او مائٍ اذا وصل الی المعدۃ وان لم یستقر یا قے ہو کھانے یا پانی کی جب کہ کھانا یا پانی پیٹ تک پہنچ گیا اگرچہ اُس میں نہ ٹھہرا فورًا اگر پڑا ناقض ہے وضو کا م اور حسن کا قول یہ ہے کہ اگر طعام اور پانی فورًا اگر پڑا تو ناقض نہیں مجتبی میں اس کو مختار کہا ہے اور معراج الدرایہ میں اس کی تصحیح کی ہے تو یہاں دونوں قول مختلف کی تصحیح واقع ہوئی ہے کذا فی الطحطاوی وہو نجس مغلظ ولو من صبی ساعۃ ارتضاعہ ہو الصحیح لنجاسۃ لبنہ لنجاسۃ معدتہ ذکرہ الحلبی اور وہ قے مذکور نجس مغلظ ہے اگرچہ شیر خوار لڑکے نے قے کی ہو دودھ پی کر فورًا یہی قول صحیح ہے بسبب مل جانے نجاست معدہ کے ایسا ذکر کیا ہے حلبی نے یعنی کھانا اور پانی اور دودھ جو قے ہو گیا وہ ناپاک ہو گیا ہے پیٹ کی نجاست سے مختلط ہو کر ولو ہو فی المری فلا نقض اتفاقًا کقیٔ حیۃٍ او دود کثیر لطہارتہ فی نفسہ اور کھانا یا پانی یا دودھ مری میں یعنی طعام اور شراب کے مجری میں تھا پیٹ تک نہیں پہنچا اور قے ہو گیا تو وضو کا توڑنا بالاتفاق ثابت نہیں جیسے کیچوے یا بہت سے کیڑوں کی قے ناقض نہیں بسبب پاک ہونے ہر واحد کے اپنی ذات میں یعنی اور جس قدر کہ اُن پر ہے وہ قلیل ہے منہ بھر کے نہیں کذا فی الطحطاوی کما م فم النائم فانہ طاہر مطلقًا بیقین جیسے سوتے آدمی کی رال ناقض نہیں اس واسطے کہ وہ پاک ہے ہر طرح اسی کا فتوی ہے م رال مطلقًا پاک ہے خواہ سر سے اُترے یا پیٹ سے چڑھے خواہ زرد رنگ بدبودار ہو یا نہ ہو اور اس اطلاق کے مقابل وہ قول ہے ابو نصر کا مختار

Marfat.com

جو رال پیٹ سے زرد رنگ بودار ہے وہ قے کی مانند ہے اور جو سر سے اُترے وہ پاک ہے تجنیس میں ہے کہ رال پاک ہے کسی طرح کی ہو اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی بخلاف مارقم المیت فانہ نجس وکقیح عینٍ قمرٍ او بول وان لم ینقض لقلتہ لنجاستہ بالاصالۃ لا بالمجاورۃ برخلاف میت کی رال کے اس واسطے کہ وہ نجس ہے جیسے نفس شراب یا پیشاب کی قے اگرچہ وہ ناقض نہ ہو قلت کی وجہ سے بسبب ناپاک ہونے شراب یا پیشاب کے اپنی اصل میں نہ پیٹ کی نجاست مل جانے سے برخلاف اور چیزوں کے کہ وہ اختلاط نجاست سے ناپاک ہو جاتی ہیں ذات اُن کی ناپاک نہیں لا ینقضہ قی من بلغم علی المعتمد اصلا نہیں توڑتی وضو کو بلغم کی قے مطلقاً بنابر قول معتمد کے م بلغم خواہ سر سے اُترا خواہ پیٹ سے چڑھا منہ بھر کے ہو یا کم مختلط بالطعام ہو یا نہ ہو مگر جب کہ طعام سے منہ بھر ہو ایسا ہے بحر اور منح میں اور شارح کا قول علی المعتمد اس بلغم کی طرف راجع ہے جو پیٹ سے چڑھا اس لیے کہ جو بلغم سر سے اُترا اس میں اتفاق ہے علی الصحیح کذا فی الطحطاوی الا المخلوط بطعام فعبرۃ الغالب مگر وہ بلغم جو طعام کے ساتھ مخلوط نکلا تو غالب کا اعتبار ہوگا یعنی اگر بلغم غالب ہے تو ناقض وضو نہیں اور اگر طعام غالب ہو تو ناقض ہے م بہتر یہ تھا کہ شارح طعام کی پری دہن کا اعتبار کرتا جیسا صاحب بحر الرائق نے کیا تاکہ اُس صورت کو شامل ہوتا جبکہ طعام مغلوب ہو اور باوجود اس کے منہ کو بھر دے لہٰذا صاحب بحر نے غلبۂ طعام کو اس طرح بیان کیا کہ حالت انفراد میں منہ کو بھر دے سو اُس کو یاد رکھنا چاہیے کذا فی الطحطاوی ولو استویا فکل علی حدۃ اور اگر بلغم اور طعام دونوں برابر ہیں تو ہر ایک کا اعتبار جدا جدا ہے یعنی اگر طعام لقدر پری دہن کے ہے تو ناقض ہے اور نہیں تو ناقض نہیں وینقضہ وملء مالح من جوف او فم غلب علی بزاق حکما للغالب اور وضو کو توڑتا ہے وہ پتلا خون پیٹ یا منہ کا جو غالب ہو گیا تھوک پر اس واسطے کہ غالب پر حکم ہوتا ہے او ساواہ احتیاطا یا خون برابر ہے تھوک کے تو بھی ناقض ہوگا احتیاط کی راہ سے م خون کے غالب ہونے یا برابر ہونے کی یہ علامت ہے کہ تھوک سرخ ہوگا اور مغلوب ہونے کی نشانی یہ ہے کہ تھوک زرد ہوگا کذا فی شرح الوقایہ والبحر ولا ینقضہ المغلوب بالبزاق اور وہ خون وضو کو نہیں توڑتا جو تھوک سے کم ہے والقیح کالدم اور پیپ خون کے مانند ہے وضو توڑنے کے حکم میں یعنی اگر پیپ تھوک سے غالب ہے یا برابر ہے تو ناقض ہے اور اگر کم ہے تو ناقض نہیں والاختلاط بالمخاط کالبزاق اور خون اور پیپ کا رینٹ سے ملنا تھوک کے ملنے کے برابر ہے حکم مذکور میں یعنی غالب اور مساوی ناقض ہے اور مغلوب ناقض نہیں وکذا ینقضہ علقۃ مصت عضوا وامتلأت من الدم ومثلہا القراد ان کان کبیرا لانہ حینئذ یخرج منہ دم مسفوح سائل اور اسی طرح وضو کو توڑتا ہے وہ کیڑا اور جونک جس نے عضو کو چوسا اور خون سے پُر ہو گیا اور چیچڑی جونک کے برابر ہے وضو توڑنے میں بشرطیکہ بڑی چیچڑی ہو کہ اس کا دم مسفوح یعنی رواں خون نکلتا ہے جونک کے مانند کذا فی الخانیۃ والا لکن العلقۃ والقراد کذلک لا ینقض کبعوض وذباب کما فی الخانیۃ لعدم الدم المسفوح اور اگر جونک اور چیچڑی ایسی نہ ہو کہ اُس سے خون جاری نکلے تو وہ ناقض وضو نہیں مچھر اور مکھی کے کاٹنے کے مانند چنانچہ خانیہ یعنی فتاوی قاضی خاں میں مذکور ہے کہ وضو نہیں ٹوٹتا خون سائل کے نہ ہونے سے وفی القہستانی لا ینقض مالم یجاوز الورم اور قہستانی میں ہے کہ خون ناقض نہیں جب تک ورم سے تجاوز نہ کرے م بحر الرائق میں شیخ الاسلام کے مبسوط سے منقول ہے کہ سر زخم ورم کر گیا پھر اُس سے پیپ وغیرہ کچھ ظاہر ہوا تو ناقض نہ ہوگا جب تک ورم سے تجاوز نہ کرے اس واسطے کہ موضع ورم کا دھونا واجب نہیں تو تجاوز نہ ہوا اُس موضع کی طرف جس کو تطہیر کا حکم لاحق ہے طحطاوی نے کہا یہ حکم اس صورت کو مخصوص ہے جہاں دھونا ورم کو ضرر کرتا ہے اور اگر ضرر نہیں کرتا تو دھونا ورم کا واجب ہوگا انتہی قولہ تو اس صورت میں تجاوز ورم سے بھی وضو ٹوٹے گا کما لا یخفی ولو شد بالرباط ان نفذ البلل للخارج نقض اور اگر زخم کو پٹی سے باندھا اگر تراوت باہر کی طرف توڑ آئی تو وضو کی ناقض ہے م فتح القدیر میں ہے اس کا مطلب یوں سمجھنا واجب ہے کہ وہ زخم ایسا ہے کہ اگر پٹی نہ ہوتی تو بہتا اس واسطے کہ اگر تمیں زخم پر پھرے سو تر ہو جائے ناپاک نہیں ہوتا جب تک ولسانہ ہو کیونکہ وہ حدث نہیں کذا فی الطحطاوی وبجمع متفرق القی وبجعل کقی واحد لاتحاد السبب وہو الغثیان عند محمد وہو الاصح لان الاصل اضافۃ الاحکام لاسبابہا الا لما لع کما بسط فی الکافی اور متفرق قے کو جو منہ بھر کے نہیں اکٹھا سے جمع کیجیے اور ایک قے اُس کو ٹھہرائیے سبب کے متحد ہونے سے اور سبب قے کا متلی ہے محمد کے نزدیک یعنی اگر ایک ہی متلی سے چند بار تھوڑی تھوڑی قے آئی اور مجموع کرنے سے پری دہن کو پہنچی ہے تو وضو کی ناقض ہے محمد کے نزدیک اور یہی قول صحیح تر ہے اس واسطے کہ نسبت کرنا احکام کا اُن کے اسباب کی طرف اصل ہے مگر یہ کہ اسباب

Marfat.com

کی طرف نسبت کرنے سے کوئی چیز مانع ہو تو اب سبب کی طرف نسبت نہ ہوگی چنانچہ اس کی تشریح کافی میں ہے م مانع کی مثال چنانچہ سجدۂ تلاوت ہے جبکہ اس کا سبب مکرر ہو مجلس واحد میں کیونکہ اگر یہاں سبب معتبر ہو تو تداخل فوت ہوتا ہے اس واسطے کہ ہر بار کی تلاوت سبب ہے سجدہ کا اور غیر اصح قول ہے ابو یوسف کا یعنی جمع متفرق کے واسطے اُن کے نزدیک اتحاد مجلس معتبر ہے **وکل مالیس بحدث اصلاً** لقرینۃ زیادۃ الباء کقی قلیل ودم لوترک **لم یسیل لیس بنجس** عند الثانی اور جو چیز حدث نہیں یعنی ناقض وضو کی نہیں کسی طرح سے چنانچہ تھوڑی قے اور خون جو اُس کو چھوڑیے تو سائل نہ ہو تو وہ ناپاک نہیں ابو یوسفؒ کے نزدیک شارح نے کہا حدث میں اصلا کی قید ہم نے لگائی بارجارہ کے زائد ہونے کے قرینہ سے م اس واسطے کہ بارجارہ کی زیادت خبر کے عموم نفی پر دلالت کرتی ہے علم نحو کے قاعدہ سے تو اصلا کی قید لگانے سے اُس حدث سے احتراز ہوا جو معذور سے خارج ہوتا ہے وقت نماز کے خارج ہونے سے پہلے اس واسطے کہ مثلاً معذور کے پیشاب کا جاری ہونا معذور کے حق میں حدث نہیں لیکن وہ ناپاک ہے اس واسطے کہ پیشاب غیر معذور کے حق میں حدث ہے تو اصلا کی قید لگانے سے وہ داخل نہ رہا اس کلیہ کے تحت میں بالجملہ کلیۂ مذکور صحیح ہے کہ جو کسی وجہ سے ناقض وضو نہیں وہ ناپاک نہیں اور اس کا عکس درست نہیں یعنی جو نجس نہیں وہ حدث نہیں اس واسطے کہ نوم اور اغما اور ریح نجس نہیں مگر حدث ہیں یعنی ناقض وضو ہیں کذا فی الطحطاوی درر میں ہے کہ قے قلیل اس واسطے نجس نہیں کہ اعلائے معدہ سے خارج ہوتی ہے اور وہ نجاست کا مکان نہیں ہے اور قلیل خون غیر مسفوح ہے یعنی سائل نہیں تو بغولے آیۂ کریمہ (او دماً مسفوحاً حرام نہ ہوا تو نجس بھی نہ ہوگا اور آدمی کا غیر مسفوح خون جو حرام ہے تو وہ مبنی ہے اس کے گوشت کی حرمت پر تو نجاست کا موجب نہ ہوگا اس واسطے کہ حرمت بزرگی کے سبب سے ہے نہ نجاست کی وجہ سے تو آدمی کا خون غیر مسفوح اپنی اصلی طہارت پر ہے اگرچہ وہ حرام ہے وھو الصحیح رفقاً باصحاب القروح خلافاً لمحمد اور قلیل قے اور خون کا نجس نہ ہونا یہی قول صحیح ہے زخمیوں کی آسانی کے واسطے برخلاف محمدؒ کے یعنی اُن کے نزدیک قے قلیل اور خون قلیل ناپاک ہے وفی الجوہرۃ یعنی بقول محمدؒ لو المصاب مائعاً اور جوہرہ نیرہ قدوری کی شرح میں ہے کہ محمدؒ کے قول پر فتویٰ دیا جائے اگر سائل چیز میں قلیل قے یا خون مل گیا یعنی اگر پانی وغیرہ میں تھوڑا خون مل گیا تو اُس کو ناپاک جانیے اور اگر کپڑے وغیرہ خشک چیز میں لگے تو اُس کو پاک سمجھیے **وبقضہ حکماً نومٌ** اور نیند وضو کو توڑتی ہے حکم شرع کی راہ سے م شارح نے حکماً کے لفظ کو زیادہ کرکے اشارہ کر دیا کہ مصنف نے نواقض حقیقیہ کے بیان کے بعد اب نواقض حکمیہ کو شروع کیا **بزوال مُسکتہ** ای قوۃ الماسکۃ بحیث تزول مقعدتہ من الارض وہ نیند ناقض وضو ہے جو آدمی کی قوت ماسکہ کو یعنی جس قوت سے آدمی ریح کو روکتا ہے زائل کر دے اس طرح پر کہ اُس کی مقعد زمین سے ہل جائے م صحیح قول یہ ہے کہ نوم فی نفسہ ناقض نہیں بلکہ احتمال خروج ریح وغیرہ کا ناقض ہے اس لیے کہ جب زمین سے مقعد کا زوال ہوا تو باعتبار عادت کے خروج شے سے خالی نہیں اور جو ثابت ہے عادت سے وہ متیقن کے مانند ہے وھو النوم علی احد جنبیہ او ورکیہ او قفاہ او وجہہ اور نوم ناقض ہوتا ہے ایک کروٹ پر یا ایک سرین پر ٹیک دے کر یا چت یا پٹ یعنی یہ چار طرح کی نیند ناقض وضو ہے قوت ماسکہ کے زائل ہو جانے سے والا فای وان لم یزل مسکتہ لا ینقض وان تعمدہ فی الصلوۃ او غیرہا علی المختار اور اگر دیسی نیند نہیں یعنی اُس کی قوت ماسکہ کو زائل نہیں کیا تو وہ نیند ناقض وضو کی نہیں اگرچہ آدمی قصداً سو گیا ہو نماز میں یا غیر نماز میں بنا بر قول مختار کے م علی المختار صلوۃ کی طرف راجع ہے اور غیر مختار ابو یوسفؒ کا قول ہے کہ جب نماز میں عمداً سووے گا تو وضو نہ رہے گا کذا فی الطحطاوی کالنوم قاعداً او لو مستنداً الی مالو ازیل لسقط علی المذہب نوم غیر ناقض جیسے دونوں سرین پر بیٹھ کر سونا اگرچہ ایسی چیز کے سہارے سے سو گیا ہو کہ اگر اس کو ہٹا لیجیے تو سونے والا گر پڑے بنا بر درست مذہب کے م شارح نے نیند کی ان اقسام کی اب تفصیل شروع کی جن سے وضو نہیں ٹوٹتا ہدایہ میں سہارے کی نیند مذکور کو نواقض میں شمار کیا ہے اور اس کے شارحوں نے کہا کہ طحطاوی نے اس کو اختیار کیا ہے مبسوط کی اہل روایت میں نہیں ہے اور محیط میں ہے کہ اگر زمین پر مستقر نہ ہو تو ناقض ہے اور اگر مستقر ہو تو ناقض نہیں یہی قول اصح ہے کذا فی الدرر او ساجداً علی الہیئۃ المسنونۃ ولو فی غیر الصلوۃ علی المعتمد ذکرہ الحلبی یا سونا سجدہ کرنے میں سنت کے طور پر اگرچہ نماز کے سوا میں اس طرح سو گیا ہو وضو نہیں جاتا قول معتمد پر ایسا ذکر کیا ہے حلبی نے م سجدہ مسنون کی صفت یہ ہے کہ پیٹ اونچا رکھے رانوں سے اور بازو علیحدہ ہوں پہلو سے اس واسطے کہ اس طرح میں استمساک باقی ہے اور استطلاق منعدم ہے اور بعضوں نے کہا کہ نماز میں ہر طرح کا سجدہ ناقض نہیں اور غیر نماز میں

Marfat.com

سجدۂ مسنونہ ناقض نہیں کذا فی الطحطاوی درر میں ہے اور اسی طرح قیام اور رکوع کی حالت میں سونا وضو کا ناقض نہیں اومتورکا یا سرین پر سونا اس طرح کہ دونوں پاؤں ایک جانب کو پھیلائے اور دونوں سرین زمین پر جمائے اومحتبیا وراسہ علی رکبتیہ یا سونا اوکڑ و بیٹھ کر اس طرح کہ دونوں پنڈلیاں چھاتی سے مل جاویں کپڑا لپیٹ کر یا دونوں ہاتھوں سے تھام کر اور سر گھٹنوں پر ہو طحطاوی نے کہا اگر سر گھٹنوں پر نہ ہو تو بطریق اولی ناقض نہیں اوشبہ المنکب یا سونا اوندھے کے مانند اس طرح کہ دونوں سرین رکھے ایڑیوں پر اور پیٹ رانوں پر اور ہو گیا اوندھے کے مشابہ ایسا ذکر کیا بحر الرائق میں اور اس میں گفتگو ہے[1] کذا فی الطحطاوی اونی محمل اوسرج اوا کاف یا سونا عماری میں یا زین یا پالان پر ہم طحطاوی نے خلاصہ سے نقل کیا کہ محمل میں کھڑے یا بیٹھے سونا ناقض نہیں انتہی خانیہ میں ہے کہ اگر جانور کی پیٹھ پر زین یا پالان میں سو گیا وضو نہیں ٹوٹا کیونکہ مفاصل ڈھیلے نہیں ہو گئے اور اگر دونوں سرین کو ایڑیوں پر رکھ کر سو گیا جس طرح کتا کرتا ہے تو اس پر وضو نہیں ابو یوسفؒ کے نزدیک اور بعضوں نے کہا کہ امام محمدؒ کے نزدیک بھی لو الدابۃ عریانا فان حال الہبوط نقض والا لا اور جو سوار ہے اس حال میں کہ جانور کی پیٹھ برہنہ ہے تو اگر اترنے پر ہے یعنی بلندی سے نشیب کو آتا ہے تو ناقض وضو ہے ورنہ ناقض نہیں ہم اس لیے کہ نیچے اترنے پر سوار آگے جھکتا ہے تو سرین اٹھ جاتے ہیں تو استمساک جو مانع خروج ریح تھا باقی نہ رہا اور برابر زمین پر یا بلندی پر چڑھنے میں یہ بات نہیں تو وضو قائم رہے گا ولو نام قاعدا تیمایل فسقط ان انتبہ حین سقط فلا نقض یہ لفیتی کنا عیں لفہم اکثر ما تیل عندہ اور جو بیٹھے سو رہا تھا جھوم جھوم کر پھر گر پڑا اگر گرتے ہی جاگ پڑا تو ناقض وضو نہیں اسی قول پر فتوی ہے جیسے وضو نہیں ٹوٹتا اس اونگھنے کا جو سمجھتا جاتا ہے اکثر ان باتوں کو جو اس کے پاس ہو رہی ہیں کذا فی الخانیہ ہم خانیہ میں ہے کہ اگر چار زانو سویا کسی چیز پر بیٹھ کر ٹیک کر شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ یہ ناقض نہ ہوگا انتہی مافی الخانیہ حاصل مقام یہ ہے کہ اگر استرخاء مفاصل نہیں ہوا اور عدم زوال قوت ماسکہ کی دلیل قائم ہے چنانچہ قیام اور قعود اور رکوع اور سجدہ مسنونہ وغیر ذلک من المذکورات میں تو وضو قائم ہے ورنہ قائم نہیں والعتہ لا نقض اور اختلال عقل اور اختلاط کلامی ناقض وضو نہیں ہم عتہ بفتح اول وسکون ثانی آفت ہے موجب اختلال عقل اس طرح پر شخص مختلط الکلام فاسد التدبیر ہو جاتا ہے مگر وہ کسی کو نہیں مارتا ہے اور نہ گالی دیتا ہے ایسا مذکور ہے بحر الرائق میں اور مغمی علیہ کا وضو اس واسطے صحیح ہوا کہ فقہا نے اس کی صحت عبادت پر حکم کیا ہے اگرچہ وہ عبادت کا مکلف نہیں جیسے طفل عاقل کی عبادت صحیح ہے گو وہ مکلف نہیں کذا فی الطحطاوی ملخصا کنوم الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام جیسے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی نیند وضو کو نہیں توڑتی ہم قنیہ میں مصرح ہے کہ ناقض وضو نہ ہونا نوم کا حضرات انبیاءؑ کی خصوصیات سے ہے لہذا صحیحین میں وارد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سوئے یہاں تک کہ سونے کی آواز معلوم ہوئی پھر اٹھے اور نماز پڑھی بدون وضو کے اس واسطے کہ دوسری حدیث میں فرمایا ہے کہ میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا اور اس پر اعتراض نہیں لگتا اس حدیث کا کہ لیلۃ التعریس میں حضرت سو گئے تھے یہاں تک کہ آفتاب نکل آیا تھا اس واسطے کہ دل مبارک جاگتا تھا احداث بدنی سے آگاہ تھا اور طلوع آفتاب کا ادراک دل سے متعلق نہیں آنکھ کا یہ کام ہے سو آنکھ تو سوتی تھی ایسا مشہور ہے محدثین اور فقہا کی کتابوں میں علامہ ابو سعود نے کہا علاوہ یہ ہے کہ نوم کی کچھ خصوصیت نہیں بلکہ نوم کے سوا اور نواقض کا بھی یہی حکم ہے تو اس وقت میں حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا وضو کرنا امتوں کی تشریع کے واسطے تھا مگر منجملہ نواقض کے اغما اور غشی مستثنی ہیں کذا فی الطحطاوی دلیل نقض اغماء وہم وغشیہم ظاہر کلام المبسوط نعم اور انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا اغما اور غشی ناقض وضو ہے یا نہیں جواب اس کا ظاہر کلام مبسوط سے یہ ہے کہ ہاں ناقض ہے ہم اغما یعنی بیہوشی بیماری کی ایک قسم ہے جس سے قوت ضعیف ہو جاتی ہے اور عقل زائل نہیں ہوتی بلکہ عقل کو چھپا لیتی ہے برخلاف جنون کے کہ وہ عقل کو زائل کر دیتا ہے اور غشی یہ ہے کہ قوت محرکہ اور حساسہ معطل ہو جائے بسبب قلب ضعیف ہو جانے کے گرسنگی وغیرہ سے چنانچہ قہستانی میں ہے تو غشی نوم کے برابر ہے زوال اختیار اور فوت قدرت میں بلکہ نوم سے زائد ہے اس واسطے کہ نائم جگانے سے ہوشیار ہو جاتا ہے اور غشی جو اغما کی ایک قسم ہے اس کا صاحب ہوشیار کرنے سے بھی ہوشیار نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی ونقض اغماءہ ومنہ الغشی اور وضو کو توڑتا ہے

---

[1] گفتگو یہ ہے کہ چار زانو سونے سے وضو نہیں رہتا تو اس طرح سونے سے لبطریق اولی نہ رہنا چاہیے چنانچہ مبسوطین سے کفایہ میں منقول ہے کہ اس طرح سونے سے وضو نہیں رہتا [2] تعریس آخر شب میں مقام کرنے کو کہتے ہیں ایک سفر میں سرور کائنات صلعم نے حضرت بلال کو منزل پر پہرہ کے لیے فرمایا اور آپ استراحت کو لیٹے بلال پہرہ پر سو گئے یہاں تک کہ نماز صبح قضا ہو گئی اس شب کو لیلۃ التعریس کہتے ہیں ۱۲

Marfat.com

اغما اور اُس کی قسم سے ہے غشی یعنی اغما اور غشی دونوں ناقض ہیں وجنونٌ اور جنون یعنی دیوانگی ناقض وضو ہے جنون عبارت ہے زوال عقل سے اور اس کا ناقض ہونا ظاہر ہے باعتبار عدم مبالات کے اور عدم تمیز حدث کی غیر حدث سے کیونکہ مجنون مسلوب العقل ہو جاتا ہے لہذا انبیا علیہم الصلوۃ والسلام پر جنون کا ہونا صحیح نہیں اور اغما صحیح ہے اس واسطے کہ عقل اس میں مغلوب ہے نہ مسلوب کذا فی العینی وسکرٍ یدخل فی مشیہ تمایل ولو بالکل الحشیشۃ اور ناقض وضو ہے وہ نشا کہ مست اپنی چال میں اِدھر اُدھر جھکتا جاتا ہو اگرچہ بھنگ کے کھانے سے نشا حاصل ہوا ہو م نشا اور مستی عبارت ہے اُس سرور سے جو عقل پر غالب ہو جائے بعض مسکرات کے استعمال سے تو آدمی عقل کے موافق عمل نہیں کر سکتا مگر اُس کی عقل زائل نہیں ہو جاتی اسی واسطے وہ خطاب شرع کے لائق باقی رہتا ہے یہی قول تحقیق ہے اور بعضوں نے کہا کہ مستی کا سرور عقل کو زائل کر دیتا ہے اور باوجود زوال عقل کے اُس کا مکلف ہونا بطریق زجر اور توبیخ کے ہے کذا فی الطحطاوی وقہقہۃٌ اور قہقہہ یعنی ٹھٹھا مار کے ہنسنا ناقض ہے بشروط آئندہ م قیاس اس کو چاہتا ہے کہ قہقہہ ناقض نہ ہو اس واسطے کہ وہ خارج نجس نہیں اور یہی مذہب ہے شافعیؒ اور مالکؒ اور احمدؒ وغیرہم کا اور ہمارے مذہب کی دلیل وہ حدیث ہے جو چھ صحابیوں سے مرفوع مروی ہے ازاں جملہ ایک طریق یہ ہے جو معجم طبرانی میں ابو العالیہ ابو موسیٰ اشعری سے راوی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھاتے تھے کہ ایک کم نظر آدمی آیا اور اُس گڑھے میں گر پڑا جو مسجد میں تھا پس بہت لوگ جو نماز میں تھے ہنس پڑے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنسنے والوں کو فرمایا کہ وضو اور نماز کا اعادہ کریں اور بیہقی نے خلافیات میں ماننداس کے روایت کی پھر اس حدیث کو معلول کہا اس طرح پر کہ ثقات کی جماعت نے اس حدیث کو عن ابی العالیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرسل روایت کیا یعنی تابعی نے صحابی کا نام نہیں لیا میں کہتا ہوں بیہقی اس حدیث کے رد کرنے پر قادر نہ ہوا سوائے مرسل کہنے کے اور حدیث مرسل ہمارے نزدیک حجت ہے اور مرسل ابو العالیہ کا صحیح ہے اور عجب ہے احمد بن حنبل سے اس واسطے کہ اُن کا مذہب یہ ہے کہ حدیث مرسل اور حدیث ضعیف کو تقدیم دیتے ہیں قیاس پر سو یہاں انھوں نے قیاس کو حدیث مرسل پر مقدم کیا کذا فی العینی مختصرًا وتمام البیان فیہ ہی مالیسمع جیرانہ قہقہہ وہ ہنسی ہے جس کو پاس کے لوگ سنیں اور ضحک وہ ہنسی ہے جس کو آپ آدمی سُنے اور کوئی نہ سنے اور ضحک کا حکم یہ ہے کہ وہ وضو کا ناقض نہیں نماز کا مبطل ہے اور تبسم وہ ہنسی ہے جس میں مطلق آواز نہ ہو بلکہ فقط دانت کھل جاویں اُس کا حکم یہ ہے کہ نہ وضو اس سے جاتا ہے نہ نماز بالغ ولو امرأۃ سہوًا ایقظان قہقہہ جاگتے جوان کا ناقض ہے اگرچہ عورت ہو گو بھول کر قہقہہ کیا ہو فلا یبطل وضوء صبی ونائم بل صلوتہما بہ یفتی تو لڑکے اور سوتے کا قہقہہ وضو کو باطل نہ کرے گا بلکہ دونوں کی نماز کو باطل کرے گا اسی قول کا فتویٰ ہے یصلی ولو حکمًا کا یا فی ناقض وضو ہے قہقہہ اس جاگتے جوان کا جو نماز پڑھتا ہے خواہ افعال نماز کے بالفعل ادا کرتا ہے یا نمازی کا حکم رکھتا ہے بانی کے مانند بانی وہ شخص ہے جس کا وضو نماز میں ٹوٹا پھر وضو کرنے کو گیا اس قصد سے کہ وضو کے بعد نماز مذکور کو تمام کروں گا سو وضو کرنے کے بعد قہقہہ مار کے ہنسا وضو ٹوٹ گیا کذا فی فتاوی قاضی خان لطہارۃ صغری ولو تیمما صلوۃ مستقلۃ نماز پڑھتا ہو اُس طہارت صغری کے ساتھ جو بالاستقلال کی ہے نہ در ضمن غسل اگرچہ تیمم ہو م طہارت صغری عبارت ہے وضو اور تیمم سے اور طہارت کبری عبارت ہے غسل سے فلا یبطل وضوءٌ فی ضمن الغسل تو باطل نہ ہوگا وہ وضو قہقہہ سے جو تمام بدن کے دھونے کے ضمن میں حاصل ہو م اور اگر اول وضو کر کے غسل کرے گا تو ظاہر اوضو مستقل ہے کذا فی الطحطاوی لکن رجح فی الخانیۃ والفتح والنہر النقض عقوبۃ لہ وعلیہ الجمہور کما فی ذخائر الاشرفیہ لیکن خانیہ اور فتح اور نہر الفائق میں وضو ضمنی کے نقض کو راجح کہا ہے ہنسنے والے کو سزا دینے کے واسطے ذخائر اشرفیہ میں کہا کہ جمہور اسی قول پر ہیں کذا فی النہر نہیں رہتا صلوۃ کاملۃ بالغ مذکور پوری نماز پڑھتا ہو دے م نماز کامل سے مراد رکوع سجود والی نماز ہے یا جو رکوع سجود کے قائم مقام ہے چنانچہ معذور کا یا سوار کا تو نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت میں قہقہہ سے وضو نہ ٹوٹے گا لیکن وہ نماز اور سجدہ باطل ہوگا ولو عند السلام عمدًا فانہا تبطل الوضوء لا الصلوۃ لانہ ترکہا حرۃ فی الشرنبلالیہ اگرچہ سلام کے وقت عمدًا قہقہہ کیا اس واسطے کہ یہ قہقہہ وضو کو باطل کرتا ہے نہ نماز کو برخلاف زفر کے چنانچہ شرنبلالیہ شرح وہبانیہ اس کو لکھا ہے م عمدًا کی قید اس واسطے لگائی تا کہ خروج لصنعہ محقق ہو تو اس سے نماز باطل نہ ہوئی اور وضو ٹوٹ گیا اسواسطے کہ نماز کے جزء اخیر میں قہقہہ پایا گیا ولو قہقہہ

لہ یعنی نماز سے باہر آنا اپنے فعل سے ۱۲

Marfat.com

امامہ او احدث عمدًا ثم قہقہ المورتم ولو مسبوقًا فلا نقض اور اگر مقتدی کے امام نے قہقہہ کیا یا عمدًا حدث کیا پھر مقتدی نے قہقہہ کیا اگرچہ مقتدی مسبوق[1] ہو تو مقتدی کا وضو نہیں ٹوٹتا اس واسطے کہ امام کے قہقہہ یا حدث قصدًا سے نماز باطل ہو گئی تو مقتدی کا قہقہہ خارج نماز کے واقع ہوا اور خارج نماز کے قہقہہ ناقض نہیں بخلافہا بعد کلامہ عمدًا فی الاصح برخلاف اس قہقہہ مقتدی کے جو واقع ہوا امام کے عمدًا کلام کرنے کے بعد قول اصح میں ہم یعنی اگر امام نے قصدًا کلام کیا پھر مقتدی نے قہقہہ مارا تو صحیح تر قول میں مقتدی کا وضو ٹوٹ جاوے گا وجہ فرق قہقہہ اور کلام میں یہ ہے کہ کلام قاطع ہے نماز کا نہ مفسد اس واسطے کلام سے نماز کی شرط یعنی طہارت فوت نہیں ہو گئی تو اس سے مقتدی کی نماز فاسد نہ ہوئی تو قہقہہ مقتدی کا نماز کے اندر واقع ہوا لہٰذا وضو نہ رہا برخلاف قہقہہ امام یا عمدًا حدث کے کہ اُس نے طہارت کو فاسد کر دیا تو مقتدی کی بھی نماز فاسد ہوئی تو قہقہہ مقتدی کا بعد نماز کے واقع ہوا تو وضو نہ ٹوٹا کذا فی الطحطاوی ومن مسائل الامتحان لو نسی الباقی المسح فقہقہ قبل قیامہ للصلوٰۃ انتقض لا بعدہ لبطلانہا بالقیام الیہا اور آزمائش کے مسئلوں سے ایک یہ مسئلہ ہے کہ اگر باقی مثلاً مسح کرنا سر یا موزے کا بھول گیا پھر اُس نے قہقہہ مارا نماز میں شروع کرنے سے پہلے تو اُس کا وضو ٹوٹ گیا یعنی اس واسطے کہ نماز کے اندر قہقہہ واقع ہوا اور اس واسطے کہ باقی کا وضو کے واسطے آنا جانا نماز میں داخل ہے اور جو بعد شروع کرنے نماز کے ہنسا تو وضو نہیں ٹوٹتا بسبب باطل ہو جانے نماز کے نماز کے شروع کرنے سے کیونکہ نسیان مسح سے طہارت نہ ہوئی تو بے طہارت نماز پڑھنے سے نماز باطل ہو گئی تو قہقہہ خارج نماز کے ٹھہرا ہم یعنی اگر سائل چاہے کہ مسئول کو آزماوے کہ اُس کو علم اس مسئلہ کا ہے یا نہیں تو یوں پوچھے کہ وہ قہقہہ کونسا ہے کہ جب نماز کے اندر واقع ہو تو ناقض نہ ہو اور جب خارج نماز کے صادر ہو تو ناقض ہو حالانکہ امر بالعکس ہے کذا فی الطحطاوی ومباشرۃ فاحشۃ بتماس العضوین ولو بین المرأتین والرجلین مع الانتشار للجانبین المباشر والمباشر ولو بلا بلل علی المعتمد اور ناقض وضو ہے کھلی مباشرت دونوں شرمگاہوں کے بھڑ جانے سے اگرچہ یہ امر دو[2] عورتوں میں واقع ہو یا دو مردوں میں استادگی کے ساتھ جانبین یعنی لگانے والا اور جس کے لگایا دونوں کے وضو کی ناقض ہے اگرچہ مباشرت مذکورہ میں بندی کی ترادت نہ ہو بنا بر معتمد قول کے ہم یہ قول شیخین کا ہے اور محمدؒ نے کہا کہ مباشرت فاحشہ ناقض نہیں جب تک کچھ نہ نکلے اور صاحب حقائق نے اس کو صحیح کہا ہے لیکن یہ تصحیح معتمد نہیں اس لیے کہ تحفہ میں تصریح کی چنانچہ اُس کو شارح منیہ نے نقل کیا کہ شیخین کا قول صحیح ہے اور یہی قول متون فقہ میں مذکور ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر میں کہتا ہوں فتاوی عالمگیری میں جو ینابیع سے محمدؒ کے قول پر فتوی اور نصاب سے تصحیح اُس کی نقل کی ہے وہ بھی بقول صاحب بحر متون کے مخالف ہونے سے لائق اعتماد کے نہیں قنیہ میں ہے کہ عورت کے وضو ٹوٹنے میں انتشار آلہ مرد معتبر نہیں کذا فی العالمگیریۃ لا ینقضہ مس ذکر لکن یسیل یدہ ندبًا نہیں توڑتا وضو کو نابالغہ کا چھونا لیکن مستحب ہے کہ ہاتھ دھو ڈالے لہم لبسرہ بنت صفوان کی حدیث میں مس ذکر سے نقض وضو[3] مذکور ہے اور طلق بن علی عن ابیہ کی حدیث میں جس کو سوائے ابن ماجہ کے اصحاب سنن نے روایت کیا ہے نقض وضو مذکور نہیں ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث اصح اور احسن ہے اور یحیی بن معین وغیرہ نے لبسرہ بنت صفوان کی حدیث کو ضعیف کہا ہے کذا فی الطحطاوی مختصرًا وامرأۃ وامرد اور ناقض وضو نہیں عورت کا چھونا اور لڑکے بے ریش کا ہم امام شافعیؒ کے نزدیک عورت کا چھونا ناقض وضو ہے بدلیل قولہ تعالیٰ (او لامستم النساء) ہماری دلیل یہ ہے کہ لمس جب مقارن ہو عورتوں سے تو جماع مراد ہوتا ہے اور صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ کا چھونا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں کا نماز کے اندر ثابت ہے اور صحیحین میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہٹانا عائشہ صدیقہؓ کے پاؤں کا نماز میں ثابت ہے لکن یندب للخروج من الخلاف لا سیما للامام لیکن وضو کر لینا مس ذکر اور مس عورت سے مستحب ہے تاکہ باتفاق مجتہدین کے طہارت حاصل ہو خصوصًا امام کے حق میں یعنی اس واسطے کہ امام کے پیچھے موافق اور مخالف سب نماز پڑھتے ہیں تو مقتدیوں کی رعایت کرنا خوب بات ہے لکن بشرط عدم لزوم ارتکاب مکروہ فی مذہبہ لیکن بشرطیکہ ارتکاب مکروہ کا اپنے مذہب میں لازم نہ آوے ہم شارح نے استدراک کیا اُس مفہوم سے جو اس کلام سے سمجھا گیا کہ امام کو مراعات مقتدیوں کے مذہب کی مستحب ہے خواہ اس مسئلے میں یا اس کے غیر میں والا اس مسئلے میں تو اپنے مذہب کے مکروہ کا کچھ بھی ارتکاب نہیں کذا فی الطحطاوی عن الحلبی کما لا ینقض لو خرج من اذنہ ونحوہا کعینہ وثدیہ قیحًا ونحوہ کصدید وما مرۃ ویبو

[1] یعنی ایک یا دو رکعت کے بعد آکر ملا ہو ۱۲ [2] الفاظ حدیث کے یہ ہیں من مس ذکرہ فلیتوضأ یعنی جو اپنا آلہ چھووے وہ وضو کرے اس حدیث میں وضو سے مراد آلہ دھونا ہے برمطابقت حدیث طلق بن علی کے ۱۲

Marfat.com

لا بوجع جیسے دھونیں ٹوٹتا اگر متوضی کے کان سے اور مانند اُس کے چنانچہ اُس کی آنکھ یا پستان سے بدون درد کے پیپ نکلا اور اُس کے مانند چنانچہ زرد آب اور ناف کا پانی وغیرہ یعنی ناف کا پیپ اور زرد آب نکلنا ناقض نہ ہوگا بدون درد کے وان خرج بہ ای لوجع نقض لانہ دلیل الجرح اور اگر پیپ وغیرہ درد کے ساتھ نکلا تو دھونا ناقض ہوگا اس واسطے کہ درد کے ساتھ نکلنا وجود زخم کی دلیل ہے ھ بحر الرائق میں کہا کہ پانی میں یہ تفصیل البتہ خوب ہے اور پیپ اور زرد آب تو بدون زخم کے نہیں ہوتا نہر الفائق میں اس کا جواب دیا کہ ممکن ہے کہ زخم چنگا ہو کر پیپ نکلا ہو اور درد کا نہ ہونا یہی صحت کی علامت ہے فتاوی عالمگیری میں ماتن کی تفصیل کے موافق محیط سے شمس الائمہ حلوائی کا فتوی نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اس طرح ذخیرہ اور زیلعی اور سراج وہاج میں مذکور ہے تو صاحب بحر کا شبہ لائق التفات کے نہیں رہا فدمع من بعینہ رمدا وعمش ناقض فان استمر صار ذا عذر مجتبی والناس عنہ غافلون جب معلوم ہوا کہ جو درد کے ساتھ خارج ہو وہ ناقض ہے تو آنسو اُس شخص کا جس کی آنکھ اٹھنے آئی اور دکھتی ہے یا ایسی چونمدھی اور چپڑی کہ اکثر پانی بہا کرتا ہے ناقض وضو ہے اور اگر آنسو بہنا دائمی ہو گیا تو یہ شخص معذور ہو گیا اور معذور کا حکم باب الحیض میں معلوم ہوگا ایسا مذکور ہے مجتبی میں اور لوگ اس مسئلے کے حکم سے غافل یعنی اس آنسو کو ناقض وضو نہیں جانتے ہیں ھ فقہا نے کہا ہے جس کی آنکھ سے رمد یا عمش سے آنسو جاری ہو اُس کو ہر وقت نماز کے وضو کرنے کا امر کیا جاوے صاحب بحر نے کہا یہ تعلیل اس کی مقتضی ہے کہ یہ استحباب کا امر ہے صاحب نہر نے کہا (۱۲ چونمدھیاپن) بلکہ وجوب کا امر ہے بقرینہ مرض اسی طرح فتح القدیر میں ہے اور مجتبی میں اس کی وجہ یوں بیان کی ہے کہ شاید پلکوں کے زخم سے آنسو آتا ہو کذا فی الطحطاوی کما ینقض لو خشا احلیلہ لقبلۃ وابتل لطرف الظاہر ہذا لو القطنۃ حالیۃ او محاذیۃ لرأس الاحلیل وان متسفلۃ عنہ لا ینقض جیسے ناقض وضو ہے اگر مرد نے پیشاب کے سوراخ میں روئی بھر دی ہو اور روئی کی ظاہر طرف تر ہو گئی یہ نقض وضو کا حکم اُس صورت میں ہے کہ اگر روئی سوراخ کے سرے سے اونچی ہو یا برابر ہو اور اگر سوراخ کے سرے سے نیچی ہے اور طرف ظاہر تر ہو جائے تو تر ہونا ناقض نہ ہوگا اس واسطے کہ خروج متحقق نہ ہوا وکذا الحکم فی الدبر والفرج الداخل اور اسی طرح کا حکم ہے مقعد اور فرج داخلی کی روئی کا یعنی اگر وہاں کی روئی وغیرہ اونچی یا برابر ہے تو طرف ظاہر کے تر ہونے سے وضو ٹوٹے گا ورنہ وضو قائم ہے ھ منیۃ المصلی میں ہے کہ اگر روئی یا کپڑا فرج خارج میں ہے اور تر ہو گیا تو وضو ٹوٹنا نافذ ہو یا نہ ہو کذا فی الطحطاوی وان ابتل الطرف الداخل لا ینقض اور اگر روئی وغیرہ کی اندر کی طرف تر ہو گئی تو ناقض وضو نہیں ولو سقطت فان رطبۃ انتقض والا لا اگر روئی وغیرہ ساقط ہوئی یعنی گر پڑی تو اگر تر ہے تو وضو ٹوٹا اور اگر تر نہیں تو نہیں ٹوٹا وکذا لو ادخل اصبعہ فی دبرہ ولم یغیبہا اور اسی طرح کا حکم ہے اگر انگلی مقعد میں داخل کی اور ساری انگلی غائب نہیں کی یعنی اگر تر نکلی تو وضو ٹوٹا اور اگر خشک نکلی تو نہیں ٹوٹا فان غیبہا او ادخلہ عند الاستنجاء بطل وضوءہ وصومہ پھر اگر انگلی تمام غائب کر دی یا پانی سے استنجا کرتے داخل کی تو وضو اور روزہ اُس کا باطل ہو گیا ھ شارح کے کلام میں لف ونشر مرتب ہے تو بطلان وضو کا انگلی غائب کرنے سے متعلق ہے اور بطلان صوم ادخال حالت استنجا سے متعلق ہے اس واسطے کہ جب انگلی غائب ہوئی تو ملوث نجاست سے نکلے گی تو وضو باطل ہوگا اور جب کہ استنجا کرنے میں انگلی داخل کی تو پانی کا داخل ہونا پیٹ میں لازم آیا صوم باطل ہو گیا کذا فی الطحطاوی بعضوں نے لف ونشر کا دھیان نہیں کیا تو شارح پر اعتراض کیا کہ انگلی کے داخل کرنے سے اگر تر نہ ہو تو صوم باطل نہیں ہوتا شارح نے یہ کیا کہا حالانکہ شارح کا مطلب یہ ہے کہ انگلی غائب کرنے سے وضو باطل ہوتا ہے نہ صوم اور ادخال حالت استنجا سے صوم باطل ہوتا ہے **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے ھ فروع جمع ہے فرع کی اور فرع کہتے ہیں ہر شے کے اعلی کو اور قوم کے شریف کو تو فروع سے مسائل عالیہ اور شریفہ مراد ہیں بطریق استعارہ کے شارحین کی غالب عادت یہ ہے کہ بلفظ فروع اُن مسائل کو جو متن سے فوت ہوئے یا مستغرب ہیں ذکر کرتے ہیں مناسب ہر مقام کے کذا فی الطحطاوی شارح رحمۃ اللہ علیہ آخر بحث میں فروع ضروریہ اور عجلیہ اکثر بیان کرتا ہے اور گاہے تضاعیف کلام میں مناسب مقام یتیمۃ للربح ان یحتشی ان رابہ الشیطان ویجب ان کان لا ینقطع الا بہ قدر ما یصلی مرد کو مستحب ہے احلیل میں روئی وغیرہ رکھنا اگر شیطان اس کو شک میں ڈالتا ہو قطرہ آنے کے وسوسے اور واجب ہے بقدر نماز پڑھنے کے اگر عذر منقطع نہ ہوتا ہو بدون روئی رکھنے کے تاکہ نماز حتی المقدور طہارت سے حاصل ہو ھ طحطاوی نے کہا جب محدث نے وضو کیا اور جب نے نہایا پیشاب کے بعد پھر اُس نے اپنے ذکر پر نمی اور تراوت دیکھی اور اُس

Marfat.com

کو معلوم نہیں کہ وہ پانی ہے یا پیشاب ہے تو وہ وضو کا اعادہ کرے اور اگر نماز کے اندر یہی بات حاصل ہوئی اور شیطان اس کا بہت وسوسہ ڈالے اور اُس کو نجاست کا یقین نہیں ہے تو وہ نماز پڑھتا رہے اور اس کا دھیان نہ کرے جب تک اُس کے پیشاب ہونے کا یقین حاصل نہ ہو اور جو مبتلا ہو ایسے وسواس کا اُس کو چاہیے کہ وہ اپنی شرمگاہ پر پانی چھڑک لے تاکہ اگر تراوت نظر آوے تو اُس کو پانی جانے نہ پیشاب کذا فی الخانیہ باسوری خرج دُبرہ ان ادخلہ بیدہ انتقض وضوءہ وان دخل نفسہ لا بواسیر ولے کی مقعد باہر نکلی اگر اُس کو اپنے ہاتھ سے اندر کر دیا تو اُس کا وضو ٹوٹا اور اگر خود بخود داخل ہو گئی تو وضو نہیں ٹوٹا لیکن اگر کچھ نجاست ظاہر ہو گی تو ناقض وضو ہے کذا فی الطحطاوی وکذا لو خرج بعض الدودۃ فدخلت اور اسی طرح اگر کیڑا تھوڑا سا نکلا پھر گھس گیا تو ناقض نہیں من لذکرہ رأسان فالذی لا یخرج منہ البول المعتاد بمنزلۃ الجرح جس شخص کے ذکر کے دو سر ہوں تو جس سر سے عادت والا پیشاب نہیں نکلتا وہ بمنزلہ زخم کے ہے یعنی اُس سے اگر کوئی چیز نکلے گی تو وضو ٹوٹے گا جب تک وہ شے سائل نہ ہو گی جیسے زخم سے نکلنا بدون سیلان ناقض نہیں الخنثی غیر المشکل فرجہ الآخر کالجرح جو خنثی کہ مشکل نہیں اُس کی دوسری فرج بمنزلہ زخم کے ہے تو وضو نہ ٹوٹے گا بدون بہنے کے ایسا ہے فتح القدیر وغیرہ میں اور اکثر فقہا کہتے ہیں کہ وضو ٹوٹے گا دونوں فرج کے پیشاب نکلنے سے سائل ہو یا نہ ہو اُس کا حال ظاہر ہو گیا ہو یا نہ ہو نہر الفائق میں زیلعی سے نقل کیا کہ اول قول پر اعتماد کرنا لائق ہے کذا فی الطحطاوی والمشکل ینقض وضوءہ بکل اور خنثی مشکل کا وضو ٹوٹتا ہے ہر فرج کے نکلنے سے بدون سیلان کے بنظر احتیاط کے کذا فی التوضیح ھم خنثی مشکل اُسکو کہتے ہیں کہ مرد اور عورت ہونا کسی علامت سے ثابت نہ ہو نہ قبل از بلوغ نہ بعد از بلوغ منکر الوضوء ہل یکفر ان انکر الوضوء للصلوۃ نعم ولغیرہا لا سوال وضو کا منکر کافر ہے یا نہیں جواب اگر اُس نے وضو کا انکار کیا نماز کے واسطے تو ہاں وہ کافر ہوا اور غیر نماز کے واسطے منکر وضو ہونے سے کافر نہیں ہو گا ھم نماز کے وضو کا منکر اس واسطے کافر ہوا کہ اُس نے قرآن کی تکذیب کی قال اللہ تعالیٰ (یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ الخ) اور غیر نماز اگرچہ مس مصحف کے وضو کا انکار کرے کافر نہ ہو گا اس واسطے کہ اُس کی آیت میں اختلاف ہے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی تو قطعی کا منکر نہ ٹھہرا شک فی بعض وضوءہ اعاد ما شک فیہ لو فی خلالہ ولم یکن الشک عادۃ لہ والا لا شک پڑا وضو کے بعض افعال میں یعنی کسی عضو کے غسل میں یا مسح میں تو جس فعل میں شک پڑا کہ کیا یا نہیں کیا اُس کو پھر کرلے اگر اثناء وضو کرنے میں شک ہوا ہو اور شک کا ہونا اُس کی عادت نہ ہو ورنہ اعادہ نہیں یعنی اگر اثناء وضو میں شک نہیں پڑا بلکہ بعد وضو کر چکنے کے شک پڑا خواہ اُس کو شک کی عادت ہو یا نہ ہو یا اُس کو شک کی عادت خواہ اثناء وضو میں ہو یا بعد وضو ان صورتوں میں اعادہ نہ کرے اور شک کی طرف التفات نہ کرے اور آپ کو باوضو سمجھے کذا فی الطحطاوی ملخصا ولو علم انہ لم یغسل عضوا وشک فی تعیینہ غسل رجلہ الیسری لانہ اٰخر العمل اور اگر اُس کو بالیقین معلوم ہو کہ اُس نے ایک عضو کو نہیں دھویا اور شک پڑا اُس کو عضو کے معین کرنے میں کہ ہاتھ ہے یا پاؤں تو بائیں پاؤں کو دھولے اس واسطے کہ وہ پچھلا عمل ہے وضو میں تو نسیان کی طرف وہی اقرب ہے باقی رہی یہ بات کہ اگر پچھلے پاؤں کے دھونے کا یقین ہو صورت مذکورہ میں تو ظاہرا اُس کے ماقبل عضو کا اعتبار ہو گا وہکذا کما فی الطحطاوی ولو ایقن بالطہارۃ وشک بالحدث او بالعکس اخذ بالیقین اور اگر طہارت کر چکنے کا یقین ہو اور وضو کے ٹوٹنے میں شک پڑے یا اُس کے بالعکس یعنی وضو ٹوٹنے کا یقین ہے اور طہارت کرنے میں شک پڑے تو یقین کو لے اور شک کو چھوڑے یعنی پہلی صورت میں طہارت کو اعتبار کرے اور دوسری صورت میں زوال طہارت کو معتبر جانے اس واسطے کہ یقین شک سے نہیں ٹل سکتا کیونکہ یقین قوی چیز ہے اور شک ضعیف قوی ضعیف سے کیونکر ٹل سکے ولو تیقنہما وشک فی السابق فہو متطہر اور اگر طہارت اور حدث دونوں کا یقین ہو اور سابق میں شک پڑے یعنی یہ یاد نہیں رہا کہ اول طہارت تھی یا حدث تو وہ شخص شرعاً باطہارت ہے اس واسطے کہ غالباً طہارت بعد حدث کے ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی ومثلہ المتیمم اور متوضی کے حکم میں تیمم کرنے والا ہے یعنی اگر تیمم کا یقین حاصل ہے اور بے وضو ہونے میں شک واقع ہوا ہے یا حدث کا یقین ہے اور تیمم میں شک ہے یقین پر عمل کرے اور جو دونوں کا یقین ہے اور تقدم اور تاخر میں شک ہے تو یہ شخص باتیمم ہے ولو شک فی نجاسۃ ماء او ثوب

ف۱ وجہ فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں ہاتھ یا کپڑے کو کچھ نہ کچھ نجاست لگ جائے گی تو خروج نجاست ثابت ہو گا جو ناقض ہے اور خود داخل ہونے میں یہ بات مفقود ہے۔ ۱۲۔

Marfat.com

او طلاق او عتق لم یعتبر وتمامہ فی الاشباہ اور جو شک پڑے پانی یا کپڑے کی نجاست میں یا زوجہ کی طلاق میں شک پڑے کہ طلاق دی یا نہیں دی یا لونڈی غلام کے آزاد کرنے میں شک واقع ہوا تو اس شک کا کچھ اعتبار نہیں پانی اور کپڑے کو پاک جانے اور عورت کو اپنی زوجہ اور لونڈی غلام کو مملوک سمجھے اور مسائل شک کا پورا بیان اشباہ و نظائر میں ہے الیقین[1] لا یزول بالشک کے قاعدہ میں ہم مجتبیٰ میں ہے کہ خون اور پیپ اور زرداب اور زخم کا پانی اور آبلہ اور پھنسی اور آنکھ اور کان کا پانی بیماری کی جہت سے سب برابر ہیں بنا بر قول اصح کے جو ناقض وضو نہیں چنانچہ قلیل قے یا خون وہ طاہر ہے مگر خون استحاضہ اگر خون غیر سائل سے کپڑا ملوث ہو گیا تو جواز نماز کا مانع نہیں جیسے اصحاب القروح کے کپڑے بار بار خون بلا سیلان اور بلا تجاوز کے نکلنے سے بھر جاتے ہیں مانع نماز نہیں عذر کے سبب سے اگرچہ خون بکثرت ہو اسی پر فتویٰ ہے نیا بیع میں ہے کہ تیل ڈالا اجلیل میں پھر وہ نکل آیا وضو نہیں ٹوٹا امام کے نزدیک خلافا للصاحبین محیط میں ہے کہ وضو کیا پھر ذکر سے رطوبت سائل دیکھی تو پھر وضو کرے اور اگر معلوم نہ ہو کہ وہ کیا ہے تو وہ التفات نہ کرے نماز پڑھے کہ وہ شیطانی وسوسہ ہے اور شرمگاہ کو پانی سے چھڑک دے دفع وسوسہ کے واسطے اور اگر رقیق چیز دماغ تک پہنچی ناک کے سڑکنے سے یا اس کے اندر ٹپکانے سے پھر وہ ناک سے اتر آئی تو ناقض وضو نہیں اس واسطے کہ وہ پاک مکان سے خارج ہوئی اور اگر سوئی چبھائی ہاتھ میں اور خون ظاہر ہوا سوئی کے سرے سے زیادہ تو ناقض نہیں اور محمد بن عبداللہ اس کو سائل جان کر نقض وضو کی طرف مائل ہے جس نے روٹی یا پھل کھایا اور اس میں خون کا اثر دیکھا مسوڑوں سے تو چاہیے کہ وہاں انگلی رکھے اگر انگلی میں خون کا اثر پائے تو وضو ٹوٹا اور اگر اثر خون کا مسوڑھے پر ہاتھ رکھنے سے نہ پایا تو وضو قائم ہے الکل من العینی شرح الہدایۃ **وفرض الغسل** ف ارادہ بہ ما یعم العملی کما مر ماتن نے کہا اور فرض غسل مضمضہ اور استنشاق اور باقی بدن کا دھونا ہے شارح نے کہا ماتن نے فرض سے اس کا ارادہ کیا جو فرض عملی کو بھی شامل ہے چنانچہ وضو میں گذر گیا ہم یعنی فرض سے یہاں وہ معنی مراد ہے جو فرض اعتقادی اور فرض عملی دونوں کو شامل ہے فرض عملی وہ ہے جس کے فوت ہو جانے سے جواز فوت ہو جائے وجہ ارادہ یہ ہے کہ مضمضہ اور استنشاق قطعی نہیں ہیں کیونکہ امام شافعیؒ ان دونوں کو غسل میں مسنون کہتے ہیں کذا فی الحلبی و بالغسل المفروض کما فی الجوہرۃ اور غسل سے مراد مفروض غسل ہے چنانچہ جوہرہ میں مذکور ہے یعنی جنابت اور حیض اور نفاس کا غسل کذا فی المنح وظاہرہ عدم شرطیۃ غسل فمہ وانفہ فی المسنون کذا فی البحر یعنی عدم فرضیتہما فیہ والا فہما شرطان فی تحصیل السنۃ اور جوہرہ کا ظاہر کلام اس پر دلالت کرتا ہے کہ منہ اور ناک کا دھونا غسل مسنون میں شرط نہیں ایسا مذکور ہے بحر الرائق میں مراد صاحب بحر کی یہ ہے کہ غسل مسنون میں مضمضہ اور استنشاق فرض نہیں ہیں اور اگر یہ مراد نہ کیے تو صحیح نہیں اس واسطے کہ سنت کے حاصل کرنے میں مضمضہ اور استنشاق دونوں شرط ہیں **غسل کل فمہ** غسل میں فرض ہے سارے منہ کے اندر دھونا ہم شارح نے تبعد یر لفظ کل اشارہ کیا کہ اضافت عموم کے واسطے ہے اور مراد کل فم اور کل انف کے دھونے سے مضمضہ اور استنشاق ہے ویکفی الشرب عبا لان الجل لیس بشرط فی الاصح اور اس فرض کے ادا ہونے میں پانی پینا منہ بھر کے کفایت کرتا ہے اس واسطے کہ فرضیت مضمضہ میں کلی کا باہر پھینکنا شرط نہیں صحیح تر قول میں ہم یعنی جب کہ خوب منہ بھر کے پانی پیا سارا منہ اندر دھو گیا مضمضہ مفروضہ ادا ہوا تو اگرچہ اس کر پانی پیا فرض ادا نہ ہوا چنانچہ بحر الرائق میں ہے اس لیے کہ چوسنے میں سارے منہ کے اندر پانی نہیں پہنچتا ہر چند کلی کا باہر پھینکنا شرط نہیں قول اصح میں لیکن احوط ہے کما فی الخلاصۃ اس واسطے کہ وہ عہدہ فرضیت سے بالاتفاق خارج ہو گا اور یہی مطلب ہے احتیاط کا کذا فی الطحطاوی عن النہر والنفہ[2] حتی ما تحت الدرن اور تمام ناک کا دھونا فرض ہے یہاں تک کہ ناک کی خشک پپڑی کے نیچے بھی پانی پہنچانا ضرور ہے ہم بحر الرائق میں ہے کہ درن یا بس یعنی خشک میل ناک میں چپلائی روٹی اور خمیر کے مانند[3] تمام اغتسال کا مانع ہے کذا فی الطحطاوی و باقی بدنہ اور مضمضہ اور استنشاق کے بعد تمام بدن کا دھونا فرض ہے ہم بدن ظاہر اور باطن سب جزوی[4] کو شامل ہے چنانچہ داخل عین کو بھی لیکن بسبب حرج ظاہر کے آنکھ کے اندر کا دھونا ساقط ہو گیا اس واسطے کہ آنکھ جریٰ کی جگہ ہے پانی کی متحمل نہیں اور جو بعضے اصحاب مثل ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ کے اندر آنکھ کے دھویا کرتے تھے ان کی بصارت زائل ہو گئی تھی ولہذا آنکھ کا دھونا نہ چاہیے اگرچہ اس کے اندر ناپاک سرمہ لگا ہو کذا فی منح الغفار لکن فی المغرب وغیرہ البدن من المنکب الی الالیۃ وحینئذ فالرأس والعنق والید والرجل

[1] یقین شک سے نہیں دور ہوتا ۱۲۔ [2] جس کو ہندی میں ناک کا چوا کہتے ہیں ۱۲۔ ف مسائل غسل۔

Marfat.com

خارجۃ لغۃً داخلۃ تبعا شرعًا لیکن کتب لغت مثل مغرب وغیرہ میں ہے کہ بدن لغت عرب میں مونڈھے سے ہے سرین تک اور جب کہ یہ حال ہوا تو سر اور گردن اور ہاتھ اور پاؤں بدن سے خارج ہیں لغت کی راہ سے داخلہ عینی کلی کی تبعیت سے شرع کی اصطلاح میں م خلاصہ یہ ہے کہ مصنف نے بدن کا اطلاق جسد پر کیا اس واسطے کہ یہاں بدن سے مایعمّ الاطراف مراد ہے لا دلکہ لانہ متمم فیکون مستحبًا لاشرطًا خلافا لمالک غسل میں بدن کا ملنا فرض نہیں اس واسطے کہ ملنا کامل کرنے والا ہے دھونے کا پس ملنا مستحب ہوگا نہ شرط اس واسطے کہ مکمل اور متمم شے کا اُس شے کے وجود کے بعد ہوتا ہے برخلاف امام مالکؒ کے م امام مالک اور ابو یوسفؒ کی ایک روایت میں ملنا غسل میں فرض ہے دلک عبارت ہے اعضاء مغسولہ پر ہاتھ پھیرنے سے تو اگر پانی بہایا اور سارے بدن پر پہنچ گیا بدون ہاتھ لگانے کے تو فرض ادا ہو گیا مگر امام مالک کے نزدیک ادا نہیں ہوا ویجب ای یفرض غسل کل مایمکن من البدن بلاحرج مرۃ کاذن وسرۃ وشارب وحاجب واشفار لحیۃ وشعر رأس ولو متلبدًا لما فی فاطہروا من المبالغۃ اور واجب ہے یعنی فرض ہے دھونا ایک بار ہر اُس محل کا بدن سے جس کا دھونا بدون مشقت کے ہو سکتا ہے چنانچہ کان اور ناف اور مونچھ اور بھوں اور داڑھی اور سر کے بالوں کے اندر کا دھونا اگرچہ سر کے بال گوند سے باہم چپکے ہوں اس واسطے کہ فاطہروا کے لفظ میں مبالغہ نکلتا ہے م یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا (ان کنتم جنبًا فاطہروا) یعنی اگر تم کو جنابت ہو جماع یا احتلام سے تو خوب طرح سے پاک صاف ہو یعنی سارے بدن کا دھونا جہاں تک ہو سکے بلاحرج اُس کو دھوؤ ولہذا مضمضہ اور استنشاق غسل میں فرض ہوا نہ وضو میں اس لیے کہ فم ایک وجہ سے داخل بدن ہے اور ایک وجہ سے خارج بدن ہے باعتبار حس کے انطباق اور انفتاح کے وقت اور باعتبار حکم شرع کے صائم کی رال گھوٹنے اور داخل ہونے کسی چیز کے اُس کے منہ میں تو وضو میں فم یعنی منہ داخل بدن قرار دیا اور غسل میں خارج بدن اس واسطے کہ غسل میں مبالغہ کا صیغہ یعنی فاطہروا وارد ہے اور وضو میں غسل وجہ کا حکم ہے اور وجہ عبارت ہے مواجہہ سے وفرج خارج لانہ کالفم لا داخل لانہ باطن اور فرض ہے عورت کو فرج خارج کا دھونا اس واسطے کہ عورت کے باہر کی شرمگاہ منہ کے مانند ہے کہ من وجہ داخل ہے اور من وجہ خارج فرض نہیں فرج داخل کا دھونا اس واسطے ہے کہ وہ اندر بدن کے داخل ہے اور اندر کا دھونا ساقط ہے ولا تدخل اصبعہا فی قبلہا بہ یفتی اور عورت انگلی کو اپنی شرمگاہ میں داخل نہ کرے اسی کا فتویٰ ہے یعنی غسل میں یہ کام نہ کرے مزید طہارت کے خیال سے کیونکہ اندر کا دھونا واجب نہیں لایجب غسل مافیہ حرج کعین وان اکتحل بکحل نجس واجب نہیں غسل میں دھونا وہاں کا جس میں مشقت اور تکلیف ہے چنانچہ آنکھ کا دھونا اگرچہ اُس میں ناپاک سرمہ لگایا ہو وثقب انضم وداخل قلفۃ اور بند سوراخ اور داخل حلقہ کا دھونا واجب نہیں م جو سوراخ ناک یا کان کا بند ہو گیا وہاں پانی پہنچانا واجب نہیں حرج کی جہت سے قلفہ بضم قاف وسکون لام وہ کھال ہے جو ختنہ کرنے میں کاٹی جاتی ہے بل یندب ہو الاصح قالہ الکمال وعللہ بالحرج فسقط الاشکال بلکہ قلفہ کے اندر کا دھونا مستحب ہے یہی قول صحیح تر ہے ایسا کہا ہے کمال الدین صاحب فتح القدیر نے اور حرج کو عدم وجوب غسل کی علت بیان کی ہے تو اشکال ساقط ہو گیا م یعنی جب حرج کو علت قرار دیا تو زیلعی کا اعتراض ساقط ہو گیا حاصل اعتراض کا یہ ہے کہ اگر داخل قلفہ کا غسل میں دھونا واجب نہیں باوجود صیغہ مبالغہ فاطہروا کے تو اس کو داخل بدن کا حکم دیا تو اُس میں پیشاب کے قطرے آنے سے کیوں دھو ڈالتا ہے قول صحیح پر سقوط اعتراض کی وجہ یہ ہے کہ عدم وجوب غسل دفع حرج کی وجہ سے ہے نہ اس واسطے کہ یہ ظاہر بدن نہیں ہے وفی المسعودی ان امکن فتح القلفۃ بلا مشقۃ یجب والا لا اور مسعودی میں ہے کہ اگر کھولنا قلفہ کا بدون مشقت کے ہو سکے تو اندر کا دھونا واجب ہے ورنہ واجب نہیں م اسی قول کو شرنبلالی نے پسند کیا ہے اور اسی کی طرف فتح القدیر کا کلام مشیر ہے اس واسطے کہ سقوط کو مقید بحرج کیا ہے تو جہاں حرج نہیں وہاں دھونا بھی ساقط نہیں کذا فی الظہیری وکفی بل اصل صفیرتہا ای شعر المرأۃ المضفور للحرج اور کفایت کرتا ہے ترکنا اور بھگونا عورت کی گوندھی چوٹی کی جڑ کا یعنی گوندھے بالوں کا دھونا عورت پر فرض نہیں جڑوں کا تر کر دینا کفایت کرتا ہے تکلیف و مشقت کی وجہ سے ضفیرہ سے مراد عورت کے گوندھے بال ہیں م صحیح مسلم میں حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ میں

سلہ یعنی جو کہ ہاتھ پاؤں کو شامل ہے ۱۲ سلہ یعنی دیکھنے میں بند منہ داخل بدن ہے کہ نظر نہیں آتا اور کھلنے میں خارج اور محسوس ہے اور شریعت میں روزہ دار اگر پانی تھوک پی جائے تو روزہ نہیں جاتا اس لیے داخل کا حکم ہوا اور باہر کی چیز نگل جانے سے روزہ جاتا رہتا ہے اس لیے خارج کا حکم ہوا ۱۲ منہ

Marfat.com

نے کہا یارسول اللہ میں وہ عورت ہوں کہ اپنے سر کی گوندھی چوٹی خوب مضبوط کر کے باندھتی ہوں کیا حیض اور جنابت کے غسل کے واسطے اُس کو کھولا کروں فرمایا نہیں تجھ کو تو تین بار دونوں ہاتھوں میں پانی لے کر سر پر ڈالنا کفایت کرتا ہے پھر اپنے اوپر پانی بہانا اور پاک ہونا اور ابوداؤد میں ثوبان سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے غسل جنابت کا سوال ہوا تو فرمایا کہ مرد تو اپنے بال کھول ڈالے اور بالوں کو دھووے یہاں تک کہ بالوں کی جڑ تک پہنچے اور عورت پر تو بالوں کا کھولنا ضرور نہیں اُس کو تو تین چلو بھر کے پانی سر پر ڈالنا کفایت کرتا ہے کذا فی التیسیر اما المنقوض فیفرض غسل کلہ اتفاقاً اور عورت کو کھلے بالوں کا تو بالکل دھونا فرض ہے بالاتفاق یعنی یہاں فقط جڑوں کا تر کرنا کافی نہ ہوگا ولم یقبل اصلہا یجب نقضہا مطلقاً ہوالصحیح اور اگر گوندھی چوٹی کی جڑ نہ بھیگے تو چوٹی کا کھولنا واجب ہے ہر طرح ہے یہی قول صحیح ہے م ہر طرح کھولنا واجب ہے خواہ کچھ تکلیف ہو یا نہ ہو اور غیر صحیح وہ قول ہے کہ بالوں کا نچوڑنا دھونے کے بعد ضرور ہے خواہ بال گوندھے ہوں یا کھلے کذا فی الطحطاوی ولو ضفرہا غسل راسہا ترکتہ اور اگر سر کا دھونا عورت کو ضرر کرتا ہو تو سر کا دھونا چھوڑ دے یعنی درصورت ضرر سر کا دھونا اور مسح کرنا بھی غسل جنابت وغیرہ میں ساقط ہے سر کو چھوڑ کے باقی بدن دھووے پاک ہو جاوے گی قیل ممسحہ اور بعضوں نے کہا کہ سر کا مسح کرے اگر دھونا ضرر کرتا ہو ولا تمنع زوجہا وسیدہا الیتیم اور نہ منع کرے اپنے زوج کو جماع سے اور اس کا ذکر آگے آوے گا یتیم کے مسائل میں م یعنی اگر عورت کو سر کا دھونا ضرر کرتا ہو اس عذر سے اُس کو اپنے شوہر کا روکنا جماع سے نہیں پہنچتا ہے اسواسطے کہ وہ شوہر کا حق ہے اور اس کے دفع ضرر کا علاج یہ ہے کہ بقول اول غسل اور مسح دونوں کو ترک کرے یا بقول ثانی سر کو مسح کرے کذا فی الطحطاوی لا یکفی بل ضفیرتہ فینقضہا جزما ولو علویا او ترکیا لامکان حلقہ کفایت نہیں کرتا ہے مرد کی گوندھی چوٹی کا بھگونا تو واجب یعنی فرض ہے اُس کا کھولنا اگرچہ مرد علوی یا ترکی ہو اس واسطے کہ مرد کو سر کا مونڈنا یعنی بدون قباحت اور بدنمائی کے ممکن ہے برخلاف عورت کے م علوی یعنی سادات مرتضوی[1] اور ترکیوں کی عادت ہے بال رکھنے اور چوٹی گوندھنے کی اس واسطے اُن کو بالخصوص ذکر کیا ولا یمنع الطہارۃ دہیم ای غبرۃ ذباب وبرغوث لم یصل الماء تحتہ اور طہارت کا مانع نہیں مکھی اور مچھر کا وہ گوہ جس کے نیچے پانی نہیں پہنچا اس واسطے کہ اس سے بچنا ممکن نہیں کذا فی الطحطاوی وحنا ولو بجرمہ بلغتی اور نہ مہندی طہارت کی مانع ہے اگرچہ مہندی کا جرم لگا ہو اسی کا فتوی ہے م لیکن اگر مہندی کا جرم ہوگا تو اس کے نیچے پانی کا پہنچنا ضرور ہے اور اگر نہ پہنچے گا تو طہارت حاصل نہ ہوگی ولہذا بحر الرائق میں کہا ہے کہ اگر عورت نے اپنے سر میں خوشبو چپکائی ہو اس طرح کہ پانی بالوں کی جڑوں میں نہ پہنچا ہو تو اُس پر واجب ہے اُس کا دور کرنا کذا فی الطحطاوی ودرن ووسخ عطف تفسیر وکذا دہن ودسومۃ اور نہ میل بدن کا مانع طہارت ہے اور اسی طرح تیل اور چکنائی مانع طہارت کی نہیں شارح نے کہا ودسخ کا عطف تفسیری ہے یعنی درن اور وسخ دونوں بیک معنی ہیں و ترابٌ دبین ولونی ظفر مطلقاً ای قر دنیا او مدنیا فی الاصح اور خشک مٹی اور گیلی مٹی مانع طہارت کی نہیں اگرچہ ناخن کے اندر ہو خواہ وہ شخص گنوار ہو یا شہر کا رہنے والا دونوں برابر ہیں قول اصح میں م اور غیر صحیح قول یہ ہے کہ شہری کے حق میں ناخن کی مٹی مانع طہارت ہے نہ گنوار کے حق میں اس واسطے کہ شہری کا بدن چکنا ہوتا ہے تو پانی نفوذ نہیں کرتا طحطاوی نے کہا قول اصح کی وجہ یہ ہے کہ بہر صورت پانی نفوذ کر جاتا ہے بخلاف نحو عجین برخلاف گوندھے آٹے کے مانند کے وہ طہارت کا مانع ہے عدم نفوذ کی وجہ سے م گوندھے آٹے کے مانند وہ چیزیں ہیں جن میں پانی سرایت نہیں کرتا چنانچہ چپلائی ہوئی روٹی اور میل کی پپڑی ناک میں اور کھال مچھلی کی کذا فی البحر ولا یمنع ما علی ظفر صباغ اور مانع طہارت کی نہیں وہ چیز جو رنگریز کے ناخن پر جم گئی ضرورت کی وجہ سے اور بعضوں کے نزدیک مانع ہے مضمرات میں کہا کہ اول قول پر فتوی ہے کذا فی المنح م عورتیں ہندوستان کی جو مسی لگاتی ہیں اگر فقط رنگ ہے بدون جرم کے تو ظاہر مہندی کے مانند مانع طہارت نہیں اور اگر جرم ہے جس کو دھڑی کہتے ہیں تو ظاہر اکثر کے مانند مانع طہارت ہے واللہ اعلم ولا طعام بین اسنانہ ادنی سنۃ الجوف بلغتی وقیل ان صلبا منع وہو الاصح اور مانع طہارت کا نہیں وہ کھانا جو دانتوں کے اندر رہ جاتا ہے یا پولے دانت کے اندر گھس جاتا ہے اسی قول کا فتوی ہے اور بعضوں نے کہا کہ اگر وہ سخت اور خشک ہے تو طہارت کا مانع ہے یہی قول صحیح تر ہے م رسم مفتی میں مذکور ہو گیا کہ فتوی مقدم ہے اصح وغیرہ سے طعام مابین الاسنان اس واسطے مانع طہارت نہیں کہ بالفعل لطیف چیز ہے ہر جگہ

[1] سادات مرتضوی وہ کہلاتے ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد ہیں سوائے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ۱۲

Marfat.com

غالبًا سرایت کر جاتا ہے ایسا مذکور ہے تجنیس میں بحر الرائق میں فقیہ ابو اللیث اور فتاوی فضلی سے نقل کیا کہ احتیاط یہ ہے کہ اُس کو نکال کے پانی اُس پر بہادے کذا فی الطحطاوی **ولو کان خاتمہ ضیقا نزعہ او حرکہ** وجوبًا کقرطٍ اور اگر غسل کرنے والے کی انگوٹھی تنگ ہو تو واجب ہے کہ اُس کو نکال ڈالے یا ہلا دے جیسے کان کی بالی کا نکالنا یا گھمانا واجب ہے یعنی انگوٹھی اور بالی کا اتنا ہلانا اور گھمانا چاہیے کہ وہاں پانی پہنچ جانے کا گمان حاصل ہو **ولو لم یکن ثقبہ اذنہ قرطٌ فدخل الماء فیہ** ای الثقب **عند مرورہ علی اذنہ اجزاہ** اور اگر اُس کے کان کے سوراخ میں بالی نہ ہو سو پانی پہنچ گیا سوراخ میں کان پر پانی بہنے کے وقت تو غاسل کو کفایت کرتا ہے کسرۃ واذنٍ وخلہا الماء جیسے ناف اور کان میں پانی داخل ہو گیا اُن پر سائل ہونے سے تو کفایت کرتا ہے یعنی انگلی وغیرہ داخل کرنا ضرور نہیں **والا یدخل ادخلہ ولو باصبعہ ولا یکلف بخشب ونحوہ المعتبر غلبۃ ظنہ** بالوصول اور اگر سوراخ میں پانی نہ گیا تو قصدًا داخل کرے اگرچہ اپنی انگلی سے اور لکڑی اور مانند اُس کے سینگ وغیرہ سے پانی داخل ہونے کے لیے تکلف نہ کرے اور پانی پہنچنے میں اپنے گمان کا غلبہ معتبر ہے یعنی جب اپنی اٹکل میں آگیا کہ پانی وہاں پہنچ گیا ہوگا تو زیادہ تکلف اور وسواس نہ کرے

فروع مسائل ملحقہ شارح کے نسی المضمضۃ او جزءً من بدنہ فصلی ثم تذکر فلو نفلا لم یعد لعدم صحۃ شروعہ نہانے والا کلی کرنا یا کچھ بدن کا دھونا بھول گیا پھر اُس نے نماز پڑھی پھر اُس کو یاد آیا تو اگر وہ نماز نفل تھی تو اُس کا اعادہ نہ کرے شروع نماز کے صحیح نہ ہونے سے یعنی بسبب ناپاکی کے نماز کا شروع کرنا صحیح نہ ٹھہرا تو نماز اُس پر لازم نہ ہوئی تو اُس کا اعادہ بھی لازم نہ ہوگا **علیہ غسل** وثمہ رجالٌ لا یدعہ وان رآہ مرد پر غسل کرنا واجب ہے اور وہاں لوگ ہیں تو نہانے کو نہ چھوڑے اگرچہ لوگ اُس کو دیکھیں **م** یہ اُس صورت میں ہے کہ پردہ وہاں نہیں ہو سکتا اور نماز کے فوت ہو جانے کا ڈر ہے جو عمدًا اُس کو دیکھے گا وہ گنہگار ہوگا نہانے والا معذور ہے **والمرأۃ بین رجالٍ اور جالٍ ونساء توخرہ لا بین نساء** فقط اور عورت درمیان مردوں کے یا درمیان مردوں اور عورتوں کے نہانے میں تاخیر کرے اور تاخیر نہ کرے فقط عورتوں میں **م** اس واسطے کہ نظر کرنا جنس کا ہم جنس کی طرف خفیف تر ہے برخلاف غیر جنس کے واختلف فی الرجل بین رجالٍ ونساءٍ او نساء فقط کما بسطہ ابن الشحنۃ اور اختلاف ہے اُس مرد کے غسل کرنے میں جو درمیان مردوں اور عورتوں کے یا فقط درمیان عورتوں کے واقع ہے چنانچہ ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اس کو مشروحًا بیان کیا ہے **م** ظاہر کلام اس کا مقتضی ہے کہ یہ مسئلہ مذہب میں منصوص ہے اور اس میں اختلاف واقع ہے حالانکہ ایسا نہیں اس لیے کہ شارح وہبانیہ نے تصریح کی ہے کہ میں اس مسئلہ کی نقل پر واقف نہیں ہوا مگر قیاس یہ چاہتا ہے کہ مرد عورتوں میں یا مردوں اور عورتوں میں غسل کو تاخیر کرے اور خنثیٰ کو کسی صورت میں کشف عورت جائز نہیں کذا فی الطحطاوی مختصرًا **وینبغی لما ان تتیمم وتصلی لعجزہا شرعًا عن الماء** اور عورت کو چاہیے کہ تیمم کرے اور نماز پڑھے اس واسطے کہ عورت مردوں میں شرعًا پانی کے استعمال سے عاجز ہے **واما الاستنجاء فیترک مطلقًا والفرق** لا یخفی اور پانی سے استنجا کرنا تو ہر طرح چھوڑا جائے خواہ مرد یا عورت مردوں یا عورتوں میں یا دونوں میں ہو اور فرق غسل اور استنجا میں چھپا نہیں **م** وجہ فرق یہ ہے کہ نجاست حقیقی کے ساتھ نماز صحیح ہوتی ہے اور نجاست حکمی کے ساتھ اصلا صحیح نہیں ملتقطا اور اُس کی شرح میں ہے کہ کشف عورت کرے کسی کے سامنے اس واسطے کہ حرام ہے اور پانی سے استنجا کرنا افضل ہے اگر بلا کشف ممکن ہو اور اگر ممکن نہ ہو تو ڈھیلوں پر کفایت کرنا واجب ہے کذا فی الطحطاوی مختصرًا **وسنۃ کسنن الوضوء سوی الترتیب** اور غسل کی سنتیں وضو کی سنتوں کے مانند ہیں چنانچہ نیت کرنا اور بسم اللہ کہنا سوائے ترتیب کے یعنی اس واسطے کہ وضو کی ترتیب اور غسل کی ترتیب یکساں نہیں ولآدابہ کآدابہ سوی استقبال القبلۃ لانہ یکون غالبًا مع کشف العورۃ اور غسل کے مستحبات وضو کے مستحبات کے مانند ہیں سوائے استقبال قبلہ کے اس واسطے کہ غسل اکثر برہنہ ہوتا ہے **م** منجملہ مستحبات غسل اعضاء کا ملنا اور چھینگل کان کے سوراخ میں ڈالنا پانی پہنچانے کے بعد اور تحریک خاتم واسع اور نیت زبان سے کرنا اور اونچے مکان میں بیٹھ کر نہانا تاکہ چھینٹیں بدن پر نہ پڑیں اور عدم استعانت اور تکلم بکلام ناس نہ کرنا اور غسل کے مکروہات وضو کے مکروہات کے مانند ہیں یعنی منہ پر پانی زور سے مارنا اور قدر ضرورت سے پانی کم کرنا یا حاجت سے زیادہ پانی بہانا کذا فی الطحطاوی ملتقطا وقالوا لو مکث فی ماءٍ جارٍ او حوض کبیر او مطر قدر الوضوء والغسل فقد اکمل السنۃ اور فقہا نے کہا ہے کہ اگر جاری پانی یا بڑے حوض یا مینہ میں بقدر مدت وضو اور غسل کرنے کے ٹھہرا تو البتہ اُس نے پوری سنت ادا کی یعنی وہ سنت جو اُس کے لائق ہے کامل ہوگی چنانچہ تثلیث اور دلک وغیرہ کی سنت ادا ہو گئی مگر تلفظ بنیت کا

Marfat.com

فقط ٹھہرنے سے ادا نہ ہوگا **البداءۃ بالغسل یدیہ وفرجہ** وان لم یکن بہ خبث اتباعًا للحدیث اور سنت ہے غسل میں دونوں ہاتھوں اور شرمگاہ کے دھونے سے شروع کرنا اگرچہ پیشاب کی جگہ پر کچھ نجاست نہ ہو حدیث کی پیروی سے[1] **وخبث بدنہ ان کان علیہ خبث لئلا یشیع** اور شروع کرنا بدن کی نجاست دھونے سے اگر اُس کے بدن پر نجاست ہو تاکہ باقی بدن پر نجاست نہ پھیلے **ثم یتوضا** اطلقہ فانصرف الی الکامل فلا یؤخر قدمیہ ولو فی مجمع الماء لان المعتمد طہارۃ الماء المستعمل پھر وضو کرے مصنف نے وضو کو مطلق بلا قید کہا اور مطلق جب بولتے ہیں تو اُس کا فرد کامل مراد ہوتا ہے تو یہاں پورا وضو مراد ٹھہرا تو دونوں قدموں کے دھونے کو تاخیر نہ کرے اگرچہ تہایا ہے پانی جمع ہونے کے مقام میں اس واسطے کہ مذہب معتمد ہے کہ مستعمل پانی پاک ہے **ھم جب وضو، کامل مراد ہوا تو اس** میں اشارہ ہے کہ سر کا مسح کرے اور یہی قول صحیح ہے اور یہ بھی اشارہ ہے کہ جمیع سنن اور مستحبات وضو، کے بجا لاوے ایسا کہا ہے صاحب بحر نے اور عدم تاخیر غسل قدمین بعض مشائخ کا قول ہے اور یہی صحیح تر ہے مذہب شافعیؒ میں اور بعضوں نے کہا تاخیر کرے مطلقًا اور بعضوں نے کہا اگر وہاں پانی جمع ہو تو تاخیر کرے یہی قول مذکور ہے مبسوط اور ہدایہ میں کذا فی الطحطاوی علی انہ لا یوصف بالاستعمال الا بعد انفصالہ عن کل البدن لانہ فی الغسل کعضو واحد علاوہ یہ ہے کہ پانی مستعمل نہیں ہوتا مگر بعد جدا ہونے کے تمام بدن سے اس واسطے کہ غسل میں تمام بدن ایک عضو کے مانند ہے **ھم** تجزی حدث میں دو روایتیں ہیں ایک روایت یہ ہے کہ حدث متجزی ہے یعنی جو عضو مغسول ہوگا وہ پاک ہوگا باقی ناپاک اور دوسری روایت یہ ہے کہ حدث متجزی نہیں یعنی بعضے اعضاء مغسولہ پاک نہ ہوں گے جب تک سارا بدن نہ دھویا جاوے گا تو یہ قول شارح کا مبنی ہے عدم تجزی حدث پر منح الغفار میں کہا کہ عدم تجزی کی روایت پر یہ پانی مستعمل نہ ہوگا مگر بعد جدا ہونے پانی کے تمام بدن سے جو پانی کہ دونوں قدموں کو لگا ہے وہ مستعمل نہیں ہے اس واسطے کہ تمام بدن غسل میں ایک عضو کے مانند ہے یہاں تک کہ غسل میں تراوت کا نقل کرنا ایک عضو سے دوسرے عضو کی طرف جائز ہے انتہیٰ فحینئذ لا حاجۃ الی غسلہما ثانیًا تو اس وقت میں جب کہ معلوم ہوا کہ یہ پانی مستعمل نہیں ہے تو دونوں قدم کے دھونے کی دوسری بار حاجت نہیں **ھم** مگر بطریق پاکیزگی اور افضلیت کے دھونا بہتر ہے نہ بطریق لزوم کے تو جو تفصیل ہدایہ میں ہے اور اُس کو مجتبیٰ میں اصح کہا ہے وہ محمول ہے ماءِ مستعمل کی نجاست پر اور ہمارے مذہب کے علما کے بہت فروع اسی قول پر مبنی ہیں لیکن ہم نے بعض مشائخ کے قول کو اختیار کیا اس واسطے کہ طہارت ماءِ مستعمل کی معتمد فی المذہب ہے کذا فی المنح ملتقطا الا اذا کان ببدنہ خبث مگر جب کہ اُس کے بدن پر نجاست حقیقی ہو تو قدموں کو دوسری بار دھو ڈالے ازالۂ نجاست کے واسطے نہ ازالۂ حدث کے واسطے کہ وہ تو زائل ہو گیا کذا فی الطحطاوی ولعل القائلین بتاخیر غسلہما انما استحبوہ لیکون البدء والختم باعضاء الوضوء شاید کہ وہ فقہا جو پاؤں دھونے کی تاخیر کے قائل ہیں فقط اسی واسطے تاخیر کو مستحب جانتے ہیں تاکہ غسل کی ابتدا اور اختتام وضو کے اعضاء پر ہو کذا فی البحر وقالوا لو توضأ اولًا لا یاتی بہ ثانیًا لانہ لا یستحب وضوءان للغسل اتفاقًا اور فقہا نے کہا ہے کہ اگر غسل سے پہلے وضو کیا تو بعد غسل کے دوسری بار وضو نہ کرے اس واسطے کہ ایک غسل کے واسطے دو وضو، بالاتفاق مستحب نہیں اما لو توضأ بعد الغسل واختلف المجلس علی مذہبنا او فصل بینہما بصلوٰۃ کقول الشافعیۃ فیستحب اور اگر بعد غسل کے وضو کیا اور مجلس بدل گئی ہم حنفیوں کے مذہب پر یا دونوں وضوؤں میں نماز کو فاصل واقع کیا شافعیوں کے قول کے مانند تو یہ دوبارہ وضو کرنا مستحب ہے **ھم** یہ بحث ہے صاحب بحر کی اور سابق مذکور ہو گیا کہ وضو پر وضو نور علی نور ہے اگرچہ مجلس نہ بدلی ہو اور جو وضو، کہ اسراف میں داخل ہے وہ تیسری بار وضو کرنا ہے چنانچہ اس کی تحقیق صاحب نہر کے کلام سے وضو، کے مسائل میں مذکور ہو چکی کذا فی الطحطاوی **ثم یفیض الماء علی کل بدنہ ثلثا مستوعبا** من الماء المعہود فی الشرع للوضوء والغسل وہو ثمانیۃ ارطال پھر وضو، کے بعد پانی بہاوے اپنے تمام بدن پر تین بار ہر بار تمام اعضاء پر پانی پہنچا کر اس قدر پانی سے وضو، اور غسل کرے جس قدر مقرر اور معین ہے شرع میں وضو اور غسل کے واسطے اور وہ آٹھ رطل پانی ہے **ھم** غسل کے واسطے ایک صاع پانی مبین ہے اور وضو کے واسطے ایک مد اور صاع چار مد کا ہوتا ہے اور ہر مد دو رطل کا اور رطل سے مراد بغدادی رطل ہے جو ۱۳۰ درم کا ہوتا ہے اس واسطے کہ فقہا نے صاع کا اندازہ کیا ہے کہ اُس میں ۸۰ درم بھر مونگ یا مسور سما دے کذا فی الطحطاوی مکروہات وضو کے ترجمہ میں کور

---

[1] یعنی حدیث ام المومنین میمونہؓ کی کہ میں نے آنحضرت صلعم کے لیے نہانے کو پانی رکھا تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں پر ڈھانکر انکو دو یا تین بار دھویا پھر داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالکر شرمگاہ کو دھویا۔ الحدیث جو آیندہ صفحہ میں مذکور ہے ۱۲

Marfat.com

ہو چکا کہ لکھنؤ کے حساب سے مدتخمیناً تین پاؤ کا ہوتا ہے اور صاع تین سیر سنچتہ کا صحیحین اور نسائی میں امام محمد باقرؒ سے مروی ہے کہ ہم جابرؓ کے پاس تھے سو لوگوں نے غسل سے سوال کیا تو جابر نے کہا کہ ایک صاع تجھ کو کفایت کرتا ہے ایک مرد نے کہا کہ مجھ کو اس قدر کافی نہیں تو جابر نے کہا اُس شخص کو صاع کفایت کرتا تھا جس کے بال تجھ سے زیادہ تر تھے اور وہ تجھ سے بہتر تھا یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کذا فی التیسیر وقیل المقصود عدم الاسراف اور بعضوں نے کہا آٹھ رطل سے مقصود عدم اسراف ہے م شارح نے بصیغۂ تمریض تضعیف قول کی طرف اشارہ کیا اور شرنبلالی نے اپنے متن میں اسی قول پر اعتماد کیا ہے بحرالرائق میں کہا کہ تقدیر مذکور لازم نہیں یہاں تک کہ اگر پورا غسل کرے صاع سے کم پانی میں تو کافی ہے اور اگر کفایت نہ کرے تو صاع سے زیادہ کرے اس واسطے کہ آدمیوں کے طبائع اور احوال مختلف ہوتے ہیں ایسا مذکور ہے بدائع میں اور نووی شافعی نے عدم لزوم تقدیر پر اجماع نقل کیا ہے کذا فی الطحطاوی وفی الجواہر لا اسراف فی الماء الجاری لانہ غیر مضیع وقد قدمناہ عن القہستانی اور جواہر میں ہے کہ جاری پانی میں اسراف نہیں ہے اس واسطے کہ وہ پانی تلف نہیں ہوتا ہے اور ہم نے اس مسئلے کو مقدم ذکر کیا ہے قہستانی سے نقل کرکے م یہ قول ضعیف ہے چنانچہ اس کی تضعیف مسائل وضو میں مشرح مذکور ہو چکی بادیًا بمنکبہ الایمن ثم برأسہ ثم علی بقیۃ بدنہ مع ولکہ ندبًا وقیل ثنیٰ بالرأس وقیل یبدأ بالرأس وہو الاصح وظاہر الروایۃ والاحادیث قال فی البحر وبہ یضعف تصحیح الدرر غسل میں پانی بہاوے شروع کرتا ہوا اپنے داہنے مونڈھے سے پھر اُس کے بعد بائیں مونڈھے سے پھر اپنے سر سے پھر باقی بدن پر ملنے کے ساتھ استحباب کی رو سے اور بعضوں نے کہا کہ اول داہنے مونڈھے پر پانی بہاوے پھر دوسری بار سر پر اور بعضوں نے کہا کہ سر سے پانی بہانا شروع کرے اور یہی قول صحیح تر ہے اور ظاہر الروایۃ اور ظاہر الاحادیث ہے بحرالرائق کے مصنف نے کہا اور اسی وجہ سے یعنی چونکہ سر سے شروع کرنا ظاہر الروایۃ اور ظاہر الاحادیث ہے لہٰذا درر کی تصحیح کی تضعیف کی گئی ہے یعنی درر میں جو ملا خسرو نے تاخیر سر کی تصحیح کی ہے سو وہ ضعیف قول ہے م ظاہر الروایۃ وہ مسئلہ ہے جو امام محمد کے کتب خمسہ میں مروی ہے یعنی مبسوط جس کو اصل بھی کہتے ہیں اور جامع کبیر اور جامع صغیر اور زیادات اور سیر اور حاکم شہید کی دو کتابیں یعنی منتقی اور کافی جو مستخرج ہیں کتب خمسہ مذکورہ سے وہ بھی ظاہر الروایۃ ہیں اما احادیث پس حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے صحاح ستہ میں مروی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل جنابت کے واسطے پانی لائی سو حضرتؐ نے دونوں ہاتھ دو یا تین بار دھوئے پھر آپ نے دونوں ہاتھ ڈالے برتن میں پھر پانی ڈالا شرمگاہ پر اور بائیں ہاتھ سے اُس کو دھویا پھر بایاں ہاتھ زمین پر خوب رگڑا پھر وضو کیا نماز کا سا وضو پھر تین بار سر پر پانی ڈالا پھر باقی بدن دھویا پھر اُس مقام سے علیحدہ ہوئے پھر دونوں پاؤں دھوئے کذا فی العینی شرح الہدایۃ اور تیسیر الوصول الی جامع الاصول میں صحاح ستہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث یوں منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت کرتے تھے تو پہلے دونوں ہاتھ دھوتے پھر نماز کے مانند وضو کرتے پھر انگلیاں پانی میں ڈالتے اور ان سے بالوں کی جڑوں میں خلال کرتے یہاں تک کہ ساری جلد پر پانی پہنچ جانے کا ظن حاصل ہوتا تب اُس پر تین بار پانی بہاتے پھر باقی بدن کو دھوتے پھر دونوں پاؤں دھوتے اور صحیحین کی ایک روایت حضرت عائشہؓ سے یہ ہے کہ جب غسل جنابت فرماتے تو پانی کا برتن ہاتھ میں لیتے اور سر کے داہنی طرف سے شروع کرتے پھر سر کے بائیں طرف سے انتہیٰ پس ان احادیث صحیحہ سے بعد وضو کے نہانے کی ابتدا سر سے ثابت ہوئی اور اختتام غسل کا پاؤں پر اور یہی مذکور ہے ہدایہ میں تو اسی کو قوی اور مسنون سمجھنا چاہیے واللہ اعلم وصح نقل بلۃ عضو الی عضو آخر فیہ لشرط التقاطر اور غسل میں صحیح ہے ایک عضو کا پانی دوسرے عضو پر لے جانا بشرط ٹپکنے کے م یعنی نقل میں یہ شرط ہے کہ دوسرے عضو پر جا کر ٹپکے تاکہ دھونا اُس کا ثابت ہو نہ چھوڑنا مصنف نے اپنی شرح میں یہ مسئلہ تقاطر کی شرط کے ساتھ فوائد ناجیہ سے نقل کیا ہے لا فی الوضوء لما مر ان البدن کلہ کعضو واحد نقل کرنا ایک عضو کا پانی دوسرے عضو کے واسطے وضو میں صحیح نہیں اس واسطے کہ یہ مذکور ہو گیا ہے کہ غسل میں تمام بدن ایک عضو کے مانند ہے یعنی برخلاف وضو کے کہ اُس میں چار عضو جدا جدا ہیں وفرض الغسل عند خروج منی من العضو اور غسل فرض کیا گیا ہے نزدیک نکلنے منی کے عضو سے یعنی ذکر اور فرج سے والا فلا یفرض التفاتًا لانہ فی حکم الباطن اور اگر منی عضو سے باہر نہ نکلی تو بالاتفاق غسل مفروض نہیں اس واسطے کہ وہ باطن اور داخل کے حکم میں ہے یعنی شرع میں اُس کا اعتبار نہیں جیسے بدن کے اندر کی نجاست کا اعتبار نہیں جنابت ثابت ہوتی ہے دو سبب سے ایک منفصل ہونے منی کے شہوت سے دوسرے

Marfat.com

اوخال سے آدمی کی شرمگاہ میں کذانی الخانیہ منفصل عن مقرہ ہو صلب الرجل وترائب المرأۃ وہ منی جو جدا ہوئی اپنے ٹھکانے سے وہ یعنی منی کی قرارگاہ مرد کی پیٹھ ہے اور عورت کی چھاتی کی ہڈیاں ومنیہا ابیض اور مرد کی منی سفید ہے یعنی اور گاڑھی جس کے نکلنے سے آلہ سست ہوجاتا ہے ومنیہا اصفر اور عورت کی منی زرد ہے یعنی اور پتلی فلو اغتسلت فخرج منہا منی ان کان منیہا اعادت الغسل لا الصلوۃ والا لا تو اگر عورت نے مرد کی صحبت کے بعد غسل کیا پھر اُس کی شرمگاہ سے منی نکلی تو اگر عورت کی منی ہے یعنی زرد اور رقیق ہے تو غسل کا اعادہ کرے نہ اُس نماز کا جو غسل کے بعد اس منی کے نکلنے سے پہلے پڑھی اور اگر عورت کی منی نہیں بلکہ مرد کی منی سفید اور گاڑھی ہے عورت کی شرمگاہ سے نکلی تو عورت دوسری بار غسل نہ کرے ہم اعادہ غسل کا امام محمدؒ کے معتمد قول پر ہے کیونکہ پہلا غسل ٹوٹ گیا اور اعادہ نماز کا اس واسطے نہیں کہ نماز اُس وقت ادا ہوئی جب کہ منی درحکم باطن کے تھی تو نماز باطل نہ ہوگی نزول منی سے بعد اُس کے کذانی الطحطاوی لشہوۃ ای لذۃ ولو حکما کمتلم غسل فرض ہوتا ہے اُس منی سے جو شہوت یعنی لذت کے ساتھ نکلے اگرچہ لذت حقیقی نہ ہو بلکہ لذت حکمی ہو جیسے خواب دیکھنے والے کی لذت م احتلام والے کو حقیقی لذت نہیں ہوتی کیونکہ اُس کا ادراک مفقود ہے دُرر میں ہے کہ شہوت کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر منی بھاری چیز کے اٹھانے سے اور مانند اُس کے بلا شہوت نکلی تو غسل فرض نہیں خلافا للشافعی ولم یذکر الدفق لیشمل منی المرأۃ لان الدفق فیہ غیر ظاہر اور مصنف نے منی کی صفت میں دفق کا لفظ جو بمعنی اچھلنے اور کودنے کے ہے ذکر نہ کیا تاکہ منی عورت کو بھی شامل رہے اس واسطے کہ اچھل کر منی نکلنا عورت کی منی میں ظاہر نہیں م ہدایہ اور کنز میں دفق مذکور ہے لیکن چونکہ امام رح اور محمدؒ کے نزدیک اصیل سے منی نکلنے میں دفق شرط نہیں اور عورت کی منی میں دفق ظاہر نہیں لہذا مصنف نے عبارت کتب مذکورہ سے عدول کیا مفتی نے اپنی شرح میں ولوالجی سے نقل کیا کہ منی عورت کی دافق نہیں یعنی کود کر نہیں نکلتی اُس کی چھاتی سے شرمگاہ میں اُتر آتی ہے طحطاوی نے کہا کہ اتساع محل وسعت کے سبب سے اُس میں دفق نہیں ہوتا اور اس میں خارج کی طرف دفع کرنے کی قوت نہیں برخلاف مرد کے کہ تنگی محل سے اُس کی منی خارج کی طرف مندفع ہوجاتی ہے و اما اسنادہ الیہ ایضا فی قولہ تعالیٰ خلق من ماء دافق الآیۃ فیحتمل التغلیب اور عورت کی منی کی طرف بھی دفق کی نسبت کرنا حق تعالیٰ کے اس قول میں کہ خلق من ماء دافق الخ سو اُس میں تو صنعت تغلیب کا احتمال ہے م یہ جواب ہے سوال مقدر کا تقریر سوال کی یہ ہے کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوا کہ آدمی بنایا گیا کودنے والے پانی سے جو نکلتا ہے پیٹھ اور چھاتی کے درمیان سے تو معلوم ہوا کہ عورت کی منی میں بھی جنبدگی ہوتی ہے شارح نے اس کا جواب دیا کہ یہاں تغلیب کا احتمال ہے یعنی مرد کی منی کو عورت کی منی پر غالب بھی پایا جو صفت تھی مرد کی منی کی وہ عورت کی منی پر بھی ثابت کی اور پانی سے مراد مرد اور عورت کی ملی جلی منی ہے اور حلبی محشی نے دوسرا جواب یوں دیا کہ دفق سے مراد اُترنا ہے منی کا اپنے مکان سے اور نزول بلاشک دونوں کی منی میں ثابت ہے فالمستدل بہا کالقہستانی تبعا لاخی چلپی غیر مصیب تامل جب آیت میں تغلیب کا احتمال ہوا تو دلیل لانے والا عورت کی منی کے دافق ہونے پر اس آیت سے چنانچہ قہستانی شارح نقایہ نے استدلال کیا اخی چلپی کی پیروی کر کے ٹھیک بات پر نہیں اس کو غور کر لے م اس واسطے کہ جب دلیل میں داخل ہوا احتمال تو ساقط ہوا استدلال تامل کی وجہ[1] شاید یہ ہے کہ استدلال ہوتا ہے امر ظاہر پر اور تغلیب خلاف ظاہر ہے ولانہ لیس بشرط عندہما خلافا للثانی ولذا قال وان لم یخرج من رأس الذکر بہا اور مصنف نے اس واسطے دفق کا لفظ مذکور نہ کیا کہ دفق امامؒ اور محمدؒ کے نزدیک شرط نہیں برخلاف ابو یوسفؒ کے اور اسی واسطے مصنف نے کہا اگرچہ منی سر ذکر سے شہوت کے ساتھ نہ نکلی یعنی اپنی قرارگاہ سے منفصل ہوتے شہوت شرط ہے گو اصیل سے نکلنے کے وقت شہوت نہ رہی ہو م دریافت کرنا چاہیے کہ دفق مصدر ہے متعدی اور گا ہے لازم بھی آتا ہے کذانی المنح تو متعدی بمعنی دفع بشدت ہے اور بایں معنی طرفین کے نزدیک سر ذکر سے نکلنے کے وقت دفق شرط نہیں اور دفق لازم بمعنی دفوق یعنی خروج اپنے محل سے یعنی سر ذکر سے تو یہ طرفین اور ابو یوسفؒ سب کے نزدیک شرط ہے یعنی غسل واجب نہ ہوگا جب تک منی سر ذکر سے خارج نہ ہو تو کلام شارح میں دفق متعدی کی نفی ہے نہ دفق لازم کی کذانی الطحطاوی وشرط ابو یوسف اور سر ذکر سے نکلنے کے وقت دفق اور شہوت کو ابو یوسفؒ نے شرط کہا ہے م اور منشا اختلاف کا

[1] شامی میں ہے کہ عبدالرزاق نے وجہ تامل یہ بیان کی کہ عورت کی منی کودنے کو عند ظاہر کرنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ کودنا کسی قدر اس میں بھی ہے گو مرد کے برابر نہیں ۱۲

Marfat.com

ظاہر ہوتا ہے چند مواضع میں چنانچہ ایک شخص کو احتلام ہوا اور اُس نے ذکر کو دبایا یہاں تک کہ شہوت ٹھہر گئی پھر بدون شہوت کے منی نکلی تو طرفین کے نزدیک غسل واجب ہے نہ ابو یوسفؒ کے نزدیک یا شہوت سے نظر کی اور منی اپنے محل سے منفصل ہوئی پھر اُس نے ذکر کو دبایا کہ شہوت جاتی رہی پھر بدون شہوت کے منی نکلی یا غسل کیا پیشاب کرنے یا سونے سے پہلے پھر باقی منی بدون شہوت کے نکلی تو طرفین کے نزدیک دوسرا غسل واجب ہے نہ ابو یوسفؒ کے نزدیک ولقولہ لفتیا فی ضیف خاف ریبۃ او استحیی کما فی المستصفیٰ اور ابو یوسفؒ کے قول پر فتویٰ دیا جاتا ہے اُس مہمان کے حق میں کہ ڈرا تہمت اور بدگمانی سے یا شرمایا چنانچہ مستصفیٰ میں ہے م یعنی مہمان کو احتلام ہوا اور اُس نے سر ذکر کو دبایا اور شہوت زائل ہونے کے بعد منی خارج ہوئی یہ حرکت بدگمانی کے ڈر سے کی کہ میزبان کو شبہ نہ پڑے تو بموجب فتویٰ غسل اُس پر واجب نہیں اور مہمان کی قید سے معلوم ہوا کہ اس کے سوائے میں طرفین کے قول پر فتویٰ ہے چنانچہ بحر الرائق میں سراج سے مصرح ہے وفی القہستانی و التاتارخانیۃ معزیا للنوازل ولقول ابی یوسف ناخذ لانہ ایسر علی المسلمین قلت ولا سیما فی الشتاء والسفر اور قہستانی اور فتاویٰ تاتارخانیہ میں نوازل سے منقول ہے کہ ابو یوسفؒ کے قول کو ہم لیتے ہیں اس واسطے کہ وہ مسلمانوں پر آسان تر ہے میں کہتا ہوں خصوصاً موسم سرما اور سفر میں م یعنی ابو یوسفؒ کا قول مطلقاً ماخوذ ہے گذشتہ نمازوں میں اور آئندہ میں اور منصوری شرح مسعودی میں یوں ہے کہ ابو یوسفؒ کے قول پر فتویٰ ہے گذشتہ نمازوں میں جو بدگمانی کے خوف سے پڑھیں اور طرفین کے قول پر فتویٰ ہے صلوات مستقبلہ میں کیونکہ اُن میں تہمت کا خوف نہیں الحاصل دونوں قول کی تصحیح واقع ہوئی ہے کذا فی الطحطاوی وفی الخانیۃ خرج منیٌ بعد البول وذکرہ منتشرٌ لزمہ الغسل قال فی البحر محملہ ان وجد الشہوۃ وہو تقیید قولہم بعدم الغسل بخروجہ بعد البول اور خانیہ میں ہے کہ منی نکلی پیشاب کرنے کے بعد اور حالانکہ اُس کا ذکر استادہ ہے تو غسل کرنا اُس پر لازم ہوا بحر الرائق میں کہا کہ یہ مسئلہ اُس صورت پر محمول ہے جو استادگی کے ساتھ شہوت بھی پائی جاوے اور وہ یعنی استادگی شہوت کے ساتھ مقید کرنا ہے فقہا کے اس مطلق قول کو کہ پیشاب کے بعد منی کے نکلنے سے غسل لازم نہیں م کتب فقہ میں مصرح ہے کہ بول یا نوم یا مستی کثیر کے بعد اگر منی نکلی تو غسل واجب نہیں تو عدم غسل کا اطلاق مقید عدم انتشار اور شہوت کے ساتھ ہے صاحب بحر نے کہا اور اس پر دلیل تجنیس کی یہ تعلیل ہے کہ حالت استادگی میں خروج اور انفصال دونوں پائے گئے بطریق دنق اور شہوت کے کذا فی الطحطاوی وعند ایلاج حشفۃ ہی ما فوق ختانِ آدمیٍ احترازٌ عن البہمی یعنی اذا لم تنزل واذا لم یظہر لہا فی صورۃ الآدمی کما فی البحر اور غسل مفروض ہے آدمی کے تمام حشفہ داخل کرنے کے وقت آلۂ تناسل میں حشفہ اُس کا نام ہے جو ختنہ کرنے کے مقام سے اوپر ہے جسکو سپاری کہتے ہیں آدمی کا حشفہ کہنا احتراز ہے جن کے حشفہ سے یعنی اگر جن عورت سے جماع کرے اور اُس کے سامنے آدمی کی صورت پر ظاہر نہ ہوا در حالیکہ عورت کو انزال نہ ہو چنانچہ بحر الرائق میں ہے تو عورت پر غسل نہیں م جب عورت نے کہا کہ میرے ساتھ ایک جن ہے خواب میں آتا ہے بارہا اور مجھ کو وہ لذت حاصل ہوتی ہے جو میرے زوج کے جماع سے حاصل ہوتی ہے تو اُس پر غسل نہیں بدون انزال کے اور اگر انزال ہوا تو غسل واجب ہے گویا وہ احتلام ہے اور اگر جن آدمی کی صورت پر ظاہر ہوا تو فقط ادخال حشفہ سے غسل واجب ہوگا انزال ہو یا نہ ہو اس واسطے کہ مدار احکام کا ظاہر پر ہے کذا فی البحر او ایلاج قدر ہا من مقطوعہا یا وقت داخل کرنے بقدر حشفہ کے اس شخص سے جس کا حشفہ کٹا ہے دلو لم یبق منہ قدرہا قال فی الاشباہ لم یتعلق بہ حکم ولم ارہ اور جو بقدر حشفہ کے ذکر سے باقی نہ رہا اشباہ میں کہا کہ کوئی حکم اس کے ساتھ متعلق نہ رہا اور میں نے اُس کو کسی کتاب میں نہیں دیکھا م یعنی جو احکام کہ حشفہ داخل کرنے سے تعلق رکھتے ہیں چنانچہ وجوب غسل اور حلال ہونا مطلقہ کا اور جماع کی قسم میں حانث ہونا یا نہ ہونا اس صورت میں باقی نہ رہے سید علی مقدسی نے کہا کہ قدر حشفہ کی تقیید کے مفہوم سے یہ نکلتا ہے کہ اُس کے ساتھ کچھ حکم متعلق نہ رہا اور عند السوال اسی کا فتویٰ دیا جائے کذا فی الطحطاوی فی احد سبیلی آدمیٍ حیٍّ یجامع مثلہ سیجیٍ محترزہ غسل فرض ہوتا ہے حشفہ داخل کرنے سے ایک راہ میں دو راہوں سے کہ قبل اور دبر ہے اُس زندہ آدمی کی کہ دلیسی کا جماع ہو سکتا ہے اور قیود ثلثہ میں سے ہر قید کا محترز آگے آوے گا یعنی آدمی کی قید سے جانور سے احتراز ہوا اور زندہ کی قید سے مردہ نکل گیا اور قابل جماع کی قید سے صغیر غیر قابل جماع خارج ہوا م اور بمجرد غائب ہونے حشفہ بدون انزال کے غسل کے واجب ہونے پر بہت احادیث دلیل ہیں از انجملہ ابو ہریرہؓ کی حدیث ہے صحیح بخاری اور مسلم میں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مرد بیٹھا عورت کی چار شاخوں میں اور چھوا ایک ختان یعنی ختنہ گاہ نے دوسرے ختان کو

Marfat.com

تو البتہ غسل واجب ہوگیا مسلم کی روایت میں اتنا زیادہ ہے اگرچہ اُس کو انزال نہ ہوا ہو اور یہ جو مسلم کی حدیث ہے کہ انما الماء من الماء سو احتلام پر محمول ہے چنانچہ جامع ترمذی میں عبداللہ بن عباسؓ سے تصریح مروی ہے کذا فی العینی علیہما ای الفاعل والمفعول لو کانا مکلفین دونوں پر غسل فرض ہے یعنی فاعل اور مفعول پر بشرطیکہ فاعل اور مفعول دونوں مکلف ہوں یعنی عاقل بالغ مسلمان ہوں ولو احدہما مکلفًا فعلیہ فقط اور اگر دونوں میں سے ایک مکلف ہو یعنی دوسرا صغیر یا مجنون تو صرف مکلف پر غسل واجب ہے دون المراہق لکن یمنع من الصلوٰۃ حتی یغتسل غسل فرض نہیں مراہق پر لیکن وہ نماز پڑھنے سے روکا جائے گا یہاں تک کہ نہا ڈالے م مراہق وہ صغیر ہے کہ ہنوز بالغ نہیں قریب احتلام ہے دیؤمر بہ ابن عشر تادیبا اور دس برس کے لڑکے کو غسل کرنے کا امر کیا جائے ادب سکھانے کو تا طہارت کی اُس کو عادت ہو جیسے نماز کا اُس کو امر کیا جاتا ہے م دس برس کے صغیر نے جماع کیا عورت بالغہ کا تو عورت پر غسل ہے صغیر پر نہیں لیکن عادت پڑنے کے واسطے اُس کو غسل کرنے کا امر ہوگا کذا فی العالمگیریۃ عن المحیط وان وصلیۃ لم ینزل منیًا بالاجماع ادخال حشفہ سے مکلف پر غسل فرض ہے بالاجماع اگرچہ اُس نے منی نہیں ٹپکائی م عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ یہی مذہب ہے ہمارے علماء کا اور یہی صحیح ہے چنانچہ فتاوی قاضی خاں میں ہے یعنی لونی دبر غیرہ امانی دبر نفسہ فرجح فی النہر عدم الوجوب الا بالانزال یعنی دبر میں حشفہ داخل کرنے سے اُس وقت غسل فرض ہوتا ہے کہ غیر شخص کی دبر میں داخل کرے اور اگر اپنی دبر میں حشفہ داخل کیا سو نہر الفائق میں عدم وجوب غسل کو ترجیح دی ہے بدون انزال کے م نہر الفائق میں کہا کہ اعتماد کے لائق عدم وجوب ہے مگر بانزال اس واسطے کہ وہ اولیٰ ہے صغیرہ اور میتہ سے تصور لذت میں ولا یرد الخنثی المشکل فانہ لا غسل علیہ بایلاجہ فی قبل او دبر ولا علی من جامعہ الا بالانزال لان الکلام فی حشفۃ وسبیلین محققین اور مصنف پر خنثی مشکل کا اعتراض وارد نہیں ہوتا اس واسطے کہ اُس پر غسل واجب نہیں حشفہ داخل کرنے سے قبل یا دبر میں اور نہ اُس شخص پر جو خنثی مشکل سے جماع کرے مگر انزال سے البتہ غسل ہے اس واسطے کہ مصنف کا کلام حشفہ واقعی اور اُس قبل اور دبر میں ہے جو بلا شبہہ محقق اور ثابت ہیں م یعنی مصنف کے اس قول پر کہ حشفہ داخل کرنے سے احد السبیلین میں مکلف پر غسل واجب ہوتا ہے خنثی مشکل کے فاعل اور مفعول ہونے سے عدم وجوب غسل کا اعتراض وارد نہ ہوگا اس واسطے کہ خنثی مشکل کا حشفہ اور فرج مشکوک الوجود ہے اور مصنف کا کلام متحقق الوجود میں ہے اس کے فاعل ہونے میں غسل اس واسطے واجب نہیں کہ شاید وہ عورت ہو اور اُس کا ذکر عضو زائد ہو تو اُس کا داخل کرنا بمنزلہ اُنگلی داخل کرنے کے ہوا اور اسی طرح دوسرے خنثی کی فرج میں اگر اُس نے داخل کیا تو غسل دونوں پر نہیں کہ شاید دونوں مرد ہوں اور دونوں فرجیں زائد ہوں اور خنثی مشکل کے مفعول ہونے میں غسل نہیں کہ شاید وہ مرد ہو اور اُس کی فرج بمنزلہ زخم کے ہو اور فرج کی تقیید سے معلوم ہوگیا کہ خنثی مشکل کی دبر میں اگر ذکر واقعی کا ادخال ہوگا تو فاعل اور مفعول دونوں پر غسل واجب ہوگا اور سبیلین سے مراد ذکر اور فرج ہے اس واسطے کہ دبر خنثی مشکل کی ثابت الوجود ہے بلا شک تو اگر شارح یوں کہتا لان الکلام فی حشفۃ وفرج محققین تو بہتر ہوتا کذا فی الطحطاوی وعند رویۃ مستیقظ خرج رویۃ السکران والمغمیٰ علیہ المذی منیًا او مذیا وان لم یتذکر الاحتلام اور غسل فرض ہے نزدیک دیکھنے مستیقظ یعنی سو کر جاگنے والے کے منی کو یا مذی کو بدن پر یا کپڑے پر اگرچہ احتلام ہونا اُس کو یاد نہ ہو شارح نے کہا مستیقظ کی قید سے متوالے اور غشی والے کی مذی کا دیکھنا نکل گیا م یعنی اگر بعد ہوشیار ہونے کے متوالا یا صاحب غشی مذی دیکھے گا تو دونوں پر غسل نہیں برخلاف مستیقظ کے وجہ فرق یہ ہے کہ نیند مظنہ ہے احتلام کا راحت پانے کے سبب سے تو مذی کا دیکھنا منی پر محمول ہوگا احتیاط کی راہ سے کہ شاید ہوا کی گرمی یا غذا کے سبب سے منی پتلی ہوگئی اور متوالے اور صاحب غشی میں یہ سبب متحقق نہیں یعنی مستی اور غشی راحت کا سبب نہیں مذی کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر مست یا بیہوش بعد افاقہ منی دیکھیں گے تو بالاتفاق غسل واجب ہوگا معلوم کرنا چاہیے کہ مستیقظ کا مسئلہ بارہ[۱۲] صورتوں

---

[۱] یعنی پانی پانی سے ہے یہ غرض کہ غسل انزال سے ہوتا ہے [۲] اس لیے کہ کلام سر ذکر اور فرج ثابت الوجود میں ہے وجہ اولویت یہ ہے کہ اس میں دبر داخل نہ رہے ۱۲ [۳] مترجم اوّل نے دس صورتوں کا حکم بیان کیا یعنی چھ صورتوں میں غسل باتفاق واجب ہے اور چار میں باتفاق واجب نہیں اور دو صورتوں کو چھوڑ دیا وہ یہ ہیں کہ شک ہو منی اور مذی میں یا منی اور ودی میں اور احتلام یاد ہو تو ان دونوں کا حکم یہ ہے کہ طرفین کے نزدیک غسل واجب ہے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک واجب نہیں اور حاشیہ شامی میں دو صورتیں اور زیادہ کی ہیں یعنی شک ہو تینوں چیزوں میں اور احتلام یاد ہو یا زائل ہو تو یاد ہونے کی صورت میں غسل واجب ہے باتفاق اور زائل ہونے کی صورت میں طرفین کے نزدیک واجب ہے ابو یوسف رح کے نزدیک نہیں ۱۲

Marfat.com

کا محتمل ہے اس واسطے کہ یا اُس کو یقین ہے کہ وہ منی یا مذی یا ودی ہے یا اُس کو شک ہے منی اور مذی میں یا منی اور ودی میں یا مذی اور ودی میں اور ان چھ صورتوں میں سے ہر صورت کے ساتھ احتلام یاد ہے یا نہیں تو غسل واجب ہے بالاتفاق جب منی کا یقین ہوا احتلام یاد ہو یا نہ ہو یا مذی کا یقین ہو احتلام کے یاد ہونے کے ساتھ یا شک ہے منی یا مذی میں یا منی یا ودی میں اور احتلام یاد ہے ان تینوں صورتوں میں بھی غسل واجب ہے اور جب کہ ودی کا یقین ہو تو غسل واجب نہیں احتلام یاد ہو یا نہ ہو یا شک ہے مذی یا ودی میں اور احتلام یاد نہیں یقین ہے مذی کا اور احتلام یاد نہیں اور مصنف نے ان صورتوں میں سے چار صورتوں کو ذکر کیا اس لیے کہ جمیع جزئیات کا بیان کرنا لازم نہیں علی الخصوص نادرۃ الوجود کا کذا فی الطحطاوی مختصراً مذی سفید پتلا پانی ہے جو حالت انتشار میں عورت کی ملاعبت کے ساتھ نکلتا ہے اور ودی گاڑھا پانی سفید ہے جو پیشاب کے بعد اور غسل جماعی کے بعد خارج ہوتا ہے احتلام لغت میں خواب دیکھنے کو کہتے ہیں اور استعمال میں خواب جماعی کو بولتے ہیں جس کے ساتھ اکثر انزال منی کا ہوتا ہے الا اذا علم انہ مذی او شک انہ مذی او ودی او کان ذکرہ منتشراً قبیل النوم فلا غسل علیہ اتفاقاً مگر جب کہ مستیقظ کو بالیقین معلوم ہو کہ وہ مذی ہے بشرطیکہ احتلام یاد نہ ہو کذا فی الطحطاوی یا اُس کو شک ہے کہ وہ رطوبت مذی یا ودی ہے یا اُس کا ذکر استادہ تھا سونے سے پہلے تو اُس پر غسل نہیں باتفاق طرفین اور ابو یوسف رحمہ اللہ کے ہم اس واسطے کہ اگر ذکر منتشر تھا سونے سے پہلے تو جو رطوبت پائی گئی جاگنے کے بعد تو وہ اسی استادگی کے آثار سے ہوگی تو اس پر غسل لازم نہ آوے گا لیکن اگر اُس کو منی ہونے کا گمان غالب ہوگا تو غسل لازم آوے گا اور اگر سونے کے وقت اُس کا ذکر ساکن یعنی استادہ نہ ہوگا تو اس رطوبت کو منی قرار دیویں گے اور اُس کو غسل کرنا لازم ہوگا شمس الائمہ حلوائی نے کہا یہ مسئلہ اکثر واقع ہوتا ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں تو اس کا یاد رکھنا ضرور ہوا کذا فی الخانیۃ کالودی جیسے ودی کے دیکھنے میں غسل نہیں باتفاق احتلام یاد ہو یا نہ ہو لکن فی الجواہر الا اذا نام مضطجعاً او تیقن انہ منی او تذکر حلماً فعلیہ الغسل والناس عنہ غافلون لیکن جواہر زواہر حاشیہ اشباہ و نظائر میں یہ ہے کہ انتشار قبل النوم میں غسل نہیں مگر جب کہ وہ شخص کروٹ پر سویا یا اُس کو منی ہونے کا یقین ہوگیا یا اس کو احتلام یاد پڑا اور حالانکہ اُس کو منی یا مذی کے ہونے میں شک واقع ہے کذا فی الطحطاوی تو ان تینوں صورتوں میں اُس پر غسل واجب ہے اور لوگ اس مسئلہ سے غافل ہیں لا یفرض ان تذکر ولو مع اللذۃ والانزال ولم یر علی رأس الذکر بللاً اجماعاً غسل فرض نہیں باتفاق اگر احتلام یاد ہے اگرچہ لذت اور انزال کے ساتھ خواب یاد ہو اور حالانکہ اُس نے سر ذکر پر رطوبت کو نہیں دیکھا م اتفاق سے مراد یہاں شیخین اور محمد رح کا اتفاق ہے اور خلاف نہیں مگر عورت میں کذا فی الطحطاوی سر ذکر کی قید اتفاقی ہے تو یہی حکم ہے اگر کپڑے وغیرہ پر رطوبت کو نہ دیکھے گا وکذا المرأۃ مثل الرجل علی المذہب اور اسی طرح عورت کا حکم ہے مرد کے مانند بنا بر معتمد مذہب کے یعنی بدون دیکھنے رطوبت کے احتلام یاد ہونے سے عورت پر غسل نہیں جیسے مرد پر غسل نہیں طحطاوی نے کہا یہی مذہب معتمد ہے سب کے نزدیک اور وہ جو محمد رح سے روایت ہے عورت کے وجوب غسل کی وہ اعتماد کے لائق نہیں شمس الائمہ حلوائی نے کہا کہ ہم اس روایت کو نہیں لیتے ہیں انتہی مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور اس مسئلہ کی دلیل وہ حدیث ہے جو بخاری اور مسلم میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ام سلیم ابو طلحہ کی عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا کہ مجھ کو احتلام ہوا یا رسول اللہ حق تعالیٰ شرم نہیں کرتا حق سے کیا عورت پر غسل ہے جب کہ اُس کو احتلام ہو فرمایا کہ جب کہ وہ پانی کو دیکھے یعنی جب منی نظر آوے نووی نے شرح مہذب میں اس پر اجماع نقل کیا ہے اگر کوئی کہے کہ تمہارے مذہب میں مفہوم شرط کا معتبر نہیں ہم جواب دیں گے کہ حکم غسل کا معلق بشرط ہے تو غسل کا حکم منعدم ہوا عدم اصلی سے اور یہ نہیں کہ عدم شرط کو عدم حکم میں اثر ہے انتہی ما فی النہر ملخصاً ولو وجد بین الزوجین ماء ولا تمیز ولا تذکر ولا نام قبلهما غیرهما اغتسلا اور اگر درمیان زوجہ اور زوج کے پانی یعنی منی یا مذی پائی گئی یعنی بستر پر ننگے سوتے تھے جب بیدار ہوئے تو بستر پر منی یا مذی پائی اور تمیز کی کوئی وجہ نہیں جس سے مرد یا عورت کی منی ممتاز ہو اور نہ دونوں کو احتلام یاد ہے اور نہ اُن دونوں سے پہلے کوئی اور شخص اُس بستر پر سویا تھا تو دونوں پر نہانا واجب ہے احتیاطاً کذا فی الخانیہ وجہ تمیز کی یہ ہے کہ مرد کی منی سفید اور گاڑھی ہوتی ہے اور عورت کی منی پتلی اور زرد اور مرد کی منی طول میں واقع ہوتی ہے اور عورت کی عرض میں تو جس کی علامت پائی جاوے اُس پر غسل لازم ہوگا

Marfat.com

اور جس کو احتلام یاد ہوگا اُس پر غسل لازم ہوگا اور جو اس بستر پر اول کوئی سویا ہوگا اور منی خشک ہوگی تو ظاہر اگر کسی پر زوجین سے غسل واجب نہ ہوگا کذا فی البحر بخلاف ولج حشفۃ او قدرہا ملفوفۃ بخرقۃ ان وجد لذۃ الجماع وجب الغسل والا لا علی الاصح والاحوط الوجوب حشفہ کپڑے میں لپیٹا ہوا قبل یا دُبر میں داخل کیا یا بقدر حشفہ مقطوع الحشفہ نے اسی طرح داخل کیا اگر لذت جماع کی پائی تو نہانا واجب ہوا کذا فی المنح اور اگر لذت اور گرمی نہیں پائی تو غسل واجب نہیں بنابر اصح قول کے اور زیادہ تر احتیاط ہے غسل کے واجب ہونے میں دونوں صورتوں میں لذت حاصل ہو یا نہ ہو کذا فی البحر وعند انقطاع حیض ونفاس ہذا وما قبلہ من اضافۃ الحکم الی الشرط ای یجب عندہ لا بہ بل لوجوب الصلوۃ او ارادۃ ما لا یحل کما مر اور غسل فرض ہے حیض ونفاس کے منقطع ہونے کے وقت شارح نے کہا یہ یعنی انقطاع حیض ونفاس اور جو اس سے پہلے مذکور ہو چکا یعنی خروج منی اور ادخال حشفہ اور رویت مستیقظ وہ من قبیل نسبت کرنے حکم کے ہے طرف شرط کے یعنی غسل واجب ہے خروج منی اور ادخال حشفہ اور رویت مستیقظ اور انقطاع حیض اور نفاس کے اوقات میں نہ ان اشیاء کے سبب سے بلکہ غسل واجب ہے بسبب واجب ہونے نماز کے یا بسبب ارادہ کرنے اُس فعل کے جو بدون غسل کے حلال نہیں چنانچہ تلاوت قرآن مثلاً جیسا کہ مسائل وضو میں گذر گیا ہم یعنی فقہ کی جن کتابوں میں خروج منی وغیرہ کو غسل کا سبب کہا ہے تو وہاں حکم کو شرط کی طرف نسبت کیا ہے کیونکہ امور مذکورہ سبب غسل کے نہیں ہیں بلکہ غسل کی شروط ہیں اور غسل کا سبب تو فی الحقیقۃ وجوب صلوۃ ہے یا ارادۃ تلاوت قرآن مثلاً لا عند مذی ووذی غسل فرض نہیں مذی اور ودی کے نکلنے کے وقت اور مستیقظ کو جو مذی کے دیکھنے سے غسل لازم ہوتا ہے تو اس احتمال سے کہ بدن کی یا ہوا کی گرمی سے منی رقیق ہو گئی بل الوضوء منہ ومن البول جمیعاً علی الظاہر بلکہ وضو لازم ہے ودی اور بول دونوں سے بنابر ظاہر الروایۃ کے م اور اس کا نظیر رعاف بعد البول ہے یا بول بعد الرعاف تو اگر قسم کھائی وضو نہ کرے گا رعاف سے پھر اُس کو رعاف ہوئی پھر پیشاب کیا یا اس کے بالعکس تو وضو دونوں سے ثابت ہوگا اور وہ شخص حانث ہوگا اگر کوئی کہے کہ کیا فائدہ ہے ودی سے وضو کے واجب کہنے میں اور حالانکہ بول سابق سے تو وضو واجب ہو گیا اس کے پانچ جواب بحر الرائق میں مذکور ہیں از انجملہ ایک جواب یہ ہے کہ جس کو سلس البول کی بیماری ہو تو اُس کا وضو ودی سے ٹوٹے گا نہ پیشاب سے اور از انجملہ یہ ہے کہ جس نے وضو کیا بعد بول کے ودی نکلنے سے پہلے تو اب ودی سے وضو واجب ہوگا (پیشاب جاری رہنا ۱۲) اور از آں جملہ وہ جواب ہے جو شارح نے ذکر کیا کذا فی الطحطاوی مختصراً ولا عند ادخال اصبع ونحوہ کذکر غیر آدمی وذکر خنثیٰ او میت وصبی لا تشتہی وما یصنع من نحو خشب فی الدبر او القبل علی المختار اور فرض نہیں نہانا وقت داخل کرنے انگلی اور اُس کے مانند کے چنانچہ آدمی کے سوا کسی جانور کا ذکر اور خنثیٰ اور میت اور اُس صغیر کا ذکر جس کو شہوت نہیں ہوتی اور جو چیز آلت کے مانند بنائی جاتی ہے لکڑی وغیرہ سے یعنی بدکار عورتیں شہوت رانی کے واسطے بناتی ہیں جس کو اہل ہند سبورا کہتے ہیں تو ان اشیاء کے قبل یا دُبر میں داخل کرنے سے غسل لازم نہیں بنابر قول مختار کے م دُبر میں تو ترجیح متفق ہے مگر قبل میں ترجیح مختلف ہے اس واسطے کہ شیخ الاسلام ابو سعود نے نوح افندی کے کلام سے نقل کیا ہے کہ ادخال قبل میں وجوب غسل کا مختار ہے جب کہ عورت شہوت رانی کا قصد کرے یعنی بدون انزال کے بھی غسل واجب ہے اس واسطے کہ عورتوں میں شہوت غالب ہوتی ہے تو سبب کو مقام مسبب کے قائم کیا کذا فی الطحطاوی لنفسہا ولا عند ادخل بہیمۃ او میتۃ او صغیرۃ غیر مشتہاۃ اور فرض نہیں نہانا زندہ یا مردہ جانور کے جماع سے اور نہ اُس صغیرہ کے جماع سے جو شہوت کے لائق نہیں م یہ محترز ہے اُس قول سابق کا کہ زندہ آدمی قابل شہوت کے اور السبیلین میں ادخال حشفہ سے نہانا فرض ہوتا ہے زندہ آدمی کی قید سے جانور زندہ اور مردہ نکل گیا اور قابل کے قید سے صغیرہ غیر مشتہاۃ خارج ہو گئی بان تعیبر مفضاۃ بالو طی صغیرہ غیر مشتہاۃ یعنی قابل شہوت نہ ہونا اس طرح پر ہے کہ جماع کرنے سے درمیان کا پردہ پھٹ کر دونوں راہیں یعنی قبل اور دُبر ایک ہو جاویں وان غابت الحشفۃ بجانور وغیرہ کے جماع سے غسل نہیں اگرچہ حشفہ اندر چھپ جاوے ولا ینتقض الوضوء ویلزم الاغسل الذکر قہستانی عن المنظم

ملہ اور ادائے جملہ یہ ہے کہ یہ اعتراض اس صورت میں ہے کہ ودی کی تعریف یہی ہو کہ بعد پیشاب کے نکلے اور اگر یہ ہو کہ ودی وہ ہے جو بعد پیشاب کے نکلے یا غسل جمائی کے بعد تو اس سے اعتراض ہی نہیں رہتا ۱۲

Marfat.com

اور ایسے جماع سے وضو نہیں ٹوٹتا تو سوائے آلت دھوڈالنے کے کوئی چیز لازم نہیں آتی ایسا نقل کیا ہے قہستانی نے نظم سے وصحیح ان رطوبۃ الفرج طاہرۃ عندہ فتنبہ اور آگے آوے گا کہ رطوبت فرج کی پاک ہے امام کے نزدیک تو ہوشیار ہو جا کہ جماع صغیرہ غیر مشتہاۃ کے جماع سے آلت کا دھونا صاحبین کے قول پر ہے نہ امام کے قول پر اور یہ اختلاف فرج داخل میں ہے اس واسطے کہ فرج خارج کی رطوبت بالاتفاق طاہر ہے اس دلیل سے کہ امام اور صاحبین کے نزدیک اس کا دھونا وضو میں سنت ہے اور اگر نجس ہوتی صاحبین کے نزدیک تو دھونا فرض ہوتا کذا فی الحلبی بلا انزال لفقور الشہوۃ اشیاء مذکورہ میں بدون انزال کے غسل لازم نہیں لذت کے ناقص ہونے کی وجہ سے م یہ علت ہے اشیاء ماتقدم کی عدم وجوب غسل کی یعنی لذت کامل ہوتی ہے مرغوب بالطبع کے جماع سے یا انزال سے پھر جب محل مرغوب نہ ہوا تو بدون انزال کے کمال لذت نہیں اما بہ فیحال علیہ اور انزال ہونے کے ساتھ تو غسل کا واجب ہونا انزال ہی پر حوالہ کیا جائے گا یعنی اس وقت میں انزال ہی منظور الیہ اور مقصود فی الوجوب ہوگا جیسے محال علیہ[1] مقصود بالمطالبہ ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی کما لا غسل لواتی عذرا ولم یزل عذرتہا بضم فسکون البکارۃ فانہا تمنع التقاء الختانین الا اذا جلت لانزالہا وتعید ما صلت قبل الغسل کذا قالوا چنانچہ غسل لازم نہیں جو باکرہ سے جماع کیا اور اُس کی بکارت قائم رہی اس واسطے کہ بکارت مرد اور عورت کے ختنہ گاہوں کے ملنے سے یعنی فرج میں دخول حشفہ سے مانع ہے مگر جب کہ باکرہ اس وطی سے حاملہ ہو گئی تو غسل لازم ہوگا عورت کے انزال ہونے کی وجہ سے یعنی اس واسطے کہ بدون انزال جانبین کے حمل متحقق نہیں ہوتا اور باکرہ بعد حمل کے ان نمازوں کو پھر پڑھے جو غسل کرنے سے پہلے پڑھ چکی ایسا کہا ہے علماء مذہب نے شارح نے کہا عذرہ بضم عین وسکون ذال معجمہ عبارت ہے بکارت سے م اعادہ نماز کی یہ وجہ ہے کہ حمل کے بعد ظاہر ہو گیا کہ اُس نے بدون طہارت کے نماز پڑھی وفیہ نظر لان خروج منیہا من فرجہا الداخل شرط لوجوب الغسل علی المفتی بہ ولم یوجد قالہ الحلبی اور قول مذکورہ کے وجوب غسل میں اعتراض ہے اس واسطے کہ عورت کی منی کا نکلنا فرج داخل سے وجوب غسل کی شرط ہے بنا بر قول مفتی بہ کے اور وہ یہاں پایا نہیں گیا ایسا کہا حلبی نے م یعنی جب کہ خروج منی کا نہ ہوا تو اُس پر غسل واجب نہیں اگرچہ حمل رہ گیا ہو الحاصل باکرہ پر غسل واجب نہیں ہوتا مطلقاً اگرچہ وہ حاملہ ہو جائے اس واسطے کہ قول اصح یہ ہے کہ اُس پر وجوب غسل کا انزال سے اُس وقت ہوتا ہے جب کہ منی فرج داخل سے فرج خارج کی طرف پہنچے اور مرد پر تو غسل لازم ہوگا اس لیے کہ ظہور حمل کا علامت ہے مرد کے انزال کی اگرچہ اُس کو معلوم نہ ہو میں کہتا ہوں اور اعتراض مذکور تمام نہ ہوگا مگر جب کہ بکارت خروج منی کی مانع ہو اور حالانکہ برخلاف اس کے ثابت ہے اس واسطے کہ حیض اسی محل سے خارج ہوتا ہے وتمامہ فی الطحطاوی ویجب ای یفرض علی الاحیاء المسلمین کفایۃ اجماعا ان یغسلوا بالتخفیف المیت المسلم الا الخنثی المشکل فیتیمم اور واجب ہے یعنی فرض ہے زندہ مسلمانوں پر بطور فرض کفایہ اجماع کی دلیل سے یہ کہ نہلاویں مرد مسلمان کو سوائے اُس مردہ کے جو خنثی مشکل ہو تو اس کو غسل نہ دیجیے بلکہ اُس کو غسل کے عوض تیمم کرادے م شارح نے وجوب کی تفسیر فرض کی تا معلوم ہو کہ یہاں وجوب اصطلاحی مراد نہیں جیسے اگلے مسئلے میں بھی وجوب سے فرض مراد ہے مصنف نے اپنی شرح میں فتح القدیر سے نقل کیا کہ یہ فرضیت اجماع سے ثابت ہے اور غسل میت کی صحت میں نیت شرط نہیں ہاں ذمہ مکلفین سے اسقاط فرض کا نہ ہوگا بدون نیت کے تو غریق کو بھی تین بار غسل دینا زندوں پر لازم ہوگا خانیہ میں زندوں پر بھی نیت کو لازم نہیں کہا انتہی شارح نے یغسلوا میں تخفیف کی قید لگائی حالانکہ تخفیف وتشدید دونوں متعدی ہیں کذا فی القاموس تو مترجم کے ذہن ناقص میں آتا ہے کہ بالتخفیف کا لفظ بعد لفظ میت[2] کے ہوگا شاید کہ کاتب سے تقدیم واقع ہو گئی اس لیے کہ طحطاوی وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ میت بالتخفیف وہ ہے جو مر گیا اور میت بالتشدید وہ ہے جو زندہ ہے آگے مرے گا کما یجب علی من اسلم جنبا او حائضا اونفسا ولو بعد الانقطاع علی الاصح کما فی الشرنبلالیہ من البرہان وعلہ ابن الکمال بقاء الحدیث الحکمی جیسے واجب یعنی فرض ہے

[1] مدیون اگر اپنے ذمہ کے دین کو کسی شخص پر حوالہ کر دے تو وہ شخص محال علیہ کہلاتا ہے ۱۲ [2] مترجم اول کا وہم ہے اس لیے کہ ہر چند غسل بہ تشدید دونوں متعدی آتے ہیں مگر بہ تشدید نہلانے کے معنی میں نہیں آتا بلکہ جماع کثیر کے معنی میں آتا ہے چنانچہ قاموس میں ہے غسل ضرب فاوجع والمرأۃ جامعہا کثیرا لفعلہا اس لیے شارح نے تخفیف سین کی قید لگائی تاکہ اُس معنی سے احتراز ہو ۱۲

Marfat.com

نہانا اس شخص پر جو مسلمان ہو حالت جنابت یا حیض یا نفاس میں اگرچہ حیض اور نفاس کے موقوف ہو جانے کے بعد اسلام قبول کیا بنا بر صحیح تر قول کے چنانچہ شرنبلالیہ میں برہان سے منقول ہے اور ابن کمال نے وجوب غسل بعد الانقطاع کی دلیل بیان کی ہے حدث حکمی کے باقی رہنے سے یعنی جب کہ حدث باقی رہا تو وہ زائل نہ ہو گا بدون غسل کے او بلغ لا بسن بل بانزال او حیض او ولدت ولم تر دما او اصابت کل بدنہ نجاسۃ او بعضہ وخفی مکانہا یا جوان ہوا آدمی عمر کے حساب سے نہیں بلکہ انزال یا حیض کے آنے سے یا کہ عورت جنبی اور اُس نے خون کو نہ دیکھا یا آدمی کے تمام بدن پر نجاست لگی یا تھوڑے بدن پر نجاست لگی اور نجاست کا مکان مخفی رہا تو ان پانچوں صورتوں میں غسل کرنا لازم ہو گا م اور اگر بلوغ عمر کے حساب سے ہو گا تو غسل واجب نہیں مستحب ہے چنانچہ عنقریب آتا ہے اور بلوغ کی عمر لڑکا ہو یا لڑکی پندرہ برس ہیں اسی قول پر فتویٰ ہے فی الاصح راجع لجمیع غسل لازم ہے صحیح تر قول میں شارح نے کہا اصح ہونا سب پانچوں صورتوں کی طرف راجع ہے وفی التاتارخانیۃ معزیا للعتابیۃ والمختار وجوبہ علی مجنون افاق قلت وہو یخالف مایاتی متنا الآن تامل انہ رأی منیا اور تاتارخانیہ میں عتابیہ کی طرف منسوب ہے کہ قول مختار وجوب غسل کا ہے اس مجنون پر جو ہوش میں آگیا میں کہتا ہوں یہ قول مخالف ہے اس قول کے جو متن میں آوے گا یعنی استحباب غسل کا مگر یہ کہ وجوب غسل کو اس پر محمول کیجیے کہ مجنون نے بعد افاقہ اپنے بدن یا کپڑے پر منی دیکھی اور استحباب کے قول کو عدم رویت پر محمول کیجیے تو اب خلاف باقی نہ رہا وتامل السکران والمغمی علیہ کذلک یراجع اور کیا مست اور صاحب غشی کا حکم اسی طرح مجنون کے مانند ہے ہوشیار ہونے کے بعد کتابوں میں اس کا حکم دیکھنا چاہیے یعنی ہم نے اس کا حکم نہیں دیکھا تو تلاش کرنا چاہیے م بحر الرائق میں مذکور ہے کہ مست جب ہوش میں آیا اور اُس نے مذی کو دیکھا تو اُس پر بالاتفاق غسل نہیں تو اگر مذی نہ دیکھے گا تو بطریق اولیٰ اُس پر غسل لازم نہ ہو گا اور صاحب غشی کو تو خود شارح نے مستحبات میں غرر الاذکار سے نقل کیا ہے کذا فی الطحطاوی والابان اسلم ظاہرا او بلغ بالسن فمندوب اور اگر ویسا نہیں یعنی جنابت یا حیض یا نفاس سے پاک صاف مسلمان ہوا یا عمر کے حساب سے جوان ہوا تو غسل کرنا مستحب ہے فرض نہیں وسن لصلوۃ جمعۃ ولصلوۃ عید ہو الصحیح کما فی غرر الاذکار وغیرہ اور غسل کرنا سنت ہے جمعہ کی نماز کے واسطے اور عید کی نماز کے واسطے یہی قول صحیح ہے چنانچہ غرر الاذکار وغیرہ میں ہے م ابو یوسفؒ کے نزدیک جمعہ کا غسل نماز کے واسطے ہے اور حسن بن زیادؒ کے نزدیک جمعہ کے دن کے واسطے ہے اور ثمرہ اختلاف کا ظاہر ہوتا ہے اُس شخص میں جس نے جمعہ کے دن غسل کیا پھر اُس کا وضو ٹوٹا اور اُس نے وضو کیا اور جمعہ کی نماز پڑھی تو ابو یوسفؒ کے نزدیک سنت ادا نہ ہوئی اور حسن کے نزدیک ادا ہوئی کذا فی المنح وفی الخانیۃ لو اغتسل بعد صلوۃ الجمعۃ لا یعتبر اجماعا اور خانیہ میں ہے کہ اگر بعد نماز جمعہ کے غسل کیا تو وہ غسل معتبر نہیں باتفاق ابو یوسفؒ اور حسن کے م حسن کے نزدیک عدم اعتبار غسل کی یہ وجہ بحر الرائق میں بیان کی کہ غسل اس واسطے مشروع ہوا تا کہ آدمی کے بدن کا میل دور ہو جس سے اجتماع میں تکلیف ہوتی ہے اور یہ بات حاصل نہیں نماز جمعہ کے بعد نہانے سے اور حسن کے نزدیک گو غسل دن کے سبب سے ہے نہ نماز کے سبب سے لیکن یہ شرط ہے کہ غسل نماز سے پہلے ہو اور بعضوں کے نزدیک اتفاقی مذکور کی حکایت صحیح نہیں اس واسطے کہ عینی نے تصریح کی ہے کہ غسل کرنے سے بعد نماز جمعہ کے حسن کے نزدیک سنت ادا ہو گی کذا فی الطحطاوی مختصر اویکفی غسل واحد لعید وجمعۃ اجتمعا مع جنابۃ اور کفایت کرتا ہے ایک بار غسل کرنا اُس عید اور جمعہ کے واسطے جو جنابت کے ساتھ جمع ہوئے م یعنی جمعہ کے دن عید واقع ہوئی اور ایک شخص کو جنابت بھی ہے تو ایک بار نہانا غسل سنت اور غسل فرض سب کو کفایت کرتا ہے کذا فی المنح عن معراج الدرایۃ کما فی الفرضی جنابۃ وحیض جیسے جنابت اور حیض دونوں فرضوں کے واسطے ایک غسل کفایت کرتا ہے اجتماع حیض اور جنابت کی صورت یہ ہے کہ انقطاع حیض کے بعد جماع یا احتلام واقع ہوا ولاجل احرام اور غسل سنت ہے احرام حج یا عمرہ کے واسطے وفی جبل عرفۃ بعد الزوال اور غسل سنت ہے عرفات کے پہاڑ میں دوپہر ڈھلنے کے بعد م شارح نے پہاڑ کا لفظ زیادہ کر کے اشارہ کیا غسل عرفہ اُس وقت سنت ہے جب کہ داخل عرفات ہو ابن امیر حاج نے کہا کہ یہ غسل فقط دن کے واسطے نہیں بلکہ ظاہر وقوف عرفات کے واسطے ہے کذا فی الطحطاوی وندب لمجنون افاق اور غسل کرنا مستحب ہے اُس دیوانہ کے واسطے جو ہوش میں آگیا م غسل تین قسم پر ہے فرض سنت مستحب فرض غسل چھ قسم ہے انزال منی سے بشہوت دوسرے ادخال حشفہ سے تیسرے انقطاع حیض سے چوتھے انقطاع نفاس سے پانچویں غسل میت چھٹے سارے بدن

Marfat.com

میں نجاست لگنے سے یا بعض بدن میں اور نجاست کا مکان مخفی ہو اور غسل سنت ہے واسطے نماز جمعہ کے اور عید کی نماز کے لیے اور احرام کے واسطے اور وقوف عرفات کے لیے اور مستحب غسل کا بیان اب شروع ہوا وکذا المغمیٰ علیہ کما فی عزر الاذکار اور اسی طرح صاحب غشی کا غسل مستحب ہے افاقہ ہونے کے بعد چنانچہ عزر الاذکار میں مذکور ہے وہل السکران کذلک لم ارہ اور کیا مست کا بھی اسی طرح کا حکم ہے میں نے اس کو کسی کتاب میں نہیں دیکھا ہم شارح سے یہ کلام مکرر واقع ہوا اور اس کی گفتگو بحر الرائق سے مذکور ہو گئی وعند حجامۃ اور غسل مستحب ہے پچھنے لگانے کے وقت یعنی پچھنے لگانے کے بعد وفی لیلۃ برأۃ اور غسل مستحب ہے برات میں یعنی شعبان کی پندرھویں رات میں اس رات کی تعظیم کے واسطے اور شب بیداری کے لیے اس واسطے کہ اس میں ارزاق اور آجال کی تقسیم ہوتی ہے اور ہر مومن کے واسطے براءۃ من النار اور براءۃ من الذنوب حاصل ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی وعرفۃ اور غسل مستحب ہے شب عرفہ یعنی نویں رات ذالحجہ میں وقدر اذارہا اور غسل مستحب ہے شب قدر میں جب کہ اس کو جانتا ہو بظن غالب اور متر نبلالی کی امداد الفتاح میں ہے کہ غسل مستحب ہے جب کہ شب قدر کو یقیناً دیکھے یا ان احادیث پر عمل کرے جو بیان اوقات شب قدر میں وارد ہیں کذا فی الطحطاوی ہم اکثر احادیث صحاح میں عشرۂ اخیرۂ رمضان المبارک کی طاق راتوں میں طلب کرنا شب قدر کا وارد ہے علی الخصوص اکیسویں اور تئیسویں اور ستائیسویں واللہ اعلم وعند الوقوف بمزدلفۃ غداۃ یوم النحر للوقوف اور غسل مستحب ہے نزدیک ٹھہرنے مزدلفہ کے روز قربانی کے صبح کو وہاں ٹھہرنے کے واسطے م مزدلفہ ایک مکان ہے عرفات اور منیٰ کے درمیان وعند دخول منی یوم النحر لرمی الجمرۃ وکذا البقیۃ الرمی اور غسل مستحب ہے نزدیک داخل ہونے منیٰ کے قربانی کے دن جمرہ کو پتھریاں مارنے کے واسطے اور اسی طرح باقی سنگساری کے واسطے یعنی یوم النحر کے بعد تین دن جمرات ثلثہ کی سنگساری جو ہوتی ہے تو ہر روز کا نہانا سنگساری کے واسطے مستحب ہے وعند دخول مکۃ لطواف الزیارۃ اور غسل مستحب ہے نزدیک داخل ہونے مکہ معظمہ کے طواف الزیارۃ کے واسطے تاکہ فرض ادا ہو اکمل طہارتین کے ساتھ اور اسی طرح ہر بار اس مکان مقدس کے دخول میں بلا نسک غسل مستحب ہے حرمت مکان کی تعظیم کے واسطے کذا فی امداد الفتاح ولصلوۃ کسوف وخسوف اور غسل مستحب ہے سورج گہن اور چاند گہن کی نماز کے واسطے م کسوف اور خسوف نشانیاں ہیں بندوں کے ڈرانے کے واسطے تو اقرب حالات تفرع طہارت کاملہ ہے نماز کے واسطے کذا فی امداد الفتاح واستسقاء وفزع ظلمۃ وریح شدید اور واسطے طلب بارش کے اور خوف اور تاریکی روز اور سخت آندھی میں غسل کرنا مستحب ہے تاکہ باکمل طہارتین التجا الی اللہ تعالیٰ دفع مصیبت کے واسطے حاصل ہو کذا فی امداد الفتاح وکذا لدخول المدینۃ ولحضور مجمع الناس ولمن لبس ثوبا جدیدا وغسل میتا اور اسی طرح غسل مستحب ہے مدینہ منورہ کے داخل ہونے میں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور آدمیوں کے مجمع میں جانے کے واسطے غسل مستحب ہے تاکہ لوگوں کو میل اور پسینہ کی بدبو سے تکلیف نہ ہو اور اس کو غسل مستحب ہے جو نیا کپڑا پہنے یا مردہ نہلا دے م ظاہر کلام شارح دلالت کرتا ہے کہ مجمع کا غسل مذہب حنفی میں منصوص ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ صاحب بحر نے کہا کہ یہ نووی شافعی کا قول ہے ہم نے اپنے علماء کے قول میں نہیں دیکھا کذا فی الطحطاوی اوید قتلہ یا اس شخص کو غسل کرنا مستحب ہے جس کے قتل کا ارادہ کیا جاتا ہے یعنی قتل اس کا خواہ بحد یا قصاص یا ظلم ہو ہر صورت غسل مستحب ہے تاکہ موت طہارت کے ساتھ اور وہ شہید ہو کر مرے کذا فی الطحطاوی ولتائب من ذنب اور گناہ سے توبہ کرنے والے کو غسل مستحب ہے تاکہ توافق حاصل ہو طہارت ظاہری کو طہارت باطنی کے ساتھ اس واسطے کہ طہارت ظاہری نافع نہیں بدون طہارت باطنی کے ولقادم من سفر اور غسل مستحب ہے سفر سے آنے والے کو ولمستحاضۃ انقطع دمہا اور اس عورت مستحاضہ کو غسل کرنا مستحب ہے جس کا خون بند ہو گیا کہ شاید استحاضہ کے اندر حیض واقع ہو کذا فی الطحطاوی بشرط ما یراغتسالہا وضوئہا علیہ ای الزوج ولو غنیۃ کما فی الفتح لانہ لابد لہا منہ فصار کالشرب فاجرۃ الحمام علیہ اور زوجہ کے غسل اور وضو کے پانی کی قیمت زوج پر لازم ہے اگرچہ زوجہ مالدار ہو چنانچہ فتح القدیر میں ہے اس واسطے کہ عورت کو غسل اور وضو کا پانی ضرور ہے پینے کے پانی کے برابر تو حمام کی اجرت بھی زوج پر ہے م حمام کی اجرت قیاس ہے صاحب بحر کا مذہب کی روایت نہیں اور یہ جو خلاصہ میں تفصیل مذکور ہے کہ محتاج زوجہ کے غسل اور وضو کا

لہ دوزخ سے بری ہونا اور گناہوں سے بری ہونا ۱۲ سے اور اہل تفاسیر نے ستائیسویں کو زیادہ ترمنطبق وقوع شب قدر بیان کیا ہے ۱۲ سے یعنی جو دسویں تاریخ کو یا اس کے بعد کرتے ہیں حج میں ۱۲

Marfat.com

پانی زدع پر ہے اور مالدار کا نہیں سو ضعیف قول ہے کذا فی الطحطاوی ولو کان الاغتسال لا عن جنابۃ وحیض بل لازالۃ الشعث والتفث قال شیخنا الظاہر انہ لا یلزمہ اور اگر زوجہ کا نہانا جنابت اور حیض سے نہ ہو بلکہ سر کی گرد آلودگی اور میل کے دور کرنے کے واسطے ہو تو ہمارے استاذ خیر الدین رملی نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ ایسے نہانے کے پانی کی قیمت زدع پر لازم نہیں ہم اس واسطے کہ یہ ضروریات سے نہیں ہے بلکہ از قسم پاکیزگی بدن کے ہے اور اس کلام سے نکلتا ہے کہ سکاتیل اور شاطر کی اجرت واجب نہیں زدع پر کذا فی الطحطاوی ویحرم بالحدث الاکبر دخول مسجد لا معبر[1] عید وجنازۃ ورباط ومدرسۃ ذکرہ المصنف وغیرہ فی الحیض وقبیل الوتر لکن فی وقف القنیۃ للمدرسۃ اذا لم یمنع اہلہا الناس من الصلوۃ فیہا فہی مسجد اور حدث اکبر یعنی جنابت اور حیض اور نفاس سے حرام ہے جانا مسجد کا اور حرام نہیں داخل ہونا عید گاہ اور جنازہ گاہ کا اور صوفیوں کی خانقاہ اور مدرسہ کا ایسا ذکر کیا ہے مصنف وغیرہ نے حیض میں اور مسائل وتر کے پہلے لیکن قنیہ کی کتاب الوقف میں ہے کہ جب اہل مدرسہ لوگوں کو اس کے اندر نماز پڑھنے سے مانع نہ ہوں تو وہ مدرسہ مسجد ہے ہم تو مدرسہ مذکورہ میں مسجد کے احکام مرعی ہوں گے اور فناء مسجد در حکم مسجد ہے جواز اقتدا میں اگرچہ صفوف متصل نہ ہوں دخول کے حرام ہونے میں کذا فی الطحطاوی عن النہر ولو للعبور خلافا للشافعی الا لضرورۃ بحیث لا یمکنہ غیرہ جنب وغیرہ پر دخول مسجد کا حرام ہے اگرچہ دخول گذران ہو خلافاً للامام الشافعی مگر عبور کرنا مسجد میں جائز ہے ضرورت سے اس طرح پر کہ سوائے مسجد کے اور طرف سے نکلنا اس کو ممکن نہیں ہم ضرورت کی یہ صورت ہے کہ اس کے گھر کا دروازہ مسجد میں ہو اور غیر ضرورت کی قید ملا خسرو نے درر میں لگائی ہے اور خوب قید ہے اگرچہ اطلاق مشائخ کے خلاف ہے صاحب بحر نے کہا اس میں یہ قید لگانا بھی لائق ہے کہ دوسری طرف دروازہ نہیں کر سکتا اور اس گھر کے سوائے اور مکان کے رہنے پر قادر نہیں کذا فی المنح ولو احتلم فیہا ان خرج مسرعا تیمم وان مکث لو نوبۃ وجوبا ولا یصلی ولا یقرأ اور اگر کسی شخص کو مسجد میں احتلام ہوا تو اگر مسجد سے جلد نکلا تو اس کو تیمم کرنا مستحب ہے اور اگر مسجد میں ٹھہرا باخوف کے سبب سے بدن کا خوف ہو یا مال کا تو تیمم کر لینا واجب ہے اور اس تیمم سے نہ نماز پڑھے نہ قرآن ہم اس تیمم سے نماز اسواسطے صحیح نہیں کہ مسجد کا ٹھہرنا عبادت مقصودہ نہیں اور اباحت نماز کے واسطے وہ تیمم شرط ہے کہ عبادت مقصودہ کے واسطے کیا ہو کذا فی الطحطاوی ویحرم بہ تلاوۃ قرآن ولو دون آیۃ علی المختار اور حدث اکبر سے حرام ہے تلاوت قرآن کی اگرچہ آیت سے کم پڑھے بنا بر قول مختار کے ہم حرمت کی دلیل وہ حدیث ہے جس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور منذری نے اس کو حسن اور صحیح کہا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یقرأ الحائض ولا الجنب شیئا من القرآن یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ پڑھے حائض اور نہ جنب کچھ قرآن کو تو یہ اطلاق آیت اور کم آیت دونوں کو شامل ہے اور یہی قول ہے کرخی کا اور صاحب ہدایہ نے اس کو تجنیس میں اور قاضی خان نے شرح جامع صغیر میں اور ولوالجی نے اپنے فتاوی میں صحیح کہا ہے اور اسی طرح مصفی اور کافی میں ہے اور صاحب بدائع نے اس کو عامہ مشائخ کی طرف منسوب کیا ہے تصحیح کے ساتھ اس دلیل سے کہ احادیث میں تقلیل اور کثیر کی تفصیل نہیں اور طحاوی کی روایت میں آیت سے کم قرآن کا پڑھنا مباح ہے اور صاحب خلاصہ نے اس کو صحیح کہا اور فخر الاسلام نے شرح جامع صغیر میں اور زاہدی نے اکثر مشائخ کی طرف نسبت کیا صاحب بحر نے بعد حکایت مذکورہ کے کہا الحاصل کمتر از آیت میں تصحیح مختلف ہے لیکن منع تلاوت کا قول راجح ہے اس واسطے کہ احادیث میں تفصیل نہیں اور تعلیل نص کے مقابلہ میں مردود ہے اس واسطے کہ لفظ شیئا کا چنانچہ کافی میں ہے نکرہ ہے سیاق نفی میں تو اس نے عموم کا فائدہ دیا اور کمتر از آیت بھی قرآن ہے تو اس کی بھی قرأت ممنوع ٹھہری پوری آیت کے مانند کذا فی منح الغفار لقصدہ فلو قصد الدعاء او الثناء او افتتاح امر او التعلیم ولقن کلمۃ حل فی الاصح قرآن کا ارادہ کرکے جنب وغیرہ کو تلاوت کرنا حرام ہے تو اگر آیت قرآنی سے دعا کرنے کا قصد کیا یا ستائش کا یا شروع کرنا کسی کام کا یا تعلیم کا اور ایک ایک کلمہ جدا جدا تعلیم کیا تو اس طرح حلال ہے صحیح تر قول میں ہم عیون میں ہے کہ اگر سورۃ فاتحہ کو پڑھا بطریق دعا کے یا اور آیات کو جن میں دعا کے معنی ہیں اور تلاوت کا قصد نہ کیا تو لا بأس بہ انتہی اور اسی کو حلوانی نے مختار کہا ہے اور صاحب غایۃ البیان نے اور ہندوانی نے کہا کہ میں اس کا فتوی نہیں دیتا اگرچہ امام سے مروی ہے۔ بحر وغیرہ میں ۱۲

[1] یعنی ایک طرف سے دوسری طرف گذرنے کے لیے ۔

Marfat.com

کذا فی الطحطاوی حتی لو قصد بالفاتحۃ الثناء فی الجنازۃ لم یکرہ یہاں تک کہ فاتحہ سے ستائش کا قصد کرے نماز جنازہ میں تو مکروہ نہیں یعنی قرآن کا پڑھنا اگرچہ نماز جنازہ میں جائز نہیں لیکن اگر بعد سبحانک اللّٰھم کے سورہ فاتحہ بقصد ثنا پڑھے گا تو جائز ہے یہ تفریع ہے لو قصد الثناء پر الّا اذا اقرأ المصلی قاصدًا الثناء فانہا تجزیہ لانہا فی محلہا فلا تتغیر وحکمہا بقصدہٖ مگر جب کہ نماز گذار اپنی نماز میں سورہ فاتحہ پڑھے ثناء کی نیت کرکے تو وہ قرأت اُس کو کافی ہے اس واسطے کہ قرأت فاتحہ اپنے مناسب مقام میں ہے تو اُس کا حکم نہ بدلے گا اُس کے قصد کرنے ثناء سے ھم یہ استثناء کلام محذوف سے مرتبط ہے تقدیر کلام یوں ہے کہ نماز جنازہ میں فاتحہ مکروہ نہیں اس واسطے کہ قصد ثناء سے فاتحہ قرآنیت سے خارج ہوئی مگر اس صورت میں خارج نہیں اور یہ جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ اگر سورہ فاتحہ کا اخراج قرآنیت سے بقصد ثناء صحیح ہو تو چاہیے فاتحہ پڑھنا ثنا کے قصد سے نماز کامل میں کفایت نہ کرے حالانکہ وہ کافی ہے ۔ شارح نے اس کا جواب دیا کہ نماز کامل میں سورہ فاتحہ اپنے محل پر ہے تو اب ثناء کا قصد کرنا اس کے حکم کو بدل نہیں سکتا کذا فی الطحطاوی عن النہر لغیرہٖ اور نماز جنازہ میں فاتحہ خوانی بے محل تھی تو وہاں قصد ثنا نے حکم کو بدل دیا **ومسّ مصحفٍ** مستدرک بما بعدہ وہو وما قبلہ ساقط من نسخ الشرح وکانہ سقط لانہ ذکرہ فی الحیض اور حدث اکبر سے حرام ہے چھونا مصحف مجید کا شارح نے کہا کہ مس مصحف کا مسئلہ زائد بے حاجت ہے اس واسطے کہ بعد اس کے یہی مسئلہ مذکور ہے اور وہ اور ماقبل اُس کا یعنی مس مصحف اور تلاوت قرآن مصنّف کی شرح کے نسخوں سے ساقط ہے اور شاید کہ مصنّف کا ساقط کرنا شرح سے اس واسطے ہے کہ اُس کو حیض کے مسائل میں مصنّف نے ذکر کیا ہے **ویحرم بہ طوافٌ** لوجوب الطہارۃ فیہ اور حدث اکبر سے بیت اللہ کا طواف کرنا حرام ہے بسبب واجب ہونے طہارت کے طواف میں ھم صحیحین میں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حالت حیض میں طواف بیت اللہ سے منع کیا اور باقی افعال حج کی اجازت دی اور صاحب ہدایہ نے دخول مسجد کو علت قرار دیا ہے طواف کی حرمت کا فتح القدیر میں کہا کہ اس تعلیل پر اقتصار اولیٰ نہیں بلکہ طواف میں طہارت واجب ہے تو اگر وہاں مسجد نہ ہوتی تو بھی طواف جنب پر حرام ہوتا کذا فی المنح **ویحرم بہ** ای بالاکبر و بالاصغر **مسّ مصحفٍ** ای ما فیہ آیۃٌ کدرہم وجدارہ اور حرام ہوتا ہے حدث اکبر اور حدث اصغر سے چھونا مصحف کا مصحف سے یہاں مراد وہ چیز ہے جس میں قرآن شریف کی آیت مرقوم ہو چنانچہ روپیہ اور دیوار ھم جنب اور محدث کو مصحف مجید کا چھونا حرام ہے اگرچہ خط فارسی میں لکھا ہو یہی صحیح ہے باتفاق امام اور صاحبین کے چنانچہ نہر میں ہے تجنیس سے اور حرمت میں موضع کتابت اور غیر موضع کتابت دونوں برابر ہیں اور بعضوں نے کہا غیر مرقوم کا چھونا درست ہے اور محل خلاف مصحف مجید میں اور غیر مصحف میں اگر آیت لکھی ہو تو اس میں حرام نہیں مگر مرقوم کا چھونا کذا فی باب الحیض من البحر وہل مسّ التوراۃ کذلک ظاہر کلامہم لا اور توریت اور مانند اُس کے چنانچہ انجیل اور زبور کا چھونا بھی مصحف کے مانند حرام ہے یا نہیں فقہا کا ظاہر کلام اس پر دلالت کرتا ہے کہ اُن کا چھونا حرام نہیں م اسی طرح نہر الفائق میں مذکور ہے اور قہستانی میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ توریت وغیرہ میں جہاں تحریف اور تبدیل واقع نہیں ہوئی اُس کا چھونا بدون طہارت کے مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی **الّا بغلافٍ متجافٍ** غیر مشرز ولا بصرۃ بہ لفتی مگر جداگانہ غلاف کے ساتھ کہ مصحف پر چپکا نہیں مس مصحف حرام نہیں یا درم کی تھیلی کے ساتھ اُس درم کا چھونا جس پر آیت لکھی حرام نہیں اسی کا فتوی ہے ھم غلاف جداگانہ چنانچہ مصحف کا جزدان اور غلاف ملصق اور چپکا چنانچہ مصحف کی چول تو جزدان کے ساتھ چھونا جائز ہے اور چولی کے ساتھ جائز نہیں اس پر فتوی ہے سراج میں اور کافی میں چولی کے ساتھ بھی چھونے کو اصح کہا ہے تو یہاں دونوں قولوں کی تصحیح واقع ہوئی اور آستین کے ساتھ چھونے میں اختلاف ہے تو بموجب کافی کے جائز ہے اور بموجب سراج کے جائز نہیں ہدایہ میں اسی کو اصح کہا ہے اور خلاصہ میں ہے کہ اسی پر اکثر مشائخ ہیں اور کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہے کذا فی الطحطاوی عن النہر **وحلّ** قلبہ لعبور اور پلٹنا مصحف کے ورق کا لکڑی سے حلال ہے **واختلفوا فی مسّہ** بغیر اعضاء الطہارۃ وبما غسل منہا وفی القرآۃ بعد المضمضۃ والمنح اصح اور علماء نے اختلاف کیا مصحف کے چھونے میں بغیر اعضاء طہارت سے اور اُن میں سے جس کو دھویا اور جنب کے قرآن پڑھنے میں کلی کرنے کے بعد اور جائز نہ کہنا صحیح تر قول ہے م اعضاء طہارت سے اعضاء

Marfat.com

وضوء مراد ہیں اس واسطے کہ حدث اکبر میں تمام اعضاء طہارت کے ہیں **ولا یکرہ النظر الیہ** ای القرآن **لجنب وحائض ونفساء لان الجنابۃ لا تحل** العین اور قرآن کا دیکھنا جنب اور حیض اور نفاس والی عورت کو مکروہ نہیں اس واسطے کہ ناپاکی آنکھ میں نہیں گھس جاتی کما لا تکرہ **ادعیۃ** ای تحریما جیسے دعاؤں کا پڑھنا بے طہارت مکروہ نہیں یعنی مکروہ بکراہت تحریمی نہیں **والا فالوضوء لمطلق الذکر مندوب وترکہ خلاف الاولیٰ وہو مرجع کراہۃ التنزیہ** اور اگر تحریمی کراہت مراد نہ لیجیے تو صحیح نہیں اس واسطے کہ مطلق ذکر کے واسطے دعا ہو یا غیر دعا وضو مستحب کا ترک کرنا خلاف اولیٰ ہے اور خلاف اولیٰ مآل کار ہے کراہت تنزیہی کا ہم اور بعضوں کے نزدیک کراہت تنزیہی تو سنت موکدہ کے مقابلہ میں ہے اور خلاف اولیٰ میں تو اصلا کراہت نہیں کذا فی الطحطاوی **ولا یکرہ مس صبی للمصحف ولوح** اور مکروہ نہیں چھونا لڑکے بے وضو کا مصحف اور اس تختی کو جس پر قرآن لکھا ہے **ولا باس بدفعہ الیہ وطلبہ منہ** بجر للضرورۃ **اذا لحفظ فی الصغر کالنقش فی الحجر** اور کچھ ڈر نہیں بالغ باوضو کو مصحف کے دینے میں بے وضو لڑکے کو اور مصحف کے منگانے میں اس سے چنانچہ بحر الرائق میں ہے مصحف کا دینا لینا جائز ہوا بسبب ضرورت کے اس واسطے کہ یاد کرنا لڑکپن میں جیسے نقش پتھر میں ہم چونکہ لڑکوں سے وضو کروانا ہر وقت مشقت ہے ان پر اور تا بلوغ تاخیر کرنے میں حفظ قرآن کی تقلیل ہے تو اس ضرورت سے ان کو مس مصحف اور اس کا دینا لینا جائز ہوا **ولا تکرہ کتابۃ قرآن والصحیفۃ او اللوح علی الارض عند الثانی خلافا لمحمد وینبغی ان یقال ان وضع علی الصحیفۃ مایحول بینہا وبین یدہ یوخذ بقول الثانی والا فبقول الثالث** قالہ الحلبی اور مکروہ نہیں بے وضو کو لکھنا قرآن کا اس طرح کہ کاغذ یا تختی جس پر لکھتا ہے زمین پر ہو ابو یوسف رح کے نزدیک برخلاف قول محمدؒ کے اور یوں کہنا مناسب ہے کہ اگر کاغذ پر وہ چیز رکھی جائے جو درمیان کاغذ اور ہاتھ کے حائل ہو تو ابو یوسفؒ کا قول لیا جائے اور اگر یہ نہیں ہے تو محمدؒ کا قول لیا جائے ایسا کہا ہے حلبی نے م اور دوسری وجہ توفیق یہ ہے کہ ابو یوسف رح کا قول کراہت تحریمی کی نفی پر محمول ہے اور محمد رح کا قول تنزیہی پر بدلیل قول محمد رح (احب الی ان لا یکتب) یعنی میرے نزدیک پسندیدہ تر عدم کتابت ہے کذا فی الطحطاوی **ویکرہ لہ قراءۃ توراۃ وانجیل وزبور لان الکل** کلام اللہ وما بدل غیر معین اور جنب وغیرہ کو مکروہ ہے پڑھنا توریت اور انجیل اور زبور کا اس واسطے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور جن الفاظ میں تبدیل اور تحریف واقع ہوئی یہود اور نصاریٰ سے وہ معلوم نہیں بالخصوص م فتح القدیر میں فتاویٰ ظہیریہ سے اسی قول پر فتوی منقول ہے کذا فی المنح وجزم العینی فی شرح المجمع بالحرمۃ اور عینی نے شرح مجمع میں حرمت قرأت پر یقین کیا ہے وخصہا فی النہر بما لم یبدل اور نہر الفائق میں حرمت قرأت کو خاص کیا اس کے ساتھ جس میں تبدیل اور تحریف نہیں ہوئی **لا قراءۃ قنوت** مکروہ نہیں جنب وغیرہ کو پڑھنا قنوت کا اسی پر فتوی ہے کذا فی المنح اور مراد کراہت منفی سے کراہت تحریمی ہے نہ تنزیہی **ولا اکلہ وشربہ** بعد غسل یدیہ وفم اور مکروہ نہیں جنب وغیرہ کو کھانا اور پینا ہاتھ اور منہ دھو ڈالنے کے بعد **ولا معاودۃ اہلہ** قبل اغتسالہ الا اذا احتلم لیات اہلہ اور مکروہ نہیں جنب کو پھر صحبت کرنا اپنی اہلیہ کا نہانے سے پہلے مگر جب کہ جنابت احتلام کے ہونے سے ہوئی ہو تو بدون نہانے کے اپنی اہلیہ سے صحبت[1] نہ کرے م یہ روایت فتح القدیر میں منتقی سے منقول ہے قال الحلبی ظاہر الاحادیث انما تفید الندب لا نفی الجواز المفاد من کلامہ حلبی نے کہا کہ ظاہر احادیث تو دلالت نہیں کرتا مگر استحباب ترک جماع پر قبل غسل کے نہ عدم جواز جماع پر جو حاصل ہوتا ہے فتح القدیر کے کلام سے طحطاوی نے کہا کہ یہ طرز شارح کا مناسب نہیں اس واسطے کہ ضمیر کا مرجع پہلے مذکور نہیں کر دیا **والتفسیر کمصحف لا الکتب الشرعیۃ** فانہ رخص مسہا بالید لا التفسیر کذا فی الدر عن مجمع الفتاوی اور تفسیر مصحف کے مانند ہے نہ شرعی کتابیں اس واسطے کہ بدون طہارت کے شرعی کتابوں میں ہاتھ لگانے کی رخصت دی گئی ہے۔

[1] شامی نے بحثان فقیہ سے علت یہ نقل کی ہے کہ اس سے لڑکا نجیل اور مجنون ہوتا ہے پھر کہا کہ حلبی کے قول کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس باب میں کوئی حدیث ہوگی حالانکہ احتلام کے بعد صحبت کرنے میں کوئی روایت وارد نہیں ہوئی پس احتلام کے بعد صحبت کو ایسا جاننا چاہیے جیسا جماع کے بعد یعنی درمیان میں غسل کرنا مستحب ہے نہ یہ کہ صحبت جائز نہ ہو علاوہ اس کے کوئی دلیل حرمت کی پائی نہیں جاتی اور احادیث سے ازواج کے ساتھ صحبت ایک غسل میں ثابت ہے تو پھر عدم جواز کی کیا وجہ ہے ۱۲ ؛

Marfat.com

نہ تفسیر میں ہاتھ لگانے کی چنانچہ در رمیں مجمع الفتاوی سے منقول ہے م شرعی کتابوں سے مراد چنانچہ حدیث اور فقہ کی کتابیں وفی السراج المستحب ان لا یاخذ الکتب الشرعیۃ بالکم ایضا تعظیماً اور سراج میں کہا کہ مستحب یہ ہے کہ شرعی کتابوں کو آستین سے بھی نہ پکڑے تعظیم کی وجہ سے م یہ قول مخالف نہیں ہے قول سابق کے اس واسطے کہ استحباب نفی وجوب کے مخالف نہیں لکن فی الاشباہ من قاعدۃ اذا اجتمع الحلال والحرام رجح الحرام وقد جوز اصحابنا مس کتب التفسیر للمحدث ولم یفصلوا بین کون الاکثر تفسیراً او قرآناً وقیل بہ اعتباراً للغالب لکان حسناً قلت لکنہ یخالف ما مر فتدبر لیکن اشباہ میں منجملہ مسائل اس قاعدہ کے کہ جب حلال اور حرام یکجا ہو تو حرام ہی غالب ہو جاتا ہے اور البتہ ہمارے عالموں نے تفسیر کی کتاب کا چھونا محدث کے واسطے جائز رکھا اور تفصیل نہیں کی تفسیر کے زیادہ ہونے میں یا قرآن میں یعنی یہ نہیں کہا کہ اگر تفسیر کی عبارت زیادہ ہو قرآن سے تو جائز ہے اور اگر قرآن کے الفاظ زیادہ ہوں تفسیر سے تو جائز نہیں اور اگر اس تفصیل کے قائل ہو جیسے غالب چیز کا اعتبار کر کے تو البتہ خوب بات ہے میں کہتا ہوں کہ اشباہ کا قول مخالف ہے متن کے جو گذر گیا تو اے مخاطب اس میں تامل کر م خلاصہ یہ ہے کہ اہل مذہب کی دو عبارتیں مطلق ہیں منع اور جواز میں اور ظاہر اشباہ کا اس پر دلالت کرتا ہے کہ جواز مس تفسیر سب علما کا قول ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ماتن نے جو درر کے قول پر اعتماد کیا ہے قابل اعتماد کے نہیں بسبب مخالفت اجماع کے اور علامہ نوح نے جوہرہ اور سراج سے نقل کیا کہ کتب تفسیر میں موضع قرآن کا چھونا جائز نہیں اور اس کے سوائے کا چھونا درست ہے برخلاف مصحف کے کہ اس کا بالکل چھونا بے طہارت درست نہیں اور فتح القدیر میں ہے کہ مکروہ ہے چھونا کتب تفسیر اور فقہ اور سنن کا اس واسطے کہ یہ کتابیں آیات قرآنی سے خالی نہیں اور منیۃ المصلی میں ہے کہ مکروہ ہے یعنی محدث وغیرہ کو چھونا تفسیر اور فقہ کی کتابوں کا بھی انتہیٰ تو ان روایات سے معلوم ہوا کہ عالموں کا کلام تفسیر میں کراہت کی وجہ سے ہے نہ منع اور حرمت کے سبب سے تو صاحب درر کا یہ کلام لا التفسیر اس پر محمول ہے کہ تفسیر کا چھونا مرخص نہیں بلکہ مکروہ ہے اور یہ مطلب نہیں کہ ان کا چھونا حرام ہے جیسا کہ ماتن سمجھا ہے اس واسطے کہ اس میں حرمت کی تصریح نہیں میں کہتا ہوں سب عبارتوں سے بہتر وہ عبارت ہے جو کہ جوہرہ اور سراج میں ہے اس واسطے کہ وہی قواعد فقہی سے موافق تر ہے کذا فی الطحطاوی مختصراً فروع مسائل ملقہ شارح کے المصحف[1] اذا صار بحال لا یقرأ فیہ یدفن کالمسلم مصحف جبکہ ایسا بوسیدہ ہو جائے یا نہایت باریک خط ہو کہ اس میں پڑھا نہ جائے تو دفن کیا جائے مسلمان میت کی طرح یعنی بطور لحد یا شق کے ویمنع الکافر من مسہ اور کافر کو منع کیا جائے مصحف کے چھونے سے وجوزہ محمد اذا اغتسل اور کافر کو اس کا چھونا محمد بن حسن نے جائز کہا ہے جبکہ کافر نے غسل کیا ہو م ظاہراً یہ قول معتمد نہیں کہ شیخین کے مخالف ہے کذا فی الطحطاوی ولا باس بتعلیم القرآن والفقہ عسی ان یہتدی او مفاکقہ نہیں کافر کو قرآن اور فقہ کے سکھانے میں شاید کہ راہ راست پر آجائے یعنی مسلمان ہو م معلوم ہوا کہ تعلیم قرآن کافر کو بتوقع ہدایت جائز ہے تو اس زمانہ میں جو بعضے نام کے مسلمان نصاری کو قرآن پڑھاتے ہیں نوکری کی طمع سے سو جائز نہیں بلکہ بالیقین حرام ہے اس واسطے کہ نصاری مسلمانوں کے الزام دینے کے واسطے سیکھتے ہیں اور قرآن مجید کے رد کرنے میں اپنے گمان فاسد میں کتابیں تصنیف کرتے ہیں۔ حق تعالیٰ اہل اسلام کو عبرت دے کہ مزید طمع اور حرص سے ایسی بے غیرتی اور بے دینی اختیار نہ کریں ویکرہ وضع المصحف تحت رأسہ الا للحفظ والقلیۃ علی الکتاب الا للکتابۃ اور مکروہ ہے مصحف کا رکھنا اپنے سر کے نیچے مگر حفاظت کی نیت سے درست ہے اور قلمدان کا رکھنا کتاب پر مکروہ ہے مگر لکھنے کے واسطے جائز ہے یعنی کتابت کی حالت میں ویوضع النحو ثم فوقہ التصریف ثم الکلام ثم الفقہ ثم الاخبار والمواعظ ثم التفسیر اور صندوق وغیرہ میں اول رکھی جاویں علم نحو کی کتابیں پھر ان کے اوپر علم تصریف کی کتابیں پھر ان کے اوپر علم کلام یعنی عقائد کی کتابیں پھر ان کے اوپر فقہ کی کتابیں پھر احادیث اور پند کی کتابیں پھر تفسیر کی کتابیں م لغت کی کتابیں نحو کے مانند ہیں چنانچہ قنیہ میں ہے اور مصحف کا ذکر نہیں کیا اس واسطے کہ وہ فوق الکل ہے تکرہ اذابۃ درہم علیہ آیۃ الا اذا کسرہ مکروہ ہے پگھلانا اور

[1] جس مصحف میں پڑھا نہ جائے اس کو دفن کیا جائے۔۔ ف ۲ ترتیب وضع کتب ؛

Marfat.com

گلانا اس درم کا جس پر آیت قرآنی کا سکہ ہے مگر جب کہ درم توڑا جائے تو اب درست ہے م توڑنے سے حروف متفرق ہو گئے تو اب گلانے میں اہانت نہیں اور اگر آیت سے کم تر ہے تو بدون توڑنے کے بھی گلانا درست ہے کذا فی الطحطاوی رقیۃ فی غلاف متجاف لم یکرہ دخول الخلاء بہ والاحتراز افضل بو تعویذ جداگانہ غلاف میں ہو یعنی تعویذ پر مڑھا نہ ہو تو اس کا لے جانا پاخانہ میں مکروہ تحریمی نہیں اور پرہیز کرنا یعنی باہر رکھ جانا بہتر ہے م علامہ عزیزی کی شرح جامع صغیر میں ہے کہ عالموں کا اجماع ہے اس پر کہ تعویذ اور افسون تین شرطوں کے ساتھ جائز ہے ایک یہ کہ تعویذ اور افسون کلام اللہ اور اس کے صفات سے ہو اور دوسری یہ کہ عربی زبان میں ہو یا اس زبان میں جس کے معنے معلوم ہوں تیسری یہ کہ یہ اعتقاد ہو کہ افسون بالذات مؤثر نہیں بلکہ بتقدیر الٰہی اثر کرتا ہے اور قرطبی نے کہا کہ رقیہ یعنی افسون تین قسم ہیں ایک قسم وہ جس کا مطلب اور معنی معلوم نہیں تو اس سے پرہیز کرنا واجب ہے کہ مبادا اس میں شرک ہو دوسری قسم یہ ہے کہ بکلام الٰہی اور بصفات ربانی ہو تو جائز ہے پھر اگر احادیث میں منقول ہے تو وہ مستحب ہے تیسری قسم یہ کہ اسماء ربانی کے سوا فرشتہ ولی یا جلیل القدر مخلوقات چنانچہ عرش کے نام سے ہو تو اس سے پرہیز واجب نہیں اور نہ اس کا شرع میں حکم ہے تو اس کا ترک کرنا بہتر ہے مگر یہ کہ متضمن تعظیم ہو چنانچہ حلف بغیر اللہ تو اب پرہیز کرنا لائق ہے کذا فی الطحطاوی ملخصاً یجوز رمی برایۃ القلم الجدید ولا ترمی برایۃ القلم المستعمل لاحترامہ کخیوط المسجد وکناستہ. لا تلقی فی موضع یخل بالتعظیم اور جائز ہے نئے قلم کا تراشا پھینکنا اور نہ پھینکا جائے مستعمل قلم کا تراشا اس کی حرمت اور تعظیم کی وجہ سے جیسے مسجد کی گھاس اور کوڑہ نہ ڈالا جائے ایسے مقام میں کہ مخل ہو اس کی تعظیم کا م لکھنے والے قلم کی تراشے کی تعظیم اس جہت سے کہ قلم سے اسماء ربانی اور انبیاء اور ملائکہ علیہم السلام کے اسماء مبارک لکھے جاتے ہیں علاوہ یہ ہے کہ حروف کو بذات خود احترام ہے اور قلم جدید کے تراشے میں یہ بات نہیں کذا فی الطحطاوی ولا یجوز لف شیء فی کاغذ فیہ فقہ وفی کتاب الطب یجوز لو فیہ اسم اللہ تعالی ورسولہ فینبغی محوہ لیلف فیہ شیء اور جائز نہیں لپیٹنا کسی چیز کا اس کاغذ میں جس میں فقہ کے مسائل لکھے ہوں اور طب کی کتابوں میں لپیٹنا جائز ہے اور اگر اس میں اللہ تعالی اور رسول کریم کا نام ہو تو اس کا مٹانا کسی چیز کے لپیٹنے کے واسطے جائز ہے ومحو بعض الکتابۃ بالریق یجوز اور بعضے لکھے حرفوں کا مٹانا لعاب دہن سے جائز ہے م بعض کی قید سے اللہ تعالی کا نام پاک اور قرآن خارج ہو گیا چنانچہ اس کی تصریح مذکور ہوتی ہے وقد ورد النہی فی محو اسم اللہ بالبزاق اور البتہ نہی وارد ہے اللہ تعالی کے نام مٹانے میں تھوک سے وعنہ علیہ الصلوۃ والسلام القرآن احب الی اللہ تعالی من السموات والارض ومن فیہن اور رسول علیہ الصلوۃ والسلام سے مروی ہے کہ قرآن محبوب تر ہے اللہ تعالی کے نزدیک آسمانوں اور زمین سے اور ان اشخاص سے جو ان کے درمیان میں ہیں م شاید کہ اس حدیث سے اس کا اشارہ کیا کہ قرآن بھی اللہ تعالی کے نام کے ساتھ ملحق ہے مٹانے کی نہی میں کذا فی الطحطاوی یجوز قربان المرأۃ فی بیت فیہ مصحف مستور عورت سے قربت کرنا اس کوٹھری میں جائز ہے جس میں مصحف پردہ ہے بساط ونحوہ کتب علیہ الملک للہ یکرہ لبسط واستعمالہ لا تعلیقہ للزینۃ فرش یا سوائے اس کے تکیہ وغیرہ ہے جس پر الملک للہ لکھا ہے اس کا بچھانا اور اس کا استعمال کرنا مکروہ ہے اور لٹکانا اس کا آرائش کیواسطے مکروہ نہیں ونبغی ان لا یکرہ کلام ان اس مطلقا قلیل یکرہ مجرد الحروف والاول اوسع وتمامہ فی البحر وکراہۃ القنیۃ اور لائق یہ ہے کہ مکروہ نہ ہو دے آدمیوں کا کلام لکھا ہوا ہر طرح کے استعمال میں اور بعضوں نے کہا کہ فقط حروف کا ابتذال مکروہ ہے اور قول اول میں زیادہ تر وسعت ہے اور اس کا پورا بیان بحر الرائق اور قنیہ کی کتاب الکراہۃ میں ہے تامل وظاہرہ انتفاء الکراہۃ بمجرد تعظیمہ وحفظہ حق اولا زین بہ اولا اور ظاہر کلام بحر الرائق نہ ہونا ہے کراہت کا صرف اس کی تعظیم اور حفاظت کرنے سے جس پر الملک للہ لکھا ہے خواہ اس کو لٹکائے یا نہیں اس سے آرائش کیجیے یا نہیں وہل ما یکتب علی المراوح ومصدر الجوامع کذا یحرر اور جو کہ پنکھوں اور جامع مسجد کی دیواروں پر لکھا جاتا ہے وہ بھی فرش کی نوشت کے مانند ہے یا نہیں جواب اس کا لکھا جاوے گا م باب الوتر والنوافل سے پہلے شارح نے فروع میں لکھا ہے کہ مسجد کی دیواروں پر لکھنا لائق نہیں اور نہایہ میں ہے کہ قرآن کا لکھنا محراب اور دیواروں پر خوب نہیں سقوط کتابت اور پاؤں پڑنے کے خوف سے کذا فی الطحطاوی قبیل الوتر

ف۱ تعویذ کرنا درست ہے۔ ف۲ مسجد کا کوڑا پھینکنا بے تعظیم جگہ میں درست نہیں۔ ۱۲

Marfat.com

باب المیاہ

یہ باب ہے پانیوں کے مسائل میں م اب اُس کا بیان شروع کیا جس سے طہارت حاصل ہوتی ہے اصطلاح میں باب عبارت ہے اُن مسائل فقہ سے جس کے احکام ماقبل اور مابعد سے جداگانہ ہیں اور وہ مترجم[1] بکتاب اور فصل نہیں کذا فی المنح جمع ماء بالمد ویقصر اصلہ موہٌ قلبت الواو الفا والہاء ہمزۃ میاہ جمع ہے ماء کی ساتھ مد کے یعنی جس میں الف کے بعد ہمزہ ہے اور گاہے اُس کو بے ہمزہ بھی بولتے ہیں اصل ماء کی مَوَہٌ ہے واو کو الف سے[2] اور ہاء ہوز کو ہمزہ سے وہو جسمٌ لطیف سیّال بہ حیاۃ کل نامٍ اور پانی جسم لطیف ہے یعنی غالبًا بصارت کا حاجب نہیں اور بہنے والا ہے جس سے ہر بڑھتی چیز کی زندگی ہے یعنی حیوان اور نبات کی یرفع الحدث مطلقًا بماءٍ مطلق وہو ما یتبادر عند الاطلاق مطلق حدث یعنی حدث اکبر اور اصغر دور کیا جاتا ہے مطلق پانی سے اور مطلق پانی وہ ہے جو شنابی ذہن میں آجائے جب کہ پانی کا لفظ بولا جائے بدون اضافت کے[3] م منح الغفار میں ہے کہ مطلق پانی وہ ہے جو باقی ہے اپنے پیدائشی اوصاف پر اور اُس میں نجاست نہیں ملی اور نہ کوئی اور چیز اُس پر غالب ہو گئی انتہی اس کا اور شارح کی تعریف کا ایک ہی مطلب ہے کماء سماءٍ وادیتہٍ وعیونٍ وآبارٍ وبحارٍ وثلجٍ مذابٍ بحیث یتقاطر ودٍ وجمد وندا مطلق پانی جیسے آسمان کا پانی اور رودوں کا اور چشموں کا اور کنوؤں کا اور دریاؤں کا پانی اور پگھلا برف ٹپکتا اور اولے اور یخ یعنی پالا اور اوس م آسمان کے پانی میں اگرچہ اضافت ہے مگر یہ اضافت تشریفی ہے برخلاف مقید پانی کے اس واسطے کہ اُس میں قید لازم ہے یعنی بدون قید وہ نہیں بولا جاتا چنانچہ ماء الورد یعنی گلاب کا پانی کذا فی البحر اور اسی طرح تربوز کا پانی ادیہ جمع ہے وادی کی اور وادی لغت میں اُس کشادگی کا نام ہے جو پہاڑوں اور ٹیلوں کے درمیان ہو اور یہاں مراد جنگل کا پانی ہے جو بارش کے پانی سے سائل ہو کر جمع ہو جائے جیسے ندی اور نالہ اور جھیل کا پانی فارسی میں اُس کو رود کہتے ہیں ہذا تقسیمٌ باعتبار ما یشاہدُ والا فالکلّ من السماء لقولہ تعالٰی الم تر ان اللہ انزل من السماء ماءً الآیۃ والنکرۃ ولو مثبتۃ فی مقام الامتنان تعمّ اور یہ تقسیم پانیوں کی ظاہر نظر کے اعتبار کرنے سے ہے اور اگر ظاہر نظر کا اعتبار نہ کیجیے تو سب پانی حقیقت میں آسمان سے اُترے ہیں حق تعالٰی کے اس قول کی دلیل سے کہ تو نے کیا نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا الی آخر الآیۃ اور نکرہ اگرچہ مثبت ہو احسان جتانے کے مقام میں عام ہو جاتا ہے م اسم نکرہ اُس کو کہتے ہیں جو معین چیز کے واسطے موضوع نہ ہو چنانچہ مرد اور عورت اور پانی سو عرب کا قاعدہ یہ ہے کہ نکرہ نفی کے بعد عام ہوتا ہے یعنی اپنے سب افراد کو شامل ہو جاتا ہے لیکن اثبات میں نکرہ ہر جگہ عام نہیں ہوتا بلکہ مقام امتنان میں عام ہوتا ہے سو اس آیت شریف میں کہ احسان جتانے کا مقام ہے لفظ ماء کا کہ نکرہ مثبت ہے سب پانیوں کے اقسام کو شامل ہو گیا کیونکہ اگر عموم پر دلالت نہ کرے تو مطلب فوت ہوتا ہے وماء زمزم بلا کراہۃ وعن احمد یکرہ اور چاہ زمزم کے پانی سے حدث اکبر اور اصغر دور کیا جاتا ہے بدون کراہت کے اور امام احمد بن حنبل سے کراہت منقول ہے م ہر چند زمزم کنوؤں میں داخل تھا لیکن ماتن نے اُس کو بالخصوص ذکر کیا اُس کی شرافت کی وجہ سے اور اختلاف کے سبب سے وبماءٍ قصد تشمیسہ بلا کراہۃٍ اور اُس پانی سے طہارت درست ہے جو قصدًا دھوپ میں رکھا گیا بدون کراہت کے وکراہتہ عند الشافعیۃ طبیّۃ اور دھوپ کے گرم پانی کی کراہت شافعیوں کے نزدیک طب کی راہ سے ہے اس واسطے کہ مورث برص ہے وکرہ احمد المسخّن بالنجاسۃ اور مکروہ سمجھا ہے احمد بن حنبل نے اُس پانی کو جو نجاست سے گرم کیا گیا ویرفع بماءٍ نیعقد بہ ملح لا بماءٍ حاصل بذوبان ملحٍ لبقاء الاول علی طبیعۃ الاصلیۃ وانقلاب الثانی الی طبیعۃ الملحیۃ اور حدث دور ہوتا ہے اس پانی سے کہ جمتا ہے اُس سے نمک یعنی اُس میں جم کر نمک ہو جانے کی استعداد ہے نہ اس پانی سے جو نمک پگھل کر پانی ہو جاتا ہے بسبب باقی رہنے پہلے پانی کے اپنی اصلی پیدائشی طبیعت پر اور بسبب بدل جانے دوسرے پانی کے نمک بن جانے کی طبیعت کی طرف م تو نمک پگھلنے کے بعد وہ پانی ایسا ہو گیا جیسے سونے اور چاندی کا[4] محلول کا پانی نمک کا پانی گرمی میں جمتا ہے اور سردی میں پگھلتا ہے برخلاف اور پانی کے ولا بعصیر نباتٍ ای معتصر من شجر او ثمر لانہ مقیدًا ورنہ

[1] یعنی اُس کے عنوان پر کتاب اور فصل نہیں ہے ۱۲ [2] یعنی چاندی اور سونا بھی پگھل کر پانی ہو جاتا ہے حالانکہ وہ پانی نہیں ہے اسی طرح نمک پگھلا ہوا ۱۲

Marfat.com

رویدگی کے پانی سے یعنی جو پانی کہ درخت اور پھل سے نچوڑا گیا چنانچہ کیلے کے درخت سے اور ترلوز سے اس واسطے کہ وہ مقید پانی ہے یعنی ازالۂ حدث کے واسطے مطلق پانی شرط ہے نہ مقید اور اگر مطلق پانی نہ ہو اور کیلے یا ترلوز کا پانی ہو تو اس سے جائز نہیں تیمم کرنا چاہیے کذا فی البحر بخلاف مایقطر من الکرم او الغواکہ بنفسہ فانہ یرفع الحدث وقیل لا وہو الاظہر کما فی الشرنبلالیۃ عن البرہان برخلاف اُس پانی کے جو انگور کے درخت یا پھلوں سے خود بخود ٹپکتا ہے بہار کے موسم میں اس واسطے کہ وہ دور کرتا ہے حدث کو اور بعضوں نے کہا وہ رافع حدث نہیں اور یہی عدم جواز کا قول ظاہر تر ہے چنانچہ شرنبلالیہ میں برہان سے منقول ہے م جو پانی کہ درخت اور پھل سے لوگوں نے نچوڑا اور ٹپکایا وہ بالاتفاق رافع حدث نہیں اور جو کہ درخت یا پھل سے خود بخود ٹپکا اُس میں اختلاف ہے ماتن نے باتباع صاحب ہدایہ جواز رفع حدث کو اختیار کیا طحطاوی نے بحرالرائق سے نقل کیا عدم جواز بہت کتابوں میں مصرح ہے اور قاضی خاں اور صاحب محیط اور کافی نے اسی قول پر اقتصار کیا ہے اور شرح منیہ میں ہے کہ عدم جواز شبہ ہے تو یہی قول اولیٰ ٹھہرا کمال امتزاج کی وجہ سے واعتمدہ القہستانی فقال واللاعتصار یعم الحقیقی والحکمی کماء الکرم وکذا ماء الدبوغۃ والبطیخ بلا استخراج وکذا نبیذ التمر اور عدم جواز پر اعتماد کیا ہے قہستانی شارح نقایہ نے سو یوں کہا کہ اعتصار یعنی نچوڑنا شامل ہے اعتصار حقیقی کو چنانچہ کوٹ کر یا داب کر پانی نکالنا اور اعتصار حکمی جیسے انگور کے درخت کا پانی کہ خود بخود ٹپکتا ہے اور انگور کے پانی کے مانند ہے دابوغہ اور خربزے کا پانی جو خود بخود نکلا بدون نکالنے کے اور اسی طرح ہے شربت خرما کام حلبی محشی نے کہا کہ میں نے تفسیر دابوغہ اپنے پاس کے کتب لغت میں نہیں پائی طحطاوی نے کہا کہ ایک شخص ساکن بلدۂ خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھ سے کہا کہ وہاں کے لوگ زمین سے جڑیں نکالتے ہیں اور پانی میں رکھتے ہیں وہ پانی سرخ ہو جاتا ہے اسی سے کھال کی دباغت کرتے ہیں اُس کو دابوغہ بولتے ہیں انتہی میں کہتا ہوں مخزن الادویہ کی فرہنگ میں دربوقہ کو بطیخ ہندی یعنی ترلوز لکھا ہے ظاہر اسی مناسب مقام ہے شاید کہ دابوغہ معرب[1] ہو دربوقہ کا واللہ اعلم ولما بہ مغلوب بشیٔ طاہر اور طہارت جائز نہیں اُس پانی سے جو مغلوب ہو گیا پاک چیز کے مل جانے سے م مغلوب ہو گیا یعنی اپنی طبیعت اور اصل خلقت سے خارج ہو گیا چنانچہ شربت اور سرکہ اور گلاب اور باقلا کا مطبوخ پانی اور شوربا اس واسطے کہ ان چیزوں سے پانی کا نام زائل ہو گیا مغلوب کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر پانی مغلوب نہ ہو بلکہ غالب ہو تو طہارت جائز ہے چنانچہ آگے آوے گا دریافت کر کہ اس مقام میں کتب فقہ کی عبارتیں مختلف ہیں تو قاعدہ کلیہ چاہیے جس سے حقیقت حال معلوم ہو وہ قاعدہ یہ ہے کہ مطہر یعنی ماء مطلق کا زوال اطلاق یا کمال امتزاج سے ہے یا غلبۂ ممتزج سے الخ منح الغفار شرح المصنف چنانچہ شارح اُس قاعدہ کو بیان کرتا ہے علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں کہا کہ پانی مطلق کی طبیعت اصلی یہ ہے کہ سیراب کرے اور پیاس کو مار دے اور بعضوں نے کہا قوت نفوذ اُس کی طبیعت ہے اور بعضوں نے کہا بے رنگ ہونا الغلبۃ اما بکمال الامتزاج فبشرب نبات غالب ہونا پاک چیز کا پانی پر دو طرح پر ہے یا نہایت اختلاط کے سبب سے ہے کہ حاصل ہوا ہے درخت اور گھاس کے چوسنے سے م نہایت اختلاط کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اشجار اور نباتات نے واسطے اپنے اصول دقیقہ کے زمین کے پانی یعنی تراوت کو پیا اسطرح کہ اب وہ پانی نکل نہیں سکتا بدون نکالنے کے او بطبخ بما لا یقصد بہ التنظیف یا کمال اختلاط حاصل ہوتا ہے پانی کے پکانے میں اس چیز کے ساتھ جس کی سخت سے صاف کرنا اور میل چھانٹنا منظور نہ ہو م چیز میں پانی ڈال کر پکانا دو قسم ہے ایک یہ کہ میل صاف کرنے کے واسطے ہو چنانچہ اشنان اور صابون اور بیر کی پتیاں اور خطمی کہ غسل میت کے واسطے پکاتے ہیں ایسا پکانا طہارت کا مانع نہیں مگر جب کہ رقت اور سیلان اُس کا باقی نہ رہے تو اب اُس پانی سے وضو اور غسل کرنا جائز نہیں دوسری قسم پکانے کی یہ کہ میل صاف کرنے کے واسطے نہیں چنانچہ شوربا یہ اختلاط مانع طہارت ہے اگرچہ وہ سائل اور رقیق ہو یہ دوسری صورت ہے اختلاط کی واما بغلبۃ المخالط فلو جامدا فبشغانۃ ما لم یزل الاسم کنبیذ التمر یا مغلوب ہونا پانی کا کسی چیز مل جانے والی کے سبب سے ہے اور اگر وہ چیز مل جانے والی بستہ

[1] شامی نے بعض محشیوں سے نقل کیا ہے کہ ترلوز کو دابوغہ اور دابوقہ بعض دکان دونوں کہتے ہیں پس اب معرب کہنے کی بھی حاجت نہ رہی اور راء مہملہ بعد الف اُس میں نہیں ۱۲

Marfat.com

اور گاڑھی ہے تو اُس کا غالب ہونا پانی پر پانی کے گاڑھے ہو جانے سے ہے تاوقتیکہ پانی کا نام زائل نہ ہو گیا ہو چنانچہ شربت خرما کا م یہ دوسری طرح ہے پاک چیز کے غالب ہونے کے پانی پر بمبید تمریعنی شربت خرما یہ ہے کہ خرما پانی میں تر کرتے ہیں پانی میٹھا ہو جاتا ہے اس کو خرما کا شربت کہتے ہیں پانی نہیں بولتے تو گاڑھا ہونے سے پہلے پانی مغلوب ہو گیا نام کے جاتے رہنے سے تو اب غلبہ گاڑھے ہونے پر موقوف نہ رہا اس سے وضو کرنا جائز نہیں خانیہ میں ہے کہ عدم جواز وضو شربت خرما سے امام اعظمؒ کا پچھلا قول ہے ولو مائعًا غلب مبائنًا لا وصافہ فبتغیر اکثرہا اور اگر مل جانے والی چیز پانی میں سائل اور پتلی ہے تو اگر پانی کے سب اوصاف کی مخالف ہے تو غلبہ اُس کا ثابت ہوتا ہے پانی کے اکثر اوصاف بدل جانے سے ع م پانی کے مخالط یعنی مل جانے والی چیز دو قسم ہے بستہ اور سائل بستہ کا بیان ہو گیا اب سائل کا بیان شروع ہوا سائل کی تین صورتیں ہیں یا وہ سائل پانی کی سب صفات سے مخالف ہے یا بعض سے یا سب صفات کے موافق اور مماثل ہے پانی کی تین صفتیں ہیں ایک رنگ دوسرے مزہ تیسرے بو سو سر کہ پانی کی تینوں صفت کے مخالف ہے تو اگر سرکہ پانی میں ملا اور اُس کی دو صفت میں تغیر ہوا یعنی رنگ اور مزہ میں یا مزہ اور بو میں یا رنگ اور بو میں تو غلبہ اُس کا پانی پر ثابت ہو گیا او موافقًا کلبن فباحدہا یا سائل چیز پانی کی بعض صفت سے موافق ہے اور بعض سے مخالف ہے جیسے کہ دودھ بو نہ ہونے میں پانی کے موافق ہے اور مزے اور رنگ میں مخالف ہے تو غلبہ اُس کا پانی پر ایک مخالف صفت کے متغیر ہو جانے سے ہے تو اگر دودھ کا رنگ یا مزہ پانی پر غالب ہو گیا تو وضو جائز نہیں ورنہ جائز ہے اور اسی طرح تربوز کا پانی مزے میں پانی کے مخالف ہے تو اس میں غلبہ مزے کی وجہ سے معتبر ہو گا طحطاوی نے کہا اگر شارح او مبائنًا لبعض الاوصاف کہتا تو بہتر ہوتا اور بعض نسخہ میں فباحدہما بصیغہ تثنیہ ہے تو ضمیر کا مرجع مذکور نہیں او مماثلًا مستعمل فبالاجزاء فان المطلق اکثر من النصف جاز التطہیر بالکل والا لا یا سائل پاک چیز پانی کے برابر اور مانند ہے سب تینوں صفات میں چنانچہ مستعمل پانی تو غلبہ اُس کا پانی پر اجزاء کے حساب سے ہے تو اگر مطلق پانی وزن میں نصف سے زیادہ ہے تو طہارت کرنا اُس مخلوط پانی سے جائز ہے اور اگر مطلق پانی وزن میں کم ہے مستعمل پانی سے یا برابر تو جائز نہیں م اب مستعمل کی طہارت بنا بر قول مفتی بہ معتمد کے ہے اور یہی حکم ہے عرق گاؤزبان اور عرق گلاب کا جس کی بو باقی نہ رہی ہو اور اگر آب مستعمل مطلق پانی کے برابر ہو نہ زائد نہ کم تو یہ ظاہر الروایۃ میں مذکور نہیں بدائع میں ہے کہ فقہا نے کہا ہے کہ اُس کا حکم مغلوب پانی کے برابر ہے احتیاط کی راہ سے کذا فی الطحطاوی عن البحر وہذا الیوم الملقی والملاقی اور یہ یعنی جو حکم کہ مذکور ہوا آب مستعمل میں وہ عام ہے اُس پانی مستعمل کو جو ڈالا گیا مطلق مطہر پانی میں اور اس کے ساتھ مل گیا اور اس مطلق مطہر پانی کو جس میں کوئی شخص بیٹھا یا اُس نے غوطہ مارا کذا فی الطحطاوی عن البحر یعنی ان دونوں صورتوں میں اگر آب مطلق نصف سے زائد ہے تو طہارت جائز ہے ورنہ جائز نہیں ففی الفتاوی یجوز التوضی مالم یعلم تساوی المستعمل علی ما حققہ فی البحر والنہر والمنح تو وضو کرنا صغیر حوضوں میں جائز ہے جب تک مستعمل کا برابر ہونا آب طہور کے ساتھ معلوم نہ ہو یہ قاعدہ ہے بنا بر اُس تحقیق کے جو بحر الرائق اور نہر الفائق اور منح الغفار میں مذکور ہے م یہ تفریع ہے اس قول متقدم پر کہ وضو جائز ہے اگر مطلق پانی اکثر ہو والا جائز نہیں بحر الرائق میں کہا اور اس پر دلیل وہ ہے جو شیخ سراج الدین قاری ہدایہ نے اپنے فتاوی میں جس کو ان کے شاگرد صاحب فتح القدیر نے جمع کیا ہے کہ کسی نے اُن سے سوال کیا فسقیہ صغیرہ سے جس میں لوگ وضو کرتے ہیں اور اُس میں مستعمل پانی گرتا ہے اور ہر روز اُس میں نیا پانی نازل ہوتا ہے اُس میں وضو کرنا جائز ہے یا نہیں تو جواب دیا کہ جب اُس حوض میں سوائے پانی مذکور کے اور کوئی چیز واقع نہیں ہوئی تو کچھ ضرر نہیں انتہی یعنی اگر اس میں نجاست پڑے گی تو وہ ناپاک ہو جائے گا صغیر ہونے کے سبب سے کذا فی الطحطاوی قلت لکن الشرنبلالی فی شرح الوہبانیۃ فرق بینہما فراجعہ متامل لیکن شرنبلالی نے وہبانیہ کی شرح میں ملقی اور ملاقی میں تفرقہ کیا ہے تو اُس کی طرف رجوع کر غور و تامل کے ساتھ م خلاصہ کلام شرح وہبانیہ یہ ہے کہ قلیل مستعمل کے ملنے سے کثیر مطلق مستعمل نہیں ہو جاتا اور بدن کی ملاقات سے تمام پانی حکمًا مستعمل ہو جاتا ہے انتہی لیکن اس توہم کو صاحب بحر

ل یعنی یا مخالف ہو بعض اوصاف میں ۱۲ سے لفظی ترجمہ ملاقی کا ملنے والا یعنی وہ پانی قلیل جو عضو سے ملے اس طرح کہ کوئی بے وضو اس میں گھس جاوے یا ہاتھ ڈال دے ۱۲

Marfat.com

نے ذکر کیا اور اس کی طرف التفات نہیں کیا سو یوں کہا کہ جب تجھ کو یہ معلوم ہوا تو ظاہر ہو گیا اُس شخص کے قول کا ضعیف ہونا جو ہمارے زمانہ میں کہتا ہے کہ آب مستعمل جب ڈالا جائے آب مطلق میں اور حالانکہ مطلق غالب ہے تو وضو سارے پانی سے جائز ہے اور جب کہ وضو کیا فسقیہ یعنی صغیر حوض میں تو سب مستعمل ہو گیا اس لیے کہ دونوں مسئلوں میں کچھ فرق نہیں اور یوں فرق کرنا کہ وضو میں استعمال سارے پانی میں شائع ہو جاتا ہے برخلاف ڈالنے کے مدفوع ہے اس طرح پر کہ شیوع اور اختلاط دونوں صورتوں میں برابر ہے تو من جہۃ الحکم دونوں صورتوں میں کچھ فرق نہیں معلوم ہوتا الحاصل فساقی صغار یعنی چھوٹے حوضوں سے وضو کرنا جائز ہے جب تک اس کا گمان غالب نہ ہو کہ آب مستعمل اکثر یا مساوی ہے اور وقوع نجاست کا گمان غالب نہ ہوا نتہیٰ ازبسکہ ملقّط اور طاقی میں کچھ فرق ظاہر نہیں اسی واسطے شارح نے اس کی طرف بلفظ تامل اشارہ کر دیا کذا فی الطحطاوی ویجوز رفع الحدث بما ذکروا ن مات فیہ ای الماء دنو قلیلاً غیر دموی کزنبور وعقرب ولبق ای لبوص وقیل لبق الخشب اور جائز ہے دور کرنا حدث کا مطلق پانی کے اُن اقسام سے جن کا بیان گذر گیا اگرچہ وہ پانی قلیل ہو گو کہ اُس میں مرگیا ہو وہ جانور جس میں خون سائل نہیں چنانچہ بھڑ اور بچھو اور لبق یعنی مچھر اور بعضوں نے کہا لبق سے مراد لکڑی کا کیڑا[1] ہے ذنی المجتبیٰ۔ الاصح فی علق مص الدم انہ یفسد ومنہ یعلم حکم لبق وقراد وحلم اور مجتبیٰ میں صحیح تر حکم اس جونک کا جس نے خون کو چوسا اور قلیل پانی میں مرگئی یہ ہے کہ وہ پانی فاسد ہوتا ہے یعنی ناپاک ہو جاتا ہے اور اسی ترجیح سے معلوم ہوتا ہے حکم مچھر اور چھوٹی چیچڑی اور بڑی چیچڑی کا یعنی اگر مچھر اور چیچڑی خون پی کر قلیل پانی میں مر جائے تو پانی ناپاک ہو گا جیسے خون کی چوسی ہوئی جونک کے مرنے سے ناپاک ہوتا ہے قول اصح میں اس لیے کہ جونک اور مچھر میں خون ذاتی نہیں مستعار ہے کذا فی النہر وفی الوہبانیہ دود القز وما مدبزرہ وذرہ طاہر کدودۃ متولدۃ من نجاسۃ اور وہبانیہ میں ہے کہ ریشم کا کیڑا اور اس کا جوشیدہ پانی اور اُس کے انڈے اور نجال پاک ہے جیسے نجاست کا پیدا ہوا کیڑا پاک ہے م پانی سے وہ پانی مراد ہے جس میں ریشم کے کیڑے اوبالے جاتے ہیں ریشم کے نکالنے کے واسطے کذا فی الحلبی ومائی مولد ولو کلب الماء او خنزیرہ کسمک وسرطان وضفدع اور اگرچہ آب مطلق قلیل میں وہ جانور مرگیا ہو جس کی پیدائش کا مکان پانی ہے چنانچہ مچھلی اور کیکڑا اور مینڈک اگرچہ پانی کا کتا اور سور ہو م مصنف نے صاحب ہدایہ کی پیروی کر کے دو مسئلہ یہاں ٹھہرائے ایک اُس جانور کا جس میں خون سائل نہیں دوسرے وہ جانور جو پانی میں پیدا ہوتا ہے اور کنز کی طرح یوں نہ کہا کہ موت مالادم الخ اس واسطے کہ کنز پر اعتراض لگتا ہے اُس جانور کا جو پانی میں پیدا ہوتا ہے اور وہیں رہتا ہے اور اس میں خون سائل ہے اس واسطے کہ ظاہر الروایۃ میں اُس کی موت میں پانی نجس نہیں ہوتا لہذا مصنف نے دونوں صورتوں کو جمع کر دیا بحر الرائق میں کہا کہ پانی کے کتے میں مشائخ کا اختلاف ہے بلا ترجیح چنانچہ معراج الدرایۃ میں ہے لیکن خلاصہ میں ہے کہ پانی کا کتا اور پانی کا سور جب پانی میں مر جاویں تو اس پر فقہا کا اجماع ہے کہ پانی فاسد نہیں ہو جاتا تو شاید کہ قول ضعیف کا اعتبار نہیں کیا کذا فی الطحطاوی الا برغوث الدم سائل وہو ما لا ستر لہ بین اصابعہ فیفسد فی الاصح کحیۃ برّیۃ ان لہا دما الا لا مگر جنگلی مینڈک میں خون سائل ہوتا ہے اور جنگلی وہ ہے جس کی انگلیوں کے درمیان میں پردہ نہیں ہوتا بط کے مانند تو اگر اس کی موت سے پانی فاسد یعنی نجس ہو جاتا ہے صحیح تر قول میں جیسے خشکی کے سانپ کی موت سے پانی نجس ہو جاتا ہے اگر اس میں خون سائل ہو اور اگر خون نہ ہو یا خون سائل نہ ہو تو ناپاک نہیں ہوتا وکذا الحکم لو مات ما ذکر خارجہ والقی فیہ فی الاصح فلو لغت فیہ نحو ضفدع جاز الوضوء بہ لا شربہ لحرمۃ لحمہ اور اسی طرح کا حکم ہے یعنی پانی ناپاک نہیں ہوتا اگر مرگیا وہ جانور جو مذکور ہوا پانی سے باہر اور پانی میں ڈالا گیا صحیح تر قول میں تو اگر پانی میں مینڈک کے مانند جانور ریزہ ریزہ ہو گیا تو وضو اس سے جائز ہے پینا اس کا جائز نہیں اس کے گوشت کے حرام ہونے سے م مینڈک کے مانند وہ جانور ہے جو ناپاک نہیں مگر اس کا کھانا حرام ہے ویجوز الماء بالقلیل بموت ما لیس معاشہ برّیّ مولدہ فی الاصح کبط وزوج اور ناپاک ہوتا ہے تھوڑا پانی صحیح تر قول میں اُس جانور کے مرنے سے جو پانی میں رہتا ہے خشکی میں پیدا ہوتا ہے چنانچہ بط اور جیسے بط م پانی کی

[1] شامی نے قاموس سے نقل کیا کہ لبق مچھر اور کھٹمل کو کہتے ہیں اور لبق الخشب سے مراد کھٹمل ہے ۱۲

Marfat.com

چڑیوں میں تصحیح مختلف ہے لیکن شرح جامع صغیر قاضی خان کی تصحیح موجہ تر ہے لہٰذا ماتن نے اسی پر اعتماد کیا کذا فی المنح وحکم سائر المائعات کالماء فی الاصح اور پانی کے سوا باقی سائل اور رواں چیزوں کا حکم پانی کے مانند ہے صحیح تر قول میں یعنی وقوع نجاست سے قلیل فاسد ہوتا ہے نہ کثیر حتی لو وقع بولہ فی عصیر عشر فی عشر لم یفسد یہاں تک کہ اگر آدمی کا پیشاب پڑا اس حوض میں جس میں دہ در دہ رس ہے کسی چیز کا تو وہ فاسد یعنی ناپاک نہ ہوگا جیسے اتنا پانی ناپاک نہیں ہوتا ولو سال دم رجلہ مع العصیر لا ینجس خلافا لمحمد ذکرہ الشمنی اور اگر پاؤں کا خون بہا رس کے ساتھ یعنی جاری رس کے ساتھ کذا فی الطحطاوی تو وہ ناپاک نہ ہوگا برخلاف محمد رح کے ایسا ذکر کیا ہے شمنی وغیرہ نے م انگور وغیرہ کا پاؤں سے داب کر رس نچوڑتے ہیں تو اگر پاؤں کا خون جاری رس کے ساتھ بہیگا ناپاک نہ ہوگا جیسے آب رواں کے ساتھ خون کا بہنا ناپاک نہیں کرتا وتبغیر احد اوصافہ من لون او طعم اور بسبب تنجس الکثیر اور ایک وصف کے بدلنے سے پانی کے تین اوصاف میں سے کہ رنگ اور مزہ اور بو ہے ناپاک ہو جاتا ہے بہت پانی اور اسی طرح رس م شارح نے کثیر کا لفظ ذکر کر کے اشارہ کیا کہ ینجس کا لفظ فعل مضارع ہے اور کثیر اس کا فاعل ہے سو یہ بات ٹھیک نہیں بلکہ حق یہ ہے کہ قولہ وتبغیر عطف ہے بموت مائی پر تو وہ متعلق ہے بموت مائی کا جس کو شارح مضارع سمجھتا ہے وہ جار مجرور ہے یعنی بائے جارہ ہے نہ بائے تحتانیہ اور یہ جار مجرور متعلق ہے تبغیر کا تو مطلب یہ ہے کہ ناپاک ہو جاتا ہے پانی ایک وصف کے متغیر ہونے سے بسبب واقع ہونے نجاست کے اور شارح کے بیان میں یہ خلل ہے کہ فاعل کا حذف کرنا بدون قرینہ جائز نہیں اور یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ پانی کا تغیر کس چیز سے ہوا پاک چیز سے یا ناپاک سے کذا فی الطحطاوی مختصراً ولو جاریاً اجماعاً ایک صفت کا بدلنا نجاست سے پانی کو نجس کرتا ہے اگرچہ جاری اور بہتا ہوا پانی ہو بالاتفاق م علما کا اس پر اجماع اور اتفاق ہے کہ جب پانی کا ایک وصف بھی نجاست سے بدل گیا اس سے طہارت جائز نہیں خواہ پانی قلیل ہو یا کثیر جاری ہو یا غیر جاری اسی طرح منقول ہے ہم حنفیوں کی کتابوں میں اور امام نووی شافعی نے بھی شرح مہذب میں اسی طرح نقل کیا ہے اور اگر نجاست سے تغیر نہیں ہوا تو اتفاق ہے عامہ علما کا اس پر کہ قلیل ناپاک ہو جاتا ہے نہ کثیر لیکن حد قلیل اور کثیر میں اختلاف ہے چنانچہ آگے معلوم ہوگا کذا فی البحر والمنح واما القلیل فینجس وان لم یتغیر خلافا لمالک اور قلیل پانی تو ناپاک ہو جاتا ہے نجاست کے واقع ہونے سے اگرچہ پانی کا رنگ یا مزہ یا بو نہ بدلے برخلاف امام مالک کے مذہب کے م امام مالک کا یہ مذہب ہے کہ وقوع نجاست سے قلیل پانی میں نجس نہیں ہوتا جبتک کہ رنگ یا مزہ یا بو اس کی متغیر نہ ہو لیکن اس پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ جو پانی متغیر نہ ہو وہ کثیر ہے امام مالک کے نزدیک نہ قلیل کذا فی البحر لا لو تغیر لطول مکث ناپاک نہیں ہوتا پانی اگر اس کا مزہ وغیرہ بدل گیا زیادہ ٹھہرنے سے فلو علم نتنہ بنجاسۃ لم یجز تو اگر اس کی گندگی معلوم ہوئی نجاست کے سبب سے تو طہارت جائز نہیں دلو شک فالاصل الطہارۃ اور اگر گندگی میں شک پڑے معلوم نہیں کہ زیادہ ٹھہرنے کے سبب سے ہے یا نجاست کے سبب سے تو اصل طہارت ہے تو اصل ہی کا اعتبار کرنا چاہیے لوگوں سے اس کی تحقیق اور تفتیش ضرور نہیں کذا فی المنح والتوضی من الحوض افضل من النہر رعما للمعتزلۃ اور وضو کرنا حوض سے بہتر ہے نہر سے معتزلہ کے توڑ پر م معتزلہ ایک فرقہ ہے اسلام میں اہل سنت کے مخالف ہیں اصول اور فروع حنفی میں مگر اس مسئلہ میں مخالف ہیں یعنی ان کے نزدیک حوض کبیر وقوع نجاست سے نجس ہوتا ہے اگرچہ نجاست قلیل ہو بحر الرائق میں فتح القدیر سے نقل کیا کہ ان کے مخالف اس صورت میں ہے جب کہ معتزلہ موجود ہوں اور جہاں وہ لوگ نہیں تو وہاں وضو کرنا نہر سے بہتر ہے حوض سے وکذا یجوز بماء خالطہ طاہر جامد مطلقا کالثنان وزعفران اور اسی طرح طہارت جائز ہے اس پانی سے جس کے ساتھ مخلوط ہو گئی پاک چیز بستہ غیر سائل ہر طرح کی چنانچہ اشنان اور زعفران م طاہر غیر سائل کا ملنا ہر طرح مانع طہارت نہیں خواہ وہ چیز زمین کی جنس سے ہو چنانچہ مٹی اور چونہ یا بقصد تنظیف تخلیط ہوئی چنانچہ اشنان اور صابون یا کوئی اور چیز ہے چنانچہ زعفران امام کے نزدیک کذا فی المنح لکن فی البحر عن القنیۃ ان امکن الصبغ بہ لم یجز کنبیذ تمر بحر الرائق میں قنیہ سے منقول ہے کہ اگر زعفران کے پانی سے رنگنا کپڑے وغیرہ کا ممکن ہو تو طہارت اس سے جائز نہیں جیسے شربت خرما سے جائز نہیں وفاکہۃ وورق شجر وان غیر کل اوصافہ فی الاصح اور جیسے پھل اور درخت

لہ مترجم کا اعتراض بحر للہ طحطاوی - شارح پر نہیں ہے جواب شامی میں بالتفصیل مذکور ہے ۱۲ منہ

Marfat.com

کے پتوں کے پانی میں مل جانے سے طہارت جائز ہے اگرچہ پتی سے پانی کے تمام اوصاف بدل گئے ہوں صحیح تر قول میں م نہایہ میں ہے استادوں سے منقول ہے کہ وہ وضو کیا کرتے تھے اُن حوضوں سے جن میں درختوں کی پتی واقع ہوتی تھی باوجود متغیر ہو جانے تمام اوصاف کے اور کوئی کسی کو منع نہیں کرتا تھا اور مقابل اصح کے محمد بن ابراہیم میدانی کا قول ہے کہ اُس پانی کی رنگت ہتھیلی میں اٹھانے سے معلوم ہو تو اُس سے وضو درست نہیں اُس کا پینا درست ہے ان بقیت رقتہ ای واسمہ کما مر بشرطیکہ اُس پانی کا پتلاپن اور نام اس کا باقی رہا چنانچہ گذر گیا آب مغلوب کے بیان میں م اور جب کہ پانی کا نام زائل ہو چنانچہ زعفران کا پانی اُس صورت میں کہ کپڑے وغیرہ رنگتا ہو تو اس سے وضو جائز نہیں کیونکہ عرفِ زبان میں اُس کا نام صبغ ہو گیا چنانچہ نبیذ تمر کذا فی الطحطاوی ویجوز بجار وقعت فیہ نجاسۃ اور طہارت جائز ہے اُس بہتے پانی سے جس میں نجاست پڑی م خواہ نجاست نظر آتی ہو پانی میں یا نظر نہ آتی ہو آب جاری میں سے ناپاک نہیں ہوتا خود محل وقوع نجاست سے وضو درست ہے ابو یوسفؒ کے نزدیک اور یہی مختار ہے مشائخ بخارا کا نصاب میں کہا کہ اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی الطحطاوی والجاری ہو ما یعد جاریا عرفا اور جاری پانی وہ ہے جس کو رواں اور بہتا عرف میں شمار کرتے ہیں دقیل ما یذہب بتبنہ والاول اظہر والثانی اشہر اور بعضوں نے کہا جاری پانی وہ ہے جو تنکے کو بہالے جائے اور پہلا قول ظاہر تر ہے اور دوسرا قول مشہور تر ہے کذا فی البحر وان وصلیۃ لم یکن جریانہ بمدہ فی الاصح آب رواں ناپاک نہیں ہوتا اگرچہ اُس کا بہنا اوپر کے پانی کے مدد سے نہ ہو صحیح تر قول میں یعنی اگرچہ مبدا اور منشا اس کا چشمہ اور جھیل یا مینہ نہ ہو م عدم اشتراط مدد کی تصحیح صاحب سراج اور صاحب تجنیس نے کی ہے اور مقابل اس کے فتح القدیر کا قول ہے کہ جاری ہونے میں پانی کی مدد ضرور ہے چنانچہ چشمہ اور کنواں اور یہی قول مختار ہے تو یہاں دونوں قولوں کی تصحیح واقع ہے کذا فی الطحطاوی فلو سد النہر من فوق فتوضا رجل بما یجری بلا مدد جاز لانہ جار تو اگر نہر بند کی گئی اوپر سے اس طرح کہ بند سے مطلقاً پانی نہیں رستا ہے پھر کسی مرد نے وضو کیا اُس پانی سے جو بہتا ہے بدون مدد کے تو جائز ہے اس واسطے کہ وہ جاری پانی ہے وکذا لو حفر نہرا من حوض صغیر او صب رفیقہ الماء فی طرف میزاب وتوضا فیہ وعند طرفہ الآخر اجتمع فیہ جاز توضیہ بنا نیا وضم وتمامہ فی البحر اور اسی طرح اگر نہر کھودی چھوٹے حوض سے اور اُس میں پانی بہا حوض کا یا ایک شخص کے رفیق نے پانی ڈالا پرنالے کے ایک کنارے پر اور اُس شخص نے وضو کیا نہر یا پرنالے کے رواں پانی میں اور پرنالے کے دوسری طرف کوئی برتن ہے جس میں وہ رواں پانی جمع ہوتا جاتا ہے تو دوسری بار اسی پانی سے وضو کرنا جائز ہے اور پھر تیسری بار اسی طرح اور پھر چوتھی بار اسی طرح پانی بہا کر وضو جائز ہے اور اس کا پورا بیان بحر الرائق میں ہے م یعنی حوض صغیر سے پانی بہایا نہر میں اور بہنے کی حالت میں وضو کیا پھر وہ پانی جمع ہوا ایک مکان میں سو دوسرے آدمی نے اُس مکان سے نہر کھودی اور اُس میں پانی بہایا اور وضو کیا جاری ہونے کی حالت میں پھر وہ پانی جمع ہو گیا اور مکان میں پھر اور آدمی نے اسی طرح کیا تو سب شخصوں کا وضو درست ہے اس واسطے کہ ہر ایک نے پانی بہنے کی حالت میں وضو کیا اور جاری پانی نجس نہیں ہوتا جب تک متغیر نہ ہو جاوے چنانچہ بحر الرائق میں ہے اور جو پانی کہ جمع ہوا وہ طاہر اور طہور ہے یعنی پاک کرنے والا ہے اس واسطے کہ اُس کا استعمال جاری ہونے کی حالت میں ہوا ہے اور جاری پانی مستعمل نہیں ہوتا استعمال کرنے سے اسی طرح منقول ہے شیخ زاہد الوالسن رستغفنی سے علامہ نوح نے کہا کہ یہ فرع مبنی ہے آب مستعمل کے نجس ہونے پر اور فتویٰ ہے آب مستعمل کے طاہر ہونے پر کذا فی الطحطاوی وان لم یر ای یعلم اثرہا فلو فیہ جیفۃ او بال فیہ رجل فتوضا آخر من اسفلہ جاز ما لم یر فی اسفلہ اثرہ آب جاری وقوع نجاست سے نجس نہیں ہوتا جب تک نجاست کا اثر نہ معلوم ہو تو اگر آب جاری میں مردار جانور پڑا ہو یا اُس میں کسی مرد نے پیشاب کیا سو دوسرے مرد نے اُس کی جانب نشیب میں وضو کیا تو جائز ہے جب تک کہ جانب نشیب میں اُس کا اثر معلوم نہ ہو م شارح نے مردار اور پیشاب کی مثال دے کر اشارہ کیا کہ نجاست[1] مرئی اور غیر مرئی میں کچھ فرق نہیں وہو اما لعم او لون او ریح او رہ یعنی نجاست کا اثر یا مزہ ہے یا رنگ یا بو ظاہرہ لعم الجیفۃ وغیرہا وہو مار جحہ الکمال وقال تلمیذہ قاسم انہ المختار وقواہ فی النہر واقرہ المصنف وفی القہستانی عن المضمرات عن النصاب وعلیہ الفتویٰ اور ظاہر کلام

[1] یعنی جو آنکھ سے نظر آوے ۱۲

Marfat.com

مصنف کا مرد اس کے غیر دونوں کو شامل ہے یعنی آب جاری میں بدون ظہور اثر کے نجاست نہیں ہوتی نجس چیز مردار ہو یا غیر اس کے اور اسی قول کی ترجیح دی ہے محقق کمال نے اور ان کے شاگرد قاسم نے کہا کہ یہی قول مختار ہے اور اسی کو قوی کہا ہے نہر الفائق میں اور اسی کو ثابت رکھا ہے مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں اور قہستانی میں مضمرات سے اور اس میں نصاب سے منقول ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے وقیل ان جری علیها نصفه فاکثر لم یجز وہو احوط اور قول دوسرا یہ ہے کہ اگر پانی جاری ہوا مردار کے نصف بدن پر یا زیادہ پر تو اس سے طہارت جائز نہیں اور یہ قول زیادہ تر احتیاط والا ہے اور اکثر فتاووں میں یہی مذکور ہے والحقوا بالجاری حوض الحمام لو الماء نازلا والغرف متدارک اور فقہاء نے آب جاری کے ساتھ ملایا ہے حمام کے حوض کو نجس نہ ہونے میں بدون اثر کے بشرطیکہ حوض میں اوپر سے پانی نازل ہو اور حوض سے پانی لینا پے در پے ہو اس طرح پر کہ مابین الغرفتین سطح پانی کا ساکن نہ ہو گیا ہو تو اگر ناپاک برتن یا ناپاک ہاتھ اس حوض میں ڈالا جاوے گا تو وہ ناپاک نہ ہوگا بدون ظہور اثر کے کذا فی البحر کوض صغیر یدخله الماء من جانب ویخرج من آخر یجوز التوضی من کل الجوانب مطلقا بفتی اس چھوٹے حوض کے مانند جس میں پانی داخل ہوتا ہے ایک طرف سے اور خارج ہوتا ہے دوسری طرف سے تو وضو کرنا جائز ہے اس کی ہر طرف سے ہر طرح اسی کا فتوی ہے م ہر طرح یعنی وہ حوض چار در چار ہو یا کم یا زیادہ اس سے اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر چار در چار سے زیادہ ہے تو وقوع نجاست سے ناپاک نہ ہوگا کذا فی البحر پھر معلوم کرنا چاہیے کہ حوض مذکور کا مسئلہ مبنی ہے آب مستعمل کی نجاست پر اور مفتی بہ قول پر چونکہ آب مستعمل پاک ہے تو وضو مطلقاً درست ہے کیونکہ مستعمل مغلوب ہے اور مطہر غالب وکعین فی خمس ینبع الماء منه بفتی قہستانی مغربا للتتمة اور مانند اس چشمہ کے کہ وہ پنج در پنج ہے اس میں سے پانی جوش مار کے نکلتا ہے اس کے ہر طرف سے وضو جائز ہے اسی کا فتوی دیا گیا ہے چنانچہ قہستانی نے اس کو تتمہ کی طرف منسوب کیا ہے م پانچ کی قید اس واسطے لگائی کہ یہی تو محل نزاع ہے اور اگر پانچ ہاتھ سے حوض یا چشمہ کم ہے تو بالاتفاق وضو جائز ہے وجہ اختلاف یہ ہے کہ چھوٹے حوض یا چشمہ میں آب مستعمل جلد نکل جاتا ہے اور بڑے حوض میں گوشوں میں ٹھہر جاتا ہے اور یہ مسئلہ بھی آب مستعمل کی نجاست پر متفرع ہے اور فتوی اس کے برخلاف ہے وکذا یجوز بر اکد کثیر کذلک ای وقع فیه نجس لم یر اثره لونی موضع وقوع المرئیة بفتی بحر اور اسی طرح وضو جائز ہے اس بستہ ٹھہرے کثیر پانی سے جو اسی طرح کا ہے یعنی جس میں ایسی نجاست پڑی جس کا کچھ اثر نمودار نہیں اگرچہ نجاست مرئیہ کے مکان وقوع میں وضو کیا اسی قول کا فتوی ہے بحر الرائق میں م اور بعضوں نے یہ اختیار کیا کہ اتنا کل کرے سوا اگر اتنا کل میں یہ آوے کہ نجاست خالص نہیں ہوئی تو وضو کرے یعنی موقع نجاست میں ورنہ وضو نہ کرے ابن امیر حاج نے کہا یہی صحیح تر ہے اور کرخی وغیرہ نے تخمیس کی ترجیح دی ہے بدائع میں کہا کہ یہی ظاہر الروایۃ ہے اور مطلب اس کا یہ ہے کہ موضع نجاست کو چار در چار گز چھوڑ کر وضو کرے اور مشائخ بخارا اور ماوراء النہر نے کہا کہ غیر مرئی نجاست میں موضع وقوع نجاست سے وضو کرے وہو الاصح تو معلوم ہوا کہ سب اقوال کی تصحیح واقع ہوئی ہے مگر فتوی اسی پر ہے جو شارح نے ذکر کیا یعنی اگر نجاست مرئی کا اثر معلوم نہ ہو تو موضع وقوع سے وضو جائز ہے فتح القدیر میں ہے کہ اسی قول کی تصحیح لائق ہے ایسا مذکور ہے نہر الفائق میں کذا فی الطحطاوی والمعتبر فی مقدار الراکد اکبر رای المبتلی به فان غلب علی ظنه عدم خلوص ای وصول النجاسة الی الجانب الآخر جاز والا لا ہذا ظاہر الروایة عن الامام والیه رجع محمد وہو الاصح کما فی الغایة وغیرہا وحقق فی البحر انه المذہب قبیل اور اس آب بستہ غیر جاری کی مقدار میں جو ناپاک نہیں ہو جاتا بلا ظہور اثر نجاست کے تجویز غالب معتبر ہے مبتلی بہ کی یعنی اس شخص کی جس کو طہارت کے واسطے پانی کی حاجت پڑی تو اگر اس کے گمان میں عدم خلوص یعنی نہ پہنچنا نجاست کا دوسری طرف غالب ٹھہر گیا تو وہ آب کثیر ہے اس آب بستہ سے وضو اور غسل جائز ہے اگر یہ گمان غالب نہیں ہوتا تو وہ قلیل پانی ہے طہارت اس سے جائز نہیں یہی ظاہر الروایۃ ہے امام اعظم سے اور اسی قول کی طرف محمد نے جن سے وہ در وہ کا قول منقول ہے رجوع کیا ہے اور یہی قول صحیح تر ہے چنانچہ غایۃ البیان وغیرہ میں ہے اور بحر الرائق میں ثابت کیا ہے کہ یہی قوی مذہب ہے اور اسی پر عمل کرنا چاہیے م بحر الرائق میں دس روایات سے اس کو مذہب ثابت کیا ہے

---

۵ وجہ ناپاکی کی یہ ہے کہ اگر حوض چار در چار سے زیادہ ہوگا تو نجاست یا پانی مستعمل اسی جگہ ٹھہرا رہے گا جہاں اگر پانی کی آمد یا خروج کی جگہ وضو کرے گا یا اس جگہ نجاست گرے گی تو پاک نہ ہوگا کذا فی الشامی ۱۲

Marfat.com

پھر یوں کہا کہ یہ جو ہمارے اکثر بلکہ تمام علماء متاخرین نے دہ در دہ کو آب کثیر قرار دیا ہے وہ ہمارے اصحاب کا مذہب نہیں اور محمدؒ نے اگرچہ اس کی تقدیر کی ہے مگر اس سے رجوع کیا ہے اور اگر رجوع بھی ثابت نہ ہوتا تو یہ تقدیر لازم نہیں مگر انھیں کے حق میں اس واسطے کہ جب کہ ہر حاجتمند کے استکثار کا اعتبار ہوا تو ایک شخص کا کثیر سمجھنا دوسرے پر لازم نہیں بلکہ یہ امر مختلف ہے جو جس کے دل میں پڑے اُس پر وہ عمل کرے اور یہ امر اُن امور سے نہیں ہے جس میں عامی پر مجتہد کی تقلید واجب ہو چنانچہ فتح القدیر میں ہے کذا فی الطحطاوی مصنف نے اپنی شرح میں کہا چونکہ حد آب کثیر میں ظن غالب ظاہر الروایۃ تھا اور اس کی تصحیح اکثر کتب معتمد میں واقع تھی لہذا ہم نے اس متن میں اسی پر اعتماد کیا اور متاخرین نے جو دہ در دہ کو اختیار کیا وہ ظاہر الروایۃ نہیں اور نہ ہمارے علمائے متقدمین کا مذہب ہے اگرچہ صاحب کنز نے اس پر یقین کیا ہے اور صاحب ہدایہ نے اُس پر فتویٰ ٹھہرایا ہے تو جو مذہب میں صحیح قول ہے اس پر عمل کرنا متعین ہے انتہیٰ وان التقدیر یعشر لا یرجع الیٰ اصل یعتمد علیہ وردّما اجاب بہ صدر الشریعۃ اور بحر الرائق میں یہ ثابت کیا کہ آب کثیر میں اندازہ ٹھہرانا دہ در دہ کا اصل معتمد علیہ کی طرف راجع نہیں ہوتا اور جو ثبوت اصل کا جواب دیا ہے صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ میں اُس کو رد کیا ہم صدر الشریعۃ نے دہ در دہ کی یہ حدیث اصل ٹھہرائی کہ جو کنواں کھودے تو اُس کا حق کنوئیں کے گرداگرد ۴۰ گز ہے تو اُس کے گرد چاروں طرف سے ۴۰ گز ہوئے تو اگر دوسرا شخص دس گز کے اندر پیر یا لوٹہ یعنی نجاست ڈالنے کا کھتا کھودے گا تو روکا جائے گا اس واسطے کہ پہلے کنوئیں کی طرف نجاست سرایت کرے گی اور اگر دس گز کے بعد کھودے گا تو روکا نہ جائے گا تو معلوم ہوا کہ شرع نے دہ در دہ کو عدم سرایت میں اعتبار کیا ہے صاحب بحر نے اس کو تین وجہ سے رد کیا ہے از آں جملہ ایک وجہ یہ ہے کہ حریم چاہ کا دس گز ہونا بعض کا قول ہے اور صحیح قول تو یہ ہے کہ اُس کا حریم ہر طرف سے ۴۰ گز ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ زمین ہر اتب سخت ہے پانی سے تو پانی کو زمین پر قیاس کرنا عدم سرایت میں صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی مختصر اعلامہ عینی نے شرح ہدایہ میں فرمایا کہ حدیث بیر بضاعہ دہ در دہ کی سند ہو سکتی ہے بیان اُس کا یہ ہے کہ محمد بن حسن سے جب آب کثیر کا سوال ہوا تو کہا کہ اگر میری مسجد کے برابر ہو تو وہ کثیر ہے جب اس کو ناپا تو مسجد اندر سے ہشت در ہشت تھی اور باہر سے دہ در دہ تھی اور قول ضعیف یہ ہے کہ دوازدہ در دوازدہ تھی اور بیر بضاعہ کی مسافت ہشت در ہشت تھی اور دلیل اُس پر ابو داؤد سجستانی صاحب سنن کا قول ہے کہ میں نے بیر بضاعہ کو اپنی چادر سے تو عرض اس کا چھ گز تھا اور میں نے وہاں پوچھا کہ زمان سابق سے اس میں کچھ تغیر ہوا ہے جواب دیا کہ نہیں پھر جب اس کا عرض چھ گز کا ہوا تو طول اس کا زیادہ ہوگا اس واسطے کہ اکثر طول زیادہ ہوتا ہے عرض سے اور اگر وہ کنواں مدور ہوتا تو کہتے کہ اس کا دور چھ گز کا تھا تو جب کہ طول کی زیادت عرض کے ساتھ ملائی جاوے تو مقدار اُس کی ہشت در ہشت یا زیادہ ٹھہرے گی تو محمدؒ نے اس تقدیر کو لیا لیکن باب عبادات میں احتیاط لازم ہے لہذا ان کی مسجد اعلیٰ کے خارج کو یعنی دہ در دہ کو اعتبار کیا انتہیٰ لکن فی النہر دانت تغیر بان اعتبار العشر اضبط ولا سیما فی حق من لا رای لہ من العوام فلذا اختاہ المتاخرون الاعلام لیکن نہر الفائق میں ہے کہ اے مخاطب تو جانتا ہے کہ مقرر اعتبار کرنا دہ در دہ کا ضبط اور بندوبست کی بات ہے خصوصاً عوام لوگوں کے حق میں جن کو ظن غالب اور تجویز حاصل نہیں تو اسی واسطے علماء کبار متاخرین نے دہ در دہ کا فتویٰ دیا ہم قوت دلیل صاحب بحر الرائق کے کلام میں ہے اور جب کہ تو صاحب بحر اور صاحب نہر دونوں کے کلام پر بخوبی آگاہ ہو تو تجھ کو اس کا یقین حاصل ہو جائے اور جو کہ صاحب نہر نے مذکور کیا اُس کو صاحب بحر نے بھی ذکر کیا اور اُس کو قابل التفات کے نہ جانا کذا فی الطحطاوی ای فی المربع بار بعین وفی المدور بستۃ وثلثین وفی المثلث من کل جانب خمسۃ عشر ربعاً وخمسا بذراع الکرباس یعنی متاخرین کا فتویٰ ہے حوض مربع میں ۴۰ گز پر اور حوض مدور میں ۳۶ گز پر اور حوض مثلث میں ہر طرف سے پندرہ گز اور چوتھائی اور پانچواں حصہ گز پر تینوں صورتوں میں کپڑے ناپنے کا گز مراد ہے م یعنی حوض کبیر جو آب جاری کے مانند نجاست کے پڑنے سے بدون ظہور اثر کے ناپاک نہیں ہو سکتا اُس کی مقدار بموجب فتویٰ متاخرین کے اگر وہ مربع ہے تو دہ در دہ ہے یعنی ہر طرف سے دس گز اور پانی کے چاروں طرف سے ۴۰ گز اور سطح پانی کا

ف پانی میں دہ در دہ کی مقدار کس اصل سے ماخوذ نہیں ۱۲

Marfat.com

طول اور عرض میں سو گز اور حوض مدور میں ۳۶۔ گز کی ترجیح مذکور ہے ظہیریہ میں اور غیر ظہیریہ میں ۲۷ گز محیط میں کہا کہ ۴۸۔ گز اغتباء میں زیادہ تر احتیاط ہے کما فی النہر اور اگر حوض مثلث ہے یعنی جس کے تینوں کونے معتدل ہیں تو ہر طرف سے پندرہ گز اور چہارم گز اور شارح نے جو پنجم گز زیادہ کیا ہے اس کی کچھ حاجت نہیں اس لئے کہ اس قدر سے مساحت پانی کی سو گز ہو جاتی ہے وتمامہ فی الطحطاوی نہر الفائق میں ہے کہ معتبر ذراع کرباس ہے یا ذراع مساحت یا ہر زمان اور مکان کا گز جس سے پیمائش کرتے ہیں تینوں قولوں کی ترجیح واقع ہے اور پچھلا قول مناسب تر ہے انتہیٰ ہدایہ اور تبیین میں ذراع کرباس کو اختیار کیا ہے علامہ عینی نے کہا مساحت کا گز سات مشت یعنی سات مٹھی کا اور ہر مٹھی پر ایک کھڑی انگلی اور ذراع کرباس یعنی کپڑے ناپنے کا گز فقط سات مٹھی کا ہے اور ہر مٹھی پر انگلی قائم نہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ ۲۴ انگل کا گز لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے حروف کے شمار کے موافق ولو طولاً لا عرضاً لکنہ یبلغ عشراً فی عشر جازتیسیراً اور اگر حوض یا خندق کا طول ہے اور بہت عرض نہیں لیکن اگر اس کو مکسر کر کے حساب کیجیے تو دہ در دہ یعنی سو گز نہیں پہنچتا ہے تو وضو کرنا اس سے جائز ہے خلق اللہ کی آسانی کے واسطے کذا فی النہر ولو اعلاہ عشراً واسفلہ اقل جاز حتی یبلغ الاقل اور اگر ایک حوض اوپر سے دہ در دہ ہو اور نیچے سے کم دہ در دہ سے تو وضو اس سے باوجود وقوع نجاست جائز ہے تاوقتیکہ پانی کتر کو پہنچے یعنی جب کمتر تک پانی پہنچ جائے گا تو وقوع نجاست سے ناپاک ہوگا وضو جائز نہ ہوگا ولو بالعکسہ لو وقع فیہ نجس لم یجز حتی یبلغ العشر اور جو اس کے بالعکس ہو یعنی حوض اوپر سے تنگ ہو دہ در دہ سے کم اور نیچے سے کشادہ بقدر دہ در دہ کے سو اس میں نجاست پڑی تو وضو جائز نہیں جب تک کہ اوپر کا پانی فنا ہو کر دہ در دہ کو پہنچے یعنی جب وہاں پہنچے گا تو اب وضو کرنا اس سے جائز ہوگا کذا فی النہر عن السراج الہندی ولو جمد ماؤہ فثقب ان الماء منفصلا عن الجمد جاز لانہ کالمستقف وان متصلا لا لانہ کالقصعۃ اور اگر حوض کبیر کا پانی برف کی سردی سے جم کر تختہ کی مانند ہو گیا پھر اس میں سوراخ کیا گیا اگر پانی جدا ہے آب بستہ سے تو وضو جائز ہے اسواسطے کہ وہ پانی اس کے مانند ہے جس پر چھت ہو یعنی اگرچہ سوراخ دہ در دہ سے کم ہو اور اگر پانی حوض کا آب بستہ سے ملا ہوا ہے تو وضو اس سوراخ سے جائز نہیں اس واسطے کہ وہ طاس اور طغاری کے مانند ہے یعنی وہ پانی قلیل ہے جیسے طاس کا پانی کہ وقوع نجاست سے ناپاک ہوگا کذا فی الطحطاوی فتاوی قاضی خان میں ہے کہ وضو اس سے جائز نہیں مگر اس وقت جائز ہے جب کہ نقب دہ در دہ ہو حتی لو ولغ فیہ کلب نجس یہاں تک کہ اگر کتے نے اس میں پانی پیا یعنی اس نقب سے جس سے حوض کا پانی متصل ہے پانی پیا تو وہ ناپاک ہوگا لا لو وقع فیہ فمات لتسفلہ ناپاک نہ ہوگا وہ حوض اگر کتا اس میں گر پڑا اور مر گیا اس کے تہ نشین ہونے کی وجہ سے یعنی اسفل میں تو پانی کثیر ہے کتے کی تہ نشین ہونے سے ناپاک نہ ہوگا مگر جب کہ اوصاف ثلثہ سے کوئی وصف متغیر ہو کذا فی الطحطاوی ثم المختار طہارۃ المتنجس بجری وجریانہ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ مختار اور پسندیدہ مذہب میں پاک ہو جانا ہے ناپاک پانی کا اس کے جاری ہونے کے ساتھ ہی ہم یعنی اگر ناپاک حوض یا تالاب میں پاک پانی داخل ہوا اور حوض یا تالاب جاری ہوا تو بمجرد جاری ہونے کے وہ پاک ہو گیا اور قول ضعیف یہ ہے کہ جب سب پانی ناپاک حوض کا نکلے گا تب پاک ہوگا اور بعضوں نے کہا جب کہ سہ چند پانی نکلے گا تب پاک ہوگا اور یہ مطلب شارح کا نہیں کہ بدون داخل ہونے پاک پانی کے اگر نالی بنا کر اس کو جاری کیجیے تو وہ پاک ہو بحر الرائق میں کہا طہارت کا حکم اس وقت ہوگا جب کہ نکلنا پانی کا پاک پانی کے داخل ہونے کے وقت ہو کذا فی الطحطاوی وکذا البیر وحوض الحمام ہذا اور یہی حکم ہے کنوئیں اور حمام کا یاد رکھ اس کو یعنی اگر کنواں نجاست کے گرنے سے ناپاک ہوا اور جاری ہوا پاک ہو گیا اس کے جاری ہونے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ پاک پانی اوپر سے داخل ہوا اور کنواں لبالب ہو کر جاری ہو گیا دوسری صورت یہ ہے کہ چشمۂ چاہ نے جوش مارا اور اندر سے بطریق کاریز کے بہا و فی القہستانی والمختار ذراع الکرباس وہو سبع قبضات فقط فیکون ثمانیا فی ثمان بذراع زماننا ثمان قبضات فی ثلث اصابع علی القول المفتی بہ بالعشر ای ولو حکما لیعم ما الطول بلا عرض فی الاصح وکذا بیر عمقہا عشر فی الاصح اور قہستانی میں ہے اور مختار اور پسندیدہ مذہب میں کپڑے ناپنے کا گز ہے اور وہ فقط سات مٹھی کا ہے تو وہ دہ در دہ کا حوض ہشت در ہشت کا ہوتا ہے ہمارے زمانہ کے گز سے جو آٹھ مٹھی اور تین انگلیوں کا ہے یہ قول ہے بنا بر فتوی متاخرین کے دہ در دہ کے کثیر ہونے میں یعنی اگرچہ دہ در دہ حقیقۃً نہ ہو بلکہ حکماً ہو یہ اسواسطے ہم نے کہا تاکہ دہ در دہ شامل ہو

Marfat.com

بجائے اُس حوض طویل کو جس میں طول ہے بدون عرض کے صحیح تر قول میں اور اسی طرح شامل رہے اُس کنوئیں کو جس کا عمق یعنی گہراؤ دس گز کا ہے صحیح تر قول میں مع طول بلا عرض میں اختلاف ہے ایک قول ہے کہ اگر اُس کا پانی بقدر دہ در دہ کے ہے تو وہ وقوع نجاست سے ناپاک نہیں ہوتا چنانچہ سابق میں گذرا اور عیون مذہب اور محیط اور اختیار وغیرہا میں اس کی تصحیح کی ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ نجس ہو جاتا ہے قاضی خان نے اِس کو عامۂ مشائخ کی طرف نسبت کیا ہے اور فتح القدیر میں اسی کو اختیار کیا ہے اور قاسم نے اس کو اصح کہا ہے تو دونوں قول مصحح ہیں کذا فی الطحطاوی وحینئذ فلو ماؤہا بقدر العشر لم یتنجس کما فی الخلاصۃ اور اس وقت میں یعنی جب کہ عمق کا اعتبار ہوا تو اگر اُس کا پانی دہ در دہ کے برابر ہے تو نجاست کے پڑنے سے وہ کنواں ناپاک نہ ہوگا چنانچہ منیۃ المصلی میں ہے م یہ قول ضعیف ہے چنانچہ شارح عنقریب اس پر آگاہ کرے گا وحینئذ فعمق خمس اصابع تقریبا ثلثۃ الاف وثلث مائۃ واثنا عشر منا من الماء الصافی و لیسعہ غدیر کل ضلع منہ طولا وعرضا وعمقا ذراعان وثلثۃ ارباع ذراع ونصف اصبع تقریبا کل ذراع ربع وعشرون اصبعا انتہی اور اس وقت میں یعنی جب کہ عمیق کنواں حوض کبیر کے مانند ہوا تو پانچ انگلیوں کا عمق دہ در دہ کے حوض میں ۲۳۱۲- سیر صاف پانی کا ہے اور گنجی نُشَ کرتا ہے اس قدر پانی کو وہ حوض جس کی ہر جانب طول اور عرض اور عمق میں دو گز اور پون گز اور آدھی انگلی ہے تخمیناً ہر گز ۲۴- انگلی کا اب تمام ہو گیا کلام قہستانی کا قلت وفیہ کلام اذا المعتمد عدم اعتبار العمق وحدہ فتبصر میں کہتا ہوں اور قہستانی کے اس کلام میں کلام ہے یعنی مسلم نہیں اس واسطے کہ فقط عمق کا اعتبار کرنا بدون طول اور عرض کے معتمد قول نہیں تو اے مخاطب ہوشیار رہیو ہم بحر الرائق میں فتح القدیر سے منقول ہے کہ عمیق تنگ جوانب کو آب کثیر قرار دینا موجب نہیں اس واسطے کہ مدار کثرت اس پر ہے کہ دوسری جانب کو نجاست نہ پہنچے اور تقارب جوانب میں بلا شک وصول غالب ہے اور پانی کا استعمال تو اوپر کی سطح سے ہوتا ہے نہ عمق کے کذا فی الطحطاوی ملخصا فائدہ جو تالاب ہے کہ ایام گرما میں خشک ہو جاتا ہے اور چوپائے اُس میں لید کرتے ہیں پھر اُس میں پانی آیا اور بھر گیا تو نظر کرنا چاہیے اگر نجاست ہو پانی کے داخل ہونے کے مکان میں تو سب پانی نجس ہے اور اگر وہ پانی بستہ ہو گیا وہ بھی ناپاک ہوگا اس واسطے کہ جو پانی اس راہ سے آیا وہ ناپاک ہو گیا تو اب وہ ناپاک نہ ہوگا اور اگر نجاست موضع دخول آب میں نہیں پھر وہ پاک پانی جمع ہوا پاک مکان میں جو دہ در دہ ہے پھر وہاں سے بڑھا موضع نجاست تک تو سب پانی پاک ہے اور جو بڑھا اس سے مجمے وہ بھی طاہر ہے جبتک کہ اُس میں نجاست کا اثر ظاہر نہ ہو اور اسی طرح جس تالاب کا پانی کم ہو کر چار در چار ہو گیا اور اُس میں نجاست پڑی پھر نیا پانی آیا اگر نیا پانی دہ در دہ ہو گیا نجس پانی کے ملنے سے پہلے تو سب پانی پاک ہے کذا فی الخانیہ یعنی فتاوی قاضی خان ولا یجوز بماء بالمزال طبعہ وہو السیلان طلا او رواء والا نبات لسبب طبخ کمرق وماء باقلاء الا بما قصد بہ التنظیف کاشنان وصابون فیجوز ان لبقی رقتہ اور جائز نہیں طہارت وضو اور غسل کی اُس پانی سے جس کی طبیعت یعنی اُس کی پیدائشی صفت کہ بہنا اور پیاس کا کھونا اور نباتات کا اُگانا ہے زائل ہو گیا پکانے کے سبب سے چنانچہ شوربا اور آب باقلا یا طبخ کردہ پانی جو پکایا گیا اُس چیز کے ساتھ جس سے مَیل کا صاف کرنا مقصود ہے چنانچہ اشنان اور صابون تو اُس سے طہارت جائز ہے اگر اس کی رقت باقی ہو یعنی گاڑھا ہو اہو چنانچہ سابق مذکور ہو گیا او بماء استعمل لاجل قربۃ ای ثواب ولو مع رفع حدث یا جائز نہیں طہارت اُس پانی سے جس کو استعمال کیا قربت یعنی ثواب حاصل کرنے کو اگرچہ ہو قربت رفع حدث کے ساتھ معلوم کرنا چاہیے کہ مستعمل پانی میں کلام واقع ہوتا ہے چار مقام میں اوّل استعمال کے سبب سے سو مصنف نے اس کو بیان کیا بقولہ لقربۃ اور رفع حدث مقام ثانی ثبوت استعمال کے وقت میں سو مصنف نے اُس کا اشارہ کیا بقولہ اذا انفصل مقام ثالث مستعمل کی صفت میں سو اس کو بیان کیا بقولہ طاہر مقام رابع مستعمل کے حکم میں سو اُس کو ذکر کیا بقولہ غیر مطہر قربت کے واسطے وضو کرنے سے بہ اتفاق شیخین رحمہما اللہ ومحمد رحمہ اللہ کے استعمال ثابت ہے خواہ فقط قربت ہو یا قربت رفع حدث کے ساتھ ہو کذا فی الطحطاوی فقط قربت بلا ازالۂ حدث کی یہ صورت ہے کہ غیر محدث یعنی باوضو آدمی دوسرا وضو نیت کے ساتھ کرے یا طاہر غسل کرے اور فقط ازالۂ حدث بلا قربت کی یہ صورت ہے کہ محدث یعنی بے وضو آدمی وضو کرے بدون نیت کے تو یہاں ازالۂ حدث تو ہوا مگر قربت یعنی ثواب نہیں اس واسطے کہ بدون نیت کے ثواب نہیں ہوتا محمد کے نزدیک سبب استعمال کا فقط قربت ہے اور امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک

Marfat.com

قربت بھی سبب ہے اور ازالۂ حدث بھی بلکہ اسقاط فرض بھی او من مُمَیِّزٍ او حائضٍ لعادۃ عبادۃٍ یا تو استعمال پانی کا نابالغ صاحب تمیز یا حائض سے عبادت کی عادت باقی رہنے کے واسطے یعنی نابالغ جو وضو کرے ثواب کی نیت سے یا حیض والی عورت وضو کرے چنانچہ اُس کو مستحب ہے کہ نماز کے وقت وضو کر کے جائے نماز پر بیٹھ کر تسبیح اور تہلیل کرے تاکہ نماز کی عادت نہ چھوٹے وہ پانی بھی مستعمل ہے تقرب کے سبب سے اس مستعمل سے بھی وضو جائز نہیں او غسل میّت یا ہو استعمال پانی کا میت کے نہلانے سے یعنی میت طاہر ہے اگر اُس کے بدن پر نجاست نہ ہو وہ ہوا لاصح اور دوسرا قول یہ ہے کہ نجس ہے نجاست جب تو اُس کا غسالہ نجس ہوگا اور اس قول کی بھی تصحیح واقع ہے اور محمد نے جو غسالہ میت کو مطلقاً نجس کہا ہے تو اس وجہ سے کہ غالباً نجاست سے خالی نہیں ہوتا کذا فی البحر او یدلا کل او منہ بنیۃ السنۃ یا استعمال ہو ہاتھ کے دھونے سے کھانے کے واسطے یا کھانے سے فراغت کر کے ادائے سنت کے قصد سے م حدیث میں وارد ہے کہ کھانے کی برکت ہے پہلے اور بعد کھانے کے ہاتھ دھونا تو اگر اس نیت سے ہاتھ دھوئے ثواب حاصل ہوا پانی مستعمل ہو گیا اور اگر یہ نیت نہیں چنانچہ میل صاف کرنے کے واسطے دھونے سے پانی مستعمل نہ ہوگا کیونکہ نہ ازالۂ حدث ہے نہ اقامت قربت کذا فی الطحطاوی او لاجل رفع حدثٍ ولو مع قربۃ کوضوء محدثٍ و للتبرد یا مستعمل ہو پانی ازالۂ حدث کے سبب سے اگرچہ ازالۂ حدث قربت کے ساتھ مجتمع ہو چنانچہ بے وضو شخص کا وضو کرنا اگرچہ اُس نے سر دھونے کے واسطے وضو کیا ہو م جب کہ بے وضو نے وضو کیا قربت کی نیت سے تو یہاں دو سبب استعمال کے جمع ہو گئے یعنی ازالۂ حدث بھی اور قربت بھی اور اگر فقط گرمی کے رفع کرنے کو وضو کیا تو فقط ازالۂ حدث ثابت ہوا نہ قربت بہر صورت پانی مستعمل ٹھہرا فلو توضأ متوضئ لتبردٍ او تعلیم او طین بیدہ لم یصر مستعملاً اتفاقاً اور اگر باوضو شخص نے وضو کیا سر دھونے کو یا تعلیم وضو کے واسطے یا مٹی دھونے کے واسطے اپنے ہاتھ سے تو وہ پانی باتفاق شیخین اور محمد کے مستعمل نہ ہوگا م یہ تفریع ہے اُس تقیید پر کہ استعمال ثابت ہوتا ہے قربت سے یا ازالۂ حدث سے سو ان صورتوں میں کوئی سبب استعمال کا نہیں قربت تو اس واسطے نہیں کہ نیت نہیں کیونکہ ثواب بدون نیت کے نہیں ہوتا اور ازالۂ حدث بھی نہیں اس واسطے کہ وہ شخص باوضو ہے اگر کوئی کہے کہ تعلیم مقصود میں بلاشبہ ثواب ہے پھر کیا وجہ ہے کہ تعلیم قربت نہ ہو اس کا جواب یہ ہے کہ قربت تو فقط تعلیم میں ہے نہ پانی کے استعمال میں ولہٰذا اگر تعلیم قولی کرے تو اس تعلیم فعلی کی کچھ حاجت نہیں رہی کزیادۃ علی الثلث بلا نیۃ قربۃ چنانچہ پانی مستعمل نہیں ہوتا تین بار دھونے پر زیادہ کرنے سے بدون قصد کرنے ثواب کے یعنی بلا ارادہ وضو تین بار سے زیادہ دھونے سے مستعمل نہیں ہوتا وکغسل نحو فخذٍ او ثوبٍ طاہر او دابۃ تو کل اور جیسے پانی مستعمل نہیں ہوتا مثل ران کے یا پاک کپڑے یا حلال چوپائے کے دھونے سے م مثل ران سے مراد اعضاء غیر وضو ہیں یعنی اگر غیر جنب اپنی ران دھوئے تو وہ پانی مستعمل نہ ہوگا بنا بر قول اصح کے کما فی البحر اس واسطے کہ اس میں نہ قربت ہے نہ رفع حدث نہ اسقاط فرض اور کپڑے کے مانند پاک برتن ہے او لاجل اسقاط فرضٍ یا مستعمل ہو پانی اسقاط فرض کے سبب سے م خلاصہ کلام بحر الرائق میں ہے کہ پانی مستعمل ہو جاتا ہے تین چیزوں میں سے ایک سبب سے یا ازالۂ حدث سے خواہ اُس کے ساتھ تقرب ہو یا نہ ہو یا اقامت قربت سے خواہ اُس کے ساتھ ازالۂ حدث ہو یا نہ ہو یا اسقاط فرض کے سبب سے بدلیل قول فقہا کہ جو اپنے ہاتھ کہنیوں تک یا ایک پاؤں تغاری میں ڈالے تو پانی مستعمل ہوگا اور اُس صورت میں نہ ازالۂ حدث ہوا اور نہ قربت کی نیت پائی گئی فقط فرض ساقط ہو گیا عضو مغسول[1] سے صاحب نہر نے کہا کہ اسقاط فرض کو زیادہ کرنا یعنی برخلاف اور کتابوں کے اسقاط فرض کو استعمال کا سبب ثالث قرار دینا اس تقدیر میں تمام ہوگا جب کہ اسقاط میں ثواب نہ ہو ورنہ قربت ثابت ہوگی انتہیٰ اس کا جواب یہ ہے کہ فرض ساقط ہو جاتا ہے مکلف کے فعل سے اگرچہ نیت نہ ہو اور جب کہ نیت نہیں تو ثواب نہیں ثواب اسقاط فرض کیونکر قربت ہوگا کذا فی الطحطاوی ہو الاصل فی الاستعمال الکمال یہی یعنی فرض کا ساقط کرنا اصل سبب ہے پانی کے مستعمل ہونے کا چنانچہ اس پر آگاہ کر دیا ہے کمال الدین محقق نے م یعنی رفع حدث میں حقیقۃً اور قربت میں حکماً اسقاط فرض موجود ہے اس واسطے کہ قربت بمنزلہ اسقاط کے ہے دوسری بار کذا فی الطحطاوی بان یغسل بعض اعضائہ او یدخل یدہ او رجلہ فی حب لغیر الغترف

[1] یعنی جس کا دھونا چاہیے تھا ۱۲

کوزہ فانہ یصیر مستعملا لسقوط الفرض اتفاقا استعاط فرض کا اس طرح ہے کہ دھوے محدث اپنے بعض اعضاء کو یا اپنا ہاتھ پاؤں ڈالے مشکے میں بغیر پانی لینے
کے اس کے چنانچہ کوزہ نکالنے کو جو مشکے میں گر گیا ہے تو البتہ اس صورت میں پانی مستعمل ہو جائے گا فرض کے ساقط ہو جانے کی وجہ سے بالاتفاق یعنی
اصل میں اس عضو کو نہ دھوے گا تو کافی ہے ھم یہ صورت حدث اصغر اور اکبر دونوں کو شامل ہے لیکن محیط میں ابو یوسفؒ سے مشہور روایت یہ ہے
کہ پانی میں ڈالنا مستعمل ہو جانے میں مشروط ہے اور ایک دو انگلی کے ڈالنے سے مستعمل نہ ہوگا اور ادخال کف سے مستعمل ہوگا چنانچہ عالمگیری میں ہے بغیر پانی لینے
کی صورت ہے کہ مٹی یا خمیر ہاتھ میں بھرا تھا اس کے دھونے کے واسطے ہاتھ مشکے میں ڈالا تو معلوم ہوا کہ اگر پانی لینے کے قصد سے ہاتھ مشکے میں ڈالے گا تو پانی مستعمل
بالضرورت کے سبب سے اور اسی طرح سے ہاتھ ڈالنا کوزہ نکالنے کو یا کنوے میں اترنا ڈول نکالنے کو اس سے بھی پانی مستعمل نہیں ہوتا اور اتفاق سے یہاں مراد
بالاتفاق ہے جو تجزی حدث کے قائل اور جو کہ قائل نہیں کذا فی الطحطاوی وان لم یزل حدث عضوہ او جنابتہ مالم یتم لعدم تجزیہما زوالا وثبوتا علی المعتمد اگرچہ
اس کے عضو کا حدث یا اس کی جنابت زائل نہ ہوگی جب تک کہ اسقاط فرض کا پورا نہ ہوگا بسبب نہ متجزی ہونے حدث اور جنابت کے زائل ہونے اور ثابت
ہونے کی راہ سے قول معتمد پر ھم یعنی زوال حدث و جنابت کا اور ان کا ثابت ہونا متجزی یعنی پارہ پارہ نہیں تو جب کہ دونوں زائل ہوں گے تو بالکل زائل ہوں گے
اور ثابت ہوں گے تو بالکل ثابت ہوں گے تو سقوط فرض کا مثلاً ہاتھ سے اس کا مقتضی ہے کہ ہاتھ کا دھونا دوسری بار باقی اعضاء کے ساتھ واجب نہ ہو اور
زائل ہونا باقی اعضاء کے دھونے پر موقوف ہے ایسا ہے بحر الرائق میں شیخ قاسم نے حواشی مجمع میں کہا ہے کہ حدث کا اطلاق دو معنوں پر ہوتا ہے اول بمعنی مانعیت
شرعا ممنوع ہونا اس فعل کا جو حلال نہیں بدون طہارت کے اور یہ متجزی نہیں باتفاق امام اور صاحبین کے اور ثانی بمعنی نجاست حکمیہ اور یہ متجزی ہے
اور ارتفاع میں بلا خلاف اور پانی کا مستعمل ہو جانا نجاست حکمیہ کے ازالے سے ہے قاسم نے کہا کہ یہ تحقیق یاد رکھنے کے لائق ہے کذا فی الطحطاوی ویبغی
ان سنۃ لیعم المضمضۃ والاستنشاق فتامل اور چاہیے کہ زیادہ کیا جائے لفظ او سنۃ کا بعد اسقاط فرض کے تاکہ مضمضہ اور استنشاق کو بھی شامل ہو تو اس میں
یعنی یوں کہنا چاہیے اولا اسقاط فرض او سنۃ تو مطلب یہ ٹھہرے گا کہ یا مستعمل ہونا پانی کا فرض یا سنت کے اسقاط سے تو اب کلی اور ناک کا پانی بھی مستعمل
ہوگا حلبی مشی نے کہا سنت کے زیادہ کرنے کی کچھ حاجت نہیں کہ وہ تو قربت میں داخل ہے اس واسطے کہ سنت ادا نہیں ہوتی بدون نیت کے پھر جب سنت
ادا ہوئی تو قربت ٹھہری انتہی یہی وجہ ہے تامل کی جس کی طرف شارح نے اشارہ کیا اذا انفصل عن عضو وان لم یستقر فی شیء علی المذہب ان سب صورتوں
میں مستعمل ہو جاتا ہے اس وقت جب کہ جدا ہوا عضو سے اگرچہ کسی چیز میں نہیں ٹھہرا بنا بر مذہب درست کے وقیل اذا استقر وہو الحرج اور قول ضعیف یہ
ہے عضو سے جدا ہو کر کسی مکان میں یعنی زمین یا کف یا کپڑے میں ٹھہر جاوے اور حرکت سے باز رہے تب مستعمل ہوگا اور اس قول کی ترجیح دی گئی ہے حرج
سے ھم یعنی اگر بمجرد انفصال کے عضو سے استعمال ثابت ہے تو اس میں مشقت ہے اس لیے کہ کپڑے پر گرنے سے نجس ہوگا نجاست مستعمل کے قول پر
اختلاف ظاہر ہوتا ہے اس صورت میں کہ جب پانی عضو سے جدا ہوا اور ہنوز کہیں نہیں ٹھہرا بلکہ وہ ہوا میں ہے پھر وہ گرا کسی آدمی کے عضو پر اور اس پر یہاں تک
کہ اس نے اپنی ہتھیلی میں لیا ہو تو اول قول پر اس کا وضو صحیح نہیں اور قول ثانی پر صحیح ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وردّ بان مایصیب منديل المتوضی
کثیر الوقوع فاد ان اکثر اور وہ ترجیح مردود ہے اس طرح سے کہ جو مستعمل پانی وضو کرنے والے کے رومال اور کپڑوں کو لگ جاتا ہے وہ معاف ہے باتفاق
حالانکہ اگر بقدر درہم سے زیادہ ہو یعنی جب معاف ہوا تو حرج ثابت نہ ہوا ھم محمد کے نزدیک مستعمل پانی پاک ہے تو ان کے قول پر معاف کہنا
کیا اور شیخین کے نزدیک اگرچہ بعض روایت میں وہ نجس ہے مگر یہاں ضرورت کی وجہ سے نجاست ساقط الاعتبار ہے وہو ظاہر الروایۃ ومن جنب علی الظاہر
کہ پاک ہے اگرچہ وہ جنابت والے کا ہو ظاہر مذہب پر ھم مشائخ عراق نے کہا کہ مستعمل پانی بالاتفاق ظاہر ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ طہارت محمدؒ کا
ہے کہ حدث کے بعد ہو سکتے ہیں ۱۲

Marfat.com

قول ہے اور امام سے بھی مروی ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ وہ نجس مغلظ ہے اس کو حسن نے روایت کیا اور چوتھا قول یہ ہے کہ نجس مخفف ہے اور اس کو ابو یوسفؒ
امام سے روایت کیا اور اسی پر ان کا عمل ہے لیکن علماء نے طہارت کی روایت کو صحیح کہا ہے یہاں تک کہ مجتبیٰ میں ہے کہ مقرر امام اور صاحبین سے صحیح روایات یہی
ہیں کہ وہ طاہر غیر طہور ہے مگر جن کی روایت فخر الاسلام نے کہا کہ طاہر ہونا مختار ہے ہمارے نزدیک اور یہی مذکور ہے محمدؒ کی تمام کتابوں میں جو مروی ہیں ہمارے
علماء سے اور اسی کو محققین ماوراء النہر نے اختیار کیا ہے اور محیط میں ہے کہ یہی قول مشہور ہے امام سے اور اکثر کتابوں میں طاہر ہونے پر فتویٰ مذکور ہے بلا تفصیل بی
المحدث والجنب کذا فی الطحطاوی عینی نے کہا یہی قول ہے احمد بن حنبلؒ کا اور مذہب شافعیؒ میں یہی قول صحیح ہے اور روایت ہے امام مالکؒ سے نووی شافعی
کہا یہی قول طہارت کا جمہور سلف اور خلف کا قول ہے لکن یکرہ شربہ والعجن بہ تنزیہًا لا استقذارًا علی روایۃ النجس تحریمًا لیکن مستعمل پانی کو پینا اور اس سے گوندھ
مکروہ تنزیہی ہے گھناؤنے کی وجہ سے اور اس کی نجاست کی روایت پر مکروہ تحریمی ہے وحکمانہ لیس بطہور لحدث علی النجس الراجح المعتمد اور مستعمل پانی کا حکم یعنی ا
مترتب یہ ہے کہ وہ حدث اصغر اور اکبر کا پاک کرنے والا نہیں یعنی وضو اور غسل کے لائق نہیں بلکہ بنا بر قول راجح معتمد کے نجاست حقیقی کا پاک کرنے والا ہے ہم مجتبیٰ
اور شرح ارشاد میں ہے کہ ازالہ نجاست کا مستعمل پانی سے جائز ہے بنا بر روایات ظاہرہ کے کذا فی المنح فروع اختلف فی محدث الفس فی بیر لدلوا ولتبرد مستنجیا
بالماء لانجس علیہ ولم ینو ولم یتدلک والاصح انہ طاہر والماء مستعمل لاشتراط الانفصال للاستعمال اختلاف واقع ہے اس محدث کے حکم میں جس نے غوطہ مارا کنو
میں ڈول نکالنے کو یا ٹھنڈک حاصل کرنے کو غوطہ مارا پانی سے استنجا کر کے اور اس کے بدن پر نجاست نہیں اور نہ اس نے وضو یا غسل کی نیت کی اور نہ بدن کو ملا
اور صحیح تر قول یہ ہے کہ وہ شخص پاک ہے اور کنوئیں کا پانی مستعمل ہے اس واسطے کہ مستعمل ہونے کے واسطے جدا ہونا پانی کا مشروط ہے یعنی جب شخص کنوئیں سے نکلا تو
الانفصال پایا گیا ہم محدث حدث اکبر کو بھی شامل ہے خواہ جنابت سے ہو خواہ حیض یا نفاس سے یعنی جب کہ عورت بعد انقطاع حیض یا نفاس کے کنوئیں میں
گھسے اور اگر قبل انقطاع جاوے گی بشرطیکہ اس کے اعضا پر نجاست نہ ہو تو عورت اور پانی دونوں طاہر کے مانند ہیں اس واسطے کہ وہ خارج نہیں ہوئی حیض اور نفا
سے تو پانی مستعمل نہ ہوگا چنانچہ خانیہ اور خلاصہ میں ہے اور کنوئیں سے وہ مراد ہے جو ذراع دردہ سے کم ہے ڈول نکالنے اور سر دھونے کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر
غوطہ مارے گا نہانے کے قصد سے تو پانی بالاتفاق مستعمل ہوگا اس واسطے کہ ازالہ حدث اور نیت قربت کی پائی گئی اور اگر ڈھیلوں سے استنجا کیا ہوگا تو پانی بالاتفا
ناپاک ہوگا اور اسی طرح اگر اس کے بدن پر نجاست ہوگی یا ازالہ حدث کی نیت کرے گا اور عدم دلک کی قید محیط اور خلاصہ میں مذکور ہے بحر الرائق میں کہا اس
واسطے کہ ملنا نیت اغتسال کے قائم مقام ہے تو ملنے سے بالاتفاق پانی مستعمل ٹھہرے گا اور اصح کے مقابل غیر اصح ایک یہ کہ مرد اور پانی دونوں ناپاک ہیں
اور یہ امام سے روایت ہے اور دوسرا قول یہ کہ مرد کا حدث بحال سابق قائم ہے اور پانی طاہر اور مطہر ہے یہ روایت ہے ابو یوسفؒ سے اور یہ جو شارح نے کہا
کہ پانی مستعمل ہے سو بعض کا قول ہے اس واسطے کہ ڈول نکالنے کی ضرورت سے اصلا استعمال نہیں چنانچہ محدث اگر پانی ہاتھ سے لے تو پانی مستعمل نہ ہوگا بلا خلاف
کذا فی الطحطاوی ملخصًا والمراد ان ما اتصل باعضائہ وانفصل عنہا مستعمل لا کل الماء علی ما مر اور مراد یہ ہے کہ جو پانی کہ متنجس کے اعضا سے ملا اور پھر جدا ہوا اع
سے وہ مستعمل ہے نہ تمام پانی کنوئیں کا مستعمل ہے بنا بر اس قول کے جو گذر گیا ہم یعنی ایسی صورت میں اجزاء کا اعتبار ہے یعنی جو پانی کہ ساقط ہوا اعضا سے وہ مستعمل
اور نہایت کہے کنوئیں کے باقی پانی سے وکل اہاب دمثلہ المتانۃ والکرش قال القہستانی فالاولی وما دبغ ولو نجسا وہو یحتملہا طہر فیصل بہ ویتوضا
اور جو کچا چمڑا دباغت کیا جائے یعنی پکایا جائے اگرچہ دھوپ میں ڈال کر اور وہ دباغت کے لائق ہو تو وہ پکانے سے پاک ہوگا تو آدمی پوستین پہن کر نماز پڑھے
اور چمڑے کی ڈولی وغیرہ بنا کر اس سے وضو کرے شارح نے کہا کہ اور چمڑے کے مانند دباغت قبول کرنے میں پھٹنا اور اوجھڑی ہے قہستانی نے کہا تو بجائے
کل اہاب دبغ کے وما دبغ کہنا بہتر تھا یعنی جس چیز کی دباغت ہو وہ پاک ہوگی تاکہ چمڑے اور پھٹنے اور اوجھڑی سب کو شامل ہو ہم چمڑے کی دباغت سے
تین مطالب متعلق ہیں اس کا پاک ہونا یہ متعلق بہ کتاب الصید ہے اور اس میں نماز کا جائز ہونا یہ متعلق کتاب الصلوۃ سے ہے اور اس سے وضو کا جائز ہونا یہ متعلق ہے

Marfat.com

ہے لہٰذا مصنف نے پانی کی بحث میں اس کو ذکر کیا دباغت دو قسم ہے حقیقی اور حکمی حقیقی وہ جو پھٹکڑی یا ببول کے پتہ وغیرہ سے ہو وہ پانی پہنچنے سے ناپاک نہیں ہوتی بہ اتفاق روایات اور حکمی دباغت وہ ہے جو دھوپ سے خشک ہو اس میں پانی پہنچنے سے دو روایتیں ہیں ایک روایت یہ ہے کہ وہ ناپاک ہو جاوے گی دوسری روایت یہ ہے کہ ناپاک نہ ہوگی وما لا یتجلہا فلا وعلیہ الفتویٰ اور جو چمڑا وغیرہ دباغت پذیر نہیں وہ پاک نہ ہوگا اور اسی قول پر فتویٰ ہے فلا یطہر جلد حیۃ وغیرۃ ذکرہ الزیلعی اما قیصہا فطاہر تو پاک نہ ہوگی دباغت سے چھوٹے سانپ کی کھال ایسا ذکر کیا ہے زیلعی نے لیکن سانپ کی کینچلی تو پاک ہے وفارۃ وہ پاک نہیں ہوتی چوہے کی کھال یعنی عدم دباغت سے کما انہ لا یطہر بذکاۃ لتقیید ہا بما یحتملہ جیسے کہ سانپ اور چوہے کی کھال پاک نہیں ہوتی ذبح کرنے سے اس واسطے کہ دباغت اور ذبح میں احتمال اور لیاقت کی قید ہے یعنی دباغت سے پاک ہو جاتی ہے وہ کھال جو دباغت کی لیاقت رکھتی ہے اور ذبح کرنے سے اس جانور کی کھال طاہر ہو جاتی ہے جو ذبح کرنے کے لائق ہے خلا جلد خنزیر فلا یطہر وقدم لان المقام للاہانۃ ہر چمڑا دباغت سے پاک ہوتا ہے سور کی کھال کے سوا سو وہ پکانے سے پاک نہیں ہوتی اور سور کو پہلے ذکر کیا آدمی سے اس واسطے کہ یہ ذلت اور خواری کا مقام ہے یعنی نجاست کا تو بیان ذلیل اور خوار چیز کو بیان کرنا مقتضائے بلاغت ہے وآدمیٌ فلا یدبغ لکرامتہ اور آدمی کے سوا تو آدمی کی کھال کو دباغت نہیں دی جاتی اس کی تعظیم و توقیر کے سبب سے ہم بعضوں کے نزدیک سور اور آدمی کی کھال پاک نہیں ہوتی اس واسطے کہ پرت پرت ہونے سے دباغت پذیر نہیں اور بعضوں نے کہا کہ آدمی کی کھال پاک ہو جاتی ہے دباغت سے لیکن اس کا استعمال جائز نہیں لو بہی منقول ہے مذہب میں شارح کا کلام قول ثانی پر مبنی ہے ولو دبغ طہر وان حرم استعمالہ حتی لو طحن عظمہ وعجن لم یؤکل فی الاصح احتراما اور اگر آدمی کی کھال دباغت کی جائے تو پاک ہوگی اگرچہ اس کا استعمال کرنا حرام ہے یہاں تک کہ اگر آدمی کی ہڈی پیس گئی آٹے میں تو اس آٹے کو نہ کھائے صحیح تر قول میں اس کی تعظیم کی وجہ سے وافاد کلامہ طہارۃ جلد کلب وفیل وہو المعتمد اور مصنف کے کلام نے فائدہ دیا کتا اور ہاتھی کی کھال کے پاک ہونے کا یعنی دباغت سے اور یہی قول معتمد ہے ہم جب کہ سب کھالوں کی طہارت سے سور اور آدمی کو استثنا کر لیا تو معلوم ہو گیا کہ ان کے سوا سب چمڑے دباغت سے پاک ہو جاتے ہیں وما ای اہاب طہر بہ بدباغ طہر بذکاۃ علی المذہب لا یطہر لحمہ علی قول الاکثر ان الغیر ماکول ہذا اصح ما یفتی بہ وان قال فی المفیض الفتویٰ علی طہارتہ اور جو کھال کہ پاک ہوتی ہے دباغت کرنے سے وہ پاک ہو جاتی ہے جانور کے ذبح کرنے سے مذہب صحیح پر پاک نہیں ہوتا اس کا گوشت اکثر علماء کے نزدیک اگر وہ جانور جس کو ذبح کیا غیر ماکول اللحم ہے اقوال مفتی بہ میں یہی قول عدم طہارت صحیح تر قول ہے اگرچہ مفیض میں کہا ہے کہ گوشت کی طہارت پر فتویٰ ہے ہم معراج الدرایہ میں کہا کہ عدم طہارت کا قول محققین کا قول ہے افعل التفضیل کے ذریعہ سے طہارت کی قول کی بھی تصحیح معلوم ہوتی ہے مگر عدم طہارت زیادہ ترجیح ہے کذا فی الطحطاوی وہل یشترط لطہارۃ جلد کون الذکوۃ شرعیۃ بان تکون من حیوان یؤکل بالتسمیۃ قیل نعم وقیل لا والاول اظہر لان ذبح المجوسی وتارک التسمیۃ عمدا کالمیتۃ وان صح الثانی صححہ الزاہدی فی المجتبیٰ واقرہ فی البحر سوال کیا شرط ہے اس کے کھال کے پاک ہونے میں بطور حکم شرع کے ذبح کرنا اس طرح کہ ذبح کرنا صادر ہو اہل سے یعنی مسلم عاقل یا کتابی سے ذبح کرنے کے وقت میں بسم اللہ کے ساتھ جواب ایک قول یہ ہے کہ ہاں ذبح شرعی شرط ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ شرط نہیں اور پہلا قول ظاہر تر ہے اس واسطے کہ ذبح کرنا مجوسی کا اور اس مسلمان اور کتابی کا جس نے بسم اللہ کہنا عمداً ترک کیا عدم ذبح کے مانند ہے اگرچہ قول ثانی کی زاہدی نے قنیہ اور مجتبیٰ میں تصحیح کی ہے اور علامہ قہستانی نے اس تصحیح کو ثابت رکھا ہے ہم اشتراط ذبح شرعی اکثر کتب معتمدہ مذہب میں مسطور ہے کذا فی النہر زاہدی امام مشہور ہے قنیہ اور مجتبیٰ کا مصنف ہے قنیہ اور مجتبیٰ شرح ہے قدوری کا زاہدی عقائد میں معتزلی مذہب ہے اور فروع میں حنفی ہے فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا ما یخرج من دار الحرب کثیاب الخ ذکر کیا کہ قہستانی نے مضمرات سے اصح اسی کو بیان کیا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اختلاف کی صورت اس وقت ہے کہ کھال کو پانی سے دھو کر دباغت نہ ہوئی ہو اور اگر اول پانی سے دھو لیا ہو دباغت ہو گئی تو اب پانی میں تر ہونے سے ناپاک نہ ہوگی ۱۲۔ ۱۰ یعنی جس کا گوشت نہیں کھایا جاتا ۱۲۔

Marfat.com

ان علم دلغہ بطاہر فطاہر او نجس نجس دان شک فغسلہ افضل جو چمڑا کہ کفار کے ملک سے نکلتا ہے اور دارالاسلام میں آتا ہے چنانچہ سنجاب اگر اس کی دباغ
پاک چیز سے معلوم ہو جاوے تو وہ چمڑا پاک ہے یعنی اس کو پہن کر نماز درست ہے اور اگر اس کی دباغت ناپاک چیز سے مثلاً مردار کی چربی سے معلوم ہو
ناپاک ہے اور اگر شک واقع ہو یعنی معلوم نہ ہو کہ پاک چیز سے دباغت ہوئی یا ناپاک سے تو اس کا دھونا بہتر ہے یعنی واجب نہیں وشعر المیتۃ غیر الخنز
المذہب اور بال مردار جانور کے پاک ہیں سوائے سور کے مذہب درست پر ہم بال وغیرہ کی طہارت پانی کی بحث میں اس واسطے بیان کی تاکہ معلوم ہو ک
کے پانی میں واقع ہونے سے پانی ناپاک نہیں ہو جاتا پھر جب مردہ جانور کے بال وغیرہ پاک ٹھہرے تو زندہ کے بطریق اولیٰ پاک ہیں اور خوک کے تو بال
ہڈی اور تمام اجزا اس کے ناپاک ہیں ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر قلیل پانی میں واقع ہوں ناپاک ہوگا کذا فی الطحطاوی وعظمہا وعصبہا علی المشہور اور م
ہڈی اور پٹھا پاک ہے مذہب کے مشہور قول پر ہم عصب یعنی پٹھے میں دو روایتیں ہیں سراج وہاج میں کہا کہ اس کی نجاست صحیح ہے مگر صاحب فتح القد
کا تابع ہوا ہے اس کی طہارت میں اور یہی قول مشہور ہے اور وقایہ اور درر میں اسی پر یقین کیا ہے کذا فی المنح وحافرہا وقرنہا خالیۃ عن الدسومۃ اور م
سم اور سینگ خالی چکنائی سے پاک ہے ہم یعنی بال اور ہڈی اور پٹھے اور سم اور سینگ اس وقت پاک ہیں جب کہ ان پر چکنائی نہ لگی ہو اور اگر چکنائی ہو گی
ناپاک ہیں یہ ناپاکی ذاتی نہیں بلکہ چکنائی کے لگنے سے ہے وکذا کل مالا تحلہ الحیوٰۃ حتی الانفحۃ واللبن علی الراجح اور اسی طرح پاک ہے مردار کی ہر ایک وہ چیز
میں زندگی نہیں سماتی یعنی جاندار کے بدن میں وہ چیزیں بے جان ہیں چنانچہ بال اور پر اور چونچ یہاں تک کہ پنیر مایہ یعنی چسنا اور مردار کا دودھ برقول
کے م الفحہ بکسر ہمزہ و فتح فا وہ دودھ ہے جو شیر خوار بچے کے پیٹ میں ہوتا ہے یعنی پنیر مایہ جس کے ڈالنے سے دودھ جمتا ہے وہ امام کے نزدیک پا
ہے جب کہ مردار سے نکلے خواہ بستہ خواہ سائل اور صاحبین کے نزدیک سائل نجس ہے اور بستہ دھونے سے پاک ہو جاتا ہے اور اگر مذبوح جانور سے خارج
بالاتفاق پاک ہے کذا فی الطحطاوی وشعر الانسان غیر المنتوف اور انسان کا بال جو اکھاڑا نہیں پاک ہے یعنی اکھاڑے بال ناپاک ہیں اور اس کی بیع ک
نہ ہونا تعظیم کے سبب سے نہ نجاست کی وجہ سے وعظمہ وسنہ مطلقاً علی المذہب اور آدمی کی ہڈی اور دانت مطلقاً پاک ہیں مذہب درست پر ہم مطل
اپنا دانت ہو یا غیر کا واختلف فی اذنہ ففی البدائع نجسۃ وفی الخانیۃ لا اور اختلاف ہے آدمی کے کان میں سو بدائع میں ہے کہ وہ ناپاک ہے اور خانیہ
ہے کہ ناپاک نہیں وفی الاشباہ المنفصل من الحی کمیتۃ الا فی حق صاحبہ فطاہر وان کثر اور اشباہ میں ہے کہ جو چیز کہ زندہ شخص سے جدا ہو گئی وہ مردا
مانند ہے مگر اسی شخص کے حق میں جس کا وہ جزو ہے پاک ہے اگرچہ قدر درہم سے زیادہ ہو م منفصل سے مراد وہ عضو ہے جس میں جان ہے تو ناخن
بال منفصل ہونے سے پاک نہ ٹھہریں گے اور یہ جو کہا کہ منفصل اسی کے حق میں پاک ہے یعنی بالخصوص نماز میں اس کا حمل درست ہے نہ پانی وغیرہ
اس واسطے کہ پانی فاسد ہو گا اس کو بقدر ناخن کے پڑنے سے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ولفسد الماء بوقوع قدر الظفر من جلدہ لا بالظفر
ناپاک ہو جاتا ہے قلیل پانی بقدر ناخن کے آدمی کی کھال کے گرنے سے نہ ناخن کے گرنے سے م یعنی آدمی کی کھال یا اس کا چھلکا پانی میں گرا اور زیاد
میں آیا پانی ناپاک ہو گا اس واسطے کہ کھال اور چھلکا آدمی کے منجملہ گوشت کے ہے اور ناخن کے گرنے سے ناپاک نہ ہو گا اس واسطے کہ ناخن عصب یعنی
ہے کذا فی البحر ودم سمک طاہر اور خون مچھلی کا پاک ہے م اس واسطے کہ مچھلی کا خون حقیقت میں خون نہیں ہے اس واسطے کہ جب وہ خشک
تو سفید ہو جاتا ہے کذا فی المنح واعلم انہ لیس الکلب نجس العین عند الامام وعلیہ الفتویٰ وان رجح بعضہم النجاسۃ کما بسطہ ابن الشحنۃ اور اس
رکھ کہ کتا نجس العین نہیں یعنی اس کی نجاست ذاتی نہیں خوک کے مانند امام اعظم کے نزدیک اور اسی قول پر فتویٰ ہے اگرچہ بعضے علما نے چنانچہ زاہد
فقیہ ابو اللیث نے نجس العین ہونے کو ترجیح دی ہے چنانچہ ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اس کو مشروح بیان کیا ہے م کتے سے حفاظت اور شکار ک
درست ہے اگر وہ نجس العین ہوتا تو اس سے نفع حاصل کرنا درست نہ ہوتا خوک کے مانند بحر الرائق میں ہے کہ کتے کی ہڈی اور بال اور عصب اور جو چیز ک

Marfat.com

نہیں وہ پاک ہے اور گوشت اس کا ناپاک ہے فیباع ویؤجر ویضمن وتیخذ جلدہ مصلی وولوا جب کہ کتا نجس العین نہ ہوا تو اس کا بیچنا اور اجارہ دینا اور اس کے تلف کرنے والے پر تاوان لازم ہونا اور اس کی کھال کا جانماز اور ڈول بنانا جائز ہے ولو اخرج حیا ولم یعب لم یفسد ما لم یر البئر ولا الثوب بالتفاحہ ولا بعضہ مالم یرا اور اگر کتا کنوئیں میں سے زندہ نکالا گیا اور اس کا منہ پانی میں نہ لگا تو کنوئیں کا پانی ناپاک نہ ہوگا اور نہ کپڑا ناپاک ہوگا بھیگے کتے کی چھینٹوں سے اور نہ اس کے کاٹنے سے جب تک اس کی رال کا لگنا بدن پر معلوم نہ ہو یعنی اگر کنوئیں میں کتا منہ ڈالے گا یا کاٹنے میں اس کی رال بدن پر لگے گی تو پانی اور بدن ناپاک ہوگا اس واسطے کہ رال پیدا ہوتی ہے گوشت سے اور گوشت اس کا ناپاک ہے ولا صلوۃ حاملہ ولو کبیرا اور نہ فاسد ہو گی نماز اس کی جو نماز پڑھنے میں کتے کو لیئے رہا اگرچہ بڑا کتا ہو یعنی اس واسطے کہ ظاہر اس کا ناپاک نہیں اور باطن کی نجاست نماز کی مانع نہیں شارح نے بقولہ ولو کبیرا اشارہ کیا کہ یہ جو بعضی روایت میں کلب صغیر کی قید ہے سو اتفاقی قید ہے نہ احترازی وشرط الحلوانی شد فمہ اور شمس الائمہ حلوانی نے کتے کا منہ بند کرنا شرط کیا ہے یعنی حامل سگ کی نماز اس شرط سے فاسد نہیں کہ اس کا منہ بند ہو تا کہ اس کا لعاب مصلی کے بدن پر اور کپڑے کو نہ لگے اس واسطے کہ ظاہر بدن ہر جانور کا پاک ہے نجس نہیں ہوتا بدون موت کے اور اس کے باطن کی نجاست اپنے معدن میں قائم ہے تو اس کا حکم ظاہر نہیں ہوتا جیسے باطن مصلی کی نجاست کالکذا فی البحر ولا خلاف فی نجاستہ لحمہ وطہارۃ شعرہ اور امام اور صاحبین کا اختلاف نہیں کتے کے گوشت کے ناپاک ہونے میں اور اس کے بال کے پاک ہونے میں ہم بعضوں نے وہم کیا کہ جب کتا نجس العین نہ ہوا تو اس کا پس خوردہ کیونکر ناپاک ہوگا حالانکہ وہ بالاتفاق حرام ہے اس کا جواب یہ ہے کہ طہارت عین اس کی مستلزم نہیں کہ اس کا ہر جزو پاک ہو پس خوردہ اس کا اس وجہ سے ناپاک ہے کہ اس کے ساتھ لعاب اس کا مختلط ہے اور لعاب پیدا ہوتا ہے گوشت سے اور گوشت ناپاک ہے دم مسفوح کے اختلاط سے والمسک طاہر حلال[1] یوکل بکل حال اور مشک پاک حلال ہے ماکول ہے ہر حالت میں یعنی خواہ غذا میں خواہ دوا میں خواہ ضرورت ہو یا نہ ہو ہم طاہر کے بعد حلال کا لفظ اس واسطے زیادہ کیا کہ طہارت کو حلت اکل لازم نہیں اس واسطے کہ مٹی پاک ہے مگر اس کا کھانا حلال نہیں وکذا نافجۃ طاہرۃ مطلقا علی الاصح فتح وکذا الزباد لاشباہ لاستحالتہ الی الطیبۃ اور اسی طرح مشک کا نافہ پاک ہے۔ مطلقا یعنی خواہ پانی کے لگنے سے فاسد ہو یا نہ ہو بنا بر قول اصح کے کذا فی الفتح اور اسی طرح زباد پاک ہے کذا فی الاشباہ بسبب خوشبو ہو جانے کے ہر ایک مشک اور زباد کے دم یعنی ہر چند مشک اصل میں خون تھا اور زباد غیر ماکول کا پسینہ ہے لیکن اب مستحیل بخوشبو ہو گیا حقیقت اس کی بدل گئی دونوں پاک ہیں اور غیر اصح زیلعی کا قول ہے کہ اگر نافہ مشک پانی لگنے سے فاسد نہ ہو تو پاک ہے اور یہ اختلاف مردار جانور کے نافہ میں ہے اور غزال کا نافہ بالاتفاق پاک ہے زباد بزاء معجمہ وباء موحدہ بروزن سحاب خوشبودار چیز ہے یعنی ایک قسم کی بلی کا پسینہ اور تیل ہے کہ اس کے دم کے نیچے مخرج کے پاس مجتمع ہو جاتا ہے اس کو پکڑ کے کھرچ لیتے ہیں قاموس میں ہے کہ جس نے زباد کی تفسیر جانور کی اس نے غلط کہا کذا فی الطحطاوی وبول ماکول اللحم نجس نجاسۃ مخففۃ وطہرہ محمد اور ماکول اللحم یعنی جس جانور کا گوشت کھانا حلال ہے چنانچہ بکری اور اونٹ اس کا پیشاب نجس ہے بہ نجاست خفیفہ اور محمد بن حسن نے اس کو پاک کہا ہے ولا یشرب بولہ اصلا لا للتداوی ولا لغیرہ عند ابی حنیفہ اور ماکول اللحم کا پیشاب نہ پیا جاوے ہرگز نہ دوا کے واسطے اور نہ سوائے دوا کے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہم اور محمدؒ کے نزدیک مطلقا جائز ہے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک دوا کے واسطے جائز ہے فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا اختلاف فی التداوی بالمحرم وظاہر المذہب المنع کذا فی رضاع البحر لکن نقل المصنف ثمۃ وہناک الحاوی وقیل یرخص لمزام علم دواء آخر کما رخص بخمر للعطشان وعلیہ الفتوی حرام چیز سے دوا کرنے میں علماء کا اختلاف ہے اور ظاہر مذہب یہ ہے کہ درست نہیں ہے چنانچہ بحر الرائق کی کتاب الرضاع میں ہے لیکن مصنف نے اپنی شرح میں وہاں یعنی اپنی کتاب الرضاع میں اور یہاں حاوی قدسی سے نقل کیا ہے یہ مسئلہ اس طرح اور بعضوں نے کہا کہ حرام سے دوا کرنے

[1] شامی نے کہا کہ یہی حال عنبر کا ہے کہ وہ بھی پاک اور حلال ہے گو اس کو بعض ناواقف گاؤ دریائی کا گوبر بتلاتے ہیں مگر تحقیق یہ ہے کہ وہ از قسم نبات دریائی ہے ۱۲

Marfat.com

کی رخصت دی جاتی ہے جب کہ معلوم ہو کہ حرام میں شفا ہے اور کوئی دوسری دوا معلوم نہ ہو جیسے نہایت پیاسے کو شراب پینے کی رخصت دی گئی ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے م خانیہ میں ہے (قال علیہ الصلوٰۃ والسلام ان اللہ لم یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے تمہارے واسطے شفا نہیں ٹھہرائی اُس چیز میں جو تم پر حرام کی یہ حضرتؐ نے ان چیزوں کے حق میں فرمایا جن میں شفا ہے ان کے دوا کرنے کا کچھ مضائقہ نہیں کیا تو نہیں جانتا کہ پیاسے کو شراب پینا حلال ہے ضرورت کے سبب سے انتہی اور اسی قول کو اختیار کیا ہے صاحب ہدایہ نے تجنیس میں اس واسطے کہ حرمت ساقط ہے شفا حاصل ہونے کے وقت اور حاوی قدسی میں ہے کہ جب خون آدمی کے ناک سے رواں ہو اور بند نہ ہو یہاں تک کہ اس کے مر جانے کا خوف ہو اور امتحان سے یہ بات معلوم ہو کہ فاتحۃ الکتاب یا سورۂ اخلاص اس خون سے اس کے ماتھے پر لکھنے سے خون بند ہو گا تو ایک قول میں رخصت نہیں ہے اور دوسرے قول میں رخصت ہے جیسے شرب خمر کی رخصت ہے پیاسے کو اور مردار کھانے کی نہایت گرسنگی میں اور یہی فتویٰ ہے کذا فی منح المصنف مختصراً **فصل فی البیر** یہ فصل ہے کنوئیں کے مسائل میں **اذا وقعت نجاسۃ لیست بحیوان** ولو مخففۃ او قطرۃ بول او دم او ذنب فارۃ لم یشم فلو شم ففیہ مافی الفارۃ جب گری وہ نجاست جو جاندار نہیں اگرچہ نجاست مخففہ ہو یا ایک قطرہ پیشاب یا خون کا یا چوہے کی ایسی دم کٹی کہ محل قطع موم سے بند نہیں سوا اگر محل قطع موم سے بند ہو گا تو اس کے گرنے سے اتنے ڈول نکالے جائیں گے جتنے چوہے کے گرنے سے نکالے جاتے ہیں یعنی ۲۰۔ ڈول م عدم حیوانیت کی قید اس واسطے لگائی کہ جاندار کے احکام آگے مذکور ہوں گے اور نجاست مخففہ کو اس واسطے ذکر کیا کہ پانی میں نجاست مغلظہ اور مخففہ یکساں ہے کچھ فرق نہیں **نزح البیر دون القدر الکثیر علی المذہب** نجاست مذکورہ گری اس کنوئیں میں جو کم ہے مقدار کثیر سے بنا بر کلام گذشتہ م سابق میں یہ مذکور ہو چکا کہ آب کثیر میں متبلا بہ کا ظن غالب معتبر ہے اور متاخرین کے فتویٰ پر ذہ ذہ کثیر ہے تو اگر کنواں ذہ ذہ ہو گا تو نجاست مذکورہ کے گرنے سے ناپاک نہ ہو گا تا وقتیکہ اس کا رنگ یا مزہ یا بو متغیر نہ ہو ولا عبرۃ بالعمق علی المعتمد اور کچھ اعتبار نہیں کنوئیں کے عمق کا بنا بر قول معتمد کے یعنی کثرت میں طول اور عرض کا اعتبار ہے نہ عمق کا تو عمق اگرچہ دس گز کا ہو وقوع نجاست سے ناپاک ہو گا کذا فی البحر او مات فیہا او خارجہا والقی فیہا ولو فارۃ او بسۃ علی المعتمد الا الشہید النظیف او المسلم المغسول او الکافر فینجسہا مطلقا سقط یا مرا کنوئیں میں یا مرا کنوئیں سے باہر اور ڈالا گیا اگرچہ مردہ خشک چوہا ہو معتمد قول پر مگر وہ شہید کہ پاک صاف ہے خون وغیرہ سے اور اور وہ مرد مسلمان جو نہلایا گیا کہ ان دونوں کے کنوئیں میں گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا ہے لیکن کافر مردہ تو کنوئیں کو ناپاک کرتا ہے ہر طرح یعنی مغسول ہو یا غیر مغسول جیسے اسقاط حمل کا بچہ ناپاک کر دیتا ہے **حیوان دموی غیر مائی** لا مر جاندار رواں خون والا جو کہ آبی نہیں بدلیل گذشتہ م مذکور ہو چکا کہ غیر دموی کی موت سے پانی نجس نہیں ہوتا اگرچہ پھول یا پھٹ گیا ہو اور پانی کا جانور اگرچہ خون والا ہو اس کے مرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی **وانتفخ او تمعط او تفسخ ولو تفسخ خارجہا** فیہا ذکرہ الوالی جانور دموی مرکے پھول گیا یا اس کے بال جھڑ گئے یا پارہ پارہ ہو گیا اگرچہ کنوئیں کے باہر پھٹ گیا پھر اس میں گرا ایسا ذکر کیا ہے علامہ والی محشی درر نے **نزح کل مائہا الذی کان فیہا وقت الوقوع** ذکرہ ابن الکمال نکالا جائے کنوئیں کا وہ سب پانی جو اس میں تھا نجاست اور جانور مذکور کے گرنے کے وقت ایسا ذکر کیا ہے ابن کمال نے یعنی تو اگر پانی نکالنے سے پہلے کچھ پانی زیادہ ہو گا تو اس قدر کا نکالنا لازم نہ ہو گا **بعد اخراجہ الا اذا تعذر کخشبۃ او خرقۃ متنجسۃ فبنزح الماء الی حد لا یبلغ نصف الدلو بطہر الکل** تبعا پانی نکالا جائے نجاست اور جانور کے نکال ڈالنے کے بعد مگر جب کہ اُس کا نکالنا نہ ہو سکے چنانچہ لکڑی کا ٹکڑا یا ناپاک کپڑا کنواں میں گر گیا تو اس قدر پانی نکالنے سے کہ آدھا ڈول نہ بھرے یہ سب چیزیں پاک ہو جاویں گی کنوئیں پاک ہونے کے ساتھ ہم یعنی ڈول اور رسی اور گھرنی اور کنوئیں کے گرد پیش اور پانی نکالنے والے کا ہاتھ اس واسطے کہ ان چیزوں کی نجاست کنوئیں کے ناپاک ہو جانے کے سبب سے تھی تو اس کے پاک

Marfat.com

ہو جانے سے یہ بھی پاک ہوں گی جیسے شراب کا مٹکا پاک ہو جاتا ہے جب کہ شراب سرکہ بن جائے اور استنجا کرنے والے کا ہاتھ طاہر ہو جاتا ہے محل کی طہارت سے کذا فی البحر ولو نزح ثم زاد فی الغد نزح فذالباقی فی الاصح خلاصۃ اور جو تھوڑا پانی آج نکالا گیا پھر اگلے دن زیادہ ہو گیا تو اسی قدر نکالا جاوے جتنا باقی رہا تھا قول صحیح میں کذا فی الخلاصہ م یعنی اس واسطے کہ علی الاتصال پانی نکالنا شرط نہیں تو دوسرے دن سارا پانی نکالنا ضرور نہیں قید بالموت لانہ لو خرج حیا ولیس نجس العین ولا بہ حدث او جنبت لم ینزح شئی الا ان یدخل فمہ الماء فیعتبر بسورہ فان نجسا نزح الکل والا لا ہو الصحیح مصنف نے کنوئیں کے پانی نکالنے میں موت حیوان کی قید لگائی اس واسطے کہ اگر جاندار زندہ نکالا گیا اور حالانکہ وہ نجس العین نہیں مانند سور کے اور اس پر نجاست حکمی یا نجاست حقیقی ہے تو کچھ پانی نکالا نہ جاوے گا مگر اس وقت جب کہ اس کا منہ پانی میں داخل ہو تو اس وقت اس کے جھوٹھے کا اعتبار ہو گا سو اگر اس حیوان کا جھوٹھا ناپاک ہے تو سارا پانی نکالا جائے گا اور اگر پاک ہے یا مکروہ یا مشکوک تو کچھ بھی نکالنا واجب نہیں یہی قول صحیح ہے م نجس العین کے ساقط ہونے سے تمام پانی نجس ہو گا خواہ مرے یا نہ مرے منہ اس کا پانی میں داخل ہوا یا نہ ہوا اور شارح نے نجاست حکمی کو جو بیان کیا تو شاید کہ یہ قول اب مستعمل کی نجاست پر متفرع ہے کذا فی الطحطاوی نعم یندب عشرۃ فی الشکوک لاجل الطہوریۃ کما فی الخانیۃ ہاں مستحب ہے دس ڈول نکال ڈالنا مشکوک میں طاہر ہونے کے واسطے چنانچہ خانیہ میں ہے م اور بعضوں نے مزید احتیاط کے واسطے سارے پانی کا نکالنا مستحب کہا ہے چنانچہ عالمگیری وغیرہ میں ہے زاد فی التاتارخانیۃ وعشرین فی الفارۃ واربعین فی سنور ودجاجۃ مخلاۃ کآدمی محدث تاتارخانیہ میں اتنا زیادہ کہا ہے کہ مستحب ہے ۲۰ ڈول نکالنا چوہے میں اور ۴۰ بلی اور کوچہ گربہ مری میں جیسے بے وضو اور بے غسل آدمی کے کنوئیں میں گرنے اور زندہ نکلنے میں ۶۰ ڈول کا نکالنا مستحب ہے ثم ہذا اذا لم تکن الفارۃ ماریۃ من بئر والہرۃ من کلب والشاۃ من سبع فان کان نزح کلہ مطلقا کما فی الجوہرۃ پھر یہ حکم یعنی سارا پانی نہ نکالنا جب کہ حیوان زندہ نکلے اور وہ نجس العین نہ ہو اس صورت میں ہے جب کہ چوہا بھاگا نہ ہو بلی سے اور نہ بلی کتے سے اور نہ بکری درندے سے سو اگر ایک بھاگ کر کنوئیں میں گرا ہے تو سارا پانی نکالا جاوے گا مطلقا یعنی پانی میں اس کا منہ داخل ہوا ہو یا نہ داخل ہوا ہو چنانچہ جوہرہ میں ہے م جانور گریختہ خوف سے پیشاب کر دیتا ہے یہ وجہ ہے تمام پانی نکالنے کی لکن فی النہر عن المجتبیٰ الفتوی علی خلافہ لان فی لولوالجی شکا لیکن نہر الفائق میں مجتبیٰ سے منقول ہے کہ فتویٰ اس کے خلاف پر ہے یعنی پانی نکالنا واجب نہیں اس واسطے کہ پیشاب کے وجود میں شک ہے یعنی اور شک سے کوئی چیز ثابت نہیں ہوتی فان تعذر نزح کلہا لکونہا معینا فبقدر ما فیہا وقت ابتداء النزح قالہ الحلبی پھر اگر متعذر ہو تمام پانی کا نکالنا بسبب ہونے کنوئیں کے چشمہ دار تو اس قدر پانی نکالا جائے جتنا اس میں تھا ابتدا اخراج کے وقت ایسا کہا ہے حلبی نے م یعنی زائد کا نکالنا لازم نہیں اور شارح نے ابن کمال سے پہلے وقت وقوع کا اعتبار کرنا نقل کیا ہے یؤخذ فی ذلک بقول رجلین عدلین لہما بصارۃ بالماء یقیمہما ثقتین الی تلثمائۃ وہذا یسیر وذاک احوط عمل کرنا چاہیے اس میں یعنی پانی کی مقدار میں ان متقی و مرد دل کے قول پر جن کو پانی کی خوب اٹکل ہے اسی قول پر فتویٰ ہے یعنی جب ان کے اندازہ کے موافق پانی نکل چکا کنواں پاک ہو گیا اور دوسرا ضعیف قول یہ ہے کہ چشمہ دار کنوئیں میں دو سو ڈول کا تین سو ڈول تک فتویٰ ہے اور دوسرا قول آسان تر ہے اور وہ پہلا قول بہت احتیاط والا ہے م دوسرا قول محمدؒ سے مروی ہے اور جب انھوں نے دیکھا کہ بغداد کے کنوئیں ۳۰۰ ڈول سے زیادہ نہ تھے تب یہ فتویٰ دیا لیکن یہ قول ضعیف ہے اس لیے کہ نجاست کے سبب سے حکم شرع یہ ہے کہ سارا پانی نکالا جاوے تو عدد مخصوص پر اقتصار کرنا ظاہر ہو جانے میں بلا دلیل سمعی کیونکر مقبول ہو بلکہ ابن عباسؓ اور ابن زبیرؓ سے مخالف اس کے منقول ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر فان اخرج الحیوان غیر منتفخ ولا متمعط فان کان کآدمی وکذا سقط بخلۃ وجدی وداز کبیر نزح کلہ پھر جب کہ کنوئیں سے مردہ جانور نکالا گیا حالانکہ وہ پھولا نہیں اور نہ پھٹا اور نہ اس کے بال جھڑے ہیں تو اگر جانور آدمی کے برابر ہے جسمیت میں اور اس کے مانند ہے ساقط حمل اور بکری اور بھیڑ

Marfat.com

کا بچہ اور بڑی بلّی تمام پانی نکالا جائے وان کان کحمامۃ وھرۃ نزح اربعون من الدلاء وجوبا الی ستین ندبا اور اگر جانور کبوتر اور بلی کے مانند ہو تو ۴۰ ڈول نکالے جائیں وجوب کی راہ سے ساٹھ ڈول تک نکالنا ہے استحباب کی راہ سے وان کعصفور وفارۃ فعشرون الی ثلثین کمار اور اگر جانور ہے گنجشک اور چوہے کے مانند تو ۲۰ ڈول نکالے جائیں ۳۰ ڈول تک جس طرح مذکور ہو چکا یعنی ۲۰ کا نکالنا واجب ہے اور ۳۰ کا مستحب وبذا یفتی العین وغیرہا بخلاف نحو صہریج وحب حیث یہراق الماء وکل تخصیص الآبار بالآثار بحر ونہر اور یہ حکم شماری ڈول نکالنے کا شامل ہے چشمہ دار کنوئیں اور غیر چشمہ دار کو بخلاف حوض اور ٹھور کے اس واسطے کہ اس کا تمام پانی بہا دیا جاوے گا اگر اس میں جانور گر کے مر جائے اس واسطے کہ کنوؤں کا ناپاک ہونا پھر ان کا چند ڈول کے نکالنے سے پاک ہو جانا بالخصوص ثابت ہوا ہے صحابۂ کرام کے اقوال اور افعال سے کذا فی البحر والنہر یعنی کنوؤں کا حکم برخلاف قیاس آثار سے ثابت ہے تو حوض اور ٹھور کو غیر چشمہ دار کنوئیں کے ساتھ ملحق نہیں کر سکتے قال المصنف فی حواشیہ علی الکنز ونحوہ فی الفتح معتمد ہے کنز الدقائق کے حواشی میں کہا اور بحر الرائق اور نہر الفائق کے مانند ہے متن میں ونقل عن القنیۃ ان حکم الرکیۃ کالبئر اور مصنف نے نقل کیا قنیہ سے کہ رکیہ کا حکم کنوئیں کے مانند ہے م رکیہ بروزن علیہ کنوئیں کو کہتے ہیں تو تشبیہ نہیں ہو سکتی مگر یہ کہ رکیہ سے مراد حفرہ یعنی گڑھا ہو چنانچہ قاموس میں رکی بمعنی حفر مذکور ہے کذا فی الطحطاوی ظاہر رکیہ سے مراد چاہ کثیر العمق ہے جس کو اہل ہند چوپا بولتے ہیں واللہ اعلم وعن الفوائد ان الحب المطمور اکثرہ فی الارض کالبئر وعلیہ فالصہریج والنہر الکبیر ینزح منہ کالبئر فاغتنم ہذا التحریر انتہی اور مصنف نے فوائد سے نقل کیا کہ جو ٹھور پانی کی آدھی سے زیادہ زمین میں گڑی ہو وہ کنوئیں کے مانند ہے اور بنا بر قول فوائد کے تو حوض مجمع الماء اور بہت بڑی ٹھور سے کنوئیں کے مانند قدر واجب ڈول نکالنا چاہیے سوائے مخاطب غنیمت جان اس تحریر کو یہاں تمام ہوا کلام مصنف کا جو کنز کے حواشی میں ہے بدلو وسط درجہ تک البئر بیس یا چالیس ڈول نکالے جاویں متوسط ڈول سے اور متوسط یعنی میانہ ڈول سے وہ ڈول مراد ہے جو اس کنوئیں کا ڈول ہے یعنی جس ڈول سے اس کا پانی بھرا جاتا ہے فان لم یکن فالمسح صاعا پھر اگر اس کنوئیں کا کوئی ڈول مقرر نہ ہو تو اس ڈول کا اعتبار ہے جس میں ایک صاع پانی سمائے م صاع آٹھ رطل ہے اور لکھنؤ کے سیر سے تخمیناً تین سیر صاع ہوتا ہے وغیرہ یحتسب بہ اور اس کے سوائے یعنی جو ڈول کہ صاع سے کم زیادہ ہو اس کا حساب کر لیا جائے صاع والے ڈول سے یعنی اگر بہت بڑا ڈول ۲۰ یا ۴۰ ڈول کے برابر ہو تو ایک ہی کا نکالنا کفایت کرتا ہے ظاہر ہونے کو ظاہر مذہب میں اس واسطے کہ قدر واجب کا اخراج حاصل ہو گیا اور اگر نہایت چھوٹا ڈول ہو تو قدر واجب سے زیادہ حساب کے موافق نکالنا چاہیے ویکفی غالبا اکثر الدلو اور کفایت کرتا ہے ڈول کے شمار میں بھرنا آدھے سے زیادہ ڈول کا یعنی اس واسطے کہ للاکثر حکم الکل ونزح ما وجد ان قل اور کفایت کرتا ہے نکالنا اس قدر پانی کا جو کنوئیں میں موجود ہے اگرچہ ڈولوں کے شمار سے کم ہو یعنی ۴۰ ڈول مثلاً نکالنا واجب ہوا اور کنوئیں میں فقط ۲۰ ڈول پانی تھا تو اسی قدر کے نکالنے سے پاک ہو گیا نہر الفائق میں کہا کہ اگر بعد اس کے پانی زیادہ ہو گیا تو کچھ نکالنا واجب نہیں وجریان بعضہ اور کفایت کرتا ہے کنوئیں کے تھوڑے پانی کا بہنام کنوئیں کے جاری ہونے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اس میں دو چشمہ ہیں ایک سے پانی نکلتا ہے اور دوسرے سے بہتا ہے اور دوسری صورت یہ کہ اس میں سوراخ کیا بطور سرنگ کے اور اس کا پانی بہا اگرچہ قلیل ہی جاری ہوا وہ پاک ہو جاوے گا اس لیے کہ طہارت کا سبب یعنی جاری ہونا پایا گیا جیسے ناپاک حوض جاری ہو جانے سے پاک ہو جاتا ہے وعلیہ ان قدر الواجب اور کفایت کرتا ہے طہارت میں کنوئیں کے اس قدر پانی کا زمین کے اندر سما جانا جس قدر کا نکالنا واجب تھا غرض اگر اسفل خشک ہو گیا تو پھر پانی کے آنے سے ناپاک نہ ہو گا اور اگر خشک نہیں ہوا تو صحیح تر یہ ہے کہ پانی آنے سے پھر ناپاک ہو جاوے گا کذا فی الطحطاوی عن البحر عن السراج وما بین حمامۃ وفارۃ فی الحجم کفارۃ فی الحکم اور جو جانور کہ جثے میں کبوتر اور چوہے کے درمیان کا ہے وہ چوہے کے مانند ہے حکم میں یعنی اس میں ۲۰ ڈول کا نکالنا واجب ہے کما انہ

سلہ مترجم اول نے صہریج کا ترجمہ حوض کیا ہے مگر شامی نے کہا کہ صہریج زمین کا وہ گڑھا ہے جس کے پانی تک ہاتھ نہ پہنچے وہ گڑھا جس میں مینہ کا پانی جمع ہوتا ہے بضم حا مہملہ۔ تم کلاں ۲

Marfat.com

مابین دجاجۃ وشاۃ کدجاجۃ فالحق بطریق الدلالۃ بالاصغر چنانچہ وہ جانور کہ مرغی اور بکری کے درمیان کا ہے وہ مرغی کے برابر ہے حکم میں تو جو جانور کہ چھوٹے اور بڑے کے مابین ہے اس کو چھوٹے جانور کے ساتھ ملا دیا بطریق دلالت النص کے ہم دلالت النص اس کو کہتے ہیں کہ صریحاً مذکور نہیں مگر بطریق اولیٰ اس کو بھر لیتے ہیں یعنی جب مرغی میں ۵ ڈول واجب ہوئے تو جو جانور مرغی سے بڑا ہے اس میں بطریق اولیٰ ۵ ڈول واجب ہوں گے اس واسطے کہ اس کو بڑے جانور کے مانند کہنا دلیل سے ثابت نہیں کما ادخل الاقل فی الاکثر کفارۃ مع ہرۃ جیسے اقل داخل کیا گیا اکثر میں جیسے چوہا بلی کے ساتھ ہم سراج وہاج میں ہے کہ اگر بلی نے چوہا پکڑا اور دونوں کنوئیں میں گر پڑے تو اگر دونوں زندہ نکلے تو کچھ نکالنا واجب نہیں یا دونوں مردہ نکلے تو ۴۰ ڈول نکالنا واجب ہے یا فقط چوہا مردہ نکلا تو ۲۰ ڈول واجب ہیں اور اگر چوہا زخمی ہے یا اس نے پیشاب کر دیا تو تمام پانی کا نکالنا واجب ہے کذا فی الخلاصۃ وی عن النہر ونحو الہرتین کشاۃ التفاقا اور دو بلیوں کے مانند بکری کے برابر ہے حکم میں بالاتفاق یعنی تمام پانی نکالنا چاہیے ونحو الفارتین کفارۃ اور دو چوہوں کے مانند ایک چوہے کے مانند ہے حکم میں یعنی ۲۰ ڈول نکالنا چاہیے والثلث الی الخمس کہرۃ اور تین چوہے پانچ چوہے تک بلی کے مانند ہیں ۴۰ ڈول نکالنے میں والست کشاۃ علی الظاہر اور چھ چوہے بکری کے مانند ہیں تمام پانی نکالنے میں بنا بر ظاہر الروایۃ کے چنانچہ مبسوط میں ہے اور اسی کو محمدؒ نے لیا ہے کذا فی البحر وحکم نجاستہا مغلظۃ من وقت الوقوع ان علم اور کنوئیں کی نجاست مغلظہ کا حکم کیا جاتا ہے جانور کے گرنے کے وقت سے اگر وقت معلوم ہو والا فمذ یوم ولیلۃ ان لم ینتفخ اور اگر جانور کے گرنے کا وقت معلوم نہ ہو تو ایک رات ۱۲ دن پہلے سے ناپاکی کا حکم ہوگا بشرطیکہ پھول نہ گیا ہو یعنی اور نہ پھٹا اور نہ بال جھڑا ہو کذا فی الخلاصۃ وہذا فی حق الوضوء والغسل وما یجمن بہ فیطعم للکلاب وتغیل بیاع من شافعی اور یہ حکم یعنی کنوئیں کا ناپاک ہونا ایک رات اور دن سے وضو اور غسل کے حق میں ہے اور اس آٹے کے حق میں جو گوندھا گیا اس پانی سے تو وہ کھلایا جائے کتوں کو اور بعضوں نے کہا کہ شافعی مذہب کے آدمی کے ہاتھ بیچا جائے یعنی اس واسطے کہ شافعی کے مذہب میں یہ پانی ناپاک نہیں واما فی حق غیرہ کغسل ثوب فیحکم بنجاستہ فی الحال اور وضو اور غسل کے ماسوا کے حق میں چنانچہ کپڑا دھونے کے حق میں تو پانی کی نجاست کا حکم کیا جاوے گا فی الحال یعنی یہاں ایک رات دن کا اعتبار نہ ہوگا الحاصل وضو اور غسل میں حکم نجاست کا بطریق استناد[1] کے ہے اور ان کے ماسوا میں بطریق اقتصار کے وہذا لو تطہر من حدث او غسل من جنبۃ وللام یلزم شیٔ اجماعاً جوہرہ اور یہ حکم یعنی وضو اور غسل میں ناپاک ہونا بطریق استناد اور کپڑے میں بطریق اقتصار کے اس وقت ہے کہ وضو اور غسل کیا ہو حدث اصغر اور اکبر سے یا کوئی چیز دھوئی ہو نجاست حقیقی کے دور کرنے کو اور اگر ایسا نہ ہو یعنی وضو یا غسل کیا بدون حدث کے یا کپڑا دھویا بدون نجاست کے تو کوئی چیز لازم نہیں باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی الجوہرۃ یعنی نماز کا اعادہ اور دھونا کپڑے کا لازم نہیں اس واسطے کہ مقتضی صحت نماز کا پایا گیا یعنی طہارت سابقہ اور سابق میں شک ہے اس واسطے کہ پانی کی طہارت اور نجاست مشکوک ہے اور نماز شک سے باطل نہیں ہوتی برخلاف پہلی صورت کے اس واسطے کہ اس میں مانع بالیقین ثابت ہے یعنی حدث اصغر یا اکبر اور کپڑے کی نجاست اور مزیل میں شک ہے کذا فی الخلاصۃ ومذ ثلثۃ ایام بلیالیہا ان انتفخ او تغیر استحسانا اور تین رات دن سے نجاست کا حکم کیا جاوے اگر جانور پھولا یا پھٹ جاوے استحسان کی وجہ سے م استحسان عبارت ہے احسن الامرین کے طلب کرنے سے اور بعضوں نے کہا عبارت ہے قیاس کے ترک کرنے اور اس امر کے لیے سے جو لوگوں کو آسان تر ہے اور بعضوں نے کہا عبارت ہے احکام میں آسانی طلب کرنے سے اور خلاصہ ان عبارتوں کا یہ ہے کہ استحسان ممنی کا چھوڑنا ہے اور آسانی کا لینا قال اللہ تعالیٰ (یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر) کذا فی الخلاصۃ اور بعضوں نے کہا کہ استحسان اس قیاس کو کہتے ہیں جس کی وجہ

---

[1] استناد اور اقتصار کی تفصیل جلد چہارم میں مذکور ہے یہاں اس قدر معلوم کر لینا چاہیے کہ استناد اس کو کہتے ہیں کہ ثبوت حکم زمانہ پیشتر سے منسوب اور اقتصار یہ کہ حال کے زمانہ سے وابستہ ہو ۱۲ [2] یعنی نجاست کی دور کرنے والی چیز ۱۲

Marfat.com

مخفی ہے لیکن قیاس جلی سے قوی تر ہے نہر الفائق میں ہے وجہ استحسان یہ ہے کہ پانی میں حیوان دموی کا واقع ہونا اس کی موت کا سبب ظاہر ہے تو اسی پر موت کا حوالہ ہوگا نہ موہوم سبب پر اور بلاشک وجود پر زمانہ وقوع کا سابق ہے تو انتفاخ میں تین دن کی تقدیر ہوئی اور اس کے غیر میں ایک دن رات کی بنا بر اکثر عادت کے وقالا من وقت العلم فلا یلزم فہم شئ قبلہ قیل وبہ یفتی اور صاحبین نے کہا کہ پانی کی نجاست کا حکم ہوگا حیوان کے معلوم ہونے کے وقت سے تو لوگوں کو معلوم ہونے سے پہلے کوئی چیز لازم نہ ہوگی بعضوں نے اسی قول کو مفتی بہ کہا ہے م صاحبین کا قول یہی قیاس ہے اس واسطے کہ یقین یعنی طہارت کا متیقن ہونا زمانہ گذشتہ میں زائل نہیں ہوتا شک سے یعنی نجاست سے اس واسطے کہ احتمال ہے کہ حیوان کنوئیں سے باہر مرا ہو پھر اس کو سخت ہوا نے یا کسی نادان نے یا چڑیا نے کنوئیں میں ڈال دیا ہو نہر الفائق میں ہے کہ غایۃ البیان میں کہا کہ امام کا قول احوط ہے اور صاحبین کا قول لوگوں کو آسان تر ہے فتاوی عتابی میں ہے کہ صاحبین کا قول مختار ہے اور شیخ قاسم نے اس کو رد کیا ہے کیونکہ اکثر کتب کے مخالف ہے اس واسطے کہ امام کی دلیل کی اکثر کتب میں ترجیح واقع ہے اور وہ احوط بھی ہے انتہی طحطاوی نے کہا شارح کو یوں کہنا بہتر تھا قیل وبہ المختار اس واسطے کہ اختیار کو اختلاف نہیں فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا وجدنی ثوبہ منیا او بولا او ودیا اعاد من آخر احتلام دبول ورعاف اپنے کپڑے میں منی یا پیشاب یا خون کو پایا تو نماز کا اعادہ کرے پچھلے احتلام یا پیشاب یا نکسیر پھوٹنے سے م نوادر ابن رستم میں امام سے منقول ہے کہ خون میں نماز کا اعادہ نہیں اور اسی کو محیط میں اختیار کیا ہے کذا فی النہر ظاہر عدم اعادہ کی وجہ یہ ہے کہ غیر شخص کا خون شاید لگ گیا ولو وجدنی جبۃ فارۃ میتۃ فان لاثقب فیہا اعاد مذ وضع القطن والا فثلثۃ ایام لو منتفخۃ او ناسفۃ والا فیوم ولیلۃ اور اگر اپنے جبہ میں مردہ چوہا پایا تو اگر جبہ میں سوراخ نہ ہو تو نماز کا اعادہ کرے روئی بھرنے کے وقت سے اور اگر جبہ میں سوراخ ہو تو تین دن کی نماز پھیرے اگر چوہا پھولا یا خشک ہو اور اگر چوہا پھولا یا خشک نہ ہو تو ایک دن کی نماز پھیرے م روئی بھرنے کے وقت سے اس وقت اعادہ ہوگا جب کہ ہمیشہ اس کو پہنے رہا ہو کذا فی الطحطاوی ولا نزح فی بول فارۃ فی الاصح فیض اور کنوئیں سے پانی نکالنا لازم نہیں چوہے کے پیشاب میں صحیح تر قول میں کذا فی الفیض ولا بخرء حمامۃ وعصفورۃ وکذا سباع طیر فی الاصح لتعذر صونہا عنہ اور پانی نکالنا لازم نہیں کبوتر اور گنجشک کی بیٹ پڑنے سے کنوئیں میں اور اسی طرح کا حکم ہے پرندہ دینار کی پیخال کا صحیح تر قول میں اس واسطے کہ حفاظت کنوؤں کی ان سے نہیں ہو سکتی ولا بتفاطر بول کرموس ابرد وبعارۃ خیل للعفو عنہا اور نہ اس پیشاب کے ٹپکنے سے جس کی چھینٹیں نہایت صغیر ہیں چنانچہ سر سوزن اور ناپاک غبار کے پڑنے سے اس واسطے کہ یہ دونوں معاف ہیں ولبعرۃ ابل وغنم اور نہ اونٹ اور بھیڑ بکری کی دو مینگنیوں کے پڑنے سے کنوئیں کا پانی نکالنا لازم ہے کما یعفی لو وقعتا فی محلب وقت حلب فرینا فورا قبل تفتت وتلون جس طرح معاف ہے اگر مینگنیاں پڑ گئیں دودھ کے برتن میں دوہنے کے وقت پھر پھوٹنے اور دودھ کے رنگین ہونے سے پہلے نکال کر پھینکی گئیں م یہ معافی ہے ضرورت کے سبب سے اس واسطے کہ دوہنے کے وقت مینگنی گرنے کی عادت ہے تو سوائے اس وقت کے عفو نہیں کذا فی النہر والتعبیر بالبعرتین اتفاقی لان ما فوق ذلک کذلک ذکرہ فی الفیض وغیرہ اور دو مینگنیوں کا ذکر کرنا مصنف کا اتفاقی ہے زاحترازی اس واسطے کہ دو مینگنیوں سے زیادہ کا بھی یہی حکم ہے عفو کا کذا فی الفیض وغیرہ واذا قال قبیل القلیل المعفو عنہ مالیتہ قلہ الناظر والکثیر بعکسہ وعلیہ الاعتماد وکذا فی الہدایۃ وغیرہا لان ابا حنیفۃ لا یقدر شیئا بالرأی اور اسی واسطے یعنی اس لیے کہ دو سے زیادہ مینگنیاں بھی عفو میں مصنف نے بیان کیا کہا گیا ہے کہ تھوڑی مینگنی وہ ہیں جن کو دیکھنے والا تھوڑی سمجھے اور کثیر اس کے بالعکس ہے یعنی جن کو ناظر بہت سمجھے اور اسی قول پر اعتماد ہے چنانچہ ہدایہ وغیرہ میں مذکور ہے اس واسطے کہ امام ابو حنیفہؒ کسی چیز کا اندازہ اپنی کوتاہ بینی سے نہیں ٹھہراتے کرتے م معراج الدرایۃ میں کہا کہ یہی قول مختار ہے کذا فی الطحطاوی اور غیر معتمد اور غیر مختار مین قول ہیں ایک یہ کہ جو ہر ڈول میں مینگنی آوے تو کثیر ہے والا قلیل دوسرے یہ کہ اگر چوتھائی پانی پر مینگنیاں ہوں تو کثیر ہے والا قلیل اور تیسرے یہ کہ تہائی پانی پر ہو تو کثیر ہے والا قلیل فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا البعد بین البیر والبالوعۃ بقدر ما لا یظہر للعین اثرہ

Marfat.com

پانی کے کنوئیں اور نجاست کے کنوئیں اور گڑھے میں اس قدر دور ہونا معتبر ہے کہ نجاست کا اثر پانی کے کنوئیں میں ظاہر نہ ہو م جب پانی کا اثر یعنی رنگ اور بو اور مزہ ظاہر نہ ہو تو کنواں پاک ہے اگرچہ دونوں میں ایک گز کا فرق ہو اور اگر نجاست کا اثر ظاہر ہو تو ناپاک ہے اگرچہ دونوں میں دس گز کا فرق ہو کذا فی الطحطاوی ولعینہ سور بمسر اسم فاعل من اسأر ای ابقیٰ لاختلاطہ بلعابہ اور جوٹھے کی طہارت اور نجاست میں جوٹھا کرنے والے جاندار کا اعتبار کیا جاتا ہے اس لیے کہ جھوٹی چیز میں اس جاندار کا لعاب مل جاتا ہے شارح نے کہا کہ مسر اسم فاعل کا صیغہ مشتق ہے اسأر فعل ماضی سے جو بمعنی ابقیٰ ہے م جب مصنف نے پانی کے فساد اور عدم فساد کے بیان سے نسبت دافع ہونے حیوانات کے فراغت پائی تو اب اس کا بیان شروع کیا جو حیوانات سے پیدا ہوتا ہے یعنی ان کا جوٹھا اور پسینہ سور لہ نوالعین یعنی جوٹھا اس کو کہتے ہیں جو پینے والے سے برتن یا حوض میں پانی باقی رہے پھر بقیہ طعام کو بھی سور بولتے ہیں بطریق استعارہ کے اور چونکہ لعاب متولد ہوتا ہے جاندار کے گوشت سے تو اسی کو معتبر رکھا طہارت اور نجاست اور کراہت اور شک میں کذا فی الطحطاوی فسور آدمی مطلقاً ولو جنبا او کافرا او امراۃ تو جوٹھا آدمی کا مطلقاً اگرچہ وہ جنبی یا کافر یا عورت ہو پاک ہے م کافر کی نجاست اعتقادی ہے نہ حسی اس واسطے کہ رسول خدا صلی اللہ وسلم نے کافروں کو مسجد میں شب باش ہونے دیا کذا فی البحر نعم یکرہ سؤر الرجل لعکسہ للاستلذاذ واستعمال ریق الغیر وھو لا یخلو عن مجتبیٰ ہاں مکروہ ہے جوٹھا عورت کا مرد کو اور مرد کا جوٹھا عورت کو یعنی اجنبی مرد اور عورت کے حق میں لذت گیری کے سبب سے اور بغیر کی رال کا استعمال کرنا جائز نہیں کذا فی المجتبیٰ م یعنی یہ کراہت استلذاذ کی وجہ سے ہے نہ نجاست کے سبب سے طحطاوی نے کہا اس سے نکلتا ہے کہ اگر حلاق امرد ہو اور محلوق اپنے سر میں اس کے لونڈ لگانے سے لذت پاوے تو مکروہ ہے تو حمامی امرد کی مشت مال بطریق اولیٰ مکروہ ہوگی اور اسی طرح ہاتھ پاؤں کا دبوانا امرد سے وما کول اللحم ومنہ الفرس فی الاصح ومثلہ مالا دم لہ اور اس جانور کا جوٹھا پاک ہے جس کا گوشت کھانا حلال ہے اور اسی قسم کا ہے گھوڑا صحیح تر قول میں اور اسی کے مانند ہے وہ جانور جس میں دم مسفوح نہیں م گھوڑے کے گوشت کی کراہت امام کے نزدیک احترام کی وجہ سے ہے کہ جہاد کا آلہ ہے نہ نجاست کی وجہ سے تو اس کا جوٹھا مکروہ نہیں طاہر اللحم قید لکل طاہر ظہورہ بلا کراہۃ طاہر اللحم سب کی قید ہے یعنی آدمی اور ماکول اللحم اور گھوڑا اور جس میں خون سائل نہیں جب کہ ان کے منہ پاک ہوں نجاست سے تو ان کا جوٹھا بذات خود پاک ہے اور غیر کا پاک کرنے والا ہے احداث[1] اور انجاث سے بلا کراہت مطلقاً یعنی مکروہ تنزیہی بھی نہیں ہے وسور خنزیر وکلب وسباع بہائم ومنہ الہرۃ البریۃ وشارب خمر فور شربہا اور جوٹھا سور اور کتے اور چوپائے درندوں کا ناپاک ہے اور درندوں میں بگلی بلی داخل ہے اور شراب پینے والے کا جوٹھا شراب پینے کے وقت فوراً ناپاک ہے م چوپائے درندے چنانچہ شیر اور چیتا اور بھیڑیا شراب خوار نہیں فوراً کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر شراب پی کر اتنا توقف کیا کہ رال سے منہ اس کا دھو گیا پھر اس نے پانی پیا تو اب اس کا جوٹھا ناپاک نہیں ولو شاربہ طویلاً لا یستوعب اللسان فنجس ولو بعد زمان اور اگر شراب خوار کی مونچھ اس قدر لمبی ہے کہ اس پر زبان نہیں پہنچتی تو اس کا جوٹھا بہر صورت ناپاک ہے اگرچہ بعد مدت کے اس نے پانی پیا ہو وہرۃ فور اکل فارۃ نجس مغلظ اور بلی کا جوٹھا چوہے کھانے کے وقت فوراً نجس مغلظہ ہے م اور اگر بلی نے چوہا کھانے کے بعد زبان سے اپنے منہ کو چاٹا یہاں تک کہ اس کا پاک ہو جانا مظنون ہوا تو اب اس کا جوٹھا پاک ہے کذا فی الطحطاوی وسور ہرۃ ودجاجۃ مخلاۃ دابل ولقر جلالۃ فاحسن ترک دجاجۃ لیعم الابل والبقر قستانی وسباع طیر لم یعلم ربہا طہارۃ منقار او

ساکن البیوت طاہر للضرورۃ مکروہ تنزیہا الاصح ان وجد غیرہ الا لم یکرہ اصلا کالہ لفقیر اور جوٹھا مرغی کوچہ گرد کا اور اونٹ اور گائے بیل نجاست خور کا اور ان درندوں پرندہ کا جن کے پاخانہ والوں کو ان کی چونچ کی طہارت معلوم نہیں اور جوٹھا گھروں کے رہنے والے جانوروں کا پاک ہے ضرورت کی

[1] احداث یعنی حکمی نجاستیں اور انجاث یعنی حقیقی نجاستیں ۱۲ [2] وجہ ناپاکی کی یہ ہے کہ مونچھ درازی کے سبب سے بلا شبہ اول پانی میں پڑے گی اور ناپاک کرے گی ۱۲ ف مشب باشی کنا در مسجد ۱۲

Marfat.com

وجہ سے مکروہ تنزیہی ہے صحیح تر قول میں اگر سوائے اس کے اور پانی ملے اور اگر ان کے جھوٹھے پانی کے سوا اور پانی نہ ملے تو اب مکروہ تنزیہی بھی نہیں اصلا جیسے ان کے طعام کا کھانا محتاج کو مکروہ نہیں قہستانی نے کہا تو بہتر یہ تھا کہ مصنف مرغی کا لفظ نہ کہتا تو کوچہ گرد کا لفظ اونٹ اور گائے اور بیل کو شامل ہو جاتا یعنی اس واسطے کہ کوچہ گرد سے مراد نجاست خور ہے تو اس میں مرغی اور اونٹ اور بیل سب داخل رہتے ہیں م سباع طیر سے مراد چنانچہ باز اور شکرہ اور شاہین ہے چونکہ ان کا گوشت حرام ہے تو قیاس یہ تھا کہ ان کا جھوٹھا بھی نجس ہوتا وجہ استحسان یہ ہے کہ یہ پرند چونچ سے پانی پیتے ہیں اور وہ خشک ہڈی ہے پاک لیکن غالبًا مردار خور ہیں تو کوچہ گرد مرغی کے مانند ہوئے تو کراہت کا شبہہ پیدا ہوا پھر اگر یہ شکاری جانور محبوس ہوں اور ان کے پالنے والے کو ان کی چونچ کی طہارت معلوم ہو تو ان کے جھوٹھے پانی سے وضو کرنا مکروہ نہیں یہ روایت ہے ابو یوسفؒ سے اس کو پسند کیا ہے متاخرین نے اور اس پر فتویٰ دیا ہے ضرورت مذکورہ کا بیان یہ ہے کہ قیاس چاہتا تھا کہ ان کا جھوٹھا نجس ہو ان کے گوشت کے نجس ہونے سے لیکن نجاست ان کی ساقط ہو گئی طواف کی ملت سے جو حدیث میں بلی کے حق میں وارد ہے اور کراہت ثابت ہے نجاست کے توہم سے کذا فی الطحطاوی تحفظًا دسور حمار اہلی و ذکر فی الاصح و بغل امہ حمارۃ اور جھوٹھا پانی لوگدھے کا اگرچہ نر ہو صحیح تر قول میں اور اس خچر کا جس کی ماں گدھی ہے مشکوک ہے م مقابل اصح بعضوں کا قول ہے کہ نر گدھے کا جھوٹھا نجس ہے اس واسطے کہ نر گدھا مادہ کا پیشاب سونگھتا ہے اصح کی وجہ یہ ہے کہ سونگھنا امر موہوم غالب الوجود نہیں تو اس کا اعتبار نہیں فلو فرسا او لبغرۃ فظاہر کمتولد من حمار وحشی و بغرۃ و لا عبرۃ لغلبۃ الشبہ بقصر یحیم بحمل اکل ذئب ولدته شاة اعتبار اللام وجواز الاکل لیستلزم طہارۃ السور کما لا یخفی تو اگر خچر کی ماں گھوڑی یا گائے ہو تو اس کا جھوٹھا پاک ہے جیسے اس جانور کا جھوٹھا پاک ہے جو پیدا ہوا گورخر اور گائے سے اور غلبہ مشابہت کا کچھ اعتبار نہیں بسبب تصریح کرنے فقہاء کے اس بھیڑیے کے حلال ہونے میں جس کو بھیڑ یا بکری نے جنا ہو اس کے اعتبار کرنے کی وجہ سے اور کھانا حلال ہونا مستلزم ہے جھوٹھے کی طہارت کو چنانچہ یہ امر پوشیدہ نہیں م یہ رد ہے ملا مسکین شارح کنز پر کہ اس نے مشابہت کا اعتبار کیا ہے و ما نقلہ المصنف عن الاشباہ من تصحیح عدم الحل قال شیخنا عزیب جو مصنف نے اپنی شرح میں اشباہ سے عدم حلت کی تصحیح نقل کی ہے ہمارے استاذ خیر الدین رملی نے کہا کہ وہ روایت نادر ہے مشہور کے مخالف ہے یعنی معتمد نہیں م ٹھیک بات یہ ہے کہ مصنف نے فوائد ناجیہ سے نہ اشباہ سے یوں نقل کیا ہے کہ جس حیوان کا احد الابوین ماکول ہوا اور دوسرا غیر ماکول تو وہ حلال نہیں اصح قول میں عدم اعتماد اس قول کی وجہ یہ ہے کہ یہاں کا اعتبار کرنا محققین میں مشہور قول ہے کذا فی الطحطاوی مشکوک فی طہوریتہ لانی طہارۃ حتی لو وقع فی ماء قلیل اعتبر بالاجزاء گدھے اور خچر کے جھوٹھے کے مطہر ہونے میں شک ہے اور اس کے پاک ہونے میں شک نہیں یہاں تک کہ اگر اس کا جھوٹھا پانی قلیل پانی میں پڑ جائے تو اجزا کا اعتبار ہوگا یعنی اگر نصف سے کم ہے تو وضو اس سے جائز ہے چنانچہ آب مستعمل میں اجزا کا اعتبار ہے م دلیل شک یہ ہے کہ ثبوت ضرورت میں تردد ہے اس واسطے کہ گدھا مکانات میں باندھا جاتا ہے تو ظروف سے پانی پیتا ہے اور ضرورت کو اسقاط نجاست میں اثر ہے چنانچہ بلی اور چوہے میں مگر گدھے کی ضرورت بلی اور چوہے سے کمتر ہے کیونکہ وہ دونوں ہر جگہ گھر میں آمد و رفت رکھتے ہیں برخلاف گدھے کے اور اگر مطلق ضرورت ثابت نہ ہوتی چنانچہ کلب اور سباع تو نجاست کا حکم ہوتا بلا اشکال تو جب کہ ضرورت ایک وجہ سے ثابت ہوئی اور دوسری وجہ سے ثابت نہ ہوئی تو طہارت اور نجاست دونوں ساقط ہو گئیں تعارض کی وجہ سے کذا فی البحر و ہل یطہر الخمس قولان اور گدھے کا جھوٹھا پانی ناپاک چیز کو پاک کرتا ہے یا نہیں اس میں دو قول ہیں ایک قول یہ کہ ہاں پاک کر دیتا ہے اور دوسرا قول یہ کہ پاک نہیں کرتا فیتوضا بہ او یغتسل و یتیمم ای یجمع بینہما احتیاطًا فی صلوۃ

Marfat.com

واحدۃ لانی حالۃ واحدۃ ان فقد ماء مطلقا جب گدھے اور خچر کا جھوٹا مشکوک ہوا تو اس سے وضو کرے بانا دے اور تیمم بھی کرے یعنی دونوں کو احتیاط کی راہ سے جمع کرے ایک نماز میں نہ ایک حالت میں بشرطیکہ آب مطلق غیر مشکوک کو نہ پادے م نماز واحد میں جمع بین الوضوء والتیمم احتیاط ہے نہ ادائے واحد میں تو اگر گدھے کے جھوٹے پانی سے وضو کیا اور نماز پڑھی پھر وضو ٹوٹا اور اس نے تیمم کیا اور وہی نماز پھر پڑھی تو جائز ہے یہی قول صحیح ہے اگرچہ ادائے واحد میں جمع نہ کیا کذا فی الملتقی وصح تقدیم ایہما شاء فی الاصح اور وضو اور تیمم میں جس کو چاہے مقدم کرے صحیح تر قول میں ولو تیمم وصلی ثم اراقہ لزمہ اعادۃ التیمم والصلوۃ لاحتمال طہوریتہ اور اگر تیمم کیا اور نماز پڑھی پھر گدھے کا جھوٹا پانی گرا دیا تو اس پر تیمم کرنا اور وہی نماز کا پڑھنا لازم ہوگا اس پانی کے مطہر ہونے کے احتمال سے یعنی تیمم کا اعتبار اس وقت ہے جب کہ پانی مطہر نہ ہو لہذا یہاں گرانے کے بعد نماز اور تیمم کا اعادہ لازم ہوا کیونکہ اس کا مطہر ہونا محتمل ہے ولقدم التیمم علی نبیذ التمر علی المذہب المصحح المفتی بہ لان المجتہد اذا رجع عن قول لا یجوز للآخذ (اور تیمم کو مقدم کرنا چاہیے شربت خرما کی طہارت پر یعنی فقط تیمم متعین ہے وضو اس سے جائز نہیں بنا بر قول صحیح ٹھہرائے گئے مفتی بہ مذہب پر اس واسطے کہ مجتہد نے جب کہ رجوع کیا ایک قول سے تو اس پر عمل کرنا مقلد کو جائز نہیں م نبیذ خرما اس سے عبارت ہے کہ خرمے پانی میں ڈالے جائیں اور وہ پانی میٹھا اور سائل بنا رہے تو امام کا اول قول یہ تھا کہ نبیذ سے وضو متعین ہے یعنی تیمم کرنا نہ چاہیے اور ابو یوسفؒ نے کہا کہ فقط تیمم کرنا چاہیے اور محمد کے نزدیک جمع بین الوضوء والتیمم ہے اور نبیذ خرما جب کہ گاڑھا اور مسکر ہو جائے تو بالاتفاق وضو جائز نہیں شرح مجمع اور بحر الرائق میں ہے کہ امام کے نزدیک تیمم متعین ہے اسی قول کی طرف امام نے رجوع کیا کہ تیمم کرے اس سے وضو نہ کرے یہی مذہب مصحح مختار ہے کذا فی الملتقی وحکم عرق کسور اور پسینہ جھوٹے کے مانند ہے حکم میں م اس واسطے کہ جھوٹا مخلوط ہوتا ہے لعاب سے اور لعاب اور پسینہ دونوں پیدا ہوتے ہیں گوشت سے تو ہر حیوان کا پسینہ اس کے جھوٹے کے ساتھ معتبر ہے طہارت اور نجاست اور کراہت میں کذا فی الملتقی فعرق الحمار اذا وقع فی الماء فصار مشکوکا علی المذہب کما فی المستصفی تو گدھے کا پسینہ جب کہ پانی میں ٹپکا تو پانی مشکوک ہو گیا صحیح مذہب پر چنانچہ مستصفی میں مذکور ہے وفی المحیط عرق الجلالۃ معفو فی الثوب والبدن اور محیط میں ہے کہ اونٹ وغیرہ ماکول اللحم نجاست خور کا پسینہ معاف ہے کپڑے اور بدن میں یعنی ہر چند نجس ہے مگر معفو ہے اور ظاہر تقیید اس پر دال ہے کہ پانی میں معاف نہیں وفی الخانیۃ انہ طاہر علی الظاہر اور فتاوی قاضی خان میں ہے کہ اس کا پسینہ پاک ہے ظاہر مذہب پر یعنی نجس معفو نہیں اور ظاہر اس کے پڑنے سے پانی بھی پاک رہے گا واللہ اعلم

Marfat.com

باب التیمم

یہ باب تیمم کے احکام میں ثلث بالنسبۃ بالکتاب مصنف نے تیمم کو بعد وضو اور غسل کے تیسرے درجے میں مذکور کیا قرآن مجید کی پیروی سے ہم قرآن مجید میں تیمم دو مقام میں مذکور ہے سورہ نساء اور سورۂ مائدہ میں حق تعالیٰ نے پہلے وضو کو بیان کیا پھر تیمم کو سو مصنف نے بھی قرآن مجید کی اقتدا کی وہو من خصائص ہذہ الامۃ بلا ارتیاب اور تیمم اس محمدی امت کی خصوصیات سے ہے بلاشبہ یعنی اگلی امتوں کو اس کا حکم نہ تھا حق تعالیٰ نے مزید رحمت سے ہم خاکساروں کے حق میں خاک کو مطہر قرار دیا والحمد للہ علی ذلک وہو لغۃ القصد وشرعا قصد صعید شرط القصد لانہ النیۃ مطہر تیمم لغت عرب میں بمعنی مطلق قصد کے ہے اور شرع کی اصطلاح میں تیمم قصد کرنا ہے پاک کرنے والی مٹی کا مصنف نے قصد کو شرط کیا اس واسطے کہ قصد عبارت ہے نیت سے اور نیت تیمم میں فرض ہے ہم یہ تعریف تیمم کی مقبول نہیں اس لیے کہ قصد تیمم میں شرط ہے نہ رکن فتح القدیر میں تعریف تیمم کی یوں مذکور ہے کہ تیمم نام ہے چہرہ اور دونوں ہاتھوں کے مسح کرنے کا پاک مٹی پر مار کے بشرط نیت کذا فی النہر الرائق میں کہا کہ یہی تعریف حق ہے اور قصد شرط ہے کیونکہ قصد کو نیت کہتے ہیں خرج الارض النجسۃ اذا جفت فانہا کالماء المستعمل مطہر کی قید سے ناپاک مٹی جب کہ وہ خشک ہو جاوے تیمم کی تعریف سے خارج ہو گئی اس واسطے کہ وہ تو مستعمل پانی کے مانند پاک ہے مگر پاک کرنے والی نہیں ہے کہ تیمم اس پر درست ہو لیکن نماز اس پر درست ہے واستعمالہ حقیقۃ او حکما یعم التیمم بالجر الاملس اور استعمال اس کا خواہ حقیقۃ ہو خواہ حکماً تاکہ صاف پتھر پر تیمم کرنے کو شامل رہے ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا تقریر اس کی یہ ہے کہ صاف چکنے پتھر پر تیمم جائز ہے اور حالانکہ اس میں استعمال نہیں جواب دیا کہ اس پر دونوں ہاتھ کے رکھنے سے استعمال حکمی پایا گیا بصفۃ مخصوصۃ قصد کرنا مطہر مٹی کا اور اس کا استعمال ایک خاص طور پر ہم طور خاص سے تیمم کی کیفیت مراد ہے وہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ مٹی پر مارے پھر ان کو جھاڑے پھر ان سے چہرے کو مٹا اس طرح پر کہ کچھ باقی نہ رہے پھر دونوں ہاتھ مٹی پر مارے پھر ان کو جھاڑے پھر ان سے دونوں ہاتھ کہنیوں تک ملے کذا فی المنح ہذا الفیدان الفرتین رکن وہو الاصح الاحوط یعنی طور خاص نے اس کا فائدہ دیا کہ دو بار مٹی پر ہاتھ کا مارنا تیمم کا رکن ہے اور یہی قول صحیح تر اور زیادہ تر احتیاط والا ہے ہم بعضوں نے فرتین کو شرط کہا ہے اور صحیح یہ ہے کہ رکن ہے اس واسطے کہ حدیث میں وارد ہے التیمم ضربتان تو ضربتین تیمم کی ماہیت میں داخل ہیں لہذا ابو شجاع نے کہا کہ اگر بعد ضربہ حدث کیا قبل مسح کے تو اعادہ کرے اور اس مٹی سے مسح کرنا جائز نہیں اور اسی قول کو خلاصہ میں صحیح کہا ہے اور یہی مختار ہے شمس الائمہ کا اگرچہ اسبیجابی کا قول اس کے مخالف ہے کذا فی المنح لاجل اقامۃ القربۃ خرج التیمم للتعلیم فانہ لا یصلی بہ تیمم کرنا بہ صفت خاص چاہیے عبادت کے ادا کرنے کے واسطے اس کہنے سے تعلیم قرآن کا تیمم خارج ہو گیا اس لئے کہ اس تیمم سے نماز جائز نہیں ہم اس واسطے کہ جواز نماز کے حق میں شرط ہے اس عبادت مقصودہ کی نیت کرنا کہ وہ بدون طہارت کے صحیح نہیں اور تعلیم تو بدون طہارت کے بھی صحیح ہے کذا فی الطحطاوی ورکنہ ثنتان الضربتان والاستیعاب اور تیمم کی رکن دو چیزیں ہیں ضربتین یعنی دو بار مٹی پر ہاتھ مارنا اور تمام اعضاء تیمم پر ہاتھ پھیرنا وشروطہ ستۃ النیۃ والمسح وکونہ بثلث اصابع فاکثر والصعید وکونہ مطہراً وفقد الماء اور تیمم کی چھ شرطیں ہیں ایک نیت ۲ مسح ۳ تین یا زیادہ انگلیوں سے مسح کرنا ۴ مٹی کا مطہر ہونا ۵ پانی کا نہ پانا نام فقدان آب عام ہے حقیقی ہو چنانچہ اس وقت پانی کا اصلاً نہ ہونا یا فقدان حکمی ہو چنانچہ بیماری سے پانی کا استعمال نہ کر سکنا وسنتہ ثمانیۃ الضرب بباطن کفیہ وقبالہما وادبارہما ونفضہما ونفخ الصابعہ وتسمیۃ وترتیب وولاء اور تیمم کی سنتیں آٹھ ہیں اول باطن کفین یعنی دو ہتھیلیوں کو اندر کی طرف سے مٹی پر مارنا ۲ ہتھیلیوں کو مٹی پر رکھ کر کھینچنا ۳ ان کو مٹی پر رکھے ہوئے پیچھے ہٹانا کذا فی النہر الفائق ۴ ان کو جھاڑنا ۵ مٹی پر رکھنے کے وقت انگلیوں کو کشادہ رکھنا تاکہ غبار ان کے مابین آجائے ۶ بسم اللہ کہنا بطور وضو کے ۷ ترتیب یعنی اول منہ کو مسح کرنا پھر داہنے ہاتھ پھر بائیں ہاتھ کو ۸ پے در پے بلا توقف مسح کرنا اس طرح کہ اگر پانی کا استعمال ہوتا تو عضو متقدم خشک نہ ہوتا کذا فی الطحطاوی ونزاد ابن وہبان فی الشروط الاسلام فزودتہ وضممت سنۃ الثمانیۃ فی بیت آخر وغیرت شطر بیتہ الاول فقلت

وزاد الاسلام شرد مذر وضرب ونیۃ ۲ ومسح ۳ وتعمیم ۴ وصعید مطہر ۵ وسنۃ سمی وبطن ۶ ونفض ۷ وترتیب وآل اقبل وقد بدا وزاد ابن وہبان نے وہبانیہ منظومہ

لہ تر جمہ اس عبارت میں ہے کہ شرد کو صیغہ معروف پڑھیں مگر شارح نے تصریح کی ہے کہ صیغہ مجہول ہے تو ترجمہ یوں چاہیے تھا کہ قصد شرد ہوا ۲ تیمم دو ہاتھ مارنا ہے ۱۲

Marfat.com

میں تیم کی شروط میں اسلام کو نیا وہ کہا سو میں نے بھی اس کو زیادہ کیا اور تیم کی آٹھ سنتوں کو دوسری بیت میں ملا دیا اور اس کی بیت کے نصف اول کو بدل ڈالا سو میں نے یوں کہا ہے اور اسلام شرط ہے تیم کے وقت اور مذر شرط ہے تیم کی یعنی پانی کا نہ ہونا یا بیماری اور ضرب کفین اور نیت اور مسح کرنا اور سارے اعضاء تیم پر ہاتھ پھیرنا اور مٹی کا ہونا اور اس کا طاہر ہونا شرط ہے اور سنتیں تیم کی یہ ہیں کہ اے تیم کرنے والے بسم اللہ کہہ اور باطن کفین سے ضرب کرا اور انگلیوں کو کشادہ رکھ اور ہتھیلیوں کو جھاڑ اور ترتیب کے ساتھ تیم کرا اور پے در پے بلا توقف تیم کرا اور مٹی پر ہاتھ رکھ کر آگے کھینچ اور پیچھے ہٹا اور منجملہ شروط تیمم کے جن سے اہل تعانیف نے غفلت کی انقطاع حیض اور نفاس ہے اور زائل کرنا مانع مسح کا چنانچہ موم اور چربی کا اعضاء تیم پر ہونا کذا فی الطحطاوی من عجز مبتدا و خبرہ تیمم عن استعمال الماء المطلق الکافی لطہارتہ لصلوٰۃ تفوت الی خلف لبعدہ وہو مقیما فی المصر میلا جو شخص کہ عاجز ہو اس آب مطلق کے استعمال سے جو کافی ہے اس کی طہارت کو اس نماز کے واسطے جو فوت ہوتی ہے اپنا خلیفہ چھوڑ کر اس کا عاجز ہونا پانی کے بعید ہونے سے ہے ایک میل اگرچہ وہ شخص شہر کا مقیم ہو شارح نے کہا من عجز مبتدا ہے اور تیمم اس کی خبر ہے جو آگے آوے گا چند سطر کے بعد م آب مطلق اور کافی کی قید اس واسطے لگائی کہ آب مقید اور غیر کافی بمنزلہ معدوم کے ہے اگر اتنا پانی ہو کہ فقط وضو یا فقط ازالہ نجاست کو جو کپڑے میں نماز کی مانع ہے کفایت کرتا ہے تو اس سے کپڑا دھووے اور وضو کے عوض تیمم کرے سب کے نزدیک اور اگر وضو کر کے نجس کپڑے سے نماز پڑھے گا تو نماز ادا ہو گی مگر گناہ گار ہو گا چنانچہ بحر الرائق میں ہے خانیہ سے اور جو نماز کہ خلیفہ چھوڑ کر فوت ہوتی ہے وہ پنجگانہ نماز ہے جس کا خلیفہ قضا ہے اور نماز جمعہ ہے جس کا خلیفہ ظہر ہے اور جس نماز کا خلیفہ کوئی نہیں وہ نماز جنازہ اور عیدین ہے تو نماز جنازہ اور عیدین کے واسطے تیمم کرنا درست ہے اگرچہ پانی موجود ہو شارح نے مقیم شہر کو اس واسطے شامل کر لیا کہ تیمم کی شرط عدم آب ہے پھر جہاں یہ شرط متحقق ہو وہیں تیمم جائز ہے سفر ہو یا اقامت چنانچہ یہ مسئلہ اسرار میں مصرح ہے خانیہ میں ہے کہ قلیل سفر اور کثیر تیمم میں برابر ہے و تمامہ فی الطحطاوی اربعۃ آلاف ذراع وہو اربع فراسخ وثلثون اصبعا وہی ست شعرات ظہر لبطن دابۃ ست شعرات بغل میل چار ہزار گز ہے اور گز ۲۴ انگل کا ہے اور انگلی چھ جو کی ہے اس طرح کہ ایک جو کی پیٹھ دوسرے جو کے پیٹ سے ملی ہو اور جو خچر کے چھ بالوں کا ہو او لمرض یشتد او یمتد بطیئا بظن او قول حاذق مسلم ولو متجرک یا عاجز ہو پانی کے استعمال سے اس بیماری کے سبب سے جو سخت ہوتی ہے یا دراز ہو جاتی ہے بظن غالب یا طبیب کامل مسلمان کے کہنے سے اگرچہ شدت مرض اور امتداد حاصل ہوتا ہو حرکت کرنے سے م یعنی جب بیمار کو ظن غالب ہو کہ اگر میں وضو یا غسل کروں گا تو بیماری تیز ہو گی یا طول کھینچے گی یا طبیب حاذق مسلم یہی بتا دے تو تیمم کرنا جائز ہے اسی طرح اگر بیمار کے پاس پانی نہیں ہے اور اس کے پاؤں میں سخت پھوڑا یا نہروا ہے اور وہ بظن غالب جانتا ہے کہ میں اٹھ کر پانی لاؤں گا تو بیماری دراز ہو گی تو اب بھی تیمم اس کو جائز ہے او لم یجد من یوضئہ یا بیمار نے نہ پایا اس کو جو اس کو وضو کرا دے اور وہ خود وضو کرنے کی طاقت نہیں رکھتا فان وجد ولو باجر المثل ولہ ذلک لا تیمم فی ظاہر المذہب کذا فی البحر پھر اگر بیمار وضو کرانے والے کو پا دے اگر دستور کے موافق مزدوری دے کر ملتا ہو اور اس کو مزدوری دینے کی طاقت ہے تو ایسا بیمار تیمم نہ کرے ظاہر مذہب میں چنانچہ بحر الرائق میں ہے وفیہ لا یجب علی احد الزوجین لو منی خدمۃ او نفقہ وہو ملوکہ یجب اور بحر الرائق میں ہے کہ زوجین میں سے ایک پر وضو کرانا دوسرے کا یا خبر گیری اس کی واجب نہیں اور لونڈی غلام میں واجب ہے یعنی مالک مملوک کی خبر گیری کرے اور مملوک کی لو بردیہ لک الجنب او یجد منہ ولو فی المصر اذا لم یکن لہ حجۃ الحمام ولا ماء یسخن او قول حاذق مسلم ولو متجرک یا عاجز ہو پانی کے استعمال سے جو جنب شہر میں ہو جب کہ اس کے پاس حمام میں نہانے کی مزدوری نہ ہو اور نہ وہ چیز جو غسل کرنے والے کو گرم کر دے یعنی پانی گرم کرنے کا سامان نہ ہو اور نہ مکان محفوظ اور نہ ایسا لباس م شارح نے جنب کی قید اس واسطے لگائی کہ سردی کے خوف سے وضو کو چھوڑ کر تیمم کرنا جائز نہیں صحیح قول میں معنی نے اس پر اجماع نقل کیا ہے اس واسطے کہ یہ تو فقط وہم ہے کیونکہ وضو میں ہلاکی یا تندرست کی بیماری نہیں ہوتی عادت میں کذا فی البحر وما قیل انہ فی زماننا یتحیل

ل اہل شعر یہ تفاوت وضو تک شرط وضو تبیان دینہ ۱۲ ۔ و السلام والصعید الطہور اس سے معلوم ہوا کہ شارح نے دونوں مصرعوں کو بدل ڈالا ہے کذا فی الشامی ۱۲

Marfat.com

بالعدۃ فمالم باذن بہ الشرع اور وہ قول جو کسی نے کہا کہ جو جنب ہلاکی سے ڈرے وہ ہمارے زمانے میں حمام کے نہانے کے واسطے حیلہ کرے مزدوری دینے کا وعدہ کرے سو یہ بات اس قسم سے ہے جس کی شرع شریف نے اجازت نہیں دی یعنی جو مفلس ہو وہ معذور ہے تیمم کرے اس حیلہ گری کی کچھ حاجت نہیں نعم ان کان لہ مال غائب یلزمہ الشراء تیمم والا لا ہاں اگر اس شخص کا مال اس وقت موجود نہ ہو تو اس کو لازم ہے خرید کرنا وعدہ پر اس چیز کا جو سردی کو دفع کرے اور اگر مطلق مال نہ ہو تو خرید لازم نہیں وہ معذور ہے تیمم کرلے وخوف عدوٍ یخبۃ او نارٍ علی نفسہ ولو من فاسق او حبس غریم او مالہ ولو امانۃ یا عاجز ہو پانی کے استعمال سے دشمن کے خوف سے اپنی جان پر خواہ دشمن آدمی ہو یا غیر آدمی چنانچہ سانپ یا آگ کا ہونا پانی کے پاس اگرچہ ہو خوف عورت کو مرد فاسق سے کہ پانی کے پاس ہے یا خوف ہو قرض خواہ کے گرفتار کرلینے سے یا خوف ہو اپنے مال پر اگرچہ اس کے پاس کا مال بطریق امانت کے ہو ہم اگر مدیون مفلس ہے تو خوف حبس کا البتہ عذر ہے اور اگر مقدور والا ہے تو عذر نہیں اس واسطے کہ وہ ظالم ہے ادائے قرض میں دیر لگانے سے ثم ان نشاء الخوف لسبب وجید عبد اعاد الصلوۃ والا لا لانہ سماوی پھر اگر خوف ہوا ہے ایسے کے ڈرانے سے تو تیمم بعد زوال کے نماز کو پھر پڑھے اور اگر بندہ کی طرف سے نہیں ہے تو اعادہ نہ کرے اس واسطے کہ وہ خوف آسمانی ہے یعنی خدا کی طرف سے ہے کذا فی البحر بخلاف ما فی خلاصۃ اور خانیہ میں ہے کہ اگر اسیر مسلم کو کافر نے وضو اور نماز سے منع کیا تو تیمم کرے اور اشارہ سے نماز پڑھے پھر نماز کا اعادہ کرے جب چھوٹے اور اسی طرح جب کہ مالک نے کہا اپنے غلام سے کہ جب تو وضو کرے گا تو تجھ کو قید کروں گا یا قتل کردوں گا تو وہ تیمم سے نماز پڑھے پھر اعادہ کرے محبوس کے مانند اس واسطے کہ تیمم کی طہارت منع وجوب اعادہ میں ظاہر نہیں کذا فی الظہیریۃ او عطشٍ ولو لکلبہ او رفیق القافلۃ حالاً او مآلاً یا عاجز ہو بالفعل یا بالقوۃ کی تشنگی کے خوف سے اگرچہ اپنے کتہ یا رفیق قافلہ کی تشنگی کا خوف ہو ہم جس پانی کی دفع عطش کے واسطے حاجت ہے وہ بمنزلہ معدوم کے ہے خواہ اپنی پیاس ہو یا اپنے جانور کی یا اہل قافلہ کی آشنا ہو یا اجنبی تو ان صورتوں میں باوجود پانی کے تیمم جائز ہے وکذا العجین او ازالۃ نجس کما یجئ اور تشنگی کے مانند ہے آٹا گوندھنا یا بدن اور کپڑے سے نجاست کا دور کرنا چنانچہ اس کا بیان عنقریب آوے گا وقید ابن الکمال عطش دابۃ تتعذر حفظ الغسالۃ لعدم الاناء اور ابن کمال نے چوپایوں کی تشنگی کے خوف کو مقید کیا ہے تعذر حفظ غسالی کے ساتھ برتن کے نہ ہونے سے یعنی وضو اور غسل کا غسالہ برتن کے ہونے سے رہ سکتا ہو تو تیمم جائز نہیں اس واسطے کہ ان کی دفع تشنگی غسالہ مذکورہ سے ممکن ہے اور اگر برتن نہ ہو تو جانور کے واسطے پانی رکھے اور آپ تیمم کرے دفی السراج للمضطر اخذہ قہراً وقتالہ اور سراج میں ہے کہ مضطر کو یعنی جو شخص کہ پیاس کے مارے مرتا ہو تو اس کو دوسرے شخص کا پانی زبردستی لینا اور اگر وہ نہ دے تو اس سے لڑنا جائز ہے بشرطیکہ پانی کا مالک بوجہ تشنگی پانی کی طرف حاجت مند نہ ہو والا وہی مقدم ہے غیرہ کذا فی البحر فان قتل رب الماء فہدر پھر اگر لڑائی میں پانی کا مالک مارا گیا تو اس کا خون رائیگاں ہے یعنی نہ اس میں قصاص ہے نہ خون بہا نہ کفارہ کذا فی البحر وان المضطر ضمن لقتلہ او دیۃ اور اگر مضطر مارا گیا تو پانی کا مالک ضامن ہوگا قصاص یا دیت کا یعنی اگر قتل عمد ہے تو قصاص ہے اور اگر شبہ عمد یا خطا یا جاری مجرای خطا ہے تو عاقلہ پر دیت ہے اور قاتل پر کفارہ کذا فی البحر او عدم الآلۃ طاہرۃ لیستخرج بہا الماء یا عاجز ہو پانی کے استعمال سے بسبب نہ ہونے اس پاک سامان کے جس سے پانی نکالا جائے ہم یعنی جب کنوئیں میں پانی ہو اور رسی اور ڈول نہ ہو تو عاجزی ثابت ہوئی کنوئیں کا وجود اور عدم برابر ہے اور اگر ڈول ناپاک ہو تو بھی اس کا وجود اور عدم برابر ہے تیمم جائز ہے لم یجد ولو شاشا[1] تیمم جائز نہیں اگرچہ تھوڑا تھوڑا پانی نکل سکتا ہو ہم اور اسی کے مانند رسی اور کپڑا ہے یعنی اگر کپڑا لٹکا کر کچھ پانی نکلنا ممکن ہو تو اس کو نچوڑ کر وضو کرنا لازم ہے اگرچہ پورا وضو چند مرتبہ لٹکانے سے متصور ہو ایسی صورت میں تیمم جائز نہیں دون نقص بادلاء او شقۃ نصفین قدر قیمۃ الماء تیمم جائز نہیں اگرچہ کپڑا وغیرہ کنوئیں میں لٹکانے یا اس کے دو ٹکڑے

[1] مترجم اول نے لفظ شاشا کو تنکا سمجھا ہے حالانکہ سب لغتوں در مختار اور حواشی میں شاشا موجود ہے لیکن کسی نے تعرض اس کے معنی کا نہیں کیا بلکہ یہ لکھا ہے کہ گوشاش ہو یا اس کے مثل اور چیز رسہ اور کپڑا وغیرہ اور قاموس اور سراج وغیرہ کتب متداولہ لغت میں کوئی معنی مناسب مقام میری نظر سے نہیں گذرے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ معرب ہے چاچ کا جو فارسی میں بمعنی دستار یعنی پگڑ کے مستعمل ہے تو معنی یہ ہے کہ اگرچہ پانی نکالنے کیلئے کپڑا پگڑ ہو کہ اس کو ڈبا کر باہر نکالنے سے تھوڑا سا پانی نکلنا ممکن ہو ۱۲ واللہ اعلم مترجم ثانی ۱۲

Marfat.com

کرنے سے بقدر قیمت پانی کے ناقص اور خراب ہو جائے م صورت اس کی یہ ہے کہ مثلاً کے رنگ کی پگڑی ہے کہ پانی میں ڈالنے سے بدرنگ ہو کر کم قیمت ہو جاتی ہے یا دوپٹہ وغیرہ ہے کہ نصفا نصف پھاڑنے سے پانی تک پہنچتا ہے تو اگر پگڑی یا دوپٹہ کا نقصان اس قدر ہے جس قدر سے پانی خریدا ہو سکتا ہے تو تیمم جائز نہیں پانی نکال کر طہارت کرے اور اگر پانی کی قیمت سے زیادہ تر نقصان لازم آتا ہے تو تیمم جائز ہے طحطاوی نے کہا کہ یہ مسئلہ ہمارے مذہب میں منصوص نہیں ہے بلکہ شافعی مذہب میں مذکور ہے تنویر میں کہا ہے کہ یہ سب ہمارے مذہب کے قواعد کے موافق ہے کما لو وجد من ینزل الیہ باجر چنانچہ اگر پادے اس شخص کو جو کنوئیں میں اترے اور پانی لادے مزدوری کے بدلے یعنی اگر اجرت مثل سے تو اجرت دینا لازم ہے اور تیمم جائز نہیں اور اگر زیادہ مانگے دستور سے تو تیمم بلا اعادہ جائز ہے کذا فی البحر تیمم لہذہ الاعذار کلہا ما جز مذکور تیمم کرے ان سب عذروں سے یعنی میل بھر کا پانی دور ہونا یا بیماری یا سردی یا خوف دشمن یا خوف تشنگی یا عدم آلہ آب کشی مرد احد علت مستقلہ ہے جواز تیمم کی حتی لو تیمم لعدم الماء ثم مرض مرضا یبیح التیمم لم یعل بذلک التیمم لان اختلاف اسباب الرخصۃ یمنع الاحتساب بالرخصۃ الاولی فتصیر الاولی کان لم یکن جامع الفصولین فلیحفظ تو اگر ایک شخص نے تیمم کیا پانی کے نہ ہونے سے پھر اس کو ایسی بیماری ہو گئی جس کے سبب سے تیمم کرنا اس کو مباح ہو گیا تو اس تیمم سے نماز نہ پڑھے اس واسطے کہ رخصت کے اسباب کا متغیر ہونا اور بدلنا پہلے رخصت کی شمار کرنے اور کفایت کرنے کو مانع ہوتا ہے اور پہلے رخصت اس طرح ہو جاتی ہے گویا کہ وہ موجود ہی نہ تھی ایسا نہ کو رہے جامع الفصولین میں تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م رخصت سے مراد یہاں تیمم ہے اور اسباب سے مراد بعد اور مرض اور خوف عدو اور عطش اور فقدان آلہ ہے جامع الفصولین سے مراد وہ کتاب ہے جو فصول عمادی اور فصول استروشنی کی جامع ہے مستوعبا وجہ حتی لو ترک شعرۃ او وترۃ لم یجز تیمم کرے اپنے چہرے کو پورا مسح کرے یہاں تک کہ اگر ایک بال کو یا اپنے نتھنے کے کنارے کو یا حاجب بین المنخرین کو مسح کرنے سے چھوڑے گا تو تیمم جائز نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی دیدیہ فینزع الخاتم والسوار او یحرک بہ یعنی مع مرفقیہ فیمسح الاقطع اور پورا مسح کرے اپنے دونوں ہاتھوں کا تو انگوٹھی اور کنگن کو نکال ڈالے مسح کے وقت تاکہ مسح سے وہ مقام باقی نہ رہے یا اس کو حرکت دے یعنی اپنے مقام سے ہٹا دے اسی کا نتوی ہے یعنی وضو کی طرح یہاں فقط تحریک کافی نہیں بدون مسح کرنے ماتحت کے ہاتھوں کا مسح کرے دو کہنیوں کے ساتھ تو جس کا ہاتھ کٹا ہے اور کچھ کہنی باقی ہے تو اس کا بھی مسح کرے بغیر کہنیوں دلومن غیرہ تیمم کرے دو بار مٹی پر ہاتھ مار کے اگرچہ ضربتین تیمم کی غیرے صادر ہوں یعنی اگر کوئی دوسرے کو تیمم کرا دیوے اس کو بھی ضربتین کافی ہیں اس طرح کہ ایک بار سے اس کے چہرے کو مسح کرے اور دوسرا بار ایک ہاتھ سے ایک ہاتھ کو مسح کرے اور دوسری بار دوسرے ہاتھ کو م حاکم اور طبرانی اور دار قطنی نے جابر سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا التیمم ضربتان ضربۃ للوجہ وضربۃ للذراعین الی المرفقین) یعنی اہل حدیث اس حدیث کو ضعیف کہتے ہیں لیکن حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے اور دار قطنی نے کہا کہ اس کے راوی سب ثقات ہیں معلوم کرنا چاہیے کہ تیمم میں احادیث مختلف اور متعارض ہیں بعضی حدیث میں ضربتین ہے اور بعضی میں ضرب واحدہ اور بعضی میں مطلق ضرب اور بعضی میں کفین اور بعضی میں یدین الی المرفقین اور بعضی میں یدین مطلق اور لینا احادیث ضربتین اور مرفقین کو چنانچہ امام اعظم کا مذہب ہے اقرب بہ احتیاط اور عمل بہ احادیث قرینین ہے اس واسطے کہ ضربتین میں ضربہ داخل ہے اور مسح ذراعین تا مرفقین مسح تا کفین داخل ہے دون العکس کذا فی شرح سفر السعادۃ للدہلوی وبالقیوم نقلہما کما فی الخلاصۃ وغیرہا لو حرک رأسہ وادخلہ فی موضع الغبار بنیۃ التیمم جاز شرط وجود الفعل منہ یا تیمم کرے اس فعل سے جو قائم مقام ہے ضربتین کے یہ تیمم ہم نے اس واسطے کی کہ خلاصہ وغیرہا میں ہے کہ اگر تیمم کرنے والے نے اپنے سر کو ہلایا یعنی سر کو چہرے کے ساتھ گرد و غبار کے اندر کھڑے ہوئے ہلایا یا اپنا سر غبار کے مقام میں داخل کر دیا تیمم کی نیت سے تو جائز ہے اور جواز شرط وجود فعل کا ہے تیمم کرنے والے سے خواہ وہ فعل مسح ہو یا ضرب یا غیر ضرب کذا فی البحر م تو اس تقریر سے معلوم ہوا کہ ضرب تیمم کا رکن نہیں معلوم کرنا چاہیے اکثر کتابوں میں ذکر ضرب کا واقع ہے اور اصل یعنی مبسوط میں وضع مذکور ہے نہ ضرب تو ابن شجاع نے کہا کہ ضرب رکن ہے تو اگر بعد ضرب کے حدث واقع ہوا

ل تیمم دو بار ہاتھ مارنا ایک بار کا ہاتھ مارنا منہ کے لیے اور ایک بار کا دونوں ہاتھوں کے لیے کہنیوں تک ۱۲

Marfat.com

یا بعد ضرب کے نیت کی تو کافی نہیں اور اسبیجابی نے کہا کہ ضرب رکن نہیں تو اگر بعد ضرب کے حدث واقع ہوا یا بعد اس کے نیت کی تو کافی ہے فتح القدیر میں ہے کہ بنظر دلیل کے ضرب کا اعتبار نہیں اس واسطے کہ قرآن مجید میں فقط مسح مامور ہے اور یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ التیمم ضربتان تو یا اتم من المستحبین مراد ہے یا بنظر غالب عادت کے ہے تو شارح نے اس مقام میں فتح القدیر کی تحقیق کو اختیار کیا کذا فی الطحطاوی ولو جنبا او حائضا طہرت لعادتہا او نفساء تیمم کرے اگرچہ تیمم کرنے والا جنب ہو یا وہ حائض جو پاک ہو گئی اپنی عادت کے موافق یا زچا ہو م جنب کو تیمم جائز ہے عمار رضی اللہ عنہ یاسر کی حدیث کی دلیل سے جو صحاح ستہ میں مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تیمم کرنے کا حکم کیا حالانکہ وہ جنب تھے اور حائض اور زچا ملحق بہ جنب ہیں جواز تیمم میں کذا فی النہر بمطہر من جنس الارض وان لم یکن علیہ نقع ای غبار تیمم کرے اس پاک کرنے والی چیز سے جو زمین کی جنس سے ہے اگرچہ اس پر گرد اور غبار نہ ہو م زمین کی جنس سے مراد وہ چیز ہے جو آگ سے پگھلے اور نہ راکھ ہو جائے جل کر جیسا پتھر اور گچ اور چونہ اور سرمہ اور گیرو اور ہڑتال اور گندھک اور یاقوت اور زبرجد اور فیروزہ اور عقیق اور ریہو اور پختہ اینٹ اور پہاڑ کے نمک میں یعنی سیندھا لون میں دو روایتیں ہیں مگر جواز تیمم پر فتوی ہے چنانچہ نبکیں میں ہے تو درخت اور شیشہ جو ریت اور ریگ سے بنتا ہے جنس ارض سے خارج ہو گیا الحاصل جو منطبع اور متردد[1] نہ ہو وہ جنس ارض سے ہے اس پر تیمم کرنا جائز ہے ورنہ جائز نہیں کذا فی الطحطاوی ولم یدخل بین اصابعہ لم یحج الی الخرنبتہ للتخلل تو اگر غبار داخل نہ ہوا انگلیوں کے اندر تو تیسری بار ہاتھ مارنے کے خلال کرنے کے واسطے حاجت نہیں بلکہ خلال کرے بدون ضرب کے اور یہ مراد نہیں کہ اصلا خلال نہ کرے اس لیے کہ استیعاب مسح پوری حقیقت ہے تیمم کی چنانچہ منیہ اور اسکی شرح میں ہے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے اور عالمگیری میں ہے کہ اگر غبار انگلیوں میں داخل نہ ہو تو تخلیل اصابع واجب یعنی فرض ہے اور صحیح یہ ہے کہ کف کا مسح کرنا فرض نہیں ضرب کف کافی ہے کذا فی الطحطاوی وعن محمد یحتاج الیہما اور محمد سے روایت یہ ہے کہ اگر غبار داخل نہ ہو تو تیسری ضرب کی حاجت ہے تو تیمم غیرہ یضرب ثلثا للوجہ والیمنی والیسری قہستانی ہاں اگر دوسرے کو تیمم کرا دے تو تین بار ہاتھ زمین پر مارے ایک چہرے کے واسطے اور دوسری بار داہنے ہاتھ کیواسطے اور تیسری بار بائیں ہاتھ کے لیے ایسا کہا ہے قہستانی شارح نقایہ نے وبہ مطلقا اجزء عن الرجل اور لالا نہ تراب رفیق اور غبار سے ہر طرح تیمم جائز ہے مٹی ملے یا نہ ملے اس واسطے کہ غبار تو باریک مٹی ہے فلا یجوز بملوط ولو مسحوقا لتولدہ من حیوان البحر لا بمرجان لشبہہ بالنبات لکونہ اشجارا نابتۃ فی قعر البحر ملتقطہ مصنف جب تیمم کے واسطے جنس زمین کا ہونا شرط ہوا تو تیمم جائز نہیں موتی سے اگرچہ وہ پسا ہوا ہو اس واسطے کہ اس کی پیدائش ہے سمندر کے جانور سے اور مونگے سے بھی تیمم جائز نہیں کہ وہ روئیدگی کے مشابہ ہے اس واسطے کہ مونگا ان درختوں میں ہے جو سمندر کی تہ میں جمتے ہیں ایسی تحریر اور تنقیح کی ہے مصنف نے اپنی شرح میں م یہ رد ہے صاحب بحر پر اس واسطے کہ اس نے فتح القدیر سے عدم جواز تیمم کا مونگے سے نقل کیا پھر اس کے سہو پر حکم کیا اس واسطے کہ غایۃ البیان اور توشیح اور عنایہ اور محیط اور معراج الدرایۃ اور تبیین میں جواز ثابت ہے مصنف نے اپنی شرح میں کہا ظاہر یہ سہو نہیں اس واسطے کہ عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ مونگا منعقد ہوتا ہے پانی سے موتی کے مانند بدلیل شہادت اہل تجربہ اور جو جواز کے قائل نہیں وہ اس کو اجزاء ارض سے سمجھتے ہیں کذا فی الطحطاوی محقرا ولا بمنطبع کفختہ وزجاج اور تیمم جائز نہیں اس چیز سے جو آگ سے گداختہ ہو یعنی پگھل جائے جیسے چاندی اور کانچ وسترمد بالاحتراق اور نہ راکھ ہو جانے والی چیز سے جو آگ سے جل کر راکھ ہو جائے چنانچہ درخت الا رماد الجر فیجوز بجمر مدقوق او مغسول او حائط مطین او مجصص او دان من طین غیر مدہونۃ مطین غیر مغلوب بماء مگر پتھر کی راکھ سے تو تیمم جائز ہے جیسے جائز ہے کٹے پتھر یا دھوے صاف پتھر سے یعنی اگرچہ اس پر غبار نہ ہو جائز ہے کہگل کی ہوئی یا گچ لگائی ہوئی دیوار سے اور مٹی کے برتنوں سے جو روغنی نہیں اور گیلی مٹی سے جو پانی سے مغلوب نہیں م تو طرف چینی سے تیمم جائز نہیں اس واسطے کہ اس پر کانچ کا روغن ہوتا ہے ہاں اگر جنس ارض سے ان پر روغن ہو چنانچہ گیرو کا تو جائز ہے چنانچہ بحر الرائق سے مستفاد ہوتا ہے اور گیلی مٹی جس کو گارا اور پختا بولتے ہیں اگر اس میں پانی غالب ہے مٹی پر یا برابر ہے تو اس سے تیمم جائز نہیں چنانچہ متن میں مذکور ہے کہ غالب چیز کا حکم ہے لکن لا ینبغی التیمم بہ قبل خوف فوت وقت لئلا یصیر مسئلۃ بلا ضرورۃ لیکن

[1] آگ سے پگھلنے والی چیز اور متردد یعنی راکھ ہو جانے والی بعد جلنے کے ۱۲

Marfat.com

گیلی مٹی سے تیمم کرنا فوت ہو جانے کے ڈر سے پہلے نہ چاہیے تاکہ بدشکل نہ ہو جائے بھبوت مل کر بدون ضرورت کے ہم یعنی گیلی مٹی سے تیمم خلاف اولیٰ ہے اور اگر کرے گا تو جائز ہے ولوالجیہ میں ہے کہ اگر مسافر گاری کی جگہ میں ہو اور صعید یعنی خشک مٹی نہ پائے تو اپنا کپڑا جھاڑ کر تیمم کرے اگر اس پر غبار ہو اور اگر غبار نہ ہو تو اپنے کپڑے میں گیلی مٹی لگائے جب وہ خشک ہو تو تیمم کرے کذا فی النہر و معادن فی محالہا فیجوز التراب علیہا جیسے جائز ہے تیمم کانی چیزوں سے جو اپنے اصلی مکانوں میں ہیں یعنی جب تک ان کو خاک سے جدا نہیں کیا چنانچہ خاک آمیختہ سونا اور چاندی اور لوہا کھان کا تو تیمم ان پر جائز ہے بسبب اس مٹی کے جو اس پر لپٹی ہے کذا فی النہر و قیدہ الاسبیجابی بان یستبین اثر التراب بمدیدہ علیہ وان لم یستبن لم یجز اور معدن میں جواز تیمم کے واسطے اسبیجابی نے یہ قید لگائی کہ مٹی کا اثر ظاہر ہو اس پر دونوں ہاتھ پھیلا کر اور اگر مٹی اثر ظاہر نہ ہو تو معادن سے تیمم کرنا جائز نہیں وکذا کل مالا یجوز التیمم علیہ کخرقۃ وجوخۃ فلیحفظ اور مثل معادن کے ہر ایک وہ چیز ہے جس پر تیمم جائز نہیں مانند گیہوں اور بانات کے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ خوب بات ہے کذا فی النہر م فتاوی عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ غبار سے تیمم کرنے کی یہ صورت ہے کہ اپنے دونوں ہاتھ مارے کپڑے یا نمد یا تکیہ میں اور مانند اس کے اعیان طاہرہ میں جن پر غبار ہے پھر جب کہ غبار اس کے ہاتھوں پر پڑے تو تیمم کرے یا اپنا کپڑا جھاڑے تاکہ غبار نکلے پھر اپنا ہاتھ اٹھاوے غبار میں ہوا کے اندر سو جب کہ غبار ہاتھوں پر پڑے تو تیمم کرے والحکم للغالب لو اختلط تراب بغیرہ کذہب وفضۃ ولو مسبوکین اور حکم ہے غالب چیز کا یعنی غالب چیز کا اعتبار ہے اگر مٹی ملی ہو دوسری چیز سے جس پر تیمم جائز نہیں چنانچہ سونا اور چاندی اگرچہ دونوں گداختہ ہوں اور مٹی سے صاف ہو گئے ہوں م شارح اس تعمیم میں شرح مصنف کا تابع ہوا اور مصنف نے اس کو بحر الرائق عن المحیط نقل کیا لیکن میں نے جو بحر الرائق کو دیکھا تو اس میں محیط سے یہ تفصیل مذکور ہے کہ اگر تیمم کیا سونے یا چاندی سے اگر وہ مسبوک یعنی گداختہ ہوں تو جائز نہیں اور اگر گداختہ نہیں اور مختلط ہیں مٹی سے اور غلبہ مٹی کو ہے تو جائز ہے اور یہ اس میں مذکور نہیں کہ جب گداختہ ہوں اور مٹی کے ساتھ ہوں اور زیلعی میں ہے کہ تیمم جائز ہے سونے اور چاندی اور لوہے اور تانبے سے اور مانند ان کے جب تک کہ وہ زمین پر ہیں اور ان سے کوئی چیز نہیں بنائی گئی اور بعد گداختگی تیمم جائز نہیں کذا فی الخلاصۃ وفی ارض محترقۃ فلو الغلبۃ التراب جاز والا لا خانیۃ اور جلی مٹی راکھ سے ملے تو اگر مٹی غالب ہے راکھ سے تو تیمم جائز ہے اور اگر غالب نہیں یعنی مغلوب یا برابر ہے تو تیمم جائز نہیں کذا فی الخانیہ م یعنی زمین پر کا جھاڑ بوٹا جل گیا اور اس کی مٹی سے مل گیا تو غالب کا اعتبار ہے اور اگر مٹی جلی بدون اختلاط کسی چیز کے یہاں تک کہ سیاہ ہو گئی تو اس سے تیمم جائز ہے اس واسطے کہ احتراق سے مٹی کا رنگ بدل گیا نہ اس کی ذات کذا فی الطحطاوی ومنہ علم حکم القہستانی اور خانیہ کی تقیید غلبۂ تراب سے معلوم ہو گیا برابر کا حکم یعنی اگر مٹی برابر ہے دوسری چیز سے تو تیمم جائز نہیں اس واسطے کہ مٹی غالب نہیں وجاز قبل الوقت لا کثر من فرض وجاز لغیرہ کالنفل لانہ بدل مطلق عند نا لا ضروری اور تیمم جائز ہے نماز کے وقت سے پہلے اور ایک تیمم چند فرضوں کے واسطے اور تیمم جائز ہے غیر فرض کے لیے چنانچہ نفل کے واسطے اس واسطے کہ تیمم مطلق بدل ہے وضو اور غسل کا ہمارے نزدیک نہ ضروری بدل لام یعنی جب کہ پانی نہ ہو تو تیمم بدل مطلق ہے اور اس سے حدث مرتفع ہو جاتا ہے باوجود اس کے اور یہ نہیں کہ وہ نماز کو مباح کر دیتا ہے باوجود قائم ہونے حدث کے اور شافعی کے نزدیک تیمم بدل ضروری ہے اور صحیح نماز ہے حالانکہ حدث حقیقۃ موجود ہے تو ان کے نزدیک قبل وقت کے جائز نہیں اور اس ایک فرض سے زیادہ نماز جائز نہیں اور ہمارے نزدیک فرض اور نفل جو چاہے پڑھے کذا فی الخ وجاز لخوف فوت صلوۃ جنازۃ ای کل تکبیراتہا ولو جنبا او حائضا اور تیمم جائز ہے نماز جنازہ کی فوت ہو جانے کے خوف سے یعنی تمام تکبیروں کے فوت ہونے کے ڈر سے اگرچہ تیمم کرنے والا جنب یا حائض ہو م اور اگر فوت ہونے کا خوف نہ ہو اس طرح پر کہ ایک ہی شخص کو جنازہ کا واقف ہو اور جب کہ وضو کرنے جائے گا تو اس کا انتظار ہو گا تو اس کو تیمم جائز نہیں اور اگر معلوم کرے کہ وضو کرنے میں بعض تکبیرات میں شریک ہو گا تو بھی اس کو تیمم جائز نہیں اس واسطے کہ باقی ادا کرنا تنہا اس کو ممکن ہے کذا فی البحر عن البدائع ولو جئ باخری ان امکنہ التوضی بنیہا ثم زال تمکنہ اعاد التیمم

۱؎ یہ تمام ہے ترجمہ اصل کا ترجمہ مناسب یوں تھا کہ گیلی مٹی کا قابر ہو اپنا ہاتھ اس پر رکھ کر کھینچے ۱۲ پاک چیزوں میں ۱۲

Marfat.com

دالالا بہ یفتی اور جو ایک جنازہ کی نماز کے بعد دوسرا جنازہ لوگ لائے تو اگر اس متیمم کو بابین ان دونوں کے وضو کرنا ممکن ہو پانی ملنے اور فرصت پانے سے پھر یہ قدرت زائل ہو گئی تو پھر تیمم کرے دوسرے جنازے کے واسطے بالاتفاق اور جو بابین میں وضو پر قدرت نہ ہوئی تو تیمم کا امادہ نہیں شیخین کے نزدیک اسی قول اخیر پر فتوی ہے کذا فی البحر عن المضمر وفوت عید بفراغ امام اور زوال شمس اور جائز ہے تیمم نماز عید کی فوت ہو جانے کے ڈر سے بسبب قراءت کرنے امام کے یا ڈھلنے آفتاب کے م یہ حکم ہے کل نماز عید کے فوت ہونے کا اور اگر مقتدی وضو کر کے شریک ہو بعض نماز میں تو تیمم جائز نہیں کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو کان یبنی بناء لبعد تروضا متوضیا وسبق حدثہ اگرچہ خائف فوت نماز جنازہ یا عید تیمم کر کے بنا کرتا ہو بعد شروع کرنے نماز کے وضو سے اور غالب ہونے حدث کے یعنی وضو کر کے نماز جنازہ یا عید شروع کی پھر وضو ٹوٹ گیا اور خوف ہے کہ اگر وضو پھر کرے گا تو نماز فوت ہو جاوے گی تو امام کے نزدیک تیمم کر کے بنا کرنا جائز ہے خلافا للصاحبین کذا فی البحر بلا فرق بین کونہ اماما اولا فی الاصح بدون فرق کے درمیان ہونے اس بانی کے امام یا غیر امام صحیح تر قول میں یعنی جب فوت نماز عید یا جنازہ کا خوف ہو تو امام اور غیر امام دونوں کو تیمم جائز ہے لان المناط خوف الفوت لاالی بدل اس واسطے کہ جواز تیمم کا مدار اس صورت میں خوف ہے فوت ہونے کا بلا عوض یعنی جو نماز فوت ہوتی ہو اور اس کا بدلا نہ ہو سکتا ہو قضا کرنے سے تو اس کے فوت ہو جانے کے ڈر سے تیمم جائز ہے فجاز لکسوف وسنن رواتب ولو سنۃ فجر خاف فوتہا وحدہا جب جواز تیمم کا خوف فوت پر مدار ہوا تو تیمم جائز ہے سورج گہن اور اسی طرح چاند گہن کی نماز کے واسطے اور مؤکدہ سنتوں کے واسطے اگرچہ ہو فجر کی سنت کہ ڈرا ہو فقط اس کے فوت ہونے سے بدون فرض کے م یہ بحث ہے حلبی شارح منیۃ المصلی کی کذا فی الطحطاوی یعنی اگر خوف ہو کہ پانی کے پاس جانے تک سورج گہن ہو چکے گا یا ظہر اور مغرب کا فرض ادا کر چکا اور وضو ٹوٹ گیا اور پانی تک جانے میں وقت فوت ہوتا ہے تو تیمم کر کے سنتیں پڑھے اور فقط سنت فجر کی فوت ہونے کے بدون فرض کی صورت یہ ہے کہ پانی میل بھر سے کم ہے خادم پانی لینے گیا ہے لیکن اس کے آنے تک فقط وضو کرنے اور فرض پڑھنے کا وقت باقی رہے گا تو تیمم کر کے فجر کی سنتیں پڑھے پھر جب پانی آوے تو وضو کر کے فرض ادا کرے طحطاوی نے کہا فقط فوت سنت فجر کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر سنت کا فرض کے ساتھ فوت ہونے کا خوف ہو تو تیمم نہ کرے اس واسطے کہ سنت کو فرض کے ساتھ قضا کرے گا ولنوم وسلام ورده وان لم تجز الصلوۃ بہ اور جائز ہے تیمم سونے اور سلام کرنے اور سلام کے جواب دینے کے واسطے یعنی باوجود پانی کے ہونے کے اگرچہ اس تیمم سے نماز پڑھنا جائز نہیں م اس تیمم سے نماز اس واسطے جائز نہیں کہ نماز کے تیمم کے واسطے فقدان آب حقیقۃً یا حکماً ضرور ہے اور یہ کہ اس عبادت مقصودہ کی نیت کرے جو حلال نہیں بدون طہارت کے قال فی البحر وکذا الکل مالا یشترط لہ الطہارۃ کما فی المبتغی وجاز لہ دخول مسجد مع وجود الماء وللنوم فیہ واقرہ المصنف بحر الرائق میں کہا اور اسی طرح تیمم جائز ہے یعنی باوجود پانی کے ہر ایک اس عمل کے واسطے جس کے لیے طہارت شرط نہیں بدلیل اس قول کے جو مبتغی میں یوں ہے اور جائز ہے تیمم مسجد میں جانے کے واسطے باوجود پانی ہونے کے اور مسجد میں سونے کے واسطے اور مصنف نے اپنی شرح میں اس کو ثابت رکھا ہے یعنی اس پر رد نہیں کیا لکن فی النہر الظاہر ان مراد المبتغی للجنب فقط الدلیل لیکن نہر الفائق میں ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ مبتغی کی مراد جنب ہے تو بحر الرائق کی دلیل ساقط ہو گئی م یعنی جب مبتغی کے کلام سے جنب مراد ہوا تو صاحب بحر کا کلیہ ثابت نہ ہا کیونکہ جنب کو طہارت شرط ہے لیکن حلبی نے کہا کہ کلام مبتغی سے ارادہ کرنا جنب کا مسلم نہیں اس واسطے کہ دو حال سے خالی نہیں کہ پانی مسجد کے باہر ہے یا اندر اگر باہر ہے تو وہ باطل ہے کیونکہ جنب کا داخل ہونا مسجد میں باوجود ہونے پانی کے خارج میں بہ اتفاق ہمارے علما کے جائز نہیں اور اگر مسجد کے اندر ہے اور یہی احتمال صحیح ہے مگر یہ احتمال مبتغی کی عبارت سے بعید ہے بدلیل قولہ والنوم فیہ کذا فی الطحطاوی قلت وفی المنیۃ وشرحہا یجوز لہ دخول مسجد وسن مصحف مع وجود الماء ولیس بنجس بل ہو عدم لانہ لیس لعبادۃ یخاف فوتہا میں کہتا ہوں اور منیۃ المصلی اور اس کی شرح میں ہے کہ شخص کا تیمم کرنا مسجد کے داخل ہونے اور مصحف کے چھونے واسطے باوجود پانی کے کوئی چیز نہیں بلکہ وہ معدوم یعنی کرنا نہ کرنے کے برابر ہے اس واسطے کہ دخول مسجد اور مصحف کا ایسی عبادت نہیں جس کے فوت ہو جانے کا ڈر ہو م یہ تائید ہے صاحب نہر کی اور اگر دخول مسجد کو جنب پر محمول کیجیے تو کلام مبتغی کے مخالف نہیں ہے لکن فی القنیۃ

Marfat.com

عن المختار الخ جوازہ مع الاداء لسجدۃ التلاوۃ لیکن قہستانی میں مختار سے منقول ہے کہ پسندیدہ قول جواز تیمم کا ہے پانی ہونے کے ساتھ سجدہ تلاوت کے واسطے م یہ استدراک بے مبنیٰ المصلی کی دلیل پر کہ جس عبادت کے فوت ہونے کا کچھ خوف نہ ہو اس کے واسطے تیمم جائز نہیں یعنی سجدۂ تلاوت میں طہارت شرط ہے اور اس کے فوت ہونے کا خوف نہیں باوجود اس کے تیمم جائز ٹھہرا حلبی نے کہا کہ یہ نقل ضعیف معادم ہے قاعدہ کے کیونکہ سجدۂ تلاوت میں طہارت مشروط ہے اور فوت ہوتی ہے خلیفہ اپنا چھوڑ کر لکن یجئ تقییدہ بالسفر لالحضر لیکن عنقریب فروع میں آوے گا مفید کرنا جواز تیمم کا سجدۂ تلاوت کے واسطے سفر کے ساتھ یعنی یہ سفر میں درست ہے نہ حضر میں م اس مسئلہ کی گفتگو فروع میں مذکور ہوگی ثم رأیت فی الشرنبلالیۃ وشروحہا ما یؤید کلام البحر پھر علامہ ابوبکر بخاری کی شرح الاسلام اور اس کی شروح میں میں نے وہ دیکھا جو بحر الرائق کے کلام کی تائید کرتا ہے کہ جس میں طہارت مشروط نہیں اس میں تیمم جائز ہے باوجود پانی کے قال وظاہر الروایۃ جوازہ لتسع مع وجود الماء وان لم تجز الصلوٰۃ بہ صاحب شرعہ یا صاحب بحر نے کہا کہ ظاہر الروایۃ جائز ہونا تیمم کا ہے نو چیز کے واسطے باوجود ہونے پانی کے اگرچہ اس تیمم سے نماز جائز نہیں م اکثر نسخوں میں ظاہر الروایۃ ہے اور ایک نسخہ مطبوعہ معہ میں ظاہر الروایۃ ہے قلت بل لعشر بل اکثر لما مر من الضابط انہ یجوز بکل مالا تشترط الطہارۃ لہ ولو مع وجود الماء میں کہتا ہوں بلکہ دس چیز بلکہ اکثر کے واسطے تیمم مذکور جائز ہے اس واسطے کہ یہ قاعدہ گذر گیا کہ تیمم جائز ہے ہر ایک اس عمل کے واسطے جس میں طہارت مشروط نہیں اگرچہ پانی موجود ہو واما ما تشترط لہ فیشترط فقد الماء کتیمم لمس مصحف فلا یجوز لواجد الماء واما للقراءۃ فان محدثا فکالاول او جنبا فکالثانی اور جس فعل کے واسطے طہارت شرط ہے سو وہاں تو پانی کا نہ ہونا تیمم کے واسطے مشروط ہے چنانچہ مصحف کے چھونے کے واسطے تیمم کرنا سو وہ جائز نہیں پانی کے پانے والے کو اور اگر قرآن پڑھنے کے واسطے ہے سو اگر بے وضو ہے تو وہ اول کے مانند ہے یعنی باوجود پانی کے اس کو تیمم جائز ہے یا کہ وہ شخص جنب ہے تو پانی کے مانند ہے یعنی پانی ملنے پر ہوتے اس کو تیمم درست نہیں وقالوا التیمم لدخول مسجد او لقراءۃ ولو من مصحف او لمسہ او کتابۃ او تعلیمہ او لزیارۃ قبور او عیادۃ مریض او دفن میت او اذان او اقامۃ او اسلام او رد سلام او لم تجز الصلوٰۃ بہ عند العامۃ بخلاف صلوٰۃ جنازۃ او سجدۃ تلاوۃ فتاوی خیر الدین الرملی اور فقہا نے کہا ہے کہ اگر تیمم کیا دخول مسجد کے واسطے یا قرآن پڑھنے کے واسطے اگرچہ مصحف دیکھ کر پڑھے یا مصحف کے چھونے کو یا اس کے لکھنے کو یا اس کی تعلیم کو یا زیارت قبور کے لیے یا بیمار پرسی کے واسطے یا مردہ دفن کرنے کو یا اذان یا اقامت کے واسطے یا مسلمان ہونے کو یا سلام کرنے کو یا سلام کے جواب دینے کو تو ایسے تیمم سے نماز پڑھنا جائز نہیں اکثر علما کے نزدیک برخلاف نماز جنازہ یا سجدۂ تلاوت کے یعنی اگر نماز جنازہ یا سجدۂ تلاوت کے واسطے تیمم کیا تو اس تیمم سے نماز پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ پانی موجود نہ ہو یہ ہمارے استاذ خیر الدین رملی کے فتاوی میں مذکور ہے قلت وظاہرہ انہ یجوز لہ فعل ذلک قبل میں کہتا ہوں فتاوی مذکورہ کا ظاہر کلام یہ ہے کہ اس کو اس کا کرنا جائز ہے یعنی تیمم کرنا سجدۂ تلاوت کے واسطے درست ہے سوائے مخاطب تامل کرم حلبی محشی نے کہا کہ ہم نے تامل کیا سو اس کو صحیح پایا طحطاوی نے کہا میں کہتا ہوں کہ اگر شارح کی یہ مراد ہے کہ سجدۂ تلاوت کے واسطے تیمم باوجود پانی کے جائز ہے تو یہ بالاتفاق جائز نہیں اور اگر یہ مراد ہے کہ پانی نہ ہونے کے وقت جائز ہے تو اس کا جواز بالاتفاق ہے تو شارح کے اس کلام کی وجہ نہیں انتہی کلامہ لا تیمم لفوت جمعۃ ووقت ولو وتر یفوتہا الی بدل تیمم نہ کرے نماز جمعہ اور نماز وقتی کے فوت ہونے سے اگرچہ وتر کا وقت ہو بسبب فوت ہونے ان نمازوں کے اپنا بدل چھوڑ کر یعنی جمعہ کا بدل ظہر اور پنجگانہ نماز اور وتر کا بدل قضا ہے برخلاف جنازہ اور عید کے اس واسطے ان کی قضا نہیں دلیل تیمم لفوت الوقت اور قول ضعیف یہ ہے کہ تیمم کرے وقت کے فوت ہو جانے کے ڈر سے م قنیہ میں کہا کہ یہ روایت ہے ہمارے مشائخ سے اور اس پر چند فروع کو متفرع کیا از انجملہ یہ ہے کہ اگر چھت پر ہو رات کو اور کوٹھری کے اندر پانی ہے اور اندھیرے میں اس کے اندر جانے سے ڈرتا ہے تو تیمم کرے اگر فوت وقت کا خوف ہو کذا فی البحر قال الحلبی فالاحوط ان یتیمم ویصلی ثم یعید حلبی شارح منیۃ المصلی نے کہا تو ایسی صورت میں احوط یہ ہے کہ تیمم کرے

لہ شامی نے اس نسخہ کو اختیار کر کے عبارت بنا زیادہ کی ہے اور شارح پر قدح کیا ہے کہ بنا زیادہ سے یہ حکم ظاہر نہیں معلوم ہوتا ۱۲

Marfat.com

اور نماز پڑھے پھر وضو کرکے اس نماز کا اعادہ کرے یعنی قضا پڑھے ویجب ای یفترض طلبہ ولو برسولہ قدر غلوۃ ثلثمائۃ ذراع من کل جانب ذکرہ الحلبی اور تلاش واجب ہے یعنی فرض ہے تلاش کرنا پانی کا اگرچہ اپنا آدمی بھیج کر تلاش کرے بقدر ایک تیر کے جانے کے یعنی ۳۰۰ گز ہر جانب سے ایسا ذکر کیا ہے حلبی نے ہم تیر پرتاب ۳۰۰ گز ہیں ۹۰۰ گز تک کذا فی المنح شرح نقایہ میں برہان سے منقول ہے کہ جس طرف پانی کا گمان ہو فقط اسی طرف اس قدر تلاش کرنا چاہیے نہ ہر جانب سے تو شارح کا مطلب یہ ہے کہ ہر جانب سے جدہر گمان ہو ادھر تلاش کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی وفی البدائع الاصح طلبہ قدر مالا یفر بنفسہ ورفقتہ بالانتظار اور بدائع میں ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ پانی کا تلاش کرنا اس قدر ہو کہ ضرر نہ پہنچے تلاش میں اس کی ذات کو اور اس کے سفر کے ساتھیوں کو انتظار کرنے سے یعنی اگر ایک کو بھی ان میں سے ہو تو عدم طلب مباح ہے ان ظن ظنا قویا قربہ دون میل بامارۃ او اخبار عدل تلاش فرض ہے اگر گمان قوی ہو پانی کے پاس ہونے کا ایک میل سے کم کسی علامت سے یا ایک متقی آدمی کے خبر دینے سے ہم ظن میں اور ظن غالب میں یہ فرق ہے کہ اگر احد الطرفین قوی اور راجح ہو دوسرے سے اور دل نہ جمے راجح پر اور نہ چھوڑے دوسرے کو تو اس کا نام ظن وگمان ہے اور جب کہ احد الطرفین دل میں جم جاوے اور دوسری جانب کو چھوڑ دے اس کا نام اکبر ظن اور غالب الرائے ہے میل کی قید اس واسطے لگائی کہ میل اور مافوق میل بعید ہے اس کی طلب واجب نہیں قرب پانی کی علامت یہ ہے کہ سبزہ نظر آوے اور چڑیاں گھومتی ہوں کذا فی الطحطاوی والا یغلب علی ظنہ قربہ لا یجب بل یندب ان رجا والا لا اور اگر پانی کے نزدیک ہونے کا اس کو ظن غالب نہ ہو یعنی شک ہو یا غیر قوی ظن ہو تو تلاش واجب نہیں بلکہ مستحب ہے اگر امید ہو نزدیکی کی اور اگر امید نہ ہو تو تلاش مستحب بھی نہیں ولو صلی بتیمم وثمہ من یعلمہ ثم اخبرہ بالماء اعاد والا لا اور اگر نماز پڑھی تیمم سے بدون پوچھنے کے اور حالانکہ وہاں وہ شخص تھا جس سے پوچھتا پھر نماز کے بعد اس شخص نے پانی کے نزدیک ہونے کی خبر دی تو نماز کو پھر پڑھے ورنہ اعادہ نہ کرے کذا فی الزیلعی ہم بحر الرائق میں سراج سے منقول ہے کہ تیمم کیا بدون طلب کے اور طلب واجب تھی اور نماز پڑھی پھر تلاش کی سو پانی نہ پایا تو اعادہ واجب ہے طرفین کے نزدیک مطلقاً خواہ بعد اس کے پانی کی کوئی خبر دے یا نہ دے خلافاً لابی یوسف کذا فی الطحطاوی وشرطہ ای للتیمم فی حق جواز الصلوۃ نیۃ عبادۃ اور مشروط ہے تیمم کے واسطے نماز جائز ہونے کے حق میں عبادت کی نیت کرنا[1] جواز نماز کی قید اس واسطے لگائی کہ نماز کے سوائے چنانچہ سلام یا جواب سلام کے واسطے فقط تیمم کی نیت کفایت کرتی ہے اور عبادت کی نیت مانند طہارت یا استباحت نماز یا رفع حدث یا رفع جنابت کی نیت ہے کذا فی البحر لو صلوۃ جنازۃ او سجدۃ تلاوۃ لا شکر فی الاصح اگرچہ عبادت نماز جنازہ ہو یا سجدۂ تلاوت کا نہ سجدہ شکر کا امام کے صحیح تر قول میں یعنی اگر نماز جنازہ یا سجدۂ تلاوت کی نیت سے تیمم کیا تو اس تیمم سے مطلق نماز جائز ہے اور اگر سجدۂ شکر کے واسطے تیمم کیا تو اس سے نماز پڑھنا درست نہیں کیونکہ وہ عبادت نہیں امام کے نزدیک حلبی نے کہا کہ صاحبین کے نزدیک سجدۂ شکر مستحب ہے اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ سجدہ تلاوت کے باب میں مذکور ہوگا تو جب عبادت ہوا تو اس تیمم سے نماز صحیح ہوگی مقصودہ تیمم کے واسطے اس عبادت کی نیت مشروط ہے جو مقصود بالذات ہو یعنی دوسری عبادت کا وسیلہ نہ ہو خرج دخول مسجد دس مصحف عبادت مقصودہ کی قید سے مسجد کا داخل ہونا اور مصحف کا چھونا نکل گیا یعنی دخول مسجد اور مس مصحف خود عبادت مقصودہ نہیں بلکہ نماز اور قرآن پڑھنے کے وسیلے ہیں اگر کوئی کہے کہ دخول مسجد قطع نظر نماز کے اعتکاف کے واسطے ہوتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ عبادت تو اعتکاف ہے اور دخول مسجد اس کا تابع ہے تو عبادت مقصودہ نہ ٹھہرا اور قرأت کی نیت سے تیمم کرنے میں تفصیل حق ہے چنانچہ بدائع میں ہے کہ اگر جنب نے قرات کے واسطے تیمم کیا تو اس کو اور نمازیں پڑھنا جائز ہیں کذا فی الطحطاوی لا الاصح ای لا تحل لعدم قراۃ القرآن للجنب بدون طہارۃ تیمم کے واسطے وہ عبادت مقصودہ مشروط ہے جو صحیح نہیں یعنی حلال نہیں بدون طہارت کے لا تصح کی تفسیر لا تحل اس واسطے کی تاکہ عبادت مقصودہ جنب کی قرآن خوانی کو بھی شامل ہو جاوے م زیلعی اور سراج وتاج ومعراج میں مطلق مذکور ہے کہ صحیح تر یہ ہے کہ قرآن خوانی کے تیمم سے نماز پڑھنا درست نہیں لیکن بدائع اور غایۃ البیان اور مجتبی میں کہا کہ اطلاق صحیح نہیں تفصیل حق یہ ہے یعنی اگر جنب قرآن خوانی کے واسطے تیمم کرے تو اور نمازیں پڑھنا درست ہیں چنانچہ بحر الرائق میں ہے کہ شرط یہ ہے کہ منوی عبادت مقصودہ ہو یا عبادت مقصودہ

[1] نیت کی پہلی چیز ۱۲

Marfat.com

کا جزء ہو اور وہ حلال نہ ہو بدون طہارت کے تو قرآن خوانی عبادت مقصودہ یعنی نماز کا جزء ہے لیکن اگر قرآن خوان جنب ہو تو شرط اخیر یعنی عدم حلۃ فعل الا بالطہارۃ پائی گئی تو تیمم کی شرط پوری ہو گئی تو نماز اس سے درست ہوئی اور اگر قرآن خوان جنب نہیں بلکہ بے وضو ہے تو شرط اخیر نہ پائی گئی تو اس تیمم سے نماز جائز نہ ہوئی کذا فی المنح شارح نے لا تصح کی تغیر لا تحل کی تاکہ اشارہ ہو اس تفصیل تحقیقی کی طرف خرج السلام ورد شرط اخیر سے سلام کرنے اور سلام کے جواب دینے کا تیمم خلیج ہو گیا یعنی سلام اور جواب اگرچہ عبادت مقصودہ ہیں لیکن بدون طہارت کے بھی صحیح ہیں تو ان کے تیمم سے نماز پڑھنا جائز نہیں فلغا تیمم کافر لا وضوء لانہ لیس باہل للنیۃ فما یفتقر الیہا لا یصح منہ جب تیمم میں نیت مخصوصہ شرط ہوئی تو کافر کا تیمم کرنا لغو یعنی باطل ہے نہ وضو کرنا اس کا اس لیے کہ کافر نیت کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا تو جو عمل کہ اپنی صحت میں نیت کی طرف حاجت رکھتا ہے وہ کافر سے صحیح نہ ہو گا م اس واسطے کہ نیت سے فعل ثواب آخرت کا سبب مراد ہوتا ہے اور کافر سے حالت کفر میں ایسا فعل واقع نہیں ہوتا ولہذا کافر کا وضو صحیح ہے کیونکہ اس میں نیت کی حاجت نہیں تو کافر بعد اسلام کے وضوء سابق سے نماز پڑھ سکتا ہے نہ تیمم سابق سے وصح تیمم جنب بنیۃ الوضوء لفقدہ اور صحیح ہے جنب کا تیمم کرنا وضو کی نیت سے اسی قول کا فتوی ہے یعنی وضو کی نیت سے جنابت سے بھی پاک ہو جاتا ہے وندب لراجیہ رجاء قویا آخر الوقت المستحب اور جس کو پانی ملنے کی امید قوی ہو تو اس کو وقت مستحب کے آخر وقت میں نماز پڑھنا مندوب اور مستحب ہے کذا فی المنح عن الوانی ولو لم یؤخر وتیمم وصلی جاز لو کان بینہ وبین الماء میل والا لا اور اگر تاخیر نہ کی اور تیمم کیا اور نماز پڑھ لی تو جائز ہے اگر ہو درمیان اس شخص کے اور پانی کے میل بھر کی مسافت اور اگر اس قدر سے مسافت کم ہو تو نماز جائز نہیں صلی من لیس فی العمران بالتیمم ونسی الماء فی رحلہ وہو مما ینسی عادۃ لا اعادۃ علیہ نماز پڑھی اس شخص نے جو آبادی میں نہیں اور بھول گیا اس پانی کو جو اونٹ کے کجاوے میں ہے اور کجاوہ اس قسم سے ہے کہ اس کی چیز کے بھول جانے کی عادت ہے تو اس پر نماز کا اعادہ نہیں م آبادی میں نہ ہونا عام ہے خواہ وہ مسافر ہو یا مقیم اور اگر آبادی میں ہو اور اس طرح نماز پڑھے تو اعادہ واجب ہے اور جس نے مسافر کی قید لگائی ہے تو بنظر غالب عادت کے کذا فی المنح اور نسیان وغیرہ باقی قیود کے احترازات کو شارح مذکور کرے گا ولو ظن فناء الماء اعاد الفاقا اور اگر پانی چک جانے کا گمان کیا اور تیمم سے نماز پڑھی تو پانی دیکھ کر نماز کا اعادہ کرے بالاتفاق کما لو نسیہ فی عنقہ او ظہر دابتہ المقدمۃ راکبا او موخرہ سائقا او نسی ثوبہ وصلی عریانا او فی ثوب نجس او مع نجس ومعہ ما یزیلہ او توضاء بماء نجس او صلی محدثا ثم ذکر اعاد ابدا چنانچہ اگر اس پانی کو بھولا جو اونٹ کی گدی پر یا اس کی پیٹھ یا اس کے سامنے تھا سواری کی حالت میں یا اونٹ کے پیچھے جب کہ وہ اس کا ہانکنے والا تھا یا شخص اپنا کپڑا بھولا اور برہنہ نماز پڑھی یا ناپاک کپڑے میں یا نجاست کے ساتھ نماز پڑھی اور حالانکہ اس کے پاس وہ چیز ہے جس سے ازالۂ نجاست ہو سکتا تھا یا وضو کیا نجس پانی سے یا بے وضو نماز پڑھی پھر اس کو پانی پاک پڑا یا نجاست یا بے وضو ہونا یاد پڑا تو نماز کو پھر پڑھے بالاتفاق م بعض صورتوں میں حکایت اجماع میں کلام ہے کہ بحر الرائق اور منح الغفار کی مراجعت سے معلوم ہوتا ہے ولطلبہ وجوبا علی الظاہر من رفیقہ ممن معہ ولو دلالۃ بان استملکہ تیمم لتحقق عجزہ اور بنا بظاہر الروایۃ کے واجب ہے کہ پانی مانگے اپنے رفیق سے جو اس کے ساتھ ہے پھر اگر وہ پانی نہ دے اگرچہ نہ دینا دلالت حال کی راہ سے ہو اس طرح کہ کچھ پانی کو تلف کرے اور باقی طہارت کو کافی نہ رہے تو تیمم کرے بسبب ثابت ہو جانے اس کی عاجزی کے م رفیق کی قید باعتبار عادت کے ہے اس لیے کہ جو نماز کے وقت موجود ہو اس سے مانگنا چاہیے رفیق ہو یا غیر رفیق فان لم یعطہ الا بثمن مثلہ او بغبن یسیر ولہ ذلک فاضلا عن حاجتہ لا تیمم اور اگر وہ شخص پانی نہ دے مگر بعوض اس ثمن کے جو اس قدر پانی کا معمول ہے یا تھوڑے سے غبن کے ساتھ اور اس کے پاس وہ ثمن موجود ہے اس کی حاجت سے زیادہ تو تیمم نہ کرے بلکہ پانی خرید کر کے وضو کے ساتھ نماز پڑھے م غبن یسیر وہ ہے جو دو چند قیمت سے کم ہو یہ معلوم ہوتا ہے غبن فاحش کی تعریف سے جو عنقریب مذکور ہو گی ولو اعطاہ باکثر

لہ شامی نے ضمیر عنقہ اور قدمہ کی محمل کی طرف پھیری ہے اور طحطاوی نے بھی کہا ہے کہ اضمیران للناسی یعنی دونوں ضمیریں بھولنے والے کی طرف راجع ہیں تو مترجم اول نے سہو کیا کہ ضمیر کو اونٹ کی طرف پھیرا ۱۲ سلہ شامی نے زیلعی سے نقل کیا کہ جس کپڑے سے نماز پڑھنے میں اختلاف ہے باقی میں اجماع اعادہ پر ہے ۱۲ سلہ حلال نہ ہونا فعل کا بجز طہارت کے ۱۲

Marfat.com

یعنی بغبن فاحش وہو ضعف قیمتہ فی ذلک المکان اولیس لہ ثمن ذلک تیمم اور اگر پانی کا مالک پانی دے اکثر ثمن سے یعنی غبن فاحش کے ساتھ اور غبن فاحش دو چند ہے پانی کی قیمت کا اس مکان میں یا اس شخص کے پاس اس قدر ثمن نہیں ہے تو تیمم کرے م غبن فاحش سے خرید کرنا اس واسطے واجب نہ ہوا کہ حرمت مال مسلم اس کے جان کی حرمت کے مانند ہے اور جان میں ضرر مسقط[1] ہے اسی طرح مال میں کذا فی البحر ولا للعطش فیجب علی القادر شراؤہ باضعاف قیمتہ احیاء لنفسہ اور پیاس کے واسطے تو واجب ہے خرید کرنا مقدور والے پر اضعاف بیشمار کے بدلے اپنی جان کو زندہ رکھنے کی وجہ سے یعنی اس لیے کہ حفظ جان کا مقدم ہے مال کے حفظ پر دائما بالغبن الفاحش فی تسعۃ عشر موضعا مذکورۃ فی الاشباہ اور ثمن مثل معتبر نہیں مگر ۱۹ مکانوں میں جو اشباہ میں مذکور ہیں م مواضع مذکورہ کی تفصیل یہاں ضرور نہ تھی لہذا بخوف تطویل ان کو مذکور نہ کیا وقبل طلبہ الماء لا یتیمم علی الظاہر ای ظاہر الروایۃ عن اصحابنا لانہ مبذول عادۃ کما فی البحر عن المبسوط اور پانی مانگنے سے پہلے تیمم نہ کرے بنا بر ظاہر الروایۃ کے ہمارے اصحاب یعنی ابو حنیفہ اور ابو یوسف اور محمد رحمہم اللہ سے اس واسطے کہ پانی میں بخل نہیں ہوتا وہ دینے اور خرچ کرنے کی چیز ہے عادت میں چنانچہ بحر الرائق میں مبسوط سے منقول ہے م اور جو چیز محتاج الیہ ہو اور اس کے دینے میں بخل کی عادت نہ ہو تو اس کے مانگنے میں کچھ ذلت اور خواری نہیں اس واسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے بعض حوائج کو غیروں سے سوال کیا ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر ولیہ فیجب طلب الدلو والرشاء اور بنا بر اس کے چونکہ پانی کا طلب کرنا واجب ہے مبذول ہونے کے سبب سے تو ڈول اور رسی کا مانگنا واجب ہے یعنی اس میں بھی بخل کی عادت نہیں وکذا الانتظار لو قال حتی استنقی وان خرج الوقت اور اسی طرح انتظار کرنا واجب ہے اگر طالب سے کہا ڈول اور رسی کے مالک نے ٹھہر جا یہاں تک کہ پانی بھر لوں اگرچہ انتظار میں نماز کا وقت نکل جائے م اور دوسرا قول یہ ہے کہ انتظار کرنا واجب نہیں مستحب ہے کذا فی الطحطاوی ولو کان فی الصلوۃ ان ظن الاعطاء قطع والا لا اور اگر متیمم نماز میں کسی دوسرے شخص کے پاس پانی دیکھے اگر اس کو پانی دینے کا گمان ہو تو نماز کو قطع کرے اور اگر دینے کا گمان نہ ہو تو نماز نہ توڑے نہر الفائق میں ہے کہ تیمم کرنے والا نماز میں ہو اور اس کو دینے کا گمان غالب ہو تو قطع کرے اور طلب کرے پھر اگر وہ نہ دے تو تیمم اس کا باقی ہے پھر اگر اس نے بلا سوال نماز تمام کی پھر سوال کیا تو اگر اس نے پانی دیا تو نماز پھر پڑھے ورنہ نماز تمام ہو گئی کذا فی الطحطاوی لکن فی القہستانی عن المحیط ان ظن اعطاء الماء ادلالا لیکن قہستانی میں محیط سے منقول ہے کہ اگر پانی یا ڈول یا رسی دینے کا گمان ہو تو طلب کرنا واجب ہے ورنہ واجب نہیں م یہ روایت مخالف ہے ظاہر الروایۃ کی جو متن میں مذکور ہو چکی اور محیط کے مانند وانی میں بھی تفصیل مذکور ہے کذا فی الطحطاوی والمحصور فاقد الماء والتراب الطہورین بان حبس فی مکان نجس ولا یمکنہ اخراج مطہر وکذا العاجز عنہما لمرض لو خرجا عندہ اور بند یوان نہ پانے والا پانی اور مٹی پاک کرنے والوں کا اس طرح پر کہ وہ شخص بند کیا گیا ناپاک مکان میں اور اس کو ممکن نہیں پاک مٹی کا نکالنا زمین یا دیوار کھود کر اور اسی طرح بند یوان کے مانند وہ شخص ہے جو پانی اور مٹی مطہر سے عاجز ہے بیماری کے سبب سے نماز کو تاخیر کرے امام کے نزدیک م تاخیر کرے یعنی اس پر نماز حرام ہے ایسا نقل کیا ہے نووی شافعی نے امام کا مذہب کذا فی المنح اور اگر پاک کرنے والی مٹی کے نکالنے پر قادر ہو تو مٹی نکال کے نماز پڑھے بہ اتفاق امام اور صاحبین کے چنانچہ خلاصہ میں ہے فان لا یتشبہ بالصلین وجوبا فرکع ویسجد ان وجد مکانا یابسا والا یومی قائما ثم یعید کالصوم اور صاحبین نے کہا کہ فاقد الطہورین نمازیوں کے مشابہ بن جائے وجوبا تو رکوع اور سجدہ کرے اگر خشک مکان پاوے اور اگر خشک مکان نہ ملے تو نماز کا اشارہ کرے کھڑے ہو کر پھر جب پانی یا مٹی پاوے تو نماز کا اعادہ کرے صوم کے مانند م یعنی اگر مسافر بوضع اقامت میں داخل ہوا کھانے کے بعد رمضان شریف میں یا اس وقت پہنچا کہ نیت صوم کا وقت باقی نہ رہا تو باقی دن میں اس پر امساک واجب ہے روزہ داروں کے مشابہ بن کر پھر اس روزہ کا اعادہ واجب ہے کذا فی الطحطاوی بخلاف ما لیہ صح رجوعہ ای الامام کما فی الفیض اور اسی صاحبین کے قول پر فتویٰ ہے اور اسی قول کی طرف امام کا رجوع کرنا صحیح ہے چنانچہ فیض میں ہے وفیہ ایضا

[1] یعنی جان کا ضرر دفع کو ساقط کر دیتا ہے ۱۲ [2] یعنی نہ پانے والا پانی اور مٹی کا ۱۲

Marfat.com

مقطوع الیدین والرجلین اذا کان لوجہہ جرحۃ یصلی بغیر طہارۃ ولا تیمم ولا یعید علی الاصح اور یہ مسئلہ بھی فیض میں ہے کہ جس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کٹے ہوئے ہیں جب کہ اس کے چہرے پر زخم ہو تو بدون طہارت کے نماز پڑھے اور تیمم نہ کرے اور نماز کا اعادہ نہ کرے صحیح ترتول پر م اور اگر چہرہ صحیح اور سالم ہو تو مٹی پر مل لے اور جس کے ہاتھ شل یعنی خشک ہو گئے وہ اپنا چہرہ اور ہاتھ مٹی سے مل لے اور نماز کو نہ چھوڑے اور اقطع یعنی جس کے دونوں ہاتھ کٹے ہوں وہ مابقی کا مسح کرے اگر غسل مفروض کا کچھ محل باقی ہو والا لاکذا فی الطحطاوی وہند اظہران تعمد الصلوۃ بلا طہر یکفر فلیحفظ وقد مر بحثی فی صلوۃ المریض اور مسئلہ سابقہ سے ظاہر ہو گیا کہ قصداً نماز پڑھنا بدون طہارت کے نماز پڑھنے والے کو کافر نہیں کر دیتا تو اس کو یاد رکھنا چاہیے اور البتہ یہ مسئلہ مذکور ہو گیا اول کتاب الطہارۃ میں اور کہ گے بھی آوے گا صلوۃ المریض کے باب میں فروع مسائل ملتقط شارح کے صلی المحبوس بالتیمم ان فی المصر اعاد والا لا محبوس نے تیمم کے ساتھ نماز پڑھی اگر وہ قیدی شہر میں ہے تو خلاص ہونے کے بعد نماز کو پھیرے اور اگر شہر میں نہیں ہے تو نہ پھیرے م یعنی مقیم محبوس پر اعادہ ہے نہ مسافر پر اس واسطے کہ سفر کا عذر بجز حقیقی کے ساتھ مل گیا اور سفر میں غالب بے آبی ہے تو عدم متحقق ہو گیا ہر وجہ سے اور مقیم کو اعادہ اس واسطے ہوا کہ عجز متحقق ہوا عباد کے فعل سے اور فعل عباد مؤثر نہیں حق اللہ کے اسقاط میں کذا فی العالمگیریۃ ہل تیمم السجدۃ التلاوۃ ان فی السفر نعم والا لا سوال سجدۂ تلاوت کے واسطے تیمم کرے یا نہ کرے جواب اگر وہ شخص سفر میں ہے تو ہاں تیمم کرے اور اگر سفر میں نہیں تو نہ کرے م اگر یہ صورت پانی موجود ہونے میں مفروض ہے تو حق یہ ہے کہ مطلقاً درست نہیں نہ سفر میں نہ اقامت میں اور اگر پانی موجود نہیں تو مطلقاً درست ہے کذا فی الحلبی الماء المسبل فی الفلاۃ لا یمنع التیمم ما لم یکن کثیراً فیعلم انہ للوضوء ایضاً جو پانی کہ بطریق سبیل کے رکھا ہے جنگل میں وہ تیمم کرنے کا مانع نہیں جب کہ وہ بہت نہ ہو یعنی اگر بکثرت ہو گا تو معلوم ہو گا قرینہ سے کہ وہ وضو کے واسطے بھی ہے م پینے کے واسطے جو پانی راہوں میں موقوف ہوتا ہے تو وہ تیمم کا مانع نہیں اس واسطے کہ وضو کا پانی شرعاً معدوم ہے اور کثیر پانی سے اس وقت وضو درست ہو گا جب کہ فقط شرب کا یقین نہ ہو اور جب کہ یقین ہو کہ فقط پینے کے واسطے ہے تو وضو حرام ہے اس واسطے کہ وقف کی شرط شارع کے نص کے مانند ہے کذا فی الطحطاوی والشرب ماء للوضوء اور وہ پانی جو وضو کے واسطے وقف اور سبیل ہے اس کا پینا درست ہے الجنب اول بمباح من حائض ومحدث وميت جنابت والا مقدم اور لائق تر ہے مباح پانی کے استعمال کرنے میں حائض اور بے وضو اور غسل میت سے یعنی اس واسطے کہ جنابت اشد ہے تو اس کا ازالہ اہم ہے فلو احدہم فہو اولی اور اگر وہ پانی ان میں سے کسی ایک شخص کا مملوک ہے تو وہ شخص مقدم ہے کیونکہ وہ مالک ہے ولو مشترکا یعنی صرفہ للمیت اور اگر وہ پانی تینوں میں مشترک ہے تو اس کا صرف کرنا غسل میت کے واسطے لائق ہے جاز تیمم جماعۃ من محل واحد تیمم کرنا جماعت کا ایک مکان سے جائز ہے یعنی اس واسطے کہ مٹی مستعمل نہیں ہوتی یہاں تک کہ اگر تیمم کرنے والوں کے ہاتھوں کی مٹی ایک جگہ جمع ہو تو اس پر بھی تیمم درست ہے کذا فی الطحطاوی حیلہ جواز تیمم من معہ ماء زمزم ولا یخاف العطش ان یخلطہ بما یغلبہ او یہبہ مع وجہ یمنع الوجوب تدبیر جائز ہونے تیمم کی اس شخص کو جس کے ساتھ زمزم کا پانی ہے اور اس کو پیاس کا کھٹکا نہیں یہ ہے کہ زمزم کے ساتھ اس چیز کو ملا دے جو اس سے غالب ہو جائے یا برابر چنانچہ گلاب وغیرہ کو مخلوط کر دے یا اس کو ہبہ کر دے اس طرح پر کہ مانع ہو وجوب فی الہبہ کے م عدم خوف تشنگی کی اس واسطے قید لگائی کہ تشنگی کے خوف سے تیمم جائز ہے بدون مخلوط کرنے کے اس واسطے کہ وہ پانی حاجت اصلی میں مشغول ہے اور ظاہر ابہبہ مذکورہ کا حیلہ خوب نہیں کہ اس میں اپنا کچھ فائدہ نہ را واللہ اعلم وناقضہ ناقض الاصل ولو غسلاً اور تیمم کو توڑنے والا وہ ہے جو تیمم کی اصل کا ناقض ہے یعنی تیمم جس کا خلیفہ اور بدل ہے اگرچہ وہ اصل غسل ہو یعنی جو چیز کہ وضو کی ناقض ہے وہ اس تیمم کی ناقض ہے جو خلیفہ ہے وضو کا اور جو چیز غسل کی ناقض ہے وہ اس تیمم کی بھی ناقض ہے جو بدل ہے غسل کا مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ کنز اور وقایہ میں یوں کہا ہے کہ تیمم کا ناقض وہ ہے جو وضو کا ناقض ہے اور شرح نقایہ میں کہا کہ ناقضہ ناقض الاصل وضوءً کان او غسلاً اور یہی کہنا بہتر ہے اس واسطے کہ جو ناقض ہے غسل کا وہ ناقض ہے وضو کا لیکن ہر ناقض وضو کا غسل کا ناقض نہیں کیونکہ حدث ناقض وضو ہے پھر وہ غسل کا ناقض نہیں تو یہ کلیہ نہ ٹھہرا کہ ناقض وضو کا

Marfat.com

ہر تیمم کا ناقض ہے انتہی فلو تیمم للجنابۃ ثم احدث صار محدثا لاجنبا تو اگر جنابت کے واسطے تیمم کیا پھر حدث اصغر واقع ہوا تو وہ محدث ہو گیا نہ جنب یعنی اس کا وضو ٹوٹا نہ غسل م در یافت کر ظن مذکور تین صورت میں شامل ہے ایک یہ کہ اگر تیمم حدث اصغر سے ہے تو اس کا ناقض وہ ہے جو اس کی اصل یعنی وضو کا ناقض ہے دوسری صورت یہ کہ اگر تیمم جنابت سے ہے تو اس کا ناقض وہ ہے جو غسل کا ناقض ہے تیسری صورت یہ ہے کہ حدث اصغر اور حدث اکبر یعنی جنابت کے واسطے ساتھی تیمم کیا پھر حدث اصغر واقع ہوا تو یہاں تیمم ٹوٹا ایک اصل کے اعتبار سے یعنی باعتبار حدث اصغر کے نہ باعتبار جنابت کے تو شارح کا متفرع کرنا صحیح ٹھہرا تو حلبی کا اعتراض جو شارح پر تھا کہ اس نے سکوت[1] عنہ پر تفریع کی دفع ہو گیا کذا فی الطحطاوی تبصرف فیتوضاء ویترع خفیہ جب کہ وہ محدث ہو گیا نہ جنب تو اب وہ وضو کرے اگر پانی بقدر وضو کے پاوے اور اپنے دونوں موزے اتار کر پاؤں دھووے م یعنی جو موزے کہ جنابت سے پہلے طہارت کاملہ پر پہنے تھے ان کو اتارے چنانچہ زیلعی میں ہے موزہ اس واسطے اتارے کہ موزہ جنابت کا مانع نہیں چنانچہ باب المسح علی الخفین میں مذکور ہو گا کذا فی الحلبی ثم یمسح علیہ ما لم یر بالماء پھر وضو کے بعد ہر موزے پر مسح کرتا رہے جب تک اس قدر پانی پر نہ گذرے جو غسل کے واسطے کفایت کرتا ہے کیونکہ اگر اس قدر پانی پر گذر ہو گا تو جنابت کا بھی تیمم ٹوٹ جاوے گا پھر تجاوز کے بعد جنابت کے واسطے دوسرا تیمم کرے تو پہلا ٹوٹ گیا پانی کے دیکھنے سے پھر اس کے بعد اگر حدث اصغر واقع ہوا اور پانی بقدر وضو کے پاوے تو موزوں پر مسح نہ کرے بلکہ ان کو اتارے اور پاؤں کو دھووے کیونکہ جنابت پاؤں میں سرایت کر گئی پھر موزے پہنے اور مسح کرتا رہے بعد حدث کے کذا فی الطحطاوی فمع فی عبارۃ صدر الشریعۃ بمعنی بعد کما فی ان مع العسر یسرا فافہم تو مع کا لفظ صدر الشریعۃ کی عبارت میں بمعنی بعد کے ہے جس طرح ان مع العسر یسرا میں مع بمعنی بعد ہے یعنی دشواری کے بعد آسانی ہے سو اس کو سمجھ لے اے مخاطب م شرح وقایہ میں اول باب تیمم میں صدر الشریعۃ کی عبارت اس طرح ہے اما اذا کان مع الجنابۃ حدث یوجب الوضوء یجب علیہ الوضوء) یعنی جب کہ مع الجنابۃ حدث موجب وضو ہو تو اس پر وضو واجب ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جب جنابت کے تیمم کے بعد حدث پایا جاوے تب وضو واجب ہے اس واسطے کہ جنابت کے ساتھ وضو کرنے کی حاجت نہیں چنانچہ قہستانی میں یوں مصرح ہے کہ اگر جنب کے پاس اتنا پانی ہو کہ اس کے کچھ اعضا یا وضو کو کفایت کرتا ہو تو وہ تیمم کرے اور اس پر واجب نہیں پانی کا صرف کرنا اعضاء یا وضو کی طرف مگر جب کہ جنابت کا تیمم کیا پھر حدث واقع ہوا وضو کا موجب تو اب اس وقت اس پر وضو کرنا واجب ہے کیونکہ وہ پانی بقدر کفایت پر قادر ہوا کذا فی الطحطاوی اور اسی طرح حسن چلپی محشی شرح وقایہ نے عبارت مذکورہ کے وضو کو بعد تیمم جنابت کے محمول کیا ہے وقدرۃ ماء ولو اباحۃ فی الصلوۃ اور ناقض تیمم ہے قادر ہونا پانی پر اگرچہ قدرت بطریق اباحت کے ہو نماز میں م یعنی اگر ایک شخص نے پانی کے نہ ہونے سے تیمم کر کے نماز شروع کی اور بیچ نماز میں کسی شخص نے اس پر پانی مباح کر دیا تو قدرت حاصل ہوئی نماز چھوڑ کر وضو کرے اور نماز پڑھے مصنف نے شرح میں کہا کہ رویت سے قدرت کو تعبیر کرنا بہتر ہے اس واسطے کہ مریض پانی کو دیکھتا ہے اور پھر بھی تیمم کرتا ہے اور بعد زوال مرض تیمم باطل ہو گا بسبب قدرت کے اگرچہ پانی نظر نہ آوے کاف لطہرہ ولو مرۃ قدرت اس قدر پانی کی ناقض ہے جو کافی ہو اس کی طہارت کو یعنی وضو یا غسل کو اگرچہ ایک ایک بار اعضاء کا دھونا ممکن ہو فضل عن حاجتہ لعطش ولحین وغسل نجس مانع دلمعۃ جنابۃ لان المشغول بالحاجۃ وغیر الکافی کالمعدوم قدرت اس پانی کی ناقض ہے جو اس کی حاجت سے زائد ہے چنانچہ تشنگی سے اور آٹا گوندھنے اور نجاست مانع نماز کے دھونے سے اور اس عضو کے دھونے سے کہ غسل جنابت سے خشک رہا تھا اس واسطے کہ جو پانی کہ حاجت کے ساتھ مشغول ہے اور وضو یا غسل کو کفایت نہیں کرتا ہے وہ نہ ہونے کے برابر ہے لا ردۃ ارتداد یعنی تیمم کا ناقض نہیں مرتد ہو جانا یعنی اگر مسلمان نے تیمم کیا پھر معاذ اللہ وہ مرتد ہو گیا پھر توبہ کی تو وہ تیمم باقی ہے نماز اس سے جائز ہے وکذا ینقضہ کل مایمنع وجوہ التیمم اذا وجد بعدہ لان ما جاز لعذر بطل بزوالہ اور اسی طرح توڑتی ہے تیمم کو ہر ایک وہ چیز جس کا ہونا تیمم کا مانع ہے جب کہ وہ چیز تیمم کے

[1] یعنی اس امر پر جس سے سکوت کیا گیا اور عبارت میں مذکور نہ ہوا ۱۲

Marfat.com

بعد پائی جائے اس واسطے کہ جو چیز جائز ہوئی کسی عذر کے ہونے سے باطل ہو جاتی ہے اس کے زائل ہو جانے سے فلو تیمم لمرض بطل برئہ او لبرد بطل بزوالہ تو اگر تیمم کیا بیماری کے سبب سے تو تیمم باطل ہو جاتا ہے بیماری کے جاتے رہنے سے یا تیمم کیا سردی کے سبب سے تو باطل ہو جاتا ہے سردی کے زوال سے والحاصل ان کل مایمنع وجودہ التیمم ینقض وجودہ التیمم اور خلاصہ اس کا یہ ہے کہ جس چیز کا وجود مانع ہے تیمم کا اس کا موجود ہونا تیمم کا ناقض ہے م طحطاوی نے کہا شارح کا یہ کلام بعینہ تن کا کلام ہے تو اس کا کچھ فائدہ حاصل نہ ہوا اور توضیح اس کی یوں ہے کہ تیمم جائز نہیں ابتدا میں پانی کے ہوتے اور بعد اس کے اگر پانی میل سے کم ہے سو اگر وہ متیمم تھا پھر پانی حاضر ہوا یا تیمم چلا یہاں تک کہ میل سے کم ہو گیا تو تیمم ٹوٹ گیا اور اگر مریض نے تیمم کیا مرض کے سبب سے پانی کے نہ ہوتے پھر پانی حاضر ہوا تو تیمم نہیں ٹوٹتا انتہی د بالامنع وجودہ فی الابتداء فلا ینقض وجودہ بعد ذلک التیمم اور جس چیز کا وجود تیمم کا مانع نہیں ابتدا میں تو اس کا موجود ہونا بعد اس کے تیمم کو نہیں توڑتا ہے م چنانچہ مریض مذکور کی مثال سے یہ امر واضح ہوتا ہے ولو قال وکذا زوال ما اباحہ ای التیمم لکان اظہر واحصر اور اگر مصنف یوں کہتا اور اسی طرح ناقض تیمم کا ہے زائل ہونا اس چیز کا جس نے تیمم کو مباح کر دیا تو ظاہر تر اور مختصر تر ہوتا مصنف کی عبارت سابقہ سے کما لا یخفی مکورہ واختصارہ وعلیہ تو تیمم لبعد میل فسار فانتقض انتقض فلیحفظ اور بنا بر قاعدہ مذکورہ کے اگر تیمم کیا ایک میل پانی کے دور ہونے سے پھر تیمم پانی کی طرف چلا سو میل سے کم ہو گیا تو وضو ٹوٹ گیا اس کو یاد رکھنا چاہیے م تیمم اس واسطے ٹوٹ گیا کہ تیمم کی اباحت ہوئی تھی بقدر میل کے دور ہونے سے پھر جب میل بھر رہا تیمم ٹوٹ گیا اور بموجب تن کے یہ وجہ ہے نقض تیمم کی کہ اقل میل کا وجود تیمم کا مانع ہے پھر جب کہ اقل میل پایا گیا اس کے چلنے سے تو تیمم ٹوٹ گیا د مرور ناعس تیمم من حدث او نائم غیر متمکن تیمم من جنابۃ علی ماء کاف کمتیقظ فینتقض اور گذرنا اس اونگھنے کا جس نے تیمم کیا حدث سے یا گذرنا نائم غیر متمکن کا جو تیمم ہے جنابت سے پانی پر کہ طہارت کو کافی ہے جاگتے شخص کے مانند جب تو تیمم ٹوٹے گا اس گذرنے سے وابقیا تیممہ وہو الروایۃ المصححۃ عنہ المختارۃ للفتوی اور صاحبین نے نائم اور ناعس مذکور کے تیمم کو باقی کہا ہے اور یہی روایت صحیح ٹھہرائی گئی ہے امام سے پسندیدہ ہے فتوی دینے کے واسطے م تو اب یہ مسئلہ اختلافی نہ رہا اتفاقی ہو گیا کما تو تیمم دبقربہ ماء لا یعلم بہ کافی البحر وغیرہ داقرہ المصنف جیسے تیمم صحیح اور قائم ہے اگر ایک شخص نے تیمم کیا اور اس کے نزدیک ہے اور وہ اس کو نہیں جانتا ہے ایسا مذکور ہے بحر الرائق وغیرہ میں اور اس کو مصنف نے اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے تیمم لو کان اکثر ذی اکثر اعضاء الوضوء عددا دفی الغسل مساحۃ مجردا واعتبارا للاکثر تیمم کرے جو اکثر یعنی آدھے سے زیادہ وضو کے اعضا شمار کی راہ سے اور غسل میں پیمائش کی راہ سے زخمی ہوں یا بدن میں پھنسی نکلی ہو تیمم کا حکم ہوا اکثر کے اعتبار کرنے سے اس واسطے کہ للاکثر حکم الکل م تو اگر سر اور چہرہ اور دونوں ہاتھوں میں زخم ہو اور پاؤں میں زخم نہ ہو تو تیمم کرے خواہ اعضاء زخمی اکثر مجروح ہوں یا صحیح اور یہی قول مختار ہے کذا فی البحر اور غسل میں پیمائش کا اعتبار کرنا یہ صاحب بحر کی تجویز ہے اور صاحب نہر نے بھی اس کو مسلم رکھا ہے کذا فی الطحطاوی د بعکسہ یغسل الصحیح ویمسح الجریح اور اس کے عکس میں یعنی اگر اعضا صحیح ہوں اور اقل مجروح تو دھووے صحیح کو اور مسح کرے مجروح کو م یعنی محل جراحت پر مسح کرے اور اگر تاب نہ ہو تو کپڑے پر مسح کرے حلبی شارح منیہ کے کلام سے نکلتا ہے کہ کپڑا باندھنا واجب ہے کذا فی الطحطاوی وکذا ان استووا یغسل الصحیح من اعضاء الوضوء لا روایۃ فی الغسل اور اسی طرح اگر اعضاء صحیح اور برابر ہوں تو اعضاء صحیح وضو کو دھووے اور مجروح کو مسح کرے اور غسل میں درصورت مساوات کوئی روایت نہیں م اور اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اور دھونا اور مسح کرنا اعدل قول ہے چنانچہ تن میں ہے کذا فی الحلبی ومسح الباقی منہا وہو الاصح لانہ احوط فکان اولی درصورت مساوات صحیح کو دھووے اور باقی اعضاء مجروح کو مسح کرے اور یہی قول صحیح تر ہے اس واسطے کہ اس میں زیادہ تر احتیاط ہے تو یہی قول بہتر ٹھہرا وصح فی الفیض وغیرہ التیمم اور فیض وغیرہ میں تیمم کرنے کو درصورت مساوات کے صحیح کہا ہے کما تیمم لو الجرح بیدیہ دان وجد من یوضیہ خلافا لہما جیسے تیمم کرے اگر اس کے دونوں ہاتھوں میں زخم ہو اگرچہ پاؤں میں ہو اس شخص کو جو اس کو وضو کرا دے برخلاف صاحبین م امام کے نزدیک غیر شخص سے اعانت مستحب ہے اور صاحبین کے نزدیک فرض ہے منیہ کی شرح ابن امیر حاج

Marfat.com

یں مذکور ہے کہ جب کہ یہ حال ہو کہ صحیح عضو کے دھونے سے مجروح عضو کو پانی پہنچتا ہو تو تیمم کرے کذا فی الطحطاوی ولا یجمع بینہما ای تیمم وغسل اور جمع نہ کیا جاوے دونوں میں یعنی تیمم اور دھونے میں م یہاں غسل بالضم مراد نہیں بلکہ بالفتح مراد ہے تاکہ غسل اور وضو دونوں کو شامل رہے تیمم اور وضو میں یا تیمم اور غسل میں اس واسطے جمع کرنا جائز نہیں کہ بدل اور مبدل میں جمع کرنا شرع سے ثابت نہیں کما لا یجمع بین حیض وحبل او استحاضۃ او نفاس چنانچہ اجتماع نہیں درمیان حیض اور حمل یا حیض اور استحاضہ یا حیض اور نفاس کے ولا بین نفاسٍ واستحاضۃٍ وحبلٍ اور نہ درمیان نفاس اور استحاضہ یا نفاس اور حمل کے ولا زکوۃٍ وعشرٍ او خراج او فطرۃٍ اور نہ اجتماع ہے زکوۃ اور عشر میں یا زکوۃ اور خراج میں یا زکوۃ اور فطرہ میں م اجتماع زکوۃ اور عشر یا خراج کی صورت یہ ہے کہ عشر خارج کا یا خراج زمین کا ادا کیا اور بقیہ باقیہ میں تجارت کی نیت کی اور ایک سال اس پر گذر گیا تو اس میں زکوۃ نہیں اور حلبی محشی نے اس کی یہ صورت بیان کی ہے کہ زمین کا خراج ادا کیا یا عشر دیا تجارت کی نیت کی اور ایک سال اس پر گذر گیا تو اس میں زکوۃ نہیں اور حلبی محشی نے اس کی یہ صورت بیان کی ہے کہ ایک شخص کی تجارت کے غلام ہیں ان پر سال گذرا تو ان میں مولیٰ پر زکوۃ فطر نہیں ہے کذا فی الطحطاوی ولا عشر مع خراجٍ اور عشر نہیں خراج کے ساتھ اس واسطے کہ زمین یا عشری ہے یا خراجی عشری پر خراج نہیں اور خراجی پر عشر نہیں ولا فدیۃ صومٍ اور اجتماع نہیں فدیہ اور صوم میں اس واسطے کہ جس پر روزہ رکھنا لازم ہے اس پر فدیہ دینا لازم نہیں اور جس کو فدیہ دینا چاہیے چنانچہ شیخ فانی اس پر روزہ نہیں قصاص م طحطاوی نے کہا یہاں سہو کاتب سے کفارہ ساقط ہو گیا تو بحر الرائق کے موافق عبارت اس طرح مناسب تھی ولا بین القصاص والکفارۃ یعنی اجتماع نہیں درمیان قصاص اور کفارہ کے اس واسطے کہ قصاص ہوتا ہے قتل عمد میں اور اس میں کفارہ نہیں اور کفارہ ہوتا ہے شبہ عمد اور خطا اور اس کے جاری مجرا میں اور اس میں قصاص نہیں انتہی مافی الطحطاوی اور بعضے نسخوں میں یوں عبارت ہے او قصاص او دیۃ یعنی جمع نہیں درمیان قصاص اور دیت کے واللہ اعلم ولا ضمانٍ وقطعٍ او اجرٍ اور اجتماع نہیں تاوان اور قطع میں یا تاوان اور اجرت میں یعنی جب سارق کا ہاتھ کاٹا گیا تو اس پر مال مسروقہ کا تاوان نہیں اور جس مزدور پر مال کے تلف کرنے سے تاوان ہے اس کے واسطے مزدوری نہیں اور جس کی مزدوری لازم ہے اس پر تاوان نہیں ولا جلدٍ مع رجمٍ او نفیٍ اور نہ درہ مارنا تعزیری اور تغریب کے ساتھ یعنی اخراج از وطن م اس واسطے کہ کنوارے کی حد درے ہیں اور بیاہے کی حد سنگساری اور درہ مارنا تغریب کے ساتھ مجتمع نہیں ہوتا مگر تجویز حاکم لیکن درہ مارنا قید کرنے کے ساتھ مجتمع ہو سکتا ہے کذا فی الطحطاوی ولا مہرٍ ومتعۃٍ او حد او ضمان افضائہا او موتہا من جماعہ اور اجتماع نہیں مہر اور متعہ میں یا مہر میں اور حد میں اور عورت کی ضمان افضا یا اس کی موت میں زوج کے جماع سے م مہر اور متعہ میں اس واسطے اجتماع نہیں کہ مطلقہ قبل از دخول کا اگر مہر مسمی ہے تو نصف مہر واجب ہے اور اگر مہر مسمی نہیں تو متعہ واجب ہے یہاں متعہ سے کرتی اوڑھنی اور چادر مراد ہے اور مہر اور حد میں عدم اجتماع کی وجہ یہ ہے کہ اگر وطی صحیح یا شبہ سے ہے تو مہر واجب ہے اور حد نہیں اور اگر وطی زنا کی ہے تو حد ہے اور مہر نہیں اور افضا کی حقیقت یہ ہے کہ زوج کے جماع سے عورت کے بول اور براز کی دونوں راہیں پھٹ کر ایک ہو گئیں تو یہاں زوج پر ضمان ہے نہ مہر اور اسی طرح اگر اس کے جماع سے زوجہ مر گئی تو تاوان ہے نہ مہر ولا مہرٍ مثل وتسمیۃ اور اجتماع نہیں مہر مثل اور مہر معین میں اس واسطے کہ اگر مہر جائز کا تعین ہو گیا تو وہی واجب ہے اور اگر مہر کا ذکر نہ ہوا یا غیر جائز کو معین کیا چنانچہ شراب یا سور تو مہر مثل واجب ہو گا ولا وصیۃ وبیراث اور اجتماع نہیں وصیت اور بیراث میں یعنی وارث کے واسطے وصیت کرنا صحیح نہیں الا باجازت باقی ورثہ کذا فی الطحطاوی وغیرہا مما سیجیٔ فی محلہ ان شاء اللہ اور ان اشیاء مذکورہ کے سوا اور چیزیں عدیم الاجتماع ہیں جن کا ذکر آگے آوے گا اپنے موقع پر اگر حق تعالیٰ نے چاہا من بہ وجع رأسٍ لا یستطیع مسح محدثا ولا غسلہ جنبا ففی الفیض عن غریب الروایۃ تیمم وافتی قاری الہدایۃ انہ لیسقط عنہ فرض مسح جس کے سر میں ایسا درد ہے کہ اس کے ساتھ مسح نہیں کر سکتا بے وضو ہونے میں اور نہ اس کو دھو سکتا ہے نہانے کی حاجت میں تو فیض میں ظاہر الروایۃ کے خلاف غریب الروایۃ سے مذکور ہے کہ وہ شخص تیمم کرے یعنی وضو اور غسل کے عوض اور قاری ہدایہ نے اس کا فتوی دیا ہے کہ اس شخص سے مسح سر کی فرضیت وضو میں ساقط ہے ولو علیہ جبیرۃ ففی مسحہا قولان اور اگر سر پر کھپاچوں کی پٹی ہے تو اس کے مسح میں دو قول ہیں۔ مسح کرنا اور نہ کرنا م اور وجوب مسح کا قول اظہر ہے کذا فی الطحطاوی وکذا یسقط غسل فیہ ولو علی الجبیرۃ ان لم یضرہ

Marfat.com

والاسقط اصلاً وجعل عاد نا لذلک العضو حکما کما فی المعدوم حقیقۃ اور اسی طرح غسل میں دھونا سر کا ساقط ہوتا ہے تو سر کو مسح کرے اگر چوٹی پر مسح پر شرط کہ مسح اس کو ضرر نہ کرتا ہو اور اگر ضرر کرتا ہو تو دھونا اور مسح کرنا دونوں بالکل ساقط ہیں اور یہ شخص حکم شرع میں بدون اس عضو کے ٹھہرایا گیا گویا اس کے مرہی نہیں جس طرح فی الحقیقۃ معدوم العضو سے دھونا اور مسح کرنا ساقط ہوتا ہے

باب المسح علی الخفین

یہ باب ہے دونوں موزوں پر مسح کرنے کا اخرہ للثبوتہ بالسنۃ مصنف نے موزوں پر مسح کرنا تیمم کے بعد ذکر کیا بسبب ثابت ہونے مسح کے حدیث سے اور تیمم ثابت ہے قرآن مجید سے وہو لغۃ امرار الید علی الشئی مسح لغت عرب میں ہاتھ کا پھیرنا ہے کسی چیز پر خواہ وہ چیز موزہ ہو یا عضو یا دیوار وشرعا اصابۃ البلۃ الخف مخصوص فی محل مخصوص اور شرع کی اصطلاح میں مسح عبارت ہے ترادت کے پہنچانے سے خاص موزے کو زمانہ خاص میں م خاص موزہ جس میں شرط آیندہ موجود ہوں اور زمانہ خاص سے مراد ایک دن اور ایک رات ہے مقیم کے واسطے اور تین رات اور دو دن مسافر کو والخف شرعا الساتر للکعبین فاکثر من جلد ونحوہ اور شرع میں موزہ اس کا نام ہے جو ڈھک لے دونوں ٹخنوں کو پھر زیادہ تر کو بنا ہو چمڑے اور اس کے مانند اور چیز سے شرط مسح ثلثۃ الور الاول کونہ ساتر محل فرض غسل القدم مع الکعب او یکون نقصانہ اقل من الخرق المانع مسح موزے کی تین چیزیں مشروط ہیں پہلے شرط ہونا موزے کا ڈھکنے والا اس مقام کو جس کا دھونا وضو میں فرض ہے یا قدم کا ٹخنے کے ساتھ یا ہو کمی اس کی کم تر اس سوراخ سے جو مانع ہے مسح کا یعنی اگر پاؤں کی چھوٹی تین انگلیوں سے موزہ کم تر پھٹا ہے تو مسح جائز ہے اتنا نقصان مانع مسح کا نہیں فیجوز علی الزربول لو مشدودا الا ان یظہر قدر ثلثۃ اصابع تو جائز ہے مسح زربول پر اگر وہ تاگے یا گھنڈی سے باندھا ہو مگر یہ کہ بقدر تین انگلیوں کے پاؤں کھلا ہو تو اب مسح جائز نہیں م زربول[1] مصر کی زبان میں وہ جراب ہے چمڑے کی جو ایڑی پر قائم ہے اور دونوں ٹخنوں کی طرف مکشوف ہے دوختہ نہیں جس طرح اکثر ملک میں بعضے چمڑے کے موزے ٹخنوں سے نیچے دوختہ نہیں ہوتے اور گھنڈیوں سے ان کو کس لیتے ہیں وجوز مشائخ سمرقند سترہ باللفافۃ اور سمرقند کے عالموں نے ڈھک لینا زربول مشقوق کا پٹڑے سے جائز کہا ہے یعنی اگر موضع مشقوق کو پٹڑے سے باندھ لے تو مسح کرنے کو کافی ہے م یہ قول ضعیف ہے اور معتمد اہل بخارا کا قول ہے کہ جائز نہیں مگر جب کہ ثخین یعنی گف اور سخت چیز سے ہو جس میں پانی سرایت نہ کرے اس کرسی نے چنانچہ بانات وغیرہ کذا فی الطحطاوی عن الحلبی والثانی کونہ مشغولا بالرجل لیمنع سرایۃ الحدث اور دوسری شرط مشغول ہونا موزے کا پاؤں کے ساتھ یعنی تمام موزے میں پاؤں بھرا ہو موزہ خالی نہ رہا ہو تاکہ سرایت کرنے حدث کو مانع رہے فلو واسعا فمسح علی الزائد ولم تقدم قدمہ الیہ لم یجز تو اگر موزہ کشادہ اور لمبا ہو پھر اس نے مسح کیا زائد پر حالانکہ اس زائد کی طرف پاؤں نہیں پہنچا تو مسح جائز نہ ہوا م فتاوی عالمگیری میں سراج سے منقول ہے کہ معتبر نہیں مسح کرنا اس موضع کا جو خالی ہے قدم سے تو اگر اس نے پاؤں کو خالی مقام میں کر دیا اور مسح کیا تو جائز ہے اور اگر وہاں سے پاؤں ہٹائے تو مسح کو اعادہ کرے انتہی اور حلبی نے اپنے استاذ سے نقل کیا کہ اعادہ مسح کا ضرور نہیں کذا فی الطحطاوی مختصرا لا لضرورۃ رجلہ من اعلاہ اور مسح میں ضرر نہیں کتنا نظر پڑنا اپنے پاؤں کا اوپر سے یعنی اگر ایسا موزہ کشادہ ہو کہ اوپر سے نظر آتا ہو تو کچھ مضائقہ نہیں والثالث کونہ مما یمکن متابعۃ المشی العتاد فیہ فرسخا فاکثر اور تیسری شرط ہونا موزے کا ہے اس چیز سے کہ ممکن ہو پیادہ پا چلنا اس میں عادت کے موافق تین کوس پھر زیادہ اس قدر سے م فرسخ کی قید حاشیہ ہدایہ میں ہے اور محیط میں امکان سفر مذکور ہے فلم یجز من زجاج او خشب او حدید تو جائز نہیں مسح اس موزے پر جو بنا ہے کانچ یا لکڑی یا لوہے سے یعنی اس واسطے کہ اس کو پہن کر آدمی بے تکلف عادت کے موافق چل نہیں سکتا وہو جائز فالفسل افضل الا لثبتہ فہو افضل اور وہ یعنی موزے کا مسح جائز ہے نہ فرض اور واجب تو پاؤں کا دھونا افضل ہے مسح کرنے سے مگر رفض اور خروج کی تہمت کے وجہ سے تو مسح کرنا ہی افضل ہے

[1] شامی نے کہا کہ زربول بفتح جیم وسکون لام لغۃ شام کے حرف میں وہ جراب ہے جس کو اہل مصر مکوب کہتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ مصر کی زبان میں زربول نہیں کہتے جیسا مترجم اول نے سمجھا ہے ۱۲

Marfat.com

م ردالفض اور خوارج کے نزدیک مسح موزے کا جائز نہیں بل نبغی وجوبہ بل من لیس معہ الا ماء یکفیہ او خاف فوت وقت او وقوف عرفۃ بجر بلکہ مسح کا واجب ہونا چاہیے اس شخص پر جس کے پاس پانی نہیں مگر اتنا کہ مسح کو کفایت کرتا ہے یا ڈر ادقت کے فوت ہونے سے اگر پاؤں دھووے یا ڈر ادقوف عرفات کے فوت ہونے سے کذا فی البحر م یہ بجویزے صاحب بحر کی کتب شافعیہ کے موافق اس واسطے کہ قواعد حنفیہ کے مخالف نہیں وفی القہستانی از رخصۃ مسقطۃ للعزیمۃ ولہذا الوصب الماء فی خفیہ بنیۃ الغسل نبغی ان یصیر آثما اور قہستانی کی شرح نقایہ میں ہے کہ البتہ مسح رخصت ہے عزیمت کی ساقط کرنے والی اور اسی واسطے کہ اگر پانی ڈالے اپنے موزوں میں دھونے کی نیت سے تو چاہیے کہ گنہگار ہو م رخصت وہ ہے جو عذرات عباد پر مبنی ہو اور عزیمت عبارت ہے حکم اصلی سے جس کی بنا عذرات عباد پر نہیں ہو الاصح فی التعریف تو مسح ایسی رخصت ہے کہ مشروعیت عزیمت کی مستطب ہے یعنی اس کے ساتھ عزیمت کا شروع ہونا باقی رہا برخلاف رخصت ترفیہ (آرام دینا) کے کہ اس کے ساتھ عزیمت کی مشروعیت باقی رہتی ہے چنانچہ روزہ رکھنا سفر میں کذا فی البحر لسنۃ مشہورۃ مسح موزے کا جائز ہے سنت مشہورہ سے م حدیث مشہور وہ ہے جس کے راوی دو سے زیادہ ہوں ہر طبقہ میں طبقات رواۃ سے اور تواتر کی حد کو نہ پہنچیں امام اعظمؒ نے فرمایا میں مسح کا قائل نہ ہوا یہاں تک کہ مسح کا ثبوت مجھ پر دن کے مانند روشن ہو گیا یعنی کثرت احادیث سے کذا فی الطحطاوی فمنکرہ مبتدع تو منکر مسح کا بدعتی ہے م امام اعظمؒ سے مذہب اہل سنت سوال ہوا فرمایا کہ تفضیل الشیخین وحب الختنین واعتقاد المسح علی الخفین وعلی رای الثانی کافر امام ابو یوسفؒ کے نزدیک منکر کافر ہے م اس واسطے کہ ان کے نزدیک حدیث مشہور حدیث متواتر کے حکم میں ہے کذا فی الطحطاوی عن القہستانی وفی التحفۃ ثبوتہ بالاجماع بل بالتواتر رواتہ اکثر من ثمانین منہم العشرۃ القہستانی اور تحفہ میں ہے کہ ثبوت مسح کا اجماع سے بلکہ تواتر سے ہے راوی اس کے صحابیوں سے زیادہ تر ہیں اسی سے ازانجملہ عشرہ مبشرہ ہیں کذا فی القہستانی م علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں مذکور کیا کہ ہم نے معانی الآثار کی شرح میں ۶۶ صحابیوں کی روایت احادیث کی مذکور کی ہے مع المخرجین وقیل بالکتاب ورد بانہ غیر مغیا بالکعبین اجماعا فالجر للجوار اور قول ضعیف یہ ہے کہ ثبوت مسح موزے کا قرآن مجید سے ہے اور یہ قول رد کیا گیا ہے اس طرح کہ مسح موزے کی غایت دونوں ٹخنے نہیں بالاجماع تو ارجلکم کا زیر قرب مجرور کے وجہ سے ہے م ارجلکم کے لام میں دو قرأتیں نصب اور جر کی ہیں بعضوں نے کہا چونکہ دونوں قرأت میں تعارض واقع ہوا تو جر کی قرأت کو موزہ پہننے پر محمول کیا اور نصب کی قرأت کو جب کہ موزہ پاؤں میں نہ ہو اس قول کا رد یوں ہے کہ اگر جر کی قرأت سے مسح موزے کا مراد ہوتا تو کعبین مسح کی غایت ٹھہرتی یعنی ٹخنوں تک مسح کرنا واجب ہوتا اس واسطے کہ ارجلکم کے بعد الی الکعبین مذکور ہے حالانکہ بالاتفاق یہ ثابت نہیں اور ارجلکم کے جر کا جواب یہ ہے کہ وہ عضو مغسول پر عطف ہے تو نصب لازم تھا چونکہ وہ مجرور کے پاس پڑا یعنی بڑوسکم کے پاس تو اس کو بھی مجرور کر دیا چنانچہ عرب کا یہ قول مشہور ہے[۱] مجرضب خرب لمدرث ظاہرہ عدم جواز مسح کا ہے تازہ وضو کرنے والے کے حق میں مگر اس کا یوں جواب دیا جائے کہ ہر گاہ تازہ وضو کرنے والے کو ثواب حاصل ہوا اس وضو پر وضو کرنے سے تو وہ بے وضو کے مانند ہو گیا لا الجنب وحائض[۲] جائز نہیں مسح کرنا موزے کا جنب اور حائض کو یعنی جس پر غسل واجب ہے جنابت یا حیض یا نفاس سے اس کو مسح جائز نہیں اس واسطے کہ اس کو تمام بدن کا دھونا لازم ہے اور مسح میں یہ بات حاصل نہیں نسائی اور ابن ماجہ اور ترمذی میں صفوان بن عسال سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو حکم کرتے تھے جب کہ ہم سفر میں ہوتے تھے کہ ہم اپنے موزے نہ اتاریں تین دن اور تین رات مگر جنابت سے ولیکن بول اور غائط[۳] اور نوم سے کذا فی ہدایۃ العینی طحطاوی نے بحر الرائق سے نقل کیا کہ حائض کا مسئلہ ابو یوسف کے قول پر مبنی ہے اس واسطے کہ اقل حیض ان کے نزدیک دو دن اور اکثر ثلاث[۴] کا ہے تو سفر میں اس کی تصویر ہو سکتی ہے برخلاف طرفین کے انتہی

[۱] یعنی بزرگ تر بھنا حضرت ابو بکر صدیقؓ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا دوست رکھنے حضرت عثمان غنی اور علی مرتضی رضی اللہ عنہما سے اور اعتقاد کرنا موزوں پر مسح کے جائز ہونے کا

[۲] یعنی سودا خ سو سمار خراب ہے تو یہاں خرب کو پیش چاہیے کہ وہ خبر ہے مبتدا کی مگر ضب کی جہت سے زبر کر دیا ۱۲ [۳] یعنی تیسری دن کا زیادہ حصہ ۱۲

Marfat.com

المقرر والنفی لایلزم تصویرہ اور جس کی نفی ہوگئی اس کی تصویر لازم نہیں یعنی حکم ممنوع کے وجود کی صورت بیان کرنا ضرور نہیں کیونکہ اس کی طرف کچھ حاجت نہیں اور عدم لزوم تصویر اس کے امکان کا منافی نہیں کذا فی الطحطاوی چونکہ جنابت کی حالت میں وضو کرنا ضرور نہیں تاکہ مسح موزے کا جائز نہ ہو لہٰذا اس کے فرض صورت مسئلہ میں تردد تھا شارح نے اس کا دفع دخل کر دیا کہ حکم ممنوع کا وجود بیان کرنا لازم نہیں وفیہ ان النفی الشرعی لیفتقر الی اثبات عقلی اور دفع دخل مذکور میں یہ خلل ہے کہ شرعی نفی وجود عقلی یعنی تصور عقل کی محتاج ہے م یہ بحث ہے قہستانی کی نفی بین شرعی کی قید اس واسطے لگائی تاکہ نفی عقل سے احتراز ہو چنانچہ شریک باری کہ اس کی نفی میں اثبات عقل کی حاجت نہیں اور اثبات عقل سے تصور بوجہ مراد ہے مگر اس میں یہ خلل ہے کہ اس میں بھی تصور شے کی تصریح واقع ہے تاکہ نفی کرنا حاصل ہو سکے کیونکہ نفی شے کی فرع ہے اس کے تصور کی تو شرعی کی قید لگانا بہتر نہیں اور مسح جنب کی صورت کفایہ میں یوں مذکور ہے کہ وضو کیا اور مجلد جراب کو پہنا پھر جنب ہو گیا تو اس کو جائز نہیں کہ جرابوں کو باندھ کر تمام بدن کو دھوئے لیٹ کر اور جرابوں پر مسح کرے کذا فی الطحطاوی اور ہدایہ العینی میں اس کی تصویر منتقی سے یوں مذکور ہے کہ ایک مرد نے وضو کیا اور موزہ پہنا پھر جنب ہوا پھر اتنا پانی پایا کہ وضو کو کفایت کرتا ہے نہ غسل کو تو وہ شخص وضو کرے اور پاؤں دھووے اور مسح نہ کرے اور جنابت کے واسطے تیمم کرے انتہی مافی العینی تم ظاہر ہوا از مسح مغتسل جمعہ وغیرہ پھر ظاہر کلام ماتن جائز ہونا مسح کا ہے جمعہ کے اور اس کے مانند کے نہانے والے کو ہم یعنی ماتن نے جنب کے مسح کی نفی کی تو اس کلام سے مفہوم ہوا کہ جمعہ یا عید کے نہانے والے کو مسح کرنا جائز ہو کیونکہ یہ غسل واجب نہیں ولیس کذلک علی مافی المبسوط اور حالانکہ ایسا نہیں بنا بر اس مضمون کے جو مبسوط میں ہے ولا یبعد ان یحمل فی حکمہ اور مغتسل جمعہ وغیرہ کو جنب کے حکم میں ٹھہرانا کچھ بعید نہیں فالاحسن لمتوضی لا لمغتسل تو بہتر عبارت لمتوضی لا لمغتسل ہے یعنی بجائے لمحدث لا لجنب کے لمتوضی لمغتسل کہنا بہتر ہے یعنی مسح موزے کا وضو کرنے والے کو جائز ہے نہ نہانے والے کو ہم طحطاوی نے کہا یہ بحث اور احسنیت قہستانی کی ہے والسنۃ ان یخط خطوطا باصابع یدہ مفرجۃ قلیلا اور سنت یہ ہے کہ مسح کرنے میں ہاتھ کی انگلیوں سے خط بنا دے تھوڑا سا انگلیوں کو کھول کر یبدأ من قبل اصابع رجلہ متوجہا الی اصل الساق مسح شروع کرے پاؤں کی انگلیوں کی طرف سے پنڈلی کی جڑ کی طرف رخ کرتا ہوا ہم کیفیت مسح کی قاضی خاں کی شرح جامع صغیر میں اس طرح ہے کہ داہنے ہاتھ کی انگلیاں رکھے داہنے موزے کے سرے پر اور بائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں موزے کے سرے پر انگلیوں کی طرف سے پھر جب کہ انگلیاں وہاں ٹھہریں تو ان کو کھینچے پنڈلی کی جڑ تک دونوں ٹخنوں کے اوپر اس واسطے کہ ٹخنوں کا دھونا فرض ہے اور ان کا مسح کرنا سنت ہے اور اگر انگلیوں کے ساتھ ہتھیلی بھی رکھے تو بہتر ہے اس طرح مروی ہے محمد بن حسن سے اور مسح فرض ہے ہاتھ کی تین انگلیوں کے برابر اصح قول پر اور یہ فرض عملی ہے اور تین انگلیوں کے برابر ہر قدم پر فرض ہے اور ہاتھ کے اندر سے مسح کرنا مستحب ہے اور اگر موضع مسح پر پانی لگ جائے تو کافی ہے اور اسی طرح اگر گھاس پر چلے اگرچہ گھاس شبنم سے تر ہو یہی قول معتمد ہے کذا فی الطحطاوی وحملہ علی ظاہر خفیہ من رؤس اصابعہ الی معقد الشراک اور مسح کرنے کا مقام دونوں موزوں کا ظاہر ہے انگلیوں کے سروں سے معقد شراک تک یعنی جہاں تسمہ بندھا رہتا ہے چپلی میں طحطاوی نے کہا معقد شراک سے وسط قدم مراد ہے اور یہ قول قاضی خان کے قول مذکور کے مخالف ہے ظاہر موزے کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر باطن یا جوارب یا ایڑی یا ٹخنے پر مسح کرے گا تو جائز نہ ہوگا چنانچہ زیلعی میں ہے انتہی مافی الطحطاوی ویستحب الجمع بین ظاہر وباطن[1] ظاہر اور مسح میں مستحب ہے جمع کرنا درمیان ظاہر موزہ کے اور باطن کے جو ظاہر ہے باطن سے موزے کا تلوہ مراد ہے نہ داخل موزے کا لہٰذا باطن کو موصوف بظاہر کیا م شارح اس مقام میں صاحب نہر کا تابع ہوا ہے بحر الرائق میں محیط سے منقول ہے کہ مسح باطن موزے کا ظاہر کے ساتھ مسنون نہیں اور محیط کے سوا اور کتابوں میں استحباب کی نفی ہے اور اعلیٰ اور اسفل موزے کے مسح کی حدیث کو ابو داؤد اور ترمذی نے ضعیف کہا ہے انتہی مافی الطحطاوی علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں اس تضعیف کا جواب مشروحاً ذکر کیا ہے اور صاحب بدائع سے نقل کیا ہے کہ ہمارے نزدیک جمع بین الظاہر والباطن مستحب ہے

[1] یہ ترجمہ مخلوط فہمی پر مبنی ہے باطن کا لفظ ظاہر سے مقید نہیں بلکہ ظاہر کے ساتھ مقید ہے اور مطلب یہ ہے کہ استحباب جمع کی صورت جب ہے کہ باطن نجس ہو

Marfat.com

انتہی لیکن ہمارے جمہور اصحاب نے علی مرتضیٰؓ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ اگر دین رائے سے ہوتا تو الیۃ اسفل موزے کا مسح کرنے میں ظاہر سے مقدم تھا حالانکہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ مسح کرتے تھے موزوں کے ظاہر پر اس کو ابوداؤد واحمد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور یہ جو صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ باطن موزے پر مسح جائز نہیں اگر یہ مراد ہے کہ باطن پر اقتصار جائز نہیں تو مسلم ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ باطن کو ظاہر کے ساتھ مسح کرنا جائز نہیں تو مسلم نہیں کما ذکرنا انتہی مافی العینی محققاً من[1] شاء مزید التوضیح فلیرجع الیہ اور جرموقین ولو فوق خف اولفافۃ یا جائز ہے مسح ظاہر جرموقین پر اگرچہ ہوں موزہ کے اوپر یا پاؤں کے لپٹے کپڑے پر جرموق بضم جیم چمڑا ہے جس کو موزے پر پہنتے ہیں کیچڑ وغیرہ کی حفاظت کے واسطے اور نہر الفائق میں ہے کہ موق اور جرموق فارسی ہے معرب اس کو موزے پر پہنتے ہیں اس کی ساق موزے سے کم تر ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی منح الغفار میں ہے کہ جرموق جو پہنا جاتا ہے اس کی حفاظت کے واسطے سو اگر جرموق چمڑے اور اس کے مانند کا ہے تو اس پر مسح جائز ہے خواہ اس کو تنہا پہنا ہو یا موزے پر اور اگر جرموق کپڑے کا ہے تو اگر تنہا اس کو پہنا ہے تو مسح اس پر جائز نہیں اور اسی طرح اگر اس کو موزے پر پہنا تو بھی جائز نہیں ہاں مگر جب کہ ثخین اندر کے موزے پر پہنے تو جائز انتہی مختصراً ولا اعتبار بما فی فتاوی الشاذی لانہ رجل مجہول لا یعتمد فیما خالف المنقول اور کچھ اعتبار نہیں اس قول کا جو فتاوی شاذی میں ہے اس واسطے کہ شاذ مرد مجہول غیر مشہور ہے تو اس کی پیروی نہ کی جاوے اس مسئلے میں جو منقولات مذہب کے مخالف ہے م فتاوی شاذی میں ہے کہ جو کرباس[2] مجرد تحت الخف پہنا جاتا ہے وہ موزے پر مسح کرنے کا مانع ہے کیونکہ وہ فاصل[3] یعنی پاؤں کو اس نے موزے سے جدا کر دیا ہے انتہی لیکن اس کے مخالف کافی میں یوں ہے کہ اگر موزے پاریدگی کے سبب سے مسح کے لائق نہ ہوں تو جرموق پر بالاتفاق مسح جائز ہے انتہی تو جب کہ خف غیر صالح فاصل نہ ٹھہرا تو کرباس یعنی کپڑا بطریق اولیٰ فاصل نہ ہوگا چنانچہ شرح مجمع میں ہے اور مانند اس کے غایۃ البیان میں صاحب بحر نے کہا یہی حق ہے کذا فی المنح مختصراً اور جو یہ ولو من غزل اور شعر الثخینین یمشی فرسخا ویثبت علی الساق بنفسہ ولا یری ما تحتہ ولا یشف الماء الا ان ینفذ الی الخف قدر الفرض یا مسح کرے جرابوں پر اگرچہ وہ ہوں سوت سے یا بال سے اس طرح کہ گاڑھی جرابوں پر مسح جائز ہے کہ ان کو پہن کے تین کوس آدمی چلے اور وہ پنڈلی پر آپ سے ٹھہری رہیں بدون باندھنے کے اور اس کے اندر کی چیز نظر آوے اور پانی اس میں نہ پھنچے مگر اس وقت مسح جائز ہے کہ پانی نفوذ کر کے اس کے نیچے کے موزے تک پہنچ جائے بقدر فرض کے م ہر چند شفوف لغت میں رقت ثوب ہے لیکن یہاں مراد پانی کا نفوذ ہے بدلیل استثنی اور تاکہ تکرار لازم نہ آوے کذا فی الطحطاوی مختصراً ولو نزع جرموقیہ اعاد مسح خفیہ اور اگر اتارے دونوں جرموق موزوں پر سے تو مسح کرے دوسری بار اپنے موزوں پر ولو نزع احدہما مسح الخف والجرموق الباقی اور اگر ایک جرموق اتارے تو مسح کرے موزے کو اور باقی جرموق کو یعنی اس واسطے کہ ایک کے نکالنے سے دونوں کا مسح جاتا رہا ولو ادخل یدہ تحتہما ومسح خفیہ لم یجز اور اگر اپنا ہاتھ دونوں جرموق کے اندر داخل کر اور اندر کے موزوں کو مسح کیا تو جائز نہیں یعنی اس واسطے کہ محل حدث کا محل جرموق خارج ہے نہ خف داخل والمنعلین بسکون النون ما جعل علی اسفلہ جلدۃ اور منعل جرابوں پر مسح جائز ہے منعل بسکون نون وہ جراب ہے جس کے نیچے چمڑا لگایا گیا یعنی اس کے تلوے پر فقط چمڑا ہے نہ ٹخنوں پر والمجلدین اور چمڑا منڈھی جرابوں پر مسح جائز ہے نہر الفائق میں ہے جراب مجلد وہ ہے جس کے اوپر اور نیچے چمڑا منڈھا ہو مرۃ مسح کرنا ہے ایک بار یعنی دو تین بار مسح کرنا خلاف مسنون ہے کذا فی المنح لو امرأۃ او خنثی مسح جائز ہے اگرچہ ہو محدث عورت یا خنثی ملبوسین علی طہر مسح جائز ہے اس حالت میں کہ موزے یا جرابیں پہنی گئی ہیں طہارت پر فلو احدث ومسح بخفیہ او لم یمسح فلبس جرموقہ لا یمسح علیہ تو اگر لابس[4] خف کا وضو ٹوٹا اور اس نے اپنے موزوں پر مسح کیا یا نہ کیا پھر اس نے جرموق کو پہنا تو جرموق پر مسح نہ کرے یعنی اس واسطے کہ جرموق کو اس نے طہارت پر نہیں پہنا بلکہ موزوں پر مسح کرنا متعین ہوگا کیونکہ اس کو طہارت پر پہنا ہے کذا فی الطحطاوی تام خدج الناقص حقیقۃ کلمۃ او معنی کتیمم ومعذور پہ موزے ملبوس ہوں طرتام یعنی پوری طہارت پر تام کی قید سے

[1] یعنی جو شخص زیادہ توضیح اس مسئلہ کی چاہے وہ عینی کے اس مقام کو دیکھے ۱۲ [2] یعنی تنہا کپڑا موزے کے نیچے ۱۲ [3] موزہ پہننے والا ۱۲

Marfat.com

ناقص حقیقی یا ناقص معنوی طہارت خارج ہوگئی ناقص حقیقی چنانچہ اعضاء وضو میں سے قدرے خشک رہ گیا اور ناقص معنوی چنانچہ تیمم کرنے والے اور معذور کی طہارت م صورت تیمم کی یہ ہے کہ پانی کے نہ ہونے سے تیمم کیا اور موزہ پہنا تو اس کو اب مسح کرنا پانی ملنے کے وقت جائز نہیں اور اگر وضو کیا اور موزہ پہنا پھر وضو ٹوٹا اور پانی نہ پانے سے تیمم کیا پھر بعد اس کے پانی پایا تو اس کو مدت کے اندر مسح کرنا درست ہے کذا فی الظہاریۃ فانہ یمسح فی الوقت فقط اس واسطے کہ معذور تو فقط وقت میں مسح کرتا ہے یعنی معذور نے عذر کے موجود ہونے سے مثلاً ظہر کو وضو کیا اور موزہ پہنا پھر وضو کسی اور سبب سے ٹوٹا جب تک ظہر کا وقت باقی ہے مسح جائز ہے بعد ظہر کے عصر کے وقت مسح جائز نہیں الا بعد تجدید وضوء کامل الا اذا توضاء ولبس علی الانقطاع فکما یصح مگر جب کہ معذور نے وضو کیا اور موزہ پہنا انقطاع عذر پر تو وہ صحیح سالم کے مانند ہے جواز میں یعنی اگر وضو اور موزہ پہننے کے وقت عذر منقطع ہے تو بقائے مدت مسح اس کو تندرست کے مانند جائز ہے عند الحدث طہر تام چاہیے وضو ٹوٹنے کے وقت یعنی مسح کے واسطے موزہ پہننے کے وقت طہارت کامل ہونا ضرور نہیں بلکہ حدث کے وقت ضرور ہے فلو تخفف المحدث ثم خاض الماء فابتل قدماہ ثم تم وضوءہ ثم احدث جاز ان یمسح تو اگر بے وضو شخص نے موزہ پہنا پھر وہ پانی کے اندر گھس گیا سو دونوں پاؤں اس کے تر ہو گئے پھر اس نے باقی اعضاء وضو کو پورا کیا پھر اس کا وضو ٹوٹا تو اس کو مسح کرنا جائز ہے یعنی اس واسطے کہ حدث کے وقت طہارت شرط ہے اگرچہ موزہ پہننے کے وقت نہ ہو ہم اسی طرح اگر اس نے دونوں پاؤں کو دھویا پھر موزوں کو پہنا پھر وضو کو پورا کیا تاکہ وضو کیا اور پاؤں نہ دھوئے پھر ایک پاؤں دھویا اور موزہ پہنا پھر دوسرا پاؤں دھویا اور دوسرا موزہ پہنا ان صورتوں میں بھی مسح جائز ہے بدلیل مذکور یوما ولیلۃ للمقیم وثلثۃ ایام ولیالیہا للمسافر مسح کرنا جائز ہے مقیم کو ایک رات دن اور مسافر کو تین رات دن وابتداء المدۃ من وقت الحدث اور اس مدت کی ابتداء وضو کے ٹوٹنے سے ہے یعنی رات دن یا تین رات دن شروع وضو کے ٹوٹنے سے ہے نہ موزے کے پہننے سے اور نہ وضو کرنے سے فقد یمسح المقیم ستا جب یہ معلوم ہوا تو مقیم گاہے مسح کرتا ہے چھ نماز میں م صورت اس کی یہ ہے کہ مثلاً ظہر کی تاخیر کی آخر وقت تک باوضو موزہ پہنے ہوئے پھر وضو ٹوٹا اور مسح کر کے آخر وقت میں نماز ظہر کی پڑھی پھر ظہر کی نماز دوسرے دن پڑھی اول وقت میں کذا فی التتارخانیۃ وقد لا یتمکن الا من اربع اور کبھی آدمی قادر نہیں ہوتا مگر چار نماز سے کمن توضأ وتخفف قبل الفجر فلما طلع صلی فلما تشہد احدث چنانچہ ایک شخص نے وضو کیا اور موزہ پہنا صبح ہونے سے پہلے پھر بعد طلوع فجر کے نماز پڑھی پھر جب التحیات پڑھ چکا وضو ٹوٹ گیا م اس شخص کو اگلی فجر کی نماز پڑھنا مسح کے ساتھ ممکن نہیں اس واسطے کہ حدث واقع ہوا اس کے آخر نماز میں کذا فی التتارخانیۃ یعنی ظہر عصر مغرب عشاء چار نماز کے واسطے یہ شخص مسح کرے گا اور دوسرے دن کی فجر کے واسطے اگر مسح کرے تو نماز سے خارج ہوگا مدت گذرنے کے ساتھ اور یہ مفسد نماز ہے لایجوز علی عمامۃ وقلنسوۃ وبرقع وقفازین لعدم الحرج جائز نہیں مسح کرنا پگڑی اور ٹوپی اور برقع اور دستانوں پر لبسبب نہ ہونے مشقت اور تکلیف کے م اور دوسری وجہ عدم جواز کی یہ ہے کہ مسح موزے کا ثابت ہوا حدیث سے برخلاف قیاس تو اور چیز کا قیاس موزے پر نہیں ہو سکتا وفرضہ عملاً قدر ثلث اصابع الید اصغر ہا طولا وعرضا من کل رجل لا من الخف اور مسح کا فرض عمل ہاتھ کی تین چھوٹی انگلیوں کے برابر ہے طول اور عرض میں ہر پاؤں سے نہ ہر موزے سے یعنی فرض مسح اسی قدر ہے خواہ ابتدا مسح کی پاؤں کی انگلیوں سے ہو خواہ پنڈلی سے خواہ دہنے بائیں سے اور مسنون مسح پہلے مذکور ہو چکا کہ انگلیوں سے ہے پنڈلی تک ہر پاؤں کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر ایک پاؤں پر بقدر چار انگلی کے مسح کیا اور دوسری پر بقدر دو انگلی کے تو فرض ادا نہ ہوگا اور اسی طرح اگر موزہ زیادہ ہو پاؤں سے اور اس پر وہاں مسح کیا جو پاؤں کے محاذی نہیں تو بھی فرض ادا نہ ہوگا فمنعوا فیہ مدالاصبع جب فرض بقدر تین انگلی کے مسح ہوا تو فقہاء نے مسح میں ایک انگلی کا کھینچنا منع کیا ہے یعنی اگر ایک انگلی کو ایک بار تر کر کے بقدر تین انگلی کے مسح کیا تو جائز نہیں اور اگر ایک انگلی سے تین بار مسح کیا مسح ہر بار نیا پانی لیا اور جدے جدے مقام پر مسح کیا تو جائز ہے کذا فی البحر فلو مسح برؤس اصابعہ وجانی اصولہا لم یجز سو اگر انگلیوں کے سروں پر مسح کیا اور انگلیوں کی جڑوں کو موزے سے جدا رکھا تو مسح جائز نہ ہوا یعنی اس واسطے کہ مستعمل پانی سے مسح ہوا الا ان یبتل من الخف عند الوضع قدر الفرض قالہ الصنف

لہ صحیح ترجمہ یوں ہے "چنانچہ طہارۃ تیمم اور معذور کی طہارۃ" ۱۲ صحیح

Marfat.com

مگر یہ کہ انگلیوں کے رکھنے کے وقت بقدر فرض کے موزہ تر ہو گیا تو مسح اب جائز ہے ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں م اس واسطے کہ فرض حاصل ہو گیا بدون مستعمل پانی کے کذا فی الطحطاوی ثم قال فی الذخیرۃ ان الماء متقاطر اجازہ والا لا پھر مصنف نے شرح میں کہا اور ذخیرہ میں ہے کہ اگر انگلیوں کے سروں سے پانی ٹپکتا ہے تو مسح جائز ہے یعنی اس واسطے کہ فرض حاصل ہوا غیر مستعمل پانی سے اور اگر ٹپکتا نہیں ہے تو مسح جائز نہیں ہے ولو قطع قدمہ لان بقی من ظہر قدر الفرض مسح والا غسل کمن قطع من کعبیہ اور اگر ایک آدمی کا پاؤں کاٹا گیا تو اگر پشت قدم بقدر فرض کے یعنی بقدر تین انگشت باقی ہے تو موزوں پر مسح کرے اور اگر بقدر فرض باقی نہیں تو دونوں پاؤں کو دھووے مانند اس شخص کے جس کا پاؤں ٹخنوں سے کاٹا گیا یعنی ٹخنوں کے نیچے سے سو اس کو بھی مسح کرنا جائز نہیں کیونکہ مسح کا محل باقی نہیں رہا مگر غسل کا محل باقی ہے ولو لہ رجل واحدۃ مسحہا اور اگر ایک آدمی کے ایک ہی پاؤں ہے پیدائشی یا ایک پاؤں ٹخنے سے اوپر کاٹا گیا تو اسی ایک پاؤں کو یعنی اس کے موزے کو مسح کرے وجاز مسح خف مغصوب خلافا للحنابلۃ اور جائز ہے مسح کرنا چھینے موزے پر برخلاف حنبلی مذہبوں کے م ہر چند غصب کرنا گناہ کبیرہ ہے لیکن مسح کی نماز ادا ہو گی کما جاز غسل رجل مغصوبۃ اجماعا جس طرح جائز ہے دھونا مغصوب پاؤں کا بالاتفاق غصب کا اس پر مساہلہ ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ کسی شخص کا پاؤں بسبب سرقہ یا قصاص کے مستحق قطع ہوا پھر وہ بھاگ گیا اور وضو کر کے اس کے پاؤں دھویا کذا فی الخزانۃ والخرق الکبیر بموحدۃ او مثلثۃ وہو قدر ثلث اصابع القدم الاصاغر بحالہا ومقطوعہا یعتبر باصابع مماثلہ یمنعہ اور موزے کا بڑا یا بہت سوراخ یعنی قدم کی چھوٹی پوری تین انگلیوں کی برابر مانع ہے مسح کرنے کا اور جس شخص کی سب انگلیاں کٹی ہیں تو اس کے مماثل دوسرے شخص کی انگلیوں کا اعتبار کیا جائے گا شارح نے کہا لفظ کبیر کا باء موحدہ یا ثاء مثلثہ دونوں سے ہو سکتا ہے طحطاوی نے شرح منیۃ المصلی سے نقل کیا کہ باء موحدہ کی روایت صحیح ہے اگرچہ ثاء مثلثہ بھی بتاویل متصور ہے الا ان یکون فوقہ خف آخر او جرموق فیمسح علیہ مگر یہ کہ پھٹے موزے پر دوسرا درست موزہ یا جرموق ہو تو اس پر مسح کرے اس واسطے کہ اعلیٰ کا اعتبار ہے نہ اسفل کا وہذا لو الخرق علی عیز اصابعہ وعقبہ وپری ناتحۃ اور یہ یعنی اصابع میں صغیر کا اعتبار کرنا اس وقت ہے کہ سوراخ اور دریدگی اس کی انگلیوں اور ایڑی پر نہ ہو اور سوراخ کے نیچے پاؤں نظر آتا ہو فلو علیہا اعتبر الثلث ولو کبارا اور اگر دریدگی انگلیوں پر ہو تو عدم جواز مسح میں تین انگلیوں کا اعتبار ہو گا اگرچہ بڑی انگلیاں ہو یعنی تو اس صورت میں صغیر کا اعتبار نہیں تو اگر ابہام اور کلمہ شہادت کی انگلی منکشف ہو جائے اور وہ بقدر تین چھوٹی انگلیوں کے ہو تو مسح اس پر جائز ہے اور اگر ان دونوں کے بیچ کی انگلی بھی کھل جائے تو مسح جائز نہ ہو گا علی الاصح کذا فی الطحطاوی عن تتمۃ الفتاوی ولو علیہا اعتبر بدہ اکثرہ اور اگر دریدگی ایڑی پر ہے تو اکثر ایڑی کا کھل جانا معتبر ہے یعنی آدھی ایڑی سے اگر زیادہ منکشف ہے تو مسح جائز نہیں م قاضی خاں نے شرح جامع صغیر میں اسی قول پر اقتصار کیا ہے اور ظاہر متنوں میں ہر مقام میں تین انگلیوں کا اعتبار ہے اور اسی قول کو کمال الدین صاحب فتح القدیر اور سرخسی نے پسند کیا ہے کذا فی الطحطاوی ولو لم یر القدر المانع عند المشی لصلابۃ لم یمنع وان کثر اور اگر نظر نہ پڑے قدم اس قدر جو مسح کا مانع ہے پاؤں یا چلنے کے وقت موزے کی سختی کے سبب سے تو مسح کا مانع نہیں اگرچہ بہت پھٹا ہو م حلبی نے کہا کہ زمین سے پاؤں اٹھانے کے وقت اگر نظر نہ آوے تو مسح مانع نہیں کما لو الشقت بالظہارۃ دون البطانۃ چنانچہ اگر موزے کا ابرہ پھٹ گیا نہ اس کا استر تو مسح کا مانع نہیں خواہ استر چمڑے کا ہو یا کپڑے کا سیا ہوا موزے میں کذا فی الطحطاوی وجمع الخرق فی خف واحد لا فیہما اور متفرق سوراخ جمع کیے ہوتے ہیں ایک موزے میں نہ دونوں موزوں میں یعنی اگر ایک موزے میں کئی جگہ تھوڑا تھوڑا پھٹا ہے تو اس کو جمع کر کے دیکھیں گے اگر بقدر تین انگشت کے ہے تو مسح جائز نہیں والا جائز ہے اور اگر ایک موزے میں بقدر دو انگشت کے پھٹا ہے اور دوسرے موزے میں بقدر ایک انگشت کے تو دونوں پر مسح جائز ہے بشرط ان یقع فرضہ علی الخف لفساد لا علی ما ظہر من خرق لیسیر مسح جائز ہے دونوں موزوں پر اس شرط سے کہ فرض مسح کا واقع ہو نفس موزے پر نہ اس مقام پر جو تھوڑا پھٹا ہے[1] واقل خرق یجمع لیمنع المسح الحالی والاستقبالی کما یتقض الماضوی قنستانی اور کتر سوراخ جو جمع کیا جاتا ہے واسطے منع کرنے مسح حالی اور استقبالی کے جس طرح

[1] یہ لفظ ہندا ہے اگلی عبارت کا جو بموجب سطر ۱۵ آوے گی ۱۲

Marfat.com

گذشتہ مسح کو توڑتا ہے کذا فی التتارخانیہ مسح حالی وہ جس کے فی الحال کرنے کا ارادہ ہے اور استقبالی مسح وہ ہے جو کل کرے گا اور مسح ماضی کی یہ صورت ہے کہ درست موزے پر مسح کیا پھر وہ اس قدر پھٹ گیا کہ مانع ہوا مسح کا تو مسح سابق ٹوٹ گیا کذا فی الظہیریہ وعمران ما یقف الیتیم یمنع وترفع کجاستہ وانکشاف حق الانعقاد وکذا یحیی بلفظ بینی کہتا ہوں اور یہ مذکور ہو چکا باب تیمم میں کہ جو چیز تیمم کی ناقض ہے چنانچہ پانی کا موجود ہونا اور اس کے استعمال پر قادر ہونا وہ ابتدا تیمم کا مانع ہے اور دور کرنے والا ہے تیمم موجود کا مانند نجاست اور انکشاف عورت کے کہ وہ ابتداء صلوٰۃ کی مانع ہے اور صلوٰۃ موجودہ کی رافع ہے یہاں تک کہ انعقاد صلوٰۃ یعنی تحریمہ کا مانع ہے چنانچہ آگے آوے گا تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح ناقض تیمم اور نجاست اور انکشاف عورت مانع اور رافع ہے اسی طرح خرق موزہ بھی مانع اور رافع ہے ماندخل فیہ المسئلہ لاماد ونہ الحاقالہ بمواضع الخرز کم از سوراخ جو منع مسح کے واسطے جمع کیا جاتا ہے وہ ہے جس میں ٹاٹ وغیرہ کے سینے کے سوا داخل ہو نہ وہ سوراخ جو اس سے کمتر ہے بوجہ الحاق بمواضع دوخت یعنی جیسے دوخت موزے کے سوراخ بالاتفاق عفو میں لائق شمار کے نہیں اسی طرح یہ سوراخ بھی لائق شمار کے نہیں بخلاف نجاست متفرقہ وانکشاف عورۃ وطیب محرم واعلام ثوب من حریر فانہا تجمع مطلقا برخلاف متفرق نجاست اور انکشاف عورت کے اور خوشبوئے محرم کے اور کپڑے پر ریشم کی بوٹیاں اس واسطے کہ یہ سب جمع کیے جاتے ہیں مطلقا یعنی ایک مقام میں ہوں یا چند مقامات میں ہم نجاست متفرقہ موزوں میں ہو یا کپڑے یا بدن یا مکان میں یا مجموع میں اور انکشاف متفرق چنانچہ عورت کی کچھ شرمگاہ اور اس کی پیٹھ اور کچھ ران میں تو یہ جمع کیا جاوے گا نجاست کے مانند اور نماز کا مانع ہوگا اور محرم کی خوشبوئی متفرق اکثر اعضاء میں جمع ہوگی اگر بقدر ایک عضو کے پہنچے گی تو جانور کا ذبح کرنا لازم ہوگا اور ریشمی بوٹیاں بھی جمع کی جاویں گی اگر چار انگشت سے زیادہ ہوں گی تو مرد کو اس کا پہننا جائز ہوگا یہی قول معتمد ہے کذا فی الظہیریہ واختلف فی جمع خرق اذنی اضحیۃ وینبغی ترجیح الجمع احتیاطا اور قربانی کے دونوں کانوں کے سوراخوں کے جمع کرنے میں اختلاف واقع ہے یعنی ایک قول یہ ہے کہ جمع کریں گے سو اگر ایک کان کی تہائی سے زیادہ ہوں گے تو قربانی جائز نہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ جمع نہ کریں گے مگر ایک کان کے سوراخوں میں موزے کے مانند اور جمع کرنے کو ترجیح دینا لائق ہے احتیاط کی راہ سے باب عبادت میں کذا فی المنحۃ وناقض وضوء لا نہ لبعضہ اور مسح کا توڑنے والا وہ ہے جو وضو کا توڑنے والا ہے اس واسطے کہ مسح بعض ہے وضو کا یعنی جو کل کا ناقض ہے وہ بعض کا بھی ناقض ہوگا ونزع خف ولو واحدا اور مسح کا ناقض ہے موزہ اتارنا اگرچہ ایک ہی موزہ اتارا ہو وبمضی المدۃ وان لم یمسح اور مدت کا گذر جانا مسح کا ناقض ہے اگرچہ اس نے مدت میں مسح نہ کیا ہو ان لم یخش لبلبۃ الظفر ذہاب رجلہ من برد للضرورۃ گذرنا مدت کا ناقض ہے بشرطیکہ اس کو بظن غالب خوف نہ ہو اپنے پاؤں کے جاتے رہنے کا سردی سے یہ شرط کوئی ضرورت کے سبب سے ہم ظاہر اس کلام کا اس پر دلالت کرتا ہے کہ مسح نہیں ٹوٹتا ہے مدت کے گذرنے سے خوف مذکور کے وقت پر اس میں خلل یہ ہے کہ سردی کے خوف کو سرایت حدث کے منع میں کچھ اثر نہیں غایۃ الامر یہ ہے کہ موزہ نہ اتارے لیکن مسح نہ کرے بلکہ تیمم کرے کذا فی ابی السعود مگر اس میں یہ خلل ہے کہ فقہاء نے وضو کا تیمم منع کیا ہے سردی کے خوف میں لہذا فتح القدیر میں ہے کہ لائق یہ ہے کہ سردی دیا جائے مسح کے ٹوٹنے کا مدت گذرنے سے اور دوسرے مسح کے استیناف کا پٹی کے مانند شارح نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے اور یہی قول اعتماد کے لائق ہے کذا فی الظہیریہ کالجبیرۃ فیستوعبہ بالمسح ولا یوقت تو خوف مذکور میں موزہ ہو جائے گا پٹی کے مانند تو سارے موزے کو پورا مسح کرے اور اس مسح کی مدت نہیں جیسے پٹی کے مسح کی مدت نہیں یعنی جب تک خوف باقی ہے مسح کرتا رہے ہم پورا مسح کرنا افضل ہے اور اگر اکثر موزے کا مسح کرے گا تو یہ ہے اور یہ جو صاحب نہر نے معراج سے وجوب استیعاب کا بیان کیا ہے ابو سعود نے اس کو رد کیا ہے اس طرح کہ عبارت معراج کی افضلیت کا احتمال رکھتی ہے کذا فی الظہیریہ ولذا قالوا لو قدمت المدۃ وہو فی صلوۃ لا یمضی فی الاصح اور اسی واسطے یعنی ضرورت میں مدت کے گذرنے سے مسح نہیں ٹوٹتا فقہاء نے کہا ہے کہ اگر مسح کی مدت تمام ہو گئی اور مسح کرنے والا نماز میں ہے اور پانی موجود نہیں تو نماز پڑھتا رہے صحیح تر قول میں

ف مسئلہ بجر میم وفتح سین مہملہ وتشدید لام سوزن کلاں ۱۲

Marfat.com

اس واسطے کہ موزہ اتارنے میں کچھ فائدہ نہیں کیونکہ پانی نہیں جو پاؤں کو دھو دے وقیل تفسد وتیمم وہو للاشبہ اور بعضوں نے کہا کہ شخص مذکور کی نماز فاسد ہو جاتی ہے اور وہ تیمم کرے اور یہی قول مناسب تر ہے روایت کی راہ سے اور راجح تر ہے فہم کی راہ سے م وجہ اس کی یہ ہے کہ مدت کے گذر جانے سے حدث نے پاؤں میں سرایت کی اس واسطے کہ پانی کا نہ ہونا مانع سرایت کا نہیں تو تیمم کرے اور نماز پڑھے جس طرح وہ شخص کہ اس کے اعضاء وضو میں کچھ شک باقی رہا اور پانی نہیں ہے جو اس کو دھووے تو اس کو تیمم کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی ولبعدہما ای النزع والمضی غسل المتوضیٔ رجلیہ لا غیر لحلول الحدث السابق قدیمہ اور موزہ اتارنے اور مدت کے گذر جانے کے بعد باوضو شخص دھووے اپنے دونوں پاؤں کو نہ اور اعضاء وضو کو بسبب سرایت کرنے اگلے حدث کے اس کے دونوں پاؤں کو یعنی حدث سابق کے بعد باقی اعضاء دھوئے گئے فقط قدم باقی رہے تو اس پر کچھ واجب نہیں قدم دھونے کے سوا کذا فی البحر الا المانع کبر فیتیمم حیئذٍ مگر کسی مانع کے ہونے سے قدموں کو نہ دھووے چنانچہ نہایت سردی سے تو اب تیمم کرے م حلبی منتی نے کہا کہ اس وقت میں تیمم صحیح نہیں اس واسطے کہ ضرر کے خوف سے مسح کرنا چاہیے موزے پر پٹی کے مانند اور تیمم تو اس وقت ہے جب کہ ضرر کا خوف ہو اور پانی نہ ہو کذا فی الطحطاوی وخروج اکثر قدمہ من الخف الشرعی وکذا اخراجہ نزع فی الاصح اعتبارا للاکثر اور نکلنا اور نکالنا آدھے قدم سے زیادہ شرعی موزے سے نکال ڈالنا ہے موزے کا صحیح تر قول میں اکثر کے اعتبار کرنے سے یعنی اس واسطے کہ للاکثر حکم الکل م قدم عبارت ہے رسغین سے تا سر اصابع اور شرعی موزہ ہوتا ہے ٹخنے سے سر اصابع تک دلا عبرۃ بخروج عقبہ ودخولہ اور کچھ اعتبار نہیں ایڑی کے خروج اور دخول کا یعنی اگر بلا قصد موزے کی کشادگی سے خروج اور دخول عقب کا ہو تو معتبر نہیں وما روی من النقض لزوال عقبہ فمقید بما اذا کان بنیۃ نزع الخف اور یہ جو فقہ میں ایڑی کے ٹل جانے سے مسح کا ٹوٹ جانا مروی ہے سو مقید ہے اس صورت کے ساتھ جب کہ اس کا ٹلنا ہو موزہ اتارنے کی نیت سے اما اذا لم یکن ای زوال عقبہ بنیۃ بل لسعۃ او غیرہا فلا ینقض بلا جماع لما یعلم من البرجندی معزیا للنہایۃ وکذا القہستانی لکن باختصار حتی زعم بعضہم انہ خرق الاجماع قنیہ لیکن جب کہ ایڑی کا ٹل جانا اپنے محل سے قصد سے نہ ہو بلکہ موزے کی کشادگی یا اس کے سوا اور وجہ سے ہو تو مسح نہیں ٹوٹتا ہے باتفاق روایات چنانچہ برجندی سے معلوم ہوتا ہے یہ قول نہایہ کی طرف منسوب ہوتا ہے اور اسی طرح قہستانی شارح نقایہ نے بیان کیا مگر اختصار عبارت کے ساتھ یہاں تک کہ بعضے لوگوں نے گمان کیا ہے کہ قہستانی نے اجماع کو پھاڑا یعنی مخالف اجماع کے بیان کیا سو خبردار ہو کہ اس کا قول اجماع کے مخالف نہیں ہے ومنتقض ایضا بغسل اکثر الرجل فیہ لو ادخل الماء خفیہ صوبہ واحد اور موزے میں اکثر پاؤں کے دھو جانے سے بھی مسح ٹوٹتا ہے اگر اس نے اپنے موزوں میں پانی کو داخل کیا اور اس قول کو بہت فقیہوں نے صحیح کیا ہے م حلبی نے کہا اور اسی طرح کا حکم ہے اگر پانی خود موزے میں داخل ہو گیا وقیل لا ینتقض وان بلغ الماء الرکبۃ وبالاظہر کما فی البحر عن السراج لان استتار القدم بالخف یمنع سرایۃ الحدث الی الرجل فلا یقع بہ اغسالا معتبرا فلا یوجب بطلان المسح نہر فیغسلہما ثانیا بعد المدۃ او النزع کا مراد بعضوں نے کہا کہ موزے میں پانی کے داخل ہونے سے مسح نہیں ٹوٹتا ہے اگرچہ پانی زانو تک پہنچا ہو اور یہی قول ظاہر تر ہے چنانچہ بحر الرائق میں سراج سے منقول ہے اس واسطے کہ پہنچنا قدم کا موزے سے منع کرتا ہے حدث کے پہنچنے کو پاؤں تک تو اس طرح کا دھو جانا معتبر دھونا نہ ٹھہرے گا تو بطلان مسح کا موجب نہ ہوگا چنانچہ نہر الفائق میں ہے کہ دونوں قدموں کو مدت اور اتارنے کے بعد دوسری بار دھووے گا چنانچہ مذکور ہو چکا وبقی من نواقضہ الخرق وفرط الوقت للمعذور اور مسح کے نواقض میں سے باقی رہا موزے کا پھٹنا اور معذور کے حق میں نماز کے وقت کا نکل جانا مسح مقیم بعد مدۃ مسافر فمسافر فلیلۃ فلو بعدہ نزع مسح ثلثا مقیم نے مسح کیا وضو ٹوٹنے کے بعد پھر اس نے سفر کیا ایک رات اور دن کے تمام ہو جانے سے پہلے تو وہ تین رات اور دن مسح کرے تو اگر مدت کے تمام ہو جانے کے بعد سفر کرے تو موزہ اتارے م تین دن مسح کرے یعنی مسح کی مدت کو پورا کرے اس طرح پر کہ مجموع تین دن ہو جاویں اور یہ مراد نہیں کہ سر نو سے تین دن تک مسح کرتا رہے کذا فی الطحطاوی ولو اقام مسافر بعد مضی مدۃ مقیم نزع والا تمہ لا نہ صار مقیما اور اگر مسافر

لہ یعنی چیز کے بہت سے حصے کو کل چیز کا حکم ہوتا ہے ۱۲

Marfat.com

تم ہوگیا مت مقیم یعنی ایک رات دن کے بعد تو موزہ اتارے اور پاؤں دھوئے اور اگر ایک رات دن نہیں گذرا تو مقیم کی مدت کو پورا کرے اس واسطے کہ
مسافر اب مقیم ہوگیا وحکم مسح جبیرہ ہی میدان یجبر بہا الکسر وخرقۃ فرحۃ وموضع فصد وکی ونحو ذلک کعصابۃ جراحۃ ولو برأسہ کغسل لما تحتہا اور مسح جبیرہ کا حکم اور زخم کے
باندھنے کا حکم فصد اور داغنے کے مکان کا اور مانند اس کے چنانچہ زخم کی پٹی اگرچہ زخم بھر بھی ہو اس کے ماتحت کے دھونے کے مانند ہے یعنی بدل نہیں ہیں
شارح نے کہا جبیرہ وہ لکڑیاں ہیں جن سے ٹوٹی ہڈی باندھی جاتی ہے فیکون فرضا یعنی عملیا لثبوتہ بظنی وہذا قولہما والیہ رجع الامام خلاصۃ وعلیہ الفتوی شرح مجمع
جب کہ مسح جبیرہ وغیرہ کا ماتحت کے دھونے کے مانند ہوا تو مسح کرنا فرض ہوگا یعنی فرض عملی نہ فرض اعتقادی لسبب ثابت ہونے مسح کے دلیل ظنی سے اور یہ
یعنی مسح مذکور کو فرض کہنا صاحبین کا قول ہے اور اسی کی طرف امام نے آخر کو رجوع کیا چنانچہ خلاصہ میں ہے اور اسی فرض پر فتوی ہے چنانچہ مجمع کی شرح میں
ہے م جواز مسح جبیرہ کی دلیل یہ ہے کہ علی مرتضیٰ کے ہاتھ کی ہڈی جنگ احد یا خیبر میں ٹوٹ گئی تھی سو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مسح علی الجبائر کا امر فرمایا
اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن تعدد طرق سے قوی ہوگئی ہے امام اول مسح جبیرہ کو واجب کہتے تھے پھر فرض ہونے کے قائل ہوئے قدمنا ان لفظ الفتوی اکد فی
التصحیح من المختار والاصح والصحیح اور ہم نے دیباچہ کتاب میں پہلے ذکر کر دیا ہے کہ فتوی کا لفظ تصحیح میں مؤکد تر ہے مختار اور اصح اور صحیح کے الفاظ سے
یعنی ہرچند بعضوں نے وجوب مسح کی تصحیح کی ہے لیکن فرضیت میں فتوی کا لفظ واقع ہوا ہے تو فرضیت موکد تر ٹھہری ثم انہ یخالف مسح الخف من وجوہ ذکر
ثالثہ عشر پھر معلوم کرنا چاہیے کہ مسح جبیرہ کا مخالف ہے مسح موزے کی کئی وجہوں سے ان میں سے مصنف نے تیرہ وجہوں کو یہاں ذکر کیا ہے فقال فلا
وقت لانہ کالغسل یوم الاصحاء سو مصنف نے کہا تو مسح کا وقت یعنی مدت معین نہیں اس واسطے کہ وہ دھونے کے مانند ہے تا اینکہ مسح کرنے والا
درستوں کی امامت کرتا ہے یعنی اس واسطے کہ وہ صاحب عذر نہیں کذا فی الطحطاوی ولو بدلہا باخری او سقطت العلیا لم یجب اعادۃ المسح بل یندب
اگر ایک جبیرہ کو بدل کر دوسرے جبیرہ کو باندھا یا اوپر کی جبیرہ ساقط ہوگئی تو دوسری بار مسح کرنا واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے وتجمع مسح جبیرۃ رجل
ای مع غسل اخری اور جمع کیا جاتا ہے ایک پاؤں کی پٹی کا مسح دوسرے پاؤں کے دھونے کے ساتھ یعنی اگر مسح جبیرہ کا مسح ہوتا حکما تو غسل کے
ساتھ جمع نہ ہوتا جیسے ایک قدم کا دھونا اور دوسرے قدم کے موزے پر مسح کرنا جائز نہیں کذا فی الدرر لا مسح خفہا جمع نہیں کیا جاتا موزے
کا دوسرے قدم کی جبیرہ کے مسح کے ساتھ یعنی اگر دونوں قدم پر جبیرہ ہے سو اس نے ایک قدم کے جبیرہ پر مسح کیا اور دوسرے قدم کے موزے
پر مسح کیا تو جائز نہیں طحطاوی نے کہا اس واسطے کہ اصل اور بدل میں جمع کرنا لازم آیا بل خفیہ بلکہ دونوں موزوں کا مسح جمع کیا جاتا ہے م صورت
اس کی یہ ہے کہ اگر ایک پاؤں پر جبیرہ ہے سو اس کا مسح کیا اور دوسرے پاؤں کو دھویا پھر دونوں قدم پر موزے پہنے پھر وضو ٹوٹا تو دونوں پر مسح کرنا
ہے اس واسطے کہ جمع متقدم یہاں نہیں ہے یعنی اصل اور بدل میں یہاں اجتماع نہیں کذا فی الطحطاوی ویجوز ای یصح مسحہا ولو بشدت بلا
حل وغسل دفعا للحرج اور جائز ہے یعنی مسح جبیرہ کا صحیح ہے اگرچہ جبیرہ بدون وضو اور دھونے کے باندھی گئی ہو دفع مشقت کے واسطے ویترک
مسحہا کالغسل ان ضر والا یترک اور ترک کیا جاتا ہے جبیرہ کا مسح جیسے دھونا وہاں کا متروک ہے اگر ضرر کرتا ہو اور اگر ضرر نہ ہو تو ترک نہ کیا جائے
یعنی اس کا ارادہ ضرر ہے جو اعتبار کے لائق ہے نہ مطلق ضرر اس واسطے کہ عمل ادنی ضرر سے خالی نہیں اور یہ ترک کو مباح نہیں کرتا کذا فی الطحطاوی
وکذا مسحہا مشروط بالعجز عن مسح نفس الموضع اور وہ یعنی جبیرہ کا مسح کرنا مشروط ہے ساتھ عاجز ہونے کے مسح کرنے نفس موضع سے یعنی عضو
پر مسح نہ کر سکے تب جبیرہ کا مسح صحیح ہے م عاجزی کی صورت یہ ہے کہ موضع جبیرہ کو پانی ضرر کرتا ہو یا پٹی بندھی ہو جس کو کھولنا ضرر کرتا ہو کذا فی الدرر
وقدر علیہ فلا مسح علیہا سو اگر عضو کے مسح پر قادر ہو تو پٹی پر مسح کرنا صحیح نہیں م محیط میں ہے کہ اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ لوگ اس شرط سے غافل
کذا فی الدرر والحاصل لزوم غسل المحل ولو بماء حار فان ضر مسح فان ضر سقط اصلا حاصل کلام یہ ہے کہ دھونا محل مکسورہ کا لازم ہے اگرچہ

Marfat.com

گرم پانی سے ہو یعنی اگر سرد پانی سے دھونا ضرر کرتا ہو تو گرم پانی سے دھونا چاہیے اور گرم پانی سے دھونا وہاں کا ضرر کرتا ہو تو عضو کو مسح کرے اور اگر نفس عضو کا مسح ضرر کرتا ہو تو اس کی پٹی پر مسح کرے اور اگر پٹی پر مسح کرنا بھی ضرر کرتا ہو تو بالکل ساقط ہو گیا یعنی نہ دھونا لازم آتا نہ مسح کرنا ومسح نحو مفتصد وجریح علی کل عصابتہ مع فرجتہا فی الاصح ان ضرہ الماء او حلہا اور مسح کرے فصد لینے والا اور زخمی اور جو کہ ان کی مانند ہے ساری پٹی پر اس مکان کے ساتھ جو پٹی کی گرہ کے دونوں طرف کشادہ ہے صحیح تر قول میں اگر اس کو پانی ضرر کرتا ہو یا پٹی کا کھولنا مضر ہو وہم مصنف استیعاب مسح میں صاحب کنز کا تابع ہوا اور قول اصح جس پر فتوی ہے یہ ہے کہ اکثر عصابہ کا مسح کافی ہے اور گرہ کے پاس کشادگی کا مسح کرنا کافی ہے ذخیرہ میں کہا کہ یہی قول اصح ہے یعنی خلاصہ میں جو وہاں کے دھونے کو فرض کہا ہے سو اصح نہیں کذا فی الطحطاوی ومنہ ان لا یمکنہ ربطہا بنفسہ ولا یجد من یربطہا اور منجملہ ضرر کے یہ ہے کہ اس شخص کو خود پٹی کا باندھنا ممکن نہیں اور نہ اس شخص کو پاتا ہے جو پٹی کو باندھ دے انکسر ظفر فجعل علیہ دواء او وضعہ علی شقوق رجلہ اجری الماء علیہ ان قدر والا مسحہ والا ترکہ ایک شخص کا ناخن ٹوٹا سو اس نے اس پر دوا رکھی یا پاؤں کی بوائی پر دوا لگائی تو وضو میں اس پر پانی کو بہا دے اگر ہو سکے اور اگر قادر نہ ہو تو اس کو مسح کرے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو چھوڑ دے یعنی تو دھونا اور مسح کرنا دونوں ساقط ہو گیا عذرے والمسح ببطلہ سقوطہا عن بردالا اور مسح کو باطل کرتا ہے گر پڑنا پٹی کا زخم کے چنگے ہو جانے سے اور اگر بدون صحت کے پٹی ساقط ہو گئی تو مسح باطل نہیں ہوتا برخلاف مسح موزہ کے فان سقطت فی الصلوۃ استأنفہا پھر اگر پٹی صحت کے بعد نماز میں ساقط ہو گئی تو نماز کو پھر شروع کرے وکذا لو سقط الدواء او برء موضعہا ولم یسقط مجتبی اور اسی طرح حکم تفصیل ہے اگر دوا ساقط ہو گئی یا پٹی کا مکان اچھا ہو گیا اور ہنوز پٹی نہیں گری کذا فی المجتبی م یعنی اگر دوا صحت کے بعد نماز میں ساقط ہوئی یا پٹی کا محل اچھا ہو گیا تو نماز کو پھر شروع کرے ونیغی تقییدہ بما اذا لم یضر التہافان ضرہ فلا بجر اور حکم مذکور کو مقید کرنا چاہیے اس صورت کے ساتھ جب کہ پٹی کا اتارنا ضرر نہ کرے تو اگر مضر ہو تو مسح باطل نہیں کذا فی البحر م یعنی پٹی کے ساقط ہونے سے بعد صحت کے اس وقت مسح باطل ہوتا ہے جب کہ پٹی کا کھول ڈالنا ضرر نہ کرتا ہو اور اگر مضر ہو اس طرح کہ پٹی نہایت چپکی ہے گوشت سے اور اس کے جدا کرنے میں تانگی زخم کا احتمال ہے تو اس صورت میں مسح باطل نہ ہوگا والرجل والمرأۃ والمحدث والجنب فی المسح علیہا علی توالعہا سواء التفاتا اور مرد اور عورت اور محدث اور جنب جبیرہ کے مسح میں اور اس کے توابع میں برابر ہیں بالاتفاق م توابع جبیرہ پھایا اور فصد کی پٹی اور داغ کا موضع اور وہ تندرست مقام جو ضرورت کے سبب سے پٹی کے نیچے آگیا ہے ولا یشترط فی مسحہا استیعاب وتکرار فی الاصح فیکفی مسح اکثرہا مرۃ بلفیتی اور پٹی کے مسح میں پوری پٹی پر مسح کرنا اور مسح کو مکرر کرنا شرط نہیں صحیح تر قول میں تو پٹی کا ایک بار آدھے سے زیادہ مسح کرنا کفایت کرتا ہے اسی قول پر فتوی ہے م یہ قول مخالف ہے قول سابق کے کہ وہاں پوری پٹی کا مسح مذکور ہے اور اگر اسی قول اخیر پر اقتصار ہوتا تو بہتر تھا اس واسطے کہ فتوی اسی قول پر ہے کذا فی الطحطاوی وکذا لا یشترط فیہا نیۃ التفاتا بخلاف الخف فی قول اور اسی طرح پٹی کے مسح میں نیت شرط نہیں برخلاف مسح موزہ کے کہ اس میں ایک قول میں نیت شرط ہے اور اصح قول یہ ہے کہ موزے کے مسح میں نیت شرط نہیں وما فی نسخ المتن رجع عنہ المصنف فی شرحہ اور جو عبارت کہ متن کے نسخوں میں ہے مصنف نے اس کو ترک کیا ہے اپنی شرح میں م یعنی شرح منح الغفار میں وبمسح نحو مفتصد وجریح سے آخر تک ساقط ہے طحطاوی نے کہا تو اس کا ذکر نہ کرنا بہتر تھا تاکہ تناقض کا مصنف پر اعتراض نہیں لگتا

باب الحیض

یہ باب ہے حیض کے احکام اور مسائل میں عنون بہ لکثرتہ واصالتہ والا فہی ثلثۃ حیض ونفاس واستحاضۃ مصنف نے حیض کو عنوان قرار دیا اس باب کا حیض کی کثرت اور اصالت کے سبب سے ورنہ عورت کے خون تو تین قسم کے ہیں حیض اور نفاس اور استحاضہ یعنی ہر چند اس باب میں حیض اور نفاس اور استحاضہ تینوں خونوں کے احکام مذکور ہیں مگر مصنف نے اس باب کو فقط باب الحیض کر کے آغاز کیا تو اس کی وجہ یہی ہے کہ حیض کثیر الوقوع اور اصل ہے برخلاف نفاس کے کہ ہمیشہ نہیں ہوتا بچہ پیدا ہونے کے بعد ہوتا ہے اور استحاضہ بھی بیمار عورت کو ہوتا ہے نہ ہر عورت کو ہو لغۃ السیلان وشرعا علی القول بانہ من الاحداث مانعیۃ شرعیۃ بسبب الدم المذکور وہ یعنی حیض لغت عرب میں روانگی اور بہنے کو کہتے ہیں

Marfat.com

اور اصطلاح شرع میں بنا بر اس قول کے کہ حیض حدث ہے منجملہ حدث اور احداث کے شرعی رو کنا ہے خون مذکور کے سبب سے یعنی جن عبادات میں طہارت شرط ہے چنانچہ نماز اور مس مصحف اور دخول مسجد ان میں شارع نے حیض کو مانع طہارت اعتبار کیا ہے اگرچہ مانعیت حیض نہ ہو علی القول بانہ من الانجاس دم من رحم اور بنا بر اس قول کے کہ حیض ناپاک چیز ہے منجملہ اور نجاسات کے تو وہ خون ہے کہ عورت کے رحم یعنی بچہ دان سے جاری ہوتا ہے خرج الاستحاضۃ رحم کی قید سے استحاضہ حیض کی تعریف سے نکل گیا اس واسطے کہ استحاضہ رحم کا خون نہیں بلکہ رگ کے پھٹ جانے سے نکلتا ہے اور اسی طرح تکسیر اور زخموں کا خون اور جو کہ بمقعد سے خارج ہو وہ رحم کی قید سے خارج ہو گیا وعنہ ماتراہ صغیرۃ دالسۃ ومشکل اور منجملہ استحاضہ ہی وہ خون ہے جس کو نو برس سے کم عمر کی چھوٹی لڑکی دیکھتی ہے اور وہ بڈھی عورت جس کو حیض کی امید نہ رہی اور جو خون کہ خنثیٰ مشکل دیکھے قول مختار یہ ہے کہ ۵۵ برس کی عورت آلہ ہے کذا فی اکثر المعتبرات لالولادۃ خرج النفاس نہ ولادت کے سبب سے اس قید سے نفاس خارج ہو گیا حیض کی تعریف سے اس واسطے کہ نفاس خارج ہوتا ہے رحم کی ولادت کے سبب سے برخلاف حیض کے وسببہ ابتداء ابتلاء اللہ لحواء بالاکل الشجرۃ اور حیض کے ہونے کا پہلا سبب حوا علیہا السلام کو درخت منہی عنہ کے کھا لینے سے وہ درخت گیہوں تھا یا انجیر یا انگور وکنہ بروز الدم من الرحم اور حیض کا رکن خون کا باہر نکل آنا ہے رحم سے یعنی فرج داخلی کے کنارے کے برابر ہو جائے یہی قول معتمد ہے اور محمدؒ کے نزدیک احساس رکن ہے حیض کا اور ثمرۂ اختلاف اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ عورت نے وضو کیا پھر گدی رکھی پھر نزول خون کا احساس ہوا قبل غروب کے پھر گدی جدا کی اس کے بعد تو محمدؒ کے نزدیک روزہ ٹوٹا بر خلاف شیخین کے یعنی جب کہ خون کنارۂ فرج کے محاذی نہ ہوا اور اگر محاذی ہو گا تو بالاتفاق حیض یا نفاس ثابت ہو گا کذا فی الطحطاوی عن النہر وشرطہ تقدم نصاب الطہر لحکما اور حیض کی شرط مقدم ہونا ہے نصاب طہر یعنی اقل مدت طہر کا کہ پندرہ دن ہیں اگرچہ طہر حکمی ہے م طہر حکمی کی دو صورتیں ہیں ایک تو عورت مستحاضہ کہ بعد ایام حیض کے وہ طاہر ہے حکماً اگر خون بہا کرے دوسری وہ عورت جس کو اول بار حیض نمودار ہوا تو یہاں بھی نصاب طہر کا مقدم ہونا حکماً ہے وعدم نقصہ عن اقلہ اور شرط حیض کی کم نہ ہونا ہے کنز مدت حیض سے یعنی تین دن سے دالوارہ بعد التسع اور حیض کا زمانہ نو برس کے بعد ہے وقت ثبوتہ بالبروز فیہ تترک الصلوۃ ولو مبتداۃ فی الاصح لان الاصل الصحۃ والحیض دم صحۃ شمنی اور حیض کے ثابت ہونے کا وقت اس کے خارج ہونے سے ہے اس وقت میں عورت نماز چھوڑ دے اگرچہ اس کو پہلے پہل حیض آیا ہو صحیح تر قول میں اس واسطے کہ صحیح سالم ہونا اصلی ہے اور حیض صحت کا خون ہے کذا فی الشمنی م یزاد یہ قول ہے کہ جس نے اول بار خون دیکھا وہ تین دن کے بعد نماز چھوڑ دے کہ شاید وہ خون استحاضہ کا ہو نہ حیض اور اصح قول اکثر مشائخ نہار وکا ہے کہ جب اس نے حالت بلوغ میں خون دیکھا تو مجرد دیکھنے کے نماز ترک کرے اس واسطے کہ صحت اجسام اصلی ہے اور مرض مقتضی استحاضہ عارض ہے تو بمقتضاء اصالت اس خون کو حیض قرار دینا چاہیے نہ استحاضہ واقلہ ثلثۃ ایام بلیالیہا الثلث اور کم مدت حیض کی تین دن ہیں تین راتوں کے ساتھ خواہ انھیں دنوں کی راتیں ہوں یا نہ ہوں فالاضافۃ لبیان العدد المقدر بالساعات الفلکیۃ لا للاختصاص تو اضافت اور نسبت لیال کی ایام مخبر کی طرف اس زمانہ کے شمار کے واسطے ہے جس کا اندازہ ساعات فلکیہ یعنی نجومی گھڑیوں سے کیا گیا ہے نہ خصوصیت کے بیان کے واسطے یعنی یہ مراد نہیں کہ انھیں ایام مخصوصہ کی تین راتیں ہوں م ساعت دو قسم ہے ساعت فلکی اور ساعت زمانی ساعت فلکی پندرہ درجہ کی ہوتی ہے اس کو ساعت معتدلہ بھی کہتے ہیں ایک رات اور دن کی ۲۴ گھڑیاں ہوتی ہیں تو اقل مدت حیض کی ۷۲ گھڑیاں ہوئیں اور ساعت زمانی رات یا دن کے بارھویں حصے کا نام ہے اس کو ساعت معوجہ بھی کہتے ہیں تو ساعت فلکی کی قید سے ساعت زمانی سے احتراز ہوا اور اسی طرح ساعت لغوی اور ساعت شرعی سے کہ عبارت ہے زمانہ کے ہر ایک جزء سے اگرچہ وہ قلیل ہو تو اگر عورت کو اول بار خون آیا جب کہ نصف قرص آفتاب کا طالع تھا اور چوتھے دن منقطع ہوا جب کہ چہارم قرص طالع تھا اور وہ استحاضہ ہے حیض نہیں کیونکہ اقل مدت اس کی پائی نہیں گئی اور اگر نصف قرص کے طلوع ہونے کے بعد خون منقطع ہوا تو البتہ حیض ثابت ہو گا کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالی تلک الایام

لہ اقول اولانے ذہ کو جو لمعہ مؤنث ہے بیچ کر یہ ترجمہ سوجھے کیا ترجمہ یوں چاہیے تھا کہ تو اس خارج ہونے سے عورت الخ ۱۲

جب کہ اضافت مذکورہ بیان عدد کے واسطے ٹھہری نہ اختصاص کے واسطے تو راتوں کو انھیں دنوں کی راتیں ہونا لازم نہیں م رات مقدم ہوتی ہے دن پر تو اگر جمعہ کے دن سے حیض شروع ہوا تو یہ لازم نہیں کہ ہفتہ کی رات میں بھی ہو بلکہ مطلقاً تین راتیں لازم ہیں جس طرح یہ لازم نہیں کہ تین دن پورے ہوں آفتاب کے طلوع سے بلکہ مقدار تین دن کے زمانہ گذرنا چاہیے وکذا قولہ واکثرہ عشرۃ بعشر لیالٍ کذا رواہ الدار قطنی وغیرہ اور اسی طرح مصنف کا یہ قول ہے کہ اکثر مدت حیض کی دس دن ہیں دس راتوں کے ساتھ مطلقاً خواہ انھیں دنوں کی راتیں ہوں یا نہ ہوں ایسا روایت کیا ہے اقل اور اکثر مدت کو دار قطنی وغیرہ نے م یہ حدیث طرق متعددہ سے مروی ہے تو مرتبہ حسن کو پہنچ کر لائق احتجاج کے ہو گئی کذا فی النہر والناقص عن اقلہ والزائد علی اکثرہ او اکثر النفاس او علی العادۃ وجاوز اکثرہما وما تراہ صغیرۃ دون تسع علی المعتمد وآیسۃ علی ظاہر المذہب وحامل دلو قبل خروج اکثر الولد استحاضۃ اور جو خون کہ حیض کی اقل مدت یعنی تین رات اور تین دن سے کم ہے اور جو کہ اکثر مدت حیض سے یا اکثر مدت نفاس سے زائد ہے یا زائد ہے حیض اور نفاس کی عادت سے جو مقرر تھی اور بڑھ گیا اکثر مدت حیض اور نفاس سے اور جو خون کہ نو برس سے کم عمر کی لڑکی دیکھے بنا بر قول معتمد کے اور جو خون کہ وہ بڈھی عورت دیکھے جس کو حیض سے ناامیدی ہو گئی بنا بر ظاہر مذہب کے اور جو خون کہ حاملہ عورت دیکھے اگرچہ وہ اکثر ولد کے نکلنے سے پہلے ہو یہ سب استحاضہ ہے م اقل اور اکثر مدت سے ناقص اور زائد ہونا استحاضہ ہے اگرچہ کمی اور زیادتی نہایت کم ہو تو اگر عورت کو پانچ دن کی مثلاً عادت ہو اور اس کا خون جاری ہوا پہلی تاریخ جب کہ نصف قرص آفتاب کا طالع ہوا اور گیارھویں تاریخ منقطع ہوا جب کہ دو ثلث قرص طالع ہوا تھا تو پانچ دن سے زیادہ ہے وہ استحاضہ ہے اس واسطے کہ دس دن سے بقدر سدس کے زائد ہو گیا کذا فی الطحطاوی عن القہستانی واقل الطہر بین الحیضتین او النفاس والحیض خمسۃ عشر لو ما ولیا ایہا اجماعا اور کم مدت طہر کی یعنی پاک رہنے کی دو حیض کے درمیان یا نفاس اور حیض کے درمیان پندرہ دن اور ان کی راتیں باتفاق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نفاس اور حیض کے درمیان کا طہر اس صورت میں پندرہ دن ہوتا ہے جب کہ نفاس کی اکثر مدت پوری ہو گئی ہو کذا فی الطحطاوی ولا حد لاکثرہ فان استغرق العمر اور حد مقرر نہیں اکثر مدت طہر کی اگرچہ تمام عمر کو احاطہ کر جائے م استغراق طہر کی تین صورتیں ہیں پہلی صورت یہ ہے کہ عورت بالغہ ہو جائے عمر کی وجہ سے اور تمام عمر اس کو خون نہ آوے تو وہ روزہ رکھا کرے اور نماز پڑھا کرے اور ہمیشہ شوہر سے قربت کیا کرے اور اس کی عدت مہینوں سے منقضی ہو گی دوسری یہ کہ بلوغ کے نزدیک یا بعد اس کے تین دن سے کم خون کو دیکھے پھر ہمیشہ کو خون منقطع ہو جائے اس کا حکم پہلی صورت کا سا حکم ہے تیسری یہ کہ ایسا خون دیکھے جو حیض ہو سکتا ہے پھر دائمی انقطاع ہو جائے اس کا حکم بھی پہلی صورت کے مانند ہے مگر یہ کہ اس کی عدت منقضی نہ ہو گی مگر حیض سے اگر حیض طاری ہو قبل از سن ایاس اور اگر طاری نہ ہو تو مہینوں سے اس کی عدت منقضی ہو گی ابتداء سن ایاس سے چنانچہ باب العدۃ میں مذکور ہو گا الا عند الاحتیاج الی نصب عادۃٍ لہا اذا استمر بہا الدم اکثر طہر کی حد نہیں مگر عورت کی عادت مقرر کرنے کی احتیاج کے وقت جب کہ اس کا خون برابر بلا انقطاع جاری ہو جائے یعنی سیلان دائمی میں البتہ اکثر طہر کے محدود کرنے کی حاجت ہو گی فیجعل العدۃ بشہرین بہ یفتی تو طلاق کی عدت کے واسطے طہر کی اکثر مدت دو مہینے ٹھہرائے جائیں گے یہی قول مفتی بہ ہے م نہایہ میں کہا کہ حاکم شہید کے اس قول پر اس واسطے فتوی ہوا کہ یہ آسان تر ہے اور یہ دو مہینوں کی حد معتادہ[1] اور متحیرہ کے حق میں ہے نہ مبتدأہ میں یعنی جس عورت کو جوان ہوتے ابتداء جوانی سے برابر خون جاری ہو گیا اس واسطے کہ مبتدأہ کا حیض ہر مہینے سے دس دن ہیں ابتداء رویت سے خواہ عشرہ اولیٰ ہو یا عشرہ ثانیہ ہو یا ثالثہ اور باقی ایام طہر کے ہیں سو اگر مبتدأہ کو اس کے زوج نے طلاق دی آخر طہر میں تو اس کی عدت اقتراء دن میں منقضی ہو گی تین حیض تیس دن کے اور دو طہر ایک طہر ۲۰ دن کا اور دوسرا انیس دن کا اور اگر اول طہر میں طلاق دی تو عدت آخر ہو گی ۸۸ یا ۸۹ دن میں تین حیض تو تیس دن کی اور تین طہر ایک طہر ۲۰ دن کا اور دو طہر انیس انیس دن کے یا ایک طہر انیس دن کا اور دو طہر بتیس بتیس دن کے اور اگر طلاق دی اول حیض میں عدت منقضی ہو گی ۹۸ یا ۹۹ دن میں چار حیض چالیس دن کے اور تین طہر بطور سابق کے کذا فی الطحطاوی وہم کلامہ المبتدأۃ والمعتادۃ

[1] ان الفاظ کا تفسیر آگے آتی ہے ۱۲

Marfat.com

ومن نسیت عادتہا اور مصنف کا کلام نصب عادت میں شامل ہے مبتداۃ اور معتادہ یعنی وہ عورت کہ اپنی عادت نہیں بھولی اور اس عورت کو جو اپنے حیض کی عادت بھول گئی م یہ کلام فی الجملہ صحیح ہے اگرچہ اکثر طہر کی حد مختلف ہے اس واسطے کہ معتادہ اور نا سیہ کی اکثر طہر کی حد دو مہینے ہیں اور مبتداۃ ۱۵ دن ہیں حالت استحاضہ میں طحطاوی نے کہا مصنف کا یہ کلام الا عند نصب عادۃ لہا اذا استمر بہا الدم مبتداۃ کے ۱۵ دن پر بھی صادق آتا ہے وتسمی المحیرۃ والمضلۃ اور جو کہ حیض کی عادت بھول گئی اس کو محیرہ اور مضلہ کہتے ہیں م محیرہ اور مضلہ بصیغہ مفعول اور فاعل دونوں جائز ہے یعنی وہ عورت اپنے حیض اور طہر میں حیران اور گمراہ ہے یا یہ کہ اس نے فقہا کو حیران کر رکھا ہے اور اس کو ناسیہ اور ضالہ اور متحیرہ بھی بولتے ہیں واضلالہا ما بعد و امکان ادبہا کما بسطہ فی البحر والحادی اور اس کا گم کرنا اور بھول جانا یا تو شمار ایام حیض کا بھولنا ہے کہ کے دن حیض آتا تھا یا مکان کا بھولنا ہے یعنی شمار ایام کا تو یاد ہے مگر تاریخ یاد نہیں کہ عشرہ اولی میں ہوتا تھا یا ثانیہ یا ثالثہ میں یا دونوں کا بھولنا ہے یعنی نہ شمار یاد ہے نہ تاریخ چنانچہ بحر الرائق اور حادی میں مشرح مذکور ہے وحاصلہ انہا تتحری اور حاصل اس بیان مشرح کا یہ ہے کہ بھولنے والی اکثر دوڑا دے اور خوب سوچے یعنی ظن غالب پر عمل کرے یعنی جن دنوں کو طہر گمان کرے تو وہ پاک ہے ہر وقت وضو کر کے نماز پڑھا کرے اور جن دنوں کو حیض سمجھے ان میں نماز روزہ ترک کرے خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب اس کو حیض کا یقین ہو وقت مخصوص میں تو عبادت ترک کرے اور اگر یقین نہ ہو تو گمان غالب پر عمل کرے اور اگر کسی طرح دل نہ ٹھہرے اور تردد واقع ہو اس کا حکم شارح بیان کرتا ہے وحتی تردد بین حیض ودخول فیہ وطہر توضاء لکل صلوۃ اور جب کہ عورت مذکورہ کو تردد واقع ہو حیض میں اور حیض کے آنے میں اور ظاہر ہونے میں تو ہر نماز کے واسطے وضو کرے یعنی جس دن یہ تردد ہو کہ شاید یہ دن حیض کا ہے یا حیض شروع ہوا یا شاید پاکی کا دن ہے تو ہر نماز میں وضو کیا کرے یہی قول صحیح ہے اور واجبات اور سنن موکدہ ادا کرے اور قرآن بقدر مفروض اور واجب کے پڑھے اور مسجد میں نہ جاوے اور قرآن کا مس نہ کرے وتمامہ فی الطحطاوی وان بینہما ادخول فیہ تغتسل لکل صلوۃ اور اگر تردد ہو حیض اور طہر میں اور طہر کے داخل ہونے یعنی حیض سے خارج ہونے میں تو ہر نماز کے واسطے غسل کرے اس واسطے کہ شاید حیض سے خارج ہوئی اور طہر میں داخل ہوئی وترک غیر موکدۃ ومسجدا وجاعا اور چھوڑے نماز غیر موکدہ کو اور مسجد کے جانے کو اور جماع کو یعنی زوج کو اپنے اوپر قادر نہ ہونے دے کہ شاید حیض میں جماع واقع ہو م حلبی محشی نے کہا کہ یہ دوسری صورت سے متعلق ہے وتصوم رمضان ثم تقضی عشرین یوما ان علمت بدایۃ لیلا اور سارے رمضان میں روزہ رکھے پھر ۲۰ دن قضا کرے اگر جانتی ہو شروع ہونا حیض کا اس بیماری سے پہلی رات کو م اس واسطے کہ اگر حیض رات سے شروع ہوا تو رات پر ختم ہوگا تو اس کا روزہ رمضان میں سوائے دس دن کے فاسد نہ ہوا اور دس دن قضا کے فاسد ہوئے کذا فی الحلبی قضا کے دن فاسد ہوئے حیض کے احتمال سے تو ۲۰ دن کے قضا کرنے میں دس دوسرے بالیقین طہر میں واقع ہوں گے والا فاثنین وعشرین ورنہ بائیس دن قضا کرے یعنی اگر ابتداء حیض دن سے جانتی ہو تو ۲۲ دن قضا کرے اس واسطے کہ اگر حیض دن سے شروع ہوا تو دن میں ختم ہوگا گیارھویں دن تو گیارہ روزے اس کے فاسد ہو گئے اور اسی قدر قضا ہیں کذا فی الحلبی تو ۲۲ دن کی قضا میں گیارہ روزے بالیقین طہر میں واقع ہوں گے وتطوف لرکن ثم لیعید بعد عشرۃ اور طواف کرے فرض جس کو طواف الزیارۃ کہتے ہیں پھر اس کا اعادہ کرے دس دن کے بعد یعنی اس واسطے کہ طواف الزیارۃ میں طہارۃ واجب ہے اور شاید کہ وہ طواف حیض میں واقع ہوا ہو ولصدر ولا تعیدہ اور طواف الصدر کرے یعنی کعبہ سے رخصت ہونے کا طواف اور اس کو اعادہ نہ کرے اس واسطے کہ حائض پر طواف الصدر ساقط ہے وتعتد بطلاق سنۃ اشہر علی المفتی بہ اور عدت کرے طلاق کی وجہ سے سات مہینے مفتی بہ قول پر یعنی مضلہ اور اسی طرح معتادہ مستمرۃ الدم بقول حاکم شہید سات مہینے کی عدت کرے کذا فی الحلبی اس لیے کہ تین حیض کے تیس دن اور چھ مہینے کے تین طہر چنانچہ سابق میں گذرا کہ اکثر طہر اس کا دو مہینے کا ہے وما تراہ من لون کدرۃ وترابیۃ فی مدۃ المعتادۃ اور حیض کی عادت معتادہ میں جو رنگ کہ دیکھے چنانچہ ترگی اور خاکستری وہ حیض ہے م جب کہ تیرہ اور خاکستر خون حیض ٹھہرا تو سرخ اور سیاہ اور زرد اور سبز بطریق

Marfat.com

اول حیض ہو کا سکے بیاض خالص قیل ہو شئ یشبہ الخیط الابیض سفیدی خالص کے سوا کہ وہ حیض نہیں ہے بعضوں نے کہا کہ بیاض خالص ایک چیز ہے سفید دھاگے کی مانند یعنی بعد اختتام حیض کے وہ گدی پر ظاہر ہوتی ہے لیکن تحقیق یہ ہے کہ بیاض خالص سے انقطاع حیض مراد ہے کذا فی نہر الفائق ولو الدمی طہرا متخللا بین الدمین فیہا حیضٌ اگرچہ مدت کے اندر دو خونوں کے درمیان طہر معلوم ہو وہ بھی حیض ہے یعنی حیض کے دس دن کی مدت میں اول خون نظر آیا اور آخر میں بھی نمود ہوا اور مابین میں خشکی معلوم ہوئی تو یہ طہر متخلل بین الدمین بھی حیض میں داخل ہے لان العبرۃ لاولہ وآخرہ وعلیہ المتون فلیحفظ طہر متخلل اس واسطے حیض ٹھہرا کہ اس کے اول اور آخر کا اعتبار ہے اور اسی قول پر متون فقہ کا اتفاق ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م یعنی جیسے وجوب زکوۃ میں ابتدا اور انتہا سال میں نصاب کا ہونا کافی ہے اگرچہ سال کے اندر پوری نصاب باقی نہ رہی ہو اسی طرح حیض میں مدت کے اول اور آخر کا اعتبار ہے درمیان کی خشکی ساقط الاعتبار ہے شارح نے اس قول سے صاحب بحر کے اس کلام کے رد ہونے پر اشارہ کیا اگرچہ اس روایت کو اصحاب متون نے اختیار کیا ہے لیکن اصحاب شروح نے اس کی تصحیح نہیں کی اس واسطے کہ نصاب پر قیاس صحیح نہیں کیونکہ یہاں خون اثناء مدت میں منقطع ہے اور زکوۃ میں بقاء جزء نصاب اثناء سال میں مشروط ہے صاحب نہر الفائق نے اس کو یوں رد کیا ہے کہ یہ قیاس نہیں ہے نصاب پر بلکہ اس کا نظیر بیان کیا ہے ثم ذکر احکامہ بقولہ یمنع صلوٰۃ مطلقا ولو سجدۃ شکر پھر مصنف نے احکام حیض کے بیان کیے اپنے اس قول سے کہ حیض منع کرتا ہے نماز کو مطلقاً یعنی خواہ رکوع سجود والی نماز ہو خواہ جنازہ کی اگرچہ سجدہ شکر کا ہو وصوماً وجماعاً اور حیض مانع ہے روزہ اور جماع کو وتقضیہ لزوماً دونہا للحرج اور عورت روزہ کو قضا کرے بضرورت نہ نماز کو بسبب حرج اور مشقت کے م نماز ہر سال ہر روز فرض ہے اور روزہ سال بھر میں ایک مہینہ تو قضاء صوم میں حرج نہیں اور نماز کی قضا میں دقت ہے ولو شرعت تطوعاً فیہما فحاضت قضتہما خلافا لما زعمہ صدر الشریعۃ بحر اور اگر عورت نے نفل نماز روزہ شروع کیا پھر وہ حائض ہو گئی تو نماز روزہ دونوں قضا کرے برخلاف اس قول کے جو صدر الشریعۃ نے گمان کیا ہے کذا فی البحر یعنی شارح وقایہ نے کہا ہے کہ روزہ قضا کرے نہ نماز وفی الفیض لو نامت طاہرۃ وقامت حائضۃ حکم بحیضہا لمن قامت اور فیض میں ہے کہ اگر عورت سوئی پاک اور اٹھی حیض کی حالت میں تو اس کے ثبوت حیض کا حکم ہوگا جب سے کہ وہ اٹھی م یہ حکم نظر باحتیاط ہے تو اگر عشاء کے وقت بدون نماز پڑھے سو گئی اور صبح کو اٹھی تو عشا کو قضا کرے اس واسطے کہ اضافت حوادث کی اقرب اوقات کی طرف ہوتی ہے ولعکسہ مذنامت احتیاطاً اس کے بالعکس میں یعنی سوئی حائض اور اٹھی طاہر تو اس کی طہارت کا حکم ہوگا سونے کے وقت سے احتیاط کی راہ سے م بعضوں نے کہا قولہ احتیاطاً عکس کی علت ہے میں کہتا ہوں کہ وہ دونوں صورتوں کی معاملت ہے چنانچہ عنقریب مذکور ہوگیا اور اس پر دلیل بحر الرائق کا کلام ہے کہ اگر عورت نے گدی رکھی رات کو اور فجر کو پاک اٹھی تو عشا کی نماز قضا کرے پھر اگر وہ طاہر تھی سو اس نے تراوٹ دیکھی صبح کو تو بھی عشا کو قضا کرے اگر نماز نہ پڑھی ہو گدی رکھنے سے پہلے اس کو پاک قرار دینے کی وجہ سے پہلی صورت میں گدی رکھنے کے وقت سے اور حائض قرار دینے کی علت سے دوسری صورت میں گدی کے جدا کرنے کے وقت سے نظر باحتیاط دونوں صورتوں میں کذا فی الطحطاوی ویمنع حل دخول مسجد اور منع کرتا ہے حیض دخول مسجد کے حلال ہونے کو م اس سے معلوم ہوا کہ جس کے بدن پر نجاست لگی ہو وہ مسجد میں نہ جائے مسجد کی قید سے عیدگاہ خارج ہے اور اسی طرح خانقاہ اور مدرسہ اور جس کے پیٹ میں ریح گھومی وہ اس کے خارج کرنے کو باہر مسجد کے نکل جائے یہی قول اصح ہے اور اگر مسجد میں کسی کو احتلام ہو وہ تیمم کر کے باہر نکلے اگر خوف نہ ہو دشمن یا جانور کا اور اگر خوف ہو تو تیمم کر کے وہیں ٹھہرا رہے اگر مسجد سے جلد نکلے تو تیمم کرنا جائز ہے اور اگر خوف سے وہیں ٹھہرے تو واجب ہے کذا فی الطحطاوی مختصراً وحل الطواف ولو بعد دخولہا المسجد وتمرو عہا فیہ اور حیض حلت طواف کا مانع ہے اگرچہ حیض بعد داخل ہونے مسجد الحرام کے اور طواف میں شروع کرنے کے بعد عارض ہوا ہو وقربان ماتحت الازار یعنی مابین سرۃ وکتبہ ولو بلا شہوۃ اور منع کرتا ہے حیض اس کے نیچے کی نزدیکی سے یعنی اس بدن کی قربت سے جو ناف اور گھٹنے کے درمیان ہے اگرچہ قربت بدون شہوت کے ہو یعنی جماع کرنا اور ران وہاں لگانا

Marfat.com

اور بدون شہوۃ کے ہاتھ لگانا سب حرام ہے م یہ حرمت استمتاع[1] ماتحت الازار کی درصورت عدم حیلولت کے ہے اور اگر بدون جماع کے استمتاع ماتحت الازار بوجہ حیلولت کے ساتھ یعنی کپڑا درمیان میں حائل ہو تو جائز ہے اگرچہ خون سے آلودگی ہو اور حائض کا کھانا پکانا اور اس کے آٹے اور پانی چھوئے کو استعمال کرنا مکروہ نہیں اور حائض کے چھونے سے علیحدہ رہنا لائق نہیں کہ یہ یہودیوں کا فعل ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وحل ماعداہ مطلقاً اور قربت مذکورہ کے سوا ہر فعل حلال ہے علی التمام ماسوائے قربت مذکورہ نظر ماتحت الازار اور استمتاع بقیہ بدن پر صادق ہے خواہ نظر کرنا اور استمتاع شہوت کے ساتھ ہو یا بدون شہوت اور یہی مطلب ہے اطلاق کا کذا فی الحلبی وہل یحل النظر ومباشرۃ تہالہ فیہ تردد اور کیا نظر کرنا عورت کی ماتحت الازار کو اور بدن سے بدن لگانا عورت کا مرد کو حلال ہے یا نہیں جواب اس کا یہ ہے کہ اس میں تردد ہے م شارح کو یہ تردد پیدا ہوا ہے صاحب بحر کے متردد ہونے سے لیکن تحقیق یہ ہے کہ نظر کے حلال ہونے میں کچھ تردد نہیں اس کی تحریم پر کوئی معتمد دلیل نہیں وہ داخل ہے اس قول کے تحت میں وحل ماعداہ مطلقاً کذا فی الطحطاوی وقرأۃ قرآن بقصدہ اور حیض منع کرتا ہے قرآن پڑھنے کو قرآن کی نیت سے م حائض کو قرآن پڑھنا ممنوع ہے خواہ پوری آیت ہو یا کم یہی قول ہے کرخی کا اور اکثر کتب میں اسی کو صحیح کہا ہے کذا فی البحر لیکن اگر قرآن پڑھا بہ قصد ثنا یا افتتاح امر یا بقصد دعا تو اصح روایت میں ممنوع نہیں اور بسم اللہ پڑھنا بالاتفاق ممنوع نہیں اور اذکار کا پڑھنا مباح ہے مطلقاً اور ذکر کے واسطے حائض کو وضو کرنا مستحب ہے اور ترک اس کا خلاف اولیٰ ہے کذا فی الطحطاوی ملخصاً ومَسّہٗ ولو بکمّہ یا بالفارسیۃ فی الاصح اور حیض منع کرتا ہے قرآن کے چھونے کو اگرچہ قرآن فارسی خط میں لکھا ہو صحیح تر قول میں م مس قرآن جنب اور حائض کو جائز نہیں خواہ لوح پر لکھا ہو خواہ درم یا دیوار پر مصحف کا مس کسی طرح جائز نہیں نہ حواشی کا نہ حاشیہ کا یہی قول معتمد ہے برخلاف غیر مصحف کہ اس میں مکتوب کا مس جائز نہیں اور غیر مکتوب کا مس جائز ہے کذا فی البحر الا بغلافہ المتصل کما مر مگر قرآن کا چھونا جدے غلاف سے جائز ہے چنانچہ گذرا یعنی جزدان کے ساتھ چھونا درست ہے چولی کے ساتھ درست نہیں م قرآن کے مانند توریت اور انجیل اور زبور ہیں جن میں تبدیل اور تحریف واقع نہیں ہوئی فقہا نے کہا ہے کہ تفسیر اور فقہ اور احادیث کی کتابوں کا چھونا حائض کو مکروہ ہے کیونکہ آیات قرآنی سے خالی نہیں اس تعلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ جمیع شروح نحو کا بھی یہی حال ہے کذا فی النہر وکذا یمنع حملہ کلوح ودرق فیہ آیۃ اور منع کرتا ہے قرآن کے اٹھانے کو جیسے اس تختے اور ورق کا اٹھانا ممنوع ہے جس میں آیت قرآنی مکتوب ہے م اور اگر آیت سے کم مکتوب ہے تو اس کا چھونا مکروہ نہیں کذا فی الطحطاوی عن القہستانی ولا باس لحائض وجنب لقرأۃ ادعیۃ ومسہا وحملہا وذکر اللہ تعالیٰ وتسبیح وزیارۃ قبور ودخول مصلی عید اور کچھ مضائقہ نہیں حائض اور جنب کو دعاؤں کے پڑھنے اور چھونے اور اٹھانے میں اور اللہ تعالیٰ کے ذکر میں اور سبحان اللہ کہنے اور قبروں کی زیارت اور عیدگاہ کے داخل ہونے میں م لاباس کے لفظ میں اشارہ ہے کہ جنب اور حائض کو ان چیزوں میں وضو کر لینا مستحب ہے وأکلٍ وشربٍ بعد مضمضۃ وغسل یدیہ اور کھانے پینے میں کلی کرنے اور ہاتھ دھونے کے بعد م تو کلی اور ہاتھ دھونے کے بعد کھانا پینا اصلاً مکروہ نہیں حائض کو لفظ لاباس کا خلاف اولیٰ پر جو مرجع ہے کراہت تنزیہی کا دلالت نہیں کرتا بدلیل قول شارح وما قبلہا فیکرہ کذا فی الطحطاوی وما قبلہا فیکرہ لجنب لا حائض مالم تحالب بغسل مکروہ الحلبی اور کلی اور ہاتھ دھونے سے پہلے تو کھانا پینا جنب کو مکروہ ہے نہ حائض کو جب تک کہ حائض کو نہانے کا حکم نہ ہو یعنی طاہر ہونے کے بعد ایسا ذکر کیا ہے حلبی نے م جنب اور حائض میں فرق یہ ہے کہ جنب کا منہ دھونا کلی سے ساقط ہو جاتا ہے تو پانی مستعمل ہوگا اور مستعمل پانی پینا مکروہ ہے برچند یہ تعلیل طعام میں جاری نہیں برخلاف حائض کہ اس کا حدث مرتفع نہیں ہوتا قبل از انقطاع حیض ولا یکرہ تحریماً مس قرآن بکم عند الجمہور تیسیر آدمی فی الہدایۃ الکرابۃ بوجہ الحوط اور مکروہ تحریمی نہیں چھونا قرآن کا آستین سے اکثر عالموں کے نزدیک آسانی کے واسطے اور ہدایہ میں اس کے مکروہ ہونے کو کہا اور اس میں زیادہ تر احتیاط ہے م آستین سے مراد وہ کپڑا جو چھونے والے کے بدن سے متصل ہے ویحل وطیہا اذا انقطع حیضہا لاکثرہ بلا غسل وجوباً بل ندباً اور حلال ہے عورت سے جماع کرنا جب کہ اس کا حیض منقطع ہو گیا حیض کی اکثر مدت کے بعد بدون غسل واجب

[1] تمتع حاصل کرنا۔ بندے سے ۱۲

Marfat.com

کے بلکہ قبل جماع کے نہانا مستحب ہے یعنی جب کہ دس رات دن کے بعد حیض بند ہوا تو بدون نہانے کے اس عورت کا جماع درست ہے اور قبل جماع کے غسل کرنا واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے تو جماع بلا غسل مکروہ تنزیہی ہے وان انقطع لدون اقلہ توضأ وتصلی آخر الوقت اور اگر منقطع ہوا خون حیض کی اقل مدت سے کم تر میں یعنی تین رات دن سے کم مدت میں بند ہوا تو عورت وضو کرے اور نماز پڑھے نماز کے آخر وقت میں مم یہاں غسل نہ ثابت ہوا کیونکہ یہ خون حیض کا نہیں ہے طحطاوی نے کہا شارح نے اس صورت میں جماع کا حکم بیان نہیں کیا لیکن اس کا حلال نہ ہونا اگلے مسئلے سے ظاہر ہوتا ہے یعنی جب کہ عادت سے کم اقل مدت کے بعد منقطع ہونے سے حلت نہیں تو یہاں بطریق اولیٰ حلت نہ ہوگی وان لاقلہ فان لدون عادتہا یحل اور اگر حیض منقطع ہوا اپنی اقل مدت کے بعد پھر اگر عادت سے کم مدت میں بند ہو گیا تو جماع حلال نہیں اگرچہ وہ غسل کر چکی ہو کذا فی البحر وتغتسل وتصل وتصوم احتیاطاً اور عورت مذکورہ غسل کرے اور نماز پڑھے اور روزہ رکھے احتیاط کی راہ سے مم تاخیر کرنا غسل کا آخر وقت تک مستحب ہے جب کہ پوری عادت کے بعد حیض منقطع ہوا ہو اور اگر عادت سے کم منقطع ہوا ہو تو تاخیر واجب ہے کذا فی النہر وان لعادتہا فان کتابیۃ حل فی الحال اور اگر اقل مدت کے بعد عورت کی عادت پر حیض منقطع ہوا تو اگر وہ عورت اہل کتاب سے ہے تو اس کا جماع کرنا فی الحال حلال ہو گیا یعنی اس واسطے کہ اس پر غسل کرنا واجب نہیں کیونکہ کفار احکام شرعیہ کے مخاطب نہیں کذا فی البحر والا لا یحل حتی تغتسل او تیمم بشرطہ اور اگر عورت مذکورہ مسلمان ہے تو جماع حلال نہیں یہاں تک کہ غسل کرے یا تیمم کرے بدلے غسل کے تیمم کی شرط کے موافق یعنی اگر آب مطلق کافی کے استعمال سے عاجز ہے تب اس کو تیمم درست ہوگا نہر الفائق میں ہے کہ تیمم کے بعد بدون نماز پڑھے جماع اس کا حلال نہیں بالاجماع بنا بر قول اصح کے او یمضی علیہا زمن یسع الغسل ولبس الثیاب والتحریمۃ یعنی من آخر وقت الصلوٰۃ لتعلیلہم بوجوبہا فی ذمتہا حتی لو طہرت فی وقت العید لا بد ان یمضی وقت الظہر کما فی السراج یا انقطاع حیض کے بعد اس قدر زمانہ گذر جائے جو گنجائش رکھتا ہو نہانے اور کپڑے پہننے اور تحریمہ باندھنے کی یعنی نماز کے آخر وقت سے اس قدر زمانہ چاہیے بسبب وجہ بیان کرنے فقہا کے واجب ہونے نماز کے عورت کے ذمہ پر یعنی وجوب نماز کا ثابت نہیں بدون خروج وقت کے تو اگر عورت طاہر ہوئی عید کے وقت تو ضرور ہے کہ ظہر کا وقت گذر جائے چنانچہ سراج وہاج میں مذکور ہے مم تو مراد یہ ہے کہ ایسے وقت میں پاک ہو کہ خروج وقت تک اس قدر باقی ہو کہ نہانا اور کپڑے پہننا اور تحریمہ باندھنا ہو سکتا ہو اور یہ مراد نہیں کہ نماز کے اول وقت میں پاک ہو اور اس قدر زمانہ گذر جائے جیسا کہ بعضے غلط سمجھے ہیں ہر چند مصنف کی عبارت عام ہے لیکن مراد یہی ہے جو مذکور ہو گیا اور جماع کو اس واسطے مخصوص کر کے ذکر کیا تا معلوم ہو کہ حیض اور نفاس کی طہارت وقت مذکورہ کے گذر جانے سے جماع کے حق میں ہے نہ قرآن پڑھنے کے حق میں کذا فی الطحطاوی عن الحموی عن البرجندی درر میں ہے کہ اگر حیض بند ہوا دس کے بعد تو وہ پاک ہو گئی اور غسل واجب ہوا اور اگر تین دن سے کم میں خون بند ہوا یا تین دن سے زیادہ عادت سے کم یا عادت کے موافق بند ہوا اور پھر جاری ہوا دس دن کی مدت میں تو اس کی طہارت کا حکم باطل ہو گیا خواہ وہ مبتدأہ ہو خواہ معتادہ انتہی وہل تعتبر التحریمۃ فی الصوم الاصح لا اور کیا صوم میں بھی تحریمہ معتبر ہے یا نہیں جواب یہ ہے کہ صحیح تر قول میں معتبر نہیں یعنی اگر قبل فجر کے طاہر ہوئی تو وجوب صوم کے واسطے اس قدر زمانہ شرط ہے رات کا جس میں نہانا اور کپڑے پہننا ممکن ہو تو نماز اور صوم میں کچھ فرق نہیں سوائے تحریمہ کے تو نماز میں تحریمہ معتبر ہے اور صوم میں معتبر نہیں وہی من الطہر مطلقاً اور وہ یعنی تحریمہ طہر اور پاکی میں داخل ہے نہ حیض میں برصورت سے خواہ انقطاع اکثر مدت سے ہوا ہو خواہ اقل سے کذا فی الحلبی وکذا الغسل لو لاکثرہ ولا من الحیض فتقضی مطلقاً ان بقی قدر الغسل والتحریمۃ ولو لعشرۃ فقد التحریمۃ فقط لسلا تزید ایام علی عشر فلیحفظ اور اسی طرح غسل بھی طہر میں داخل ہے اگر حیض منقطع ہوا ہو اکثر مدت پر اور اگر ایسا نہیں تو وہ حیض میں داخل ہے تو عورت نماز قضا کرے مطلقاً اگر زمانہ بقدر غسل اور تحریمہ کے باقی ہو تا کہ حیض کے ایام دس سے زیادہ نہ ہو جاویں سو اس کو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگر اکثر مدت میں انقطاع ہوا ہو تو غسل کا زمانہ حیض میں شمار نہ ہوگا ورنہ ایام حیض کو اس سے زیادہ ٹھہریں گے اور یہ شرع سے ثابت نہیں وہی یکفر مستحلہ کا جزم بغیر اعتماد اور جماع کرنا حیض سے کافر ٹھہراتا ہے اس کے حلال

لہ معتبر یہ تھا کہ مترجم اول یوں کہتا کہ کافر ہو جاتا ہے اس کا حلال سمجھنے والا۔

Marfat.com

سمجھنے والے کو چنانچہ اس تکفیر پر ایک نے نہیں بہت فقہاء نے یقین کیا ہے ازانجملہ صاحب مبسوط اور صاحب اختیار اور صاحب فتح القدیر ہے کذا فی الطحطاوی وکذا المستحل وفی الدر عند الجمہور مفتی اور اسی طرح وطی دبر کا حلال سمجھنے والا کافر ہے اکثر علماء کے نزدیک کذا فی البحر تمام حلال عورت کی دبر مراد ہے اور غلام وغیرہ کی دبر میں ظاہر اتکفیر کا خلاف جاری نہیں کذا فی الطحطاوی وقیل لا یکفر فی الشتین وہو الصحیح خلاصہ وعلیہ المعول لانہ حرام لغیرہ ولما یجئی فی المرتد انہ لا یفتی بتکفیر مسلم کان فی کفرہ خلاف ولو روایۃ ضعیفۃ اور بعضوں نے کہا کہ حلال سمجھنے والے کو کافر کہنا نہ چاہیے دونوں مسئلوں میں اور یہی قول صحیح ہے کذا فی الخلاصۃ اور اسی قول پر اعتماد ہے اس واسطے کہ وہ اپنے غیر کے سبب سے حرام ہے یعنی حیض اور براز کی نجاست کے وجہ سے اور اس لیے کہ باب المرتد میں آوے گا کہ فتوی نہیں دیا جاتا اس مسلمان کی تکفیر کا جس کے کفر میں عالموں کا خلاف واقع ہے اگرچہ ضعیف ہی روایت ہو ہم حرام لغیرہ کے مستحل کی تکفیر پر فتوی نہیں بلکہ حرام لعینہ کے مستحل پر فتوی ہے جب کہ اس کی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہو سو اگر حرام لغیرہ دلیل قطعی سے ثابت ہے یا حرام لعینہ آحاد سے تو اس کی حلت کا معتقد کافر نہیں کذا فی الطحطاوی عن البحر ثم ہو کبیرۃ لو عامدا مختارا عالما بالحرمۃ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ جماع کرنا حیض میں گناہ کبیرہ ہے اگر دانستہ ہو اپنے اختیار سے حرمت کو جان بوجھ کر لاجاہلا او مکرہا او ناسیا گناہ کبیرہ نہیں اگر اس کی حرمت کو نہ جانتا ہو یا بے اختیار ہو کسی کے جبر کرنے سے یا حیض کو بھول کر جماع کیا ہو فتلزمہ التوبۃ جب گناہ کبیرہ ہوا تو اس کے فاعل کو توبہ اور استغفار لازم ہے ویندب تصدقہ بدینار او نصف اور مستحب ہے اس کو صدقہ دینا ایک دینار یا نصف دینار کام دینار ساڑھے چار ماشہ سونے کا ہوتا ہے اصحاب سنن کی ابن عباسؓ سے ایک روایت یوں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مرد نے حائض سے جماع کیا اول خون میں اور حالانکہ خون سرخ ہے تو ایک دینار صدقہ کرے اور اگر انقطاع خون میں جماع کیا اور حالانکہ خون زرد ہے تو نصف دینار خیرات کرے کذا فی تبیین جامع الاصول ومصرف کفارۃ اور مصرف اس دینار اور نصف دینار کا زکوۃ کی مانند ہے وہل علی المرأۃ تصدق قال فی الضیاء الظاہر لا اور کیا عورت پر بھی خیرات کرنا مستحب ہے ضیاء میں کہا کہ ظاہر اعورت پر یہ حکم نہیں ہے دوم استحاضہ حکمہ حکم رعاف دائم وقتا کاملا اور استحاضہ کے خون کا حکم نکسیر دائمی کے مانند ہے کہ نماز کے پورے وقت میں جاری ہے م خون استحاضہ چھ قسم ہے ایک وہ ہے جو اقل حیض سے کم ہو ۲۔ یہ کہ اکثر حیض سے زیادہ ہو ۳۔ یہ کہ حیض مبتداہ سے زیادہ ہو اور اس کا حیض دس روز کا ہے ہر مہینہ میں ۴۔ یہ کہ نفاس مبتداہ سے زیادہ ہو اور اس کا نفاس ۴۰ دن کا ہے ۵۔ یہ کہ حیض اور نفاس کی عادت سے زیادہ اور دونوں کی اکثر مدت سے تجاوز کر جائے ۶۔ حاملہ کا خون کذا فی الحموی اور آئسہ اور صغیرہ اور مراہقۃ الرحم کا خون اسی قسم کا ہے کذا ذکرہ ابو السعود اور خون استحاضہ کی علامت یہ ہے کہ اس میں بو نہیں ہوتی اور حیض کے خون میں بدبو ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر لا یمنع صوما وصلوۃ ولو نفلا وجماعا لحدیث توضئی وصلی وان قطر الدم علی الحصیر خون استحاضہ مانع نہیں صوم اور صلوۃ کا اگرچہ نفل کی نماز ہو اور جماع کا مانع نہیں بدلیل اس حدیث کے کہ فاطمہ بنت ابی حبیش سے فرمایا کہ وضو کیا کر اور نماز پڑھا کر اگرچہ خون چٹائی پر ٹپکے م حکم نماز کا حدیث کی عبارۃ النص سے ثابت ہے اور صوم اور جماع کا دلالۃ النص سے کذا فی الفتح والنفاس لغۃ ولادۃ المرأۃ وشرعا دم یلوم ترہ بل تکون نفساء المعتاد نعم یخرج من رحم اور نفاس لغت عرب میں عورت کا جننا ہے اور اصطلاح شرع میں نفاس وہ خون ہے جو رحم سے نکلے لڑکا پیدا ہونے کے بعد پھر اگر عورت ولادت کے بعد خون نہ دیکھے کیا وہ نفسا یعنی زچا ٹھہرے گی یا نہیں جواب یہ ہے کہ ہاں معتمد قول یہی ہے کہ وہ زچا ہے م تو اس پر غسل واجب ہے احتیاط کی راہ سے اس واسطے کہ ولادت قلیل خون سے خالی نہیں کذا فی البحر فلو ولدت من سرتہا ان سال الدم من الرحم فنفساء والا فلا قدات جرح وان ثبت لہ احکام الولد پھر اگر عورت لڑکا جنی اپنی ناف سے اس طرح کہ ناف میں زخم تھا اور وہ پھٹ گیا اور بچہ نکل آیا تو اگر خون بچہ دان سے جاری ہوا تو وہ زچا ہے اور اگر خون وہاں سے جاری نہیں ہوا تو وہ عورت زچا نہ ہوگی زخم والی ٹھہرے گی اگرچہ اس مولود کو احکام ولد کے ثابت ہوں گے م احکام مولود کے یہ ہیں کہ اس کی ماں کی عدت منقضی ہوگی اور وہ ام ولد ٹھہرے گی اور اس کی ملاق اگر ولادت پر معلق ہوگی تو اس کے پیدا ہونے سے واقع ہوگی کذا فی الطحطاوی عن الظہیریۃ عقب ولد او اکثرہ ولو سقطا عضوا فنفاس ثابت ہوتا ہے پورا لڑکا پیدا ہونے یا اکثر یعنی نصف سے

Marfat.com

زیادہ نکلنے کے بعد اگرچہ تمام یا اکثر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نکلا ہو لا اقلہ فتتوضاء ان قدرت او تتیمم وتؤدی بصلوۃ ولا تؤخر فما عذر الصحیح القادر نفاس ثابت نہیں کم تر مولود کے نکلنے سے یعنی اگر نصف بدن سے کم خارج ہوا تو وہ عورت زچا نہیں تو اب وہ اس حالت میں وضو کرے اگر وہ قادر ہو یا تیمم کرے اور اشارہ سے نماز پڑھے اور نماز کو تاخیر نہ کرے تو اب کون عذر باقی ہے تاخیر یا ترک نماز کا چنگے بھلے قادر شخص کو یعنی جب ایسی سخت حالت میں عورت کو تاخیر نماز کا حکم نہیں تو تندرست توانا مرد کو کہاں عذر باقی ہے م عورت مذکورہ کو یوں نماز پڑھنا چاہیے کہ اپنے نیچے ٹھیکرے رکھے یا گڑھا کھود لے اور بیٹھ کر نماز پڑھے تاکہ ٹھیکرے کو تکلیف نہ ہو کذا فی الطحطاوی وحکمہ کالحیض فی کل شئ الا فی سبعۃ ذکرتہا فی الخزائن وشرحی للملتقی اور نفاس کا حکم حیض کے مانند ہے ہر چیز میں مگر سات چیزوں میں جن کو میں نے خزائن الاسرار اور ملتقی الابحر کی اپنی شرح میں ذکر کیا ہے م وہ سات چیزیں یہ ہیں بلوغ[1] اور استبرا اور عدت اور یہ کہ اقل نفاس کی کچھ حد نہیں اور اکثر نفاس ۶۰ دن کا ہوتا ہے اور نفاس صوم کفارہ کے تتابع کا قاطع ہے اور نفاس سے طلاق سنت اور طلاق بدعت میں فصل واقع نہیں ہوتا کذا فی الحلبی

منہا انہ لا حد لاقلہ منجملہ ان سات چیزوں کے ایک چیز یہ ہے کہ اقل نفاس کی کچھ حد مقرر نہیں الا اذا انقضت بہ العدۃ کقولہ اذا ولدت فانت طالق فقالت مضت عدتی فقدرہ الامام بخمسۃ وعشرین یوما مع ثلث حیض والثانی باحد عشر والثالث بساعۃ اقل نفاس کی حد نہیں مگر جب کہ عدت کے واسطے اس کی طرف حاجت پڑے چنانچہ مرد کے اس قول میں کہ اس نے اپنی عورت سے کہا کہ جب تو جنے تو تجھ کو طلاق ہے سو اس عورت نے کہا کہ میری عدت طلاق کی گذر گئی تو امام اعظمؒ نے اقل مدت نفاس کی اس صورت میں ۲۵ دن کی ٹھہرائی ہے تین حیضوں کے ساتھ اور ابو یوسفؒ نے گیارہ دن کی اور محمدؒ نے ایک ساعت کی مدت ٹھہرائی ہے م یہاں امام کے قول پر فتوی ہے کذا فی النہر تو اگر عورت نے ولادت سے ۸۵ دن کے بعد کہا کہ میری عدت گذر گئی تو امام کے نزدیک اس کی تصدیق ہوگی کیونکہ ۲۵ دن نفاس کے اور ۱۵ دن کا طہر نفاس اور حیض کے مابین ہیں اور تین حیضوں کے پندرہ دن ہر حیض پانچ دن کا اور مابین تین حیضوں کے دو طہر ۲۰ دن کے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک ادنی مدت تصدیق کی ۶۵ دن ہیں گیارہ دن نفاس کے اور پندرہ دن طہر کے اور تین حیض ۹ دن کے اور ان کے مابین دو طہر ۲۰ دن کے اور محمدؒ کے نزدیک ادنی مدت تصدیق کی ۴۵ دن اور ایک ساعت نفاس کی اور ۱۵ دن طہر کے اور تین حیض ۹ دن کے اور مابین کے طہر کے ۲۰ دن کذا فی الطحطاوی واکثرہ اربعون یوما کذا رواہ الترمذی وغیرہ دلان اکثرہ اربعۃ اشہال اکثر الحیض اور اکثر مدت نفاس کی ۴۰ دن ہیں اسی طرح ترمذی وغیرہ محدثین نے روایت کی ہے اور اس واسطے کہ اکثر نفاس اکثر حیض کا چہار چند ہے م اکثر حیض دس[10] دن کا ہے تو اس کا چوگنا ۴۰ دن ہوئے چہار چند ہونے کی وجہ یہ ہے کہ چار مہینے کے بعد بچے میں جان پڑتی ہے تو اس وقت سے حیض کا خون اس کی غذا ہوتا ہے اور پہلے جو چار مہینے خون بند رہا وہ نفاس ہو کر نکلتا ہے واللہ اعلم والزائد علی اکثرہ استحاضۃ لو مبتدأۃ اور جو خون کہ زیادہ ہو اکثر نفاس یعنی ۴۰ دن سے وہ استحاضہ ہے اگر وہ عورت مبتدأۃ ہے یعنی پہلے پہل جنی ہے اس کی عادت مقرر نہیں ہوئی اما المعتادۃ فترد لعادتہا اور عادت والی زچا تو اپنی عادت کی طرف پھیری جاوے گی یعنی اگر اس کی عادت ۳۰ دن کے نفاس کی ہے اور خون ۵۰ دن جاری رہا تو ۳۰ دن نفاس کے ہیں اور باقی استحاضہ ہے وکذا الناقص اور اسی طرح حائضہ کا حکم ہے یعنی اگر مبتدأۃ ہیں دس[10] دن سے زیادہ خون جاری ہوا تو زائد استحاضہ ہے اور عادت والی تو اپنی عادت کی طرف پھیری جاوے گی کذا فی الطحطاوی فان انقطع علی اکثرہما او قبلہ فالکل نفاس وکذا حیض ان ولیہ طہر تام پھر اگر خون بند ہو گیا نفاس اور حیض کی اکثر مدت پر یا پہلے اس کے تو سارا خون نفاس میں نفاس ہے اور حیض میں تمام حیض ہے

---

[1] یعنی نفاس سے بلوغ ثابت نہیں ہوتا بلکہ حمل سے ثابت ہو چکا اور حیض سے ثابت ہو جاتا ہے اور استبرا کی یہ صورت ہے کہ لونڈی حاملہ ہووے اور اس کے بچہ ہوا اور ایک بچہ اس کے پیٹ میں ہے تو خون دونوں بچوں کے درمیان کا نفاس ہے مگر اس سے استبرا نہ ہوگا بلکہ دوسرے بچہ کے پیدا ہونے کے بعد ہوگا اور عدت کی صورت یہ ہے کہ اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر تو بچہ جنے تو طلاق ہے پھر وہ جنی اور کہا کہ میری عدت منقضی ہو گئی تو سوائے نفاس کے تین حیض کی محتاج ہوگی اور اگر حیض پر طلاق کی تعلیق ہوتی تو وہ طہر مدت ہوتا ۱۲

Marfat.com

اگر ہر ایک نفاس اور حیض کے بعد پورے طہر یعنی پندرہ دن کا اتصال ہوا والا فعادتہا اور اگر ایسا نہیں ہے یعنی اگر اس خون کے بعد ۱۵ دن کا طہر نہ ہوا تو عادت کے موافق نفاس اور حیض ہے اور عادت سے زیادہ استحاضہ ہے مثلاً حیض کی صورت یہ ہے کہ عورت کی عادت تھی ہر مہینہ میں مثلاً پانچ دن کی سو اس کو چھ دن خون آیا تو چھٹا دن حیض کا ہے پھر اگر اس کے بعد ۲۴ دن طاہر رہی پھر خون آیا تو اپنی عادت کی طرف پھیری جاوے گی اور زائد استحاضہ ہوگا اور اگر ۲۵ دن طہر نہ ہوا تو اب دو دن کی اس کی عادت ٹھہرے گی اور نفاس کی یہ صورت ہے کہ اس کی عادت تھی ہر نفاس میں ۴۰ دن کی پھر اس کو ایک بار (ایک روایت میں) ۴۳ دن خون آیا پھر ۴۲ دن طہر ہوا پھر خون آیا تو اپنی عادت کی طرف پھیری جاوے گی اور یوم زائدہ ۱۵ دن کے طہر میں شمار ہوگا کذا فی الطحطاوی وہی تثبت وتنتقل مرۃ بہ یفتی وتمامہ فیما علقناہ علی الملتقی اور عادت ثابت ہوتی ہے اور بدل جاتی ہے ایک بار سے اسی قول پر فتوی ہے اور اس کا پورا بیان ملتقی الابحر کی ہماری شرح میں ہے ہم مثلاً مبتدأہ کو چار دن خون آیا یہ اس کی عادت ٹھہری پھر جب کہ پانچ دن مثلاً خون آیا تو اب یہی عادت ٹھہری پہلی عادت بدل گئی دو بار ایک طرح پر آنا اثبات اور انتقال عادت میں ابو یوسف کے نزدیک شرط نہیں اسی قول پر فتوی ہے اور طرفین کے نزدیک عادت ثابت نہیں ہوئی بدون دو بار کے والنفاس لام توأمین من الاول ہما ولدان بینہما دون نصف حول اور دو جڑواں بچوں کی ماں کا نفاس پہلے بچے کے پیدا ہونے سے ثابت ہوتا ہے توأمین وہ دو بچے ہیں جن کے مابین میں آدھے برس سے کم زمانہ ہے یعنی اس واسطے کہ ولد اول سے انفتاح رحم ظاہر ہوا تو اس کے بعد کا خون نفاس ٹھہرے گا وکذا لو بین الاول والثالث اکثر منہ فی الاصح اور اسی طرح کا حکم تین بچوں کا ہے اگر مابین ولد اول اور ولد ثالث کے نصف سال سے زیادہ زمانہ ہو گیا ہو صحیح تر قول میں یعنی اول اور ثانی میں اور ثانی اور ثالث میں نصف سال سے کم ہو تو اول اور ثالث کے زیادہ ہونے کا اصح قول میں کچھ اعتبار نہیں مصنف نے اپنی شرح میں بحر الرائق سے نقل کیا کہ جو خون کہ ولد ثانی کے بعد آیا اگر ۶۰ دن سے پہلے ہے تو وہ ولد اول کا نفاس ہے پورے ۶۰ دن تک اور ۶۰ دن کے بعد استحاضہ ہے تو عورت غسل کرے اور نماز پڑھے بجز وضع ثانی کے وہو الصحیح انتہی والقضاء العدۃ من الاخیر وفاقا لتعلقہ بالفراغ اور عدت کا منقضی ہونا پچھلے بچے سے ہے بالاتفاق بسبب متعلق ہونے انقضا اور اختتام کے رحم کے خالی ہو جانے سے وسقط مثلث السین ای مسقوط طہر بعض خلقہ کید او رجل او اصبع او ظفر او شعر ولا یتبین خلقہ الا بمائۃ وعشرین یوما ولد حکما اور سقط یعنی جو پیٹ سے ایسا بچہ ناتمام گرپڑا جس کی بعض خلقت ظاہر ہو گئی چنانچہ ہاتھ یا پاؤں یا انگلی یا ناخن یا بال تو وہ بچہ ہے حکم شرع میں مثلث کہا کہ سقط کی سین میں تینوں حرکات زبر زیر پیش لغت میں جائز ہیں اور وہ بمعنی مسقوط کے ہے اور ظہور اعضاء نہیں ہوتا مگر ایک سو بیس دن کے بعد بحر الرائق میں ہے کہ سقط کی تعبیر ساقط کے ساتھ حق ہے لفظاً ومعنی اس واسطے کہ سقط لازم ہے اس کا مفعول نہیں آتا اور مقصود تو سقوط ولد ہے خواہ آپ گر جائے یا اس کو کوئی گرا دے فتصیر المرأۃ بہ نفساء والامۃ ام ولد ویرث بہ فی تعلیقہ وتنقضی بہ العدۃ جب کہ ساقط ولد ٹھہرا تو عورت اس کے سبب سے نفاس والی اور لونڈی ام ولد ہو جاوے گی اور مرد اس کے سبب سے اپنے تعلیق میں قسم توڑنے والا ٹھہرے گا اور اس سے عدت منقضی ہو جاوے گی لونڈی اس وقت ام ولد ٹھہرے گی جب کہ اس کا مولی دعوی کرے کہ یہ میرے نطفہ سے ہے اور تعلیق کی یہ صورت ہے کہ طلاق یا عتاق دیا ہما کو عورت کی ولادت پر معلق کیا تو طلاق اور عتاق واقع ہو گی ساقط کے پیدا ہونے سے اور حاملہ کی عدت آخر ہو گی خواہ وہ بی بی ہو یا لونڈی یا اس کا شوہر مر گیا ہو کذا فی الطحطاوی فان لم یظہر لہ شیء لیس شیء پھر اگر محل ساقط میں کچھ اعضا سے ظاہر نہ ہو تو وہ کوئی چیز نہیں یعنی نفاس وغیرہ کا حکم اس سے متعلق نہیں والمرئی حیض ان دام ثلثا ولقدمہ طہرا تام اور جو خون کہ اس کے بعد دیکھا جائے وہ حیض ہے اگر جاری رہا تین دن اور اس کے پہلے پورا طہر گذرا یعنی پندرہ دن کا والا استحاضۃ اور اگر ایسا نہیں کہ تین دن جاری نہ رہا اور پورا طہر متقدم ہوا یا تین دن جاری رہا اور پورا طہر متقدم نہیں ہوا تو وہ خون استحاضہ ہے ولو لم یدر حالہ ولا مدۃ ایام طہرہا ودام الدم فرع الصلوۃ ایام حیضہا یقین ثم تغتسل کمعذور اور اگر محل ساقط کا حال معلوم نہ ہوا کہ اس کی بعض خلقت ظاہر ہوئی یا نہیں مثلاً اندھیرے میں گرا اور پہچانا نہیں گیا اور نہ محل کے دنوں کا شمار دریافت رہا اور خون ہمیشہ جاری ہو گیا تو نماز کو چھوڑے اپنے حیض کے یقینی دنوں میں پھر نماز پڑھا کرے

Marfat.com

معذور کے مانند ولا یجد ایاس بمدۃ بل ہو ان تبلغ من السن مالا تحیض مثلہا فیہ فاذا بلغت وانقطع دمہا حکم بایاسہا اور محدود نہیں ناامیدی حیض کی پیری کی وجہ سے کسی مدت معین کے ساتھ بلکہ ایاس یعنی ناامیدی یہ ہے کہ عورت اتنی عمر کو پہنچے کہ ویسی عورت کو اتنی عمر میں حیض نہ آتا ہو پھر عورت جب کہ اس عمر کو پہنچی اور خون اس کا بند ہو گیا تو اس کے ایاس کا حکم ہو گا م حلبی محشی نے کہا کہ یہ امام سے روایت ہے اور حکم ایاس کا قاعدہ یہ ہے کہ اس کی عدت مہینوں سے ٹھہرے گی اگر اثنا عدت میں خون نمودہ ہوا فارأتہ بعد الانقطاع حیض یبطل الاعتداد بالاشہر وتفسد الانکحۃ پھر جو خون کو دیکھا اس نے انقطاع کے بعد وہ حیض ہے تو باطل ہو گا عدت کا شمار مہینوں سے اور نکاح فاسد ہو جاویں گے م طلاق کی عدت تین حیض سے منقضی ہوتی ہے اور ایاس میں تین مہینوں سے پھر جب بعد انقطاع کے حیض آیا تو مہینوں کی عدت باطل ہو گئی اب حیض سے عدت کرنا چاہیے اور نکاح اس واسطے فاسد ہوا کہ عدت کے اندر نکاح واقع ہوا وہ جائز نہیں وقیل یجد تمسعین سنۃ وعلیہ المعول والفتوی فی زماننا مجتبی وغیرہ تیسیرا اور بعضوں نے کہا کہ ایاس کی مدت ۵۰ برس کے ساتھ محدود ہے اور اسی قول پر اعتماد ہے اور اسی پر فتوی ہے ہمارے زمانہ میں چنانچہ مجتبی وغیرہ میں ہے آسانی کے واسطے وحدہ فی العدۃ تجنس وتمسعین قال فی الضیاء وعلیہ الاعتماد اور مصنف نے باب العدۃ میں ۵۵ برس کی حد ایاس بیان کی ہے ضیا میں کہا اور اسی پر اعتماد ہے وما رأتہ بعد تلک المدۃ المذکورۃ فلیس بحیض فی ظاہر المذہب الا اذا کان دما خالصا فحیض حتی یبطل بہ الاعتداد بالاشہر لکن قبل تمامہا لا بعدہ حتی لا تفسد الانکحۃ وہو المختار للفتوی جوہرہ وغیرہا وستحقہ فی العدۃ اور جو خون کہ عورت دیکھے گی مدت مذکورہ کے بعد یعنی ۵۰ یا ۵۵ برس کے بعد وہ حیض نہیں ہے ظاہر مذہب میں مگر جب کہ خون خالص ہو تو وہ حیض ہے تو باطل ہو جاوے گا خون خالص کے نکلنے سے عدت کا شمار کرنا مہینوں سے لیکن قبل تمام ہونے عدت کے بطلان ہے نہ بعد تمام ہونے کے تو نکاح فاسد نہ ہوں گے بعد عدت کے خون خالص کے نکلنے سے اور یہی قول فتوی کے واسطے مختار ہے چنانچہ جوہرہ وغیرہ میں ہے اور ہم آگے اس کی تحقیق مذکور کریں گے باب العدۃ میں وصاحب عذر من بہ سلسل بول لا یمکنہ امساکہ او استطلاق بطن او انفلات ریح او استحاضۃ او بعینہ ماء وحش او عرب وکذا کل ما یخرج بوجع او من اذن وثدی وسرۃ اور صاحب عذر یعنی معذور وہ شخص ہے جس کو سلسل بول کی بیماری ہے یعنی جس کا پیشاب بر وقت جاری ہے اس طرح کہ اس کو روک نہیں سکتا یا کہ اس کا پیٹ چلتا ہے یعنی دست آتے ہیں یا رتح نہیں تھمتی یا استحاضہ ہے یا اس کی آنکھ میں جوش ہے یعنی دورہ کے ساتھ یا آنکھ چوندھی ہے کیچڑ بہتا ہے یا گوشۂ چشم میں ناسور ہے اور اسی طرح جو پیپ یا پانی بدن سے نکلے درد کے ساتھ اگرچہ کان اور پستان اور ناف سے نکلے وہ معذور ہے م جوش چشم اور ناسور وغیرہ میں آنسو اور پانی کا نکلنا درد کے ساتھ شرط ہے عذر کی ان استوعب عذرہ تمام وقت صلوۃ مفروضۃ بان لا یجد فی جمیع وقتہا زمنا یتوضأ ویصلی فیہ خالیا عن الحدث بشرطہ گھیرے عذر اس کا نماز فرض کے تمام وقت کو اس طرح پر کہ نماز کے سارے وقت میں ایسا زمانہ پایا نہ جائے جس میں وضو کرے اور نماز پڑھے حدث سے خالی ہو کر ولو حکما لان الانقطاع الیسیر ملحق بالعدم اگرچہ استیعاب اور احاطہ عذر کا حکمی ہو نہ حقیقی اس واسطے کہ تھوڑا سا منقطع ہو جانا عذر کا عدم انقطاع کے ساتھ ملحق ہے م استیعاب حکمی کی یہ صورت ہے کہ اس قدر انقطاع قلیل ہو کہ اس میں ادائے نماز اس سے خالی ہو گر نہ ہو سکے کذا فی الطحطاوی وہذا شرط العذر فی الابتداء اور یعنی استیعاب عذر کا نماز کے تمام وقت میں شرط ہے عذر کے شروع ہونے کے حق میں یعنی ثبوت عذر اولاً اسی طرح ہوتا ہے وفی حق البقاء یکفی وجودہ فی جزء من الوقت ولو مرۃ اور عذر باقی رہنے کے حق میں عذر کا پایا جانا وقت نماز کے کسی جز میں کفایت کرتا ہے اگرچہ ایک ہی بار ہو یعنی ایک بار کا وجود کافی ہے نہ استیعاب وفی حق الزوال یشترط استیعاب الانقطاع تمام الوقت حقیقۃ لان الانقطاع الکامل اور عذر کے جاتے رہنے کے حق میں استیعاب انقطاع عذر کا تمام وقت میں حقیقتاً شرط ہے اس واسطے کہ انقطاع کامل یہی ہے م انقطاع حقیقی کہ تمام وقت میں اصلا عذر کا اثر معلوم نہ ہو پھر اگر انقطاع کامل کے بعد دوسرے وقت میں موجود رہا تو وہ پھر صاحب عذر ٹھہرے گا اور نہیں تو نہیں کذا فی الطحطاوی وحکمہ الوضوء لا غسل توبہ وکونہ لکل فرض اور حکم معذور کا وضو کرتا ہے ہر نماز فرض کے وقت نہ دھونا کپڑے کا اور مانند اس کے یعنی بدن اور مکان کا م وضوے مراد طہارت ہے خواہ وضوے نواقیم

Marfat.com

اور فتوی اس پر ہے کہ اگر یہ حالت ہے کہ جو کپڑا دھویا جائے تو نماز کے فراغت ہونے سے پہلے وہ ناپاک ہو جائے تو اب کپڑا دھونا لازم نہیں اور اسی طرح بدن اور مکان کا کذا فی الطحطاوی اللام للوقت کما فی دلوک الشمس حرف لام کا لکل فرض میں وقت کے واسطے ہے چنانچہ قرآن مجید میں لدلوک الشمس کا لام وقت کے واسطے ہے یعنی نماز کو قائم کر سورج کے ڈھلنے کے وقت چونکہ لکل فرض سے وضو کرنا ہر نماز فرض کے لیے نکلتا تھا اگرچہ ایک وقت میں چند فروض ہوں لہذا شارح نے جواب دیا کہ حرف لام کا یہاں وقت کے واسطے ہے ثم لصیلی بہ فیہ فرضًا و نفلًا فدخل الواجب بالاولی پھر نماز پڑھے اس وضو سے وقت کے اندر فرض اور نفل تو واجب نماز بطریق اولی داخل ہے یعنی جب کہ نفل باوجودیکہ ضرور نہیں جائز ہے تو واجب بطریق اولی جائز ہے فان خرج الوقت بطل ای ظہر حدثہ السابق حتی لو توضا علی الانقطاع ودام الی خروجہ لم یبطل بالخروج مالم یطرأ حدث آخر الیس پھر جب کہ وقت گیا تو وضو باطل ہو گیا یعنی اگلا حدث ظاہر ہو گیا یعنی ظہور حدث سابق بطلان کا سبب ہے خروج وقت سبب نہیں تو اگر معذور نے وضو کیا عذر کے منقطع ہو جانے کے وقت پھر وہ انقطاع دائم بنا رہا وقت نماز کے نکل جانے تک تو وضو باطل نہ ہوگا وقت کے خارج ہونے سے جب تک کہ دوسرا حدث اس وضو پر طاری نہ ہو یا عذر سابق جاری نہ ہو ہم اس صورت میں خروج وقت سے اس واسطے وضو باطل نہ ہوا کہ سیلان کے وقت وضو نہیں کیا اور نہ سیلان اس کے بعد پایا گیا کمسئلہ مسح خفہ یہ مسئلہ مانند مسئلہ مسح کرنے موزہ معذور کے ہے یعنی اگر عذر کے وقت وضو کر کے موزہ پہنا تو وقت کے اندر مسح کرنا جائز ہے اور خروج وقت سے بدون نزع خف مسح روا نہیں اور اگر انقطاع عذر میں وضو کیا اور موزہ پہنا تو نیز معذور کے مانند ایک رات دن مقیم کو اور تین دن رات مسافر کو مسح جائز ہے وفاقدانہ لو توضا بعد الطلوع ولو بعید الضحی لم یبطل الا بخروج وقت الظہر اور وقت کے قید نے اس کا فائدہ دیا کہ اگر بعد طلوع کے وضو کیا اگرچہ عید یا چاشت یا عید الاضحی کا وضو ہو تو وضو باطل نہ ہوگا مگر ظہر کے وقت کے خارج ہو جانے سے یعنی یہ جو مصنف نے کہا کہ خروج وقت مبطل ہے سو وقت سے مراد نماز پنجگانہ کا وقت ہے اور طلوع کے بعد تا نصف النہار کوئی نماز فرض کا وقت نہیں تو بدون خروج وقت ظہر بطلان وضو ثابت نہ ہوگا وان سال علی ثوبہ فوق درہم جاز لہ ان لا یغسلہ ان کان لو غسلہ تنجس قبل الفراغ منہا ای الصلوۃ والا تنجس قبل فراغہ فلا یجوز ترک غسلہ بو المختار للفتوی اور اگر معذور کے کپڑے پر درم سے زیادہ نجاست روان ہوئی تو اس کو اس کا نہ دھونا جائز ہے جو اس طرح جو کہ اگر اس کو دھووے تو کپڑا نجس ہو جائے نماز کے فراغت ہونے سے پہلے اور اگر ناپاک نہ ہو فارغ ہونے سے پہلے تو دھونا ترک کرنا جائز نہیں یہی قول پسندیدہ ہے فتوی دینے کے واسطے وکذا مریض لا یبسط ثوبہ الا نجس فورا لہ ترکہ اور اسی طرح وہ مریض ہے کہ نہیں بچھاتا ہے کپڑے کو مگر فورًا ناپاک ہو جاتا ہے تو اس کو ترک فرش جائز ہے م صورت اس کی یہ ہے کہ زمین پر پاک مکان نہیں پاتا ہے نماز کے واسطے اور اگر اپنا پاک کپڑا بچھاتا ہے تو اس کے زخموں کی نجاست مائعہ سے قبل از نماز ناپاک ہو جاتا ہے تو اب اس کو ترک بسط ثوب جائز ہے فورًا اس سے مراد ظاہر اقبل اتمام نماز ہے کذا فی الطحطاوی والمعذور انما تبقی طہارتہ فی الوقت بشرطین اذا توضا لعذرہ ولم یطرأ علیہ حدث آخر اور معذور کی طہارت باقی نہیں رہتی وقت میں مگر دو شرطوں سے ایک یہ کہ جب وضو کیا اپنے عذر کے سبب سے اور دوسرے یہ کہ اس پر اور حدث طاری نہ ہوا ہو اما اذا توضا لحدث آخر وعذرہ منقطع ثم سال او توضا لعذرہ ثم طرأ علیہ حدث آخر بان سال الدم مثلا او جرحہ او قرحتہ ولو من جدری ثم سال الآخر فلا تبقی طہارتہ لیکن جب کہ وضو کیا معذور نے کسی اور حدث کے سبب سے اور اس کا عذر سابق بند ہے پھر اس کا عذر روان ہوا یا وضو کیا اپنے عذر معلوم کے سبب سے پھر اس وضو پر کوئی اور حدث طاری ہوا اس طرح پر کہ اس کا ایک نتھنا یا ایک زخم یا ایک قرحہ جاری ہوا اگرچہ وہ پھنسی کا ہو پھر دوسرا نتھنا یا دوسرا زخم یا دوسرا قرحہ جاری ہو گیا تو طہارت اس کی باقی نہ رہی م پہلی صورت میں نقض وضو عذر سے اس واسطے ہوا کہ وضو عذر کی وجہ سے نہ ہوا تھا مگر اور وجہ سے واقع ہوا تھا چنانچہ مذیہ اور اس کی شرح میں ہے اور اگر دونوں نتھنے یا دونوں زخم ساتھ ہی جاری ہوئے پھر ایک بند ہو گیا تو اس کا وضو باقی ہے جب تک کہ وقت نماز باقی ہے کذا فی البحر فروع مسائل ملحقہ شارح کے بحب رد مذہ و تقلیلہ بقدر قدرتہ ولو بصلوۃ مومیا واجب ہے ہٹانا اور رد کنا

Marfat.com

اپنے عذر کا یا اس کا کم کر دینا بقدر اپنی طاقت کے اگرچہ اشارہ کر کے نماز پڑھنے سے عذر موقوف ہو سکے م یعنی اگر عذر ہٹ سکتا ہو تو اس کو ہٹا دے نہیں تو کم کر دے بحر الرائق میں ہے کہ جب معذور قادر ہو رد سیلان پر پٹی باندھنے یا روئی اندر کرنے سے یا اگر بیٹھ کر پڑھے تو سیلان بند ہو تو رد کرنا واجب ہے یعنی فرض ہے تو بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھے اگر سیلان سے سیلان ہوتا ہے اس واسطے کہ ترک سجدہ آسان تر ہے حدث کے ساتھ نماز پڑھنے سے دبردہ لایبقی صاحب عذر اور عذر کے رد کر دینے سے وہ شخص معذور باقی نہ رہے گا یعنی تذرت کا حکم پیدا کرے گا بخلاف الی الحائض برخلاف حیض والی عورت کے یعنی اگر حائض حیض کا سیلان روک دے کسی تدبیر سے تو وہ حائض ہی باقی رہے گی اور مستحاضہ میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ وہ معذور کے مانند ہے اور بعضوں نے کہا کہ حائض کے مانند طحطاوی نے کہا کہ استحاضہ عذرات میں داخل ہے تو قول ثانی ضعیف ہے ولایصلی من بہ انفلات ریح خلف من بہ سلس بول لان لمعہ حدث ونجس اور نماز نہ پڑھے وہ شخص جس کی ریح جاری ہے پیچھے اس شخص کے جس کا پیشاب نہیں تھمتا اس واسطے کہ امام میں دو عذر ہیں ایک حدث اور دوسرا نجاست یعنی مقتدی کی ایک ہی عذر ہے حدث کا یا نجاست کا

باب الانجاس

یہ باب ہے نجاستوں اور ناپاکیوں کے احکام میں م جب کہ نجاست حکمیہ کے بیان سے فراغت ہوئی تو نجاست حقیقیہ اور اس کے پاک کرنے کا بیان شروع ہوا اور حکمیہ کو اس واسطے مقدم کیا کہ وہ قوی تر ہے کیونکہ نجاست حکمیہ قلیل بھی نماز کی مانع ہے بالاتفاق اور اس کا وجوب ازالہ کسی عذر سے ساقط نہیں برخلاف نجاست حقیقیہ کے جمع نجس بفتحتین وہو لغۃ یعم الحقیقی والحکمی وعرفا یخص بالاول انجاس جمع ہے نجس کی بفتح نون و جیم اور وہ لغت عرب میں شامل ہے ناپاک حقیقی اور حکمی کو اور عرف میں اول یعنی حقیقی کو خاص ہے م نجس بفتح جیم مخصوص بنجاست ذاتیہ ہے اور نجس بکسر جیم ذاتیہ اور عرضیہ دونوں میں مستعمل ہیں تو وہ عام ہے مطلقاً تو گوہ اور پیشاب کو نجس بالفتح اور بالکسر دونوں کہیں گے اور جس کپڑے میں نجاست لگ گئی اس کو نجس بفتح جیم مثل بول پر برا ۱۲ نہ کہیں گے بلکہ اس کو نجس بکسر جیم بولیں گے اور خبث کا لفظ نجاست حقیقی کے ساتھ اور حدث نجاست حکمی کے ساتھ مخصوص ہے اور ازالہ حقیقی کا بدن اور کپڑے اور مکان سے فرض ہے اگر بمقدار مانع صلوٰۃ ہو اور اس کا ازالہ[1] بلا ارتکاب امر اشد ممکن ہو تو اگر ازالہ بلا کشف عورت ممکن نہ ہو تو نجاست کے ساتھ نماز پڑھے کیونکہ کشف عورت شدید تر ہے تو اگر کشف عورت لوگوں میں کرے گا تو فاسق ہوگا اس واسطے کہ جو شخص دو امر قبیح میں مبتلا ہو وہ آسان تر کو اختیار کرے کذا فی الطحطاوی مختصراً یجوز رفع نجاسۃ حقیقیۃ عن محلہا ولو اناء او ماکولا لم یحل محلہا او لا بماء ولو مستعملاً بہ یفتی جائز ہے دور کرنا نجاست حقیقی کا اس کے مقام سے یعنی جہاں وہ لگی ہے اگرچہ محل نجاست برتن یا کھانے کی چیز ہو چنانچہ روٹی یا لکڑی خواہ محل اس کا معلوم ہو یا نہ ہو پانی سے دھو کر اگرچہ مستعمل پانی ہو اسی کا فتوی دیا گیا ہے م طحطاوی میں خلاصہ سے منقول ہے کہ کپڑے کا ایک کنارہ نجس ہو گیا سو یاد نہ رہا کہ کون سا ہے سو اس نے کوئی کنارہ دھو ڈالا بدون اٹکل کے تو کپڑا پاک ہو گیا یہی قول مختار ہے وبکل مائع طاہر قالع للنجاسۃ یعصر بالعصر کخل وماء ورد حتی الریق فتطہر اربع وثلثی نجس بلحس ثلثا جائز ہے رفع نجاست ہر ایک بہنے والی پاک نجاست اکھاڑنے والی چیز سے کہ نچڑ جائے نچوڑنے سے چنانچہ سرکہ اور گلاب یہاں تک کہ منہ کی رال بھی تو جو انگلی اور پستان کو ناپاک ہوئی پاک ہو جاتی ہے تین بار کے چاٹنے سے م گلاب اور سرکہ کے مانند آب باقلا اور آب زعفران اور اشجار اور اثمار اور ترنجبہ کا پانی بھی نجاست کو دور کرتا ہے اور پستان نجس ہو جاتی ہے شیر خوار کی قے سے پھر اس کے تین بار چاٹنے اور ازالہ اثر سے پاک ہو جاتی ہے بخلاف لحولبن کنیۃ لانہ غیر قالع برخلاف مثل دھوئے کے چنانچہ تیل اس واسطے کہ وہ نجاست کو نہیں دور کرتا یعنی اپنی چکنائی کے سبب سے وما قیل ان اللبن وبول مایوکل مزیل فخلاف المختار اور یہ جو بعضوں نے کہا ہے کہ دودھ اور حلال جانور کا پیشاب نجاست کا دور کرنے والا ہے سو قول مختار کے مخالف ہے م یہ قول غیر مختار ابو یوسفؒ کا قول ہے ویطہر خف ونحوہ کنعل نجس بذی جرم بمرکل مایری بعد الجفاف ولو من غیر اثر وبول اصابہ تراب بہ یفتی بذلک یزول بہ اثرہا اور موزہ اور اس کے مانند چنانچہ جوتا جو ناپاک ہو گیا جسم والی نجاست سے پاک ہو جاتا ہے لیے رگڑنے سے کہ اثر اس کا اس سے دور ہو جائے جسم دار وہ نجاست ہے جو نظر آوے خشکی کے بعد اگرچہ اور چیز سے مل کر خشک

[1] ازالہ یعنی دور کرنا بدون کسی دشوار کام کے کیے ہو سکتا ہو ۱۲

Marfat.com

ہونے کے بعد نظر پڑے چنانچہ شراب اور پیشاب جس کو مٹی لگ گئی اسی کا فتویٰ دیا جاتا ہے م موزہ کی قید اس واسطے لگائی کہ بدن اور کپڑا رگڑنے سے پاک نہیں ہوتا مگر منی کے رگڑ ڈالنے سے کپڑا پاک ہو جاتا ہے شراب اور پیشاب اگرچہ بعد خشکی کے نظر نہیں آتا مگر مٹی سے مل کر جرم دار ٹھہرے گا تو وہ بھی رگڑنے سے پاک ہو جائے گا اثر سے مراد اوصاف ثلثہ ہیں یعنی رنگ اور مزا اور بو تو اگر کوئی بھی باقی رہے گا تو پاک نہ ہوگا رگڑنا خواہ زمین پر ہو خواہ ناخن اور لکڑی اور پتھر سے کذا فی الطحطاوی وقولہ جرم لہا کبول فیغسل اور اگر نجاست کا جرم نہ ہو تو موزہ اور مانند اس کے دھویا جائے یعنی تین بار خشک کرنے کے ساتھ ایسا ہے بحر الرائق میں لیکن حلبی میں قہستانی سے منقول ہے کہ قول مختار یہ ہے کہ تین بار اس پر پانی ڈالے اور نچوڑ دے یہاں تک کہ ٹپکنا بند ہو جائے وبطہر مصیقل لا سمام لہ کمرآۃ وظفر وعظم وناب وآنیۃ مدھونۃ وخزفی وصفائح فضۃ یطہر منقوشہ بمسح یزیل بہ اثرہا مطلقا بقیتی اور پاک ہوتا ہے صیقل دار یعنی گھونٹ والا جس میں سمام نہیں چنانچہ آئینہ اور ناخن اور ہڈی اور شیشہ اور روغنی برتن چنانچہ رکابی اور پیالہ چینی اور خراسی سخت لکڑی چکنی اور بے نقش چاندی کپڑا پونچھنے سے اس طرح کہ اثر نجاست باقی نہ رہے خواہ نجاست تر ہو یا خشک اسی کا فتویٰ دیا جاتا ہے م پونچھنا صیقلی چیز کا قول معتمد میں مطہر ہے خواہ مٹی سے پونچھے خواہ کپڑے اور صوف سے خواہ نجاست تر ہو یا خشک کذا فی الطحطاوی وتطہر ارض بخلاف نحو بساط بیبسہا ای جفافہا ولو بریح اور پاک ہو جاتی ہے زمین اس کے خشک ہو جانے سے اگرچہ حرارت ہوا سے بھی حاصل ہو برخلاف فرش اور اس کے مانند کے کہ وہ پاک نہیں ہوتا بدون پانی جاری کرنے کے م اگر زمین تر ہو تو بدون دھونے کے پاک نہ ہوگی پھر اگر ایسی نرم زمین ہو کہ پانی کو سوکتی ہو تو اتنا پانی اس پر ڈالے کہ اس کے پاک ہو جانے کا ظن غالب حاصل ہو اور اگر سخت ہو اور ڈھالو ہو تو اس کے اسفل میں گڑھا کھود دے اور زمین پر پانی ڈالے جب چھپ میں پانی جمع ہو تو اس کو مٹی سے توپ دے اور اگر سخت زمین برابر ہے تو اس کا دھونا ممکن نہیں بلکہ اس کو کھود نیچے کی مٹی اوپر اور اوپر نیچے کر دے اور ریگ کی زمین ہو تو اس پر پانی ڈالے پھر اس کو نچوڑے اور کپڑے یا صوف سے پانی اس کا خشک کرے تین بار اس طرح کرے اور اگر بہت سا پانی اس پر ڈالے کہ نجاست کا بالکل اثر باقی نہ رہے پھر اس کو چھوڑے کہ خشک ہو جائے تو پاک ہو جاوے گی کذا فی الطحطاوی عن السرخسی والعلامۃ والحلبی وذہاب اثرہا بکلون او ریح لاجل صلوۃ علیہا لاتیمم لہا اور نجاست کا اثر جا نماز زمین پر نماز پڑھنے کے واسطے ہے نہ اس سے تیمم کرنے کے لیے م نجاست کا اثر چنانچہ رنگ اور بو اور اسی طرح مزہ لان الشروط لہا الطہارۃ والطہوریۃ اس واسطے کہ نماز کے لیے زمین کا پاک ہونا شرط ہے نہ مطہر ہونا اور تیمم کے واسطے مطہر ہونا شرط ہے نہ فقط پاک ہونا وحکم آجر ونحوہ کلبن مفروش وخص بالنہایۃ تجیرۃ سطح وشجر وکلا قائمین فی ارض کذلک ای کارض فیطہر بجفاف وحکم پکی اینٹ مفروش اور اس کے مانند کا چنانچہ کچی اینٹ فرش کی اور بانس اور نرکل یا لکڑی کی ٹٹی کا حکم اور اس درخت اور گھاس کا جو زمین پر جما ہوا ہے اسی طرح کا ہے یعنی زمین کے مانند ہے کہ پاک ہو جاتی ہیں یہ سب چیزیں نجاست کے خشک ہو جانے سے شارح نے کہا کہ خص نجاء معجمہ چھت کی اوٹ ہے م بضم خاء معجمہ وصاد مہملہ گھر ہے بانس یا نرکل کا اور یہاں مراد وہ شیرہ یعنی اوٹ ہے جو چھتوں پر ہوتی ہے یعنی ٹٹیاں کھڑی کر کے کذا فی الطحطاوی عن البحر وکذا کل مکان ثابتا فیہا لاعذہ حکمہا بالتصالہا اور اسی طرح خشک ہونے سے طاہر ہو جاتی ہے وہ چیز جو زمین پر ثابت اور قائم ہے چنانچہ دلیز اس واسطے کہ اس کے متصل ہونے سے زمین کا حکم پیدا کیا فالمنفصل کحصیر لا یزال الا بجر خشاکر جی وکارفرش تو جو چیز کہ زمین سے جدا ہے چنانچہ بیز مفروش اینٹ یا حصیر پوری تو بعد دھونے سے پاک ہوتی ہے نہ اس کے بیرے مگر کھردرا پتھر چنانچہ چکی وہ زمین کے مانند خشک ہونے سے پاک ہوتی ہے م بحر الرائق میں ہے کچا پتھر تو بدون دھونے کے پاک نہیں ہوتا ولیطہر منی ای محلہ یابس بفرک ولا یضر بقاء اثرہ ان طہر راس حشفۃ کان کان مستنجیا بماء اور خشک منی کا مکان پاک ہو جاتا ہے مل ڈالنے سے اور اس کے اثر کا باقی رہنا کچھ ضرر نہیں کرتا بشرطیکہ سر ذکر پاک ہو اس طرح پر کہ پانی سے استنجا کیا ہو م ملنا اس صورت میں کافی ہے جب کہ راس ذکر طاہر ہو اس طرح کہ پیشاب کیا اور مخرج سے تجاوز نہ ہوا یا تجاوز کیا اور پانی سے استنجا کر لیا کذا فی الطحطاوی وفی المجتبیٰ لو فرج فانزل لم یطہر الا بغسلہ لتلوثہ بالنجس انتہی ای برطوبۃ الفرج لیکون متفرعا علی قولہما بنجاستہا اما عندہ فہی طاہرۃ کسائر رطوبات البدن جوہرہ اور مجتبیٰ

Marfat.com

میں ہے کہ ذکر فرج میں داخل ہوا پھر خارج کیا پھر انزال ہوا تو یہ خشک منی طاہر نہ ہوگی بدون دھونے کے بسبب بھر جانے ذکر کے نجاست سے انتہی کلام المجتبیٰ یعنی ناپاکی ہوئی فرج کی رطوبت سے تو یہ مجتبیٰ کا قول متفرع ہے صاحبین کے قول پر کہ اس کی رطوبت ناپاک ہے لیکن امام اعظم کے نزدیک تو وہ پاک ہے جیسے بدن کی باقی رطوبات چنانچہ تھوک اور رینٹ اور پسینا پاک ہیں والا یکن یابسا اولا اسہا طاہر فیغسل کسائر النجاسات ولو نا عبیطا علی المشہور اور اگر منی خشک نہ ہو یا سر حشفہ پاک نہ ہو تو دھوئی جائے جیسے باقی ناپاک چیزیں دھوئی جاتی ہیں خشک یا تر اگرچہ تازہ خون ہو بموجب قول مشہور کے م نیز مشہور مجتبیٰ کا یہ قول ہے کہ اگر تازہ خون کپڑے میں لگا اور خشک ہو گیا پھر اس کو چھیلا اور ملا تو کپڑا پاک ہو گیا جیسے منی سے پاک ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی بلا فرق بین ملیہ ولو رقیقا لمرض بہ وبینہا ولا بین منی آدمی وغیرہ کما بحثہ الباقانی بدون فرق کے درمیان منی مرد کے اگرچہ وہ بیماری سے پتلی ہو گئی ہو اور درمیان منی عورت کے اور بدون فرق کے درمیان منی آدمی کے اور نیز آدمی کے چنانچہ باقانی نے اس کو بحث کی راہ سے بیان کیا ہے نہ روایت کی راہ سے م اور اسی طرح قہستانی میں بحث کی راہ سے آدمی اور نیز آدمی کی منی کو برابر کہا ہے اور فیض میں اس کو مصرح بیان کیا ہے طبی نے کہا کہ آدمی کی منی میں خلاف قیاس رخصت وارد ہے تو اس پر نیز آدمی کا قیاس نہیں کذا فی الطحطاوی ولا بین ثوب ولو جدیدا وبدن فی الاصح وبدن علی الظاہر من المذہب اور بدون فرق کے درمیان کپڑے کے اگرچہ کپڑا نیا یا دوہرا ہو صحیح تر قول میں اور درمیان بدن کے بنا بر ظاہر مذہب کے م یعنی درصورت طہارت مخرج خشک منی ملنے اور تر منی دھونے سے پاک ہوتی ہے خواہ مرد کی منی ہو یا عورت کی خواہ کپڑے پر ہو یا بدن پر ثم ہل یعود نجسا بملاقہ بعد فرکہ المعتمد لا پھر وہ یا فت کرنا چاہیے کہ کپڑا وغیرہ خشک منی کے ملنے کے بعد تر ہونے سے پھر ناپاک ہوتا ہے یا نہیں جواب وہ ناپاک نہیں ہوتا معتمد قول میں وکذا کل ما حکم بطہارتہ بغیر مائع اور اسی طرح جس چیز کی طہارت کا حکم ہو گیا بدون سائل چیز کے وہ تر ہونے سے پھر ناپاک نہیں ہو جاتی ہے م مطہر غیر سائل چنانچہ پونچھنا اور خشک ہونا اور جلنا وغیر ذلک بحر الرائق میں ہے الحاصل تعمیم اور اختیار طہارت کے ہر مسئلہ میں مختلف ہے مگر طہارت کا اعتبار ہر صورت میں اولیٰ ہے جیسا کہ اصحاب متون نے اس کی تصریح کی ہے ہر مسئلہ میں وقد انیت فی الخزائن المطہرات الی نیف وثلثین وعبرت نظم ابن وہبان فقلت اور البتہ میں نے پہنچایا ہے خزائن الاسرار میں مطہرات کو کئی اور تیس تک اور بدل ڈالا میں نے ابن وہبان کی نظم کو سو میں نے یوں کہا ہے وغسل ومسح والجفاف مطہر ٭ ونحت وقلب العین والحفر یذکر ٭ اور دھونا اور پونچھنا اور خشک کرنا پاک کرنے والا ہے اور چھیلنا اور ذات کا بدل جانا اور کھودنا مذکور ہے مطہرات میں م دھونا جیسے مثلاً کپڑے میں اور پونچھنا صیقل والے میں اور خشکی زمین میں اور چھیلنا لکڑی میں اور ذات کا بدل جانا گدھے اور سور کے نمک ہو جانے میں اور کھودنا زمین میں طاہر کرتا ہے ودبغ وتخلیل زکوۃ تخلل ٭ وفرک ودلک والدخول التنور ٭ اور دباغت کرنا چمڑے کا اور سرکہ بنانا شراب کا نمک وغیرہ ڈال کر اور ذبح کرنا جانور کا اور شراب کا خود بخود سرکہ بن جانا اور خشک منی کا مل ڈالنا اور موزے کا رگڑنا اور حوض جس میں پاک پانی کا اس قدر داخل ہونا کہ وہ کچھ رواں ہو جائے اور کنوئیں کے پانی ناپاک کا نمین کے اندر گھسنا اور دھس جانا ظاہر کرتا ہے تصرف فی البعض ندف ونزحہا ٭ ونار وعلی غسل بعض تقور ٭ تصرف کرنا بعض میں اور روئی کا دھنا اور کنوئیں کے پانی کا نکال ڈالنا اور ناپاک چیز کا آگ میں جل جانا اور راکھ بننا اور بعض کا دھونا اور بستہ چیز میں نجاست نکال کر گڑھا کر دینا م تعرف بعض کا اس طرح مطہر ہے کہ اناج جب بھوسے سے جدا ہوتا ہے بیلوں کے روندنے سے تو ان کے پیشاب اور گوبر سے ناپاک ہو جاتا ہے تو جب اس میں سے کچھ خرچ کیا تو سب پاک ہو گیا خرچ کرنا عام ہے خواہ کھانے کے واسطے ہو خواہ بیع خواہ ہبہ خواہ خیرات کے واسطے فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر نصف سے کم تر روئی ناپاک ہوئی تو دھونے سے پاک ہو جاوے گی اور قہستانی میں ہے کہ تیل اور اس کے مانند جیسے گھی یا شہد ناپاک ہوا پھر اس میں پانچواں حصہ پانی ڈال کر ابالا کہ پانی جل گیا تو وہ پاک ہوا اور کپڑا ناپاک ہوا معلوم نہیں کہ ناپاکی کہاں ہے تو ایک طرف کے دھونے سے پاک ہو جاتا ہے اور گھی یا شہد یا راب گاڑھی ہے اور اس میں چوہا گر کے مر گیا تو چوہے کو اور اس کے گرد پیش کے گھی کو نکال ڈالے کہ گڑھا بن جائے تو باقی چیز پاک ہو گئی ویطہر زیت نجس بجعلہ صابونا بہ یعنی للبلوی کتحریش، ماء نجس لا بان الجزء

Marfat.com

اور پاک ہو جاتا ہے ناپاک تیل اس کو صابون بنا ڈالنے سے اسی قول پر فتویٰ ہے بوجہ بلوی کے اس سے بچاؤ دشوار ہے جیسے وہ تنور جو ناپاک پانی سے چھڑکا گیا اس میں روٹی پکانے کا کچھ ڈر نہیں کطین نجس فجعل منہ کوز ا بعد حملہ فی النار یطہر ان لم یظہر فیہ اثر النجس بعد الطبخ ذکرہ الحلبی چنانچہ وہ مٹی کہ ناپاک ہو گئی سو اس کا کوزہ بنایا گیا آگ میں ڈالنے کے بعد پاک ہو جاتا ہے اگر اس میں نجاست کا اثر پکانے کے بعد ظاہر نہیں ہوا ایسا ذکر کیا ہے حلبی نے م یہ حلبی شارح ہے منیۃ المصلی کا اور دوسرا حلبی ابراہیم ہے درمختار کا مشی وعفا الشارع عن قدر درہم وان کرہ تحریما فیجب غسلہ اور صاحب شرع نے نجاست بقدر درہم کے معاف کر دی ہے اگرچہ اس کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے تو بقدر درم کے نجاست کا دھونا واجب ہے م عفو سے مراد یہ ہے کہ قدر درم کی نجاست کے ساتھ نماز صحیح ہے بدون اس کے دھونے کے اور یہ مراد نہیں کہ وہ مکروہ بھی نہیں کیونکہ اس کی کراہت ثابت ہے اور اگر نماز شروع کر چکا تو اس کے دھونے کے واسطے نماز کا توڑنا جائز ہے کذا فی الطحطاوی وما دون نہ تحریما فیسن اور مکروہ تحریمی ہے درم سے کم نجاست تو اس کا دھونا مسنون ہے نہ واجب اور فرض م یہی قول معتمد ہے پھر اگر درم سے کم نجاست کے ساتھ نماز شروع کر چکا تو تامل کرے اگر وقت میں وسعت ہو تو دھونا افضل ہے پھر نماز پڑھنا اور اگر جماعت فوت ہوتی ہو تو اگر پانی مل سکتا ہو اور دوسری جماعت پا سکتا ہو دوسرے مقام میں تو بھی دھونا افضل ہے ورنہ نماز قطع نہ کرے وفوتہ مبطل فیفرض اور درم سے زیادہ نجاست نماز کو باطل کرتی ہے تو اس کا دھونا فرض ہے والعبرۃ لوقت الصلوۃ لا الاصابۃ علی الاکثر نہر اور اعتبار نجاست کی مقدار میں نماز پڑھنے کے وقت کا ہے نہ نجاست لگ جانے کے وقت کا اکثر علما کے نزدیک چنانچہ نہر الفائق میں ہے وہو مثقال وزنہ عشرون قیراطا فی جس کثیف لہ جرم وعرض مقعر الکف وہو داخل مفاصل الاصابع فی رقیقہ من مغلظۃ کقدرۃ آدمی اور وہ یعنی درم بوزن ایک مثقال کے ہے یعنی ۲۰ قیراط کی گاڑھی نجاست جرم دار میں اور بقدر چوڑائی قعر کف دست کے ہے پتلی نجاست میں اور قعر کف دست اندر ہے انگلیوں کے جوڑوں کا غلیظ نجاست سے جیسے آدمی کا گوہ م نجاست غلیظہ ایک درم معاف ہے بعضوں نے درم کے وزن کا اعتبار کیا مطلقاً اور بعضوں نے مساحت کا ہندوانی نے دونوں قولوں میں توفیق دی اس طرح کہ اگر نجاست گاڑھی ہے تو درم کے وزن کا اعتبار ہے اور اگر پتلی ہے تو مساحت درم کا اعتبار ہے بدائع میں کہا یہی قول مشائخ ماوراء النہر کے نزدیک مختار ہے اور زاہدی اور زیلعی نے اس کو صحیح کہا ہے امام اعظم کے نزدیک نجاست غلیظہ جس میں دونفس متعارض ہوں صاحبین نے کہا اور اس کے ساتھ مجتہدین معاصرین اور ان کے سابقین کا اس میں اختلاف نہ ہو اور نجاست خفیفہ امام کے نزدیک یہ ہے جس میں دو نفس متعارض ہوں صاحبین نے کہا اور اس کے ساتھ مجتہدین کا اختلاف بھی ہو اور غلیظہ کی تعریف میں اتنا زائد اور ہے کہ اس کے اجتناب میں بلوی یعنی حرج واقع نہ ہو کذا فی الطحطاوی مختصرا وکذا کل ما خرج منہ موجبا لوضوء او غسل مغلظا اور اسی طرح جو چیز کہ آدمی کے بدن سے نکلے وضو یا غسل کی موجب ہو کر وہ نجاست غلیظہ ہے چنانچہ پیشاب اور منی اور مذی اور ودی اور پیپ اور قے منہ بھر کے اور خون حیض کا یہ سب جس نجاست غلیظہ ہیں لیکن اس کلیہ پر بہ بیح کا اعتراض وارد ہوتا ہے کہ باوجودیکہ ناقض وضو ہے پر طاہر ہے وبول غیر ماکول ولو من صغیر لم یطعم الا بول الخفاش وخرؤہ فطاہر اور چنانچہ جان دار غیر ماکول کا پیشاب آدمی ہو یا غیر آدمی اگرچہ بچے کا بیشاب ہو مگر جمگادڑ کا پیشاب اور اس کی بیٹ پاک ہے وکذا بول الفارۃ لتعذر التحرز عنہ وعلیہ الفتوی کما فی التاتارخانیۃ اور اسی طرح چوہے کا پیشاب پاک ہے یعنی معاف ہے بسبب نہ ہو سکنے بچاؤ کے اس سے اور اسی پر فتویٰ ہے چنانچہ تاتارخانیہ میں ہے م حلبی نے کہا یہ معافی کپڑوں اور طعام میں ہے نہ پانی میں بزازیہ اور فتاوی قاضی خان میں چوہے کے پیشاب کی نجاست کو ظاہر الروایۃ کہا ہے لیکن ظاہر الروایۃ پر فتویٰ مقدم ہے کذا فی الطحطاوی وبہی فی آخر الکتاب ان خرأہ لا تفسد مالم یظہر اثرہ اور آخر کتاب میں آوے گا کہ چوہے کی مینگنی ناپاک نہیں کرتی جب تک کہ اس کا اثر ظاہر نہ ہو یعنی رنگ یا بو م روٹی کے اندر چوہے کی مینگنی نکلی اگر وہ سخت ہو تو اس کو نکال ڈالے اور روٹی کو کھائے کہ وہ پاک ہے کذا فی البحر وفی الاشباہ بول السنور فی غیر اوانی الماء عفو وعلیہ الفتوی اور اشباہ میں ہے کہ بلی کا پیشاب پانی کے برتنوں کے سوا معاف ہے اور اسی پر فتویٰ ہے ودم مسفوح سائر الحیوانات الادم شہید ما دام علیہ وما بقی فی اللحم نحو دق وکبد وطحال وقلب ودم سمک وقمل وبرغوث و بق اور نجاست غلیظہ ہے خون سوا تمام حیوانات کا مگر شہید کا خون پاک ہے جب تک اس کے جسم پر ہے اور جو خون کہ دبلے گوشت اور رگوں اور کلیجی اور تلی اور

Marfat.com

دل میں باقی رہا یعنی ذبح کے بعد اور جو خون کہ جاری نہیں اور مچھلی اور خون اور پسو اور مچھر کا خون کہ یہ سب پاک ہیں م جو خون کہ کلیجی وغیرہ میں باقی رہتا ہے وہ جاری نہیں تو وہ دم مسفوح کی قید سے خارج ہو گیا تو استثنا کی کچھ حاجت نہیں زادنی السراج وکتان وہی کما فی القاموس کرمان وہو بیتہ ممراۃ الساعۃ اور سراج وہاج میں ہے اور خون کتان بروزن رمان کا چنانچہ قاموس میں ہے چھوٹا سا کیڑا ہے سرخ رنگ بسیار گزندہ م شاید کہ کتان مذکور کھٹمل ہے واللہ اعلم فالمستثنیٰ اثنا عشر تو حیوانات سے بارہ خون مذکور مستثنیٰ ہیں کہ وہ ناپاک نہیں وخمر فی باقی الاشربۃ روایات التغلیظ والتخفیف والطہارۃ رمج فی البحر الاول وفی النہر الاوسط اور جیسے خمر یعنی شراب انگوری کہ وہ نجس مغلظ ہے اور باقی مسکر شرابوں میں تغلیظ اور تخفیف اور طہارت کی روایات مختلف ہیں بحر الرائق میں اول یعنی تغلیظ کی روایت کی ترجیح ہے اور نہر الفائق میں درمیان یعنی تخفیف کی ترجیح ہے م صاحب نہر نے منیہ کے اس مسئلہ سے استدلال کیا ہے کہ اگر نماز پڑھے اور اس کے کپڑے میں شراب مسکرے کثیر فاش نہیں تو قول اصح میں وہ کافی ہے حلبی نے کہا یہ نص ہے تخفیف نجاست میں تو صاحب نہر ہی کا قول ہے اس واسطے کہ فرع منصوص کی طرف رجوع ہے اور صاحب بحر کی ترجیح تو فقط بحث کی راہ سے ہے وخرء کل طیر لایذرق فی الہواء کبط اہلی وحباج اور نجاست غلیظہ جیسے پنجال ہر ایک اس پرندہ کی جو ہوا میں نہیں اڑتا چنانچہ خانگی بالوبط اور مرعی وما یذرق فیہ فان ماکولا فظاہر والا فمخفف لیکن جو پرندہ کہ ہوا میں اڑا کرتا ہے تو اگر وہ حلال ہے جیسے کبوتر کنجشک تو اس کی بیٹ پاک ہے اور اگر حرام ہے تو اس کی پنجال ناپاک نجاست خفیفہ ہے چنانچہ باز اور شکرا اور چیل لیکن ان کی بیٹ سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا عموم بلوی کی جہت سے یعنی اس سے بچنا مشکل ہے کذا فی الطحطاوی وروث وخثی اور نجاست غلیظہ جیسے لید اور گوبر م بحر الرائق میں ہے کہ فضلہ فرس اور حمار کو عرب میں روث یعنی لید کہتے ہیں اور گائے بیل بھینس کو خثی یعنی گوبر کہتے ہیں اور فضلۂ اونٹ کو بعر یعنی مینگنی اور فضلۂ انسان کو غائط یعنی گوہ بولتے ہیں افاد بہما نجاسۃ خرء کل حیوان غیر الطیور مصنف نے لید اور گوبر کے لفظ سے ہر حیوان کے فضلے کی نجاست کو جتا دیا سوائے چڑیوں کے م بہتر یہ تھا کہ شارح کنا کہ تغلیظ نجاست پر آگاہ کر دیا وجہ افادہ یہ ہے کہ تغلیظ نجاست حلال جانور کے فضلے میں ثابت ہوئی تو حرام جانور میں بھی ثابت ہو گی بلکہ بطریق اولیٰ کذا فی الطحطاوی وقالا مخففۃ اور صاحبین نے کہا کہ لید اور گوبر کی نجاست خفیفہ ہیں م صاحب بحر نے کافی سے نقل کیا ہے کہتے اور درندے جانوروں کے گوہ کی نجاست غلیظہ ہونے میں امام اور صاحبین کا اتفاق ہے تو اختلاف نہیں مگر لید اور گوبر میں کذا فی الطحطاوی وفی الشرنبلالیۃ قولہما اظہر اور شرنبلالیہ میں ہے کہ صاحبین کا قول ظاہر تر ہے اس واسطے کہ علما کا اختلاف ہے نجاست اور طہارت میں تو یہ اختلاف خفت کا مورث ہے اور عموم بلوی کے سبب سے بھی کہ راہیں اس سے پر رہتی ہیں برخلاف حمار وبیضہ غیر ماکول اللحم کے پیشاب کے کہ زمین اس کو سوک جاتی ہے کذا فی التبیین وطہرہما محمد آخر اللبلوی وبہ قال مالک اور محمد بن حسن نے لید اور گوبر کو آخر حال میں پاک کہا عموم بلوی اور مزید مشقت کی وجہ سے اور یہی قول ہے امام مالک کا م جب کہ امام محمدؒ خلیفہ کے ساتھ رے میں داخل ہوئے اور تکلیف اور مشقت لوگوں کی دیکھی کہ راہیں اور سرائیں اس سے پر ہیں تو مجبور ہو کر تخفیف کا پہلا قول ترک کر کے طہارت کے قائل ہوئے ولو اصابہ من نجاسۃ غلیظۃ ونجاسۃ خفیفۃ جعلت الخفیفۃ تبعا للغلیظۃ احتیاطا کما فی الظہیریۃ اور اگر بدن یا کپڑے کو نجاست غلیظہ اور نجاست خفیفہ لگ گئی تو خفیفہ تابع غلیظہ کے ٹھہرائی جاوے گی احتیاط کی راہ سے چنانچہ ظہیریہ میں ہے یعنی خفیفہ اس صورت میں بمنزلہ غلیظہ کے ہو گی تو اگر دونوں مل کر قدر درہم سے زائد ہوں تو نماز جائز نہ ہو گی ثم متی اطلقوا النجاسۃ فظاہرہ التغلیظ پھر جاننا چاہیے کہ جب فقہا نجاست کو مطلق بلا قید بولیں تو ظاہر اطلاق کا تغلیظ نجاست پر دلالت کرتا ہے وعفی دون ربع جمیع بدن وثوب ولو کبیرا ہو المختار ذکرہ الحلبی وجہ فی النہر علی التقدیر بربع المصاب کذا بل وکم وان قال فی الحقائق وعلیہ الفتوی اور نجاست مخففہ معاف ہے تمام بدن اور کپڑے کی چوتھائی سے کم اگرچہ کپڑا بڑا ہو چنانچہ جامہ اور پگڑی ایسا ذکر کیا ہے حلبی نے اور اس قول کو نہر الفائق میں راجح کہا ہے اس چیز کی چوتھائی تقدیر پر جس کو نجاست لگ گئی ہے چنانچہ دامن اور آستین اگرچہ حقائق میں کہا ہے وعلیہ الفتوی یعنی بدن یا کپڑے کے جس ٹکڑے کو نجاست لگی اسی کی چوتھائی

ف گوبر اور چیل کی بیٹ سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا ۱۲

Marfat.com

سے کم ہونے کی معافی پر فتویٰ ہے حقائق میں نہ تمام بدن اور جمیع ثوب کی چوتھائی پر فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اسی قول کو صاحب تحفہ اور محیط اور بدائع اور مجتبیٰ اور سراج وملجا نے صحیح کہا ہے حلبی محشی درالمختار نے کہا کہ فتوی کا لفظ مقدم ہے مختار اور راجح کے لفظ پر من نجاستہ مخففۃ کبول ماکول وغیرالفرس وطرہ کم از چہارم کی معافی ہے نجاست غلیظہ سے جیسے جانور ماکول اللحم کا پیشاب اور اسی قسم سے ہے گھوڑے کا پیشاب اور ماکول اللحم کے پیشاب کو محمد نے پاک کہا ہے م شیخین رح کے نزدیک گھوڑے کے پیشاب کی نجاست خفیفہ ہے اور امام نے اس کے گوشت کو مکروہ جو کہا ہے تو اس واسطے کہ وہ جہاد کا سامان ہے نہ اس واسطے کہ اس کا گوشت ناپاک ہے وخثرہ وطیر من السباع اوغیرہا غیر ماکول اور چنانچہ نجال غیر ماکول اللحم چڑیوں کی خفیف نجس ہے خواہ وہ چڑیاں درندہ ہوں مثل باز چرہ یا درندہ نہ ہوں وقیل طاہر ہے اور بعضوں نے اس کو پاک کہا ہے اور اس کی تصحیح بھی بعضوں نے کی ہے ثم التحفۃ انما تطہر فی غیر الماء فلیحفظ پھر جاننا چاہیے کہ نجاست کی خفت پانی کے غیر میں طاہر ہوتی ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے یعنی نجاست خفیفہ کے پڑنے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے حلبی نے کہا مگر طیر غیر ماکول کی بیٹ سے کنواں نجس نہیں ہوتا تو یہ مستثنیٰ ہے چنانچہ سابق بیان کو رہو چکا وعفی دم سمک لعاب بغل وحمار والذباب طہارتہا اور معاف ہے خون مچھلی کا اور رال خچر اور گدھے کی اور صحیح مذہب ان کے طاہر ہونے کا ہے ولو ان الفم کروس الابر اور معاف ہے پیشاب مچھیٹیں ہو کر لگا سوئیوں کے سروں کے مانند یعنی ہر چھینٹ سوئی کی نوک کے برابر ہو اگرچہ سینکڑوں ہوں وکذا جانبہا الآخر اور اسی طرح ہر سوئی کی دوسری طرف ہے جدھر سوئی کا ناکا ہوتا ہے وان کثر بالماء للضرورۃ اگر پیشاب کی چھینٹیں بہت ہو جاویں پانی لگ جانے سے یہ معافی ہے ضرورت کے سبب سے یعنی اس سے بچنا دشوار ہے لکن لو وقع فی ماء قلیل نجسہ فی الاصح لان طہارۃ الماء اکثر جوہرہ لیکن اگر پیشاب کی چھینٹ تھوڑے پانی میں پڑے گی تو اس کو ناپاک کرے گی صحیح تر قول میں اس واسطے کہ پانی کی طہارت میں زیادہ تر تاکید ہے کذا فی الجوہرۃ م پانی اس صورت سے نجس ہوگا جب کہ چھینٹ کا اثر پانی پر ظاہر ہو اس طرح کہ گرنے کے وقت پانی میں فرحہ ہو جائے یا پانی ہل جائے ورنہ اس کا کچھ اعتبار نہیں چنانچہ قہستانی نے ترتاشی سے نقل کیا باوجود اس کے اگر کنوئیں میں پیشاب کی چھینٹ گرے گی تو ناپاک نہ ہوگا کذا فی الحلبی وفی القنیۃ لو انصل وانبسط وزاد علی قدر الدرہم یعنی ان یکون کالدرہم النجس اذا انبسط اور قنیہ میں ہے کہ اگر پیشاب کی چھینٹیں باہم مل گئیں اور پھیل گئیں اور درم کی مقدار سے زائد ہو گئیں تو چاہیے کہ ناپاک تیل کے مانند مانع نماز ہوں جب کہ وہ تیل پھیل جائے م یہ اس صورت میں ہے جب گرنے کے وقت کپڑے پر نمودار ہو چنانچہ قہستانی میں ہے کرانی سے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی وطین شارع وبخار مجس وغبار مرتین ومحل کلاب ومستنقع غسالۃ لا یظہر مواقع قطرات فی الاناء عفو اور کیچڑ شارع عام یعنی بڑے راستہ کی اور ناپاک چیز کی بھاپ اور گوبر کا بخار اور کتوں کے مقام اور چھینٹیں وضو یا غسل کے پانی کی کہ ان کے قطرات کے مقامات نمودار ہیں برتن میں یہ سب معاف ہیں یعنی ضرورت کی وجہ سے م اصح قول یہ ہے کہ اگر میت کے بدن پر نجاست نہ ہو تو اس کا غسالہ ناپاک نہیں ہے مگر محمد نے جو نجس کہا ہے تو اس وجہ سے کہ غالبا میت کا بدن نجاست سے خالی نہیں رہتا اگر پانی سے استنجا کیا اور اس کو نہ پونچھا اور ریح کا اخراج ہوا تو اس کی نجاست میں اختلاف ہے لیکن اکثر علما کے نزدیک وہ ناپاک نہیں ہوتا اور نجاست کا دھوان اگر کپڑے میں لگا یا بدن میں اس میں بھی اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ وہ ناپاک نہیں کرتا کذا فی الطحطاوی عن البحر وماء بالدود ای جری علی نجس نجس اذا وجد کلہ او اکثرہ ولو اقلہ لا یجتزی بہ اذا وقع علی ثوب لکن قدمنا ان العبرۃ للاثر اور جو پانی کہ وارد ہوا یعنی جاری ہوا ناپاک پر وہ ناپاک ہے بشرطیکہ سارا پانی یا اکثر نجاست پر گذرا ہو اور اگر تھوڑا پانی نجاست کو لگا اور بہت علیحدہ اس سے گذر گیا تو وہ ناپاک نہیں چنانچہ مردار جانور نہر میں پڑا ہے یا نجاست پہاڑ پر ہے اور پانی بہتا جاتا ہے تو یہاں تھوڑا پانی نجاست کا ملاقی ہوگا تو ناپاک نہ ہوگا لیکن ہم نے باب المیاہ میں مقدم ذکر کیا ہے کہ اثر نجاست کا اعتبار ہے یعنی جب کہ تھوڑا پانی نجاست پر گذرے م وہ عام ہے جریان اور ریختگی سے اور یہاں حکم بھی عام ہے تو بہتر یہ تھا کہ شارح درود کی تفسیر جریان سے کرتا تاکہ عام رہتے دیتا پانی کا گذرنا نجاست پر اس طرح ہے کہ ساری زمین ناپاک ہو یا پرنالہ کے پاس نجاست پڑی ہو بحرالرائق میں ہے کہ آب باران جب کہ نجاسات پر گذرا ناپاک نہیں ہوتا جب تک کہ نجاست پاک زمین سے زیادہ تر نہ ہو یا پرنالے کے پاس ہو کذا فی الطحطاوی کعکسہ ای اذا وردت النجاسۃ

Marfat.com

علی الماء تنجس الماء اجماعا لکن لا یحکم بنجاستہ اذا لاقی المتنجس ما لم یتفصل فلیحفظ جیے اس کے عکس میں ناپاک ہوتا ہے یعنی جب کہ نجاست پانی پر پڑے تو پانی ناپاک ہو جاتا ہے باجماع حنفی و شافعی لیکن اس کے نجاست کا حکم نہیں کیا جاتا جب کہ ناپاک چیز اس کو ملے تاوقتیکہ نجاست سے جدا نہیں ہوا تو اس کو یاد رکھنا چاہیے بحر الرائق میں ہے کہ قیاس اس کا مقتضی ہے کہ پانی ناپاک پانی ہو جائے نجاست کی اول ملاقات سے لیکن یہ قیاس ضرورت کے سبب سے ساقط الاعتبار ہے خواہ نجس کپڑا تغارے میں ہو اور پانی اس پر ڈالا جائے یا پانی تغارے میں ہو اور ناپاک کپڑا اس میں ڈالا جائے ہم حنفیوں کے نزدیک تو وہ اپنے محل میں طاہر ہے اور نجس ہے جب کہ وہاں سے جدا ہو اور ناپاک کپڑے دھونے میں بہتر یہ ہے کہ کپڑے تغارے میں رکھے بدون پانی کے پھر پانی اس پر ڈالے نہ یوں کہ پانی تغارے میں اول رکھے پھر ناپاک کپڑا اس میں ڈالے تاکہ امام شافعی کے مخالف نہ ہو اس واسطے کہ ان کے نزدیک پانی میں ناپاک کپڑا ڈالنے سے ناپاک ہو جاتا ہے انتہی مختصراً لا یکون نجسا ما فقدر والا لازم نجاسۃ الجزء فی سائر الامصار ناپاک نہیں ہوتی نجاست کی راکھ چنانچہ گوبر اور لید اور گندگی آدمی کی ورنہ لازم آوے ناپاک ہونا روئی کا اکثر شہروں میں یعنی جہاں لکڑی میسر نہیں یا کمیاب گراں قیمت ہے و لا ملح کان حمارا او خنزیرا اور نہ وہ نمک ناپاک ہے جو اول گدھا یا سور تھا سو نمکسار میں پڑ کر نمک بن گیا و لا قدر وقع فی بئر فصار حمأۃ او انقلاب العین یفتی اور نہ وہ گندگی ناپاک ہے جو کنوئیں میں گری پھر کالی مٹی ہو کر کیچڑ بن گئی بسبب بدل جانے اس کی ذات کے اسی کا فتویٰ دیا جاتا ہے م انقلاب ذات تینوں مسئلوں کی دلیل ہے یعنی گندگی کی راکھ کا اور گدھے اور سور کے نمک کا اور گندگی کی کیچڑ کا ناپاک نہ ہونا اس واسطے ہے کہ ان کی حقیقت بدل کر اور چیز بن گئی و غسل طرف ثوب او بدن اصابت نجاسۃ محلا منہ و نسی المحل مطہرہ وان وقع الغسل لغیر ہو المختار اور اس کپڑے یا بدن کا دھونا جس کے ایک مکان پر نجاست لگ گئی اور وہ مکان بھول گیا ہو اس کپڑے کا پاک کرنے والا ہے اگرچہ بدون ظن غالب کے دھویا ہو یہی قول مختار ہے م یہ رد ہے بدائع اور اسبیجابی کے قول کا بدائع میں سارے کپڑے کے دھونے کو واجب کہا ہے اور اسبیجابی نے مشکل کر کے دھونا شرط کیا ہے کذا فی الطحطاوی ثم لو ظہر انہا فی طرف آخر لم یعد فی الخلاصۃ نعم وفی الظہیریۃ المختار انہ لا یعید الا الصلوۃ التی ہو فیہا پھر اگر دھونے کے بعد ظاہر ہوا کہ نجاست دوسری طرف ہے جدھر نہیں دھویا تو دھونے کا اعادہ کرے یا نہ کرے خلاصہ میں ہے کہ اعادہ کرے اور ظہیریہ میں قول مختار یہ ہے کہ اعادہ نہ کرے مگر اس نماز کا جس میں اس نے نجاست کو دیکھا م یہ غفلت ہے شارح سے صاحب نہر الفائق کے اتباع سے اس واسطے کہ ظہیریہ کا یہ مسئلہ مغایر ہے مسئلہ خلاصہ کے چنانچہ بحر الرائق کی عبارت اس میں صریح ہے ظہیریہ میں یوں ہے کہ نماز پڑھنے والے نے اپنے کپڑے پر نجاست دیکھی اور معلوم نہیں کہ کب سے لگی ہے تو امام کی روایات مختلفہ سے قول مختار یہ ہے کہ اعادہ نہ کرے مگر اس نماز کا جس میں وہ مشغول ہے کذا فی الحلبی کما لو بال حمر فغسلہا تغلیظا لبولہا اتفاقا علی حفرۃ تدوسہا فقسم او غسل بعضہ او ذہب بہبیۃ او اکل ادبع کما مر چنانچہ اگر گدھوں نے پیشاب کیا مثلاً اس گیہوں پر جس کو وہ مانڈتے ہیں یعنی روند کر بھوسے جدا کرتے ہیں پھر گیہوں بانٹے گئے یا تھوڑے سے دھوئے گئے یا کچھ جانتے رہے بخش یا کھانے یا بیع کی وجہ سے چنانچہ ابیات سابقہ میں اس کا بیان گذرا مصنف نے گدھوں کو خاص کر کے اس واسطے بیان کیا کہ ان کے پیشاب کی نجاست بالاتفاق ہے حیث یطہر البیاقی وکذا الذاہب لاحتمال وقوع النجس فی کل طرف کمسئلۃ الثوب اس واسطے کہ باقی گیہوں پاک ہو جاتے ہیں اور اسی طرح وہ گیہوں بھی پاک ہو جاتے ہیں جو صرف ہو گئے بسبب احتمال واقع ہونے ناپاک کے ہر طرف میں یعنی ہو سکتا ہے کہ جس قدر گیہوں بعد تصرف کے باقی رہے ناپاک گیہوں انہیں میں ہوں تو اس صورت میں جدا ہوئے پاک ٹھہریں گے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ناپاک گیہوں ان میں جاتے رہے ہوں جو صرف ہو گئے ہیں تو اس صورت میں باقی پاک ٹھہریں گے جیسے کپڑے کا مسئلہ کہ ایک طرف کے دھونے سے پاک ٹھہرا نجاست دھو جانے کے احتمال سے وکذا یطہر محل نجاسۃ اما عینہا فلا تقبل الطہارۃ مرئیۃ بعد جفاف کدم بقلعہا ای بزوال عینہا واثرہا ولو بمرۃ او بما فوق الثلث فی الاصح اور اسی طرح مشکی کے بعد نمودار نجاست چنانچہ خون پاک ہو جاتا ہے اس کے کھا ڈالنے اور بالکل دور کر ڈالنے سے یعنی عین نجاست اور اس کے اثر کے زائل ہو جانے سے اگرچہ زوال ایک بار کے ازالہ سے ہو یا تین بار سے زیادہ صحیح تر قول میں مصنف نے طہارت کے محل کو اس واسطے ذکر کیا کہ عین نجاست تو طہارت کو قبول نہیں کرتی م غایۃ البیان میں کہا نمودار نجاست سے مراد وہ نجاست ہے جو خشک ہو جانے سے نظر آوے

Marfat.com

چنانچہ خون اور گوہ اور بوخشکی کے بعد نظر نہ آوے وہ نمودار نہیں اصح یہی ہے کہ ایک بار کے دھونے سے بھی بشرط ازالہ کلی طہارت حاصل ہوتی ہے خواہ گرم پانی سے ہو خواہ آب کثیر بستہ سے خواہ آب ریختہ سے خواہ تغاری میں تین بار سے زیادہ دھونا اس وقت ہے جب کہ اقل کافی نہ ہو اور یہ صحیح یہ قول ہے کہ بعد زوال میں دو بار دھونا واجب ہے یا تین بار یا ایک بار اسی طرح کذا فی الطحطاوی لم یقل یغسلہا یعنی نحو دلک وفرک اور مصنف نے قلع نجاست کہا نہ اس کے دھونے کو تاکہ رگڑنے اور ملنے وغیرہ کو بھی شامل رہے یعنی تطہیر فقط دھونے پر منحصر نہیں بلکہ رگڑنے سے چنانچہ موزے میں اور ملنے سے چنانچہ نعلی میں بھی طہارت حاصل ہوتی ہے ولا یضر بقاء اثر کلون او ریح لازم فلا یکلف فی ازالتہ الی ماء حارا و صابون ونحوہ اور طہارت میں ضرر نہیں کرتا باقی رہنا نجاست کے اثر لازم کا یعنی جس کا زوال دشوار ہے اثر نجاست چنانچہ رنگ اور بو تو مسلمان مکلف نہیں اثر لازم کے دور کرنے میں گرم پانی یا صابون اور اس کے مانند اور چیز کی طرف ف مانند اس کے وہ برتن ہے جس میں شراب تھی خواہ برتن نیا ہو یا پرانا تو بو کا باقی رہنا مضر طہارت نہیں یعنی دھونے کے بعد کذا فی الطحطاوی عن البحر عن الفتح بل یطہر ما صبغ او خضب بنجس بغسلہ ثلثا بلکہ پاک ہو جاتا ہے وہ جو رنگا گیا یا خضاب کیا گیا ناپاک چیز سے چنانچہ حنا اور کسم ناپاک سے اس کے تین بار دھو ڈالنے سے م نجس سے مراد یہاں متنجس ہے نہ نجس العین بدلیل مسئلہ چربی مردار تو اگر رنگ یا خضاب کیا گیا نجس العین سے چنانچہ خون سے تو اس کی عین اور مزہ اور بو کا ازالہ واجب ہے رنگ کا باقی رہنا مضر نہیں والاولی غسلہ الی ان یصفو الماء اور بہتر ہے اس کا دھونا یہاں تک کہ دھونے کا پانی صاف بے رنگ نکلے ولا یضر اثر دھن الادہن ودک تنہ لازمہ عین النجاسۃ حتی لا یدہ بلغ بہ جلد بل یستصبح بہ فی غیر مسجد اور مضر نہیں کرتا ظاہر ہونے میں ناپاک تیل کی چکنائی کا رہنا مگر مردار جانور کی چربی کی چکنائی مضر طہارت ہے کیونکہ عین نجاست ہے یہاں تک کہ اس سے چمڑے کو دباغت نہ دیجیے بلکہ مسجد کے سوا اور جگہ اس کا چراغ میں جلانا چاہیے ویطہر محل غیر مرئیۃ بالغلبۃ ظن غاسل لو مکلفا والا مستعمل طہارۃ محلہا بلا عدد بہ یفتی اور جو نجاست نمودار نہیں اس کا محل پاک ہوتا ہے دھونے والے کے گمان غالب سے اس کے محل کے پاک ہو جانے کو بلا تعیین عدد اسی کا فتویٰ ہے یعنی جب کہ غاسل کو طہارت محل کا ظن غالب حاصل ہوا تو محل نجاست پاک ہے بشرطیکہ دھونے والا مکلف یعنی عاقل بالغ مسلم ہو اور جو وہ مکلف نہیں یعنی صغیر یا مجنون ہو تو اس کے استعمال کرنے والے کے ظن غالب کا اعتبار ہے م دھونے کی حالت میں جب کہ طہارت محل کا گمان غالب حاصل ہوا اگرچہ ایک ہی بار دھونے سے یہ بات حاصل ہو تو کفایت کرتا ہے چنانچہ کرخی نے اس کی تصریح کی ہے اور اسبیجابی نے اس کو اختیار کیا ہے کذا فی الطحطاوی وقدر ذلک لموسوس بغسل وبعصر ثلثا او سبعا فیما ینعصر مبالغا بحیث لا یقطر اور یہ دھونا وسواس والے کے حق میں اندازہ کیا گیا ہے ساتھ دھونے اور نچوڑنے کے تین بار یا سات بار اس چیز میں جو نچوڑی جا سکتی ہے بحالت مبالغہ اس طرح پر کہ پھر نچوڑنے سے بوند نہ ٹپکے م ازبسکہ موسوس کو ظن غالب کثرت اوہام سے حاصل نہیں لہذا اس کے حق میں یہ اندازہ شرع میں مقرر ہوا فقہاء عراق کا قول ظن غالب کا اعتبار تھا اور فقہاء بخارا کا تین بار دھونے کا صاحب سراج نے دونوں قولوں میں توفیق دی کہ اگر شخص وسواسی نہیں تو ظن غالب معتبر ہے اور اگر وسواسی ہے تو تین بار کا دھونا کافی ہے سات بار کا دھونا واجب نہیں مستحب ہے تا خلاف شافعی کا نہ ہو اور اشتراط عصر علی العموم نہیں کہ بعضے برتنوں میں نہیں ہوتا بحر الرائق میں حاوی قدسی سے منقول ہے کہ برتن تین طرح کے ہیں مٹی کے اور لکڑی کے اور لوہے وغیرہ کے اور ان کی تطہیر چند طرح پر ہے جلانا اور چھیلنا اور پونچھنا اور دھونا تو اگر برتن مٹی یا پتھر کا ہے اور نجاست اس کے اجزا میں گھس گئی تو جلایا جائے اور اگر پرانا ہو تو دھویا جائے اور اگر نئی لکڑی کا برتن ہے تو چھیل ڈالا جائے اور اگر پرانی کا ہے تو دھویا جائے اور اگر لوہے یا پیتل یا رانگ یا کانچ کا ہے اور چکنا صیقلدار ہے تو پونچھ ڈالا جائے اور اگر چکنا نہیں کھردرا ہے تو دھویا جائے اور ذخیرہ میں ہے کہ اگر بدن میں نجاست لگی تو تین بار پے در پے دھویا جائے اس لیے کہ نچوڑنا متعذر ہے تو پے در پے دھونا قائم مقام نچوڑنے کے ہے کذا فی الطحطاوی ولو کان لو عصرہ یقطر بالنسبۃ الیہ دون ذلک الغیر اور اگر یہ حال ہو کہ اگر دھونے والے کے سوا غیر شخص اس کو نچوڑے تو وہ ٹپکے تو وہ پاک ہو گیا دھونے والے کی نسبت نہ غیر شخص کی نسبت م وجہ اس کی یہ ہے کہ ہر شخص مخاطب ہے بقدر اپنی طاقت کے تو دوسرے کی قدرت سے یہ شخص قادر نہ ٹھہرے گا ولو لم یبالغ لرقۃ محل

ف طریق ہر طرح کے برتن دھونے کا ۱۲

Marfat.com

یظہر الاظہر نعم للضرورۃ اور اگر نچوڑنے میں مبالغہ نہ کیا کپڑے کے باریک ہونے کی وجہ سے تو پاک ہوگا یا نہیں ظاہر تر جواب یہ ہے کہ ہاں پاک ہوگا ضرورت کے سبب سے م فتاوی قاضی خان میں عدم طہارت کو پسند کیا ہے وقدر بتثلیث جفاف ای انقطاع التقاطر فی غیرہ ای غیر متعصر مما یتشرب النجاسۃ والا فبقلعہا کا مراد ٹھہرایا گیا ہے دھونے میں تین بار کا خشک ہو جانا یعنی تقاطر کا بند ہونا اس کے غیر میں یعنی جو چیز نچڑ نہیں سکتی اس قسم سے کہ نجاست کو سوکتی ہے اور اگر سوکتی نہیں تو ازالۂ نجاست سے پاک ہو جاتی ہے یعنی اس میں خشک کرنا شرط نہیں کذا فی الطحطاوی وہذا کلہ اذا غسل فی اجانۃ اما لو غسل فی غدیر او صب علیہ ماء کثیر او جری علیہ الماء طہر مطلقا بلا شرط عصر وتجفیف وتکرار عند ابی یوسف ہو المختار اور یہ سب یعنی تین بار دھونا اور نچوڑنا نچڑنے والی چیزیں اور دھونا تین بار خشکی کے ساتھ اس کے غیر میں اس وقت ہے جب کہ دھویا جائے طاس اور طغاری میں لیکن اگر حفرہ اور تالاب میں دھویا جائے یا اس پر پانی بہت سا ڈالا جائے یا اس پر پانی جاری ہو تو وہ پاک ہو جاتا ہے مطلقاً بلا شرط نچوڑنے اور سکھانے اور چند بار غوطہ دینے کے یہی قول مختار اور پسندیدہ ہے م فرش ناپاک پر جب پانی جاری ہو اس قدر کہ زوال نجاست کا گمان آیا تو وہ پاک ہو گیا کیونکہ پانی کا جاری کرنا قائم مقام نچوڑنے کے ہے کذا فی الطحطاوی عن المحیط ویطہر لبن وعسل ودبس ودہن بغلی ثلثا اور پاک ہوتا ہے دودھ اور شہد اور شیرۂ خرما اور تیل تین بار کے جوش دینے سے م ان چیزوں کے پاک کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ مثلاً شہد کا نیم حصہ پانی اس میں ڈال کر جوش دے کہ پانی جل جائے اسی طرح تین بار کرے کذا فی الطحطاوی عن البحر والقہستانی ولحم طبخ بمرق بغلی وتبرید ثلثا اور جو گوشت کہ پکایا گیا شراب میں وہ پاک ہوتا ہے تین بار جوش دینے اور سرد کرنے سے اور سرد کرنے سے مراد خشک کرنا ہے یہ قول ہے ابو یوسف کا اور امام کا قول مفتی بہ عدم طہارت ہے دائما کذا فی الطحطاوی عن البحر وکذا دجاجۃ ملقاۃ حالۃ علی الماء للنتف قبل شقہا فتح اور اسی طرح پاک ہوتی ہے تین بار دھونے اور خشک کرنے سے وہ مرغی جو پانی کے جوش میں ڈالی گئی پر اکھاڑنے کے واسطے پیٹ پھاڑنے سے پہلے کذا فی الفتح م یہ مرغی امام کے قول پر کبھی پاک نہ ہوگی ابو یوسف کے نزدیک پاک ہے چنانچہ فتح القدیر میں ہے تو بہتر یہ ہے کہ پہلے گرم پانی میں ڈالنے سے اس کے پیٹ کی آلائش نکال ڈالے اور محل ذبح میں جو خون کہ جما ہو دھو ڈالے کذا فی الطحطاوی وفی التجنیس حنطۃ طبخت فی قمر لا تطہر ابدا یعنی اور تجنیس میں ہے کہ جو گیہوں کہ پکایا گیا شراب میں وہ کبھی پاک نہیں ہوتا اسی کا فتوی ہے م یہ امام کا قول ہے اور ابو یوسف کے نزدیک کئی بار جوش دینے اور خشک کرنے سے پاک ہوتا ہے ولو انتفخت من بول نقعت وجففت ثلثا اور جو گیہوں پیشاب میں پھولا وہ پانی میں تین بار دھویا جائے اور سکھایا جائے ولو عجن بخمر صب فیہ فظل حتی یذہب اثرہا فیطہر اور جو گوندا گیا آٹا شراب میں اور روٹی پکی تو اس میں سرکہ ڈالا جائے یہاں تک کہ شراب کا اثر جاتا رہے تو پاک ہو جائے م یہ روٹی دھونے سے پاک نہیں ہوتی بدون سرکہ کے اس طرح کہ ٹکڑے ٹکڑے کر کے اس میں ڈالی جائے فروع چھری بجھائی گئی ناپاک پانی میں وہ تین بار پاک چیز میں بجھائی جائے گوشت کے شوربے میں نجاست گری جوش کی حالت میں وہ تین بار ابالا جائے تو پاک ہو اور اگر جوش کی حالت میں نہیں گری تو تین بار گوشت دھویا جائے کذا فی الطحطاوی

فصل یہ فصل ہے استنجا کے احکام میں م ایک نسخہ میں فصل ہے تنوین کے ساتھ اور دوسرے نسخہ میں فصل فی الاستنجاء ہے الاستنجاء ازالۃ نجس عن سبیل فلایسن من رزح وحصاۃ ولوم وفصد استنجاء دور کرتا ہے نجاست کا نجاست کی راہ سے یعنی قبل اور دبر سے تو استنجا کرنا مسنون نہیں رزح اور پتھر اور زمین سے اور فصد کے خون سے م اس واسطے کہ رزح اور پتھری اور زمین نجاست نہیں اور خون فصد قبل اور دبر سے نہیں جو اس کا ازالہ مسنون ہو وہو سنۃ مؤکدۃ مطلقا اور استنجا سنت مؤکدہ ہے ہر حال میں خواہ نجاست حسب عادت ہو یا نہ ہو تر ہو یا خشک خواہ استنجا پانی سے ہو یا ڈھیلوں سے خواہ بے وضو کرے یا جنب یا حائض ما قیل من افراط نحو حیض ومبادزۃ مخرج فتسامح اور وہ جو کسی نے استنجاء کا فرض ہونا کہا ہے مانند حیض اور مخرج سے بڑھ جانے میں سو قول تحقیقی نہیں م حیض کے مانند چنانچہ جنابت اور نفاس وار کانہ اربعۃ شخص مستنجی وشیء مستنجی بہ کماء ومجر ومحل خارج من احد السبیلین وکذا الواصلہ من خارج وان قام من موضعہ علی المعتمد ومخرج دبر اور قبل اور ارکان استنجا کے چار ہیں ایک تو شخص استنجا کرنے والا دوسرے وہ چیز جس سے استنجا کیا جاتا ہے چنانچہ پانی اور پتھر تیسرے نجاست نکلنے والی بول یا براز کی راہ سے اور اسی طرح مسنون ہے استنجا اگر احد السبیلین کو باہر سے نجاست لگ جائے اگر وہ شخص فضائے حاجت کے مکان سے اٹھ کھڑا ہو قول

Marfat.com

محدد پر جو تھار کن ہے نجاست نکلنے کا مقام دبر یا قبل بخو حجر ماہو بین طاہرۃ قالعۃ لاقیمۃ لہا کمدر مشق استنجا سنت ہے پتھر ایسی چیز سے اس قسم سے کہ وہ چیز پاک نجاست کی دور کرنے والی ہے جس کی کچھ قیمت نہیں چنانچہ صاف کرنے والا ڈھیلا م ڈھیلے کے مانند خاک اور لکڑی اور کپڑا اور روئی اور پرانی کھال ہے اور دیوار اور زمین سے رگڑنا لیکن خانۂ نیز مملوک سے بدون کرایہ استنجا جائز نہیں بہتر طریقہ استنجا کا یہ ہے کہ بدن کو نہایت دھیلا کر کے بیٹھے مگر جب کہ روزہ دار ہو اور استنجا پانی سے کرنا ہو اور مناسب ہے کہ بعد استنجاء کے اٹھنے سے کپڑے سے موضع استنجا کو پونچھ ڈالے اور کپڑوں کو آب مستعمل سے بچاوے اور قبل از استنجا اور بعد از استنجا دونوں ہاتھوں کو دھوئے کذا فی الطحطاوی لانہ ہو المقصود فیختار الابلغ والاسلم عن التلویث اس واسطے کہ یہی پاک صاف کرنا استنجا کرنے سے مقصود ہے تو استنجا کرنے کو وہ چیز اختیار کرے جو بہت پاک صاف کرنے والی اور نہایت سلامت رکھنے والی ہو آلودہ کرنے سے دلا تقید باقبال وادبار شارحہ وصیفا اور استنجا مقید نہیں اقبال اور ادبار کے ساتھ جاڑے اور گرمی میں م اقبال یہ کہ پیچھے کی طرف سے آگے ڈھیلا لاوے اور ادبار یہ کہ آگے سے پیچھے لے جاوے یعنی استنجا سے مقصود انالۂ نجاست ہے یہ مسنون نہیں کہ مرد جاڑوں میں پہلا ڈھیلا پیچھے سے آگے لاوے اور دوسرا آگے سے پیچھے اور تیسرا اول کے مانند اور گرمی میں اس کے بالعکس کرے اور عورت ہر موسم میں اول اقبال کرے یہ اقبال اور ادبار کا قول قاضی خان کا ہے اور زیلعی اور شمنی نے اس کو اختیار کیا ہے ولیس العدد ثلثا بمسنون فیہ بل مستحب اور تین ڈھیلوں کا شمار استنجا میں مسنون نہیں بلکہ مستحب ہے م استنجا کرنے سے مقصود پاک صاف کرنا ہے خواہ ایک ڈھیلے سے ہو یا تین یا پانچ یا زیادہ سے اور تین ڈھیلوں کا ذکر جو بعضی احادیث میں ہے بنا بر غالب عادت کے ہے یعنی غالبًا اسی قدر سے پاکی حاصل ہوتی ہے ولغسل بالماء الی ان یغلب علی ظنہ انہ طہر العکن موسوسا فیقدر بثلث کا مراد پانی سے دھونا یہاں تک کہ استنجا کرنے والے کے دل میں یہ گمان حاصل ہو کہ موضع استنجا کا پاک صاف ہو گیا یہ حد اس کے حق میں ہے جو شخص وسواسی نہیں تو وسواسی کے حق میں تین بار کا دھونا ٹھہرایا جائے جیسا کہ نجاست غیر مرئیہ میں گذا بعدہ ای الجری بلا کشف عورۃ عند احد پانی سے دھونا ڈھیلوں کے بعد بدون شرمگاہ کھولنے کے کسی کے روبرو یعنی اس شخص کے روبرو جس سے مجامع مستنجی کو حرام ہے م عمدہ مرتبہ یہ ہے کہ ڈھیلوں کے بعد پانی سے دھونا پھر اس کے بعد فقط پانی پر اکتفا کرنا پھر اس کے بعد فقط ڈھیلوں پر کفایت کرنا کذا فی الطحطاوی اما معہ فیترکہ کا مراد کشف عورت کے ساتھ تو دھونے کو ترک کرے چنانچہ غسل کی سنتوں سے پہلے مذکور ہو چکا فلو کشف لعذر فاستنجی تو اگر دھونے کے واسطے اس نے بدن کھولا تو گنہگار ہو جاوے گا م بمرالرائق میں ہے کہ ایسی صورت میں ڈھیلوں پر کفایت کرے پانی سے استنجا نہ کرے نہیں تو گنہگار ہو گا اور عوام نمازی اکثر ایسا کرتے ہیں لالو کشف لاغتسال او تغوط کما بحثہ ابن الشحنۃ گنہگار نہ ہو گا اگر غسل واجب یا بگنے کے واسطے شرمگاہ کھولی چنانچہ ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اس کو بحث کی راہ سے نہ روایت کی راہ سے بیان کیا ہے سنۃ مطلقًا بہ یعنی سراج ڈھیلوں کے بعد پانی سے دھونا سنت ہے ہر زمانے میں اسی کا فتوی ہے کذا فی السراج م یعنی ہمارے زمانے اور صحابہ کرام کے زمانے میں یکسان سنت ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہمارے زمانے میں سنت ہے صحابہ کرام کے وقت میں مستحب تھا ویجب ای یفرض غسلہ ان جاوز المخرج بمس مانع اور واجب یعنی فرض ہے محل استنجا کا دھونا اگر مخرج سے تجاوز کر گئی ہو وہ نجاست جو نماز کی مانع ہے یعنی اگر قدر درہم سے زائد ہے مخرج عام ہے قبل ہو یا دبر ولیعتبر القدر المانع لصلوۃ فیما در او موضع الاستنجاء لان ما علی المخرج ساقط شرعًا وان کثر ولہذا لا تکرہ الصلوۃ معہ اور مانع نماز کی مقدار نجاست ماورائے موضع استنجا میں معتبر ہے اس واسطے کہ جو نجاست کہ مخرج پر ہے وہ شرعًا ساقط الاعتبار ہے اگرچہ وہاں بکثرت ہو یعنی درم سے زیادہ ہو ولہذا اس نجاست کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ نہیں م قدر درہم سے زیادہ نجاست کا ہونا مخرج پر اس واسطے ممکن ہے کہ ایک شخص کی مقعد بڑی ہو اور عدم کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہے نہیں تو ترک استنجا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ استنجا سنت ہے کذا فی الطحطاوی وکرہ تحریما بعظم وطعام وروث وبالبس کعذرۃ وبالبسۃ وحجر استنجی بہ الا بحرف آخر اور مکروہ تحریمی ہے استنجا کرنا ہڈی اور کھانے کی چیز اور خشک لید سے جیسے مکروہ ہے آدمی کے خشک گوہ سے اور اس ڈھیلے سے جس سے ایک بار استنجا کیا گیا مگر اس کی دوسری نوک سے کہ آلودہ

سلہ اس سے معلوم ہوا کہ اگر منکوحہ یا لونڈی کے سامنے کشف عورت ہوتا ہو تو پانی لینا مضائقہ نہیں ۱۲

Marfat.com

نجاست سے نہیں استنجا کرنا مکروہ نہیں وآجرِ وخزف وزجاجِ وشئ محترم کخرقۃ دیباج وبعین ولا مذر بیسراہ اور مکروہ تحریمی ہے پکی اینٹ اور ٹھیکری اور کانچ اور حرمت والی چیز جیسے ریشمی کپڑے اور داہنے ہاتھ سے اس حالت میں کہ اس کے بائیں ہاتھ میں کچھ عذر نہیں م اینٹ وغیرہ سے استنجا کرنے میں جراحت موضع کا خطر ہے اور محترم چیز سے اس کی تضییع بے محل ہے اور داہنے ہاتھ سے استنجا اور مس ذکر حدیث میں منع ہے تو چاہیے کہ پیشاب کے بعد ذکر کو بائیں ہاتھ سے پکڑے اور دیوار یا زمین سے رگڑے اور اگر نہ ہو سکے تو داہنے ہاتھ میں ڈھیلا لے اور اس کو حرکت نہ دے بلکہ ذکر کو اس پر رگڑے بائیں ہاتھ سے کذا فی البحر فلو مشلولۃ دلم یجد ماء جاریا ولا صابا ترک الماء پھر اگر بایاں ہاتھ لنجا ہو اور وہ شخص جاری پانی نہ پاوے اور نہ اس شخص کو جو اس پر پانی ڈالے تو پانی سے استنجا کرنا ترک کرے م اور اگر جاری پانی ہو یا پانی ڈالنے والا جس سے شرعاً پردہ نہیں تو داہنے ہاتھ سے استنجا کرے ولو شلاء سقط اصلا کمریض ومریقۃ لم یجد امن یحل جامہ اور اگر دونوں ہاتھ لنجے ہوں تو استنجا بالکل ساقط ہو گیا یعنی ڈھیلوں سے بھی اور پانی سے بھی اس بیمار مرد اور عورت کے مانند جنہوں نے اس شخص کو نہ پایا جس کا علاج کرنا حلال ہے کہ ان سے بھی استنجا مطلقاً ساقط ہے یعنی اگر بیمار مرد کو زوجہ یا حلال لونڈی اور بیمار عورت کو زوج میسر ہو تو ان سے استنجا کروا لے وفحم وعلف حیوان وحق غیر وکل ما ینتفع بہ اور مکروہ تحریمی ہے استنجا کرنا کوئلے سے اور جانور کے چارے سے اور غیر شخص کے حق سے چنانچہ غیر کی دیوار بدون کرایہ اور جو چیز قابل انتفاع ہو اس سے چنانچہ غذا اور پتا اور نرکل اور بانس اور روئی اور کپڑا ان سب سے استنجا مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر فلو فعل اجزاہ مع الکراہۃ لحصول الانقاء پھر اگر ہڈی وغیرہ سے استنجا کیا تو کفایت کرتا ہے کراہت تحریمی کے ساتھ بسبب حاصل ہو جانے صفائی کے م قہستانی میں نظم سے منقول ہے یوں کرنا چاہیے کہ تین ڈھیلوں سے استنجا کرے پھر اگر نہ پاوے تو تین سے کرے پھر اگر اس کو بھی نہ پاوے تو مٹھی بھر خاک سے ان تین چیزوں کے سوا استنجا نہ کرے کہ بموجب حدیث کے مورث فقر ہے اور کیفیت استنجا کرنے کی یوں ہے کہ انگشت وسطی کو تھوڑا سا اونچا کرے اور اس کا موضع دھووے پھر بنصر کو اونچا کرے اور دھووے پھر خنصر کو پھر سبابہ کو اونچا کر کے دھووے یہاں تک کہ اطمینان حاصل ہو اصح قول میں اور بعضوں نے کہا یہاں تک دھووے کہ وہاں سے چکنائی دور ہو کر کھردرا ہو جائے اور عورت اول بنصر اور وسطی کو اونچا کر کے دھووے پھر مرد کی طرح دھووے اور موسم سرما میں زیادہ تر مبالغہ کرے اگر ٹھنڈا پانی ہو اور اگر گرم پانی ہو تو موسم گرما کے مانند مبالغہ کی حاجت نہیں لیکن آب سرد کا ثواب زیادہ تر ہے آب گرم سے کذا فی الطحطاوی وفیہ نظر لما مر انہ سنۃ لا غیر فینبغی ان لا یکون مقیما لہا بالمنہی عنہ اور مصنف کے اس قول میں کہ ہڈی وغیرہ سے استنجا کرنا کافی ہے خلل ہے اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ استنجا سنت ہے نہ کچھ اور تو لائق یہ ہے کہ نہ ہو آدمی قائم کرنے والا سنت کا منع چیز سے م صاحب نہر الفائق نے اس کا یوں جواب دیا کہ مسنون تو ازالہ ہے نجاست کا اور ڈھیلا وغیرہ مقصود بالذات نہیں بلکہ اس جہت سے کہ وہ مزیل ہے غایۃ الامر یہ ہے کہ اس شئے مخصوص سے ازالہ ممنوع ہے اس سے نفی ازالہ نہیں ہوتی چنانچہ غصب کے مکان میں سنت پڑھنے سے سنت ادا ہو گی لیکن ارتکاب منہی عنہ لازم آوے گا کما کرہ تحریماً استقبال قبلۃ واستدبارہا لاجل بول او غائط جیسے مکروہ تحریمی ہے قبلہ کا سامنا اور اس کو پیٹھ دینا پیشاب کرنے یا بگنے کے واسطے م قبلہ کسی جہت میں ہو اس کا استقبال اور ادبار ممنوع ہے اور یہ جو حدیث میں وارد ہے کہ مشرق مغرب کی طرف بول براز کے واسطے بیٹھ کر تو ان کے حق میں ہے جن کا قبلہ مشرق اور مغرب کی طرف نہیں چنانچہ اہل مدینہ کا قبلہ جنوب کی طرف ہے فلو لا استنجاء لم یکرہ پھر اگر استنجا کرنے کے وقت استقبال اور استدبار قبلہ ہو تو مکروہ نہیں یعنی مکروہ تحریمی نہیں یعنی کراہت تنزیہی ثابت ہے کیونکہ ترک ادب ہے کذا فی الطحطاوی ولو بنیان لاطلاق النہی اور استقبال واستدبار قبلہ مکروہ ہے اگرچہ عمارت کے اندر ہو جیسے میدان میں مکروہ ہے بسبب مطلق ہونے نہی کے یعنی حدیث شریف میں عمارت اور میدان کی قید نہیں ہر مقام میں کراہت ثابت ہے فلو جلس مستقبلا لہا ناسیا فلما تم ذکرہ انحرف ندبا لحدیث البری من جلس یبول تجاہ القبلۃ فذکر ہا فانحرف عنہا اجلالا لہا سالما یتم من مجلسہ حتی لا یقعد لہ سو اگر قبلہ کے سامنے بیٹھا غفلت سے پھر اس کو یاد آیا تو پھر جائے اس کی طرف سے استحباب کی راہ سے بدلیل حدیث طبرانی کہ جو بیٹھا پیشاب کرنے کو قبلہ کے سامنے پھر اس کو یاد پڑا

Marfat.com

ہو پھر گیا اس کی طرف سے قبلہ کی تعظیم اور تکریم کی وجہ سے تو کھڑا نہ ہوگا اپنی نشست گاہ سے یہاں تک کہ بخشا جاوے گا ان امکنہ والا لفلا باس پہ اگر ممکن ہو قبلہ کی طرف سے پھرنا اور اگر ممکن نہ ہو تو کچھ ڈر نہیں عدم انحراف سے وکذا یکرہ بندہ تعلم التحریمیۃ والتنزیہیۃ للمرأۃ امساک صغیر لبولٍ او غائطٍ نحو القبلۃ اور اسی طرح عورت کو مکروہ ہے تھامنا صغیر کا پیشاب یا پخانے کے واسطے قبلہ کی طرف شارع نے کہا کہ یہ کراہت کے اقسام شامل ہیں کراہت تحریمی اور تنزیہی دونوں کو وکذا مد رجلیہا اور اسی طرح پاؤں پھیلانا قبلہ کی طرف مکروہ ہے م طحطاوی نے کہا کہ یہ کراہت تنزیہی ہے واستقبال شمس وقمر لہما ای لاجل بولٍ او غائطٍ اور مکروہ ہے سامنا سورج اور چاند کا پیشاب یا پخانے کے واسطے وبولٌ وغائطٌ فی ماءٍ دلو جاریا فی لاصح وفی البحر انہا فی الراکد تحریمیۃ وفی الجاری تنزیہیۃ اور مکروہ ہے بول اور براز پانی میں اگرچہ جاری پانی ہو صحیح تر قول میں اور بحر الرائق میں ہے کہ آب بستہ میں کراہت تحریمی ہے اور آب روان میں کراہت تنزیہی ہے م طحطاوی نے کہا مگر عذر سے مکروہ نہیں چنانچہ کشتی اور جہاز سے اترنا ممکن نہ ہو دیلی طرف نہرٍ او بئرٍ او حوضٍ او بین او تحت شجرۃٍ مثمرۃٍ او فی زرعٍ او فی ظلٍ یمتفع بالجلوس فیہ اور مکروہ ہے بول یا براز نہر یا کنوئیں یا حوض یا چشمہ کے کنارے پر یا پھلدار درخت کے نیچے یا کھیت میں یا اس سایہ میں جس سے لوگ فائدہ پاتے ہیں اس میں بیٹھ کر م یہ سب کراہت تحریمی ہے کیونکہ اس کی نہی احادیث میں وارد ہے کذا فی الطحطاوی انتفاع جلوس کی قید سے معلوم ہوا کہ جو سایہ آبادی سے دور ہو اس کے نیچے بول اور براز مکروہ نہیں وبجنب مسجدٍ ومصلی عیدٍ وفی مقابر وبین دوابٍ وفی طریق الناس اور مکروہ ہے مسجد اور عیدگاہ کے آس پاس اور قبرستان میں اور چوپایوں کے درمیان اور لوگوں کی راہ میں م قبرستان میں وجہ کراہت یہ ہے کہ میت کو تکلیف ہوتی ہے اور ظاہر یہ کراہت تحریمی ہے اس واسطے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ جو قبرستان میں جدید راہ حادث ہوئی ہو اس میں چلنا حرام ہے تو بول و براز بطریق اولیٰ ممنوع ہوگا کذا فی الطحطاوی وفی مہب ریحٍ وجحر فارۃٍ او حیۃٍ او نملۃٍ وثقب او ہوا چلنے کے مکان میں اور چوہے یا سانپ یا چیونٹی کے بل میں اور ہر سوراخ میں زاد العینی فی موضعٍ یعبر احدًا او یعقر علیہ وبجنب طریقٍ او قافلۃٍ او خیمۃٍ وفی اسفل الارض الی اعلاہا مینی میں اتنا زیادہ کہا ہے اور مکروہ ہے اس مکان میں جہاں کوئی رہتا یا بیٹھتا ہو اور راہ یا قافلہ یا خیمہ کے برابر اور پشت زمین پر بیٹھ کر بلند زمین کی طرف پیشاب کرنا مکروہ ہے یعنی عود نجاست کی وجہ سے والتکلم علیہما اور مکروہ ہے بولنا بول براز کرتے م اس واسطے کہ حق تعالیٰ اس پر ناخوش ہوتا ہے اور بول براز کرتے خدا کا ذکر نہ کرے اور چھینک پر الحمد للہ نہ کہے اور چھینکنے والے کو دعا نہ کرے اور سلام کا جواب نہ دے اور نہ اذان کا جواب دے اور بلا ضرورت شرمگاہ اور بول و براز کو نہ دیکھے نہ وہاں تھوکے نہ ناک کو جھاڑے اور نہ کھکھارے اور چپ و راست نہ دیکھے اور اپنے بدن سے عبث فعل نہ کرے اور آسمان کی طرف سر نہ اٹھاوے اور وہاں بہت نہ بیٹھے کہ بواسیر پیدا ہوتی ہے اور درد جگر حادث ہوتا ہے چنانچہ لقمان علیہ السلام سے مروی ہے اور مستحب ہے کہ نمازی کپڑوں کو وہاں نہ لے جائے اگر مقدور ہو نہیں تو خوب حفاظت کرے نجاست کے لگ جانے سے اور آب مستعمل سے اور سر برہنہ نہ جائے اور وہاں داخل ہوتے کے اللہم انی اعوذ بک من الخبث والخبائث واعوذ بک من الرجس الخبیث الخبث الشیطان الرجیم اور مکروہ ہے وہاں وہ انگوٹھی لے جانا جس پر خدا کا نام یا قرآن لکھا ہو اور وہاں داخل ہوتے بایاں پاؤں اول بڑھاوے اور کھڑے ہو کر شرمگاہ کو نہ کھولے اور دونوں پاؤں کو کشادہ کر کے بیٹھے اور بائیں پاؤں پر جھکا رہے پھر جب فراغت پاوے تو کہے الحمد للہ الذی دفع عنی الاذی وعافانی کذا فی الطحطاوی وان یبول قائمًا او مضطجعًا او متجردًا من ثوبہ بلا عذرٍ اور مکروہ ہے پیشاب کرنا کھڑے ہو کر یا لیٹے یا کپڑوں سے برہنہ ہو کر بدون عذر کے م بلا عذر کی قید سب سے تعلق ہے اس واسطے کہ عذر سے کھڑے وغیرہ پیشاب کرنا جائز ہے اس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے پیشاب کیا بیٹھ کے درد کی وجہ سے کذا فی البحر او یبول فی موضعٍ یتوضا ہوا ویغتسل فیہ لحدیث لا یبولن احدکم فی مستحمہ فان عامۃ الوسواس منہ یا مکروہ ہے پیشاب کرنا اس مکان میں جہاں وہ شخص وضو کرتا ہے یا اس میں غسل کرتا ہے اس حدیث کی دلیل سے کہ ہرگز

ملہ الٰہی میں پناہ مانگتا ہوں شیطانوں اور ان کی مادوں سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں ناپاک شریر پلید شیطان مردود سے ۱۲ ۲ حمد ہے اس اللہ کو جس نے مجھ سے تکلیف دور کی اور ہر کو سلامتی عنایت کی ۱۲ ۹

Marfat.com

پیشاب نہ کرے کوئی شخص تم لوگوں میں سے اپنے غسل خانہ میں اس واسطے کہ اکثر وسواس اسی سے پیدا ہوتا ہے فروع مسائل ملحقہ شارح کے یجب الاستبراء بمشی وتنحنح ونحوہما علی شقۃ الایسر واجب یعنی فرض ہے استبرا یعنی پیشاب کے بعد خوب پاکیزگی اور صفائی حاصل کرنا پیادہ پا چل کر اور کھنکھار کر اور بائیں پہلو پر لیٹ کر ہم حدیث میں وارد ہے کہ خوب پاکیزگی حاصل کرو پیشاب سے کہ اکثر عذاب قبر اسی سے یعنی عدم پاکیزگی سے ہوتا ہے ہم استبرا عبارت ہے ازالہ خارج سے تا اینکہ منقطع ہو جائے کذا فی الطحطاوی ویختلف بطباع الناس اور استبرا مختلف ہوتا ہے لوگوں کے اختلاف طبائع کے سبب سے یعنی کسی کو جلد پاکیزگی حاصل ہوتی ہے کسی کو دیر سے کسی کو چلنے سے کسی کو کھنکھارنے وغیرہ سے ومع طہارۃ المغسول تطہر الید اور مغسول کی طہارت کے ساتھ ہاتھ بھی پاک ہو جاتا ہے یعنی جب دھونے کا محل پاک ہوا ہاتھ بھی اس کے ساتھ پاک ہو گیا اس کے علیحدہ دھونے کی حاجت نہیں خواہ محل دھونے کا استنجا ہو یا سوائے اس کے ویشترط ازالۃ الرائحۃ منہا وعین الخارج الا اذا عجز والناس عنہا غافلون اور طہارت میں شرط ہے دور کرنا بدبو کا ہاتھ سے اور خارج نجاست سے مگر جب کہ عاجز ہو آدمی بو کے دفع کرنے سے یعنی ہر چند دھوتا ہے بدبو دفع نہیں ہوتی تو اب معاف ہے اور لوگ اس شرط سے غافل اور بے خبر ہیں ہم ہاتھ سے بدبو کا دفع ہونا سونگھنے سے معلوم ہوتا ہے اور خارج سے معلوم ہونا ظن غالب کے حاصل ہونے سے کذا فی الطحطاوی استنجی المتوضی ان علی وجہ السنۃ بان ارخی المستفرش والا لا بادمنوشخص نے استنجا کیا اگر استنجا مسنون وجہ سے کیا اس طرح کہ خارج کو ڈھیلا کر کے استنجا کیا تو وضو ٹوٹ گیا اور اگر بطریق سنت کے استنجا نہ کیا تو وضو نہ ٹوٹا نام ادشی علی نجاستہ ان ظہر منہا نجس والا لا سو یا چلا نجاست پر اگر نجاست کی ذات ظاہر ہوئی بدن یا کپڑے یا پاؤں یا موزہ یا جوتی پر تو ناپاک ہوا ورنہ ناپاک نہ ہوا ہم نور الایضاح میں لفظ عین کے عوض میں اثر کا لفظ وارد ہے اور یہی بہتر ہے کہ بو وغیرہ کو بھی شامل ہے کذا فی الطحطاوی ولو وقعت فی نہر فاصاب ثوبہ ان ظہر اثرہا نجس والا لا اور اگر نجاست گری نہر میں پھر آدمی کے کپڑے پر وہ پانی پڑا اگر نجاست کا اثر رنگ یا بو ظاہر ہوا تو کپڑا ناپاک ہوا اور اگر ایسا نہیں تو ناپاک نہیں لف طاہرانی نجس مثل ہما وان بحیث لو عصر قطر نجس والا لا پاک کپڑا لپیٹا گیا اس ناپاک کپڑے میں جو تر ہو گیا ہے پانی سے اگر پاک کپڑا اس قدر تر ہے کہ جو اس کو نچوڑے تو چکے تو وہ ناپاک ہو گیا اور اگر ایسا نہیں تو ناپاک نہیں اگرچہ نم ہو گیا ہو ولو لف فی مثل مجبول ان ظہر ندا وتہ اثرہ نجس والا لا اور اگر پاک کپڑا لپیٹا گیا اس ناپاک کپڑے میں جو تر ہو گیا ہے پیشاب کے مانند نجس العین سے تو اگر اس کی تراوت یا اثر اس کا ظاہر ہوا تو پاک کپڑا ناپاک ہو گیا اور اگر تراوت یا اثر ظاہر نہیں تو ناپاک نہیں فارۃ وجست فی خمر فربیت فتخلل ان قشفتہ نجس والا لا چوہا نکلا شراب میں سو پھینکا گیا پھر شراب سرکہ بن گئی اگرچہ چوہا پھٹا پھوٹا تھا تو سرکہ ناپاک ہے اور اگر ایسا نہیں تو ناپاک نہیں ہم تفسخ سے اجزا چوہے کے شراب میں مل گئے تو شراب کے منقلب ہو جانے سے چوہے کے اجزاء بجملہ منقلب بطہارت نہیں ہو سکتے وقع فی خل ان قطرۃ لم یحل الا بعد ساعۃ وان کوزا حل فی الحال شراب گری سرکہ میں اگر ایک قطرہ گرا تو سرکہ کھانا حلال نہیں مگر ایک ساعت کے بعد اور اگر شراب کوزہ بھر ہے تو وہ سرکہ فی الحال حلال ہے ہم وجہ اس کی یہ ہے کہ ایک قطرہ میں نہ مزہ ہے نہ بو جس سے انقلاب عین پر استدلال کیجیے تو کچھ توقف کرنا چاہیے اور اگر کوزہ بھر شراب سرکہ میں گری اور اس کا مزہ اور بو باقی نہ رہا تو صاف معلوم ہو گیا کہ وہ منقلب بسرکہ ہو گئی کذا فی الحلبی فارۃ وجدت فی تمرۃ ولم یدر ہل ماتت فیہا ام فی مرۃ یحل علی التمرۃ مردہ چوہا پایا گیا لوٹے میں اور معلوم نہیں کہ وہ لوٹے میں مرا یا گھڑے میں یا کنوئیں میں تو اس کا مرنا لوٹے میں محمول ہو گا یعنی اس واسطے کہ حادث کی اضافت اس کی اقرب اوقات کی طرف ہوتی ہے کذا فی الحلبی ثلث قرب من سمن وعسل ودبس اخذ من کل حصۃ وخلط فوجد فیہ فارۃ فضعہا فی الشمس فان خرج منہا الدہن فسمن والا فان بقی بحال الجمد فالعسل او متلطخا فالدبس تین مٹکیں ہیں گھی اور شہد اور شیرہ خرما کی ہر ایک سے حصہ لیا گیا اور باہم مخلوط کیا گیا سو اس میں مردہ چوہا نکلا تو اے مخاطب تو اس چوہے کو آفتاب میں رکھ پھر اگر اس چوہے سے چکنائی نکلے تو گھی ناپاک ہے اور اگر چکنائی نہیں نکلی تو اگر بحال آب بستہ جما ہوا پایا تو شہد ناپاک ہے یا تھوڑا چپ چپا تا رہا تو شیرہ خرما ناپاک ہے یعنی اس لیے کہ دھوپ سے گھی پگھل جاتا ہے اور شہد سمٹتا ہے اور شیرہ خرما نرم ہو جاتا ہے لعل بخبر الحرمۃ فی الذبیحۃ وبخبر الحل فی الادویۃ والطعام حل کیا جائے حرمت کی خبر پر ذبیحہ میں اور حلت کی خبر پر پانی اور کھانے میں ہم یعنی ذبیحہ اور پانی اور طعام کی حرمت اور حلت میں دو چیزیں متعارض سمجھا ہوئیں یعنی ایک متقی کہتا ہے کہ یہ حلال ہے دوسرا کہتا ہے کہ حرام ہے تو ذبیحہ میں اس کو حرام سمجھنا چاہیے اس واسطے کہ ذبیحہ میں اصل حرمت ہے کیونکہ ذبح حیوان کی

Marfat.com

تعذیب ہے اور پانی اور طعام میں اصل حلت ہے تو دونوں خبروں کو ساقط الاعتبار کر کے اصل پر عمل کرنا چاہیے تحری فی ثیاب اتلھا طاہر تحری کرے یعنی سوچے اور اٹکل دوڑاوے پاک کے دریافت کرنے میں ان کپڑوں میں جو آدھے سے کم پاک ہیں اور اکثر ناپاک ہیں م جب سوچنے سے ایک کپڑا پاک ٹھہرا تو اسی میں نماز پڑھا کرے نقض تحری جائز نہیں مگر قبلہ میں ہاں اگر اس میں نجاست ظاہر ہو تو دوسرا کپڑا سوچ کر اختیار کرے کذا فی الطحطاوی وفی ادان اکثر ھا طاہر لا اقلھا بل یحکم بالاغلب الاضرورۃ شرب اور سوچ کرے پانی کے ان برتنوں میں جن میں اکثر یعنی آدھے سے زیادہ پاک ہیں نہ ان برتنوں میں جو آدھے سے کم پاک ہیں بلکہ غالب پر حکم کرنا چاہیے یعنی سب کو ناپاک جانے گر پینے کی ضرورت سے اقل میں بھی سوچ پر عمل کرے یحرم اکل لحم انتن لا کو سمن ولبن حرام ہے کھانا اس گوشت کا جو سڑ گیا رکھی اور دودھ ایسی سڑی چیز کا م طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ سڑا گھی مفر نہیں کرتا یعنی برخلاف سڑے گوشت کے شعیر فی البعر اور روث حلب یوکل بعد غسلہ وفی خثی لا جو نکلے سوکھی مینگنی یا لید میں تو دھونے کے بعد کھائے جاویں اور اگر گوبر میں نکلے تو نہ کھائے جاویں مرارۃ کل حیوان کبولہ وجرۃ کزبلہ پتا ہر جانور کا اس کے پیشاب کے مانند ہے اور جگالی ہر جانور کی اس کے سرگین کے مانند ہے یعنی جو بول ماکول اللحم کی طہارت کا قائل ہے وہ اس کے پتے کو بھی طاہر کہتا ہے حکم العصیر حکم الماء پھل اور گھاس کے رس کا حکم پانی کے مانند ہے یعنی جیسے نجاست حقیقی پانی سے دور ہوتی ہے ویسے ہی رس سے اور جیسا آب کثیر وقوع نجاست سے ناپاک نہیں ہوتا ویسا ہی وہ بھی اگر وہ بہو تو ناپاک نہ ہوگا رطوبۃ الفرج طاہرۃ صلا فالھا عورت کی شرمگاہ کی رطوبت پاک ہے امام کے نزدیک ناپاک ہے صاحبین کے نزدیک العبرۃ للطاہر من تراب اوماء اختلطا بہ یفتی اعتبار پاک کا ہے مٹی یا پانی سے کہ باہم مخلوط ہو گئی اسی کا فتویٰ ہے یعنی پانی اور مٹی سے جو گارا بنا اگر ان میں سے ایک بھی پاک ہے تو گارا پاک ہے م یہ قول ضعیف ہے بحرالرائق میں ہے کہ جب گارا بنا ناپاک پانی سے یا ناپاک مٹی سے تو صحیح قول یہ ہے کہ گارا ناپاک ہے دونوں میں کوئی ناپاک ہو یہی قول مختار ہے قاضی خان اور فقیہ ابواللیث کا اور خلاصہ میں جو طہارت کی یہ توجیہ کی ہے کہ ترکیب سے وہ دوسری چیز بن گئی وہ ظاہر الفہم نہیں اس واسطے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ جن کھانوں کا پانی یا گھی نجس ہو وہ پاک ہوں کیونکہ ترکیب سے اور شے ہو گئی وعلی ہذا سب مرکبات جب کہ ان کے بعض مفردات ناپاک ہوں حالانکہ وہ ظاہر الفساد ہے کذا فی الحلبی مشی فی عام ونحوہ لا یعلم انہ نجس یبنی طاہر اچلا عام اور اس کے مانند اور مکان میں چنانچہ غسل خانہ میں تو ناپاک نہ ہوگا جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ جو پانی پاؤں میں لگا وہ نجاست کا دھووں ہے م مراد یہ کہ برہنہ پاؤں چلا تو بدون پاؤں دھوئے نماز جائز ہے اور احتیاط یہ ہے کہ نماز کا اعادہ کرے کذا فی البحر لا ینبغی اخذ الماء من الانبوبۃ لاحتمال نجاستہ یعنی اس نالی سے جس کا پانی حوض میں گرتا ہے نہ چاہیے اس واسطے کہ حوض کا پانی بستہ غیر جاری ہو جائے عام شاید کے ہاتھ میں نجاست ہو تو پانی لینے سے حوض میں نجاست دافع ہو گئی یا مستعمل اس میں گرے گا تو ناپاک ہو گا آب مستعمل کی نجاست کے قول پر طحطاوی نے کہا یہ قول ظاہر الروایۃ کے ہے یا آب مستعمل کی نجاست پر مبنی ہے الکبریٰ الحمام لیس من المروۃ لان فیہ اظہار مقلوب الکنایۃ علی الصباح حمام میں غسل کے واسطے جانا مروت کے افعال سے نہیں ہے یعنی بے شرمی ہے اس واسطے کہ اس میں مقلوب کنایہ کا اظہار ہے م مقلوب کنایہ نیک ہے بمعنی جماع یعنی لوگوں کے سامنے حمام میں جانا صبح کے وقت ظاہر کرنا ہے رات کے جماع کا اور یہ بے شرمی ہے طحطاوی نے کہا بہتر یوں تھا کہ شارح بجائے مقلوب کنایہ مقلوب کان کہتا اور وہ مقلوب ناک ہے بمعنی جماع ثیاب الفسقۃ واہل الذمۃ طاہرۃ فاسقوں اور ذمیوں کے کپڑے پاک ہیں م یعنی ان کے مستعمل کپڑوں میں نماز درست ہے تاوقتیکہ نجاست کا یقین نہ ہو ادنہ تکلیس میں ہے کہ ذمیوں کے پاجاموں میں نماز مکروہ ہے حلبی نے کہا شاید اس وجہ سے کہ وہ استبرا اور استنجا نہیں کرتے ویباح اہل فارس لجعلہم فیہ البول الریقۃ اہل فارس کا دیبا یعنی ریشمی کپڑا ناپاک ہے اس میں پیشاب ڈالنے کی وجہ سے چمک کے واسطے م فارسیوں کا پیشاب ڈالنا بالیقین معلوم ہے لہذا اس کو ناپاک کہا اسی طرح جس انگریزی کپڑے میں نجاست کا پڑنا بالیقین معلوم ہو اس کو ترک کرنا چاہیے اور فقط احتمال سے ترک کرنا ضرور نہیں اس واسطے کہ کپڑوں میں اصل حلت ہے راکی فی ثوب عیرہ بنجا ما لعا ان غلب علی ظنہ انہ لو اخبرہ ازالہا وجب والا لا فالامر بالمعروف علی ہذا ایک شخص نے دوسرے کے کپڑے میں نجاست دیکھی کہ وہ نماز کی رائے ہے یعنی درم سے زیادہ ہے اگر اس کو اس کا ظن غالب حاصل ہو کہ اگر اس کو خبر کرے گا تو وہ نجاست کو دور کرے گا تو خبر دینا واجب ہے یعنی فرض ہے اور اگر اس کا

Marfat.com

ظن غالب نہ ہو تو بتانا فرض نہیں تو امر بالمعروف کا فرض ہونا بھی اسی تفصیل پر ہے م یعنی اگر ظن غالب ہو اس کا کہ وہ شخص عمل کرے گا تو امر بالمعروف فرض ہے ورنہ فرض نہیں اور یہ بھی امر بالمعروف میں شرط ہے کہ اپنی ذات پر ضرر کا خوف نہ ہو ورنہ وہ شخص مختار ہے چاہے کرے چاہے نہ کرے اور نہی عن المنکر میں یہ بھی ہے کہ خود مرتکب نہ ہوتا ہو اس فعل کا جو منہی عنہ ہے اعظم ہے اور وجوب فاسق پر بھی ثابت ہے اگرچہ اس کا امر اور نہی فائدہ بخش نہیں کذا فی الطحطاوی حمل السجادۃ فی زماننا اولی احتیاطا لما ورد اول مایسال عنہ فی القبر الطہارۃ وفی الموقف الصلوۃ جانماز کا لیے رہنا ہمارے زمانے میں بہتر ہے احتیاط کی راہ سے اس واسطے کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ قبر میں پہلے طہارت کا سوال ہوگا اور قیامت میں نماز کی اول پرسش ہوگی م شارح رحمۃ اللہ علیہ کے حسن بیان کو غور کرنا چاہیے کہ اختتام کتاب الطہارۃ اور آغاز کتاب الصلوۃ میں اس حدیث کو لایا غفر اللہ لہ ولنا بجاہ صاحب ہذا الحدیث صلی اللہ علیہ وسلم +

Marfat.com

کتاب الصلوٰۃ

یہ کتاب ہے نماز کے احکام اور مسائل کے بیان میں شروع فی المقصود بعد بیان الوسیلۃ یہ شروع ہے اصل مقصد میں کہ نماز ہے بعد بیان کرنے وسیلہ کے کہ طہارت ہے ولم تخل عنہا شریعۃ مرسل نماز سے خالی نہیں رہی کسی رسول کی شریعت یعنی یہ عبادت دائمی قدیمی ہے کبھی منسوخ نہیں ہوئی ولما صارت قربۃ بواسطۃ الکعبۃ کانت دون الایمان لامنہ بل من فروعہ اور جب کہ شریعت محمدی میں نماز عبادت ٹھہری بواسطہ کعبۂ معظمہ کے تو کمتر ہوئی ایمان سے نہ ایمان کے اجزا سے بلکہ وہ ایمان کے فروع سے ہے م چونکہ ایمان بلا واسطہ عبادت ہے اور نماز بواسطہ استقبال قبلہ عبادت ہے بلا واسطہ عبادت نہیں لہذا نماز ایمان میں داخل نہیں بلکہ اس کی شاخ ہے باعتبار فعل کے اور باعتبار اس کے حکم کے یعنی اس کے فرض ہونے کی راہ سے تو وہ ایمان میں داخل ہے اس واسطے کہ ایمان عبارت ہے جمیع ارشادات قطعیہ قبولیہ کی تصدیق سے کذا فی الطحطاوی وہی لغۃ الدعاء فنقلت شرعا الی الافعال المعلومۃ وہو الظاہر لوجود ہا بدون الدعاء الا می والاخرس اور نماز لغت عرب میں بمعنی دعا ہے پھر شرع میں منقول ہوئے افعال معلومہ یعنی رکوع اور سجود وغیرہ کی طرف اور یہی منقول ہونا ظاہر الفہم ہے بسبب موجود ہونے نماز کے بدوں دعا کے جاہل اور گونگے کی نماز میں م شارح نے اشارہ کیا کہ صلوۃ منقول شرعی ہے منقول شرعی وہ ہے جس میں معنی وضعی باقی نہ ہو اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ صلوۃ دعا میں حقیقت ہے افعال مخصوصہ کو صلوۃ کہا کہ اس واسطے کہ ان میں دعا بھی داخل ہے کذا فی الطحطاوی ہی فرضُ عینٍ علیٰ کُلِّ مکلّفٍ بالاجماع نماز یعنے پنجگانہ نماز فرض عین ہے ہر مسلمان عاقل بالغ پر باجماع اہل اسلام م اجتماع نماز پنجگانہ اسی امت کو مخصوص ہے کسی امت کو یہ اجتماع حاصل نہ ہوا اور عشا کی نماز بھی اسی امت کو خاص ہے کسی نے نہیں پڑھی اور اذان اور اقامت اور شروع نماز میں اللہ اکبر کہنا اور آمین اور رکوع کرنا بھی امت محمدی کو مخصوص ہے چنانچہ ایک جماعت مفسرین نے اس کو ذکر کیا ہے اور نماز میں اللّٰھم ربنا لک الحمد کہنا اور نماز میں گفتگو کا حرام ہونا بھی اس امت کو خاص ہے چنانچہ جلال الدین سیوطی نے انموذج میں بیان کیا ہے اور بعضوں نے کہا کہ عشا کی نماز اول حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پڑھی جب کہ مدین سے نکلے اور راہ بھول گئے تھے کذا فی الطحطاوی عینی شرح ہدایہ میں ہے کہ فجر کی نماز حضرت آدم علیہ السلام نے پڑھی جب کہ بہشت سے نکلے اور اندھیرا ہو کر صبح ہوئی اور ظہر کی نماز حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پڑھی جب کہ ان کو ذبح فرزند کا حکم ہوا زوال آفتاب کے بعد اور عصر کی نماز حضرت یونس علیہ السلام نے پڑھی جب کہ ان کو مچھلی کے پیٹ سے نجات حاصل ہوئی اور مغرب کی نماز حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے اور عشا کی نماز حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پڑھی ان حضرات نے شکرانہ نماز نفل پڑھی اور ہم پر فرض ہے انتہیٰ مختصراً اور فرضیت اجماعی نماز کی سند یہ آیت ہے قرآن مجید کی کہ (اقیموا الصلوۃ) یعنے اے مسلمانو! قائم کرو نماز کو وغیر ذلک من الآیات والاحادیث المشہورۃ فرضت فی الاسراء لیلۃ السبت سابع عشر رمضان قبل الہجرۃ لسنۃ ونصف وکانت قبلہ صلوتین قبل طلوع الشمس وقبل غروبہا شمسی نماز فرض ہوئی معراج میں شب شنبہ رمضان شریف کی سترھویں تاریخ ڈیڑھ برس ہجرت سے پہلے اور معراج سے پہلے دو نمازیں تھیں ایک تو آفتاب کے نکلنے سے پہلے اور دوسری اس کے ڈوبنے سے پہلے کذا فی الشمنی م اور جو شارح نے معراج کا ہونا رمضان شریف میں ذکر کیا سو ایک قول ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ معراج رجب میں ہوئی تھی اور یہی لوگوں میں مشہور ہے اور امام نووی نے سیر روضہ میں اسی کو ذکر کیا ہے وَاِنْ وَجَبَ ضَرْبُ ابْنِ عَشْرٍ عَلَیْہَا لیلا بخشبۃ لحدیث مروا اولادکم بالصلوٰۃ وہم ابناء سبع واضربوہم وہم ابناء عشر نماز فرض ہے عاقل بالغ مسلمان پر اگرچہ واجب ہے دس برس والے لڑکے کو ترک نماز پر مارنا ہاتھ سے نہ لکڑی سے اس حدیث کی دلیل سے کہ اپنی اولاد کو نماز کا حکم کرو جس حال میں کہ وہ سات برس کے ہوں اور ان کو مارو جب کہ وہ دس برس کے ہوں م ہر چند حدیث میں مطلق ضرب مذکور ہے لیکن چونکہ لکڑی کی مار مکلف کی جنایت میں وارد ہے اور صغیر محل جنایت نہیں لہذا اس کی ضرب ہاتھ پر محمول ہوئی

لہ الٰہی ہے پروردگار ہمارے اور تیرے ہی لیے ہے ستائش۔ ۱۲

Marfat.com

نہ لکڑی پر اور نہ صغیر کی ضرب باوجود عدم فرضیت نماز کے اس واسطے مشروع ہوئی تاکہ اس کو نماز کی اسی عمر سے عادت پڑ جائے طحطاوی نے کہا کہ صغیر کو تین بار ضرب متوسط سلیم مارنا چاہیے قلت والصوم کالصلوۃ علی الصحیح کما فی صوم القہستانی معزیا للزاہدی وفی حظر الاختیار انہ یؤمر بالصوم والصلوۃ وینہی عن شرب الخمر لہا لف الخیر ویترک الشر میں کہتا ہوں اور روزہ نماز کے مانند ہے حکم کرنے اور مارنے میں بنا بر صحیح قول کے چنانچہ قہستانی کی کتاب الصوم میں زاہدی سے منقول ہے اور اختیار شرح مختار کی کتاب الحظر میں ہے کہ صغیر کو امر کرنا چاہیے روزہ اور نماز کا اور روکنا چاہیے شراب پینے سے تاکہ اس کو نیکی کی عادت پڑے اور بدی کو چھوڑے م مراد یہ ہے کہ صغیر کو تمام مأمورات کا امر کرنا چاہیے اور جمیع منہیات سے روکنا چاہیے تو صوم اور صلوۃ اور شراب کی کچھ خصوصیت نہیں ویکفر جاحدہا لثبوتہا بدلیل قطعی اور نماز کا انکار کرنے والا کافر ہو جاتا ہے بسبب ثابت ہونے نماز کے دلیل قطعی سے یعنی قرآن واحادیث اور اجماع کی یقینی دلیل سے نماز ثابت ہے جس میں کچھ احتمال نہیں منح الغفار میں ہے کہ منکر نماز کا حکم مرتد کا حکم ہے وتارکہا عمدا مجانۃ[1] تکاسلا فاسق یحبس حتی یصلی لانہ یحبس لحق العبد فحق الحق احق وقیل یضرب حتی یسیل منہ الدم وعند الشافعی یقتل لصلوۃ واحدۃ حدا وقیل کفرا اور نماز کا قصداً چھوڑنے والا سستی اور کاہلی کی راہ سے گنہگار ہے قید کیا جائے یہاں تک کہ نماز پڑھے اس واسطے کہ مکلف محبوس ہوتا ہے حق العبد کے سبب سے تو خدا کے حق میں حبس کرنا زیادہ تر سزاوار ہے اور بعض یعنی امام محبوبی نے کہا کہ تارک الصلوۃ مارا جائے یہاں تک کہ اس کا خون جاری ہو اور امام شافعیؒ کے نزدیک تارک الصلوۃ قتل کیا جاتا ہے ایک نماز کے چھوڑنے سے یہ قتل ہے حد کی راہ سے اور دوسرا قول یہ ہے کہ قتل ہے کفر کی راہ سے م اسی طرح رمضان کا تارک الصوم واجب الحبس ہے امام شافعی کے مانند مالک اور احمد کے نزدیک بھی مقرر تارک الصلوۃ متکاسل لازم القتل ہے مگر کسی کے نزدیک وہ کافر نہیں سوائے امام احمد کے کذا فی الطحطاوی ویحکم باسلام فاعلہا بشروط اربعۃ ان یصلی فی الوقت مع جماعۃ موتما متما اور حکم کیا جاتا ہے نماز پڑھنے والے کے مسلمان ہونے کا چار شرطوں کے ساتھ یہ کہ نماز پڑھے عین وقت میں جماعت کے ساتھ امام کے پیچھے نماز کو پورا کرکے م اس طرح نماز پڑھنا امت محمدی میں مخصوص ہے لہٰذا اس کے فاعل پر اسلام کا حکم ہوا وقت کی قید اس واسطے لگائی کہ دلیل ہے فرضیت نماز کی اعتقاد کے برخلاف قضا کہ اس میں نفل کا احتمال ہے یا اعتقاد وفرضیت وقت قضا کا اور چونکہ جماعت مقتدی اور امام دونوں کو شامل تھی لہٰذا شارح نے اقتدا کی قید زیادہ کی اس واسطے کہ اقتدا اتباع سبیل مومنین پر دلالت کرتا ہے برخلاف امام ہونے کے کہ اس میں بیت انفراد کا بھی احتمال ہے تو جماعت ثابت نہ ہوگی اور اتمام صلوۃ سے مراد یہ ہے کہ اس کو فاسد نہ کرے کذا فی الطحطاوی وکذا ہو اذن فی الوقت او سجد للتلاوۃ وزکی السائمۃ صار مسلما اور اسی طرح اگر اس نے وقت نماز میں اذان دی یا تلاوت قرآن کا سجدہ کیا یا چرندے جانوروں کی زکوٰۃ ادا کی تو وہ مسلمان ٹھہرے گا م اس واسطے کہ یہ امور خصوصیات اہل اسلام سے ہیں لا لو صلی فی غیر الوقت او منفردا او اماما او افسدہا او فعل بقیۃ العبادات لانہا لا تختص بشریعتنا مسلمان نہ ٹھہرے گا اگر ایک شخص نے غیر وقت میں نماز پڑھی یا تنہا یا امام ہو کر نماز پڑھی یا نماز کو فاسد کر ڈالا یا ان مذکورات کے سوا باقی عبادات اس نے کیے اس واسطے کہ امور مذکورہ ہماری شریعت محمدی کے ساتھ مخصوص نہیں م باقی عبادات چنانچہ زکوٰۃ اموال غیر سوائم اور روزہ اور حج غیر کامل اور صدقات امت محمدی میں مخصوص نہیں لیکن ہیئت کاملہ پر حج کرنا اور قرآن کا پڑھنا بھی اس امت کی خصوصیات سے ہے تو ان کو بھی مستثنیٰ کرنا چاہیے کذا فی المنح ونظمہا صاحب النہر فقال ؎ وکافر فی الوقت صلی باقتداء ٭ متما صلوتہ لا مفسدا ٭ واذن ایضا معلنا او زکی ٭ سوائما کان سجد تزکی ٭ فسلم لا بالصلوۃ منفرد ٭ ولا الزکوٰۃ والصیام الجد ٭ اور خصوصیات مذکورہ اسلام کو صاحب نہر الفائق نے نظم میں یوں کہا ہے کافر نے عین وقت میں نماز پڑھی امام کے پیچھے اپنی نماز کو پورا کرکے نہ فاسد کرکے یا اذان بھی دی آشکارا یا چرندے جانوروں کی زکوٰۃ ادا کی مانند سجدہ تلاوت کرنے کے پاک ہو کر تو وہ کافر ان افعال سے مسلمان ٹھہرے گا نہ تنہا نماز پڑھنے سے اور نہ اور اموال کی زکوٰۃ دینے سے اور نہ روزہ رکھنے سے اور نہ حج غیر کامل کرنے سے وہی عبادۃ بدنیۃ محضۃ فلا نیابۃ فیہا اصلا[2] بالنفس کما

---

[1] یعنی نماز کو سستی سے چھوڑنے والا اور اس چھوڑنے کا اقرار کرنے والا ۱۲

Marfat.com

صحت فی الحج ولا بالمال کما صحت فی الصوم بالفدیۃ للفانی لانہا انما تجوز باذن الشارع ولم یوجد اور وہ یعنی نماز صرف بدن کی عبادت ہے تو اس میں نیابت نہیں کسی طرح یعنی نہ جان کی نیابت جیسے حج میں صحیح ہے نہ مال کی نیابت جیسے کہ روزے میں درست ہے فدیہ دے کر شیخ فانی کو اس واسطے کہ نیابت یا فدیہ تو فقط شارع کے اذن سے جائز ہوتا ہے سو وہ اذن نماز میں نہیں پایا گیا م نماز محض عبادت بدنی ہے یعنی مرکب نہیں مال اور بدن سے جیسے کہ حج مرکب ہے اور حج نفل میں دوسرے شخص کو نائب کرنا ہر طرح درست ہے اور حج فرض میں بشرط عجز دائمی صحیح ہے اور صوم کے فدیہ میں بھی عجز دائمی تا موت شرط ہے منح الغفار میں ہے کہ نماز میں نیابت اس واسطے بھی درست نہیں کہ تکالیف شرعیہ سے مقصود ابتلا اور مشقت ہے سو وہ عبادات بدنیہ میں جان اور اعضاء کی محنت کشی میں افعال مخصوصہ کے کرنے سے حاصل ہے اور نائب کے کرنے سے منیب کے نفس پر مشقت متحقق نہیں ہوتی تو نیابت مطلقاً جائز نہیں نہ عجز میں قدرت کی انتہی سببہا ترادف النعم ثم الخطاب ثم الوقت نماز کا سبب پے در پے ہونا ہے احسانات ربانی کا پھر حکم قرآنی پھر وقت نماز کا اتم سبب عبارت ہے مقتضی الی الحکم سے بدوں تاثیر کے کذا فی البحر تو نماز کا سبب حقیقی اوقات پنجگانہ ہیں تواتر نعمات ہے پھر حکم قرآن مجید کا چنانچہ (اقیموا الصلوٰۃ وان الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتٰبا موقوتاً) پھر سبب ظاہری وقت ہے اس واسطے کہ وجوب متجدد ہوتا ہے اوقات کے تجدد سے یہی علامت ہے سبب ہونے کی کذا فی الطحطاوی ای الجزء الاوّل منہ ان اتصل بہ الاداء والا فما ای جزء من الوقت تتصل بہ الاداء والا تتصل الاداء بجزء فالسبب ہو الجزء الاخیر وقت سبب ہے یعنی اس کا پہلا جز سبب ہے اگر اس کے ساتھ ادائے نماز متصل ہو اور اگر جز اول میں نماز نہ پڑھے تو وقت کے جس جز سے ادائے نماز کا اتصال ہوگا وہی جز سبب ٹھہریگا اگر وقت کے کسی جز سے ادا متصل نہ ہوئی تو وقت کا پچھلا جز سبب ہوگا م خلاصہ مقام یہ ہے کہ وجوب نماز میں وسعت ہے تو جز اول اور ثانی اور ثالث کی تاخیر سے مثلاً گنہگار نہ ہوگا حلبی نے کہا کہ مختصر بیان یہ ہے کہ نماز کا سبب وقت کا وہ جز ہے جس سے ادا متصل ہو والا جملہ وقت سبب ہے کذا فی الطحطاوی ولو ناقصاً حتی تجب علی مجنون ومغمی علیہا افاقا وحائض ونفساء طہرتا وصبی بلغ ومرتد اسلم وان صلیا فی اول الوقت کا پچھلا سبب ہے اگرچہ ناقص ہو چنانچہ عصر میں دھوپ کا زرد ہو جانا تو واجب ہوگی نماز مجنون اور غشی والے پر کہ دونوں ہوش میں آگئے پچھلے جز میں اور حیض والی اور نفاس والی عورت پر کہ دونوں پاک ہوگئیں اور صغیر پر کہ وہ بالغ ہوگیا اور مرتد پر کہ جز اخیر میں مسلمان ہوا اگرچہ صغیر اور مرتد نے اول وقت میں نماز پڑھی ہو م جز اخیر سے مراد وہ جز ہے جو تکبیر تحریمہ کی گنجائش رکھتا ہو نہ وہ آن اور لحظہ جس میں اللہ اکبر کہنا نہ ہو سکے تو اگر بعد افاقہ اور طہارت اور بلوغ اور اسلام کے بقدر تحریمہ وقت باقی ہے تو اس وقت کی نماز ان پر واجب ہوگی اور نہیں تو نہیں اور کافر اصلی کا حکم مرتد کا حکم ہے اور نماز مرتد کی صورت یہ ہے کہ وہ مسلمان تھا اول وقت ظہر میں مثلاً اس نے فرض نماز ادا کی پھر وہ معاذ اللہ مرتد ہوگیا پھر ظہر کے آخر وقت میں اسلام لایا تو وہ ظہر کی نماز کا اعادہ کرے کیونکہ پہلی نماز ارتداد سے باطل ہوگئی کذا فی الطحطاوی مختصراً وبعد خروجہ لیضاف السبب الی جملتہ لیثبت الواجب بصفۃ الکمال وانہ الاصل حتی یلزمہم القضاء فی کامل بہ الصحیح اور بعد نکل جانے وقت کے مضاف ہوتا ہے سبب جمیع وقت کی طرف تاکہ واجب ثابت ہو کمال کی صفت پر اور حالانکہ ثبوت وجوب علی صفۃ الکمال بھی اصل ہے تو مجنون وغیرہ کو قضا کرنا لازم ہوگا کامل وقت میں نہ ناقص میں یہی قول صحیح ہے م تو اگر آج کی عصر فوت ہوئی اور کل یاد پڑی آخر وقت عصر میں غروب سے پہلے تو اس وقت قضا نہ کرے اس واسطے کہ وہ ناقص وقت ہے وقت صلوٰۃ الفجر قدمہ لانہ لا خلاف فی طرفیہ نماز فجر کا وقت شارح نے کہا مصنف نے فجر کے وقت کو مقدم کیا اس واسطے کہ اس کے دونوں طرفوں میں یعنی اس کے اول اور آخر میں خلاف نہیں اتفاق ہے امت کا برخلاف ظہر وغیرہ کے م اور یہ جو بعضوں نے اول فجر میں اختلاف کیا ہے کہ اول صبح ہے یا انتشار اس کا اور آخر وقت قدر سے آفتاب کی کرن کے طلوع تک ہے یا تیر انداز کو تیر گرنے کے مقام کے نظر آنے تک سو بسبب ضعیف ہونے اس قول کے لائق اعتماد کے نہیں کذا فی الطحطاوی واول من صلاہ آدم واول الخمس دلوکا اور اس واسطے فجر کو مقدم کیا کہ اول اس کو حضرت آدم علیہ السلام نے ادا کیا اور وہ پنجگانہ نماز کے پہلے ہے واجب ہوئی اسی سے یعنی پنجگانہ نماز شب معراج میں فرض ہوئی تو اس رات کے بعد پہلے نماز فجر کی ٹھہری انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر شب معراج میں ۵۰

Marfat.com

نمازیں فرض ہوئیں پھر کم ہوئیں یہاں تک کہ پانچ ٹھہر گئیں پھر ندا ہوئی یا محمدؐ ہمارے نزدیک بات نہیں بدلتی تم کو پانچ وقت کی نماز میں ۵۰ وقت کا ثواب ملے گا اس حدیث کو نسائی اور احمد اور ترمذی نے روایت کیا ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ وقدم محمد الظہر لانہ اولہا ظہورا اوبیانا اور امام محمد بن حسن شیبانی نے جامع صغیر میں ظہر کو اول مذکور کیا ہے اس واسطے کہ وہ نماز پنجگانہ کے پہلے ہے یا عتبار ظاہر ہونے اور بیان کرنے جبرائیل علیہ السلام کے ہم یہ قول مبنی ہے اس پر کہ جبرائیل علیہ السلام کی امامت اول ظہر کے وقت ہوئی تھی شب معراج کے بعد اور صبح کی امامت دوسرے دن ہوئی تھی اس میں دو روایتیں ہیں مشہور تر یہی روایت ہے کہ ابتدا امامت ظہر سے ہوئی کذا فی الطحطاوی ولا یخفی توقف وجوب الاداء علی العلم بالکیفیۃ فلذا لم یقض نبینا صلی اللہ علیہ وسلم الفجر صبیحۃ لیلۃ الاسراء اور پوشیدہ نہیں موقوف ہونا وجوب ادا کا کیفیت نماز کی دانست پر تو اسی واسطے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز کی قضا نہ کی شب معراج کی صبح کو یہ جواب ہے سوال مقدر کا حاصل سوال یہ ہے کہ جب فجر کی نماز پنجگانہ نماز کے اول ٹھہری تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیونکر ترک کی شب معراج کی صبح کو باوجود اسے کہ وہ واجب ہو گئی تھی رات کو علامہ جواب یہ ہے کہ طریقہ ادا نماز کا معلوم نہ تھا اور بدوں اس کے ادا کرنا واجب نہیں اور یہ سوال وارد ہوتا ہے مشہور روایت پر نہ غیر مشہور پر اگر کوئی کہے کہ وجوب کیونکر ثابت ہوگا وجوب ادا کے ہم جواب دیں گے کہ اس میں کچھ استبعاد نہیں اس واسطے کہ جو شخص دار الحرب میں اسلام لایا اور شرائع اس نے مجملاً معلوم کیا تو اس پر وجوب ثابت ہوگا اور ادا کرنا بلا علم کیفیت واجب نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی ثم ہل کان قبل البعثۃ متعبدا الشرع احمد المختار عندنا لا بل کان یعمل بما ظہر لہ من الکشف الصادق من شریعۃ ابراہیم وغیرہ پھر اس کو دریافت کرنا چاہیے کہ ہمارے حضرت نبوت سے پہلے کسی نبی کی شریعت پر عبادت کرتے تھے یا نہیں جواب پسندیدہ ہم حنفیوں کے نزدیک یہ ہے کہ کسی شریعت خاص پر عمل نہ کرتے تھے بلکہ اس پر عمل کرتے تھے جو کشف صادق سے آپ کو ظاہر ہوتا تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام وغیرہ کی شریعت سے وصح تعبدہ فی حرا بحرا اور صحیح ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عبادت کرنا غار میں جس کا حرا نام ہے کذا فی البحر عن ابن اسحٰق وغیرہ نے مذکور کیا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر سال ایک مہینہ حرا میں تشریف لے جاتے تھے عبادت کرنے کو بعضوں نے کہا کہ عبادت آپ کی ذکر تھی اور بعضوں نے کہا کہ فکر تھی واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی من اول طلوع الفجر الثانی وہو البیاض المنتشر المستطیر لا المستطیل نماز فجر کا وقت ہے ابتدا طلوع کرنے فجر ثانی سے اور وہ یعنی فجر ثانی سفیدی ہے پھیلی کنارۂ آسمان میں عریض اور چوڑی نہ لمبی مثل فجر دوم قسم ہے اول اور ثانی فجر اول طویل ہوتی ہے جس کو حدیث میں فرمایا جیسے بھیڑیے کی دم وہ سفیدی مٹ کر سیاہی وہاں ہو جاتی ہے لہذا اس کو صبح کاذب کہتے ہیں اس وقت تک عشا کی نماز کا وقت ہے اور صائم کو سحر کھانا درست ہے صبح کی نماز اس وقت جائز نہیں اور فجر ثانی افق میں معترض اور منتشر یعنی داہنے اور بائیں پھیلی اور چوڑی ہوتی ہے دمبدم اس کی روشنی زیادہ ہوتی جاتی ہے اس کو صبح صادق[1] بولتے ہیں وہی وقت ہے ابتدا نماز فجر کا اس وقت صائم کو سحر کھانا درست نہیں الی قبیل طلوع ذکاء بالضم غیر منصرف اسم الشمس نماز فجر کا وقت شروع فجر ثانی سے ہے آفتاب کے نکلنے تک تھوڑا سا پہلے شارح نے کہا ذکاء بضم ذال معجمہ غیر منصرف آفتاب کا نام ہے م چونکہ حدیث امامت جبرائیل مواقیت نماز میں اصل ہے اور مشہور لہذا اس کا ذکر کرنا عینی شرح ہدایہ سے مناسب مقام ہے اور موجب برکت معلوم کرنا چاہیے کہ اس حدیث کو بہت صحابیوں نے روایت کیا ہے ازاں جملہ ابن عباسؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ اور ابوہریرہؓ اور عمرو بن حزم اور ابوسعید خدری اور انس بن مالک اور ابن عمر اور بریدہ اور ابوموسیٰ اشعری اور براء بن عازب اور جابر ہیں رضی اللہ عنہم سو ابن عباس کی حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ان سے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امامت کی جبرائیل علیہ السلام نے بیت اللہ کے نزدیک دو بار تو ظہر ادا کی پہلی بار جس وقت کہ سایۂ اصلی مثل شراک یعنی بند نعلین کے مانند تھا پھر عصر پڑھی جب کہ سایہ ہر چیز کا اس کے برابر تھا پھر مغرب پڑھی جب کہ آفتاب ڈوبا اور روزہ کھولنے کا وقت آیا پھر عشاء پڑھی جب کہ شفق ڈوبا پھر فجر کی نماز پڑھی جب کہ فجر چمکی اور صائم پر کھانا حرام ہوا اور دوسری بار ظہر جب کہ سایہ ہر چیز کا اسی چیز کے برابر ہو گیا کل کے عصر کے وقت پھر عصر پڑھی

[1] صادق اس لیے کہتے ہیں کہ صبح دلیل ہے قرب طلوع آفتاب کی اور سفید ہونا افق کا دلیل ہے اس کی تو گویا اس صبح کے ساتھ گواہ بھی موجود ہے کہ آفتاب قریب ہے

Marfat.com

جب کہ سایہ ہر شے کا اس کے دوچند تھا پھر مغرب پڑھی پہلے دن کے وقت پر پھر عشا پڑھی جب کہ تہائی رات گئی پھر صبح پڑھی جب کہ زمین روشن ہو گئی پھر جبرائیل علیہ السلام میری طرف ملتفت ہوئے اور کہا اے محمدؐ یہ وقت ہے تجھ سے پہلے انبیاء کا اور وقت ہے مابین ان دونوں وقتوں کے ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے اور اس کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے اپنی مستدرک میں اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کذا فی البدایۃ شرح الہدایۃ للعینی وقت الظہر من زوالہ ای میل ذکا عن کبد السماء الی بلوغ الظل مثلیہ اور ظہر کا وقت آفتاب کے زوال سے یعنی آفتاب کے ڈھلنے سے وسط آسمان سے ہر شے کے سایہ کے دوچند پہنچنے تک م ظہر کے اول وقت میں خلاف نہیں آخر وقت میں اختلاف ہے امام اعظم کے نزدیک مثلین تک ہے یعنی دونا سایہ ہونے تک محمد کی روایت میں بدائع میں کہا کہ یہی قول صحیح اور ظاہر الروایۃ ہے اور محیط میں ہے کہ امام ہی کا قول صحیح ہے اور محبوبی نے اسی کو مختار کہا اور نسفی نے اسی پر اعتماد کیا اور صدر الشریعۃ نے اسی کو ترجیح دی اور غیاثیہ میں کہا وہو المختار اور شرح مجمع میں کہا کہ اصحاب متون نے اسی کو پسند کیا اور شارحین اسی پر راضی ہوئے کذا فی الطحطاوی عن البحر وعنہ مثلہ وہو قولہما وزفر والائمۃ الثلثۃ قال الامام الطحاوی وبہ ناخذ وفی غرر الاذکار وہو المأخوذ بہ وفی البرہان وہو الاظہر لبیان جبریل وہو نص فی الباب وفی الفیض وعلیہ عمل الناس الیوم وبہ یفتی اور امام سے ایک مثل کی روایت ہے یعنی حسن نے امام سے روایت کی کہ جب سایہ ہر چیز کا برابر اس چیز کے ہو گیا ظہر کا وقت آخر ہو گیا اور یہی صاحبین کا قول ہے اور زفر اور تینوں اماموں کا یعنی امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد کا طحاوی نے کہا اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں اور غرر الاذکار میں ہے کہ یہی قول لیا گیا ہے یعنی اسی پر عمل ہے اور برہان میں ہے کہ یہی قول ظاہر تر ہے جبرائیل علیہ السلام کے بیان کر دینے سے اور قول جبرائیل باب مواقیت میں نص صریح ہے اور فیض میں ہے کہ اسی پر لوگوں کا آج عمل ہے اور اسی کا فتویٰ ہے م بحر الرائق میں ہے کہ طحاوی کا قول اس پر دلالت نہیں کرتا کہ یہی مذہب صحیح ہے تصحیحات متقدمہ کے مذکور ہونے کے بعد[1] اور سراج وہاج میں ہے کہ شیخ الاسلام نے کہا کہ احتیاط اس میں ہے کہ ظہر کی نماز مثل تک تاخیر نہ کرے اور عصر کی نماز نہ پڑھے جبتک مثلین تک سایہ نہ پہنچے تاکہ دونوں نمازیں اپنے وقتوں پر بالاتفاق ادا ہوں کذا فی الطحطاوی سوی فیٔ یکون للاشیاء قبیل الزوال سوا اس سایہ کے جو سب چیزوں کا ہوتا ہے زوال آفتاب سے پہلے تھوڑا سا م یعنی ٹھیک دوپہر میں آفتاب ڈھلنے سے پہلے جو ہر چیز کا سایہ باقی رہتا ہے وہ ظہر اور عصر کے وقت سے خارج ہے مثل اور مثلین کے حساب میں داخل نہیں اسی سایہ کو فیٔ بروزن شے اور سایہ اصلی کہتے ہیں طحطاوی نے کہا فی الزوال کو اس واسطے استثنا کیا کہ گاہے سایہ اصلی برابر ہوتا ہے ہر چیز کے بعضے مواضع میں ایام سرما میں گاہے دونا ہوتا ہے تو اگر مثل کو اعتبار کیجے ذی الظل کے پاس سے تو ظہر کا وقت نہ صاحبین کے نزدیک پایا جائے نہ امام کے نزدیک یہ حال ہے وہاں کے لوگوں کا جن کے سروں پر آفتاب سامنے نہیں آتا لیکن جن لوگوں کے سروں پر آفتاب آجاتا ہے وہاں مثل کا اعتبار ذی الظل کے پاس سے ہوتا ہے یعنی اس واسطے کہ وہاں سایہ اصلی معدوم ہوتا ہے ویختلف باختلاف الزمان والمکان اور فی الزوال اور سایہ اصلی مختلف ہوتا ہے : زمان اور مکان کے اختلاف سے م یعنی سرما میں سایہ اصلی بڑا ہوتا ہے اور گرما میں چھوٹا اور جو ملک معدل النہار اور خط استوا سے قریب ہیں وہاں سایہ چھوٹا ہوتا ہے اور جو بعید ہیں وہاں بڑا ہوتا ہے اور جن بلاد کا عرض بلد میل کلی کے مانند ہے وہاں سایہ اصلی ایک دن بالکل معدوم ہوتا ہے یعنی جب کہ آفتاب نقطۂ سرطان میں داخل ہو اور سال بھر میں یہی دن بہت بڑا ہوتا ہے اور جن بلاد کا عرض بلد میل کلی سے کم ہوتا ہے وہاں کا سایہ اصلی سال میں دو بار بالکل نابود ہو جاتا ہے چنانچہ مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کذا فی الحلبی ولو لم یجد ما یعرف بہ اعتبر بقامتہ وہی ستۃ اقدام ونصف بقدمہ من طرف ابہامہ اور اگر نمازی سایہ شناسی کے واسطے وہ چیز نہ پاوے جس کو زمین پر گاڑ کر سایہ دریافت کرے تو اپنے قد کا اعتبار کرے اور قدر ہر

[1] مگر خیر عاقل پر پوشیدہ نہیں کہ تصحیحات متقدمہ کا کوئی اخذ صحیح نہیں پس بحر الرائق کے کلام میں کلام ہے ۱۲ سے ۵ خط استوا سے آفتاب کا ادھر ادھر ہٹنا میل کہلاتا ہے اور زیادہ سے زیادہ فاصلہ اس ہٹنے کا استوا سے میل کلی کہلاتا ہے جیسے ہندوستان میں نقطۂ سرطان کہ ۲۲ جون ماہ انگریزی کو آفتاب اس نقطے پر پہنچتا ہے اور وہی دن سب سے بڑا ہے ۲

Marfat.com

آدمی کا ساڑھے چھ قدم کا ہوتا ہے اسی شخص کے قدم سے انگوٹھے کی طرف سے م یہ کلام محذوف پر مرتب ہے اور معلوم ہوتا ہے بحر الرائق وغیرہ کی عبارت سے اس میں یوں ہے کہ زوال کی شناخت میں چند روایات ہیں ان میں صحیح تر یہ ہے یعنی ابوشجاع کی روایت کہ سیدھی لکڑی برابر زمین میں چاشت کے وقت گاڑے اور سایہ کے سرے پر نشان کرے پھر اگر سایہ کم ہوجاتا ہو نشان مذکور سے تو آفتاب نہیں ڈھلا پھر اگر سایہ ٹھہر گیا زیادت اور نقصان سے تو یہ وقت ہے ٹھیک دوپہر کا اور جس قدر سایہ اس وقت باقی رہا وہ فی الزوال اور سایہ اصلی ہے اور جب کہ سایہ فی الزوال کے خط سے بڑھا اور لمبا ہوا تو معلوم ہوا کہ آفتاب ڈھل گیا چنانچہ ظہیریہ میں ہے اور مجتبیٰ میں ہے کہ اگر کوئی لکڑی گاڑنے کو نہ ملے فی الزوال اور امثال کی شناخت کو تو اپنے قد سے قیاس کرے ساڑھے چھ قدم طحاوی نے کہا جمہور مشائخ سات قدم کہتے ہیں اور جمع بین القولین یوں ہوسکتا ہے کہ آدمی کا قد سات قدم ساق کی سمت سے ہوتا ہے اور ساڑھے چھ قدم انگوٹھے کی طرف سے انتہیٰ اور محمد سے وہ قول منقول ہے جو اس سے بھی زیادہ تر آسان ہے وہ یہ ہے کہ آدمی قبلہ کے سامنے کھڑا ہو پھر جب کہ آفتاب ابروئے راست پر آیا ڈھل گیا کذا فی الطحطاوی بتصرف یعنی میں یوں ہے کہ جب آفتاب بائیں طرف سے ڈھلا تو بھی زوال کا وقت ہے انتہیٰ یمین اور یسار کا اختلاف باعتبار اختلاف بلاد کے ہوتا ہے کما فی حاشیۃ العینی عن السراج الوہاج ووقت العصر منہ الی قبیل الغروب اور عصر کا وقت سایہ مثلین سے ہے آفتاب کے ڈوبنے تک لحظہ بھر پہلے طحطاوی نے کہا یہی قول معتمد ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ آفتاب کے زرد ہونے تک ہے فلو غربت ثم عادت بل یعود الوقت الظاہر نعم سو اگر آفتاب ڈوبا پھر نکل آیا تو عصر کا وقت دوسری بار عود کرے گا یا نہیں جواب ظاہر یہ ہے کہ ہاں وقت پھر آوے گا م یہ بحث ہے صاحب نہر کی بدلیل حدیث رد شمس یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علی مرتضیٰ کی گود میں سو گئے جب آپ جاگے تو معلوم ہوا کہ علی مرتضیٰ نے عصر کی نماز نہیں پڑھی تو فرمایا کہ الٰہی علی تیری اور تیرے رسول کی طاعت میں تھا تو آفتاب کو پھیر دے سو آفتاب پھر نکل آیا یہاں تک کہ انھوں نے عصر کی نماز پڑھ لی اور یہ واقعہ خیبر میں ہوا تھا اس حدیث کو طحاوی اور قاضی عیاض نے صحیح کہا ہے اور چند محدثین نے اس کو روایت کیا ہے ازاں جملہ طبرانی نے سند حسن سے اس کو روایت کیا ہے اور جس نے اس کو موضوع کہا چنانچہ ابن جوزی نے اس نے خطا کی اور ہمارے قواعد بھی اس کے مخالف نہیں کذا فی الطحطاوی وہی الوسطی علی المذہب اور یہی عصر کی نماز وسطی ہے بنا بر مذہب صحیح کے م قرآن مجید میں فرمایا (حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطیٰ) یعنی محافظت کرو نمازوں پر اور نماز وسطی پر یعنی درمیان کی افضل نماز پر سو نماز وسطی کی تعیین پر تئیس قول ہیں جو وہبانیہ اور اس کی شرح میں مذکور ہیں ازاں جملہ ایک قول یہ ہے جو شارح نے ذکر کیا واللہ اعلم ووقت المغرب منہ الی غروب الشفق وہو الحمرۃ عند ہما وبہ قالت الثلثۃ والیہ رجع الامام کما فی شروح المجمع وغیرہا فکان ہو المذہب اور مغرب کا وقت آفتاب کے غروب ہونے سے ہے شفق کے ڈوبنے تک اور شفق سے وہ سرخی مراد ہے جو غروب آفتاب کے بعد مغرب کی طرف رہتی ہے صاحبین کے نزدیک اور یہی کہا تینوں اماموں نے اور اس قول کی طرف امام اعظم نے رجوع کیا ہے چنانچہ مجمع وغیرہ کی شرحوں میں مذکور ہے تو یہی صاحبین کا قول صحیح مذہب ٹھہرے گا م امام اعظم کے نزدیک وہ سفیدی ہے جو سرخی کے بعد افق میں ہوتی ہے اور یہی قول ہے صدیق اکبرؓ اور انسؓ اور معاذؓ اور عائشہ صدیقہؓ کا ایک اور روایت ہے ابن عباسؓ اور ابوہریرہؓ سے اور یہی مذہب ہے عمر بن عبدالعزیز اوزاعی اور زفر اور مزنی ابن منذر اور خطابی کا اور یہی مختار ہے مبرد اور ثعلب امامان لغت کا ابوداؤد میں حدیث ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے نزول کیا اور فرمایا کہ نماز عشا کا وقت ہے جب کہ افق سیاہ ہوجاوے ابن حبان نے اس کو اپنے صحیح میں روایت کیا ہے اور ابوداؤد اور نسائی اور احمد نے نعمان بن بشیر سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جب کہ تیسری تاریخ کا چاند ساقط ہوتا تھا کذا فی العینی اور محقق نے فتح القدیر میں امام کے قول کو ترجیح دی ہے اور کہا کہ شفق کو حمرت کہنا نہ امام کی روایت سے ثابت ہے نہ درایت سے اول تو اس واسطے کہ امام کی ظاہر الروایۃ کے مخالف ہے اور ثانی تو بدلیل حدیث ابن فضیل کے کہ آخر وقت مغرب کا یہاں تک ہے کہ افق غائب ہوجائے اور غائب ہونا افق یعنی کنارہ سے آسمان کا اس سفیدی کے ساقط ہونے سے ہوتا ہے جو سرخی کے

Marfat.com

بعد ہوتی ہے اور محقق کے شاگرد شیخ قاسم نے تصحیح قدوری میں کہا تو ثابت ہوا کہ امام ہی کا قول صحیح تر ہے انتہیٰ تو اس سے ظاہر ہوا کہ فتوی اور عمل نہیں مگر امام اعظمؒ کے قول پر اور اس کو چھوڑ کر صاحبین کے قول کو یا کسی اور کے قول کو لینا نہ چاہیے الا بضرورت ضعف دلیل یا تعامل کے اگرچہ مشائخ نے صاحبین کے قول پر فتویٰ دیا ہو چنانچہ اسی مسئلہ میں اور سراج میں ہے کہ صاحبین کا قول اوسع ہے اور امام کا قول احوط کما فی البحر اور یہ جو درر میں ہے کہ یہاں صاحبین کے قول پر فتویٰ ہے نوح افندی نے اس کو یوں رد کیا ہے کہ اس پر اعتماد جائز نہیں اور امام کے قول پر صاحبین کے قول کو ترجیح دینا درست نہیں مگر بموجب ضعیف دلیل کے بالضرورت یا بسبب تعامل یا اختلاف زمان کے حالانکہ ان چاروں امور سے کوئی متحقق نہیں تو امام ہی کے قول پر عمل کرنا علی الخصوص جب کہ احتیاط بھی امام ہی کے مذہب پر ہو چنانچہ اس مسئلہ میں لازم ٹھہرا انتہیٰ وفیہ[1] ان التعامل علے خلافہ اگر کوئی کہے کہ جب امام ایک جانب ہوں اور صاحبین دوسری جانب تو مفتی مختار ہے جس پر چاہے عمل کرے اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ یہ حکم مفتی مجتہد پر محمول ہے اور جو مجتہد نہیں تو اصح یہ ہے کہ امام ہی کے قول پر فتویٰ دے چنانچہ سراجیہ میں مصرح ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ وہ بعض مشائخ کا قول ہے اور بعضوں کے نزدیک تو امام کے قول کے ہوتے صاحبین کے قول پر عمل نہ چاہیے ازاں جملہ صاحب ہدایہ ہے اس نے تجنیس میں کہا کہ میرے نزدیک واجب یہ ہے کہ امام کے قول پر ہر حال میں فتوی دیا جائے کذا فی الطحطاوی ملخصا **ووقت العشاء والوتر منہ الی الصبح** اور نماز عشا اور وتر کا وقت غروب شفق سے ہے صبح تک **ولکن لایصح ان یقدم علیہما الوتر لانہ سیاتو وجوب الترتیب لانہما فرضان عند الامام** ولیکن صحیح نہیں عشا پر وتر کا مقدم کرنا مگر بھول کر بسبب واجب ہونے ترتیب کے اس واسطے کہ عشا اور وتر دونوں فرض ہیں امام کے نزدیک م لیکن عشا فرض قطعی ہے اور وتر فرض عملی ہے اور صاحبین اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک وتر سنت ہے والدلائل فی المبسوطات **وفاقدوقتہما کبلغار رفان فیہا یطلع الفجر قبل غروب الشفق فی اربعینیۃ الشتاء** اور نہ پانے والا عشا اور وتر کے وقت کا جیسے بلغار کے ساکن اس واسطے کہ بلغار میں فجر طلوع کرتی ہے شفق کے غروب ہونے سے پہلے چلہ سرما میں م قاموس میں ہے کہ بلغار ایک شہر ہے ملک صقالبہ کا نہایت میں جانب شمال کے شدید البرد اور یہ جو شارح نے چلہ سرما کو ذکر کیا سو سہو سے اور ٹھیک یہ ہے کہ اقصر لیالی سال میں وہاں عشاء کا وقت نہیں ہوتا چنانچہ بحر الرائق اور امداد الفتاح میں مذکور ہے یعنی اول صیف میں جب کہ آفتاب حلول کرتا ہے راس سرطان میں تو اس وقت آفتاب زمین پر ۲۳ گھنٹے ٹھہرتا ہے اور ایک ساعت یعنی گھنٹہ بھر غروب ہوتا ہے عرض بلد کے حساب پر چنانچہ علم ہیئت میں اس کی تفصیل مذکور ہے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی **مکلف بہما فیقدر لہما** نہ پانے والا عشا اور وتر کا مکلف ان دونوں کا یعنی اس پر عشا اور وتر کا پڑھنا فرض ہے تو اندازہ کرے ان دونوں نمازوں کے واسطے یعنی جس قدر مدت کے بعد غروب ہونے سے پیچھے عشا اور وتر ہوتی تھی اسی قدر مدت کے بعد دونوں کو پڑھے یا بلاد قریبہ پر قیاس کرے **ولا ینوی القضاء لفقد وقت الاداء** بہ افتی البرہان الکبیر اور عشا اور وتر کے قضا کی نیت نہ کرے وقت ادا نہ ہونے کے سبب سے اسی کا فتوی دیا ہے برہان الدین کبیر نے م قضا کی نیت اس واسطے نہ کرے کہ قضا اس کو کہتے ہیں جس کا وقت ہو اور فوت ہو جائے اور یہاں وقت ہی نہیں تو قضا بھی نہیں واختارہ الکمال وتبعہ ابن الشحنہ فی الغازیہ **وصحح فزعم المصنف انہ المذہب** اور فرضیت عشا اور وتر کو اختیار کیا ہے کمال الدین صاحب فتح القدیر نے اور ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اس کی پیروی کی ہے اپنے الغازیہ سواسی کی تصحیح کی ہے تو مصنف اس متن نے اسی قول کو مذہب صحیح گمان کیا یعنی ولہذا اس کو متن میں داخل کیا برخلاف کنز کے اور کنز کے قول کی تضعیف کی چنانچہ اس کو اس کے بعد بصیغہ تمریض ذکر کرے گا م شارح نے اس میں تضعیف قول مصنف پر اشارہ کیا اور شرنبلالی نے امداد الفتاح میں اس کے ضعیف ہونے کی تصریح کی ہے کذا فی الطحطاوی **وقیل لایکلف بہا لعدم سببہما** اور بعضوں نے کہا کہ عشا اور وتر کے وقت کا نہ پانے والا مکلف ان دونوں نمازوں کا نہیں ان کے سبب کے نہ ہونے کی وجہ سے یعنی وجوب نماز کا سبب وقت ہے اور انتفاء سبب مستلزم انتفاء

[1] اور اس میں یہ مذکور ہے کہ برتقدیر اس کے خلاف پر ہے ۱۲

Marfat.com

مسبب ہے وبہ جزم فی الکنز والدرر والملتقے اور اسی عدم وجوب کا یقین کیا ہے متون ثلثہ یعنے کنز الدقائق اور درر اور ملتقی الابحر میں وبہ افتی البقالی ووافقہ الحلوانی والمرغینانی اور اسی کا فتویٰ دیا علامہ بقالی نے اور ان کی موافقت کی بعد مخالفت کے حلوانی اور مرغینانی نے مم مجتبیٰ میں ہے کہ برہان الائمہ کے وقت میں استفتا وارد ہوا کہ ہم لوگ اپنے شہر میں عشا کا وقت نہیں پاتے تو ہم پر عشا کی نماز واجب ہے یا نہیں تو جواب یہ لکھا کہ تم پر واجب نہیں اور اسی کا ظہیر الدین مرغینانی نے فتویٰ دیا اور اسی کا استفتا بلغار سے وارد ہوا شمس الائمہ حلوانی پر توقضا کرنے عشا کا فتویٰ دیا پھر خوارزم میں سیف السنۃ بقالی سے بھی استفتا ہوا تو انھوں نے عدم وجوب کا فتویٰ دیا سو ان کا جواب حلوانی کو پہنچا تو ایک شخص کو بھیجا ان کے پاس خوارزم میں کہ مجمع میں ان سے سوال کرے کہ کیا کہتے ہو اس شخص کے حق میں جو پانچ فرضوں میں سے ایک فرض کا انکار کرتا ہے وہ کافر ہے یا نہیں تو شیخ بقالی مطلب سوال کا سمجھ گئے تو جواب دیا کہ تم کیا کہتے ہو اس شخص کی نسبت جس کے دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت یا دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت کاٹے گئے اس کے وضو میں کتنے فرض ہیں سائل نے جواب دیا کہ تین فرض ہیں لبسبب نہ ہونے محل چوتھے فرض کے بقالی نے کہا کہ اسی طرح پانچویں نماز بھی فرض نہیں اس کے وقت کے نہ ہونے سے پھر جب کہ یہ جواب حلوانی کو پہنچا تو پسند کیا اور اس مسئلہ میں ان کے موافق ہو گئے کذا فی المنح درجحہ الشرنبلالی والحلبی واوسعا المقال ومنعا ماذکرہ الکمال اور عدم وجوب عشا کی ترجیح دی شرنبلالی اور ابراہیم حلبی شارح منیہ نے اور اس میں بہت گفتگو کی ہے اور نہیں مانا اس قول کو جو کمال الدین محقق نے فتح القدیر میں ذکر کیا ہے م خلاصہ کلام محقق یہ ہے کہ قیاس عدم وجوب عشا سقوط غسل یدین مقطوعین پر قیاس مع الفارق ہے کیونکہ عدم محل فرض میں اور عدم سبب جعلی میں جو وجوب خفی نفس الامری کی علامت ہے فرق صریح ہے علاوہ اس کے اخبار متواترہ شب معراج سے فرضیت صلوات خمسہ جمیع آفاق پر بلا تفصیل شریعت عام ہے اور اسی طرح حدیث صحیح مسلم دلیل مدعا ہے کہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر کیا صحابہ نے کہا کہ وہ زمین میں کتنا ٹھہرے گا فرمایا ۴۰ دن ایک دن سال کے برابر اور ایک دن مہینے کے برابر اور ایک دن ہفتے کے برابر اور باقی دن تمہارے دنوں کے مانند صحابہ نے کہا یا رسول اللہ سو جو دن سال کے برابر ہے اس میں ہم کو ایک دن کی نماز کفایت کرے گی فرمایا نہیں اس کے واسطے اندازہ کر لیا کرنا انتہیٰ تو اس دن میں ۳۰۰ سے زیادہ عصر کی نماز واجب ہوئی مثل یا مثلین کے سایہ ہو جانے سے پہلے انتہی کلام الکمال خلاصہ جواب حلبی یہ ہے کہ جیسے صلوات خمسہ ٹھہر چکی ہیں اسی طرح وجوب کے واسطے اسباب اور شروط ٹھہر گئے ہیں کہ بدون ان کے وجوب نہیں پایا جاتا ہے تو اگر صلوات خمسہ کا حکم عام اسباب اور شروط کے ساتھ مراد ہے تو مسلم ہے اور تم کو مفید نہیں اور اگر ہر فرد مکلف کا عموم مطلقاً مراد ہے تو باطل ہے اس لیے کہ حائض اگر بعد طلوع آفتاب کے طاہر ہو مثلاً تو اس پر اس دن فقط چار نمازیں واجب ہیں نہ پانچ اور حدیث دجال کی مخالف قیاس ہے تو اس پر غیر کو قیاس نہیں کر سکتے وتمامہ فی الطحاوی وغیرہ من المبسوطات قلت ولا یساعدہ حدیث الدجال لانہ وان وجب اکثر من ثلثمائۃ ظہر مثلاً قبل الزوال لیس کذلک لان المفقود فیہ العلامۃ لا الزمان وما فیہا فقد فقد الامران میں کہتا ہوں اور کمال الدین کو مساعدت نہیں کرتی دجال کی حدیث اس واسطے کہ اگرچہ وہاں تین سو ظہر سے مثلاً واجب ہوئے زوال آفتاب سے پہلے ہمارے اس مسئلہ کی مانند وہ دن نہیں اس واسطے کہ یوم دجال میں فقط علامت اوقات مفقود ہے زمانہ مفقود نہیں اور بلغار کی عشا اور وتر میں علامت اوقات اور زمانہ دونوں امر مفقود ہیں یعنی نہ علامت عشا کی موجود ہے اور نہ اس قدر زمانہ ممتد ہے کہ مغرب اور عشا اور صبح کے اوقات برابر ہوں بلکہ مابین غروب اور طلوع آفتاب کے فقط بقدر مغرب اور صبح کے زمانہ ہوتا ہے م شارح کا یہ کلام مسلم نہیں اس واسطے کہ یوم دجال سال بھر کا ہے تو چوبیس چوبیس ساعت یعنی ۴ ۲ گھنٹے میں پانچ نمازیں ادا ہوں گی اور بلغار کا دن بھی اپنی رات کے ساتھ ۴ ۲ گھنٹے کا ہوتا ہے تو اس میں بھی پانچ نمازیں واجب ہوں گی تو زمانہ پایا گیا اور بمنزلہ یوم دجال کے ہو گیا میں کہتا ہوں الحاصل وجوب اور عدم وجوب عشا میں دونوں قولوں کی تصحیح ثابت ہے مگر یہ کہ دلیل تقدیر کی مرجح ہے اور مجھ کو بلغار کے رہنے والے نے خبر دی کہ چلا یام گرما میں شفق سرخ کے غائب ہونے سے پہلے فجر طلوع کرتی ہے اور وہاں کے لوگ صوم میں رات کی مدت میں ایک بار یا دو بار کھاتے ہیں قبل ظاہر ہونے فجر کے اور وہاں سے بھی دور کے رہنے

Marfat.com

والے شخص نے مجھ سے حکایت کی کہ وہاں مطلق اندھیرا نہیں ہوتا اور بعضے بلاد میں ہمیشہ اندھیرا رہتا ہے وہاں روشنی نہیں مگر چراغ کی فسبحان العلیم بحقائق الاحوال کذا فی الطحطاوی والمستحب للرجل الابتداء فی الفجر باسفار والختم به هو المختار بحیث یرتل اربعین آیة ثم یعیده لطهارة لو فسد اور مرد کو مستحب ہے شروع کرنا نماز فجر کا روشنی میں اور ختم کرنا روشنی میں یہی قول مختار ہے اس طرح پر کہ بہم آیت کو ادائے حروف کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کے دونوں رکعتوں میں پڑھے پھر نماز کو اعادہ کرے طہارت کے ساتھ اگر فساد نماز کا ظاہر ہو م فساد کی صورت یہ ہے کہ بدون طہارت کے سہو سے نماز پڑھے یا نماز میں کوئی فساد واقع ہوا وقیل یوخر جدا لان الفساد موہوم اور قول ضعیف یہ ہے کہ فجر کی نماز کو بہت تاخیر کرے اسواسطے کہ فاسد ہو جانا نماز کا امر موہوم ہے م بحر الرائق میں ہے لیکن اس قدر تاخیر نہ کرے کہ طلوع آفتاب میں شک واقع ہو لاالحاج بمزدلفة فالتغلیس افضل کمرأة مطلقاً مگر حاجی کو مزدلفہ میں روز روشن میں نماز پڑھنا مستحب نہیں تو وہاں اندھیرے میں نماز پڑھنا افضل ہے جیسے عورت کو مطلقاً خواہ حج میں یا غیر حج میں اندھیرے میں نماز بہتر ہے اس واسطے کہ بنا حال نسوان پردہ داری میں ہے سو وہ اندھیرے میں حاصل ہے وفی غیر الفجر الافضل لها انتظار فراغ الجماعة اور فجر کے سوا اور نمازوں میں عورت کو فراغت جماعت کا انتظار کرنا افضل ہے یعنی جب مردوں کی جماعت ہو چکے تب عورت مسجد میں نماز پڑھے وتاخیر ظهر الصیف بحیث یمشی فی الظل مطلقاً کذا فی المجمع وغیرہ اے بلا اشتراط شدة حر وحرارة بلد وقصد جماعة اور مستحب ہے دیر کرنا گرمی کی ظہر کا اس طرح کہ دیواروں کے سایہ میں چلے مسجد جانے کے وقت مطلقاً ایسا ہے مجمع وغیرہ میں مطلقاً کی تفسیر یہ ہے کہ تاخیر مذکور میں شرط نہیں شدت موسم گرما کی اور نہ گرمی شہر کی اور نہ قصد جماعت کا م صیف کی قید میں اشارہ ہے کہ ربیع اور خریف کے موسم میں تعجیل ظہر کی مستحب ہے اور تاخیر کی حد یہ ہے کہ قبل از مثل نماز ہو اس واسطے کہ خزانہ میں ہے کہ وقت مکروہ وہ ہے جو اختلاف کی حد میں داخل ہو اور جب کہ سایہ ہر شے کا اس کے برابر ہو تو اختلاف میں داخل ہوا اور یہ قول شارح کے کلام سے بہتر ہے اس واسطے کہ مصر کی دیواروں کا سایہ ان کی بلندی کے سبب سے جلد حاصل ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی وَ مافی الجوہرة وغیرہا من اشتراط ذلک منظور فیہ اور جو کہ جوہرہ وغیرہ میں ہے مشروط ہونا تاخیر کے واسطے امور مذکورہ کا یعنی شدت حرارت وغیرہ کا تو مسلم نہیں اس میں خلل ہے وجمعة کظهر اصلاً واستحباباً فی الزمانین لانها خلفه اور جمعہ ظہر کے مانند ہے اصل اور استحباب کی راہ سے دونوں موسم گرمی اور جاڑے میں اس واسطے کہ جمعہ خلیفہ ہے ظہر کا م یعنی اصل وقت جو ظہر کا ہے وہی جمعہ کا ہے اور جیسے صیف میں ظہر کی تاخیر مستحب ہے اور تعجیل اور ایام میں ویسا ہی جمعہ میں ہے اور اشباہ میں ہے کہ جمعہ کو سرد وقت میں پڑھنا مسنون نہیں سو شاید اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں اور جو یہ کہا کہ جمعہ خلیفہ ہے ظہر کا سو احد القولین ہے اور دوسرا قول مشہور یہ ہے کہ جمعہ فرض مستقل ہے ظہر سے زیادہ تو موکد ہے کذا فی الطحطاوی وتاخیر عصر صیفاً وشتاء توسعة للنوافل اور مستحب ہے تاخیر کرنا عصر کا گرمی اور جاڑے میں نوافل کی گنجائش کے واسطے م ابوداود میں حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عصر کو تاخیر کرتے تھے جب تک کہ آفتاب سفید اور صاف رہتا تھا کذا فی البحر مالم یتغیر ذکاء بان لا تحار العین فیها فی الاصح تاخیر عصر کی مستحب ہے جب تک کہ آفتاب متغیر نہ ہو اس طرح پر کہ آنکھ قرص آفتاب میں حیران نہ ہو صحیح تر قول میں م مراد یہ ہے کہ آفتاب کی روشنی کی چمک جاتی رہے تو بصارت کو اس سے حیرت حاصل نہ ہو اور تغیر روشنی کا اعتبار نہیں اس لیے کہ وہ تو زوال کے بعد حاصل ہوتا ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ شعاع دیواروں پر بدل جائے اور بعضوں نے کہا قرص آفتاب متغیر ہو جائے کذا فی الطحطاوی عن السراج وتاخیر عشاء الی ثلث اللیل قیده فی الخانیة وغیرها بالشتاء اما الصیف فیندب تعجیلها اور مستحب ہے دیر کر پڑھنا عشا کا تہائی رات تک خانیہ وغیرہا میں اس تاخیر کو مقید کیا ہے جاڑوں کے ساتھ اور گرمیوں میں تو جلد پڑھنا عشا کا مستحب ہے یعنی اس خوف سے کہ عشا کا وقت خارج نہ ہو جائے غلبہ خواب سے کیوں کہ رات بہت کم ہوتی ہے فان اخرها الی ما زاد علی النصف کره لتقلیل الجماعة اما الیه فمباح پھر اگر عشا کی تاخیر کی یہاں تک کہ آدھی رات سے زیادہ ہو گئی تو یہ تاخیر مکروہ ہے تقلیل جماعت کی وجہ سے اور آدھی رات تک تو تاخیر مباح ہے م نصف شب سے زیادہ تر تاخیر مکروہ تحریمی ہے کذا فی الطحطاوی عن المنح والبحر تتمہ عشا کی تاخیر اس واسطے مستحب ہے تا قصہ خوانی مکروہ قطع ہو اور نامۂ اعمال نماز پر ختم ہو جیسے شروع ہوا تھا صبح کی نماز سے تاکہ درمیان کی خطائیں مٹ جاویں حق تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ

Marfat.com

الحسنات یذھبن السیئات) نیکیاں برائیوں کو دفع کرتی ہیں اور عشا سے پہلے سونا مکروہ ہے فوت جماعت کے خوف سے اور بعد نماز کے بے حاجت گفتگو مکروہ ہے ورنہ مکروہ نہیں چنانچہ قرآن مجید پڑھنا اور ذکر کرنا اور حکایات صالحین اور مذاکرہ فقہ اور گفتگو کرنا مہمان اور اپنی جورو سے اور مکروہ ہے کلام بعد فجر ہونے کے پھر جب نماز پڑھ چکے تو مکروہ نہیں کذا فی الطحطاوی واخر العصر الی اصفرار ذکاء اور عصر کی تاخیر کی آفتاب کے زرد ہو جانے تک تو مکروہ ہے فلو شرع فیہ قبل التغیر فمدہ الیہ لایکرہ پھر اگر عصر شروع کی آفتاب کے متغیر ہونے سے پہلے پھر نماز کو بڑھایا زردی آفتاب تک تو مکروہ نہیں واخر المغرب الی اشتباک النجوم ای کثر تہا کرہ ای التاخیر لا الفعل لانہ مامور بہ اور اگر مغرب کی تاخیر کی تاروں کے چھٹک جانے تک یعنی ان کے بکثرت نمود ہونے تک تو یہ تاخیر کرنا مکروہ ہے نہ نماز پڑھنا اس وقت کا اس واسطے کہ نماز خوانی کا تو حکم ہے وہ کیونکر مکروہ ہو سکے تحریما الا لعذر کسفر کو نہ علی الاکل تاخیر عشا زائد از نصف شب اور تاخیر عصر تا زردی آفتاب اور تاخیر مغرب تا ظہور نجوم مکروہ تحریمی ہے مگر سفر اور کھانا کھانے کے عذر سے تاخیر مکروہ نہیں م کراہت تحریمی تینوں مسئلوں سے متعلق ہے کذا فی الطحطاوی لہذا ترجمہ میں اس کی تصریح کر دی وتاخیر الوتر الی آخر اللیل لواثق بالانتباہ اور تاخیر کرنا وتر کا آخر شب تک مستحب ہے اس کو جو اس وقت کے جاگنے پر بھروسا رکھتا ہے والا فقبل النوم اور اگر جاگنے پر اعتماد نہ ہو تو سونے سے پہلے وتر کا پڑھنا افضل ہے فان افاق فاتہ الافضل پھر اگر اول وقت وتر پڑھ کر سونے کے بعد جاگا تو امر مستحب فوت ہو گیا م ظاہر اغیر واثق کے جاگنے سے استحباب فوت نہیں ہوتا بدلیل قول قاضی خان کہ جس کو وثوق نہ ہو تو اس کو مطلقاً تعجیل افضل ہے کذا فی الطحطاوی والمستحب تعجیل ظہر شتاء اور مستحب ہے جلد پڑھنا ظہر کی نماز کا جاڑے میں م شتاء وہ زمانہ ہے جس میں سردی شدید ہو اور صیف وہ ہے جس میں گرمی سخت ہو اور بعضوں نے کہا کہ شتاء وہ ہے جس میں دو چیز کی حاجت ہو تاپنے کی اور روئی بھرے کپڑے کی اور صیف وہ ہے جس میں دونوں چیزوں کی حاجت نہ ہو اور ربیع اور خریف وہ ہے جس میں ایک چیز کی حاجت ہو نہ دونوں چیزوں کی کذا فی الطحطاوی عن الخلاصۃ ملحق بالربیع وبالصیف الخریف موسم سرما کے ساتھ ربیع ملحق ہے اور موسم گرما کے ساتھ خریف ملحق ہے م یہ بحث ہے صاحب بحر کی اور منقول مذہب کے مخالف ہے اس واسطے کہ شرنبلالی نے مجمع الروایات سے نقل کیا کہ ربیع اور خریف میں تعجیل ظہر کی مستحب ہے حالانکہ نقل کے ہوتے بحث کا کچھ اعتبار نہیں کذا فی الطحطاوی وتعجیل عصر وعشاء یوم غیم اور مستحب ہے تعجیل عصر اور عشا کی ابر کے دن میں یعنی اس واسطے کہ تاخیر عصر میں احتمال ہے مکروہ وقت کے آجانے کا اور عشا کی تاخیر میں تقلیل جماعت کا احتمال ہے پانی برسنے اور کیچڑ کے خوف سے وتعجیل مغرب مطلقاً اور جلد پڑھنا مغرب کا ہر موسم شتا اور صیف میں مستحب ہے م اور اطلاق سے یہ مراد نہیں کہ ابر ہو یا نہ ہو تعجیل مغرب کی مستحب ہے اس واسطے کہ ابر کے دن تاخیر مغرب کی مصرح ہے وتاخیرہ قدر رکعتین مکروہ تنزیہا اور مغرب کی تاخیر کرنا بقدر دو رکعت کے مکروہ تنزیہی ہے وتاخیر غیر ہما فیہ اور عصر اور عشا کے سوائے اور نمازوں میں ابر کے دن تاخیر کرنا مستحب ہے یعنی فجر اور ظہر اور مغرب میں تاخیر ابر کے دن میں افضل ہے اس واسطے کہ فجر اور ظہر کے وقت میں کراہت نہیں تو تاخیر مضر نہیں اور مغرب کی تعجیل میں یہ خوف ہے کہ قبل از غروب مبادا واقع ہو وہذا فی دیار کثیر شتاؤہا وقل رعایۃ اوقاتہا یہ حکم تعجیل عصر اور عشا کا اور تاخیر ان کے سوا کا ابر کے دن ان ملکوں میں ہے جن میں جاڑا بکثرت ہوتا ہے اور رعایت اوقات نماز ابر کے سبب سے کم ہوتی ہے چنانچہ بخارا وغیرہ ماوراء النہر کے ملک ہیں اما فی دیارنا فیراعی الحکم الاول اور ہمارے ملک میں یعنی مصر اور شام میں تو پہلا حکم مرعی ہے یعنی تاخیر عصر کی مطلقا اور عشا کی تا ثلث لیل اور تعجیل ظہر سرما اور ابر اور ظہر صیف الی آخر ما تقدم یہ بحث ہے عینی کی اور صاحب نہر نے اس کو پسند کیا ہے کذا فی الطحطاوی وحکم الاذان کالصلوۃ تعجیلاً وتاخیراً اور اذان کا حکم نماز کے مانند ہے تعجیل اور تاخیر میں تفصیل سابق کے موافق وکرہ تحریما وکل مالا یجوز مکروہ صلوۃ مطلقا ولو قضاء او واجبۃ او نافلۃ او علی جنازۃ وسجدۃ تلاوۃ وسہو لا شکر قنیۃ مع شروق اور طلوع آفتاب کے ساتھ مکروہ تحریمی ہے مطلق نماز اگرچہ قضا ہو یا واجب یا نفل یا جنازہ پر کی نماز اور سجدہ تلاوت اور سجدہ سہو کا شارح نے کہا شکر کا سجدہ اس وقت مکروہ نہیں کذا فی القنیہ اور جو چیز جائز نہیں وہ مکروہ ہے م یہ جواب ہے سوال مقدر کا وہ یہ ہے کہ

Marfat.com

مصنف نے مکروہ میں مطلق نماز کو جو غیر منعقد کو بھی شامل ہے ذکر کیا اور غیر منعقد باطل ہے نہ مکروہ خلاصہ جواب یہ ہے کہ مصنف نے کراہت کا لغوی ارادہ کیا اور شارع غیر جائز کو مکروہ رکھتا ہے خواہ غیر جائز حرام ہو یا باطل یا مکروہ باصطلاح فقہ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ اصل میں مذکور ہے کہ جب تک آفتاب بقدر نیزہ بلند نہ ہو تو وہ در حکم طلوع ہے اور امام فضیل کا یہ قول مختار ہے کہ جب تک آدمی آفتاب کے دیکھنے پر قدرت رکھتا ہے وہ طلوع میں داخل ہے اس میں نماز حلال نہیں پھر جب عاجز ہو اس کے نظر کرنے سے تو نماز حلال ہو گئی یہی تفسیر تعبیر مصحح کی مناسب ہے چنانچہ سابق میں گذر گیا کذا فی الطحطاوی الا العوام فلا یمنعون من فعلہا لانہم تیر کو نہا والاداء الجائز عند البعض اولی من الترک اصلا کما فی القنیۃ وغیرہا مگر عوام لوگ روکے نہ جاویں اس وقت کی نماز سے اس واسطے کہ وہ نماز چھوڑ دیں گے اور جو ادا کہ بعضوں کے نزدیک جائز ہے وہ بالکل چھوڑ دینے سے اولیٰ ہے چنانچہ قنیہ وغیرہا میں ہے م بعض سے یہاں امام شافعیؒ مراد ہیں کذا فی الطحطاوی واستواء الا نفل یوم الجمعۃ علی قول الثانی المصحح المعتمد کذا فی الاشباہ ونقل الحلبی عن الحاوی ان علیہ الفتویٰ اور نماز مطلق مکروہ تحریمی ہے آفتاب کے متوسط ہونے کے وقت آسمان میں یعنے ٹھیک دوپہر کو مگر روز جمعہ کے نفل مکروہ نہیں ابو یوسف کے قول مصحح معتمد پر چنانچہ اشباہ میں ہے اور حلبی شارح منیہ نے حاوی سے نقل کیا کہ ابو یوسفؒ کے قول پر فتویٰ ہے وغروب الا عصر یوم فلا یکرہ فعلہ لادائہ کما وجب بخلاف الفجر والاحادیث تعارضت فتساقطت کما بسطہ صدر الشریعۃ اور نماز مکروہ تحریمی ہے آفتاب کے غروب ہونے کے ساتھ مگر روز غروب کی عصر تو اس کا پڑھنا اس وقت مکروہ نہیں بسبب اس کے ادا ہو جانے کے جس طرح کہ وہ ناقص واجب ہوئی تھی برخلاف فجر کے اور احادیث اس میں متعارض ہیں تو ساقط الادا ہو گئی چنانچہ شرح وقایہ میں صدر الشریعۃ نے اس کو مشرح بیان کیا ہے م اسی دن کی عصر جائز ہے یعنی کل کی عصر غروب کے وقت جائز نہیں وجوب ناقص کی وجہ یہ ہے کہ وجوب عصر کا سبب آخر وقت ہے یعنی تغیر آفتاب کا وقت اور وہ ناقص ہے یعنی عبادت کفار کا وقت ہے برخلاف فجر کے کہ اس کا تمام وقت کامل ہے تو وجوب بھی کامل ہے تو طلوع ہونے سے وہ باطل ہو جاوے گی وقت ادا کے ناقص ہونے سے تعارض احادیث کا یہ بیان ہے کہ جماعۂ محدثین نے حدیث مرفوع ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ جس شخص نے عصر کی ایک رکعت قبل غروب کے پائی اس نے پوری نماز پائی اور جس نے ایک رکعت صبح کی پائی قبل طلوع آفتاب کے تو اس نے پوری صبح کی نماز پائی چونکہ اس حدیث میں اور اس حدیث میں جس میں اوقات ثلثہ میں نماز ممنوع ہے تعارض واقع ہوا تو ہم نے قیاس کی طرف رجوع کیا دفع تعارض کے واسطے چنانچہ تعارض کا یہی حکم ہے تو ہم نے اس حدیث کے حکم کو ترجیح دی عصر کی نماز میں کذا فی الطحطاوی عن البحر وینعقد نفل بشروع فیہا بکراہۃ التحریم کراہت تحریمی کے ساتھ منعقد ہوتی ہے نفل اوقات ثلثہ میں شروع کرنے سے یعنی تو اس کا قطع کرنا اور اس کو کامل وقت میں قضا کرنا واجب ہے م جس کا نماز نام ہے اگرچہ مجازا اس کو نماز بولتے ہیں وہ تین قسم ہے فرض واجب نفل اول قسم عملی ہے اور قطعی تو فرض عملی وتر ہے اور فرض قطعی کفایہ ہے اور عین سو فرض کفایہ نماز جنازہ ہے اور فرض عین نماز پنجگانہ ہے اور جمعہ اور سجدہ صلبیہ ہے اور قسم ثانی یا واجب لعینہ ہے یعنی جو خدا کے واجب کر دینے سے ہو یا واجب لغیرہ ہے یعنی جو بندہ نے اپنے اوپر اپنے فعل سے واجب کر لیا ہو سو واجب لعینہ وتر اور نماز عیدین اور سجدہ تلاوت ہے اور واجب لغیرہ سجدۂ سہو اور دو رکعتیں طواف کی اور اس نفل کی قضا جس کو اس نے فاسد کر دیا اور نذر کی نماز اور قسم ثالث یعنی نفل یا سنت مؤکدہ ہے یا غیر موکدہ اور اس کو دریافت کر کہ اوقات مکروہہ دو نوع ہیں نوع اول طلوع اور استوا اور غروب ہے اور نوع ثانی مابین فجر اور آفتاب کے زرد ہونے تک تو اوقات کے نوع اول میں جمیع اقسام مذکورہ نماز کی منعقد نہیں ہوتی مگر نفل اور نذر مقید باوقات مذکورہ اور قضا اس نفل کی جس کو انہیں اوقات میں فاسد کیا اور نماز اس جنازہ کی جو انہیں وقتوں میں آیا اور سجدۂ تلاوت اس آیت کا جو انہیں میں پڑھی گئی اور عصر اسی دن کی منعقد ہوتی ہیں یہ چھ نمازیں کراہت کے ساتھ تو ان کو قطع کرنا اور کامل وقت میں قضا کرنا واجب ہے مگر اسی دن کی عصر کو قطع کرنا جائز نہیں اور نوع ثانی میں تمام اقسام مذکورہ نماز کی منعقد ہو جاتی ہیں سوائے نفل اور واجب لغیرہ

Marfat.com

کے کہ اس کا انعقاد کراہت کے ساتھ ہوتا ہے تو اس کا قطع اور قضا کامل وقت میں واجب ہے کذا فی الحلبی لانعقاد الفرض وما ہو ملحق بہ کواجب لعینہ کوتر وسجدۃ تلاوۃ وصلوۃ جنازۃ تلیت الآیۃ فی کامل وحضرت الجنازۃ قبل لوجوبہ کاملا فلا بتادی ناقصا اوقات ثلثہ میں منعقد نہیں ہوتا ہے فرض کے ساتھ ملحق ہے چنانچہ واجب لعینہ مانند وتر کے اور سجدہ اس آیت کا جو کامل وقت میں پڑھی گئی اور نماز اس جنازہ کی جو حاضر ہوان وقتوں سے پہلے لسبب اس کے واجب ہونے کے کامل ہو کر تو ادا نہ ہوگا ناقص ہو کر فلو وجبتا فیہا لم یکرہ فعلہما لے تحریما اور اگر سجدۂ تلاوت اور نماز جنازہ انھیں اوقات میں واجب ہوئی تو ان کا فعل مکروہ نہیں یعنی مکروہ بکراہت تحریمی نہیں م تحریمی کی قید سے معلوم ہوا کہ کراہت تنزیہی ثابت ہے وفی التحفۃ الافضل ان لاتوخر الجنازۃ اور تحفہ میں ہے کہ بہتر یہ ہے کہ اوقات ثلثہ میں جنازہ کی تاخیر نہ کرے م صاحب بحر اور نہر نے بھی اسی قول کو ثابت رکھا ہے کذا فی الطحطاوی وصح مع الکراہۃ تطوع بدأ بہ فیہا ونذر اداہ فیہا وقد نذرہ فیہا وقضاء تطوع بدأ بہ فیہا فافسدہ لوجوبہ ناقصا اور صحیح ہے کراہت کے ساتھ وہ نفل جس کو شروع کیا انھیں اوقات میں اور وہ نذر کی نماز جس کو ادا کیا انھیں وقتوں میں اور حالانکہ نذر بھی انھیں میں کی اور اس فعل کی قضا جس کو انھیں اوقات میں شروع کیا پھر اس کو فاسد کر دیا وجہ صحت نقصان وجوب ہے ثم ظاہر الروایۃ وجوب القطع والقضاء فی کامل کما فی البحر پھر معلوم کر کہ ظاہر الروایۃ وجوب قطع اور وجوب قضا ہے کامل وقت میں چنانچہ بحر الرائق میں ہے وفیہ عن البغیۃ الصلوۃ فیہا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم افضل من قرأۃ القرآن وکانہ لانہا من ارکان الصلوۃ فالاولی ترک ما کان رکنا لہا اور بحر الرائق میں بغیہ سے منقول ہے کہ اوقات مذکورہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا افضل ہے قرآن کے پڑھنے سے اور شاید کہ وہ اس واسطے ہے کہ قرآن خوانی نماز کے ارکان سے ہے تو جو نماز کا رکن ہے اس کا ترک کرنا اولیٰ ہے م بغیہ بالضم وبالکسر بمعنی مطلوب ہے اور یہاں کتاب کا نام ہے جو قنیہ کا مختصر ہے کذا فی الحلبی عن البحر وکرہ نفل قصدا وتحیۃ مسجد وکل ما کان واجبا لالعینہ بل لغیرہ وہو ما یتوقف وجوبہ علی فعلہ کمنذور رکعتی طواف وسجدتی سہو والذی شرع فیہ فی وقت مستحب او مکروہ ثم افسدہ ولو سنۃ الفجر بعد صلوۃ الفجر وصلوۃ عصر اور بعد فجر اور عصر کی نماز کے قصداً نفل مکروہ ہے اگرچہ تحیۃ المسجد ہو اور جو نماز کہ واجب لعینہ نہیں بلکہ واجب لغیرہ ہے واجب لغیرہ وہ ہے جس کا وجوب عبد کے فعل پر موقوف ہو چنانچہ نذر کی نماز اور طواف کی دو رکعتیں اور دو سجدہ سہو کے اور جس نماز کو شروع کیا مستحب یا مکروہ وقت میں پھر اس کو فاسد کر دیا اگرچہ فجر کی سنت ہو م یہ رد ہے اس قول کا کہ جب فجر کی اقامت ہو اور فوت ہونے فرض کا خوف ہو تو سنت کو شروع کر کے قطع کرے پھر اس کو قضا کرے طلوع سے پہلے وجہ رد یہ ہے کہ جس نفل کو فاسد کیا اس کی قضا اس وقت میں مکروہ ہے علاوہ یہ ہے کہ قطع کے واسطے شروع کرنا شرعاً قبیح ہے نفل میں قصد کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر تہجد کی نماز پڑھتا ہو اور ایک رکعت کے بعد فجر طالع ہو تو افضل یہ ہے کہ دوسری پڑھے کیونکہ نفل بعد فجر کے بدون قصد کے واقع ہوئے اور یہ نماز سنت فجر کے قائم مقام نہیں ہو سکتی صحیح ترقول میں کذا فی الطحطاوی ولو المجموعۃ بعرفۃ نفل وغیرہ عصر کے بعد مکروہ ہے اگرچہ عصر ظہر کے ساتھ ملائی گئی ہو عرفات میں کذا فی النہر عن الہ معراج والقنیہ لا یکرہ قضاء فائتۃ ولو وترا ولا سجدۃ تلاوۃ وصلوۃ جنازۃ مکروہ نہیں قضا فوت ہو گئی نماز کی اگرچہ فائتہ وتر ہو اور نہ سجدہ تلاوت کا اور نہ نماز جنازہ بعد نماز فجر اور عصر کے وکذا الحکم من کراہۃ نفل وواجب لغیرہ لا فرض وواجب لعینہ بعد طلوع فجر سوے سنۃ لشغل الوقت بہ تقدیرا اور اسی طرح حکم ہے مکروہ ہونے نفل اور واجب لغیرہ کا نہ فرض اور واجب لعینہ کا بعد طلوع ہونے فجر کے سوائے سنت فجر کے بسبب مشغول ہونے اس وقت یعنی فجر کی نماز فجر کے ساتھ تقدیراً یعنی شارع نے اس وقت میں نوافل اور واجب کی گنجائش نہیں رکھی سوائے سنت فجر کے م کراہت نفل کی دلیل صحیح مسلم کی وہ حدیث ہے جو ام المومنین حفصہؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ دونوں رکعتوں میں (قل یا ایہا الکافرون) اور (قل ہو اللہ) پڑھتے تھے کذا فی العینی حتی لو نوی تطوعاً کان سنۃ الفجر بلا تعیین

Marfat.com

یہاں تک کہ اگر بعد طلوع فجر کے کسی نفل کی نیت کی تو وہ سنت فجر کی ہو جاوے گی بدون تعیین کرنے کے م یہ مبنی ہے اس قول راجح پر کہ تعیین نیت شرط نہیں سنت اور مستحب میں بلکہ اس کو مطلق نیت نماز کی کافی ہے کذا فی الطحطاوی وقبیل صلوۃ مغرب لکراہۃ تاخیرہ الا یسیرًا اور مکروہ ہے نفل اور واجب لغیرہ نماز مغرب سے پہلے بسبب مکروہ ہونے تاخیر مغرب کے مگر تھوڑی تاخیر مکروہ نہیں م قضا فائتہ اور نماز جنازہ اور سجدۂ تلاوت اس وقت بلا کراہت جائز ہے اور پہلے مغرب کی نماز پڑھے پھر جنازہ کی پھر سنت مغرب کی اور شاید کہ یہ افضلیت کا بیان ہے اور شرح منیہ میں ہے کہ فتوی اس پر ہے کہ جمعہ کی سنت کے بعد نماز جنازہ کی پڑھے تو بموجب اس کے مغرب کی سنت سے بھی تاخیر جنازہ چاہیے اس واسطے کہ موکد تر ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وعند خروج امام من الحجرۃ او قیامہ للصعود ان لم یکن لہ حجرۃ لخطبۃ ماوسیجئ انہا عشر الی تمام صلوۃ اور مکروہ ہے نفل اور واجب لغیرہ وقت نکلنے امام کے حجرہ سے کوئی خطبہ پڑھنے کے واسطے یا امام کے کھڑے ہونے کے وقت منبر پر چڑھنے کے لیے اگر امام کا حجرہ نہ ہو آخر نماز امام تک اور آگے باب العیدین میں آوے گا کہ سب خطبے دس ہیں یعنی خطبہ جمعہ اور خطبہ عید الفطر اور خطبہ عید اضحی اور تین خطبہ حج کے اور خطبہ ختم قرآن اور خطبہ نکاح اور خطبہ استسقا اور خطبہ کسوف بخلاف فائتہ فانہا لا تکرہ برخلاف نماز فائتہ کہ اس کی قضا وقت خطبہ مکروہ نہیں وقیدہ المصنف فی الجمعۃ لوجوب الترتیب والا فیکرہ وبہ یحصل التوفیق بین کلامی النہایۃ والصدر اور مصنف نے فائتہ میں باب الجمعہ میں لازم الترتیب کی قید لگائی اور اگر وہ نماز فائتہ لازم الترتیب نہیں تو اس کی قضا خطبہ کے وقت مکروہ ہے اور اس قید سے موافقت حاصل ہوتی ہے نہایہ اور صدر الشریعہ کے دونوں کلام میں م صاحب نہایہ کہتا ہے کہ وقت خطبہ فائتہ مکروہ نہیں اور شرح وقایہ میں صدر الشریعہ کا یہ قول ہے کہ مکروہ ہے تو صاحب نہایہ کا قول لازم الترتیب پر محمول ہے اور صدر الشریعہ کا کلام غیر لازم الترتیب پر وکذا یکرہ تطوع عند اقامۃ صلوۃ مکتوبۃ ای اقامتہ مذہبہ لحدیث اذا قیمت الصلوۃ فلا صلوۃ الا المکتوبۃ اور اسی طرح نفل مکروہ ہے نماز فرض کی اقامت کے وقت بدلیل اس حدیث کے کہ جب اقامت ہو نماز کی تو سوائے فرض کے کوئی نماز نہیں شارح نے کہا اقامت سے مراد اپنے ہم مذہب امام کی اقامت ہے مفہوم کلام شارح یہ ہے کہ مخالف مذہب کے اقامت میں نفل مکروہ نہیں خواہ معلوم ہو کہ امام مقتدی کے مذہب کی رعایت کرتا ہے یا معلوم نہ ہو اور بحر الرائق میں یوں ہے کہ جب مراعات معلوم ہو تو اقتدا مکروہ نہیں اور یہ مستلزم کراہت نفل ہے کذا فی الطحطاوی الا سنۃ فجر ان لم یخف فوت الجماعۃ ولو بادراک تشہد لما فان خاف ترکہا اصلا اقامت فرض میں نفل مکروہ ہے مگر سنت فجر کی مکروہ نہیں اگر جماعت کے فوت ہو جانے کا خوف نہ ہو اگرچہ حصول اس کے التحیات کے پا جانے سے ہو پھر اگر ڈرے فوت جماعت سے تو سنتوں کو ترک کرے اصل سے یعنی ان کو قضا بھی نہ کرے قبل طلوع کے اور نہ بعد طلوع کے بلکہ اسی دن قبل از زوال قضا کرے اور یہ جو شارح نے ادراک تشہد کو ذکر کیا سو مصنف اور شرنبلالی اور صاحب بحر کے کلام پر اعتبار کیا ہے لیکن صاحب نہر الفائق نے اس کی تضعیف کی اور ظاہر مذہب کو اختیار کیا یعنے بعد اقامت کے سنت فجر نہ پڑھے جب کہ یہ جانے کہ ایک رکعت جماعت کے ساتھ پاویگا کذا فی الطحطاوی وما ذکر من الحیل مردود اور جو حیلے کہ قضا سنت کے واسطے مذکور کیے ہیں سو مردود ہیں مقبول نہیں م ازاں جملہ یہ حیلہ ہے کہ سنت کو شروع کرے پھر قطع کرے تو اب سنت واجب ہو گئی تو اس کو قضا کرے قبل طلوع آفتاب کے یا سنت شروع کرے بدون قطع کے پھر اس کو قضا کرے قبل طلوع کے وجہ رد یہ ہے کہ شروع کسی امر کا کرنا قطع کے واسطے شرعًا قبیح ہے اور دونوں حیلوں میں قطع ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ اس میں واجب لغیرہ کو فجر کے وقت میں ادا کیا اور حالانکہ وہ مکروہ ہے چنانچہ مذکور ہو چکا وکذا یکرہ غیر المکتوبۃ عند ضیق الوقت اور اسی طرح مکروہ ہے نفل وغیرہ سوائے وقتی فرض کیونکہ وقت کی تنگی کے وقت م مکتوبہ سے فرض وقتی مراد ہے تو نفل اور سنت اور واجب اور فائتہ سب مکروہ ٹھہریں اور ضیق وقت سے وقت مستحب مراد ہے کیونکہ ترتیب ساقط ہو جاتی ہے وقت مستحب کی تنگی سے تو اگر

Marfat.com

شارح یوں کہتا وکذا یکرہ غیر الوقتیۃ عند ضیق الوقت المستحب تو بہتر ہوتا کذا فی الحلبی یعنی غیر وقتیہ مکروہ ہے وقت مستحب کے تنگ ہونے کے وقت وقبل صلوۃ العیدین مطلقاً اور مکروہ ہے نفل عیدین کی نماز سے پہلے ہر طرح یعنی مسجد میں بھی اور گھر میں بھی وبعدہا بمسجد لا ببیت فی الاصح اور بعد نماز عیدین کے مسجد میں نفل مکروہ ہے نہ گھر میں صحیح تر قول میں م یہ رد ہے اس قول کا کہ گھر میں نفل مکروہ نہیں نہ قبل عید کے نہ بعد عید کے اور اس قول کا کہ عید کے بعد نفل مکروہ نہیں نہ گھر میں نہ مسجد میں کذا فی الحلبی وبین صلوتی الجمع بعرفۃ ومزدلفۃ اور مکروہ ہے نفل مابین دو نمازوں کے جو ملائی جاتی ہیں عرفہ اور مزدلفہ میں م یعنی عرفات میں ظہر کے وقت ظہر اور عصر ملا کر پڑھتے ہیں اور مزدلفہ میں مغرب اور عشا پڑھتے ہیں عشا کے وقت سوا ان دو دو نمازوں کے درمیان نفل پڑھنا مکروہ ہے وکذا بعد ہما کما مرّ اور اسی طرح نفل مکروہ ہے عرفات کی دو نمازوں کے بعد چنانچہ مذکور ہو چکا عند قولہ ولو المجموعۃ بعرفۃ م ضمیر تثنیہ کی عرفات کی دو نمازوں کی طرف راجع ہے فقط نہ مزدلفہ کی نمازوں کی طرف بھی اگرچہ کلام شارح اس کا بھی موہم ہے اس واسطے کہ مزدلفہ کی نمازوں کے بعد نفل مکروہ نہیں کذا فی الحلبی وعند مدافعۃ الاخبثین او احدہما او الریح اور مکروہ ہے نماز بول اور براز یا فقط بول یا فقط براز یا ریح کے دبانے کے وقت ووقت حضور طعام تاقت نفسہ الیہ اور نماز مکروہ ہے اس کھانے کے حاضر ہونے کے وقت جس کی طرف آدمی کا دل مشتاق ہے م بطریق مفہوم معلوم ہوتا ہے کہ اگر طعام کی طرف طبیعت حریص نہ ہو تو نماز مکروہ نہیں کذا فی الطحطاوی وکذا کل ما یشغل بالہ عن افعالہا ویخل بخشوعہا کائنا ما کان او طعام کے مانند ہر ایک وہ چیز ہے جو نمازی آدمی کے دل کو نماز کے افعال سے باز رکھے اور نماز کے خشوع وخضوع میں خلل ڈالے کوئی چیز ہو یعنی ایسی چیز کے ہونے کے وقت جو حضور دل کی مانع ہے نماز مکروہ ہے اور حضور دل اہل دل کے نزدیک فرض ہے حدیث میں وارد ہے کہ انسان کو نماز سے فائدہ نہیں مگر بقدر حضور دل تو گاہے نماز کا دسواں حصہ اس کو ملتا ہے یا کم یا زیادہ کذا فی الطحطاوی فہذہ تیف وثلثون وقتا تو یہ چند اور تیس وقت ہیں جن میں نماز مکروہ ہے یعنی طلوع آفتاب اور استوا اور غروب اور بعد نماز فجر اور بعد نماز عصر اور قبل نماز فجر اور قبل نماز مغرب اور دس خطبوں کے وقت اور اقامت فرض کے وقت اور ضیق وقت میں اور عید الفطر کی نماز سے پہلے اور اس کے بعد مسجد میں اور عید اضحیٰ کی نماز سے پہلے اور اس کے بعد مسجد میں اور مابین جمع تقدیم کے عرفات میں اور مابین جمع تاخیر کے مزدلفہ میں اور مدافعت بول کے وقت اور مدافعت براز کے وقت اور دونوں کی مدافعت کے وقت اور مدافعت ریح کے وقت اور اس طعام کے حضور کے وقت جس کی طرف طبیعت مشتاق ہے اور اس چیز کے حضور کے وقت جو مانع حضور قلب ہے اور عشا پڑھنا آدھی رات کے بعد اور تاخیر مغرب کی تاروں کے چھٹکنے تک اور اگر عرفہ کی نمازوں کے بعد کا اور اوقات مستحبہ کے مقابل کا اعتبار کیجیے چنانچہ مقابل اسفار[1] کا صبح میں اور مقابل ابراد کا ظہر صیف میں تو ان پر زیادہ ہو جاویں **فائدہ** طلوع اور استوا اور غروب کی کراہت ان اوقات کے نقصان کے سبب سے ہے یعنی عبادت کفار کے وقت میں اور ان کے سوا اور اوقات میں وجہ کراہت نقصان وقت نہیں بلکہ اور وجوہ ہیں کذا فی الطحطاوی وکذا تکرہ فی اماکن کفوق کعبۃ وفی طریق ومزبلۃ ومجزرۃ ومقبرۃ ومغتسل وحمام وبطن وادٍ ومعاطن ابل وغنم ومقبرۃ اور اسی طرح اوقات مذکور کے مانند نماز مکروہ ہے چند مکانوں میں چنانچہ کعبۂ معظمہ پر اور راہ میں اور سرگین گاہ اور جہاں جانور ذبح ہوتے ہیں اور قبرستان میں اور غسل خانہ میں اور حمام میں اور نالے کے اندر اور اونٹ اور بھیڑ بکری اور گائے بیل کے گھاٹ پر یعنی جہاں پانی پی کر اس کے پاس چوپائے بیٹھے ہیں زاد فی الکافی ومرابط دواب واصطبل وطاحون وکنیف وسطوحہا وسیل وادٍ وارض مغصوبۃ او للغیر لم یزرعہ او مزروعۃ او مکروبۃ وصحراء بلا سترۃ نماز کافی میں اتنا زیادہ کہا اور نماز مکروہ ہے چوپایوں کے بندھنے کے مقاموں میں اور گھوڑوں کے اصطبل میں اور اس

[1] اسفار روشنی میں پڑھنا اس کا مقابل تاریکی میں پڑھنا ہے اسی طرح ابراد ظہر یعنی ٹھنڈا کرنے گرمی کے ظہر کے اس کا مقابل یہ ہے کہ شدت گرمی میں ظہر کو ادا کرنا ۱۲۔

ف جن مکانات میں نماز مکروہ ہے۔

Marfat.com

چکی کے پاس جس کو بیل یا گدھے گھماتے ہیں اور پاخانہ میں ان کی چھتوں پر اور نالہ بہنے کے مقام میں یا چھینی ہوئی زمین میں یا بیگانی زمین میں بشرطیکہ بوئی یا جوتی ہو اور جنگل میں بدون سترہ یعنی جب کہ چلنے والے کے واسطے کوئی چیز اوٹ نہ ہو ویکرہ النوم قبل العشاء اور مکروہ ہے سونا نماز عشاء سے پہلے م یہ اس کے حق میں محمول ہے جس کو نماز کے واسطے جاگنے کا اعتماد نہ ہو کذا فی البحر والکلام المباح بعدھا اور مکروہ ہے مباح کلام کرنا عشاء کے بعد م مباح کلام سے مراد وہ کلام ہے جس کی حاجت نہ ہو اور حاجت والے کلام سے کراہت لازم نہیں آتی چنانچہ قرآن پڑھنا اور ذکر کرنا اور حکایات صالحین اور مذاکرہ فقہ اور حدیث کا اور گفتگو کرنا مہمان کے ساتھ کذا فی البحر وبعد طلوع الفجر الی ادائہ ثم لاباس بمشیہ لحاجتہ وقیل یکرہ الی طلوع ذکاء وقیل الی ارتفاعھا فیض اور مکروہ ہے بات چیت کرنا بعد طلوع ہونے فجر کے نماز فجر کے ادا کرنے تک پھر نماز کے بعد کچھ ڈر نہیں چلنے پھرنے میں اپنی حاجت کے لیے اور بعضوں نے کہا آفتاب کے بلند ہونے تک کلام مکروہ ہے کذا فی الفیض م اور سنت فجر کے بعد کلام کرنے سے سنت باطل نہیں ہو جاتی بقول معتمد لیکن ثواب کم ہو جاتا ہے چنانچہ آگے معلوم ہوگا ولا جمع بین فرضین فی وقت بعذر سفر ومطر خلافا للشافعیؒ اور جمع کرنا دو فرض نمازوں کا ایک فرض کے وقت میں جائز نہیں سفر اور بارش کے عذر سے برخلاف امام شافعیؒ کے کہ ان کے نزدیک سفر اور مطر کے عذر سے جمع کرنا درست ہے م بخاری اور مسلم میں ابن مسعود سے مروی ہے کہ اس کی قسم جس کے سوائے کوئی معبود برحق نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نماز کبھی نہیں پڑھی مگر اس کے وقت میں لیکن دو نمازوں کو جمع کیا ظہر و عصر کو عرفات میں اور مغرب اور عشا کو مزدلفہ میں کذا فی النہر وما رواہ محمول علی الجمع فعلا لا وقتا اور جو کہ امام شافعی نے جمع بین الصلوتین کی احادیث کی روایت کی ہے وہ جمع فعلی پر محمول ہے نہ جمع وقتی پر م جمع فعلی کی صورت یہ ہے کہ پہلی نماز مثلاً ظہر کی تاخیر کی اور دوسری نماز مثلاً عصر کی تعجیل کی تو در حقیقت یہ جمع حقیقی نہیں بلکہ صوری اور ظاہری ہے اور جو صریح خروج وقت کی روایت ہے وہ قرب خروج پر محمول ہے چنانچہ فی قولہ تعالیٰ (رفا) اذا بلغن اجلھن فامسکوھن) ای قاربن بلوغ الاجل چنانچہ زیلعی میں ہے اور اس حمل سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مغرب کو سفر میں آخر وقت تک تاخیر کرے تو اس میں کراہت نہیں کذا فی الطحطاوی فان جمع فسد لو قدم الفرض علی وقتہ پھر اگر دو فرضوں کو جمع کیا ایک وقت میں تو وہ فرض فاسد ہے جس کو اس کے وقت پر مقدم کیا یعنی اگر ظہر کے وقت عصر پڑھی تو عصر کی نماز فاسد ہو گئی وحرم لو عکس ای اخرہ عنہ وان صح بطریق القضاء اور حرام ہے تاخیر اگر اس کے برعکس کیا یعنی فرض کی تاخیر کی وقت سے چنانچہ مغرب عشا کے ساتھ ملا کر پڑھے اگرچہ تاخیر سے فرض صحیح ہے بطریق قضا کے الا لحاج بعرفۃ ومزدلفۃ کما سیجئ مگر جمع کرنا حاجی کو ظہر اور عصر کا عرفات میں اور مغرب اور عشا کا مزدلفہ میں ثابت ہے چنانچہ کتاب الحج میں آوے گا ولا باس بالتقلید عند الضرورۃ اور کچھ مضائقہ نہیں اپنے امام کے سوا دوسرے امام کی تقلید کرنے میں ضرورت کے وقت یعنی اگر امام شافعی کی سفر کی ضرورت سے جمع بین الصلوتین میں مثلاً تقلید کرے تو جائز ہے علی الخلوص سفر حجاز میں کہ وہاں اہل قافلہ نہیں ٹھہرتے اور تنہا رہنے میں جان و مال کا خوف ہے طحطاوی نے کہا کہ ظاہراً ضرورت کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ بدون ضرورت کے تقلید غیر امام جائز نہیں اور یہ ایک قول ہے مذہب میں اور دوسرا قول مختار یہ ہے کہ تقلید دوسرے امام کی جائز ہے اگرچہ بدون ضرورت کے ہو گو کہ بعد وقوع اور نزول کے ہو چنانچہ خطبہ اس کتاب میں ہم مذکور کر چکے ہیں اور البتہ مسئلہ تقلید میں چند رسائل جداگانہ تصنیف ہوئے ہیں دونوں قولوں پر انتہی مافی الطحاوی لکن لیشترطان یلتزم بجمیع مایوجبہ ذلک الامام لما قدمنا ان الحکم الملفق باطل بالاجماع لیکن دوسرے امام کی تقلید میں شرط ہے کہ لازم پکڑے سب ان احکام کو جن کو اس عمل کے واسطے اس امام نے واجب ٹھہرایا ہے اس واسطے کہ ہم پہلے مذکور کر چکے ہیں کہ جو حکم دو مذہب سے مخلوط ہے وہ بالاجماع باطل ہے

ف توجب وہ پہنچیں اپنی مدت کو تو ان کو روکو یعنی جب قریب ہوں مدت کے پورے ہونے کے ۱۲

Marfat.com

م جمع بین الصلوتین میں امام شافعیؒ کے احکام یہ ہیں کہ اگر جمع تقدیم ہے تو اس میں شرط ہے پہلے نماز کی تقدیم اور جمع کی نیت کر لینا پہلی نماز کے فارغ ہوتے سے پہلے اور دونوں نمازوں میں اس قدر جدائی نہ کرے جس کو عرف میں جدائی جانتے ہوں اور جمع تاخیر میں اس کے سوائے کوئی شرط نہیں کہ نیت کرے جمع بین الصلوتین پہلی نماز کے خارج ہونے سے پہلے اور جمع تقدیم افضل ہے مسافر کو منزل پر اور جمع تاخیر بہتر ہے چلنے کی حالت میں اور مسافر اکثر مبتلا ہوتا ہے ایسے فعل کا خصوصاً حاجی اور تقلید میں کچھ ڈر نہیں کذا فی النہر الفائق۔

باب الاذان

یہ باب ہے اذان کے بیان میں م اذان بروزن زمان مصدر ہے اور بعضوں نے کہا اسم مصدر ہے اس لیے کہ ماضی اس کی اَذَّنَ بالتشدید ہے اور مصدر تَاذِیْن آتا ہے ہو لغۃً الاعلام اذان لغت میں بمعنی اعلام ہے یعنی آگاہ و خبردار کرنا و شرعاً اعلامٌ مخصوصٌ لم یقل بدخول الوقت لیعم الفائتۃ وبین یدی الخطیب علیٰ وجہ مخصوص بالفاظ کذلک ای مخصوصۃ اور شریعت میں اذان ایک مخصوص خبردار کرنا ہے یعنی نماز کے لیے بطریق مخصوص چند الفاظ معینہ مرتبہ سے مصنف نے اذان کو اعلام مخصوص بدخول وقت نہ کہا تاکہ اذان کی تعریف قضا کی اذان اور خطیب کے سامنے کی اذان کو بھی شامل ہے یعنی قضا کی اذان میں وقت نہیں ہوتا اور خطیب والی اذان میں اگرچہ وقت ہے مگر اس کی آگاہی تو اذان سے پہلے ہو چکی ہے م جن لوگوں نے دخول وقت کی قید لگائی ہے تو انھوں نے اصل مشروعیت اذان کا لحاظ کیا ہے اور اس صورت میں اذان فائتہ اور خطیب کے سامنے بھی داخل رہے گی اور الفاظ مخصوصہ کی قید سے یہ اشارہ ہوا کہ فارسی میں اذان درست نہیں گو لوگ جان لیں کہ اذان رہی ہے کذا فی الشامی ناقلاً عن السراج سببہ ابتداء اذان جبرائیل لیلۃ الاسراء واقامتہ حین امامتہ علیہ السلام ثم رؤیا عبداللہ بن زید اذان الملک النازل من السماء فی السنۃ الاولی من الہجرۃ شروع میں اذان کا سبب جبرائیل علیہ السلام کی اذان ہے اور اقامت ان کی شب معراج میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے امام ہونے کے وقت یعنی جب بیت المقدس میں آپ امام ہوئے تھے حضرات انبیاء علیہم السلام کے دو رکعت نفل میں پھر اس کے بعد خواب میں دیکھنا عبداللہ بن زید انصاری کا اول سال ہجری میں اس فرشتے کی اذان جو آسمان سے اترا تھا م یہاں یہ اعتراض ہوتا ہے کہ غیر انبیاء کے خواب پر بنا احکام شرعی نہیں ہوتی پھر عبداللہ وغیرہ کے خواب سے اذان کیسے مشروع ہوئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ ثبوت اذان کا فقط عبداللہ وغیرہ کے خواب سے نہیں ہوا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہوا بعد وحی کے اس واسطے کہ عبدالرزاق اور ابوداؤد نے مراسیل میں روایت کی کہ عمرؓ نے جب اذان خواب میں دیکھی اور حضرتؐ کو خبر دینے کو آئے تو معلوم ہوا کہ وحی میں اس کا حکم ہو چکا اور بلالؓ کی اذان کان میں پہنچی پس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اذان میں وحی تجھ سے سبقت کر گئی ابن حجر مکی نے شرح بخاری میں ذکر کیا ہے کہ کچھ حدیثیں اس بات پر دال ہیں کہ اذان مکہ معظمہ میں قبل ہجرت مشروع ہوئی چنانچہ طبرانی اور دارقطنی اور بزار نے اس مضمون کی حدیثیں روایت کی ہیں مگر حق یہ ہے کہ ان احادیث میں سے کوئی صحیح نہیں خبر صحیح یہ ہے کہ شروع اذان کا مدینہ پاک میں ہوا جیسا کہ مسلم میں مذکور ہے کذا فی الشامی وہل ہو جبرائیل قیل وقیل سوال اذان کا فرشتہ جبرائیلؑ تھے یا کوئی اور جواب بعضوں نے کہا کہ جبرائیلؑ تھے اور بعضوں نے کہا کہ غیر جبرائیل علیہ السلام سببہ بقاء دخول الوقت اور اذان کا سبب بقا کی راہ سے نماز کے وقت کا داخل ہونا ہے م شامی نے کہا کہ بقا تمیز ہے جس کو مضاف ہونے سے پھیر دیا گیا ہے یعنی سبب ان کے باقی رہنے کا اس سے یہ مراد ہے کہ جس سبب کے حادث ہونے سے اذان از سر نو کہنی پڑے وہ دخول وقت ہے وہو سنۃ للرجال فی مکان عالٍ موکدۃ ہی کالواجب فی لحوق الاثم للفرائض الخمس اور اذان مردوں کے واسطے اونچے مکان میں سنت مؤکدہ ہے فرائض پنجگانہ کے لیے سنت موکدہ واجب کے مانند ہے گنہگار ہونے میں اس کے چھوڑ دینے سے م محمد نے کہا کہ اگر اہل شہر ترک اذان پر اتفاق کریں تو ان کا

Marfat.com

قتال حلال ہے اور ابو یوسفؒ نے کہا کہ وہ مارنے اور قید کرنے کے لائق ہیں اور وہ سنت کفایہ ہے یعنی شہر میں ایک شخص کی اذان کفایت کرتی ہے کذا فی الطحطاوی فی وقتہا ولو قضاء لانہ سنۃ للصلوۃ حتی یرد بہ لا للوقت اذان سنت ہے فرائض کے وقت میں اگرچہ فرض قضا ہو اس واسطے کہ اذان نماز کی سنت ہے نہ وقت کی یہاں تک کہ گرمیوں کے ظہر کی ٹھنڈے وقت اذان دی جاتی ہے یعنی تقدیم و تاخیر میں اذان نماز کی تابع ہے کذا فی الطحطاوی لا لیس لغیرہا کعید اذان مسنون نہیں سوائے فرض نمازوں کے لیے مانند عید کے م عید کے مانند نماز جنازہ اور نماز کسوف اور نماز استسقا اور تراویح اور سنن رواتب ہیں اور وتر ہر چند امام اعظمؒ کے نزدیک واجب ہے مگر چونکہ وقت عشا میں ادا کیا جاتا ہے تو عشا ہی کی اذان پر اکتفا کیا گیا کذا فی الشامی فیعاد اذان وقع بعضہ قبلہ کالاقامۃ خلافا للثانی فی الفجر تو دوسری بار اذان کہی جائے اگر بعضے کلمات اذان کے فرض کے وقت سے پہلے واقع ہوئے ہیں اقامت کے مانند برخلاف ابو یوسفؒ کے فجر میں یعنی ان کے نزدیک آدھی رات کے بعد فجر کی اذان درست ہے م اقامت اگر قبل وقت ہو تو اس کا اعادہ بالاتفاق ہے اور اگر امام حاضر ہوا قامت کے بعد ساعت بھر پیچھے اور اس نے فجر کی سنت پڑھی تو اقامت کو دوسری بار کہنا واجب نہیں تو صریحاً معلوم ہو گیا کہ اگر اقامت کے بعد فی الفور نماز نہ پڑھے تو اقامت باطل نہیں ہوتی کذا فی الطحطاوی عن المنح بتربیع تکبیر فی ابتدائہ وعن الثانی بتثنیتین اذان سنت ہے چار بار تکبیر یعنی اللہ اکبر کہنے کے ساتھ شروع اذان میں اور ابو یوسف سے ایک روایت میں ہے کہ دو بار تکبیر ہے م پہلے اذان میں چار بار اللہ اکبر کہے اس طرح کہ ایک آواز میں دو بار اور دوسری آواز میں بھی دو بار اللہ اکبر کہے یعنی چار آوازوں سے چاروں تکبیر کو علیحدہ علیحدہ نہ کہے کذا فی الطحطاوی ویفتح راء اکبر والعوام یضمونہا روضہ اکبر کی رے کو زبر کے ساتھ کہے اور عوام لوگ اس کو پیش دیتے ہیں کذا فی روضہ م مضمرات میں ہے کہ موذن کو اختیار ہے چاہے اللہ اکبر کی رے کو ضمہ یعنی پیش دے چاہے جزم اور اگر آتش زدگی میں اللہ اکبر چند بار کہے تو اسم ذات مرفوع ہے ہر بار اور اکبر کا لفظ پچھلی بار کے سوا چاہے پیش کے ساتھ کہے چاہے جزم کے ساتھ کذا فی الطحطاوی وعن ابی مسعود لکن فی الطلبۃ[1] معنے قولہ علیہ السلام الاذان جزم ای مقطوع المد فلا یقول اللہ اکبر لان استفہام وانہ لحن شرعی لیکن طلبہ میں ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے قول الاذان جزم کا یہ مطلب ہے کہ اذان مقطوع المد ہے یعنی اللہ کے لفظ میں الف کو کشش نہیں تو اس کے الف کو بڑھا کر نہ بولے کہ وہ پوچھنا ہے کہ کیا اللہ بڑا ہے اور یوں کہنا شرعاً غلط ہے م جب کہ یہ شرعاً غلط ہوا تو اس طرح اذان مکروہ ہے اور اگر استفہام کا ارادہ کریگا تو کافر ہو گا کذا فی الطحطاوی اور شامی میں ہے کہ سیوطی سے اس حدیث کا حال پوچھا گیا تو کہا کہ یہ حدیث ثابت نہیں بلکہ ابراہیم نخعی کا قول ہے او مقطوع حرکۃ الآخر للوقف فلا یقف بالرفع فانہ لحن لغوی فتاوی الصیرفیہ من الباب السادس والثلثین یا حدیث مذکور کا یہ مطلب کہ آخر کی حرکت مقطوع ہے تو وقف نہ کرے پیش پر کہ وہ لغت عرب میں غلط ہے چنانچہ فتاوی صیرفیہ کے چھتیسویں باب میں ہے یعنی اذان میں جتنے جملے ہیں سب کے آخر پر وقف کرے حرکت نہ دے لیکن چھ اللہ اکبر جو اذان میں ہیں ان میں سے اول اور تیسرے اور پانچویں میں . . . . . اکبر کی رے کو چاہے ساکن ادا کرے چاہے فتحہ کے ساتھ آگے ملا دے اور اگر پیش سے ملا دے گا تو خلاف سنت ہو گا کذا فی الطحطاوی والشامی ملخصاً ولا ترجیع فانہ مکروہ ملتقی اور اذان میں ترجیع نہیں اس لیے کہ ترجیع مکروہ ہے کذا فی الملتقی م ترجیع یہ ہے کہ شہادتین یعنی اشہد ان لا الٰہ الا اللہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ اشہد ان محمد رسول اللہ اشہد ان محمد رسول اللہ کو پہلے آہستہ کہے پھر چاروں کلمات کو زور سے کہے یہ شافعی مذہب میں سنت ہے اور ہمارے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے کذا فی الحلبی اور ابی محذورہ کی اذان میں جو ترجیع حدیث میں مذکور ہے وہ اس بات پر محمول ہے کہ بطریق تعلیم کے تھی کیونکہ جمیع روایات متفق ہیں اس پر کہ بلال

[1] بفتح اول وکسر لام نام کتاب کا ہے کذا فی الطحطاوی ۱۲ [2] گواہی دیتا ہوں میں کہ کوئی معبود نہیں سوا خدا کے ۱۲ [3] گواہی دیتا ہوں میں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں ۱۲

Marfat.com

اذان میں ترجیع نہ کرتے تھے اس کے سوا طبرانی میں ابی محذورہ کی اذان میں بھی ترجیع نہیں تو عدم ترجیع ہی ثابت ہوا اور وجہ کراہت یہ ہے کہ اذان اعلام کے لیے مشروع ہے اور آہستہ کہنے سے اعلام نہیں ہوتا کذا فی الشامی ولا لحن فیہ ای تغنی لغیر کلماتہ فانہ لا یحل فعلہ وسماعہ کالتغنی بالقرآن اور اذان میں تغنی وہ راگنی جو اذان کے کلمات متغیر کردے کہ اس کا کرنا اور سننا حلال نہیں جیسے قرآن کے تغنی کا فعل اور سماع حلال نہیں م لحن یہ ہے کہ حروف کے ادا میں اور ان کی حرکات اور سکنات میں کمی وبیشی واقع ہو چنانچہ گانے میں ایسا ہوتا ہے اور خطاء اعرابی کو بھی لحن بولتے ہیں وبلا تغییر حسنؒ اور خوش آوازی بغیر متغیر کرنے کلمات اور حرکات اور سکنات کے خوب ہے اذان اور قرآن میں م تغنی بلا تغیر خوب ہے اس واسطے کہ تحسین صوت مطلوب ہے اور تحسین صوت کو تغیر لازم نہیں کذا فی البحر وقیل لا باس بہ فی الحیعلتین اور قول ضعیف یہ ہے کہ کچھ ڈر نہیں حیّ علی الصّلوٰۃ[1] اور حیّ علی الفلاح کی لحن میں م قائل اس قول کا حلوانی ہے اور وجہ یہ بیان کی ہے کہ یہ دونوں کلمات ذکر نہیں اور لفظ لا باس بہ سے اشارہ ہے اس طرف کہ اولیٰ یہ ہے کہ ان میں بھی لحن نہ کرے کذا فی الشامی ویترسل فیہ لسکتۃ بین کل کلمتین ویکرہ ترکہ ویندب اعادتہ اور موذن اذان کو ٹھہر ٹھہر کے اندک سکوت کر کے دو دو کلمے کے درمیان میں اور ترسل یعنے سکتہ کا ترک کرنا مکروہ ہے اور اس کے ترک سے اذان کو پھر کہنا مستحب ہے کذا فی الطحطاوی عن الظہیریہ ویلتفت فیہ وکذا فیہا مطلقا وقیل ان المحل متسعا یمینا وشمالا فقط لئلا یستدبر القبلۃ لصلوۃ وفلاح اور اذان میں منہ پھیرے داہنے اور بائیں حیّ علی الصلوۃ اور حیّ علی الفلاح کہنے کے ساتھ اور اسی طرح اقامت میں التفات کرے ہر حال میں یعنی جگہ میں وسعت ہو یا نہ اور بعضوں نے کہا کہ اگر جماعت کا مکان کشادہ ہو تو التفات کرے التفات فقط داہنے اور بائیں ہے تاکہ پشت واقع نہ ہو قبلہ کی طرف ولو وحدہ اولمولود لانہ سنۃ الاذان مطلقا التفات مذکور ترک نہ کرے اگرچہ موذن تنہا ہو یا بچہ ہونے کے وقت اذان کہتا ہو اس واسطے کہ التفات اذان کی سنت ہے ہر طرح ویستدیر فی المنارۃ لو متسعا ویخرج رأسہ منہا اور موذن گردش کرے اذان کے منارے میں اگر وہ کشادہ ہو اور اپنا سر اس کے طاقچے سے نکالے لوگوں کے خبردار کرنے کو م آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت منارہ اذان کے لیے نہ تھا حضرت بلالؓ مسجد کی چھت پر اذان کہا کرتے تھے بعد کو امیر معاویہؓ کے حکم سے منارہ بنایا گیا ویقول ندبا بعد فلاح اذان الفجر الصّلوٰۃ خیر من النوم مرتین لانہ وقت نوم اور استحباب کے طریق سے دوبار کہے اذان فجر کی حیّ علی الفلاح کے بعد الصلوۃ خیر من النوم یعنی نماز بہتر ہے نیند سے اس واسطے کہ یہ نیند کا وقت ہے ویجعل ندبا اصبعیہ فی صماخ اذنیہ فاذانہ بدونہ حسنٌ وبہ احسنُ اور بطریق استحباب کے کرے اپنی دونوں انگلیاں اپنے دونوں کانوں کے سوراخ میں کہ اذان بغیر انگلی رکھنے کے خوب ہے م کان میں انگلی رکھنے کا فائدہ یہ ہے کہ اس فعل سے آواز بلند ہوتی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو فرمایا کہ دونوں کانوں میں انگلیاں کرلو کہ اس سے تمہاری آواز زیادہ بلند ہوگی اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ بہرا اور دور کا آدمی آواز نہیں سنتا اس فعل کو دیکھ کر آگاہ ہو جاتا ہے کہ اذان ہے والاقامۃ کالاذان فیما مرّ اور اقامت جس کو عوام تکبیر بولتے ہیں اذان کے مانند ہے احکام مذکورہ میں م اذان کے احکام جو متن میں مذکور کیے دس ہیں یعنی مسنون ہونا فرائض کے واسطے اور اعادہ کرنا اس کا اگر وقت سے پہلے ہوئی اور شروع کرنا چار تکبیر سے اور ترجیع نہ کرنا اور لحن نہ کرنا اور ٹھہر ٹھہر کے کہنا اور التفات اور گردش اور فجر میں الصّلوٰۃ خیر من النوم کا زیادہ کرنا اور کانوں میں انگلیاں رکھنا لیکن مصنف نے تین احکام کو ان احکام عشرہ سے نکال ڈالا تو ٹھہر ٹھہر کہنے کے بدلے جلد جلد کہنا اور الصلوۃ خیر من النوم کے عوض قد قامت الصلوٰۃ کہنا اور کان میں انگلی نہ رکھنا مذکور کیا تو سات حکم مشترک باقی رہے حلبی نے کہا تو مصنف کو گردش کا نفی کرنا بھی لازم تھا لکن ہی ای الاقامۃ وکذا الامامۃ افضل منہ فتح لیکن اقامت اور اسی طرح امامت افضل ہے اذان سے کذا فی الفتح ولا یضع المقیم اصبعیہ فی اذنیہ لانہا اخفی

[1] یعنے آؤ نماز کو اور آؤ بہتری کو ۱۲

Marfat.com

اور اقامت کہنے والا اپنی دونوں انگلیاں کانوں میں نہ رکھے اس واسطے کہ اقامت کی آواز پست تر ہوتی ہے اذان کی آواز سے **ویجدر بضم الدال ای یسرع فیہا** اور اقامت کہنے میں جلدی کرے یعنی بین الکلمتین سکتہ نہ کرے شارح نے کہا کہ یجدر بضم الدال بمعنی یسرع یعنی سرعت کرے **فلو ترسل لم یعد ولی الاصح** تو اگر اقامت ٹھہر ٹھہر کہے اذان کے مانند تو اس کا اعادہ نہ کرے صحیح تر قول میں ہم لیکن اگر اذان کو جلد جلد تکبیر کی طرح کہے گا تو اس کا دوبارہ کہنا مستحب ہے کیونکہ اذان میں تکرار مشروع ہے چنانچہ جمعہ کے روز تکبیر میں تکرار شریعت میں ثابت نہیں **ویزید قد قامت الصلوۃ بعد فلاحہا مرتین** اور اقامت کے حی علی الفلاح کے بعد دو بار کہے قد قامت الصلوۃ **وعند الثلثۃ** یہی فرادی اور امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد تینوں کے نزدیک اقامت ایک ایک کلمہ ہے **ویستقبل غیر الراکب القبلۃ بہما** اور سوار کے سوا اور شخص اذان اور اقامت میں قبلہ رخ ہو جائے ہم جماعت کے واسطے سوار ہو کر اذان کہے سفر کے حال میں سوار کو اپنے واسطے اذان اور اقامت درست ہے اور استقبال قبلہ شرط نہیں **ویکرہ ترکہ تنزیہا** اور ترک استقبال قبلہ مکروہ تنزیہی ہے ہم صاحب محیط نے استقبال قبلہ کو احسن کہا پس صاحب بحر نے اس سے نکالا کہ اس کا ترک مکروہ تنزیہی ہے **کذا فی الطحطاوی ولو قدم فیہما موخرا اعاد ما قدم فقط** اور اگر اذان اور اقامت میں موخر لفظ کو مقدم کیا تو فقط مقدم لفظ کو پھیر کہے یعنی اسی لفظ کا اسی کے محل میں اعادہ کرے مثلاً حی علی الفلاح کو حی علی الصلوۃ سے پہلے کہہ دیا تو اعادہ صرف انہیں دونوں کلموں کا صحیح طور پر کر دے تمام اذان کا اعادہ ضرور نہیں **ولا یتکلم فیہما** اصلا ولو درود سلام اور اذان اور اقامت میں اصلا کلام نہ کرے اگرچہ وہ کلام جواب سلام کا نہ دے نہ اپنے دل میں اور نہ اذان اور اقامت کے بعد یہی قول صحیح ہے اور کھنکھارنا بھی کلام میں داخل ہے مگر تحسین صوت کے واسطے جائز ہے **کذا فی البحر فان تکلم استانف** سو اگر اذان اور اقامت میں بولا تو پھر سرے سے شروع کرے **ویثوب بین الاذان والاقامۃ فی الکل للکل بالتعارف** اور موذن اذان اور اقامت میں بلاوے سب نمازیوں کو بدون تخصیص امیر وغیرہ کے سب نمازوں میں جس طرح کہ ان کے بلانے کی عادت ہو ہم تثویب یعنی اعلام بعد الاذان کا طریقہ یہ ہے کہ بعد اذان بقدر بیس آیت پڑھنے کے ٹھہر جائے پھر بلاوے اس طرح کہ الصلوۃ الصلوۃ یا کہے کہ چلو نماز تیار ہے یا جس طرح کا رواج ہو پھر اس کے بعد بقدر بیس آیت کے توقف کرے پھر اقامت کہے **کذا فی البحر** مگر مغرب میں تثویب نہیں چنانچہ نقایہ کی شرح میں مصرح ہے اور ماتن کے اگلے کلام سے بھی نکلتا ہے **ویجلس بینہما بقدر ما یحضر الملازمون مراعیا لوقت الندب** اور موذن بیٹھ جائے اذان اور اقامت میں بقدر آنے ہمیشہ آنے والوں کے وقت مستحب کی رعایت کر کے ہم جیسے صبح میں اسفار کا اور ظہر میں ابراد کا ملاحظہ موذن کو لازم ہے **الا فی المغرب فیسکت قائما قدر ثلث آیات قصار** مگر مغرب میں تثویب اور جلوس نہ چاہیے تو موذن چپکا کھڑا رہے چھوٹی تین آیتوں کی مقدار **ویکرہ الوصل اجماعا** اور بلا توقف ملا دینا اذان اور اقامت کا بالاتفاق مکروہ ہے ہم بدلیل اس حدیث کے کہ تو اپنی اذان اور اقامت میں توقف کر اس قدر کہ کھانے والا اپنے کھانے سے فراغت حاصل کرے **فائدہ** فائدہ ملحقہ شارح کا التثویب بعد الاذان حدث فی ربیع الآخر سنۃ سبعمائۃ واحدی وثمانین فی عشاء لیلۃ الاثنین ثم یوم الجمعۃ ثم بعد عشر سنین احدث فی الکل الا المغرب ثم فیہما مرتین وہو بدعۃ حسنۃ رسول اللہ صلی علیہ وسلم رسلام کہنا نیا پیدا ہوا ربیع الآخر ۷۸۱ سال ہجری میں عشا کی نمازیں دوشنبہ کی رات پھر جمعہ کے پھر دس برس کے بعد پیدا ہوا سب نمازوں میں سوائے مغرب کے پھر مغرب میں بھی دوبار سلام کہنا رائج ہو گیا اور یہ امر بدعت حسنہ ہے ہم یہ فائدہ شارح نے جلال الدین سیوطی شافعی رح کے حسن المحاضرہ سے نقل کیا اور سخاوی کے قول بدیع میں ہے کہ اس کی ابتدا حدوث سلطان صلاح الدین بن المظفر بن ایوب کے حکم سے ہوئی ۷۸۱ھ ہجری طحطاوی نے کہا کہ مغرب کا سلام ہمارے وقت میں رائج نہیں اور نہ سیوطی کی اس عبارت میں ہے جو نہر الفائق میں منقول ہے انتہی بدعت حسنہ وہ ہے جو قواعد شریعت کے مخالف نہ ہو **ویسن ان یوذن ویقیم لفائتۃ رافضا صوتہ لو بجماعۃ او صحراء لا بہیئۃ منفردا** اور مسنون ہے اذان دینا اور اقامت کہنا

Marfat.com

قضا کی نماز کے واسطے آواز بلند کر کے اگر جماعت سے قضا کرتا ہو یا جنگل میں اپنے گھر میں اکیلے گھر میں بھی جماعت کے ساتھ قضا کرے تو بلند آواز سے اذان کہے وکذا لیسنان لاولی فوائت لالفاسدۃ اور اسی طرح اذان اور اقامت مسنون ہے چند قضا نمازوں میں سے پہلی نماز کے واسطے یعنی جس کا اعادہ کیا وقت میں ویخیر فیہ للباقی لو فی مجلس وفعلا اولیٰ ویقیم للکل اور آدمی اذان اور اقامت میں مختار ہے قضا کی باقی نمازوں کے واسطے اگر ایک مجلس میں ہو اور اگر چند مجالس میں قضاؤں کو ادا کرے تو ہر مجلس میں اذان و اقامت کہے کذا فی الشامی اور باقی میں اذان کہنا بہتر ہے اور اقامت کہے سب نمازوں قضا میں اس واسطے کہ جنگ خندق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چار نمازوں کی قضا میں اذان اور اقامت کا حکم کیا کذا فی الطحطاوی ولایسنّ ذلک فیما تصلیہ النساء اداءً وقضاءً ولو جماعۃ کجماعۃ صبیان وعبید اور یہ یعنی اذان اور اقامت مسنون نہیں اس نماز میں جس کو عورتیں پڑھتی ہیں ادا اور قضا اگرچہ جماعت سے پڑھتی ہوں جیسے لڑکے اور غلاموں کی جماعت میں اذان اور اقامت مسنون نہیں ہم اگر شارح بجائے ولو جماعۃ کے ولو منفردۃً کہتا تو بہتر تھا اس لیے کہ عورتوں کی جماعت مشروع نہیں رہی کذا فی الشامی ولایسنان ایضاً نظہر یوم الجمعۃ فی مصر اور یہی اذان اور اقامت سنت نہیں ہمعہ کے دن ظہر کی نماز کیواسطے شہر میں ہم اس واسطے کہ اس میں شبہہ پڑتا ہے مخالفت جمعہ کا اور شہر کی قید سے معلوم ہوا کہ گاؤں میں اذان جمعہ کے روز مکروہ نہیں ولا فیما یقضی من الفوائت فی مسجد لان فیہ تشویشا وتغلیطا اور نہیں مسنون اذان اور اقامت اس نماز میں فوایت سے جس کو قضا کرتے ہوں مسجد میں اس واسطے کہ اس میں لوگوں کی پریشان خاطری اور غلط اندازی ہے یعنی وہ وقت کی اذان سمجھیں گے ویکرہ قضاؤہا فیہ لان التاخیر معصیۃ فلا لیظہر بہا زیادۃ اور نماز فائتہ کا قضا کرنا مسجد میں مکروہ ہے اس واسطے کہ وقت سے نماز کا تاخیر کرنا گناہ ہے تو اس گناہ کو ظاہر نہ کرے کذا ابن زیادہ ہم بوجہ جماعت میں ظاہر ہے نہ منفرد میں اس لیے کہ منفرد اذان آہستہ کہتا ہے مگر تعلیل مسئلہ معلوم ہوتا ہے کہ قضا کو جتا کر ادا کرنا مکروہ ہے خواہ جماعت میں ہو خواہ اکیلے ویجوز بلا کراہۃ اذان صبی مراہق وعبد اور بلا کراہت جائز ہے اذان صغیر مراہق یعنی عاقل اور غلام کی ہم کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہے ورنہ کراہت تنزیہی تو ثابت ہے جیسا کہ بحر الرائق میں خلاصہ سے منقول ہے کہ سوا ان کے اور شخص اولیٰ ہے تو ان کی اذان میں ترک اولیٰ ہوا کذا فی الشامی ولا یحل الا باذن کا جیر خاص اور غلام کو اذان جماعت[1] حلال نہیں مگر مولیٰ کے اذن سے خاص مزدور کے مانند کہ اس کو بھی اذان حلال نہیں بلا اذن مستاجر کیونکہ مراعات اوقات سے نقصان مولیٰ اور مستاجر کا لازم آوے گا اور اسی وجہ سے مزدور خاص کو نوافل کا پڑھنا درست نہیں واعمی وولد زنا واعرابی درجائز ہے اذان اندھے اور ولد الزنا اور دیہاتی کی وانما یستحق ثواب المؤذنین اذا کان عالما بالسنۃ والاوقات ولو غیر محتسب بحر اور اذان کہنے والا مؤذنوں کے ثواب کا مستحق نہیں ہوتا مگر جب کہ وہ اذان کے طریقہ مسنونہ کو جانتا ہو اور نماز کے اوقات کو پہچانتا ہو اگرچہ غیر محتسب ہو کذا فی البحر یعنی اگر چہ صرف یہ نیت ثواب نہ کہتا ہو بلکہ اجرت لے کر اذان کہتا ہو طحطاوی نے کہا ولو غیر محتسب یقین کرنے کے لائق نہیں اس واسطے کہ صاحب بحر نے اس کو بطریق احتمال کے بیان کیا ہے ویکرہ اذان جنب واقامتہ ومحدث لا اذانہ علی المذہب اور مکروہ ہے اذان نہانے کی حاجت والے کی اور اس کی اقامت اور بے وضو آدمی کی اقامت نہ اذان محدث کی مذہب درست پر ہم مکروہ سے مراد ظاہر اکثر وہ تحریمی ہے اور وجہ کراہت جنب کی اذان کی یہ ہے کہ وہ لوگوں کو نماز کے لیے بلاتا ہے اور خود اس کی اجابت نہیں کرتا کذا فی الشامی واذان امرأۃ وخنثی وفاسق ولو عالما لکنہ اولیٰ بامتہ واذان من جاہل تقی اور مکروہ ہے اذان عورت اور خنثی اور فاسق کی اگرچہ فاسق عالم ہو لیکن امامت اور اذان میں فاسق عالم اولیٰ ہے جاہل پرہیزگار سے یعنی جہاں سوائے اس فاسق کے دوسرا عالم نہ ہو کذا فی حاشیۃ الحلبی وسکران ولو بمباح اور اذان مکروہ ہے متوالے کی اگرچہ مباح چیز سے مست ہو گیا ہو چنانچہ خراسانی اجوائن سے کمعتوہ وصبی لا یعقل جیسے مدہوش اور صغیر غیر عاقل کی اذان مکروہ ہے وقاعدا الا لو اذن لنفسہ اور مردِ نشستہ کی

[1] اور اسی میں مجنون بھی داخل ہے ۱۲

Marfat.com

اذان مکروہ ہے مگر جب کہ وہ اپنے واسطے اذان کہے تو مکروہ نہیں وراکب الا مسافر اور سوار کی اذان مکروہ ہے مگر مسافر سوار کی اذان مکروہ نہیں و یعاد اذان جُنُبٌ ندبًا وقیل وجوبًا اور پھر کہی جائے اذان جنب کی استحباب کی راہ سے اور بعضوں نے کہا کہ وجوب کی راہ سے لا اقامتہ لمشروعیۃ تکرارہ فی الجمعۃ دون تکرار اقامت جنب کی بسبب مشروع ہونے تکرار اذان کے جمعہ میں اور نہ مشروع ہونے اقامت کی تکرار کے یعنی جمعہ کی اذان مکرر ہونے سے معلوم ہوا کہ عذر سے تکرار اذان درست ہے وکذا یعاد اذان امراۃ ومجنونٍ ومعتوہٍ وسکران وصبی لا یعقل لا اقامتہم کما مرّ اور اسی طرح اعادہ کیا جائے عورت اور دیوانہ اور مدہوش اور مست اور صغیر غیر عاقل کی اذان کا نہ ان کی اقامت کا بدلیل گذشتہ یعنی تکرار اذان شرعًا ثابت ہے نہ تکرار اقامت ویجیب استقبالہما لموت موذن وغشیہ وخرسہ وحصرہ ولا ملتن وذہابہ للوضوء لسبق حدث خلاصہ اور واجب ہے شروع سے کہنا اذان اور اقامت کا بسبب مرجانے موذن کے اذان کہنے میں اور مرجانے مقیم کے اقامت کہنے میں اور بسبب اس کے غش میں آجانے اور بند ہونے کے اور حالانکہ وہاں کوئی بتانے والا نہیں اور بسبب اس کے جانے کے وضو کے واسطے وضو کے ٹوٹ جانے سے کذا فی الخلاصہ ہم موذن اور مقیم کا پانچوں صورتوں میں یکساں حکم ہے شارح نے فقط موذن پر اس واسطے اکتفا کیا کہ اقامت کہنا موذن ہی کا حق ہے شامی میں کہا کہ پچھلی صورت میں یعنی اثنار اذان واقامت میں بے وضو ہوجانے میں موذن اور مقیم کو چاہیے کہ بعد اذان اور اقامت کے وضو کو جائے کیونکہ جب ابتدا بے وضو پوری اذان کہہ سکتا ہے تو ناقص کو بطریق اولیٰ تمام کرسکتا ہے لکن عبر فی السراج بیندب لیکن سراج وہاج میں بلفظ یندب بیان کیا ہے یعنی کہا کہ پانچوں صورتوں میں شروع سے اذان اور اقامت کو کہنا مستحب اور مندوب ہے واجب نہیں وجزم المصنف بعدم صحۃ اذان مجنون ومعتوہ وصبی لا یعقل اور یقین کیا ہے مصنف نے نہ صحیح ہونے اذان مجنون اور مدہوش اور صغیر غیر عاقل کا قلت وکافر وفاسقٍ لعدم قبول قولہ فی الدیانات میں کہتا ہوں اور کافر اور فاسق کی بھی اذان صحیح نہیں بسبب مقبول نہ ہونے ان کے قول کے دین کے کاموں میں شامی میں کہا کہ اوپر گذر چکا کہ فاسق کی اذان مکروہ ہے اور یہاں شارح نے عدم صحت کو بیان کیا تو یہ برابری فاسق کی کافر کے ساتھ شارح کی طرف سے مناسب نہ ہوئی وکرہ ترکہا معا لمسافرٍ ولو منفردًا اور مکروہ ہے مسافر کو اذان اور اقامت کا یکبارگی چھوڑ دینا اگرچہ مسافر اکیلا ہو ہم یہاں چار صورتیں ہیں سو دو صورتیں مکروہ ہیں ایک یہ کہ اذان اور اقامت دونوں کو چھوڑنا دوسرے یہ کہ فقط اقامت کو چھوڑنا اور دو صورتیں مکروہ نہیں ایک یہ کہ اذان اور اقامت دونوں کہنا دوسری یہ کہ فقط اقامت کہنا مسافر کو اذان اور اقامت میں دو فائدے ہیں ایک تو ثواب دوسرے حاضر ہونا نماز میں ان بندگان خدا کا جو نظر نہیں آتے وکذا ترکہا لا ترکہ لحضور الرفقۃ اور اسی طرح مسافر کو مکروہ ہے چھوڑنا اقامت کا نہ اذان کا بسبب موجود ہونے سب رفیقوں کے یعنی اذان تو اعلام کے واسطے مشروع ہے پھر جب سفر کے رفیق ساتھ ہوئے تو اعلام کی چنداں ضرورت نہیں بخلاف مصلٍ ولو بجماعۃ فی بیتہ بمصرٍ او قریتہ لہا مسجد فلا یکرہ ترکہما اذا اذان الحی یکفیہ برخلاف اس نمازی کے جو اپنے گھر میں شہر کے اندر نماز پڑھتا ہے اگرچہ بجماعت نماز ہو یا اس گاؤں میں نماز پڑھتا ہے جس میں مسجد ہے تو وہاں اذان یا اقامت کا ترک کرنا مکروہ نہیں اس واسطے کہ اذان محلہ اس کو کفایت کرتی ہے ہم اور اگر گاؤں میں مسجد نہ ہو یا ہو مگر اس میں اذان واقامت نہ ہوتی ہو تو وہاں کا نمازی اذان اور اقامت ترک نہ کرے بلکہ اس کا حکم مسافر کا سا ہے او مصلٍ فی مسجدٍ بعد صلوٰۃ جماعۃ فیہ بل یکرہ فعلہما وتکرار الجماعۃ الا فی مسجد علی طریق فلا بأس بذلک جو بہرہ یا برخلاف اس نمازی کے جو مسجد میں نماز پڑھتا ہے اس میں جماعت ہوجانے کے بعد بلکہ مسجد مذکور میں اذان اور اقامت کہنا اور دوسری جماعت کرنا مکروہ ہے مگر راہ کی مسجد میں اس کا کچھ مضائقہ نہیں کذا فی الجوہرۃ یعنی راہ کی مسجد میں تکرار جماعت اذان اور اقامت کے ساتھ درست ہے لا بأس کے لفظ سے یہ نکلا کہ اس کا نہ کرنا اولیٰ ہے کذا فی الطحطاوی اقام غیر من اذن لغیبتہ

Marfat.com

ای الموذن لا یکرہ مطلقا اقامت کہی اور شخص نے سوائے اذان کہنے والے کے کہ موذن کی غیبت میں تو مطلقاً مکروہ نہیں یعنی خواہ موذن خوش ہو یا ناخوش
وان بحضورہ کرہ ان لحقہ وحشۃ اور اگر غیر شخص نے اقامت کہی موذن کے سامنے تو مکروہ ہے اگر اس کو وحشت اور ناخوشی ہو ورنہ اقامت کہنا
موذن کا حق ہے بدلیل حدیث (من اذن فھو یقیم) یعنی جو اذان کہے وہی اقامت کہے کما کرہ مشیہ فی اقامتہ جیسے مکروہ ہے اقامت کہنے میں چلنا
ویجیبُ وجوبا وقال الحلوانی ندبا والواجب الاجابۃ بالقدم من سمع الاذان ولو جُنبًا اور واجب ہے جواب دینا زبان سے اس کو جس نے اذان کو
سنا اگرچہ وہ جنب ہو اور حلوانی نے کہا کہ زبان سے جواب دینا مستحب ہے اور قدم سے اجابت واجب ہے یعنی اذان سنتے ہی مسجد میں جماعت
کے لیے حاضر ہونا چاہیے لا حائضا ونفساء وسامع خطبۃ وفی صلوٰۃٍ وجنازۃ وجماع ومستراح واکل وتعلیہ علم وتعلمہ بخلاف قرآن نہ جواب دے
اذان کا اگر سامع ہو حائض اور نفاس اور سامع کسی خطبہ کا اور نہ جواب دے نماز میں اور جنازہ میں اور صحبت کرنے میں اور پاخانہ میں اور نہ کھانے
اور علم سکھانے اور علم کے سیکھنے میں برخلاف قرآن کے یعنی اگر قرآن پڑھتا ہو تو موقوف کر کے اذان کا جواب دے بان یقول بلسانہ کمقالتہ
وہو ما کان عربیا لا لحن فیہ جواب دے اس طرح کہ کہے اپنی زبان سے موذن کے کلام کے مانند بشرطیکہ موذن سے مسنون اذان سنے مسنون اذان
وہ ہے جو بطور عرب کے ہو اس میں لحن نہ ہو یعنی تغیر کلمات نہ ہو یعنی مفسر الالفاظ ہو حروف کے حق ادا ہوئے ہوں سو
اب جو اذان بعض لوگ کہتے ہیں حروف اور حرکات کو بڑھا گھٹا کر وہ حرام ہے اس اذان کا جواب دینا نہ چاہیے کذا فی الطحطاوی ملخصا ولو تکرر
اجاب الاول اور اگر اذان مکرر ہو تو پہلی اذان کا جواب دے خواہ وہ مسجد کی اذان ہو یا مقام کی کذا فی الحلبی الا فی الجیعلتین فیحوقل جو موذن
کہے وہی جواب دینے والا کہے مگر حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح میں کہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہے وفی الصلوٰۃ خیر من النوم فیقول
صدقت وبررت اور الصلوٰۃ خیر من النوم میں یوں کہے صدقت وبررت یعنی تو صادق اور نیکو کار ہے اس کہنے میں کہ نماز نیند سے بہتر ہے
ویندب القیام عند سماع الاذان بزازیہ اور مستحب ہے کھڑا ہو جانا اذان کے سننے کے وقت کذا فی البزازیہ ولم یذکر ہل یستمر الی فراغہ او یجلس
اور بزازی نے یہ ذکر نہیں کیا کہ کھڑا رہے اذان کی فراغت ہونے تک یا بیٹھ جائے ولو لم یجبہ حتی فرغ لم ارہ وینبغی تدارکہ ان قصر الفصل
اور اگر سامع نے موذن کا جواب نہ دیا یہاں تک کہ وہ اذان سے فارغ ہوا اس کا حکم میں نے نہیں دیکھا کتاب میں اور مناسب یہ ہے کہ
اس کا تدارک کر لے اگر فصل تھوڑا ہو یعنی اگر بہت عرصہ گذر نہ گیا ہو یہ بحث صاحب بحر کی ہے اور اس سے یہ نکلتا ہے کہ جواب دینے
والا موذن سے پیشتر کلمات جواب کے نہ کہے بلکہ ہر کلمے کے تمام ہونے پر اس کا جواب کہے کہ حدیث عمر بن ابی امامہ میں اس کی تصریح موجود
ہے اور اس سے ظاہراً یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ساتھ ساتھ جواب دینا بھی کافی نہیں کذا فی الشامی ویدعو عند فراغہ بالوسیلۃ لرسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اور اذان کی فراغت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے وسیلہ مانگے یعنی دعا وسیلہ مستحب ہے اس واسطے کہ صحیح
مسلم میں عبداللہ بن عمرو بن عاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب تم موذن کو سنو تو کہو مثل اس قول کے جو وہ کہتا
ہے پھر مجھ پر درود پڑھو اس واسطے کہ جو مجھ پر درود پڑھیگا حق تعالیٰ اس کے بدلے اس پر دس بار رحمت کرے گا پھر اللہ سے میرے
لیے وسیلہ مانگو اس واسطے کہ وسیلہ ایک مرتبہ ہے بہشت میں کہ وہ لائق نہیں مگر ایک بندے کے واسطے خدا کے بندوں سے اور میں امید
رکھتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہوں سو جو شخص میرے لیے وسیلہ مانگے گا تو میری شفاعت اس کے لیے ضرور ہو گی انتہی یعنی اس کی شفاعت واجب
ہو گی امت سے زیادہ تر بسبب اس مناسبت کے کذا فی الطحطاوی من المواہب وشرحہا اور دعا وسیلہ کا طریقہ صحیح مسلم وغیرہ
میں جابرؓ سے یوں مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کہے اذان کو سن کر (اللھم رب ہذہ الدعوۃ التامۃ

Marfat.com

الصلوٰۃ القائمۃ اٰت محمدن الوسیلۃ والفضیلۃ والبعثہ مقاما محمودن الذی وعدتہ) تو اس کے واسطے میری شفاعت حلول کرے گی یعنی واجب ہوگی کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول اور بیہقی نے وعدتہ کے بعد انک لا تخلف المیعاد اس دعا میں زیادہ روایت کیا ہے ابن حجر نے شرح منہاج میں کہا کہ الفضیلۃ کے بعد جوار درجۃ الرفیعۃ کہتے ہیں اور تمامی پر یا ارحم الراحمین تو ان دونوں کی کچھ اصل نہیں اور اسی طرح وعدتہ کے بعد وارزقنا شفاعتہ کی زیادتی کا حال ہے کذا فی الشامی **ولو کان فی المسجد حین سمعہ لیس علیہ الاجابۃ ولو کان خارجہ اجاب بالمشی الیہ بالقدم** اور اگر اذان کا سننے والا مسجد میں ہو جب کہ اس نے اذان سنی تو اس پر جواب دینا لازم نہیں اور اگر مسجد کے باہر ہو تو جواب دے اس کی طرف قدم سے چل کر **ولو اجاب باللسان لا بہ لا یکون مجیبا** و ہذا بناء علی الاجابۃ المطلوبۃ بقدمہ لا بلسانہ کما ہو قول الحلوانی اور اگر اذان کا جواب دیا زبان سے نہ قدم سے چل کر تو وہ شخص مجیب نہ ہوگا اور اس قول کی بنا اس پر ہے کہ اجابت مطلوبہ شرع میں قدم سے ہے نہ زبان سے چنانچہ یہی قول حلوانی کا **فیقطع قرأۃ القرآن لو کان یقرأ بمنزلہ ویجیب لو اذان مسجدہ کما یاتی ولو بمسجد لا لانہ اجاب** بالحضور اور بموجب اسی قول کے قطع کرے قرآن کا پڑھنا اگر پڑھتا ہو اپنے گھر میں اور جواب دے قدم سے چل کر اگر اس کی مسجد محلہ کی اذان ہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا تتارخانیہ سے اور اگر مسجد میں قرآن پڑھتا ہو تو پڑھنا قطع نہ کرے اس واسطے کہ وہ مجیب ہوگا مسجد کے حاضر ہونے سے وہذا متفرع علی قول الحلوانی والظاہر وجوبہا باللسان بظاہر الامر فی حدیث اِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوْا مثل ما یقول کما بسط فی البحر واقرہ المصنف وقررہ فی النہر نقلا عن المحیط وغیرہ بانہ علی الاول لا یرد السلام ولا یسلم ولا یقرأ بل یقطعہا ویجیب ولا یشتغل بغیر الاجابۃ اور یہ جو مانن نے اجابت بالقدم کو ذکر کیا متفرع اور مستخرج ہے حلوانی کے قول پر اور ظاہر قول پر واجب ہوتا ہے اجابت کرنا زبان سے بدلیل ظاہر امر کے جو اس حدیث میں ہے کہ جب تم موذن کی اذان سنو تو کہو مثل اس کے جو موذن کہتا ہے چنانچہ اس کو مشرح بیان کیا ہے بحر الرائق میں اور ثابت رکھا اس کو مصنف نے اپنی شرح میں اور زبان سے جواب دینے کو قوی کہا ہے نہر الفائق میں محیط وغیرہ سے نقل کر کے اس طرح کہا کہ اول قول پر یعنی وجوب اجابت زبانی پر اذان کا سامع سلام کا جواب نہ دے اور نہ کسی کو سلام کرے اور نہ قرآن پڑھے بلکہ قرأت کو قطع کرے اور اذان کا جواب دے اور مشغول نہ ہو کسی فعل میں بجز اجابت کے قال وینبغی ان لا یجیب بلسانہ اتفاقا فی الاذان بین یدی الخطیب ان یجیب بقدمہ اتفاقا فی الاذان الاول یوم الجمعۃ لوجوب السعی بالنص صاحب نہر نے کہا اور یہ چاہیے کہ زبان سے جواب نہ دے باتفاق قولین خطیب کے سامنے کی اذان میں جمعہ کے دن اور یہ کہ اجابت بالقدم کرے باتفاق قولین روز جمعہ کی پہلی اذان میں بسبب واقع ہونے سعی کے بنص قرآنی سے م عدم اجابت لسانی کی یہ وجہ ہے کہ جب خطیب منبر پر چڑھے تو امام کے نزدیک مطلقاً کلام مکروہ ہے لیکن باب الجمعہ میں آوے گا کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ امام کے نزدیک اذکار جائز ہیں خطبہ شروع ہونے سے پہلے تو اب کون مانع ہے اجابت کا کذا فی الطحطاوی وفی التتارخانیہ انما یجیب اذان مسجدہ اور تاتارخانیہ میں ہے کہ جواب نہ دے مگر اپنی مسجد کی اذان کا م یعنی جواب قدم سے چل کر اپنی مسجد کو مخصوص ہے یہ متفرع ہے حلوانی کے قول پر چنانچہ شارح نے اس پر پہلے اشارہ کر دیا کما یاتی کہہ کر کذا فی الطحطاوی وسئل ظہیر الدین عمن سمعہ فی اٰن من جہات اذا یجب علیہ قال اجابۃ اذان مسجدہ بالفعل اور ظہیر الدین سے سوال ہوا کہ جس شخص نے ایک آن میں اذان سنی کئی طرف سے اس پر کیا واجب ہے کہا کہ اس پر اپنی مسجد کی اذان کی اجابت فعلی یعنی قدم سے چل کر واجب ہے **ویجیب للاقامۃ ندبا اجماعا کالاذان ویقول عند قد قامت الصلوۃ اقامہا اللہ وادامہا** اور جواب لسانی دے اقامت کا استحباب کی راہ سے بالاتفاق اذان کے مانند اور کہے قد قامت الصلوۃ کے وقت اقامہا اللہ وادامہا م ان الفاظ کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اس قدر

سلہ اے اللہ مالک اس دعا کامل اور نماز قائم کے عنایت کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ اور بزرگی اور اٹھا ان کو مقام محمود پر جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے ۱۲

Marfat.com

زیادتی کے ساتھ مادامت السموات والارض واجعلنی من صالحی اہلہا یعنی اللہ تعالیٰ نماز کو قائم ودائم رکھے جب تک آسمان وزمین ہیں اور مجھ کو زمین کے نیک بخت باشندوں میں کرے وقیل لایجیبہا وبہ جزم الشمنی اور بعضوں نے کہا کہ اقامت کا جواب نہ کہے اور اسی قول کا یقین کیا ہے شمنی شارح نقایہ نے م یہ نفی اجماع سابق کی مخل نہیں کیونکہ یہ نفی نفی وجوب پر محمول ہے اور انعقاد اجماع استحباب پر ہے فروع مسائل ملخصہ شارح صلی السنۃ بعد الاقامۃ او حضر الامام بعدہا لا یعیدہا بزازیہ مقیم نے سنت نماز پڑھی اقامت کے بعد یا امام آیا اقامت کے بعد تو اقامت کا اعادہ نہ کرے کذا فی البزازیہ وینبغی ان طال الفصل او وجد ما یعد قاطعا کاکل ان تعاد اور لائق یعنے مستحب ہے کہ اگر اقامت اور نماز میں مدت زیادہ ہو جائے یا پایا جائے وہ عمل جو قاطع اور فاصل گنا جائے درمیان اقامت اور نماز کے چنانچہ کھانا تو اقامت پھر سے کہی جائے دخل المسجد والموذن یقیم قعد الی قیام الامام فی مصلاہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اس حال میں کہ موذن اقامت کہتا ہے تو بیٹھ جائے امام کے کھڑے ہونے تک اپنی جائے نماز پر رئیس المحلۃ لا ینتظر مالم یکن شریرا والوقت متسع رئیس محلہ کا انتظار نہ کیا جائے جب تک کہ وہ شریر نہ ہو اور نماز کا وقت فراخ ہے یعنی اگر وقت وسیع اور رئیس شریر ہے تو اس کی انتظاری جائز ہے اور اگر وقت تنگ ہے تو انتظار نہ چاہیے اگرچہ رئیس بد ذات ہو یکرہ لہ ان یوذن فی مسجدین موذن کو مکروہ ہے اذان کہنا دو مسجدوں میں م یہ کراہت اس وقت ہے جب کہ موذن پہلے مسجد میں نماز پڑھ چکا ہو کذا فی البحر ولایۃ الاذان والاقامۃ لبانی المسجد مطلقا اذان اور اقامت کا اختیار مسجد کے بنانے والے کے واسطے ہے ہر طرح یعنی خواہ عادل ہو یا غیر عادل اگرچہ لوگوں کو پسند نہ ہو کذا فی البحر وکذا الامامۃ لو عدلا اور اسی طرح مسجد کے بنانے والے کو امامت کا اختیار ہے اگر عادل ہو یعنی فاسق نہ ہو الافضل کون الامام ہو للموذن امام ہی کا موذن ہونا بہتر ہے م امام ابو حنیفہ یہی کیا کرتے تھے کذا فی الطحطاوی وفی الضیاء انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اذن فی سفر بنفسہ فاقام وصلی الظہر وحققناہ فی الخزائن اور ضیاء مقدسی میں ہے کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سفر میں بذات مقدس اذان اور اقامت کہی اور ظہر کی نماز پڑھی اور البتہ ہم نے اس کو محقق بیان کیا ہے خزائن الاسرار میں م سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کہی جب کہ آپ سوار تھے کذا فی الطحطاوی عن فتاوی الرملی اور آپ کا اذان کہنا سفر میں ترمذی کی حدیث میں مروی ہے اور نووی نے اس پر یقین کیا ہے مگر مسند احمد میں اسی طریق سے جو حدیث کی تخریج کی ہے اس میں یوں ہے کہ بلال کو حکم اذان کا دیا تو معلوم ہوا کہ اذان کہنا آپ کا صرف حکم دینا تھا ہاں عطا وغیرہ تابعین نے ایسا کیا ہے کذا فی الشامی۔

باب شروط الصلوٰۃ

یہ باب ہے نماز کی شرطوں کے بیان میں م شرط تین قسم ہے شرط عقلی جیسے بسولا بڑھئی کے واسطے اور شرط شرعی جیسے طہارت نمازی کے واسطے اور شرط جعلی جیسے گھر میں جانا زوجہ کا جس کے ساتھ طلاق مشروط ہو کذا فی العینی تو یہاں شروط شرعیہ مراد ہیں نہ عقلیہ اور جعلیہ اور شروط شرعیہ سے وہ شروط مقصود ہیں جو صحت نماز کی شرطیں ہیں نہ نماز کے واجب ہونے کی منجملہ شرائط وجوب ایک تکلیف ہے یعنی مسلمان ہونا اور عاقل وبالغ ہونا وازاں جملہ عاجز نہ ہونا نماز سے وازاں جملہ وقت ہے ہی ثلثۃ انواع شرطیں تین قسم ہیں شرط انعقاد ایک قسم شرط ہے انعقاد نماز کی م شرط انعقاد وہ ہے جس کا وجود ضرور ہے ابتداء نماز میں پیشتر سے موجود ہو کر نماز تک موجود رہے ہاتہ رسب کذا فی الحلبی نیت وتحریمہ ووقت وخطبہ جیسے نیت اور تکبیر تحریمہ اور وقت نماز کا اور خطبہ جمعہ کے واسطے تو جب تک امور مذکورہ اول نہ ہوں گے نماز کا وجود نہ ہوگا ان میں نیت تو آخر نماز تک موجود رہ سکتی ہے اور تحریمہ اور خطبہ ایسا نہیں وشرط دوام کطہارۃ وستر عورۃ واستقبال قبلہ اور دوسری قسم شرط ہے دوام نماز کی جیسے طہارت اور ستر عورت اور استقبال قبلہ م شرط دوام وہ ہے جس کا وجود مشروط ہے اول نماز سے آخر تک وشرط لبقاء فلا یشترط فیہ تقدم ولا مقارنۃ بابتداء وہو القراءۃ اور تیسری قسم شرط ہے باقی رہنے نماز کی بعد موجود ہو جانے نماز

Marfat.com

کے تو اس میں آگے ہونا اس شرط کا مشروط نہیں اور نہ ابتدار نماز سے اس کا متصل رہنا اور وہ یعنی بقا نماز کی شرط قرأت ہے ہم شرط بقا نماز وہ ہے جو اثنا نماز میں پائی جائے بطریق استمرار کے اور قرأت اسی طرح کی ہے کہ اثناء نماز میں اس کا وجود ہوتا ہے استمرار کے طور پر اور یہ تینوں شرطیں ایک دوسری میں متداخل کیونکہ ان میں عموم وخصوص مطلق ہے شرط دوام خاص ہے اور شرط انعقاد اور بقا عام مثلاً طہارت جو شرط دوام ہے اگر ابتدا نماز میں اس کے وجود کا لحاظ کریں تو شرط انعقاد ہو جائے گی اور اگر حالت بقا میں اس کے وجود کو مشروط سمجھیں تو شرط بقا ہو گی اور سوائے وقت صبح کے اور وقت نماز کے لیے صرف شرط انعقاد ہے کہ نہ اس کا دوام شرط ہے اور نہ بقا اور صرف شرط بقا کی مثال قرأت ہے کہ اثناء نماز میں حادث ہو کر انتہا تک رہتی ہے گو وجود حکمی ہو جیسے مقتدی کی قرأت کہ امام کی قرأت گویا اسی کی قرأت ہے کذا فی الشامی تصرف فانہ رکن فی نفسہ شرط فی غیرہ لوجودہ فی کل الارکان تقدیراً اس واسطے کہ قرأت بذات خود تو رکن ہے اور اپنے غیر کے حق میں شرط ہے بسبب پائے جانے قرأت کے تمام ارکان میں قرأت حقیقی موجود نہیں لیکن گویا کہ موجود ہے ہم رکن اس کو کہتے ہیں جو ماہیت میں داخل ہو اور شرط وہ ہے جو ماہیت سے خارج ہو اور یہ دونوں ایک دوسرے کے مخالف ہیں مگر چونکہ رکن دو طرح کا ہوتا ہے ایک اصلی جو کبھی ساقط نہیں ہوتا دوسرا زائد جو کبھی ساقط ہو جاتا ہے جیسے قرأت کہ مقتدی سے ساقط ہو جاتی ہے تو اس لحاظ سے ایک حالت میں اس کو رکن کہا اور دوسری میں شرط سے تعبیر کیا کذا فی الشامی تعرف ولذا لم یجز استخلاف الامی اور اس واسطے کہ وجود قرأت کا سب ارکان میں ضروری ہے امی شخص کا خلیفہ کرنا نماز میں اگرچہ تشہد اخیر ہو جائز نہیں ثم الشرط لغۃ العلامۃ اللازمۃ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ شرط بفتح اول وسکون ثانی لغت میں علامت لازمہ کو کہتے ہیں یعنی جو نشانی کہ ایک ہی چیز میں پائی جائے دوسری چیز میں نہ ہو وشرعا ما یتوقف علیہ الشیٔ ولا یدخل فیہ اور اصطلاح شرع میں شرط وہ ہے جس پر کوئی چیز موقوف ہو اور وہ اس چیز میں داخل نہ ہو یعنی اس کا جز نہ ہو خارج ہو اس سے ہم کسی چیز کا متعلق اگر اس کی ماہیت میں داخل ہوتا ہے تو رکن کہلاتا ہے جیسے کوئی رکوع نماز کے اندر اور اگر خارج ہو دو حال سے خالی نہیں یا چیز میں موثر ہو گا یا نہ ہو گا اگر موثر ہے تو اس کو علت کہتے ہیں جیسے عقد نکاح حلت کے لیے اور اگر موثر نہیں تو پھر چیز کی طرف فی الجملہ موصل ہے یا نہیں اگر ہے تو اس کو سبب کہتے ہیں جیسے وقت ہے اور اگر موصل نہیں تو چیز اس پر موقوف ہو گی یا نہ ہو گی اگر موقوف ہو گی تو اس کو شرط کہتے ہیں جیسے وضو ہے نماز کے حق میں اور اگر چیز اس پر موقوف بھی نہیں تو اس کو علامت بولتے ہیں تو شارح کی تعریف سے رکن اور علامت نکل گئی مگر سبب اور علت شرط میں داخل رہی اس لیے چاہیے تھا کہ شرط کی تعریف اتنا اور زیادہ کہتا ولا یؤثر فیہ ولا یوصل الیہ فی الجملۃ یعنی نہ چیز میں موثر ہو اور نہ اس کی طرف کسی قدر موصل ہو کذا فی الشامی یعنی نے کہا اور بعضوں نے شرط کی یوں تعریف کی ہے کہ شرط وہ ہے جس کے نہ ہونے سے مشروط کا نہ ہونا لازم ہووے اور شرط کے وجود سے مشروط کا وجود لازم نہ ہو ہی ستۃ طہارۃ بدنہ ای جسدہ لدخول الاطراف فی الجسد دون البدن فلیحفظ شرطیں نماز کی چھ ہیں پہلی شرط پاک ہونا ہے نمازی کے بدن کا بدن سے مراد جسد ہے بسبب داخل ہونے ہاتھ پاؤں کے جسد میں نہ بدن میں تو اس کو یاد رکھنا چاہیے کیونکہ لغت عرب کی راہ سے ہاتھ پاؤں بدن میں داخل نہ تھے لہذا شارح نے بدن کی تفسیر جسد کی تاکہ ہاتھ پاؤں کی بھی طہارت ثابت ہو اگرچہ اردو زبان میں بدن سارے جسم کو کہتے ہیں من حدث بنوعیہ طہارت بدن کی شرط ہے دونوں قسم کے حدث یعنی حکمی ناپاکی سے ہم دونوں قسم سے مراد حدث اصغر اور حدث اکبر ہیں اول مقتضی وضو کا ہے اور دوم موجب غسل کا وقدمہ لانہ اغلظ اور مصنف نے مقدم کیا حدث کی نجاست حکمی کو نجاست حقیقی پر اس واسطے کہ وہ غلیظ تر اور سخت تر ہے نجاست حقیقی سے ہم یعنی اس واسطے کہ نجاست حکمی تھوڑی بھی معاف نہیں برخلاف نجاست حقیقی کے کہ وہ قلیل معاف ہے وخبث مانع کذلک اور طہارت شرط ہے اسی طرح دونوں قسم کی نجاست حقیقی

Marfat.com

سے جو نماز کی مانع ہے م دونوں قسم کی نجاست یعنی مغلظہ اور مخففہ سو مغلظہ زائد از درم مانع نماز ہے اور مخففہ زائد از ربع ثوب **وثوبہ** وکذا ما یتحرک بحرکتہ دوسری شرط نماز کی پاک ہونا نمازی کے کپڑے کا ہے اور اسی طرح پاک ہونا اس چیز کا جو ہلنے نمازی کے ہلنے سے م یعنی ایسی چیز جو نمازی کے بدن سے متصل ہو مثلاً ایک چادر کا آنچل اس کے بدن پر ہے اور دوسرے آنچل پر ایسی نجاست ہے جو مانع نماز ہے تو اگر نمازی کی حرکت سے ناپاک آنچل بھی حرکت کرے تو نماز کا مانع ہے اور نہیں تو نہیں اور اگر وہ چیز اس کے بدن سے متصل نہیں مثلاً چٹائی کا ایک کنارہ ناپاک ہے اور دوسرے کنارے پر نماز پڑھتا ہے تو یہ نجاست نماز کی مانع نہیں خواہ چٹائی بڑی ہو یا چھوٹی کذا فی الشامی اولیعد حاملہ کصبی علیہ نجاسۃ ان لم یستمسک نفسہ منع والا لا یا نمازی اس چیز کا اٹھانے والا گنا جائے جیسے وہ لڑکا جس پر نجاست ہے بشرطیکہ وہ آپ تھم سکے بدوں تھامنے نمازی کے تو نماز کا مانع ہے اور اگر لڑکا نمازی کے تھامنے کا محتاج نہ ہو خود اس کو چمٹا ہو تو نمازی اس کا حامل نہ ٹھہرے گا تو نماز کا بھی مانع نہ ہوگا م اور یہی حکم ناپاک چھت اور چھپر اور خیمہ نجس کا ہے جب کہ نمازی کا سر کھڑے ہونے سے ان چیزوں میں لگتا ہو کذا فی الطحطاوی کجنب وکلب ان سد فمہ فی الاصح جس طرح مانع نماز نہیں اگر نمازی پر جنب آدمی اور کتا ہو اگر اس کا منہ منہ باندھا ہو صحیح تر قول میں م اگر شارح یوں کہتا کہ کتا بشرطیکہ اس سے لعاب وغیرہ مانع نماز نہ ہے تو بہتر ہوتا کذا فی الشامی بحر الرائق میں ہے کہ اگر نمازی کے پاس وہ انڈا ہے جو اندر سے خون ہو گیا تو نماز جائز ہے کیونکہ وہ اپنے معدن میں ہے برخلاف اس شیشے کے جس میں پیشاب ہے یعنی وہ مانع نماز ہے ومکانہ ای موضع قدمیہ او احدہما ان رفع الاخری وموضع سجودہ اتفاقا فی الاصح اور تیسری شرط پاک ہونا مصلی کے مکان کا ہے یعنی اس کے دونوں قدموں کی جگہ کا یا ایک قدم کی جگہ کا اگر نمازی نے دوسرا قدم اٹھا لیا اور سجدہ کی جگہ کا بالاتفاق صحیح تر قول میں م موضع قدمین کی طہارت امام اور صاحبین کے نزدیک شرط ہے بالاتفاق بلا نقل خلاف اور موضع سجود میں خلاف ہے مگر صحیح تر یہی قول ہے کہ امام کے نزدیک اس کی طہارت بھی شرط ہے اگر نمازی کے کپڑوں کی اطراف پر نجاست پر پڑی اور نماز پڑھی تو کچھ ضرر نہیں کذا فی الطحطاوی لا موضع یدیہ ورکبتیہ علی الظاہر الا اذا سجد علی کمہ کما سیجئ شرط نہیں پاک ہونا دونوں ہاتھوں اور دونوں گھٹنوں کے مکان کا ظاہر الروایہ میں مگر جبکہ سجدہ کیا مصلی نے اپنی ہتھیلی پر چنانچہ آگے آوے گا یعنی اس وقت ہاتھ کے مکان کی طہارت شرط ہوگی کیونکہ یہ سجود کا مکان ٹھہرا م فقیہہ ابو اللیث کے نزدیک ہاتھوں کے مکان کی عدم طہارت سے نماز فاسد ہوتی ہے اور اسی کی تصحیح کی ہے عیون میں اور اطلاق متون بھی اسی پر دلالت کرتا ہے اور شیخ الاسلام ابو سعود مفتی روم نے کہا کہ جس عضو کا رکھنا واجب ہے اگرچہ دونوں ہاتھ ہوں تو اس کے مکان کی طہارت شرط ہے کذا فی الطحطاوی من الثانی ای الخبث بقولہ تعالیٰ وثیابک فطہر فبدنہ و مکانہ بالاولیٰ لانہما التزم کپڑے اور مکان کی طہارت شرط ہے ثانی یعنی نجاست حقیقی سے بدلیل قول حق تعالیٰ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ اور اپنے کپڑوں کو پاک کر تو جب کپڑے پاک کرنے لازم ہوئے تو مصلی کے بدن اور مکان کا پاک ہونا بطریق اولیٰ لازم ہوا اس واسطے کہ بدن اور مکان بہ نسبت کپڑوں کے زیادہ لازم ہیں یعنی اس واسطے کہ کپڑوں کا جدا ہونا متصور ہے برخلاف بدن اور مکان کے م اظہر یہ ہے کہ آیت کریمہ میں نماز کے ثیاب ملبوسہ مراد ہیں اور نجاست سے ان کا پاک کرنا قول ہے جمیع فقہاء کا اور اصح تفاسیر کذا فی الطحطاوی والرابع ستر عورتہ ووجوبہ عام ولو فی الخلوۃ علی الصحیح الالغرض صحیح اور نماز کی چوتھی شرط ڈھکنا اور اوڑھنا ہے اپنی عورت یعنی شرمگاہ کا اور ستر عورت کا واجب ہونا علی العموم ہے اگرچہ آدمی خالی مکان میں ہو بنا بر قول صحیح کے مگر غرض صحیح کے واسطے شرمگاہ کھولنا جائز ہے چنانچہ وقع بول وبراز یا ختنہ یا علاج یا جماع حلال م ستر عورت غیر سے واجب ہے نہ اپنی ذات سے جمہور کے نزدیک یہی قول صحیح ہے کذا فی الزیلعی لیکن ادب نہیں تو تصحیح میں اختلاف واقع ہوا اور ڈھکنا برہنگی کا چار طرف سے نہ اسفل سے تو اگر کوئی انسان نیچے سے برہنگی دوسرے کی دیکھ لے تو نماز فاسد نہ ہوگی کذا فی الطحطاوی ولہ لبس ثوب نجس فی غیر صلوٰۃ اور مسلمان کو ناپاک کپڑا پہننا جائز ہے اور حال میں سوائے نماز کے وہی للرجل ما تحت سرتہ الی ما تحت رکبتیہ اور عورت یعنی مرد کی شرمگاہ

Marfat.com

ن کے نیچے سے ہے دونوں گھٹنوں کے نیچے تک م عورت کا لفظ نکلا ہے عور سے جو بمعنی نقصان اور عیب کے ہے تو شرمگاہ کو عورت کہا
اس واسطے کہ اس کا کھولنا اور ظاہر کرنا عار اور قبیح اور عیب اور بیحیائی ہے کذا فی الطحطاوی اردو میں عورت مرد کے مقابل کو کہتے ہیں فارسی میں
ران اور ہندی میں لگائی اور جورو بولتے ہیں و شرط احمد ستر احد منکبیہ ایضاً اور امام احمد بن حنبل نے ڈھکنا ایک کندھے کا بھی نماز میں شرط کیا ہے
عن مالک ہی القبل والدبر فقط اور امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ عورت یعنی شرمگاہ فقط فرج اور مقعد ہے م امام اعظم کے مذہب میں شرمگاہ
کی جو یہ حد ہے کہ زیر ناف سے زیر زانو تک یہ جوان کے حق میں ہے نہ صغیر کے حق میں کہ اس کا چھونا اور دیکھنا جائز ہے اور جوان میں حکم زانو کا
خفیف تر ہے ران سے تو جو شخص اپنا زانو کھولے ہو اس پر انکار نرمی سے کرنا چاہیے اور اگر اصرار کرتا ہو تو اس سے نزاع کرنا لائق نہیں اور جو اپنی ران
کھولے ہو اس پر انکار درشتی اور سختی کے ساتھ کرنا چاہیے بدون ضرب کے اگر اصرار کرتا ہو کذا فی الطحطاوی وما ہو عورۃ منہ عورۃ من الامۃ
ولو مشتی او مدبرۃ او مکاتبۃ او ام ولد مع ظہرہا وبطنہا اور جس قدر کہ مرد کا بدن شرمگاہ ہے اتنا لونڈی کا بھی شرمگاہ ہے اس کی پیٹھ اور پیٹ کے
ساتھ اگرچہ لونڈی مشتی یا مدبرہ یا مکاتبہ یا ام ولد ہو م مدبرہ وہ لونڈی جس کو آقا نے کہہ دیا ہو کہ میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہے اور مکاتبہ وہ جس کو یہ کہا
ہو کہ اگر تو اتنا مال دے تو تو آزاد ہے اور ام ولد وہ لونڈی ہے جس کے آقا سے اولاد ہوئی ہو واما جنبہا فتبع لہا اور لونڈی کا پہلو اس کی پیٹھ اور
پیٹ کا تابع ہے یعنی جس قدر پہلو پیٹ سے متصل ہے وہ پیٹ کا تابع ہے اور جس قدر پیٹھ سے ملا ہے وہ پیٹھ کا تابع ہے یعنی اس کے پہلو بھی شرمگاہ
ہیں ولو اعتقہا مصلیۃ ان استترت کما قدرت صحت والا لا علمت لعتقہ اولا علی المذہب اور اگر مولیٰ نے لونڈی کو آزاد کیا نماز کی حالت میں اگر اس نے
اپنا بدن ڈھک لیا فوراً جب کہ وہ قادر ہوئی تو نماز صحیح ہے اور اگر فوراً باوجود قدرت بدن نہ چھپایا تو نماز درست نہ ہوئی مولیٰ کے آزاد کرنے کو اس نے
جانا ہو یا نہ جانا ہو بنا بر مذہب درست کے م پردہ سازی سے اس قدر مراد ہے جس قدر حرہ یعنی بی بی کو پردہ چاہیے اور استتار میں یہ شرط ہے کہ
عمل قلیل ہو اور قبل از ادائے رکن ہو اور اگر استتار سے عاجز ہو گی تو نماز باطل نہ ہو گی قال ان صلیت صلوۃ صحیحۃ فانت حرۃ فصلت بلا قناع ینبغی
للفقہاء القبلیۃ ووقوع العتق کما رجحوہ بالطلاق الدوری مولیٰ نے کہا اپنی لونڈی سے کہ اگر تو صحیح نماز پڑھے گی تو تو آزاد ہے نماز سے پہلے پس اس نے
دونوں اور بعضی کے نماز پڑھی تو قبلیت کا لغو کر دینا اور طلاق کا واقع ہونا لائق ہے چنانچہ فقہا نے قبلیت کے لغو کرنے کو طلاق دوری میں ترجیح
دی ہے م یہ مسئلہ روایت مذہب نہیں بلکہ صاحب بحر الرائق کی تجویز ہے طلاق دوری پر قیاس کر کے طلاق دوری کی یہ صورت ہے کہ زوج نے زوجہ سے
کہا کہ میں تجھ کو طلاق دوں تو تجھ کو تین طلاق ہیں قبل از طلاق پھر اس نے بلا شرط طلاق دی تو شرط پائی گئی تو تین طلاقیں اس طلاق سے پہلے واقع
ہوں گی اور ان کا واقع ہونا یہ چاہتا ہے کہ پچھلی طلاق واقع نہ ہو کیونکہ تین طلاق کے بعد عورت محل طلاق نہیں رہتی تو جب ہم نے قبلیت کو
لغو کر دیا تو ایسا ہو گیا کہ گویا اس نے یوں کہا کہ میں تجھ کو طلاق دوں تو تجھ کو تین بار طلاق ہے تو ایک طلاق اس کے واقع کرنے سے واقع ہو گی اور
دو طلاقیں تعلیق سے واقع ہوں گی اور تیسری طلاق باطل ہو جاوے گی عدم محل کے سبب سے وللحرۃ ولو مشتی جمیع بدنہا حتی شعر رأسہا النازل
علی الاصح اور حرہ یعنی بی بی کا تمام بدن شرمگاہ ہے جس کا چھپانا واجب ہے یہاں تک کہ اس کے لٹکے بال بھی عورت ہیں صحیح تر قول میں اگرچہ
حرہ مشتی ہو م لٹکے بالوں کی قید اس واسطے لگائی کہ جو بال سر پر ہیں وہ بالاتفاق عورت ہیں خلا الوجہ والکفین فظہر الکف عورۃ علی المذہب
القائلین علی المعتمد بی بی کا تمام بدن عورت ہے مگر اس کا چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں اور دونوں قدم عورت نہیں قول معتمد پر تو پشت کف دست
چھپانا واجب ہے مذہب درست پر م اور اقوال نامعتمدیہ ہیں کہ پشت کف دست نماز میں عورت نہیں اور بعضوں نے کہا کہ وہ مطلقاً عورت
ہیں اور بعضوں نے کہا کہ دونوں قدم عورت ہیں اور کسی نے اس کو صحیح بھی کہا ہے کذا فی الطحطاوی وصوتہا علی الراجح اور حرہ کی آواز عورت

Marfat.com

نہیں راجح قول پر م اور آواز کا بلند کرنا جو حرام ہے تو بخوف فتنہ حرام ہے اور بعضوں نے کہا کہ اس کو آواز کا بھی پوشیدہ کرنا واجب ہے کذا فی الطحطاوی وذراعیہا علی المرجوح اور حرہ کی دونوں کلائیاں عورت نہیں مرجوح یعنی ضعیف قول پر م یہ ابو یوسف کا قول ہے اور اختیار شرح مختار میں اسی کو راجح کہا ہے لیکن مذہب راجح اور قوی یہ ہے کہ کلائیاں عورت ہیں کذا فی الطحطاوی وتمنع المرأۃ الشابۃ من کشف الوجہ بین رجال لا لانہ عورۃ بل لخوف الفتنۃ اور جوان عورت منع کی جاوے چہرہ کھولنے سے درمیان مردوں کے نہ اس وجہ سے کہ چہرہ اس کا عورت ہے بلکہ بخوف فتنہ منع کا حکم ہے کمسہ دان امن الشہوۃ لانہ اغلظ وکذا ثبت بہ حرمۃ المصاہرۃ کما یاتی فی باب الحظر جیسے مرد کو عورت کا چہرہ چھونا ممنوع ہے اگرچہ شہوت کا خوف نہ ہو اس واسطے کہ چھونا سخت تر ہے نظر کرنے سے اور اسی واسطے شہوت کے چھونے سے حرمت مصاہرت کی ثابت ہوتی ہے چنانچہ باب الحظر میں آوے گا ولا یجوز النظر الیہ لشہوۃ کوجہ امرد فانہ یحرم النظر الی وجہہا ووجہ الامرد اذا شک فی الشہوۃ مابدونہا فیباح ولو جمیلا کما اعتمدہ الکمال اور جائز نہیں نظر کرنا عورت کے چہرہ کی طرف شہوت سے مانند چہرہ امرد کے یعنی بے ریش لڑکے کے اس واسطے کہ حرام ہے نظر کرنا عورت کے چہرہ کا اور امرد کے چہرہ کا جب کہ شہوت کا شک اور تردد ہو اور بدون شہوت کے تو نظر کرنا مباح ہے اگرچہ امرد خوبصورت ہو چنانچہ اسی قول پر کمال الدین صاحب فتح القدیر نے اعتماد کیا ہے قال محل النظر منوط بعدم خشیۃ الشہوۃ مع عدم الفتنۃ کہا کمال الدین نے تو حلت نظر وابستہ بعدم خوف شہوت ہے ساتھ اس امر کے کہ وہ محل واجب الاستتار نہ ہو یعنی جب کہ محل نظر وہ مقام نہ ہو جس کا چھپانا چاہیے اور شہوت کا خوف نہ ہو تو نظر کرنا حلال ہے والا حلال نہیں وفی السراج لا عورۃ للصغیر جدا تم مالم یشتہ فقبل ودبر ثم تغلظا الی عشر سنین ثم کبالغ اور سراج وہاج میں ہے کہ نہایت صغیر کا بدن عورت نہیں یعنی ڈھکنے کے لائق نہیں پھر جب تک کہ وہ قابل خواہش کے نہیں تو بول وبراز چھپانے کے لائق ہے پھر عورت غلیظہ ہوتی ہے دس برس تک یعنی بول براز کا مقام مع گرد ونواح کے قابل چھپانے کے ہو جاتا ہے پھر دس برس کے بعد جوان کے مانند ہے برہنگی کے چھپانے میں م نہایت صغیر سے مراد چار برس کا بچہ ہے لڑکا ہو یا لڑکی کذا فی الطحطاوی عن البلبی عن شیخہ وفی الاشباہ یدخل علی النساء الی خمسۃ عشر سنۃ حسب اور اشباہ میں ہے کہ اندر جاوے لڑکا عورتوں میں فقط پندرہ برس کی عمر تک م یہ اس صورت میں ہے کہ اس کا بلوغ بجز عمر کے ثابت نہ ہو اور اگر احتلام وغیرہ سے اس کا بلوغ ثابت ہوا ہو تو پندرہ برس سے پہلے بھی اس کا عورتوں میں جانا منع ہے اور جو عضو کہ عورت ہے بدن میں ملا ہوا اس کا دیکھنا بدن سے جدا ہونے کے بعد بھی درست نہیں کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ شارح کو خمس عشرۃ کہنا مناسب تھا اس لیے کہ لفظ سنۃ مؤنث ہے ویمنع حتی انعقادہا کشف ربع عضو قدر اداء رکن بلا صنعہ من عورۃ غلیظۃ او خفیفۃ علی المعتمد اور منع کرتا ہے نماز کو یہاں تک کہ انعقاد نماز کو کھل جانا چوتھائی عضو کا بقدر ادا کرنے رکن کے بدون فعل مصلی کے عورت غلیظہ اور خفیفہ سے معتمد قول پر م کشف ربع عورت مانع انعقاد نماز اس وقت ہوگا جب تکبیر تحریمہ کی حالت میں ہو اگرچہ ادائے رکن سے کم مدت ہو اور ادائے رکن کی مقدار تین بار سبحان اللہ کہنا ہے اور اگر کشف عورت بفعل مصلی ہوگا تو فی الحال نماز فاسد ہو جائے گی اگرچہ کمتر ہو ادائے رکن کی مقدار سے والغلیظۃ قبل ودبر وما حولہما والخفیفۃ ما عدا ذلک من الرجل والمرأۃ اور عورت غلیظہ مرد اور عورت میں بول وبراز کا محل ہے اور جو مکان کہ ان دونوں کے آس پاس ہے اور عورت خفیفہ وہ ہے جو اس کے سوا ہے وتجمع بالا جزاء لو فی عضو واحد اور چند جگہ سے کھل ہوئی برہنگی جمع کی جائے گی اجزاء سے اگر ایک عضو میں ہو ہم اجزاء سے مراد کسور حسابیہ ہیں مثلاً پانچواں اور چھٹا اور آٹھواں حصہ اور اگر مثلاً ران ایک جگہ سے آٹھواں حصہ اور دوسری جگہ سے بھی اسی قدر کھل ہے تو دونوں کو جمع کریں گے تو چہارم حصہ ٹھہرے گا اور نماز کا مانع ہوگا اور اگر جمع کرنے سے اس عضو کا چہارم

Marfat.com

نہ ہوگا تو مانع نماز کا نہ ہوگا والا فبالقدر اور اگر عورت یکشوفہ متفرق ایک عضو میں نہیں بلکہ چند اعضاء میں ہے تو وہ پیمائش میں جمع کی جائے گی لہٰذا جزا ہے فان بلغ ربع ادناہا کاذن منع سو اگر کھلے اعضاء میں سے کمتر عضو کی چہارم کو پیمائش پہنچ جائے گی چنانچہ کان تو یہ کھلا نا نماز کا مانع ہوگا مثلاً سولھواں حصہ ران کا اور کچھ کان عورت کا کھل گیا تو اس کی نماز جائز نہ ہوگی اس واسطے کہ دونوں کا مجموعہ کان کی چہارم سے زیادہ تر ہے اور یہی قول برحق ہے برخلاف بحرالرائق کے کہ اس میں مجموع اعضاء منکشفہ کے چہارم کو معتبر رکھا ہے کذا فی الطحطاوی وشرط ستر ہا عن غیرہ ولو حکما کمکان مظلم اور شرط ہے ڈھکنا برہنگی کا غیر شخص سے اگرچہ ستر حکمی ہو چنانچہ نمازی ہو اندھیرے مکان میں یعنے اگرچہ وہ مستور ہے باعتبار حس کے بایں معنی کہ وہ نظر نہیں آتا لیکن وہ حکم شرع میں مستور نہیں تو اس پر چھپانا کپڑے وغیرہ سے واجب ہے کذا فی الحلبی لا ستر ہا عن نفسہ وبہ یفتی شرط نہیں چھپانا برہنگی کا اپنی ذات سے اسی کا فتوی دیا ہے فلورآہا من زیقہ لم تفسد وان کرہ پھر اگر نمازی نے شرمگاہ کو دیکھا اپنے گریبان کی راہ سے تو نماز فاسد نہ ہوگی اگرچہ یہ نظر کرنا مکروہ تحریمی ہے کذا فی الطحطاوی وعادم ساتر لا یصف ما تحتہ اور نہ پانے والا اس چھپانے والی چیز کا جو اپنے اندر کی چیز کو ظاہر نہ کر دے یعنی جس میں بدن نظر نہ آوے م عادم مبتدا ہے اس کی خبر آگے آتی ہے یعنی یصلی قاعداً ساتر میں یہ قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایسا کپڑا ہے جس سے نیچے کا بدن معلوم ہوتا ہے چنانچہ باریک ململ یا جالی تو وہ بمنزلہ معدوم کے ہے ولا یضر التصاقہ وتشکلہ اور ضرر نہیں کرتا ساتر کے بدن میں چپٹنا اور عضو کی شکل پکڑنا یعنی نماز ایسے کپڑے سے درست ہو جائے گی ولو حریراً او طیناً یبقی الی تمام صلوتہ او ماء کدراً اگرچہ ساتر شرمگاہ کا ریشمی کپڑا یا گیلی مٹی ہو جو پوری نماز تک بدن پر باقی رہے یا گدلا پانی ہو م اگرچہ ریشمی کپڑا مرد کو حرام ہے اور اس کے ساتھ نماز مکروہ لیکن اگر کوئی چیز ساتر نہ پائے تو ریشمی سے بدن چھپا کر نماز پڑھے اس کے ہوتے نماز برہنہ جائز نہیں لا صافیا ان وجد غیرہ نہ صاف پانی اگر اس کے سوا کوئی چیز ساتر پاوے یعنی صاف پانی میں بیٹھ کر برہنہ آدمی نماز نہ پڑھے اگر دوسری چیز مل سکتی ہو اور اگر نہ ملی تو اس میں نماز واجب ہے بوجہ تھوڑا کھلنے کے کذا فی الطحطاوی وہل تکفیہ الظلمۃ فی مجمع الانہر بحثا نعم فی الاضطرار لا الاختیار سوال اور کیا برہنہ شخص کو اندھیرے میں نماز کفایت کرتی ہے مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں بحث کر کے یوں جواب دیا کہ ہاں اضطرار میں کافی ہے نہ اختیار میں م اس کلام کا ثمرہ کچھ معلوم نہیں ہوتی اس واسطے کہ جب ساتر مفقود ہوا تو ہر حال میں نماز پڑھے خواہ اندھیرا ہو یا روشنی اور شاید کہ اس میں اشارہ ہے بعضے مشائخ کے اس قول کا کہ برہنہ دن کو بیٹھ کر نماز پڑھے اور رات کو کھڑے نماز پڑھے اس واسطے کہ رات کا اندھیرا اس کی شرمگاہ کا ساتر ہے کذا فی الطحطاوی یصلی قاعداً کما فی الصلوۃ نہ پانے والا کسی چیز ساتر کا نماز پڑھے بیٹھ کر جیسے نماز میں بیٹھتے ہیں یعنی مرد بائیں پاؤں پر بیٹھے داہنا پاؤں کھڑا کر کے اور عورت سرین پر بیٹھے وقیل ما لم یکن رجلیہ اور بعضوں نے کہا کہ دونوں پاؤں پھیلا کر بیٹھے م اور عورت غلیظہ پر ہاتھ رکھ لے اور راجح پہلا قول ہے کہ اس میں کثرت استتار ہے باوجود خالی ہونے کے قبلہ کی طرف پاؤں پھیلانے سے جو بہتر نہیں کذا فی البحر ومومیا برکوع وسجود بیٹھ کے نماز پڑھے رکوع اور سجود کا اشارہ کر کے تاکہ برہنگی نہ کھلے وہو افضل من صلوتہ قاعداً برکع ویسجد وقائما بایماء اور برکوع وسجود لان الستر اہم من ادآء الارکان اور وہ یعنی برہنہ شخص کو بیٹھ کر رکوع سجود کا اشارہ کر کے نماز پڑھنا افضل ہے اس کی نماز سے بیٹھ کر اور رکوع اور سجود کر کے اور کھڑے ہو کر اشارہ سے یا رکوع سجود کر کے اس واسطے کہ شرمگاہ کا چھپانا زیادہ تر مقصود ہے ارکان کے ادا کرنے سے م اس واسطے کہ ستر عورت مطلقاً فرض ہے نماز اور غیر نماز میں اور ارکان یعنی قیام اور رکوع اور سجود نماز میں فرض ہیں ولو ابیح لہ ثوب ولو باعارۃ ثبتت قدرۃ بوالاصح اور اگر برہنہ کو مباح کیا جائے

Marfat.com

کپڑا اگرچہ اباحت بطور عاریت کے ہو تو اس کا قادر ہونا ساتر پر ثابت ہو گیا یہی قول صحیح تر ہے یعنی اگر اس صورت میں برہنہ نماز پڑھے گا تو نماز جائز نہ ہو گی ولو وعد بہ ینتظر مالم یخف فوت الوقت ہوالاظہر کراحی ماء وثوب وطہارۃ مکان اور اگر اباحت یا عاریت کا کوئی شخص اس سے وعدہ کرے تو اس کا انتظار کرے جب تک فوت وقت کا خوف نہ ہو یہی قول ظاہر تر ہے جیسے انتظار کرے پانی اور کپڑے اور طہارت مکان کا امیدوار ہم یعنی اگر مکان نجس میں مثلاً قید ہو اور توقع قوی وہاں سے نکلنے کی ہو تو نماز میں تاخیر کرے جب تک کہ فوت وقت کا خوف ہو وہل یلزمہ الشراء بثمن مثلہ نعم ذلک سوال اور کیا برہنہ شخص کو لازم اور ضرور ہے خرید کر نا کپڑے کا اس کی برابر قیمت سے جواب لائق یہ ہے کہ خرید نا ضرور ہو م یہ بحث ہے صاحب بحر الرائق کی مذہب کی روایت نہیں ولو وجدما ای ساترًا کلہ نجس لیس باصلی کجلد میتۃ لم یدبغ فانہ لایستتر بہ فیہا اتفاقا بل خارجہا ذکرہ الوانی اواقل من ربعہ طاہر ندب صلوتہ فیہ وجاز الایماء کما مر اور جو پایا برہنہ نے وہ ساتر کہ اس کا کل نجاست کے لگنے سے ناپاک ہے اصلی ناپاک نہیں اصلی ناپاک جیسے مردار کی کھال جس کی دباغت نہیں ہوئی تو یہ شخص ستر عورت نہ کرے اس اصلی ناپاک سے نماز میں بالاتفاق بلکہ خارج نماز کے اس سے شرمگاہ چھپاوے ایسا ذکر کیا ہے علامہ وانی محشی درر نے یا ایسا ساتر پایا جو چوتھائی سے کمتر پاک ہو تو اس کو اس میں نماز پڑھنا مستحب ہے اور جائز ہے برہنہ نماز پڑھنا اشارہ سے چنانچہ نماز پڑھنا اشارے سے گذر گیا وحتم محمد لبسہ واستحسنہ فی الاسرار وبہ قالت الثلثۃ اور محمد بن حسن نے اس ساتر کا جو تمام ناپاک ہے یا چہارم سے کمتر طاہر ہے پہننا لازم کیا ہے نہ مستحب اور اسرار میں اس قول کو اچھا سمجھا ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا ولو کان ربعہ طاہرا اصلی فیہ حتما اذا الربع کالکل اور اگر ساتر کا چوتھائی حصہ پاک ہو تو اسی ساتر میں بالضرور نماز پڑھے اس واسطے کہ چہارم کل کے برابر ہے م یعنی چوتھائی کا حکم کل کا سا ہے مثلاً محرم کو چوتھائی سر کا منڈانا کل کے برابر ہے اور چوتھائی برہنگی کا کھلنا نماز کا مانع ہے کذا فی الشامی وہذا اذا لم یجد ما یزیل بہ النجاسۃ او یقللہا اور یہ حکم مذکور اس وقت ہے جب کہ نہ پاوے اس چیز کو جو نجاست کو دور کر دے یا اس کو کم کر ڈالے یعنی اگر مزیل نجاست پاوے تو ازالہ واجب ہے کذا فی البحر فیتحتم لبس اقل تو یہ نجاستہ جب تقلیل نجاست کا حکم ہوا تو لازم ہے نماز میں پہننا اپنے دونوں ناپاک کپڑوں سے اس کپڑے کا جس کی نجاست کمتر ہے دوسرے سے والضابط ان من ابتلی ببلیتین فان تساویا خیر وان اختلفا اختار الاخف اور قاعدہ کلیہ اس مسئلہ کا یہ ہے کہ جو شخص مبتلا ہو دو بلاؤں میں مثلاً دو ناپاک کپڑوں میں سو اگر دونوں برابر ہوں منع نماز میں تو اس کو اختیار ہے چاہے اُس کو لے چاہے اِس کو اور اگر دونوں مختلف ہیں یعنی ایک بلا کم ہے اور دوسری زیادہ تو وہ ہلکی کو اختیار کرے م مثلاً زخمی اگر سجدہ کرتا ہے تو زخم سیلان کرتا ہے اور نہیں تو نہیں تو وہ بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھے اس واسطے کہ ترک سجدہ ہلکا ہے بے وضو ہونے کے ساتھ نماز سے اور ترک سجدہ حالت اختیار میں بھی کر سکتا ہے مثلاً سواری پر نماز نفل اشارہ سے درست ہے تو حالت عذر میں ترک سجدہ کا مضائقہ نہیں کذا فی البحر ولو وجدت لمرۃ البالغۃ ساترًا لیستر بہ نہا مع ربع راسہا یجب ستر ہما فلو ترکت ستر رأسہا اعادت بخلاف المراہقۃ لانہ لما سقط بعذر الرق فبعذر الصبی اولے اور اگر آزاد جوان عورت نے پایا ایسا ساتر جو ڈھکنا ہے اس کے بدن کو اس کے چوتھائی سر کے ساتھ تو بدن اور چہارم سر کا ڈھکنا واجب ہے یعنی فرض ہے دونوں کا ڈھکنا تو اگر اپنے سر کا ڈھکنا چھوڑے گی تو نماز کا اعادہ کرے برخلاف قریب البلوغ عورت کے یعنی اگر وہ بدون سر ڈھکنے کے نماز پڑھے گی تو اعادہ نماز ضرور نہیں اس واسطے کہ سر کا ڈھکنا جب کہ ساقط ہو گیا لونڈی ہونے کے عذر سے تو لڑکپن کے عذر سے ساقط ہونا اولی ہے م شارح کو علت بیان کرنا اس حدیث سے مناسب تھا کہ کوئی

Marfat.com

بالغ عورت بدون سر ڈھانکنے کے نماز نہ پڑھے کیوں کہ شارح کے قول سے مفہوم ہوتا ہے کہ جن اعضاء کا ڈھکنا لونڈی ہونے کی جہت سے ساقط ہے ان کا ڈھکنا لڑکپن سے ساقط ہو حالانکہ یہ کلیہ نہیں کذا فی الشامی ولو کان یستر اقل من ربع الراس لا یجب بل یندب اور اگر ساتر کو ڈھکنا چوتھائی سر سے کمتر چوتھائی سر سے تو اس کو ڈھکنا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے لکن قولہ ولو وجد المکلف ما یستر بہ بعض العورۃ وجب استعمالہ ذکرہ الکمال زاد الحلبی وان قل لتیقنی وجوبہ مطلقاً فتامل لیکن مصنف کا یہ قول اور اگر پاوے مکلف وہ چیز جس سے بعض برہنگی کو چھپاوے تو اس کا استعمال واجب ہے ذکر کیا ہے اس کو کمال الدین نے فتح القدیر میں حلبی شارح منیہ نے اتنا زیادہ کیا ہے وان قل یعنی اگرچہ وہ ساتر قلیل ہو چاہتا ہے ساتر کے استعمال کو مطلقاً خواہ چوتھائی کا ساتر ہو یا کم تر کا سو تامل کر اے مخاطب ہم یعنی مصنف کے دونوں قولوں میں تناقض ہے پہلا قول یہ ہے کہ چہارم سر سے کم تر ڈھکنا واجب نہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ بعض عورت کا ڈھکنا واجب ہے خواہ چہارم ہو یا کم تر حلبی محشی درالمختار نے کہا کہ اگر کمال الدین کے کلام کو سر کے سوا محمول کیجیے اس واسطے کہ سر کا ہونا عورت خفیف تر ہے باقی عورت سے اس دلیل سے کہ صلوۃ مراہقہ ننگی کی صحیح ہے تو اب تناقض باقی نہ رہے گا ولیستر القبل والدبر اولا اور ڈھکے پیشاب کی راہ کو اور جا خروج کی راہ کو پہلے فان وجد ما یستر احدہما قیل یستر الدبر لانہ افحش فی الرکوع والسجود وقیل القبل حکاہما فی البحر بلا ترجیح پھر اگر پاوے وہ چیز جو ایک شرمگاہ کو چھپاوے بعضوں نے کہا دبر کو چھپاوے اس واسطے کہ اس کا کھلنا رکوع اور سجدہ میں فاحش تر اور قبیح تر ہے اور بعضوں نے کہا قبل کو چھپاوے یعنی اس لیے کہ وہ قبلہ رخ ہے اور کوئی عضو اس کی آڑ نہیں جیسے سرین مقعد کا حجاب ہیں کذا فی الشامی نقل کیا ہے دونوں قولوں کو بحر الرائق میں بدون ترجیح کے وفی النہر الظاہر ان الخلاف فی الاولویۃ والتعلیل بقیدانہ لو صلی بالایماء تعین ستر القبل ثم فخذہ ثم بطن امرأۃ وظہرہا ثم الرکبۃ ثم الباقی علی السواء اور نہر الفائق میں ہے کہ ظاہر ا دونوں قولوں کا خلاف اولی ہونے میں ہے اور تعلیل یعنی کشف دبر کا قبیح ہونا رکوع اور سجود میں اس کا مفید ہے کہ اگر بدون رکوع اور سجود کے اشارہ سے نماز پڑھے تو قبل کا چھپانا متعین ہوگا پھر اس کے بعد ران کا پھر عورت کے پیٹ اور پیٹھ کا پھر زانو کا پھر باقی بدن برابر ہے ہم ران وغیرہ کا ذکر حلبی کے کلام سے ہے نہ نہر الفائق سے یعنی اگر زیادہ ہووے کپڑا تو قبل کے بعد ران کو پھر عورت پیٹ اور پیٹھ کو پھر زانو کو چھپاوے کذا فی الطحطاوی واذا لم یجد المکلف المسافر ما یزیل بہ نجاستہ او یقللہا بعدہ میلا او تعطش صلی معہا او عاریا لا اعادۃ علیہ اور اگر عاقل بالغ مسافر نہ پاوے اس چیز کو جس سے نجاست کو دور کرے یا اس کو کم ڈالے بسبب دور ہونے منزل کے کوس بھر یا پیاس کے سبب سے تو نماز پڑھے نجاست کے ساتھ یا برہنہ ہو کر اور اس پر اعادہ نماز کا نہیں ویبنی لزومہا لو العجز عن منزل وساتر بفعل العباد کما مر فی التیمم اور لزوم اعادہ نماز لائق ہے اگر عاجز ہونا منزل نجاست اور ساتر سے بندوں کے فعل سے ہو چنانچہ تیمم میں گذر گیا ہم یہ بحث ہے صاحب بحر الرائق کی اور مصنف نے اپنی شرح میں اس کو ثابت رکھا ہے ثم ہذا للمسافر لان للمقیم لیشترط طہارۃ الساتر وان لم یملکہ قہستانی پھر معلوم کر کہ یہ نماز کا برہنہ جائز ہونا مسافر کے حق میں ہے اس لیے کہ مقیم کے واسطے طہارت ساتر کی شرط ہے اگرچہ ساتر کا وہ مالک نہ ہو چنانچہ قہستانی میں ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ اس حکم کی تخصیص مقیم کے ساتھ بلا وجہ ہے والخامس النیۃ بالاجماع اور پانچویں شرط نماز کی نیت یعنی پختہ ارادہ ہے بدلیل اجماع واتفاق ہم یعنی اشتراط نیت کی دلیل اجماع ہے نہ یہ آیت (وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ) اس واسطے کہ عبادت سے یہاں توحید مراد ہے تو یہ اخلاص یعنی خلوص ارادہ ونیت اس آیت سے توحید میں پایا گیا نہ عبادت میں اور یہ حدیث بھی دلیل نہیں ہے کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ اس واسطے کہ اس میں تو نیت کا ثواب مراد ہے اور صحت سے تعرض نہیں کذا فی الطحطاوی وہی الارادۃ المرجحۃ لاحد المتساویین اور نیت ارادہ ہے ترجیح دینے

سلہ اللہ کو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی عبادت کریں اخلاص کے ساتھ ۱۲

Marfat.com

والا ایک چیز کا دو برابر چیزوں سے ہم دو چیزیں برابر چنانچہ کرنا اور نہ کرنا افعال اختیاریہ کا مثلاً نماز پڑھنا اور نہ پڑھنا دونوں برابر ہیں کہ بذات خود نہ فعل اس کا لازم اور محال ہے نہ ترک اس کا پھر جب کہ ارادہ متعلق ہوا فعل سے تو نماز واقع ہوئی تو ترجیح فعل کی ترک پر طرف ارادہ سے ہوئی اسی ارادہ مرجحہ کو نیت کہتے ہیں طحطاوی نے کہا کہ نیت مطلق ارادہ کا نام نہیں بلکہ عبارت ہے اس ارادہ فعل سے جو فعل کے ساتھ ہو اور علم میں اس سے پہلے ہو ای ارادۃ الصلوٰۃ للّٰہ تعالیٰ علی الخلوص یعنی نماز کا ارادہ خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے ہم شارح نے اشارہ کیا کہ الارادۃ کا الف لام عہد کا ہے یعنی نیت ہر ارادہ کا نام نہیں بلکہ یہاں ارادہ نماز کا مراد ہے خلوص کے ساتھ یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے عبادت میں نہ شرک جلی مشرکوں کے مانند نہ شرک خفی ریاکاروں کے طور پر لا مطلق العلم فی الاصح الا تری ان من علم الکفر لا یکفر ولو نواہ یکفر نیت عبارت ہے ارادہ مذکور سے نہ مطلق دانست سے صحیح تر قول میں کیا تو نہیں دیکھتا کہ جس نے کفر کو جانا وہ کافر نہیں ہوتا اور اگر کفر کی نیت کی تو کافر ہو جاتا ہے ہم غیر اصح عبدالواحد کا یہ قول ہے کہ نیت دانست کا نام ہے حالانکہ دونوں کے مفہوم متباین ہیں ارادہ کو علم یعنی دانست لازم ہے اور دانست کو ارادہ لازم نہیں کذا فی الطحطاوی والمعتبر فیہا عمل القلب اللازم للارادۃ فلا عبرۃ للذکر باللسان وان خالف القلب لانہ کلام لا نیۃ اور نیت میں معتبر دل کا عمل ہے جس کو ارادہ لازم ہے تو کچھ اعتبار نہیں زبان کے ذکر کا اگرچہ وہ دل کے مخالف ہو اس واسطے کہ زبانی ذکر کلام ہے نیت نہیں ہے ہم جب عمل دل معتبر ہوا نہ عمل زبان تو اگر زبان نے خطا کی تو کچھ ضرر نہیں مثلاً دل میں ارادہ ہو ظہر کا اور زبان سے عصر نکلا تو نیت صحیح ہے اور عدد رکعات میں خطا قلبی بھی مضرت نہیں کرتی اس واسطے کہ تعیین عدد شرط نہیں تو اس کی خطا بھی مضر نہیں کذا فی الاشباہ الا اذا عجز عن احضارہ لہموم اصابتہ فیکفیہ اللسان مجتبیٰ مگر جب کہ آدمی عاجز ہو دل کے حاضر کرنے سے افکار اور تشویشات کے لاحق ہونے سے تو اب اس کو زبان کا عمل بجائے عمل دل کے کفایت کرتا ہے کذا فی المجتبیٰ وھو ای عمل القلب ان یعلم عند الارادۃ بداہۃ بلا تامل ای صلوٰۃ یصلی فلو لم یعلم الا بتامل لم یجز اور وہ یعنی دل کا عمل یہ ہے کہ جانے آدمی نماز کے وقت فوراً بدون غور اور تامل کے کہ کون سی نماز پڑھتا ہے سو اگر نہ جانے مگر تامل کرنے سے تو نماز جائز نہیں ہم یہ استحضار فقط نیت کے وقت شرط ہے تمام نماز میں شرط نہیں یعنی اگر اثناء نماز میں نہ ہوگا تو کچھ حرج نہیں اور اس میں کسی کو اختلاف نہیں کذا فی الطحطاوی مختصراً والتلفظ عند الارادۃ بہا مستحب ہو المختار اور ارادہ نماز کے وقت زبان سے نیت کرنا مستحب ہے یہی قول مختار ہے ویکون بلفظ الماضی ولو فارسیاً لانہ الاغلب فی الانشاءات وتصح بالحال قہستانی اور ہووے زبان سے کہنا ماضی کے لفظ کے ساتھ جو زمانہ گذشتہ پر دلالت کرتا ہے اگرچہ فارسی بولی میں ہو اس واسطے کہ ماضی کا لفظ اکثر مستعمل ہے انشاءات میں یعنی ان الفاظ میں جو ایجاد اشیاء میں بولے جاتے ہیں چنانچہ معاملات میں اور صحیح ہے نیت کرنا حال کے لفظ کے ساتھ جو زمانہ موجود پر دلالت کرتا ہے کذا فی القہستانی شرح النقایہ لفظ حال سے صیغہ مضارع کا مراد ہے جس سے فقط حال مقصود ہو نہ استقبال اس واسطے کہ ارادہ استقبال سے وعدہ ٹھہرے گا نہ وتوع تو عربی میں نیت بہ لفظ ماضی اس طرح ہے کہ نَوَیْتُ اَنْ اُصَلِّیَ الْفَجْرَ اور فارسی میں یوں کہ نیت کردم کہ نماز فجر گذارم اور ہندی میں یوں کہ نماز فجر کی میں نے نیت کی اور بلفظ حال اس طرح کہ اُرِیْدُ اَنْ اُصَلِّیَ الْفَجْرَ اور فارسی میں یوں کہ نماز فجر را نیت میکنم اور ہندی میں یوں کہ نماز فجر کی نیت کرتا ہوں وقیل سنۃ رابتۃ یعنی احبہ او سنۃ علماءنا اذ لم ینقل عن المصطفےٰ اولا الصحابۃ ولا التابعین بل قیل بدعۃ اور بعضوں نے کہا کہ زبان سے نیت کرنا سنت مؤکدہ دائم العمل ہے یعنی یہاں سنت سے مراد یہ ہے کہ پسند کیا ہے اُس کو یا اس کو طریقہ قرار دیا ہے ہمارے عالموں نے سنت شرعی یہاں مراد نہیں اس لیے کہ زبان سے نیت کرنا جناب مصطفےٰ

Marfat.com

علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اور اصحاب اور تابعین رضی اللہ عنہم سے منقول نہیں بلکہ بعض عالموں نے اس کو بدعت کہا ہے ہم بدعت سے یہاں بدعت حسنہ مراد بقول معتمد ہے نہ بدعت سیئہ بحر الرائق میں کہا کہ زبان سے نیت کرنا مستحسن ہے اطمینان کے سبب سے نہ اور وجہ سے یعنی انسان کبھی پریشان خاطر ہوتا ہے اور زبان کے کہنے سے ارادہ دلی کو جمعیت ہو جاتی ہے اس لیے زبان سے کہنا مستحسن ہوا کذا فی الطحطاوی وفی المحیط انہ یقول اللھم انی اریدان اصلی صلوۃ کذا فیسرلی وتقبلہا منی وسیجئ فی الحج اور محیط میں ہے کہ نماز کا پڑھنے والا یوں کہے کہ اے اللہ میں ارادہ کرتا ہوں فلانی نماز کے پڑھنے کا سو اس کو میرے لیے آسان کر دے اور میری طرف سے اس کو قبول کر اور عنقریب اس کا بیان کتاب الحج میں آوے گا ہم یہ مثال نیت کی بلفظ حال نہر الفائق میں کہا کہ اکثر علماء نے کہا ہے کہ نیت حج کے واسطے مخصوص ہے اس واسطے کہ حج زمانہ دراز میں پورا ہوتا ہے اور اس میں مشقتیں بہت ہوتی ہیں برخلاف نماز کے کذا فی الطحطاوی وجاز تقدیمہا علی التکبیرۃ ولو قبل الوقت اور جائز ہے مقدم کرنا نیت کا تکبیر تحریمہ پر اگرچہ تقدم نیت کی نماز کے وقت سے پہلے ہو ہم اور نماز کے مانند جمیع عبادات پر تقدیم نیت کی جائز ہے صحیح قول میں وفی البدائع خرج من منزلہ یرید الجماعۃ فلما انتہی الی الامام کبر ولم یحضرہ النیۃ جاز ومفادہ جواز تقدم نیۃ لاقتداء ایضاً فلیحفظ اور بدائع میں ہے کہ ایک شخص نکلا اپنے گھر سے جماعت کی نماز کے قصد سے پھر جب امام تک پہنچا تو اس نے تکبیر تحریمہ کہی اور نیت اقتداء کی اس کو اس وقت حاضر نہ ہوئی تو جائز ہے اور بدائع کے اس کلام سے مستفاد ہوتا ہے کہ نیت اقتداء کی بھی تقدیم جائز ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے لیکن قہستانی میں ہے کہ نیت اقتداء کی تقدیم امام کی تحریمہ پر صحیح نہیں عالم یوجد بینہما قاطعہا من عمل غیر لائق بالصلوۃ تقدیم نیت کی جائز ہے جب تک کہ نماز اور نیت کے درمیان کوئی عمل قطع کرنے والا نیت کا جو نماز کے مناسب نہیں ہے پایا نجائے ہم عمل قاطع نیت چنانچہ کھانا اور پینا اور لکڑی خرید کرنا کذا فی البحر وہو کل مایمنع البناء اور وہ یعنی عمل غیر مناسب نماز وہ عمل ہے جو بناء نماز کا مانع ہے ہم اگر اثناء نماز میں نمازی کا وضو جاتا رہا تو وہ چپ چاپ جائے اور دوسرا وضو کر کے بقیہ نماز پڑھے اس بقیہ کے پڑھنے کو بنا کہتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ چلنا اور وضو کرنا قاطع نیت نہ ہوگا کیوں کہ یہ دونوں کام نماز کے اندر قاطع نیت نہیں ہوتے تو نماز کے خارج بطریق اولی قاطع نہ ہونگے وشرط الشافعی قرانہا فیندب عندنا اور امام شافعیؒ نے نیت کا متصل کرنا تحریمہ کے ساتھ شرط کیا ہے تو نیت کا ملانا تحریمہ کے ہمارے نزدیک مستحب ہوگا ہم اس واسطے کہ محل اختلاف سے بچنا مستحب ہے اگرچہ ہمارے نزدیک قران شرط نہیں وَلَا عِبْرَۃَ بِنِیَّۃٍ مُتَاخِرَۃٍ عَنْہَا علی المذہب وجوزہ الکرخی والی الرکوع اور اس نیت کا اعتبار نہیں جو تحریمہ کے بعد ہو بنا بر صحیح مذہب کے اور کرخی نے رکوع تک تاخیر نیت کو جائز کہا ہے ہم شامی نے کہا کہ رکوع وغیرہ کی تصریح کرخی نے نہیں کی بلکہ علماء نے ان کے مذہب کے بموجب تاخیر کا جواز نکالا ہے کسی نے ثنا تک کسی نے رکوع تک کسی نے قعدہ تک ویکفی مطلق نیۃ الصلوۃ وان لم یقل للہ تعالیٰ لنفل وسنۃ راتبۃ وتراویح علی المعتمد او تعیینہا بوقوعہا وقت الشروع اور کفایت کرتی ہے مطلق نیت نماز کی نفل اور سنت مؤکدہ اور تراویح کے واسطے معتمد قول پر اگرچہ اس نے نہ کہا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے نیت کرتا ہوں اس لیے کہ نفل اور سنت اور تراویح کا متعین ہونا ثابت ہو جاتا ہے ان کے واقع ہونے سے شروع کرنے کے وقت ہم یعنی یوں کہنا یا ارادہ کرنا کہ نیت کرتا ہوں نفل کی یا سنت فجر کی مثلاً یا تراویح کی ضرورت نہیں بلکہ بلا قید نیت کرنا کافی ہے پھر جب کہ فجر کے وقت مطلق نیت سے نماز پڑھے گا تو سنت کا تعین حاصل ہوگا وَقَوْلُہٗ وَاِنْ لَمْ یَقُلْ للہ بیان ہے اطلاق نیت کا والتعیین احوط اور نفل یا سنت کا متعین کر لینا احوط ہے یعنی تعیین میں زیادہ تر احتیاط ہے اس واسطے کہ اطلاق اور

Marfat.com

تعیین کی تصحیح میں اختلاف ہے کذا فی البحر ولا بدمن التعیین عند النیۃ فلو جہل الفرضیۃ لم یجز اور فرض نماز میں متعین کر لینا نیت کے وقت ضرور ہے تو اگر نماز کے فرض ہونے سے ناواقف ہوگا تو نماز اس کی جائز نہ ہوگی ھ ایک شخص پانچ وقت کی فرض نماز پڑھتا ہے لیکن ان کا فرض ہونا نہیں جانتا ہے تو اس کی نماز جائز نہیں اس پر قضا کرنا واجب ہے کیوں کہ اس نے فرض معین کی نیت نہیں کی کذا فی الطحطاوی ولو علم ولم یمیز الفرض من غیرہ ان نوی الفرض فی الکل جاز اور اگر اس نے بعضی نمازوں کو فرض اور بعض کو نفل جانا اور جدا نہ کیا فرض کو غیر فرض سے تو اگر سب نمازوں میں فرض کی نیت کی تو جائز ہے یعنی بقدر فرض کے فرض ہوگی اور باقی نفل وکذا لو ام غیرہ فیما لا سنۃ قبلہا اور اسی طرح نماز جائز ہے اگر غیر ممیز نے غیر شخص کی امامت کی فرض کی نیت سے اس نماز میں جس کے پہلے سنت نہیں ہے ھ یعنی جو شخص فرض اور نفل ممتاز نہیں کرتا وہ غیر کی امامت کرے فرض کی نیت سے مغرب اور عصر اور عشا میں جن کے پہلے سنت مؤکدہ نہیں تو مقتدیوں اور امام کی نماز صحیح ہے اشباہ میں قنیہ سے منقول ہے کہ نمازی چھ قسم ہیں پہلی قسم وہ نمازی ہے جو فرض اور نفل نماز کو جانتا ہے یعنی جانتا ہے کہ فرض وہ ہے جس کے کرنے میں ثواب اور نہ کرنے میں عذاب ہے اور سنت وہ ہے جس کے کرنے میں ثواب اور نہ کرنے میں عذاب نہیں سو اس نے فجر یا ظہر کی نیت کی تو کافی ہے ۲ وہ نمازی ہے جو فرض اور نفل کو جانتا ہے اور فرض کی نیت سے نماز پڑھتا ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ فرض کس قدر ہے اور سنت کتنی اس کی بھی نماز درست ہے ۳ وہ نمازی ہے جو فرض کی نیت سے نماز پڑھتا ہے مگر فرض کے معنی نہیں جانتا تو اس کی نماز کفایت نہیں کرتی ۴ وہ نمازی ہے جو یہ جانتا ہے کہ آدمی جو نماز پڑھتے ہیں ان میں بعض نماز فرض ہے اور بعض نفل اور امتیاز نہیں کرتا فرض اور نفل میں تو اس کی نماز جائز نہیں اس واسطے کہ فرض میں نیت کا معین کرنا شرط ہے اور بعضوں نے کہا کہ اس نے جو نماز کہ جماعت سے پڑھی اور امام کی نماز کی نیت کی تو درست ہے ۵ وہ نمازی ہے جس نے یہ اعتقاد کیا کہ ہر نماز فرض ہے تو اس کی نماز جائز ہے ۶ وہ نمازی ہے جو نہیں جانتا ہے کہ خدا کی نماز بندوں پر فرض ہے ولیکن وہ بیگانہ نماز پڑھتا ہے اس کی نماز جائز نہیں ہے انتہی ملخصاً لفرض انہ ظہر او عصر قرنہ بالیوم والوقت اولا ہو الاصح یعنی ضرور ہے نیت کی تعیین فرض کے واسطے اس طرح پر کہ وہ نماز ظہر کی ہے یا عصر کی خواہ ظہر یا عصر کے ساتھ دن اور وقت کو ملاوے یا نہ ملاوے یہی قول صحیح تر ہے ھ یعنی یوں کہنا یا نیت کرنا کہ اصلی ظہر الیوم یا ظہر الوقت یعنی آج کی ظہر یا اس وقت کی ظہر ادا کرتا ہوں کچھ ضرور نہیں فقط ظہر یا عصر کی نیت کرنا بلا اضافت کافی ہے اصح قول میں اس واسطے کہ وہ وقت تو اسی کے واسطے متعین ہو گیا ہے ولو الفرض قضاءً نیت فرض کے تعیین کی ضرور ہے اگرچہ فرض قضا ہو لکنہ یعین ظہر یوم کذا علی المعتمد لیکن قضا کا پڑھنے والا معین کرے فلانے دن کی ظہر یا عصر کو بنا بر قول معتمد کے ھ یعنی قضا میں فقط ظہر یا عصر کا کہنا کفایت نہیں کرتا بلکہ معتمد قول یہ ہے کہ فلانے دن کی ظہر پڑھتا ہوں خواہ کثرت فوائت سے ترتیب ساقط ہو گئی ہو یا نہ ہوئی ہو اور غیر معتمد قول یہ ہے کہ نیت تعیین کی کثرت فوائت سے ساقط ہے کذا فی الطحطاوی والاسہل نیۃ اول ظہر علیہ او آخر ظہر اور تعیین نیت میں درصورت بہت سی قضاء نمازوں کے آسان تر طریقہ یہ ہے کہ کہے کہ میں نیت کرتا ہوں پہلی ظہر کی جو مجھ پر واجب ہے یا پچھلی ظہر کی جو مجھ پر واجب ہے ھ آسانی کی وجہ اس نیت میں یہ ہے کہ شاید تاریخ اور دن قضا کے یاد نہ ہوں وفی القہستانی عن المنیۃ لا یشترط ذلک فی الاصح وبہ جزم فی اخر الکتاب اور قہستانی میں منیۃ المصلی سے منقول ہے کہ قضا میں معین کرنا نیت کا شرط نہیں صحیح تر قول میں اور اس مسئلہ کا ذکر آخر کتاب میں یعنی مسائل شتی میں آوے گا وواجب اما وتر او نذر او سجود تلاوۃ اور ضرور ہے نیت کا معین کرنا واجب نماز کے واسطے اس طرح کہ وہ وتر کی نماز ہے

Marfat.com

یا نذر کی یا سجدہ ہے تلاوت کا ہم وتر کی تعیین ضرور ہے لیکن اس کو واجب یا سنت کہنا لازم نہیں کیوں کہ اس میں اختلاف ہے اور نذر نماز میں یوں کہے کہ وہ نماز پڑھتا ہوں جو شفا کے واسطے یا فلانی حاجت کے واسطے میں نے نذر مانی تھی اس واسطے کہ تعیین نذر کی نہیں بدون ذکر کرنے اس کے اسباب کے کذا فی الطحطاوی وکذا شکر بخلاف سہو اور اسی طرح ضرور ہے معین کرنا سجدہ شکر کی نیت کا بخلاف سجدہ سہو کے کہ اس میں تعیین ضرور نہیں ہم سجدہ شکر اور سجدہ سہو میں شارح سے سہو واقع ہوا یوں کہنا ٹھیک تھا وکذا سہو بخلاف شکر یعنی اسی طرح ضرور ہے معین کرنا سجدہ سہو کا نہ سجدہ شکر کا اس واسطے کہ سجدہ سہو کا واجب ہے اور سجدہ شکر نفل ہے حالانکہ نفل میں تعیین نیت ضرور نہیں یہ بحث ہے صاحب نہر الفائق کی کہ تعیین نیت سہو میں واجب ہے نہ شکر میں کذا فی الطحطاوی مختصراً دون تعیین عدد رکعاتہ لحصولہا ضمنا فلا یضر الخطاء فی عددہا ضرور نہیں معین کرنا شمار رکعات کا فرض اور واجب میں کیوں کہ رکعات تو ضمناً حاصل ہیں یعنی تعیین رکعات تو حق تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہو چکی اس میں تو احتمال کمی بیشی کا نہیں تو عدد رکعات میں چوکنا کچھ ضرر نہیں کرتا یعنی جس کی تعیین ضرور نہیں تو اس میں خطا واقع ہونے سے کچھ ضرر نہیں تو اگر ظہر میں مثلاً تین رکعت کی اور فجر میں چار رکعت کی نیت کی تو نماز جائز ہے ونوی المقتدی المتابعۃ اور نیت کرے امام کے پیچھے پڑھنے والا امام کے پیچھے ہونے کی یعنی یوں کہے کہ امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں لم یقل ایضاً لانہ لو نوی الاقتداء بالامام او الشروع فی صلوۃ الامام ولم یعین الصلوۃ صح فی الاصح وان لم یعلم بہا لجعلہ نفسہ تبعا الصلوۃ الامام مصنف نے لفظ ایضاً نہ کہا یعنی کنز وغیرہ کی طرح یوں نہ کہا کہ علاوہ نیت سابقہ کے مقتدی نیت متابعت کی بھی کرے اس لیے کہ اگر نمازی امام کی اقتدا کی نیت کرے یا امام کی نماز شروع کرنے کی نیت کرے اور نماز کو معین نہ کرے تو صحیح تر قول میں اقتدا درست ہو جائے گا گو مقتدی امام کی نماز کو نہ جانتا ہو کیوں کہ اس نے تو اپنے آپ کو امام کے تابع کر دیا ہے تو اس کے لیے نماز کے معین کرنے وغیرہ کی حاجت نہیں ہم شامی نے کہا کہ تبعا لصلوٰۃ الامام کی جگہ اگر شارح تبعاً للامام کہتا تو بہتر تھا جیسے زیلعی نے کہا ہے اسی لیے مترجم نے دوسرے لفظ کا ترجمہ کیا بخلاف ما لو نوی صلوۃ الامام وان انتظر تکبیرہ فی الاصح لعدم نیۃ الاقتداء بخلاف اس صورت کے کہ نیت کرے امام کی نماز کی اگرچہ اس کے اللہ اکبر کہنے کا منتظر رہے صحیح تر قول میں اور یہ صورت حکم سابق کے خلاف ہے بسبب نہ ہونے اقتداء کی نیت کے ہم یعنی اس صورت میں اقتداء درست نہ ہوگا کیوں کہ نیت اقتداء مفقود ہے اس لیے کہ جب امام کی نیت کی تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اقتداء کی نیت بھی کی ہو اسی طرح جب امام کی تکبیر کا انتظار کیا تو انتظار بھی کبھی اقتداء کے لیے ہوتا ہے اور کبھی عادت کی وجہ سے تو دونوں صورتوں میں شک کی وجہ سے مقتدی نہ ہوگا کذا فی الشامی الا فی جمعۃ وجنازۃ وعید علی المختار لاختصاصہا بالجماعۃ مگر جمعہ اور جنازہ اور عید کی نماز میں مذہب مختار پر نیت اقتدا ضرور نہیں اس لیے کہ یہ نمازیں جماعت کے ساتھ مخصوص ہیں ہم یعنی تنہا نہیں پڑھی جاتیں تو جس وقت آدمی ان کی نیت کرے گا تو نیت اقتداء ضمناً ثابت ہوگی ولو نوی فرض الوقت مع بقائہ جاز اور اگر نمازی نے فرض وقت کی نیت کی وقت کے باقی ہوتے ہوئے تو یہ نیت کرنا جائز ہے یعنی اگر نماز میں صرف یہ نیت کرے کہ فرض وقت پڑھتا ہوں تو اس نیت سے نماز درست ہوگی الا فی الجمعۃ فانہا بدل مگر جمعہ کی نماز میں فرض وقت کے جائز نہیں اسلیے کہ جمعہ کی نماز عوض ہے اس روز کے ظہر کا یعنی فرض وقت ظہر ہے نہ جمعہ الا ان یکون عندہ فی اعتقادہ انہا فرض الوقت کما ہو رای البعض فتصح مگر یہ کہ نمازی کے عندیہ اور اعتقاد میں ہو کہ جمعہ فرض وقت ہے ظہر کا بدل نہیں چنانچہ بعض فقہا کی تجویز یہی ہے تو اس صورت میں جمعہ فرض وقت کی نیت سے درست ہوگا ولو نوی ظہر الوقت فلو مع بقائہ ای الوقت جاز ولو فی الجمعۃ

Marfat.com

اوراگر وقت ظہر کی مثلاً نیت کی تو اگر وقت کے باقی رہنے کے ساتھ ہوگی تو جائز ہے اگرچہ جمعہ میں ہو ھم فیض الغفار شرح المختار میں ہے کہ اگر نیت ظہر کے وقت کی جمعہ کے سوا میں کرے گا تو اگر وقت کے اندر ہوگی تو درست ہے اسی لیے شارح نے بزلالیہ کی تبعیت سے ولو فی الجمعہ کی قید لگائی تاکہ معلوم ہو کہ اس حکم میں جمعہ اور غیر جمعہ برابر ہیں کذا فی الشامی ملتقطا ولو مع عدمہ بانکان قد خرج وھو لا یعلم لایصح فی الاصح اوراگر ظہر الوقت کی نیت وقت کے نہ ہونے کے ساتھ ہو اس طرح کہ وقت نکل چکا ہو اور نمازی اس کے نکلنے کو نہ جانتا ہو تو صحیح تر قول میں درست نہ ہوگی ھم وقت کے نکلنے کو نہ جاننے کی قید اس لیے لگائی کہ اگر وقت کے نکلنے کو جان کر ایسی نیت کرے گا تو درست ہوگی کذا فی الشامی ومثلہ فرض الوقت اور ظہر الوقت کا مثل ہے حکم فرض الوقت کا یعنی اگر وقت سے نکلنے پر نیت وقت کے فرض کی کرے گا اور وقت کے گذر جانے کو نہ جانتا ہوگا تو یہ بھی اول مسئلہ کی طرح صحیح تر قول میں درست نہ ہوگی اور اشباہ میں جو درستی کا قول منقول ہے وہ اصح کے خلاف ہے کذا فی الشامی فالاولی بنیۃ ظہر الیوم لجوازہ مطلقا لصحۃ القضاء بنیۃ الاداء العکسہ ہو المختار پس بہتر یہ ہے کہ نیت آج ظہر کی کرے واسطے اس کے جائز ہونے کے ہر طرح سے یعنی اگرچہ عین وقت میں پڑھے یا وقت نکل گیا ہو بسبب درست ہونے قضا کے ادا کی نیت سے مثل اس کے عکس کے یعنی صحیح ہونے ادا کے قضا کی نیت سے یہی قول مختار ہے ھم یعنی اگر آج کے ظہر کی نیت ہوگی تو ہر چند وقت گذر بھی گیا ہوگا تب بھی وہ نماز اس روز کے ظہر کی ہوگی اور وقت کے ظہر کی نیت سے وقت نکلنے پر اس وقت کا ظہر نہ ٹھہرے گا اور شارح نے جو یہ کہا کہ بہ سبب درست ہونے قضا بہ نیت ادا اس کا مطلب یہ ہے کہ وقت کے گذرنے پر اگر بے علمی میں ظہر الیوم کی نیت کرے گا تو گویا قضاء کو بہ نیت ادا پڑھیگا حالانکہ یہ جائز ہے جیسے کوئی قیدی اٹکل سے رمضان کے روزے رکھے اور بعد کو معلوم ہو کہ رمضان ہو چکا تھا تو اس کے روزے درست ہونگے مگر اس تعلیل میں یہ خلل ہے کہ یہ اسی وقت بنتی ہے کہ نمازی ادا کی نیت سے پڑھے اور اگر اس کی نیت کچھ نہ ہو نہ ادا کی نہ قضا کی تو اس وقت یہ تعلیل نہ بنے گی کذا فی الطحطاوی وتمامہ فی الشامی **ومصلی الجنازۃ ینوی الصلوٰۃ للہ تعالیٰ** وینوی ایضا الدعاء للمیت اور جنازہ کی نماز پڑھنے والا نیت کرے نماز کی خاص اللہ تعالیٰ کے لیے اور نیز دعا کی نیت کرے مردہ کے لیے لانہ الواجب علیہ اس لیے کہ نماز کی نیت اور دعا نمازی پر واجب ہے ھم طحطاوی نے کہا کہ اگر ضمیر لانہ کا نماز و دعا دونوں کی طرف ہو تو یہ خلل رہے گا کہ دعا جنازہ مسنون ہے نہ واجب اسی لیے حلبی نے مرجع ضمیر صرف نیت صلوۃ قرار دیا ہے جو نیوی الصلوٰۃ سے سمجھا جاتا ہے اور شامی نے کہا کہ مرجع ضمیر نیت دعا اس اعتبار سے ہے کہ نماز جنازہ خود دعا ہے کیوں کہ اس میں قرأت اور رکوع اور سجدہ اور تشہد نہیں اور اس کا مؤید وہ قول ہے جو منتف میں مذکور ہے کہ نماز جنازہ امام اعظم اور ان کے اصحاب کے قول میں درحقیقت دعا ہے نہ نماز فیقول اصلی للہ داعیا للمیت تو جنازہ کی نماز پڑھنے والا یوں کہے کہ میں نماز پڑھتا ہوں اللہ تعالیٰ کے لیے دعا مانگنے والا مردہ کے واسطے وان اشتبہ علیہ المیت ذکرا ام انثی یقول نویت ان اصلی مع الامام علی من یصلی علیہ الامام اور اگر میت نمازی پر مشتبہ ہو جاوے معلوم نہ ہو کہ مرد ہے یا عورت تو وہ یوں کہے کہ میں نیت کرتا ہوں کہ نماز پڑھوں امام کے ساتھ جس شخص پر کہ امام نماز پڑھتا ہے واضاف فی الاشباہ بحثا انہ لو نوی المیت الذکر فبان انہ انثی او عکسہ لم یجز اور اشباہ میں بحث کرکے یہ اضافہ کیا ہے کہ اگر نیت کی مذکر مردہ کی پھر معلوم ہوا کہ وہ عورت ہے یا اس کا عکس کیا مردہ عورت کی نیت کی پھر ظاہر ہوا کہ وہ مرد ہے تو نماز درست نہ ہوگی ھم وجہ عدم جواز کی یہ ہے کہ میت مثل امام کے ہے اس کے تعیین میں چوک جانا ایسا ہے جیسا امام کی تعیین میں چوکنا تو جیسے امام کی تعیین میں چوکنے سے نماز درست نہیں ہوتی ویسے ہی نیت کی تعیین میں خطا ہونے سے درست نہ ہوگی مثلاً اگر نیت کی کہ زید پر نماز پڑھتا ہوں

Marfat.com

پھر معلوم ہوا کہ وہ عمرو ہے تو نماز درست نہ ہوگی ہاں اگر اشارہ کرکے کہے کہ اس مرد پر پڑھتا ہوں جو زید ہے پھر ظاہر ہوا کہ وہ عمرو ہے تو نماز درست ہوگی کیوں کہ اشارہ کرنے سے نام میں خطا کرنا خود ہو جاتا ہے کذا فی الشامی وانہ لا یضر تعیین عدد الموتی الا اذا بان انہم اکثر لعدم تبۃ الزائد اور اشباہ میں یہ بھی مذکور ہے کہ مردوں کے عددوں کا معین کرنا مضر نہیں مگر جس صورت میں کہ ظاہر ہو کہ شمار ان کا نمازی کی تعیین سے زیادہ ہے بسبب نہ جانے جانے نیت زائد از شمار کے یعنی اگر نمازی نے دس جنازوں کی نیت کی اور وہ درحقیقت دس ہیں یا کم تر تو نماز درست ہوگی اور اگر گیارہ یا زیادہ ہوں گے تو درست نہ ہوگی کیوں کہ جس قدر زیادہ ہیں ان کی نیت نہیں پائی گئی طحطاوی نے کہا کہ اس صورت میں دس کی جو نیت کی ہے ان کی بھی درست نہ ہووے گی کیوں کہ دس غیر معین کی نیت کی ہے تو ہر جنازہ زائد ہو سکتا ہے اور زائد نیت میں داخل نہیں اسی لیے اس کی نماز باطل ہوگی والا امام ینوی صلوٰتہ فقط اور امام صرف اپنی نماز کی نیت کرے ہم یعنی کسی کے امام ہونے کی نیت نہ کرے اس لیے کہ وہ خاص اپنے حق میں تنہا پڑھنے والے کی طرح ہے اب یہاں ایک وہم ہوتا ہے کہ امام کا حال مثل مقتدی کے ہونا چاہیے یعنی جیسے مقتدی کو نیت اقتداء شرط ہے ویسے ہی امام کو امامت کی نیت شرط ہونی چاہیے اس وہم کو مصنف اور شارح نے آئندہ قول میں دفع کیا ولا یشترط لصحۃ الاقتداء نیۃ امامۃ المقتدی بل لنیل الثواب عند اقتداء احد بہ لا قبلہ کما بحثہ فی الاشباہ لوام رجالا اور مشروط نہیں اقتداء کی درستی کے لیے امام کو مقتدی کی امامت کی نیت کرنی جس صورت میں کہ امام مردوں کا ہو بلکہ ثواب جماعت کا حاصل کرنے کے لیے امامت مقتدی کی نیت شرط ہے جب کہ کوئی امام کا اقتداء کرے نہ پیشتر اقتداء کے چنانچہ اس کو اشباہ میں بیان کیا ہے ہم یعنی اقتداء کے صحیح ہونے کے لیے یہ ضرور نہیں کہ امام نیت امامت کی کرے بلکہ جماعت کا ثواب حاصل کرنے کو امامت کی نیت چاہیے اور یہ نیت اس وقت ہو جب کوئی امام کا اقتدا کرے پہلے سے یہ بھی ضرور نہیں اگرچہ پہلے سے نیت کر لینی بھی جائز ہے فلا یحنث فی لا یوم احدا مالم ینو الامامۃ تو آدمی قسم میں جھوٹا نہ ہوگا اس قسم میں کہ کسی کا امام نہ بنوں گا جب تک کہ امامت کی نیت نہ کرے گا ہم شارح نے یہ مسئلہ اپنے اس قول پر متفرع کیا کہ صحت اقتداء کے لیے امام کو نیت امامت کی ضرور نہیں اور صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص نے قسم کھائی کہ میں کسی کی امامت نہ کروں گا پھر جب وہ نماز کو بدون نیت امامت کے کھڑا ہوا تو لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھنے لگے پس اس صورت میں اس کی قسم نہ ٹوٹے گی اس لیے کہ قسم ٹوٹنے کی شرط یہ تھی کہ امامت کا قصد کرتا اور یہ شرط بدون نیت امامت کے موجود نہیں ہوئی اس لیے قسم نہ ٹوٹی کذا فی الشامی تبصرف وان ام نساء فان اقتدت بہ امرأۃ محاذیۃ لرجل فی غیر صلوٰۃ جنازۃ فلا بد لصحۃ صلوتہا من نیۃ امامتہا لانہ یلزم الفساد بالمحاذاۃ بلا التزام اور اگر نمازی عورتوں کا امام ہو تو اگر کوئی عورت اس کا اقتداء کسی مرد کے برابر کھڑے ہو کر جنازہ کی نماز کے سوا میں کرے گی تو اس عورت کی نماز درست ہونے کے لیے اس کی امامت کی نیت ضرور ہوگی تاکہ عورت کی برابری سے نماز کی خرابی بدون لازم پکڑنے کے لازم نہ آوے ہم صلوۃ جنازہ کو اس لیے استثنا کیا کہ اس کے اندر نیت عورت کی امامت کی بالاتفاق شرط نہیں اور محاذاۃ سے وہ برابری مراد ہے جو ان شروط کے ساتھ ہو جو آگے باب الامامۃ میں مذکور ہوں گی اور التزام سے غرض نیت امامت ہے اور حاصل شارح کی تعلیل کا یہ ہے کہ اگر عورت کا اقتداء بدون نیت کے درست ہو جاوے تو امام پر خراب کرنا مرد کی نماز کا بدون لازم پکڑنے کے لازم آوے گا یعنی اگر بالفرض عورت مرد کے برابر کھڑی ہو گئی اور بدون نیت امامت کے اس کا اقتداء صحیح ہو گیا تو چاہیے کہ امام کی جہت سے اس مرد کی نماز فاسد ہو جائے حالانکہ لازم آنا کسی چیز کا امام پر بدون اس کے لازم پکڑنے کے جائز نہیں اس لیے عورت کی اقتداء کے لیے نیت اس کی امامت کی شرط ہوئی وان لم تقتد محاذیۃ اختلف فیہ

Marfat.com

فقیل یشترط وقیل لا کجنازۃ اجماعًا وجمعۃ وعید علی الاصح خلاصہ واشباہ اور اگر عورت نے محاذی مرد کے ہو کر اقتداء نہ کیا تو اس میں خلاف ہے بعض نے کہا کہ صحت اقتداء کے لیے نیت امامت کی شرط ہے اور بعضوں نے کہا کہ شرط نہیں جیسے جنازہ میں بالاتفاق شرط نہیں اور جیسے جمعہ اور عید میں اصح قول پر شرط نہیں ھ جمعہ اور عید میں اصح کی قید اس لیے لگائی کہ جمہور کے نزدیک ان دونوں میں نیت امامت عورت کی شرط ہے کذا فی الطحطاوی وعلیہ ان لم تحاذ واحدا منت صلواتہا والا لا اور اس قول پر کہ عورت کی اقتداء کے لیے اس کی امامت کی نیت شرط نہیں یہ ہے کہ عورت کسی کی محاذی یعنی برابر یا آگے بڑھی ہوئی نہ ہوگی تب تو اس کی نماز پوری ہوگی اور آگے بڑھ جائے گی یا برابر ہوگی تو اس کا اقتداء باقی نہ رہے گا اور نماز تمام نہ ہوگی **ونیۃ استقبال القبلۃ لیست بشرط مطلقا** علی الراجح اور نیت قبلہ کی طرف منہ کرکے شرط نہیں ہر حال میں یعنی خواہ نمازی کعبہ کے قریب ہو یا دور جنگل میں ہو یا مسجد میں بنا بر قول قوی ھ مقابل قول قوی کا یہ قول ضعیف ہے کہ چونکہ قریب شخص کے لیے کعبہ کا سامنے ہونا فرض ہے بان تغاق اور دور والے کو یہ امر ممکن نہیں بجز اس کے کہ دل میں نیت کرے اس لیے دور والے کو نیت قبلہ کی طرف منہ کرنے کی شرط کی گئی فما قیل لو نوی بناء الکعبۃ او المقام او محراب مسجدہ لم یجز متفرع علی المرجوح تو یہ جو کسی نے کہا ہے کہ اگر نمازی عمارت کعبہ کی نیت کرے گا یا مقام ابراہیم کی یا اپنی مسجد کی محراب کی تو درست نہ ہوگی یہ مسئلہ قول ضعیف پر متفرع ہے ھ یعنی جو لوگ نیت قبلہ رخ ہونے کی شرط کہتے ہیں ان کے نزدیک اگر کعبہ کے سوا اور طرف منہ کرنے کی نیت ہوگی تو درست نہ ہوگی مثلاً نیت کعبہ کی عمارت جائز نہ ہوگی اس لیے کہ کعبہ میدان خاص وہوا کا نام ہے نہ عمارت کا اور مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام خانہ کعبہ بنانے کے وقت کھڑے ہوتے تھے اور محراب مسجد علامت سمت کعبہ کی ہے غرضیکہ ان صورتوں میں عین کعبہ کی طرف منہ کرنے کی نیت نہیں پائی جاتی اس لیے ان کے نزدیک نماز بھی درست نہ ہوگی اور یہ قول ضعیف ہے اور بقول قوی کے بموجب نماز درست ہوگی اس لیے کہ جب نیت کعبہ شرط نہیں تو غیر کعبہ کی نیت سے کچھ نقصان نہ ہوگا کذا فی الشامی **ملتقطا** **کنیۃ تعیین الامام فی صحۃ الاقتداء فانہا لیست بشرط** جیسے نیت امام کی تعیین کی اقتداء کی درستی میں کہ وہ بھی شرط نہیں فلو ائتم بہ یظنہ زیدا فاذا ہو بکر صح مثلاً اگر امام کا اقتداء کیا اس کو زید سمجھ کر پس وہ بکر نکلا تو اقتداء درست ہوگا اس لیے کہ اس نے امام موجود کے اقتدا کی نیت کی ہمتی تو اب اگر اس کا نام کچھ اور سمجھ لیا تو کیا نقصان ہے کیوں کہ اعتبار نیت کا ہے نہ سمجھ کا کذا فی الحلبیہ الا اذا عینہ باسمہ فبان غیرہ مگر اس صورت میں اقتداء درست نہیں کہ امام کو اس کے نام سے معین کیا پھر کوئی غیر نکلا یعنی اقتداء میں امام موجود کی نیت نہ کی بلکہ اقتداء زید کی نیت کی خواہ اس کا نام زبان سے کہا یا نہ کہا تو اب اگر وہ عمرو ہوگا تو اقتدا درست نہ ہوگا کیوں کہ نیت کا اعتبار ہے اور اس نے امام حاضر کے غیر کے اقتداء کی نیت کی اس لیے صحیح نہ ہوئی الا اذا عرفہ بمکان کالقائم فی المحراب اور اشارۃ کہذا الامام الذی ہو زید مگر نام کے ساتھ تعیین میں اس وقت اقتدا درست ہوگا کہ امام کا پتہ درست بتاوے مثلاً یوں کہے کہ زید جو محراب میں کھڑا ہے یا اشارہ سے اس کو بتادے کہ یہ امام جو زید ہے تو اب اگر کوئی اور امام نکلے گا تو کچھ مضائقہ نہیں اس لیے کہ اشارہ کر دینے سے نام کا اعتبار جاتا رہا کذا فی الشامی الا اذا اشار بصفۃ ملتقۃ کہذا الشاب فاذا ہو شیخ فلا یصح ہاں اگر کسی صفت خاص سے اشارہ کرے گا اور وہ صفت امام میں نہ پائی جاوے گی تو اقتداء صحیح نہ ہوگا مثلاً یوں کہا کہ اس جوان کے پیچھے اور وہ بوڑھا ہے تو اقتداء صحیح نہیں وبعکسہ یصح لان الشاب یدعی فیخا بعلمہ اور اس کے عکس میں اقتداء درست ہے یعنی اگر نیت کی کہ اس بوڑھے کے پیچھے اور وہ جوان نکلا تو اقتداء صحیح ہے کیونکہ جوان کو اس کے علم کی جہت سے بوڑھا کہا کرتے ہیں وفی المجتبیٰ نوی ان لا یصلی الا خلف من ہو علی مذہبہ فاذا ہو غیرہ لم یجز اور مجتبیٰ میں ہے کہ مقتدی نے نیت کی کہ اس کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں جو سیر طریق پر ہے اور پھر وہ اس طریق کا نہ تھا تو اقتدا درست نہ ہوگی وجہ عدم جواز کی یہ ہے کہ جب اس نے اپنے مذہب کے امام کی نیت کی اور امام غیر مذہب کا

Marfat.com

نکلا تو گویا اس نے امام معدوم کی اقتداء کی نیت کی کذا فی الشامی عن المنیۃ فائدہ یہ ایک کام کی بات ہے لما کان الاعتبار بالتسمیۃ عندنا مالم یختص ثواب الصلوۃ فی مسجدہ علیہ الصلوۃ والسلام بما کان فی زمنہ فلیحفظ چونکہ ہم حنفیوں کے نزدیک اعتبار نام لینے کا ہے (یعنی اس صورت میں کہ اشارہ نہ ہو) اس لیے ثواب نماز کا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد شریف میں مخصوص اس مقدار پر نہ ہوگا جو آپ کے عہد مبارک میں تھی تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ھم یعنی یہ جو بخاری اور مسلم نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک نماز میری اس مسجد میں بہتر ہے ہزار نمازوں سے اس کے سوا دوسری مسجدوں میں سوائے مسجد حرام کے تو یہ ہزار گن ہونا نماز کا صرف اس قدر مسجد پر مخصوص نہیں جو حضرت کے وقت مبارک میں تھی بلکہ مسجد شریف میں جو حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان اور ولید اور مہدی نے اضافہ کیا ہے اس زیادہ کی ہوئی میں بھی ایک نماز ہزار کے برابر ہوگی اس لیے کہ حدیث میں میری مسجد ارشاد فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ جو مسجد اب موجود ہے وہ سب مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کہلاتی ہے تو بڑی ہوئی مقدار میں بھی ثواب ہزار گنا ہوگا اور امام نوویؒ نے اس ثواب کو خاص اسی مقدار کے ساتھ کیا ہے جو آپ کے عہد مبارک میں تھی وہ یہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں سوائے نام لینے کے اشارہ بھی ہے کہ فی مسجدی ہذا فرمایا ہے یعنی میری اس مسجد میں جس سے جگہ خاص جو اس روز موجود تھی مراد ہے پس بڑھی ہوئی مقدار اس میں داخل نہ ہوگی اس کے داخل ہونے کی کوئی دلیل چاہیے اور حنفیہ جواب دیتے ہیں کہ یہ اشارہ جگہ کے خاص کرنے کے لیے نہیں بلکہ اس لیے ہے کہ مسجد مدینہ مطہرہ کے سوا اور مساجد جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہیں وہ اس فضیلت میں داخل نہ رہیں کذا فی الشامی ثم شرف والسادس استقبال القبلۃ حقیقۃ او حکماً لعاجز اور چھٹی شرط نماز کی کعبہ کی طرف منہ کرنا ہے خواہ حقیقت میں ہو یا حکماً ہو جیسے عاجز یعنی وہ شخص کہ مرض یا دشمن کے ڈر سے یا قبلہ کے نہ معلوم ہونے کی جہت سے قبلہ رخ نہیں ہو سکتا تو جس طرف کہ مریض و خائف اپنا منہ کر سکتے ہیں یا قبلہ کا نہ جاننے والا اٹکل سے کسی طرف کو قبلہ ٹھہراتا ہے وہ ان کا قبلہ حکمی ہے والشرط حصولہ لا طلبہ اور شرط قبلہ رخ ہونا ہے نہ اس کا طلب کرنا ھم یعنی شرط صرف اس قدر ہے کہ مقابلہ کعبہ کا پایا جائے اس مقابلہ کا طلب کرنا شرط نہیں یعنی سین اور ت استقبال میں بمعنی طلب نہیں ہاں جس صورت میں کہ حصول قبلہ طلب پر موقوف ہو تو اس وقت طلب شرط ہو گی کذا فی الشامی عن الحلیۃ وھو شرط زائد للابتلاء یسقط للعجز اور کعبہ کی طرف منہ کا ہونا ایک زائد شرط ہے بندوں کے امتحان کے لیے ساقط ہو جاتی ہے عاجزی کے سبب سے ھم زائد شرط ہے یعنی عبادت میں مقصود نہیں اور امتحان سے یہ مراد ہے کہ عاقل بالغ شخص جو خدا تعالیٰ پر جہت کو محال جانتا ہے اس کی اصل پیدائش اس کی مقتضی ہے کہ نماز میں کسی خاص طرف کو منہ نہ کرے اس لیے اللہ تعالیٰ نے مکلف بندوں کو ایسی بات کا حکم کیا جو ان کی مقتضائے اصل پیدائش کے خلاف ہوتا کہ امتحان کرے کہ کہنا مانتے ہیں یا نہیں کذا فی الحلبی حتی لو سجد للکعبۃ نفسہا کفر یہاں تک کہ اگر خود کعبہ کو سجدہ کرے گا تو کافر ہو جائے گا ھم یعنی جب کعبہ کی طرف منہ کرنا شرط زائد ٹھہرا اور مقصود سجدہ کا اللہ تعالیٰ ہے تو عین کعبہ کو سجدہ کرنا کفر ہوگا کذا فی الشامی فللمکی وکذا المدنی لثبوت قبلتہا بالوحی اصابۃ عینہا یعم العاین وغیرہ لکن فی البحر انہ ضعیف والاصح ان من بینہ وبینہا حائل کالغائب واقرہ المصنف قائلا فالمراد بقول فللمکی المکی یعاین الکعبۃ تو مکہ کے رہنے والے کا قبلہ اور اسی طرح مدینہ کے باشندہ کا کیوں کہ مدینہ کا قبلہ وحی سے ثابت ہوا ہے عین کعبہ کی سیدھ ہے یہ قول ماتن کا عام ہے کعبہ کے دیکھنے والے کو یعنی سب اہل مکہ کو اور مدینہ کو نماز میں عین کعبہ کی سیدھ پر نماز پڑھنی چاہیے شامی نے کہا کلام للمکی کا بمعنی علی ہے یعنی مکی پر واجب ہے سیدھ باندھنی کعبہ کی مگر بحر الرائق میں ہے کہ یہ قول ضعیف ہے اور صحیح تر قول یہ ہے کہ جس شخص کے اور کعبہ کے درمیان میں آڑ ہو مثل دیوار یا پہاڑ کے تو اس کا حال مثل غائب کے ہے یعنی اس کا قبلہ جہت کعبہ ہے نہ

Marfat.com

عین کعبہ اور ثابت رکھا ہے اس قول کو مصنف نے یہ کہہ کر کہ مراد میرے قول فللمکی سے وہ مکہ کا رہنے والا ہے جو کعبہ کو دیکھتا ہو ولغیرہ اے غیر معاین اصابۃ جہتہا اور مکی کے سوا کا قبلہ یعنی اس شخص کا جو کعبہ کو دیکھتا نہ ہو سیدھے ہے کعبہ کی جہت کی بان یبقی شئی ممن سطح الواجہ مسامتا للکعبۃ اولہوائہا بان یفرض من تلقاء وجہ مستقبلہا حقیقۃ فی بعض البلاد خط علی زاویۃ قائمۃ الی الافق مارًّا علی الکعبۃ وخط آخر یقطعہ علی زاویتین قائمتین یمنۃ ویسرۃ منہ یعنی کچھ چہرہ کا سطح مقابل کعبہ کے یا ہوا کعبہ کے باقی رہے اس طرح کہ جو شخص بعض شہروں میں حقیقت میں کعبہ کی طرف کو منہ کیے ہیں اس کے چہرہ کی سیدھ سے ایک خط زاویہ قائمہ پر افق تک کعبہ پر گذرتا ہوا فرض کیا جائے اور ایک دوسرا خط اس خط کو دو زاویہ قائمہ پر اس شخص کے داہنے بائیں قطع کرے تو یہ خط دوسرا جو کعبہ کے مقابل ہوگا جہت کعبہ کی ہوگی کذا فی المنح ہم جہت کے معنوں میں شارح نے اختصار کو کام فرمایا جس سے مراد کا سمجھنا دشوار ہو گیا اس لیے تعریف جہت کی ایسی طرح پر کرنی جس سے مقصود معلوم ہو جائے ضروری ہے معراج میں جہت کی تعریف یہ لکھی ہے کہ جہت کعبہ وہ طرف ہے کہ جب آدمی اس کی طرف منہ کرے تو کعبہ کا یا اس کی ہوا کا مقابل تحقیقًا ہو جائے یا تقریبًا اور مقابلہ تحقیقی سے یہ غرض ہے کہ اگر ایک خط اس کے چہرہ کی سیدھ سے افق پر عمود کھینچا جائے تو وہ کعبہ پر یا اس کی ہوا پر گذرے اور تقریبی مقابلہ یہ ہے کہ خط مذکور کعبہ یا اس کی ہوا سے منحرف ہو مگر نہ اس قدر کہ اس سے بالکل مقابلہ جاتا رہے بلکہ کسی قدر چہرہ کی سطح کعبہ کے یا اس کی ہوا کے مقابل باقی رہے اب جہت کے معلوم کرنے کے دو طریق ہیں ایک وہ کہ شارح نے مختصر طور پر ذکر کیا جس کو ہم تشریح سے لکھتے ہیں فرض کرو کہ نقطہ د پر ایک نمازی ہے جس کی پیشانی سے ایک عمود افق پر نکالا جاتا ہے تو وہ کعبہ کی دیوار خواہ اس کی ہوا پر نقطہ ج میں ملاقی ہو اس خط د ج پر اگر ایک عمود نمازی کے داہنے بائیں نکالو مثلاً اب تو خط اب جہت کعبہ کی ہوگی یعنی جو شخص اس خط پر سوائے نقطہ د کے کسی جگہ داہنے یا بائیں ہو جائے گا تو وہ تقریبًا مقابل کعبہ کا یا اس کی ہوا کا ہوگا اس لیے کہ تھوڑے فاصلہ میں تو ذرا سا داہنے بائیں سرکنے سے مقابلہ جاتا رہتا ہے اور جب فاصلہ زیادہ ہوتا ہے تو اسی کے مناسب سرکنے سے مقابلہ جاتا ہے تھوڑا سا داہنے بائیں ہونے سے نہیں جاتا مثلاً چاند جو لوگوں سے بہت دور ہے تمام شہروں کے آدمیوں کو یکساں معلوم ہوتا ہے یعنی اگر ایک کے سر پر ایک جگہ ہوگا تو اس وقت سب شہر کے لوگوں کو ہر جگہ سر پر ہی معلوم ہوگا اسی طرح کعبہ کا فاصلہ جب بہت دور ہوتا ہے تو مقابلہ تحقیقی کے مقابل سے ادھر ادھر ٹل جانے سے مقابلہ زائل نہیں ہوتا اور یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کے اکثر شہروں کی مسجدیں ایک سمت کو ہیں۔

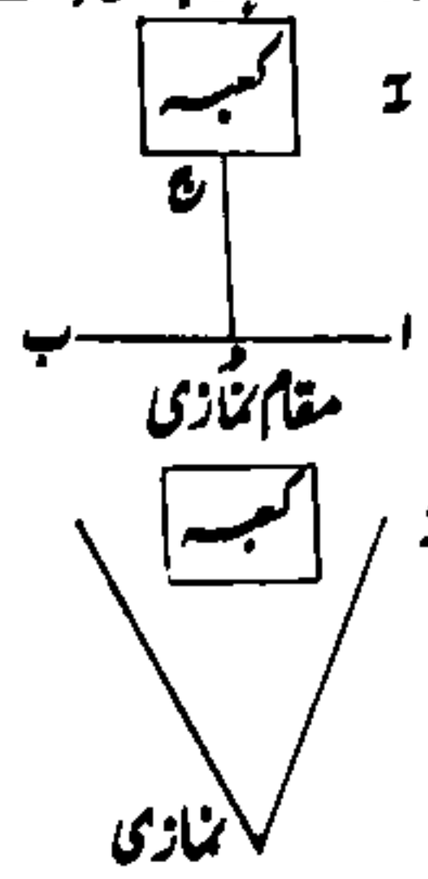

I

دوسرا طریق جہت معلوم کرنے کا یہ ہے کہ نمازی کی آنکھوں کے بیچ سے دو خط ایسے کھینچے جائیں کہ وہ ایک دوسرے سے مل کر زاویہ قائمہ سے کم بنائیں تو اگر کعبہ ان دونوں خطوں کے درمیان میں واقع ہوگا تو مقابل زائل نہ ہوگا ورنہ زائل ہوگا اس کی صورت یہ ہے کذا فی الشامی تنبیہ: قلت فہذا معنی الیمین والیسار فی عبارۃ الدرر فتنبہ میں کہتا ہوں کہ یہی معنی ہیں داہنے بائیں ہٹنے کے درر کی عبارت میں تو اس کو خوب دیکھ بھال لے کہ مطلب دقیق ہے ہم یعنی درر کا یہ مطلب نہیں کہ کعبہ کو دہنی طرف کرلے یا بائیں طرف کہ اس صورت میں قطعًا مقابلہ جاتا رہے گا بلکہ مراد یہ ہے کہ خط جہت پر داہنے بائیں ہونے سے مقابلہ بنا رہتا ہے جیسا ہم نے اوپر بیان کیا جہت کے طریق اول میں وتعرف بالدلیل اور قبلہ پہچانا جاتا ہے اس علامت سے جو قبلہ کو بتائے وہو فی القری والامصار محاریب الصحابۃ والتابعین وفی المفاوز والبحار النجوم کالقطب اور علامت قبلہ شہروں اور گاؤں میں مسجدیں صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم کی ہیں

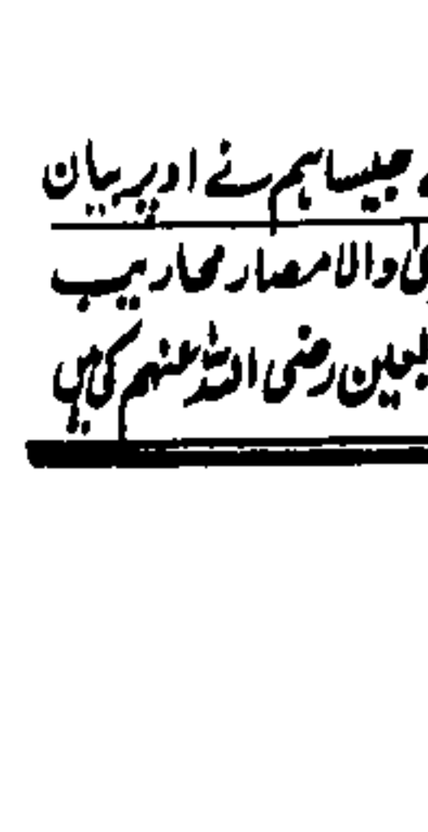

II

Marfat.com

اور جنگلوں اور سمندروں میں ستارے ہیں جیسے قطب یعنی جس جگہ مسجدیں قدیم موجود ہوں وہاں سمت قبلہ کی ان سے معلوم ہو سکتی ہے ورنہ قطب وغیرہ ستاروں سے مثلاً ہندوستان کے اکثر شہروں میں قطب نمازی کے دہنے شانہ پر رہتا ہے تو رات کو ہر جگہ اس سے سمت قبلہ معلوم ہو سکتی ہے والا فمن الاہل العالم بہا ممن لو صاح بہ سمعہ اور نہیں تو اس جگہ کے باشندہ قبلہ کے جاننے والے سے پوچھا جائے اور باشندہ ان میں سے ہو کہ اگر نمازی اس کو زور سے پکارے تو وہ اس کی پکار سن لے ھم یعنی اگر نہ مسجدیں ہوں نہ قطب سے حال کھلے نہ کوئی آلہ مثل قبلہ نما کے پاس ہو تو سمت قبلہ کو اس جگہ کے باشندے سے پوچھنا چاہیے اس سے پوچھنے میں دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ قبلہ کا جاننے والا ہو نہر الفائق میں کہا کہ اس کے ساتھ یہ بھی چاہیے کہ مقبول الشہادۃ ہو تو اس سے معلوم ہوا کہ ذمی اور جاہل کا کہنا اس باب میں مفید نہیں دوسرے یہ کہ نمازی کی پکار سنے طحطاوی نے کہا کہ ممن لو صاح بدل پڑا ہے اہل سے والمعتبر فی القبلۃ العرصۃ لا البناء فہی من الارض السابعۃ الی العرش اور قبلہ کے باب میں معتبر کشادگی اور میدان کعبہ ہے نہ اس کی عمارت تو وہ کشادگی ساتویں زمین سے لیکر عرش تک ہے طحطاوی نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص زمین کے اندر گہرے کنویں میں یا اونچے پہاڑوں پر نماز پڑھے گا تو اس کی نماز درست ہوگی جیسے کعبہ کی چھت پر نماز جائز ہے پس اگر قبلہ عمارت ہوتی تو نماز صحیح نہ ہوتی وقبلۃ العاجز عنہا لمرض وان وجد موجہا عند الامام او خوف مال وکذا کل من سقط عنہ الارکان جہۃ قدرتہ ولو مضطجعا بایماء لخوف رؤیۃ عدو اور قبلہ اس شخص کا جو کسی مرض کے سبب سے قبلہ رخ ہونے سے عاجز ہو گو کسی قبلہ رخ کر دینے والے کو پاوے امام کے نزدیک یا مال کے چوری جانے وغیرہ کے خوف سے قبلہ کی طرف ہونے سے عاجز ہو اسی طرح ہر شخص جس سے ارکان نماز ساقط ہو گئے ہوں ہر ایک کا قبلہ اس کی قدرت کی جہت ہے یعنی جدھر کو پڑھ سکتا ہو پڑھے قبلہ رخ ہونا لازم نہیں اس لیے کہ خود کعبہ تو مقصود ہی نہیں اور امتحان ایسی صورت میں بھی حاصل ہے اگرچہ دشمن کے دیکھنے کے خوف سے نماز لیٹ کر اشارہ سے پڑھے ھم امام کے نزدیک اس لیے کہا کہ صاحبینؒ کے نزدیک اگر دوسرے کی مدد سے قبلہ رخ ہو سکتا ہو اور دوسرا اس کے پاس موجود ہو تو اس کو جہت قدرت کی طرف نماز درست نہ ہوگی اور جس سے ارکان نماز کے ساقط ہو گئے ہوں اس کی مثال بوڑھا آدمی ہے جو پیری کے ضعف سے قیام وقعود نہیں کر سکتا تو اس سے قبلہ رخ ہونا بھی ساقط ہے اور ایک مثال شارح نے سقوط ارکان کی دشمن کے دیکھ پانے کے خوف سے بیان کی ہے یعنی اگر آدمی کو خوف ہو کہ کھڑا ہونے یا بیٹھنے سے دشمن دیکھ لے گا تو اس پر سے ارکان ساقط ہو جائیں گے لیٹ کر اشارہ سے نماز درست ہوگی تو ایسے شخص سے استقبال قبلہ بھی ایسی صورت میں ساقط ہے کذا فی البحر ولم یرد لان الطاعۃ بحسب الطاقۃ اور اس نماز کا اعادہ نہ کرے اس لیے کہ طاعت موافق طاقت کے ہوتی ہے یعنی یہ عذر آسمانی ہیں کسی مخلوق کی جہت سے نہیں یعنی مرض اور پیری وغیرہ کسی کے کرنے سے نہیں ہوتی یہاں تک کہ خوف بھی کسی کے کرنے سے پیدا نہیں ہوتا اس لیے ان عذروں میں نماز کا دوبارہ پڑھنا نہیں کذا فی الشامی وتحری ہو بذل المجہود لنیل المقصود عاجز عن معرفۃ القبلۃ بامر اور تحری کرے وہ شخص جو عاجز ہو قبلہ معلوم کرنے سے بذریعہ ان امور کے جو پیشتر گذرے یعنی نہ مسجد ہو نہ ستارہ نہ کوئی بتانے والا شارح نے کہا کہ تحری کے معنی ہیں کوشش کا کرنا مقصود حاصل کرنے کے لیے اور مراد تحری سے یہاں اٹکل کرنا اور قیاس دوڑانا ہے یعنی اگر مسجد وغیرہ سے قبلہ کا پتا نہ معلوم ہو تو نمازی اٹکل سے کوئی سمت قبلہ ٹھہرلے فان ظہر خطاؤہ لم یعد لما مر پس اگر نماز کے بعد اٹکل میں خطا ظاہر ہو تو نماز کو دوبارہ نہ پڑھے اس وجہ سے کہ پیش تر گذری یعنی طاعت بحسب طاقت ہوتی ہے اس نے نماز پڑھنے میں وہ امر کر لیا تھا جو اس کی طاقت میں تھا وان علم بہ

Marfat.com

فی صلوتہ او تحول رأیہ ولو فی سجود السہو استدار وبنی اور اگر اپنی خطا کو نماز کے اندر جانا یا اس کی رائے بدل گئی اگرچہ سہو کے سجدوں میں بدلی ہو تو اسی وقت پھر جاوے اور بنا کرے یعنی اگر نماز کے اندر رائے بدل گئی کہ قبلہ اس طرف نہیں دوسری طرف ہے تو دوسری طرف فوراً پھر جاوے اگر ایک رکن کے موافق توقف کرے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی کذا فی الشامی اور بنا کرے اس کا مطلب یہ ہے کہ بقیہ رکعات کو پورا کرے از سر نو نماز نہ پڑھے یعنی رائے کی غلطی سے پہلے کی نماز جاتی نہیں رہی وہ بھی قائم ہے باقی کو اسی پر بنا کر لے حتی لو صلے کل رکعۃ لجہۃ جاز ولو بمکۃ او مسجد مظلم حتی کہ اگر ہر رکعت کو جداگانہ جہت کو پڑھے گا تو نماز درست ہو گی اگرچہ نمازی مکہ میں ہو یا کسی مسجد تاریک میں ہم صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص کو قبلہ معلوم نہ تھا اس نے ایک طرف اٹکل سے ایک رکعت پڑھی دوسری رکعت میں اس کی اٹکل دوسری طرف ہو گئی تو دوسری رکعت اس طرف کو ادا کی اسی طرح نماز کے آخر تک تو یہ نماز جائز ہے اور مکہ میں ہونے کی یہ صورت ہے کہ مکہ میں مقید ہو اور ایسا شخص پاس نہ ہو جس سے قبلہ دریافت کرے پھر اٹکل سے نماز پڑھے اور اس میں خطا ظاہر ہو کذا فی الشامی ولا یلزمہ قرع الابواب ومس جدران اور لازم نہیں نمازی کو لوگوں کے دروازوں کا ٹھونکنا کہ کوئی قبلہ بتا دے اور دیواروں کو ٹٹولنا کہ محراب قبلہ معلوم ہو جاوے یعنی اندھیری رات میں اگر مسجد میں جاوے اور قبلہ نہ سوجھے تو اٹکل کر لے لوگوں کے پاس قبلہ پوچھتا نہ پھرے اور نہ دیواروں کو ٹٹولے صاحب مفتاح نے کہا کہ یہ حکم بعض مسجدوں میں ہو سکتا ہے مگر اکثر میں تو محراب قبلہ اندھیری میں بھی معلوم ہو جاتی ہے تو ایسی مسجدوں میں اٹکل نہ کرے کذا فی الشامی ولو اعمی فسواہ رجلٌ نبی ولم یقتد الرجل بہ اور اگر نمازی اندھا ہے اور اس کو کسی شخص نے سیدھا قبلہ کی طرف کر دیا تو وہ اندھا نماز کو پہلی ہی نماز پر بنا کرے اور سیدھا کرنے والا شخص اندھے کا اقتدا نہ کرے اس لیے کہ اس کو معلوم ہو گیا کہ شروع کی نماز اندھے کی قبلہ رخ نہیں تھی ولا بمتحر تحول اور نہ اس اٹکل کرنے والا کا اقتدا کرے جو ایک طرف کو ترک کر کے نماز کے اندر ہی دوسری طرف پھر گیا ہو شامی نے کہا کہ اس میں یہ قید ہے کہ مقتدی امام کا پہلا حال جانتا ہو اور اگر پہلا حال اس کو معلوم نہ ہو تو اقتداء میں کچھ خرابی نہیں ولو ائتم متحر بلا تحر لم یجز ان اخطأ الامام اور اگر کسی تحری کرنے والے کا اقتداء کیا بدون تحری کے تو اگر امام نے تحری میں غلطی کی ہو گی تو اقتداء درست نہ ہو گا اس لیے کہ اشتباہ کی صورت میں بدون تحری کی نماز جب ہی درست ہوتی ہے کہ ٹھیک قبلہ کی طرف ہو مگر امام کی نماز درست ہے کہ اس نے تحری کے بعد پڑھی ولو سلم فتحول رای مسبوق ولاحق استدار المسبوق واستانف اللاحق اور اگر امام نے سلام پھیرا پھر رای مسبوق اور لاحق کی بدل گئی یعنی ان کی رائے میں قبلہ اور طرف ٹھہرا تو مسبوق اپنی رائے کی سمت کی طرف پھرے اور نماز پوری کرے اور لاحق نماز از سر نو پڑھے ہم مسبوق وہ مقتدی ہے کہ ایک یا زیادہ رکعت اس کو نہ ملی ہو اس کو پھرنے کا حکم اس لیے ہوا کہ وہ باقی نماز کے پڑھنے میں مثل منفرد کے ہے تو جیسے منفرد کو نماز کے اندر رائے بدل جانے سے پھرنا پڑتا ہے ویسے ہی مسبوق کو پھرنا ہو گا اور لاحق وہ ہے جو شروع نماز سے امام کا شریک متابع میں مثلاً وضو کے جانے یا اور کسی عذر سے کچھ نماز امام کے ساتھ نہ ملی آخر میں پھر شریک ہو گیا تو اس کا حکم یہ ہے کہ نماز از سر نو پڑھے اس لیے کہ باقی نماز میں یہ حکماً امام کے پیچھے ہے تو جیسے مقتدی امام کے پیچھے ہوا اور اس کو معلوم ہو کہ قبلہ امام کے منہ کی طرف نہیں دوسری طرف کو ہے تو وہ اپنی نماز کی اصلاح نہیں کر سکتا اس لیے کہ اگر دوسری طرف کو منہ پھیرتا ہے تو امام کی مخالفت لازم آتی ہے جو نماز کی مفسد ہے اور اگر نہیں پھیرتا تو جان بوجھ کر قبلہ کے سوا اور طرف کو نماز پڑھتا ہے یہ بھی مفسد نماز ہے تو یہی حال لاحق کا بھی ہے جب نماز کی اصلاح گھومنے سے نہیں ہو سکتی اس لیے از سر نو پڑھے کذا فی الشامی ملخصاً ومن لم یقع تحریہ علی شیٔ صلی لکل جہۃ مرۃ احتیاطاً اور جس کی اٹکل کسی طرف کو نہ ہو بلکہ سب طرفیں قبلہ ہونے میں اس کے نزدیک برابر ہوں تو وہ ہر

Marfat.com

طرف کو ایک نماز پڑھے بلحاظ احتیاط کے ہم جب نمازی قبلہ کے لیے چاروں طرف اٹکل دوڑائے اور کسی طرف نہ جمے تو اس میں تین قول ہیں ایک یہ کہ نماز میں تاخیر کرے جب تک کہ ایک طرف قبلہ اس کے غلبہ میں ظاہر ہو دوسرے یہ کہ چاروں طرف ایک ایک نماز پڑھ لے تیسرے یہ کہ اس کو اختیار ہے چاہے تاخیر کرے چاہے چار نمازیں پڑھے مگر فتاوی عالم گیری میں مضمرات سے نقل کیا ہے کہ زیادہ درست دوسرا قول ہے اسی لیے شارح نے اس کو اختیار کیا اور شرح منیہ میں بھی اسی کو احوط کہا ہے کذا فی الشامی ملخصاً ومن تحول رایہ لجہۃ الاولی اور جس شخص کی رائے پہلی طرف کو پھر جائے وہ اسی طرف کو پھر جائے یعنی کچھ نماز ایک طرف کو تحری کے بعد پڑھی پھر نماز میں دوسری طرف قبلہ کی معلوم ہوئی اور اس طرف کو پھر گیا اس کے بعد پھر اول جانب پر رائے آگئی تو اسی طرف کو ہو جائے اور خلاصہ میں ایک قول یہ ہے کہ از سر نو پڑھے مگر تاتارخانیہ اور قہستانی نے اول قول کو مقدم کہا ہے اور طحطاوی اور شامی نے بھی اس کو اوجہ ذکر کیا ہے ومن تذکر ترک سجدۃ من الاولی استانف اور جس شخص کو پہلی رکعت کا سجدہ چھوٹ جانا یاد آیا وہ از سر نو نماز پڑھے ہم صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص نے تحری کے بعد ایک رکعت ایک جانب کو پڑھی پھر رائے بدل گئی دوسری رکعت دوسری طرف کو پڑھنے لگا اسوقت یاد آیا کہ پہلی رکعت کا سجدہ نہیں کیا تو نماز کو پھر سے پڑھے اس لیے کہ اگر سجدہ مذکور اس جانب کو کرتا ہے جدھر دوسری رکعت پڑھتا ہے تو سجدہ قبلہ کی طرف نہ ہوگا اس لیے کہ پہلی رکعت کا قبلہ یہ طرف نہ تھی اور یہ سجدہ رکعت مذکور کا جز ہے اور اگر پہلی رکعت کے قبلہ کی طرف کو کرتا ہے تو جو طرف اب اس کے نزدیک قبلہ ہے اس سے پھرنا لازم آتا ہے اس لیے نماز از سر نو پڑھے کذا فی الشامی وان شرع بلا تحر لم یجز وان اصاب لترکہ فرض التحری اور جو شخص کہ قبلہ معلوم کرنے سے عاجز ہے اگر وہ نماز کو بدون تحری کے شروع کرے گا تو شروع درست نہ ہوگا اگرچہ ٹھیک کی طرف کو پڑھتا ہو اس لیے کہ اس نے فرض تحری کو چھوڑ دیا یعنی درصورت اشتباہ قبلہ کے تحری فرض تھی اس کو اس نے چھوڑ دیا الا اذا علم اصابۃ بعد فراغہ فلا یعید اتفاقاً مگر جب اپنے فارغ ہونے کے بعد ٹھیک قبلہ کو ہو جانے تو دوبارہ نماز نہ پڑھے بالاتفاق بخلاف مخالف جہۃ تحریہ فانہ یستانف مطلقاً بخلاف جہت تحری کے سوا اور طرف پڑھنے والے کے کہ وہ از سر نو پڑھے ہر حال میں یعنی اگر تحری ایک طرف پر ہوئی اور اس نے دوسری طرف نماز پڑھی تو نماز کو پھر سے پڑھے ہر حال میں یعنی خواہ نماز میں جانے کہ ٹھیک قبلہ کی طرف پڑھی یا خطا کی یا بعد نماز کے جانے یا کچھ بھی معلوم نہ ہوا اور امام اعظم سے مروی ہے کہ اس شخص پر خوف کفر ہے کذا فی الشامی لصل علی انہ محدث او تو بہ نجس او الوقت لم یدخل فبان بخلافہ لم یجز جیسے نماز پڑھنے والا اس گمان سے کہ وہ بے وضو ہے یا اس کا کپڑا ناپاک ہے یا وقت نہیں آیا پھر اس کا خلاف معلوم ہوا تو اس کی نماز درست نہ ہوگی وہ بھی نماز از سر نو پڑھے وجہ ناجائز ہونے کی یہ ہے کہ اس کے عندیہ میں نماز فاسد ہو چکی ہے تو اب خلاف ظاہر ہونے سے جائز نہ ہوگی کذا فی الطحطاوی صلی جماعۃ عند اشتباہ القبلۃ فلو لم تشتبہ ان اصاب جاز بالتحری مع امام وتبین انہم صلوا الی جہات مختلفۃ ومن تیقن منہم مخالفۃ امام فی الجہۃ او تقدمہ علیہ حالۃ الاداء اما بعد فلا یضر لم تجز صلوا تہ ایک جماعت نے نماز پڑھی قبلہ کے مشتبہ ہونے کے وقت تحری سے ایک امام کے ساتھ اور ظاہر ہوا کہ انھوں نے مختلف سمتوں کی طرف نماز پڑھی تو جس شخص کو ان میں سے یقین ہوا حالت ادا میں یعنی علیہ ظن ہوا کذا فی العینی کہ اس نے امام کے مخالف جانب نماز پڑھی یا امام سے آگے بڑھنے کا یقین ہوا تو اس کی نماز درست نہ ہوگی اور بعد ادا کے مخالفت کا حال معلوم ہونا اس کو مضر نہیں شارح نے کہا کہ اگر قبلہ مشتبہ نہ تھا تو اگر نمازی ٹھیک طرف کو پڑھے گا تو درست ہوگی یعنی اگر کوئی ایسا شخص موجود تھا جس سے قبلہ پوچھ لینا ممکن تھا مگر بدون دریافت کے تحری سے نماز پڑھی تو اگر ٹھیک قبلہ کی طرف کو پڑھی ہوگی تو درست ہوگی ورنہ درست

Marfat.com

نہ ہوگی شامی نے کہا کہ حالۃ الاداء ظرف ہے تیقن مخالفت کا اور تقدم کو اس سے کچھ علاقہ نہیں اس لیے کہ آگے بڑھنے سے تو نماز ہر صورت سے درست نہیں خواہ حالت ادا میں آگے بڑھنا معلوم ہو خواہ ادا کے بعد لاعتقادہ خطاء امامہ ولترکہ فرض المقام حالت ادا میں امام کی مخالفت معلوم کرنے والے کی نماز اس لیے نہ ہوگی کہ اس کو اپنے امام کے چوکنے کا اعتقاد ہے یعنی اپنے عندیہ میں امام کو خطا پر سمجھتا ہے پھر اس کا اقتداء کیسے ہوگا اور آگے بڑھنے کو معلوم کرنے والے کی نماز اس وجہ سے نہ ہوئی کہ اس نے مقام کے فرض کو ترک کیا یعنی اس کو امام کے پیچھے کھڑا ہونا فرض تھا آگے بڑھنے سے یہ فرض چھوٹ گیا شامی اور طحطاوی نے کہا کہ لاعتقادہ الخ نشر مرتب ہے ومن لم یعلم ذلک فصلوتہ صحیحۃ اور جس شخص کو حال مخالفت امام اور آگے بڑھنے کا معلوم نہ ہوا تو اس کی نماز درست ہے کما لو لم تتعین الامام بان رای رجلین یصلیان فاتم بواحدٍ لا بعینہ جیسے امام کو متعین نہ کرنے سے نماز درست نہیں اس طرح کہ دو شخصوں کو نماز پڑھتے دیکھا اور ایک غیر معین کا اقتداء کر لیا تو صحیح نہ ہوگا مم ظاہر عبارت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تشبیہ صحت نماز کی ہو حالانکہ تشبیہ عدم جواز کی ہے تو شارح کو مناسب تھا اس کو لم تخز صلوۃ کے بعد ذکر کرتا کذا فی الطحطاوی فروع مسائل ملحقہ شارح کے شامی نے کہا کہ اگر شارح ان مسائل کو متصل نیت کے بیان کرتا یعنی پیش تر استقبال قبلہ سے تو بہتر ہوتا النیۃ عندنا شرط مطلقاً نیت ہمارے نزدیک شرط ہے سب عبادتوں میں یعنی کسی عبادت میں رکن نہیں بلکہ سب میں شرط ہے البتہ تکبیر تحریمہ میں اختلاف ہے کہ اس کو بعض نے رکن بھی کہا ہے مگر معتمد یہی ہے کہ وہ شرط ہے ولو عقبہا بمشیئۃ فلو مما یتعلق بالقولِ کطلاقٍ وعتاق بطل والا لا اور اگر الفاظ نیت کہہ کر انشاء اللہ کہا تو اگر نیت کی ہوئی چیز ان کاموں سے ہوگی جو زبانی قولوں سے متعلق ہیں چنانچہ طلاق اور آزادی تو انشاء اللہ کہنے سے وہ باطل ہو جائیں گے لیس لنا من ینوی خلاف ما یؤدی الا علی قول محمد فی الجمعۃ وہو ضعیف ہم حنفیوں کے نزدیک ایسا کوئی نہیں جو نیت کچھ کرے اور ادا کچھ کرے مگر امام محمد کے قول پر جمعہ میں ایسی صورت ممکن ہے اور وہ قول ضعیف ہے مم صورت جمعہ کے مسئلہ کی اس طرح ہے کہ ان کے نزدیک جمعہ نہیں ہوتا جب تک کہ نمازی کو ایک رکعت نہ ملے تو اگر کسی شخص نے دوسری رکعت کے رکوع کے بعد جمعہ میں امام کا اقتدا کیا تو وہ یہ فرماتے ہیں کہ مقتدی جمعہ کی نیت کرے اور بعد امام کے فارغ ہونے کے ظہر کی نماز پوری کرے پس اس صورت میں نیت تو کچھ اور تھی یعنی جمعہ کی اور ادا دوسری چیز کی یعنی نماز ظہر اس صورت کے سوا دوسری ایسی نہیں کہ نیت اور کچھ ہو اور ادا اور کچھ کذا فی الشامی المعتمد ان العبادۃ ذات الافعال تنسحب نیتہا علی کلہا قول معتمد یہ ہے کہ عبادت بہت سے فعلوں والی کی نیت ان سب افعال پر کھنچ جاتی ہے یعنی اس کے ہر فعل و رکن کے لیے جدا جدا نیت ضرور نہیں ایک نیت شروع میں کافی ہے جیسے اس عبادت میں کہ ایک ہی فعل ہو چنانچہ روزہ بلا خلاف اس کے اول میں نیت کر لینا کافی ہے افتتح خالصا ثم خالط الریاء اعتبر السابق شروع کیا عمل کو اخلاص کے ساتھ پھر اس عمل میں ریا کا یعنی نمود کا خلط ہو گیا تو اعتبار سابق کا ہوگا یعنی عمل اخلاص کے ساتھ ہی رہے گا مم شامی نے کہا کہ اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ نماز قابل قسمت نہیں تو ایسا نہیں ہو سکتا کہ بعض خالص خدا تعالیٰ کے لیے ہو اور بعض غیر کے لیے ہاں اگر بعض کو دکھانے کے لیے بنا سنوار کر پڑھے گا تو اس بنانے اور سنوارنے کا کچھ ثواب نہ پاوے گا والریا انہ لو خلا عن الناس لا یصلی اور ریاء کامل یہ ہے کہ اگر نمازی لوگوں سے علیحدہ ہوتا تو نماز نہ پڑھتا فلو معہم یحسنہا ووحدہ لا فلہ ثواب اصل الصلوۃ پس اگر لوگوں کے ساتھ ہو کر نماز کو اچھی طرح پڑھے اور تنہا اچھی طرح نہ ادا کرے تو اس کو اصل نماز کا ثواب ملے گا اچھی طرح پڑھنے کا ثواب نہ ملے گا بظاہر یہ حکم فرض اور نفل دونوں کو شامل ہے کذا فی الطحطاوی ولا یترک لخوف دخول الریاء لانہ امر موہوم اور نماز یا دوسرے کام کو نہ چھوڑے ریا کے داخل ہونے کے خوف سے ریا کا داخل ہونا ایک وہمی بات ہے تو وہمی بات کے لیے نیک کام کیوں چھوڑا جائے

Marfat.com

ولاریا فی الفرائض فی حق سقوط الواجب اور نمود نہیں ہے فرضوں میں واجب کے ساقط ہونے کے باب میں یعنی ریا فرض کو باطل نہیں کرتا اور فقیہ ابواللیث نے نوازل میں اپنے بعض اساتذہ کا قول نقل کیا ہے کہ مذہب مستقیم یہ ہے کہ ریا اصل ثواب کو کھوتا نہیں بلکہ زیادتی ثواب کو فوت کرتا ہے تو اگر کوئی شخص ریا کے ساتھ نماز پڑھ لے گا تو اس کے ذمہ سے واجب ساقط ہو جائے گا بسبب پائے جانے شرائط اور ارکان نماز کے کذا فی الشامی قیل لشخص صل الظہر ولک دینار فصلی بہذہ النیۃ ینبغی ان تجزیہ ولا یستحق الدینار ایک شخص سے کہا گیا کہ ظہر کی نماز پڑھ لے تجھ کو ایک دینار ملے گا سو اس نے اسی ارادہ سے نماز پڑھی تو چاہیے کہ یہ نماز اس کو کافی ہو اور وہ مستحق دینار کا نہ ہو ہم نماز کا کافی ہونا تو اس وجہ سے ہے کہ فرض میں ریا کو دخل نہیں اور دینار کا استحقاق اس وجہ سے نہ رہا کہ نماز اس کے ذمہ واجب تھی واجب چیز پر اجرت کا استحقاق نہیں ہوتا مثلاً باپ اپنے بیٹے کو اپنی خدمت کے لیے نوکر رکھے تو بیٹا کچھ نوکری کا مستحق نہ ہوگا اس لیے کہ باپ کی خدمت اس پر واجب ہے کذا فی الشامی الصلوٰۃ لارضاء الخصوم لا یفید بل یصلی للہ تعالیٰ فان لم یعف خصمہ اخذ من حسناتہ نماز کا پڑھنا دشمنوں کے راضی کرنے کے لیے مفید نہیں بلکہ نماز اللہ تعالیٰ کے واسطے پڑھے پھر اگر اس کا دشمن اپنا حق معاف نہ کرے گا تو آخر میں اس کی نیکیوں میں سے لے کر حق دار کو حوالہ کیا جائے گا ہم شارح نے اس نماز کے جواز اور عدم جواز کو ذکر نہ کیا بلکہ یہ کہا کہ مفید نہیں لیکن مختارات النوازل میں کہا کہ ایسی نماز درست نہیں یعنی اگر نماز اس نیت سے پڑھے کہ خدا کے واسطے پڑھتا ہوں تاکہ وہ حق داروں کو مجھ سے راضی کر دے تو درست نہ ہوگی اس لیے کہ بدعت ہے کذا فی الشامی جاء انہ یوخذ لہ ثواب سبعمائۃ صلوٰۃ بالجماعۃ بعض کتب آسمانی میں آیا ہے کہ ایک دانگ کے لیے ثواب سات سو نماز باجماعت کا لیا جائے گا ہم دانگ درہم کے چھٹے حصے کو کہتے ہیں اور نماز باجماعت سے غرض فرائض ہیں کہ جماعت انہیں میں ہوتی ہے یعنی اگر کسی کا حق ایک دانگ دوسرے کے ذمہ ہوگا جو حال کے سکہ کے اعتبار سے پون آنے کے قریب ہوتا ہے تو اس کے عوض آخرت میں سات سو فرضوں کا ثواب ظالم سے حق دار کو دلایا جائے گا ولو ادرک القوم فی الصلوٰۃ ولم یدر افرض ام تراویح ینوی الفرض فان ہم فیہ مع والا تقع نفلاً اور اگر نمازی نے لوگوں کو نماز میں پایا اور یہ نہ جانا کہ فرض پڑھتے ہیں یا تراویح تو یہ شخص فرض کی نیت سے ان کا شریک ہو جائے پھر اگر وہ فرض ہی میں ہوں گے تو اس کا فرض بھی درست ہوگا ورنہ نماز نفل ہو جائے گی یعنی تراویح نہ ہوگی کیوں کہ تراویح بعد فرض عشاء کے ہوتی ہے کذا فی الشامی ولو نوی فرضین کمکتوبۃ وجنازۃ فللمکتوبۃ اور اگر نمازی نے نیت کی دو فرضوں یعنی فرض عین اور فرض کفایہ کی ایک ساتھ نیت کی چنانچہ فرض وقت اور جنازہ کی نیت تو یہ نیت صرف فرض وقت کی ہوگی اس لیے کہ فرض وقت قوی ہے اور حقیقت میں نماز اسی کا نام ہے کہ اس میں رکوع اور سجدہ سب ارکان ہیں بخلاف جنازہ کے ہم قاعدہ کلیہ اس طرح کی نیت کا یہ ہے کہ جب دو عبادتوں کو ایک نیت کے ساتھ جمع کرے گا تو اگر ان دونوں میں سے ایک قوی ہوگی تو نیت اسی کی ہو جائے گی اور اگر دونوں برابر ہوں گی تو نیت لغو ہوگی اور کسی میں شروع کرنے والا نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی ولو مکتوبتین فللوقتیۃ اور اگر دو فرض کی نیت کی یعنی ایک جس کا وقت موجود ہے اور ایک جس کا وقت ابھی نہیں ہوا مثلاً ظہر کے وقت میں ظہر اور عصر کے ساتھ نیت کی تو اس کی نیت ہوگی جس کا وقت ہے اس لیے کہ عصر کی نیت ظہر کے وقت میں درست نہیں اگرچہ نمازی عرفات میں ہو کیوں کہ ظہر کا مقدم کرنا عصر پر واجب ہے بسبب ترتیب کے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی ولو فائتتین فللاولی لو من اہل الترتیب اور اگر دو قضا نمازوں کی نیت کی تو اس میں سے پہلی کی نیت ہوگی بشرطیکہ نمازی اہل ترتیب سے ہو ہم اہل ترتیب اس کو کہتے ہیں جس کے ذمہ شروع فرضیت نماز سے پانچ نمازیں متصل باقی نہ ہوں تو ایسا شخص اگر دو قضا نمازوں کی ایک ساتھ نیت کرے گا تو یہ نیت پہلی کی ہوگی اس لیے کہ ترتیب والے کی دوسری نماز نہیں ہوتی جبتک

Marfat.com

پہلی کو ادا نہ کرے کذا فی الشامی والالغا فلیحفظ اور اگر صاحب ترتیب نہ ہو اور وقضا نمازوں کی ایک ساتھ نیت کرے تو یہ نیت لغو ہو گی کوئی سی نماز صحیح نہ ہو گی تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم وجہ لغو ہونے کی یہ ہے کہ ایک ساتھ تو دونوں کا ادا ممکن نہیں کیوں کہ ہر ایک کو ایک فعل علیحدہ چاہیے اور خاص ایک کا ادا ہونا ترجیح بلا مرجح سے اور صاحب ترتیب نہ ہونے سے اولویت ترتیب معتبر نہیں رہی کہ اول کی نیت ہو جاتی ہے اس لیے نیت لغو ہو گئی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی ولو فائتۃ دو قتیۃ فللفائتۃ لو الوقت متسعًا اور اگر ایک قضا نماز اور ایک وقت کی نماز کی نیت اکٹھی کی تو نیت قضا کی ہو گی بشرطیکہ وقت میں گنجائش ہو یعنی بعد قضا پڑھنے کے وقتی کو ادا کر سکے طحطاوی نے کہا کہ وقت میں گنجائش ہونے کے سوا یہ بھی شرط ہے کہ نمازی صاحب ترتیب ہو اگر صاحب ترتیب نہ ہو گا تو نیت لغو ہو جائے گی اور اگر وقت تنگ ہو گا تو نیت وقتی ہی کے لیے ہو گی خواہ صاحب ترتیب ہو یا نہ ہو ولو فرضًا ونفلًا فللفرض اور اگر فرض اور نفل کی ایک ساتھ نیت کرے گا تو نیت فرض کی ہو گی بسبب قوی ہونے فرض کے ولو نافلتین کسنۃ فجر وتحیۃ مسجد فعنہما اور اگر دو نفل نمازوں کی نیت کرے گا جیسے سنت فجر اور تحیۃ المسجد کی تو نیت دونوں کی طرف سے کافی ہو گی یعنی دونوں کا ثواب پاوے گا ولو نافلۃ وجنازۃ فنافلۃ اور اگر نفل اور جنازہ کی نیت کرے گا تو نفل ہو گی اس لیے کہ نفل حقیقت میں نماز ہے اور نماز جنازہ دعا ہے ولا تبطل بنیۃ القطع مالم یکبر بنیۃ مغائرۃ اور نماز باطل نہیں ہوتی قطع کی نیت سے جب تک دوسری نیت سے تکبیر نہ کہے ہم یعنی ایک شخص نے فرض شروع کیا پھر یہ نیت کی کہ فرض کو قطع کرتا ہوں نفل پڑھتا ہوں تو جب تک نیت نفل کے بعد اللہ اکبر نہ کہے گا تب تک اس کا فرض باطل نہ ہو گا اور نیت میں جو غیر ہونے کی قید لگائی اس سے یہ نکلا کہ اگر پہلی نیت کے موافق نیت کرے گا مثلاً ظہر کی ایک رکعت پڑھ کر پھر اس نے ظہر کی نیت بدون زبان سے کچھ کہنے کے کر لی تو پہلی رکعت باطل نہ ہو گی کذا فی الطحطاوی ولو نوی فی صلوٰتہ الصوم صح اور اگر اپنی نماز میں روزہ کی نیت کی تو درست ہے طحطاوی نے کہا کہ یہ بہتر ہے کہ جس فعل میں مشغول ہو اس کے اندر دوسری چیز میں مصروف نہ ہو۔

بَابُ صِفَۃِ الصَّلٰوۃِ یہ باب ہے نماز کی کیفیت میں شروع فی المشروط بعد بیان الشرط شروع ہی مشروط کے بیان میں بعد شرط کے یعنی اول نماز کی شرط کا بیان ہوا اب خود نماز کا بیان شروع ہوتا ہے ہی لغۃ مصدر وعرفًا کیفیۃ مشتملۃ علی فرض وواجب وسنۃ ومندوب صفت نعت میں مصدر ہے یعنی جس کے معنی ہیں بیان کرنا اس چیز کا جو موصوف میں ہے اور عرف میں صفت وہ کیفیت ہے جو شامل ہو فرض اور واجب اور سنت اور مستحب پر ہم یہ تعریف عرفی مطلق صفت کی نہیں بلکہ خاص صفت نماز کی ہے اور نیز اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ صفت نماز سے مراد صفت اجزاء نماز ہے کہ بعض اجزاء فرض ہیں اور بعض واجب اور بعض مسنون اور بعض مستحب من فرائضہا التی لا تصح بدونہا التحریمۃ قائمًا نماز کے ان فرضوں میں جن کے بدون نماز درست نہیں ہوتی ایک تکبیر تحریمہ ہے حالت قیام میں ہم تحریمہ سے مراد ذکر خالص ہے مثلاً اللہ اکبر تحریم کے معنی ہیں کسی چیز کا حرام کرنا اور چونکہ تحریمہ کے بعد نمازی پر کلام وغیرہ مباح چیزیں حرام ہو جاتی ہیں اس لیے اس کا نام تحریمہ ہوا اور فرائض میں یہ قید جو شارح نے لگائی کہ جن کے بغیر نماز درست نہیں ہوتی یہ ظاہر کرنے والی صفت ہے کیوں کہ فرضوں میں ایسا نہیں جس کے بدون نماز صحیح ہوتی ہے اور تحریمہ حالت قیام میں چاہیے اس سے معلوم ہوا کہ اگر امام کو رکوع میں پایا اور اللہ اکبر کہا تو اگر کھڑے ہونے کے قریب مقاتب تو نماز صحیح ہو گی اور جھکے ہوئے کہے گا تو درست نہ ہو گی اور اس کو پہلی شرطوں کے ساتھ اس لیے ذکر نہ کیا کہ تحریمہ نماز کے ساتھ ایسی ملی ہے جیسے دروازہ گھر سے کذا فی الشامی والطحطاوی وہی شرط فی غیر جنازۃ علی القادر بہ یقینی اور تکبیر تحریمہ شرط ہے جنازے کے سوا اور نمازوں میں اور فرض ہے قدرت والے پر یعنی گونگے

Marfat.com

اور امی پر اللہ اکبر کہنا فرض نہیں بلکہ جو کہہ سکتا ہے اس پر فرض ہے اسی پر یعنی تحریمہ کی شرط ہونے پر فتویٰ ہے نہ رکن ہونے پر جو قول ہے امام محمدؒ کا اور جنازے کو اس لیے استثنا کیا کہ اس میں یہ تکبیر رکن ہے مثل اور تکبیروں کے کذا فی الشامی فیجوز بناء النفل علی النفل وعلی الفرض وان کرہ جب تحریمہ شرط ہے تو درست ہے ایک نفل کی بنا دوسری پر اور نفل کی بنا فرض پر اگرچہ مکروہ تحریمی ہے م یعنی چونکہ تکبیر تحریمہ رکن نہیں تو اگر ایک دوگانہ نفل کے بعد دوسرے کے لیے کھڑا ہوگیا تو دونوں صحیح ہوں گے اگر تکبیر تحریمہ رکن ہوتی تو دوسری نفل بسبب فوت ہونے رکن کے جائز نہ ہوتی اور فرض پر بنا نفل اس لیے جائز ہوئی کہ فرض قوی ہے قوی پر بنا ضعیف کی ہوسکتی ہے اس کا عکس صحیح نہیں اور وجہ مکروہ ہونے ان دونوں صورتوں کی یہ ہے کہ اول تو سلام میں تاخیر ہوتی ہے دوسرے ابتداء دوسرے نفل کی تحریمہ سے نہیں ہوتی کذا فی الشامی والطحطاوی لا فرض علی فرض اونفل علی الظاہر نہیں جائز ہے بنا فرض کی دوسری فرض پر یا نفل پر موجب ظاہر مذہب کے م اس میں یہ بحث ہے کہ جب تکبیر تحریمہ شرط ہے تو چاہیے یوں تھا کہ ہر نماز کی بنا دوسرے پر جائز ہوتی جیسے کسی نماز کی طہارت سے مثلاً دوسری نماز درست ہے اسی طرح اور شرطوں کا حال ہے کہ ان میں خصوصیت خاص نماز کی نہیں پھر تحریمہ ایک فرض کی دوسری کے لیے کافی کس لیے نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ فرضوں میں معین اور جدا ہونا مطلوب ہے تاکہ عبادت علیحدہ ہو تو اگر ایک کی بنا دوسرے پر ہو تو دونوں مل کر ایک عبادت ہو جائیں جو خلاف مقصود ہے ولا تقالہا بارکان روعی لہا الشرط اور بسبب متصل ہونے تکبیر تحریمہ کے ارکان نماز کے ساتھ مراعات کی گئی ہیں اس کے لیے شرطیں م یہ جواب ہے ایک سوال مقدر کا اس کی تقریر یہ ہے کہ اگر تکبیر تحریمہ شرط ہے تو اس کے لیے شرطوں کی رعایت کیوں کی گئی ہے شرطیں تو ارکان میں ہوتی ہیں شارح نے جواب دیا کہ تکبیر میں طہارت اور استقبال قبلہ وغیرہ شرطوں کی رعایت اس لیے ہے کہ تکبیر متصل ہے قیام سے جو رکن ہے نماز کا یعنی جو شرطیں رکن میں ملحوظ ہیں وہ بوجہ اتصال تکبیر میں ملحوظ ہوئیں یہ نہیں کہ خود تکبیر کے رکن ہونے کی جہت سے ملحوظ ہوئی ہوں وقد منعہ الزیلعی اور زیلعی نے تکبیر تحریمہ کے لیے شرائط کی مراعات کا انکار کیا ہے یعنی امام شافعی جو اس کے رکن ہونے کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ جو شرطیں نماز کی ہیں وہی تکبیر کے لیے ہیں ان کے جواب میں زیلعی نے کہا ہے کہ یہ کہاں ہے کہ جو شرطیں نماز کے لیے ضرور ہیں وہی تکبیر کے لیے ہوں مثلاً ایک شخص نے نجاست کو اٹھائے تکبیر تحریمہ کی اور تحریمہ سے فارغ ہو کر نجاست ڈال دی یا شرم گاہ کھولے تحریمہ کی اور تحریمہ کے بعد تھوڑی سی حرکت سے شرمگاہ چھپالی تو نماز درست ہوگی حالانکہ نماز میں یہ امور مفسد نماز ہیں تو شرائط نماز کی رعایت تحریمہ میں نہیں ثم رجع الیہ بقولہ ولئن سلم پھر زیلعی نے مراعات شروط کی طرف رجوع کیا اپنے اس قول میں کہ اگر مراعات شروط نماز تحریمہ میں مان لیے جائیں تو ہم یہ کہیں گے کہ یہ مراعات اس لیے نہیں کہ تحریمہ رکن نماز ہے بلکہ اس وجہ سے ہے۔ کہ ادا نماز تحریمہ سے متصل ہے طحطاوی نے کہا کہ شارح نے جو زیلعی کا رجوع قرار دیا تو اس میں کلام ہے اس لیے کہ یہ قول بر سبیل فرض وتنزل ہے نہ بطور یقین اور جزم اور رجوع دوسرا کہلاتا ہے نہ پہلا نعم فی التلویح تقدیم المنع علی التسلیم اولیٰ ہاں تلویح میں ہے کہ مراعات شروط کے نہ کرنے کو رعایت شرائط کے مان لینے پر ترجیح دینا بہتر ہے یعنی یہی اچھا ہے کہ تحریمہ میں مراعات شروط نماز کا انکار کیا جائے ورنہ جو صورتیں زیلعی نے لکھی ہیں وہ بن نہ سکیں گی طحطاوی نے کہا کہ جب شارح نے زیلعی کے قول کو بلفظ رجوع بیان کیا تو اس سے یہ نکلتا تھا کہ شاید وہی قول معتمد ہوگا اس لیے تلویح کے اس جملے سے اس وہم کو دور کر دیا لکن نقول الاحتیاط خلافہ مگر ہم یہ کہتے ہیں کہ احتیاط اس کے خلاف ہے یعنی ہرچند تلویح کے قول سے ترجیح عدم مراعات کی معلوم ہوتی ہے مگر احتیاط کی صورت یہ ہے کہ مراعات شروط کو مان لیا جائے طحطاوی نے کہا کہ ظاہر عبارت بحر الرائق اور نہر الفائق اور منح الغفار سے یہ ہے کہ عدم

Marfat.com

مراعات پر اعتماد ہو وعبارۃ البرہان وانما اشترط لہا ما اشترط للصلوۃ لا باعتبار کنیتہا بل باعتبار اتصالہا بالقیام الذی ہو رکنہا اور عبارت برہان کی یہ ہے کہ تحریمہ کے لیے جو وہ چیز شرط ہوئی جو نماز کے لیے ہے تو وہ باعتبار تحریمہ کے رکن ہونے کی نہیں بلکہ اس لحاظ سے ہے کہ تحریمہ قیام سے متصل ہے جو نماز کا رکن ہے ومنہا القیام بحیث لو مدیدہ لا ینال رکتبیہ اور ایک فرض نماز کا جس کے بدون نماز نہیں ہوتی کھڑا ہونا ہے اس طرح کہ اگر کھڑا ہو اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دے تو اس کے دو گھٹنوں کو نہ پہنچیں یعنی اگر نماز میں خوب سیدھا نہ ہوگا کسی قدر جھکا ہوگا تو فرض ادا ہو جائے گا لیکن جب اتنا جھکے گا کہ ہاتھ گھٹنوں کو لگجائیں تو فرض ادا نہ ہوگا وفرضہ وواجبہ ومسنونہ ومندوبہ بقدر القراۃ فیہ اور مقدار قیام کے فرض اور واجب اور مسنون اور مستحب ہونے کی منحصر ہے اس کے اندر قرأت کی مقدار پر یعنی قیام مقدار ایک آیت کی فرض ہے اور بقدر سورۂ فاتحہ اور دوسری سورت یا تین چھوٹی آیتوں کے واجب ہے اور وتر میں اتنا قیام جس میں سورۂ اعلیٰ اور کافرون اور اخلاص پڑھی جائے مسنون ہے اور صبح میں طوال مفصل کے پڑھنے کی قدر مستحب ہے غرضیکہ نماز میں جسقدر قرأت فرض یا واجب وغیرہ ہے اور قیام بھی فرض وواجب وغیرہ ہے فلو کبر قائما فرکع ولم یقف صح لان ما اتی بہ من القیام الی ان یبلغ الرکوع یکفیہ قنیۃ پس اگر کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہا اور رکوع کیا اور رکوع کے درمیان میں وقفہ نہیں کیا تو قیام صحیح ہوگیا اس لیے کہ جتنا قیام اس نے رکوع میں پہنچنے تک کیا اسی قدر کافی ہے کذا فی القنیۃ یعنی رکوع میں جھکنے کے وقت بھی جب تک گھٹنوں تک ہاتھ نہ پہنچیں گے قیام ہی میں داخل ہے طحطاوی نے کہا کہ یہ صورت اس شخص کے حق میں ممکن ہے جس پر قرأت نہ ہو جیسے امی یا مقتدی جو امام کو رکوع میں پاوے یا کہ وہ ادنی قرأت پر اقتصار کرے ثم نظر کہ لے فی فرضٍ وملحقٍ بہ کسنۃ فجرٍ فی الاصح قیام فرض ہے فرض نماز میں اور جو فرض سے ملحق ہے چنانچہ نماز نذر و سنت فجر صحیح تر قول میں یعنی فجر کی سنتیں بعضوں کے نزدیک واجب ہیں تو ان کے وجوب کی رعایت سے جو ان کو مسنون کہتے ہیں وہ بھی قیام کو ان میں فرض کہتے ہیں خلاصہ میں ہے کہ فجر کی سنتیں بدون عذر کے بیٹھ کر جائز نہیں بالاجماع چنانچہ یہ بھی روایت ہے حسن کی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے لقادرٍ علیہ وعلی السجود قیام فرض ہے اس شخص پر جو قادر ہو قیام پر اور سجدہ پر فلو قدر علیہ دون السجود ندب ایماءہ قاعداً پھر اگر صرف قیام پر قادر ہو نہ سجدہ پر تو مستحب ہے اشارہ سے پڑھنا بیٹھ کر اس لیے کہ قیام ذریعہ[1] ہے سجدہ کا جب اصل پر قدرت نہیں تو ذریعہ کو بھی ترک کرے طحطاوی نے کہا کہ اس مسئلہ میں اشارہ سے کھڑے ہو کر پڑھنا بھی جائز ہے وکذا من یسیل جرحہ لو سجد اور اسی طرح اشارہ سے بیٹھ کر پڑھنا مستحب ہے اس شخص کو کہ اگر سجدہ کرے تو اس کا زخم بہنے لگے کیوں کہ یہ شخص بھی گویا سجدہ سے عاجز ہے اس لیے کہ سجدہ کرنے سے دھوٹتا ہے تو جب سجدہ ساقط ہوا کذا فی الحلبی وقد یتحتم القعود کمن یسیل جرحہ اذا قام او یسیل بولہ او یدور بہ رعورتہ او یضعف عن القراۃ اصلا او عن صوم رمضان اور کبھی لازم ہوتا ہے بیٹھ کر پڑھنا مثلاً کھڑے ہونے سے کسی شخص کا زخم بہنے لگے یا پیشاب جاری ہو جائے یا چوتھائی ستر کھل جائے یا قرأت سے بالکل عاجز ہو جائے یعنی قدر فرض بھی نہ پڑھ سکے یا قیام کی جہت سے رمضان کے روزہ سے عاجز ہو تو ان صورتوں میں بیٹھ کر پڑھے کیوں کہ کھڑے ہونے سے یا طہارت جاتی رہے گی یا ستر یا قرأت یا روزہ اور ان کا کوئی بدل نہ ہوگا اور قیام کو ترک کرنے سے بیٹھنا اس کا خلیفہ ہو جائے گا ولو اضعفہ عن القیام الخروج الی جماعۃ صلی فی بیتہ قائماً بہ یفتی خلافاً للاشباہ اور اگر جماعت کے لیے نکلنا نمازی کو قیام سے عاجز کر دے یعنی جماعت میں جانے سے اتنی طاقت نہیں رہتی کہ پھر کھڑا ہو کر جماعت کا شریک ہو

[1] یعنی اصل عبادت سجدہ ہے اور قیام اس کا وسیلہ ہے اور سجدہ کے اصل ہونے کی یہ وجہ ہے کہ وہ تنہا بدون قیام عبادت ہو سکتا ہے جیسے سجدہ تلاوت اور تنہا قیام عبادت نہیں اور یہیں وجہ اگر غیر اللہ کے لیے سجدہ کرے گا تو کافر ہو جائے گا بخلاف قیام کے کذا فی الطحطاوی ۱۲

Marfat.com

تو اپنے گھر میں کھڑا ہو کر نماز پڑھ لے جماعت میں نہ جاوے اس کا فتویٰ ہے اس لیے کہ قیام فرض ہے اور جماعت سنت مؤکدہ تو اس کے لیے فرض کو نہ چھوڑنا چاہیے بخلاف قول اشباہ کے ہم اشباہ میں مجتبی سے اس کی تصحیح کی ہے کہ جماعت کے لیے جاوے اور بیٹھ کر شریک ہو ومنہا القرأۃ لقادرٍ علیہا کما سیجئ اور ایک فرض نماز کا قرأت ہے اس شخص کے لیے جو قرأت پر قادر ہو چنانچہ فصل آیندہ میں مذکور ہوگا وہی رکن زائد عندالاکثر اور قرأت رکن زائد ہے اکثر فقہا کے نزدیک ہم رکن کی دو قسمیں ہیں ایک اصلی اور ایک زائد رکن اصلی وہ ہے کہ بدون ضرورت اور بدون عوض کے ساقط نہیں ہوتا مثل قیام کے اور زائد وہ ہے کہ بدون موجود ہونے ضرورت کے بھی بعض صورتوں میں ساقط ہو جاتا ہے اور اس کا کوئی قائم مقام بھی نہیں ہوتا جیسے قرأت لسقوطہ بالاقتداء بلا خلاف بسبب ساقط ہونے اس رکن کے مقتدی ہونے سے بدون نائب کے یعنی مقتدی سے قرأت ساقط ہو جاتی ہے اور اس کا خلیفہ کچھ نہیں ہوتا بخلاف ارکان کے کہ اگر وہ ساقط ہوتے ہیں تو دوسری چیز ان کا عوض ہوتی ہے مثلاً جس شخص پر سے رکوع اور سجدہ ساقط ہوتا ہے تو اشارہ ان دونوں کا قائم مقام ہوتا ہے ہم یہاں یہ اعتراض ہے کہ رکن وہ ہے جو داخل ماہیت ہو تو وہ زائد کیسے ہو سکتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ رکن ہونا اور حالت میں ہے اور زائد ہونا دوسری حالت میں یعنی جب ایسی حالت ہو کہ قرأت ہونے سے نماز ہوتی ہو اور نہ ہونے سے نہ ہوتی ہو تب تو اس کو رکن کہیں گے جیسے تنہا نماز پڑھنا اور جب ایسی حالت ہو کہ قرأت کے نہ ہونے سے نماز ہو جاتی ہے تو اس وقت اس کو زائد کہیں گے کذا فی الطحطاوی والشامی ومنہا الرکوع بحیث لو مد یدیہ نال رکبتیہ اور ایک فرض نماز کا رکوع ہے یعنی اس طرح جھکنا کہ اگر اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دے تو دونوں زانو کو پکڑ لے اس سے معلوم ہوا کہ صرف سر کا جھکانا رکوع میں کافی نہیں اور یہ صورت کھڑے ہو کر رکوع کرنے کی ہے اور اگر بیٹھ کر رکوع ہو تو پیشانی مقابل زانو کے آجانی چاہیے کذا ذکرہ ابو السعود ومنہا السجود وبحیث وقدمیہ ووضع اصبع واحدۃٍ منہما شرط اور ایک فرض نماز کا سجدہ کرنا ہے اپنی پیشانی اور دونوں قدموں سے اور ایک انگلی کا ٹکانا دونوں پاؤں سے شرط ہے سجدہ کے درست ہونے کے لیے یعنی اگر دونوں پاؤں زمین سے بالکل اٹھے رہیں گے تو سجدہ درست نہ ہوگا وتکرارہ لتعدد ثابت بالسنۃ کعدد الرکعات اور مکرر کرنا سجدہ کا متعلق عبادت ہے حدیث سے ثابت ہے مثل رکوع کے شمار کم یعنی سجدہ کے دوبارہ کرنے کی کوئی وجہ عقلی نہیں صرف متعلق بعبادت ہے اور بعضوں نے کہا کہ دوبارہ سجدہ شیطان کی مخالفت کرنے کے لیے ہوا کہ اس نے ایک بار نہ کیا ہم دو بار کرتے ہیں بحرالرائق میں کہا کہ آیت قرآنی سے سجدہ کا تکرار نہیں مفہوم ہوتا مگر حدیث اور اجماع سے ثابت ہوا جیسے شمار رکعات کا انہیں دونوں سے ثابت ہے ومنہا القعود الاخیر اور ایک فرض نماز کا قعدہ اخیرہ ہے والذی یظہر انہ شرط لانہ شرع للخروج کالتحریمۃ للشروع اور جو بات ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ قعدہ اخیرہ شرط ہے اس لیے کہ وہ مشروع ہوا ہے نماز سے خارج ہونے کو جیسے تکبیر تحریمہ مشروع ہوئی ہے نماز کے شروع کرنے کو یعنی قعدۂ آخیرہ مقصود بالذات نہیں ذریعہ خروج ہے طحطاوی نے کہا کہ یہ علت شرط ہونے کے لیے کافی نہیں کیوں کہ قیام بھی ذریعہ سجدہ کا ہے حالانکہ وہ رکن ہے نہ شرط ہم قعدہ اخیرہ میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک رکن اصلی ہے اور بعض کے نزدیک شرط اور بعض کے نزدیک رکن زائد ہے پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ فرض ہے یا واجب مگر اصح یہی ہے کہ فرض ہے اور رکن ہے درمختار فی البدائع انہ رکن زائد بحنث من حلف لا یصلی بالرفع من السجود اور بدائع میں تصریح کی ہے اس بات کی کہ قعدہ اخیرہ رکن زائد ہے اس وجہ سے کہ اگر کوئی قسم کھائے کہ نماز نہ پڑھوں گا تو اس کی قسم سجدہ سے سر اٹھانے پر ٹوٹ جاتی ہے اگر قعدہ اخیرہ رکن اصلی ہوتا تو جب تک وہ نہ ہو چکتا قسم نہ ٹوٹتی وفی السراجیۃ لا یکفر منکرہ اور سراجیہ میں ہے کہ قعدہ اخیرہ کا

Marfat.com

منکر کافر نہیں شامی نے کہا کہ مراد منکر سے اس کی فرضیت کا منکر ہے اس لیے کہ بعض کے نزدیک قعدہ اخیرہ واجب ہے اور اگر اس کی ... اصل مشروع ہونے کا منکر ہوگا تو کافر ہو جانا چاہیے کیوں کہ اس کا ثبوت حق ہے بالاجماع قدر ادنی قراءۃ التشہد الی عبدہ ورسولہ بلا شرط موالاۃ وعدم فاصل قعدہ اخیرہ فرض ہے مقدار کم سے کم تشہد پڑھنے کی عبدہ ورسولہ تک بدون شرط پیہم بیٹھنے اور فاصلہ نہ کرنے کے ہم یعنی قعدہ آخیرہ اتنی دیر کا صحیح ہوگا جس میں جلد جلد صحت الفاظ کے ساتھ التحیات پوری عبدہ ورسولہ تک پڑھ سکے اور اس قدر بیٹھنے میں پیہم ہونا اور فاصلہ نہ کرنا شرط نہیں لما فی الولوالجیۃ صلے اربعا وجلس لحفظ فظنہا تمت فقام ثم تذکر مجلس ثم تکلم فان کلا الجلستین قدر التشہد صحت والا لا موالات کی شرط اس لیے نہیں کہ ولوالجیہ میں یہ مسئلہ ہے کہ اگر ایک شخص چار رکعتیں پڑھ کر ایک لحظہ بیٹھا پھر ان کو تین رکعتیں سمجھ کر اٹھا پھر یاد کر کے بیٹھ گیا پھر بول پڑا تو اگر دونوں بار کا بیٹھنا مقدار التحیات کے ہوگا تو اس کی نماز صحیح ہوگی اور اگر اس قدر نہ ہوگا تو صحیح نہ ہوگی تو دیکھو اس صورت میں بیٹھنا پیہم نہیں بیچ میں اٹھنا بھی موجود ہے ومنہا الخروج بصنعہ کفعل المنافی لہا بعد تمامہا وان کرہ تحریمًا اور ایک فرض نماز کا باہر ہونا نمازی کا ہے اپنے کام سے چنانچہ اس کا کرنا وہ کام جو مخالف ہے نماز کے بعد پورا ہونے ارکان نماز کے اگرچہ ایسا کام کرنا مکروہ تحریمی ہے ہم مراد خروج سے بذریعہ اپنے فعل کے سلام پھیرنا ہے کہ لفظ السلام کہنا واجب ہے اور اس کی جگہ دوسرا فعل قصدًا مخالف نماز کرنا مثل کھانے اور پینے اور باتیں کرنے کے مکروہ تحریمی ہے بسبب ترک کرنے واجب یعنی لفظ سلام کے اگرچہ نماز فاسد نہیں ہوتی اور نماز کی تمامی کی قید اس لیے لگائی کہ اگر ایسا فعل قبل تمامی کے ہوگا مثلاً قعدہ سے پیشتر تو وہ بالاتفاق نماز کا مفسد ہوگا کذا فی الطحطاوی والشامی والصحیح انہ لیس بفرض اتفاقًا قالہ الزیلعی وغیرہ واقرہ المصنف وفی المجتبیٰ وعلیہ المحققون اور صحیح یہ ہے کہ خروج بصنعہ فرض نہیں باتفاق امام اور صاحبین کے کہا ہے اس کو زیلعی وغیرہ نے اور ثابت رکھا ہے اس کو مصنف نے اور مجتبیٰ میں ہے کہ اسی پر ہیں تحقیق والے ہم اپنے فعل کے ساتھ نماز سے باہر آنا امام اعظمؒ سے صراحۃ ثابت نہیں ہے کہ فرض ہے بلکہ احمد بن حسین بروعی نے ان بارہ مسئلوں سے جو مفسدات نماز کے پیشتر مذکور ہیں اور جن میں بعد تمامی ارکان نماز کے امام اعظم کے نزدیک نماز باطل ہوتی ہے اور صاحبین کے نزدیک نہیں ہوتی یہ نکالا کہ خروج بصنعہ امام کے نزدیک فرض ہے حالانکہ بروعی کی رائے غلط ہے کیوں کہ ان مسائل میں نماز کا باطل ہونا اس وجہ سے نہیں کہ خروج بصنعہ نہ پایا گیا تو ایک فرض چھوٹ گیا بلکہ اس وجہ سے بطلان ہے کہ نماز کے اندر ایسے عوارض پیش ہوتے ہیں جن سے فرض اور کا اور ہو جاتا ہے چنانچہ معلوم ہوگا کذا فی الشامی وبقی من الفروض تمییز المفروض اور ماتن نے جو فرض مذکور کیے ان میں اتنے فرض اور باقی رہے اول جدا کرنا مفروض کا حلبی نے کہا کہ تمیز مفروض سے یہ غرض ہے کہ جتنی نمازیں اس پر فرض ہیں ان کو تمیز کرے ان سے جو فرض نہیں یہاں تک کہ اگر کوئی شخص پانچ نمازوں کے فرض ہونے کو نہ جانتا ہو مگر ان کے اوقات میں ان کو پڑھ لیا کرتا ہو تو یہ پڑھنا اس کو کافی نہ ہوگا اور طحطاوی نے تمیز مفروض کے یہ معنی کہے ہیں کہ سجدہ ثانیہ کو پہلے سجدہ سے جدا کرے یعنی سجدہ اول فرض ہے تو دوسرے کو اس سے جدا کرنا چاہیے اس طرح کہ دونوں کے بیچ میں سر اٹھا دے اگر بدون سر اٹھانے کے سجدہ ثانیہ ادا کرے گا تو نماز نہ ہوگی وترتیب القیام علی الرکوع والرکوع علی السجود والقعود الاخیر علی ماقبلہ دوسرا فرض جو ماتن نے بیان نہ کیا ترتیب ہے نماز کے ارکان میں یعنی مقدم کرنا قیام کا رکوع پر اور رکوع کا سجدہ پر اور مؤخر کرنا قعدہ اخیرہ کا اس کے پیشتر کے ارکان سے حلبی نے کہا کہ اگر شارح سب کو ایک طرح پر بیان کرتا تو اچھا ہوتا یعنی یوں کہتا کہ تقدیم قیام کی رکوع پر اور رکوع کی سجدہ پر اور سجدہ کی قعدہ اخیرہ پر پس اگر اس ترتیب کے خلاف کرے گا تو نماز کا فاسد ہو جائے گی کذا فی الطحطاوی واتمام الصلوٰۃ تیسرا فرض جو ماتن کے بیان

Marfat.com

سے رہ گیا نماز کا پورا کرنا ہے یعنی ایسی طرح ادا کرنا کہ اس کا کوئی فرض نہ چھوٹے ۱۲ طحطاوی نے ابوالسعود سے نقل کیا کہ شارح کے اس قول کے بعد کہ قعدہ اخیرہ کو ماقبل کے ارکان سے مؤخر کرنا اس کی حاجت نہیں کہ نماز کے اتمام کو جدا فرض کہا جائے کیوں کہ اس سے اتمام نماز کا خود لازم آتا ہے والانتقال من رکن الی آخر چوتھا فرض ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف جانا ہے ومتابعتہ للامام فی الفروض پانچواں فرض اپنے امام کی پیروی ہے فرضوں کے اندر یعنی ہر رکن میں امام کے ساتھ یا اس کے بعد شریک ہو اس سے پیشتر ادا نہ کرے ورنہ نماز نہ ہوگی اور فرضوں کی قید اس لیے لگائی کہ اگر واجب اور سنت نمازوں میں متابعت کرے گا تو نماز فاسد نہ ہوگی کذا فی الشامی وصحہ صلوٰۃ امامہ فی رایہ چھٹا فرض یہ ہے کہ اپنے عقیدہ میں اپنے امام کی نماز کو صحیح جانتا ہو مثلاً شافعی مذہب امام نے اپنی نابالغہ یا عورت کو چھو لیا اور اس کے پیچھے کسی حنفی نے اقتداء کیا تو حنفی کی نماز درست ہوگی کیوں کہ اس کے نزدیک یہ دونوں باتیں ناقض وضو نہیں وعدم تقدمہ علیہ ساتواں فرض مقتدی کا آگے نہ بڑھنا ہے امام پر یعنی ایڑیاں امام سے آگے قبلہ کی جانب نہ بڑھیں وعدم مخالفتہ فی الجہۃ آٹھواں فرض جہت میں امام کی مخالفت نہ ہونا یعنی اقتدا اور ادا کے وقت یہ نہ جانتا ہو کہ امام کا منہ اور طرف ہے ورنہ نماز نہ ہوگی چنانچہ پہلے گذر چکا وعدم تذکر فائتہ وعدم محاذاۃ امرأۃ بشرطہما نواں فرض نہ یاد ہونا قضا نماز کا ہے اور دسواں فرض نہ برابر ہونا کسی عورت کا بموجب شرط ان دونوں کے یعنی قضا کے یاد نہ ہونے کی فرضیت میں یہ شرط ہے کہ نماز ہی صاحب ترتیب ہو اور وقت میں گنجائش ہو اور عورت کے برابر نہ ہونے میں وہ شرط ہے جو امامت کے بیان میں مذکور ہوگی وتعدیل الارکان عند الثانی والائمۃ الثلاثۃ گیارہواں فرض ارکان نماز میں تعدیل ہے امام ابو یوسف اور باقی تین اماموں شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک ہم تعدیل لغت میں برابر کرنے کو کہتے ہیں اور شرعاً اعضاء کا ساکن کرنا رکوع اور سجدہ اور قومہ اور جلسہ میں یعنی ان ارکان کو اطمینان کے ساتھ ادا کرنا چنانچہ اس کا بیان آگے آوے گا قال العینی وہو المختار واقرہ المصنف وبسطناہ فی الخزائن عینی نے کہا اور تعدیل ارکان کا فرض ہونا ہی مختار ہے اور اس کو مصنف نے ثابت رکھا ہے اور ہم نے خزائن الاسرار میں مفصل لکھا ہے وشرط فی ادائہا اسے ہذہ الفرائض اور مشروط ہے ان فرائض یعنی ارکان کے ادا کے لیے اختیار یعنی بیداری ہم شرط بصیغہ مجہول ماضی ہے اس کا نائب فاعل لفظ الاختیار بعد نظم کے مذکور ہے قلت وبہ بلغت ثمانیا وعشرین وقد نظم الشرنبلالی فی شرحہ للوہبانیۃ للتحریمۃ عشرین شرطاً ولغیرہا ثلاثۃ عشر فقال میں کہتا ہوں کہ اس شرط اختیار کے ساتھ شرطیں کچھ اور بیس یعنی اکیس ہوگئیں اور شرنبلالی نے اپنی شرح وہبانیہ میں تحریمہ کے لیے بیس شرطیں اور اس کے سوا باقی نماز کیلیے تیرہ شرطیں نظم کی ہیں چنانچہ کہا ہے ؎ شروط التحریم خطیت جمعہا ۔ مہذبۃ حسنا مدی الدہر تذکر ۔ کچھ شرطیں ہیں تکبیر تحریمہ کی بہرہ ور ہوا میں ان کے اکٹھا کر دینے سے حالانکہ وہ شرطیں آراستہ ہیں خوبی سے اور زمانہ بھر چمکتی ہیں ؎ ودخول لوقتٍ واعتقاد دخولہ وستر وطہر والقیام المحرر ۔ وہ شرطیں یہ ہیں داخل ہونا وقت فرض کا اور اعتقاد یا غلبہ ظن وقت کے داخل ہونے کا کیوں کہ دخول وقت میں شک کر کے شروع کرے گا تو کافی نہ ہوگا اور ستر عورت اور طہارت حدث سے اور بدن اور کپڑے اور مکان کی نجاست سے اور قیام تمکن کیا ہوا یعنی قدرت والے کے لیے اس طرح کھڑا ہونا کہ ہاتھوں سے گھٹنے نہ پکڑ سکے ؎ ونیۃ اتباع الامام ونطقہ بتعیین فرض اوواجب فیذکر ۔ اور نیت امام کی متابعت کی مقتدی کے حق میں اور بولنا تکبیر کا ایسی طرح کہ اپنے آپ اچھی طرح سن لے اور معین کرنا فرض یا واجب کا نیت میں کہ ظہر ہے یا عصر ادا ہے یا قضا پھر نمازی ذکر کرے یعنی اگلے شعر میں جو ذکر خالص مذکور ہے اس کو منہ سے ادا کرے ؎ بجملۃ ذکر خالص عن مرادہ ۔ وبسملۃ عریاد ان ہو یقدر ۔ بولے ایک جملہ ذکر کا جو خالص ہو اس کی حاجت

Marfat.com

سے جیسے اللہ اکبر ہے اس سے معلوم ہوا کہ اگر اللھم اغفرلی کہے گا تو تحریمہ درست نہ ہوگی کیوں کہ جملہ خالی حاجت سے نہیں اور خالص ہو وہ جملہ بسم اللہ سے کہ بسم اللہ سے بھی تحریمہ صحیح نہیں چنانچہ عنایہ میں ہے اور وہ جملہ عربی ہو اگر نمازی عربی پر قادر ہو اور اگر عاجز ہوگا تو فارسی جملہ سے بھی تحریمہ صحیح ہے شامی نے کہا کہ آگے آوے گا کہ شروع کرنا نماز کا سوائے عربی زبان کے بھی درست ہے بالاتفاق اگرچہ نمازی عربی پر قادر ہو ہاں فارسی میں قرأت صحیح نہیں ؎ وعن ترک ہاءاولہا جلالۃ ۞ وعن مدہمزات دباءٍ باکبر ۞ اور خالی ہو لفظ اللہ اکبر چھوڑنے سے ہا دی یعنی الف دوم لفظ اللہ کے اور[13] خالی ہو چھوڑنے ہاء لفظ اللہ سے اور خالی ہو دونوں ہمزوں کے مد سے یعنی نہ اللہ کے ہمزہ پر مد ہو[15] نہ اکبر کے اور[16] خالی ہو اکبر کی ب کے مد سے کہ ان باتوں سے معنی بگڑ جاتے ہیں ؎ وعن فاصل فعل کلام مبائن ۞ وعن سبق تکبیر ومثلک یعذر اور[18] خالی ہو وہ جملہ بیچ میں آنے والے فعل نماز کے مخالف سے جیسے اگر نیت کے بعد کپڑے یا بدن سے کھیل کیا پھر تحریمہ کی تو درست نہ ہوگا اور خالی ہو کلام فاصل نماز کے مخالف سے مثلاً نیت کرکے کچھ کلام دنیاوی کیا پھر اللہ اکبر کہا تو درست نہ ہوگا اور[19] خالی ہو اللہ اکبر کے پیشتر کہنے سے یعنی ایسا نہ ہو کہ اول اللہ اکبر کہے پھر نیت کرے ورنہ نیت صحیح نہ ہوگی اور مثل تیرا اے مخاطب معذور رکھتا ہے یہ جملہ ناظم نے اپنے انکسار سے کہا کہ مخاطب اگر کوئی خلل الفاظ میں دیکھے تو ناظم کا عذر قبول کرے کہ نظم میں تنگی الفاظ کی بمجبوری ہو جاتی ہے ؎ فذونک ہذی مستقیما لقبلۃ ۞ لعلک تحظی بالقبول وتشکر ۞ پس ان باتوں کو لے سیدھا[20] باندھنے والا قبلہ کی طرف یعنی شرط اخیر قبلہ رخ ہونا مع بعذر والے کے حق میں تاکہ تو بہرہ پاوے ان اشعار کے قبول کا اور شکر گذار ہو اللہ تعالیٰ کا کہ اس نے ایسی نعمت دی یا شکر گذار ہو ناظم کا کہ شروط متفرق کو نظم سے ایک جا کر دیا ؎ فجملتہا العشرون بل زید عیرہا ۞ وناظمہا یرجو الجوا فیغفر ۞ تو مجموعہ ان شرطوں کا بیس ہوا بلکہ ان کے سوا زیادہ بھی کی گئیں ہیں مثلاً مطلق نماز کی نیت اور اعتقاد طہارت کا اور تمیز مفروض اور نظم کرنے والا ان شرطوں کا توقع رکھتا ہے اللہ تعالیٰ بہت جود کرنے والے سے کہ وہی اس کی مغفرت فرمائے گا ؎ واذکی صلوۃٍ مع سلام لمصطفی ۞ ذخیرۃ خلق اللہ للذین ینصر ۞ اور عمدہ درود وسلام کے ساتھ مخصوص ہے سرور کائنات حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جو ذخیرہ ہیں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے اور دین کے مددگار ہیں ؎ والحقتہا من بعد ذاک لغیرہا ۞ ثلثۃ عشر للمصلین تظہر ۞ اور اضافہ کیا میں نے بعد بیان ان شرطوں کے تحریمہ کے سوا اور نماز کے لیے تیرہ شرطوں کو نمازیوں کے لیے ظاہر ہوتی ہیں ؎ قیامک فی المفروض مقدار آیۃ وتقرو فی ثنتین منہ تخیر اور وہ شرطیں یہ ہیں کھڑا ہونا[1] تیر بقدر ایک آیت کے فرض نماز میں اور جو فرض سے ملحق ہو یعنی واجب اور سنت فجر میں اور[2] فرض کی دو رکعتوں میں تیری قرأت لیکن تجھ کو اختیار دیا جاتا ہے کہ چاہے اول کی دو میں پڑھ چاہے پچھلی ؎ وفی رکعات النفل والوتر فرضہا ومن کان موتما فعن تلک یخطر ۞ اور نفل اور وتر کی سب رکعتوں میں قرأت فرض ہے اور جو مقتدی ہو وہ اس قرأت سے منع کیا جاتا ہے یعنی اس کے حق میں قرأت مکروہ تحریمی ہے کیونکہ امام کی قرأت اس کی قرأت ہے بموجب حدیث کے ہم نفل کی سب رکعتوں میں قرأت اس لیے فرض ہوئی کہ ہر ایک دوگانہ اسکا نماز علیحدہ ہے اور وتر بھی مشابہ سنتوں کے ہے اس اعتبار سے کہ اس کے لیے اذان و تکبیر نہیں ہوتی کذا فی الشامی ؎ وشرط سجود فالقرار لجبہۃ ۞ وقرب قعود حد فصل محرر ۞ اور سجدہ کی شرط پیشانی[1] کا ٹھہر جانا ہے یعنی ایسی طرح کہ اگر نمازی مبالغہ کرے تو اس کا سر نیچے نہ ہو جاوے جیسا کہ رکھا تھا اسی حالت پر رہے اس سے معلوم ہوا کہ اگر چاول یا سرسوں وغیرہ کے ڈھیر پر سجدہ کرے گا تو جائز نہ ہوگا ہاں اگر غلہ گون میں بھرا ہوگا تو درست ہوگا کیوں کہ اس صورت میں قرار ممکن ہے اسیطرح رہا

[1] طحطاوی نے کہا کہ سکون شین لغت ہے عشرہ بفتحتین میں اور تنوین ضرورت کے لیے ہے ۱۲

Marfat.com

اور گھٹنے برد رست نہ ہوگا لیکن اگر سر رکھنے سے زمین کی سختی محسوس ہوگی تو درست ہوگا اور بیٹھنے کے قریب ہوجانا حد فاصل دونوں سجدوں کی منقح ہوئی ہے یعنی ایک سجدہ کے بعد دوسرے کے لیے اتنا اٹھے کہ بیٹھنے کے قریب ہوجاوے تب نماز درست ہوگی اس سے معلوم ہوا کہ بعض فقہاء نے جو ادنیٰ سر اٹھانے کو حد ٹھہرایا ہے وہ قول منقح نہیں ہے س ولبعد قیام فالرکوع فسجدۃ ۔ وثانیۃ قد صح عنہا تو خر بعد قیام کے فرض رکوع ہے پھر سجدہ اور ساتواں فرض ترتیب ہے جو ناظم کے قول بعد اور حرف ف سے سمجھی جاتی ہے اور دوسرا سجدہ پہلے سجدہ سے مؤخر کرنا صحیح ہے یعنی دونوں سجدوں میں ترتیب فرض نہیں بلکہ واجب ہے اور دوسرے سجدہ کی تاخیر آخر نماز تک صحیح ہے س علی ظہر کف او علی فضل ثوبہ ۔ اذا تظہر الارض الجواز مقرر ۔ جب کہ زمین پاک ہو تو اپنی ہتھیلی پر یا اپنے کپڑے کی زیادتی پر مثلاً آستین یا دامن وغیرہ پر سجدہ کرنے کا جواز ثابت ہے ہم خلاصاس شعر کا آٹھویں فرض کا بیان کرنا ہے یعنی آٹھواں فرض سجدہ کی جگہ کا پاک ہونا ہے گو سجدہ ہتھیلی یا زائد کپڑے پر ہو س بسجودک فی عال فظہر مشارک ۔ لسجد تہا عند ازدحامک لغیرہ ۔ سجدہ کرنا تیرا اونچی جگہ میں اور اس شخص کی پشت پر جو نماز کے سجدہ میں تیرا شریک ہو وقت انبوہ اور بھیڑ کے معاف ہے ہم یہ بیان ہے نویں فرض کا یعنی سجدہ با لشت بھر زمین سے اونچی جگہ پر نہ ہو اور اگر بھیڑ کی جہت سے یا اور کسی عذر سے ہو تو معاف ہے اسی طرح اگر کثرت آدمیوں کی جہت سے نمازی کسی شخص کی پشت پر سجدہ کرے بشرطیکہ وہ شخص بھی وہی نماز پڑھتا ہو جو نمازی پڑھتا ہے تو یہ بھی معاف ہے کذا فی الشامی س اداء ک افعال الصلوۃ بیقظۃ ۔ وتمیز مفروض علیک مقرر ۔ ادا کرنا تیرا نماز کے افعال کو بیداری میں اور تمیز مفروض کی تجھ پر مقرر ہے س وختم افعال الصلوۃ قعودہ ۔ وفی صنعہ عنہا الخروج محرر ۔ اور ختم کرنا ہے نماز کے افعال کو قعدہ کرنا نمازی کا اور باہر آنا نماز سے بسبب اپنے فعل کے منقح ہے شامی نے کہا کہ فی بمعنی ب ہے اور عنہا متعلق خروج ہے اور ضمیر صلوۃ کی طرف راجع ہے الاختیار اے الاستیقاظ ادائے فرائض کے لیے اختیار شرط ہے یعنی ہوش میں ہونا اور جاگنا ہم ایک نسخہ میں (وشرطی ادا ئہا الاختیار) ہے چونکہ ماتن کے قول میں (وشرطی ادا ئہا) گذر چکا ہے تو شارح کا مکرر لانا فضول ہے لیکن البتہ بسبب دور پڑ جانے قول ماتن کے اعادہ اس کا خالی فائدہ سے نہیں اما لورکع او سجد ذاہلا کل الذہول اجزاہ تو اگر رکوع کیا یا سجدہ کیا بالکل غفلت کی حالت میں تو اس کو کافی ہوگا یعنی غفلت اور بھول مخالف اختیار کے نہیں بلکہ سونا اس کے مخالف ہے چنانچہ ماتن کہتا ہے فان اتی بہا او باحدہا بان قام او قرأ او رکع او سجد او قعد الاخیر ناسیاً لا یعتد بہا اتی بہ بل یعیدہ ولو القرأۃ او القعدۃ علی الاصح پس اگر ادا کیا سب فرائض کو یا ان میں سے ایک کو سونے کی حالت میں اس طرح کہ سونے میں قیام کیا یا قرأت کی یا رکوع یا سجدہ یا قعدہ اخیرہ کیا تو جو رکن سونے میں ادا کیا وہ معتبر نہ ہوگا بلکہ اس کو دوبارہ ادا کرے اگرچہ قرأت یا قعدہ ہو صحیح تر قول کے بموجب ہم قول غیر اصح قرأت اور قعدہ کے باب میں فقیہ ابواللیث کا قول ہے کہ ان کے نزدیک یہ دونوں رکن سونے کی حالت میں بھی معتبر ہوتے ہیں کذا فی الشامی وان لم یعدہ تفسد لصدورہ لا عن اختیارہ فکان وجودہ کعدمہ والناس عنہ غافلون اور اگر جس رکن کو سوتے ہوئے ادا کیا اس کو نہ دہراوے گا تو نماز فاسد ہوجائے گی بہ سبب سرزد ہونے اس رکن کے بے اختیاری سے تو اس کا وجود اور عدم برابر ہوگیا اور لوگ اس سے غافل ہیں یعنی ایسے ارکان کو دوبارہ نہیں پڑھتے جن کو سونے کی حالت میں ادا کیا ہو فلو اتی الناءم برکعۃ تامۃ تفسد صلوتہ لانہ زاد رکعۃ وہی لا تقبل الرفض پھر اگر سونے والے نے ایک رکعت پوری ادا کی تو اس کی نماز فاسد ہوجائے گی اس لیے کہ اس نے ایک رکعت زیادہ کر دی حالانکہ وہ رکعت ترک کو قبول نہیں کرتی یعنی سوتے میں جو رکعت ادا کی وہ غیر معتبر ہوئی اس

Marfat.com

کے عوض دوسری رکعت ادا کی تو اب پوری نماز میں ایک رکعت بڑھ گئی اور ایسا ہو نہیں سکتا کہ قدر غیر معتبر کو ترک کرے باقی کو صحیح کہا جائے جیسے چار رکعتوں کی بجائے کوئی پانچ پڑھ دے تو نماز درست نہیں ہو سکتی اسی طرح یہ نماز بھی درست نہیں ولو رکع او سجد فنام فیہ اجزاہ لحصول الرفع والوضع بالاختیار اور اگر نمازی نے رکوع کیا یا سجدہ کیا اور رکوع یا سجدہ میں سو گیا تو اس کو کافی ہو گا واسطے پائے جانے سر اٹھانے اور رکھنے کے اختیار کے ساتھ یعنی رکوع کے لیے جھکنا اور سر اٹھانا اور سجدہ کے لیے زمین پر سر رکھنا اور اٹھانا افعال اختیاری ہیں ان کے بیچ میں سو جانا مضر نہیں وَلَهَا وَاجِبَاتٌ لا تفسد بترکہا اور نماز کے کچھ واجب ہیں جن کے ترک سے نماز فاسد یعنی باطل نہیں ہوتی ہم شارح نے لا تفسد سے قہستانی کے قول کو رد کیا کہ اس نے ذکر کیا ہے کہ واجب کے ترک سے نماز فاسد ہوتی ہے مگر باطل نہیں ہوتی وجہ رد یہ ہے کہ ائمہ فقہا عبادات میں فاسد اور باطل کو ایک ہی معنی میں بولتے ہیں تو پھر اس کے کیا معنی کہ فاسد ہوتی ہے باطل نہیں ہوتی البتہ معاملات میں فاسد اور باطل جدا جدا معنی میں مستعمل ہیں فاسد اس کو کہتے ہیں جس سے کوئی وصف مرغوب جاتا رہے اور باطل وہ ہے جس سے کوئی رکن مفقود ہو جائے وتعاد وجوبا فی العمد والسہو ان لم یسجد لہ اور جس نماز میں واجب ترک ہوا ہو وہ دوبارہ پڑھی جائے بطور وجوب کے وانستگی میں اور بھول میں بشرطیکہ بھول کا سجدہ نہ کیا ہو یعنی اگر دانستہ واجب ترک کیا ہو یا سہو سے کیا مگر سجدہ سہو نہیں کیا تو دونوں صورتوں میں اس نماز کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے وان لم یعد لا یکون فاسقا آثما اور اگر اس نماز کو نہ دہرا دے گا تو فاسق اور گناہگار ہو گا اس لیے کہ ترک واجب مکروہ تحریمی ہے اور مکروہ تحریمی کے ارتکاب سے فاسق اور گناہگار ہوتا ہے وکذا کل صلوۃ ادیت مع کراہۃ التحریم تجب اعادتہا اور اسی طرح جو نماز کہ کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی جائے مثلاً بول یا براز کو بدقت روک کر یا جس کپڑے میں تصویر ہو اس کو پہن کر نماز ادا کی تو ایسی نماز کا دہرانا واجب ہے والمختار انہ جابر لاول لان الفرض لا یتکرر اور مختار یہ ہے کہ دوبارہ پڑھنا اس نماز کا پہلی نماز کے نقصان کا پورا کرنے والا ہے اس لیے کہ فرض مکرر نہیں ہوتا تم قول مختار کا مقابل قول ابی الیسر کا ہے کہ دوبارہ کی نماز کو فرض کہتا ہے نہ اول کو شارح کہتا ہے کہ نماز دوم اول کے نقصان کو زائل کرتی ہے جیسے سجدہ سہو سے نقصان دور ہوتا ہے تو وہ نماز فرض نہیں ہے کیوں کہ اگر اس کو فرض قرار دیں تو اول نماز بھی فرض ہی تھی اس لیے کہ اس کے سب ارکان وفرائض ادا ہوئے تو کیا وجہ کہ فرض نہ ہو علاوہ اس کے فرض وقت اس کے سبب سے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے اس سے بھی معلوم ہوا کہ نماز اول فرض ہے تو ایک وقت میں دو فرض جمع ہو جائیں گے حالانکہ ایک ہی فرض دو بار ایک وقت میں نہیں ہو سکتا کذا فی الشامی تصرف اس سے معلوم ہوا کہ اگر امام ترک واجب کی جہت سے نماز کو دہرا دے تو اگر کوئی نیا مقتدی دوسری بار میں جماعت کا شریک ہو گا تو اس کی نماز نہ ہو گی کیوں کہ جب امام کی نماز فرض نہیں تو اقتداء فرض والے کا اس کے پیچھے درست نہ ہو گا وہی علی ما ذکرہ اربعۃ عشر اور نماز کے واجبات بموجب اس بیان کے جو مصنف نے بیان کیے ہیں چودہ ہیں یعنی واقع کے اعتبار سے یہ شمار نہیں بلکہ اس سے بہت زائد ہیں قراۃ فاتحۃ الکتاب فیسجد لسہو بترک اکثرہا لا اقلہا اول واجب الحمد کا پڑھنا ہے تو نمازی اس کے اکثر کے چھوڑنے سے سجدہ سہو کرے نہ اس کے کمتر کے چھوڑنے سے ہم قہستانی میں ہے کہ امام اعظم کے نزدیک بالکل الحمد واجب ہے اور صاحبین کے نزدیک نصف سے زائد واجب ہے اس لیے باقی کو بھولنے سے سجدہ سہو واجب نہیں تو شارح کا قول صاحبین کے مذہب پر ہے کذا فی الطحطاوی لکن فی المجتبیٰ یسجد بترک آیۃ منہا وہو اولیٰ لیکن مجتبیٰ میں ہے کہ سجدہ سہو کرے الحمد کی ایک آیت چھوڑنے سے اور یہ بہتر ہے طحطاوی نے کہا کہ وجہ اولویت کی شاید الحمد کی مواظبت ہے اور مواظبت مفید ہے واجب

Marfat.com

ہونے کو تلت وعلیٰ کل آیۃ واجبۃ ککل تکبیرۃ عید و تعدیل رکن واتیان کل میں کہتا ہوں اور مجتبی کے قول پر تو ہر آیت واجب ہے مثل ہر ایک تکبیر کے عید کی چھ تکبیروں سے اور مثل اطمینان سے ادا کرنے رکن کے اور مثل بجالانے ہر واجب کے م طحطاوی نے کہا کہ تعدیل رکن کی برابر ہے تعدیل قومہ اور جلسہ کے کذا فی الحلبی اور اتیان کل کے یا یہ معنی ہیں کہ واجبات میں سے ہر ایک واجب کا ادا کرنا واجب ہے یا یہ کہ ہر واجب کو اپنی جگہ پر ادا کرنا واجب ہے و ترک تکریر کل کما یاتی فلیحفظ اور مثل ترک کرنے ہر واجب کے مکرر کرنے کے چنانچہ آگے آوے گا تو اس کو یاد رکھنا چاہیے طحطاوی نے کہا کہ مکرر نہ کرنا واجب ہے مگر الحمد اس سے مستثنیٰ ہے یعنی اگر سورہ کے بعد پھر الحمد کو مکرر پڑھے گا تو سجدہ سہو لازم نہ ہوگا وضم اقصر سورۃ کالکوثر او ما قام مقامہا و ہو ثلاث آیات قصار نحو ثم نظر ثم عبس وبسر ثم ادبر واستکبر وکذا لو کانت الآیۃ او الآیتان تعدل ثلاثا قصارا ذکرہ الحلبی اور واجب ہے ملانا الحمد کے ساتھ بہت چھوٹی سورۃ کا مثل سورہ کوثر کے یا جو قائم مقام ہو چھوٹی سورۃ کے اور اس کا قائم مقام تین چھوٹی آیتیں ہیں جیسے یہ تین آیتیں سورہ مدثر کی (ثم نظر ثم عبس وبسر ثم ادبر واستکبر) اور اسی طرح قائم مقام چھوٹی سورۃ کے ہے اگر ایک آیت یا دو آیتیں تین چھوٹی آیتوں کے برابر بڑی ذکر کیا ہے اس کو حلبی نے م چھوٹی تین آیتوں سے کم ملانا مکروہ تحریمی ہے کذا فی الشامی فی الاولیین من الفرض وہل یکرہ فی الاخریین المختار لا ملانا سورہ کا واجب ہے فرض کی دو پہلی رکعتوں میں اور کیا ملانا سورہ کا پچھلی دو رکعتوں میں مکروہ ہے مذہب مختار یہ ہے کہ مکروہ نہیں یعنی مکروہ تحریمی نہیں بلکہ خلاف سنت ہونے کی وجہ سے مکروہ تنزیہی ہے وفی جمیع رکعات النفل لان کل شفع منہ صلوٰۃ اور ملانا سورہ کا واجب ہے نفل کی سب رکعتوں میں اس لیے کہ ہر ایک دوگانہ اس کا نماز جداگانہ ہے م تو اگر نمازی نے چار رکعت کی نیت کی تو اس تحریمہ سے صرف دو رکعت اس پر واجب ہوں گی اور جب تیسری کو اٹھے گا تو گویا نئی تحریمہ ہوگی اور اگر ان دوگانوں میں کسی میں فساد ہوگا تو صرف وہی فاسد ہوگا نہ دوسرا وکل الوتر احتیاطاً اور ملانا سورہ کا واجب ہے وتر کی ہر رکعت میں برائے احتیاط م یعنی جب وتر میں آثار سنت ہونے کے ظاہر ہوئے کہ نہ اس کے لیے اذان دی جاتی ہے نہ تکبیر کہی جاتی ہے تو احتیاط اسی کی مقتضی ہے کہ قراءت کے باب میں اس پر سنت کا حکم جاری کیا جائے کذا فی الشامی وتعیین القراءۃ فی الاولیین من الفرض علی المذہب اور واجب ہے معین کرنا قرأت کا فرض کی پہلی دو رکعتوں میں مذہب مشہور کے بموجب م فرض سے مراد یہاں وہ ہے جو تین رکعتوں یا چار کا ہو اور تعیین اور چیز ہے اور سورہ ملانا دوسری چیز تو یہ قول شارح کا مکرر نہیں اب معلوم کرنا چاہیے کہ فرض قرأت کے باب میں تین قول ہیں اول یہ ہے کہ قرأت کی جگہ خاص پہلی دو رکعتیں ہیں بدائع میں اس کی تصحیح کی ہے دوسرا قول یہ ہے کہ محل قرأت فرض کی دو رکعتیں ہیں بلا تعیین تو اس صورت میں تعیین پہلی دو رکعتوں میں واجب ہے اور مشہور مذہب یہی ہے تیسرا قول یہ ہے کہ پہلی دو رکعتوں کو قرأت کے لیے معین کرنا افضل ہے نہ واجب اور یہ قول ضعیف ہے وتقدیم الفاتحۃ علی کل السورۃ اور واجب ہے مقدم کرنا الحمد کا تمام سورہ پر یعنی اگر دوسرے سورہ کا حرف بھی الحمد سے پہلے پڑھے تو سجدہ سہو کرے کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ حرف سے مراد اتنی دیر پڑھنا ہے جس میں ایک رکن ادا ہو تو اگر ادائے رکن سے کم دیر لگے گی تو سجدہ سہو لازم نہ آوے گا وکذا ترک تکریرہا قبل سورۃ الاولیین اور اسی طرح واجب ہے مکرر نہ پڑھنا الحمد کا پہلی دو رکعتوں میں سورہ سے پیشتر الحمد مکرر پڑھے گا تو سجدہ سہو واجب ہوگا بسبب تاخیر سورہ ملانے کے اور پہلی رکعتوں کی اس لیے قید لگائی کہ اگر پچھلی رکعتوں میں سورہ سے پیشتر مکرر پڑھے گا تو سجدہ سہو نہ کرنا پڑے گا کذا فی الطحطاوی ورعایۃ الترتیب بین القراءۃ والرکوع امنیما لا تکریر فرض کما مر فی کل رکعۃ کالسجدۃ

لہ پھر نگاہ کی پھر تیوری چڑھائی اور منہ بگاڑا پھر پیٹھ دی اور غرور کیا ہو +

Marfat.com

وفی کل الصلوٰۃ کعد در کعاتہا اور واجب ہے لحاظ رکھنا ترتیب کا درمیان قرات اور رکوع کے اور درمیان ان افعال کے جو ہر رکعت میں مکرر ہوتے ہیں جیسے سجدہ ہے اور جو افعال ہر رکعت میں مکرر نہیں ہوتے تو ان میں ترتیب فرض ہے چنانچہ ان کی ترتیب کا بیان گذر چکا۔ یا ترتیب واجب ہے ان افعال میں جو کل نماز میں مکرر ہوتے ہیں مثل عدد نماز کی رکعتوں کے ہم ترتیب رکعات کی صورت مسبوق میں ظاہر ہوتی ہے مثلاً چار رکعتوں میں اگر اس کو ایک رکعت آخر کی ملی تو اب وہ کھڑا ہو کر اول قرأت والی دوگانہ کو ادا کریگا پھر بلا قرأت والی کو طحطاوی نے کہا کہ سجدہ کی مثال استقصائی ہے یعنی بجز اس کے اور کوئی فعل ہر رکعت میں مکرر نہیں ہوتا حتی لو نسی سجدۃ من الاولی قضاہا ولو بعد السلام قبل الکلام لکنہ یتشہد ثم یسجد للسہو ثم یتشہد یہاں تک کہ اگر ایک سجدہ پہلی رکعت کا بھول گیا تو اس کو قضا کرے اگرچہ بعد سلام پھیرنے کے قضاء ہو لیکن کلام سے پیشتر قضا کرے یعنی اس وقت تک کوئی مفسد نماز کا نہ کیا ہو لیکن اس سجدہ کی قضا کے بعد فقط التحیات پڑھے پھر سجدہ سہو کرے پھر التحیات اور درود اور دعا پڑھ کر سلام پھیرے لانہ یبطل بالعود الی الصلبیۃ والتلاویۃ تشہد اس لیے پڑھے کہ التحیات مع قعدہ باطل ہو جاتی ہے سجدہ صلبی اور سجدہ تلاوت کی طرف عود کرنے سے ہم سجدہ صلبی خود نماز کے سجدہ کو کہتے ہیں جو اس کا جزء ہے اور وجہ باطل ہونے قعدہ کی یہ ہے کہ قعدہ اخیرہ اور ارکان نماز میں ترتیب شرط ہے یعنی جب کل ارکان ہو چکیں اس وقت قعدہ اخیرہ ہونا چاہیے تو جب سجدہ صلبی چھوٹ گیا اور قعدہ کے بعد اس کو ادا کیا تو قعدہ مذکور اخیرہ نہ ہوا تو وہ اور اس کا تشہد باطل ٹھہرے اس لیے دوسرا تشہد واجب ہوا اور سجدہ تلاوت سے قعدہ کے باطل ہونے کی یہ وجہ ہے کہ جب سجدہ تلاوت نماز کے اندر واقع ہوا تو اس کو حکم سجدہ صلبی کا دیا گیا کذا فی الشامی اما السہویۃ فترفع التشہد لا القعدۃ حتی لو سلم بعد رفعہ منہا لم تفسد بخلاف تلک السجدتین لیکن سجدہ سہو التحیات کو باطل کرتا ہے نہ قعدہ کو یہاں تک کہ اگر بعد سر اٹھانے کے سجدہ سہو سے سلام پھیرے گا تو نماز فاسد نہ ہوگی بخلاف ان دو سجدوں کے کہ ان کے بعد سلام پھیرنے سے نماز فاسد ہو جائے گی بسبب نہ پائے جانے قعدہ اخیرہ کے جو فرض ہے طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ شارح تلک کی جگہ تینک کہتا بصیغہ تثنیہ وتعدیل الارکان ای تسکین الجوارح قدر تسبیحۃ فی الرکوع والسجود وکذا فی الرفع منہما علی ما اختارہ الکمال اور واجب ہے تعدیل ارکان کی یعنی ساکن کرنا اعضاء کا مقدار سبحان اللہ کہنے کے رکوع میں اور سجدہ میں اور اسی طرح واجب ہے تعدیل سر اٹھانے میں رکوع اور سجدہ سے یعنی قومہ اور جلسہ میں بنا بر اس قول کے کہ پسند کیا ہے اس کو کمال الدین محقق نے م بحر الرائق میں کہا کہ علت تعدیل کی مواظبت ہے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پر تو وہ چاروں چیزوں یعنی رکوع اور سجدہ اور قومہ اور جلسہ میں یکساں ہے کذا فی الشامی لکن المشہور ان مکمل الفرض واجب ومکمل الواجب سنۃ لیکن مشہور یہ قاعدہ ہے کہ فرض کی تکمیل کرنے والی چیز واجب ہے اور واجب کی تکمیل کرنے والی سنت ہے یعنی چوں کہ تعدیل سے تکمیل ہوتی ہے تو رکوع اور سجدہ جو فرض ہیں ان میں تعدیل واجب ہونی چاہیے اور قومہ اور جلسہ جو واجب ہیں ان میں تعدیل مسنون ہونی چاہیے ہم یہ شارح کا اعتراض ہے کمال الدین پر حلبی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ جب دلیل کی اقتضاء کے موافق تعدیل واجب ہوئی تو قاعدہ کی مخالفت کچھ مضر نہیں کذا فی الشامی وعند الثانی فی الاربعۃ فرض اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک چاروں فرض ہیں یعنی فرض عملی ہیں کہ ان کے نہ ہونے سے نماز درست نہیں رہتی والقعود الاول ولو فی نفل فی الاصح اور واجب ہے اول قعدہ گو نفل میں ہو صحیح تر قول میں ہم امام محمد نفل میں ہر دوگانہ کے بعد قعدہ فرض کہتے ہیں اس وجہ سے کہ ہر دوگانہ نماز علیحدہ ہے تو اس کا قعدہ وہی اخیرہ ہوا اور صحیح تر قول یہ ہے کہ نفلوں میں بھی قعدہ اول واجب ہے کیوں کہ جب قعدہ کے تیسری رکعت کو اٹھا تو معلوم ہو گیا کہ وہ قعدہ

Marfat.com

اخیرہ نہیں اس لیے فرض نہ رہا کذا فی الشامی وکذا ترک الزیادۃ فیہ علی التشہد اور اسی طرح واجب ہے قعدہ اول میں التحیات سے زیادہ نہ پڑھنا شامی نے کہا کہ اگر قعدہ اول میں التحیات تمام کر کے مقدار اللھم صل علی محمد کے کوئی چیز پڑھے گا تو واجب فوت ہو جائے گا وارادبالاول غیر الاخیر اور مصنف نے قعدہ اول سے وہ مراد لیا جو اخیر نہ ہو ھم یہ شارح نے اس لیے کہا کہ اگر آٹھ یا دس یا زائد نفل رکعتوں کو ایک تحریمہ سے پڑھے گا تو سوائے قعدہ اخیرہ کے سب پیشتر کے قعدوں کا یہی حکم ہے یعنی واجب ہوں گے لکن یرد علیہ لو استخلف مسافر سبقۃ الحدث مقیما فان القعود الاول فرض علیہ وقد یجاب بانہ عارض لیکن اول سے غیر اخیرہ مراد لینے پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اگر کوئی مسافر امام بے وضو ہو کر مقیم کو اپنا خلیفہ کر دے تو اس صورت میں اس مقیم پر پہلا قاعدہ امام کی نیابت کی وجہ سے فرض ہے اور اس کا جواب یہ ہے کہ یہ فرضیت عارضی ہے اسی طرح اگر کوئی مسبوق مغرب کی تیسری یا دوسری رکعت میں ملا تو بوجہ متابعت امام کے اس پر وہ قعدہ فرض ہوگا جو اس کے حق میں اخیر نہیں والتشھدان یسجد للسھو تبرک بعضہ کلہ وکذا فی کل قعدۃ فی الاصح اور واجب ہیں دونوں تشہد یعنی دونوں قعدوں میں التحیات کا پڑھنا اور سجدہ کرے سہو کا بعض تشہد چھوڑنے سے یعنی اگرچہ نصف سے کم چھوڑا ہو کذا فی الطحطاوی مثل کل تشہد کے چھوڑنے کے اور اسی طرح واجب ہے تشہد ہر قعدہ میں صحیح تر قول میں ھم اور قول ضعیف یہ ہے کہ سوائے اخیر قعدہ کے اوروں میں تشہد سنت ہے اس قول سے شارح نے تعریض کی کہ مصنف اگر تشہد کو بصیغہ تثنیہ نہ کہتا تو اچھا تھا کیوں کہ اگر مفرد لاتا تو اسم جنس ہوتا اور ہر تشہد کو شامل ہوتا چنانچہ بحر الرائق میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے کذا فی الحلبی اذ قد تیکرر عشراً کمن ادرک الامام فی تشھدی المغرب وعلیہ سھو فسجد معہ وتشھد ثم تذکر سجود تلاوۃ فسجد معہ وتشھد ثم سجد للسھو وتشھد معہ ثم قضی الرکعتین بتشھدین ووقع لہ کذلک وجوب تشہد کی قید ہر قعدہ میں اس لیے لگائی کہ بعض اوقات تشہد دس بار مکرر ہوتا ہے مثلاً ایک شخص نے مغرب کی دو تشہدوں میں امام کا اقتداء کیا یعنی پہلے قعدہ میں اس کا شریک ہوا حالانکہ امام پر سہو تھا تو اس نے امام کے ساتھ سجدہ سہو کیا اور تیسرا تشہد پڑھا پھر امام کو سجدہ تلاوت یاد پڑا اور سجدہ کیا تو مقتدی نے بھی اس کے ساتھ سجدہ کر کے تشہد چہارم پڑھا اب چوں کہ سجدہ تلاوت سے پیشتر کے قعدے اور تشہد باطل ہو گئے تو امام نے پھر سجدہ سہو کو دہرایا اور مقتدی نے اس کے ساتھ تشہد پنجم پڑھا پھر مقتدی نے اپنی باقی دو رکعتوں کو دو تشہدوں سے پڑھا تو سات تشہد ہوئے اب جو امر امام کو پیش ہوا تھا وہی مقتدی کو پیش آیا یعنی ان دو رکعتوں میں اس کو سہو ہوا تو سجدہ سہو کر کے آٹھواں تشہد پڑھا پھر معلوم ہوا کہ سجدہ تلاوت بھی اس کے ذمہ ہو گیا تھا تو اس کو ادا کر کے نواں تشہد پڑھا اور چوں کہ اس سجدہ سے پہلے کے قعدے اور تشہد بیکار ہو گئے اور سجدہ سہو بعد قعدہ اخیرہ کے چاہیے اس لیے سجدہ سہو کر کے دسواں تشہد پڑھا تو یہ سب تشہد واجب ہیں خصوصیت دو تشہد کی نہیں قلت ومثل التلاوۃ تذکر الصلبیۃ فلو فرضنا تذکرہا ایضا لصار اربع آخر لما مر میں کہتا ہوں اور سجدہ تلاوت کی مثل ہے یاد ہونا سجدہ صلبی کا تو اگر ہم فرض کریں اس کا بھی یاد پڑنا امام ومقتدی دونوں کو تو چار تشہد اور بڑھ جاویں گے اسی وجہ سے جو گذر چکی کہ صلبی سجدہ کے بعد پھر سجدہ سہو کرنا پڑھیگا ھم صورت اس کی یہ ہے کہ امام نے صورت مذکورہ بالا میں پانچویں تشہد کے بعد سجدہ صلبی کو یاد کیا اور اس کو ادا کر کے چھٹا تشہد پڑھا پھر سجدہ سہو کر کے ساتواں تشہد پڑھا تو امام کے سات تشہد ہوئے اور چوں کہ مقتدی کو اپنی باقی نماز میں بھی اسی طرح سات تشہد پڑھنے پڑے اور سات امام کے ساتھ پڑھ چکا ہے تو اس کے چودہ تشہد ہوئے اس لیے شارح نے کہا کہ چار اور بڑھ جاوینگے یعنی پہلے دس تھے اور اس صورت میں چودہ ہوں گے ولو فرضنا تعدد التلاوۃ والصلبیۃ لھما ایضا زید ستۃ ایضا اور اگر فرض کریں تعدد سجدہ تلاوت اور صلبی کا بھی امام اور مقتدی کے لیے تو چھ تشہد اور بھی بڑھ جاویں گے ھم صورت اس کی یہ ہے کہ صورت مفروضہ بالا میں امام کو ساتویں تشہد کے بعد ایک سجدہ

ن ستون

Marfat.com

صلبی اور یاد پڑا تو اس نے اس کو ادا کر کے آٹھواں تشہد پڑھا پھر قبل سجدہ سہو کے ایک سجدہ تلاوت دوسرا یاد کیا تو اس کو بھی ادا کیا اور نواں تشہد پڑھا اب سب کے بعد سجدہ سہو کیا اور دسواں تشہد پڑھا تو اس صورت میں جیسے دس تشہد امام کے ہوئے اسی طرح مقتدی کے ہوں گے تو مقتدے کو ۲۰ تشہد ہو جادیں گے حلبی نے کہا کہ اگر اس صورت میں امام دوسرے سجدۂ صلبی کے بعد تشہد پڑھ کر سجدہ سہو بھی کر لے اور تشہد نواں پڑھ کر پھر دوسرا سجدہ تلاوت کرے اور دسواں تشہد پڑھے پھر سجدہ سہو کرے اور گیارہواں تشہد پڑھے تو کل تشہد مقتدے کے بائیس ہوں گے یعنی پہلے کی نسبت آٹھ تشہد زیادہ ہوں گے شامی نے کہا کہ درمختار کے اکثر نسخوں میں ست کی جگہ ستون ہے یعنی ساٹھ تشہد زیادہ ہو جائیں گے ساٹھ کے ہونے کی صورت یہ ہے کہ امام نے ساتویں تشہد کے بعد ایک سجدہ صلبی یاد کیا اس کو ادا کر کے ایک تشہد پڑھا پھر سجدہ سہو کر کے دوسرا تشہد پڑھا پھر اور سجدہ صلبی یاد کر کے اسی طرح دو تشہد پڑھے تو چار تشہد ہووے اب سجدہ تلاوت تمام قرآن کے ایک ایک یاد کرتا گیا اور ہر ایک میں سجدہ سہو و دو تشہد پڑھتا گیا تو چونکہ ایک سجدہ تلاوت اول ادا کر چکا تھا باقی رہے تیرہ تو تیرہ سجدوں میں اس حساب سے ۲۶ تشہد ہوں گے اور چار پہلے ہو چکے تھے تو امام کے کل تشہد ۳۰ ہوئے اور اسی طرح مقتدی کے ۳۰ ہوں گے تو مقتدی کے کل ساٹھ تشہد ہو جائیں گے اور جب ان ساٹھ پر چودہ وہ بڑھاؤ جو پیشتر ہو چکے تھے تو شارح کے پہلے قول میں تو کل ۷۴ ہوں گے اور ان پر چار اور بڑھاؤ جن کو شارح اگلے قول میں ذکر کرتا ہے تو کل تشہد ۷۸ ہوں گے اور انھیں ۷۸ کا حوالہ شارح نے واجبات کی تمامی پر کیا ہے جہاں کہ کہا ہے کہ ۵ کو ضرب دو ۷۸ میں جیسا ان کا بیان گذر چکا تو معلوم ہوا کہ جن نسخوں میں ستون ہے وہی صحیح ہے ولو فرضنا اور اکہ للامام ساجداً ولم یسجد ہما معہ فسقتضی القواعد انہ یقضیہما فیزاد اربع آخر فتدبر اور اگر ہم فرض کریں اقتداء کرنا مقتدی کا امام سے سجدہ کی حالت میں اور مقتدی نے ان دونوں سجدوں کو امام کے ساتھ نہ ادا کیا تو مقتضائے قواعد یہ ہے کہ مقتدی ان کو ادا کرے تو اس صورت میں چار تشہد اور ہو جائیں گے سو اس کو سمجھ لے ہم طحطاوی نے کہا صورت اس کی یہ ہے کہ امام مغرب کی دوسری رکعت کے اوّل سجدہ میں تھا کہ مقتدی نے اقتداء کیا مگر دونوں سجدہ میں شریک نہ ہوا بلکہ بیٹھ کر تشہد میں شریک ہوا اور مراد شارح کے قواعد سے صرف ایک قاعدہ ہے وہ یہ ہے کہ جس شخص کو بعد اقتداء کے نماز میں کچھ فوت ہو تو وہ فوت ہوئے ارکان کا اعادہ کرے جیسے لاحق کہ وہ بھی جتنی نماز رہ جاتی ہے اس کو دوہراتا ہے لیکن شامی نے کہا کہ یہ صورت اس طرح سے کہ طحطاوی نے فرض کی نہیں یعنی اس لیے کہ مقتدی پر ہر چند متابعت امام کی دونوں سجدوں میں واجب تھی مگر اب جو اس نے وہ سجدہ نہ کیے اور بعد قراءت امام کے دوسری رکعت کو مع اس کے دونوں سجدوں کے پڑھ لیا تو اس کی نماز میں کسی طرح کا نقصان نہیں رہا چنانچہ تجنیس میں بہ تصریح موجود ہے کہ امام کو سجدہ میں پایا اور اقتداء کر کے سجدہ میں شریک نہ ہوا بلکہ باقی نماز میں شریک رہا اور بعد فراغت امام کے وہ رکعت پڑھ لی تو نماز درست ہے پھر ان دونوں سجدوں کو مکرر ادا کرنے کے کیا معنی کسی نے یہ ذکر نہیں کیا کہ ایسی صورت میں مقتدی اس رکعت میں تین یا چار سجدے کرے تو بدون نقل فقہائے معتبر کے کیسے کہا جاوے کہ ان دونوں سجدوں کا ادا کرنا علاوہ رکعت کے لازم ہے ہاں اگر امام کی اقتدا سجدہ سہو میں کیا اور امام کا شریک ان میں نہ ہوا تو اپنی نماز پڑھنے کے بعد ان کو استحسان کی رو سے ادا کرے انتہی تبصرف وَلَمْ ارمن نبہ علیٰ ذلک واللہ اعلم اور میں نے کسی کو نہ دیکھا کہ اس تفصیل پر آگاہ کیا ہو واللہ اعلم ہم اگر کثرت تشہد کے پہلے شارح اتنا بکھیڑا نہ کرتا اور صرف اس قدر کہہ دیتا کہ تشہد زیادہ بھی ہو سکتے ہیں چنانچہ کوئی ہزار رکعت نفل ادا کرے ایک سلام سے تو اس میں پانچ سو تشہد ہو سکتے ہیں تو نہایت آسان اور مبالغہ سے خالی ہوتا ولفظ السلام مرتین فالثانی واجب علی الاصح برہان دون علیکم وتقتضی قدوۃ بالاول قبل علیکم علی المشہور عندنا وعلیہ الشافعیۃ علی ما للتکملہ اور واجب ہے لفظ السلام دو بار یعنی دوسرا واجب ہے صحیح تر

Marfat.com

قول میں کذا فی البرہان نہیں واجب ہے لفظ علیکم اور ہو چکتا ہے اقتداء پہلے سلام پر پیشتر علیکم سے مذہب مشہور پر ہمارے نزدیک اور اسی پر ہیں شافعی مذہب والے بخلاف شارح تکملہ کے کہ اس نے دوسرے سلام پر اقتداء کا تمام ہونا صحیح کہا ہے ھ ماتن نے جو لفظ السلام کہا اس میں اشارہ ہے کہ اور کوئی لفظ اس کے قائم مقام نہیں ہوتا بشرطیکہ نمازی اس کے بولنے پر قادر ہو اور دوسرے سلام کو بعضوں نے مسنون کہا ہے اس لیے شارح نے اصح کی قید لگائی کذا فی الشامی فلو اتم بہ بعدہ قبل قولہ علیکم لم یجز وہل تنقطع التحریمۃ بالاول ام بالثانی جزم فی الجوہرۃ والبرہان وغیرہما بالاول وصحح شارح التکملۃ الثانی وعلیہ فیصح الاقتداء قبلہ المعتمد عند الشافعیۃ انہ لو اقتدی بہ بعد شروعہ فی السلام وقبل علیکم لم یصح القدوۃ ذکرہ الرملی الشافعی فی باب سجود السہو پس اگر اقتداء کیا امام کا بعد لفظ سلام کے اور پیشتر علیکم کہنے کے تو جائز نہ ہوگا اور نماز کی تحریمہ سلام اول پر منقطع ہو جاتی ہے یا دوسرے پر جوہرہ اور برہان اور ان دونوں کے سوا اور کتابوں میں تو اول پر یقین کیا ہے یعنی سلام اول پر تحریمہ تمام ہو جاتی ہے اور شارح تکملہ نے دوسرے کی تصحیح کی ہے کہ دوسرے پر تحریمہ کا انقطاع ہوتا ہے اور اس قول پر اقتدا دوسرے سلام سے پیش تر درست ہوگا اور شافعی مذہب والوں کے نزدیک معتمد یہ ہے کہ اگر اقتدا کیا امام کا بعد شروع کرنے امام کے سلام کو اور پیشتر علیکم کہنے سے تو اقتدا صحیح نہ ہوگا ذکر کیا ہے اس کا رملی شافعی نے سجدہ سہو کے باب میں ھ شامی نے کہا کہ یہ عبارت فلو اتم سے آخر تک ردالمحتار کے بعض نسخوں میں ہے **وقراءۃ قنوت الوتر** وہو مطلق الدعاء وکذا تکبیرۃ قنوتہ اور واجب ہے پڑھنا قنوت وتر کا اور قنوت مطلق دعا ہے یعنی ہر ایک دعا سے حاصل ہوتا ہے خصوصیت اللھم انا نستعینک الخ کی نہیں کہ اس خاص دعا کا پڑھنا سنت ہے اور اسی طرح واجب ہے قنوت وتر کے لیے اللہ اکبر کہنا ھم بعضوں نے اس اللہ اکبر کہنے کو سنت کہا ہے کذا فی الحلبی اور زیلعی نے کہا ہے کہ اس کے ترک کرنے سے سجدہ سہو واجب ہے کذا فی الشامی **وتکبیرۃ رکوع الثالثۃ** زیلعی اور واجب ہے اللہ اکبر کہنا تیسری رکعت وتر کے رکوع کا کذا فی الزیلعی ھ زیلعی میں اس مسئلہ کا وجود نہ اس جگہ ہے نہ سجود سہو کے بیان میں اس سے معلوم ہوا کہ شارح کا بیان صحیح نہیں یعنی یہ تکبیر رکوع کی واجب نہیں بلکہ سنت ہے **وتکبیرات العیدین** وکذا احدہا اور واجب ہیں تکبیریں دونوں عیدوں کی جو چھ بار اللہ اکبر کہتا ہے ہر رکعت میں تین بار اور اسی طرح واجب ہے ان میں سے ایک یعنی ہر تکبیر واجب جداگانہ ہے یہ نہیں کہ چھوؤں مل کر واجب ہوں طحطاوی نے کہا کہ اسی طرح واجب ہیں تکبیریں ایام تشریق کی چنانچہ ان کا بیان آگے آوے گا **وتکبیر رکوع رکعۃ الثانیۃ** کلفظ التکبیر فی افتتاحہ اور واجب ہے تکبیر عید کی دوسری رکعت کے رکوع کی جیسے واجب ہے اللہ اکبر کہنا عید کی نماز کے شروع میں یعنی اگر سوائے اللہ اکبر کے اور کسی لفظ سے شروع کرے گا تو مکروہ تحریمی ہوگا کذا فی الشامی لکن لا شبہ وجوبہ فی کل صلوۃ بحر فلیحفظ لیکن مشابہ تر بحق یہ ہے کہ اللہ اکبر کہنا ہر نماز کے شروع میں واجب ہو کذا فی البحر تو اس کو یاد رکھنا چاہیے **والجہر للامام والاسرار للکل فیما یجہر فیہ ولیسر** اور واجب ہے پکار کر پڑھنا امام کو ان نمازوں کو کہ پکار کر پڑھا جاتا ہے یعنی صبح اور مغرب اور عشاء اور جمعہ وغیرہ میں اور واجب ہے آہستہ پڑھنا سب کو یعنی امام کو بالاتفاق اور تنہا کو صحیح تر قول میں ان نمازوں میں کہ آہستہ پڑھی جاتی ہیں چنانچہ ظہر اور عصر اور پچھلی رکعت مغرب کی وغیرہ **وبقی من الواجبات اتیان کل واجب اوفرض فی محلہ** اور باقی رہے واجبات میں سے واجبات آئندہ یعنی ایک واجب ادا کرنا ہے ہر واجب یا فرض کا اس کے محل میں فلو اتم القراءۃ ثم مکث مقدار سورۃ راکعا فضمہا قائما اعاد الرکوع وسجد للسہو تو اگر نمازی قرأت کو تمام کر کے بھولے سے چار یا گیارہ گیا پھر رکوع کیا تو سجدہ سہو کرے یا یہ صورت ہوئی کہ سورہ کو ملانا بھول گیا اور رکوع کرنے میں اس کو یاد ہوا سو اس نے سورہ کو کھڑے ہو کر ملایا تو رکوع دوبارہ کرے اور سجدہ سہو کرے ھ پہلی صورت مثال ہے فرض کی تاخیر کی اس کی موقع سے یعنی بعد قرأت کے رکوع فورًا فرض تھا تو اس نے

Marfat.com

رکوع کو اس کے محل سے ٹلا دیا اور دوسری مثال ہے واجب کو اس کی جگہ سے ٹالنے کی یعنی ضم سورہ واجب تھا بعد الحمد کے اس میں ایک رکوع زائد حائل ہو گیا شامی نے کہا کہ شارح کی عبارت میں ضعف ہے واعاد الرکوع سجد للسہو کہتا تو خوب تھا یعنی اس عبارت سے وہم یہ ہوتا ہے کہ اعادہ رکوع یا سجدہ سہو دونوں مسئلوں سے متعلق ہے حالانکہ اعادہ رکوع صرف مسئلہ دوم سے متعلق ہے اور سجدہ سہو دونوں سے وترک تکریر رکوع وتثلیث سجودٍ اور واجب ہے ترک کرنا رکوع کے مکرر کرنے کو اور سجدہ کے سہ بارہ کرنے کو یعنی اگر ایک بار رکوع کر کے پھر اعادہ اس کا کرے گا یا دو سجدوں کی جگہ تین کرے گا تو سجدہ سہو لازم ہوگا وترک قعود قبل ثانیۃ اور رابعۃ اور واجب ہے ترک کرنا قعدہ کا دوسری یا چوتھی رکعت سے پہلے تو اگر پہلی رکعت میں قعدہ کرے گا یا چار رکعت والی نماز میں تیسری رکعت پر قعدہ کریگا تو سجدہ سہو لازم ہوگا وکل زیادۃ تتکلل بین فرضین اور واجب ہے ترک کرنا ہر زیادتی کا جو دو فرضوں کے بیچ میں پڑے شامی نے کہا کہ دو فرضوں کی کچھ قید نہیں فرض اور واجب کے بیچ میں بھی زیادتی کا یہی حکم ہے مثلاً قعدہ اول کے تشہد میں زیادتی کی اور تیسری رکعت کو نہ اٹھا تب بھی سجدہ سہو لازم ہوگا اور زیادتی میں چپ رہنا بھی داخل ہے والنصات المقتدی اور واجب ہے چپ رہنا مقتدی کا تو اگر مقتدی امام کے پیچھے قرأت پڑھے گا تو قرأت مکروہ تحریمی ہوگی مگر اصح قول میں نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر بھول کر پڑھے گا تو سجدہ سہو لازم نہ ہوگا کیوں کہ مقتدی پر سہو نہیں ہوتا ومتابعۃ الامام یعنی فی المجتہد فیہ اور واجب ہے امام کی پیروی ان افعال میں جن میں اختلاف مجتہدین ہے ھم مجتہد فیہ سے یہ مراد ہے کہ جس کی بنا دلیل معتبر شرعی پر ہو جس کی رد سے مجتہد کو غیر کی مخالفت جائز ہو مثلاً امام نے عید کی تکبیریں تین سے زیادہ کہیں جیسے شافعی پانچ کہتے ہیں یا دو سجدے سہو کے سلام سے پیش تر کیے یا وتر میں قنوت بعد رکوع کے پڑھا تو ایسے امور میں پیروی امام کی واجب ہے اسی طرح جن امور میں اتفاق ہے ان میں متابعت بطریق اولی واجب ہے لا فی المقطوع بنسخہ نہیں واجب ہے متابعت اس فعل میں جس کا منسوخ ہونا قطعی ہے جیسے نماز جنازہ میں امام نے پانچ تکبیریں کہیں تو پانچویں میں اتباع نہ کرے اس لیے کہ ہر چند آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچ اور سات اور نو اور زیادہ تکبیریں مروی ہیں مگر آخر فعل آپ کا چار تکبیریں تھیں تو یہ فعل پیش تر کے افعال کا ناسخ ہوا کذا فی الشامی عن الامداد وبعدم سنیۃ کقنوت فجرٍ یا یقین ہوا اس فعل کے نہ مسنون ہونے کا تو اس میں بھی متابعت امام کی واجب نہیں جیسے فجر کا قنوت یعنی اس صورت میں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قوم پر بد دعا ایک مہینے تک کی تھی پھر اس کا منسوخ ہونا منسوخ ہو گیا تو اس میں بھی متابعت امام کی نہ کرے طحطاوی نے کہا کہ اس تقدیر پر کہ قنوت فجر پہلے سنت تھا اب منسوخ ہو گیا یہی مثال مقطوع النسخ کی بھی ہو سکتی ہے وانما تفسد بمخالفتہ فی المفروض کما بسطناہ فی الخزائن اور نماز صرف فرض میں امام کی مخالفت کرنے سے فاسد ہوتی ہے چنانچہ ہم نے اس کو خزائن الاسرار میں مشرح بیان کیا ہے شامی نے کہا کہ فساد نماز میں واقعہ فرض کے ترک سے ہوتا ہے نہ متابعت کے ترک سے مگر چوں کہ ترک متابعت سے ترک فرض لازم آتا ہے اس لیے نماز کے فساد کو مخالفت کی طرف منسوب کیا ہے اور فرض کی قید سے معلوم ہوا کہ واجب یا سنت کے ترک سے نماز فاسد نہیں ہوتی قلت قبلغت اصولہا نیفا واربعین میں کہتا ہوں کہ اصول واجبات کے کچھ اوپر ۴۰ ہو گئے ھم یعنی چودہ[۱۴] واجب مصنف نے بیان کیے تھے اور ۸ شارح نے زائد کیے تو کل ۴۲ ہو گئے اور ان کی تفصیل شامی نے یوں بیان کی ہے کہ الحمد کو ماتن نے ایک واجب کہا شارح نے چھوٹی آیتوں کو جدا جدا واجب بیان کیا ہے تو پانچ واجب اس میں بڑھے اسی طرح عیدین کی چھوٹی تکبیروں کو ماتن نے کہا اور شارح نے ہر ایک کو علیحدہ کہا تو پانچ ان میں زیادہ ہوئے اور تعدیل ارکان کو ایک واجب ماتن نے شمار کیا اور شارح نے رکوع اور سجدہ اور قومہ اور جلسہ میں چاروں جگہ تعدیل کو واجب کہا تو تین واجب اس میں زیادہ ہوئے تو کل تیرہ[۱۳] ہوئے چودہویں[۱۴] ہوا نہ مکرر پڑھنا فاتحہ کا پہلے سورہ کے پندرھویں[۱۵] ترتیب قرأت اور رکوع میں سولھواں[۱۶] ترتیب عدد رکعات میں سترھواں[۱۷] بیچ کی آیات

Marfat.com

پر زیادتی نہ کرنی اٹھارہواں[18] تکبیر قنوت انیسواں[19] تکبیر قنوت کے رکوع کی بیسواں[20] تکبیر رکوع دوم دوگانہ عید کی اکیسواں[21] عید کے دوگانہ کے شروع میں اللہ اکبر کہنا بائیسواں[22] ہر فرض و واجب کو اپنے محل پر ادا کرنا تئیسواں[23] ترک کرنا تکبیر رکوع چوبیسواں[24] ترک کرنا تشہد سجدہ کا پچیسواں[25] ترک کرنا قعدہ کا دوسری یا چوتھی رکعت سے پیشتر چھبیسواں[26] ترک کرنا زیادتی کا نیچ میں دو فرضوں کے ستائیسواں[27] چپ رہنا مقتدی کا اٹھائیسواں[28] پیروی امام کی اور چوں کہ ان واجبات میں حاجت ضرب اور تفصیل کی نہیں اس لیے شارح نے ان کو اصول واجبات کہا انتہی وبالبسط اکثر من مایۃ الف اذا اخذ تاتج ۳۹۰ من ضرب خمسۃ قعدۃ المغرب بتشہدہا وترک نقصٍ منہ وزیادۃ فیہا وعلیہ فی ۸۷ کما مر اور پھیلانے سے تعداد واجبات کی ایک لاکھ سے زیادہ ہو جائے گی اس لیے کہ ایک واجب یعنی تشہد ۳۹۰ واجب پیدا کرتا ہے یعنی پانچ واجب مفصلہ ذیل کے ضرب کرنے سے ۸۷ تشہدوں میں جن کا بیان اوپر گذرا یعنی جہاں شارح نے کہا ہے کہ تشہد کبھی دس بار مکرر ہوتا ہے الخ اور وہ پانچ واجب یہ ہیں اول قعدہ مغرب دوم[2] اس کی التحیات سوم[3] التحیات کو ناقص نہ پڑھنا چہارم[4] اس کے کلمات کے اثنا میں زیادتی نہ کرنی پنجم[5] اس کے تمام کرنے پر کچھ زیادہ نہ کرنا تو چوں کہ ہر تشہد میں ۸۷ تشہدوں سے یہ پانچوں واجب ضرور ہونے چاہییں اس لیے ۵ کو ۸۷ میں ضرب کیا ۳۹۰ ہوئے ھم شامی نے کہا کہ ان واجبات مذکورہ بالا میں سو سے زیادہ سجدہ ہیں اور ہر سجدہ میں تین واجب ہیں تعدیل اور دونوں ہاتھوں کا زمین پر رکھنا اور دونوں زانو کا رکھنا ان تین کو سو میں ضرب کرنے سے تین سو ہوتے ہیں اور پہلے واجبات میں ملانے سے ۷۰۰ کے قریب ہو جاتے ہیں اور جب اس رقم کو بقیہ ۴۲ واجبات میں ضرب کروگے تو ۲۵ ہزار سے زائد ہوں گے اور چوں کہ مقتدی کی متابعت کچھ اوپر بیس فرض ہیں اور کچھ اوپر ۴۰ واجبات میں واجب ہے یعنی کچھ اوپر ۶۰ جگہ واجب ہے تو اب اگر اوپر کے مجموعہ کو ۶۰ میں ضرب کر دو تو ۱۵ لاکھ سے زائد واجب ہو سکتے ہیں حالانکہ ابھی اور واجب باقی ہیں مثلاً ناک پر سجدہ کرنا اور رکوع میں قرأت نہ پڑھنا اور التحیات اور سلام سے پیشتر کھڑا نہ ہونا وغیرہ پس ان میں ضرب دینے سے تعداد اور بھی بڑھ جائے گی اس لیے شارح نے کہا والتتبع یفنی الحصر فتبصر اور تلاش واجبات کی نفی کرتی ہے حصر کو یعنی تلاش سے معلوم ہوتا ہے کہ لاتعد ولاتحصی ہیں تو اس کو خوب دیکھ بھال لو ھم شامی نے کہا کہ ان واجبات میں اکثر صورتیں فرضی اور عقلی ہیں کہ کبھی خارج میں نہیں پائی جاتی اور ان کی تلاش سے بجز بضیع اوقات اور کچھ فائدہ نہیں اور اگر ضرورت شارح کے کلام کے بیان کی نہ ہوتی تو بہتر تھا کہ اس سے پہلوتہی کی جاتی انتہی مترجم نے بھی اس لیے مختصر ترجمہ پر کفایت کی اور شامی کی عبارت میں بہت کچھ تصرف کیا تاکہ صرف مطلب عبارت شارح کا ظاہر ہو جائے جو کوئی تفصیل اس مقام کو چاہے وہ شامی کو دیکھے فیلغز ای واجب لیستوجب ۳۹۰ واجبًا توچیستان پوچھی جاتی ہے کہ وہ کون سا واجب ہے جو ۳۹۰ واجبوں کا مستوجب ہوتا ہے یعنی جس سے ۳۹۰ واجب لازم آتے ہیں ھم جواب اس چیستان کا وہی قاعدہ اول مغرب کا ہے مقتدی کے حق میں بتفصیل مذکورہ بالا وسننہا اور نماز کی سنتیں یہ ہیں جو آگے مذکور ہوئیں ہیں ترک السنۃ لایوجب وفسادًا ولو سہوًا بل اساءۃ لو عامدًا غیر مستخف ترک کرنا سنت کا نہ تو نماز کے فساد کا موجب ہوتا ہے نہ سجدہ سہو کا بلکہ اساءت یعنی برا کرنے کا موجب ہے اگر نمازی نے دانستہ ترک کیا ہو اور سنت کو ہلکا نہ سمجھا ہو ھم یعنی اگر ترک سنت نادانستگی میں ہوا تو کچھ برائی بھی نہ ہوگی اور اگر سنت کو حقیر جانے گا تو کافر ہوگا چنانچہ نہر الفائق میں بزازیہ سے منقول ہے کہ اگر سنت کو حق نہ جانے گا تو کافر ہوگا اس لیے کہ حق نہ جاننا حقیر سمجھنا ہے وقالوا الاساءۃ اہون من الکراہۃ اور فقہاء نے کہا کہ اساءت کم ہے بہ نسبت کراہت کے ھم شامی نے کہا کہ مراد کراہت سے تحریمی کراہت ہے یعنی اساءت میں ملامت بہ نسبت مکروہ تحریمی فعل کے کمتر ہے اور مکروہ تنزیہی سے زیادہ ہے اس لیے کہ تلویح میں ہے کہ سنت مؤکدہ کا چھوڑنا حرام سے قریب ہے اور نہر الفائق میں ہے کہ حکم سنت کا یہ ہے کہ اس کے ترک پر ملامت کی جائے اور کسی قدر گناہ بھی

Marfat.com

لاحق ہوا اور طحطاوی نے کہا کہ اساءت کے معنی ترک اولیٰ ہیں تو وہ اور کراہت تنزیہی ایک ہوئی ثم ہی علی ماذکرہ ثلاثۃ وعشرون پھر یہ سنتیں بموجب مصنف کے بیان کے ۲۳ ہیں اور واقع میں زیادہ ہیں چنانچہ شارح بیان کرے گا رفع الیدین للتحریمۃ فی الخلاصۃ ان اعتاد ترکہ اثم سنت ہے اٹھانا دونوں ہاتھوں کا تحریمہ کے لیے یعنی تکبیر سے پیش تر اور بعضوں نے کہا کہ تکبیر کے ساتھ اٹھاوے خلاصہ میں ہے کہ اگر ہاتھ نہ اٹھانے کا عادی ہوگا تو گنہ گار ہوگا اور اگر کبھی ایسا ہو جاوے تو گناہ گار نہ ہوگا ونشر الاصابع ای ترکہا بحالہا اور سنت ہے تکبیر کے وقت پھیلا رکھنا انگلیوں کا یعنی ان کو بحال خود چھوڑنا کہ نہ بہت ملی ہوں نہ بہت پھیلی وان لا یطاطئ راسہ عند التکبیر فانہ بدعۃ اور سنت ہے تکبیر کے وقت اپنے سر کو نہ جھکانا کیوں کہ سر جھکانا اس وقت بدعت ہے طحطاوی نے کہا کہ ظاہرا تمام قیام میں سر جھکانا ایسا ہی ہے وجہر الامام بالتکبیر بقدر حاجۃ للاعلام بالدخول والانتقال وکذا بالتسمیع والسلام اور سنت ہے پکار کر کہنا امام کا اللہ اکبر کو بقدر اس کی حاجت کے خبردار کرنے کے لیے دخول اور انتقال پر یعنی اس قدر پکار کر کہے کہ مقتدیوں کو نماز میں داخل ہونے اور ایک رکن سے دوسرے کی طرف جانے کی خبر ہو جاوے اور اسی طرح سنت ہے پکار کر کہنا سمع اللہ لمن حمدہ اور سلام کا ہم طحطاوی نے کہا کہ اگر امام حاجت سے زیادہ پکار کر کہیگا تو مکروہ ہوگا شامی نے کہا کہ مکروہ اس صورت میں ہے کہ حاجت زیادتی نہایت درجہ کو ہو مثلاً اس کے پیچھے ایک صف ہے اور وہ اتنا چیختا ہے کہ دس صفوں میں آواز جاوے تو مکروہ ہوگا پھر یہ معلوم کرنا چاہیے کہ جب امام شروع میں اللہ اکبر کہے تو اس کی نیت اگر صرف لوگوں کو خبردار کرنے کی ہوگی تو اس کی نماز نہ ہوگی اور نہ کسی مقتدی کی ہوگی بلکہ خبردار کرنے کے ساتھ نیت اپنی نماز کی تحریمہ کی بھی کرے اسی طرح مکبر جو امام کی آواز دوسرے لوگوں کو پہنچاتا ہے وہ بھی اگر فقط خبردار کرنے کی نیت سے اللہ اکبر کہے گا تو نماز نہ اس کی ہوگی اور نہ اس شخص کی جو اس کی آواز پر اقتداء کرے گا بلکہ پکار کر کہنے کے ساتھ تکبیر تحریمہ کا قصد کرے گا تو نماز ہوگی اور بدون حاجت کے بکبر اللہ اکبر پکار کر کہنا مکروہ ہے واما المؤتم والمنفرد فیسمع نفسہ اور مقتدی اور تنہا پڑھنے والا اللہ اکبر اتنی آواز سے کہے کہ اپنی آپ سن لے والثناء والتعوذ والتسمیۃ والتامین وکونہن سرًا اور مسنون ہے سبحانک اللہم پڑھنا اور اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم کہنا اور بسم اللہ کہنا اور الحمد کے بعد آمین کہنا اور ان سب کا آہستہ ہونا یعنی آہستہ کہنا سنت علیحدہ ہے اور ہر ایک کا پڑھنا سنت جداگانہ ووضع یمینہ علی یسارہ وکونہ تحت السرۃ للرجال لقول علی رضی اللہ عنہ من السنۃ وضعہما تحت السرۃ ولخوف اجتماع الدم فی رؤس الاصابع اور مسنون ہے رکھنا اپنے داہنے ہاتھ کا بائیں ہاتھ پر اور مسنون ہے مردوں کو رکھنا ان کا ناف کے نیچے بسبب فرمانے علی مرتضیٰؓ کے کہ سنت ہے رکھنا دونوں ہاتھوں کا ناف کے نیچے اور بسبب خوف خون جمع ہو جانے کے انگلیوں کی پوروں میں یعنی حکمت ہاتھوں کے کھلے نہ رکھنے میں یہ ہے کہ زیادہ کھڑے رہنے میں انگلیوں میں خون نہ اتر آوے وتکبیر الرکوع وکذا الرفع منہ بحیث یستوی قائمًا والتسبیح فیہ ثلاثًا والصاق کعبیہ واخذ رکبتیہ بیدیہ فی الرکوع وتفریج اصابعہ للرجل ولا یندب التفریج الا ہنا ولا الضم الا فی السجود اور مسنون ہے رکوع کے لیے اللہ اکبر کہنا اور اسی طرح مسنون ہے رکوع سے سر اٹھانا اس طرح پر کہ برابر کھڑا ہو جائے اور مسنون ہے رکوع میں تین بار سبحان ربی العظیم کہنا یعنی تین بار سے کم کہنا مکروہ تنزیہی ہے اور مسنون ہے دونوں ٹخنوں کا ملانا یعنی اگر بلا عذر ہو سکے اور مسنون ہے پکڑنا اپنے دونوں زانو کا اپنے دونوں ہاتھوں سے رکوع کے اندر اور مسنون ہے پھیلانا اپنی انگلیوں کا مرد کو اور نہیں مستحب ہے کشادہ رکھنا انگلیوں کا مگر رکوع کے اندر اور نہ ملا ہوا رکھنا مگر سجدہ کے اندر وتکبیر السجود وکذا نفس الرفع منہ بحیث یستوی جالسًا وکذا تکبیرہ والتسبیح فیہ ثلاثًا ووضع یدیہ ورکبتیہ فی السجود اور مسنون ہے سجدہ کے لیے اللہ اکبر کہنا اور اسی طرح مسنون ہے سجدہ سے اٹھنا اس طرح کہ برابر بیٹھ جائے اور ایسے ہی مسنون ہے سجدہ سے اٹھتے کو اللہ اکبر کہنا اور مسنون ہے سجدہ میں

Marfat.com

تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہنا اور مسنون ہے دونوں ہاتھوں اور زانوؤں کا رکھنا سجدہ میں ہم اکثر فقہاء نے ہاتھوں اور زانوؤں کا زمین پر رکھنا مسنون کہا ہے اور فقیہ ابواللیث نے فرض کہا ہے اور فتوی عدم فرضیت پر ہے اور فتح القدیر میں اس کو واجب کہا ہے اس وجہ سے کہ مطابق حدیث کے ہے اور اس پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت فرمائی ہے بحرالرائق میں کہا کہ انشاء اللہ وجوب کا قول سب اقوال سے بہتر اور متوسط ہے بسبب اس کے موافق ہونے کے اصول سے کذا فی الشامی فلا تلزم طہارۃ مکانہما عندنا تجمع پس لازم نہیں پاک ہونا ہاتھ اور زانو کی جگہ کا ہم حنفیوں کے نزدیک کذا فی المجمع یعنی جب ان کا رکھنا سجدہ میں فرض نہیں تو اگر ناپاک جگہ پر رکھے جائیں تو نماز فاسد نہ ہوگی ہم شامی نے کہا کہ ان دونوں اعضاء کے مکان کی طہارت کا شرط نہ ہونا روایت ضعیف ہے صحیح یہ ہے کہ اگر ان کی جگہ بھی ناپاک ہوگی تو نماز فاسد ہوگی کیوں کہ اعضاء کا نجاست سے لگنا ایسا ہے جیسے نجاست کا اٹھانا الا اذا سجد علی کفہ کما مر مگر جس صورت میں کہ سجدہ اپنی ہتھیلی پر کرے گا اس وقت پاک ہونا اس کی جگہ کا شرط ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا وافتراش رجلہ الیسریٰ فی تشہد الرجل اور مسنون ہے بچھانا اپنے بائیں پاؤں کو مرد کے تشہد میں یعنی التحیات پڑھنے میں مرد بائیں پاؤں کو بچھائے والجلسۃ بین السجدتین اور مسنون ہے بیٹھنا دونوں سجدوں کے درمیان میں طحطاوی نے کہا کہ ماتن نے اول سر اٹھانا سجدہ سے مسنون کہا تھا شارح نے اس میں یہ قید لگائی کہ اس طرح سر اٹھاوے کہ برابر بیٹھ جاوے تو اس قید سے بیٹھنا کر ٹھہرتا ہے لیکن اگر شارح کی قید کا لحاظ نہ کرے تو سر اٹھانا جدا سنت ہے اور جلسہ جدا دو ضع یدیہ فیہا علی فخذیہ کالتشہد للتوارث اور مسنون ہے رکھنا اپنے دونوں ہاتھوں کا جلسہ میں اپنے دونوں زانوؤں پر جیسے التحیات میں ہاتھوں کا رکھنا زانوؤں پر مستحب ہے بسبب توارث کے یعنی اکابر سے اسی طرح پہنچا ہے طحطاوی نے کہا کہ ہاتھ ایسی طرح رکھے کہ انگلیوں کی پوریں گھٹنوں کے پاس ہوں وہذا مما اغفلہ اہل المتون والشروح کما فی امداد الفتاح للشرنبلالی اور یہ یعنی جلسہ کا مثل التحیات کے بیٹھنے کے ہونا اس قسم سے ہے کہ متن اور شرح والوں نے اس کا ذکر نہیں کیا چنانچہ شرنبلالی کی امداد الفتاح میں ہے قلت یاتی معزیا للملیۃ فافہم میں کہتا ہوں اور یہ ذکر منسوب منیہ کی طرف آوے گا تو اس کو سمجھ لے ہم شاید فافہم سے یہ اشارہ ہے کہ کلام فقہاء سے اس جلسہ کا حال مثل تشہد کے جلسہ کے نکل سکتا ہے اس طرح کہ اگر ان دونوں میں کچھ مخالفت ہوتی تو اس کو بیان کر دیتے جیسے جلسہ اخیرہ میں دونوں پاؤں کے ایک طرف نکالنے کو بیان کرتے ہیں تو جب مطلق بیان کیا تو معلوم ہوا کہ یہ جلسہ مثل جلسہ تشہد کے ہے کذا فی الشامی والصلوۃ علی النبی فی القعدۃ الاخیرۃ وفرض الشافعی قول اللہم صل علی محمد اور مسنون ہے درود پڑھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قعدہ اخیرہ میں اور فرض کہا ہے امام شافعی نے کہنا اللہم صل علی محمد کا یعنی ان کے نزدیک قعدہ اخیرہ میں درود اس قدر فرض ہے ونسبوہ الی الشذوذ لمخالفۃ الاجماع اور محدثین نے اس قول کو شاذ اور مخالف اجماع کے کہا ہے ہم طحطاوی ابوبکر رازی اور خطابی اور بغوی اور ابن منذر اور ابن جریر طبری نے اس کو شاذ کہا ہے لیکن بحرالرائق میں منقول ہے کہ بعض صحابہ اور تابعین سے روایت موافق امام شافعی کے پائی جاتی ہے تو اس صورت میں شاذ کہنا بلا وجہ ہے کذا فی الشامی والدعاء بما یستحیل سوالہ من العباد اور مسنون ہے درود کے بعد اور قبل سلام کے ایسی چیز کی دعا جس کا مانگنا بندوں سے محال ہو جو دعا کہ اس باب میں مسنون ہے اس کا ذکر فصل آئندہ میں آوے گا وبقی بقیۃ تکبیرات الانتقالات حتی تکبیرۃ القنوت علی قول اور سنتوں میں سے باقی رہی تکبیریں ایک رکن سے دوسرے رکن میں جانے کی یعنی رکن کے بدلنے کے لیے اللہ اکبر کہنا مسنون ہے یہاں تک کہ قنوت کے لیے اللہ اکبر کہنا ایک قول کے بموجب طحطاوی نے کہا کہ اس تکبیر کے مسنون ہونے کا قول ضعیف ہے بلکہ وہ واجب ہے جیسا پہلے بیان ہوا والتسمیع للامام والتحمید لغیرہ اور مسنون ہے سمع اللہ لمن حمدہ کہنا امام کو اور ربنا ولک الحمد کہنا امام کے غیر کو یعنی مقتدی اور تنہا پڑھنے والے کو وتحویل الوجہ یمنۃ ویسرۃ للسلام

Marfat.com

اور پھیرنا منہ کا داہنے اور بائیں سلام کے وقت ہم اور مسنون ہے سلام میں ابتدا کرنا داہنے سے اور امام کو نیت مردوں اور فرشتوں کی کرنی اور پست کہنا دوسرے سلام کا بہ نسبت اول کے کذا فی الشامی **ولہا اداب** اور نماز کے کچھ آداب ہیں ترکہ لایوجب اساءۃ فلا عتابا کترک سنۃ الزوائد لکن فعلہ افضل آداب کا ترک کرنا نہ مکروہ تنزیہی ہونے کا موجب ہے اور نہ عتاب کا باعث جیسے چھوڑنا سنت زوائد کا عتاب وکراہت کا موجب نہیں لیکن کرنا ادب کا افضل ہے ہم نماز میں ادب اس کو کہتے ہیں جس کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یا دو بار کیا ہو اور اس پر مداومت نہ فرمائی ہو جیسے رکوع اور سجدہ میں تین بار سے زیادہ تسبیح کہنا اور حلیہ میں کئی تعریفیں ادب کی کر کے آخر کو کہا کہ ظاہراً ادب اور مستحب ایک ہی چیز ہیں اور سنت زائدہ اس کو کہتے ہیں جو مؤکد نہ ہو اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بطور عادت کے کیا ہو جیسے آپ کی سیرت لباس اور نشست و برخاست میں یا نماز چاشت اور اس کا مقابل سنت ہدی ہے یعنی سنت مؤکدہ جیسے اذان اور جماعت ہے کذا فی الشامی **نظرہ الی موضع سجودہ حال قیامہ والی ظہر قدمیہ حال رکوع والی ارنبۃ انفہ حال سجودہ والی حجرہ حال قعودہ والی منکبیہ الایمن والایسر عند التسلیمۃ الاولی والثانیۃ** تحصیل الخشوع مستحب ہے دیکھنا نمازی کا کھڑے ہونے کے وقت اپنے سجدہ گاہ کی طرف اور رکوع کے وقت اپنے دونوں پاؤں کی پشت کی طرف اور سجدہ کرنے میں اپنی ناک کی نوک کی طرف اور قعود کی حالت میں اپنی گود کی طرف اور پہلے سلام پھیرنے کے وقت اپنے داہنے شانے کی طرف اور دوسرے سلام کے وقت اپنے بائیں شانہ کی طرف یہ سب آداب ہیں واسطے حاصل کرنے خشوع اور انکسار کے طحطاوی نے کہا کہ ظاہر اگر ان جگہوں میں کوئی ایسی چیز ہوگی جس سے دل بٹے تو ان کی طرف دیکھنا مستحب نہ رہے گا کیوں کہ ان سے انکسار جاتا رہے گا جو مستحب سے بھی بڑھ کر ہے **وامساک فمہ عند التثاوب** دلو یاخذ شفتیہ بسنۃ **فان لم یقدر غطاہ بظہر یدہ الیسری وقیل بالیمنی لو قائما والافیسراہ مجتبی** اور مستحب ہے اپنا منہ بند کرنا جمائی لینے کے وقت اگرچہ ہونٹھ کو دانت کے پکڑنے سے بند کیا ہو پھر اگر منہ بند نہ ہو سکے تو اس کو اپنے بائیں ہاتھ کی پیٹھ سے چھپا دے اور بعضوں نے کہا کہ اگر کھڑا ہو تو داہنے ہاتھ کی پیٹھ سے چھپا دے اور نہیں تو بائیں کی پیٹھ سے کذا فی المجتبی **وجہ** منہ کے بند کرنے کی یہ ہے کہ جمائی لینا نماز میں اور خارج نماز کے مکروہ ہے اور کھڑے ہونے میں داہنا ہاتھ اس لیے کہا تاکہ حرکت ایک ہی ہاتھ کی ہو ورنہ بائیں ہاتھ کو داہنے کے نیچے سے نکالنے میں دونوں ہاتھوں کو حرکت ہوگی اور بعض نسخوں میں لفظ شفتیہ بصیغہ تثنیہ ہے مگر چوں کہ دونوں ہونٹھ کا دبانا جمائی کے دفع کے لیے دانت سے دشوار ہے اس لیے صیغہ مفرد درست ہے کذا فی الشامی **او کمہ** یا منہ کو چھپا دے اپنی آستین سے لان التعطیہ بلا ضرورۃ کراہۃ ہاتھ یا آستین سے منہ اس وقت چھپا دے کہ جب بلا مدد ہاتھ اور آستین کے منہ نہ بند ہو اس لیے کہ منہ کا چھپانا بدون ضرورت کے مکروہ ہے اگر ہونٹھ کو دانت سے دبا کر جمائی روک سکتا تھا مگر اس طرح نہ روکا بلکہ ہاتھ یا آستین سے منہ کو چھپایا تو مکروہ ہوگا کذا فی الخلاصہ **فائدہ** ترکیب جمائی کے دور کرنے کی یہ بہت عمدہ ہے کہ اپنے دل میں سوچے کہ انبیاء علیہم السلام نے جمائی نہیں لی قدوری اور شامی نے ذکر کیا کہ ہم نے اس کا بارہا امتحان کیا فوراً جمائی دور ہو گئی **واخراج کفیہ من کمیہ عند التکبیر للرجل لا لضرورۃ کبرد** اور مستحب ہے اپنا دونوں آستینوں میں سے دونوں ہاتھوں کا باہر کرنا مرد کو اللہ اکبر کہنے کے وقت یعنی شروع نماز میں مگر کسی ضرورت سے مثل سردی کے باہر نکالنا ہاتھوں کا مستحب نہیں رہتا **ودفع السعال ما استطاع** لانہ بلا عذر مفسد فیجتنبہ اور مستحب ہے رفع کرنا کھانسی کا اپنے مقدور بھر اس لیے کہ کھانسنا بلا عذر مفسد نماز ہے یعنی جب کہ اس سے حروف پیدا ہوں کذا فی العینی تو اس سے اجتناب کرے **والقیام** لامام ومؤتم **حین قیل حی علی الفلاح** خلافا لزفر فمندوبہ علی الصلوٰۃ این کمال اور مستحب ہے کھڑا ہونا امام اور مقتدی کو جب کہ تکبیر میں حی علی الفلاح کہا جائے بخلاف قول زفر کے کہ ان کے نزدیک حی علی الصلوٰۃ

Marfat.com

کے وقت کھڑا ہونا مستحب ہے کذا ذکرہ ابن کمال شامی نے کہا کہ یہ نقل قول زفر کی درست نہیں بلکہ حسن بن زیاد اور زفر کا قول یہ ہے کہ
قامت الصلوٰۃ کہنے کے وقت کھڑا ہو ان کان الامام بقرب المحراب والا فیقوم کل صفٍ بحیث ینتہی الیہ الامام علی الاظہر
علی الفلاح کے وقت کھڑا ہونا اس وقت مستحب ہے کہ امام محراب کے پاس ہو اور اگر محراب سے دور ہو یعنی صفوں کے پیچھے سے اپنی
جگہ جانا چاہے تو جس صف میں امام پہنچے وہی کھڑی ہو جائے ظاہر قول میں وان دخل من قدام قاموا حین یقع بصرہم علیہ اور اگر امام آگے کی جانب سے
داخل ہو تو لوگ اس وقت کھڑے ہوں جب ان کی نظر امام پر پڑے الا اذا قام الامام بنفسہ فی مسجدٍ فلا یقفوا حتی یتم اقامتہ ظہیریہ جب کہ امام خود
مسجد میں تکبیر کہے تو مقتدی کھڑے نہ ہوں یہاں تک کہ امام اقامت پوری کرے کذا فی الظہیریہ شامی نے کہا کہ شارح کو فی المسجد الف
لام کے ساتھ اور فلا یقفون کہنا مناسب تھا بصیغہ نفی وان خارجہ قام کل صفٍ بحیث ینتہی الیہ بحر اور اگر امام مسجد کے باہر ہو تو جس صف تک
پہنچے وہ کھڑی ہو کذا فی البحر شامی نے کہا کہ اس قول کو میں نے بحر الرائق میں نہ پایا بلکہ نہر الفائق میں مذکور ہے وشروع الامام فی الصلوۃ مذکیل قد
قامت الصلوۃ ولو اخر حتی اتمہا لا باس بہ اجماعًا وہو قول الثانی والثلاثۃ وہو اعدل المذہب کما فی شرح المجمع لمصنفہ وفی القہستانی مغربًا للخلاصۃ
انہ الاصح اور مستحب ہے نماز شروع کرنا امام کا جب کہ قد قامت الصلوۃ کہا جائے اور اگر نماز کے شروع کرنے میں تاخیر کی یہاں تک کہ مؤذن
نے اقامت تمام کر لی تو اس کا کچھ مضائقہ نہیں بالاتفاق اور وہ یعنی تاخیر کرنا امام ابو یوسف اور ائمہ ثلاثہ کا قول ہے اور وہی درست تر مذہب
کا ہے جیسا کہ شرح مجمع میں اس کے مصنف نے ذکر کیا ہے اور قہستانی میں منسوب بخلاصہ یوں ہے کہ تاخیر کرنا ہی صحیح تر قول ہے اس لیے کہ
اس سے نمازیوں پر اشتباہ نہ رہے گا اور مؤذن بھی امام کے ساتھ نماز شروع کر سکے گا فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا لو لم یعلم ما فی الصلوۃ من
فرائض وسنن اجزاءہ قنیہ اور اگر نمازی نے یہ نہ جانا کہ جو فرض مثلاً ادا کرتا ہے اس میں فرض کیا افعال ہیں اور سنت کیا تو یہ نماز اس
کو کافی ہو گی کذا فی القنیہ

فصل

اس فصل میں نماز کے ادا کرنے کا بیان شروع سے آخر تک اُس طریق پر ہے جو سلف سے منقول چلا آیا ہے واذا اراد
الشروع فی الصلوۃ کبر لو قادرا للافتتاح ای قال وجوبًا اللہ اکبر اور جب نمازی نماز شروع کرنا چاہے تو شروع
نماز کے لیے تکبیر کہے اگر کہنے پر قادر ہو یعنی براہ وجوب لفظ اللہ اکبر کہے طحطاوی نے کہا کہ قادر کی قید سے عاجز نکل گیا اور اللہ اکبر کہنے کے وجوب
سے یہ نکلا کہ اگر اللہ کبیر یا اللہ الاکبر یا اللہ الکبیر کہے گا تو واجبا ادا نہ ہو گا ولا یصیر شارعًا بالمبتداء فقط کا للہ ولا اکبر فقط ہو المختار اور نماز کا شروع
کرنے والا نہ ہو گا صرف مبتدا کہنے سے جیسے فقط اللہ کہے اور خبر کچھ نہ کہے اور نہ صرف اکبر کہنے سے شروع کرنے والا ہو گا یہی قول مختار ہے
شامی نے کہا کہ یہی قول امام محمد کا ہے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے امام اعظم سے اور وجہ شروع کرنے والا نہ ہونے کی یہ ہے کہ شروع نماز کی شرط پورا
جملہ ہے تو صرف مبتدا یا خبر کہنے سے شرط نہ پائی جائے گی فلو قال اللہ مع الامام واکبر قبلہ او ادرک الامام راکعًا فقال اللہ قائمًا واکبر راکعًا لم یصح فی الاصح پس اگر
مقتدی نے لفظ اللہ امام کے ساتھ کہا اور لفظ اکبر امام کے فارغ ہونے سے پیش تر کہہ لیا یعنی ہنوز امام نے اکبر کو پورا نہیں کیا تھا کہ مقتدی
کہہ چکا یا مقتدی نے امام کو رکوع میں پایا تو لفظ اللہ تو کھڑے ہوئے کہا اور اکبر رکوع میں تو دونوں صورتوں میں اس کا اقتداء درست نہ ہو گا
صحیح تر قول میں ہم پہلی صورت میں اقتداء اس لیے صحیح نہ ہوا کہ امام بوجہ ناتمام ہونے اللہ اکبر کے ابھی نماز کا شروع کرنے والا نہیں ہوا تھا کہ
مقتدی نے اس کا اقتدا کر لیا تو خارج نماز کا اقتدا ہوا اور دوسری صورت میں شرط تحریمہ مفقود ہے یعنی حالت قیام پورا جملہ چاہیے تھا وہ نہ
ہوا اس لیے اقتدا بھی صحیح نہ ہوا شامی نے کہا کہ جیسے اقتداء صحیح نہیں ویسے ہی مقتدی خود اپنی نماز کا شروع کرنے والا بھی نہ ہو گا کیوں کہ اس نے

Marfat.com

قصد شریک ہو کر پڑھنے کا کیا تھا یعنی تنہا پڑھنے کی نیت پہلے ہی نہ تھی کما لو فرغ من اللہ قبل الامام جیسے اقتدا صحیح نہیں جب کہ فارغ ہوا مقتدی لفظ اللہ کے کہنے سے پہلے شروع کرے امام کے یعنی امام نے تکبیر تحریمہ ابھی شروع نہیں کی کہ مقتدی اللہ کہہ چکا تو اقتدا صحیح نہ ہوگا ولو ذکر الاسم بلا صفۃ صح عند الامام خلافاً لمحمدؒ اور اگر صرف اسم ذات کو یعنی لفظ اللہ کو ذکر کیا بدون صفت یعنی اکبر کے تو صحیح ہے امام کے نزدیک برخلاف محمد کے طحطاوی نے کہا کہ یہ مسئلہ مکرر ہو گیا اور باوجود مکرر ہونے کے ضعیف ہے کیوں کہ ظاہر الروایت پر مبنی نہیں کذا ذکرہ الحلبی ھ اگر پہلی صورت کو یعنی صرف مبتداء کے ذکر کرنے سے شروع کرنے والا نہ ہونے کو منفرد یا امام کے لیے محمول کریں اور اس صورت کو حالت اقتداء پر تو مکرر نہیں ہوتا بالحذف اذ مداحدی ہمزتین مفسد وتعمدہ کفر وکذا الباء فی الاصح اللہ اکبر وجوباً کہ ہمزوں کے حذف کرنے کیساتھ یعنی اللہ اور اکبر کے ہمزوں کو بڑھا کر نہ کہے اس لیے کہ کھینچ کر پڑھنا ان دو ہمزوں میں سے ایک کا مفسد ہے شروع نماز کا اگر نادانستگی میں بڑھا کر پڑھا ہو اور جان کر ان کو مد کرنا کفر ہے اور اسی طرح ب کا بڑھانا لفظ اکبر سے صحیح تر قول میں مفسد ہے ھ مقابل اس کا وہ ہے جو حلبی نے شرح منیہ میں ذکر کیا ہے کہ ب کا بڑھانا مفسد نہیں کذا فی الطحطاوی ولیشترط کونہ قائماً فلو وجد الامام راکعاً فکبر منحنیا ان الی القیام اقرب صح ولغت نیۃ تکبیرۃ الرکوع اور شرط ہے کہنا اللہ اکبر کھڑے ہو کر یعنی فرض نماز میں باوجود قدرت کھڑے ہو کر تحریمہ کرنا چاہیے پس اگر امام کو رکوع میں پایا اور جھکے ہوئے اللہ اکبر کہا تو اگر یہ قیام جھکنے سے قریب ہوگا یعنی اس قدر جھکا ہوگا کہ ہاتھوں سے گھٹنوں کو نہ پکڑ سکے تو شروع صحیح ہوگا اور تکبیر رکوع کی نیت لغو ہوگی ھ صورت اس کی یہ ہے کہ مقتدی نے جو اللہ اکبر کہا اس سے رکوع کی نیت کی نہ نماز کے شروع کی تو یہ تکبیر تحریمہ کی ہو جائے گی اور رکوع کی نیت لغو ہوگی اس لیے کہ تکبیر تحریمہ فرض اور شرط ہے اور رکوع کی تکبیر نفل ہے اور چوں کہ یہ نفل فرض کے محل میں واقع ہوئی اس لیے فرض کی طرف پھیری گئی کذا فی الشامی مختصراً **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے کبر غیر عالم بتکبیر امامہ ان اکبر رائہ انہ کبر قبلہ لم یجز والا جاز محیط مقتدی نے اللہ اکبر کہا اور یہ نہیں جانتا کہ امام اللہ اکبر کہہ چکا ہے یا نہیں تو اگر اس کی رائے غالب یہ ہے کہ میں نے امام سے پہلے اللہ اکبر کہا ہے تب تو اقتداء درست نہ ہوگا ورنہ جائز ہوگا کذا فی المحیط یعنی اگر گمان غالب یہ ہوگا کہ امام کے ساتھ یا اس کے بعد اللہ اکبر کہا ہے یا کچھ گمان ہی نہ ہو کہ پہلے کہا یا پیچھے تو اقتدا درست ہوگا کذا فی الشامی ولو اراد بتکبیرہ التنجب او متابعۃ المؤذن لم یصر شارعا اور اگر نمازی نے اللہ اکبر کہنے سے قصد تعجب کا کیا یا مؤذن کے جواب دینے کا ارادہ کیا تو شروع کرنے والا نماز کا نہ ہوگا کیوں کہ تعجب کرنا اور جواب اذان کا دینا اجنبی باتیں ہیں اور نماز کی مفسد ہیں تو ان سے شروع درست نہ ہوگا ویجزم الراء لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم الاذان جزم والاقامۃ جزم والتکبیر جزم منح ومرقی الاذان اور اللہ اکبر کی ر کو جزم کرے بسبب فرمانے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ اذان جزم ہے اور اقامت جزم ہے اور اللہ اکبر کہنا جزم ہے کذا فی المنح اور یہ حدیث باب الاذان میں گذری ھ اذان جزم ہے یعنی اس کے کلمات کے آخر پر کچھ حرکت نہیں یہ حدیث ابراہیم نخعی سے موقوفاً اور مرفوعاً مروی ہے وانما یصیر شارعاً بالنیۃ عند التکبیر لا بہ وحدہ ولا بہا وحدہا بل بہما اور بات یوں ہے کہ شروع کرنے والا نیت سے ہوتا ہے اللہ اکبر کہنے کے وقت نہ صرف اللہ اکبر کہنے سے اور نہ صرف نیت سے بلکہ دونوں چیزوں سے ھ یعنے چوں کہ نیت بھی صحت نماز کی شرط ہے اور تحریمہ بھی اور نیت تحریمہ سے پیش تر بھی جائز ہے بشرطیکہ کوئی اجنبی فعل مثل کھانے پینے کے بیچ میں واقع نہ ہو تو اس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ شاید صرف نیت کافی ہو اس لیے ماتن نے تصریح کر دی کہ نیت تحریمہ کے وقت ہونی چاہیے کذا فی الشامی ولا یلزم العاجز عن النطق کاخرس وامی تحریک لسانہ وکذا فی حق القراءۃ ہو الصحیح لتعذر الواجب فلا یلزم غیرہ الا بدلیل فتکفی النیۃ اور جو شخص کہ بولنے سے عاجز ہو جیسے گونگا اور امی اس کو اللہ اکبر کہنے کے لیے اپنی زبان کا ہلانا ضرور نہیں اور اسی طرح قرأت کے حق میں زبان کا ہلانا ضرور نہیں یہی

Marfat.com

صحیح ہے زبان کا ہلانا لازم نہیں بسبب دشوار ہونے واجب کے تو نہیں لازم ہوگا واجب کا غیر بدون دلیل کے اس لیے نیت کافی ہوگی ھم یعنی اللہ اکبر کہنا اور قرأت واجب ہے اور یہ واجب عاجز سے ادا نہیں ہوسکتا تو دوسری چیز یعنی زبان ہلانے کو اس پر لازم کرنا بدون دلیل کے کیسے درست ہوا اس لیے عاجز کی نیت ہی نماز میں کافی ہے لکن ینبغی ان یشترط فیہا القیام وعدم تقدیمہا القیامہا مقام التحریمۃ ولم ارہ لیکن سزاوار یہ ہے کہ عاجز کی نیت میں قیام شرط ہو اور نماز سے پیش تر نہ ہو کیوں کہ نیت اس صورت میں قائم مقام تحریمہ کی ہے اور میں نے اس کو دیکھا نہیں ھم یعنی چوں کہ عاجز کے حق میں نیت کافی ہے تحریمہ کی کچھ ضرورت نہیں اس سے یہ نکلا کہ نیت قائم مقام تحریمہ کے ہوگئی تو شارح بہ تبعیت مصنف نہر الفائق کے کہتا ہے کہ تحریمہ کی شرطیں یعنی قیام اور مقدم نہ ہونا عاجز کی نیت میں ملحوظ ہونا چاہیے مگر میں نے اس کی تصریح نہیں دیکھی شامی نے کہا کہ عاجز کی نیت کا قائم مقام تحریمہ کے ہونا بدون دلیل کیسے مانا جائے کیوں کہ نیت اور تحریمہ دونوں شرطیں علیحدہ ہیں تو جب ایک شرط کسی عذر سے ساقط ہوگئی اور دوسری پر اکتفا کی گئی تو اس سے یہ کیسے لازم آیا کہ دوسری شرط ساقط کے قائم مقام ہوگئی ثم فی الاشباہ فی قاعدۃ التابع تابع فالمفتی بہ لزومہ فی تکبیرۃ وتلبیۃ لا قراۃ پھر اشباہ میں اس قاعدہ کے بیان میں کہ تابع تابع رہتا ہے یہ ہے کہ فتوی اس پر ہے کہ زبان ہلانا عاجز پر لازم ہے اللہ اکبر کہنے اور لبیک کہنے میں اور لازم نہیں قرأت میں ھم شامی میں محیط سے منقول ہے کہ قرأت فرض قطعی ہے اور تلبیہ فرض ظنی تو چاہیے کہ تلبیہ میں بطریق اولی لازم نہیں ورفع یدیہ قبل التکبیر وقیل معہ ما سابہامیہ شمتی اذنیہ اور اٹھاوے اپنے دونوں ہاتھوں کو اللہ اکبر کہنے سے پہلے اور بعضوں نے کہا کہ اللہ اکبر کے ساتھ ہی اٹھاوے لگانے والا دونوں انگوٹھوں کو دونوں کانوں کی لو سے ھم اللہ اکبر سے پہلے ہاتھوں کا اٹھانا منسوب ہے طرفین کی طرف اور صاحب ہدایہ نے اس کی تصحیح کی ہے اور خلاصہ اور محیط وغیرہ میں ہے کہ جب اللہ اکبر کہنا شروع کرے اسی وقت ہاتھوں کا اٹھانا شروع کرے اور جب اس کو تمام کرے اسی وقت اس کو تمام کرے اور تیسرا قول یہ ہے کہ بعد اللہ اکبر کے اٹھاوے اور یہ سب اقوال حدیث شریف میں مروی ہیں کذا فی الشامی ہو المراد بالمحاذاۃ لانہا لا تتیقن الا بذلک کانوں تک ہاتھوں کا اٹھانا ہی مراد ہے محاذات سے جو ظاہر الروایۃ اور بعض احادیث میں وارد ہے اس لیے کہ محاذات بدون اس طرح اٹھانے کے یقینی نہ ہوگی ھم یعنی بعض احادیث میں جو حذو اذنیہ آیا ہے یعنی دونوں کانوں کے برابر ہاتھ اٹھاوے اس سے مراد یہی ہے کہ انگوٹھے کانوں کی لو کو لگیں اور شانوں تک اٹھانے میں برابری کانوں کی ثابت نہیں اور جن حدیثوں میں شانوں تک اٹھانا مروی ہے تو وہ اس حالت میں محمول ہے کہ ہاتھ سردی کے سبب کپڑوں کے اندر ہوں اور ابن ہمام نے دونوں حدیثوں میں توفیق اس طرح کی ہے کہ کلائیوں کو مونڈھوں کے برابر کرنے سے کانوں کی محاذات انگوٹھوں سے ہوجاتی ہے کذا فی الشامی تبصرف ویستقبل بکفیہ القبلۃ وقیل خدیہ اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کو قبلہ کی طرف متوجہ کرے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہتھیلیوں کا رخ دونوں رخساروں کی طرف کرے والمراۃ ولو امۃ کما فی البحر لکن فی النہر عن السراج انہا ہنا کالرجل وفی غیرہ کالحرۃ اور عورت اگر لونڈی ہو چنانچہ بحر الرائق میں ہے لیکن نہر الفائق میں سراج سے منقول ہے کہ لونڈی اس مقام میں یعنی رفع یدین میں مرد کے برابر ہے اور دوسرے افعال مثلاً رکوع اور سجدہ میں مثل آزاد بی بی کے ہے ترفع بحیث یکون رؤس اصابعہا حذاء منکبیہا وقیل کالرجل عورت اپنے ہاتھ اس طرح اٹھاوے کہ اس کی انگلیوں کے سر برابر اس کے دونوں شانوں کے ہوجائیں اور حسن نے امام اعظم سے روایت کی کہ عورت مثل مرد کے ہے ہاتھ اٹھانے میں مگر اول قول کو ہدایہ میں صحیح کہا ہے وصح شروعہ ایضاً مع کراہۃ التحریم بتسبیح وتہلیل وتحمید وسائر کلم التعظیم الخالصۃ للہ تعالیٰ ولو مشترکۃ کرحیم وکریم فی الاصح اور نیز صحیح ہے شروع کرنا نمازی کا نماز کو کراہت تحریمی کے ساتھ سبحان اللہ کہنے اور لا الہ الا اللہ کہنے اور الحمد للہ کہنے سے اور سب اللہ تعالیٰ کے خالص تعظیم

Marfat.com

سے کلمات سے اگرچہ مشترک ہوں مثل رحیم اور کریم کے صحیح تر قول ہیں ھ تعظیم میں خالص کی قید اس لیے لگائی کہ جو کلمات شامل ہوں دعا اور حاجت پر وہ نکل جائیں شامی نے کہا کہ لہ تعالیٰ متعلق تعظیم سے ہے نہ خالص سے ورنہ اس کے بعد واو مشترکہ نہ بنے گا اور اصح قول کا مخالف ذخیرہ اور خانیہ میں ہے کہ شروع نماز کو خالص لفظ اللہ اکبر سے مخصوص کیا ہے وخصہ الثانی باکبر وکبیر منکراً ومعرفاً زاد فی الخلاصۃ والکبار مخففاً وثقلاً اور مخصوص کیا ہے شروع کو امام ابو یوسف نے لفظ اکبر اور کبیر سے خواہ ان کو نکرہ بے الف لام کے بولے یا الف لام کے ساتھ خلاصہ میں کبار کو بھی تخفیف اور تشدید کے ساتھ زیادہ کیا ہے ھ کبار بضم اول وتخفیف موحدہ خواہ تشدید آن بمعنی کبیر ہے یعنی ابو یوسف کے نزدیک اللہ اکبر یا اللہ الاکبر یا اللہ کبیر یا اللہ الکبیر یا اللہ کبار یا اللہ الکبار کہنے سے شروع نماز صحیح ہو جائے گا اور الفاظ سے صحیح نہ ہو گا شامی نے کہا کہ اس باب میں صحیح طرفین کا قول ہے چنانچہ نہر الفائق میں کہا ہے کما صح لو شرع بغیر عربیۃ ای لسان کان جیسے کہ صحیح ہے اگر نماز کو شروع کیا عربی کے سوا دوسری زبان میں کوئی سی زبان ہو وخصہ البرغی بالفارسیۃ لمزیتہا بحدیث لسان اہل الجنۃ العربیۃ والفارسیۃ الدریۃ بتشدید الراء قہستانی اور خاص کیا ہے دوسری زبان کو احمد بن حسین بروغی نے فارسی کے ساتھ بسبب اس کے فائق ہونے کے اس حدیث سے کہ زبان جنت والوں کی عربی ہے اور دری فارسی اور لفظ دری راء مہملہ کی تشدید سے ہے کذا فی القہستانی ھ محشی اس حدیث کی تخریج کے درپے نہیں ہوئے اور دری منسوب ہے در کی طرف بمعنی دروازہ اور یہ زبان ان لوگوں کی ہے جو بادشاہی دروازوں پر رہتے ہیں اور فارس نام ایک قلعہ کا ہے جس کی طرف ایک قوم منسوب ہے ان لوگوں کی زبان عربی کے بعد اشرف اور مشہور تر ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وشرطا عجزہ اور صاحبین نے دوسری زبان میں شروع نماز کے صحیح ہونے کے لیے عاجز ہونا نمازی کا عربی میں تکبیر کہنے سے شرط کیا ہے وعلی ہذا الخلاف الخطبۃ وجمیع اذکار الصلوۃ اور اسی خلاف پر ہیں خطبہ اور سب ذکر نماز کے یعنی امام اعظمؒ کے نزدیک اور زبانوں میں خطبہ اور ثنا اور دوسری دعائیں درست ہیں اور صاحبین کے نزدیک عربی سے عاجز ہونے کی صورت میں درست ہیں طحطاوی نے کہا کہ معتمد امام کا قول ہے واما ما ذکرہ بقولہ او آمن اولبی او سلم او سمی عند ذبح او شہد عند حاکم او دعا ما ولم ار لو شمت عاطسا وقرأہا عاجزاً فجائز اجماعاً اور جو امور کہ نماز کے ذکر میں داخل نہیں اور ان کو مصنف نے اپنے قول میں ذکر کیا ہے یعنی خواہ ایمان لایا یا لبیک کہا یا سلام کہا یا ذبح کے وقت خدا تعالیٰ کا نام لیا یا کسی حاکم کے سامنے گواہی دی یا جواب سلام کا دیا یا قرأت پڑھی عربی سے عاجز ہو کر تو یہ سب باتیں باتفاق امام اور صاحبین کے غیر زبان میں جائز ہیں شارح نے کہا کہ اگر چھینک کا جواب غیر زبان میں دیا تو اس کا حکم میں نے نہیں دیکھا شامی نے حلبی سے نقل کیا کہ سلام کے جواب اور چھینک کے جواب میں کچھ فرق نہیں معلوم ہوتا قید القرأۃ بالعجز لان الاصح رجوعہ الی قولہما وعلیہ الفتوی مصنف نے قرأت میں عربی سے عاجز ہونے کی قید لگائی اس لیے کہ صحیح تر ہے رجوع کرنا امام کا صاحبین کے قول کی طرف اور اسی پر فتویٰ ہے قلت وجعل العینی الشروع کالقراءۃ لا سلف لہ فیہ ولا سند یقویہ بل جعلہ فی التاتارخانیۃ کالتلبیۃ تجوز اتفاقا فظاہرہ کالمتن رجوعہما الیہ لما ہو الیہما فاحفظہ فقد اشتبہ علی کثیر من القاصرین حتی الشرنبلالی فی کل کتبہ فتنبہ اور عینی نے شروع نماز کی تکبیر کو قرأت کے مانند کیا ہے یعنی غیر زبان میں اس کے صحیح ہونے کے لیے بھی قید عربی سے عاجز ہونے کی لگائی ہے نہ تو اس باب میں عینی کا کوئی سلف ہے جس نے پیش تر ایسا کہا ہو اور نہ کوئی سند اس کے دعوے کو قوت دیتی ہے بلکہ شروع کو تاتارخانیہ میں تلبیہ کے مانند ٹھہرایا ہے کہ غیر زبان میں باتفاق جائز ہے پس ظاہر تجویز تاتارخانیہ کا مثل متن تنویر الابصار کے یہ ہے کہ صاحبین نے امام کے قول کی طرف رجوع کیا ہے نہ یہ کہ امام نے صاحبین کی طرف رجوع کیا ہے تو اس کو یاد کرے

Marfat.com

کہ بہت سی کم توجہ کرنے والوں پر یہ امر مشتبہ ہوگیا ہے یہاں تک کہ شرنبلالی پر بھی اس کی سب کتابوں میں مشتبہ ہوگیا ہے سو خبردار ہوجاؤ صاحبین کے نزدیک نماز کے سب ذکر اور تکبیر تحریمہ دوسری زبان میں اس وقت درست ہوتے ہیں کہ عربی سے نمازی عاجز ہو اور امام کے نزدیک سوا قرأت کے سب اذکار و تحریمہ باوجود قدرت عربی کے غیر زبان میں جائز ہیں تو فقط امام صاحب نے قرأت کے باب میں صاحبین کے قول کی طرف رجوع کیا ہے اس وجہ سے کہ قرآن ایک خاص عربی منظوم کا نام ہے جو بنقل متواتر ہم تک پہنچا ہے تو فارسی وغیرہ میں وہ منقول خاص باقی نہ رہے گا باقی رہا شروع کا حال تو اس میں امام صاحب کی دلیل قوی ہے یعنی وہ یہ فرماتے ہیں کہ شروع میں مطلوب ذکر اور تعظیم ہے یہ ہر زبان میں حاصل ہوسکتا ہے خصوصیت عربی کی نہیں پس عینی نے جو شروع کو قرأت کے مانند ٹھہرایا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام نے صاحبین کا قول شروع نماز میں اختیار کیا حالانکہ ایسا نہیں کیوں کہ تاتارخانیہ میں شروع نماز کو تلبیہ کے موافق کہا ہے جو بالاتفاق دوسری زبان میں درست ہے اور اس متن میں بھی شروع نماز میں قید عاجزی کی نہیں لگائی جیسی قرأت میں لگائی ہے تو تاتارخانیہ کی ظاہر عبارت اور اس متن کی عدم تقیید اس بات کی دلیل ہیں کہ صاحبین نے شروع نماز میں امام کا قول اختیار کیا ہے نہ یہ کہ امام نے صاحبین کا قول لیا ہو جیسا عینی نے سمجھا کذا فی الشامی تبصرف **لایصح ان اذن بہا علی الاصح** دان علم انہ اذان ذکرہ الحدادی واعتبر الزیلعی التعارف نہیں صحیح ہے اگر اذان دی غیر عربی میں صحیح تر قول کے بموجب اگرچہ لوگ یہ جانیں کہ وہ اذان ہے ذکر کیا ہے اس کو حدادی نے اور زیلعی نے تعارف کا اعتبار کیا ہے یعنی اگر اذان فارسی میں ہو اور لوگ جان جاویں کہ اذان ہوتی ہے تو درست ہوگی ورنہ جائز نہ ہوگی کیوں کہ اذان سے مقصود خبر کرنا نماز کا ہے وہ حاصل نہیں ہوا **فروع** مسائل ملتقط شارح کے قرء بالفارسیۃ اوالتوریۃ اوالانجیل ان قصتہ تفسدوان ذکر الا قرأت پڑھے فارسی میں یا قرآن کی جگہ توریت یا انجیل پڑھے اگر کوئی قصہ پڑھا تو نماز فاسد ہوجائے گی اور اگر ذکر پڑھا تو فاسد نہ ہوگی ھم ہدایہ میں کہا کہ فارسی میں قرأت سے نماز فاسد نہیں بلاخلاف بشرطیکہ جس قدر قرأت سے نماز درست ہوجائے اس قدر عربی میں پڑھ لی ہو اور قاضیخان نے کہا کہ ضابین کے نزدیک نماز فاسد ہوجاتی ہے فتح القدیر میں ان دونوں قول میں یوں توفیق کی ہے کہ اگر فارسی میں قصوں کی جگہ یا امر و نہی کی جگہ سے پڑھیگا تو فاسد ہوجائے گی اور اگر ذکر اور تنزیہ کے مقام کو پڑھے گا اور اسی پر اکتفا کرے گا تب بھی فاسد ہوگی کہ نماز قرأت سے خالی رہ جائے گی اور کسی قدر قرآن اس کے ساتھ ملا لے گا تو فاسد نہ ہوگی کذا فی الشامی والحق بہ فی البحر الشاذ اور بحر الرائق میں فارسی میں قرأت پڑھنے کے ساتھ قرآن کی روایت شاذ کو ملحق کیا ہے یعنی روایت شاذ کا حکم بھی اسی تفصیل سے ہے جیسا فارسی قرأت میں مذکور ہوا لکن فی النہر الادجہ انہ لایفسد ولا یجزی کا تبھی لیکن نہر الفائق میں ہے کہ موجب تنزیہ ہے کہ روایت شاذ نماز کو فاسد نہیں کرتی اور نہ قرات واجب سے کافی ہوتی ہے چنانچہ ہجے کرکے پڑھنا قرآن کا مثلاً یوں کہنا اَلْ حَ مْ دُ لِلّٰ ہِ کہ وہ بھی مفسد نہیں اور نہ مقدار واجب کو کافی ہے ھم قرآن مجید کی روایات مشہور سات ہیں اور ائمہ قرأت دس ہیں تو متواتر روائتیں دس تک ہوسکتی ہیں پس جو روایت کہ ان دسوں روایتوں سے خالی ہوگی وہ شاذ ہے نہر الفائق میں کہا کہ وجہ اس کے مفسد نہ ہونے کی یہ ہے کہ روایت شاذ کے قرآن ہونے میں شک ہے تو شک سے نماز فاسد نہیں ہوتی بخلاف فارسی کے کہ وہ ہرگز قرآن نہیں کیوں کہ عرف میں قرآن عربی زبان ہی کو کہتے ہیں وبجوز کتابۃ آیۃ او آیتین بالفارسیۃ لا اکثر اور درست ہے لکھنا ایک آیت یا دو آیتوں کا فارسی میں نہ زیادہ کا طحطاوی نے حلبی سے نقل کیا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک یا دو آیت قلیل ہے اور قلیل معاف ہے نہ کثیر تو بدون ضرورت کے کثیر معاف نہ ہوگا اور ضرورت کی صورت میں زیادہ کے لکھنے میں بھی کچھ مضائقہ نہیں ویکرہ کتب تفسیرہ تحتہ مہا اور مکروہ ہے لکھنا قرآن کی تفسیر کا قرآن کے نیچے فارسی میں طحطاوی نے کہا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ شریعت میں حکم

Marfat.com

ہے قرآن کے خالی رکھنے کا غیر قرآن سے اور فتح القدیر میں کافی سے منقول ہے کہ لکھنا قرآن کا اور تفسیر ہر حرف کی اور ترجمہ اس کے نیچے لکھنا جائز ہے اس سے معلوم ہوا کہ کراہت سے تنزیہی کراہت مراد ہے اور فارسی کی کچھ قید نہیں ہر زبان کا یہی حکم ہے تو مترجم کے نزدیک بہتر طریق یہ ہے کہ قرآن مجید متن میں اور ترجمہ حاشیہ پر لکھے تاکہ اس کراہت سے بچے **ولو شرع بمشوب حاجۃ** کتعوذ وبسملۃ وحوقلۃ **واللھم اغفرلی اوذکرھا عند الذبح لم یجز** اور اگر نماز کو شروع کیا ان لفظوں سے جو مخلوط ہیں نمازی کی حاجت کے ساتھ تو شروع درست نہ ہوگا جیسے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہنا کہ یہ قائم مقام دعا کے ہے گویا کہ یہ کہا کہ الٰہی مجھ کو پناہ دے شیطان سے اور جیسے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کرنا کہ یہ بھی برکت کے واسطے ہے تو گویا یوں کہا کہ الٰہی تو میرے واسطے برکت کر اور جیسے لاحول ولا قوۃ الا باللہ سے شروع کرنا کہ واقع میں یہ بھی دعا ہے تو گویا کہے گا کہ الٰہی مجھ کو اپنی معصیت سے پھیر دے اور اپنی طاعت پر قوت دے کہ سوا تیرے اور کسی کو یہ طاقت نہیں اور جیسے اللھم اغفرلی کہنا کہ صریح دعا ہے مغفرت کی پس ان سب سے شروع نماز کا جائز نہیں یا ذکر کیا اللھم اغفرلی کو ذبح کے وقت تو ذبح درست نہ ہوگا **بخلاف اللھم** فقط فانہ یجوز فیھما فی الاصح کیا اللہ بخلاف صرف لفظ اللھم کے کہ شروع اور ذبح دونوں میں جائز ہے صحیح تر قول میں مثل یا اللہ کے کہ وہ بھی شروع اور ذبح میں درست ہے باتفاق شامی اور طحطاوی نے کہا کہ اصح کی قید سے ان لوگوں کا قول نکل گیا جو عدم صحت شروع اور ذبح کے قائل ہیں چنانچہ جوہرہ میں اس قول کی تصحیح کی ہے اور اللھم بمعنی یا اللہ ہے **ووضع الرجل یمینہ علی یسارہ تحت سرتہ** آخذا رسغھا بخنصرہ وابھامہ ھو المختار اور رکھے مرد یعنی بعد تحریمہ کے اپنا داہنا ہاتھ بائیں پر نیچے کے پکڑے والا بائیں ہاتھ کی کلائی کو داہنی چھنگلی اور انگوٹھے سے یہی مختار ہے یعنی چھنگلی اور انگوٹھے کا حلقہ کرکے بائیں ہاتھ کی کلائی کو پکڑ لے اور باقی تین انگلیاں اس پر پھیلا دے اور بعضوں نے کہا کہ خنصر اور بنصر اور ابہام سے حلقہ کرے دو کو پہنچے پر رکھے مگر مختار اول طور ہے اور وجہ مختار ہونے کی یہ ہے کہ بعض احادیث میں ہاتھ کا رکھنا دوسرے ہاتھ پر مروی ہے اور بعض میں پکڑنا تو اس طرح رکھنے میں دونوں باتیں حاصل ہیں کذا فی الشامی **تصرف وتضع المرأۃ والخنثیٰ الکف علی الکف تحت ثدیھا** اور رکھے عورت اور خنثیٰ مشکل داہنی ہتھیلی کو بائیں ہتھیلی پر اپنی دونوں پستانوں کے نیچے شامی نے کہا کہ متن کے بعض نسخوں میں تحت ہے اور بعضوں میں علی یعنی پستان کے اوپر رکھے مگر بہتر تھا کہ یوں کہتا کہ سینہ پر رکھے کہ اکثر فقہا نے سینہ پر رکھنا لکھا ہے نہ پستان پر **خنثیٰ** اس کو کہتے ہیں جس میں مرد اور عورت دونوں کی علامت ہو پس اگر مرد کی علامت کو قوت ہوگی تو اس کو حکم مردوں کا ہوگا اور اگر عورت کی علامت کو غلبہ ہوگا تو اس کا حکم عورتوں کا سا ہے اگر کسی علامت کو غلبہ اور قوت نہ ہو تو وہ خنثیٰ مشکل ہے **کما فرغ من التکبیر** بلا ارسال فی الاصح ہاتھ رکھنے بعد فارغ ہونے کے اللہ اکبر کہنے سے بدون ہاتھ لٹکانے کے صحیح تر قول میں شامی نے کہا کہ ظاہر الروایت یہی ہے اور اس کا مقابل نوادر میں امام محمد سے مروی ہے

کہ ثنا پڑھنے کے وقت دونوں ہاتھوں کو لٹکا رکھے جب سبحانک اللھم الخ سے فارغ ہو جائے تو ہاتھ باندھ لے **کما فرغ** کی طرح مبادرت کا کاف کہلاتا ہے **وھو سنۃ قیام** اور ہاتھوں کا باندھنا سنت ہے قیام کی یعنی شیخین کے نزدیک اور امام محمد کے نزدیک قرأت کی سنت ہے اس لیے ثنا میں ان کے نزدیک ہاتھوں کا لٹکانا اور ان کو نہ باندھنا اس وقت تک درست ہے کہ قرأت شروع کرے ظاہرہ ان القاعد لا یضع ولم ارہ اور ہاتھوں کے باندھنے کو سنت قیام ٹھہرانے سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ بیٹھنے والا اپنے ہاتھ نہ باندھے اور میں نے اس کو مصرح نہیں دیکھا ثم رایت فی المجتبیٰ الا نہ المراد من القیام ما ھو الاعم لان القاعد یفعل کذلک پھر میں نے مجتبیٰ الانہر میں دیکھا کہ مراد قیام سے وہ ہے جو عام ہے حقیقی اور حکمی سے اس لیے کہ بیٹھنے والا بھی ایسا ہی کرتا ہے یعنی ہاتھ وہ بھی باندھتا ہے

Marfat.com

تو معلوم ہوا کہ قیام خواہ حقیقی ہو یا حکمی ہاتھوں کا باندھنا سب کی سنت ہے حکمی قیام جیسے نفل میں بیٹھنا اور فرضوں میں عذر کی جہت سے بیٹھنا کہ یہ نشست قائم مقام قیام کی ہے لہ قرأ فیہ ذکر مسنون فیضع حالۃ الثنا وفی القنوت وتکبیرات الجنازۃ ہاتھوں کا باندھنا اس قیام کی سنت ہے جس میں طول ہو اور اس میں کوئی ذکر مشروع ہو یعنی جس کے پڑھنے کا حکم ہو خواہ وہ ذکر فرض ہو یا واجب یا سنت اس سے یہ نکلا کہ ہاتھ باندھے ثنا پڑھنے کے وقت اور قنوت کے اندر اور جنازہ کی تکبیروں میں کیوں کہ ان قیاموں میں ذکر مشروع پایا جاتا ہے ہم اسی طرح خطبہ پڑھنے کے وقت ہاتھ باندھنے چاہییں کہ وہ بھی ذکر مشروع سے خالی نہیں لا لیس فی قیام متخلل بین رکوع وسجود لعدم القرار ولا بین تکبیرات العیدین لعدم الذکر مالم یطل القیام فیضع سراج نہیں مسنون ہے ہاتھ باندھنا رکوع اور سجدہ کے درمیان کے قیام میں بسبب نہ زیادہ ہونے قیام کے یعنی اگرچہ قومہ میں ذکر مسنون موجود ہے کہ سمع اللہ لمن حمدہ یا ربنا ولک الحمد کہنا پڑتا ہے مگر چوں کہ اس قیام میں طول نہیں تو ہاتھ باندھنا مسنون نہیں اور نہیں مسنون عیدین کی تکبیروں میں ہاتھوں کا باندھنا بسبب نہ ہونے ذکر کے جب تک کہ قیام کو طول نہ دے اور اگر طول دے تو ہاتھ باندھ لے کذا فی السراج طحطاوی نے کہا تو ظاہر ا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صلوۃ التسبیح کے قومہ میں ہاتھوں کا باندھنا مسنون ہو اس وجہ سے کہ اس میں طول اور ذکر مسنون دونوں ہیں وقرأ کما کبر سبحانک اللھم تارک وجل ثناءک الا فی الجنازۃ مقتصراً علیہ فلا یضم وجہت وجہی الا فی النافلۃ ولا تفسد بقولہ وانا اول المسلمین فی الاصح اور پڑھے بعد تکبیر کہنے کے (سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا الہ غیرک) کلمہ وجل ثناءک چھوڑ کر یعنی بعد تعالیٰ جدک کے وجل ثناءک نہ کہے سوائے نماز جنازہ کے کہ اس میں اس لفظ کا زیادہ کرنا مسنون ہے درحالیکہ اکتفا کرنے والا ہو اسی ثنا پر یعنی اس میں وجہت وجہی الخ نہ ملا دے بخلاف نماز نفل کے کہ اس میں اس کا ملانا ثنا کے ساتھ جائز ہے اور نماز فاسد نہیں ہوتی صحیح تر قول میں نمازی کے اس کہنے سے وانا اول المسلمین یعنی میں پہلا ہوں سب مسلمانوں کا امام نیہ میں کہا کہ اگر جل ثناءک بھی کہے گا تو نماز میں کچھ حرج نہ ہوگا اور وجہت وجہی پوری اس طرح ہے (وجہت وجہی للذی فطر السموٰت والارض حنیفاً وما انا من المشرکین ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ وبذلک امرت وانا اول المسلمین) اس کو نفل نماز میں ثنا کے ساتھ ملا لے اور متاخرین نے اس کو اختیار کیا ہے کہ تحریمہ سے پیش تر اس کو کہہ لے اور اصح قول کا مقابل وہ ضعیف قول ہے کہ نماز فاسد ہو جاتی ہے اس لیے کہ انا اول المسلمین اس کی طرف سے جھوٹ ہوتا ہے بحر الرائق میں کہا کہ احادیث صحیحہ میں اس کا پڑھا جانا ثابت ہے تو مفسد نماز نہیں ہو سکتا علاوہ اس کے جھوٹ اس وقت ہو کہ نمازی اپنے حال کی خبر دیتا ہو اس کی غرض تو صرف قصد تلاوت ہے تو جھوٹ کیسے ہوگا کذا فی الشامی ملتقطاً الا اذا شرع الامام فی القراءۃ سواء کان مسبوقاً او مدرکاً وسواء کان امامہ یجہر بالقراءۃ اولا فانہ لا یاتی بہ لما فی النہر عن الصغری ادرک الامام فی القیام یثنی مالم یبدء بالقراءۃ بتکبیر تحریمہ کتے ہی ثنا پڑھے مگر جب امام قرأت پڑھنے لگا ہو تو اس وقت مقتدی ثنا نہ پڑھے خواہ مقتدی کچھ نماز ہو جانے کے بعد ملا ہو یا شروع سے امام کا شریک ہوا اور برابر ہے کہ اس کا امام قرأت پکار کر پڑھتا ہو یا نہیں اس لیے کہ نہر الفائق میں صغری سے منقول ہے کہ امام کو مقتدی نے قیام میں پایا تو ثنا پڑھے جب تک کہ امام نے قرأت شروع نہ کی ہو طحطاوی نے حلبی سے نقل کیا کہ عبارت متن سے معلوم ہوتا تھا کہ

لہ میں پاکی بیان کرتا ہوں تیری اے اللہ اور تعریف کرتا ہوں تیری حمد سے اور بہت خیر دلے ہیں تیرے نام اور بڑی ہے عظمت تیری اور کوئی نہیں معبود سوا تیرے ۱۲ .....

لہ میں نے اپنا منہ پھیرا اس کی طرف جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو ایک رخا ہو کر اور نہیں ہوں میں شرک کرنے والوں سے بے شک نماز میری اور عبادت اور جینا اور مرنا اللہ کے لیے ہے جو پروردگار ہے عالموں کا کوئی اس کا ساجھی نہیں اور اسی کا حکم مجھ کو ہوا اور میں اول ہوں مسلمانوں کا ۱۲ ۔

Marfat.com

امام آہستہ پڑھنے کی صورت میں قرأت شروع کر دے تب بھی ثناء کا پڑھنا جائز ہے اس لیے شارح نے متن کی عبارت کو قول صحیح کی طرف پھیر دیا وقیل فی الخافتۃ یثنی اور بعضوں نے کہا کہ امام کے آہستہ پڑھنے کی صورت میں ثنا پڑھے ھ حلبی نے اس قول کے ضعف کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ جب مقتدی سے امام کے پیچھے قراءت ساقط ہو گئی جو فرض تھی تو ثنا جو نفل ہے بطریق اولیٰ ساقط ہونی چاہیے ولو اورکہ راکعًا او ساجدًا ان اکبر رایۃ انہ یدرکہ اتی بہ اور اگر امام کو رکوع یا سجدہ کرتے پایا تو اگر مقتدی کا گمان غالب ہو کہ ثنا پڑھ کر امام سے مل جائے گا تو ثنا پڑھے طحطاوی نے شرنبلالی سے نقل کیا کہ اگر امام کو رکوع میں پایا تو تحریمہ کہہ کر رکوع کرے اور ثنا کو ترک کرے اور اگر سجدہ میں پاوے تو بعد تحریمہ کے ثنا پڑھے اور سجدہ میں شریک ہو اور یہی حال قعدہ کا ہے وکما استفتح تعوذ بلفظ اعوذ علی المذہب اور جب ہی کہ دعا شروع یعنی ثناء کی پڑھ چکے شیطان سے پناہ مانگے اعوذ کی لفظ سے بنابر مذہب قوی کے یعنی اعوذ پڑھے بدون اس بات کے کہ ثنا بیں اور اس میں تاخیر کرے یا کوئی اور چیز پڑھے اور اعوذ باللہ کہے استعیذ باللہ نہ کہے اگرچہ ہدایہ میں استعیذ لکھا ہے سرًا قید للاستفتاح ایضًا فہو کالتنازع اعوذ پڑھے آہستہ شارح نے کہا کہ سرا ثناء پڑھنے کی بھی قید ہے یعنی دونوں کو آہستہ پڑھے تو یہ لفظ مثل تنازع کے ہوا یعنی جیسے دو فعل ایک اسم میں تنازع کرتے ہیں فاعل اور مفعول ہونے میں ویسے لفظ سرا دو فعلوں تعوذ اور قراءت کے بعد دونوں کی قید واقع ہوا ہے تو تنازع کے مشابہ ہوا اور خود تنازع اس لیے نہ کہا کہ تنازع مفعول لہ اور تمیز اور حال میں نہیں ہوتا اور سرا یہاں حال ہے یا مفعول مطلق فعل محذوف کا لقراءۃ فلو تذکرہ بعد الفاتحۃ ترکہ ولو قبل اکمالہا تعوذ وینبغی ان لیستانفہا ذکرہ الحلبی اعوذ پڑھے قرأت کے لیے اس سے یہ نکلا کہ اگر بعد الحمد کے اعوذ کا نہ پڑھنا یاد آیا تو اس کو ترک کرے اور اگر الحمد کے پورا کرنے کے پیش تر یاد ہوا تو اعوذ پڑھ لے اور چاہیے یوں کہ الحمد کو از سر نو پڑھے ذکر کیا ہے اس کو حلبی نے ھ شامی نے کہا کہ اصل مسئلہ خلاصہ میں مذکور ہے حلبی نے اس کو بے موقع سمجھ لیا اس لیے ایسا لکھا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ قراءت کو جو فرض ہے چھوڑ کر اعوذ پڑھے جو سنت ہے پس تحقیق اس باب میں وہ ہے جو فقیہ ابو جعفر نے نوادر میں بیان کی ہے کہ اگر تکبیر کے بعد قراءت شروع کر دی اور ثناء اور تعوذ کو بھول گیا تو ان کو ترک کرے اس لیے کہ ان کے پڑھنے کا موقع جاتا رہا ولا یتعوذ التلمیذ اذا قرء علی استاذہ ذخیرہ ای لا یسن فلیحفظ اور اعوذ نہ پڑھے شاگرد جب اپنے استاد کے پاس سبق پڑھے کذا فی الذخیرۃ یعنی اعوذ پڑھنا اس کو مسنون نہیں تو اس کو یاد رکھنا چاہیے یعنی چوں کہ اعوذ پڑھنا قراءت قرآن کے لیے مسنون ہے اس لیے اور عبارت کے پہلے پڑھنا مسنون نہ ہوگا فیاتی بہ المسبوق عند قیامہ لقضاء ما فاتہ لقراءۃ لا المقتدی لعدمہا پس اعوذ پڑھے مسبوق جس وقت کھڑا ہو اپنی باقی نماز پوری کرنے کو اعوذ پڑھے اس لیے کہ اس کو باقی نماز میں قراءت پڑھنی ہوگی نہ اعوذ پڑھے مقتدی بسبب نہ پڑھنے قراءت کے ویوخر الامام التعوذ عن تکبیرات العید لقراءتہ لعدمہا اور امام اعوذ کو عید کی تکبیروں سے پیچھے پڑھے بوجہ قراءت پڑھنے کے بعد تکبیروں کے ھ طرفین کے نزدیک اعوذ قراءت کا تابع ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک ثنا کا تابع تو ان کے نزدیک ثناء کے بعد پڑھنا چاہیے اس صورت میں تکبیروں سے پہلے اعوذ پڑھنا ہوگا اور خلاصہ میں اسی کو اصح کہا ہے مگر قاضی خان اور ہدایہ وکافی وغیرہا مختار طرفین کا قول ہے اور شرح منیہ میں کہا کہ اسی کو ہم لیتے ہیں کذا فی الشامی وکما تعوذ یسمی غیر الموتم بلفظ البسملۃ لا مطلق الذکر کافی ذخیرۃ وہو ظاہر سرا فی اول کل رکعۃ ولو جہریۃ اور بعوذ اعوذ پڑھنے کے غیر مقتدی یعنی امام اور تنہا پڑھنے والا اللہ کا نام لے بلفظ بسم اللہ الرحمن الرحیم نہ مطلق ذکر جیسے ذبیحہ اور وضو میں مطلق ذکر کافی ہے خصوصیت بسم اللہ کی نہیں بسم اللہ کے ہر رکعت کے شروع میں آہستہ سے اگرچہ رکعت جہری ہو ھ غیر مقتدی کی قید اس لیے لگائی کہ مقتدی قراءت نہیں پڑھتا اور ہر رکعت کے شروع میں اسی لیے

Marfat.com

بسم اللہ پڑھے کہ ہر رکعت نماز مستقل کی جگہ ہے اور جہری کی قید منیہ کے قول کے رد کرنے کے لیے ہے کہ بسم اللہ سری نماز میں پڑھے نہ جہری میں حالانکہ یہ قول غلط ہے کذا فی الطحطاوی **لا تسن بین الفاتحۃ والسورۃ مطلقًا** ولو سریۃ ولا تکرہ اتفاقًا نہیں مسنون ہے بسم اللہ کہنا الحمد اور سورہ کے درمیان میں مطلق خواہ پہلی رکعت ہو یا اور کوئی اگرچہ نماز سری ہو اور نہیں مکروہ ہے بسم اللہ کہنا سوا بر بالا تفاق ھ شامی نے کہا کہ وجہ نہ مکروہ ہونے کی یہ ہے کہ بعض کے نزدیک بسم اللہ ہر سورہ کی آیت ہے تو بسم اللہ کہہ لینے سے شبہ اختلاف جاتا رہے گا بلکہ ذخیرہ اور مجتبی میں تصریح کی کہ سورہ سے پیشتر اس کا کہہ لینا اچھا ہے وما صححہ الزاہدی من وجوبہا ضعفہ فی البحر اور زاہدی نے جو بسم اللہ کے واجب ہونے کی یعنی الحمد کے شروع میں تصحیح کی ہے اس کو بحر الرائق میں ضعیف کہا ہے اس وجہ سے کہ مخالف ظاہر مذہب کے ہے جو متون اور شروح اور فتاوی میں مذکور ہے اور نہر الفائق میں کہا کہ حق یہ ہے کہ دونوں قول مرجح ہیں **وہی آیۃ واحدۃ من القرآن کلہ انزلت للفصل بین السور** اور بسم اللہ ایک آیت ہے تمام قرآن میں سے اتری ہے سورتوں میں جدائی کرنے کو شامی نے کہا کہ تو الحمد کے شروع میں تبرک کے لیے مذکور ہے فما فی النمل بعض آیۃ اجماعًا تو جو سورہ نمل میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے وہ آیت کا ٹکڑا ہے بالاتفاق یعنی شروع آیت انہ من سلیمان سے ہے اور انتہا والتوفی مسلمین پر **ولیست من الفاتحۃ ولا من کل سورۃ** فی الاصح اور بسم اللہ الحمد کا جز نہیں اور نہ ہر سورہ کا صحیح تر قول میں ھ شارح کو مناسب تھا کہ من الفاتحہ کے بعد فی الاصح کو ذکر کرتا تاکہ حلوانی کے قول کا رد ہوتا کہ اس نے لکھا ہے کہ اکثر مشائخ کے نزدیک بسم اللہ فاتحہ کا جز ہے اور ہر سورہ کا جز ہے سوا سورہ توبہ کے تو امام شافعی فرماتے ہیں تو ان کے خلاف دفع کرنے کو فی الاصح کہنا فقہاء کا دستور نہیں **فتحرم علی الجنب ولم تجز بہا الصلوۃ احتیاطًا** پس بسم اللہ کہنا حرام ہے جنب کو اور اسی طرح حائض اور نفسا کو اور نہیں جائز ہے صرف بسم اللہ سے نماز احتیاط کی راہ سے ھ شامی نے کہا کہ احتیاطًا دونوں مسئلوں کی علت ہے یعنی چونکہ بسم اللہ بوجہ متواتر لکھے جانے کے قرآن میں اس کا جز معلوم ہوتی ہے اس لیے احتیاطًا اس کا پڑھنا جنب کو حرام ہو اور اس وجہ سے کہ امام مالک اس کو قرآن نہیں کہتے تو قرآن ہونا اس کا مشکوک ٹھہرا اس لیے احتیاط اس میں ہوئی کہ اس سے نماز جائز نہ ہو کیونکہ فرضیت قراءت یقینی ہے وہ مشکوک چیز کے پڑھنے سے ادا نہ ہوگی **ولم یکفر جاحدہا لشبہۃ** اختلاف مالک فیہا اور بسم اللہ کا منکر کافر نہیں اس وجہ سے کہ اس میں امام مالک کے اختلاف کا شبہ ہے یعنی اس شبہ سے قطعی قرآن نہ رہا کہ اس کا منکر کافر ہوتا **وکما یسمی قرأ المصلی لوامًا او منفردًا الفاتحۃ** اور بسم اللہ پڑھتے ہی نمازی اگر امام یا اکیلا ہو تو فاتحہ پڑھے یعنی مقتدی ہو تو نہ پڑھے **وقرأ بعدہا وجوبًا بسورۃ او ثلث آیات ولو کانت الآیۃ او الآیتان تعدل ثلث آیات فصار استعت** کراہۃ التحریم ذکرہ الحلبی ولا یتفی التنزیہیۃ الا بالمسنون اور پڑھے بعد الحمد کے واجب ہونے کی راہ سے کوئی سورہ قرآن کی یا تین آیتیں اور اگر ایک آیت یا دو آیتیں برابر ہوں تین چھوٹی آیتوں کے تو کراہت تحریمی زائل ہو جائے گی ذکر کیا ہے اس کو حلبی نے اور کراہت تنزیہی دور نہ ہوگی مگر مسنون قرأت سے ھ سورۃ کہنے سے اشارہ ہوا کہ الحمد کے بعد فرضوں میں افضل ایک ہی سورہ کا پڑھنا ہے اور اگر دو یا زیادہ پڑھے گا تب بھی کراہت نہیں اور قرأت مسنون یہ ہے کہ فجر اور ظہر میں طوال مفصل[۵۱] پڑھے اور عصر اور عشاء میں اوساط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل کذا فی الشامی **وامن** بمد او قصر و امالۃ اور آمین کہے الف کی مد کے ساتھ اور قصر کے ساتھ اور امالہ کے ساتھ ھ آمین مد کے ساتھ بروزن یاسین ہے اور قصر کے ساتھ امین بروزن قرین ہے اور امالہ[۵۲] کے ساتھ ایمین بروزن بے کین ہے ان تینوں طرح

---

[۵۱] ان کا بیان آگے آوے گا ۱۲ [۵۲] الف کے پہلے زبر کو اتنا بڑھانا کہ الف یائے تحتانی کی طرف مائل ہو جاوے امالہ کہلاتا ہے یعنی الف کو یائے مجہول کر دینا اور اس کے پہلے کے فتحہ کو کسرہ سے بدل لینا ۱۲ ۵

Marfat.com

سے کہنا جائز ہے ولا تفسد بمد مع تشدید او حذف یاء بل بقصر مع احدہما اور بمد معہما وہذا مما تفردت بتحریرہ اور نماز فاسد نہیں ہوتی مد الف سے تشدید میم کے ساتھ یا حذف ی کے ساتھ بلکہ فاسد ہوتی ہے قصر سے تشدید یا حذف کے ساتھ اور مد سے دونوں کے ساتھ اور یہ وہ تنقیح ہے کہ اس میں میں ہی تنہا ہوں اور کسی نے نہیں بیان کی ھ حاصل یہ ہے کہ آمین کی آٹھ صورتیں شارح نے بیان کی پانچ سے نماز نہیں ہوتی اور تین سے فاسد ہو جاتی ہے جن سے نہیں ہوتی ان میں سے تین تو اوپر بیان کر دیں مع ان کے وزن کے چوتھی صورت الف کو مد کے ساتھ اور میم کو مشدد پڑھنا یعنی آمین بروزن ضالین پانچویں صورت الف کو ممدود پڑھنا اور ی کو دور کر دینا جیسے آمین بروزن ضامن تو ان پانچوں صورتوں میں نماز فاسد نہ ہوگی اس لیے کہ قرآن میں یہ الفاظ یعنی امین اور آمین اور آمن موجود ہیں اور امالہ بھی جائز ہے اور تین صورتیں نماز کی مفسد ہیں اول الف مقصور پڑھنا مع تشدید میم یعنی امّین دوسرے الف کو مقصور پڑھنا مع حذف ی یعنی امن تیسرے الف کو مد پڑھنا تشدید اور حذف دونوں کے ساتھ یعنی آمّن یہ الفاظ قرآن میں نہیں ہیں اس لیے مفسد ہیں حلبی نے کہا کہ ایک صورت مفسد نماز اور رہ گئی یعنی الف کو مقصور پڑھنا مع تشدید اور حذف دونوں کے یعنی امّن تو اگر شارح یوں کہتا او بمد او بقصر معہما تو سب آجاتے **الا امام سرًّا کما موھم** ومنفرد ولو فی السریۃ اذا سمعہ ولو من مثلہ فی نحو جمعۃ وعید آمین کہے امام آہستہ مثل مقتدی اور تنہا پڑھنے والے کے اگرچہ مقتدی نماز سری میں ہو بشرطیکہ مقتدی امام کی آمین سنے گو خود جیسے مقتدی سے یا بواسطہ سنے مثل جمعہ اور عید میں یعنی انبوہ کثیر کی جماعت میں امام کی آمین بلا واسطہ نہ سنے بلکہ دوسرے مقتدی سے سنے ھ امام مالک کے نزدیک آمین صرف مقتدی کہے نہ امام اور امام شافعی کے نزدیک امام اور مقتدی دونوں پکار کر کہیں اس لیے مصنف نے کہا کہ سب آمین آہستہ کہیں اور بعضوں نے کہا مقتدی نماز سری میں آمین نہ کہے اگرچہ امام کی آمین سنے کذا فی الشامی واما حدیث اذا امّن الامام فامنوا فمن التعلیق بمعلوم الوجود فلا یتوقف علی سماعہ منہ بل یحصل تمام الفاتحۃ بدلیل اذا قال الامام ولا الضالین فقولوا آمین اور یہ جو صحیحین کی حدیث میں آیا ہے کہ جب امام آمین کہے تو آمین کہو کہ جس کا آمین کہنا فرشتوں کے آمین کہنے سے موافق پڑے گا اس کے پیشتر کے گناہ بخشے جائیں گے تو اس میں مقتدیوں کا آمین کہنا شرط معلوم الوجود پر معلق ہے اس لیے امام سے سننے پر موقوف نہ رہے گا بلکہ فاتحہ کے تمام ہونے پر حاصل ہوگا دوسری حدیث کی دلیل سے کہ جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو کہ فرشتے آمین کہتے ہیں سو جس کی آمین موافق ہوگی فرشتوں کی آمین کے اس کے پیش تر کے گناہ بخشے جائیں گے اس حدیث کو عبدالرزاق اور نسائی اور ابن حبان نے روایت کیا ہے ھ یعنی صحیحین کی حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مقتدی امام سے سن کر آمین کہیں اور شارح کے بیان سے پایا جاتا ہے کہ مقتدی دوسرے سے سن کر آمین کہیں حالانکہ یہ حدیث کے مخالف ہے تو شارح اس کا جواب دیتا ہے کہ حدیث میں آمین کہنے کو ایک شرط معلوم الوجود پر مشروط کیا ہے یعنی جگہ آمین کہنے کی مقرر کر دی ہے بدلیل دوسری حدیث کے کہ جب امام ولا الضالین کہے تو آمین کہو اس سے یہ غرض ہے کہ جب الحمد کا تمام ہونا معلوم کر لو تو آمین کہو پس آمین کہنا امام سے سننے پر موقوف نہیں بلکہ الحمد کی تمامی معلوم کرنے پر ہے خواہ امام سے سن کر تمامی کا علم ہو یا مقتدی سے سن کر کذا فی الطحطاوی ملتقطًا ثم کما فرغ یکبر مع الانحطاط للرکوع پھر قرأت سے فارغ ہو کر رکوع کے لیے اللہ اکبر کہے جھکنے کے ساتھ ہی یعنی مسنون یہ ہے کہ جھکنا اور اللہ اکبر کہنا ایک ساتھ شروع ہوں ولا یکرہ وصل القراۃ بتکبیرۃ اور مکروہ نہیں قراءت کا ملا دینا رکوع کے اللہ اکبر میں یعنی آخر حرف قراءت کو لام اللہ اکبر میں ملانا مکروہ نہیں مثلاً سورۂ الم نشرح کا خاتمہ فارغب پڑھے تو اگر اس کی ب کو اللہ اکبر میں زیر سے ملا کر پڑھے گا تو مکروہ نہ ہوگا ھ شامی نے تاتارخانیہ سے اس باب میں یہ تفصیل ذکر کی ہے کہ آخر سورہ میں تنا ہو مثلاً کبرہ تکبیرًا تو ایسی صورت میں

ف الانحطاط

Marfat.com

ملانا بہتر ہے ورنہ جدا کرنا بہتر ہے جیسے سورہ کوثر کا آخر کہ اس کو ملانا بہتر نہیں ولو بقی حرف او کلمۃ فاتمہ حالۃ الانحناء لا باس بہ عند البعض منیۃ المصلی اور اگر قراءت میں سے کوئی حرف یا کلمہ باقی رہا اور اس کو جھکنے کی حالت میں پورا کیا تو بعض کے نزدیک کچھ مضائقہ نہیں کذا فی منیۃ المصلی شامی نے کہا کہ یہ قول ضعیف ہے معتمد وہی ہے کہ سب قرأت کو پوری کر کے رکوع کرے **ویضع یدیہ معتمدا بہما علی رکبتیہ** ویفرج اصابعہ للتمکن اور اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں زانو پر سہارا دے کر رکھے اور ہاتھوں کی انگلیوں کو پھیلا دے تمکن کے لیے یعنی تاکہ گھٹنوں کو اچھی طرح پکڑ سکے طحطاوی نے کہا کہ ہاتھوں کا رکھنا اور ان سے گھٹنوں کا پکڑنا اور انگلیوں کا کشادہ رکھنا سنت ہے ویسن ان یلصق کعبیہ ویضع ساقیہ **ویبسط ظہرہ ویسوی ظہرہ بعجزہ غیر رافع ولا منکسر راسہ** اور مسنون ہے رکوع میں اپنے دونوں ٹخنوں کا ملانا اور دونوں پنڈلیوں کا سیدھا کھڑا رکھنا اور اپنی پشت کا پھیلانا اور پشت کو سر اور سرین کے برابر رکھنا بدون سر کے ابھارنے یا نیچے ڈالنے کے یعنی سر بھی کمر کے برابر رہے نہ اونچا ہو نہ نیچا شامی نے کہا کہ پنڈلیوں کو کمان کی طرح کرنا جیسے اکثر عوام کرتے ہیں مکروہ ہے اور شارح کو مناسب تھا کہ لفظ لیسن کو یضع کے پیش لاتا تاکہ وضع اور زانو کے پکڑنے وغیرہ سنتوں کو شامل ہوتا اور یہ سب سنتیں مردوں کے حق میں ہیں اور عورتیں رکوع میں تھوڑا جھکیں اور انگلیاں نہ پھیلا دیں بلکہ ملی رکھیں اور ہاتھ گھٹنوں پر رکھ لیں یعنی پکڑنا ان کو مسنون نہیں اور اپنے گھٹنوں کو جھکا لیں اور بازوؤں کو علیحدہ نہ کریں **ویسبح فیہ واقلہ** ثلثا فلو ترکہ او نقصہ کرہ تنزیہا اور رکوع میں تسبیح کہے اور کمتر تسبیح تین بار ہے پس اگر تسبیح کو ترک کریگا یا کم کرے گا تو مکروہ تنزیہی ہوگا **امام** امام احمد کے نزدیک ایک بار تسبیح واجب ہے اور حلبی بھی وجوب کی طرف مائل ہے تو تسبیح ضرور کہنی چاہیے تاکہ اختلاف سے بچا رہے وکرہ تحریما اطالۃ رکوع او قراءۃ لادراک الجائی ای ان عرفہ والا فلا باس بہ اور مکروہ تحریمی ہے رکوع یا قرأت کا دراز کرنا اس غرض سے کہ آنے والا نماز میں ملجائے یعنی اگر امام اس کو پہچان کر طول دے تو مکروہ ہوگا ورنہ کچھ مضائقہ نہیں شامی نے کہا کہ اس صورت میں طول اس قدر ہے کہ دوسرے مقتدیوں پر بار نہ ہو اور لفظ لا باس سے معلوم ہوا کہ طول نہ دینا افضل ہے ولو اراد التقرب الی اللہ تعالیٰ لم یکرہ اتفاقا لکنہ نادر وتسمی مسئلۃ الریا فینبغی التحرز عنہا اور اگر امام نے طول قراءت یا رکوع سے صرف اللہ تعالیٰ کا تقرب ارادہ کیا نہ آنے والے کا ملجانا تو مکروہ نہ ہوگا بالاتفاق مگر خاص تقرب الٰہی کی نیت ہونی کم یاب ہے اور یہ مسئلہ مسلی بہ مسئلہ نمود ہے تو اس سے احتراز چاہیے واعلم ان مما یبتنی علی لزوم المتابعۃ فی الارکان انہ لو رفع الامام راسہ من الرکوع والسجود **قبل ان یتم المأموم التسبیحات الثلاث وجب متابعتہ** وکذا عکسہ فیعود ولا یعید ذلک رکوعین اور جان کر ارکان میں امام کی پیروی لازم ہونے پر یہ مسئلہ مبنی ہے کہ اگر امام نے اپنا سر رکوع یا سجدہ سے اٹھایا یا پیشتر اس سے کہ مقتدی تین بار تسبیح پوری کرے تو مقتدی کو امام کی متابعت واجب ہے یعنی جس قدر تسبیح رہ گئی اس کو ترک کر کے امام کے ساتھ ہی سر اٹھائے اور اسی طرح حکم ہے اس کے عکس کا یعنی اگر مقتدی نے امام کی تسبیحیں پوری ہونے سے پیش تر سر اٹھا لیا مثلاً رکوع سے تو متابعت امام کی واجب ہے یعنی پھر سے رکوع میں چلا جائے اگر نہ جائے گا تو مکروہ تحریمی کا مرتکب ہوگا اور یہ دو رکوع نہ ہوں گے کیونکہ دوبارہ رکوع پہلے کی تکمیل کے لیے ہے نعد اگانہ مستقل کذا فی الحلبی **بخلاف سلامہ او قیامہ** فانہ لا یتابعہ بل یتمہ لو جوبہ ولو لم یتم جاز بخلاف امام کے سلام پھیرنے اور تیسری رکعت کے لیے اٹھنے کے پیش تر مقتدی کی التحیات پوری کرنے کے کہ مقتدی متابعت امام کی نہ کرے بلکہ التحیات کو تمام کرے بسبب واجب ہونے التحیات کے اور اگر التحیات پوری نہ کرے گا اور امام کے ساتھ سلام پھیر دے گا یا تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہوگا تو جائز ہوگا اس وجہ سے کہ جیسے التحیات واجب ہے متابعت بھی واجب ہے تو ایک واجب کو ترک کر کے دوسرے کا کرنا

Marfat.com

بلاکراہت درست ہوگا کذا فی الطحطاوی مگر حلبی نے کہا کہ نماز درست ہوگی کراہت تحریمی کے ساتھ کیوں کہ التحیات کے پورا کرنے سے متابعت بالکل نہ جائے گی بلکہ اس میں تاخیر واقع ہوگی اور متابعت کرنے سے التحیات کا بقیہ فوت ہوجائے گا اور پوری تقریر شامی میں ہے ولو سلم والمؤتم فی ادعیۃ التشہد تابعہ لانہا سنۃ والناس عنہ غافلون اور اگر امام سلام پھیرے اور مقتدی تشہد کی دعائیں پڑھتا ہو تو امام کی متابعت کرے کیوں کہ وہ مسنون ہیں واجب نہیں کہ ان کا پورا کرنا ضرور ہو اور لوگ اس امر سے غافل ہیں یعنی دعائیں پڑھتے رہ جاتے ہیں امام کے ساتھ سلام نہیں پھیرتے سنت کے لیے واجب میں تاخیر کرتے ہیں شامی نے کہا کہ دعا میں درود داخل ہے **ثم یرفع راسہ من رکوعہ مسمعًا** پھر رکوع سے اپنا سر اُٹھاوے سمع اللہ[1] لمن حمدہ کہتا ہوا یعنی سر اٹھانے کے ساتھ ہی یہ الفاظ شروع کرے نہ جھکے ہوئے نہ سیدھا ہو کرفی الولوالجیۃ لو ابدل النون لاما تفسد ولوالجیۃ میں ہے کہ اگر نون کو لام سے بدلا کرے گا یعنی لمن حمدہ کی جگہ لمل حمدہ کہے گا تو نماز فاسد ہوگی اس لیے کہ بے معنی لفظ ہوگیا شامی نے کہا کہ منیۃ المصلی میں ہے کہ غالبًا فاسد نہ ہوگی حلبی شارح منیہ نے کہا کہ اس کا حکم تو تلے آدمی کا سا ہے یعنی اگر قادر نہ ہوگا صحیح کہنے پر تو فاسد نہ ہوگی وہل یقف بجزم او تحریک قولان اور کیا وقف کرے حمدہ کی ہ پر جزم یا حرکت سے اس میں دو قول ہیں یعنی جو لوگ اس ہ کو سکوت کے لیے کہتے ہیں وہ جزم پر وقف کرتے ہیں اور جو ضمیر کہتے ہیں وہ ضمیر اشباع کے ساتھ کہتے ہیں کذا فی الشامی **ویکتفی بہ الامام** وقالا یضم التحمید سرًا **ویکتفی بالتحمید المؤتم** اور کفایت کرے سمع اللہ لمن حمدہ پر امام اور صاحبین نے کہا کہ اس میں ربنا[2] ولک الحمد آہستہ سے ملاوے اور کفایت کرے ربنا ولک الحمد پر مقتدی طحطاوی نے کہا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا ولک الحمد کہو وافضلہ اللہم ربنا ولک الحمد ثم حذف الواو ثم حذف اللہم فقط اور تحمید کے کلمات میں سے افضل اللہم ربنا ولک الحمد ہے پھر حذف کرنا واو کا یعنی اللہم ربنا لک الحمد پھر حذف کرنا صرف اللہم کا بدون حذف واو کے یعنی ربنا ولک الحمد شامی نے کہا کہ اس کے بعد چوتھی صورت یہ ہے کہ اللہم اور واو دونوں محذوف ہوں یعنی ربنا لک الحمد اور واو میں اختلاف ہے بعض زائد کہتے ہیں اور بعض واو عطف **ویجمع بینہما لو منفردًا** علی المعتمد یسمع رافعًا ویحمد مستویًا اور ان دونوں کو جمع کرے اگر تنہا پڑھتا ہو مذہب معتمد پر یعنی سمع اللہ لمن حمدہ کہے سر اٹھاتے وقت اور تحمید کہے سیدھا ہو کر **ویقوم مستویًا** لما مر من انہ سنۃ او واجب او فرض اور کھڑا ہو سیدھا برابر اس وجہ سے کہ پیش تر گذری کہ یہ قیام سنت ہے یا واجب یا فرض یعنی سنت ہے بقول طرفین اور واجب ہے بموجب اختیار کمال الدین صاحب فتح القدیر کے اور فرض ہے بقول امام ابو یوسف رح کے کذا فی الطحطاوی **ثم یکبر** مع الخرور[3] **ویسجد واضعًا رکبتیہ** اولا لقربہما من الارض **ثم یدیہ** الا لعذر **ثم وجہہ** مقدما انفہ لامر بن کفیہ اعتبارا لاخر الرکعۃ بادلہا ضامًا اصابع یدیہ لتتوجہ للقبلۃ پھر اللہ اکبر جھکنے کے ساتھ ہی کہے اور سجدہ کرے اس طرح کہ اپنے دونوں گھٹنے زمین پر اول رکھے کیونکہ زمین سے قریب وہی ہیں پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو رکھے مگر کسی عذر سے اگر ہاتھ پہلے رکھے گھٹنوں سے تو مضائقہ نہیں پھر اپنا منہ یعنی پیشانی رکھے اس طرح کہ پہلے ناک رکھے اسی دلیل سے کہ گذری یعنی ناک بہ نسبت پیشانی کے زمین سے قریب ہے پیشانی کو رکھے دونوں ہتھیلیوں کے بیچ میں ایسے طور پر کہ انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر ہو جائیں واسطے اعتبار کرنے رکعت کے آخر کے اس کے اول پر یعنی جیسے شروع رکعت اول میں تحریمہ کے وقت سر دونوں ہتھیلیوں کے بیچ میں تھا آخر میں بھی ویسا ہی ہو جائے اور دوسری تیسری وغیرہ رکعتوں کو اول پر قیاس کر لیا جس میں تحریمہ ہے اور اپنے ہاتھوں کو ملی رکھے تاکہ سب قبلہ کی طرف متوجہ رہیں ولیکس بنونہ

[1] سنتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی جو اس کو سراہتا ہے ۱۲ [2] اے رب ہمارے اور تیرے ہی لیے ہے تعریف ۱۲ ف ای انحطاط

Marfat.com

اور عکس کرے سجدہ سے اٹھنے میں یعنی سجدہ سے سر اٹھانے میں اول پیشانی اٹھائے پھر ناک پھر ہاتھ پھر گھٹنے **وسجد بانفہ** ای علی صلابۃ **وجبہۃ** وحد ہا طولا من الصدغ الی الصدغ وعرضا من اسفل الحاجبین الی التحذیف اور سجدہ کرے اپنی ناک سے یعنی ناک کے اس مقام سے کہ سخت ہے طحطاوی نے بحرالرائق سے نقل کیا کہ اگر ناک کے نرم مقام پر سجدہ میں اکتفا کرے گا تو جائز نہ ہوگا بالاتفاق اور سجدہ کرے اپنی پیشانی سے پیشانی کی حد طول میں ایک کنپٹی سے دوسری تک اور عرض میں دونوں بھوؤں سے لے کر کھوپڑی تک اور بعضوں نے حد پیشانی کی یہ لکھی ہے کہ بھوؤں کے اوپر سے سر کے بال جمنے تک ہے اور یہ حد واضح تر ہے کذا فی الشامی ووضع اکثرہا واجب وقیل فرض کبعضہا وان قل اور رکھنا اکثر پیشانی کا سجدہ میں واجب ہے اور بعضوں نے کہا فرض ہے جیسے بعض پیشانی کا رکھنا فرض ہے اگرچہ قلیل ہو ہم اس میں اختلاف ہے کہ سجدہ میں اکثر پیشانی کا رکھنا فرض ہے یا کسی قدر کا اور راجح دوسرا قول ہے مگر اکثر پیشانی کا رکھنا واجب ہے مواظبت کی وجہ سے کذا فی البحر اور معراج میں ہے کہ پیشانی کی سب اطراف کا رکھنا شرط نہیں ہاں جماع تو اگر بعض اطراف کا اکتفا کرے گا گو قلیل ہو تو سجدہ جائز ہوگا کذا فی الشامی **وکرہ اقتصارہ فی السجود علی احدہما** ومنعا الاکتفاء بالانف بلا عذر والیہ صح رجوعہ وعلیہ الفتوی کما حررناہ فی شرح الملتقی اور مکروہ تحریمی ہے اکتفا کرنا سجدہ میں پیشانی اور ناک میں سے ایک پر اور صاحبین نے منع کیا ہے ناک پر اکتفا کرنے کو بدون عذر کے اور صاحبین کے قول کی طرف صحیح ہوا ہے رجوع کرنا امام کا اور اسی پر فتوی ہے کہ صرف ناک پر سجدہ کرنے سے سجدہ ادا نہ ہوگا چنانچہ ہم نے شرح ملتقی میں اس کی تنقیح کی ہے **وفیہ** بفرض **ووضع اصابع القدم ولو واحدۃ نحو القبلۃ والالم تجز والناس عنہ غافلون** اور شرح ملتقی میں ہے کہ فرض ہے پاؤں کی انگلیوں کا رکھنا اگرچہ ایک ہی ہو قبلہ کی طرف ورنہ سجدہ درست نہ ہوگا اور لوگ اس سے غافل ہیں ہم شامی نے سراج سے نقل کیا کہ اگر سجدہ میں دونوں پاؤں زمین سے اٹھ جائیں گے تو سجدہ درست نہ ہوگا اور اگر ایک اٹھ جائے گا تو درست ہو جائے گا اور اسی پر فتوی ہے اور برجندی اور قہستانی میں ہے کہ قبلہ رخ رکھنا پاؤں کی انگلیوں کا سنت ہے اور اس سنت کا ترک مکروہ ہے **کما یکرہ تنزیہا بکور عمامتہ** الا لعذر **وان صح** عندنا بشرط کونہ علی جبہتہ کلہا او بعضہا کلہر جیسے مکروہ تنزیہی ہے سجدہ کرنا اپنی پگڑی کے پیچ پر بدون کسی عذر کے اگرچہ ہمارے نزدیک درست ہے بشرطیکہ پیچ ساری پیشانی پر ہو یا تھوڑی پر چنانچہ گذر گیا کہ سجدہ بعض پیشانی پر فرض ہے یعنی اگر پیچ ڈھلک کر ماتھے پر آگیا ہوگا تو اس پر سجدہ کرنا مکروہ تنزیہی ہے نہ یہ کہ سر پر کے پیچ پر ہو اس لیے کہ اس پر تو سجدہ درست نہیں چنانچہ مصنف بیان کرتا ہے **اما اذا کان الکور علی راسہ فقط وسجد علیہ مقتصرا** ای ولم تنصب الارض جبہتہ ولا انفہ علی القول بہ لا یصح لعدم السجود علی محلہ اور جس صورت میں کہ پیچ صرف نمازی کے سر پر ہو اور سجدہ کرے اس پر اکتفا کر کے یعنی زمین کو نہ اس کی پیشانی لگے اور نہ ناک اس قول کے بموجب کہ ناک پر اکتفا درست ہے سجدہ درست نہ ہوگا بہ سبب نہ ہونے سجدہ کے اپنے مقام پر یعنی محل سجدہ ناک اور ماتھا ہے تو جب یہ دونوں یا ایک زمین پر نہ لگے تو سجدہ جائز نہ ہوا **وبشرط طہارۃ المکان وان یجد حجم الارض والناس عنہ غافلون** اور پیچ پر سجدہ کرنے میں یہ شرط ہے کہ سجدہ کی جگہ پاک ہو اور یہ کہ پیچ کے نیچے سے زمین کی سختی نمازی کو معلوم ہوتی ہے اور لوگ اس شرط سے غافل ہیں ہم شامی نے کہا کہ زمین کے حجم معلوم ہونے سے یہ مراد ہے کہ اگر نمازی سجدہ میں زور کرے تو سر زیادہ نیچے کو نہ ہو **ولو سجد علی کمہ او ذیل ثوبہ صح لو ان المکان المبسوط علیہ ذلک طاہر والا لا** عالم بعد سجودہ علی طاہر فیصح اتفاقا اور اگر سجدہ کرے اپنی آستین پر یا نیچے ہوئے کپڑے پر تو درست ہوگا بشرطیکہ جس جگہ آستین یا نیچا ہوا کپڑا پھیلا ہے وہ پاک ہو اور اگر وہ جگہ پاک نہ ہوگی تو سجدہ درست نہ ہوگا جب تک کہ وہ دوبارہ پاک جگہ

ان لو کان

Marfat.com

پر سجدہ نہ کرے اور پاک جگہ پر سجدہ دوبارہ کرنے سے بالاتفاق درست ہوجائے گا طحطاوی نے کہا کہ شارح مفسدات نماز میں ذکر کرے گا کہ ناپاک جگہ میں سجدہ کرنا نماز کا مفسد ہے گو دوبارہ پاک جگہ پر کرلے تو یہ بیان اس کے خلاف ہے اور یہ جو فرق کیا گیا ہے کہ یہاں سجدہ کی جگہ میں آڑ ہے اور وہاں بدون حائل کے سجدہ ہے تو یہ وجہ بعید ہے کذا حکم کل متصل ولو بعضہ کفخذہ فی الاصح وفخذہ ولو لعذر لا رکبتہ لکن صحح الحلبی انہا کفخذہ اور اسی طرح حکم ہے ہر چیز کا جو نمازی سے ملی ہو یعنی اس پر سجدہ صحیح ہے بشرطیکہ اس کے نیچے کی جگہ پاک ہو اگرچہ متصل چیز نمازی کا جز ہو مثل اس کی ہتھیلی صحیح تر قول میں اور اس کی ران اگر کسی عذر سے ران پر سجدہ کرے مثلاً پشت کے درد کی وجہ سے نہیں صحیح ہے سجدہ زانو پر لیکن حلبی نے تصحیح کی ہے کہ گھٹنا بھی مثل ران کے ہے یعنی عذر سے ران پر سجدہ کرے اور بلا عذر دونوں پر درست نہیں کذا فی الطحطاوی **وکرہ بسط ذلک ان لم یکن ثمہ تراب** او حصاۃ او حرّ او بردٌ لا نہ ترفع اور مکروہ ہے بچھانا آستین وغیرہ متصل چیز کا سجدہ کے لیے اگر سجدہ کی جگہ مٹی یا کنکر یا گرمی یا سردی نہ ہو اس لیے کہ یہ فعل تکبر ہے شامی نے کہا کہ اگر بقصد تکبر بچھائے گا تو مکروہ تحریمی ہوگا **وَاِلَّا** یعنی ترفعا فاذا لم یخف اذی **لا بأس** بہ فیکرہ تنزیہا وان خافہ کان مباحًا اور اگر بچھانا بقصد تکبر نہ ہو تو اگر مٹی یا کنکر وغیرہ کی ایذا سے نہ ڈرے تو کچھ مضائقہ نہیں اور اس صورت میں بچھانا مکروہ تنزیہی ہوگا اور اگر ایذا سے خوف کرے تو مباح ہوگا **ودفع** الزیلعی ان لدفع تراب عن وجہہ کرہ وعن عمامتہ لا اور زیلعی میں ہے کہ اگر بچھانا واسطے دور کرنے مٹی کے ہے اپنے چہرہ سے تو مکروہ ہے اس لیے کہ علامت تکبر کی ہے اور اگر اپنے عمامہ سے خاک دور کرنے کو ہے تو مکروہ نہیں کہ مال کی حفاظت ہے **وصحح الحلبی عدم کراہۃ بسط الخرقۃ** اور حلبی نے تصحیح کی ہے نہ مکروہ ہونے کپڑا بچھانے کی سجدہ کے لیے **لہم** یعنی اس دلیل سے کہ حدیث صحیح میں آچکا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک چھوٹا بوریا خرما کا ساتھ رہتا تھا جس پر آپ سجدہ کرتے تھے اور امام اعظمؒ سے مروی ہے کہ جب وہ مسجد حرام میں آئے تو کپڑے پر سجدہ کیا ایک شخص نے ان کو منع کیا امام نے پوچھا کہ تو کہاں کا ہے اس نے کہا خوارزم کا آپ نے فرمایا کہ کیا خوب مجھی سے سیکھتے ہو اور مجھی کو سکھاتے ہو کیا تم چٹائیوں پر نماز نہیں پڑھتے ہو اس نے کہا کہ پڑھتے ہیں آپ نے فرمایا گھاس پر سجدہ جائز بتلاتے ہو اور خرقہ پر ناجائز غرضیکہ زمین پر ایسی بچھی ہوئی چیز پر سجدہ میں بالاجماع کراہت نہیں جو نمازی کے ہلنے سے نہ ہلے **ولبسط القباء جعل کنفہ تحت قدمیہ وسجد علی ذیلہ لانہ اقرب للتواضع** اور اگر نماز کے لیے قبا کو بچھادے تو اس کے شانوں کو اپنے پاؤں کے نیچے کرے اور سجدہ اس کے دامن پر کرے اس لیے کہ یہ فعل تواضع سے زیادہ قریب ہے اور نیز شیطان کا خلاف بھی ہے کہ وہ اکثر دامن کی نجاست کا وسوسہ ڈالا کرتا ہے کذا فی الطحطاوی **وان سجد للزحام علی ظہر رجل** ہو قیدٌ احترازیٌ لم ار **یصل صلوٰتہ** التی ہو فیہا **جاز** للضرورۃ اور اگر بھیڑ کے سبب سے سجدہ کرے پشت پر پڑھنے والے اس کی نماز کے یعنی جس نماز کو وہ خود پڑھ رہا ہے اسی کے پڑھنے والے کی پشت پر سجدہ کرے تو درست ہوگا ضرورت کی وجہ سے شارح نے کہا کہ پشت کی قید احترازی ہے یا نہیں اس کا حکم میں نے نہیں دیکھا طحطاوی نے کہا قہستانی سے منقول آگے آتا ہے کہ سجدہ عذر ازدحام کے باعث رانوں پر درست ہے یعنی تو قید مذکور اتفاقی ہے **وان لم یصلہا** بل صلی غیرہا او لم یصل اصلا او کان فرجۃ **لا یصح** اور اگر دوسرا شخص وہی نماز نہ پڑھتا ہو بلکہ اس کے سوا دوسری پڑھتا ہو یا سرے سے نماز ہی نہ پڑھتا ہو یا فرجہ ہو یعنی ازدحام بہت ہے مگر نمازی کے سامنے کشادگی سجدہ کے لیے موجود ہے تو ان صورتوں میں دوسرے شخص کی پشت پر سجدہ صحیح نہ ہوگا وشرط فی الکفایۃ کون راکبتی الساجد علی الارض وشرط فی المجتبیٰ السجود المسبوق علیہ علی الارض فالشروط خمسۃ اور شرط کیا ہے کفایہ میں سجدہ کرنے والے کے دونوں گھٹنوں کا ہونا زمین پر اور

Marfat.com

بجنے میں شرط کیا ہے سجدہ کرنا اس شخص کا زمین پر جس پر سجدہ کیا جائے تو کل شرطیں جواز سجدہ کی پانچ ہوئیں یعنی اول انبوہ کثیر ہونا کہ فرجہ سجدہ کے لیے نہ ہو دوم سجدہ دوسرے نمازی کی پشت پر ہونا سوم سجدہ کرنے والے اور سجدہ کیے گئے کا ایک نماز میں شریک ہونا چوتھے سجدہ کرنے والے کے گھٹنے کا زمین پر ہونا پانچویں مسجود علیہ کا سجدہ زمین پر ہونا لکن نقل القہستانی الجواز ولو الثانی علی ظہر الثالث وعلی ظہر غیر المصلی بل علی ظہر کل ماکول بل علی غیر الظہر کالفخذین للعذر لیکن قہستانی نے جواز سجدہ کا نقل کیا ہے گو دوسرا شخص تیسرے کی پشت پر سجدہ کرے اور اگرچہ نماز نہ پڑھنے والے کی پشت پر کرے بلکہ ہر ماکول کی پشت پر سجدہ کا جواز بلکہ پشت کے سوا اور چیز پر مثلاً اپنی دونوں رانوں پر عذر انبوہ کی جہت سے جواز نقل کیا ہے غرضیکہ قہستانی کے نزدیک سجدہ اونچی جگہ پر کرنے والے کے لیے صرف کثرت ازدحام شرط ہے اور قہستانی نے حلابی سے نقل کیا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ نماز میں تاخیر کرے یہاں تک کہ ازدحام کم ہو مگر یہ اس صورت میں ممکن ہے کہ نماز جماعت نہ ہو **ولو کان موضع سجودہ ارفع من موضع القدمین بمقدار لبنتین منصوبتین جاز سجودہ وان اکثر لا** الا لوحمۃ کما مر اور اگر نمازی کے سجدہ کی جگہ قدموں کی جگہ کی نسبت دو کھڑی اینٹوں کی برابر اونچی ہو تو اس کا سجدہ درست ہوگا اور اگر اس قدر سے سجدہ کی جگہ زیادہ بلند ہوگی تو سجدہ درست نہ ہوگا مگر انبوہ کے باعث سے چنانچہ مذکور ہوا کہ انبوہ کی حالت میں پشت پر سجدہ درست ہے حالانکہ پشت دو اینٹوں کی بلندی سے زیادہ اونچی ہوتی ہے المراد لبنۃ بخاری وہی ربع ذراع عرض ستۃ اصابع فمقدار ارتفاعہما نصف ذراع ثمنتا عشرۃ اصبعا ذکرہ الحلبی اور اینٹ سے مراد بخارا کی اینٹ ہے یعنی چوتھائی ایک ہاتھ کی کہ چھ انگشت ہوتی ہے تو مقدار دونوں کی اونچائی کی نصف ہاتھ ہوا یعنی بارہ انگشت ذکر کیا ہے اس کو حلبی نے **ثم** یہ بلندی ایک بالشت کی ہوتی ہے متوسط ہاتھ سے **ولیظہر عضدیہ فی غیر رحمۃ ویباعد بطنہ عن فخذیہ لیظہر کل عضو منہ بخلاف الصفوف فان المقصود اتحادہم حتی کلہم جسد واحد** اور ظاہر کرے اپنے دونوں بازوؤں کو بدون ازدحام ہونے کی صورت میں اور دور رکھے اپنے پیٹ کو دونوں زانوؤں سے تاکہ ہر عضو خود بخود ظاہر ہو جاوے یعنی ایک کو دوسرے پر سہارا نہ رہے بخلاف صفوں کے کہ ان کے اندر اپنے بازو چپٹائے رکھے علیحدہ نہ کرے اس لیے کہ مقصود صفوں سے سب لوگوں کا ایک ہو جانا ہے یہاں تک کہ گویا ایک ہی جسم ہیں اور یہ مقصود بازوؤں کے ملے رہنے سے خوب حاصل ہوتا ہے **ویستقبل باطراف اصابع رجلیہ القبلۃ ویکرہ ان لم یفعل ذلک** اور متوجہ کرے اپنے پاؤں کی انگلیوں کے سروں کو قبلہ کی طرف اور مکروہ تنزیہی ہے اگر قبلہ رخ نہ کرے گا اس لیے کہ قبلہ رخ کرنا سنت ہے کذا فی الشامی کما یکرہ لو وضع قدما ورفع اخری بلا عذر جیسے مکروہ ہے اگر ایک پاؤں کو رکھا اور دوسرے کو بدون عذر اٹھا لیا مگر طحطاوی نے کہا کہ ظاہر یہ کراہت تحریمی ہے اس لیے کہ یہ فعل عبث اور لغو ہے تو اس کا کرنا مکروہ تحریمی ہوگا **ویسبح فیہ ثلاثا کما مر** اور تسبیح پڑھے یعنی سبحان ربی الاعلی[1] کہے سجدہ میں تین بار چنانچہ اوپر گذرا رکوع کے بیان میں کہ اگر بالکل تسبیح کو ترک کرے گا یا تین بار سے کم کہے گا تو مکروہ تنزیہی ہوگا **والمرأۃ تحتفش فلا تبدی عضدیہا وتلصق بطنہا بفخذیہا** لانہ استر وہو رنا فی الخزائن انہا تخالف الرجل فی ستۃ وعشرین اور عورت سجدہ میں پست ہو یعنی اپنے بازوؤں کو ظاہر نہ کرے اور اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے ملا کر رکھے اس لیے کہ یہ عمل اس کے لیے زیادہ پردہ کا ہے اور ہم نے خزائن الاسرار میں لکھا ہے کہ عورت مرد کے مخالف ہے پچیس باتوں میں ہم شامی میں ان مواضع کو خزائن سے مع اپنی تحقیق کے اس طرح ضبط کیا ہے ۱ عورت تحریمہ میں ہاتھ اٹھاوے اپنے شانوں کے برابر ۲ ہاتھ آستین سے باہر نہ نکالے ۳ داہنے ہاتھ کی ہتیلی دوسری ہتیلی پر رکھے نہ ہاتھ پستان کے نیچے باندھے ۵ رکوع میں تھوڑا جھکے ۶ رکوع میں ہاتھوں پر سہارا نہ دے ۷ رکوع میں ہاتھوں کی انگلیوں کو نہ پھیلا دے بلکہ ملی رکھے ۸ رکوع میں ہاتھ گھٹنوں پر رکھ لے ان کو پکڑے نہیں۔

[1] پاک ہے میرا رب بزرگ ۱۲

Marfat.com

۹۔ اپنے گھٹنوں کو رکوع میں جھکالے ۱۰۔ رکوع میں سمٹی رہے ۱۱۔ سجدہ میں اپنی بغلیں نہ کھولے یعنی اس میں بھی سمٹی رہے ۱۲۔ سجدہ میں اپنے دونوں ہاتھ بچھادے ۱۳۔ التحیات میں دونوں پاؤں داہنی طرف کو نکال کر سرین پر بیٹھے ۱۴۔ التحیات میں ہاتھوں کی انگلیاں ملی رکھے ۱۵۔ جب کوئی امر نماز میں پیش آوے تو تالی بجادے یعنی مردوں کی طرح سبحان اللہ نہ کہے ۱۶۔ مرد کی امامت نہ کرے ۱۷۔ عورتوں کی جماعت مکروہ ہے ۱۸۔ عورتوں کی جماعت میں امام عورت بیچ میں کھڑی ہو نہ آگے بڑھ کر ۱۹۔ مکروہ ہے اس کا حاضر ہونا جماعت میں ۲۰۔ مردوں کے ساتھ میں عورت پیچھے کھڑی ہو ۲۱۔ عورت پر جمعہ فرض نہیں لیکن اگر پڑھ لے گی تو صحیح ہوجائے گا ۲۲۔ عورت پر عید کی نماز واجب نہیں ۲۳۔ عورت پر ایام تشریق میں نمازوں کے بعد تکبیر واجب نہیں ۲۴۔ عورت کو مستحب نہیں کہ نماز فجر خوب اجالا ہونے کے بعد پڑھے ۲۵۔ نماز جہری میں پکار کر نہ پڑھے بلکہ جن لوگوں کے نزدیک عورت کی آواز داخل ستر ہے ان کے نزدیک نماز فاسد ہوجائے گی اور بحرالرائق میں ذکر کیا ہے کہ عورت پاؤں کی انگلیوں کو سجدہ میں کھڑی نہ رکھے طحطاوی نے دو باتیں اور زیادہ کی ہیں کہ عورت اذان نہ دے نہ مسجد میں اعتکاف کرے اور یہ مخالفت عورتوں کی مردوں سے صرف نماز میں ہے ورنہ عورت بہت سے مسائل میں مردوں سے علیحدہ ہے جنکا بیان اشباہ کے احکامات میں ہے **ثم یرفع راسہ مکبرًا ویکفی فیہ** مع الکراہۃ **ادنی ما یطلق علیہ اسم الرفع** کما صححہ فی المحیط لتعلق الرکنیۃ بالادنی کسائر الارکان پھر نمازی سجدہ سے اپنا سر اٹھادے اللہ اکبر کہتا ہوا اور کافی ہے سر اٹھانے میں کراہت تحریمی کے ساتھ نہایت کم سر اٹھانا جس پر نام اٹھانے کا بولا جائے چناں چہ اس کی تصحیح کی ہے محیط میں اتنا اٹھانا کافی ہے بسبب متعلق ہونے رکنیت کے ادنیٰ کے ساتھ مثل تمام ارکان کے یعنی ادنیٰ بھی آخر رکن ہی کہلائے گا تو جن لوگوں کے نزدیک اٹھانا رکن ہے ان کے نزدیک بھی سب رکن پائے جائیں گے **بل لو سجد علی لوح فرفع فسجد بلا رفع اصلا صح** بلکہ اگر سجدہ کیا تختی پر پھر وہ نکال لی گئی سر کے نیچے سے پھر سجدہ کیا بدون کچھ بھی سر اٹھانے کے تو صحیح ہے یعنی کراہت تحریمی کے ساتھ **وصح فی الہدایۃ ان کان الی القعود اقرب صح والا لا وجہ فی النہر والشرنبلالیۃ** اور ہدایہ میں اس کی تصحیح کی ہے کہ سر اٹھانے میں اگر نمازی بیٹھنے کے قریب ہوجائے گا تب تو سر اٹھانا صحیح ہوگا ورنہ درست نہ ہوگا اور نہر الفائق اور شرنبلالیہ میں اسی قول کو ترجیح دی ہے **ثم السجدۃ الصلبیۃ تتم بالرفع عند محمد وعلیہ الفتوٰی** پھر نماز کا سجدہ پورا ہوتا ہے سر اٹھانے سے امام محمد کے نزدیک اور اسی پر فتویٰ ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک سجدہ پورا ہو جاتا ہے فقط سر رکھنے سے تو اگر سجدہ میں کوئی بے وضو ہوجائے تو بعد وضو کے امام محمد کے نزدیک اس سجدہ کا اعادہ اس پر چاہیے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک وہ رکن پورا ہوگیا اس کا اعادہ نہیں چاہیے کذا فی الطحطاوی کالتلاوۃ اتفاقًا مجمع جیسے سجدہ تلاوت سر اٹھانے سے پورا ہوتا ہے بالاتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی المجمع طحطاوی نے کہا کہ تو فرقی تلاش کرنا چاہیے کہ ابو یوسف کے نزدیک سجدہ تلاوت صرف سر رکھنے سے کیوں نہیں ہوتا اور نماز کا سجدہ کیوں ہوجاتا ہے **ویجلس بین السجدتین مطمئنًا** لما مر ویضع یدیہ علی فخذیہ کالتشہد **بنیۃ المصل** اور بیٹھے دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان سے یعنی بقدر ایک بار سبحان اللہ کہنے کے اس دلیل کے باعث کہ مذکور ہوچکی یعنی یہ جلسہ یا سنت ہے یا واجب یا فرض اور رکھے اپنے دونوں ہاتھ دونوں رانوں پر جیسے التحیات میں رکھتے ہیں کذا فی نیۃ المصل **ولیس بینہما ذکر مسنون وکذا لیس بعد رفع من الرکوع دعاء** وکذا لا یاتی فی رکوعہ وسجودہ **بغیر التسبیح علی المذہب** وما ورد محمول علی النفل اور دونوں سجدوں کے درمیان میں کوئی ذکر مسنون نہیں اور اسی طرح رکوع سے سر اٹھانے کے بعد کوئی دعا مسنون نہیں اور ایسا ہی اپنے رکوع اور سجدہ میں تسبیح کے سوا اور کچھ نہ کہے بموجب معتمد مذہب کے

Marfat.com

اور جو ذکر یا دعائیں کہ ان مواضع میں وارد ہیں وہ نفل نماز پر محمول ہیں ہم دعا دونوں سجدوں کے درمیان ابوداؤد کی حدیث میں یہ وارد ہے اَللّٰھُمَّ[۵۱] اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَعَافِنِیْ وَاہْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد یہ دعا وارد ہے اَللّٰھُمَّ[۵۲] رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ مِلَاءَ السَّمٰوٰتِ وَمِلَاءَ الْاَرْضِ وَمِلَاءَ مَا بَیْنَھُمَا وَمِلَاءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَیْءٍ بَعْدُ اَہْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ اَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَکُلُّنَا لَکَ عَبْدٌ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ روایت کیا ہے اس کو مسلم اور ابوداؤد وغیرہ نے اور عین رکوع کی دعا کو مسلم نے روایت کیا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع کرتے تھے تو یہ فرماتے تھے اَللّٰھُمَّ[۵۳] لَکَ رَکَعْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَلَکَ اَسْلَمْتُ خَشَعَ لَکَ سَمْعِیْ وَبَصَرِیْ وَمُخِّیْ وَعَظْمِیْ وَعَصَبِیْ اور اسی حدیث میں دعاءِ سجدہ کو روایت کیا ہے کہ جب آپ سجدہ کرتے تھے تو یہ فرماتے تھے اَللّٰھُمَّ[۵۴] لَکَ سَجَدْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَلَکَ اَسْلَمْتُ سَجَدَ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ خَلَقَہٗ وَصَوَّرَہٗ وَشَقَّ سَمْعَہٗ وَبَصَرَہٗ تَبَارَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ تو شارح کہتا ہے کہ یہ دعائیں نفل پر محمول ہیں یعنی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو نماز تہجد یا دوسری نفلوں میں پڑھا کرتے تھے تو نفل نماز میں یہ دعائیں مستحب ہیں نہ فرض میں شامی نے حلیہ سے نقل کیا کہ ان دعاؤں کے الزام سے کچھ ضرر بھی نہیں گو مشائخ نے اس کی تصریح نہیں کی اس لیے کہ قواعد شرعیہ الزام مذکور کے مخالف نہیں اور قرأت اور تسبیح اور تکبیر اور فرضوں اور نفلوں میں یکساں ہی ہیں تو یہ دعائیں اگر یکساں ہوں تو کیا حرج ہے **ویکبر ویسجد ثانیۃً مطمئنا** اور جلسہ کے بعد اللہ اکبر کہے اور دوسرا سجدہ اطمینان سے کرے **ویکبر للنہوض** علی صدور قدمیہ **بلا اعتماد وقعود واستراحۃ** ولو فعل لا باس بہ اور دوسرے سجدہ کے بعد اللہ اکبر کہے اٹھنے کے لیے اپنے دونوں پاؤں کی چھاتی کے بل بدون زمین پر سہارا دینے اور آرام کے لیے بیٹھنے کے اور اگر سہارا دے گا تو کچھ مضائقہ نہیں شامی نے کہا کہ لو فعل سے سہارا دینا مراد ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے مگر شارح کی عبارت سے استراحت کا بیٹھنا بھی ہو سکتا ہے لیکن اس میں یہ خلل ہے کہ جلسہ استراحت سے تاخیر فرض کی یعنی قیام کی لازم آتی ہے **ویکرہ تقدیم احدی رجلیہ عند النہوض** اور مکروہ ہے اٹھنے کے وقت اپنا ایک پاؤں آگے بڑھانا **والرکعۃ الثانیۃ کالاولی فیما مر غیر انہ لا یاتی بثناء ولا تعوذ فیہا** اذلم یشرعا الا مرۃ اور دوسری رکعت مثل اول کے ہے ان باتوں میں جو گذر گئیں یعنی ارکان اور واجبات اور سنن میں دونوں یکساں ہیں بجز اس کے کہ دوسری رکعت میں ثنا اور اعوذ نہ پڑھے اس لیے کہ ثنا اور اعوذ صرف ایک بار مشروع ہوئے ہیں **ولا یسن موکدا رفع یدیہ الا فی سبع مواطن کما ورد بناء علی ان الصفا والمروۃ واحد نظرا للسعی** اور مسنون نہیں تاکید کے ساتھ اٹھانا اپنے دونوں ہاتھوں کا مگر سات جگہ میں چنانچہ حدیث میں وارد ہوا ہے اس بنا پر کہ صفا اور مروہ بلحاظ سعی کے ایک ہیں ہم رفع یدین حدیث میں سات جگہ مذکور ہے اور کلام مصنف اور نظم آئندہ میں آٹھ شمار کیے ہیں اس لیے شارح نے دونوں میں مطابقت کے لیے کہا کہ صفا اور مروہ کو بلحاظ سعی کے حدیث میں ایک فرمایا ہے اس لیے سات جگہ ہوئیں اور مصنف اور ناظم نے ان کو دو شمار کر کے آٹھ کیا ہے اور سنت میں موکدہ کی قید اس واسطے لگائی تاکہ معلوم ہو کہ دعا وغیرہ میں رفع یدین مستحب ہے نہ سنت موکدہ **ثلثۃ فی الصلوٰۃ تکبیرۃ افتتاح**

---

[۵۱] الٰہی بخش دے مجھ کو اور رحم کر مجھ پر اور چین دے مجھ کو اور ہدایت کر مجھ کو اور رزق دے مجھ کو [۵۲] اے اللہ ہمارے پروردگار تیرے ہی لیے تعریف ہے بقدر گنجائش آسمانوں اور زمین کے اور بقدر بھرنے درمیان ان دونوں کے اور بقدر پری اس چیز کے جس کو تو چاہے ان کے بعد اے تعریف اور بزرگی والے تو لائق ہے اس کے جس کو بندہ کہے اور ہم سب تیرے بندے ہیں کوئی روکنے والا جس چیز کو عطا تو کرے اور نہ کوئی دینے والا جس چیز کو تو روکے اور نہیں نفع کرتی دولت والے کو تجھ سے دولت [۵۳] الٰہی میں نے تیرے ہی لیے رکوع کیا اور تجھ پر ایمان لایا اور تیرے ہی لیے مسلمان ہوا عاجزی کی تیری لیے میرے کان اور آنکھ اور گودے اور ہڈی اور پٹھے نے [۵۴] الٰہی تیرے ہی لیے میں نے سجدہ کیا اور تجھ پر ایمان لایا اور تیرے ہی لیے مسلمان ہوا سجدہ کیا میرے منہ نے اس ذات کے لیے جس نے اس کو پیدا کیا اور صورت بنائی اور کھولے اس کے کان اور آنکھ بہت برکت ہے اللہ سب میں بہتر پیدا کرنے والا ۱۲ .....

Marfat.com

وقنوت وعید خمسۃ فی الحج استلام الحجر والصفا والمروۃ وعرفات والجمرات تین تو نماز میں ہیں یعنی رفع یدین تکبیر تحریمہ کے لیے اور قنوت کے لیے اور عید کی تکبیروں کے لیے اور پانچ حج میں ہیں یعنی حجر اسود کے بوسہ دینے کے وقت اور صفا پر اور مروہ پر اور عرفات و مزدلفہ پر اور اولی اور وسطی جمروں پر کنکر مارنے کے وقت ویجمعہا علی ہذا الترتیب بالنثر فقعس صمیح وبالنظم لابن الفصیح ؎ فتح قنوت عید استلم الصفا مع مروۃ عرفات والجمرات ۔ اور جمع کرتا ہے ان مواضع کو اس ترتیب مذکور پر نثر میں یہ کلمہ فقعس صمیح یعنی آٹھ حرف ہیں جن میں سے ہر حرف ہر جگہ کے شروع کا حرف ہے مثلاً ف فتح کا اور ق قنوت کا آخر تک اور نظم میں ان جگہوں کو ابن فصیح کا شعر جامع ہے فتح یعنی شروع نماز اور قنوت اور تکبیر عید اور استلام حجر اسود اور صفا مروہ کے ساتھ اور عرفات اور جمرات والرفع بحذاء اذنیہ کالتحریمۃ فی الثلثۃ الاول واما فی الاستلام والرمی عند الجمرتین الاولی والوسطی فانہ یرفع حذاء منکبیہ ویجعل باطنہا نحو الحجر والکعبۃ اور ہاتھوں کا اٹھانا اول کے تین مقاموں میں یعنی تحریمہ اور قنوت اور عید کی تکبیروں میں اپنے دونوں کانوں کے برابر ہو مثل تحریمہ کے اور حجر اسود کے بوسہ دینے اور اول اور درمیانی جمروں کے کنکر مارنے میں ہاتھوں کو اپنے دونوں شانوں کے برابر اٹھاوے اور ہاتھوں کے اندر کی طرف یعنی ہتھیلیاں بوسہ میں حجر اسود کی طرف اور کنکر مارنے میں کعبہ کی طرف کرے شارح نے مثل تحریمہ اس واسطے کہا کہ اس کی کیفیت مشہور ہے گو تین مقاموں میں وہ بھی داخل ہے اور جمرہ اولی اور وسطی کو اس لیے مخصوص کیا کہ جمرہ اخیرہ کے پاس دعا نہیں اس لیے کہ دعا اسی کنکر مارنے کے بعد ہے جس کے بعد کنکر مارنا ہے کذا فی الطحطاوی واما عند الصفا والمروۃ وعرفات فیرفعہما کالدعاء والرفع فیہ وفی الاستسقاء مستحب اور صفا اور مروہ پر اور عرفات میں ہاتھوں کو اٹھاوے مانند دعا مانگنے کے اور دعا میں ہاتھوں کا اٹھانا اور مینہ کی طلب میں ہاتھ اٹھانا مستحب ہے فیبسط یدیہ خلف صدرہ نحو السماء لانہا قبلۃ الدعاء ویکون بینہما فرجۃ تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے سینے کے برابر آسمان کی طرف پھیلا دے اس لیے کہ آسمان دعا کا قبلہ ہے یعنی جیسے کعبہ نماز کا قبلہ ہے ویسے ہی آسمان دعا کا قبلہ ہے تو کوئی یہ وہم نہ کرے کہ کریم متعال جس سے دعا مانگتے ہیں وہ اوپر کی جانب ہے کذا فی الطحطاوی اور دونوں ہاتھوں میں دعا کے وقت کسی قدر فرجہ رہے گو تھوڑا ہی ہو۔ والاشارۃ بمسبحۃ لعذر کبر دیکھنی اور انگشت شہادت سے اشارہ کرنا دعا کے وقت کسی عذر مثل سردی کی جہت سے کافی ہے یعنی ایک طریق دعا کا دعاء تضرع میں جو آگے آتا ہے اس میں خنصر اور بنصر کا بند نہ کرنا اور بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ نہ کرنا اور صرف انگشت شہادت سے اشارہ کرنا کافی ہے اگر سردی وغیرہ کا عذر ہو والمسح بعدہ علی وجہہ سنۃ فی الاصح شرنبلالیہ اور بعد دعا کے ہاتھوں کا اپنے منہ پر پھیر لینا سنت ہے صحیح تر قول میں کذا فی الشرنبلالیہ وفی وتر البحر الدعاء اربعۃ دعاء رغبۃ کفعل کامر ودعاء رہبۃ یجعل کفیہ لوجہہ کالمستغیث من الشیء ودعاء تضرع یعقد الخنصر والبنصر ویحلق ویشیر بمسبحۃ دعاء الخفیہ ما یفعلہ فی نفسہ اور بحر الرائق کے باب الوتر میں ہے کہ دعا چار طرح کی ہے اول دعاء رغبت یعنی کسی چیز کی طلب جیسے جنت کی طلب مثلاً تو دعائے رغبت میں کرے چنانچہ گذرا یعنی ہاتھوں کو آسمان کی طرف پھیلا دے دوسری دعائے رہبت یعنی خوف جیسے دوزخ سے بچنے کی دعا اس میں ہتھیلیوں کی پشت اپنے منہ کی طرف کرے جیسے کسی چیز سے فریاد چاہنے والا کرتا ہے شامی نے کہا کہ بحر الرائق میں ظہرہ کیفیہ ہے اور یہی صواب ہے شاید شارح کے قلم سے ظہر کا لفظ رہ گیا انتہی اس لیے مترجم نے ترجمہ میں لفظ مذکور کا لحاظ رکھا تیسری دعائے تضرع ہے کہ اس میں نہ کسی چیز کی خواہش ہو نہ کسی چیز کا خوف بلکہ صرف اظہار اپنی عاجزی اور ذلت کا سامنے خدائے تعالیٰ کے ہو جیسے یہ کہنا کہ الٰہی میں تیرا بندہ عاجز و مسکین ذلیل و حقیر ہوں تو ایسی دعا میں اپنی خنصر اور بنصر کو بند کرے اور بیچ کی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ کرے اور اپنی انگشت شہادت سے اشارہ کرے

Marfat.com

چوتھی دعا پوشیدہ ہے جو اپنے دل میں دعا مانگے لیتے اس دعا میں ہاتھ اٹھانا نہیں اس لیے کہ ہاتھ اٹھانا علامت اعلان کی ہے تو دعا خفیہ نہ رہے گی کذا فی الشامی **ولبعد فراغہ من سجدتی الرکعۃ الثانیۃ یفترش** الرجل **رجلہ الیسری فیجلسھا بین الیتیہ ویجلس علیھا وینصب رجلہ الیمنی ویوجہ اصابعہ نحو القبلۃ** ہو السنۃ فی الفرض والنفل اور بعد اپنے فراغت ہونے کے دوسری رکعت کے دونوں سجدوں سے مرد اپنا بایاں پاؤں بچھاوے اور اس کو اپنے دونوں سرین کے تلے کرے اور اس پر بیٹھ جاوے اور داہنے پاؤں کو کھڑا کرے اور اپنی انگلیوں کو کھڑے پاؤں میں قبلہ کی طرف کرے یہی سنت ہے فرض اور نفل میں ہم حلبی میں قہستانی سے منقول ہے کہ بچھے پاؤں کی انگلیوں کو بھی حتی الوسع قبلہ رخ رکھے جس قدر ہو سکیں اور نفل میں مسنون ہونے کی قید اس لیے لگائی کہ اس میں ضعیف قول یہ ہے کہ جیسے چاہے اس طرح بیٹھے کذا فی الطحطاوی **ویضع یمناہ علی فخذہ الیمنی ویسراہ علی الیسری ویبسط اصابعہ مفرجۃ قلیلا جاعلا اطراف اصابعہ عند رکبتیہ** ولا یأخذ رکبۃ ہو الاصح **لتوجہ القبلۃ** اور رکھے اپنا داہنا ہاتھ داہنی ران پر اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر اور پھیلا دے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں تھوڑی سی فرجہ رکھ کر اور کرے انگلیوں کے سرے دونوں گھٹنوں کے پاس اور نہ پکڑے زانو کو یہی صحیح تر ہے اس لیے نہ پکڑے تاکہ انگلیاں سب قبلہ رخ رہیں کیوں کہ پکڑنے کی صورت میں زمین کی طرف متوجہ ہو جائیں گی اور ہر چند زانو کا پکڑنا بھی جائز ہے مگر افضل نہ پکڑنا ہے کذا فی الشامی عن البحر **ولا یشیر بسبابتہ عند الشہادۃ وعلیہ الفتوی** کما فی الولوالجیۃ والتجنیس وعمدۃ المفتی وعامۃ الفتاوی لکن المعتمد ما صححہ الشراح ولا سیما المتأخرون کالکمال والحلبی والبہنسی والباقانی وشیخ الاسلام الخ وغیرہم انہ یشیر لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ونسبوہ للمحمد والامام بل فی متن درر البحار وشرحہ غرر الاذکار المفتی بہ عندنا انہ یشیر باسطا اصابعہ کلہا اور اشارہ نہ کرے اپنی سبابہ انگلی سے اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کہنے کے وقت اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ ولوالجیہ و تجنیس اور عمدۃ المفتی اور اکثر فتاووں میں ہے مگر قول معتمد وہ ہے جس کی تصحیح کی ہے شارحین نے خصوصاً متاخرین مثل کمال اور حلبی اور بہنسی اور باقانی اور شیخ الاسلام الخ اور ان کے سوا اوروں نے کہ اشارہ کرے بسبب اشارہ کرنے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور نسبت کیا ہے ان لوگوں نے اس قول کو امام محمد اور امام اعظم کی طرف بلکہ در بحار کے متن اور اس کی شرح غرر الاذکار میں ہے کہ مفتی بہ ہم حنفیوں کے نزدیک یہ ہے کہ اشارہ کرے اپنی سبابہ سے سب انگلیوں کو کھلا رکھ کر ہم شامی نے کہا کہ در بحار اور اس کی شرح سے یہ نہیں پایا جاتا کہ اشارہ کرنے میں انگلیاں سب کھلی ہوں بلکہ غرر الاذکار میں تصریح ہے کہ مفتی بہ اشارہ کرنا ہے سبابہ سے ترپین کے عقد کی صورت پر جیسے امام شافعی اور امام احمد فرماتے ہیں سبابہ کو لا الٰہ کہنے کے وقت اٹھاوے اور الا اللہ کہنے کے وقت رکھ دے اور یہی قول ہے امام اعظم اور محمد کا اور بہت آثار و احادیث اس کیفیت پر دال ہیں انتہی تو شارح کا بلسطاً اصابعہ شرح سے نقل کرنا غلط ہے خلاصہ یہ کہ اس مقام پر حنفیوں میں دو ہی قول ہیں ایک یہ کہ تمام التحیات میں اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کے پیش تر تک انگلیاں کھلی رکھے اور جب اس کلمے کو کہے تو ترپین کا عقد کر کے اشارہ کرے یعنی حرف لا پر سبابہ اٹھا دے اور الا اللہ پر رکھ دے یہ دوسرا قول متاخرین کے نزدیک معتمد ہے اس وجہ سے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث صحیحہ میں ثابت ہوا ہے اور ہمارے تینوں اماموں سے اس کا منقول ہونا صحیح ہے اور یہ جو شارح نے لکھا ہے کہ کھلی انگلیاں رکھ کر اشارہ کرے اور اس زمانہ کے عوام میں یہی مروج ہو رہا ہے تو میں نے کسی کو نہیں سنا کہ اس قول کا قائل ہو بجز شارح کے بہ تبعیت شرنبلالی عن ابرہان پس جب شارح کا کلام جمہور شارحین الگوں اور پچھلوں کے مخالف ٹھہرا تو جس پر جمہور علماء ہیں عمل اسی پر کرنا چاہیے یعنی ترپین کا عقد کر کے اشارہ کرے یا انگلیوں کو

Marfat.com

کھلی رکھ کر وفی الشرنبلالیۃ عن البرہان والصحیح انہ یشیر بمسبحتہ وحدہا یرفعہا عند النفی ویضعہا عند الاثبات واحترزنا بالصحیح عما قیل لا یشیر لانہ خلاف الدرایۃ والروایۃ ویقولن بالمسبحۃ عما قیل یعقد عند الاشارۃ انتہی اور شرنبلالیہ میں برہان سے منقول ہے کہ صحیح یہ ہے کہ تنہا انگشت شہادت سے اشارہ کرے یعنی دونوں سبابہ سے اشارہ نہ کرے اور اشارہ کرنے میں شہادت کی انگلی کو نفی یعنی حرف لا کہنے کے وقت اٹھاوے اور اثبات یعنے الا اللہ کہنے کے وقت رکھ دے اور ہم نے جو اس قول میں صحیح کی قید لگائی تو اس سے ہم نے اس قول غیر صحیح سے احتراز کیا کہ اشارہ نہ کرے اس کے صحیح نہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اشارہ نہ کرنا خلاف ہے عقل اور نقل کے اور تنہا انگشت شہادت ہم نے اس لیے کہا کہ اس قول سے احتراز ہو کہ اشارہ کے وقت ترپین کا عقد کرے تمام ہوا قول شرنبلالی کا ھم اوپر معلوم ہو چکا کہ اشارہ کرنا بدون عقد کے کتب مذہب کے خلاف ہے بلکہ ایسی طرح اشارہ کرنے کا کوئی قائل نہیں اور اشارہ کا نہ کرنا خلاف عقل ہے یعنی اس لیے کہ اشارہ کرنے سے نفی اور اثبات جو زبان سے نکلتا ہے اس نفی اور اثبات کے موافق ہو جاتا ہے جو انگلی کے اشارہ سے کیا جاتا ہے اور یہ امر یعنی مطابقت قولی اور فعلی عقلاً عمدہ ہے اور اشارہ کا نہ کرنا اس کے خلاف پڑتا ہے اور مخالف نقل ہونا اس طرح ہے کہ امام محمد نے موطا اور کتاب مشیخت میں روایت کیا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ کرتے تھے پھر کہا کہ ہم کرتے ہیں جو کچھ کیا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور یہی قول ہے امام ابوحنیفہؒ کا اور کتاب الامالی میں منقول ہے کہ امام ابویوسفؒ بھی اشارہ کرتے تھے جب تینوں امام اشارہ پر متفق ہو گئے اور احادیث صحیحہ سے اس کا ثبوت قرار واقعی ہو گیا تو اب کوئی جاہل اپنے نفس کی شامت سے کسی روایت ضعیف پر عمل کر کے اشارہ نہ کرے تو قطعاً وہ تارک سنت ہو گا وفی العینی عن التحفۃ انہا مستحبۃ وفی المحیط انہا سنۃ اور عینی میں تحفہ سے منقول ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ اشارہ کرنا مستحب ہے اور محیط میں ہے کہ وہ سنت ہے ھم علامہ نجم الدین زاہدی نے نقل کیا ہے کہ متفق ہیں روایتیں ہمارے تینوں اماموں کی کہ اشارہ کرنا سنت ہے اور اسی طرح معدن شرح کنز میں ہے ولیقرء تشہد ابن مسعودؓ وجوبا کما بحثہ فی البحر لکن کلام غیرہ یفید ندبہ وجزم شیخ الاسلام الجد بان الخلاف فی الافضلیۃ ونحوہ فی مجمع الانہر اور پڑھے وہ التحیات جو مروی ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بطور وجوب چنانچہ بحث کیا ہے اس کو بحر الرائق میں لیکن کلام اوروں کا سوائے صاحب بحر فائدہ دیتا ہے اس تشہد کے مستحب ہونے کا اور شیخ الاسلام جد نے یقین کیا ہے کہ خلاف افضل ہونے میں ہے اور اسی کے مثل ہے مجمع الانہر میں ھم التحیات کو تشہد اس لیے کہا کہ مشتمل ہے دو شہادتوں پر اور عبداللہ بن مسعودؓ کا تشہد یہ ہے (التحیات[1] للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ) بحر الرائق کی بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی تشہد کا پڑھنا واجب ہے مگر اس کے حواشی میں خیر الدین رملی نے کہا کہ تشہد نماز میں واجب ہے لیکن غیر معین واجب ہے نہ خاص اور نہر الفائق میں ہے کہ اس خاص تشہد کا پڑھنا بہتر ہے جیسے وتروں میں دعاء قنوت واجب ہے اور الفاظ مخصوصہ اللہم انا نستعینک الخ سنت ہیں اور امام ابوحنیفہ کا قول یہ ہے کہ اگر التحیات میں کچھ کمی یا زیادتی کرے گا تو مکروہ ہو گا اس لیے کہ نماز کے ذکر مخصوص اور محدود ہیں ان سے تجاوز نہ چاہیے انتہی کذا فی الشامی والطحطاوی ملتقطاً ویقصد بالفاظ التشہد معانیہا مرادۃ لہ علی وجہ یلیہا فکانہ یحیی اللہ تعالیٰ ویسلم علی نبیہ وعلی نفسہ ولیاتی لا الاخبار عن ذلک ذکرہ فی المجتبیٰ اور قصد کرے تشہد کے الفاظ سے ان کے معنی جو بطور انشا کے نمازی کو مقصود ہوں یعنی ان کا ایجاد

[1] سب عبادتیں زبان کی اور بدن کی اور پاکی کی اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں سلام ہو تم پر اے نبیؐ اور رحمت خدا کی اور اسکی برکتیں سلام ہے ہم حاضرین پر اور خدائے تعالیٰ کے نیک بندوں پر میں گواہی دیتا ہوں کوئی معبود نہیں سوائے خدا کے اور گواہی دیتا ہوں کہ بے شک محمدؐ نبی ہیں اللہ کے اور اس کے رسول ہیں ۱۲

Marfat.com

اسی وقت تصور کرے اس طرح کہ گویا نمازی اللہ تعالیٰ کو تحیت پہنچاتا ہے اور اپنے نبی اور اپنے نفس اور احباب پر سلام بھیجتا ہے نہ قصد کرے تشہد کے الفاظ سے خبر دینا اور حکایت کرنا اس حال کا ذکر کیا ہے اس کو مجتبے میں ہم یعنی جو قصہ معراج میں واقع ہوا تھا اس کی حکایت کا قصد نہ کرے اور وہ قصہ یہ ہے کہ شب معراج میں جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقام قرب پر فائز ہوئے تو آپ کو بیٹھنے کا ارشاد ہوا آپ نے فرمایا (التحیات للہ والصلوات والطیبات) یعنی جیسے کوئی بادشاہوں کے پاس جاکر اول ثنا کرتا ہے پھر خدمت پھر مال نذر کرتا ہے ویسے ہی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادتیں زبانی اور بدنی اور مالی پیش کیں جناب احدیت سے بطور خلعت شاہی ارشاد ہوا (السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ) یعنی یہ ہمارا سلام خاص تم پر ہو اے نبی اور رحمتیں اور برکتیں اللہ کی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس تکریم خاص الخاص کو ملاحظہ فرمایا بمقتضائے جود کریمانہ چاہا کہ ضعفاء امت بھی اس سے بے بہرہ نہ رہیں عرض کیا (السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین) یعنی سلام خاص ہم سب پر اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر ہو علینا میں سب گنہگاران امت کو بھی شامل کر دیا کہ کوئی اس سلام خصوصیت الیتیم محروم نہ رہے دلنعم ماقیل ؎ چہ غم دیوار امت را کہ دارد چون تو پشتیبان ٭ چہ باک از موج بحر آنرا کہ باشد نوح کشتیبان ٭ جب ملائکہ مقربین نے یہ جود و کرم آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھا تو بولے (اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدًا عبدہ ورسولہ) تو غرض مصنف کی یہ ہے کہ التحیات پڑھنے میں اس قصہ کی حکایت مدنظر نہ کرے بلکہ یہ ارادہ کرے کہ میں خود اللہ تعالیٰ کے حضور میں تحیت پیش کر رہا ہوں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے اوپر اور دوستوں پر سلام بھیجتا ہوں وظاہرہ ان ضمیر علینا للحاضرین لاحکایۃ سلام اللہ الخ اور ظاہر کلام مصنف کا یہ ہے کہ ضمیر علینا موجود شخصوں یعنی امام اور مقتدی اور ملائکہ کی طرف ہے نہ نقل سلام اللہ تعالیٰ کی طحطاوی نے کہا کہ صواب یہ ہے کہ شارح نقل سلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتا چنانچہ مترجم نے جو قصہ مذکور کیا اس سے ظاہر ہے کہ السلام علینا مقولہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا وکان علیہ الصلوۃ والسلام یقول فیہ انی رسول اللہ اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشہد میں یوں فرمایا کرتے تھے انی رسول اللہ یعنی بجائے ان محمدًا عبدہ ورسولہ کے انی رسول اللہ کہتے تھے ہم نقل کیا ہے اس کو رافعی نے شافعی لوگوں سے مگر حافظ ابن حجر نے اس کو رد کیا ہے کہ اس کی کچھ اصل نہیں بلکہ تشہد کے الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر اسی طرح مروی ہیں کہ آپ اشہد ان محمدًا عبدہ ورسولہ فرمایا کرتے تھے ہاں اگر تشہد سے اذان کی شہادتیں مراد ہیں تو یہ قول صحیح ہے اس لیے کہ ثابت ہوا ہے کہ آپ نے سفر میں ایک بار اذان کہی تو ایسا فرمایا اور بخاری میں سلمۃ بن الاکوع کی حدیث میں بھی مذکور ہے کہ آپ نے (اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد انی رسول اللہ) فرمایا مگر یہ نماز کے باہر کا ذکر ہے نہ التحیات میں کذا فی الشامی ولا یزید فی الفرض علی التشہد فی القعدۃ الاولی اجماعًا اور زیادہ نہ کرے فرض میں التحیات پر کوئی چیز پہلے قعدہ میں سب کے نزدیک ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ قول حنفیوں اور امام مالک اور احمد کا ہے اور امام شافعی تو قعدہ اولی میں درود کو لازم فرماتے ہیں۔ پس شارح کو مناسب تھا کہ اجماعًا کی جگہ بالاتفاق کہتا فان زاد عامدا کرہ تنجب الاعادۃ پس اگر التحیات میں کچھ جان کر بڑھا دے گا تو تشہد مکروہ ہوگا اور از سر نو پڑھنا واجب ہوگا اوساہیا وجب علیہ سجود السہو اذا قال اللہم صل علی محمد فقط علی المذہب المفتی بہ لا لخصوص الصلوۃ بل لتاخیر القیام یا بھول کر التحیات میں زیادہ پڑھ دیا تو اس پر سجدہ سہو واجب ہوگا جب کہ صرف اللہم صل علی محمد کہا ہو مذہب مفتی بہ پر کچھ درود کی خصوصیت سے واجب نہیں ہوا بلکہ قیام کے لیے دیر کرنے سے ہم صرف اللہم صل علی محمد اس لیے کہا کہ بعضوں نے یوں کہا ہے کہ جب تک وعلی آل محمد نہ کہے گا سجدہ سہو واجب نہ ہوگا اور اسی کو اختیار کیا ہے قاضی خاں

Marfat.com

نے اور حلبی نے کہا کہ اسی پر اکثر ہیں اور یہی اصح ہے اور بعضوں نے کہا کہ جب تک تاخیر بقدر ادا کرنے ایک رکن کے نہ ہوگی سجدہ سہو واجب نہ ہوگا اور یہ مذہب ہے امام اعظمؒ کا اور تاتارخانیہ میں ہے کہ صاحبین کے قول پر سجدہ سہو واجب نہیں جب تک کہ تحمید مجیت تک نہ پہنچے کذا فی الشامی ولو فرغ المؤتم قبل امامہ سکت اتفاقا واما المسبوق فیترسل لیفرغ عند سلام امامہ وقیل یتم وقیل یکرر کلمۃ الشہادۃ اور اگر مقتدی اپنے امام سے پیش تر التحیات پڑھ چکے تو چپکا ہو رہے بالاتفاق اور مسبوق قعدہ اخیرہ میں اتنا ٹھہر کے پڑھے کہ امام کے سلام پھیرنے کے وقت پڑھنے سے فراغت پاوے اور بعض نے کہا ہے کہ التحیات کو پورا کرے اور چپ ہو رہے اور بعضوں نے کہا کہ چپ نہ رہے کلمہ شہادت کو مکرر پڑھتا رہے شامی نے کہا کہ ان سب اقوال کی تصحیح ہوئی ہے اور قعدہ اگر آخر کا نہ ہو تو اس میں مسبوق اور مقتدی برابر ہیں واکتفی المفترض فیما بعد الاولیین بالفاتحۃ فانہا سنۃ علی الظاہر ولو زاد لا باس بہ اور فرض پڑھنے والا اکتفا کرے الحمد پر دو پہلی رکعتوں کے بعد کی نماز میں یعنی تیسری اور چوتھی رکعت میں اس لیے کہ الحمد کا پڑھنا ان رکعتوں میں سنت ہے ظاہر روایت پر اور اگر الحمد سے زیادہ ان میں پڑھے گا یعنی سورہ ملائے گا تو کچھ مضائقہ نہیں شامی نے کہا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ پچھلی رکعتوں میں قرات بدون کسی اندازہ کے مشروع ہے اور الحمد پر اکتفا کرنا مسنون ہے واجب نہیں تو اس پر زیادہ ملانا سورہ کا خلاف اولی ہوگا وہو مخیر بین قراءۃ الفاتحۃ وصحح العینی وجوبہا وتسبیح ثلثا وسکوت قدرہا وفی النہایۃ قدر تسبیحۃ فلا یکون مسیئا بالسکوت علی المذہب لثبوت عن علیؓ وابن مسعودؓ اور نمازی مختار ہے چاہے الحمد پڑھے اور الحمد کے وجوب کی تصحیح کی ہے عینی نے اور چاہے تین بار سبحان اللہ کہے اور چاہے بقدر تین بار سبحان اللہ کہنے کے چپ رہے اور نہایہ میں چپ رہنا بقدر ایک بار سبحان اللہ کہنے کے ہے اس سے یہ نکلا کہ چپ رہنے سے ظاہر روایت کے موجب برا کرنے والا نہ ہوگا مختار اس لیے ہے کہ اختیار دینا حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ثابت ہے م عینی نے وجوب فاتحہ کی تصحیح کی ہے اس کا مقابل ظاہر الروایۃ ہے یعنی اختیار مذکور کہ وہ اصح ہے وہو الصارف للمواظبۃ عن الوجوب اور یہی تخییر پھیرنے والی ہے مواظبت کو واجب ہونے سے م یہ جواب ہے اس سوال کا کہ صحیحین میں ابوقتادہؓ سے مروی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی نماز میں پہلی رکعتوں میں تو الحمد اور دو سورتیں پڑھا کرتے تھے اور پچھلی دو میں صرف الحمد تو اس حدیث سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مواظبت الحمد پر پائی جاتی ہے اور مواظبت بدون ترک کے دلیل ہے واجب ہونے کی اس سے معلوم ہوا کہ الحمد پڑھنا پچھلی دو میں واجب ہے شارح جواب دیتا ہے کہ حضرت علیؓ اور ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ نمازی کو پچھلی دو رکعتوں میں اختیار ہے چاہے قرآن پڑھے چاہے چپ رہے چاہے سبحان اللہ کہے اور یہ اختیار قیاس سے معلوم ہو نہیں سکتا تو ان حضرتوں سے اسکا مروی ہونا ایسا ہی ہوا جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً ہو پس تخییر مذکور سے صاف ظاہر ہے کہ حدیث مذکور الصدر میں مواظبت مفید وجوب نہیں اگر مفید وجوب ہوتی تو اختیار نہ دیا جاتا اور اس جواب سے رد ہوا قول عینی کا کذا فی الشامی ویفعل فی القعود للثانی الافتراش کالاول وتشہد ایضا وصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے قعدہ میں پاؤں بچھا دے مثل اول قعدہ کے اور التحیات بھی پڑھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے م طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح افتراش کی قید نہ لگاتا تاکہ سب احکام سابقہ میں دونوں قعدے یکساں رہتے اور کیفیت درود کی شرح منیہ میں اس طرح مذکور ہے کہ امام محمدؒ سے کسی نے پوچھا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کس طرح پڑھیں انھوں نے فرمایا کہ یوں کہے (اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم

ل الٰہی درود بھیج محمدؐ اور آل محمدؐ پر جیسا تو نے درود بھیجا ابراہیمؑ اور آل ابراہیمؑ پر بے شک تو ہے تعریف کیا گیا بزرگی والا اور برکت اتار محمدؐ اور ان کے تابعین پر جیسے برکت اتاری تو نے ابراہیمؑ پر اور ان کے تابعین پر تحقیق تو ہے تعریف کیا گیا بزرگ ۱۲

Marfat.com

وعلی آل ابراہیم انک حمیدٌ مجیدٌ وبارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک حمیدٌ مجیدٌ) اور یہی طریق درود کا موافق ہے بخاری ومسلم وغیرہما کے کذا فی الشامی وصح زیادۃ فی العالمین وتکرار انک حمیدٌ مجیدٌ اور درست ہے زیادہ کرنا فی العالمین کا یعنی بعد کما بارکت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم کے ایک بار جیسے کہ مالک اور مسلم اور ابوداؤد کی روایت میں ہے اور پہلے جملہ میں یعنی کما صلیت کے بعد یہ لفظ احادیث صحیحہ میں ثابت نہیں ہوا کذا فی الشامی اور درست ہے مکرر کرنا انک حمید مجید کا یعنی ایک بار کما صلیت کے بعد اور ایک بار کما بارکت کے بعد جیسا کہ اوپر مترجم نے دونوں جگہ لکھا ہے وعدم کراہۃ الترجم ولو ابتداء اور صحیح ہے نہ مکروہ ہونا ترحم کا اگرچہ ابتدا ہی میں ہو یعنی اگر بدون اللھم صل الخ کے شروع سے اللھم ارحم محمداً وآل محمد کما رحمت علی ابراہیم الخ کہا تو مکروہ نہ ہوگا اسی طرح اگر دونوں جملہ درود مذکور الصدر پر وارحم محمداً وآل محمد زیادہ کیا تو جائز ہوگا فیض نے کہا کہ اس جملہ کا ترک کرنا بہتر ہے احتیاطاً اور نووی نے اذکار میں کہا کہ اس کا بڑھانا بدعت ہے اور اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ دعاء رحمت کی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تشہد میں کسی معتبر طریق سے ثابت نہیں ہوئی کذا فی الشامی مختصراً وندب السیادۃ لان زیادۃ الاخبار بالواقع عین سلوک الادب فھو افضل من ترکہ ذکرہ الرملی الشافعی وغیرہ اور مستحب ہے سیدنا کہنا یعنی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اسم شریف پر اس لیے کہ خبر دینا حقیقت حال کا عین طریق ادب چلنا ہے پس سیدنا کہنا بہ نسبت اس کے چھوڑنے کے افضل ہے ذکر کیا ہے اس کو رملی شافعی وغیرہ نے ہم طحطاوی نے کہا کہ لفظ زیادت کو حذف کرنا بہتر ہے اس لیے مترجم نے اس کو ترجمہ میں شامل نہیں کیا اور یہ جو کہا کہ خبر دینا واقع کا ادب کی راہ چلنا ہے اس سے یہ غرض ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سید الاولین والآخرین ہیں تو آپ کے لیے سیدنا بڑھانا مطابق نفس الامر کے اور مقتضائے ادب ہے اس سے معلوم ہوا کہ درود جو اوپر گذرا اس میں آٹھ جا سیدنا بڑھائے کیوں کہ چار جا آپ کا نام مبارک ہے اور چار جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وما نقل لا تستودونی فی الصلوۃ نکذب وقولھم لا تسیدونی بالھاء لحن ایضا والصواب بالواو اور یہ جو منقول ہے کہ نماز میں مجھ کو سیدمت کہو تو یہ حدیث جھوٹ ہے اور بعض نے جو لا تسیدونی یاء تحتانیہ سے نقل کیا ہے وہ جھوٹ ہونے کے سوا غلط بھی ہے اور صحیح واو سے ہے کیوں کہ اس کا مصدر واو ہی ہے وخص ابراہیم لسلامہ علینا اولا نہ سمانا المسلمین اولان المطلوب صلوۃ تجدد بھا خلیلاً اور مخصوص ہوئے حضرت ابراہیم علیہ وسلم تشبیہ میں بسبب ان کے سلام کرنے کے ہم اہل اسلام پر یا اس لیے کہ حضرت ابراہیم نے ہمارا نام مسلمان رکھا یا اس وجہ سے کہ مطلوب وہ رحمت ہے جس سے خدا تعالیٰ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خلیل کرلے ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا تقریر سوال کی یہ ہے کہ صلوۃ وبرکت میں تشبیہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کیوں دی اور انبیاء کرام صلوٰت اللہ علیہم کے ساتھ کس وجہ سے ندی شارح نے اس سوال کے تین جواب دیے اوّل یہ کہ آپ کے ساتھ تشبیہ کا سبب یہ ہے کہ آپ نے معراج کی شب میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا تھا کہ اپنی امت کو میرا اسلام پہنچانا دوم یہ کہ حضرت ابراہیم نے ہمارا نام مسلمان رکھا چنانچہ خدا تعالیٰ خبر دیتا ہے (ھو سماکم المسلمین[۵۱]) تو اس کے عوض میں ہماری طرف سے یہ تشبیہ ہوئی سوم یہ کہ مطلوب اس صلوۃ سے یہ ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا خلیل کرلے جیسے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل کیا ہے اور بعض لوگوں نے اور جواب بھی دیے ہیں منجملہ ان کے یہ ہے کہ تشبیہ آپ کے ساتھ اس وجہ سے ہے کہ آپ جد امجد ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور فضائل میں تشبیہ باپ دادوں کے ساتھ مرغوب ہوتی ہے اور ایک یہ آپ باقی رسولوں سے افضل ہیں اس جہت سے تشبیہ دی گئی اور ایک یہ کہ اہل

[۵۱] یعنے اس نے نام رکھا تمہارا مسلمان ۱۲

Marfat.com

اسلام کی ملت آپ کی ملت سے ملتی جلتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ[1]) اور ایک یہ کہ آں حضرت صلعم کو آپکی اقتداء کا حکم ہوا جیسے ارشاد ہے (أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا[2]) کذا فی الشامی وعلی الاخیر فالتشبیہ ظاہرًا اور راجع لآل محمد او المشبہ بہ قد یکون ادنی مثل مثل نورہ کمشکوٰۃ اور وجہ اخیر پہ یعنی جب صلوۃ سے مطلوب صلوۃ خاصہ ہو تو تشبیہ ظاہر ہے یعنی وجہ شبہ خلت ہے یا تشبیہ رجوع کرنے والی ہے آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یا مشبہ بہ کبھی کمتر ہوتا ہے جیسے قرآن مجید میں ہے کہ کہاوت نور خدا کی جیسے قندیل میں چراغ ہم یہ بھی جواب ہے سوال مشہور کا جو علماء قدیم وجدید کرتے ہیں اس کی تقریر یہ ہے کہ قاعدہ اکثریہ ہے کہ مشبہ بہ مشبہ سے وجہ شبہ میں اعلیٰ ہوتا ہے اور یہاں یہ بات نہیں اس لیے کہ جو رحمت و برکت کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل کو حاصل ہے وہ حضرت ابراہیم اور ان کی آل کی رحمت اور برکت سے اعلیٰ ہے اس لیے کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جو کوئی مجھ پر ایک بار درود بھیجے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت بھیجتا ہے اور اس کی دس برائیاں دور کرتا ہے اور دس درجہ بلند کرتا ہے اور یہ بات حضرت ابراہیم یا دوسرے پیغمبر کے حق میں وارد نہیں تو شارح نے اس کا جواب یہ دیا کہ یا تو وجہ شبہ صلوۃ خاصہ ہے جو موجب خلت ہے یا یہ کہ تشبیہ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم شریک نہیں مشبہ صرف آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے یا یہ کہ مشبہ بہ کبھی کم تر ہوا کرتا ہے جیسے قرآن مجید میں مشابہت نور الٰہی کی چراغ سے واقع ہوئی ہے حالانکہ نور چراغ کو اس چراغ سے کوئی نسبت نہیں مگر چونکہ نور چراغ محسوس اور واضح تر وجہ شبہ میں ہے اس لیے اس کو مشبہ بہ دیا ہے اسی طرح یہاں ازبسکہ ابراہیم و آل ابراہیم علیہ السلام پر رحمت و برکت کا ہونا جملہ ملتوں میں واضح اور مشہور تھا اس وجہ سے مشبہ بہ کر دیا گیا کذا فی الشامی **وَهِيَ فَرْضٌ** عملًا بالامر فی شعبان ثانی الہجرۃ **مَرَّةً وَاحِدَةً** اتفاقًا فی العمر اور ورود فرض ہے عمر بھر میں ایک بار بالاتفاق واسطے عمل کرنے کے امر پر جو شعبان ۲ھ دوہجری میں ہوا طحطاوی نے کہا کہ عملًا مفعول لہ ہے یعنی فرضیت درود کی اس وجہ سے ہے کہ امر قطعی الثبوت پر عمل ہو اور اس سے یہ نکلا کہ اس کی فرضیت قطعی ہے صرف عملی نہیں تو اس کا منکر کافر ہوگا ہم امر سے مراد یہ آیت ہے (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا[3]) جو دوسرے سال ہجری میں نازل ہوئی اور بعضوں نے کہا کہ شب معراج میں **فلو بلغ فی صلوۃ ثابت عن الفرض لم یحثا** پھر اگر نمازی اپنی نماز میں بالغ ہوا اور قعدہ اخیرہ میں درود پڑھا تو یہ درود قائم مقام فرض کا ہوگا یعنی اس کے بعد درود فرض نہ رہے گا کذا فی النہر **بحثا وفی المجتبیٰ لایجب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یصلی علی نفسہ** اور مجتبیٰ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب نہیں کہ خود اپنے اوپر صلوۃ بھیجیں ہم نہر الفائق میں ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ یا ایہا الذین اٰمنو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شامل نہیں بخلاف یا ایہا الناس اور یا عبادی کے کہ اس میں سب شامل ہوتے ہیں چنانچہ اصول میں معلوم ہو چکا ہے اور حکمت آپ پر واجب نہ ہونے کی یہ ہے کہ درود دعا ہے اور دعا اپنے نفس کے لیے ہر شخص بالطبع چاہتا ہے اور اپنی خیر مناتا ہے تو اس میں کچھ تکلف اور مشقت نہیں اور خطاب شرعی کا وجوب اسی امر میں ہوتا ہے جس میں کچھ مشقت اور طبیعت کو کلفت ہو کذا فی الشامی **واختلف الطحاوی والکرخی فی وجوبہا علی السامع والذاکر کلما ذکر صلی اللہ علیہ وسلم والمختار عند الطحاوی تکرارہ** ای الوجوب کلما ذکر ولو اتحد المجلس فی الاصح اور اختلاف کیا ہے طحاوی اور کرخی نے درود کے واجب ہونے میں سننے والے اور ذکر کرنے والے پر جتنے بار کہ مذکور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک ہو اور طحاوی کے نزدیک مختار مکرر ہونا وجوب صلوۃ کا ہے جتنے بار کہ ذکر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو اگرچہ ایک ہی مجلس میں ہو صحیح قول میں ہم شامی نے کہا کہ وجوب صلوۃ میں اختلاف ذکر کیا سلام کا ذکر نہ کیا حالانکہ آیت میں صلوۃ اور سلام دونوں ہیں اس لیے کہ مراد

[1] یعنی دین تمہارے باپ ابراہیم کا ۱۲ [2] پیروی کر ملت ابراہیم کی ایک رخا ہو کر [3] اے ایمان والو درود بھیجو تم اس پر اور سلام پڑھو سلام کا ۱۲

Marfat.com

تسلیم سے آیت میں حکم مانا ہے اور امح کی قید اس لیے لگائی کہ کافی میں تصحیح اس کی ہے کہ استحا مجلس کی صورت میں ایک بار صلوٰۃ کافی ہے اور شرح مقدمہ ابی اللیث میں وجوب کے مکرر ہونے کو طحاوی کے نزدیک بطور کفایہ کہا ہے نہ بطور عین یعنی اگر بعض صلوٰۃ پڑھ لیں گے تو کل پر سے وجوب ساقط ہوگا لان الامر لیقتضی التکرار بل لانہ تعلق وجوبہا بسبب متکرر وہو الذکر فیتکرر بتکررہ وتصیر دینا بالترک فتقضی لانہا حق عبد کالتشہیت یہ وجوب کا مکرر ہونا اس لیے نہیں کہ صیغہ امر تکرار کا مقتضی ہے بلکہ اس لیے ہے کہ وجوب صلوٰۃ ایک سبب مکرر سے متعلق ہے یعنی ذکر[۵۱] سے تو جب سبب مکرر ہوگا وجوب بھی مکرر ہوگا اور درود کے ترک کرنے سے ذمہ پر فرض ہو جائے گا تو اس کی قضا ہوگی اس لیے کہ صلوٰۃ حق عبد ہے جیسے جواب چھینک کا دنیا کا بندہ کا حق ہے اور اس کی قضا ہوتی ہے ہم یہاں ایک سوال ہوتا ہے کہ وجوب صلوٰۃ امر کے سبب سے ہے حالانکہ اصول میں ثابت ہو چکا ہے کہ امر کا صیغہ مقتضی تکرار وجوب کا نہیں تو تکرر صلوٰۃ کا پڑھنا کس طرح واجب ہوا شارح نے جواب دیا کہ یہ تکرار امر کے اقتضا سے نہیں بلکہ سبب کے مکرر ہونے سے اور سبب صلوٰۃ ذکر ہے اسم شریف کا تو جب اسم شریف مکرر ہوگا وجوب صلوٰۃ بھی مکرر ہوگا اور چھینک کے جواب کی تشبیہ صرف قضا میں ہے نہ باقی احکام میں کذا فی الشامی والطحطاوی بخلاف ذکرہ تعالیٰ بخلاف ذکر اللہ تعالیٰ کے کہ وہ حق پروردگار ہے اس کی قضا نہ ہوگی طحطاوی نے کہا کہ یہ کیا ضرور ہے کہ جو حق تعالیٰ کا حق ہو اس کی قضا نہ ہو مثلاً نماز و روزہ حق اللہ ہیں اور ان کی قضا ہوتی ہے تو مراد شارح کی یہ ہے کہ خداوند جل شانہ کا نام سن کر تنا کرنا واجب ہے اور ایک مجلس میں نام کے مکرر ذکر ہونے سے ایک بار تنا کافی ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے انتہی ملخصاً **والمذہب استحبابہ** ای التکرار وعلیہ الفتوی اور مذہب مشہور مستحب ہونا ہے تکرار کا یعنی ایک بار صلوٰۃ واجب ہے اور دوبارہ ذکر شریف ہونے سے صلوٰۃ مستحب ہے اور اسی پر فتوی ہے والمعتمد من المذہب قول الطحاوی کذا ذکرہ الباقانی تبعا لما صححہ الحلبی وغیرہ اور مذہب معتمد قول طحاوی کا ہے کہ ہر بار صلوٰۃ واجب ہے ایسا ذکر کیا ہے اس کو باقانی نے بہ تبعیت تصحیح حلبی وغیرہ کے ورجحہ فی البحر باحادیث الوعید کرغم والبعادٍ وشقاء ذخل وجفاءٍ اور ترجیح دی ہے قول طحاوی کو بحر الرائق میں وعید کی حدیثوں سے جیسے وعید ذلیل ہونے اور دور ہونے اور بدبخت ہونے اور بخل اور ستم کی ہم یعنی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پر صلوٰۃ نہ پڑھنے والے پر ان الفاظ سے وعید احادیث میں آئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ صلوٰۃ ہر بار اسم مبارک کے مذکور ہونے پر واجب ہے وعید رغم کی حدیث اس طرح ہے (رغم[۲] انف رجل ذکرت عندہ فلم یصل علیّ) اور ابعاد کی یہ ہے (بعد[۳] من ذکرت عندہ فلم یصل علیک) اور شقا کی یوں ہے (من[۴] ذکرت عندہ فلم یصل علی فقد شقی) اور بخل کی حدیث کے یہ الفاظ ہیں البخیل[۵] من ذکرت عندہ فلم یصل علی) اور جفا کے الفاظ یوں وارد ہیں (من[۶] الجفاء ان اذکر عند الرجل فلم یصل علی) کذا فی الطحطاوی عن الحلبی ثم قال فتکون فرضا فی العمر وواجبا کلما ذکر علی الصحیح پھر صاحب بحر نے اس ترجیح کے بعد کہا کہ درود پڑھنا فرض ہے عمر بھر میں اور واجب ہے جتنے بار کہ ذکر نام مبارک کا ہو مذہب صحیح پر وحراما عند فتح التاجر متاعہ ونحوہ اور حرام ہے وقت کھولنے تاجر کے اپنے اسباب کو اور اس جیسے دوسرے وقتوں میں یعنی مکروہ تحریمی ہے شامی نے کہا کہ یہ اس صورت میں ہے کہ تاجر کو اس درود کے پڑھنے سے خریدار کا جتانا یا اپنے اسباب کی ترویج منظور ہو اور اگر اس کا مقصود صرف درود ہوگا تو مکروہ نہ ہوگا اور اس میں ملحق ہے ذکر اللہ تعالیٰ کا جس سے تعظیم مقصود نہ ہو بلکہ

---

[۵۱] اشارہ ہے حدیث من ذکرت عندہ فلم یصل وغیرہ کی طرف ۱۲ [۵۲] ذلیل ہو وہ شخص جس کے پاس میرا ذکر ہو سو وہ مجھ پر صلوٰۃ نہ بھیجے ۱۲ [۵۳] یہ ٹکڑا ہے ایک حدیث طویل کا جو شامی میں مذکور ہے معنی اس کے یہ ہیں کہ دور ہو رحمت خدا سے وہ جس کے تیرا ذکر ہوا اور وہ تجھ پر درود نہ بھیجے خطاب ہے خدا تعالیٰ کی طرف سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ۱۲ [۵۴] جس کے پاس میں مذکور ہوں اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے تو بدبخت ہے ۱۲ [۵۵] بخیل وہ ہے جس کے پاس میرا ذکر ہوا اور اس نے مجھ پر درود نہ بھیجا [۵۶] یہ ستم کی بات ہے کہ میں آدمی کے پاس مذکور ہوں سو وہ مجھ پر درود نہ پڑھے

Marfat.com

دوسرے کو جتانا یا اپنے اسباب کا مروج کرنا مدنظر ہو تو وہ بھی مکروہ تحریمی ہے کذا فی الطحطاوی وسنۃ فی الصلوۃ اور مسنون ہے درود پڑھنا نماز میں یعنی قعدہ اخیرہ کے تشہد کے بعد ومستحبۃ فی کل اوقات الامکان اور درود پڑھنا مستحب ہے سب امکان کے وقتوں میں یعنی جس وقت کہ کوئی مانع شرعی نہ ہو اس میں درود پڑھنا مستحب ہے ھم علماء نے اوقات درود کی تصریح اس طرح کی ہے روز جمعہ شب جمعہ روز شنبہ روز یکشنبہ روز پنجشنبہ وقت صبح وقت شام مسجد میں گھسنے کے وقت مسجد سے نکلنے کے وقت قبر شریف آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے وقت صفا کے اوپر مروہ پر جمعہ وغیرہ کے خطبہ میں بعد جواب اذان کے تکبیر کے وقت دعا مانگنے کے شروع اور درمیان اور آخر میں دعا قنوت کے بعد تلبیہ سے فارغ ہونے کے وقت اجتماع کے وقت جدا ہونے کے وقت وضو کرنے کے وقت کان بولنے کے وقت چیز کے بھول جانے کے وقت وعظ کہنے کے وقت حدیث کے پڑھنے کی ابتدا میں اس کے انتہا کے وقت مسئلہ یا فتوی یا لکھنے کے وقت تصنیف کے وقت ہر درس دینے والے کو ہر پڑھنے والے کو ہر منگنی کرنے والے کو ہر نکاح پڑھنے والے کو ہر نکاح پڑھوانے والے کو سب ضروری کاموں کے پیش تر آں حضرت صلعم کے نام لکھنے کے وقت کذا فی شرح دلائل الخیرات للقاسی شامی نے کہا کہ ان مواضع میں سے اکثر کی تصریح کتب حنفیہ میں موجود ہے ومکروہۃ فی صلوۃ غیر تشہد اخیر اور درود پڑھنا مکروہ نماز میں بجز اخیر تشہد کے کہ اس میں مسنون ہے شامی نے کہا کہ استثنا کرنا قنوت وتر کا بھی چاہیے کہ اس کے آخر میں درود مشروع ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے اور ایسے ہی نماز جنازہ کو استثنا کرنا چاہیے کہ اس میں درود مسنون ہے تنبیہ درود پڑھنا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سات جگہ مکروہ ہے حالت جماع حالت بول وبراز ترویح میں لغزش قدم کے وقت تعجب کے وقت ذبح کے وقت چھینکنے کے وقت کذا فی الشرعۃ فلذا استثنی فی النہر من قول الطحاوی مافی التشہد الاول اور چونکہ سوا التشہد اخیر کے نماز میں درود مکروہ ہے تو اس لیے نہر الفائق میں طحاوی کے قول سے استثنا کیا ہے اس نام مبارک کو جو تشہد اول میں ہے یعنی بموجب قول طحاوی کے جس جگہ نام مبارک آوے درود واجب ہے مگر قعدہ اول میں باوجود نام پاک آنے کے درود واجب نہیں بلکہ تحریمی ہے کذا فی الشامی وضمن صلوۃ علیہ لئلا یتسلسل اور مستثنی کیا ہے اس نام کو جو ضمن میں درود شریف کے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتا کہ تسلسل نہ ہو یعنی درود پڑھنا خالی نام مبارک سے نہیں تو اگر ہر نام پر درود واجب ہو تو سلسلہ درود کا ختم نہ ہو شامی نے کہا کہ اس صورت کا بھی استثنا کرنا چاہیے کہ نام مبارک قرأت یا خطبہ میں سنے اس لیے کہ سننا قرأت اور خطبہ کا واجب ہے اور اگر خود قرآن پڑھتا ہو اور نام مبارک آوے تو افضل یہ ہے کہ قرأت نہ چھوڑے بعد فراغت قرأت کے اختیار ہے چاہے درود پڑھے چاہے نہ پڑھے بل خصہ فی درر البحار بغیر الذاکر لحدیث من ذکرت عندہ فلیحفظ بلکہ در بحار میں درود کے واجب ہونے کو خاص کیا ہے نام لینے والے کے سوا پر بسبب حدیث من ذکرت عندہ کے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ھم بعض علماء نے طحاوی کے قول پر اعتراض کیا کہ اگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیے سے درود واجب ہو تو سلسلہ درود کا تمام نہ ہوگا اس لیے کہ درود خالی نام پاک سے نہیں ہوتا درر البحار میں طحاوی کی طرف سے یہ جواب دیا کہ وجوب اس پر ہے جو نام مبارک کو سنے نہ نام لینے والے پر اس لیے کہ حدیث شریف میں جو وعید وارد ہے وہ نام کو سن کر درود نہ پڑھنے والے پر ہے مثلاً (البخیل من ذکرت عندہ فلم یصل علی) یعنی بخیل وہ ہے جس کے سامنے میرا ذکر ہوا اور مجھ پر درود نہ پڑھے اس حدیث میں من موصولہ سے سننے والا مراد ہے جس کے روبرو نام لیا گیا تو چاہیے کہ نام لینے والا اور کوئی ہو اور وجہ وجوب کی یہی وعیدیں ہیں جو احادیث میں مذکور ہیں تو معلوم ہوا کہ وجوب سننے والے ہی پر ہے وارعاج الاعضاء برفع الصوت جہلاً وانما ہی دعاء لہ والدعاء یکون بین الجہر والمخافتۃ کذا اعتمدہ الباجی فی کنز العفاۃ اور اعضاء کا ہلانا آواز کی بلندی کے ساتھ جہالت ہے بلکہ درود تو آدمی کے حق میں دعا ہے اور دعا مانگنا درمیان ہیں جہر اور اسرار کے ہوتا ہے یعنی نہ چیخ کر نہ بہت آہستہ

Marfat.com

اسی طرح اعتماد کیا ہے اس پر باجی نے کنز العفاۃ میں ہم یعنی درود پڑھنے میں چیخنا اور ہاتھ پاؤں یا گردن کا ہلانا جہالت ہے فتاوی عالمگیری میں کہا کہ قرآن سننے اور وعظ کے وقت میں آواز بلند کرنی مکروہ ہے وحررانہا قد تردد کلمۃ التوحید مع انہا اعظم منہا وافضل لحدیث الاصبہانی وغیرہ عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علی مرۃ واحدۃ فتقبلت منہ محا اللہ عنہ ذنوب ثمانین سنۃ فقیدالمامول بالقبول اور باجی نے تنقیح کی ہے کہ درود شریف بعض اوقات مقبول نہیں ہوتا جیسے کلمہ توحید لا الہ الا اللہ بدون اخلاص کے مقبول نہیں ہوتا باوجودیکہ کلمہ توحید درود شریف سے بزرگ اور افضل ہے کیوں کہ جزو ایمان ہے درود شریف کے مقبول نہ ہونے کی وجہ یہ حدیث اصفہانی وغیرہ کی ہے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ انھوں نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے مجھ پر ایک بار درود پڑھا اور وہ اس سے مقبول ہوا تو اللہ اس کے اسی برس کے گناہ مٹا دے گا اس حدیث میں ثواب متوقع کو قبول کے ساتھ مقید کیا یعنی اس سے نکلتا ہے کہ کوئی درود نامقبول بھی ہوتا ہے ہم درود پڑھنا بھی ایک عمل ہے تو جیسے اور اعمال مقبول اور نامقبول ہوتے ہیں اسی طرح درود شریف کا بھی حال ہے مگر بعض محققین نے فرمایا کہ درود شریف دو تعلق رکھتا ہے ایک ثواب کا ہونا پڑھنے والے کو تو اس سے تعلق میں درود کا حکم اور اعمال کا سا ہے کہ جب موانع اور عوارض سے خالی ہوگا تو موجب ثواب ہوگا اور ایک تعلق آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے آپ کے درجات زیادہ کرنے کے حق میں تو اس سے درود شریف نامقبول نہیں ہوا کرتا کذا فی الطحطاوی تبصرف ودعا بالعربیۃ وحرم بغیرہا نہر لنفسہ ولابویہ واستاذہ المومنین اور قعدہ اخیرہ میں درود کے بعد دعا پڑھے عربی میں اور حرام ہے دعا پڑھنا عربی کے سوا دوسری زبان میں دعا کرے اپنے لیے اور اپنے ماں باپ اور استاد کے لیے جو مسلمان ہوں ہم دعا درود کے پیچھے اس لیے ہوئی کہ جو کوئی دربار شاہی میں جاتا ہے تو بادشاہ کے خواص کو ضرور سلام کرتا ہے اور شاہنشاہ علی الاطلاق کا خاص الخاص اس کا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور آپ پر درود پڑھنا مقبول ہے تو اس سے توقع ہے کہ اس کے بعد دعا بھی مقبول ہو اور دوسری زبان میں دعا کی حرمت نہر الفائق میں مذکور ہے اس تعلیل سے کہ دوسری زبان میں ایسے الفاظ ہوتے ہیں جو منافی تعظیم ہوں مفتی ابوالسعود نے کہا کہ جب نماز کا شروع کرنا غیر زبان میں جائز ہے تو دعا کیسے حرام ہوگی کذا فی الطحطاوی شامی نے بعد تحقیق کہا کہ غیر زبان میں دعا مکروہ ہے نہ حرام ویحرم سوال العافیۃ مدی الدہر او خیر الدارین ودفع شرہما او المستحیلات العادیۃ کنزول المائدۃ قیل والشرعیۃ اور حرام ہے مانگنا مندرستی کا عمر کے سب وقتوں میں یعنی سب مرضوں سے یا بہتری دونوں جہان کی اور دور ہونا دونوں جہان کی برائیوں کا یا ان چیزوں کا جو عادتاً محال ہیں جیسے اترنا دسترخوان کا آسمان سے اور بعضوں نے کہا کہ محال چیزیں شرعی بھی مانگنی حرام ہیں جیسے دیکھنا پروردگار کا دنیا میں ہم سب مرضوں سے عافیت کا مانگنا اس لیے حرام ہوا کہ خدا تعالیٰ نے کسی حکمت کے سبب سے آدمی میں امراض پیدا کیے ہے جس کا فائدہ اسی کی طرف عائد ہوتا ہے تو دعا سے آدمی اس حکمت کو باطل کیا چاہتا ہے اور خیر دارین کی طلب اس لیے حرام ہوئی کہ بدون شر کے آدمی زندگی کو حاصل ہونی محال ہے بعض شر اس پر ضرور آ دے گی مثلاً جان کندنی کی سختی ہاں اگر خیر سے یہ ارادہ کرے گا کہ جو امر اللہ تعالیٰ کے نزدیک اپنے حق میں خیر ہو تو مضائقہ نہیں چناں چہ اس قسم کی دعا حدیث میں وارد ہے (اللّٰھم[1] انی اسئلک من الخیر کلہ ما علمت منہ ومالم اعلم واعوذ بک من الشر کلہ ما علمت منہ ومالم اعلم کذا فی الطحطاوی تبصرف (والحق حرمۃ الدعاء بالمغفرۃ للکافر لا لکل المومنین کل ذنوبہم بجر) اور حق یہ ہے کہ دعا مانگنی کافر کی مغفرت کے لیے حرام ہے نہ سب مومنین کے واسطے ان کے سب گناہوں کے بخشے جانے کی کذا فی البحر یہ رد ہے امام قرانی وغیرہ

[1] الٰہی میں سوال کرتا ہوں تجھ سے سب بہتری کو جس کو میں نے جانا اور جس کو نہیں جانا اور تیری پناہ مانگتا ہوں سب برائیوں سے جن کو میں نے جانا اور جن کو نہیں جانا ۔

Marfat.com

کا جو یہ کہتے ہیں کہ کافر کی مغفرت کی دعا کرنے سے کافر ہو جاتا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ تو ان کی عدم مغفرت کی خبر دیتا ہے[۱] پھر دعائے مغفرت سے اللہ تعالیٰ کا اس خبر میں جھوٹا کرنا ہوا اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ سب ایمانداروں کے سب گناہوں کی مغفرت کی دعا حرام ہے اس لیے کہ اس دعا سے تکذیب ان صحیح حدیثوں کی لازم آتی ہے جن میں تصریح ہے کہ کچھ مومنین دوزخ میں اپنے گناہوں کے سبب سے بالضرور عذاب پاویں گے تو شارح اس قول کو رد کرتا ہے کہ دعائے مغفرت کافر سے کافر نہیں ہوتا بلکہ گناہگار ہوتا ہے کہ دشمنان خدا اور رسول کے لیے بہتری چاہتا ہے[۲] اس لیے دعا مذکور حرام ہے نہ کفر اور مومنین کے کل گناہوں کی مغفرت عقلاً جائز ہے بموجب آیت (ویغفر مادون ذلک لمن یشاء[۳] اور ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا[۴]) کے تو جائز ہے کہ فرط شفقت برادران دینی کی جہت سے ان کے لیے ایسی دعا مانگے جو جائز الوقوع ہو گو نفس الامر میں واقع نہ ہو کذا یستفاد من الشامی والطحطاوی **بالادعیۃ المذکورۃ فی القرآن والسنۃ لا بما یشبہ کلام الناس** دعا پڑھے ان دعاؤں سے جو مذکور ہیں قرآن اور حدیث میں نہ ان سے کہ لوگوں کے کلام کے مشابہ ہوں طحطاوی نے کہا کہ قرآن کی دعا اگر پڑھے تو نیت قرآن ہونے کی اس سے نہ کرے اس لیے کہ قرأت قرآن سوائے قیام کے دوسرے رکن میں مکروہ ہے **ہم** دعا مسنون نماز کے آخر میں پڑھنا بہت اچھا ہے مشکوٰۃ میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھ کو ایک دعا تعلیم فرمائیے کہ نماز میں اس کو پڑھوں آپ نے یہ دعا تعلیم فرمائی (اللھم[۵] انی ظلمت نفسی ظلماً کثیراً ولا یغفر الذنوب الا انت فاغفرلی مغفرۃ من عندک وارحمنی انک انت الغفور الرحیم) تو امت والوں کو چاہیے کہ خاص اسی دعا کو پڑھا کریں اضطرب فیہ کلامہم ولاسیما المصنف والمختار کما قال الحلبی ان ما ہو فی القرآن او فی الحدیث لا یفسد ومالیس فی احدہما ان استحال طلبہ من الخلق لا یفسد ولا یفسد لو قلیل قدر التشہد دعا کے باب میں فقہا کا کلام پریشان ہے خصوص مصنف کا کہ کہیں کچھ ہے اور کہیں کچھ اور مختار بموجب قول حلبی کے یہ ہے کہ جو دعا قرآن یا حدیث میں ہے مفسد نماز نہیں اور جو دعا کہ قرآن یا حدیث میں سے کسی میں نہیں تو اگر اس کا مانگنا خلق سے محال ہے مثلاً اغفر لعمی یعنی میرے چچا کی مغفرت کر تو مفسد نماز نہ ہوگی اور اگر اس کا مانگنا خلق سے محال نہ ہوگا جیسے یوں کہنا کہ الٰہی مجھ کو کمک دے یا تیل دے وغیرہ تو نماز مفسد ہوگی بشرطیکہ دعا مذکورہ مقدار التحیات سے پیش تر ہو والا تم بہ عالم یتذکر سجدۃ فلا تفسد بسوال المغفرۃ مطلقاً ولو لعمی او لعمرو وکذا الرزق مالم یفیدہ بمال ونحوہ لاستحالہ فی العباد مجازاً اور اگر مقدار التحیات سے پیش تر نہ پڑھے بلکہ اس قدر کے بعد پڑھے تو نماز اس سے پوری ہو جائے گی یعنی کراہت تحریمی کے ساتھ کذا فی الطحطاوی نماز پوری ہوگی جب تک کہ سجدہ نماز یا تلاوت یاد نہ پڑھے تو فاسد نہ ہوگی دعائے مغفرت سے مطلقاً یعنی خواہ وہ دعا قرآن میں ہو یا نہ ہو اگرچہ دعا یوں کرے کہ الٰہی بخش دے میرے چچا یا عمرو کو اور اسی طرح فاسد نہ ہوگی نماز طلب رزق سے اگر اس کو مقید مال وغیرہ سے نہ کرے گا واسطے مستحیل ہونے رزق کے بندوں میں بطور مجاز کے **ہم** سجدہ تلاوت اور سجدہ نماز کے یاد نہ پڑھنے کی قید اس لیے لگائی کہ ان کے یاد ہونے سے قعدہ اخیرہ باطل ہو جاتا ہے تو دعا نماز کے بیچ میں واقع ہوگی اس لیے مفسد ہوگی اور طلب رزق میں مال کی قید اس لیے لگائی کہ رزق تو خاص خدا تعالیٰ کا کام ہے بندہ صرف اس کا سبب یعنی مال پہنچا سکتا ہے اس لیے رزق مقید بمال سے نماز فاسد ہوگی مثلاً یوں کہنے سے کہ الٰہی مجھ کو مال روزی کر اور چوں کہ بندے کے اختیار میں سبب رزق کا ہے نہ رزق اس لیے شارح نے بتلا دیا کہ رزق دینے کا استعمال بندوں کے حق میں مجازاً ہوا کرتا ہے نہ حقیقۃً **ثم یسلم عن یمینہ ویسارہ**

---

[۱] یعنی اس آیت میں ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ یعنے اللہ تعالیٰ نہیں بخشتا اپنے ساتھ شرک کیے جانے کو ۱۲ [۲] اور بخشتا ہے اس کے سوا جس کو چاہے ۱۲ [۳] بے شک اللہ بخشتا ہے سب گناہوں کو ۱۲ [۴] الٰہی میں نے ظلم کیا اپنی جان پر بہت ظلم اور کوئی نہیں بخشتا گناہوں کو سوا تیرے سو تو مغفرت کر میری اپنے پاس سے رحم کر مجھ پر تو ہے بے شک بخشنے والا مہربان ۱۲

Marfat.com

کی پوری بیاض خدہ پھر سلام پھیرے منہ پھیر کر داہنے اور بائیں کو اس قدر کہ سفیدی اس کے رخسار کی پیچھے کے نماز پڑھنے والے کو دکھائی دے یعنی داہنے رخسار کی داہنی طرف کو منہ پھیرنے میں اور بائیں کی بائیں طرف کو پھیرنے میں ہم کامل تر سلام پھیرنے میں یہ کہنا ہے داہنے اور بائیں السلام علیکم ورحمۃ اللہ تو اگر صرف السلام علیکم یا سلام علیکم کہے گا تو کافی ہوگا مگر تارک سنت ہوگا اور داہنے بائیں کو منہ پھیرنا بھی سنت ہے کذا فی الطحطاوی ولو عکس سلم عن یمینہ فقط ولو تلقاء وجہہ سلم عن یسارہ اخری اور اگر الٹا کیا یعنی بائیں طرف اول سلام پھیرا اور داہنی طرف پیچھے تو سلام پھیرے صرف اپنے داہنی طرف اور اگر سلام پھیرا اپنے سامنے کی طرف تو دوسرا سلام بائیں طرف کو پھیر دے یعنی سامنے کا سلام قائم مقام داہنی طرف کے ہو جائے گا ولو نسی الیسار اتی بہ مالم یستدبر القبلۃ فی الاصح اور اگر بائیں کو سلام پھیرنا بھول گیا تو اس کو ادا کر لے جب تک کہ قبلہ کو پشت نہ پھیری ہو صحیح تر قول میں اور نہ کلام کیا ہو شامی نے کہا کہ بحر الرائق میں ہے کہ سلام کو ادا کر لے جب تک کہ مسجد سے نہ نکلا ہو گو قبلہ کو پشت کر لی ہو اس لیے شارح نے اصح کی قید لگا دی کہ بحر الرائق کا قول نکل جاوے وتقطع التحریمۃ بتسلیمۃ واحدۃ برہان وقدمہ اور منقطع ہو جاتی ہے تحریمہ ایک طرف کے سلام پھیرنے سے کذا فی البرہان اور یہ مسئلہ پیشتر گذرا یعنی واجبات نماز میں بیان ہو چکا ہے کہ اقتداء تمام ہو جاتا ہے سلام اول پر پیشتر لفظ علیکم کے وفی التاتارخانیۃ ما شرع فی الصلوۃ مثنی فللواحد حکم المثنی فیحصل التحلیل بسلام واحد کما یحصل بالمثنی وتتقید الرکعۃ بسجدۃ واحدۃ کما تتقید بسجدتین اور تاتارخانیہ میں ہے کہ جو چیز نماز میں دو مشروع ہوئی ہے تو اس میں سے ایک کے لیے حکم دو کا ہے اس سے یہ نکلا کہ نماز سے حلال ہونا ایک سلام سے حاصل ہو جاتا ہے جیسے دو سے حاصل ہوتا ہے اور رکعت ایک سجدہ سے مقید ہو جاتی ہے جیسے دو سے ہوتی ہے یعنی اگر قعدہ اخیرہ بھول کر مثلاً کھڑا ہو گیا اور ایک رکعت زائد پڑھی تو جبھی رکعت مذکور کو ایک سجدہ سے کرے گا فرض باطل ہو جائیں گے والامام ان اتم التشہد کما مر اور مقتدی سلام پھیرے امام کے ساتھ ہی اگر التحیات پڑھ چکا ہو چناں چہ گذر گیا یعنی التحیات پوری نہ کی ہو تو اسکو پوری کر کے سلام پھیرے اسلیے کہ التحیات بھی واجب ہے اور متابعت امام بھی واجب ہے حالانکہ دوسری ترجیح اول پر نہیں کذا فی الحلبی ولا یخرج الا تم بنحو سلام الامام بل بقہقہۃ وحدثہ عمدا لا انتظارہ متہما فلا یسلم اور نہیں نکلتا ہے مقتدی نماز سے امام کے سلام جیسی چیز سے بلکہ اس کے کھلکھلا کر ہنسنے اور قصداً بے وضو ہو جانے سے مقتدی نماز سے باہر ہو جائے گا بسبب نہ رہنے حرمت نماز کے تو اس صورت میں مقتدی سلام نہ پھیرے ہم پہلی صورت اسطرح ہے کہ قعدہ اخیرہ کے بعد امام نے سلام پھیرا یا کلام کیا یا اور کوئی بات کی جس سے نماز پوری ہو گئی فاسد نہ ہوئی تو ایسی صورت میں مقتدی نماز سے باہر نہ ہوگا بلکہ اس پر سلام پھیرنا واجب ہے اور قہقہہ اور حدث نماز کے مفسد ہیں تو چوں کہ بعد تمامی ارکان کے پائے گئے اس لیے کچھ ضرر نہ کریں گے اور سلام کا پھیرنا بھی واجب نہ ہوگا نہ امام پر نہ مقتدی پر کذا فی الشامی ولو اتمہ قبل امامہ لتکلم جاز وکرہ ملوعرض مناف تفسد صلوۃ الامام فقط اور اگر مقتدی نے تشہد کو اپنے امام سے پہلے پورا کر لیا پھر بول پڑا تو نماز درست ہو گی اور یہ فعل مکروہ ہوگا کیوں کہ متابعت امام کی بدون عذر کے ترک کی اب اگر مقتدی کے کلام کرنے کے بعد کوئی نماز کا منافی امام کو پیش ہوگا تو صرف امام کی نماز فاسد ہو جائے گی مقتدی کی نہ ہوگی کیوں کہ وہ تو منافی کے پیش ہونے سے پہلے ہی نماز سے علیحدہ ہو گیا ہے کما تحریمۃ مع الامام وقالا الافضل فیہما بعد سلام پھیرنے مثل تکبیر تحریمہ کے امام کے ساتھ ہی نہ پیچھے اور صاحبین نے کہا کہ افضل تحریمہ اور سلام میں یہی ہے کہ بعد امام کے ہو قائلاً السلام علیکم ورحمۃ اللہ ہو السنۃ سلام پھیرے یہ کہتا ہوا السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہ ان الفاظ کا کہنا سنت ہے وصرح الحدادی بکراہۃ علیکم السلام وانہ لا یقول ہنا وبرکاتہ اور حدادی نے تصریح کی ہے علیکم السلام کے مکروہ ہونیکی اور اس بات کی کہ وبرکاتہ بعد رحمۃ اللہ کے نہ کہے یہاں سلام پھیرنے میں بلکہ یہ لفظ التحیات میں کہے وجعلہ النووی بدعۃ وردہ الحلبی اور وبرکاتہ کہنے کو نووی نے بدعت قرار دیا ہے اور حلبی شارح منیہ نے نووی کے قول کو رد کیا ہے یہ کہہ کر کہ سنن ابو داؤد میں بروایت وائل بن حجر باسناد صحیح یہ لفظ وارد ہے

Marfat.com

پھر بدعت کیسے ہوسکتا ہے وفی الحاوی انہ حَسَنٌ اور حاوی قدسی میں ہے کہ یہ لفظ کہنا بہتر ہے **وسنّ جعل الثانی اخفض من الاوّل** خصہ فی المنیۃ بالامام واقرہ المصنف اور دوسرے سلام کو بہ نسبت اول کے پست کہنا مسنون ہے منیہ میں اس بات کو امام کے لیے خاص کیا ہے یعنی مقتدی اور منفرد دونوں طرف یکساں آواز سے سلام پھیرے اور ثابت رکھا ہے منیہ کے قول کو مصنف نے **ونوی الامام بخطابہ السلام علی من فی یمینہ ویسارہ** ممن معہ فی صلوۃ ولو جنا او نساء اما سلام التشہد فیعم لعدم الخطاب والحفظۃ فیہما بلا نیۃ عدد کالایمان بالانبیاء اور نیت کرے امام اپنے خطاب السلام علیکم سے سلام ان لوگوں پر جو اس کے داہنے اور بائیں طرف اس کے نماز میں شریک ہیں گو جن یا عورتیں ہوں اور سلام تشہد کا یعنی السلام علینا عام ہے سب مسلمانوں پر بسبب نہ ہونے خطاب کے اور نیت کرے فرشتوں محافظ کے دونوں سلاموں میں بدون نیت شمار کے جیسا ایمان لانا انبیاء علیہم السلام پر بدون شمار کے ہم محافظ فرشتوں کی تعداد میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ ہر مومن کے ساتھ دو ہیں اور بعضوں کے نزدیک چار اور کسی کے نزدیک پانچ اور کسی کے دس اور کسی کے ایک سو ساٹھ اور اس کا پورا بیان منیہ کی شرحوں میں ہے کذا فی الشامی وقدم القوم لان المختار ان خواص بنی آدم وہم الانبیاء افضل من کل الملئکۃ وعوام بنی آدم وہم الاتقیاء افضل من عوام الملئکۃ والمراد بالاتقیاء من اتقی الشرک فقط کالفسقۃ کما فی البحر عن الروضۃ واقرہ المصنف اور مصنف نے اول قوم کو یعنی آدمیوں کو مقدم کیا فرشتوں سے اس لیے کہ مختار یہ ہے کہ بنی آدم کے خواص جو انبیاء ہیں وہ سب فرشتوں سے افضل ہیں اور بنی آدم میں کے پرہیزگار عوام فرشتوں سے افضل ہیں اور مراد پرہیزگاروں سے وہ لوگ ہیں جو صرف شرک سے پرہیز کرتے ہیں جیسے فاسق چناں چہ بحر میں روضہ سے منقول ہے اور مصنف نے اس کو ثابت رکھا ہے ہم کتاب روضۃ العلماء امام ابی الحسن بخاری کی تالیف ہے اسمیں لکھا ہے کہ امت کا اجماع ہے اس پر کہ انبیاء سب مخلوق سے افضل ہیں اور ان میں سے افضل سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور بعد انبیاء کے سب خلق سے افضل خواص ملائکہ ہیں یعنی جبرائیل اور اسرافیل اور میکائیل اور عزرائیل اور حاملین عرش اور روحانی اور رضوان اور مالک علیہم السلام اور صحابہ اور تابعین اور شہدا اور صالحین باقی فرشتوں سے افضل ہیں اب اس کے بعد اختلاف ہے امام صاحب تو فرماتے ہیں کہ سب اہل اسلام باقی فرشتوں سے افضل ہیں اور صاحبین کہتے ہیں کہ باقی فرشتے عوام مسلمانوں سے افضل ہیں غرضیکہ بشر تین قسم ہیں خواص مثل انبیاء اور اوساط مثل صحابہ وصلحاء اور عوام مثل باقی لوگوں کے اور فرشتے دو قسم ہیں خواص جو اوپر مذکور ہوئے اور عوام جو ان کے سوا ہیں تو افضلیت بالاتفاق تین درجہ تک ہے یعنی سب سے افضل خواص بشر ہیں پھر خواص ملائک پھر اوساط بشر اور اس کے بعد اختلاف ہے امام کے نزدیک باقی لوگ افضل ہیں عوام ملائک سے اور صاحبین کے نزدیک عوام ملائک افضل ہیں کذا فی الشامی تبصرف قلت وفی مجمع الانہر تبعا للقہستانی خواص البشر واوساطہا افضل من خواص الملئکۃ واوساطہ عند اکثر المشائخ میں کہتا ہوں اور مجمع الانہر میں بہ تبعیت قہستانی مذکور ہیں کہ خواص بشر افضل ہیں خواص ملائک سے اور اوساط بشر افضل ہیں اوساط ملائکہ سے اکثر مشائخ کے نزدیک ہم شامی نے کہا کہ اس عبارت میں لف ونشر مرتب ہے تو اس میں اور روضہ کی عبارت میں کچھ منافات نہیں اتنا فرق ہے کہ اس میں ادنی بشر کا ذکر نہیں کیا اس وجہ سے کہ اس میں اختلاف ہے چناں چہ اوپر بیان ہوا وہل تتغیر الحفظۃ قولان اور کیا محافظ فرشتے بدلتے رہتے ہیں یا نہیں اس میں دو قول ہیں ہم بعض علماء فرماتے ہیں کہ بدلتے رہتے ہیں کیوں کہ حدیث صحیح میں بخاری ومسلم کی وارد ہے کہ تم پر رات کو اور دن کو فرشتے پیاپے آتے ہیں اور نماز صبح اور عصر میں جمع ہو جاتے ہیں پھر جو تم میں رہے ہوتے ہیں وہ اوپر چڑھ جاتے ہیں الحدیث اس حدیث میں قاضی عیاض وغیرہ نے جمہور علماء سے نقل کیا ہے کہ مراد ان فرشتوں سے محافظ یعنی کراماً کاتبین ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ دونوں فرشتے

---

[1] اسی وجہ سے حدیث میں وارد ہے کہ جب آدمی السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین کہتا ہے تو ہر بندہ نیک بخت کو آسمان وزمین میں یہ سلام پہنچتا ہے ۱۲ ن النساء

Marfat.com

آدمی کی زندگی تک نہیں بدلتے اس لیے کہ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایمان دار بندہ پر دو فرشتے معین کیے ہیں کہ وہ اس کا عمل لکھا کرتے ہیں جب وہ مرجاتا ہے تو وہ جناب الٰہی سے عرض کرتے ہیں کہ فلاں شخص مرگیا ہم کو تو اجازت دے کہ ہم آسمان پر چڑھ آویں اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ میرا آسمان فرشتوں سے پر ہے جو میری تسبیح پڑھتے ہیں پھر وہ عرض کرتے ہیں کہ تو ہم زمین میں ٹھہریں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری زمین میرے مخلوق سے پر ہے جو مجھ کو پاکی سے یاد کرتے ہیں پھر وہ دونوں عرض کرتے ہیں کہ اب ہم کہاں رہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے کی قبر پر ٹھہرو اور میری تکبیر اور تہلیل اور میرا ذکر کرو اور ان سب کو میرے بندہ کیلئے موت تک لکھتے رہو کذا فی الشامی ویفارقہ کاتب السیئات عند جماع وخلاء وصلوۃ اور علیحدہ ہوجاتا ہے آدمی سے لکھنے والا برائیوں کا وقت صحبت کرنے اور پاخانہ پھرنے اور نماز پڑھنے کے ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح اس عبارت میں بحرالرائق کا تابع ہوا حالانکہ مفارقت جماع اور بیت الخلاء میں دونوں فرشتے کرتے ہیں چناں چہ شرح جوہرہ میں ہے تو پھر تخصیص کاتب سیئات کی کیا ہے ہاں نماز میں چونکہ کاتب سیئات اپنے لکھنے کی چیز نہیں پاتا تو علیحدہ ہونا خاص اس کا گنجائش رکھتا ہے والمختار ان کیفیۃ الکتابۃ والمکتوب فیہ مما استاثر اللہ بعلمہ اور مختار یہ ہے کہ کیفیت فرشتوں کے لکھنے کی اور جس چیز میں وہ لکھتے ہیں اس کا حال ان اشیاء میں ہے جن کا علم اللہ تعالیٰ کو مخصوص ہے نعم فی حاشیۃ الاشباہ تکتب فی رق بلا حرف کثبوتہا فی العقل وہو احد ما قیل فی قولہ تعالیٰ والطور وکتاب مسطور فی رق منشور ہاں حاشیہ اشباہ میں ہے کہ کاتب اعمال ورق میں بدون حرفوں کے لکھتے ہیں جیسے معلومات عقل میں بدون حرفوں کے رہتے ہیں اور یہ قول ایک ہے ان اقوال میں سے جو اس آیت کی تفسیر میں کہے گئے ہیں والطور وکتاب مسطور فی رق منشور یعنی قسم ہے طور کی اور قسم ہے کتاب لکھی ہوئی کی کشادہ ورق میں یعنی لوح محفوظ کی ہم شامی نے کہا کہ جب قول مختار شارح لکھ چکا تھا تو اس کے مقابل کے لکھنے کی ضرورت نہ تھی وصحح النیسابوری فی تفسیرہ انہما کیتبان کل شیء حتی اینہ اور نیشاپوری نے اپنی تفسیر میں اس امر کی تصحیح کی ہے کہ وہ دونوں فرشتے ہر چیز کو لکھتے ہیں یہاں تک کہ آدمی کے کراہنے اور آہ کرنے کو بھی لکھتے ہیں شامی نے کہا کہ اس سے یہ نکلتا ہے کہ ضروری چیزوں کو مثل سانس لینے اور نبض وغیرہ کی حرکت کو بھی لکھتے ہیں قلت وفی تفسیر الدمیاطی یکتب المباح کاتب السیئات یمحی یوم القیامۃ میں کہتا ہوں اور تفسیر دمیاطی میں ہے کہ مباح چیز کو بدیوں کا کاتب لکھتا ہے اور قیامت کے دن مٹادے گا ہم اوپر جو بیان کیا تھا کہ دونوں کاتب ہر چیز کو لکھتے ہیں اب اس کی تفصیل کا خلاصہ یہ کہ اعمال تین قسم ہیں ایک وہ جن میں ثواب ہے دوم وہ جن میں عذاب ہو سوم مباح جن میں نہ ثواب ہو نہ عذاب تو ثواب کے اعمال کو کاتب حسنات کا لکھتا ہے اور باقی کو کاتب سیئات کذا فی الشامی وفی تفسیر الکازرونی المعروف بالخوین الامر ان الکافر ایضا یکتب اعمالہ الا ان کاتب الیمین کالشاہد وکاتب الیسار کالزروفی محشی بیضاوی میں جو اخوین کے نام سے مشہور ہے لکھا ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ کافر کے اعمال بدہی لکھے جاتے ہیں مگر داہنا کاتب مثل گواہ کے رہتا ہے بائیں پر ہم یعنی جب کافر کے اعمال بد ہی لکھے جاتے ہیں تو ضرورت داہنے فرشتے کی کیا ہے اس لیے شارح نے جواب دیا کہ وہ گویا بائیں کا گواہ ہے طحطاوی نے کہا کہ شارح نے یہ قول نہر الفائق سے نقل کیا ہے اور اس میں کازرونی کی جگہ حازمی بحاء مہملہ وزاء معجمہ وسیم در آخر ہے اور یہی صحیح ہے وفی البرہان ان ملکۃ اللیل غیر ملکۃ النہار وان ابلیس مع ابن آدم بالنہار وولدہ باللیل اور برہان میں ہے کہ رات کے فرشتے غیر ہیں دن کے فرشتوں کے بسبب حدیث صحیحین کے جو اوپر گذری اور یہ کہ ابلیس ہر ابن آدم کے ساتھ رہتا ہے دن کو اور اس کی اولاد ساتھ رہتی ہے رات کو طحطاوی نے کہا کہ ابلیس کی اولاد میں کئی قول ہیں بعضوں کے نزدیک اس کی جورو سے ہوتی ہے اور بعضوں کے نزدیک وہ انڈے دیتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اس کی ایک ران میں علامت نر ہے اور دوسری میں علامت مادہ وہ

Marfat.com

خود اپنی ذات سے صحبت نہیں کرتا ہے وفی صحیح مسلم ما منکم من احد الا وقد وکل اللہ بہ قرینہ من الجن وقرینہ من الملئکۃ قالوا وایاک یارسول اللہ قال وایای ولکن اللہ اعلنی علیہ فاسلم روی بفتح المیم وضمہا اور صحیح مسلم میں ہے کہ تم میں سے کوئی ایسا نہیں جس پر خدا تعالیٰ نے مقرر نہ کیا ہو اس کا ساتھی شیطانوں سے یعنی برائی پر دلالت کرتا ہے اور اس کا ساتھی فرشتوں سے جو خیر پر دلالت کرتا ہے لوگوں نے عرض کیا اور آپ پر یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا کہ مجھ پر بھی میرا قرین مقرر ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اس پر غالب کر دیا ہے تو وہ مسلمان ہو گیا ہے یعنی سوائے خیر کے اور بات مجھ سے نہیں کہتا شارح نے کہا کہ اسلم میم کے فتحہ اور ضمہ دونوں سے مروی ہے میم کے زبر سے صیغہ ماضی باب افعال سے اور ضمیر مستتر قرین کے طرف ہوگی جس کا ترجمہ اوپر لکھا گیا اور میم کے ضمہ سے صیغہ واحد متکلم مصدر سلامت سے ہوگا تب یہ معنی ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے میری اعانت فرمائی تو میں اس سے بچا رہتا ہوں ویزید المؤتم السلام علی امامہ فی التسلیمۃ الاولیٰ ان کان الامام فیہا والا ففی الثانیۃ ونواہ فیہما لو محاذیا اور مقتدی قوم اور فرشتوں کی نیت پر زیادہ کرے سلام اپنے امام پر داہنی طرف کے سلام میں اگر امام اس طرف ہو ورنہ بائیں طرف کے سلام میں نیت امام کی کرے اور اگر امام اس کے سامنے ہو تو دونوں سلاموں میں امام کی نیت کرے ویتوی المنفرد والحفظۃ فقط لم یقل الکتبۃ لیعم المیزاذ لاکتبۃ معہ اور منفرد صرف محافظ فرشتوں کی نیت کرے شارح کہتا ہے کہ مصنف نے کتبہ نہ کہا حفظہ کہا تاکہ عام ہووے تمیز دار لڑکے کو اس لیے کہ اس کے ساتھ کاتب اعمال نہیں شامی نے کہا کہ اس صورت میں مراد محافظوں سے محافظین ذات ہیں نہ محافظین اعمال لیکن صحیح یہ ہے کہ لڑکے کے حسنات لکھے جاتے ہیں اور ان کا ثواب اسی کو ملے گا اور ماں باپ کو ثواب تعلیم کا ہوگا کما فی اللقانی تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑکے کیلیے کاتب حسنات ہوتا ہے ولعمری لقد صار ہذا کالشریعۃ المنسوخۃ لایکاد یوجد احد شیئا الا الفقہاء وفیہم نظر اور قسم ہے اپنی جان کی کہ یہ یعنی سلام میں نیت قوم اور محافظین کی کرنی منسوخ شریعت کی طرح ہو گئی ہے گویا کوئی کچھ نیت ہی نہیں کرتا بجز علماء کے اور ان میں بھی کلام ہے یعنی احتمال ہے کہ وہ نیت کرتے ہیں یقینی نہیں ہم واقع میں شارح کا قول درست ہے اگر لاکھ آدمیوں سے پوچھو کہ تم نے اپنے سلام میں کیا نیت کی تو کوئی جواب شافی نہ دے گا ویکرہ تاخیر السنۃ الا بقدر اللہم انت السلام الخ اور مکروہ ہے فرضوں کے بعد سنتوں کی تاخیر کرنی مگر بقدر پڑھنے اللہم انت السلام الخ کے ہم پوری دعا اس طرح ہے (اللہم انت السلام ومنک السلام تبارکت یاذا الجلال والاکرام) یعنی فرض پڑھنے کے بعد صرف اس قدر دیر کرے جس میں یہ دعا یا اس کے برابر کوئی اور پڑھ لے زیادہ دیر کرنی مکروہ ہے اس وجہ سے کہ مسلم اور ترمذی میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد سلام کے اتنا ہی بیٹھتے تھے کہ یہ کلمات فرمالیں شامی نے کہا کہ احادیث میں جو وظائف بعد نمازوں کے آئے ہیں ان حدیثوں میں یہ ذکر نہیں کہ سنتوں سے پہلے ان کو پڑھنا چاہیے بلکہ اسی پر محمول ہیں کہ بعد سنتوں کے پڑھی جائیں کیوں کہ سنتیں فرضوں کی تابع ہیں ان سے اجنبی نہیں تو جو ذکر سنتوں کے بعد ہوگا وہ فرضوں کے بعد کہلائیگا وقال الحلوانی لا باس بالفصل بالاوراد واختارہ الکمال قال الحلبی ان اراد بالکراہۃ التنزیہیۃ ارتفع الخلاف اور حلوانی نے کہا کہ کچھ مضائقہ نہیں فرضوں اور سنتوں میں وظیفوں کے فاصلہ کرنے کا اور پسند کیا ہے اس قول کو کمال الدین محقق نے حلبی نے کہا کہ اگر کراہت سے تنزیہی کراہت مراد لی جائے تو خلاف دور ہو جائے یعنی جو لوگ فصل کو مکروہ کہتے ہیں ان کے قول اور حلوانی کے قول میں اختلاف جاتا رہے تو دونوں قائلوں کے نزدیک مقدار (اللہم انت السلام الخ) سے زیادہ بیٹھنا مکروہ تنزیہی ہوگا قلت وفی حفظی مسئلہ علی القلیلۃ میں کہتا ہوں اور میری یاد میں حلوانی کے قول کا محمول کرنا ہے تھوڑے وظائف پر یعنی حلوانی نے جو فاصلہ اوراد کو لا باس کہا ہے تو ان اوراد سے مراد تھوڑے وظائف ہیں بقدر اللہم انت السلام الخ کے تو اس تقریر سے بھی خلاف جاتا رہا ویستحب ان یستغفر ثلثا ویقرأ آیۃ الکرسی والمعوذات ویسبح ویحمد ویکبر ثلثا وثلثین ویہلل تمام المائۃ ویدعو ویختم بسبحان ربک اور مستحب ہے کہ تین بار استغفار پڑھے اور آیت الکرسی اور

لہ الٰہی تو سلامت ہے اور تجھی سے سلامتی ہے تو برکت والا ہے اے بزرگی اور تعظیم والے ۱۲

Marfat.com

اور معوذات یعنی سورہ ناس اور سورہ فلق اور سورہ اخلاص پڑھے اور سبحان اللہ ۳۳ بار اور الحمد للہ ۳۳ بار اور ۳۴ بار اللہ اکبر کہے یہ تینوں کلمہ مل کر ۹۹ ہوئے تو سو پورا کرنے کو ایک بار لا الہ الا اللہ کہے اور دعا کو سبحان ربک الآیہ پر تمام کرے ہم کیفیت استغفار کی امداد الفتاح میں یوں ہے (استغفر اللہ[۵۱] العظیم الذی لا الہ الا ہو الحی القیوم واتوب الیہ) اور سو پورا کرنے کے لیے بعض احادیث میں یوں وارد ہے (لا الہ الا اللہ[۵۲] وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شیئ قدیر) اور ان چاروں کلمات کو سو بار پڑھنا تسبیح فاطمی کہلاتا ہے وفی الجوہرۃ یکرہ للامام التنفل فی مکانہ لا للمؤتم اور جوہرہ میں ہے کہ مکروہ ہے امام کو نفل پڑھنا اپنی جگہ میں نہ مقتدی کو یعنی مکروہ تنزیہی ہے چناں چہ خانیہ کی عبارت اس پر دال ہے کذا فی الشامی وقیل یستحب کسر الصفوف اور بعضوں نے کہا کہ مستحب ہے امام کو نفل پڑھنے کے لیے صفوں کا چیرنا شامی نے کہا کہ بدائع اور ذخیرہ میں اس قول کو امام محمد سے نقل کیا ہے اور محیط میں تصریح کی ہے کہ صفوں کا چیرنا سنت ہے اور حلیہ میں کہا کہ ان سب سے بہتر یہ ہے کہ نفلیں اپنے گھر میں پڑھے اگر کسی مانع کا خوف نہ ہو وفی الخانیۃ یستحب للامام التحول لیمین القبلۃ یعنی لیسار المصلی للتنفل او ورد اور خانیہ میں ہے کہ مستحب ہے امام کو پھرنا قبلہ کے داہنی طرف یعنی نمازی کے بائیں طرف نفل پڑھنے یا وظیفہ پڑھنے کو وخیرہ فی المنیۃ بین تحویلہ یمینا وشمالا وامامہ وخلفہ وذہابہ لبیتہ واستقبالہ الناس بوجہہ ولو دون عشرۃ ما لم یکن بحذائہ مصل ولو بعیدا علی الذہب اور منیہ میں امام کو اختیار دیا ہے چاہے داہنے کو پھرے یا چاہے بائیں کو چاہے آگے اور پیچھے کو چاہے گھر کو جاوے چاہے لوگوں کی طرف اپنا منہ کرے اگرچہ جماعت دس سے کم ہووے بشرطیکہ امام کے سامنے کوئی نمازی نہ ہو گو دور نماز پڑھتا ہو ظاہر مذہب کے بموجب ہم منیہ میں اختیار دینے کی صورت ہے جس میں فرضوں کے بعد سنتیں ہوں اور لوگوں کی طرف منہ کرنے کی وہ صورت ہے کہ فرضوں کے بعد سنتیں نہ ہوں اور دس مردوں سے کم کی قید اس لیے لگائی کہ جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ دس مردوں کی جماعت ہو تو منہ کرے نہیں تو نہ کرے ان لوگوں کا قول بے اصل ہے اور یہ جو کہا کہ امام کے سامنے کوئی نمازی نہ ہو اگرچہ دور ہی پڑھتا ہو تو یہ ذخیرہ میں مذکور ہے مگر حلیہ میں یوں کہا ہے کہ جب امام اور نمازی کے بیچ میں کوئی تیسرا شخص ہو جس کی پشت نمازی کی طرف ہو تو امام کے منہ پھیرنے میں کوئی کراہت نہیں تیسرا شخص بجائے سترہ کے ہو جائے گا چنانچہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ اگر ایک شخص کے منہ کی طرف نماز پڑھے اور دونوں کے درمیان تیسرا شخص ہو جس کی پشت نمازی کی طرف ہو تو مکروہ نہ ہوگا اور شاید ظاہر مذہب میں امام محمد نے تیسرے شخص کے حائل ہونے کی اس لیے قید نہیں لگائی کہ اس کا حال تو معلوم ہی ہے انتہی کذا فی الشامی

فصل

یہ فصل ہے قرأت کے احکام میں چوں کہ اور ارکان کے نسبت کر قرأت سے زیادہ احکام متعلق تھے اس لیے ان کو جداگانہ بیان کیا **ویجہر الامام** وجوبا بحسب الجماعۃ فان زاد علیہ اساء اور پکار کر پڑھے امام بطور واجب موافق جماعت کے یعنی جس قدر جماعت ہو اسی قدر آواز بلند کرے پھر اگر حاجت سے زیادہ پکار کر پڑھے گا تو برا کرے گا **وجہ** جہر کی مواظبت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جہر پر کذا فی الطحطاوی ولو ائتم بہ بعد الفاتحۃ او بعضہا سرا اعادہا جہرا بحر لکن فی آخر شرح المنیۃ ائتم بہ بعد الفاتحۃ یجہر بالسورۃ ان قصد الامامۃ وللا فلا یجہر اور اگر اقتدا کیا نمازی کا کسی نے بعد کل فاتحہ یا تھوڑی سی فاتحہ آہستہ پڑھنے کے تو فاتحہ کو جہر سے اعادہ کرے کذا فی البحر لیکن آخر شرح منیہ میں ہے کہ اقتدا کیا نمازی کا بعد فاتحہ کے تو وہ سورہ کو پکار کر پڑھے اگر امام ہونے کا قصد کرے ورنہ پکار کر پڑھنا اس کو ضرور نہیں ہم بحر الائق ہی وجہ اعادہ کرنے کی یہ ہے کہ دوسرے کے اقتدا کی سبب سے جہر اس کا واجب ہو گیا اب اگر صرف باقی قرأت کو پکار کر پڑھتا ہے تو ایک ہی

---

[۵۱] مغفرت چاہتا ہوں اللہ تعالیٰ عظمت والے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندہ و قرار نما ہے اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں ۱۲ [۵۲] نہیں کوئی معبود سوا اللہ کے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کی سلطنت ہے اور اسی کو تعریف اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ۱۲

Marfat.com

رکعت میں آہستہ پڑھنا اور پکار کر پڑھنا جمع ہوا جاتا ہے حالانکہ یہ امر برا ہے اور اگر آہستہ پڑھتا ہے تو جہر کے واجب ہونے کے بعد آہستہ پڑھنا واجب کا ترک ہے اس لیے اعادہ جہر سے ضرور ہو اور اس قول کو خلاصہ سے نقل کیا ہے اور خلاصہ میں اصل سے منقول ہے پس قول شارح بنیہ کا جو شارح نے لکھا ضعیف ہے اور یہ جو کہا کہ اگر امامت کا قصد کرے یہ بھی ضعیف ہے کیوں کہ نیت امامت کا اعتبار بجز عورتوں کے امام ہونے کے اور کسی جا نہیں کذا فی الطحطاوی **فی الفجر واولیی العشائین اَدَاءً وقضاءً وجمعۃ وعیدین وتراویح ووتر بعدہا** اے فی رمضان فقط للتوارث امام جہر کرے نماز فجر میں اور مغرب اور عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں ادا پڑھے یا قضا اور جمعہ اور دونوں عید کی نمازیں اور تراویح میں اور وتروں میں یعنی صرف رمضان کے وتر میں پکار کر پڑھے بسبب توارث کے یعنی سلف سے ایسا ہی منقول چلا آتا ہے قلت فی تقییدہ بعدہا نظر لجہرہ فیہ وان لم یصل التراویح علی الصحیح کما فی مجمع الانہر میں کہتا ہوں کہ مصنف نے جو وتر میں بعدہا کی قید لگائی تو اس میں کلام ہے اس لیے کہ امام وتر میں جہر کرے گا اگرچہ اس نے تراویح نہ پڑھی ہو مذہب صحیح پر چنانچہ مجمع الانہر میں ہے یعنی مصنف کے قول سے ایسا وہم ہوتا ہے کہ جہر اس صورت میں ہے کہ وتر بعد تراویح پڑھنے کے پڑھے حالانکہ قبل تراویح اگر وتر جماعت سے پڑھے تو اس میں جہر واجب ہے شامی نے شارح کا جواب یہ دیا کہ تراویح رمضان میں ہوتی ہے اور اس کے بعد کے وتر بھی رمضان میں ہوں گے تو بعدہا سے یہ مطلب ہوا کہ رمضان کے وتر میں جہر کرے نہ اور وتروں میں نعم فی القہستانی تبعا للقاعدی لا سہو بالمخافتۃ فی غیر الفرائض کعید ووتر نعم الجہر افضل ہاں قہستانی میں بہ تبعیت قاعدی مذکور ہے کہ سوائے فرضوں کے اور جہری نمازوں میں آہستہ پڑھنے سے سجدہ سہو نہیں ہے مثل عید اور وتر کے ہاں جہر افضل ہے ہم شامی اور طحطاوی نے کہا کہ قہستانی نے بعد اس عبارت کے یہ کہا ہے کہ اصح یہ ہے کہ عید اور وتر میں بھی جہر کرے یعنی وجوباً چناں چہ اکثر کتب مروجہ میں ہے **ویسر فی غیرہا** وکان علیہ السلام یجہر فی الکل ثم ترکہ فی الظہر والعصر لدفع اذی الکفار کافی اور آہستہ پڑھے نمازوں اور رکعتوں مذکورہ بالا کے سوا میں اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب نمازوں میں جہر کرتے تھے پھر جہر کو ظہر اور عصر کی نماز میں ترک کیا بسبب دور کرنے ایذاء کفار کے کذا فی الکافی ہم آپ شروع میں سب نمازوں میں جہر فرماتے تھے اور مشرک آپ کو ایذاء دیتے یعنی اللہ جل شانہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (ولا تجہر بصلوتک ولا تخافت بہا وابتغ بین ذٰلک سبیلاً) یعنی نہ کل نمازوں میں جہر کر و نہ کل میں آہستہ پڑھو بلکہ ان دونوں کے درمیان ایک راہ تلاش کر و کہ رات کی نمازوں میں جہر کرو اور دن کی نمازوں میں آہستہ پڑھو بعد اس کے آپ ظہر اور عصر میں آہستہ پڑھا کرتے کیوں کہ کفار ان دونوں وقتوں میں ایذا دینے کو مستعد رہتے تھے اور مغرب میں چوں کہ کفار کھانے میں مشغول رہتے اور عشاء اور فجر میں سوئے ہوتے اس لیے ان تینوں وقتوں میں آپ پکار کر پڑھتے اور جمعہ اور عیدین آپ نے مدینہ منورہ میں قائم کی ہیں وہاں کفار کا زور نہ تھا اس لیے پکار کر پڑھی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی **متنفل باللہار فانہ یسر** جیسے نفل پڑھنے والا دن کو کہ وہ بھی آہستہ پڑھے **ویخیر المنفرد فی الجہر وہو افضل ویکتفی بادناہ ان ادی** اور مختار ہے تنہا پڑھنے والا جہر میں اور جہر کرنا اس کے لیے افضل ہے اس لیے کہ نماز جماعت کی صورت پر ہو جائے گی اور کفایت کرے ادنی جہر پر یعنی زیادہ آواز سے نہ پڑھے یہ اختیار اس صورت میں ہے کہ منفرد ادا نماز پڑھے **وفی السریۃ یخافت حتما علی المذہب** اور نماز سری میں آہستہ پڑھے بطور وجوب کے ظاہر مذہب پر یعنی اگر پکار کر پڑھے گا تو سجدہ سہو لازم ہوگا **کمتنفل باللیل منفردا** الا امام جہر بتبعیۃ النفل للفرض زیلعی جیسے مختار ہے آہستہ اور پکار کر پڑھنے میں رات کا نفل پڑھنے والا تنہا پس اگر امام ہو یعنی نوافل کو جماعت سے پڑھے تو جہر کرے بسبب تابع ہونے نفل کے واسطے فرض کے یعنی جہر میں نفل فرضوں کی تابع ہے کذا فی الزیلعی **ویخافت المنفرد حتما** ای وجوبا ان **قضی الجہریۃ فی وقت المخافتۃ کان صلی العشاء بعد طلوع الشمس کذا ذکرہ المصنف بعدہ**

Marfat.com

واجبات قلت وبکذا ذکرہ ابن الملک فی شرح المنار من بحث القضاء **علی الاصح** کما فی الہدایۃ اور آہستہ پڑھے منفرد بطور وجوب کے اگر قضا
ے جہری نماز کو آہستہ پڑھنے کے وقت میں مثلاً عشاء کی نماز سورج نکلنے کے بعد پڑھے ایسا ذکر کیا ہے اس کو مصنف نے بعد واجبات کے
شمار کرنے کے میں کہتا ہوں اور اسی طرح ذکر کیا ہے اس کو ابن ملک نے شرح منار میں قضاء کی بحث کے ذیل میں آہستہ پڑھے صحیح تر قول
کے بموجب چناں چہ ہدایہ میں ہے ہم وقت مخافۃ کی قید اس لیے لگائی کہ اگر جہری نماز کو جہر کے وقت میں قضا کرے تو مختار ہے چاہے آہستہ
پڑھے چاہے پکار کر کذا فی الحلبی لکن تعقبہ غیر واحد ورجحوا تخییرہ کمن سبق برکعۃ من الجمعۃ فقام یقضیہا یخیر لیکن اس قول پر اعتراض کیا ہے بہتوں
نے اور ترجیح دی ہے منفرد کے اختیار دینے کو آہستہ اور پکار کر پڑھنے میں جیسے وہ شخص کہ جمعہ کی ایک رکعت نہ پاوے اور کھڑا ہو کر اس کو پڑھنے
لگے کہ اس کو بھی اختیار ہے چاہے آہستہ پڑھے چاہے پکار کر طحطاوی نے کہا کہ مغرب اور عشاء اور فجر کے مسبوق کا بھی یہی حال ہے اس لیے
کہ مسبوق مثل منفرد کے ہے فقہاء کے اقوال میں **وادنی الجہر اسماع غیرہ** وادنی المخافۃ اسماع نفسہ ومن یقربہ اور ادنی درجہ جہر کا سنانا غیر کا ہے
یعنی جو اس کے قریب نہ ہو کذا فی الشامی اور ادنیٰ درجہ آہستگی کا سنانا ہے اپنے آپ کو اور اپنے قریب کے شخص کو فلو سمع رجل او رجلان
فلیس بجہر والجہران یسمع الکل خلاصۃ پھر اگر ایک یا دو آدمیوں نے قرأت کو سنا تو جہر نہ ہوگا جہر یہ ہے کہ سب سنیں کذا فی الخلاصۃ ہم قہستانی
نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر جماعت بہت ہو اور سب کو آواز نہ پہنچے تو چاہیے کہ جہر نہ ہو شامی نے اس کے جواب میں یہ کہا کہ کل سے مراد
کل آدمی صف اول کے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ جواب نا تمام ہے کیوں کہ صف اول بھی بعض اوقات اتنی طویل ہوتی ہے کہ کل صف میں آواز نہیں
پہنچتی تو بہتر یہ ہے کہ کل سے مراد گرد وپیش کے سب آدمی لیے جائیں جو نہ بہت دور ہوں نہ نزدیک یا یہ کہ کل سے مراد جمع ہو یعنی بہت سے لوگ
سنیں نہ صرف ایک یا دو **ویجری ذلک المذکور فی کل ما یتعلق بنطق کتسمیۃ علی ذبیحۃ ووجوب سجدۃ تلاوۃ وعتاق وطلاق**
واستثناء وغیرہا فلو طلق او استثنی ولم یسمع نفسہ لم یصح فی الاصح اور جاری ہے یہ مذکور یعنی ادنی درجہ آہستہ کہنے کا یہ ہے کہ آپ سنے
اور پاس والا سنے ہر ایک بات میں جو بولنے سے علاقہ رکھتی ہے مثلاً بسم اللہ کہنا ذبیحہ پر اور واجب ہونا سجدہ تلاوت کا اور آزاد کرنا اور
طلاق دینا اور انشاء اللہ کہنا اور سوا اس کے پھر اگر طلاق دی یا انشاء اللہ طلاق دینے یا آزاد کرنے کے بعد کہا اور اپنے آپ نہ سنا
تو طلاق اور استثناء درست نہ ہوگا صحیح تر قول میں ہم استثناء کی صورت یہ ہے کہ اپنی زوجہ کو کہا (انت طالق انشاء اللہ) یعنی تو طالق
ہے اگر خدا چاہے یا غلام کو کہا (انت حر انشاء اللہ) یعنی تو آزاد ہے اگر خدا چاہے اور انشاء اللہ ایسی طرح کہا کہ اپنے آپ نہ سنا تو استثنا
صحیح نہ ہوگا اور زوجہ معلقہ ہو جائے گی اور غلام آزاد ہوگا اصح کی قید اس لیے لگائی کہ کرخی نے ادنی درجہ کلام کا حروف صحیح کا نکلنا
ٹھہرایا ہے گو اپنے آپ سنے یا نہیں تو کرخی کے قول کے بموجب استثناء مذکور صحیح ہوگا کذا فی الشامی وقیل فی نحو البیع یشترط سماع المشتری
اور بعضوں نے کہا ہے کہ بیع جیسے تصرفات میں سننا مشتری کا شرط ہے طحطاوی نے کہا کہ اس قول کی بھی تصحیح ہوئی ہے اور مثل بیع کے مراد
وہ معاملات ہیں جن میں مبادلہ ہو یا قبول غیر پر موقوف ہوں **ولو ترک سورۃ اولیس ولی العشاء** مثلاً **ولو عمداً قرأ لہا وجوباً** وقیل ندباً **لفاتحۃ**
جہراً فی الاخیرتین لان الجہر بین جہر ومخافۃ نے رکعۃ شفیع اور اگر عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں مثلاً سورہ کو چھوڑا اگرچہ دانستہ ترک کیا ہو
تو واجب اور بقول بعض مستحب ہے کہ سورہ کو مع الحمد کے پچھلی دو رکعتوں میں جہر سے پڑھے اس لیے کہ اگر صرف سورہ کو پکار کر پڑھے گا اور
الحمد کو آہستہ تو ایک رکعت میں جہر اور آہستہ پڑھنا جمع ہوگا اور جمع کرنا ان دونوں کا ایک رکعت میں برا ہے ہم شارح نے استحباب
کو قیل کر کے بیان کیا تاکہ معلوم ہو کہ اصح قول وجوب ہے کیوں کہ وجوب کی طرف جامع صغیر میں امام محمد نے اشارہ کیا ہے کذا فی الشامی

Marfat.com

ولو تذکرہا فی رکوعہ قرأ ہا واعاد الرکوع اور اگر سورہ کو یاد کیا رکوع کے اندر تو کھڑا ہو کر سورہ کو پڑھے اور رکوع دوبارہ کرے اس لیے کہ ترتیب درمیان ان ارکان کے جو مکرر نہیں فرض ہے تو اگر دوبارہ رکوع نہ کرے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی کذا فی الشامی **ولو ترک الفاتحۃ** فی الاولیین **لا یقضیہا** فی الاخریین للزوم تکرارہا اور اگر پہلی دو رکعتوں میں الحمد کو ترک کیا تو اس کو پچھلی دو رکعتوں میں قضا نہ کرے بسبب لازم آنے تکرار فاتحہ کے یعنی پچھلی رکعتوں میں فاتحہ دو بار ہو جائے گی حالانکہ مکرر نہ پڑھنا فاتحہ کا واجب ہے ولو تذکرہا قبل الرکوع قرأ ہا واعاد السورۃ اور اگر فاتحہ کو رکوع کے پیش تر یاد کیا تو فاتحہ پڑھ لے اور سورہ کو دو بار پڑھے بطور وجوب اس لیے کہ ترتیب فاتحہ اور سورہ میں واجب ہے کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ قبل رکوع قید نہیں اس لیے کہ اگر رکوع کے اندر یاد کرے تب بھی اس کو وہی کرنا چاہیے جو سورہ کے یاد پڑنے میں کیا تھا کیونکہ جب سورہ کو کھڑے ہو کر پڑھنا واجب ہے تو فاتحہ تو سورہ کی نسبت کر زیادہ موکد ہے **وفرض القراءۃ آیۃ علی المذہب** ہی لغۃ العلامۃ وعرفا طائفۃ من القرآن مترجمۃ اقلہا ستۃ احرف ولو تقدیرا کلم یلد اور فرض قراءت کا جس کے پڑھنے سے نماز صحیح ہو جائے ایک آیت ہے ظاہر مذہب پر یعنی بقول امام اعظم اور صاحبین کے نزدیک تین آیتیں چھوٹی یا ان کے برابر بڑی آیت فرض ہے کذا فی الطحطاوی آیت لغت میں بمعنی علامت ہے اور عرف فقہا میں ایک جملہ ہے قرآن سے بیان کرنے والا یعنی جس کی ابتداء اور انتہا کا اعتبار کیا گیا ہو کذا فی الحلیہ عن حاشیۃ الکشاف اس جملہ میں کم سے کم چھ حرف ہوں اگرچہ تقدیراً ہوں مثل لم یلد کے کہ بالفعل پانچ حرف ہیں مگر چونکہ اصل میں لم یولد تھا اس لیے تقدیراً چھ حرف ہوئے الا اذا کانت کلمۃ فالاصح عدم الصحۃ وان کررہا مرارا مگر جس صورت میں کہ آیت ایک کلمہ ہو تو صحیح تر درست نہ ہونا نماز کا ہے گو اس آیت کو نمازی چند بار کہے مثلاً ص یا ق یا ن وغیرہ کہ ان کو چند بار کہنے سے بھی نماز صحیح نہ ہوگی الا اذا حکم حاکم فیجوز ذکرہ القہستانی لیکن اگر کوئی حاکم حکم کر دے تو ایک کلمہ کی آیت سے بھی نماز جائز ہوگی ذکر کیا اس کو قہستانی نے **ھم** صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو نماز صحیح پڑھے گا تو آزاد ہے پھر اس نے نماز پڑھی جس میں قراءت ایک کلمہ کی آیت پڑھی خواہ اس کو مکرر پڑھا ہو یا نہیں بعد اس کے اس مقدمہ کی نالش ایسے حاکم کے یہاں ہوئی جو اس طرح کی قراءت سے صحت نماز کا قائل ہے تو اس نے اس غلام کی آزادی کا حکم کیا پس اب نماز کی صحت کا حکم آزادی کے ضمن میں ہو جائے گا کذا فی الشامی ولو قرأ آیۃ طویلۃ فی الرکعتین فالاصح الصحۃ اتفاقاً لا نہ یزید علی ثلث آیات فضار کقالہ الحلبی اور اگر ایک آیت طویل دو رکعتوں میں پڑھی تو اصح صحیح ہونا ہے نماز کا باتفاق امام اور صاحبین کے اس لیے کہ اس قدر پڑھنا زیادہ ہے تین چھوٹی آیتوں سے کہا ہے اس کو حلبی نے **ھم** یعنی نصف آیت طویل جس صورت میں تین آیتوں سے زائد ہو گی تو صاحبین کے قول پر بھی نماز درست ہوگی کذا فی الطحطاوی **وحفظہا فرض عین متعین** علی کل مکلف اور یاد کرنا ایک آیت کا فرض عین ہے یعنی ہر شخص عاقل بالغ مسلمان پر فرض متعین ہے **وحفظ جمیع القرآن فرض کفایۃ وسنۃ عین** افضل من النفل اور یاد کرنا سب قرآن کا فرض کفایہ ہے یعنی کچھ مسلمانوں کے یاد کرنے سے اوروں کے ذمے یاد کرنا فرض نہ رہے گا اور سب قرآن کا یاد کرنا سنت ہے ہر شخص مکلف کے لیے افضل ہے نفل پڑھنے سے **ھم** شامی نے کہا کہ اس میں اشارہ ہے کہ سنت بھی کبھی عین ہوتی ہے اور کبھی کفایہ مثلاً تراویح کا پڑھنا سنت عین ہے اور اس کی جماعت ہر محلہ میں سنت کفایہ ہے **تنبیہ** قرآن کو بھول جانا حرام نہیں مگر جب کہ ایسا بھول جاوے کہ قرآن سے دیکھ کر بھی نہ پڑھا جاوے کذا فی شرح المنیہ **وتعلم الفقہ افضل منہا** اور سیکھنا فقہ کا افضل ہے ان دونوں سے یعنی نفل پڑھنے اور باقی قرآن کے یاد کرنے سے **م** فقہ سے مراد وہ مسائل دینی ہیں جو زائد اس شخص کی حاجت سے ہوں ورنہ بقدر حاجت کا سیکھنا تو فرض ہے اور باقی قرآن سے یہ غرض ہے کہ جس قدر قرآن کا یاد کرنا فرض یا واجب ہے اس کے سوا باقی کو یاد کرنے سے فقہ کا سیکھنا افضل ہے اور اس میں یہ شرط

Marfat.com

ہے کہ کچھ لوگ سب قرآن کو یاد کرتے ہیں اگر کوئی یاد نہ کرتا ہوگا تو اس صورت میں فقہ کا سیکھنا افضل نہ ہوگا **وحفظ فاتحۃ الکتاب وسورۃ واجب علی کل مسلم** لکن یکفی فی نفس شیئ من الواجب اور یاد کرنا الحمد کا اور ایک چھوٹی سورہ کا واجب ہے ہر مسلمان پر اور مکروہ تحریمی ہے کم کرنا کسی چیز کا واجب میں سے جیسے مکروہ تنزیہی ہے سنت میں سے کسی چیز کا کم کرنا کذا فی الطحطاوی ویسن **فی السفر مطلقا** ای حالۃ قرار او فرار کذا اطلق فی الجامع الصغیر ورجحہ فی البحر ورد ما فی الہدایۃ وغیرہا من التفصیل وردہ فی النہر وحرران ما فی الہدایۃ ہو المحرر **الفاتحۃ وجوبا او ای سورۃ شاء** اور مسنون ہے سفر میں بہر حال یعنی خواہ حالت اطمینان ہو یا جلدی کی پڑھنا الحمد کا بطور وجوب اور جس سورہ کو کہ مسافر چاہے شارح نے کہا کہ سفر کو اسی طرح مطلق کہا ہے جامع صغیر میں اور اطلاق کو ترجیح دی ہے بحر الرائق میں اور ہدایہ وغیرہ کی تفصیل کو صاحب بحر الرائق نے رد کیا ہے اور صاحب بحر کے قول کو نہر الفائق میں رد کیا اور قول منقح بیان کیا کہ جو کچھ ہدایہ میں تفصیل ہے وہی منقح ہے ہم ہدایہ میں یہ تفصیل ہے کہ اگر مسافر جلدی میں ہو تو الحمد اور جس سورت کو چاہے پڑھے اور اگر اطمینان سے ہو تو وہ فجر میں مثل سورہ بروج کے پڑھے اور ظہر مثل فجر کے ہے اور عصر اور عشاء میں بروج سے چھوٹی سورتیں پڑھے اور مغرب میں بہت چھوٹی صاحب بحر نے اس کو رد کیا کہ اس تفصیل کی کچھ اصل نہیں جامع صغیر میں اطلاق مثل متون کے مذکور ہے علاوہ اس کے مثل سورہ بروج کے مسافر کے لیے معین کرنے کو کوئی دلیل چاہیے حالانکہ کوئی دلیل منقول نہیں تو ظاہر ہے کہ حالت قرار و جلدی دونوں میں حکم یکساں ہو صاحب نہر الفائق نے کہا کہ مراد صاحب ہدایہ مثل سورہ بروج سے طوال مفصل ہیں نہ تعیین کسی حد خاص کی پس جب مراعاۃ سنت کی مسافر سے ممکن ہے تو کیا وجہ کہ اس کی رعایت نہ کرے انتہی اور وجوبا کی قید جو شارح نے لگائی تو اس وہم کے دفع کے لیے ہے کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ سفر میں الحمد کا پڑھنا سنت ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ بعد الحمد کے قرأت واجبہ کی جو کسی سورت کو مسافر چاہے اس کا پڑھنا مسنون ہے کذا فی الطحطاوی والشامی **وفی الضرورۃ بقدر الحال** اور مسنون ہے کہ پڑھے ضرورت میں بقدر گنجائش حال کے ہم مثلاً اگر وقت کم ہو کہ قراءت مسنون پڑھنے سے نماز قضا ہوتی ہے تو اتنی قراءت پڑھے جس سے نماز کامل ہو جائے اور یہی حال ہے اگر خوف جان یا مال کا ہو کذا فی الطحطاوی ویسن **فی الحضر للامام ومنفرد** ذکرہ الحلبی والناس عنہ غافلون **طوال المفصل من الحجرات الی البروج فی الفجر والظہر** اور مسنون ہے حضر میں یعنی مقام کرنے کی صورت میں امام اور منفرد کو پڑھنا طوال مفصل کا جو سورہ حجرات سے سورہ بروج تک ہیں فجر اور ظہر کی نماز میں امام اور منفرد دونوں کے لیے مسنون ہونے کو حلبی نے ذکر کیا ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں یعنی ان کو خبر نہیں کہ منفرد کے حق میں قرأت مسنون امام کے مثل ہے ہم طوال بکسر طا جمع ہے طویل کی اور مفصل کے معنی تفصیل کیے ہوئے قرآن کے آخر کے ساتویں حصہ کی سورتیں مفصل کہلاتی ہیں اس وجہ سے کہ ان میں بسم اللہ فصل کے لیے بہت جگہ ہے یا اس وجہ سے کہ اس میں منسوخ آیتیں بہت کم ہیں پھر مفصل کی تین قسمیں ہیں طوال یعنی لمبی اور اوساط یعنی درمیانی اور قصار یعنی چھوٹی سورہ حجرات سے سورہ بروج تک طوال مفصل ہیں اور وہاں سے آخر لم یکن تک اوساط مفصل اور وہاں سے آخر قرآن تک قصار مفصل ومنہا الی آخر لم یکن **اوساطہ فی العصر والعشاء وباقیہ قصارہ فی المغرب** اور سورہ بروج سے آخر لم یکن تک اوساط مفصل نماز عصر اور عشاء میں پڑھنا مسنون ہے اور باقی مفصل سورتیں یعنی لم یکن سے آخر قرآن تک قصار مفصل مغرب میں پڑھنا مسنون ہے ہم اس طرح کی قراءت کا مسنون ہونا اثر سے ثابت ہے یعنی حضرت عمرؓ نے ابو موسیٰ اشعری کو نامہ لکھا کہ فجر اور ظہر میں طوال مفصل پڑھا کرو اور عصر اور عشاء میں اوساط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل کذا فی الشامی **ای فی کل رکعۃ سورۃ مما ذکر ذکرہ الحلبی** یعنی ہر رکعت میں ایک سورہ ان سورتوں میں سے کہ مذکور ہوئیں پڑھے ذکر کیا ہے اس کو حلبی نے واختار فی البدائع عدم التقدیر وانہ یختلف بالوقت والقوم والامام اور بدائع میں نہ اندازہ کرنے کو پسند کیا ہے اور یہ کہ حال قراءت کا مختلف ہوتا ہے وقت اور

Marfat.com

قوم اور امام کے باعث سے ہم یعنی صاحب بدائع نے کہا ہے کہ قراءت میں کوئی حد مقرر نہ ہوئی مختار ہے تو فجر میں کبھی چھوٹی سورہ پڑھے کبھی بڑی اسی طرح اور نمازوں میں اور یہ اختلاف وقت پر منحصر ہے یعنی اگر وقت میں گنجائش ہے تو زیادہ پڑھے ورنہ کم اور قوم پر منحصر ہے کہ اگر مقتدی طول نہ ہوں تو زیادہ پڑھے ورنہ کم اور امام پر منحصر ہے خوش آواز ہو تو لوگوں کو زیادہ پڑھنا ناگوار نہیں ہوتا ورنہ گھبراتے ہیں وفی الحجۃ یقرأ فی الغرض بالترسل حرفا حرفا وفی التراویح بین بین وفی النفل لیلا ان لیسرع بعد ان یقرأ کما یفہم اور فتاوی حجت میں ہے کہ فرض نماز میں قراءت ٹھہر ٹھہر کر ہر حرف کو جدا پڑھے اور تراویح میں نہ ٹھہر کر پڑھے نہ جلد بلکہ متوسط طور پر پڑھے اور رات کی نفلوں یعنی تہجد میں نمازی کو جائز ہے کہ جلد پڑھے لیکن اتنا کہ سمجھ میں آوے شامی نے کہا کہ رات کی قید غالباً اس لیے لگائی کہ تہجد والوں کی عادت زیادہ قرآن پڑھنے کی ہوتی ہے تو جلد پڑھنے سے ان کا ورد پورا ہو سکتا ہے مگر جلدی کے یہ معنی کہ مد زیادہ نہ کھینچے نہ یہ کہ سمجھ میں نہ آوے ورنہ حرام ہوگا بسبب ترک کرنے ترتیل کے ویجوز بالروایات السبع لکن الاولی ان لا یقرأ بالغریبۃ عند العوام صیانۃ لدینہم اور جائز ہے پڑھنا قرآن کا ساتوں روایتوں میں مگر بہتر یہ ہے کہ روایت غریب عوام کے سامنے نہ پڑھے واسطے حفاظت ان کے دین کے ہم یعنی ہر چند ساتوں روایتیں صحیح اور فصیح ہیں مگر غریب روایت عوام کے سامنے نہ پڑھنی چاہیے جیسے روایت ابی جعفر اور ابن عامر اور حمزہ اور کسائی کی کہ اس کو سن کر عوام ہنستے ہیں اور ہنسنا قرآن پر بے دینی ہے اس لیے ان کے دین کے بچانے کے لیے روایت غریب نہ پڑھے وتطال اولی الفجر علی ثانیتہا بقدر الثلث وقیل النصف ندبا فلو خش لا بأس بہ فقط اور زیادہ کی جائے پہلی رکعت صرف فجر کی دوسری رکعت پر بقدر سوم حصہ کے اور بعض نے کہا بقدر نصف کے ازراہ استحباب کے پس اگر پہلی رکعت میں زیادتی بہت کر دے گا مثلاً پہلی میں دس گنی رکعت پڑھی بہ نسبت دوسری کے تو کچھ مضائقہ نہیں ہم یعنی پہلی رکعت میں اتنی قرأت پڑھے کہ اس کی زیادتی دوسری رکعت کی قراءت سے بقدر سوم حصہ دونوں قراءت کے ہو جائے مثلاً پہلی رکعت میں ۹۰ آیتیں پڑھے اور دوسری میں ۲۰ تو دونوں میں ۶۰ آیتیں ہوئیں اور اول میں ۳۰ زائد ہیں دوسری کے اور وہ تہائی ہیں ۶۰ کی اور اگر اول میں ۴۵ پڑھیں اور دوسری میں ۱۵ تو پہلی میں ۳۰ زائد ہوں گی بہ نسبت دوسری کے اور وہ نصف ہیں کل قراءت کی اور فقط سے یہ مراد ہے کہ یہ حکم صرف فجر کی نماز میں ہے نہ دوسری نمازوں میں وقال محمد اولی الکل حتی التراویح قیل وعلیہ الفتوی اور امام محمد نے فرمایا ہے کہ سب نمازوں کی اول رکعت دوسری سے بڑی کرنا مستحب ہے یہاں تک کہ تراویح کی بھی کہتے ہیں کہ فتوی اسی قول پر ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ اختلاف جمعہ اور عیدین کے سوا دوسری نمازوں میں ہے اور ان دونوں میں بالاتفاق دونوں رکعتیں برابر پڑھنی چاہییں اور حلیہ میں امام محمد اور شیخین کی دلیلیں نقل کر کے کہا کہ فتوی شیخین کے قول پر ہونا چاہیے **واطالۃ الثانیۃ علی الاولی یکرہ تنزیہا اجماعا ان بثلاث آیات** ان تقاربت طولا وقصرا والا اعتبر الحروف واعتبر البلبی فحش الطول لا عدد الایات اور دوسری رکعت کا زیادہ کرنا اول پر بقدر تین آیتوں کے مکروہ ہے بالاتفاق اگر آیتیں دونوں رکعتوں کی بڑی اور چھوٹی ہونے میں قریب قریب ہوں اور اگر ایک سی آیتیں نہ ہوں تو اعتبار حروف اور کلمات کا ہوگا یعنی اس صورت میں دوسری رکعت کے کلمات اور حروف اول سے زیادہ نہ ہوں اور بلبی نے بہت سی زیادتی کا اعتبار کیا ہے نہ شمار آیتوں کا یعنی دوسری رکعت اول سے بہت نہ پڑھے یا وے واستثنی فی البحر ما ورد بہ السنۃ واستظہر فی النفل عدم الکراہۃ مطلقا اور بحر الرائق میں استثنا کیا ہے ان سورتوں کو جو حدیث میں وارد ہیں یعنی ان کے پڑھنے میں کراہت نہیں جیسے جمعہ اور عیدین کی اول رکعت میں سبح الاسم اور دوسری میں ہل اتک پڑھنا حالانکہ پہلی میں اُنیس آیتیں ہیں اور دوسری میں چھبیس ۲۶ اور ترجیح دی ہے نفل میں عدم کراہت کی مطلقاً یعنی حدیث میں وارد ہو یا نہ ہو وان **باقل لا یکرہ** لانہ علیہ الصلوۃ والسلام صلی بالمعوذتین اور اگر زیادتی دوسری رکعت کی تین آیتوں سے کم ہو تو مکروہ نہیں ایسے

Marfat.com

کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے معوذتین سے یعنی فجر کی اول رکعت میں سورہ فلق دوسری میں سورہ ناس پڑھی حالاں کہ دوسری میں چھ آیتیں ہیں اور پہلی میں پانچ **ولا یتعین شئ من القرآن لصلوۃ علی طریق الفرض بل لتعین الفاتحۃ** علی وجہ الوجوب اور نہیں متعین ہے قرآن میں سے کچھ کسی نماز کے لیے بطور فرض کے کہ اس کے بدون نماز درست نہ ہو بلکہ متعین ہے فاتحہ ہر نماز میں بطور واجب ہونے کے وکیرہ التعیین کالسجدۃ وہل اتی لفجر کل جمعۃ بل ندب قرانہما احیانًا اور مکروہ ہے معین کرنا کسی سورت کا جیسے جمعہ کی فجر میں پہلی رکعت میں الم سجدہ اور دوسری میں سورہ دہر پڑھنا بلکہ کبھی کبھی ان دونوں کا پڑھنا مستحب ہے ہم طحاوی اور اسبیجابی نے اس میں قید لگائی ہے کہ اگر معین سورۃ کے پڑھنے کو واجب جانے اور دوسری کو جائز نہ سمجھے تو اس طرح کی تعیین مکروہ ہے اور اگر باتباع آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معین کو پڑھے اور بعض اوقات دوسری سورتوں کو بھی پڑھے یا سوا معین سورتوں کے دوسری اس کو یاد نہ ہوں یا ان کا پڑھنا اس کو سہل پڑتا ہو تو مکروہ نہیں اور ہدایہ میں وجہ کراہت کی یہ لکھی ہے کہ معین کرنے سے چھوڑنا باقی قرآن کا اور وہم معین سورہ کے افضل ہونیکا لازم آتا ہے کذا فی الشامی مختصرًا **والمؤتم لا یقرأ مطلقًا** ولا الفاتحۃ فی السریۃ اتفاقًا وما نسب لمحمدٍ ضعیف کما بسطہ الکمال اور مقتدی قراءت نہ پڑھے نہ جہری نماز میں نہ سری میں اور نہ الحمد پڑھے سری نماز میں باتفاق امام اور صاحبین کے اور جو قول کہ امام محمد کی طرف منسوب ہے کہ سری نماز میں مقتدی کو احتیاطًا الحمد کا پڑھنا مستحب ہے وہ ضعیف ہے چنانچہ اس کو کمال نے مشروح بیان کیا ہے ہم کمال الدین نے فتح القدیر میں کہا کہ امام محمد نے اپنی کتاب آثار میں فرمایا ہے کہ امام کے پیچھے پڑھنا ہمارے نزدیک کچھ نہیں خواہ نماز جہری ہو یا سری **فان قرأ کرہ تحریمًا** وتفسد فی الاصح پس اگر مقتدی قراءت پڑھے گا تو مکروہ تحریمی ہوگا اور نماز صحیح ہوگی صحیح تر قول میں وفی درر البحار عن مبسوط خواہر زادہ انہا تفسد ویکون فاسقًا وہو مروی عن عدۃ من الصحابۃ فالمنع احوط اور درر بحار میں مبسوط خواہر زادہ سے منقول ہے کہ امام کے پیچھے قراءت پڑھنے سے نماز فاسد ہوتی ہے اور پڑھنے والا فاسق ہوتا ہے اور قراءت کا ممنوع ہونا چند صحابہ سے مروی ہے اس لیے منع کرنے میں زیادہ احتیاط ہے ہم خزائن اور کافی میں ہے کہ مقتدی کو قراءت سے منع کرنا اسّی صحابہ سے ماثور ہے جن میں حضرت علی مرتضٰی اور عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں اور فساد نماز کا قول مقابل ہے اصح قول کا کہ اصح میں نماز صحیح رہتی ہے **بل یستمع اذا جہر وینصت اذا اسر لقول ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ کنا نقرأ خلف الامام فنزل واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا** بلکہ مقتدی قراءت امام کی سنے جب وہ پکار کر پڑھے اور چپ رہے جب آہستہ پڑھے بسبب قول حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے کہ ہم امام کے پیچھے پڑھا کرتے تھے پس حکم نازل ہوا کہ جب قرآن پڑھا جاوے تو اس کو سنو اور چپ رہو ہم اس قول سے وجہ استدلال کی یہ ہے کہ آیت میں دو باتیں مطلوب ہیں ایک قرآن کا سننا دوم سکوت کرنا تو سننا تو جہری نماز کے لیے مخصوص ہے مگر سکوت خاص نہیں اس لیے وہ دونوں نمازوں میں مطلقًا واجب رہے گا کذا فی الشامی وان وصلیۃ **قرأ الامام آیۃ ترغیب او ترہیب وکذا** الامام لا یشتغل بغیر القرآن وما در وحمل علی النفل منفرد والمأموم مقتدی کچھ نہ پڑھے اگرچہ امام آیت پڑھے یعنی جس میں ذکر رحمت اور جنت اور ثواب کا ہو یا آیت ترہیب پڑھے یعنی جس میں ذکر دوزخ اور عذاب کا ہو یعنی نہ سوال ثواب کا کرے نہ عذاب سے پناہ مانگے بلکہ سکوت کرے اور اسی طرح امام بھی سوائے قرآن کی آیت ترغیب و ترہیب کے پڑھنے کے دوسری دعا میں مشغول نہ ہو اور جو کچھ اس باب میں حدیث میں وارد ہوا ہے وہ حالت انفراد میں نفل پڑھنے پر محمول ہے جیسے کہ پیشتر اس کی نظیر واجبات کے بیان میں گذری نہ یہ مسئلہ خاص شارح نے کہا کہ ان وصلیہ ہے نہ شرطیہ ہم یعنی ابوداؤد میں بروایت حذیفہ رضی اللہ عنہ ثابت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات نماز پڑھی تو جس آیت رحمت پر گذرے وہاں

Marfat.com

توقف فرما کر اپنے لیے سوال کیا اور جس آیت عذاب پر گذرے وہاں وقفہ کر کے پناہ مانگی تو یہ نماز نفل پر محمول ہے کذا فی الشامی **وکذا الخطبۃ** فلایاتی بمایفوت الاستماع ولو کتابۃً او رد سلام **وان صلی الخطیب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا اذا قرأ** آیۃ صلوا **علیہ فیصلی المستمع سرًا** فی نفسہ وینصت بلسانہ عملاً بامری صلوا وانصتوا اور اسی طرح حکم ہے خطبہ کا یعنی امام کے خطبہ پڑھنے کے وقت وہ بات نہ کرے جس سے سننا جاتا رہے اگرچہ لکھنا یا سلام کا جواب دینا ہی ہو اور اگرچہ خطبہ پڑھنے والا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے یعنی اس وقت بھی سکوت کرے مگر جب کہ خطیب یہ آیت پڑھے (صلوا علیہ) تو سننے والا خطبہ کا پوشیدہ اپنے دل میں درود پڑھے اور زبان سے سکوت کرے تاکہ دونوں امروں پر عمل ہو یعنی ایک حکم صلوا علیہ کا اور دوسرا انصتو کا تو دل میں درود کہنے سے دونوں کی تعمیل ہو جائے گی شامی نے کہا کہ جو امر نماز میں حرام ہے وہ خطبہ میں بھی حرام ہے اور خطبہ جمعہ کا ہو یا نکاح کا یا عید کا سب میں سکوت واجب ہے اور ظالم حاکموں کے نام اور تعریف خطبہ میں داخل نہیں والبعید عن الخطیب **والقریب** سیان فی افتراض الانصات اور خطیب سے دور کا شخص اور نزدیک کا برابر ہیں سکوت کرنے کے فرض ہونے میں ھم شارح نے سکوت کو فرض کیا بہ تبعیت ہدایہ کے اور نہر الفائق میں اس کو واجب کہا ہے طحطاوی نے کہا کہ وجوب ہی بہتر ہے اس لیے کہ ترک سکوت مکروہ تحریمی ہے **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے یجب الاستماع للقراءۃ مطلقا لان العبرۃ لعموم اللفظ واجب ہے سننا قرأت کے قرآن کا ہر حال میں یعنی نماز میں اور خارج نماز سے اس لیے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہے ھم یعنی آیت فاستمعوا ہر چند نماز کے باب میں نازل ہوئی ہے چناں چہ پیش تر بیان ہوا مگر احکام میں اعتبار الفاظ کے عام ہونے کا ہے نہ کے خاص ہونے کا پھر یہ حکم وجوب استماع کا بے عذری میں ہے اور عذر کی صورت میں سننا واجب نہیں مثلاً گھر میں لڑکا تلاوت کرتا ہے اور آدمی اپنے کاروبار میں پہلے سے مصروف ہیں تو ان پر سننا واجب نہ ہوگا اسی طرح جو شخص بازار میں تلاوت کرنے لگے تو بازاری اور کاروبار کرنے والوں پر سننا واجب نہ ہوگا کذا فی الشامی ملتقطاً لا باس ان یقرأ سورۃ ویعید ہا فی الثانیۃ کچھ مضائقہ نہیں اس بات کا کہ پڑھے ایک سورت ایک رکعت میں اور پھر دوبارہ وہی پڑھے دوسری میں ھم لا باس کے لفظ سے معلوم ہوا کہ ایسا کرنا ترک اولی یعنی مکروہ تنزیہی ہے اور اضطرار کی صورت میں بلا کراہت جائز ہے مثلاً پہلی رکعت میں سورہ ناس سہو سے پڑھ گیا تو دوسری میں پھر اسی کو پڑھے ورنہ الٹا پڑھنا لازم آوے گا کذا فی الشامی وان یقرأ فی الاولی من محل وفی الثانیۃ من آخر ولو من سورۃٍ ان کان بینہما آیتان فاکثر اور اس کا بھی مضائقہ نہیں کہ پہلی رکعت میں ایک جگہ سے پڑھے اور دوسری میں دوسرے مقام سے اگرچہ دونوں مقام ایک ہی سورۃ میں سے ہوں بشرطیکہ دونوں مقاموں میں دو آیتوں یا زیادہ کا فاصلہ ہو تو اگر ایک آیت کا فاصلہ ہوگا تو مکروہ ہوگا دیکرہ الفصل بسورۃ قصیرۃ اور مکروہ ہے دونو رکعتوں کی قرأت میں چھوٹے سورہ کا فاصلہ کرنا مثلاً پہلی رکعت میں سورہ کافرون اور دوسری میں تبت پڑھے اور سورہ نصر کا فاصلہ رہا تو مکروہ ہوگا ہاں اگر بیچ میں بڑے سورہ کا فاصلہ رہا تو مکروہ نہیں وان یقرأ منکوسًا اور مکروہ ہے یہ کہ قرآن کو الٹا پڑھے مثلاً پہلی رکعت میں سورہ اخلاص اور دوسری میں تبت پڑھے ھم وجہ کراہت یہ ہے کہ ترتیب سورتوں سے تلاوت کی واجبات میں سے ہے اور لڑکوں کے لیے جو ترتیب بدل کر پڑھاتے ہیں تو تعلیم کی ضرورت کے سبب سے ہے کذا فی الشامی الا اذا ختم فیقرء من البقرۃ الی پڑھنا مکروہ ہے مگر جب کہ قرآن کو ختم کرے تو سورہ بقرہ میں سے پڑھے اس لیے کہ حدیث میں اس طرح کے ختم کی خوبی وارد ہے وفی القنیۃ قرأ فی الاولی الکافرون وفی الثانیۃ الم تر او تبت ثم ذکر تمیم وفیل یقطع ویبدأ ورقنیہ میں ہے کہ اول رکعت میں سورہ کافرون پڑھے اور دوسری میں سورہ فیل یعنی خلاف ترتیب یا سورہ تبت یعنی چھوٹی سورت کا فاصلہ چھوڑ کر شروع کی پھر یاد کیا کہ ترتیب بدل گئی یا چھوٹی سورۃ رہ گئی تو انھیں سورتوں کو تمام کرے اور

ھ درود بھیجے اس پر

Marfat.com

قول ضعیف یہ ہے کہ ان کو چھوڑ دے اور دوسری سورت پڑھے جس میں بے ترتیبی وغیرہ نہ لازم آوے شامی نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ اگر سہواً ترتیب بدل جاوے یا چھوٹی سورۃ کا فاصلہ رہ جائے تو مکروہ نہیں ولا یکرہ فی النفل شیٔ من ذلک اور نفل میں ان باتوں میں سے کوئی مکروہ نہیں ہم یعنی بے ترتیب پڑھنا اور چھوٹی سورۃ کا فاصلہ چھوڑنا نفل میں درست ہے حلبی نے اس پر اعتراض کیا کہ ترتیب سورہ کی واجبات تلاوت سے ہے تو جب نماز کے باہر بے ترتیبی مکروہ ہے تو نماز کے اندر کیوں نہ ہوگی طحطاوی نے جواب دیا کہ نفل میں چوں کہ گنجائش زیادہ ہے اس لیے اس کی ہر رکعت ایک فعل مستقل ہے تو بے ترتیبی پڑھنا ایسا ہوا کہ ایک شخص نے کوئی آیت قرآن کی پڑھی اور چپ ہو گیا تھوڑی دیر کے بعد دوسری آیت اس کے اوپر کی پڑھی تو جیسے اس طرح کا پڑھنا مکروہ نہیں ایسے ہی نماز نفل میں مکروہ نہیں وثلث تبلغ قدر اقصر سورۃ افضل من آیۃ طویلۃ اور تین آیتیں کہ بمقدار چھوٹی سورت کے ہو جائیں بڑی ایک آیت سے افضل ہیں ہم شامی نے کہا کہ افضلیت سے مراد کثرت ثواب ہے اور ثلاث مبتدا ہے بتقدیر مضاف یعنی قراءۃ ثلاث اور بعض نسخوں میں بثلاث ہے تو اس صورت میں تقدیر الصلوٰۃ بثلاث ہوگی وفی سورۃ وبعض سورۃ العبرۃ للاکثر وبسطناہ فی الخزائن اور پوری سورت اور تھوڑی سورت پڑھنے میں اعتبار اکثر کا ہے باعتبار آیات کے یعنی اگر اکثر آیتیں پڑھی ہوں گی تو سورہ کامل شمار ہوگی ورنہ ناقص اور ہم نے اس ذکر فروع کو خزائن الاسرار میں مشرح بیان کیا ہے ؛

باب الامامۃ

یہ باب ہے امامت کے بیان میں ہی صغریٰ وکبریٰ فالکبریٰ استحقاق تصرف عام علی الانام وتحقیقہ فی علم الکلام امامت دو قسم ہے ایک چھوٹی ایک بڑی بڑی امامت مستحق ہونا تصرف عام کا ہے خلق پر اور اس کی تحقیق علم کلام میں مذکور ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ اس تعریف میں یہ خلل ہے کہ استحقاق تصرف امامت کا اثر ہے نہ اس کی حقیقت بلکہ حقیقت اس کی وہ ہے جو مقاصد میں مذکور ہے کہ امامت ریاست عامہ ہے لوگوں کے دین و دنیا کے مصالح کی حفاظت کے لیے بطور نیابت کے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اور ریاست عام کی قید سے قاضی اور امراء نکل گئے کہ ان کی ریاست اہل اسلام پر عام نہیں ہوتی بلکہ خاص مسلمانوں پر ہوتی ہے اور خلق سے مراد مسلمان ہیں اور جو ان کے حکم میں ہوں مثل ذمی وغیرہ کے ونصبہ اہم الواجبات اور قائم کرنا امام کا مسلمانوں پر زیادہ ضروری واجبات میں سے ہے اس لیے کہ بہت سے واجبات شرعی امامت پر موقوف ہیں اور بہمین وجہ عقائد نسفیہ میں کہا ہے کہ مسلمانوں کے لیے ایک امام ضرور چاہیے کہ ان میں احکام جاری کرے اور ان کو سزائیں اعمال بد کی دے اور دشمنوں کو ان پر سے روکے اور ان کے لشکروں کو سامان دے اور ان سے صدقات وصول کرے اور گردن کشوں کے سر دبائے اور چوروں اور رہزنوں کو زیر کرے اور جمعہ اور عید قائم کرے اور حقوق کے ثابت کرنے کی گواہیاں سنے اور جن بچوں کے ولی نہیں ان کے نکاح کر دے اور مسلمانوں میں غنیمتوں کے مال کو تقسیم کر دے انتہی فلذا قدموہ علی دفن صاحب المعجزات صلی اللہ علیہ وسلم اور اسی وجہ سے امام کا مقرر کرنا اہم واجبات سے ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے خلیفہ مقرر کرنے کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن پر مقدم کیا ہم یعنی وفات شریف دوشنبہ کے روز ہوئی اور سہ شنبہ کے دن یا بدھ کی رات خواہ دن میں دفن ہوئے کذا فی الحلبی طحطاوی نے کہا کہ یہ سنت ابھی تک باقی ہے کہ کوئی خلیفہ دفن نہیں ہوا جب تک کہ دوسرا اس کی جگہ مقرر نہیں ہو چکا ویشترط کونہ مسلماً حراً ذکراً عاقلاً بالغاً قادراً قرشیاً اور شرط ہے ہونا امام یعنی خلیفہ کا مسلمان آزاد مذکر صاحب عقل بالغ قدرت والا قریش کے نسب سے ہم مسلمان اس وجہ سے کہ کافر کو مسلمان پر ولایت نہیں اور آزاد بایں وجہ کہ غلام کو خود اپنے نفس پر ولایت نہیں تو دوسرے پر کیسے ہوگی اور مرد اس لیے کہ عورتوں کو گھر میں بیٹھنے کا حکم ہے اور عقل کی ناقص ہیں تو ان سے واجبات شرعی کی تعمیل نہ ہو سکے گی اور عاقل و بالغ اس لیے کہ مجنوں اور لڑکے کو اپنے اوپر ولایت نہیں اور فاسق

Marfat.com

سے یہ غرض کہ احکام کے جاری کرنے اور مصالح اہل اسلام کے قائم کرنے پر قدرت رکھتا ہو ورنہ امام کے مقرر کرنے کی غرض فوت ہو جائے گی اور قریشی ہونا اس وجہ سے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ امام قریش میں سے ہیں کذا فی الشامی اور جمہور نے امامت کے لیے شجاعت کو بھی شرط کیا ہے اور بعض نے عالم ہونا امام کا شرط قرار دیا ہے لاہاشمیا علویا معصوما نہیں شرط ہے امام کا ہاشمی ہونا یا اولاد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ہونا یا گناہوں سے معصوم ہونا ھم یہ قیدیں شیعوں نے لگائی ہیں کہ امام کا ہاشمی ہونا ضرور ہے اس سے یہ مطلب کہ خلافت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی باطل ٹھہرے اور علوی کہنے سے یہ مدعا کہ خلافت عباسیوں کی باطل ہو اور معصوم اثنا عشری شیعوں اور اسماعیلیوں کا قول ہے حلبی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ لفظ لا تینوں جگہ لا تا یعنی یوں کہتا لا ہاشمیا ولا علویا ولا معصوما اس لیے کہ یہ تین قیدیں شیعوں کے تین فرقوں کے قول جدا جدا ہیں نہ یہ ایک ہی قول ہے ویکرہ تقلید الفاسق اور مکروہ ہے حاکم بنانا بدکار کا ھم مکروہ کہنے سے اشارہ کیا کہ عادل ہونا امام کا شرط نہیں ویعزل بہ الا لفتنۃ اور امام قابل معزولی ہو جاتا ہے فسق سے یعنی اگر اثنائے حکومت میں اس پر فسق طاری ہو گیا تو اس سے معزول نہ ہو جائے گا بلکہ مستحق عزل ہو گا مگر بجہت خوف فساد کے اس کو معزول نہ کیا جائے ویجب ان یدعی لہ بالصلاح اور واجب ہے کہ ایسے امام کے حق میں دعائیک بخت ہونے کی کی جاوے وتصح سلطنۃ متغلب للضرورۃ اور صحیح ہے سلطنت زبردستی حاکم بننے والے کی بسبب ضرورت کے ھم عقد امامت دو طرح سے منعقد ہوتا ہے اول یہ کہ خلیفہ خود اپنی جگہ دوسرے امام کو کر دے جیسے حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو خلیفہ کیا تھا دوسرے یہ کہ زمرہ علماء اہل صاحبین رائے وتدبر کسی کے ہاتھ پر بیعت کریں تو اگر یہ دونوں صورتیں نہ ہوں اور کوئی شخص زبردستی والی ہو جاوے تو اس کی سلطنت صحیح ہو گی ضرورت کی وجہ سے یعنی تاکہ اہل اسلام میں فتنہ نہ ہو وکذا صبی ونبغی ان یفوض امور التقلید علی وال تابع لہ والسلطان فی الرسم ہو الولد وفی الحقیقۃ ہو الوالی لعدم صحتہ اذنہ لبقضاء وجمعۃ کما فی الاشباہ عن البزازیۃ اور اسی طرح درست ہے سلطنت لڑکے کی ضرورت کی وجہ سے اور چاہیے کہ کار و بار حکومت کے ایک حاکم کے سپرد کیے جاویں جو تابع سلطان کا ہو اور بادشاہ ظاہر میں تو وہ لڑکا ہے اور حقیقت میں والی مذکور کیوں کہ اس کی اجازت قضا اور جمعہ میں درست نہیں چناں چہ اشباہ میں ہے بزازیہ سے ھم یعنی اگر والی مذکور کو حقیقت میں بادشاہ نہ کہیں تو اس کا حکم دینا قضا اور جمعہ کے لیے درست نہ ہو گا کیوں کہ ان دونوں میں ایسے شخص کا اذن صحیح نہیں جس کو ولایت نہ ہو لیکن یوں کہنا چاہیے کہ یہ شخص ایک خاص وقت تک حقیقت میں سلطان ہے یعنی لڑکے کے بالغ ہونے تک اس مدت کی قید سے یہ فائدہ ہو گا کہ جب وہ لڑکا بالغ ہونے کے بعد حاکم مستقل ہو گا تو اس والی کے معزول کرنے کی حاجت نہ ہو گی کذا فی الشامی وفیہا لو بلغ السلطان او الوالی یحتاج الی تقلید جدید اور بزازیہ میں ہے کہ اگر سلطان یا والی بالغ ہو دے تو حاجت پڑے گی نئے سر سے اس کو حاکم بنانے کی والصغری ربط صلوۃ المؤتم بالامام بشروط عشرۃ اور امامت صغریٰ وابستہ ہونا مقتدی کی نماز کا ہے امام کی نماز سے دس شرطوں کے ساتھ ھم شارح نے جو دس شرطیں مذکور کی ہیں سو اقتداء کی ہیں نہ امامت کی البتہ نور الایضاح میں شرطیں امامت کی علیحدہ لکھی ہیں تندرست مردوں کے لیے اوّل مسلمان ہونا دوم بالغ ہونا سوم عاقل ہونا چہارم مرد ہونا پنجم عذروں سے سلامت ہونا جیسے نکسیر اور پیشاب کے جاری رہنے اور توتلا ہونے وغیرہ سے ششم موجود ہونا شروط نماز کا مثل طہارت اور ستر عورت وغیرہ کے مگر چوں کہ امامت بغیر اقتداء کے ہو نہیں سکتی اس لیے جو شرطیں شارح نے اقتداء کی لکھی ہیں وہ امامت کی بھی ہو سکتی ہیں بلحاظ موقوف ہونے امامت کے اقتداء پر اسی طرح یہ چھ شرطیں اقتداء کی بھی ہو سکتی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ کل شرطیں امامت اور اقتداء کی سولہ ہیں مگر چوں کہ دس مقتدی کے ساتھ قائم ہیں اور چھ امام کی تو بہتر ہے کہ دس کو شرطیں اقتدا کی

Marfat.com

ٹھہرایا جائے اور چھ کو امامت کی کذا فی الشامی نیۃ المؤتم الاقتداء شرط اول نیت اقتداء کی کرنی مقتدی کو واتحاد مکانہما اور دوسری شرط متحد ہونا امام و مقتدی کے مکان کا تو اگر سوار پیادہ کا اقتداء کرے گا یا بالعکس تو جائز نہ ہوگا اور اگر امام و مقتدی کے بیچ میں آڑ ہو تو کچھ حرج نہیں اگر مقتدی پر حال امام مشتبہ نہ ہو وصلوتہما اور تیسری شرط متحد ہونا دونوں کی نماز کا بحرالرائق میں کہا کہ اس سے یہ غرض ہے کہ اگر مقتدی امام کی نماز کی نیت سے اقتداء کرے تو درست ہو جائے یہ تعبیر اس لیے کی کہ اقتداء متنفل کا فرض پڑھنے والے کے پیچھے اس عبارت میں داخل ہو جائے اس شرط کو نوالایضاح میں خوب لکھا ہے کہ مقتدی سوائے اقتداء امام کے فرض کے اور کوئی فرض نہ پڑھتا ہو کذا فی الشامی عن الحلبی وصحۃ صلوۃ امامہ اور چوتھی شرط صحیح ہونا امام کی نماز کا مقتدی کے گمان میں تو اگر مقتدی کی دانست میں امام کی نماز فاسد ہوگی تو اس کا اقتداء صحیح نہ ہوگا وعدم محاذاۃ امرأۃ اور پانچویں شرط ہے نہ برابر ہونا عورت کا کیوں کہ عورت کا برابر ہونا ان شرطوں کے ساتھ جو آگے مذکور ہوں گی مفسد نماز ہے وعدم تقدمہ لبعقبہ اور چھٹی شرط ہے نہ آگے بڑھنا مقتدی کا اپنے امام سے بلحاظ ایڑیوں کے تو اگر ایڑیاں برابر بھی ہوں گی تو اقتداء درست ہوگا اگرچہ پاؤں بڑا ہونے کی جہت سے مقتدی کی انگلیاں آگے بڑھی ہوئی ہوں وعلمہ بانتقالاتہ اور ساتویں شرط ہے جاننا مقتدی کا امام کے ایک رکن سے دوسرے میں جانے کو خواہ دیکھنے سے یا سن کر یا دوسرے مقتدیوں کو دیکھ کر یہ علم حاصل ہو وبحالہ من اقامۃ وسفر اور آٹھویں شرط ہے جاننا مقتدی کا امام کے حال کو یعنی اس کے مسافر یا مقیم ہونے کو یہ جاننا نماز سے پہلے ہو یا پیچھے تو اگر ایسی صورت ہو کہ امام نے چار رکعت والی نماز میں دو پر سلام پھیر دیا اور لوگوں کو معلوم نہ ہوا کہ اس نے بھول کر دو پڑھیں یا سفر کی جہت سے تو نماز نہ ہوگی ومشارکتہ فی الارکان اور نویں شرط ہے شریک ہونا مقتدی کا امام کے ساتھ ارکان نماز میں یعنی ہر رکن کو اسکے ساتھ ادا کرنا تو اگر کسی رکن کو چھوڑ دیگا تو نماز باطل ہوگی پس اقتداء بھی نہ رہے گا وکونہ مثلہ اودونہ فیہا دفی الشرائط کما لبسطہ فی البحر اور دسویں شرط ہے ہونا مقتدی کا امام کے مانند یا اس سے کم تر ارکان میں اور نماز کی شرطوں میں چنانچہ مشرح مذکور ہے بحرالرائق میں ہم ارکان میں برابری ہونے سے یہ غرض کہ ان کی بجا آوری میں برابر ہو مثلاً اگر امام اشارہ سے ارکان ادا کرتا ہو اور مقتدی بھی اشارہ سے ہی کرتا ہے تو اقتداء درست ہے کیوں کہ دونوں ارکان کے ادا کرنے میں یکساں ہیں اور کمتر کی مثال یہ کہ اشارہ سے نماز پڑھنے والا رکوع اور سجود کرنیوالے کا اقتداء کرے اور شرائط میں یکساں ہونے کی یہ صورت ہے کہ ننگا آدمی دوسرے ننگے کا اقتداء کرے یا سب شرطوں کا جامع شخص کسی اپنے جیسے کا اقتداء کرے اور شرطوں میں کم ہونے کی یہ مثال ہے کہ امام میں سب شرطیں ہوں اور مقتدی مثلاً ننگا ہو شامی نے کہا کہ دسوں شرطیں اصل نسخہ بحرالرائق میں نہیں بلکہ بعض نسخوں کے حاشیہ پر بخطا مؤلف پائی جاتی ہیں قیل وثبوتہا بارکعوا مع الراکعین کہتے ہیں کہ امامت وجماعت کا ثبوت اس آیت سے ہے (ارکعو مع الراکعین) یعنی رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ یعنی شریک جماعت ہو اس صورت میں جماعت سنت موکدہ نہ رہے گی بلکہ واجب یا فرض ہوگی اور بعضوں نے مثل قاضی بیضاوی کے اس کے معنی یہ کہے ہیں کہ خضوع کرو عاجزی کرنے والوں کے ساتھ تو اس صورت میں ثبوت امامت کا اس آیت سے نہ ہوگا ومن حکمہا نظام الالفۃ وتعلم الجاہل من العالم اور جماعت کی حکمتوں میں سے ہے الفت کا منتظم رہنا اور جاہل کا عالم سے سیکھنا ہم یعنی جماعت کے مشروع ہونے میں یہ حکمت ہے کہ پانچ وقت محلہ والوں اور ہمسایوں سے ملاقات ہوگی تو باہم الفت مستحکم ہوگی اور جو شخص افعال نماز کو نہ جانتا ہوگا وہ دوسرے واقف کار سے سیکھ لے گا اور ایک حکمت یہ بھی ہے کہ تنہا پڑھنا نفس پریشاق ہوتا ہے جماعت میں دل نہیں گھبراتا کذا فی الطحطاوی ہی افضل من الاذان عندنا خلافا للشافعی قالہ العینی امامت ہم حنفیوں کے نزدیک اذان سے افضل ہے یعنی امامت میں زیادہ ثواب ہے بخلاف امام شافعیؒ کے کہ ان کے

Marfat.com

نزدیک اذان کہنے میں زیادہ ثواب ہے کہا ہے اس کو عینی نے اور بعض علماء دونوں کو برابر کہتے ہیں کذا فی الحلبی وقول عمر لولا الخلافۃ لاذنت ای مع الامامۃ اذالجمع افضل اور فرمانا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کہ اگر خلافت نہ ہوتی تو میں اذان کہا کرتا اس کے یہ معنی ہیں کہ امامت کے ساتھ کیوں کہ جمع کرنا امامت اور اذان کا افضل ہے ھم یعنی حضرت عمرؓ کے قول سے افضلیت اذان کی نہیں پائی جاتی کیوں کہ اس کے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ امامت بھی کرتا اور اذان بھی کہتا کہ دونوں باتوں کے جمع ہونے میں بلاشبہ فضیلت ہے خلافت کو مانع اس لیے فرمایا کہ کاروبار خلافت میں مشغول ہونے سے انتظار اوقات نماز کا نہیں ہو سکتا اس لیے صرف امامت پر اکتفا کیا کذا فی الشامی وقال بعضہم احتاج ان ترکت الفاتحۃ ان یعاتبنی الشافعی او قرأتہا یعاتبنی ابوحنیفۃ فاخترت الامامۃ اور بعض علماء نے کہا ہے کہ مجھ کو خوف ہے کہ اگر میں فاتحہ کو حالت اقتداء میں چھوڑ دوں تو امام شافعی مجھ پر عتاب نہ کریں اور اگر اس کو پڑھوں تو امام اعظم غصہ نہ فرمائیں اس لیے میں نے امامت کو اختیار کیا ھم یہ گویا دوسری دلیل ہے امامت کے افضل ہونے کی کہ امامت کی وجہ سے نماز بلاخلاف درست ہو جاتی ہے **والجماعۃ سنۃ موکدۃ للرجال** قال الزاہدی اراد بالتاکید الوجوب الا فی جمعۃ وعید فشرط اور جماعت مردوں کے لیے سنت مؤکدہ ہے زاہدی نے کہا کہ فقہا نے تاکید سے وجوب مراد لیا ہے یعنی جو لوگ سنت موکدہ کہتے ہیں ان کے قول میں اور جو لوگ واجب کہتے ہیں ان کے قول میں کچھ فرق نہیں دونوں کا مآل ایک ہے کیوں کہ تاکید سے غرض واجب ہونا ہے مگر جمعہ اور عید میں جماعت شرط ہے ان دونوں کے صحیح ہونے کی وفی التراویح سنۃ کفایۃ وفی وتر رمضان مستحبۃ علی قول اور تراویح میں جماعت سنت کفایہ ہے کہ محلہ میں کچھ لوگوں کے ادا کرنے سے سب کے ذمہ سے ادا ہو جاتی ہے اور رمضان کے وتروں میں جماعت مستحب ہے ایک قول پر اور دوسرے قول کے بموجب نہیں بلکہ وتروں میں جماعت مستحب ہے ایک قول پر اور دوسرے قول کے بموجب نہیں بلکہ وتروں کو مکان پر ادا کرنا چاہیے کذا فی الشامی وفی وتر غیرہ وتطوعٍ علی سبیل التداعی مکروہۃ وسنحققہ اور رمضان کے سوا کے وتروں میں اور نماز نفل میں جماعت مکروہ ہے بطور تداعی کے اور عنقریب ہم اس کی تحقیق بیان کریں گے ھم تداعی سے یہ غرض کہ چار یا زیادہ مقتدی ایک امام کے پیچھے نماز پڑھیں کذا فی الطحطاوی اور قہستانی میں ہے کہ اگر چار مقتدیوں سے کم ہوں اور مسجد کے کسی گوشہ میں جماعت کر لیں تو مکروہ نہیں ویکرہ تکرار الجماعۃ باذان واقامۃ فی مسجد محلۃ لا فی مسجد طریق اور مکروہ ہے مکرر کرنا جماعت کا اذان اور اقامت کے ساتھ محلہ کی مسجد میں نہ شارع عام کی مسجد میں یا ایسی مسجد میں جس کا امام نہ مؤذن ھم مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہے اسی لیے کافی نے کہا کہ جماعت دوبارہ جائز نہیں اور مجمع میں ہے کہ جماعت مکرر مباح نہیں اور شرح جامع صغیر میں ہے کہ بدعت ہے اور مسجد محلہ سے یہ مراد ہے کہ جس کا امام اور جماعت مقرر ہو درر میں کہا کہ اگر اہل محلہ بدون اذان واقامت کے جماعت دوبارہ کریں یا مسجد شارع پر ہو تو دوسری جماعت جائز نہ ہوگی بالاتفاق جیسے اس مسجد میں جس کا امام اور مؤذن نہیں اور آدمی گروہ گروہ آکر نماز پڑھتے ہوں تو افضل یہ ہے کہ ہر گروہ اذان اور اقامت جداگانہ سے نماز پڑھے بحر میں کہا کہ دوسری اذان کی قید سے احتراز ہوا اس صورت سے کہ محلہ کی مسجد میں دوبارہ جماعت بدون اذان پڑھی جائے کہ اسی طرح پڑھنا مباح ہے بالاتفاق اور جماعت دوم کے مکروہ ہونے کی یہ دلیل ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم میں صلح کرا دینے کو نکلے تھے تو نماز کے وقت مسجد میں تشریف لے گئے جس میں جماعت ہو چکی تھی آپ اپنے مقام پر واپس تشریف لائے اور گھر والوں کو جمع کر کے نماز پڑھی پس اگر جماعت دوم مسجد میں درست ہوتی تو مسجد کی جماعت چھوڑ کر آپ گھر میں کیوں نماز پڑھتے علاوہ اس کے جماعت ثانی کے جائز رکھنے میں جماعت کی کمی بھی متصور ہے کیوں کہ جب لوگوں کو معلوم ہوگا کہ دیر کر کے جانے میں بھی جماعت فوت نہ ہوگی اگر اوّل نہ ملے گی دوسری مل جائے گی تو اوّل جماعت میں

Marfat.com

اکٹھے نہ ہوں گے تو اس تعلیل سے یہ نکلتا ہے کہ مسجد محلہ میں تکرار جماعت گو بدون اذان کے ہو مکروہ ہے اور اسی کا موید ظہیریہ میں ہے کہ اگر کچھ لوگ ایک مسجد میں آئے جس میں جماعت ہو چکی ہے تو وہ تنہا نماز پڑھیں اور یہی ظاہر الروایت میں ہے اور اسی وجہ سے شیخ سندی تلمیذ ابن الہمام نے اپنے رسالہ میں ذکر کیا ہے کہ یہ جو اہل حرمین جدا جدا امام کے پیچھے جماعتیں ایک ہی وقت میں پڑھتے ہیں یہ بالاتفاق مکروہ ہے اور شریف غزنوی جو ۱۰۵۱ھ میں حج کو گئے تھے تو ان جماعتوں کے باب میں انکار صریح کیا تھا اور بعض مالکیوں نے فتوی دیا ہے کہ تکرار جماعت مسجد میں چاروں مذہب کے علماء کے قول پر ناجائز ہے مگر اس میں مشکل یہ ہے کہ مسجد مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے لیے نمازی مقرر نہیں تو ان کو مسجد محلہ کیسے کہہ سکتے ہیں بلکہ ان کا حال مثل مسجد شارع عام کے ہے اور پیش تر گذر چکا کہ شارع عام کی مسجد میں تکرار جماعت بالاتفاق مکروہ نہیں اور شرح منیہ میں امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ جب دوسری جماعت پہلی جماعت کی صورت پر نہ ہو تو مکروہ نہ ہوگی ورنہ مکروہ ہوگی اور یہی قول صحیح ہے اور تاتارخانیہ میں ولوالجیہ سے منقول ہے کہ اسی قول کو ہم لیتے ہیں اور بزازیہ میں ہے کہ محراب سے ہٹ کر کھڑے ہونے میں پہلی جماعت کی صورت بدل جاتی ہے کذا فی الشامی مختصراً چوں کہ اس زمانہ میں جماعت دوم کے باب میں بہت بحث رہتی ہے اس لیے مترجم نے استیعاب روایات کو مناسب سمجھا اور مجھ کو کراہت وعدم کراہت جماعت دوم میں تردد تھا کہ ایک روز خود بخود صلوٰۃ خوف کا خیال دل میں گذرا کہ نصف فوج مقابل دشمن کے رہتی ہے اور نصف امام کے ساتھ پڑھتی ہے تو اگر مرضی شارع کی دوسری جماعت کے لیے ہوتی تو نصف کو ایک امام کے ساتھ پڑھنے کا اور نصف کو دوسرے امام کے ساتھ پڑھنے کا حکم ہوتا اتنے تکلف کی اجازت نہ ہوتی اس روز سے مجھ کو وہ تردد رفع ہو گیا اور معلوم ہوا کہ جماعت دوم کا مکروہ ہونا ہی ارجح ہے **واقلہا اثنان** واحد مع الامام ولو ممیزاً او ملکاً او جنیاً فی مسجدٍ او غیرہ اور کمتر جماعت دو شخص ہیں یعنی ایک مقتدی امام کے ساتھ اگرچہ مقتدی لڑکا ممیز ہو یا فرشتہ ہو یا جن ہو نماز مسجد میں ہو یا غیر مسجد میں ہم کمتر جماعت دو آدمیوں سے ہونے کی وجہ وہ حدیث ہے جس کو سیوطی نے جامع صغیر میں روایت کیا ہے کہ دو اور اس سے زیادہ جماعت ہیں اور بحر الرائق میں وجہ عقلی بیان کی ہے کہ جماعت اجتماع سے ماخوذ ہے چوں کہ دو میں بھی اجتماع ثابت ہے اس لیے جماعت بھی پائی جاوے گی اور یہ حکم اور فرضوں میں ہے سوائے جمعہ کے کیوں کہ جمعہ میں امام کے سوا تین آدمی لائق امام ہونے کے مقتدی ہونے چاہییں کذا فی الشامی وتصح امامۃ الجنی اشباہ اور صحیح ہے امام ہونا جن کا کذا فی الاشباہ اس لیے کہ جن بھی مکلف ہے اور فرشتہ کی امامت درست نہیں کیوں کہ فرشتہ امام مکلف نہ ہونے کی جہت سے نفل پڑھے گا اور فرض پڑھنے والے کا اقتدا نفل پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں اور حضرت جبریل علیہ السلام کا امام ہونا اوقات کی تعلیم کے لیے مخصوص تھا اور یہ بھی احتمال ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نماز کا اعادہ فرمایا ہو کذا فی الطحطاوی **وقیل واجبۃ وعلیہ العامۃ** ای عامۃ مشائخنا وبہ جزم فی التحفۃ وغیرہا قال فی البحر وہو الراجح عند اہل المذہب اور بعضوں نے کہا کہ جماعت واجب ہے اور اسی قول پر ہیں اکثر ہمارے علماء اور اسی کا یقین کیا ہے تحفہ وغیرہا میں بحر الرائق میں کہا کہ یہی روایت وجوب کی قوی ہے اہل مذہب کے نزدیک طحطاوی نے نہر الفائق سے نقل کیا کہ یہی قول سب میں ٹھیک اور قوی تر ہے اور اسی لیے اجناس میں کہا ہے کہ جو کوئی جماعت حقارت کے باعث چھوڑ دے تو اس کی گواہی مقبول نہیں اور بعضوں کے نزدیک جماعت فرض کفایہ یا فرض عین ہے **فتسن او تجب** ثمرتہ یظہر فی الاثم **تبر کہا مرۃ علی الرجال العقلاء البالغین الاحرار القادرین علی الصلوٰۃ بالجماعۃ من غیر حرج** پھر جماعت مسنون ہے یا واجب ہے مردوں عاقل اور بالغ اور آزاد اور جماعت کی نماز پر بدون کسی وقت کے قدرت رکھنے والوں پر شارح نے کہا کہ واجب اور مسنون ہونے کا ثمرہ اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ اگر جماعت کو ایک بار چھوڑے گا تو وجوب کے

لہ جماعت ثانیہ کی کراہت پر مترجم کا یہ استدلال درست نہیں اس لیے کہ صلوٰۃ الخوف میں دو الگ الگ جماعتوں میں تقسیم ہو کر نماز ادا کرنا افضل ہے اور قرآن و حدیث میں کہ جو صورۃ مذکور ہے وہ اسی وقت ہے کہ لوگ ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھنے پر بعید ہوں تو معلوم ہوا کہ صلوٰۃ الخوف میں دو جماعت مکروہ نہیں بلکہ افضل ہے

Marfat.com

قول پر گناہ گار ہوگا اور مسنون ہونے کے قول پر گناہ گار نہ ہوگا ھم حرج سے مراد عذر شرعی ہے جو مانع حضور جماعت ہو جیسے مرض یا بہت بوڑھا ہونا وغیرہ اور نور الایضاح میں ہے کہ اگر کوئی شخص عذر سے جماعت میں حاضر نہ ہوا مگر اس کی نیت میں یہ تھا کہ عذر نہ ہوتا تو حاضر ہوتا تو اس کو جماعت کا ثواب ملے گا کذا فی الشامی ولو فاتتہ ندب طلبہا فی مسجدٍ آخر الا المسجد الحرام ونحوہ اور اگر نمازی کو مسجد محلہ میں جماعت نہ ملے تو مستحب ہے کہ جماعت کی تلاش دوسری مسجد میں کرے مگر مسجد حرام اور اس جیسی دوسری مسجدوں میں اگر جماعت نہ ملے تو تلاش جماعت کی مستحب نہیں اس لیے کہ اور مسجدوں میں جماعت کی نماز سے ان مسجدوں میں نماز پڑھنی زیادہ ثواب رکھتی ہے بسبب حدیث ابن ماجہ کے جو انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کا گھر میں نماز پڑھنا ایک نماز کا ثواب ہے اور مسجد محلہ میں پڑھنا پچیس نمازوں کا ثواب ہے اور مسجد جامع میں پانسو کا اور بیت المقدس میں پانچ ہزار کا اور میری اس مسجد مدینہ میں پچاس ہزار کا اور مسجد حرام میں لاکھ کا ثواب ہے کذا فی الحلبی **فلا تجب علی مریض ومقعد وزمن ومقطوع یدٍ ورجلٍ من خلافٍ** اور رجلٍ فقط ذکرہ الحدادی **ومفلوجٍ وشیخٍ کبیرٍ عاجزٍ واعمی** وان وجد قائدًا جماعت واجب ہے بدون حرج کے اس سے یہ نکلا کہ واجب نہیں بیمار اور اپاہج اور مدت کے بیمار پر اور اس پر جس کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں مخالف جانب سے کٹا ہو یا فقط ایک ہی پاؤں کٹا ہو ذکر کیا ہے اس کو حدادی نے اور واجب نہیں فالج زدہ اور بہت بوڑھے چلنے پھرنے سے عاجز پر اور واجب نہیں اندھے پر اگرچہ کوئی ہاتھ پکڑ کر لے جانے والا موجود ہو ھم اور یہی حال عاجز کا ہے اگر اس کے پاس سواری موجود ہو تو اس پر بھی جماعت واجب نہیں فتح القدیر میں کہا کہ جماعت بالاتفاق ایسے اندھے اور عاجز پر واجب نہیں جن کا پہنچانے والا میسر ہو اور جمعہ امام کے نزدیک واجب نہیں اور صاحبین کے نزدیک واجب ہے کذا فی الشامی **ولا علی من حال بینہ وبینہا مطرٌ وطینٌ وبردٌ شدیدٌ وظلمۃٌ کذلک** اور نہ واجب ہے جماعت اس شخص پر جس میں اور جماعت میں مینہ اور کیچڑ اور شدت کا جاڑا اور سخت اندھیرا حائل ہوا ہو یعنی مانع ہو ھم مراد یہ کہ مینہ اور کیچڑ کثرت سے ہو تو جماعت واجب نہ رہے گی اسی طرح جاڑا اگر بہت سخت ہو تو مانع ہوگا اور اندھیرے کا سخت ہونا اس طرح کہ رستہ نہ سوجھے دریں لیلًا لا نہارًا او خوف علی مالہ او من غریم او ظالم او مدافعۃ احدا الخبثین اور آندھی رات کے وقت مانع ہے نہ دن میں یا حائل ہو خوف اپنے مال پر چور وغیرہ سے یا خوف ہو قرض دار سے یا کسی ظالم سے یا مانع ہو وبانا دو پلید چیزوں کا یعنی بول و براز کا اسی طرح ہے بند رکھنا گوز کا کذا فی الشامی وارادۃ سفر وقیامہ بریض وحضور طعام تشوقہ نفسہ ذکرہ الحدادی اور مانع حضور جماعت ہے ارادہ سفر کا یعنی خوف قافلہ کے چلے جانے کا بشرط شرکت جماعت کے اور مریض کی خبر لینے یعنی جس صورت میں کہ مریض کو اس کے چلے جانے سے ایذا ہو اور سامنے آنا کھانے کا کہ جس کی طرف نمازی کا نفس مشتاق ہو ذکر کیا ہے اس کو حدادی نے وکذا اشتغالہ بالفقہ لا بغیرہ کذا جزم بہ الباقانی تبعًا للبہنسی ای الا اذا واظب تکاسلا فلا یعذر ولیزجر ولو باخذ المال یعنی بجہ مدۃ اور اسی طرح مانع وجوب جماعت ہے مشغول ہونا نمازی کا فقہ میں نہ غیر فقہ میں ایسا ہی یقین کیا ہے اس کو باقانی نے بہ تبعیت بہنسی کے یعنی بجز اس صورت کے کہ اگر فقہ کی مشغولی میں ترک جماعت پر مواظبت کرے گا کسل کی راہ سے تو معذور نہ منظور ہوگا اور تعزیر دیا جائے گا اگرچہ سزا مال کے لینے سے ہو یعنی اس کے مال کو چند روز اس سے روک دیا جاوے ھم فقہ سے مراد مسائل ضروریہ دین کے ہیں اور مشغول ہونا عام ہے کہ سیکھنے سے ہو یا سکھانے سے یا تصنیف کرنے سے طحطاوی نے کہا کہ مال کے ضبط کرنے کی سزا قول ضعیف ہے چنانچہ باب التعزیر میں مذکور ہوگا ولا تقبل شہادتہم الا بتاویل بدعتہ الامام او عدم مراعاتہ اور قبول نہ کی جائے گواہی جماعت کے ترک کرنے والے کی مگر بسبب تاویل بدعت امام کے یا نہ رعایت کرنے امام کے ھم یعنی اگر ترک جماعت کا عذر بیان کرے کہ امام بدعتی ہے اس لیے جماعت میں

Marfat.com

حاضر نہیں ہوتا یا امام رعایت مذہب مقتدی کی نہیں کرتا ان امور میں جو موجب نماز کے باطل ہونے کے ہیں تو ان عذروں سے گواہی مقبول ہوگی **والاحق بالامامۃ** تقدیما بل نصبا مجمع الانہر **الاعلم باحکام الصلوٰۃ** فقط صحۃ وفسادًا بشرط اجتنابہ للفواحش الظاہرۃ وحفظہ قدر فرض وقیل واجب وقیل سنۃ اور زیادہ مستحق امامت کا آگے بڑھنے میں بلکہ ہمیشہ کو امام مقرر کرنے میں کذا فی مجمع الانہر وہ شخص ہے جو احکام فقط نماز کی صحت اور فساد کے زیادہ جانتا ہو یعنی اور علموں میں فاضل ہو یا نہیں نماز کے احکام زیادہ جانتا ہو بشرط اس کے بچنے کے ظاہری گناہوں سے اور بشرط یاد کرنے مقدار فرائض نماز کے اور بعضوں نے بقدر واجب اور بعض نے بقدر سنت یاد کرنے کو کہا ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ ظاہری گناہوں سے بچنے کے ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ امام کے دین پر کوئی طعنہ نہ کرتا ہو اور مقدار فرض کا یاد کرنا قول کافی کا ہے اور مقدار واجب کا یاد کرنا بحر الرائق میں بطور بحث مذکور ہے اور زیلعی نے بقدر سنت کو لکھا ہے اور یہی مبسوط اور فتح القدیر میں ہے اور یہی ظاہر ہے اس لیے کہ بیان امام کے اولیٰ ہونے کا ہے تو امام کو لحاظ رکھنا سنت کا مناسب تر ہے **ثم الاحسن تلاوۃ وتجویدًا للقراءۃ ثم الاورع** اے الاکثر اتقاء للشبہات والتقوی اتقاء المحرمات اگر علم میں برابر ہوں تو پھر مستحق امامت کا وہ ہے جو تلاوت اور قراءت کی تجوید میں زیادہ اچھا ہو پھر زیادہ احتیاط والا یعنی جو شبہوں سے بہت بچے اور تقوی حرام چیزوں سے بچنا ہے ہم تلاوت اور تجوید سے یہ غرض ہے کہ حروف اور مخارج اور مد اور شد وغیرہ کو خوب جانتا ہو اور قاری کو دوسرے مرتبہ میں اس لیے رکھا کہ قراءت کی احتیاج صرف ایک رکن میں ہوتی ہے اور علم کی احتیاج سب رکنوں میں ہے پھر شارح نے ورع اور تقوی میں فرق بتایا کہ ورع شبہوں سے بچنے کو کہتے ہیں اور تقوی حرام چیزوں سے بچنے کو اور شبہ اس کو کہتے ہیں جس کی حلت اور حرمت میں شک ہو **ثم الاسن** ای الاقدم اسلامًا فیقدم شاب علی شیخ اسلم پھر مستحق امامت زیادہ عمر والا ہے یعنی جو اسلام میں پیش تر ہو پس مقدم کیا جائے جوان اس بوڑھے پر کہ چند روز سے مسلمان ہوا ہو قالوا یقدم الاقدم ورعًا فی النہر عن الزاد وعلیہ یقاس سائر الخصال فیقال یقدم اقدمہم علما ونحوہ وحینئذٍ فلما یحتاج للقرعۃ اور فقہاء نے کہا ہے کہ مقدم کیا جائے وہ شخص جو پیشتر ہو ورع میں یعنی جس کا ورع بہت دنوں کا ہو وہ اس پر مقدم ہے جس کا ورع کم مدت کا ہے اور نہر الفائق میں زاد الفقیر سے منقول ہے کہ ورع کے اوپر سب خصلتوں کا قیاس ہوگا یعنی یوں کہا جائے گا کہ مقدم کیا جائے وہ جس کا علم سب سے پیشتر ہے اور مثل اس کے یعنی مثلاً جس کو فن قراءت مدت سے آتا ہو وہ اس سے مقدم ہے جس کو چند روز سے آتا ہے اور اس وقت میں یعنی جب کہ ہر خصلت کے پیش تر ہونے کا لحاظ کیا جائے تو قرعہ ڈالنے کی احتیاج کم تر ہوگی ہم ماتن نے آگے بیان کیا ہے کہ اگر چند مستحق امامت سب خصلتوں میں برابر ہوں تو ان میں قرعہ ڈالا جائے شارح کہتا ہے کہ جب خصال میں لحاظ پیشتر ہونے کا کیا جائے تو اب ضرورت قرعہ ڈالنے کی کم ہوگی کیوں کہ ایسا بہت کم ہوگا کہ چند آدمیوں میں ورع اور علم اور قراءت ایک ہی مدت سے ہوئے ہوں **ثم الاحسن خلقا** بالضم الفۃ بالناس پھر مستحق امامت وہ ہے جو خوش خلق زیادہ ہو شارح نے کہا کہ خلق بالضم خامجہ لوگوں سے ملنا ساری کو کہتے ہیں **ثم الاحسن وجہا** ای اکثرہم تہجدًا پھر زیادہ خوب صورت یعنی لوگوں میں زیادہ تہجد گزار ہم یہ تفسیر شارح نے ملزوم کے ساتھ کی اس لیے کہ کثرت تہجد کو خوبصورتی لازم ہے کیونکہ حدیث میں وارد ہے کہ جو شب کو زیادہ نماز پڑھے گا دن کو اس کا چہرہ حسین ہوگا صاحب بدائع نے کہا کہ اس تکلف کی کچھ حاجت نہیں خوبصورتی ظاہر کی مراد لینی چاہیے کہ خوب صورت کی امامت سبب ہے جماعت کی کثرت کا کذا فی الشامی زاد فی الزاد ثم اصبحہم ای اسمحہم وجہا زاد الفقیر میں اتنا زیادہ کیا ہے کہ پھر سب میں کا زیادہ صبیح یعنی چہرہ زیادہ بشاش مستحق ہے ہم اسمح مشتق ہے سماحت سے سماحت کے معنی یہ ہیں کہ جس

ہم ایک کتاب کا ہے جو تالیف ابن ہمام کی ہے ۱۲

Marfat.com

سے ملے بکشادہ پیشانی اور ہنس مکھ ملے تو یہ بات حسن ظاہری سے علاوہ ہے مگر خوش خلقی میں اور اس میں ظاہرا کچھ فرق نہیں معلوم ہوتا ثم اکثرہم حسبًا پھر مستحق وہ ہے جو سب میں زیادہ ہو حسب کی رو سے ہم بعض نسخوں میں حسنانون کے ساتھ ہے مگر چوں کہ اس کا ذکر پیش تر ہو چکا اس لیے باء موحدہ کا نسخہ صحیح معلوم ہوتا ہے قاموس میں ہے کہ حسب وہ بزرگی ہے جس کو آدمی اپنے آبا یا مال یا دین یا کرم وغیرہ کے سبب سے شمار کرے ثم الاشرف نسبًا پھر وہ مستحق ہے جو خاندان میں زیادہ شریف ہو مثلاً سید مقدم ہے اور لوگوں پر زادنی البرہان ثم الاحسن صوتًا برہان میں یہ زیادہ ہے کہ پھر جس کی آواز زیادہ اچھی ہو یعنی اگر صفات گذشتہ میں برابری ہو تو خوش آواز مقدم کیا جائے گا وفی الاشباہ قبیل ثمن المثل ثم الاحسن زوجۃ اور اشباہ میں تھوڑا سا پہلے ثمن مثل کے بیان کیا ہے کہ پھر مستحق وہ ہے جس کی بی بی زیادہ اچھی ہو اس لیے کہ بی بی کے اچھے ہونے سے اسمیں مضمون محبت اور عفت کا زیادہ ہوگا اور یہ اس صورت میں ہے کہ لوگوں یا ہمسایوں میں اس امر کی شہرت ہو ورنہ یہ مطلب نہیں کہ بقیہ صفات میں برابری کے وقت ہر شخص اپنی بی بی کے اوصاف بیان کرے کذا فی الشامی ثم الاکثر مالا ثم الاکثر جاہا پھر وہ مستحق ہے جو زیادہ ہو مال میں یعنی مال حلال جس کے پاس زیادہ ہو اور اگر مال حرام ہوگا تو وہ شخص فاسق ہوگا کذا فی الطحطاوی پھر وہ زیادہ ہے جو جاہ میں یعنی لوگوں کے دلوں میں اس کی جگہ زیادہ ہو ثم الانظف ثوبا پھر وہ جس کے کپڑے زیادہ ستھرے ہوں اس لیے کہ یہ امر بھی موجب کثرت جماعت ہے ثم الاکبر راسًا والا صغر عضوًا پھر جس کا سر بڑا ہو اور دوسرے عضو چھوٹے ہوں کیوں کہ سر کا بڑا ہونا اور دوسرے اعضاء کا متناسب ہونا دلیل ہے زیادتی عقل کی مگر کلانی سر کی موقع سے ہو بے موقع نہ ہو کذا فی الطحطاوی ثم المقیم علی المسافر پھر مقدم کیا جائے مقیم مسافر پر طحطاوی نے کہا کہ شاید یہ اس صورت میں ہے کہ مقتدی سب مقیم ہوں یا مقیم اور مسافر ملے جلے ہوں اور جس صورت میں کہ سب مسافر ہوں صرف ایک مقیم ہو تو وجہ اولی ہونے مقیم کی ظاہر نہیں اور شامی نے بحر الرائق سے نقل کیا کہ مقیم اور مسافر دونوں برابر ہیں کسی کو اولیت نہیں ثم الحر الاصلی علی المعتق پھر مقدم کیا جائے آزاد اصلی اس شخص پر جو غلام ہو کر آزاد ہوا ہو یعنی اگر اور صفات میں دو شخص مساوی ہیں مگر ایک اصل سے آزاد ہے اور دوسرا غلام تھا اب آزاد ہو گیا ہے تو حر اصلی مقدم ہوگا اس لیے کہ غلام کو بسبب خدمت آقا کے اتنی مہلت نہیں ملتی کہ تحصیل علم کرے ثم المتیمم عن حدث علی المتیمم عن جنابۃ پھر مقدم کیا جائے وہ جس نے حدث سے تیمم کیا ہے اس شخص پر جس نے جنابت سے تیمم کیا ہے اس لیے کہ بے وضو ہونا خفیف ہے بہ نسبت جنابت کے فائدۃ ایک کام کی بات ہے لایقدم احد فی المزاحم الا بمرجح جب چند شخص کسی امر شرعی یا عادی میں ایک دوسرے سے مزاحم ہوں تو کسی کو بدون مرجح مقدم نہ کیا جائے ومنہ السبق الی الدرس والافتاء والدعوی اور اسباب ترجیح میں سے ہے پیش تر آنا پڑھنے کے لیے یا فتوی لینے کو یا قاضی کے سامنے دعوی بیان کرنے کو ہم یعنی دو طالب علم ایک استاد سے پڑھتے ہیں تو اول اس کو پڑھا دے جو پیشتر آیا ہو اسی طرح مفتی کے یہاں فتوی پوچھنے والوں میں تقدیم اس کی ہو جو پہلے آوے شامی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ افتاء کی جگہ استفتاء ہوتا چنانچہ مترجم نے ترجمہ میں معنی استفتا ہی کے لکھے ہیں فان استووا فی المجئ اقرع بینہم انتہی کلام الاشباہ پھر آنے میں برابر ہوں یعنی سب ایک ساتھ آئے ہوں تو ان میں قرعہ ڈالا جائے جس کا نام پیش تر نکلے اسی کو مقدم کیا جائے تمام ہوا کلام اشباہ کا وفی الفصل الثانی وثلثین من خزانۃ التارخانیہ وفی طلبۃ العلم یقدم السابق فان اختلفوا او جہلوا فبہا والا اقرع کمبہم مما کما فی الحرقی والغرقی اذا لم یعرف الاول ویجعل کانہم ماتوا معًا انتہی اور تینتیسویں فصل کتاب الخطر تاتارخانیہ میں مذکور ہے کہ طالب علموں کے سبق میں مقدم کیا جائے پیشتر آنے والا یعنی اگر وہ سب ایک دوسرے کے بعد آئے ہوں اور وہاں کچھ دلیل پیشتر آنے کی ہو تو اسی پر عمل ہوگا ورنہ قرعہ ڈال لیا جائے گا جیسے سب کے ایک ساتھ آنے میں قرعہ ڈالا جاتا ہے چنانچہ ایک ساتھ جلنے والوں اور ڈوبنے والوں میں جب اول نہیں معلوم ہوتا اور یہ ٹھہرا لیا جاتا ہے کہ گویا وہ سب ساتھ ہی مرے ہیں تمام ہوا قول تاتارخانیہ کا ہم تشبیہ جلنے والوں اور ڈوبنے

Marfat.com

والوں کی صرف میں ہے کہ درصورت نہ معلوم ہونے ترتیب کے ایسا کیا جاتا ہے کہ سب ایک ساتھ ہیں اور قرعہ ڈالنے میں تشبیہ نہیں اس لیے کہ جلنے اور ڈوبنے والوں میں قرعہ نہیں ہوتا کذا فی الشامی وفی المحاسن القراء لابن وہبان قیل ان لم یکن للشیخ معلوما جاز ان یقدم من شاء واکثر مشائخنا علی تقدیم الاسبق واول من سنہ ابن کثیر اور ابن وہبان کی محاسن القراء میں ہے کہ بعض علماء کا قول یہ ہے کہ اگر استاذ کو طالب علموں کے آنے کا حال معلوم نہ ہو تو جائز ہے کہ جس کو چاہے مقدم کرے اور ہمارے اکثر مشائخ پیشتر آنے والے کی تقدیم پر ہیں اور اول جس نے یہ طریقہ مقرر کیا ابن کثیر ہے ھ سمہودی نے جوہر العقد میں یہ روایت کی ہے کہ ایک انصاری آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ پوچھنے آیا اور ایک آدمی ثقیف کی قوم کا اس کے بعد آیا آپ نے فرمایا کہ ایک انصاری تجھ سے پہلے سوال کر رہا ہے اتنا بیٹھ جا کہ اس کی حاجت روا ہو اس سے معلوم ہوا کہ یہ طریقہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا اور ابن کثیر نے اس میں متابعت آپ کی اختیار کی کذا فی الشامی فان استووا یقرع بین المستویین او الخیار الی القوم فان اختلفوا اعتبر اکثرہم پس اگر مستحقین امامت برابر ہوں یعنی کسی میں وجہ زیادتی اور ترجیح کی موجود نہ ہو تو برابر صفات والوں میں قرعہ ڈالا جاوے یا مقتدیوں کو اختیار ہے کہ جس کو چاہیں امام بنائیں پھر اگر اختیار میں مقتدی مختلف ہوں کچھ کسی کو چاہیں کچھ دوسرے کو تو اعتبار ان کے اکثر کا ہے یعنی جس امام کو بہت مقتدی پسند کریں وہی امامت کرے ولو قدموا غیر الاولی اساؤا ولا اثم اور اگر مقتدی اولی کے سوا دوسرے کو پیش امام کر دیں گے تو برا کریں گے بدون گناہ کے یعنی ترک سنت کی وجہ سے برا کریں گے اور گنہگار نہ ہوں گے واعلم ان صاحب البیت ومثلہ امام المسجد الراتب اولی بالامامۃ من غیرہ مطلقا الا ان یکون معہ سلطان او قاض فیقدم علیہ لعموم ولایتہما صرح الحدادی بتقدیم الوالی علی الراتب اور جان کہ گھر کا مالک امامت کے واسطے بہتر ہے دوسرے لوگوں سے ہر حال میں یعنی گو دوسرا اس سے عالم اور قاری ہو تب بھی مالک مکان افضل ہے اور مالک کے مانند ہے امام معین مسجد کا یعنی وہ بھی اپنے غیر سے بہتر ہے اگرچہ غیر اس سے صفات گذشتہ میں فائق ہو مگر اس صورت میں کہ ہووے مالک یا امام معین کے ساتھ بادشاہ یا قاضی کہ بادشاہ یا قاضی مالک وغیرہ پر مقدم ہوگا بہ سبب عام ہونے ولایت وتصرف بادشاہ اور قاضی کی تصریح کی ہے حدادی نے والی کے مقدم کرنے کی امام معین پر والمستعیر والمستاجر احق من المالک لما مر اور مکان کا عاریت لینے والا اور کرایہ دار زیادہ حق دار ہیں بہ نسبت مالک کے اس وجہ سے کہ پیشتر گذری ھ شامی نے کہا کہ شارح کو لما مر کہنا مناسب نہ تھا کیوں کہ اوپر عموم ولایت کا ذکر ہے حالاں کہ مستعیر اور کرایہ دار کی ولایت عام نہیں تو یوں کہنا چاہیے تھا لان الولایۃ لہما فی ہذہ الحالۃ دون المالک یعنی اس وقت ان دونوں کا تصرف ہے نہ مالک کا ولو امام قوما وہم لہ کارہون ان الکراہۃ لفساد وفیہ اولاہم احق بالامامۃ منہ کرہ لہ ذلک تحریما لحدیث ابی داؤد ولا یقبل اللہ صلوۃ من تقدم قوما وہم لہ کارہون وان ہو احق لا والکراہۃ علیہم اور اگر کوئی شخص ایک قوم کا امام ہو اور وہ لوگ اس کو برا جانتے ہوں تو اگر ان کی نفرت امام کے اندر کسی خرابی کے لیے ہے یا اس وجہ سے کہ وہ لوگ بہ نسبت امام مذکور کے زیادہ مستحق امامت کے ہیں تو اس شخص کو امام ہونا مکروہ تحریمی ہے بسبب حدیث ابی داؤد کے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز نہیں قبول کرتا جو ایک قوم کی امامت کرے اور وہ لوگ اس سے نفرت رکھیں اور اگر امام مذکور زیادہ حقدار امام ہونے کا ہو تو اس کے حق میں امام ہونا مکروہ نہیں اور مقتدیوں کو اس سے نفرت کرنا مکروہ ہے ویکرہ تنزیہا امامۃ عبد ولو معتقا قہستانی عن الخلاصۃ ولعلۃ لما قدمناہ من تقدم الحر الاصلی اذ الکراہۃ تنزیہیۃ فتنبہ اور مکروہ تنزیہی ہے امام ہونا غلام کا اگرچہ آزاد ہو گیا ہو کذا فی القہستانی عن الخلاصۃ اور شاید کہ اس کی وجہ وہی ہے جو ہم پیش تر بیان کر چکے ہیں یعنی حر اصلی کا مقدم ہونا آزاد شدہ پر اولیٰ ہے کیوں کہ کراہت اس مسئلہ میں تنزیہی ہے اور وہ ترک اولیٰ سے ہوا کرتی ہے پس خبردار ہو جا ہم ایک نسخہ میں لعلہ لما قدمناہ کی جگہ والعلۃ ما قدمناہ ہے یعنی وجہ اس کی یہ ہے جو ہم پہلے

Marfat.com

لکھ چکے ہیں واعرابیٌ وشکہ ترکمان واکراد وعامی اور مکروہ ہے امامت بدوی کی اور مثل بدوی کے قوم ترکمان اور کرد اور جاہل آدمی ہیں یعنی امامت مکروہ ہے اور علت کراہت غلبہ جہالت ہے اور لوگوں کا تنفران کی امامت سے وفاسق واعمی ونحوہ الاعشی نہر اور مکروہ ہے امامت فاسق اور اندھے کی اور مثل اندھے کے ہے وہ شخص جس کو رات اور دن میں کم سوجھتا ہو کذا فی النہر ہم اندھے کی امامت کی کراہت بوجہ نہ بچنے نجاست سے ہے صاحب نہر الفائق نے بحث کی راہ سے کہا کہ اس امر میں کم سوجھ آدمی بھی ایسا ہی ہے الا ان یکون ای غیر الفاسق اعلم القوم فہو اولی مگر یہ کہ ہووے ہر واحد سابق کے شخصوں سے سواء فاسق کے زیادہ عالم قوم کا تو اس صورت میں اس کا امام ہونا اولی ہے ہم فاسق کا استثنا اس لیے کیا کہ باوجود عالم ہونے کے بھی اس کی امامت خالی کراہت سے نہیں کیوں کہ امامت میں اس کی تعظیم ہے حالاں کہ شرعًا مقتدیوں پر اس کی اہانت واجب ہے مفتی ابو السعود نے کہا کہ اس تعلیل کا مفاد یہ ہے کہ امامت فاسق کی مکروہ تحریمی ہے اور اندھے کی امامت میں ہر چند عالم ہونے سے علت کراہت یعنی نہ بچنا نجاست سے موجود رہتی ہے مگر اس میں نص صریح کے ہونے سے کراہت جاتی رہی یعنی ابن ام مکتوم اور عتبانؓ باوجودیکہ اندھے تھے مگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مدینہ منورہ میں اپنا نائب کیا تھا نماز پڑھانے کو کیوں کہ مردوں میں ان سے زیادہ لائق موجود نہ تھا کذا فی الطحطاوی والشامی ومبتدع ای صاحب بدعۃ وہی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندۃ بل بنوع شبہۃ اور مکروہ ہے امامت مبتدع یعنی بدعت والے کی اور بدعت اعتقاد کرنا ہے خلاف اس بات کے جو مشہور ہے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ بروجہ عناد اعتقاد مخالف کا کرنا کفر ہے قطعا بلکہ اعتقاد ہو کسی قسم کے شبہ سے ہم شمنی نے تعریف بدعت کی یہ کی ہے کہ جو چیز کسی قسم کے شبہ استحسان سے پیدا ہو مخالف اس حق کے جس کی تعلیم آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے خواہ وہ حق بات علم ہو یا عمل یا حال اور اس چیز کو دین متین اور صراط مستقیم ٹھہرا لیا ہو اس تعریف میں بدعت صرف اعتقاد کا نام نہیں جیسا شارح کی تعریف سے مفہوم ہوتا ہے وکل من کان من قبلتنا لا یکفر بما حتی الخوارج الذین یستحلون دمائنا واموالنا وسب اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم وینکرون صفاتہ تعالیٰ وجواز رؤیتہ لکونہ عن تاویل وشبہۃ اور جتنے لوگ کہ ہمارے قبلہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں وہ بدعت سے کافر نہیں ہوتے یہاں تک کہ فرقہ خارجیوں کا بھی کافر نہیں جو ہماری جان اور مال حلال جانتے ہیں اور گالی دینا اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو روا سمجھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی صفات کے اور اس کی دیدار کے جواز کے منکر ہیں یہ لوگ کافر نہیں بسبب ہونے اس اعتقاد کے تاویل اور شبہہ سے ہم تاویل عبارت ہے معنی بنا لینے سے یعنی ان کا اعتقاد اس جہت سے بگڑا کہ معنی نص کو اپنے مطلب کے موافق بنا لیا جو معنی سلف صالحین سے مروی تھے ان کے پابند نہ ہوئے طحطاوی نے کہا کہ انکار صفات الٰہی مذہب معتزلہ کا ہے نہ خارجیوں کا ہاں اگر خارجی سے وہ مراد ہو جو طریقہ اہلسنت سے خارج ہو تو شارح کا قول ان کے انکار صفات الٰہی کا درست ہوگا بدلیل قبول شہادتہم الا الخطابیۃ خارجی کافر نہیں بدلیل مقبول ہونے ان کی گواہی کے یعنی اگر کافر ہوتے تو کافر کی گواہی مسلمان پر مقبول نہیں ان کی بھی نہ ہوتی حالانکہ ان کی گواہی مقبول ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ مسلمان ہیں لیکن بدعتی ہیں بجز فرقہ خطابیہ کے کہ ان کی گواہی مقبول نہیں طحطاوی نے کہا کہ وجہ ان کی گواہی مقبول نہ ہونے کی یہ نہیں کہ وہ کافر ہیں بلکہ یہ وجہ ہے کہ وہ اپنے ساتھ والوں کے لیے جھوٹی گواہی دینے کو دین سمجھتے ہیں ومنا من کفر ہم اور ہم حنفیوں میں بعض ایسے ہیں جو خارجیوں یعنی بدعتیوں کو کافر کہتے ہیں ہم شامی نے کہا کہ معتمد اس کے خلاف ہے چنانچہ بحر الرائق میں خلاصہ سے بعض فروع ایسے ذکر کیے ہیں جن سے بدعتیوں کا کفر پایا جاتا ہے مگر ان کے بعد کہا کہ مذہب معتمد یہ ہے کہ اہل قبلہ میں سے کسی کو کافر نہ کہا جاوے وان انکر بعض ما علم من الدین ضرورۃ کفر بہا کقولہ ان اللہ تعالیٰ جسم کالاجسام والکل صبۃ الصدیق فلا یصح الاقتداء بہ اصلا فلیحفظ اور اگر بدعتی منکر ہو کسی ایک بات کا جو دین میں ضروری جانی گئی ہو تو وہ اس بدعت سے کافر

لف الاعمش

Marfat.com

ہوجائے گا مثلاً اس کا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ جسم ہے مانند اور جسموں کے اور انکار کرنا صحبت حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یعنی جس کی خبر قرآن مجید میں ہے اذیقول لصاحبہ لاتحزن کذا فی الحلبی تو ایسے بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنی ہرگز درست نہیں تو اس کو یاد رکھنا چاہیے وولد الزنا اور مکروہ ہے امامت ولد الزنا کی کیوں کہ لوگوں کو اس سے نفرت ہوتی ہے ہذا ان وجد غیرہم والا فلا کراہۃ بحر بحثا مکروہ ان کی امامت اس وقت ہے کہ ان کے سوا دوسرے امام ان سے بہتر موجود ہیں اور اگر ان سے بہتر کوئی اور وہاں نہیں تو کراہت بھی نہیں ایسا مذکور ہے بحرالرائق میں بحث کی راہ سے وفی النہر عن المحیط صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعۃ اور نہر الفائق میں محیط سے منقول ہے کہ اگر نماز پڑھے پیچھے فاسق یا بدعتی کے تو جماعت کا ثواب پاوے لیکن علم اس سے معلوم ہوا کہ تنہا پڑھنے سے ان کے پیچھے پڑھنا بہتر ہے کذا فی الشامی وکذا انکرہ خلف امرد وسفیہ اور اسی طرح مکروہ تنزیہی ہے نماز پیچھے بے ریش کے اور پیچھے کم عقل کے م شیخ زمتی محشی نے کہا کہ امرد سے مراد خوب صورت ہے کہ محل فتنہ ہوتا ہے اور جب سب میں زیادہ عالم وہی ہے اور خوف شہوت یا لوگوں کی نفرت کا نہ ہو تو نماز بلا کراہت صحیح ہے اور سفیہ اس کو کہتے ہیں جو تصرف مقتضائے شرع یا عقل کے موافق خوب نہ کرسکتا ہو ومفلوج وابرص شائع برصہ اور مکروہ ہے نماز پیچھے فالج زدہ اور برص والے کے جس کا برص پھیل گیا ہو ھم برص ایک مرض ہے کہ بدن پر اس کے مخالف رنگ کے داغ سفید یا سیاہ ہوجاتے ہیں اور وجہ کراہت وہی تنفر ہے وشارب الخمر وآکل الربو ونمام ومراء ومتصنع اور مکروہ ہے نماز پیچھے شراب خور اور سود کھانے والے اور چغل خور اور ریاکار کے اور تکلف والے کے م شامی نے حلبی سے نقل کیا کہ یہ پانچوں فاسق میں آ گئے ان کو علیحدہ لکھنا تکرار بے فائدہ ہے اور فرق ریاکار اور متکلف میں یہ ہے کہ ریاکار وہ ہے جس کا مقصود لوگوں کی نمائش ہو خواہ طاعت کو اچھی طرح ادا کرے یا نہیں اور متکلف وہ ہے کہ بناوٹ اور تکلف سے طاعت کو اچھی طرح ادا کرے تو متکلف خاص ہے بہ نسبت ریاکار کے ومن ام باجرۃ فہستانی اور مکروہ ہے نماز اس کے پیچھے جو امامت کرے مزدوری لے کر کذا فی الفہستانی ھم یہ مسئلہ متقدمین کے مذہب پر مبنی ہے کہ طاعتوں پر اجرت لینا باطل ہے اور مفتی بہ متاخرین کے نزدیک یہ ہے کہ تعلیم اذان اور قرآن اور امامت پر اجرت لینا درست ہے ضرورت کی وجہ سے کیوں کہ مفت یہ امور کوئی نہیں کرتا تو اگر ان پر اجرت لینے کو ناجائز کہا جاوے تو یہ باتیں یک قلم موقوف ہوجائیں زاد ابن ملک وخالف کشافعی لکن فی وتر البحر ان یتیقن المراعاۃ لم یکرہ او عدمہا لم یصح وان شک کرہ ابن ملک نے اتنا زیادہ کہا ہے کہ مکروہ ہے نماز پیچھے مخالف مذہب مثلاً شافعی کے لیکن بحرالرائق کے وتر کی بحث میں یہ تفصیل ہے کہ اگر مقتدی یقین کرے مراعات امام کا یعنی یہ جانے کہ فروض میں جو شرطیں اور رکن مقتدی کے اعتقاد میں ہیں امام ان کی رعایت کرے گا تو اقتداء مکروہ نہ ہوگا یا عدم مراعات کا یقین کرے تو اقتداء صحیح نہ ہوگا اور اگر شک کرے گا مراعات اور عدم مراعات میں تو اس صورت میں اقتدا مکروہ ہوگا ھم ملا علی قاری نے اپنے رسالہ الاہتداء فی الاقتدا میں کہا کہ ہمارے اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ اقتدا حنفی کا مثلاً شافعی کے پیچھے جائز ہے بشرطیکہ شافعی خلاف کی جگہوں میں احتیاط کرے یعنی فصد اور نکسیر کے بعد مثلاً وضو کرلے اور اگر احتیاط نہ کرے تو اقتدا درست نہ ہوگا حاصل یہ کہ رعایت کرنے والے کے پیچھے بلا کراہت درست ہے ورنہ مکروہ ہے شامی نے کہا کہ تفصیل بحرالرائق کی معتمد ہے کہ محققین کا میلان اسی طرف ہے اور قواعد مذہب بھی اسی کے شاہد ہیں ویکرہ تحریما تطویل الصلوۃ علی القوم زائدا علی قدر السنۃ فی قراءۃ واذکار رضی القوم اولا لاطلاق الامر بالتخفیف نہر اور مکروہ تحریمی ہے طول دینا نماز کا قوم پر قراءت اور ذکروں میں مقدار سنت سے زیادتی کرکے قوم راضی ہو یا نہیں یہ بڑھانا مکروہ ہے بسبب مطلق ہونا امر کے واسطے خفیف پڑھنے نماز کے کذا فی النہر م صحیحین میں ہے کہ جب کوئی تم میں سے لوگوں کو نماز پڑھاوے تو چاہیے کہ تخفیف کرے کیوں کہ لوگوں میں کم زور اور بیمار اور بوڑھے بھی ہیں الحدیث صاحب بحرالرائق نے اس سے یہ نکالا کہ تخفیف کے ساتھ پڑھنا واجب ہے اس لیے شارح نے ترک تخفیف یعنی تطویل کو

Marfat.com

مکروہ تحریمی کہا وفی الشرنبلالیہ ظاہر حدیث معاذ انہ لایزید علی صلوۃ اضعفہم مطلقاً ولذا قال الکمال الا لضرورۃ اور شرنبلالیہ میں ہے کہ ظاہر حدیث معاذ رضی اللہ عنہ کا یہ ہے کہ امام نہ زیادہ کرے قراءت کو ضعیف ترین مقتدی کی نماز سے مطلقاً یعنی اگرچہ قراءت مسنون سے کم ہو اور اسی وجہ سے کمال الدین نے فتح القدیر میں کہا ہے کہ قدر مسنون سے کم نہ کرے مگر ضرورت کی جہت سے ہم مراد حدیث معاذ سے حدیث مسلم کی ہے کہ حضرت معاذؓ نے سورہ بقرہ عشاء کی نماز میں شروع کی تو ایک مقتدی نے سلام پھیر کر تنہا نماز پڑھی اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت حضرت معاذؓ کی بیان کی تو آپ نے ان کو فرمایا کہ تم کیا لوگوں کو فتنہ میں ڈالتے ہو جب امامت کرو تو والشمس وضحٰہا اور سبح اسم اور اقرأ اور واللیل پڑھا کرو شامی نے کہا کہ شرنبلالی نے جو اس حدیث سے یہ نکالا کہ ضعیف تر مقتدی کی نماز سے زائد نہ کرے گو قدر مسنون سے کم ہو جائے یہ بات اس سے نہیں نکلتی بلکہ یہ نکلتا ہے کہ مقدار مسنون سے زائد نہ پڑھے چنانچہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو فرمایا کہ سورہ شمس اور واللیل وغیرہا پڑھا کریں جو عشاء میں مسنون ہیں باوجودیکہ قوم معاذؓ کا عذر ثابت تھا اور یہی مطلب کمال کی عبارت کا ہے کہ مقدار مسنون سے کم نہ کرے مگر ضرورت کی وجہ سے یہ نہیں کہ ضعیف کی رعایت کرے اگرچہ قدر مسنون سے کم ہو جائے جیسا کہ شرنبلالی نے سمجھا ہے وصح انہ علیہ الصلوۃ والسلام قرأ بالمعوذتین فی الفجر حین سمع بکاء صبی اور صحیح ہوا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز میں معوذتین پڑھیں جب کہ رونا ایک بچہ کا سنا ہم نماز فجر میں طوال مفصل کا پڑھنا مسنون ہے مگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار معوذتین پڑھا سلام کے بعد لوگوں نے عرض کیا کہ آپ نے اختصار فرمایا آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے ایک بچہ کا رونا سنا تو ڈرا کہ کہیں اس کی ماں نہ گھبراوے اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت مقدار مسنون سے کم کرنا امام کو شایان ہے ویکرہ تحریما جماعۃ النساء ولو فی التراویح فی غیر صلوۃ جنازۃ لانہا لم یشرع مکررۃ فلو انفردن تفوتہن بفراغ احد الرجل اور مکروہ تحریمی ہے جماعت صرف عورتوں کی اگرچہ نماز تراویح کی جماعت ہو سوائے نماز جنازہ کے کہ نماز جنازہ میں ان کی جماعت مکروہ نہیں اس لیے کہ نماز جنازہ دوبارہ تو مشروع نہیں تو اگر تنہا سب نماز پڑھیں گے تو ایک عورت کے فارغ ہونے سے باقی عورتوں کی نماز فوت ہو جائے گی کہ دوبارہ پڑھنا نماز جنازہ کا مکروہ ہے اس لیے ان کو جماعت کرنی جنازہ کی نماز میں مکروہ نہ ہوئی ہم نماز جنازہ فرض ایک ہی بار ہے دوسری بار پڑھنا نفل مکروہ ہے تو جب ایک عورت تنہا نماز پڑھے گی تو فرض ادا ہو جائے گا باقی عورتیں اس سے محروم رہ جائیں گی اس لیے جماعت میں پڑھنے سے سب کو فضیلت فرض کی فوت نہ ہوگی اور یہ مسئلہ اس صورت میں ہے کہ جنازہ پر صرف عورتیں ہوں ولو امت فیہا رجالا تعاد لسقوط الفرض بصلوتہا الا اذا استخلفہا الامام وخلفہ رجال ونساء فتفسد صلوۃ الکل اور اگر نماز جنازہ میں مردوں کی امام ہوئی تو نماز دوبارہ نہ پڑھی جاوے بہ سبب ساقط ہونے فرض کے عورت کی نماز سے یعنی مردوں کی نماز تو سرے سے منعقد نہیں ہوئی تھی تو تنہا امام کی نماز ہوئی اسی سے فرض ساقط ہو گیا کذا فی الحلبی مگر اس صورت میں اعادہ نماز کا چاہیے جب کہ عورت کو امام خلیفہ کر دے اور امام کے پیچھے مرد اور عورتیں ہوں کیوں کہ خلیفہ کرنے سے نماز سب کی فاسد ہو جائے گی ہم شیخ رحمتی نے وجہ سب کے نماز فاسد ہونے کی یہ بیان کی کہ جب امام نے ایسے شخص کو خلیفہ کیا جو لائق امامت نہیں تو خود اس کا مقتدی ٹھہرا اس لیے اس کی نماز فاسد ہوئی اور اس کی نماز کے فساد سے سب مقتدیوں کی نماز فاسد ہو گئی فان فعلن تقف الامام وسطہن فلو تقدمت امثت الا الخنثی فتقدمہن پھر اگر عورتیں باوجود کراہت کے جماعت کریں تو امام عورت ان کے بیچ میں کھڑی ہو تو اگر آگے بڑھ کر کھڑی ہو گی تو گناہ گار ہو گی بجز خنثی کے کہ وہ عورتوں سے آگے بڑھ کر کھڑا ہو نہ بیچ میں ہم لفظ امام میں مذکر و مؤنث برابر ہیں اور بیچ میں کھڑے ہونے سے یہ مراد ہے کہ صف کے برابر ایسی طرح کھڑی ہو کہ اس کی ایڑیاں صف کی ایڑیوں سے آگے نکلی رہیں اور خنثی کے آگے بڑھنے کی یہ وجہ ہے کہ اگر اس کو مرد فرض کریں تو عورتوں کی برابری سے اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اسی وجہ سے کسی کی نماز

Marfat.com

نہ ہوگی کذا فی الطحطاوی کالعراۃ فیتوسطھم الامام ونکرہ جماعتھم تحریما فتح جیسے ننگے آدمی کہ امام ان کے بیچ میں کھڑا ہو اور ان کی جماعت مکروہ تحریمی ہوگی کذا فی الفتح ھم بیچ میں کھڑے ہونے کی قید سے افادہ کیا کہ تشبیہ ننگوں اور عورتوں کی جماعت میں صرف بیچ میں کھڑے ہونے سے ہے ہر وجہ سے نہیں کیوں کہ ننگوں کو بیٹھ کر نماز پڑھنا افضل ہے بخلاف عورتوں کے کذا فی البحر اور وجہ کراہت جماعت کی غالباً دیکھنا دوسرے کی برہنگی کا ہے ویکرہ حضورھن الجماعۃ ولو لجمعۃ وعید ووعظ مطلقا ولو عجوزا لیلا علی المذھب المفتی بہ لفساد الزمان واستثنی الکمال بحثا العجائز المتفانیۃ اور مکروہ ہے حاضر ہونا عورتوں کا جماعت میں اگرچہ حاضر ہونا جمعہ میں اور عید میں اور وعظ میں ہو مطلقا یعنی اگرچہ بوڑھی عورت ہو یا جوان رات کو مجمع میں حاضر ہو یا دن کو مکروہ ہے مذہب مفتی بہ پر بسبب خرابی زمانہ کے اور استثنا کیا ہے اس حکم سے کمال نے براہ بحث بوڑھی عورتوں فانی کو ہم آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں عورتیں جماعت میں حاضر ہوتی تھیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عورتوں کو مسجدوں میں جانے سے منع فرمایا عورتوں نے ان کی شکایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کی آپ نے جواب دیا کہ اگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ حال معلوم ہوتا جو عمرؓ کو معلوم ہوا تو تم کو اجازت مسجد میں جانے کی نہ دیتے اس سے متاخرین نے فتوی دیا کہ عورتوں کا نکلنا جماعتوں میں مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی کما تکرہ امامۃ الرجل لھن فی بیت لیس معھن رجل غیرہ ولا محرم منہ کاختہ او زوجتہ او امتہ اما اذا کان معھن واحد ممن ذکرا وامھن فی المسجد لا یکرہ بحر جیسے مکروہ ہے امام ہونا مرد کا عورتوں کو ایسے گھر میں کہ امام کے سوا کوئی مرد عورتوں کے پاس نہ ہو اور نہ کوئی محرم امام کی عورتوں میں ہو مثلاً امام کی بہن یا زوجہ یا لونڈی تو اگر عورتوں کے ساتھ ان میں سے جن کا ذکر ہوا کوئی ہو یا مرد ان کی امامت مسجد میں کرے تو مکروہ نہ ہوگا کذا فی البحر ھم یعنی مرد اگر عورتوں کا امام ہو تو خلوت کے مکان میں نہ ہو یہاں تک کہ مسجد میں ہو تو دروازہ مسجد کا کھلا ہونا چاہیے اور جماعت گوشہ میں نہ ہو اور اگر خلوت میں جماعت ہو تو دوسرے مرد یا محرم عورت کا ہونا ضروری ہے کذا فی القہستانی ویقف الواحد ولو صبیا اما الواحدۃ فتتاخر ما وی یا ای مساویا یمین امامہ علی المذھب اور کھڑا ہو ایک مقتدی اگرچہ لڑکا ہو محاذی یعنی امام کے برابر اس کے داہنی طرف مذہب قوی پر یعنی بخلاف اوس قول کے کہ امام محمد سے منقول ہے کہ مقتدی اتنا پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو کہ اس کی انگلیاں امام کی ایڑی کے پاس ہوں شارح نے کہا کہ اگر مقتدی صرف ایک عورت ہو تو وہ پیچھے امام کے کھڑی ہو شامی نے کہا کہ امام کو چاہیے کہ مقتدی کو داہنی طرف کھڑا ہونے کے لیے کہہ دے ولا عبرۃ بالراس بل بالقدم فلو صغیرا فالاصح مالم یتقدم اکثر قدم المؤتم لانفسد اور اعتبار نہیں سر کا یعنی سجدہ کی حالت میں اگر مقتدی کا سر بوجہ دراز قد ہونے کے امام سے آگے نکل جاتا ہو تو اس کا اعتبار نہیں بلکہ قدم کا اعتبار ہے کہ قدم امام سے آگے نہ نکلے پھر اگر قدم امام کا چھوٹا ہو تو صحیح تر قول یہ ہے کہ جب تک اکثر قدم مقتدی کا آگے نہ بڑھے گا تو نماز فاسد نہ ہوگی یعنی ٹخنوں کا بڑھنا ضرر نہیں کرتا فلو وقف عن یسارہ کرہ اتفاقا وکذا یکرہ خلفہ علی الاصح لمخالفۃ السنۃ پھر اگر ایک مقتدی اس کے بائیں طرف کھڑا ہو تو مکروہ تنزیہی ہے بالاتفاق اور اسی طرح مکروہ تنزیہی ہے کھڑا ہونا امام کے پیچھے صحیح تر قول میں بسبب مخالفت کرنے طریقہ سنت کے والزائد یقف خلفہ فلو توسط اثنین کرہ تنزیہا وتحریما لو اکثر اور ایک سے زائد مقتدی کھڑے ہوں امام کے پیچھے پس اگر امام دو کے بیچ میں کھڑا ہوگا تو مکروہ تنزیہی ہوگا اور اگر دو سے زائد کے بیچ میں کھڑا ہوگا تو مکروہ تحریمی ہوگا شامی نے کہا کہ اس سے مستفاد ہوا کہ صف سے آگے بڑھ کر کھڑا ہونا امام کو واجب ہے چنانچہ ہدایہ اور فتح القدیر سے ظاہر ہوتا ہے ولو قام واحد بجنب الامام وخلفہ صف کرہ اجماعا اور اگر ایک شخص امام کے برابر کھڑا ہو اور پیچھے امام کے جماعت ہے تو مکروہ ہے بالاتفاق ھم اگر ایک مقتدی امام کے برابر کھڑا ہو پھر دوسرا آیا تو بعضوں نے کہا کہ امام آگے بڑھ جاوے ایک ڈگ میں اور بعضوں نے کہا کہ مقتدی اول پیچھے کو ہٹے اور بعضوں نے کہ دوسرا مقتدی نیت باندھ کر پہلے کو ہٹا لے اور بے نیت اگر ہٹا دے گا تب بھی مضائقہ نہیں اور

Marfat.com

اگر دوسرا مقتدی امام کے بائیں جانب کھڑا ہو جائے تو امام دونوں کو پیچھے ہٹنے کا اشارہ کر دے اور یہ امر بہتر ہے اس لیے کہ امام متبوع ہے نہ تابع اور صف کرنا پیچھے امام کے مقتدیوں کا کام ہے نہ امام کا اس لحاظ سے امام کا اسی جگہ رہنا بہتر ہے اور اسی کی موید ہے حدیث مسلم کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہ ایک غزوہ میں میں ہمراہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گیا آپ نماز کو کھڑے ہوئے میں آپ کے بائیں طرف آ کر کھڑا ہوا آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر داہنی طرف کو گھما لیا اس کے بعد ابن عمر آئے اور آپ کے بائیں جانب کھڑے ہوئے آپ نے ان کے دونوں ہاتھ پکڑے اور ہم دونوں کو پیچھے دھکیلا یہاں تک کہ ہم کو اپنے پیچھے کھڑا کیا کذا فی الشامی ویصف او یصفهم الامام بان یامرهم بذلک قال الشمنی وینبغی ان یامرهم بان یتراصوا ویسدوا الخلل ویسووا مناکبهم اور صف باندھیں یعنی مقتدیوں کی صف کرا دے امام اس طرح کہ ان کو حکم کرے صف باندھنے کا شمنی نے کہا کہ امام کو چاہیے کہ مقتدیوں کو امر کرے کہ ایک دوسرے سے ملے رہیں اور دو شخصوں کے بیچ میں کی جگہ کو بند کریں اور اپنے شانوں کو برابر رکھیں ویقف وسطاً اور امام درمیان میں کھڑا ہو یعنی ایسی طرح کھڑا ہو کہ داہنے اور بائیں دونوں طرف صف مساوی ہو شامی نے مبسوط سے نقل کیا کہ سنت ہے امام کا کھڑا ہونا محراب میں تاکہ دونوں طرفین برابر ہو جاویں اور اگر امام ایک طرف صف کے کھڑا ہو گا تو مکروہ ہو گا اور جب امام کے دونوں طرف برابر ہوں تو اب جو مقتدی آوے وہ داہنے طرف ملے اور اگر صف کے بیچ میں جگہ چھوٹی ہو تو اس میں کھڑا ہو جائے اور اگر صف بھر چکی ہو تو دوسرے مقتدی کا انتظار کرے کہ اس کے ساتھ مل کر پیچھے کھڑا ہو اور اگر اس اثنا میں امام رکوع کر دے تو کسی مسئلہ جاننے والے کو صف میں سے کھینچ کر اپنے برابر کر دے اور اگر ایسا شخص اس کو نہ ملے تو امام کے پیچھے اس کی سیدھ میں اکیلا کھڑا ہو جائے ضرورت کے لیے وخیر صفوف الرجال اولها فی غیر جنازة ثم ثانیها وشرها آخرها مردوں کی سب سے پہلی ہے سوائے جنازہ کے پھر دوسری تیسری سے بہتر ہے پھر تیسری چوتھی سے اور علی ہذا القیاس ہم بحر الرائق میں وجہ اولویت صف اول کی یہ لکھی ہے کہ اخبار میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ جب رحمت جماعت پر نازل فرماتا ہے تو اول امام پر نازل کرتا ہے پھر وہ رحمت امام کے بعد اس شخص پر ہوتی ہے جو صف اول میں امام کی سیدھ پر ہو پھر داہنی طرف والوں پر پھر بائیں طرف والوں پر پھر صف دوم پر اسی طرح اور غیر جنازہ کی قید اس لیے لگائی کہ جنازہ میں سب سے پچھلی صف بہتر ہے اس لیے کہ منظور جنازہ میں زیادہ ہونا صفوں کا ہے تو اگر پہلی بہتر ہو تو آدمیوں کی قلت کی صورت میں کوئی پیچھے کھڑا ہونا پسند نہ کرے کذا فی الشامی ولو صلی علی رفرف المسجد ان وجد فی صحنه مکانا کره کقیامه فی صف خلف صف فیه فرجة اور اگر نماز پڑھے مسجد کی طاق پر تو اگر صحن مسجد پر جگہ تھی تو مکروہ ہو گی جیسے مکروہ ہے کھڑا ہونا نمازی کا اس صف کے پیچھے کی صف میں جس میں جگہ چھوٹی ہوئی ہو م رفرف طاق عمارت کو کہتے ہیں تو اگر کوئی بلا عذر نمازی باوجود صف میں جگہ ہونے کے کسی طاق پر چڑھ کر نماز پڑھے گا تو نماز مکروہ ہو گی اس لیے کہ اس طرح پڑھنے سے صف کے پورا ہونے میں خلل پڑتا ہے اور اگر کسی عذر سے کھڑا ہوا مثلاً وہ شخص مکبر ہے اور طاق پر چڑھنے سے آواز سب صفوں میں پہنچے گی تو اس صورت میں مکروہ نہیں اور نمازی نے بعد نیت کے اگر اپنے سامنے کی صف میں جگہ چھوٹی دیکھی اور اپنی جگہ سے چل کر اگلی صف میں کھڑا ہو گیا تو اس کی نماز فاسد نہ ہو گی پھر فرجہ والی صف کے پیچھے کھڑا ہونا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی اس کی تنقیح چاہیے مگر حدیث شریف میں جو وعید آیا ہے کہ جو شخص صف کو قطع کرے اس کو خدا قطع کرے اس کا مؤید ہے کہ مکروہ تحریمی ہے کذا فی الشامی قلت وبالکراہة ایضاً صرح الشافعیة میں کہتا ہوں کہ فرجہ والی صف کے پیچھے کھڑے ہونے کی کراہت کو شافعیوں نے بھی مصرح کر دیا ہے قال السیوطی فی بسط الکف فی اتمام الصف وهذا الفعل مفوت لفضیلة الجماعة الذی هو التضعیف لا لاصل برکة الجماعة فتضعیفها غیر برکتها ہی عود برکة الکامل منهم علی الناقص انتہی سیوطی شافعی نے اپنی کتاب بسط الکف فی اتمام الصف میں بیان کیا ہے کہ صف میں جگہ چھوڑنا جماعت کے ثواب کو فوت کرتا ہے ثواب سے مراد کئی گنا ہوتا ہے نماز کا اصل برکت جماعت کو فوت نہیں کرتا کیونکہ

Marfat.com

تضعیف دوسری چیز ہے برکت کے سوا اور جماعت کی برکت یہ ہے کہ نمازیوں میں سے کامل شخص پر کی رحمت ناقص پر چلی آوے انتہی ھ یعنی یہ جو وارد ہے کہ جماعت کی نماز تنہا پڑھنے سے پچیس یا ستائیس گنی زیادہ ہے فرجہ چھوڑنے سے یہ ثواب نہیں ملتا بلکہ اصل برکت جماعت کی ملتی ہے یعنی جو کامل شخصوں کے اخلاص کے سبب سے رحمت نازل ہوتی ہے اس میں حاضرین شریک ہوجاتے ہیں کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ حنفیوں کے نزدیک تضعیف بھی ملتی ہے مگر کراہت کے ساتھ ولو وجد فرجۃ فی الاول لا الثانی لہ خرق لتقصیرہم اور اگر نمازی اول صف میں فرجہ پاوے نہ دوسری میں تو اس کو جائز ہے چیرنا دوسری صف کا بسبب قصور کرنے دوسری صف والوں کے ھ یعنی جب کوئی شخص نماز میں داخل ہونا چاہے اور اگلی صفوں میں جگہ دیکھے تو پچھلی صف والوں کے سامنے کو یا ان کو چیر کر اس جگہ میں جا کھڑا ہو کیوں کہ پچھلی صف والوں کا قصور ہے کہ انھوں نے جگہ کو نہ بھرا اس لیے ان کو چیرا یا ان کی نماز کے آگے کو گذرنا کچھ مضائقہ نہیں کس لیے کہ حدیث میں وارد ہے کہ جب کوئی شخص فرجہ دیکھے تو اس کو خود بند کروے اور اگر بند نہ کرے تو دوسرا شخص اس کی گردن پر ہو کر چلا جاوے کہ اس کی کچھ تعظیم نہیں رہی اخرجہ فی الفردوس عن ابن عباس وفی الدر من سدّ فرجۃً غفر لہ اور حدیث میں ہے کہ جو شخص فرجہ بند کرے اس کی مغفرت ہوگی وھم خیارکم الینکم مناکب فی الصلوۃ اور صحیح ہوا ہے یعنی حدیث صحیح میں آیا ہے کہ تم میں بہتر وہ ہیں جو نماز میں زیادہ نرم شانہ ہوں یعنی اگر کوئی صف میں داخل ہونے کے لیے ان کے شانہ پر ہاتھ رکھے تو وہ شانہ کو نرم کر دیں اور اس کو جگہ دے دیں وبہذا یعلم جہل من یستمسک عند دخول داخل بجنبہ فی الصف ویظن انہ ریاءٌ کما بسط فی البحر اور اس حدیث کے مضمون سے معلوم ہوتی ہے جہالت اس شخص کی جو رک رہے جب کوئی صف میں داخل ہونے والا اس کے برابر آنا چاہے اور گمان کرتا ہے کہ دوسرے کو جگہ دینے کی بات ہے جیسا مشرح بیان کیا ہے بحر الرائق میں ھ بحر الرائق میں فتح القدیر سے نقل کیا ہے کہ ریا کا گمان اس لیے ہے کہ نمازی دوسرے کے لیے حرکت کرتا ہے حالانکہ یہ بات نہیں بلکہ دوسرے کو جماعت کی فضیلت ملنے پر مدد دیتا ہے اور فرجہ کے بند کرنے کے حکم کی تعمیل کرتا ہے لکن نقل المصنف وغیرہ عن القنیۃ وغیرہا مایخالفہ لیکن مصنف اور دوسرے لوگوں نے قنیہ اور کتابوں سے وہ مضمون نقل کیا ہے جو مخالف نقل بحر الرائق کے ہے ھ یعنی مصنف وغیرہ نے بہ تبعیت صاحب قنیہ لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے صف کے آدمیوں کو ہٹایا اور وہ اس کے لیے جگہ دینے کو ہٹ گیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اس لیے کہ اس نے نماز میں خارج شخص کا کہنا مانا طحطاوی نے کہا کہ شارح کو اس استدراک کا مذکور نہ کرنا بہتر تھا اس لیے کہ مخالف حدیث کے ہے یعنی جب حدیث سے ثابت ہو گیا کہ دوسرے کو جگہ دینے کے لیے ہٹنا افضل ہے تو پھر فساد نماز کے کیا معنی ثم نقل تصحیح عدم الفساد فی مسئلۃ من جذب من الصف فتاخر فہل ثم فرق فلیحرر پھر مصنف نے نہ فاسد ہونے نماز کی تصحیح کی نقل کی اس مسئلہ میں کہ ایک شخص صف میں سے کھینچا گیا اور وہ پیچھے ہٹ آیا تو کیا اس میں اور پہلے مسئلہ میں کچھ فرق ہے اس کی تنقیح چاہیے ھ مسئلہ قنیہ کی یہ صورت ہے کہ ایک نمازی سے دوسرے نے کہا کہ آگے بڑھ وہ آگے بڑھ گیا یا دوسرے نے صف میں ملنے کے لیے اول کو ہٹایا اور اس نے جگہ دے دی تو بقول صاحب قنیہ نماز فاسد ہوگی کہ مخلوق کے امر کا ماننا پایا گیا اور اگر بدون اس کے امر کے نمازی نے جگہ دے دی تو اس مسئلہ میں اور اس میں کچھ فرق نہیں طحطاوی نے کہا کہ اس مسئلہ کا تفصیل وار بیان کیا جائے تو خوب ہو یعنی دونوں مسئلوں میں اگر ہٹنے والا یہ سمجھے کہ میں اطاعت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کرتا ہوں تو نماز دونوں جگہ فاسد نہ ہوگی اور اگر خیال امر شرعی کا نہ کرے صرف نماز میں شریک ہونے والے کی خاطر سے ہٹے تو نماز فاسد ہوگی الرجال ظاہرہ لیم العبید صف باندھیں امام کے پیچھے مرد شارح نے کہا کہ ظاہر قول مصنف کا یعنی الرجال عام ہے غلاموں کو کہ مرد آزاد ہوں یا غلام یہ قید اس لیے لگائی تاکہ معلوم ہو کہ حلیہ میں جو لڑکوں کو بالغ غلاموں پر مقدم بیان کیا ہے سو درست نہیں اس لیے کہ حدیث میں وارد ہے کہ مجھ سے قریب بالغ رہیں اس سے معلوم ہوا کہ بالغ ہونا آزادی پر مقدم

Marfat.com

ہے ثم الصبیان ظاہرہ تعدد ہم فلو واحدا دخل فی الصف مردوں کے پیچھے لڑکے صف باندھیں جمع کے صیغے کا ظاہر یہ ہے کہ لڑکے کئی ہوں تو پیچھے صف کریں پس اگر ایک لڑکا ہو تو صف میں داخل کیا جائے ہم حلبی نے کہا کہ یہ حکم ہر پیچھے والے کے لیے ہے کہ اگر اکیلا ہو تو اگلی صف میں مل جائے مثلاً خنثیٰ اکیلا ہو تو لڑکوں کی صف میں مل جاوے ہاں جس صورت میں کہ اس کے ملنے سے برابر والے کی نماز جاتی ہو تو پیچھے رہے جیسے اکیلی عورت مردوں کی صف کے پیچھے ہو تو وہ پیچھے ہی رہے کیوں کہ اگر صف میں کھڑی ہو گی تو اس کے برابر والے مرد کی نماز درست نہ ہو گی کذا فی الشامی ثم الخنانی ثم النساء پھر لڑکوں کے پیچھے صف کریں خنثیٰ پھر صف کریں عورتیں قالوا الصفوف الممکنۃ اثنا عشر لکن لا یلزم صحۃ کلہا المعاملۃ الخنانی بالاضر فقہا نے کہا کہ صفیں جو ہو سکتی ہیں بارہ ہیں لیکن لازم نہیں درست ہونا ان سب کا بسبب معاملہ خنثوں کے ساتھ مضر تربات کے ہم بارہ صفیں اس طرح ہو سکتی ہیں کہ مقتدی یا مذکر ہو گا یا مؤنث یا خنثیٰ پھر ہر ایک یا بالغ ہو گا یا نابالغ تو چھ قسموں کے مقتدی ہوئے پھر ان میں سے ہر ایک یا آزاد ہو گا یا غلام پس بارہ ہوئے ان کی تفصیل ترتیب حلیہ میں یوں مذکور ہے کہ اول صف آزاد بالغ کریں دوم آزاد لڑکے سوم غلام بالغ چہارم غلام لڑکے پنجم آزاد بالغ خنثیٰ ششم آزاد لڑکے خنثیٰ ہفتم غلام بالغ خنثیٰ ہشتم غلام لڑکے خنثیٰ نہم آزاد عورتیں بالغ دہم آزاد عورتیں نابالغ یازدہم لونڈیاں بالغ دوازدہم لونڈیاں نابالغ شارح نے کہا ہے کہ ان سب صفوں کا درست ہونا ضرور نہیں کیوں کہ خنثیٰ صحت صف کو ضرر کرتے ہیں اس لیے کہ خنثیٰ کا برابر ہونا دوسرے خنثیٰ کے یا اس کے پیچھے کھڑا ہونا صحیح نہیں کہ شاید اگلا عورت ہو اور پچھلا مرد یا برابر والوں میں ایک خنثیٰ مرد ہو اور دوسرا عورت شامی نے امداد الفتاح سے نقل کیا کہ بالغ خنثوں کو ایک صف میں اس طرح کھڑا کریں کہ دو شخصوں کے بیچ میں کوئی چیز آڑ ہو یا فاصلہ ایک شخص کا چھوٹا رہے کیوں کہ ان کا برابر کھڑا ہونا ایک دوسرے کی نماز کو مضر ہے اور ایک ہی صف میں آزاد اور غلاموں کو جمع کر دیں کہ ایک دوسرے کے پیچھے ہونے میں بھی ضرر ہے واذا حاذتہ ولو بعضو واحدٍ وخصہ الزیلعی بالساق والکعب امرأۃ ولو امۃ مشتہاۃ حالا کبنت تسعٍ مطلقًا وثمانٍ وسبعٍ لو ضمنۃ او ماضیًا کعجوزا درجب کہ محاذی ہو کوئی عورت مرد کے اگرچہ مقابلہ ایک ہی عضو سے ہو اور زیلعی نے خاص کیا ہے محاذات کو ساتھ پنڈلی اور ٹخنے کے گو عورت لونڈی ہو طحطاوی نے کہا کہ یہ شارح نے اس لیے کہا تاکہ معلوم ہو کہ لونڈی کا حکم اس باب میں مختلف نہیں اور شاید ولو امہ بتشدید میم ہو یعنی اگرچہ عورت مذکورہ مرد محاذی کی ماں یا کوئی اور محرم ہو تو اس محاذات سے مرد کی نماز فاسد ہو گی دس شرطوں کے پائے جانے سے اول شرط عورت کا مشتہاۃ یعنی قابل جماع ہونا ہے خواہ اس وقت ہو جیسے نو برس کی لڑکی مطلق یعنی دبلی ہو یا پتلی اور آٹھ اور سات برس کی لڑکی بشرطیکہ موٹی تازی ہو خواہ بزمانہ ماضی مشتہاۃ ہو مثلاً بوڑھیا ہم ظاہر کلام شارح اس پر دلالت کرتا ہے کہ محاذات یعنی برابری اور سیدھ عورت کے کسی عضو کی مرد کے کسی عضو کے ساتھ مفسد نماز ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ قاضیخان نے تصریح کی ہے کہ عورت کے عضو سے مراد اس کا قدم ہے یعنی عورت کا قدم اگر مرد کے کسی عضو کی سیدھ یا برابری میں ہو گا تو نماز مرد کی فاسد ہو جائے گی خواہ عورت اور مرد برابر کھڑے ہوں خواہ عورت آگے ہو اور مرد اس کے پیچھے اور یہ جو شارح نے مشتہاۃ ہونے کے لیے برسوں کی تعداد مذکور کی ہے تو طحطاوی نے کہا کہ قول معتمد نہیں کیوں کہ اس زمانہ کی عورتیں ہرگز نو برس تک کی عمر میں قابل صحبت نہیں ہوتی چنانچہ زیلعی وغیرہ نے تصریح اس امر کی کی ہے کہ مشتہاۃ میں اعتبار عمر کا نہیں جس عمر میں لیاقت وطی کی ہو جائے اسی کا اعتبار ہے کذا فی الشامی والطحطاوی ملتقطا ولا حائل بینہما اقلہ قدر ذراع فی غلظ اصبع او فرجۃ تسع رجلا دوسری شرط محاذات کی یہ ہے کہ عورت میں اور مرد میں کوئی آڑ نہ ہو کمتر آڑ بلندی میں ایک ہاتھ اور موٹائی میں انگشت ہے یا یہ کہ دونوں میں فاصلہ اتنا نہ چھوٹا ہو کہ ایک آدمی کی گنجائش رکھتا ہو کہ آڑ یا فاصلہ ہونے کی صورت میں نماز فاسد نہ ہو گی اور یہ اس صورت میں ہے کہ دونوں برابر ہوں اور اگر عورت برابر ہو گی تو فاصلہ مذکورہ مانع فساد نہ ہو گا البتہ آڑ مانع ہو گی فی صلوۃ دان لم تتحد کنیتہا ظہیریہ بمصلی عصر علی الصحیح سراج فاتح

Marfat.com

یصح نفلا علی المذہب بحر وسیجی مطلقہ خرج الجنازۃ تیسری شرط محاذات کی ہو نا مرد اور عورت کا ہے نماز مطلق یعنی رکوع سجدہ والی ہیں خواہ نماز عید ہو یا وتر یا نفل اگرچہ صورت میں دونوں کی نماز ایک نہ ہو جیسے عورت کا نیت کرنا ظہر کے لیے پیچھے عصر پڑھنے والے کے کہ بشرط محاذات دونوں کی نماز فاسد ہوگی صحیح قول پر کذا فی السراج اس لیے کہ یہ نماز عورت کی نفل ہو کر صحیح ہے مذہب قوی کے بموجب کذا فی البحر اور عنقریب یہ مسئلہ مذکور ہوگا شارح نے کہا کہ مطلق کی قید سے نماز جنازہ نکل گئی اس میں محاذات مفسد نہیں کیوں کہ وہ حقیقت میں دعا ہے نہ نماز ھم حلبی نے کہا کہ علی الصحیح متعلق محذوف کے ہے یعنی فسدت صلوتہما کے اور مذہب قوی سے مراد شیخین کا قول ہے کہ جب عورت کا ظہر صحیح نہ ہوا تو وہ نفل ہو گیا کیوں کہ وصف باطل ہونے سے اصل باطل نہیں ہوتی تو جب فرضیت باطل ہوئی تو نفل ہونا باقی رہ گیا اور امام محمد کے نزدیک جب عورت کی نماز کا ظہر ہونا باطل ہوا تو اصل نماز باطل ہو گئی کیوں کہ وصف کے باطل ہونے سے ان کے نزدیک اصل باطل ہو جاتی ہے تو ان کے قول کے بموجب مرد کی نماز فاسد نہ ہوگی کیوں کہ عورت حقیقت میں نماز نہیں پڑھتی بحر الرائق میں اس قول کو خلاف مذہب کہا ہے کذا فی الشامی تبصرف مشترکۃ فی محاذاۃ المصلیہ للصل لیس فی صلوۃ مکروہۃ لا مفسد فتح تحریمۃ وان سبقت ببعضہا واداء ولو حکما کلاحقین بعد فراغ الامام بخلاف المسبوقین والمحاذاۃ فی الطریق چوتھی شرط محاذات کی ہونا نماز کا مشترک مرد اور عورت میں تحریمہ کی راہ سے اور ادا کی راہ سے تحریمہ میں مشترک ہونے سے یہ غرض ہے کہ عورت نے اپنے محاذی مرد کی تحریمہ پر اپنی تحریمہ کی بنا کی ہو یا محاذی نے امام کی تحریمہ پر اگرچہ بعض نماز عورت سے پیش تر ہو چکی ہو یعنی یہ شرط نہیں کہ عورت شروع نماز میں ملے بلکہ اگر مرد ایک یا دو رکعت پڑھ چکا ہو اور اس وقت عورت آکر شریک ہو تو بقیہ نماز میں اگر محاذات ہوگی تب بھی مفسد ہوگی اور ادا میں شرکت سے مراد یہ کہ جس نماز کو دونوں پڑھتے ہیں اس میں ایک دوسرے کا امام ہو یا دونوں تیسرے شخص کے مقتدی ہوں گو شرکت ادا کی حکما ہو جیسے دو لاحق بعد امام کے فارغ ہونے کے یعنی اگر عورت اور مرد کی محاذات امام کے سلام پھیرنے کے بعد لاحق ہونے کی صورت میں ہو جائے گی تو مرد کی نماز فاسد ہوگی اس لیے کہ حکما دونوں ایک امام کے پیچھے ہیں بخلاف دو مسبوقوں کے محاذات کے امام کے بعد کہ وہ مفسد نہیں کیوں کہ مسبوق باقی نماز کے پڑھنے میں منفرد ہوتا ہے تو اس وقت کی محاذات میں شرکت فی الادا نہ پائی گئی اور بخلاف محاذات راستہ کے کہ وہ بھی مفسد نہیں یعنی اگر مرد اور عورت بے وضو ہو کر وضو کرنے گئے اور راہ میں محاذات ہوئی تو راہ میں محاذات ہوئی شارح نے کہا تو اس اشتراک کی قید سے معلوم ہوا کہ محاذات نماز پڑھنے والی عورت کی اس مرد نمازی سے ہے جو عورت کی نماز نہیں پڑھتا مثلاً دونوں علیحدہ علیحدہ پڑھتے ہیں یا ایک مقتدی امام کا ہے اور دوسرا منفرد تو اس صورت میں محاذات مکروہ ہے نہ نماز کی مفسد کذا فی الفتح طحطاوی نے کہا کہ مراد مکروہ سے بظاہر مکروہ تحریمی ہے بسبب مظنہ شہوت کے واتحدت الجہۃ فلو اختلفت کما فی جوف کعبۃ ولیلۃ مظلمۃ فلا فساد یا پانچویں شرط محاذات کی یہ ہے کہ جہت دونوں کے قبلہ کی ایک ہو تو اگر جہت مختلف ہو جیسے کعبہ کے اندر مثلاً کہ ایک کا منہ ایک دیوار کی طرف ہو اور ایک کا دوسری دیوار کی طرف اور جیسے اندھیری رات میں دونوں نے نماز قبلہ کی ٹٹول کر کے پڑھی اور مختلف سمت کو پڑھی تو اس صورت میں محاذات سے نماز فاسد نہ ہوگی بلکہ مکروہ ہوگی فسدت صلوتہ لو مکلفا والا لا فاسد ہوگی نماز مرد کی اگر وہ عاقل بالغ ہوگا اور نہیں تو فاسد نہ ہوگی یعنی چھٹی شرط فساد نماز کی عاقل اور بالغ ہونا ہے ھم فسدت صلوتہ جزا ہے اذا محاذتہ کی اور تکلیف کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر محافات لڑکے کے ساتھ ہوگی تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی اور مرد کی نماز فاسد ہوگی اس سے یہ نکلا کہ عورت کی نماز فاسد نہ ہوگی بشرطیکہ مرد محاذی امام نہ ہو ورنہ دونوں کی فاسد ہوگی کذا فی الشامی ان نوی الامام وقت شروعہ لا بعدہ امامتہا وان لم تکن حاضرۃ علی الظاہر ولو نوی امرأۃ معینۃ او النساء الا ہذہ عملت نیتہ والا نووا فسدت صلوتہا کما لو اشار الیہا بالتاخر فلم تتاخر کما فرض المقام فتح ساتویں شرط محاذات سے نماز فاسد ہونے کی یہ ہے کہ نماز مرد کی

Marfat.com

اس وقت فاسد ہوگی جب امام اپنے شروع کے وقت عورت کی امامت کی نیت کرے نہ نماز شروع کرنے کے بعد یعنی نیت امامت عورت کی اگر بعد نماز شروع . . . . کرے گا تو اقتدا عورت کا صحیح نہ ہوگا تو مرد محاذی کی نماز بھی فاسد نہ ہوگی نیت امامت عورت کی امام نے کی ہو اگرچہ عورت اس وقت موجود نہ ہو قول ظاہر پر اور اگر امام نے نیت کی معین عورت کی امامت کی یا اور عورتوں کی نیت کے سوائے اس عورت کے تو عمل کرے گی اس کی نیت یعنی معین عورت کے سوا دوسرے کی محاذات پہلی صورت میں اور جس کا استثنا کیا اس کی محاذات دوسری صورت میں مفسد نہ ہوگی اور اگر امام نے اس عورت کی نیت نہ کی ہوگی تو عورت کی نماز فاسد ہوگی جیسے اگر امام نے اس کو اشارہ کیا پیچھے ہٹنے کا اور پیچھے نہ ہٹی تو اس صورت میں بھی اس کی نماز فاسد ہوگی اس لیے کہ عورت نے فرض مقام کو ترک کیا کذا فی الفتح ہم شامی نے کہا کہ اکثر فقہا اس پر ہیں کہ جمعہ اور عیدین میں عورت کی اقتدا کی صحت کے لیے نیت امام شرط نہیں اور یہی قول اصح ہے جیسا کہ خلاصہ میں ہے اور جنازہ میں تو بالاتفاق شرط نہیں مگر قہستانی میں عدم اشتراط کو عدم محاذات پر منحصر کیا ہے یعنی جمعہ اور عیدین میں اگر عورت نے اقتدا کیا اور کسی مرد کی محاذات نہیں تو اس کا اقتدا صحیح ہوگا گو امام نے اس کی نیت نہ کی ہو اور نہایہ میں ہے کہ عدم اشتراط امام اعظم کا اول قول ہے تو اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ شرط ہونا نیت کا پچھلا قول ہے اور عمل اور فتوی پچھلے قول پر ہوتا ہے وشرطوا کونہا عاقلۃ اور فقہا نے شرط کیا ہے یعنی آٹھویں شرط بیان کی ہے ہونا عورت کا عاقل اس سے معلوم ہوا کہ اگر مجنون عورت کی محاذات ہوگی تو مفسد نماز نہ ہوگی کیوں کہ اس کی نماز منعقد ہی نہیں ہوتی شامی نے کہا کہ ماتن کے قول فی صلوۃ سے اس شرط کے ذکر کی حاجت نہ تھی وکونہا فی مکان واحد اور نویں شرط ہے ہونا مرد اور عورت کا ایک مکان میں یعنی اگر مرد مثلاً قد آدم بھر اونچی دکان میں ہو اور عورت نیچے ہو تو فساد نماز نہ ہوگا نہر الفائق میں کہا کہ یہ شرط ہر چند محاذات کی لفظ سے معلوم تھی مگر مشائخ نے توضیح کے لیے اس کو ذکر کر دیا فی رکن کامل دسویں شرط یہ ہے کہ محاذات ایک رکن کامل کے ادا کرنے میں ہو شامی نے کہا کہ خانیہ میں یہ ہے کہ محاذات مفسد ہے کم ہو یا زیادہ یعنی رکن کامل کی شرط کا اعتبار نہیں فالشروط عشرۃ پس محاذات سے مرد کی نماز فاسد ہونے کی شرطیں دس ہیں چنانچہ مترجم نے ان کو شمار کے ساتھ لکھا ہے اور اگر اشتراک در تحریمہ اور اشتراک در ادا کو دو قرار دو تو گیارہ ہو جاتی ہیں اور پیچھے ہٹنے کے لیے امام کے اشارہ نہ کرنے کو جدا ٹھہراؤ تو بارہ ہوتی ہیں اب معلوم کرنا چاہیے کہ ایک عورت کی محاذات سے تین مردوں کی نماز فاسد ہو سکتی ہے ایک اس کی جو عورت کی داہنے طرف ہو ایک بائیں طرف والے کی ایک پیچھے کھڑے ہونے والے کی اس سے زیادہ کی نماز فاسد نہ ہوگی کیوں کہ جن کی نماز فاسد ہوئی وہ حائل ہوں گے درمیان عورت اور دوسرے نمازیوں کے ومحاذاۃ الامرد الصبیح المشتہی لا یفسد ہا علی المذہب تضعیف لما فی جامع المحبوبی ودرر البحار من الفساد لانہ فی المرأۃ غیر معلول بالشہوۃ بل تبرک فرض المقام کما حققہ ابن الہمام اور محاذی ہونا بے ریش لڑکے خوب صورت لائق شہوت کا نماز کو فاسد نہیں کرتا قوی مذہب پر شارح نے کہا کہ ماتن کا یہ کہنا ضعیف بتانا ہے اس قول کا جو جامع محبوبی اور درر البحار میں مذکور ہے یعنی نماز کا فاسد ہونا اور وجہ ضعف کی یہ ہے کہ نماز کے فاسد ہونے کی علت عورت میں شہوت نہیں تاکہ اسی علت سے امرد کی محاذات کو مفسد ٹھہرایا جائے بلکہ وجہ فساد چھوڑنا فرض مقام کا ہے جیسا کہ اس کو ابن ہمام نے ثابت کیا ہے ہم یعنی اگر وجہ فساد کی عورت کی محاذات میں شہوت ہوتی تو چاہیے تھا کہ بڑھیا اور ماں بہن اور دوسرے محرم کی محاذات سے فساد نہ ہوتا حالاں کہ ان سے بھی ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ علت فساد یہی ہے کہ جہاں عورت کو کھڑا کرنا فرض تھا اس جگہ نہ کھڑا کیا ولا یصح اقتداء رجل بامرأۃ وخنثی وصبی مطلقاً ولو نفلا فی جنازۃ ونفل علی الاصح اور نہیں صحیح ہے اقتدا مرد کا پیچھے عورت اور خنثی اور لڑکے کے کسی نماز میں اگرچہ نماز جنازہ اور نماز نفل میں ہو صحیح تر قول کے بموجب ہم طحطاوی نے کہا کہ ماتن کی اس عبارت میں خلل ہے اس لیے کہ مراد رجل سے اگر بالغ ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نابالغ کا اقتدا پیچھے عورت اور خنثی کے درست ہے اور اگر رجل سے

Marfat.com

مراد مرد ہو خواہ بالغ ہو یا نابالغ تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اقتداء نابالغ کا پیچھے نابالغ کے صحیح نہیں حالاں کہ دونوں باتیں غیر واقع ہیں تو بہتر یہ تھا کہ عبارت اس طرح ہوتی کہ درست نہیں اقتداء مذکر کا عورت اور خنثیٰ کے پیچھے اور بالغ کا لڑکے کے پیچھے کذا فی الحلبی اور علی الاصح راجح ہے طرف مرد بالغ کی اقتدا کرنے کو نفل نماز میں ہدایہ میں کہا کہ تراویح اور سنتوں میں مشائخ بلخ نے لڑکے کے پیچھے اقتداء کو جائز کہا ہے اور مختار یہ ہے کہ کسی نماز میں لڑکے کے پیچھے اقتداء بالغ کا درست نہیں خواہ تراویح ہو یا عید یا وتر یا کسوف یا خسوف وغیرہ اس لیے کہ لڑکے کے ذمہ کوئی نماز نہیں اس کو حکم نماز کا صرف عادت پڑنے کے لیے کیا جاتا ہے اور لڑکے کی نماز بالفرض نفل ہو تو اقتدا فرض پڑھنے والے کا نفل پڑھنے والے کے پیچھے لازم آوے گا اور یہ بھی درست نہیں اور نفلوں میں اس لیے اقتداء جائز نہ ہوا کہ بالغ کی نفل قوی تر ہے کہ شروع کرنے سے واجب ہو جاتی ہے کذا فی النہر وکذا الاصح الاقتداء بمجنونٍ مطبق او منقطع فی غیر حالۃ افاقۃ وسکران او معتوہ ذکرہ الحلبی اور اسی طرح درست نہیں اقتدا پیچھے مجنون دائمی یا مجنون منقطع کے سوا حالت افاقہ کے یا پیچھے متوالے کے یا پیچھے مدہوش کے ذکر کیا ہے اس کو حلبی نے ھم مطبق بضم میم وکسر موحدہ وہ جنون جس میں کبھی ہوش نہ ہوتا ہو اور منقطع وہ کہ کبھی افاقہ ہوتا ہو اور کبھی جنون اور وجہ عدم جواز اقتدا کی یہ ہے کہ مجنون مکلف نہیں اور متوالے اور مدہوش میں ثبوت نیت کا نہیں ولا طاہر بمعذور ہذا ان قارن الوضوء الحدث او طرء علیہ بعدہ وصح لو توضا علی الانقطاع وصلی کذلک اور نہیں صحیح ہے اقتدا طاہر کا پیچھے معذور کے یہ اس صورت میں ہے کہ جب وضو کے ساتھ ہی حدث ہوا ہو یا بعد وضو کرنے کے یعنی نماز سے پیشتر حدث اس پر طاری ہوا ہو اور اقتداء درست ہے بشرطیکہ عذر نہ ہونے پر وضو کیا ہو اور نماز اسی طرح پڑھی ہو یعنی تمام نماز میں عذر نہ ہوا ہو تو اب طاہر کا اقتدا معذور کے پیچھے درست ہو جائے گا ھم طحطاوی نے کہا کہ ماتن کو مناسب تھا کہ بجائے طاہر کے صحیح کہتا اس لیے کہ معذور کو طاہر کے مقابل ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ معذور طاہر نہیں ہوتا حالانکہ شرعاً طاہر ہے کاقتداء بمفصد امن خروج الدم وکاقتداء امراۃ بمثلہا وصبی بمثلہ ومعذور بمثلہ وذی عذرین بذی عذر لا عکسہ کذی النفلات ریح بذی سلس لان مع الامام حدثا ونجاستہ جیسے درست ہے اقتدا صحیح آدمی کا پیچھے فصد کھلوانے والے کے کہ خون کے نکلنے سے مامون ہوا اور جیسے صحیح ہے اقتدا عورت کا پیچھے اپنی مثل یعنی دوسری عورت کے اور اقتدا لڑکے کا دوسرے لڑکے کے پیچھے اور اقتداء عذر والے کا اپنی مثل کے پیچھے اور اقتدا والے کا عذر ایک عذر والے کے پیچھے نہیں صحیح ہے اس کا عکس یعنی اقتدا کرنا ایک عذر والے کا دو عذر والے کے پیچھے مثلاً اقتدا کرنا بائی والے کا اس شخص کے پیچھے جس کو سلسل البول ہو درست نہیں اس لیے کہ امام یعنی سلس البول والے کے ساتھ دو عذر ہیں ایک بے وضو ہونا دوسرے نجاست کا ہونا اور مقتدی میں صرف ایک عذر ہے یعنی بائی سے بے وضو ہونا ھم نہر الفائق میں کہا کہ اقتدا معذور کا اپنے مثل کے پیچھے اس وقت صحیح ہے جب کہ دونوں کا عذر متحد ہو تو اس صورت میں یہ جو شارح نے کہا کہ دو عذر والے کا اقتدا ایک عذر والے کے پیچھے صحیح ہے درست نہیں کذا فی الحلبی ومافی المجتبی الاقتدا بالمماثل صحیح الا ثلثۃ الخنثی المشکل والعنانۃ والمستحاضۃ ای لاحتمال الحیض فلو انتفی صح اور جو کہ مجتبی میں مذکور ہے کہ اقتدا کرنا پیچھے اپنے مثل کے درست ہے مگر تین شخصوں کا اقتدا اپنے مثل کے پیچھے درست نہیں اول خنثیٰ مشکل کا اقتدا دوسرے خنثیٰ مشکل کے پیچھے درست نہیں اس احتمال سے کہ شاید مقتدی مرد ہو اور امام عورت دوم اقتداء عنانہ عورت کا اپنے مثل کے پیچھے سوم اقتدا مستحاضہ کا مستحاضہ کے پیچھے یہ دونوں ناجائز ہیں بسبب احتمال حیض کے یعنی شاید امام کا وہ دن حیض کا ہو پس اگر یہ احتمال دور ہو جائے اس طرح کہ یقین ہو استحاضہ کا تو اقتدا درست ہوگا ھم ضالہ اور متحیرہ اس عورت کو کہتے ہیں جس کو خون دائم ہو گیا ہو اور وہ اپنی عادت حیض کو بھول گئی ہو تو ایسی عورت کے امام ہونے میں شبہ رہے گا کہ جس روزہ امام ہے وہ کہیں حیض کا نہ ہو مگر مستحاضہ میں یہ صورت مشکل ہے اس لیے کہ خون استحاضہ پر احتمال حیض نہیں ہو سکتا ہاں یوں ہو سکتا ہے کہ ایک

Marfat.com

عورت کی عادت چھ روز کے حیض کی تھی پھر مثلاً ایک بار بڑھ گئی تو چھ سے دس تک کے دنوں میں دونوں احتمال ہو سکتے ہیں یعنی اگر خون دس تک منقطع ہوگا تو یہ دن حیض کا ہوگا اور اگر دس سے بڑھ جائے گا تو استحاضہ کا ہوگا تو ایسی مستحاضہ کی امامت درست نہ ہوگی شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ میں نے مجتبی کی عبارت میں یہ قول پایا کہ اقتدا مستحاضہ کا مستحاضہ کے پیچھے جائز ہے اور ضالہ کا اقتدا ضالہ کے پیچھے جائز نہیں اور اس نسخہ میں کسی طرح کا اشکال نہیں اور ما فی المجتبی مبتدل ہے اور اس کی خبر قول شارح ای لاحتمال ہے یعنی مفسر مکذبا یعنی مجتبی کے قول کی تفسیر اس طرح ہے کذا فی الشامی ولا حافظ آیۃ من القرآن بغیر حافظ لہا وہو الامی اور نہیں درست ہے اقتدا اس شخص کا جس کو ایک آیت قرآن کی یاد ہو پیچھے اُس کے جس کو ایک آیت بھی یاد نہ ہو اور وہی امی کہلاتا ہے ولا امی باخرس لقدرۃ الامی علی التحریمۃ فصح عکسہ اور نہیں جائز ہے اقتدا اُمّی کا پیچھے گونگے کے بسبب قادر ہونے امی کے تحریمہ پر تو صحیح ہوگا اس کا عکس یعنی اقتدا گونگے کا پیچھے امی کے درست ہے شامی نے کہا کہ اس تعلیل سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر امی تحریمہ پر قادر نہ ہو تو اس کا اقتدا گونگے کے پیچھے درست ہوگا کیوں کہ اب کوئی وجہ ترجیح امی کی گونگے پر باقی نہ رہی ولا مستور عورۃ بعار فلو امام العدی عریانا ولبسین فصلوۃ الامام ومماثلہ جائزۃ اتفاقا وکذا ذو جرح بمثلہ وبصحیحہا اور نہیں صحیح ہے اقتدا برہنگی کے چھپے ہوئے شخص کا پیچھے ننگے کے تو اگر امام ہوا برہنہ شخص ہمتوں اور کپڑے پہنے ہوؤں کا تو امام کی نماز اور اس کے مثل کی یعنی برہنہ مقتدیوں کی جائز ہے بالاتفاق اور اسی طرح درست ہے نماز زخم والے کی ساتھ دوسرے زخمی اور تندرست کے یعنی اگر زخمی امام ہو ایک زخمی اور تندرست کا تو نماز دونوں زخمیوں کی جائز ہے ہم بالاتفاق کی قید اس لیے لگائی کہ اگر امی امام ہو چند امی اور قاریوں کا تو امام کے نزدیک سب کی نماز فاسد ہوتی ہے تو ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص برہنہ کی امامت کو امی کی امامت پر قیاس کر کے سب کی نماز کو فاسد کہے اور وجہ فرق کی دونوں مسئلوں میں بحر الرائق میں یوں بیان کی ہے کہ امی کو ممکن تھا کہ اپنی نماز کو قرأت کے ساتھ کر لیتا قاری کو امام کر کے کیوں کہ امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے حدیث کی رو سے تو جب اُس نے ایسا نہ کیا تو نماز اس کی فاسد ہوئی اس لیے سب کی نماز فاسد ہوگی اور ستر عورت اور طہارت کا یہ حال نہیں کہ امام کا ستر اور طہارت مقتدی کے لیے کافی ہو اسی واسطے کپڑے پہننے والوں کی نماز برہنہ کے پیچھے اور تندرست کی نماز زخمی کے پیچھے نہ ہوگی کذا فی الشامی بتصرف ولا قادر علی رکوع وسجود لعاجز عنہما لبناء القوی علی الضعیف اور نہیں درست ہے اقتدا رکوع اور سجدہ پر قدرت رکھنے والے کا پیچھے اس شخص کے جو رکوع اور سجدہ سے عاجز ہو یعنی نماز اشارہ سے پڑھتا ہو لبسبب بنا ہونے قوی کے ضعیف پر یعنی قادر رکوع اور سجود پر قوی حال ہے اور اشارہ سے پڑھنے والا ضعیف تو قوی کی بنا ضعیف پر نہیں ہو سکتی ولا مفترض بمتنفل وبمفترض فرضا آخر لان اتحاد الصلوٰتین شرط عندنا اور نہیں صحیح ہے اقتدا فرض پڑھنے والے کا پیچھے نفل پڑھنے والے کے اور پیچھے فرض پڑھنے والے کے اس لیے کہ دونوں نمازوں کا ایک ہونا شرط ہے ہمارے نزدیک ہم پیشتر اس باب کے شروع میں گذر چکا کہ اتحاد امام و مقتدی کی نماز سے یہ غرض ہے کہ مقتدی امام کی نماز کی نیت سے نماز میں داخل ہو سکے یعنی اگر یہ نیت کرے کہ میں امام کی نماز پڑھتا ہوں تو اس نیت سے شریک ہو سکے تو اس سے معلوم ہوا کہ امام کی نماز مقتدی کی نماز کو متضمن ہونی چاہیے وصح ان معاذا کان یصلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم نفلا ولقومہ فرضا اور صحیح ہوا ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نفل پڑھا کرتے تھے اور اپنی قوم کے ساتھ فرض پڑھا کرتے تھے ہم یہ جواب ہے امام شافعی کے استدلال کا یعنی صحیحین میں جو وارد ہے کہ حضرت معاذؓ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز عشاء پڑھتے تھے پھر اپنی قوم میں آ کر ان کو عشاء پڑھایا کرتے تھے تو اس سے امام شافعی نے استدلال کیا کہ فرض والے کا اقتدا پیچھے نفل والے کے درست ہے کیوں کہ حضرت معاذؓ فرض اول پڑھ جاتے تھے تو اپنی قوم میں جو نماز پڑھتے تھے وہ نفل ہوتی تھی اور مقتدی ان کے پیچھے فرض پڑھتے تھے شارح جواب دیتا ہے کہ ثابت ہوا ہے کہ حضرت معاذ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نفل پڑھتے تھے اور امام ہو کر فرض پڑھتے

Marfat.com

تھے اس لیے کہ جب معاذ کی قوم نے ان کی شکایت بحضور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تو آپ نے ان کو یہ ارشاد فرمایا کہ ای معاذ یا تو تم میرے ساتھ نماز پڑھو یا اپنی قوم پر تخفیف کرو۔ رواہ احمد اس سے یہ نکلا کہ جب وہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فرض نماز پڑھ لیں تو امامت قوم کی نہیں کر سکتے لیکن اگر آپ کے ساتھ نفل پڑھیں تو بالاجماع امامت کر سکتے ہیں تو معلوم ہوا کہ حضرت معاذؓ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نفل پڑھا کرتے تھے نہ فرض ولا ناذر ومتنفل ولا بمفترض ولا بناذر لان کلا منہما کمفترض فرضا آخر اور نہیں درست ہے اقتدا نذر کرنے والے کا نفل پڑھنے والے کے پیچھے اس لیے کہ نذر واجب ہے تو قوی کی بنا ضعیف پر نہیں ہو سکتی اور نہ نذر کرنے والے کی اقتدا فرض پڑھنے والے اور دوسرے نذر کرنے والے کے پیچھے درست ہے اس لیے کہ ہر ایک ان دونوں امام اور مقتدی سے ایسا ہے جیسا دوسرا فرض پڑھتا ہو یعنی اتحاد نماز کا جو شرط ہے اقتدا کی ان دونوں مسئلوں میں نہیں پایا جاتا الا اذا نذرا حدہما عین منذور الآخر للاتحاد اقتدا نذر کی نماز پڑھنے والے کا دوسرے نذر کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے جائز نہیں مگر اس صورت میں کہ ایک نے وہی نذر کی ہو جو دوسرے نے کی تو اب اقتدا درست ہوگا بسبب اتحاد کے ہم صورت اس کی یہ ہے کہ زید نے اکثر کوئی نذر کی اور عمرو نے کہا کہ جو نذر زید نے کی ہے وہی میں کرتا ہوں تو جب دونوں کی نذر ایک ہوئی تو گویا دونوں نے نماز معین کی نذر کی اسی وجہ سے اتحاد پایا گیا بخلاف اس صورت کے کہ دونوں نے نذر نماز کی جداگانہ کی کہ اس میں دونوں کے ذمہ کے واجب علیحدہ ہیں اور کوئی ایک دوسرے سے قوی نہیں کذا فی الشامی ولا ناذر بحالف لان المنذورۃ اقوی فصح عکسہ وبحالف ومتنفل اور نہیں درست ہے اقتدا نذر کی نماز پڑھنے والے کا پیچھے قسم کے نماز پڑھنے والے کے اس لیے کہ نذر کی نماز قوی تر ہے قسم کی نماز سے تو صحیح ہے اس کا عکس وبحالف ومتنفل یعنی قسم کی نماز والے کا اقتدا نذر کی نماز والے کے پیچھے درست ہے اور قسم کی نماز والے کے پیچھے اور نفل پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے ہم صورت قسم کی یہ ہے کہ ایک شخص نے مثلاً ایک قسم کھائی کہ میں دو رکعت نماز پڑھوں گا تو یہ نفل دوگانہ ہوگا اس لیے قسم کی نماز والے کو اختیار رہتا ہے چاہے دوگانہ پڑھ کر قسم سچی کرے خواہ ترک کرے اور کفارہ دے بخلاف نذر کی نماز کے کہ وہ واجب ہوئی ہے۔ اور ہمیں جہت نذر والا قسم والے کے پیچھے نہیں پڑھ سکتا اور قسم والا نذر والے اور قسم والے اور نفل والے کے پیچھے اقتدا کر سکتا ہے حلبی نے کہا کہ شارح کا قول بحالف عطف ہے بناذر محذوف پر جو کہ عکسہ میں سمجھا جاتا ہے کذا فی الشامی ومصلیا رکعتی طواف کناذرین اور دو شخص پڑھنے والے دوگانہ طواف کے مثل دو نذر کے نماز پڑھنے والوں کے ہیں یعنی ایک کا اقتدا دوسرے کے پیچھے جائز نہیں بسبب اختلاف سبب کے یعنی ایک کا طواف دوسرے کے طواف کا غیر ہے اور اگر دوگانہ طواف کو مسنون کہیں جیسا بعض فقہا کا قول ہے تو اس قول کے بموجب اقتدا درست ہوگا کذا فی الشامی ولو اشتر کا فی نافلۃ فافسدہا صح الاقتداء لا ان افسدہا مفردین اور اگر دو شخص شریک ہوئے نماز نفل میں پھر دونوں نے اس کو فاسد کر دیا تو اقتدا صحیح ہے مثلاً دونوں دوگانہ تراویح امام کے پیچھے پڑھتے تھے پھر اس دوگانہ کو فاسد کر دیا تو اسے ایک دوسرے کے پیچھے پڑھ سکتے ہیں کیوں کہ نماز متحد ہے نہ اس صورت میں جب کہ اس کو فاسد کیا دونوں نے تنہا کہ اس صورت میں اقتدا جائز نہیں بسبب اختلاف سبب کے ولو صلیا الظہر ونوی کل امامۃ الآخر صحت لان نویا الاقتداء والفرق لا یخفی اور اگر دو شخصوں نے نماز ظہر پڑھی اور ہر ایک نے دوسرے کی امامت کی نیت کی تو نماز درست ہوگی نہ صحیح ہوگی اگر دونوں نے اقتدا کی نیت کی اور فرق پوشیدہ نہیں ہم فرق یہ ہے کہ امام اپنے حق میں منفرد ہوتا ہے اور بدون غیر کی اقتدا کے امام نہیں ہوتا تو جب دونوں نے امامت کی نیت کی اور مقتدی کوئی نہ ہوا تو دونوں منفرد رہ گئے اور نماز درست ہوئی اور اقتدا کی نیت میں عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ مقتدی کی نماز بدون نیت اقتدا کے صحیح نہیں ہوتی اور اقتدا ایسے شخص کے پیچھے صحیح نہیں جس نے اپنی نماز غیر کی نماز پر مبنی کی ہو اور یہاں دونوں نے اپنی نماز کو دوسرے کی نماز پر مبنی کیا ہے اس لیے اقتدا ایک کا دوسرے کے پیچھے

Marfat.com

صحیح نہ ہوا تو نماز بھی درست نہ ہوئی کذا فی الحلبی ولا لاحق ولا مسبوقٍ بمثلہما لما تقرران الاقتداء فی موضع الانفراد مفسد کعکسہ اور نہیں درست ہے اقتدا لاحق اور مسبوق کا پیچھے مثل ان دونوں کے اس وجہ سے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ اقتدا کرنا انفراد کی جگہ میں مفسد ہے جیسے کہ اس کا عکس مفسد ہے یعنی منفرد ہونا اقتدا کی جگہ میں ھم لاحق وہ ہے جس کو امام کے ساتھ شریک ہونے کے بعد کسی عذر سے درمیان کی نماز یا آخر کی فوت ہو گئی ہو تو یہ شخص امام کے فارغ ہونے کے بعد اس فوت شدہ نماز کے پڑھنے میں حکم مقتدی کا رکھتا ہے یعنی اسی طرح نماز پڑھے جیسے امام کے پیچھے پڑھتا ہو اور مسبوق وہ ہے جو بعد کسی قدر نماز ہو جانے کے شریک ہو شروع سے شریک نہ ہو وہ اپنی باقی نماز پڑھنے میں حکم منفرد کا رکھتا ہے تو اب اگر لاحق پیچھے لاحق کے اقتدا کرے تو درست نہ ہوگا اس لیے کہ دونوں مقتدی ہیں اگر ایک امام ہوگا تو وہ منفرد ہوگا کیوں کہ امام کا حال منفرد کا سا ہے اسیطرح مسبوق پیچھے مسبوق کے اقتدا نہیں کر سکتا کیوں کہ دونوں منفرد ہیں تو اقتدا حالت انفراد میں کیسے کر سکتے ہیں اور یہی حال ہے اگر لاحق مسبوق کے پیچھے اقتدا کرے اور مسبوق لاحق کے پیچھے کذا فی الحلبی ولا مسافر بمقیم بعد الوقت فیما یتغیر بالسفر کالظہر سوا ء احرم المقیم بعد الوقت او فیہ فخرج فاقتدی المسافر اور نہیں صحیح ہے اقتدا مسافر کا پیچھے مقیم کے بعد وقت کے ان نمازوں میں جو سفر کے باعث سے بدلتی ہیں جیسے ظہر اور عصر اور عشاء برابر ہے کہ مقیم نے تحریمہ وقت کے بعد کی ہو یا وقت کے اندر تحریمہ کی پھر وقت نکل گیا تو اس وقت مسافر نے اقتدا کیا ھم مسافر کی نماز وقت کے اندر تمام ہو سکتی ہے خواہ نیت اقامت کرنے سے خواہ مقیم کے پیچھے پڑھنے سے اس کی متابعت کی جہت سے مگر جب وقت نکل گیا تو اس کے ذمہ دو رکعتیں ثابت ہو گئیں اب ان میں قابلیت تمام ہونے کی کسی طرح نہ رہی اسی لیے وقت کے بعد اقتدا صحیح نہیں ٹھہرا اور متغیر نمازوں کی قید اس لیے لگائی کہ جن میں تغیر نہیں مثلاً فجر اور مغرب تو ان میں اقتدا درست ہے کذا فی المنح بل ان احرم فی الوقت فخرج صح واتم تبعا لامامہ اما بعد الوقت فلا تغیر فرضہ فیکون اقتداء متنفل فی حق قعدۃ او قراءۃ باقتداء فی شفع اول اوثانٍ بلکہ اگر مسافر اقتدا کی تحریمہ کے وقت کے اندر کرے پھر وقت نکل جائے تو اقتدا صحیح ہوگا اور مسافر چار رکعتیں پڑھے امام کی تبعیت سے لیکن وقت کے بعد اس کے فرض نہیں بدلے گا دو ہی رکعتیں اس کے ذمہ ہونگی تو اگر وہ مقیم کا اقتدا پہلے دوگانہ میں کرے گا تو قعدہ کے حق میں اور دوسرے دوگانہ میں کرے گا تو قراءت کے حق میں اقتدا نفل پڑھنے والے کے پیچھے ہو جائے گا حالانکہ فرض والے کا اقتدا نفل والے کے پیچھے جائز نہیں ھم نفل سے مراد غیر فرض ہے خواہ سنت ہو یا واجب تو قعدہ اولی امام کے ذمے واجب ہے اور مقتدی مسافر پر اخیرہ ہونے کی جہت سے فرض ہے تو اقتدا فرض والے کا واجب والے کے پیچھے ہو گا اور پچھلے دوگانہ میں قراءت امام مقیم کے حق میں مسنون ہے اس میں اگر مسافر اقتدا کرے گا تب بھی صحیح نہ ہوگا کیوں کہ قراءت اس کے حق میں فرض ہے تو اقتدا فرض والے کا سنت والے کے پیچھے لازم آوے گا کذا فی الشامی ولا نازل براکب ولا راکب براکب دابۃ اخری فلو معہ صح اور صحیح نہیں اقتدا سواری سے اترنے والے کا پیچھے سوار کے اور نہ اقتدا سوار کا پیچھے سوار کے جو دوسرے جانور پر سوار ہو تو اگر مقتدی امام کے ساتھ ایک جانور پر ہو تو اقتدا درست ہوگا ھم وجہ عدم جواز اقتدا کی ان صورتوں میں اختلاف مکان ہے اور شرائط اقتدا سے مکان کا متحد ہونا اوپر مذکور ہو چکا اس سے معلوم ہوا کہ اگر سوار اترے ہوئے شخص کا اقتدا کرے گا تب بھی جائز نہ ہوگا کذا فی الشامی ولا غیر الالثغ بہ ای بالالثغ علی الاصح کما فی البحر عن المجتبی اور نہیں درست ہے اقتدا غیر توتلے کا توتلے کے پیچھے اصح قول کے بموجب جیسا کہ بحر الرائق میں مجتبی سے منقول ہے م الثغ بروزن افضل اس شخص کو کہتے ہیں جس کی زبان سے ایک حرف کی جگہ دوسرا نکلے مثلاً ر کی جگہ غین یا لام بولے ہندی میں اس کو توتلا کہتے ہیں اور اصح کی قید اس لیے لگائی کہ خلاصہ اور تاتارخانیہ اور ظہیریہ میں توتلے کی امامت کو صحیح لکھا ہے کذا فی الشامی وحر الحلبی وابن الشحنۃ انہ بعد بذل جہدہ واتمہا کالامی فلا یوم الا مثلہ ولا تصح صلوتہ اذا امکنہ الاقتداء بمن یحسنہ او ترک جہدہ او وجد قدر الفرض مما لا لثغ فیہ ہذا ہو الصحیح المختار فی حکم الالثغ اور حلبی اور ابن شحنہ نے تصحیح کی ہے کہ توتلا ہمیشہ

Marfat.com

کی وجہ ہا کوشش کرنے کے بعد امی کے مانند ہے یعنی اپنے جیسے توتلے کے سوا دوسرے کی امامت نہ کرے اور نہ صحیح ہوگی اس کی نماز جبکہ اس کو اقتدا ایسے شخص کا جو قرآن اچھا پڑھ سکے ممکن ہو یا وہ کوشش کرنا چھوڑ دے یا بقدر فرض قرات وہ آیتیں حاصل کرے جن میں تتلانا نہ ہو یہی تنقیح صحیح اور مختار ہے توتلے کے حکم میں ہم حاصل تنقیح یہ ہے کہ توتلے کو ہمیشہ واجب ہے کہ تصحیح الفاظ میں کوشش کرے اگر بعد کوشش کے صحیح الفاظ نہ نکال سکے تو نماز اس کی جائز ہوگی اور اگر کوشش کے بدون پڑھے گا تو نماز فاسد ہوگی چنانچہ محیط وغیرہ میں ہے مگر یہ اس صورت میں ہے کہ بقدر فرض ایسی آیتیں نہ پڑھ سکے جن میں نہ تتلاوے اور اگر پڑھ سکتا ہے تو اس پر کوشش کرنا ضرور نہیں نہ دوسرے صحیح پڑھنے والے کا اقتدا لازم ہے کذا فی الشامی وکذا من لا یقدر علی التلفظ بحرف من الحروف اولا یقدر علی اخراج الفاء الا بتکرار اور اسی طرح حکم ہے اس شخص کا جو کوئی حرف حروف تہجی سے نہ بول سکے یا ف کو بدون مکرر کرنے کے نہ نکال سکے ھم یعنی ایسے شخص کو بھی ہمیشہ کوشش کرنا چاہیے ورنہ اس کی نماز صحیح نہ ہوگی مثلاً بعض لوگوں سے ح اور ع اور ص اور ط نہیں ادا ہوتے تو ان کو کوشش کرنا ان کی تصحیح میں واجب ہے اور چوں کہ الثغ کو مغرب وغیرہ میں خاص کیا ہے اس شخص کے لیے جو سین اور ر نہ بول سکے اس لیے شارح نے ہر حرف کے نہ بول سکنے کو اس قول میں عام کر دیا اور ف کی تکرار سے بتایا کہ ہکلانا بھی تتلانے میں داخل ہے کذا فی الشامی تبصر واعلم انہ اذا فسد الاقتداء بای وجہ کان لا یصح شروعہ فی صلوۃ نفسہ لانہ قصد المشارکۃ وہی غیر صلوۃ الانفراد علی الصحیح محیط وادعی فی البحر انہ المذہب اور جان لے کہ جب اقتداء فاسد ہوا کسی طرح پر فاسد ہو یعنی خواہ عورت اور لڑکے کی امامت سے ہو یا دوسری باتوں سے جو اوپر مذکور ہوئیں تو نہیں صحیح ہے شروع کرنا مقتدی کا خود اپنی نماز میں اگرچہ نفل ہی ہو اس لیے کہ مقتدی نے دوسرے کی شرکت کا قصد کیا تھا اور شرکت میں پڑھنا غیر ہے تنہائی کی نماز کا نہیں صحیح ہے شروع قول صحیح پر کذا فی المحیط اور بحر الرائق میں دعوی کیا کہ عدم صحت شروع مذہب ہے ھم وجہ عدم صحت شروع یہ ہے کہ جب اس نماز میں جس کا مقتدی نے ارادہ کیا اس کا شروع صحیح نہ ہوا تو غیر میں کیسے صحیح ہوگا کذا فی الشامی قال المصنف لکن کلام الخلاصۃ یفید ان ہذا قول محمد خاصۃ مصنف نے کہا لیکن خلاصہ کا کلام اس بات کا مفید ہے کہ عدم صحت شروع قول ہے خاص امام محمد کا ھم خلاصہ میں یہ مضمون ہے کہ جس جگہ میں اقتدا صحیح نہیں تو کیا مقتدی خود اپنی نماز کا شروع کرنے والا ہو جاتا ہے یا نہیں امام محمد کے نزدیک نہیں ہوتا اور شیخین کے نزدیک ہو جاتا ہے کذا فی الشامی قلت وقد ادعی فیما مر بعد تصحیح السراج خلافہ ان المذہب انقلابہا نفلا قتامل میں کہتا ہوں کہ صاحب بحر نے بیان گذشتہ میں یعنی عورت کے محاذات کے مسئلہ میں دعوی کیا ہے کہ مذہب بدل جاتا ہے نماز کا نفل سے بعد تصحیح سراج کے خلاف عدم صحت کو سو تامل کرلے اس تناقض کو ھم صاحب بحر نے محاذات میں سراج سے نقل کیا ہے کہ اگر مرد عصر پڑھتا ہے اور عورت نے ظہر کی نیت سے اس کا اقتدا کیا اور محاذی ہوئی تو مرد کی نماز باطل ہوگی کیوں کہ اقتدا ہر چند فرض میں صحیح نہ ہوا مگر نفل میں بموجب مذہب کے درست ہوا تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ جب اقتدا فرض میں فاسد ہوا تو شروع بالکل فاسد نہ ہوا بلکہ نفل میں اقتدا باقی رہا اور صحت شروع مذہب ٹھہرا ورنہ نماز مرد کی کیوں فاسد ہوتی اور یہاں دعوی عدم صحت شروع کا کرتا ہے تو دونوں کلاموں میں صریح تناقض ہوا کذا فی الشامی وحینئذ فالاشبہ مافی الزیلعی انہ متی فسد لفقد شرط کطاہر بمعذور لم ینعقد اصلا وان لاختلاف الصلوتین ینعقد نفلا غیر مضمون وثمرۃ الانتقاض بالقہقہۃ اس وقت میں یعنی جب کلام صاحب بحر کا نفل مذہب میں مختلف ہوا تو مشابہ تر قواعد فقہیہ سے وہ قول ہے جو زیلعی میں ہے کہ جس صورت میں اقتدا فاسد ہو بسبب نہ پائے جانے کسی شرط کے جیسا کہ اقتدا طاہر کا پیچھے معذور کے تو اس صورت میں نماز اصل سے منعقد نہ ہوگی اور اگر دو نمازوں کے مختلف ہونے کی جہت سے اقتدا فاسد ہو تو نماز مقتدی کی نفل غیر مضمون منعقد ہوگی یعنی اس کو فاسد کرنے سے قضا اس کے ذمہ لازم نہ ہوگی اور ثمرہ خلاف کا وضو کا ٹوٹنا ہے قہقہہ سے یعنی صحت شروع کے قول پر وضو

Marfat.com

ٹوٹ جائے گا کیوں کہ قہقہہ اثنائے نماز میں پایا جائے گا اور عدم صحت کے قول پر وضو نہ جائے گا ہم زیلعی کی تفصیل سے دونوں قولوں میں توفیق ہوگی یعنی عدم صحت کی تصحیح اس صورت پر محمول ہے کہ فساد اقتدا کسی شرط کے معدوم ہونے سے ہو اور صحت کی تصحیح اس پر محمول ہے کہ اقتدا فرضیت میں نہ رہی نفل میں باقی رہی **ویمنع من الاقتداء** صف من النساء بلا حائل قدر ذراع او ارتفاعهن قدر قامة الرجل مفتاح السعادة اور منع کرتی ہے اقتدا سے عورتوں کی صف بدون ایسے حائل کے جو مقدار ایک ہاتھ کے ہو یا بدون ان کے مرتفع ہونے کے آدمی کے قد کے برابر کذا فی مفتاح السعادة ہم عورتوں کی صف اگر پوری ہو تو جتنی صفیں مردوں کی ان کے پیچھے ہوں گی سب کی نماز فاسد ہوگی اور اگر تین عورتیں ہوں گی تو مردوں کی پچھلی صفوں میں سے تین تین محاذیوں کی نماز آخر صف تک فاسد ہوگی اور اگر دو عورتیں ہوں گی تو صرف اول صف کے دو مردوں کی نماز جائے گی جو ان کے پیچھے سیدھ میں ہوں گے اسی طرح ایک عورت سے بھی پیچھے ایک ہی مرد کی نماز فاسد ہوتی ہے نہ آخر صفوف تک اور قیاس اس کا مقتضی ہے کہ عورتیں اگر تین یا پوری صف ہوں تب بھی ان کے محاذی مردوں کی ایک ہی صف میں نماز فاسد ہو پچھلی صفوں میں فساد نہ پھیلے اس لیے کہ اس ایک صف کے مرد اپنے پیچھے کے مردوں کے لیے حائل ہو جاتے ہیں جیسے ایک یا دو مردوں میں ہوتے ہیں مگر اس قیاس کو استحسان کی وجہ سے ترک کیا کیوں کہ حضرت عمر سے موقوفاً اور مرفوعاً ثابت ہے کہ جس شخص کے درمیان اور اس کے امام کے بیچ میں نہر یا راستہ یا عورتوں کی صف ہو تو اس کی نماز نہیں ہوتی تو معلوم ہوا کہ شارح نے جو حائل اور ارتفاع کا اعتبار کیا ہے یہ ایک یا دو عورتوں کے لیے ہے صف میں بسبب حدیث مذکور کے حائل کا اعتبار نہیں کذا فی الشامی **او طریق تمر فیه العجلة** آلہ جس پر ہا الثور یا راستہ عام نافذ جس میں گاڑی گذر سکے مانع اقتدا ہے شارح نے کہا کہ عجلہ بفتحتین وہ آلہ ہے جس کو بیل کھینچتے ہیں **او نهر تجری فیه السفن ولو زورقا ولو فی المسجد** یا مانع اقتدا ہے نہر جس میں کشتیاں چل سکیں اگرچہ چھوٹی کشتی یعنی ڈونگی ہو اور اگرچہ نہر مسجد میں ہو **او خلا ای فضاء فی الصحراء او فی مسجد کبیر جدا کمسجد القدس لیسع صفین فاکثر الا اذا اتصلت الصفوف** فیصح مطلقاً کان قام فی الطریق ثلثة وکذا اثنان عند الثانی لا واحد اتفاقاً لانه لکراهة صلوته صار وجوده کعدمه فی حق من خلفه یا مانع اقتدا ہے خلا یعنی اثنائے میدان جنگل میں یا بہت بڑی مسجد میں مثل مسجد قدس کے کہ اس میں گنجائش دو صفوں یا زیادہ کی ہو مگر اس صورت میں مانع نہیں جب کہ صفیں ملی ہوئی ہوں تو صحیح ہے اقتدا مطلقاً یعنی اگرچہ بیچ میں نہر یا راہ نافذ ہو مثلاً راہ میں تین شخص کھڑے ہو جائیں تو صفیں متصل ہو جائیں گی اور اسی طرح اگر دو کھڑے ہوں امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نہ ایک شخص بالاتفاق اس لیے کہ بسبب مکروہ ہونے نماز اکیلے شخص کے اس کا وجود مثل عدم کے ہوگیا ان لوگوں کے حق میں جو اس کے پیچھے ہیں یعنی ایک شخص کے راستہ میں کھڑے ہونے سے صفوں کا اتصال ثابت نہ ہوگا جیسا دو کا کھڑا ہونا طرفین کے نزدیک اور یہی قول صحیح تر ہے ہم اور نہر میں صورت اتصال یہ ہے کہ پل پر صفیں ہوں یا کشتیاں باندھ کر ان پر لوگ کھڑے ہو جائیں اور صحرا کی قید اس لیے لگائی کہ گھر اور مسجد میں جگہ کا چھوٹنا مانع اقتدا نہیں اور گھر صحیح تر قول میں مثل مسجد کے ہے یعنی اس میں بھی بدون اتصال صفوں کے اقتدا صحیح ہے اور بڑا مکان مثل جنگل کے ہے اور حد بڑے کی یہ ہے کہ جس کا صحن چالیس ہاتھ یا زیادہ کا ہو اور بعضوں نے ساٹھ ہاتھ کہا ہے مگر قول اول مختار ہے کذا فی الشامی **والحائل لا یمنع الاقتداء ان لم یشتبه حال امامه** بسماع او رویة **ولو من باب مشبک یمنع الوصول فی الاصح** اور حائل یعنی آڑ کا ہونا درمیان امام اور مقتدی کے مانع اقتدا نہیں بشرطیکہ مقتدی پر حال اس کے امام کا اس کی آواز سننے یا اس کو دیکھنے کے سبب سے مشتبہ نہ ہو اگرچہ دیکھنا جھنجری دار دروازہ سے ہو جو مانع امام تک پہنچنے کا ہو صحیح تر قول میں ہم طحطاوی نے ابو سعود سے نقل کیا کہ سننا امام کی آواز کا یا تکبر کی آواز کا یکساں ہے اور دیکھنا عام ہے اس سے کہ امام کو دیکھے یا دوسرے مقتدی کو دیکھے **ولم تختلف المکان حقیقة کمسجد وبیت فی الاصح قنیة ولا حکما عند اتصال الصفوف** اور حائل مانع اقتدا نہیں بشرطیکہ مکان مختلف نہ ہو حقیقت میں جیسے مسجد اور گھر ہے صحیح تر قول میں کذا فی القنیہ

Marfat.com

اور نہ حکماً مکان جدا ہو صفوں کے ملنے کے وقت یعنی اگر درمیان میں استہ یا نہر ہو تو ہر چند دونوں کنارے استہ یا نہر کے مکان مختلف ہیں مگر صفوں کے اتصال کی صورت میں حکماً ایک ہی مکان ہیں اس لیے مانع اقتدا نہیں ولو اقتدی من سطح دارہ المتصلۃ بالمسجد لم یجز لاختلاف المکان در و بحر واقرہ المصنف لکن تعقبہ فی الشرنبلالیۃ ونقل عن البرہان وغیرہ ان الصحیح اعتبار الاشتباہ فقط قلت وفی الاشباہ وزواہر الجواہر ومفتاح السعادۃ ومجمع الفتاوی والنصاب والخانیۃ انہ الاصح وفی النہر عن الزاد انہ اختیار جماعۃ من المتأخرین اور اگر اقتدا کیا اپنے اس مکان کی چھت سے جو مسجد کے ساتھ ملا ہوا ہے تو جائز نہ ہوگا بسبب اختلاف مکان کے کذا فی الدر والبحر وغیرہما اور ثابت رکھا ہے اس کو مصنف نے مگر اعتراض کیا ہے اس قول پر شرنبلالیہ میں اور برہان وغیرہ سے نقل کیا کہ صحیح قول اعتبار کرنا صرف مشتبہ ہونے امام کے حال کا ہے نہ اختلاف مکان کا میں کہتا ہوں اور اشباہ اور زواہر الجواہر اور مفتاح السعادۃ اور مجمع الفتاوی اور نصاب اور فتاوی قاضیخان میں ہے کہ یہی قول صحیح تر ہے اور نہر الفائق میں زاد سے منقول ہے کہ یہی قول اختیار ہے ایک جماعت متاخرین کا ہم فتاوی عالمگیری میں ہے کہ مسجد کا ہمسایہ اگر امام مسجد کے پیچھے اپنے گھر میں اقتدا کرے تو درست ہے بشرطیکہ اس کے اور مسجد کے درمیان شارع عام نہ ہو یا ہو مگر صفوں سے بھر گیا ہو وصح اقتداء متوضئ لا مار معہ متیمم ولو مع متوضئ بسوء حمار مجتبی وبحر اور صحیح ہے اقتدا کرنا وضو والے کا جس کے ساتھ پانی نہیں پیچھے تیمم والے کے اگرچہ ساتھ وضو کرنے والے کے گدھے کے جھوٹے پانی سے ہو کذا فی المجتبی والبحر ہم مقتدی کے ساتھ پانی نہ ہونے کی قید اس لیے لگائی کہ اگر پانی اس کے ساتھ ہوگا تو امام کو پانی بتلا سکے گا اس صورت میں اقتدا صحیح نہ ہوگا کیوں کہ تیمم امام کا اس کے عند یہ میں باطل ہے اور یہ اس وقت ہے کہ امام نے تیمم پانی کے نہ ہونے کی جہت سے کیا ہو اور اگر اور عذر سے کیا ہوگا تو اقتدا درست ہوگا گدھے کے جھوٹے پانی سے وضو کرنے کے ساتھ تیمم کرنے کے یہ معنی کہ اول وضو کیا پھر تیمم کیا اور اگر وضو کر کے فرض بھی ادا کر لیا پھر تیمم کیا اور دوبارہ فرض پڑھی تو اقتدا درست نہ ہوگا اس لیے کہ ادائے فرض میں شک ہوگا کذا فی الطحطاوی وغاسل بماسح ولو علی جبیرۃ اور درست ہے اقتدا دھونے والے کا پیچھے مسح کرنے والے کے اگرچہ مسح شکستہ عضو کی بندش پر ہو یعنی جو شخص پاؤں کو دھوتا ہو وہ موزہ پر مسح کرنے والے کا اقتدا کر سکتا ہے اور جو شخص غسل یا وضو میں تمام اعضاء کو دھوتا ہے وہ ایسے شخص کا اقتدا کر سکتا ہے جس کے ایک عضو پر کھپاچیں بندھی ہیں وقائم بقاعد یرکع ویسجد لانہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی آخر صلوۃ قاعدا وہم قیام وابو بکر یبلغہم تکبیرہ وبہ علم جواز رفع المؤذنین اصواتہم فی جمعۃ وغیرہا یعنی اصل الرفع اما ما تعارفوہ فی زماننا فلا یبعد انہ مفسد اذ الصیاح ملحق بالکلام الفتح اور درست ہے اقتدا کھڑے شخص کا پیچھے بیٹھنے والے کے جو رکوع اور سجدہ کرتا ہے یعنی اشارہ سے نہ پڑھتا ہو اس لیے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخری نماز بیٹھ کر پڑھائی اور مقتدی کھڑے تھے اور حضرت ابو بکر صدیق لوگوں کو آواز آپ کے اللہ اکبر کی پہنچاتے تھے اور اس تکبیر کے پہنچانے سے معلوم ہوا جائز ہونا مؤذنوں کی آوازوں کے بلند کرنے کا جمعہ وغیرہ میں یعنی اصل بلند کرنا جائز ہے اور یہ جو ہمارے زمانہ میں مؤذنوں نے رائج کر لیا ہے سو بعید نہیں کہ مفسد ان کی نماز کا ہو کیونکہ چیخنا کلام کے ساتھ ملحق ہے کذا فی فتح القدیر ہم آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری نماز اس طرح پڑھائی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آپ نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں جب حضرت ابو بکر صدیقؓ نے تحریمہ کر لی تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ افاقہ مرض سے پایا تو آپ حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے سہارے سے اٹھ کر جماعت میں تشریف لائے اور حضرت صدیق کے بائیں طرف بیٹھے حضرت صدیق قرأت سے رک گئے اور پیچھے کو ہٹے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے اور لوگوں کو بیٹھے ہوئے نماز پڑھائی اور صدیق اکبر آپ کے اللہ اکبر کی آواز لوگوں کو سناتے رہے اور یہ نماز ظہر کی تھی اور تکبر کا آواز بلند کرنا بالاتفاق درست ہے جب کہ جماعت میں امام کی آواز نہ پہنچتی ہو اور اگر خاموش تکبر کی نہ ہو تو تکبر کا بولنا چاروں مذہب میں مکروہ ہے کذا فی الدر وا لحلیۃ وقائم باحدب دان بلغ حدبہ الراکع علی المعتمد وکذا باعرج وغیرہ اولی اور درست ہے

Marfat.com

اقتدا کھڑے ہونے والے کا پیچھے کو بہہ نکلے ہوئے کے اگرچہ اس کا کوبہ رکوع کو پہنچ گیا ہو قول معتمد پر یعنی شیخین کے قول پر برخلاف محمد کے اور اسی طرح قائم کا اقتدا پیچھے لنگڑے کے درست ہے کیوں کہ لنگڑا اور کبڑا بیٹھے ہوئے شخص سے کم نہیں اور غیر لنگڑے کا بہتر ہے یعنی لنگڑے کے سوا دوسرے کا امام ہونا بہتر ہے شامی نے کہا کہ اس میں خصوصیت لنگڑے کی نہیں بلکہ متیمم اور قاعد اور کبڑے کا غیر ان کی نسبت کراہت میں اولیٰ ہیں **وموم بمثلہ الا ان یومی الامام مضطجعًا والموتم قاعدا او قائمًا** ہو المختار اور صحیح ہے اقتدا اشارہ سے پڑھنے والے کا پیچھے اپنے مثل کے مگر یہ کہ امام لیٹ کر اشارہ کرتا ہو اور مقتدی بیٹھ کر یا کھڑا ہو کر اشارہ کرتا ہو کہ اس صورت میں اقتدا صحیح نہیں اس وجہ سے کہ مقتدی امام کی نسبت کر قوی الحال ہے کذا فی البحر یہی قول مختار ہے **ومتنفل بمفترض فی غیر التراویح فی الصحیح خانیۃ** وکانہ لانہا سنۃ مخصوصۃ فیراعی وضعہا الخاص للخروج عن العہدۃ اور درست ہے اقتدا نفل پڑھنے والے کا پیچھے فرض پڑھنے والے کے سوائے تراویح کے صحیح قول میں کذا فی الخانیہ یعنی تراویح میں اقتدا فرض پڑھنے والے کے پیچھے صحیح نہیں اور غالباً عدم صحت کی وجہ یہ ہے کہ تراویح سنت مخصوص ہے تو اس کے عہدہ سے باہر آنے کے لیے اس کی وضع خاص کا لحاظ کیا جائے گا ہم اس میں یہ اعتراض ہے کہ نفل کی ہر رکعت میں قراءت فرض ہے اور فرض کے دو گانہ اخیر میں سنت تو اخیر دو گانہ میں اقتدا فرض والے کا پیچھے سنت والے کے لازم آوے گا حالاں کہ یہ درست نہیں اس کا یہ جواب ہے کہ مقتدی اقتدا کی جہت سے امام کا تابع ہے قراءت کے باب میں اسی جہت سے قراءت اس کے حق میں ان دونوں رکعتوں میں سنت ہو گی کذا فی الطحطاوی فروع مسائل ملحقہ شارح کے صحیح اقتداء متنفل بمتنفل صحیح ہے اقتدا نفل پڑھنے والے کا پیچھے نفل پڑھنے والے کے **ومن یری الوتر واجبا بمن یراہ سنۃ** اور صحیح ہے اقتدا اس شخص کا جو وتر کو واجب سمجھتا ہے پیچھے اس شخص کے جو وتر کو سنت سمجھتا ہے یعنی اس شرط سے کہ امام وتر کو ایک سلام سے پڑھے کذا فی الطحطاوی **ومن اقتدی فی العصر وہو مقیم بعد الغروب بمن احرم قبلہ للاتحاد** اور درست ہے اقتدا اس شخص کا کہ وہ مقیم ہے اور عصر کی نماز میں غروب کے بعد ایسے شخص کا اقتدا کرے جس نے نیت عصر کی غروب کے پیش تر کی ہو بسبب متحد ہونے دونوں کی نماز کے ہم مقیم کی قید اس لیے لگائی کہ اگر مسافر بعد وقت نکلنے کے اقتدا کرے گا تو جائز نہ ہو گا چنانچہ پیشتر گذرا طحطاوی نے کہا کہ للاتحاد تینوں مسئلوں کی علت ہے نفل میں تو اتحاد ظاہر ہے اور وتر میں اس لیے کہ ..... اعتقاد میں ہے نہ اصل وتر ہونے میں اور تیسرے مسئلہ میں دونوں کی نماز عصر ہے اس دن کی **واذا ظہر حدث امامہ وکذا کل مفسد فی رای مقتد لبطلت فیلزم اعادتہا لتضمنہا صلوۃ المؤتم صحۃً وفسادًا** اور جب کہ ظاہر ہو جائے مقتدی کو بے وضو ہونا اس کے امام کا تو اس کی نماز باطل ہو گی یعنی سرے سے منعقد نہ ہو گی تو لازم ہو گا اس کا اعادہ کیوں کہ نماز امام کی مقتدی کی نماز کو متضمن ہے صحت اور فساد میں شارح نے کہا اور ایسا ہی حکم ہے ظاہر ہونے ہر مفسد کا مقتدی کے اعتقاد میں ہم یعنی اگر گواہوں سے یا امام کے اقرار سے معلوم ہوا کہ امام نے بے وضو نماز پڑھی یا کوئی اور مفسد نماز اس سے سرزد ہوا تو مقتدی کو فرض پھر پڑھنی چاہیے اس لیے کہ امام کی نماز کے فاسد ہونے سے مقتدی کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی اور لفظ باطل اور اعادہ کا ماتن کے کلام میں بے محل ہے اس لیے کہ باطل اصطلاح میں اس کو کہتے ہیں جو منعقد ہو کر فاسد ہوا اور اعادہ اس مقام پر بولتے ہیں کہ جبر نقصان کے لیے دوبارہ پڑھے اور یہاں یہ صورت متحقق نہیں ہاں اگر یہ کہا جائے کہ مجازًا ایسا کہدیا ہے تو ہو سکتا ہے کذا فی الطحطاوی کما یلزم الامام اخبار القوم اذا اہم وہو محدث او جنب او فاقد شرط او رکن صل علیہم اعادتہا ان عدلا نعم ..... والا ندبت وقیل لا بفسقہ باعترافہ ولو زعم انہ کافر لم یقبل منہ لان الصلوۃ دلیل الاسلام واجبر علیہ جیسے لازم ہے امام کو خبر دینا قوم کو جب کہ وہ امام ہوا ہو ان کا وہ بے وضو تھا یا ناپاک یا نہ پانے والا کسی شرط کا یا رکن کا اور کیا واجب ہے مقتدیوں پر دوبارہ پڑھنا نماز کا امام کے خبر دینے سے جواب یہ ہے کہ اگر امام سچا ہے تو ہاں واجب ہے اور اگر جاہل نہیں تو اعادہ مستحب ہے اور بعضوں نے کہا کہ اعادہ نہیں ہے بسبب فاسق ہونے امام کے اپنے اقرار

Marfat.com

سے یعنی اگر دانستہ امام نے حالت بے وضو یا ناپاکی وغیرہ میں امامت کی اور پھر لوگوں کو آگاہ کر دیا تو خود اپنی زبان سے فاسق ہوگیا اور دین کے باب میں فاسق کا قول معتبر نہیں اس لیے اس کے خبر دینے میں اعادہ نماز کا نہیں اور اگر یہ احتمال ہو کہ امام نے براہ ورع اس کا اقرار کیا تو اعادہ کریں کذا فی الشامی اور اگر امام نے نماز پڑھانے کے بعد کہا کہ وہ شخص کافر ہے تو یہ قول اس کا نہ مانا جائے گا کیوں کہ نماز پڑھنا مسلمان ہونے کی دلیل ہے اور امام پر جبر کیا جائے گا مسلمان ہونے کے لیے کیوں کہ اس کلام سے وہ مرتد ہوگیا ہے بالقدر الممکن بلسانہ او بکتاب اور بسول علی الاصح لو متعینین والا لا یلزمہ بحر عن المعراج وصح فی مجمع الفتاوی عدمہ مطلقا لکونہ عن خطأ معفوعنہ لکن بالشروح مرجحۃ علی الفتاوی امام کے ذمہ خبر دینا جس طرح کہ ہو سکے یعنی زبان سے کہہ کر یا خط لکھ کر یا قاصد بھیج کر لازم ہے صحیح تر قول کے بموجب اگر مقتدی معین یعنی معلوم ہوں اور اگر معلوم نہ ہوں تو خبر دینا اس پر لازم نہیں کذا فی البحر عن المعراج حلبی نے کہا کہ اگر تھوڑے معلوم ہوں اور تھوڑے نامعلوم تو معلوم کو خبر دینا لازم ہے اور تصحیح کی ہے مجمع الفتاوی میں نہ خبر دینے کی مطلقاً یعنی خواہ نماز کا فاسد ہونا بالاتفاق ہو یا مختلف فیہ بسبب ہونے اس فعل امام کے خطا کے طور پر جس سے درگذر کی گئی ہے لیکن شرحیں ترجیح دی گئی ہے فتاووں پر یعنی خبر دینا معراج الدرایہ شرح ہدایہ اور بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں مذکور ہے تو مجمع الفتاوی کا قول ان کے سامنے قابل التفات نہیں شامی نے کہا کہ بالقدر متعلق اخبار سے ہے اور علی الاصح متعلق ہے یلزم سے واذا اقتدی امی وقاریٔ بامی تفسد صلوۃ الکل للقدرۃ علی القراءۃ بالاقتداء بالقاری سواء علم بہ اولا نواہ اولا علی المذہب او استخلف الامام امیا فی الاخریین ولو فی التشہد اما بعدہ فنقم لخروجہ بصنعہ تفسد صلوتہم لان کل رکعۃ صلوۃ فلا تخلو عن القراءۃ ولو تقدیرا اور جب کہ اقتدا کیا ایک امی اور ایک قاری نے پیچھے امی کے تو نماز سب کی فاسد ہوگی بسبب قادر ہونے امیوں کے قرأت پر قاری کے پیچھے پڑھنے سے برابر ہے کہ امام کو علم قاری کا ہو یا نہ ہو اور نیت قاری کی کی ہو یا نہ کی ہو بنا بر مذہب قوی کے شامی نے زیلعی سے نقل کیا کہ وجہ اس کی یہ ہے کہ فرائض کا حال علم اور جہالت سے بدلتا نہیں تو علم جب شرط نہ ہوا تو نیت بھی بطریق اولی شرط نہ ہوگی انتہی یا خلیفہ کر دے امام کسی امی کو پچھلی دو رکعتوں میں اگرچہ تشہد میں خلیفہ کرے فاسد ہوگی نماز سب کی اس لیے کہ ہر رکعت نماز علیحدہ ہے تو خالی نہ ہوگی کوئی رکعت قراءت سے اگرچہ قرأت تقدیری ہو اور امی میں قرأت تقدیری بھی نہیں کیوں کہ وہ اہل ہی نہیں تو امام نے ایسے کو خلیفہ کیا جس میں صلاحیت امامت کی نہیں اس لیے نماز مقتدیوں کی فاسد ہوئی اور امام کی نماز عمل کثیر کی جہت سے فاسد ہوئی اور مقتدیوں کی نماز امام کی نماز پر مبنی تھی کذا فی البحر شارح نے کہا اور بعد تشہد کے خلیفہ کرنے سے تو نماز درست رہے گی بسبب خارج ہونے امام کے اپنے فعل یعنی استخلاف سے وصحت لو صلی کل من الامی والقاریٔ وحدہ فی الصحیح اور صحیح ہے نماز اگر پڑھی ہر ایک امی اور قاری نے تنہا قول صحیح میں ہم قول صحیح کا مقابل قول ابو حازم کا ہے کہ نماز امی کی اس صورت میں بھی جائز نہیں بقیاس مسئلہ گذشتہ اور ہدایہ میں قول اول کو صحیح کہا ہے کذا فی الشامی بخلاف حضور الامی بعد افتتاح القاری اذا لم یقتد بہ وصلی منفردا فانہا تفسد فی الاصح لا بخلاف آنے امی کے بعد شروع کرنے قاری کے جب کہ قاری کا اقتدا نہ کرے اور تنہا نماز پڑھے کہ نماز امی کی فاسد ہوگی صحیح تر قول میں. اس وجہ کے سبب سے کہ گذر گئی یعنی امی نے باوجود قدرت علی القراءۃ کے قرأت کو ترک کیا اگر قاری کے پیچھے پڑھتا تو اس کی قراءت اس کی بھی قرأت ہو جاتی واعلم ان المدرک من صلاتہا کاملۃ مع الامام واللاحق من فاتہ الرکعات کلہا او بعضہا لکن بعد اقتدائہ اور جان کہ مدرک وہ مقتدی ہے جس نے نماز کی پوری رکعتیں امام کے ساتھ پڑھی ہوں اور لاحق وہ مقتدی ہے جس نے کل رکعات یا تھوڑی سی رکعتیں امام کے ساتھ نہ پڑھی ہوں مگر اقتدا کر چکنے کے بعد یہ رکعتیں فوت ہوئی ہوں بعذر کغفلۃ ورحمۃ وسبق حدث وصلوۃ خوف ومقیم امم مسافر فوت ہونا کل یا بعض رکعات کا کسی عذر سے ہو مثلاً غفلت سے یا بھیڑ سے یا وضو جاتے رہنے سے یا خوف کی نماز سے یا مقیم کہ اقتدا کرے مسافر کے پیچھے ہم غفلت کی صورت یہ ہے کہ مقتدی اقتدا کے بعد غافل ہوگیا یہاں تک کہ امام نے سب نماز یا بعض پڑھ لی اور رعاف کی صورت یہ ہے کہ مثلاً جمعہ میں اقتدا کیا اور لوگوں کی

Marfat.com

کثرت کے باعث ایک رکعت امام کے ساتھ نہ پڑھ سکا اور بے وضو ہو جانے سے مقتدی اور امام دونوں لاحق ہو سکتے ہیں امام کے لاحق ہونے کی یہ صورت ہے کہ جب امام وضو کو گیا تو جس کو خلیفہ کر گیا تھا اس نے اس اثناء میں کل یا بعض رکعات پڑھ لیں اور خوف کی نماز اس طرح ہوتی ہے کہ امام فوج کے دو حصہ کر کے ایک کو نماز پڑھاوے اور دوسرے کو مقابل دشمن کے کھڑا کرے جب پہلا حصہ نصف نماز امام کے ساتھ پڑھ لے تو وہ دشمن کے سامنے جاوے اور دوسرا امام کے پیچھے اقتدا کرے چنانچہ صلوۃ خوف میں بیان ہوگا تو پہلا حصہ لاحق ہوگا جو شارح نے مراد لیا ہے اور دوسرا حصہ مسبوق ہے وہ مراد نہیں اور مقیم جو مسافر کے پیچھے پڑھے یعنی چار رکعتوں والی نماز میں مقیم کو امام کے فارغ ہونے کے بعد دو رکعتیں اور پڑھنی پڑیں گی ان دونوں میں مقیم کا حکم لاحق کا ہے وکذا بلا عذر بان سبق امامہ فی رکوعٍ وسجودٍ فانہ یقضی رکعۃ اور اسی طرح ہے فوت ہونا رکعات کا بلا عذر اس طرح کہ مقتدی اپنے امام سے پیشتر ایک رکوع اور سجدہ کر لے تو وہ ایک رکعت قضا کرے گا اور اس رکعت کے پڑھنے میں لاحق ہوگا وحکمہ کمؤتم فلایاتی بقراءۃ ولا سہو ولا یتغیر فرضہ بنیۃ اقامۃ ویبدأ بقضاء مافاتہ اور حکم لاحق کا مقتدی کی طرح ہے یعنی فوت شدہ رکعت میں قرأت نہ پڑھے اور اگر اس کے پڑھنے میں کچھ سہو ہو جائے تو سجدہ سہو نہ کرے اور اس کا فرض نہ بدلے گا اقامت کی نیت سے یعنی اگر مسافر لاحق ہو گیا اور فوت شدہ نماز کو پڑھنے میں نیت اقامت کی کر لے تو دو ہی رکعت اس کے ذمہ رہیں گی چار نہ ہو جائیں گی اور شروع کرے ادا کرنا فوت شدہ کا یعنی لاحق اول وہ رکعت پڑھے جو فوت ہو گئی پھر امام کی متابعت کرے عکس المسبوق مسبوق کے برعکس یعنی چاروں باتوں مذکورہ بالا میں لاحق مسبوق کے برعکس ہے تو مسبوق اپنی باقی نماز میں قرأت پڑھے گا اور اگر اس میں سہو کرے گا تو سجدہ سہو کرنا پڑے گا اور نیت اقامت سے اس کا فرض بدل جائے گا دو کی جگہ چار رکعتیں پڑھنی ہوں گی اور اول امام کی متابعت کرے گا بعد اس کے فارغ ہونے کے باقی نماز پڑھے گا ثم یتابع امامہ ان امکنہ اور اگر والا تابعہ ثم صلی ما نام فیہ بلا قراءۃ ثم ما سبق[1] بہ بہا ان کان مسبوقا ایضاً پھر لاحق بعد ادا کرنے فوت شدہ نماز کے اپنے امام کی متابعت کرے اگر امام کا پالینا اس کو ممکن ہو ورنہ متابعت امام نہ کرے پھر اگر لاحق مسبوق بھی ہو تو اول وہ نماز بے قرأت پڑھے جس میں مثلاً سو گیا ہو اس کے بعد وہ پڑھے قرأت کے ساتھ جس میں مسبوق ہوا ھم صورت لاحق اور مسبوق ہونے کی یہ ہے کہ ایک شخص مثلاً ظہر کی دوسری رکعت میں شریک ہو کر لاحق ہو گیا یعنی تیسری اور چوتھی رکعت اس کو نہ ملی تو اب وہ تیسری اور چوتھی کو بلا قراءت پڑھے پھر اول رکعت کو قرأت کے ساتھ پڑھے شامی نے کہا کہ شارح کی عبارت فہم مطلب سے قاصر ہے بہتر تعبیر یوں تھی کہ شارح یوں کہتا ویبدا بقضاء مافاتہ بلا قرأۃ عکس المسبوق ثم یتابع امامہ ان ادرکہ ثم ما سبق بہ یعنی شروع کرے قضائے مافات کو بدون قرأت کے برعکس مسبوق کے پھر متابعت امام کی کرے اور اگر اس کو نماز میں پا دے پھر وہ نماز پڑھے جس میں مسبوق ہو گیا ہے تاکہ عبارت مختصر اور تفہیم مرعی کے لیے واضح تر ہوتی غرضیکہ شارح کا قول والا تابعہ الخ بے موقع ہے اس لیے مترجم نے اس کا ترجمہ اور طور پر کیا ولو عکس صح واثم لترک الترتیب اور اگر لاحق اس کا عکس کرے یعنی اول وہ رکعت پڑھے جس میں مسبوق ہوا پھر وہ جس میں لاحق ہوا تو نماز صحیح ہو گی اور گنہگار ہو گا بسبب ترک ترتیب رکعات کے جو واجب ہے اور امام زفر کے نزدیک اس کی نماز صحیح نہ ہو گی کیوں کہ ترتیب رکعات ان کے نزدیک فرض ہے کذا فی الشامی والمسبوق من سبقہ الامام بہا او ببعضہا اور مسبوق وہ مقتدی ہے جس سے پیش تر امام سب رکعتیں یا بعض رکعتیں پڑھ چکا ہو یعنی مثلاً اگر اخیر رکعت کے رکوع کے بعد ملا ہو تو سب رکعتوں میں مسبوق ہو گا ورنہ بعض میں غرضیکہ مقتدی چار طرح کے ہوئے اوّل مدرک دوم لاحق سوم مسبوق چہارم وہ جو لاحق بھی ہو اور مسبوق بھی وہو منفرد حتی یثنی ویثنوہ ویقرأون قرأ مع الامام لعدم الاعتداد بہا لکراہتہا مفتاح السعادۃ اور مسبوق منفرد ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ سبحانک اللہم الخ اور اعوذ اور قرأت پڑھے اگرچہ امام کے ساتھ اس نے قرأت پڑھی ہو کیوں کہ امام کے پیچھے قرأت مکروہ ہونے کی جہت سے اس کا شمار نہیں وجود وعدم برابر ہے کذا فی مفتاح السعادۃ فیما

[1] ای برکعات سبق الامام ۱۲

Marfat.com

یقضیہ ای بعد متابعتہ لامامہ فلو قبلہا فالاظہر الفساد اور مسبوق منفرد ہے اس نماز میں کہ قضا کرے یعنی وہ نماز جو امام کے ساتھ نہیں ملی اس کے پڑھنے میں منفرد ہے شارح نے کہا کہ فوت شدہ کو ادا کرے بعد متابعت اپنے امام کے یعنی امام کے فارغ ہونے کے بعد پڑھے پس اگر قبل متابعت کے یعنی اثنائے متابعت میں پڑھے گا تو ظاہر تر نماز کا فاسد ہونا ہے اس لیے کہ منفرد ہونا اقتدا کے محل میں درست نہیں ویقضی اول صلوتہ فی حق قراءۃ وآخرہا فی حق تشہدٍ فمدرک رکعۃ من غیر فجر یاتی برکعتین بفاتحۃٍ وسورۃٍ وتشہد بینہما وبرابعۃ الرباعی بفاتحۃٍ فقط ولا یقعد قبلہا اور مسبوق قراءت کے باب میں اول اپنی نماز کا اور تشہد کے باب میں آخر اپنی نماز کا پڑھے یعنی فوت شدہ نماز کو قرارت کے حق میں شروع نماز سمجھے اور تشہد کے حق میں امام کے ساتھ پڑھی ہوئی کو بھی ملا لیوے اب شارح اس پر تفریع کرتا ہے کہ پانے والا ایک رکعت کا فجر کے سوا دوسری نمازوں میں سے بقیہ نماز اس طرح پڑھے کہ دو رکعتیں اول فاتحہ اور سورہ کے ساتھ اور ان کے درمیان میں تشہد کے ساتھ ادا کرے یعنی ایک رکعت مع الحمد وسورہ پڑھ کر بیٹھے کیوں کہ تشہد دو رکعتوں کے بعد ہوتا ہے اور اس نے ایک امام کے ساتھ پڑھ لی ہے پھر تیسری رکعت مع الحمد وسورہ پڑھے اور چوتھی رکعت چار رکعت والی نماز کی صرف الحمد کے ساتھ ادا کرے اور اس سے پیش تر یعنی تیسری کے آخر میں نہ بیٹھے ہم فیض میں مستصفی سے ہے کہ امام اعظم کے نزدیک مسبوق اس طرح پڑھے کہ پہلی دو رکعتیں مع قراءت پڑھ کر تشہد کرے اور تیسری کو صرف فاتحہ سے پڑھے اور شامی نے کہا کہ ظاہرا اعتماد قول پر صاحبین کے ہے جس کو شارح نے بیان کیا ہے الا فی اربع فلمقتد احد لہا لم یجز الاقتداء بہ وان صح استخلافہ فی حدوثہ لحالۃ القضاء فلا استثناء اصلا کما زعم فی الاشباہ مسبوق منفرد ہے مگر چار مسئلوں میں کہ وہ مثل مقتدی کے ہے اول مسئلہ یہ ہے کہ اقتدا اس کے پیچھے جائز نہیں اور منفرد کے پیچھے جائز ہے اگرچہ صحیح ہے خلیفہ کرنا مسبوق کا حالت مسبوق ہونے میں نہ حالت قضائے مافات میں تو استثنا نہیں ہرگز جیسا کہ اشباہ میں کہا ہے ہم اشباہ میں کہا ہے کہ مسبوق کے پیچھے اقتدا جائز نہیں اس سے استخلاف کا مسئلہ مستثنیٰ ہے یعنی اگر امام کو حدث ہوا اور وہ مسبوق کو خلیفہ کر دے تو درست ہے شارح کہتا ہے کہ استثنا نہیں اس لیے کہ استخلاف مسبوق کا امام کے سلام سے پیشتر ہے اور عدم جواز اقتداء بعد سلام امام کے ہے جب مسبوق اپنی نماز پڑھے کذا فی الحلبی نعم لو نسی احد المسبوقین فقضی ملاحظا للآخر بلا اقتداء صح ہاں اگر دو مسبوق جو ایک ساتھ اگر شریک جماعت ہوئے ان میں سے ایک بھول گیا کہ کتنی رکعتیں باقی ہیں اور اس نے باقی کو ادا کیا دوسرے کو دیکھ دیکھ کر بدون اقتدا کے تو درست ہوگا طحطاوی نے کہا کہ اس مثال کے لکھنے کی ضرورت نہ تھی کیوں کہ اس میں اقتدا ہی نہیں وثانیہا یاتی بتکبیر التشریق اجماعا اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مسبوق تکبیرات تشریق کو کہے بالاتفاق یعنی عرفہ کی صبح سے تیرہویں کی عصر تک ہر فرض باجماعت کے بعد جو تکبیر واجب ہے مسبوق بھی اس کو کہے حالاں کہ منفرد امام اعظم کے نزدیک تکبیر نہ کہے وثالثہا لو کبر بنوی استیناف صلوتہ وقطعہا یصیر مستانفا وقاطعا للاولی بخلاف المنفرد کما سیجئ اور تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر مسبوق بقیہ نماز تھوڑی سی پڑھ کر اللہ اکبر کہے نیت کرکے از سر نو پڑھنے اپنی نماز کی اور اس کے قطع کرنے کی تو از سر نو پڑھنے والا اور پہلی نماز کو توڑنے والا ہو جائے گا بخلاف منفرد کے کہ وہ مستانف نہیں ہوتا چنانچہ عنقریب آوے گا ورابعہا لو قام الی قضاء ما سبق بہ وعلی الامام سجد تا سہو ولو قبل اقتدائہ فعلیہ ان یعود وینبغی ان یصیر حتی یفہم انہ لا سہو علی الامام اور چوتھا مسئلہ جس میں مقتدی کے مانند ہے یہ ہے کہ اگر مسبوق کھڑا ہوا اس نماز کو پڑھنے جو اس سے پیشتر ہو چکی ہے حالانکہ امام پر دو سجدہ سہو کے ہیں اگرچہ سہو مسبوق کے مقتدی ہونے سے پہلے ہوا ہو تو مسبوق پر واجب ہے کہ عود کرے یعنی امام کے سامنہ سجدہ سہو میں شریک ہو جائے اور مسبوق کو چاہیے کہ امام کے سلام کے بعد صبر کرے یہاں تک کہ سمجھے کہ امام کے ذمے سہو نہیں یعنی قضاء مافات کے لیے اٹھنے میں جلدی نہ کرے جب امام دوسری طرف سلام پھیرے اس وقت اٹھے ولو قام قبل السلام بل یعتد بادائہ ان قبل قعود الامام قدر التشہد لا وان بعدہ نعم اور اگر مسبوق امام کے سلام سے پیش تر کھڑا ہو گیا تو کیا معتبر ہوگا اس کا ادا کرنا یعنی قیام ورکوع وغیرہ کرنا اسکا

Marfat.com

جواب یہ ہے کہ اگر بقدر تشہد امام کے بیٹھنے سے پیش تر کھڑا ہو کر پڑھنے لگے گا تو اس کا ادا کرنا معتبر نہیں اور اگر بعد بیٹھنے امام کے بقدر تشہد کھڑا ہوا ہوگا تو معتبر ہوگا وکرہ تحریما الا لعذر کخوف حدث وخروج وقتِ فجرٍ وجمعۃ وعیدٍ ومعذور وتمام مدۃ المسح ومرور ثالث بین یدیہ اور مکروہ تحریمی ہے کھڑا ہو جانا مسبوق کا بقدر مقدار تشہد بیٹھنے امام کے مگر کسی عذر کی جہت سے مکروہ تحریمی نہیں جیسے خوف بے وضو ہو جانے کا درصورت توقف اور خوف جاتے رہنے وقت فجر اور جمعہ اور عید اور معذور کا امام کے ساتھ سلام تک ٹھہرنے اور پھر اپنی باقی نماز پڑھنے میں آفتاب نکل آوے گا یا جمعہ کا وقت خواہ عید کا نہ رہے گا یا عذر والے شخص کو وقت باقی نہ رہے گا اور خوف پورا ہو جانے مدت مسح موزوں کا اور خوف گذرنے کسی گذرنے والے کا اس کے سامنے کہ ان صورتوں میں اگر مسبوق کھڑا ہو جائے گا تو کھڑا ہونا مکروہ تحریمی نہ ہوگا ھم بدون عذر کھڑا ہونا مکروہ تحریمی اس لیے ہوا کہ امام کی متابعت سلام میں واجب ہے کھڑا ہو جانے سے وہ چھوٹ جائے گی کذا فی الشامی حلبی نے کہا کہ خروج اور تمام اور مرور کا عطف حدث پر ہے اور جمعہ اور عید اور معذور کا فجر پر فان فرغ قبل سلام امامہ ثم تابعہ فیہ صحت پھر اگر مسبوق اپنی بقیہ نماز سے فارغ ہوا امام کے سلام سے پیش تر پھر سلام میں اس کی متابعت کی تو نماز صحیح ہوگی ھم بعض فقہا نے کہا ہے کہ اس صورت میں نماز فاسد ہوگی کیوں کہ مسبوق جب کھڑا ہو گیا تو بقیہ کے پڑھنے میں منفرد ہو گیا اب پھر اقتدا کیسے کرے گا مگر فتوی اس پر ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی اس لیے کہ اقتدا کیا ہے بعد فراغت پانے کے ارکان سے تو ایسا ہو گیا جان بوجھ کر اس وقت میں حدث کیا کذا فی البحر والفتح ولو لم یعد کان علیہ ان یسجد للسھو فی آخر صلوتہ استحسانا اور اگر مسبوق عود نہ کرے اور امام کیساتھ سجدہ سہو میں شریک نہ ہو تو اس کو چاہیے کہ اپنی نماز کے آخر میں سجدہ سہو کرے براہ استحسان قید بالسھو لان الامام لو تذکر سجدۃ صلبیۃ او تلاویۃ فرضت المتابعۃ مصنف نے قید لگائی سہو کی یعنی اوپر کے قول میں کہ امام پر سہو کے سجدے ہیں اس لیے کہ اگر امام کو سجدہ خود نماز کے اندر کا یا سجدہ تلاوت کا ہوگا تو اس سجدہ میں مسبوق کو متابعت امام کی فرض ہے ورنہ نماز فاسد ہو جائے گی اس لیے کہ سجدہ صلبی فرض ہے اور سجدہ تلاوت گو واجب ہے مگر چوں کہ یہ سجدہ قعدہ اخیرہ کو معدوم کر دیتا ہے اس لیے اس کے بعد کا قعدہ فرض ہوتا ہے تو متابعت امام کی فرض میں فرض ہے اس کے نہ کرنے سے نماز فاسد ہو جائے گی کذا فی الحلبی وہذا کلہ قبل تقیید ما قام الیہ بسجدۃ اما بعدہ فتفسد فی صلبیۃ مطلقا وکذا تلاویۃ وسھوان تابع والا لا اور یہ سب یعنی مسبوق کا عود کرنا اور سجدہ سہو اور صلبی اور تلاوت میں امام کی متابعت کرنی اس وقت تک ہے کہ جس رکعت کو مسبوق کھڑا ہوا ہے اس کو سجدہ کے ساتھ مقید نہ کیا ہو اور سجدہ سے مقید کرنے کے بعد تو صلبی سجدہ میں نماز مطلقاً فاسد ہو گی خواہ متابعت کرے یا نہ کرے کیوں کہ وہ منفرد ہو گیا حالانکہ اس سے دو رکن سجدہ اور قعدہ رہ گئے اور بعد رکعت پورا کرنے کے متابعت سے عاجز ہے لہذا نماز فاسد ہو گی کذا فی الحلبی اور اسی طرح نماز فاسد ہو گی سجدہ تلاوت اور سجدہ سہو میں اگر مسبوق متابعت کرے گا اس لیے کہ ایک رکعت کو پورا کرنے سے حالت انفراد مستحکم ہو چکی اب وہ متروک نہیں ہو سکتی اور متابعت سے اس کا ترک لازم آتا ہے کذا فی الشامی اور اگر متابعت نہ کرے گا تو نماز فاسد نہ ہو گی کیوں کہ سجدہ سہو تو واجب ہے اور سجدہ تلاوت سے جو قعدہ اخیرہ جاتا رہا تو ایسے وقت گیا کہ مسبوق بکلہ منفرد ہو چکا تھا وہ مسبوق پر لازم نہ ہوگا اور بہمین وجہ نماز فاسد نہ ہوگی کذا فی الحلبی ولو سلم ساہیا ان بعد امامہ لزمہ السھو والا لا اور اگر مسبوق نے بھول کر سلام پھیرا تو اگر بعد امام کے پھیرا تب تو اس پر سجدہ لازم ہے کیوں کہ وہ اس حالت میں منفرد ہے اور اگر ایسا نہیں یعنی امام سے پیشتر پھیرا یا اس کے ساتھ ہی پھیرا تو سجدہ سہو لازم نہیں کیوں کہ وہ دونوں صورتوں میں مقتدی ہے اور مقتدی کے سہو سے مقتدی پر کچھ لازم نہیں ولو قام امامہ لخامسۃ فتابعہ ان بعد القعود وتفسد والا حتی یقید الخامسۃ بسجدۃ اور اگر مسبوق کا امام پانچویں رکعت کو کھڑا ہو گیا اور مسبوق نے اس کی متابعت کی تو اگر امام بعد قعدہ اخیرہ کے کھڑا ہوا ہے تو مسبوق کی نماز فاسد ہو گی کیوں کہ انفراد کی جگہ میں اقتدا کرے گا اور اگر امام نے قعدہ اخیرہ نہیں کیا اور کھڑا ہو گیا تو نماز مسبوق کی فاسد نہ ہوگی اس لیے کہ امام کی نماز بھی پوری نہیں ہوئی تو متابعت سے کچھ ضرر نہیں جب تک کہ امام پانچویں رکعت کو سجدہ سے مقید کرے کیوں کہ پانچویں رکعت کا سجدہ کرتے سے امام کی نماز نفل ہو جائے گی اس لیے مسبوق کی نماز فاسد ہو جائے گی ولو ظن الامام السھو فسجد لہ فتابعہ فبان ان لا سھو فالاشبہ الفساد لاقتدائہ فی موضع الانفراد اور اگر امام نے اپنے ذمہ سہو کا گمان کر کے سجدہ سہو کے لیے کیا اور مسبوق

Marfat.com

نے اس کی مثابعت کی پھر ظاہر ہوا کہ امام پر سہو نہ تھا تو مشابہ تر قواعد فقہ سے فاسد ہونا نماز مسبوق کا ہے بسبب اقتداء کرنے مسبوق کے انفراد کی جگہ ہیں ہم شامی نے فیض سے نقل کیا کہ عدم فساد پر فتویٰ ہے اور فقیہ ابواللیث نے عدم فساد کی وجہ بیان کی کہ اس زمانہ میں قاریوں پر جہالت غالب ہے ؛

باب الاستخلاف

یہ باب ہے خلیفہ کرنے کے احکام میں یعنی اگر امام کو اثنائے صلوۃ میں مانع صلوۃ پیش آوے اور دوسرے شخص کو اپنا نائب کر دے اس کے احکام اس باب میں مذکور ہیں طحطاوی نے کہا کہ سین اور تے استخلاف میں زائد ہیں کیوں کہ مقصود بیان خلیفہ کا ہے نہ طلب کرنا خلیفہ کا اور چوں کہ استخلاف اس حدث کے ہونے پر مشروط ہے جو بنا کا مانع ہوا اس لیے شارح نے عنوان میں بنا ہی کو ذکر کیا اور کہا اعلم ان لجواز البناء ثلثۃ عشر شرطا جان لے کہ بنا کے جائز ہونے کے لیے تیرہ شرطیں ہیں کون الحدث سماویا پہلی شرط ہے ہونا حدث کا آسمانی یعنی حدث میں اور اس کے سبب میں بندہ کو اختیار نہ ہو اگر حدث اختیاری ہوگا تو بنا درست نہ ہوگی نماز نئے سر سے پڑھنی پڑے گی من بدنہ دوسری شرط ہے ہونا حدث کا نمازی کے بدن سے یعنی خارج سے نجاست مانع نماز نہ لگے غیر موجب غسل تیسری شرط یہ ہے کہ وہ حدث موجب غسل کا نہ ہو مثلاً سو چنے سے انزال نہ ہو گیا ہو ولا نادر وجود اور چوتھی شرط ہے حدث کا نادر الوجود نہ ہونا اس سے کھکھلا کر ہنسنا اور بے ہوشی نکل گئی ولم یؤد رکنا مع حدث اور پانچویں شرط یہ ہے کہ نمازی نے کوئی رکن حدث کے ساتھ نہ ادا کیا ہو مثلاً سجدہ میں حدث ہوا اور اپنا سر بقصد ادا اٹھایا تو نماز از سر نو پڑھے او مشی اور چھٹی شرط یہ ہے کہ کوئی رکن چلنے کے ساتھ نہ ادا کیا ہو مثلاً جب نماز میں سے وضو کرنے گیا اور ہٹ کر آنے میں قرأت پڑھتا آیا تو بنا نہ ہو سکے گی ولم یفعل منافیا اور ساتویں شرط یہ ہے کہ کوئی فعل مخالف نماز نہ کیا ہو مثلاً کھانا نہ کھایا ہو یا پانی نہ پیا ہو ورنہ از سر نو نماز پڑھے او فعلالہ منہ بد اور آٹھویں شرط یہ ہے کہ کوئی کام ایسا بھی نہ کیا ہو جس سے نمازی کو چارہ ہو مثلاً پانی پاس تھا اور بلا ضرورت دور چلا گیا ولم یتراخ بلا عذر کثیرا اور نویں شرط یہ ہے کہ بدون عذر کے دیر نہ کی ہو عذر جیسے انبوہ کا ہونا تو اگر بدون انبوہ کے مقدار ادا کرنے رکن کے توقف کرے گا مثلاً تو نماز فاسد ہو جائے گی اور بنا جائز نہ ہوگی ولم یظہر حدثہ السابق بمضی مدۃ مسحہ اور دسویں شرط یہ ہے کہ اس حدث سے پیشتر کا کوئی حدث ظاہر نہ ہوا ہو جیسے گذر جانا مدت نمازی کے موزہ کی مسح کی کہ اس صورت میں بھی نماز فاسد ہو جائے گی ولم یتذکر فائتہ وہو ذو ترتیب اور گیارہویں شرط یہ ہے کہ اس نے کوئی نماز قضا یاد نہ کی ہو اس صورت میں کہ وہ ترتیب والا ہو کیوں کہ ترتیب والے کو فائتہ کا یاد آنا مفسد اس کی حال کی نماز کا ہے ولم یتم الموتم فی غیر مکانہ اور بارہویں شرط یہ ہے کہ مقتدی نے اپنی جگہ کے سوا میں نماز کو پورا نہ کیا ہو شامی نے کہا کہ مقتدی امام کو بھی شامل ہے کیوں کہ اس وقت وہ بھی اپنے خلیفہ کا مقتدی ہے تو اگر مقتدی یا امام نے وضو کیا اور ان میں اور امام میں حائل مانع اقتداء ہے تو دونوں کو چاہیے کہ اسی جگہ آویں جہاں امام نماز پڑھتا ہو ورنہ نماز فاسد ہو جائے گی اور منفرد کو اختیار ہے چاہے پہلی جگہ آوے چاہے وضو کی جگہ تمام کرے ہدایہ میں ہے کہ یہی حال ہے مقتدی کا اگر اس میں اور امام میں کوئی آڑ نہ ہو یا امام نماز سے فارغ ہو چکا ہو ولم یستخلف الامام غیر صالح لہا اور تیرہویں شرط یہ ہے کہ امام نے ایسے شخص کو خلیفہ نہ کیا ہو جو لائق امامت نہ ہو مثلاً عورت کو یا لڑکے کو خلیفہ نہ کیا ہو ورنہ سب کی نماز فاسد ہوگی لسبق الامام حدث سماوی لا اختیار للعبد فیہ ولا فی سببہ کسفرجلۃ من شجرۃ وکحدثہ من نحو عطاس علی الصحیح پیش ہو امام کو بے وضو ہونا آسمانی کہ نہیں اختیار ہے بندہ کو اس میں اور نہ اس کے سبب میں مثلاً ایک بہی درخت سے گری اور اس سے نمازی کے خون نکلا اور مثل بے وضو ہو جانے نمازی کے چھینک جیسی قول سے جز صحیح پر ہم شامی نے کہا کہ یہ مثال منفی کی ہے تو اس پر بنا نہ کرے اور مسئلہ میں اختلاف ہے ابو یوسف اور طرفین میں ابو یوسف کے نزدیک بندہ سے صادر نمازی ہے تو جس فعل میں نمازی کا اختیار نہ ہوگا ان کے نزدیک وہ آسمانی ہوگا اور طرفین کے نزدیک جو فعل ایسا ہو کہ کسی بندہ کے اختیار میں نہ ہو وہ آسمانی ہوگا اور چھینک کے مانند کھانسنا ہے غرضیکہ طرفین کے نزدیک ان عذرات سے بے وضو ہونے میں بنا درست نہیں غیر مانع للبناء کما قدمناہ ولو بعد التشہد لیاتی بالسلام المستخلف ای جاز لہ ذلک ولو فی جنازۃ باشارۃ

Marfat.com

اوجر المحراب ولو المسبوق امام کو حدث آسمانی ہوا ہو جو مانع بنا کا نہ ہو چنانچہ ہم نے اس کو مقدم بیان کر دیا یعنی اس حدث میں وہ تیرہ شرطیں ہوں جو اوپر مذکور ہوئیں تو امام مذکور کسی مقتدی کو اپنا خلیفہ کرے اگرچہ بعد تشہد کے حدث ہو تب بھی خلیفہ کرے تاکہ خلیفہ سلام پھیر دے یعنی امام کو خلیفہ کرنا درست ہے گو نماز جنازہ میں ہو خلیفہ کرے مقتدی کو اشارہ سے یا محراب کی طرف کھینچنے سے اگرچہ مقتدی مسبوق ہو ولیشیر باصبع لبقاء رکعۃ وباصبعین لرکعتین ویضع یدہ علی رکبتہ لترک رکوعٍ وعلی جبہۃ لسجود وعلی فرنقرلوۃ وعلی جبہۃ ولسانہ لسجود تلاوۃ وصدرہ لسہو اور امام اشارہ کرے خلیفہ کی طرف ایک انگلی سے ایک رکعت باقی رہنے کے لیے اور دو انگلیوں سے اشارہ کرے دو رکعتیں رہنے کا اور رکھے اپنا ہاتھ زانو پر رکوع کے چھوٹ جانے کے لیے اور پیشانی پر سجدہ کے رہ جانے کے لیے اور منہ پر قرأت کے رہ جانے کے لیے اور پیشانی اور زبان دونوں پر ہاتھ رکھے سجدہ تلاوت کے چھوٹ جانے کے لیے اور فقط سینہ پر ہاتھ رکھے سہو کے واسطے اگر امام کے ذمہ ہو مالم یجاوز الصفوف لو فی الصحراء ومالم یتقدم فحدہ السترۃ او موضع السجود علی المعتمد کالمنفرد خلیفہ کرے امام اس وقت تک کہ صفوں سے نہ نکل جاوے اگر جنگل میں ہو درصورتیکہ آگے نہ بڑھے کہ اس کی حد سترہ ہے یا سجدہ کی جگہ معتمد قول پر مثل منفرد کے ھم یعنی خلیفہ کرنیکی مدت امام کو جنگل میں اس وقت تک ہے کہ صفوں سے تجاوز نہ کرے یہ صورت داہنے یا بائیں اور پیچھے کی جانب میں ہوئی اور آگے کی طرف میں حد سترہ سے بڑھنا ہے اور اگر سترہ نہ ہو تو سجدہ کی جگہ سے تجاوز کرنا اس کے بعد نماز جاتی رہے گی اور خلیفہ کرنا درست نہ ہوگا اور اسی طرح منفرد کے لیے سترہ حد ہے اور اگر سترہ نہ ہو تو سجدہ کی جگہ یعنی اگر منفرد کو شبہ ہوا بے وضو ہونے کا اور وہ سترہ سے یا سجدہ کی جگہ سے آگے بڑھ گیا پھر معلوم ہوا کہ وضو نہیں گیا تو اب بنا نہ کر سکے گا کہ نماز فاسد ہو گئی اور منفرد کے لیے ہر طرف اتنا ہی فاصلہ معتبر ہے جتنا آگے کی طرف کذا فی الطحطاوی ومالم یخرج من المسجد او الجبانۃ او الدار لو کان یصلی فیہ لانہ علی امامتہ مالم یجاوز ہذا الحدّ ولم یتقدم احد ولو بنفسہ مقاما ناویا الامامۃ وان لم یجاوزہ اور اس وقت تک کہ مسجد یا جبانہ یا مکان سے باہر نہ ہوا گر امام ان میں سے کسی میں نماز پڑھتا ہوا اس لیے کہ امام اپنی امامت پر باقی ہے جب تک اس حد سے تجاوز نہ کرے اور جب تک کہ اور کوئی امام کی جگہ پر بہ نیت امامت آگے نہ بڑھ گیا ہو گو خود ہی بڑھا ہو بدون اشارہ امام کے اگرچہ امام حد مذکور سے نہ بڑھا ہو یعنی امام کی جگہ اگر کوئی شخص مقتدیوں سے امامت کی نیت کر کے جا کھڑا ہو گا تو اس وقت اس کی امامت باقی نہ رہے گی اگرچہ امام صفوں سے یا مسجد سے نہ نکلا ہو وہ مقتدی امام ہو جائے گا ھم جبانہ بفتح جیم وتشدید موحدہ نماز کی جگہ عام[1] کو کہتے ہیں جو جنگل میں بنائی جائے کذا فی المغرب طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ شارح ولم یتقدم کی جگہ اولم یتقدم کہتا اور اس تقدم کو استخلاف کہتے ہیں حتی لو تذکر فائتۃ او کلم لم تفسد صلوۃ القوم لانہ صار مقتدیا یہاں تک کہ اگر بعد مقتدی کے کھڑا ہو جانے کے امام کی جگہ میں امام کسی فوت شدہ نماز کو یاد کرے گا یا کلام کرے گا تو قوم کی نماز فاسد نہ ہوگی اس لیے کہ امام مقتدی ہو گیا اپنے خلیفہ کا تو قوم کی نماز اس کی نماز پر مبنی نہ رہی ولو کان الماء فی المسجد لم یحتج للاستخلاف اور اگر پانی مسجد کے اندر ہو تو حاجت خلیفہ کرنے کی نہیں کیونکہ خلیفہ کرنا جائز ہے نہ واجب اور امام جب تک مسجد میں رہے اپنی امامت پر قائم ہے تو ہو سکتا ہے کہ وضو کر کے پھر امام ہو جائے شامی نے کہا کہ بعض نسخوں میں اتنا مضمون زائد ہے کہ اگر اس صورت میں خلیفہ کر دے گا تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی واستینافہ افضل تحرزا عن الخلاف اور از سر نو پڑھنا امام کا افضل ہے واسطے بچنے کے خلاف سے ھم امام شافعی کے نزدیک استخلاف جائز نہیں اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اس لیے کہا کہ نماز کو نئے سرے سے پڑھنا افضل ہے تاکہ سب کے نزدیک نماز ہو جائے پھر استیناف کی یہ صورت ہے کہ کوئی کام نماز کے مخالف کر کے پہلے نماز کو قطع کر دے اور وضو کے بعد جدا نیت کرے کذا فی الشامی ویتعین الاستیناف ان لم یکن تشہد لجنونٍ او حدثٍ عمدًا او خروجہ من مسجد بطلن حدث او احتلام بنوم او تفکر او نظر او مس بشہوۃ او اغماء او قہقہۃ لبند رہتا اور متعین ہے از سر نو پڑھنا اگر بقدر تشہد نہ بیٹھا بسبب جنون کے یا نہ

[1] جیسے ہندوستان میں عید گاہ ہوتی ہے ۱۲

Marfat.com

حدث کرنے کے یا حدث کے گمان پر مسجد سے باہر نکلنے کے یا بسبب احتلام ہوجانے کے سونے سے یا فکر سے یا دیکھنے یا شہوت کے ساتھ چھونے سے یا بسبب بے ہوشی کے یا کھلکھلا کر ہنسنے کے کیوں کہ اس قسم کے واقعات نادر ہیں اور شرط استخلاف اور بنا کی عدم ندرت ہے چنانچہ مذکور ہوا وکذا یجوز لہ ان یستخلف اذا حصر عن قراءۃ قدر المفروض لحدیث ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فانہ لما احس بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم حصر عن القراۃ فتاخر فتقدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم واتم الصلوۃ فلو لم یکن جائزا لما فعلہ بدائع اور اسی طرح جائز ہے امام کو خلیفہ کرنا جب کہ بند ہوجاوے قدر فرض قراءت کے پڑھنے سے بسبب حدیث حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انھوں نے جب آہٹ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پائی تو قراءت سے بند ہوئے اور پیچھے ہٹ گئے پس آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر نماز کو تمام کیا تو اگر یہ امر جائز نہ ہوتا تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو نہ کرتے کذا فی البدائع ہم فرض کے مقدار کی قید اس لیے لگائی کہ اگر بعد پڑھنے مقدار فرض کے رکے گا تو خلیفہ کرنا بالاجماع ناجائز ہوگا کذا فی الہدایہ وقالا تفسد اور صاحبین نے فرمایا کہ قراءت فرض کے رک جانے کے باعث نماز فاسد ہوجائے گی تو از سر نو پڑھے خلیفہ نہ کرے ہم وجہ فساد یہ ہے کہ یہ عذر نادر الوجود ہے اور شرط استخلاف یہ ہے کہ نادر نہ ہو کذا فی الشامی وبعکس الخلاف لو حصر بہول او غائطا اور اس خلاف کے برعکس ہے اگر امام بباعث پیشاب یا پاخانہ کے نماز سے رک جائے یعنی صاحبین کے نزدیک استخلاف جائز ہے اور امام اعظم کے نزدیک ناجائز ولو عجز عن رکوع وسجود ہل یستخلف کالقراءۃ لم ارہ اور اگر امام عاجز ہو رکوع اور سجود سے تو کیا خلیفہ کر دے جیسے قراءت کے رکنے میں کرتا ہے اس مسئلہ کا حکم میں نے نہیں دیکھا ہم شامی نے کہا کہ میں نے شارح کے ہامۃ کا لکھا خزائن الاسرار کے حاشیہ پر دیکھا کہ ظاہر کلام فقہا سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں خلیفہ نہ کرے کیوں کہ استخلاف خلاف قیاس ثابت ہوا ہے یعنی بسبب عمل کثیر ہونے کے تو جہاں وارد ہے اسی جگہ جائز ہوگا نہ دوسری جگہ میں لتجل ای لاجل تجل او خوف اعتراء قراءت سے رکنا بسبب خجالت کے ہو یا بسبب خوف کے کہ امام کو پیش آیا ہو لا یستخلف اجماعا لو نسی القراءۃ اصلا لانہ صار امیا او اصابہ عطف علی المنفی بول کثیر ای نجس مانع من غیر سبق حدثہ فلو منہ فقط بنی خلیفہ نہ کرے اجماعا اگر بھول جائے قراءت کو سرے سے اس لیے کہ امام اس صورت میں امی ہوگیا اور قوم کی نماز باطل ہوگئی تو اگر منفرد کو یہ صورت پیش ہوگی تو بھی بنا نہ کرسکے گا کذا فی الشامی یا لگ جائے امام کو پیشاب بہت یعنی نجاست مانع نماز کی اس کے حدث سابق کے سوا میں سے تو اگر صرف حدث سابق ہی سے نجاست لگے تو بنا کرلے شارح نے کہا کہ او اصابہ عطف ہے منفی پر یعنی لو نسی پر ہم صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ امام کو مثلاً نکسیر پھوٹی اور زائد از قدر درہم اس کے کپڑے کو لگ گئی تو اس نجاست سے نماز فاسد نہ ہوگی وضو کے ساتھ کپڑا دھو کر بنا کرسکتا ہے ہاں اگر خارج سے نجاست مانع لگے گی تو مفسد ہوگی او کشف عورتہ فی الاستنجاء او المراۃ ذراعہا للوضوء اذا لم یضطر لہ فلو اضطر لم تفسد یا کھولے اپنی برہنگی استنجا کرنے میں یا عورت کھولے اپنا ہاتھ وضو کے لیے تو نماز فاسد ہوگی، اور استخلاف اور بنا درست نہ ہوگا بشرطیکہ کشف عورت کے لیے مضطر نہ ہو پس اگر ناچار کھولنا پڑے یعنی دھلا سکتے ہوئے استنجا یا وضو ممکن نہ ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی او قرأ فی حالۃ الذہاب او الرجوع لاداء رکن من حدث او مشی یا پڑھے قراءت وضو کے لیے جانے کی حالت میں یا واپس آنے کی حالت میں تو نماز فاسد ہوگی بسبب ادا کرنے نمازی کے رکن نماز کو حدث کے ساتھ جانے کی صورت میں یا چلنے کے ساتھ واپس آنے کی صورت میں حالانکہ شرط بنا یہ تھی کہ ادائے رکن نہ حدث کے ساتھ ہو نہ چلنے کے ساتھ غرضیکہ اس صورت میں بھی استخلاف و بنا درست نہیں بخلاف تسبیح فی الاصح بخلاف سبحان اللہ کہنے کے صحیح تر قول میں کہ اس سے نماز فاسد نہ ہوگی ہم شامی نے کہا کہ فی الاصح قراءت اور تسبیح دونوں سے متعلق ہے اور اصح کا مقابل قراءت میں زیلعی کا قول ہے کہ جانے میں قراءت پڑھے گا تو فاسد ہوگی اور رکوع کے وقت پڑھے گا تو فاسد نہ ہوگی او طلب الماء بالاشارۃ او شراہ بالمعاطاۃ للمنافات اور پانی مانگا اشارہ سے یا اس کو خرید ا تعاطی سے تو نماز فاسد ہوگی بسبب مخالف ہونے ان دونوں باتوں کے نماز سے ہم شرنبلالی نے پہلے مسئلہ میں یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر نمازی سلام کا جواب اشارہ سے دے دے تو کسی کے نزدیک اس کی نماز فاسد نہیں پھر کیا وجہ کہ پانی کو اشارہ سے مانگنے میں نماز فاسد ہو شیخ رحمتی محشی نے جواب دیا کہ پانی

Marfat.com

کا مانگنا اور قبول کرنا بمنزلہ عقد ہبہ کے ہے اس لیے مفسد ہے بخلاف رد سلام کے اور تعاطی کے یہ معنی کہ دام سامنے بائع کے رکھ دینے اور مبیع کو اٹھا دینا زبان سے ایجاب وقبول کچھ نہ کرنا تو جب نماز تعاطی سے فاسد ہوگی تو ایجاب وقبول کے ساتھ خریدنے سے بطریق اولیٰ فاسد ہوگی غرضیکہ ان دونوں صورتوں میں بھی استخلاف ونیابت جائز نہیں اوجاز مارًا الی آخر الاقدر صفین اولنسیان اوزحمۃ او کونہ بئرًا لان الاستسقاء من البناء علی المختار یا بڑھ گیا قریب کے پانی سے دوسرے پانی کی طرف مگر مقدار دو صفوں کے تجاوز کرنا یا قریب کے پانی کو بھولنے کے سبب سے یا اس پر انبوہ کثیر ہونے کی جہت سے یا اس کے کنواں ہونے کی جہت سے دوسرے پانی پر جانا بنا کا مانع نہیں اس لیے کہ پانی کنویں سے نکالنا مانع بنا ہے مذہب مختار پر ھم یعنی جب قریب کا پانی کنواں ہو تو اس کو ترک کرے اور دور والے پر جاوے کیوں کہ کنویں سے پانی کھینچنا مانع بنا ہوتا ہے اور مختار کی قید اس لیے لگائی کہ بعضوں نے کہا ہے کہ اگر دوسرا پانی نہ ہو تو کنویں سے پانی نکالنا مانع بنا نہیں ہے یہ قول غیر مختار ہے او مکث قدر اداء رکن وان لم ینو الاداء بعد سبق الحدث الا لعذر کنوم ورعاف یا توقف کیا مقدار ادائے رکن کے اگرچہ قصد رکن کے ادا کا نہ کیا ہو بعد پیش ہونے حدث کے مگر عذر کی جہت سے توقف کرنا مانع بنا نہیں جیسے نیند یا نکسیر کے باعث مثلاً توقف کرنا لیکن بدون عذر بعد حدث کے مقدار ادائے رکن کے توقف کرنا مانع استخلاف اور بنا کا ہے واذا ساغ لہ البناء توضا فورا بکل سنۃ وبنی علی ما مضی بلا کراھۃ ویتم صلوٰتہ ثمۃ وھو اولی تقلیلًا للمشی اویعود الی مکانہ لیتحد مکانہا کمنفرد فانہ مخیر فی ہذا کلہ ان فرغ خلیفتہ والا عاد الی مکانہ حتمًا لو بینہما ما یمنع الاقتداء کالمقتدی اذا سبقہ الحدث اور جب کہ درست ہو امام کو بنا کرنا بسبب نہ پائے جانے موانع بنا کے تو وضو کرے فورًا یعنی بلا توقف بقدر رکن ساتھ ہر سنت کے وضو کی سنتوں سے اور بنا کرے اس نماز پر جو پڑھ چکا ہے بدون کراہت کے اور تمام کرے اپنی نماز اسی جگہ جہاں وضو کیا اور وہاں تمام کرنا بہتر ہے بوجہ کم ہونے رفتار کے یا پھر آوے اپنی جگہ پر تاکہ جگہ کل نماز کی ایک ہو مثل منفرد کے کہ وہ بھی مختار ہے چاہے باقی نماز وضو کی جگہ پڑھے چاہے اس جگہ چلا آوے جہاں پڑھ رہا تھا اور یہ سب یعنی امام کو اختیار کا ہونا اس وقت ہے کہ امام کا خلیفہ اس اثنا میں نماز سے فارغ ہو چکا ہو اور اگر فارغ نہ ہوا ہو تو امام واپس آوے اپنی جگہ پر یعنی جس جگہ پڑھتا تھا اسی جگہ یا اس کے قریب جہاں سے اقتدا درست ہو چلا آوے وجوبًا بشرطیکہ امام میں اور اس کے خلیفہ میں کوئی آڑ مانع اقتدا ہو جیسے مقتدی جس صورت میں کہ اس کو حدث پیش ہو تو وضو کر کے اس کو بھی اپنی جگہ چلا جانا واجب ہے بشرطیکہ مانع اقتدا اس میں اور امام میں ہو ورنہ وضو کی جگہ سے بھی اقتدا کر سکتا ہے واعلم انہ ان تعمد عملًا ینافیہا بعد جلوسہ قدر التشہد ولو لحدث سبق حدثہ تمت لتمام فرائضہا نعم تعاد لترک واجب السلام اور جان کہ اگر نمازی دانستہ کوئی کام مخالف نماز کے کرے بعد اپنے بیٹھنے کے مقدار تشہد کے اگرچہ بعد بے وضو ہو جانے کے کرے تو نماز اس کی تمام یعنی درست ہوگی بسبب پورا ہونے فرضوں نماز کے ہاں یہ نماز اعادہ کی جائے گی بسبب چھوٹنے واجب سلام کے ھم طحطاوی نے کہا کہ تمت کے معنی صحت کے ہیں کیوں کہ تمام تو جب ہوتی کہ نقصان ترک واجب کا نہ رہتا ولو وجد المنافی بلا صنعہ قبل القعود بطلت اتفاقا اور اگر عمل مخالف نماز بدون صنعت نمازی کے یعنی بے اختیاری سے بیٹھنے کے پیشتر پایا جاوے گا تو بالاتفاق امام اور صاحبین کے نماز باطل ہوگی ھم شامی نے کہا کہ منافی سے غرض وہ فعل ہے جو حدث آسمانی مذکور الصدر کے سوا ہو کیوں کہ ہر چند وہ بھی قیاس کی رو سے مخالف ہے مگر شرع نے اس کو مخالف نہیں اعتبار کیا ولو بعدہ بطلت فی المسائل الاثنی عشریۃ عند الامام وقالا صحت وہی تحفۃ الکمال وفی شرح منیۃ وال الظہر قولہما بالصحۃ فی الاثنی عشریۃ اور اگر فعل مخالف بے اختیار بعد بیٹھنے مقدار تشہد کے پایا جائے گا تو نماز باطل ہوگی مسائل دوازدہ گانہ میں امام کے نزدیک اور صاحبین نے فرمایا کہ درست ہوگی اور ترجیح دی ہے کمال نے صاحبین کے قول کو اور شرح منیہ میں ہے کہ ظاہر تر قول صاحبین کا ہے نماز کی صحت کا مسائل دوازدہ گانہ میں ھم وجہ باطل ہونے نماز کی امام کے نزدیک یہ ہے کہ نماز سے باہر آنا باختیار خود امام کے نزدیک فرض ہے بموجب تحریمہ بروی کے تو جب تک باختیار خود نماز سے باہر آنا نہ پایا جائے گا اس وقت تک جو فعل مخالف نمازی سے بے اختیار سرزد ہوگا وہ نماز کے اندر ہوگا اسی لیے نماز باطل

Marfat.com

ہوگی اور صاحبین کے نزدیک خروج بصنعہ فرض نہیں تو قعدہ اخیرہ پر فراغ نماز تمام ہوجائیں گے اس لیے نماز صحیح ہوگی اور کرخی کے قول کے موجب امامؒ کے نزدیک بھی خروج بصنعہ فرض نہیں تو اس صورت میں وجہ بطلان نماز یہ ہے کہ فرض میں تغیر ہوتا ہے مثلاً تیمم والے نے بعد قعدہ اخیرہ کے پانی پر قدرت پائی تو اس کے حق میں پہلے فرض تیمم تھا اب متغیر ہوکر وضو گیا کذا فی الشامی وہی ماذکرہ بقولہ کما تبطل لو فرع بالغاء کما فی الدرر کان ادلے بقدرۃ التیمم علی الماء اور وہ بارہ مسئلے یہ ہیں جو مصنف اپنے قول آیندہ میں مذکور کرتا ہے چناں چہ باطل ہوتی ہے نماز بہ سبب قادر ہونے تیمم کرنے والے کے پانی پر یعنی بباعث نہ ملنے پانی کے یا نہ استعمال کر سکنے کے تیمم کرکے نماز پڑھی قعدہ اخیرہ کے تشہد کے بعد پانی یکایک نظر آگیا یا اس کے استعمال پر قادر ہوگیا تو امام صاحب کے نزدیک نماز باطل ہوگی اور صاحبین کے نزدیک صحیح شارح نے کہا کہ اگر مصنف لفظ کما کی ف کے ساتھ تفریع کرتا جیسا درر میں ہے تو اچھا ہوتا اس لیے کہ اسے یہ وہم ہوتا ہے کہ اوپر جو بطلان نماز کا مذکور ہے وہ ان مسائل کے سوا میں ہے حالاں کہ وہ انھیں مسائل میں مخصوص ہے ہم یہ پہلا مسئلہ ہے بارہ میں کا دوسرا مسئلہ رؤیۃ المتوضئ المؤتم بمتیمم الماء فقہیا خلاف زفر فقط وتقلب نفلا اور مسئلہ پانی دیکھنے وضو والے مقتدی کا پیچھے تیمم والے کے اس میں صرف خلاف زفر کا ہے کہ ان کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوتی اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک اس کا وصف باطل ہوجاتا ہے یعنی نفل ہوجاتی ہے ہم یہ جواب ہے زیلعی کے اعتراض کا کثر پر اعتراض زیلعی کا یہ تھا کہ اول مسئلہ میں جو قدرت تیمم کے خلاف ہے اس سے کچھ فائدہ نہیں اس لیے کہ اگر وضو کرنے والا تیمم والے کے پیچھے پڑھتا ہو اور وہ پانی دیکھ لے تب بھی نماز باطل ہوجاتی ہے کیوں کہ اس کے عندیہ میں امام پانی پر قدرت رکھتا ہے تو تیمم سے امام کی نماز درست نہ ہوگی گو واقع میں امام کی نماز پوری ہو شارح نے جواب دیا کہ ذکر ان مسائل کا ہے جن میں اختلاف مابین امام اعظمؒ اور صاحبینؒ کے ہے اور اس مسئلہ میں تینوں میں کچھ اختلاف نہیں سب کے نزدیک فاسد ہوجاتی ہے البتہ خلاف زفر کا ہے کہ وہ فاسد نہیں کہتے کذا فی الشامی ومضی مدۃ مسحہ ان وجد ماءً ولم یخف تلف رجلہ من برد والا فیمضی علی الاصح کما مر فی بابہ دوسرا مسئلہ بارہ میں کا گذرنا مدت نمازی کے مسح کا ہے جس صورت میں کہ پانی پاوے اور اپنے پاؤں کے جاتے رہنے کا سردی کے سبب سے خوف نہ کرے اور اگر مدت مسح کے پورا ہونے پر پانی نہ پاوے یا پانی ہو مگر سردی کے مارے دھو نہ سکے تو نماز پڑھی جاوے صحیح تر قول کے بموجب جیسا کہ باب المسح میں گذرا ولتعلم امی آیۃ ای تذکرہ او حفظہ بلا منع ولو کان الامی مقتدیا بقاریٔ علی ما علیہ الاکثر لکن فی الظہیریۃ صحح الصحۃ قال الفقیہ وبہ ناخذ تیسرا مسئلہ سیکھنا امی کا ہے آیت کو یعنی خود اس کو یاد آگئی یا دوسرے سے سن کر یاد ہوگئی بدون اختیار کے اگرچہ امی مقتدی ہو قاری کے پیچھے تو مقتدی کی نماز فاسد ہوگی امام کے نزدیک بنا بر اس قول کے جس پر اکثر فقہا ہیں لیکن ظہیریہ میں صحت نماز کی تصحیح کی ہے فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ ہم اسی قول کو لیتے ہیں ہم بحر الرائق میں کہا کہ وجہ صحیح ہونے مقتدی کی نماز کی یہ ہے کہ امام کی قرأت اس کی قرأت ہے تو اس کی نماز کا شروع کامل طور پر تھا تو آخر میں آیت کے سیکھنے سے قوی کی بنا ضعیف پر لازم نہیں آتی اس سے معلوم ہوا کہ اگر نمازی منفرد ہوگا تو مسئلہ مختلف فیہ باقی رہے گا وجود العاری سائرا تصح بہ الصلوٰۃ چوتھا مسئلہ پانا بدن یا کپڑے کا ایسے لباس کو جس سے نماز درست ہو یعنی پاک ہو اور ستر عورت کے لیے کافی ہو مثلہ لو صلی بنجاسۃ فوجد مایزیلہا واعتقت الامۃ ولم تعتق فورا اور اس مسئلہ کے مانند ہے اگر نماز پڑھی نجاست کے ساتھ پھر بعد تشہد کے اس چیز کو پایا جو نجاست دور کرے تو اس صورت میں بھی امام اعظم کے نزدیک نماز باطل ہوگی یا لونڈی بعد تشہد کے آزاد ہوئی اور اس نے فوراً سر کو نہ چھپایا تب بھی نماز جاتی رہے گی ہم یہ دو مسئلے شارح نے زائد کیے ہیں ونزع الماسح خفہ الواحد بعمل یسیر فلو بکثیر تم انفاقا پانچواں مسئلہ نکالنا مسح کرنے والے کا اپنے ایک موزہ کو تھوڑے سے عمل سے مثلاً موزہ ڈھیلا مقابل ذنی حرکت سے پاؤں سے نکل گیا تو نماز باطل ہوجائے گی پس اگر عمل کثیر سے نکالے گا تو نماز پوری ہوجائے گی بالاتفاق امام اور صاحبین کے کیوں کہ عمل کثیر میں نماز سے اپنے اختیار سے باہر آنا پایا جاتا ہے وقدرۃ مؤثر علی الارکان چھٹا مسئلہ قادر ہونا اشارہ سے

Marfat.com

پڑھنے والے کا رکوع اور سجدہ پر مفسد نماز ہے امام صاحب کے نزدیک وتذکر فائتۃ علیہ اوعلی امامہ وہو صاحب ترتیب والوقت تسع ساتواں مسئلہ یاد ہونا قضا نماز کا اپنے ذمہ اگر منفرد یا امام ہو یا اپنے امام کے ذمہ اگر مقتدی ہو حالانکہ وہ یعنی جس کے ذمے قضا نماز ہے صاحب ترتیب ہے اور وقت وسیع ہے یعنی فائتہ اور وقتی دونوں پڑھ سکتا ہے تو اگر وقت تنگ ہوگا تو نماز بالاتفاق تمام ہو جائے گی ھم قضا نماز کے یاد ہونے سے امام کے نزدیک نماز قطعاً باطل نہیں ہوتی بلکہ اس کا فساد موقوف رہتا ہے اگر بعد اس کے پانچ نمازیں وقتی اور پڑھ لے گا باوجود قضا کے یاد ہونے کے تو یہ نماز بھی جائز ہو جائے گی اور اگر قضا شدہ کو ادا کرے گا تو باطل ہو جائے گی تو یہاں باطل کے ذیل میں مصنف کا اس کو ذکر کرنا اس اعتماد پر ہے کہ قضا نمازوں کے بیان میں اس کی تفصیل آوے گی کذا فی الحلبی وتقدیم القاری امیا مطلقا وقیل لا فسادلو کان استخلافہ بعد التشہد بالاجماع وہو الاصح کما فی الکافی لانہ عمل کثیر آٹھواں مسئلہ آگے کرنا قاری کا امی کو مطلقاً خواہ تشہد کے پہلے ہو یا پیچھے اور بعض فقہا نے کہا ہے کہ اگر خلیفہ کرنا امی کو بعد تشہد کے ہوگا تو بالاتفاق نماز فاسد نہ ہوگی اور یہی قول صحیح تر ہے چنانچہ کافی میں ہے اور وجہ عدم فساد کی یہ ہے کہ استخلاف امی کا بالاتفاق مفسد ہے نہ فقط امام صاحبؒ کے نزدیک اور یہاں منظور بیان کرنا ان صورتوں کا ہے جن میں امام اور صاحبین میں اختلاف ہے اور صرف بعد تشہد کے ہے اور جب اصح اس باب میں عدم فساد ہے تو معلوم ہوا کہ یہ صورت خلافی نہیں کذا فی الطحطاوی ملتقطا وطلوع الشمس فی الفجر نواں مسئلہ آفتاب کا نکل آنا فجر کی نماز میں بعد تشہد کے امام کے نزدیک مفسد ہے وزاولہا فی العید ودخول وقت من الثلثۃ علی مصلی القضاء اور ڈھل جانا آفتاب کا عید کے تشہد کے بعد اور قضا پڑھنے والے پر تین وقتوں میں سے ایک کا آجانا یعنی طلوع خواہ استوا یا غروب کا وقت ہو جانا قضا نماز کے تشہد کے بعد ھم یہ صورتیں شارح نے زیادہ کی ہیں ودخول وقت العصر بان بقی فی قعدۃ الی ان صار الظل مثلیہ فی الجمعۃ بخلاف الظہر فانہا تبطل دسواں مسئلہ وقت عصر کا داخل ہونا جمعہ کی نماز میں اس طرح کہ امام قعدہ میں ٹھہرا رہا یہاں تک کہ سایہ دو مثل ہو گیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک نماز فاسد ہو گی بخلاف ظہر کی نماز کے کہ وقت عصر کے آجانے سے وہ باطل نہیں ہوتی ھم کافی میں اس مسئلہ پر اعتراض کیا ہے کہ امام کے نزدیک وقت عصر دو مثل پر ہوتا ہے اور صاحبین کے نزدیک ایک مثل پر تو وقت عصر کی جمعہ میں داخل ہونے سے خلاف کی صورت کیسے بنے گی شارح نے اس کی صورت کو بیان کر دیا کہ یوں ہو سکتی ہے کہ امام قعدہ میں بیٹھا رہے کذا فی الطحطاوی وزوال عذر المعذور بان لم یعد فی الوقت الثانی گیارہواں مسئلہ دور ہونا عذر معذور کا اس طرح کہ دوسرے وقت میں پھر نہ عود کرے ھم معذور کا عذر اگر تشہد کے بعد دور ہو گیا تو دیکھنا چاہیے اگر عذر معذور آئندہ نماز کے وقت کامل تک موقوف رہا تو امام اعظمؒ کے نزدیک وہ نماز جس کے تشہد کے بعد عذر موقوف ہو گیا فاسد ہو گئی اس کی قضا کرے اور اگر عذر مذکور نے دوسرے وقت میں عود کیا تو نماز صحیح ہے کذا فی البحر وکذا خروج وقتہ شارح نے یہ مسئلہ زیادہ کیا اور یہی حکم ہے معذور کے وقت نکلنے کا یعنی اگر بعد تشہد وقت نماز جاتا رہے گا تو معذور کی نماز فاسد ہو گی اس لیے کہ وقت کے نکل جانے سے معذور کی طہارت باطل ہو جاتی ہے وسقوط جبیرۃ عن برء بارہواں مسئلہ گر جانا جبیرہ کا اچھا ہونے کے بعد ھم جبیرہ وہ کھپچیاں ہیں جن سے ٹوٹے عضو کو باندھتے ہیں تو اگر نمازی نے وضو کرنے میں مثلاً جبیرہ پر مسح کر لیا تھا اور بعد تشہد جبیرہ گر گئی تو مسح جاتا رہے گا اور نماز بھی فاسد ہو جائے گی واعلم انہ لاتنقلب الصلوۃ فی ہذہ المواضع العشرین نفلا اذا بطلت الا فی ثلث فیما اذا تذکر فائتۃ اوطلعت الشمس اوخرج وقت الظہر فی الجمعۃ کما فی الجوہرۃ زاد فی الحاوی والمؤمی اذا اقدر علی الارکان ویزاد مسئلۃ الموتم بمقیم کما قدمناہ والظاہر ان زوالہا فی العید ودخول الاوقات المکروہۃ فی القضاء کذلک ولم ارہ جاننا چاہیے کہ نماز ان بیس جگہوں میں جب باطل ہو جاتی ہے تو نفل نہیں ہو جاتی ہے بجز تین صورتوں کے ایک اس صورت میں کہ فوت شدہ نماز یاد کرے ۲ یا آفتاب فجر کی نماز میں نکل آوے ۳ یا وقت ظہر جمعہ میں جاتا رہے چنانچہ جوہرہ میں ہے حاوی قدسی میں چوتھی صورت زیادہ کی ہے کہ اشارہ سے پڑھنے والا جب قادر ہو رکوع اور سجدہ پر تو اس کی نماز بھی نفل ہو جائے گی

Marfat.com

شارح کہتا ہے اور مسئلہ باوضو مقتدی کا پیچھے تیمم والے کے زیادہ کرنا چاہیے یعنی ان نمازوں میں جو نفل ہو جاتی ہیں گو اختلافی نہ ہو کذا فی الطحطاوی چنانچہ ہم نے پیش تر بیان کیا اور ظاہر یہ ہے کہ آفتاب کا ڈھلنا عید میں اور اوقات مکروہہ کا داخل ہونا قضا میں ایسا ہی ہو اور میں نے اس کو مصرح نہیں دیکھا ھم شارح نے بیس جگہ اس لیے کہا کہ بارہ مسئلے ماتن نے لکھے تھے آٹھ شارح نے زیادہ کیا اوّل پانا اس چیز کا جو نجاست کو دور کرے جب کہ نجس کپڑے سے نماز پڑھتا ہو دوم سر ڈھانکنا لونڈی کا سوم یاد کرنا مقتدی کا امام کی فوت شدہ نماز کو جب کہ امام صاحب ترتیب ہو چہارم آفتاب کا ڈھلنا عید میں پنجم وقت طلوع کا داخل ہونا قضا میں ششم ٹھیک دوپہر کا ہو جانا قضا میں ہفتم وقت غروب کا آجانا قضا میں ہشتم معذور کے وقت کا نکل جانا اور بحر الرائق میں ان سب صورتوں کو بھی بارہ میں داخل کر دیا ہے یعنی اول اور دوم کو برہنہ کے مسئلے میں اور چہارم اور پنجم اور ششم اور ہفتم کو مسئلہ طلوع میں اور آخیر صورت کو مدت مسح کے گذر جانے میں باقی رہی تیسری صورت اس کو محشی نے ساتویں مسئلہ میں داخل کیا ہے شامی نے کہا کہ اس داخل کرنے میں صریح تکلف ہے حلبی نے کہا کہ جن مسئلوں کو شارح نے ظاہر کہا ہے اس میں مصرح دیکھنے کی حاجت نہیں ان کا حکم وہی ہے جو شارح نے لکھا اس لیے کہ جب اوقات مکروہہ مخالف نفل کے مکروہ ہونے کی نہیں یعنی ابتدا نفل ان میں جائز ہے تو بقائے نفل کے مخالف کیسے ہوں گے ولو استخلف الامام مسبوقًا اولا حقًا او مقیمًا وہو مسافر صح والمدرک اول اور اگر خلیفہ کرے امام کسی مسبوق یا لاحق کو یا خلیفہ کرے مقیم کو اور خود مسافر ہو تو درست ہو یعنی بوجہ شریک ہونے کے تحریمہ میں اور مدرک خلیفہ کرنے کے لیے بہتر ہے اس لیے کہ امام کی نماز کے تمام کرنے پر زیادہ قادر ہے ھم مسبوق کا حکم آگے مذکور ہوتا ہے مگر لاحق اور مقیم کا حکم لکھنا ضروری ہے پس اگر لاحق کو خلیفہ کیا جاوے تو اس کو چاہیے کہ لوگوں کو اشارہ سے منع کر دے کہ میری متابعت نہ کرنا جب تک کہ میں فوت شدہ نماز کو نہ پڑھ چکوں پھر اول فوت شدہ نماز کو پڑھے اس کے بعد جہاں سے امام کی نماز رہی ہو اس کو پڑھے اس میں مقتدی اس کی متابعت کریں فارغ ہونے تک اور اگر مقیم کو خلیفہ کیا مسافر نے اور مقتدی مسافر اور مقیم ملے جلے ہیں تو اس کو چاہیے کہ دو رکعتوں کے بعد کسی مسافر کو خلیفہ کر دے کہ وہ سلام پھیرے پھر مقیم مقتدی دو رکعتیں باقی اکیلے اکیلے بدون قراءت کے پڑھ لیں اور بہتر یہ ہے کہ جب امام مسبوق یا لاحق کو خلیفہ کرے تو وہ قبول نہ کریں اور امام کے حق میں بھی بہتر ہے کہ مدرک کے سوا دوسرے کو خلیفہ نہ کرے کذا فی الشامی ولو جہل الکمیۃ قعد فی کل رکعۃ احتیاطًا اور اگر مسبوق یہ نہ جانے کہ کتنی رکعتیں امام نے پڑھی ہیں تو ہر رکعت میں بیٹھے براہ احتیاط یعنی اس احتمال سے کہ شاید وہ رکعت امام کی آخر رکعت ہو ھم یہ مسئلہ شارح نے مجمل بیان کیا اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر مسبوق خلیفہ اور دوسرے مقتدی امام کی نماز کی مقدار نہ جانتے ہوں مثلاً سب مسبوق ہوں تو خلیفہ ایک رکعت پڑھ کر بیٹھے پھر کھڑا ہو کر اپنی باقی نماز پڑھ لے اور مقتدی اس کا ساتھ اس باقی میں نہ دیں بلکہ اس کے فارغ ہونے تک صبر کریں جب وہ سلام پھیر چکے اسوقت اپنی اپنی باقی نماز تنہا پڑھ لیں کذا فی النہر الفائق ولو مسبوقا بر کعتین فرضنا القعدتین اور اگر خلیفہ مسبوق ہے دو رکعتوں سے تو ہم دو قعدہ اس پر فرض کہیں گے یعنی ایک قعدہ امام کی نیابت کی وجہ سے اور دوسرا خود اس کا قعدہ اخیرہ ولو اشار لہ انہ لم یقرأ فی الاولیین فرضت القراءۃ فی الاربع اور اگر امام نے اشارہ کیا مسبوق کو کہ میں نے پہلے دو گانہ میں قراءت نہیں پڑھی تو چاروں رکعتوں میں قراءت مسبوق پر فرض ہو گی یعنی دو میں بوجہ نیابت امام کے اور دو میں خود اس کی نماز میں ھم اس مسئلہ کی چھیستان پوچھی جاتی ہے کہ کون سا نمازی ہے جس پر چاروں رکعتوں میں قراءت فرض ہے فلو اتم المسبوق صلوٰۃ الامام قدم مدرکا للسلام پھر جب مسبوق امام کی نماز تمام کر چکے تو کسی مدرک کو آگے کر دے تاکہ وہ سلام پھیر دے ثم لو اتی بما ینافیہا کمحک تفسد صلوتہ دون القوم المدرکین لتمام ارکانہا وکذا تفسد صلوۃ من حالہ کحالہ للمنافی فی خلالہا پھر یعنی بعد تمام کرنے امام کی نماز کے اگرچہ مدرک کو خلیفہ کیا ہو یا نہیں اگر مسبوق وہ حرکت کرے جو مخالف نماز ہو مثلاً ہنسنا تو مسبوق کی نماز فاسد ہو گی نہ مدرک مقتدیوں

Marfat.com

کی بوجہ پورا ہو جانے ارکان نماز مذکور کے اور اسی طرح فاسد ہوگی نماز اس شخص کی جس کا حال مثل حال مسبوق کے ہو بسبب پائے جانے حرکت مخالف نماز کے درمیان مسبوقوں کی نماز کے **وکذا تفسد صلوۃ الامام** الاوّل **المحدث ان لم یفرغ فان فرغ** بان توضا **ولم یفتہ شیئ لا تفسد فی الاصح** لما مر انہ کمؤتم اور اسی طرح فاسد ہوگی نماز امام اول بے وضو کی اگر وہ نماز سے فارغ نہ ہوا ہو صحیح تر قول میں بسبب اس بیان کے کہ گذرا کہ امام مذکور مثل مقتدی کے ہے جبتک خلیفہ فارغ نہ ہوا ہو ورنہ مثل منفرد کے ہے پس اگر امام اول فارغ ہو گیا ہو اس طرح کہ وضو کر کے خلیفہ کا شریک ہو گیا ہو اور کوئی رکعت فوت نہ ہوئی ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی ھ شامی نے کہا کہ فی الاصح عدم فراغت کی صورت سے متعلق ہے اور اس کا مقابل روایت ابی حنص کی ہے کہ اس صورت میں بھی امام مذکور کی نماز پوری ہے **وتفسد صلوۃ مسبوق عند الامام لقہقہۃ امامہ وحدثہ العمد فی ای قعودہ قدر التشہد الا اذا قید رکعۃ بسجدۃ** لتاکد انفرادہ اور فاسد ہوتی ہے نماز مسبوق کی امام اعظمؒ کے نزدیک بسبب کھلکھلا کر ہنسنے اور دانستہ حدث کرنے اس کے امام کے بعد بیٹھنے امام کے بقدر تشہد کے مگر جب کہ مقید کرے مسبوق اپنی رکعت کو سجدہ سے تو اب اس کی نماز فاسد نہ ہوگی بوجہ مستحکم ہو جانے اس کے انفراد کے ھ یعنی اگر مسبوق متابعت امام کی ترک کر کے اپنی نماز پڑھنے میں مشغول ہوا اور ایک رکعت کا سجدہ کر چکا تو اس وقت اگر امام بعد تشہد کے کوئی حرکت بے وضو ہونے کی دانستہ کرے گا تو مسبوق کی نماز فاسد نہ ہوگی کیوں کہ مسبوق بسبب ایک رکعت پڑھ لینے کے منفرد ہو چکا امام کے پیچھے نہیں کہ حرکت امام کی اس کی نماز کے اثنا میں واقع ہو **ولو تکلم امامہ او خرج من مسجدہ لا تفسد اتفاقاً** قالا نہما منہیان لا مفسدان ولذا یلزم المدرکین السلام **ویقومون فی القہقہۃ** بلا سلام اور اگر بعد تشہد کے مسبوق کا امام بول پڑا یا مسجد سے نکل گیا تو مسبوق کی نماز باتفاق امام اور صاحبین کے فاسد نہ ہوگی اس لیے کہ بولنا اور مسجد سے باہر ہونا تمام کرنے والے ہیں نہ مفسد اور ان کے مفسد نہ ہونے کی جہت سے مدرکین پر سلام لازم ہے یعنی اگر امام بول پڑے یا مسجد سے جدا ہو کر جائے تو مدرک مقتدیوں پر واجب ہے کہ سلام پھیریں اور قہقہہ اور حدث عمد میں بدون سلام اٹھ کھڑے ہوں کیوں کہ یہ دونوں مفسد ہیں ھ عنایہ میں ہے کہ منہی اس کو کہتے ہیں جس کو شارع نے تحریمہ کا اٹھا دینے والا اعتبار کیا ہو نماز سے فارغ ہونے کے وقت جیسے سلام پھیرنا اور خروج بصنعہ ہے اور قہقہہ اور حدث عمد مفسد ہیں کیوں کہ ان سے شرط نماز کی یعنی طہارت دور ہو جاتی ہے تو نماز امام کی جس جزء سے یہ ملیں گے اس کو فاسد کر دیں گے اور اسی قدر مسبوق کی نماز کا جزء فاسد ہو جائے گا اب جو وہ اپنی نماز پڑھے گا تو جزو فاسد پر بنا ہوگی اور فاسد پر بنا فاسد ہوئی ہے لہذا مسبوق کی نماز فاسد ہوئی کذا فی الشامی۔ **بخلاف المدرک**۔ فانہ کالامام اتفاقا بخلاف مدرک کے کہ وہ مثل امام کے ہے بالاتفاق یعنی امام کے قہقہہ اور حدث عمد سے اسکی نماز فاسد نہیں ہوتی۔ **ولو لاحقاً ففی فساد صلوتہ تصحیحان** صحح فی السراج الفساد وفی الظہیریۃ عدمہ وظاہر البحر والنہر تائید الاول اور اگر مقتدی لاحق ہوا امام بعد تشہد کے قہقہہ یا حدث عمد کرے تو لاحق کی نماز کے فاسد ہونے میں دو تصحیحیں ہیں سراج میں فساد کو صحیح کہا ہے اور ظہیریہ میں عدم فساد کو اور ظاہر بحر الرائق اور نہر الفائق کا قول اول یعنی فساد نماز کی تائید کرتا ہے ھ مضمون بحر الرائق کا اس مسئلہ میں یہ ہے کہ امام کی نماز فاسد نہ ہوگی کیوں کہ اس کے ذمہ کچھ نماز باقی نہیں بخلاف لاحق کے تو اس سے ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ لاحق کی نماز فاسد ہو **ولو احدث الامام** لا خصوصیۃ لہ فی ہذا المقام **فی رکوعہ او سجودہ توضأ وبنی واعاد وہما فی البناء علی سبیل الفرض عالم یرفع راسہ منہما مریدا للاداء اما اذا رفع راسہ مریدا بہ اداء رکن فلا بنی بل تفسد ولو لم یرد الاداء فروایتان** کما فی الکافی وفی المجتبی ویتاخر محدود باً ولا یرفع مستویا فتفسد اور اگر امام بے وضو ہو گیا اپنے رکوع یا سجدہ میں شارح نے کہا کہ اس مقام میں امام کی کچھ خصوصیت نہیں اگر مقتدی یا منفرد ہو اس کا بھی یہی حکم ہے یعنی وضو کر کے نماز سابق پر بنا کرے اور بنا میں اس رکوع یا سجدہ کو بطور فرض پھر کرے جس میں حدث ہوا بنا کرے جب تک کہ اپنا سر رکوع اور سجدہ سے بارادہ ادا نہ اٹھایا ہو اور جس صورت میں کہ سر اٹھایا ہو بیارادہ کر کے کہ سر اٹھانے سے رکن ادا کرے تو اب بنا نہ کرے بلکہ نماز فاسد ہو جائیگی از سر نو پڑھے اور اگر سر اٹھانے سے ادا کا ارادہ نہیں کیا تو دو روایتیں ہیں چنانچہ کافی میں ہے یعنی ایک کے بموجب بنا کرے اور دوسری روایت کے بموجب نماز

Marfat.com

فاسد ہوگی اور مجتبی میں ہے کہ جب رکوع میں بے وضو ہو تو کھڑا اور جھکا ہوا پیچھے ہٹے اور سر اونچا نہ کرے خوب سیدھا ہو کر ورنہ نماز فاسد ہو جائے گی طحطاوی نے ابو السعود سے نقل کیا کہ مجتبی کی مراد یہ ہے کہ خاص اس جگہ سر اونچا نہ کرے یعنی اگر وہاں سے ہٹ کر سیدھا ہو جائے گا تو نماز فاسد نہ ہوگی **ولو تذکر المصلی فی رکوعہ او سجودہ انہ ترک سجدہ صلبیۃ** او تلاویۃ **فانحط من رکوعہ بلا رفع اور فع من سجودہ فسجدہا عقب التذکر اعادہما** ای الرکوع والسجود ندبا **لسقوطہ بالنسیان وسجد للسہو ولو اخرہا لآخر صلوتہ قضاہا** فقط اور اگر یاد کیا نمازی نے اپنے رکوع یا سجدہ میں کہ ایک سجدہ نماز کا یا تلاوت کا چھوڑ دیا اور رکوع سے بدون سر اٹھانے کے جھک پڑا یا سجدہ سے سر اٹھایا اور چھوٹے ہوئے سجدہ کو یاد کرنے کے بعد کر لیا تو مستحب ہے کہ اس رکوع کے سجدہ کو دوبارہ کرے جس میں چھوٹا ہوا سجدہ یاد کیا بسبب ساقط ہونے وجوب اعادہ کے بھولنے کے باعث اور سجدہ سہو کرے اور اگر چھوٹے ہوئے سجدہ کو تاخیر کرے آخر نماز تک تو صرف اسی کو قضا کرے یعنی اس صورت میں اعادہ رکوع اور سجدہ کا نہ واجب ہے نہ مستحب ہاں سجدہ سہو اس صورت میں بھی واجب ہوگا بسبب چھوٹنے ترتیب کے دو سجدوں میں حلبی نے کہا کہ سقوط بالنسیان جواب ہے اعتراض کا اس کی تقریر یہ ہے کہ اعادہ رکوع یا سجدہ کا واجب ہونا چاہیے کیوں کہ ترتیب واجب تھی وہ ترک ہوئی شارح نے جواب دیا کہ بھولنے سے واجب ساقط ہو جاتا ہے اور سجدہ سہو سے اس کا نقصان پورا ہو جاتا ہے اور ضمیر سقوط کی وجوب اعادہ کی طرف ہے جو مذکور نہیں **ولو اما واحدا فقط فاحدث الامام ای وخرج من المسجد والا نہو علی امامتہ کما مر تعین المأموم للامامۃ لو صلح لہا** ای لامامۃ الامام **بلا نیۃ لعدم المزاحم ولا یصلح کصبی فسدت صلوۃ المقتدی اتفاقا دون الامام علی الاصح** لبقاء الامام اماما لو متم بلا امام ہذا اذا لم یستخلف فان استخلف فصلوۃ الامام والمستخلف کلیہما باطلۃ اتفاقا اور اگر ایک شخص صرف ایک مقتدی کا امام ہو پھر امام بے وضو ہو گیا یعنی بے وضو ہو کر مسجد سے باہر ہوا متعین ہوگا مقتدی بدون نیت کے واسطے امامت کے اگر صلاحیت امام کی امامت کی رکھتا ہوگا بسبب نہ پائے جانے مزاحم کے شارح نے کہا کہ مسجد سے خارج ہونے کی قید اس لیے لگائی کہ اگر امام مذکور مسجد سے خارج نہ ہوگا تو اپنی امامت پر قائم رہے گا مقتدی امام نہیں ہو جائے گا اور اگر مقتدی میں صلاحیت امام کی امامت کی نہ ہوگی مثلاً لڑکا مقتدی ہو تو اس مقتدی لڑکے کی نماز فاسد ہوگی بالاتفاق نہ نماز امام کی صحیح تر قول کے بموجب بسبب باقی رہنے امام کے امام اور مقتدی کے بلا امام یہ فاسد ہونا نماز مقتدی کا اور نہ فاسد ہونا امام کی نماز کا اس صورت میں ہے کہ امام نے اس کو خلیفہ نہ کیا ہو اور اگر نابالغ مذکور کو خلیفہ کر دے گا تو امام اور خلیفہ دونوں کی نماز بالاتفاق باطل ہوگی ہم اصح کا قول مقابل یہ ہے کہ بعض کے نزدیک صرف امام کی نماز فاسد ہوگی اور بعض کے نزدیک دونوں کی اور خلیفہ کرنے میں یہ قول ہے کہ تشہد اخیر کے پہلے ہوا اور اگر بعد قدر تشہد کے قعدہ کے خلیفہ کرے گا تو امام کی نماز فاسد نہ ہوگی بسبب خارج ہونے امام کے اپنے فعل اختیاری سے کذا فی الشامی **ولو امّ رجل رجلا فاحدثا وخرجا من المسجد تمت صلوۃ الامام وبنی علی صلوتہ وفسدت صلوۃ المقتدی** لما مر اور اگر ایک شخص دوسرے کا امام ہوا اور دونوں بے وضو ہو گئے اور مسجد سے باہر نکل گئے تو امام کی نماز پوری ہے اور اپنی نماز پر بنا کرے اور مقتدی کی نماز فاسد ہو گئی بسبب اس وجہ کے کہ گذری یعنی امام کی امامت قائم ہے اور مقتدی بلا امام رہ گیا کذا فی الطحطاوی **واخذہ رعاف یمکث الی انقطاعہ ثم یتوضا ویبنی** لما مر واللہ اعلم نمازی کی نکسیر پھوٹی اس کے بند ہونے تک توقف کرے پھر وضو کر کے بنا کرے اس وجہ کے سبب سے کہ پیش تر ہوئی یعنی توقف کرنا عذر کے لیے مانع بنا نہیں واللہ تعالیٰ اعلم ۔

باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا

یہ باب ہے ان امور کے بیان میں جو نماز کو فاسد کرتے ہیں اور جو اس کے اندر مکروہ تحریمی یا تنزیہی ہیں عقب المعارض الاضطراری بالاختیاری مصنف نے عارض اضطراری کے بعد اختیاری کو ذکر کیا ہم یعنی عوارض دو قسم ہیں ایک بے اختیار جس کا بیان باب سابق میں گذرا دوسرے اختیاری جس کو مصنف اس باب میں

Marfat.com

ذکر کرتا ہے یفسد التکلم ہوالنطق بحرفین اوبحرف مفہم کع وق امراولو استعطف کلبا اوہرۃ اوساق حمارا لانفسد لانہ صوت لاہجاء لہ فاسد کرتا ہے نماز کو کلام کرنا کلام بولنا ہے دو حرفوں کا یا ایک حرف مطلب سمجھانے والے کا مثلاً عَ اور قِ امر کے صیغے کہ اول کے معنی ہیں حفاظت کر اور دوسرے کے ہیں بچا تو اس سے یہ نکلا کہ ایک حرف بے معنی کا بولنا کلام میں داخل نہ ہوگا کذا فی الشامی اور اگر کتے یا بلی کو بلانا چاہا یا گدھے کو ہانکا تو نماز فاسد نہ ہوگی اس لیے کہ یہ آوازیں ہیں جن کے ہجے نہیں اور کلام میں حرفوں کا ہونا چاہیے ہر چند یہ آوازیں مفسد نہیں مگر مکروہ ہیں کذا فی الطحطاوی عمدہ وسہوہ قبل قعودہ قدر التشہد سیان کلام کا دانستہ کرنا ۔ اور سہو سے کرنا پہلے بیٹھے نمازی کے مقدار تشہد کی یکساں ہے ہم قبل قعود کے اس لیے قید لگائی کہ بعد قعود کے کلام عمداً ہو یا سہواً مفسد نہیں وسواء کان ناسیا اونائما اوجاہلا اومخطیاً اومکرہا ہو المختار اور برابر ہے کہ کلام صادر ہو نسیان سے یعنی بھول گیا کہ نماز پڑھتا ہے یا سوتے میں کلام کیا یا نہ جاننے کی صورت میں یعنی اس کو معلوم نہ تھا کہ کلام مفسد نماز ہے یا چوک کر کلام کیا کہ قصد قراءت خواہ ذکر کا تھا اس کی جگہ کلام صادر ہوا یا حالت اکراہ میں کلام کیا اس طرح کہ کسی نے زبردستی اس سے کلام کرایا تو ان سب قسموں کے کلام سے نماز فاسد ہوگی یہی مختار ہے ہم جاننا چاہیے کہ فقہا اور اصولیوں اور اہل لغت کے نزدیک سہو اور نسیان میں کچھ فرق نہیں مگر حکماء یہ فرق بیان کرتے ہیں کہ سہو اس کو کہتے ہیں کہ کوئی چیز قوت مدرکہ سے جاتی رہی لیکن حافظہ میں باقی رہے اور نسیان یہ ہے کہ مدرکہ اور حافظہ دونوں سے جاتی رہے اس کے معلوم کرنے کو پھر سبب جدید کی احتیاج پڑے اور سہو اور خطا میں یہ فرق ہے کہ سہو والا آگاہ کرتے ہی خبردار ہو جاتا ہے اور خطا والا متنبہ نہیں ہوتا اور اگر ہوتا ہے تو مشقت کے بعد شامی نے کہا کہ ہو المختار صرف سونے کی حالت کے کلام کی طرف راجع ہے اس لیے کہ اسی میں اختلاف فقہا مذہب مذکور ہے چنانچہ فخر الاسلام نے عدم فساد کو اختیار کیا ہے اور بقیہ صورتوں میں حنفیوں کا خلاف نہیں بلکہ اور مذہب والوں کا ہے وحدیث رفع عن امتی الخطاء محمول علی رفع الاثم اور یہ حدیث کہ اٹھا لیا گیا میری امت سے چوکنا محمول ہے گناہ کے اٹھا لینے پر ہم حلبی نے کہا کہ یہ حدیث ان الفاظ سے کسی کتاب حدیث میں نہیں پائی گئی بلکہ ابن ماجہ اور ابن حبان اور حاکم نے ان الفاظ سے روایت کی ہے (ان اللہ وضع عن امتی الخطاء والنسیان وما استکرہوا علیہ) یعنی اللہ تعالیٰ نے اٹھا رکھا میری امت سے چوکنا اور بھولنا اور جس پر وہ زبردستی کیے جائیں غرضیکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کلام کرنا بھولنے یا چوکنے یا زبردستی سے مفسد نماز نہ ہوا اس لیے شارح نے کہا کہ اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ بھول اور چوک اور زبردستی سے اخروی حکم مراد ہے یعنی گناہ کا دور ہونا تو فساد نماز جو دنیوی حکم ہے مراد نہ ہوگا ورنہ تعمیم لازم آوے گی کذا فی فتح القدیر وحدیث ذی الیدین منسوخ بحدیث مسلم ان صلوتنا ہذہ لا یصلح فیہا شیئ من کلام الناس اور حدیث ذی الیدین کی منسوخ ہے مسلم کی اس حدیث سے کہ ہماری اس نماز میں آدمیوں کا کوئی کلام مناسب نہیں ہم ذی الیدین کے دونوں ہاتھ یا ایک لمبا تھا اس جہت سے ذی الیدین کہلائے ان کا نام عمیر اور لقب خرباق اور کنیت ابو محمد ہے ان کی حدیث سے مراد وہ حدیث ہے جو صحیحین میں بروایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مغرب یا عشاء کی پڑھی اور دو رکعتوں پر سلام پھیر کر اٹھے اور مسجد میں ایک لکڑی پر تکیہ لگا لیا اس کے آخر میں مذکور ہے کہ ذوالیدین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ نماز کم ہوئی یا آپ بھول گئے آپ نے فرمایا کہ نہ بھولا نہ نماز کم ہوئی اس نے عرض کیا کہ کوئی بات تو ہوئی آپ نے حاضرین سے دریافت کیا کہ ذوالیدین جس طرح کہتا ہے ایسا ہی ہوا لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں آپ آگے بڑھے اور جس قدر نماز رہ گئی تھی اس کو پڑھا اور سجدہ سہو کیا تو اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کلام مفسد نماز نہ ہوا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود کلام فرمانے کے پہلی ہی نماز پر بنا کی شارح جواب دیتا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے اس حدیث سے جو مسلم نے معاویہ بن الحکم سلمی سے روایت کی ہے کہ اس اثنا میں کہ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتا تھا کہ ایک

Marfat.com

شخص نے لوگوں میں سے چھینک لی میں نے یرحمک اللہ کہا لوگوں نے مجھ کو گھورنا شروع کیا میں نے کہا کہ تم کو کیا ہوا مجھے کیوں دیکھتے ہو انھوں نے اپنے ہاتھ رانوں پر مارے میں نے جب جانا کہ مجھ کو چپ کراتے ہیں میں خاموش ہو رہا جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے مجھ کو بلایا پس فداہوں آپ پر میرے والدین میں نے آپ سے بہتر تعلیم کرنے والا نہ پیش تر دیکھا تھا نہ آپ کے بعد بخدا نہ مجھ کو ڈانٹا نہ مارا نہ برا کہا بلکہ یہ ارشاد فرمایا کہ اس نماز میں کوئی کلام آدمیوں کا مناسب نہیں ہے یہ تو صرف تکبیر اور تسبیح اور قراءت قرآن ہے الحدیث الا السلام ساہیًا للتحلیل ای للخروج من الصلوٰۃ قبل اتمامہا علی ظن اکمالہا فلا یفسد مگر سلام پھیرنا بھول کر تحلیل کے لیے یعنی نماز سے باہر آنے کو پیش تر اس کے پورا پڑھنے کے بخیال اس کے کامل ادا کرنے کے کہ یہ سلام مفسد نماز نہیں بخلاف السلام علی انسانٍ للتحیۃ او علی ظن انہا ترد بخلاف مثل او سلم قائما فی غیر جنازۃ فانہ یفسد مطلقا وان لم یقل علیکم ولو ساہیًا فسلام التحیۃ مفسد مطلقا وسلام التحلیل ان عمدًا بخلاف سلام کے کسی آدمی پر تعظیم کے لیے یا سلام اس خیال سے کہ نماز تراویح ہے مثل یا سلام کیا حالت قیام میں سوائے جنازہ کی نماز کے کہ یہ تینوں سلام مفسد نماز ہیں مطلقًا اگرچہ لفظ علیکم نہ کہا ہو اور اگرچہ بھول کر سلام کہا ہو پس سلام تحیت کا مفسد ہے مطلقًا خواہ دانستہ ہو یا بھول کر اور سلام نماز سے باہر آنے کا مفسد ہے اگر دانستہ ہو ھم فساد نماز سلام تحیت سے اس لیے ہے کہ وہ کلام میں داخل ہے اور بگمان تراویح اس لیے مفسد ہے کہ نمازی نے قطع نماز کی نیت کی اور حالت قیام کا سلام اس لیے مفسد ہے کہ قیام اس کا محل نہیں اور چوں کہ جنازہ میں سلام کھڑے ہونے کی حالت میں ہوتا ہے اس لیے جنازہ میں سلام سہوًا کرنا معاف ہے جیسے سلام تحلیل قعدہ میں سہوًا معاف ہے ورد السلام ولو سہوًا بلسانہ لا بیدہ بل یکرہ علی المعتمد نعم لو صافح بنیۃ السلام قالوا تفسد لانہ عمل کثیر اور فاسد کرتا ہے نماز کو جواب دینا سلام کا زبان سے اگرچہ بھول کر ہو نہیں فاسد کرتا ہاتھ سے جواب دینا بلکہ مکروہ ہے معتمد مذہب پر ہاں اگر مصافحہ کرے سلام کی نیت سے تو فقہا نے کہا کہ نماز فاسد ہوتی ہے غالبًا اس وجہ سے کہ مصافحہ کرنا عمل کثیر ہے وفی النہر عن صدر الدین الغزی انہ قال اور نہر الفائق میں صدر الدین غزی سے یہ نظم نقل کی ہے جس میں ان لوگوں کو جمع کیا ہے جن پر سلام کرنا مکروہ ہے صدر الدین نے کہا ؎ سلامک مکروہ علی من ستسمع ۞ ومن بعدہا ابدی لیسن ولیشرع ۞ سلام کرنا تیرا اے مخاطب مکروہ ہے ان لوگوں پر جن کو تو سنے گا اور بعد اس چیز کے کہ ظاہر کرتا ہوں میں مسنون اور مشروع ہے یعنی جن کو میں نے اس جا ذکر کیا ہے ان کے سوا اور لوگوں پر سلام کرنا مسنون ہے ؎ مصل وتال ذاکر ومحدث ۞ خطیب ومن یعنی الیہم ویسمع ۞ نماز پڑھنے والا اور تلاوت قرآن کرنے والا اور واعظ یا ذکر الٰہی میں مشغول اور حدیث بیان کرنے والا اور خطبہ پڑھنے والا اور جو شخص ان پاجیوں کی طرف کان لگا دے اور سنے ان سب پر سلام کرنا مکروہ ہے ؎ ومکرفقہ جالس لقضائہ ۞ ومن بحثوا فی العلم دعہم لینفعوا ۞ تکرار کرنے والا فقہ کا اس کے یاد کرنے یا سمجھنے کے لیے اور قاضی بیٹھنے والا اپنے حکم دینے کے لیے کہ مدعی اور مدعا علیہ اس پر سلام نہ کریں کیوں کہ سلام تحفہ ملاقات کا ہے اور یہ لوگ ملاقات کو نہیں جاتے کذا فی الشامی اور جو لوگ بحث کریں علم شرعی میں چھوڑ ان کو تاکہ فائدہ اٹھاویں یعنی ان پر سلام مت کر ؎ مؤذن ایضًا او مقیم مدرس ۞ کذا الاجنبیات الفتیات امنع ۞ اذان دینے والا یا تکبیر کہنے والا اور علم شرعی کا سکھانے والا اسی طرح اجنبی عورتیں جوان سلام کے حق میں ممنوع تر ہیں ھم اس سے یہ نکلا کہ بوڑھی عورتوں کو سلام کرنا بدون کراہت جائز ہے ؎ ولعاب شطرنج وشبہہ لفلقہم ۞ ومن ہو مع اہل لہ یتمتع ۞ اور شطرنج کھیلنے والا اور جو لوگ ان کی عادت کے مشابہ ہوں یعنی جو فسق اور معصیت میں ان کے مثل یا بڑھ کر ہوں جیسے جواری اور شراب خوار اور غیبت کرنے والا اور کبوتر اڑانے والا اور گانے والا وغیرہم اور جو شخص کہ اپنی بی بی کے ساتھ بوس وکنار میں مصروف ہو ؎ ودرج کافرا ایضًا ومکشوف عورۃ ومن ہو فی حال التغوط اشنع ۞ اور چھوڑ کافر کو بھی یعنی بدون حاجت ابتدا بالسلام مت کر اور چھوڑ کھلے ہوئے شرمگاہ کو اور اس شخص کو جو حالت براز یا بول میں ہو کہ اس پر سلام کرنا

ف کانہ ف جن لوگوں پر سلام کرنا مکروہ ہے ۱۲

Marfat.com

اوروں سے زیادہ برا ہے ۵ ودع آکل الا اذا کنت جائعًا ۞ وتعلم منہ انہ لیس یمنع ۞ اور چھوڑ کھانے والے کو مگر جس صورت میں کہ تو بھوکا ہو اور اس کا حال جانتا ہو کہ وہ کھانے سے منع نہ کرے گا تو ان دو قیدوں کے ساتھ اس پر سلام مکروہ نہیں ورنہ مکروہ ہے وقد زدت علیہ التفقہ علی استاذہ کما فی القنیۃ والمغنی ومطیر الحمام والحقتہ فقلت ۵ کذلک استاذ مغن مطیر ۞ فہذا اختتام والزیادۃ تتفیخ ۞ صاحب بحر کہتا ہے کہ میں نے شمار مذکور پر تین شخص اور زیادہ کیے اوّل شاگرد کا سلام استاذ پر یعنی جب استاذ مشغول پڑھانے میں ہو دوم گانے والا سوم کبوتر اڑانے والا اور میں نے ان کو ایک شعر بڑھا کر تعداد مذکورہ سابقہ میں ملا دیا تو یوں کہا کہ یہی حکم ہے استاذ اور مغنی اور کبوتر اڑانے والے کا اور یہ خاتمہ ہے ان لوگوں کا جن پر سلام مکروہ ہے اور یہ میرا زیادہ کرنا مفید ہے اور بعضوں نے ان لوگوں کو بھی بڑھایا ہے بوڑھا آدمی ٹھٹھا کرنے والا اور لغو گو اور جھوٹ بولنے والا اور جو بازار میں قصدًا لوگوں کی برائیوں پر نظر ڈالے اور جو لوگوں کو گالیاں دے اور جو لبیک کہتا ہو کذا فی العالمگیریۃ وصرح فی الضیاء بوجوب الرد فی بعضہا وبعدمہ فی قولہ سلام علیکم بجزم المیم اور ضیاء معنوی میں تصریح کی ہے واجب ہونے جواب سلام کی بعض ان صورتوں میں اور نہ واجب ہونے جواب کے سلام علیکم کہنے میں میم سلام کے جزم کے ساتھ ھم شامی نے ظہیریہ سے نقل کیا کہ لفظ سلام یا اس طرح ہے کہ السلام علیکم یا یوں ہے کہ سلام علیکم ان دونوں کے سوا اور طرح پر کہنا جیسے عوام کہتے ہیں سلام نہ ہوگا اور نہ اس کا جواب واجب ہے شارح نے خزائن الاسرار میں جلال الدین سیوطی کی نظم لکھی ہے جن میں وہ لوگ ضبط کیے ہیں جن[ف] پر جواب سلام واجب نہیں چنانچہ کہا کہ سلام کا جواب دینا ان لوگوں پر واجب نہیں جو نماز میں مصروف ہو جو کھانے میں یا پینے میں یا قراءت یا دعا یا ذکر یا خطبہ یا لبیک کہنے میں یا قضاحاجت یا تکبیر یا اذان میں مشغول ہو یا سلام کرنے والا لڑکا یا متوالہ یا عورت جوان یا فاسق یا سوتا ہوا یا اونگھنے والا یا جماع کی حالت میں ہو یا حکم کا خواہاں ہو یا حمام میں ہو یا دیوانہ ہو کذا فی الشامی والتنخ بحرفین بلا عذرا ما بہ بان نشأ من طبعہ فلا ولا بلا غرض صحیح فلو لتحسین صوتہ اولیہتدی امامہ اولاعلام انہ فی الصلوۃ فلا فساد علی الصحیح اور فاسد کرتا ہے نماز کو کھنکھارنا دو حرفوں سے بدون عذر کے یعنی اح اح کرنا بلا عذر مفسد نماز ہے اور اگر زیادہ حرف نکلیں تو بطریق اولی مفسد ہے اور بدون حروف کے کھنکھارنا بلا عذر مفسد نہیں بلکہ مکروہ ہے کذا فی الشامی اور کھنکھارنا عذر کے ساتھ اس طرح کہ نمازی کی طبیعت سے خود بخود بدون تکلف پیدا ہو وہ مفسد نہیں یا مفسد نماز ہے کھنکھارنا بدون کسی غرض صحیح کے پس اگر اپنی آواز کی درستی کے لیے کھنکھارے یا اس لیے کہ امام کو ہدایت ہو جائے کہ غلطی کو چھوڑ کر صواب اختیار کرے یا کھنکھارنے سے یہ بتلانا منظور ہو کہ میں نماز میں ہوں تو ان صورتوں میں نہ فساد ہے نہ کراہت مذہب صحیح پر وہم قیاس اس کا مقتضی ہے کہ کھنکھارنا مفسد ہو کیوں کہ وہ کلام ہے اور کلام مفسد ہے مگر غرض صحیح میں کھنکھارنے کا مفسد نہ ہونا نص کے سبب سے اختیار کیا گیا یعنی سنن ابن ماجہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو بار حاضر ہوتا تھا ایک بار دن میں اور ایک بار رات میں تو جس وقت میں آتا اور آپ نماز پڑھتے ہوتے تو میرے لیے کھنکھار دیتے اس سے معلوم ہوا کہ غرض صحیح کے باعث کھنکھارنا مفسد نہیں کذا فی الشامی والدعاء بما لیشبہ کلامنا خلافًا للشافعی اور فاسد کرتا ہے نماز کو دعا مانگنا ان الفاظ سے جو مشابہ ہوں آدمیوں کی گفتگو سے برخلاف امام شافعی کے ہم دعا مشابہ لوگوں کی گفتگو کے وہ ہے جو نہ قرآن میں ہو نہ حدیث میں اور اس کا مانگنا بندوں سے محال نہ ہو جیسے الٰہی مجھ کو نمک دے تیل دے وغیرہ تو اگر ایسی دعا ہو جو قرآن یا حدیث میں ہو یا اس کا طلب کرنا بندوں سے محال ہو تو اس سے نماز فاسد نہ ہوگی کذا فی البحر والمانعین ہو قولہ اُہ بالقصر والتاوہ ہو قولہ آہ بالمد ... والتافیف اف اولف والبکاء بالصوت یحصل بہ حروف

ف جن لوگوں پر سلام کا جواب واجب نہیں ۱۲

Marfat.com

وجع او مصیبۃ قید للاربعۃ الاالمریض لایملک نفسہ عن انین وتاوہ لانہ حینئذ کعطاس وسعال وحبناء وتثاوب وان حصل حروف للضرورۃ اورفاسد کرتا ہے نماز کو انین یعنی اہ کہنا نمازی کا الف کے قصر سے اور تاوُہ یعنی مدالف سے آہ کرنا اور مفسد نماز ہے تأفیف یعنی اف کرنا یا تف کرنا اور مفسد ہے رونا ایسی آواز سے کہ اس سے حروف پیدا ہوں بسبب درد یا مصیبت کے شارح نے کہا کہ درد یا مصیبت چاروں کی قید ہے یعنی انین یا اہ کرنا اور اف کرنا اور حروف آمیز آواز سے رونا درد یا مصیبت کے باعث مفسد ہے مگر اس مریض کے لیے مفسد نہیں جو اپنے نفس کو آہ کرنے سے نہیں روک سکتا اس لیے کہ اس کا آہ کرنا اس وقت ایسا ہے جیسا چھینکنا اور کھانسنا اور ڈکار لینا اور جمائی لینا اگرچہ حروف پیدا ہوں کہ یہ امور مفسد نہیں ضرورت کی جہت سے ہم اف اسم فعل ہے بمعنی نہی یعنی تنگ مت کر اور اس میں بہت سے لغت ہے یعنی ضمہ ہمزہ کے ساتھ فَ کی تینوں حرکتیں مخفف اور مشدد اور تنوین سے اور بلا تنوین جائز ہیں نہر الفائق میں کہا کہ رونا آنسوؤں سے بلا آواز یا آواز کے ساتھ جس میں حروف نہ ہوں مفسد نماز نہیں کذا فی الشامی لالذکر الجنۃ او النار خلوا عجبۃ قراۃ الامام فجعل یبکی ویقول بلی او نعم او آری لاتفسد سراجیۃ لدلالتہ علی الخشوع نہیں مفسد ہے آہ وغیرہ کرنا بسبب ذکر جنت یا دوزخ کے پس اگر اچھی معلوم ہوئی مقتدی کو امام کی قرارت اور رو کر کہنے لگا کیوں نہیں یا ہاں یا البتہ تو نماز فاسد نہ ہوگی کذا فی السراجیۃ بہ سبب دلالت کرنے ان الفاظ کے خشوع پر جو نماز میں مطلوب ہے ہم یعنی ذکر جنت یا دوزخ سے رونا اور آہ کرنا گویا یوں کہنا ہے کہ الٰہی تجھ سے جنت مانگتا ہوں اور تجھ کو دوزخ سے بچانا تو چوں کہ اس طرح کی دعا مفسد نہیں اس لیے آہ وغیرہ کرنا بھی مفسد نہ ہوگا خشوع پر دلالت کرنے سے معلوم ہوا کہ اگر صرف خوش لہجہ ہونے کی جہت سے مزہ لے کر رو دے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور درد اور مصیبت کے لیے آہ کرنا اظہار افسوس ہے تو لوگوں کے کلام سے مشابہ ہوا اس لیے مفسد ٹھہرا کذا فی الشامی ولعیسد ہا تشمیت عاطس لغیرہ بیرحمک اللہ ولو من العاطس نفسہ لا اور فاسد کرتا ہے نماز کو جواب دینا نمازی کا چھینکنے والے کو یعنی اپنے سوا دوسرے کو لفظ یرحمک اللہ سے یعنی خدا تجھ پر رحم کرے اور اگر جواب چھینکنے والے نمازی سے ہو خود اپنے نفس کے لیے تو مفسد نہیں ہم شامی نے کہا کہ لغیرہ بدل ہے عاطس سے اس لیے کہ تشمیت عاطس میں اضافت بمعنی لام ہے اور یہ لفظ شارح نے صرف لنفسہ کے مقابلہ کو بڑھا دیا ورنہ بہتر یہ ہے کہ عبارت سے ساقط کیا جائے کیوں کہ تشمیت کا فاعل نمازی ہے اور مفعول عاطس پھر لغیرہ کی کیا حاجت ہے اور معنی تشمیت کے دعا خیر کرنے کے ہیں اور وجہ فساد کی یہ ہے کہ غیر کی طرف خطاب کی جہت سے یہ جملہ لوگوں کے کلام میں داخل ہو گیا اس لیے اگر اپنے نفس کو خطاب کر کے یرحمک اللہ کہے گا تو غیر کو خطاب نہ ہونے کی جہت سے نہ کلام ہوگا نہ مفسد وبعکسہ التأمین بعد التشمیت اور اس کا الٹا ہے آمین کہنا بعد جواب چھینک کے یعنی خود اپنے لیے آمین کہے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور غیر کے لیے کہنے سے فاسد نہ ہوگی ہم صورت اس مسئلہ کی ظہیریہ میں یوں ہے کہ مثلاً حامد اور محمود نماز پڑھتے ہیں اور حامد نے چھینک لی تو خالد نے جو خارج نماز تھا کہا یرحمک اللہ یہ سن کر حامد اور محمود دونوں نے کہا آمین تو اس صورت میں نماز حامد کی فاسد ہوگی کہ اس نے خود اپنے حق میں دعا کا جواب دیا اور محمود کی نماز فاسد نہ ہوگی کہ غیر کے لیے آمین کہا کذا فی الطحطاوی وجواب خبر سوء بالاسترجاع علی المذہب لانہ بقصد الجواب صار کالکلام الناس اور مفسد نماز ہے جواب خبر بد کا دینا انا للہ وانا الیہ راجعون[1] پڑھ کر بموجب قوی مذہب کے اس لیے کہ یہ جملہ پڑھنا جواب کے ارادہ سے مثل لوگوں کے کلام کے ہو گیا ہم علی المذہب کی قید سے ظہیریہ کے قول کا رد ہوا کہ اس میں عدم فساد کی تصحیح کی ہے اور یہ تصحیح مخالف متون اور شروح کے ہے کذا فی الحلیۃ والبحر وکذا یفسدہا کل ما قصد بہ الجواب کان قیل امع اللہ الہ فقال لا آکہ الا اللہ او ما لک فقال النیل والبغال والحمیر او من این جئت فقال وبیر معطلۃ وقفیر مشید اور اسی طرح فاسد کرتا ہے نماز کو ہر ایک جملہ جس سے نمازی نے قصد کیا ہو جواب دینے سائل کا اگرچہ وہ جملہ قرآن

[1] ہم اللہ کے ہیں اور ہم اسی کی طرف پھر جانے والے ہیں ۱۲

Marfat.com

کا جو مثلاً کہا گیا کہ کیا ہے خدا کے ساتھ کوئی معبود تو نمازی نے جواب میں کہا لا الہ الا اللہ یعنی کوئی معبود نہیں سوا خدائے تعالیٰ کے یا کسی نے کہا کہ تیرا مال کیا ہے؟ تو نمازی نے کہا کہ گھوڑے اور خچر اور گدھے یا کسی نے کہا تو کہاں سے آیا؟ تو نمازی نے کہا اور کنویں بیکار اور محل کچگیری کے تو ان صورتوں میں نماز فاسد ہو جائے گی ھم نماز کا فاسد ہونا استرجاع یا ان قرآن کے جملوں سے طرفین کے نزدیک ہے نہ ابو یوسف کے امام ابی یوسف کے نزدیک جو جملہ متضمن ثنا ہو یا قرآن میں کا ہو وہ نیت سے نہیں بدلتا یعنی ثنا یا قرآن ہی رہتا ہے اور طرفین کے نزدیک بدل جاتا ہے یعنی کلام ہو جاتا ہے اور قصد جواب کی قید کا فائدہ شارح آگے بیان کرے گا **والخطاب** کقولہ لمن اسمیہ یحیی او موسیٰ یا یحیی **خذ الکتٰب بقوۃ** او **ما تلک بیمینک یٰموسیٰ** مخاطبا لمن اسمہ ذلک اولمن بالباب ومن دخلہ کان آمنا یا قصد کیا جائے اس جملے سے خطاب تب بھی مفسد ہوگا جیسے نمازی کا کہنا اس شخص سے جس کا نام یحیی ہے یہ آیت (یا یحیی خذ الکتاب بقوۃ) یعنی اے یحیی پکڑ کتاب کو زور سے یا جس کا نام موسیٰ ہے اس کو یہ کہنا (وما تلک بیمینک یا موسیٰ) یعنی اور کیا ہے تیرے داہنے ہاتھ میں اے موسیٰ یہ آیتیں کہے مخاطب ہو کر ان سے جن کا نام یہ ہے یعنی یحیی یا موسیٰ یا دروازے پر والے شخص سے یہ کہنا کہ جو کوئی اس میں داخل ہوگا وہ بے خوف ہوگا ھم خطاب کی صورت میں سب کے نزدیک نماز فاسد ہوتی ہے امام ابو یوسف بھی خطاب کی صورت میں قرآن کو لوگوں کے کلام میں تصور کرتے ہیں کیوں کہ قرآن اس شخص کے خطاب کے لیے موضوع نہیں جس کے لیے نمازی خطاب کرتا ہے کذا فی الشامی فروع مسائل الحق شارح کے سمع اسم اللہ تعالیٰ فقال جل جلالہ او النبی صلی اللہ علیہ وسلم فصلی علیہ او قراءۃ الامام فقال صدق اللہ ورسولہ تفسد ان قصد جوابہ نمازی نے خدائے تعالیٰ کا نام سن کر کہا جل جلالہ یعنی بڑی ہے بزرگی اس کی یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سنا اور آپ پر درود پڑھا یا امام کی قرارت سنی اور کہا سچ کہا اللہ نے اور اس کے رسول نے تو ان کلمات سے نماز فاسد ہوگی اگر متکلم کے جواب کا قصد کیا ہو گا ھم یعنی اگر بقصد تعظیم اور ثنا کے کہے گا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور کہنا اس قدر معتبر ہے کہ اپنے آپ سن لے اور اگر ایسی طرح کہا کہ خود بھی نہ سنا تو نماز فاسد نہ ہوگی کذا فی الشامی والطحطاوی **ولو** بسمع ذکر الشیطان فلعنہ تفسد وقیل لا اور اگر نمازی نے ذکر شیطان کا سنا اور اس کو لعنت کیا تو نماز فاسد ہوگی اور قول ضعیف یہ ہے کہ فاسد نہ ہوگی **ولو** حق لدفع الوسوسۃ ان لامور الدنیا تفسد لا لامور الاخرۃ اور اگر نمازی نے لاحول پڑھی وسوسہ کے دور ہونے کے لیے تو اگر امور دنیا کیلیے دفع وسوسہ ہے تو فاسد ہوگی نہ امور آخرت کے لیے **ولو** سقط شیئ من السطح فبسمل او حمدا لاحد او علیہ فقال آمین تفسد اور اگر چھت میں سے کوئی چیز گری سو نمازی نے کہا بسم اللہ یا کسی کے لیے دعا خیر یا دعائے بد ہوئی اور نمازی نے کہا آمین تو نماز فاسد ہوگی **ولا تفسد فی الکل عند الثانی والصحیح قولہما** عملا بقصد المتکلم اور نہیں فاسد ہوتی ہے نماز کل صورتوں میں امام ابو یوسف کے نزدیک اور صحیح قول طرفین کا ہے بسبب عمل کرنے کے متکلم کے قصد پر ھم چوں کہ الفاظ گذشتہ یا قرآن ہیں یا ثنا اور یہ دونوں بجز خطاب کی صورت میں امام ابو یوسف کے نزدیک قصد متکلم سے متغیر نہیں ہوتے اس لیے نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن شیطان کو لعنت کرنے میں اگر ان الفاظ کو ذکر کیا جو قرآن میں ہیں تب تو شارح کا قول بجا ہے اور اگر دوسرے الفاظ سے لعنت کیا تو وہ جملہ نہ ثنا ہوگا نہ قرآن تو ظاہر امام ابو یوسف کے نزدیک بھی فاسد ہوگی مگر کوئی محشی اس کے درپے نہیں ہوا حتی لو امتثل امر غیرہ فقیل لہ تقدم فتقدم او دخل فرجۃ الصف احد فوسع لہ فسدت بل یمکث ساعۃ ثم یتقدم براد قہستانی معزیا للزاہدی ومرویا فی قنیہ یہاں تک کہ اگر نمازی اپنے غیر کا امر ملنے گا مثلاً اس سے کسی نے کہا کہ آگے بڑھ اور وہ آگے بڑھ گیا یا جماعت کے فرجہ میں کوئی گھسا اور نمازی نے اس کو جگہ دی تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی بلکہ ایک ساعۃ توقف کرے پھر اپنی تجویز سے آگے بڑھے کذا فی القہستانی منسوب بزاہدی اور یہ مسئلہ باب امامت میں گذر گیا اور آگے آوے گا تو خبردار رہنا وقید بقصد الجواب لانہ لو لم یرد جوابہ بل ارادا علامہ بانہ فی الصلوۃ لا تفسد اتفاقا ابن ملک وملتقی اور ماتن نے فساد نماز میں ان جملوں سے قید جواب کے قصد کی لگائی اس لیے کہ اگر نمازی جواب متکلم کا ارادہ نہ کرے گا بلکہ یہ جتانا چاہے گا کہ میں نماز کے اندر ہوں تو نماز

Marfat.com

بالاتفاق فاسد نہ ہوگی بیان کیا ہے اس کو ابن ملک نے اور مصرح ہے ملتقی میں **وفتحہ علی غیر امامہ** الا اذا اراد التلاوۃ اور مفسد نماز ہے نمازی کا لقمہ دینا اپنے امام کے سوا دوسرے شخص کو یعنی قراءت میں رکنے والے کو بتانا مگر جس صورت میں کہ ارادہ کرے تلاوت کا نہ تعلیم کا تو مفسد نہ ہوگا ھم یہ صورت شامل ہے مقتدی کے ایک دوسرے کے بتانے کو یا یہ کہ مقتدی منفرد کو بتادے یا بالعکس یا یہ کہ نمازی اس شخص کو بتادے جو نماز نہیں پڑھتا ہے تو بہر صورت بتانے والے کی نماز فاسد ہوگی کیوں کہ بتانا تعلیم ہے بدون حاجت کے جو نماز کے منافی ہے وکذا الاخذ الا اذا تذکر فتلا قبل تمام الفتح اور اسی طرح مفسد نماز ہے لقمہ کا لینا نمازی کا مگر جب کہ نمازی خود یاد کر کے پڑھے پہلے پورا ہونے لقمہ دینے کے تو مفسد نماز نہ ہوگا یعنی اگر نمازی کو دوسرا شخص بتادے تو اگر وہ اس کا بتایا ہوا پڑھے گا تو نماز فاسد ہوگی اور اگر ہنوز بتانے والا بتا نہ چکا تھا کہ خود یاد آگیا اور پڑھا تو فاسد نہ ہوگی بخلاف **فتحہ علی امامہ** فانہ لا یفسد مطلقا لفاتح واخذ بکل حال الا اذا سمعہ المؤم سمن غیر مصل ففتح بہ تفسد صلوۃ الکل بخلاف لقمہ دینے نمازی کے اپنے امام کو کہ وہ مفسد نماز نہیں مطلقا یعنی نہ لقمہ دینے والے کی نماز کا مفسد ہے نہ لینے والے کی نماز کا ہر حال میں یعنی برابر ہے کہ امام اس قدر پڑھ چکا ہو جس سے نماز درست ہو جاتی ہے یا نہ پڑھ چکا ہو ایک آیت سے دوسری کی طرف چلا گیا ہو یا نہیں لقمہ دینا پہلے ہی بار ہو یا دوسری تیسری بار کسی طرح مفسد نماز نہیں ہاں اگر مقتدی نے کسی نماز نہ پڑھنے والے سے لقمہ کو سن کر اپنے امام کو بتایا اور امام نے لے لیا تو سب کی نماز فاسد ہوگی ھم اس لیے کہ جب مقتدی نے خارج آدمی کا بتایا ہوا لیا تو اس کی نماز فاسد ہو گئی اب اگر امام کو بتادیگا اور وہ لے گا تو امام کی نماز فاسد ہوگی اور اس کے فساد کی جہت سے سب کی نماز باطل ہوگی کذا فی الشامی حلبی نے کہا کہ غیر مصلی سے یہ مراد ہے کہ مقتدی جس نماز کو پڑھتا ہے اس میں اس کا شریک نہ ہو خواہ دوسری پڑھتا ہو یا بالکل کوئی نہ پڑھتا ہو ونوی الفتح لا القراءۃ اور لقمہ دینے والا مقتدی نیت بتانے کی کرے نہ قراءت کی کیوں کہ قراءت پیچھے امام کے مکروہ ہے نہ لقمہ دینا ھم مقتدی کے حق میں فورًا لقمہ دینا مکروہ ہے بلکہ توقف کرے تاکہ امام دوبارہ پڑھ کر خود نکال لے اسی طرح امام کے حق میں مکروہ ہے کہ قراءت میں نماز کی اور لحجے کہ مقتدی کو بتانا ہی پڑے بلکہ اس کو چاہیے کہ متشابہ کو چھوڑ کر دوسری آیت پڑھنے لگے جس کے ملانے سے معنی نہ بگڑتے ہوں یا دوسری سورۃ شروع کر دے یا اگر قراءت بقدر واجب پڑھ چکا ہو تو رکوع کر دے کذا فی الشامی ولو جری علی لسانہ نعم او آری ان کان یعتاد بہا فی کلامہ تفسد لانہ من کلامہ والا لا لانہ قرآن اور اگر نمازی کی زبان سے نعم یا آرے نکل گیا تو اگر اس کلمہ کا عادی ہوا پنی گفتگو میں یعنی اس کا یہ کلام ہو تو نماز فاسد ہوگی اس لیے کہ یہ الفاظ منجملہ اس کے کلام کے متصور ہوں گے اور اگر یہ کلام نہیں تو نماز فاسد نہ ہوگی کیوں کہ لفظ قرآن ہے شامی نے کہا کہ جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ قرآن نظم الفاظ و معانی دونوں کا نام ہے ان کے قول کے بموجب آرے قرآن نہیں ہو سکتا واکلہ وشربہ مطلقا ولو سمسۃ ناسیا الا اذا کان بین اسنانہ ماکول دون الحمصۃ کما فی الصوم ہو الصحیح قالہ الباقانی فابتلعہ اور مفسد نماز ہے کھانا نمازی کا اور پینا اس کا مطلقا یعنی تھوڑا یا بہت دانستہ ہو یا بھول کر اگرچہ ایک تل ہی کھائے بھول کر یا ایک قطرہ پانی کا بھول کر پی جائے تب بھی مفسد نماز ہے مگر اس صورت میں کہ نمازی کے دانتوں کے درمیان کوئی کھانے کی چیز ہو اور اس کو نگل جاوے تو نماز فاسد نہ ہوگی شارح نے کہا کہ دانتوں کے اندر چیز چنے سے کم ہو جیسا کہ روزہ میں ہے کہ اگر اس قدر دانتوں کے درمیان سے نگل جائے گا تو روزہ نہ جائے گا یہی قول صحیح ہے کہا ہے اس کو باقانی نے شرح ملتقی میں اما المضغ فمفسد کسکر فی فیہ یتبلع ذوبہ اور چبانا تو مفسد ہے جیسے شکر نمازی کے منہ میں کہ گھل ہوئی کو نگلتا ہو ھم شامی نے کہا کہ چبانے سے مراد یہ ہے کہ زیادہ چابے یعنی تین بار یا اکثر اور اس عبارت سے شارح نے یہ فائدہ ظاہر کیا کہ مفسد نماز یا تو چبانا ہے یا خود ماکول کا پیٹ میں پہنچنا یعنی صرف مزہ کسی چیز کا مفسد نماز نہیں مثلاً اگر کسی نے شکر کی ڈلی نگل کر نماز کی نیت کی اور اس کی مٹھائی منہ میں باقی ہے تو اس کے نگلنے سے نماز فاسد نہ ہوگی ویفسدہا استقالہ من صلوۃ الی مغایر تہا ولو من وجہ حتی لو کان منفردا فکبر ونوی الاقتداء فکبر صار متنفلا بخلاف نیۃ الظہر بعد رکعۃ الظہر الا اذا تلفظ بالنیۃ فیصیر متنفلا مطلقا اور فاسد کرتا ہے نماز کو جانا نمازی کا ایک نماز سے اس کی غیر میں اگرچہ غیر ہونا کسی اعتبار سے ہو

Marfat.com

یہاں تک کہ اگر اکیلا نماز پڑھتا ہو پھر اللہ اکبر کہہ کر نیت اقتدا کرے یا اس کا عکس ہو یعنی مقتدی ہو اور تکبیر سے نیت تنہا پڑھنے کی کرلے تو از سر نو پڑھنے والا ہو جائے گا یعنی جس نماز کو اول شروع کیا تھا وہ فاسد ہو جائے گی مثلاً فجر کی نماز پڑھتا تھا ایک رکعت کے بعد جو اللہ اکبر کہا اس سے نیت عصر کی کرلی تو فجر کی نماز فاسد ہو جائے گی بخلاف نیت ظہر کے بعد ایک یا دو رکعت ظہر کے یعنی اگر ایک ہی نماز کی نیت دوبارہ کی تو پہلی نماز فاسد نہ ہوگی مثلاً ظہر کی نماز پڑھتا تھا ایک رکعت کے بعد پھر اسی ظہر کی نیت کی تو اول رکعت باطل نہ ہوگی مگر اس صورت میں کہ نیت کے الفاظ منہ سے کہے تو اس صورت میں از سر نو پڑھنے والا ہو جائے گا مطلقاً یعنی خواہ غیر نماز کی نیت کرے خواہ اسی کی کرے تلفظ نیت سے پہلی نماز فاسد ہوگی کیوں کہ نیت کا تلفظ کلام ہے اور کلام نماز کا مفسد ہے کذا فی الشامی وقراءتہ من مصحف ای مافیہ قرآن مطلقاً لانہ تعلم اور مفسد نماز ہے نمازی کا پڑھنا مصحف کو دیکھ کر یعنی جس میں قرآن لکھا ہو خواہ مصحف ہو یا محراب ہو اس میں سے دیکھ کر پڑھنا مفسد ہے مطلقاً خواہ تھوڑا پڑھے یا بہت امام ہو یا منفرد بدون دیکھے اس کو پڑھنا ممکن ہو یا نہیں ہر صورت میں مفسد ہے اس لیے کہ یہ پڑھنا تعلم ہے ہم امام اعظم کے نزدیک دیکھ کر پڑھنے میں وجہ فساد کی دو طرح سے ذکر کی گئی اول جو ضعیف ہے وہ یہ ہے کہ اس میں قرآن کا اٹھانا اور اس کو دیکھنا اور ورق لوٹنا پڑتا ہے یہ عمل کثیر ہے اور دوسری وجہ جو کافی نے بہ تبعیت سرخسی تصحیح کی ہے یہ ہے کہ اس طرح پڑھنا تعلم ہے یعنی گویا قرآن سکھاتا جاتا ہے اور نمازی سیکھتا ہے اور تعلم وتعلیم نماز کی مفسد ہے کذا فی الشامی الا اذا کان حافظا لما قرأہ وقرأ بلا عمل ہاں اگر حافظ ہو اس کا جس کو دیکھ کر پڑھا اور بدون قرآن اٹھانے کے پڑھا تو اس صورت میں نماز فاسد نہ ہوگی کیوں کہ دونوں وجہیں فساد کی اس صورت میں مفقود ہیں وقیل لاتفسد الا بآیۃ استظہرہ الحلبی اور ایک قول یہ ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی مگر ایک آیت سے اور ظاہر کہا ہے اس کو حلبی نے یعنی اس وجہ سے کہ ایک آیت سے امام کے نزدیک نماز جائز ہوتی ہے وجوزہ الشافعی بلا کراہۃ وہما بہا للتشبہ باہل الکتاب ای ان قصدہ فان التشبہ بہم لایکرہ فی کل شیء بل فی المذموم وفیما یقصد بہ التشبہ کما فی البحر اور جائز رکھا ہے دیکھ کر پڑھنا امام شافعیؒ نے بدون کراہت کے اور صاحبین نے اس کو جائز رکھا ہے کراہت کے ساتھ بسبب مشابہت اہل کتاب کے کہ وہ بھی نماز میں توریت وانجیل دیکھ کر پڑھتے ہیں یعنی اگر نمازی قصد تشبہ کا کرے گا تو کراہت ہوگی کیوں کہ مشابہ ہونا اہل کتاب سے ہر چیز میں مکروہ نہیں مثلاً کھانا پینا اور دوسری ضروریات بدنی مسلمانوں اور اہل کتاب میں یکساں ہیں تو مشابہت سے کچھ حرج نہیں بلکہ بری بات میں مشابہت مکروہ ہے اور اس چیز میں مکروہ ہے جس سے قصد مشابہ ہونے کا کیا جائے چنانچہ بحرالرائق میں ہے ویفسدہا کل عمل کثیر لیس من اعمالہا ولا لاصلاحہا اور فاسد کرتا ہے نماز کو ہر عمل کثیر جو نماز کے اعمال میں سے نہ ہو اور نہ نماز کی اصلاح کے لیے ہو ہم نماز کے اعمال میں سے نہ ہو یعنی اگر مثلاً رکوع یا سجدہ زیادہ کرلیا تو یہ مفسد نہ ہوگا اگرچہ عمل کثیر ہے مگر نماز کے اعمال میں سے ہے اسی طرح اصلاح کے لیے عمل کثیر مفسد نہیں جیسے بے وضو ہو جانے سے وضو کو جانا کذا فی الشامی وفیہ اقوال خمستہا مالا یشک بسببہ الناظر من بعید فاعلہ انہ لیس فیہا اور عمل کثیر کی تعریف میں پانچ قول ہیں ان میں سے صحیح تر یہ ہے کہ عمل کثیر وہ ہے کہ جس کے سبب سے دور کا دیکھنے والا اس کے کرنے والے کو اس بات میں تردد نہ کرے کہ وہ نماز کے اندر نہیں ہم دور سے دیکھنے والے سے یہ مراد ہے کہ جس کے سامنے نماز شروع نہ کی ہو حاصل یہ ہے کہ عمل کثیر وہ ہے کہ اس کا کرنے والا دیکھنے والے کی نظر میں بظن غالب معلوم ہو کہ نماز نہیں پڑھتا یہ ایک قول ہوا اور دوسرا قول یہ ہے کہ جو کام عادت میں دو ہاتھوں سے کیا جاتا ہو وہ کثیر ہے اگرچہ نمازی اس کو ایک ہاتھ سے کرے جیسے پگڑی یا پاجامہ کا باندھنا اور جو ایک ہاتھ سے کیا جاتا ہو وہ قلیل ہے اگرچہ نمازی دو ہاتھوں سے کرے جیسے ٹوپی کا پہننا یا اتارنا تیسرا قول یہ کہ تین حرکتیں متصل پیہم کثیر ہیں ورنہ قلیل چوتھا قول یہ ہے کہ عمل کثیر وہ ہے کہ کرنے والے کا مقصود ہو یعنی جس کے لیے جداگانہ مجلس کرتا ہو پانچواں قول یہ ہے کہ عمل کثیر وہ ہے جس کو نمازی خود بہت سمجھے کذا فی الشامی محتصراً وان شک انہ فیہا ام لا فقلیل لکنہ یشکل بمسئلۃ المس او التقبیل فتامل

Marfat.com

اور اگر دیکھنے والا تردد کرے کہ کام کرنے والا نماز میں ہے یا نہیں تو وہ عمل قلیل ہے لیکن مشکل پڑتی ہے مسئلہ چھونے اور لبسہ لینے سے سو اس کو سوچ لے ھم صورت مس اور تقبیل کی یہ ہے کہ ایک عورت نماز پڑھتی ہے اس کے شوہر نے اس کو شہوت سے چھو دیا خواہ بدون شہوت کے اس کا لبسہ لیا تو نماز عورت کی فاسد ہو جاتی ہے حالانکہ عورت سے اس صورت میں کوئی فعل سرزد نہیں ہوا چنانچہ یہ مسئلہ مع اس کے جواب کے شارح دروح میں ذکر کرے گا فلا تفسد برفع یدیہ فی تکبیرات الزوائد علی المذہب وما روی من الفساد فشاذ پس نہیں فاسد ہوتی ہے نماز نمازی کے اٹھانے سے دونوں ہاتھوں کو رکوع کرنے کے وقت اور اس سے سر اٹھانے کے وقت مذہب قوی کے بموجب اور جو فساد کہ روایت کیا گیا ہے وہ مخالف ہے روایت اور درایت کے ھم طحاوی نے کہا کہ تکبیرات زوائد سے مراد رکوع کرنے کا اور اس سے سر اٹھانے کا وقت ہے اور ان کو تکبیرات زوائد کہنا خلاف اصطلاح فقہاء ہے اس لیے کہ فقہا کی اصطلاح میں تکبیرات عیدین کو زوائد کہتے ہیں اور روایت فساد وہ ہے جو مکحول نے امام اعظم رح سے کی ہے کہ رکوع کے وقت اور اس سے سر اٹھانے کے وقت ہاتھوں کا اٹھانا مفسد ہے اور وجہ اس کے شاذ ہونے کی یہ ہے کہ عمل کثیر اصح قول کے بموجب وہ ہے جو دیکھنے والے کی نظر میں معلوم ہو کہ اس کا کرنے والا نماز میں نہیں نہ وہ کہ دونوں سے کیا جائے کذا فی الشامی ولفسدہا سجودہ علی نجس وان اعادہ علی طاہر بخلاف یدیہ ورکبتیہ علی الظاہر اور فاسد کرتا ہے نماز کو سجدہ کرنا نمازی کا ناپاک چیز پر اگرچہ اس کو پاک چیز پر دہرا لیا ہو بخلاف دونوں ہاتھوں اور گھٹنوں کے کہ اگر ان کو نجس پر رکھا ہوگا تو نماز فاسد نہ ہوگی ظاہر روایت پر ھم فساد نماز سجدہ کی صورت میں قول طرفین کا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک صرف سجدہ فاسد ہوتا ہے نہ نماز اس لیے اگر طاہر چیز پر کر سجدہ کر لے گا تو ابو یوسف کے نزدیک نماز صحیح ہو جائے گی اور طرفین کے نزدیک جب بھی صحیح نہیں کیوں کہ ان کے نزدیک نماز قابل قسمت نہیں جب اس کا ایک جز فاسد ہوا کل فاسد ہو گئی اور ہاتھوں اور گھٹنوں کے مسئلہ میں عدم فساد اس جہت سے ہے کہ ان کا زمین پر رکھنا نماز میں شرط نہیں کذا فی الشامی ولفسدہا اداء رکن حقیقۃ اتفاقا او تمکنہ منہ بسنۃ وہو قدر ثلث تسبیحات مع کشف عورۃ او نجاستہ مانعۃ او وقوع لزحمۃ فی صف نساء او امام امام عند الثانی وہو المختار فی الکل لانہ احوط قالہ الحلبی اور فاسد کرتا ہے نماز کو حقیقت میں ادا کرنا ایک رکن کا بالاتفاق امام ابو یوسف کے اور محمد کے یا قادر ہونا نمازی کا ادائے رکن پر موافق سنت کے یعنی بقدر تین دفعہ سبحان اللہ کہنے کے توقف کرنا فاسد کرتا ہے امام ابو یوسف کے نزدیک برہنگی کے کھلے رہنے کے ساتھ یا نجاست نماز کی مانع کے لگ جانے کی صورت میں یا بھیڑ کے باعث عورتوں کی صف میں جا پڑنے یا امام سے آگے ہو جانے کی صورت میں اور یہی قول مختار ہے ان مسئلوں میں کیوں کہ زیادہ احتیاط والا ہے بیان کیا ہے اس کو حلبی نے ھم حاصل یہ کہ اگر نمازی کی برہنگی بقدر ربع عضو کہ مانع نماز ہے کھل گئی پس اگر حقیقت میں اس نے کوئی رکن ادا کر لیا تب تو ابو یوسف کے اور امام محمد دونوں کے نزدیک نماز فاسد ہوگی اور اگر واقع میں ادا نہیں کیا مگر اتنا عرصہ لگا کہ ادا کر سکتا تھا یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کے موافق دیر لگی تو ابو یوسف کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی اس سے معلوم ہوا کہ اگر اس قدر سے کم دیر تک برہنگی کھلے گی تو نماز کسی کے نزدیک فاسد نہ ہوگی اور یہی حال ہے اگر نجاست بدن پر لگ گئی یا اتفاقاً نجاست پر کھڑا ہو گیا یا عورتوں کی صف میں کسی طرح سے جا پڑا یا امام سے آگے نکل گیا تو اگر ان صورتوں میں کوئی رکن ادا کرے گا تو بالاتفاق نماز فاسد ہوگی اور اگر اتنا ٹھہرا کہ رکن ادا کر سکتا تھا تو ابو یوسف کے نزدیک فاسد ہوگی طحطاوی نے کہا کہ زحمت کی قید اتفاقی ہے وصلوتہ علی مصلی مضرب بنجس البطانۃ بخلاف غیر مضرب ومبسوط علی نجس ان لم یظہر لون اور ریح اور فاسد کرتا ہے نماز کو نماز پڑھنا نمازی کا سی ہوئی جانماز پر جس کا استر ناپاک ہے بخلاف بدون سی ہوئی کے اور بخلاف بچھی ہوئی کے ناپاک پر اگر رنگ یا بو نجاست کا ظاہر نہ ہو کہ اس صورت میں نماز فاسد نہ ہوگی ھم یعنی اگر ناپاک زمین یا فرش وغیرہ پر کوئی پاک کپڑا بچھایا تو اگر کپڑا ایسا باریک ہے کہ اس میں سے رنگ یا بو نجاست کی معلوم ہوتی ہے تو نماز درست نہ ہوگی اور اگر گاڑھا ہے تو درست ہوگی شامی نے کہا کہ باریک کپڑا اس جگہ حائل شمار نہ ہوگا جہاں

Marfat.com

نجاست سجدہ یا قدم کی جگہ ہوگی کیوں کہ اس صورت میں سجدہ یا قیام نجاست پر ہوگا ورنہ مطلق بو کا آنا مفسد نماز نہیں نجاست قریب ہو یا بعید وتحویل صدرہ عن القبلۃ اتفاقا بغیر عذر اور فاسد کرتا ہے نماز کو پھیر لینا نمازی کا اپنے سینہ کو قبلہ کی جانب سے بالاتفاق بدون عذر کے ھم شامی نے کہا کہ منہ کا پھیرنا مکروہ ہے نہ مفسد خواہ سارا منہ پھیرے یا تھوڑا فلوظن حدثہ فاستدبر القبلۃ ثم علم عدمہ ان قبل خروج من المسجد لاتفسد وبعدہ فسدت پس اگر نمازی نے اپنا بے وضو ہونا گمان کیا اور قبلہ سے پشت پھیری بسبب عذر مذکور کے پھر جانا کہ حدث نہیں ہے تو اگر یہ علم مسجد سے نکلنے کے پیشتر ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی اور بعد نکلنے کے ہوگا تو فاسد ہوگی بسبب مختلف ہوجانے مکان نماز کے فروع مسائل ملتقط شارح کے مشی مستقبل القبلۃ ہل تفسد ان قدر صف ثم وقف قدر رکن ثم مشی وقف کذلک وہکذا لاتفسد وان کثر مالم یختلف المکان وقیل لاتفسد حالۃ العذر مالم یستدبر القبلۃ استحسانا ذکرہ الحلبی نمازی چلا قبلہ کو منہ کیے تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں جواب اگر بقدر ایک صف کے چلا پھر ٹھہرا بقدر ایک رکن کے پھر چلا اور ٹھہرا اسی طرح یعنی ایک صف اور ایک رکن کی مقدار اور اسی طرح چلا گیا تو فاسد نہ ہوگی اگرچہ بہت دفعہ چلا اور ٹھہرا ہو جب تک کہ مکان مختلف نہ ہوگا یعنی اگر مسجد میں ہے تو جب تک مسجد سے باہر نہ ہوا ہوگا اور جنگل میں ہے تو جب تک صفوں سے باہر نہ ہوا ہوگا فاسد نہ ہوگی ورنہ فاسد ہوجائے گی جیسے ایک ہی دفعہ میں دو صفوں کی مقدار چلنے سے فاسد ہوتی ہے کذا فی الشامی اور بعض فقہا نے کہا کہ حالت عذر میں چلنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی اگرچہ بہت چلے اور جگہ مختلف ہوجائے جب تک کہ قبلہ کی طرف پشت نہ کرے بوجہ الاستحسان کے ذکر کیا ہے اس کو قہستانی نے طحطاوی نے کہا کہ قہستانی میں حالت غزوہ یعنی جہاد ہے نہ حالت عذر وہل یشترط فی المفسد الاختیار فی الخبازیۃ لم وقال الحلبی لا اور کیا شرط ہے عمل مفسد میں نمازی کا قابو ہونا خبازیہ میں ہے کہ ہاں شرط ہے اور حلبی نے کہا کہ عمل مذکور میں اختیار کا ہونا شرط نہیں ھم طحطاوی نے کہا کہ ظاہرا نہ مشروط ہونا معتمد ہے اس لیے کہ شارح اسی پر اگلا قول متفرع کرتا ہے فان من دفع اوجذبۃ الدابۃ خطوات او وضع علیہا او اخرج من مکان الصلوۃ او مص ثدیہا ثلاثا او مرۃ ونزل لبنہا او مسہا بشہوۃ او قبلہا بدونہا فسدت کیوں کہ جس نمازی کو دھکا لگا یا اس کو سواری کے جانور نے کھینچا اور اس دھکے یا گھسیٹنے سے وہ چند قدم چلا یا اپنی جگہ سے اٹھا کر سواری پر رکھ دیا گیا یا نماز کی جگہ سے ہٹا دیا گیا یا نمازی عورت کی پستان تین بار چوسی گئی یا ایک بار چوسی گئی اور اس کا دودھ اترا یا مرد نے نمازی عورت کو شہوت سے چھوا یا بدون شہوت کے اس کا بوسہ لیا تو سب صورتوں میں نماز فاسد ہوگی حالانکہ عمل اختیاری کسی میں نہیں پایا جاتا شامی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ مسہا اور قبلہا کی جگہ مست اور قبلت بصیغہ مجہول کہتا جیسے اس سے اوپر کے افعال تھے لاالوقبلتہ ولم یشتہا والفرق ان فی تقبیلہ معنی الجماع نہیں فاسد ہوگی نماز مرد کی اگر عورت نے اس کا بوسہ لیا اور مرد کو اس کی خواہش نہ تھی اور فرق دونوں مسئلوں میں یہ ہے کہ مرد کے بوسہ لینے میں جماع کے معنی ہیں ھم یعنی اگر عورت نماز پڑھتی تھی اور شوہر نے بوسہ لیا تو عورت کی نماز اس لیے فاسد ہوئی کہ فاعل جماع کا مرد ہوتا ہے تو جب دواعی جماع میں سے کوئی عورت کے ساتھ کرے گا تو اس کی نماز فاسد ہوگی اور اگر مرد نماز پڑھتا ہے اور عورت نے بوسہ لیا تو عورت فاعل جماع کی نہیں اس لیے اس کی طرف سے دواعی کا پایا جانا داخل جماع نہیں جب تک کہ مرد کو شہوت نہ ہو کذا فی الشامی معہ حجر فرمی بہ طائرا لم تفسد ولو انسانا تفسد کضرب ولو مرۃ لانہ مخاصمۃ او تادیب او ملاعبۃ وہو عمل کثیر ذکرہ الحلبی نمازی کے پاس ایک پتھر ہے اس نے اس کو ایک پرندہ پر پھینکا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر کسی انسان پر پھینکا تو فاسد ہوگی جیسے کسی کو مارنا اگرچہ ایک دفعہ ہی مارے اس لیے کہ مارنا یا پتھر پھینکنا انسان پر یا باہم خصومت ہے یا ادب دینا یا چھل کرنا بہرحال عمل کثیر ہے ذکر کیا ہے اس کو حلبی یعنی شارح منیہ نے ھم طحطاوی نے کہا کہ منیہ میں ہے کہ اگر پتھر زمین سے اٹھا کر پھینکا تو نماز فاسد ہوگی اور اگر اپنے پاس سے پھینکا تو فاسد نہ ہوگی تو اس سے ظاہر پرند وانسان میں فرق نہیں معلوم ہوتا اور اگر پاس سے پھینکنے کو عمل کثیر قرار دیجیے تو پرند پر پھینکنے سے بھی نماز فاسد ہوجائیگی بقی من المفسدات ارتداد بقلبہ باقی رہے

Marfat.com

مفسدات نماز سے اشیاء آئندہ اوّل مرتد ہونا نمازی کا اپنے دل میں یعنی نیت یا اعتقاد کفر کرنے سے نماز جاتی ہے ومؤت دوسرا مفسد نماز کا مرجانا ہے نمازی کا شامی نے کہا کہ اس کا ثمرہ اس مسئلہ میں معلوم ہوتا ہے کہ اگر بعد قعدہ اخیرہ کے امام مرگیا تو نماز مقتدیوں کی باطل ہوگئی نئے سر سے ان کو پڑھنی چاہیے وجنون واغماء اور مفسد نماز ہے جنون اور بے ہوشی اور ان کا حکم مفصل صلوٰۃ مریض کے آخر میں آوے گا وکل موجب لوضوء او غسل اور مفسد نماز ہے ہر فعل موجب وضو کا یا غسل کا ہم شامی نے کہا کہ شارح نے بہ تبعیت صاحب نہر الفائق موجب وضو کو مفسد لکھ دیا حالاں کہ ہر موجب وضو مفسد نماز نہیں چناں چہ استخلاف اور بنا کے بیان میں مذکور ہو چکا کہ حدث اتفاقی سے نماز فاسد نہیں ہوتی تو بہتر تھا کہ شارح یوں کہتا کہ ہر حدث عمد مفسد ہوتا ہے وترک رکن بلا قضاء اور مفسد نماز ہے چھوڑنا کسی رکن کا بدون ادا کے مثلاً ایک سجدہ چھوڑ دیا اور سلام پھیرنے تک اس کو ادا نہ کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی او شرط بلا عذر یا مفسد نماز ہے چھوڑنا کسی شرط کا بدون عذر کے مثلاً وضو یا ستر عورت یا استقبال قبلہ بلا عذر نہ کیا تو فاسد ہوگی اور عذر کے ساتھ ان باتوں کا نہ کرنا مفسد نہیں ومسابقۃ المؤتم بر کنٍ لم یشارکہ فیہ امامہ کان رکع ورفع راسہ قبل امامہ ولم یعدہ معہ او بعدہ وسلم مع الامام اور مفسد نماز ہے پہلے کر لینا مقتدی کا کسی رکن کو جس میں اس کا امام اس کا شریک نہ ہوا ہو مثلاً مقتدی نے رکوع امام سے پیش تر کیا اور امام کے رکوع سے پیش تر اپنا سر اٹھا لیا اور پھر اس رکوع کو امام کے ساتھ یا اس کے بعد دوبارہ نہ کیا اور امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو مقتدی کی نماز نہ ہوگی ہم طحطاوی نے کہا کہ امام کے ساتھ سلام پھیرنے کی قید کی کچھ حاجت نہیں ومتابعۃ المسبوق امامہ فی سجود السہو بعد تاکد انفرادہ اما قبلہ فیجب متابعتہ اور مفسد نماز ہے پیروی کرنا مسبوق کا اپنے امام کو سجدہ سہو میں بعد مستحکم ہونے انفراد مسبوق کے اور پیشتر مستحکم ہونے انفراد کے تو متابعت واجب ہے ہم صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ مسبوق امام کے سلام پھیرنے سے پیش تر یا بعد مثلاً اٹھ کھڑا ہوا اور ایک رکعت پڑھ چکا یعنی سجدہ رکعت مذکور کا کر لیا اس وقت امام نے سجدہ سہو کیا تو اب مسبوق اگر اس سجدہ میں امام کا شریک ہوگا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی کیوں کہ محل انفراد میں اقتدا کرنا مفسد ہے ہاں جب تک اس نے رکعت جداگانہ کا سجدہ نہیں کیا تب تک انفراد پختہ نہیں ہوا اس وقت اگر امام سجدہ سہو کرے تو مسبوق پر متابعت واجب ہے وعدم اعادۃ الجلوس الاخیر بعد ادا سجدۃ صلبیۃ او تلاویۃ تذکرا بعد الجلوس اور مفسد نماز ہے دوبارہ نہ کرنا نمازی کا قعدہ اخیرہ کو بعد ادا کرنے سجدہ نماز یا سجدہ تلاوت کے جو یاد آیا ہو بعد قعدہ کے ہم اس لیے کہ سجدہ صلبی اور سجدہ تلاوت سے قعدہ باطل ہو جاتا ہے تو اگر دوبارہ نہ کرے گا تو ایک رکن نماز کا یعنی قعدہ اخیرہ چھوٹ جاوے گا اور نماز فاسد ہو جائے گی طحطاوی نے کہا کہ یہ صورت ترک رکن میں داخل ہے اس کو جدا لکھنا ضرور نہ تھا وعدم اعادۃ رکن ادا ہ نا ٹما اور مفسد نماز ہے دوبارہ نہ کرنا نمازی کا اس رکن کو جس کو سونے کی حالت میں ادا کیا ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ صورت ترک شرط میں داخل ہے یعنی نمازی کا ادا کرنا حالت اختیار میں شرط نماز ہے اور سونے کی حالت میں یہ شرط چھوٹ جاتی ہے لیکن مترجم کے نزدیک ترک شرط میں بلا عذر کی قید تھی وہ یہاں متحقق نہیں اس لیے یہ صورت جدا ہے وقہقہۃ امام المسبوق بعد الجلوس الاخیر اور مفسد نماز ہے کھلکھلا کر ہنسنا مسبوق کے امام کا بعد قعدہ اخیرہ کے یعنی اگر امام قدر تشہد کے بعد قعدہ اخیرہ میں زور سے ہنس پڑے گا تو اس کی نماز او سجدہ رکوں کی نماز پوری ہو جائے گی مگر مسبوق کی نماز فاسد ہو جائے گی کہ یہ فعل امام کا اس کی نماز کے درمیان میں واقع ہوگا چنانچہ اس کی تفصیل پہلے باب میں گذر گئی ومنہا مد الہمزۃ فی التکبیر کما مر اور ایک مفسد نماز کا ہمزہ کا کھینچنا ہے اللہ اکبر کہنے میں چنانچہ پیش تر گذرا ہم یعنی اللہ اکبر رکوع وسجدہ کے لیے بد ہمزہ اگر کہے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور تکبیر تحریمہ میں تو سرے سے نماز کا شروع ہی صحیح نہیں فساد تو شروع کے بعد ہوا کرتا ہے کذا فی الشامی ومنہا القراءۃ بالحان ان غیر المعنی وال لا الا فی حرف مدولین اذا لفحش والا لا بنازیۃ اور ایک مفسد نماز ہے قراءت کا پڑھنا الحان سے یعنی زیر و زبر کو نغموں کی رعایت سے بڑھا کر پڑھنا کذا فی فتح القدیر الحان سے پڑھنا مفسد ہے اگر معنی کو بدل دے مثلاً رب العالمین کو راب العالمین

Marfat.com

پڑھے اور اگر معنی نہ بدلیں تو مفسد نہیں مگر حروف مد اور لین میں اگر حد سے زیادہ الحان کرے گا تو باوجود معنی نہ بدلنے کے نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر حد سے زیادہ نہ ہوگا تو نماز فاسد نہ ہوگی کذا فی البزازیہ ھم واؤ یا تین حرف علت کے حروف کہلاتے ہیں ان کے پہلے کی حرکت اگر ان کے موافق ہوتی رہی یعنی واو کے پہلے پیش اور الف کے پہلے زبر اور یَ کے پہلے زیر ہو تو ان کو حروف مد کہتے ہیں اور اگر نا موافق حرکت ہو یعنی واؤ کے پیش تر یا یَ کے پہلے زبر ہو مثلاً تو حرف لین کہلاتے ہیں تو حروف لین صرف دو ہیں کیوں کہ الف سے پہلے سوائے زبر کے اور کچھ نہیں ہوتا غرضیکہ حروف علت میں اشباع زائد از حد مفسد نماز ہے ومنہا زلۃ القاری اور ایک نماز کا مفسد قاری کی لغزش یعنی غلط پڑھنا ہے ہم جاننا چاہیے کہ قراءت میں غلطی سے نماز فاسد ہونے کے چند قاعدے ہیں کہ اگر ان کو جان لیا جائے تو حکم ہر غلطی کا معلوم ہو سکتا ہے کہ اس سے نماز فاسد ہوئی یا نہیں تو ان قواعد کے ضبط کرنے کے لیے ہم کہتے ہیں کہ غلطی یا تو اعراب میں ہوگی یعنی زیر زبر پیش سکون میں اور اسی میں داخل ہے مشدد کو تخفیف سے پڑھنا اور اس کا عکس اور مد والے کو قصر سے پڑھنا اور اس کا عکس یا غلطی حروف میں ہوگی یعنی ایک حرف کی جگہ دوسرے کو ادا کرنا یا کسی حرف کا زیادہ کرنا یا کم کرنا یا مقدم ومؤخر کرنا یا غلطی کلمات میں ہوگی کہ ایک کلمہ کی جگہ دوسرے کو پڑھنا یا زیادہ کم کرنا یا مقدم مؤخر کرنا یا غلطی جملوں میں ہو اسی طرح یا غلطی وقف میں ہو کہ وصل کی جگہ وقف کیا جائے اور وقف کی جگہ وصل اب متقدمین کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ جس غلطی سے معنی ایسے بگڑ جائیں کہ ان کا اعتقاد کرنا کفر ہوتا ہو تو اس غلطی سے نماز فاسد ہو جائیگی خواہ کسی قسم کی غلطی ہو اور اگر غلطی سے معنی ایسے نہیں بگڑتے جن کا اعتقاد کفر ہو لیکن بہت کی تبدیل معنوں میں آجاتی ہے جیسے ہذا الغراب کی جگہ ہذا الغبار پڑھنا یا بالکل بے معنی لفظ ہو جاتا ہے جیسے سرائل پڑھنا سرائر کی جگہ تو اس صورت میں بھی نماز فاسد ہو جاتی ہے اور اگر غلطی سے معنوں میں بہت تبدیل نہیں ہوتی مگر مطلب سے دور پڑ جاتے ہیں تو اس صورت میں دیکھنا چاہیے کہ ویسا لفظ قرآن میں ہے یا نہیں اگر نہیں ہے تب بھی نماز فاسد ہوگی اور اگر قرآن میں وہ لفظ ہے تو طرفین کے نزدیک فاسد ہوگی اور یہی قول احوط ہے اور ابو یوسف کے نزدیک فاسد نہ ہوگی اور اگر غلطی سے معنی نہ بگڑیں اور ویسا لفظ قرآن میں نہ ہو تو نماز طرفین کے نزدیک فاسد نہ ہوگی جیسے قیامین کی جگہ قیامیں پڑھنا کہ دونوں کے معنی ایک ہیں حالاں کہ قیامین قرآن میں نہیں اور ابو یوسف کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی یہ قاعدے متقدمین کے ہیں اور ابن مقاتل اور ابن سلام اور اسماعیل زاہد اور ابوبکر بلخی اور ہندوانی اور حلوانی وغیرہ متاخرین کا اس پر اتفاق ہے کہ اعراب میں غلطی کرنی کسی طرح کی ہو نماز کی مفسد نہیں اور اگرچہ اس کا اعتقاد کفر ہو کیوں کہ اکثر آدمی اعراب کی تمیز نہیں کر سکتے اور اگر غلطی حرف کی تبدیل میں ہو تو اگر دونوں حرفوں میں فرق بآسانی معلوم ہو سکتا ہو مثلاً ص کی جگہ ط پڑھنا تو متاخرین کا اتفاق ہے کہ نماز کا مفسد ہے اور اگر فرق مشکل سے معلوم ہوتا ہو جیسے ص کی جگہ س پڑھنا تو اکثر کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن متاخرین کے قواعد منضبط نہیں اس لیے نماز کے باب میں متقدمین کا قول اختیار کرنے میں زیادہ احتیاط ہے کہ ان کے قواعد بھی درست ہیں اور اکثر فروع فتاووں میں انھیں کے قول پر محمول ہیں

کذا فی الشامی عن شرح المنیۃ للوانی اعراب او تخفیف مشدد وعکسہ او بزیادۃ حرف فاکثر نحو الصراط الذین ھو صل حرف بکلمۃ نحو ایا کنعبد او بوقف وابتداء لم تفسد وان غیر المعنی بہ یفتی بزازیہ پس اگر غلطی اعراب میں ہو جیسے نعبد کی ب کو زبر پڑھنا یا تخفیف سے پڑھنے میں مشدد کے جیسے قتلوا کی جگہ قتلوا پڑھنا اور مشدد پڑھنے میں مخفف کے جیسے افعیینا کو افعینا پڑھنا یا غلطی ہو ایک حرف یا زیادہ کے بڑھا دینے کی جیسے الصراط الذین بجائے صراط الذین کے یعنی الف اور لام کی زیادتی سے پڑھنا یا غلطی ہو ایک حرف کے ملانے کی دوسرے کلمہ میں جیسے ایاک نعبد میں ایا جدا پڑھ کر ٹھہرنا اور ک کو نعبد میں وصل کرنا یا غلطی ہو وقف کرنے اور ابتدا کرنے کی جیسے لا الہ پر مثلاً وقف کرنا اور الا اللہ سے ابتدا کرنا تو ان صورتوں میں نماز فاسد نہ ہوگی اگرچہ معنی بدل جائیں اسی کا فتوی دیا جاتا ہے کذا فی البزازیہ ھم شامی نے کہا کہ شارح کی ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے

Marfat.com

کہ سب مسائل میں عدم فساد پر فتوی بزازیہ میں منقول ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ بزازیہ میں صرف اعراب کی غلطی میں اگرچہ معنی بھی بگڑ جائیں فتوی عدم فساد کا مذکور ہے اور باقی صورتوں میں درصورت بگڑ جانے معنی کے تو اکثر مشائخ کے نزدیک فساد مذکور ہے جیسا کہ متقدمین کا قول ہے اور احتیاط اسی میں ہے الا تشدید رب العلمین وایاک نعبد فبترکہ تفسد مگر تشدید رب العلمین کی ب اور ایاک نعبد کی ی کی کہ اس کے ترک سے نماز فاسد ہو جاتی ہے ولو زاد کلمۃ او نقص کلمۃ او نقص حرفا او قدمہ او بدلہ باخر نحو من ثمرہ اذا اثمر واستحصد تعال جدر بنا انفرجت بدل انفجرت ایاب بدل اواب لم تفسد مالم یتغیر المعنی اور اگر زیادہ کیا ایک کلمہ کو مثلاً من ثمرہ اذا اثمر میں کلمہ واستحصد زیادہ کر دیا یا ناقص کیا کلمہ کو اس کی مثال شارح نے نہیں لکھی شامی نے کہا جیسے جزاد سیئۃ سیئۃ مثلہا میں جزاد سیئۃ مثلہا پڑھا دوسری سیئۃ کو چھوڑ کر یا کم کیا ایک حرف کو جیسے تعال جدر بنا بدون ی کے آخر میں یا مقدم کیا حرف کو دوسرے سے جیسے انفرجت عوض میں انفجرت کے یا بدلا کسی حرف کو دوسرے سے جیسے ایاب جگہ اواب کے تو نماز فاسد نہ ہوگی جب تک کہ معنی نہ بدلیں ھم شارح کے کلام میں لف ونشر مرتب ہے اس لیے مترجم نے تسہیل کے لیے واسطے ہر مثال کو اس کے موقع پر رجمہ کر دیا اور واضح ہو کہ تغیر معنی کی صورت میں نماز طرفین کے نزدیک فاسد ہوتی ہے اور ابو یوسف کے نزدیک اس صورت میں کہ لفظ مقروء قرآن میں نہ ہو فاسد ہوگی ورنہ فاسد نہ ہوگی الا ما یشق تمیزہ کالضاد والظاء فاکثرہم لم یفسدوا حرف کے بدلنے سے درصورت بدل جانے معنی کے نماز فاسد ہوتی ہے مگر ایسے حروف کے مبادلہ سے جن میں تمیز دشوار ہے مثلاً ضاد اور ظا کے بدلنے سے کہ اکثر فقہا نماز کو فاسد نہیں کہتے ھم شامی میں حلیہ سے منقول ہے کہ اگر ایسی تبدیلی دانستہ کرے گا تو نماز فاسد ہوگی اور اگر بے اختیار زبان سے نکل گیا یا تمیز حروف کو نہیں جانتا تو فاسد نہ ہوگی بزازیہ میں کہا کہ یہ قول سب اقوال سے درست تر ہے اور یہی مختار ہے وکذا لو کرر کلمۃ وصحح الباقانی الفساد ان غیر المعنی نحو رب العلمین للاضافۃ کما لو بدل کلمۃ بکلمۃ وغیر المعنی نحو ان الفجار لفی جنات وتما منی المطوّلات اور اسی طرح فاسد نہیں ہوتی نماز اگر مکرر کرے کسی کلمہ کو اور تصحیح کی ہے باقانی نے فساد نماز کی اگر معنی بدل جائیں جیسے رب رب العلمین بسبب اضافت جیسے فاسد ہوتی ہے نماز اگر بدل دے ایک کلمہ کو دوسرے سے اور معنی بگڑ جائیں جیسے ان الفجار لفی جنات پڑھنا لفی جحیم کی جگہ اور پورا بیان اس کا بڑی کتابوں میں ہے ھم شامی نے کہا کہ ظاہر کلام ظہیریہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مکرر پڑھنا ایک کلمہ کا اس صورت میں مفسد ہے کہ پڑھنے والا مضاف ومضاف الیہ کو جانتا ہو اور اگر نہ جانتا ہو یا قصد اضافت نہ کیا ہو بلکہ تصحیح مخارج کے لیے کلمہ کو دوبارہ کہا ہو یا زبان سے بے ساختہ نکل گیا ہو تو چاہیے کہ نماز فاسد نہ ہو اور مفسدات نماز سے وہ صورتیں بھی ہیں جو اس باب سے پیش تر ہو چکیں مثلاً عورت کا محاذی ہونا اور خلیفہ ایسے کو بنانا جو قابل امامت نہ ہو اور امام کا مسجد سے باہر چلا جانا بدون خلیفہ کرنے کے اور حدث کے بعد نمازی کا ایک رکن کی مقدار ٹھہرنا یا حالت حدث اور رفتار میں ایک رکن کو ادا کرنا یا اثناء نماز میں کسی فعل مخالف نماز کا صادر ہونا وغیرہ تو غالباً ماتن وشارح نے ان کو اس لیے یہاں ذکر نہیں کیا کہ پیش تر بیان ہو چکا ہے ولا یفسدہا النظرہ الی مکتوب وفہمہ ولو مستفہما وان کرہ اور نہیں فاسد کرتا نماز کو دیکھنا نمازی کا لکھی چیز کو اور سمجھ جانا اس کا اگرچہ دانستہ سمجھا ہو ہر چند دانستہ سمجھنا مکروہ ہے اس لیے کہ لکھے کو سمجھنا نماز کے اعمال میں سے نہیں اس سے یہ نکلا کہ اگر اتفاقاً نظر لکھے پر پڑ گئی اور سمجھ میں بدون قصد کے آ گیا تو مکروہ بھی نہیں کذا فی الطحطاوی ومرور مار فی المصلی او فی مسجد کبیر بموضع سجودہ فی الاصح اور نہیں فاسد کرتا نماز کو گذرنا کسی گذرنے والے کا میدان میں یا بڑی مسجد میں نمازی کے سجدہ کی جگہ میں گو صحیح تر قول میں ھم یعنی نمازی کے قدموں سے سجدہ کی جگہ تک میں سے کسی کا گذر جانا مفسد نماز نہیں اور اس کا مقابل قول تمرتاشی کا ہے کہ قدموں سے لے کر اس جگہ تک گذرنا مفسد نہیں جہاں تک نمازی کی نظر پڑے جب تک کہ وہ سجدہ کے مقام کو تاکتا ہو غرضیکہ فساد نماز تو دونوں صورتوں میں نہیں لیکن گذرنے والے پر گناہ کا ہونا اس قول میں قدموں سے لے کر سجدہ تک کی جگہ میں گذرنے سے ہوگا اور تمرتاشی کے قول پر اس جگہ میں بھی گذرنے سے ہوگا جہاں نمازی کی نظر پڑے سجدہ گاہ کو تاکنے کی حالت میں کذا فی الشامی او مروره بین یدیہ الی حائط القبلۃ فی بیت ومسجد صغیر فانہ کبقعۃ واحدۃ مطلقا ولو امراۃ او کلبا یا مفسد نماز نہیں گذرنا گذرنے والے کا نمازی کے اس کے قدموں سے لیکر دیوار قبلہ تک گھر میں اور چھوٹی مسجد میں کہ گھر اور چھوٹی مسجد

Marfat.com

مثل ایک مکان کے ہیں یعنی مقدار دو صفوں کے فاصلہ ہونا ان دونوں میں مانع اقتدا نہیں جیسے جنگل اور بڑی مسجد میں مانع ہوتا ہے مفسد نماز نہیں گذرنا کسی کا مطلق خواہ وہ عودت ہو یا کتا ھم شامی نے کہا کہ اس میں رد ہے ظاہریہ کے قول پر جو کہتے ہیں کہ گذرنا عورت یا کتے یا گدھے کا مفسد ہے اور اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ اس باب میں جو کچھ مروی ہے وہ منسوخ ہے چنانچہ حلیہ میں اس کو ثابت کیا ہے اومروہ اسفل من الدکان امام المصلی لوکان یصلی علیہا ای الدکان بشرط محاذات بعض اعضاء المار وکذا سطح وسریر وکل مرتفع دون قامۃ المار وقیل دون السترۃ کما فی غرر الاذکار یا مفسد نماز نہیں گذرنا گذرنے والے کا مکان کے نیچے نمازی کے سامنے کو جب کہ وہ دوکان پر نماز پڑھتا ہو بشرط برابر آجانے بعض اعضا گذرنے والے کے بعض اعضاء نمازی کو اور یہی حکم فساد کا ہے چھت اور تخت اور ہر اونچی چیز کا جس کی بلندی گذرنے والے کے قد سے کم ہو اور قول ضعیف یہ ہے کہ مقدار سترہ یعنی ایک ہاتھ سے کم ہو جیسا کہ غرر الاذکار میں ہے ھم بحر الرائق میں اس قول ضعیف کو غلط کہا ہے اس وجہ سے کہ اگر مقدار سترہ کا اعتبار ہوتا تو سوار کا نکلنا نمازی کے سامنے کو مکروہ نہ ہوتا کہ وہ تو غالباً ہاتھ سے اونچا ہی ہوتا ہے کذا فی الشامی وان اثم المار لحدیث البزار لو یعلم المار ماذا علیہ من الوزر لوقف اربعین خریفا فی ذلک المرور لو بلا حائل ولو ستارۃ تر تفع اذا سجد وتعوہ اذا قام اگرچہ اس گذرنے میں گذرنے والا گناہ گار ہوتا ہے بسبب حدیث بزار کے کہ اگر گذرنے والا جانے کہ اس پر کیا گناہ ہے تو ٹھہرا رہے چالیس برس اور گناہ اس وقت ہے کہ گذرنا بدون آڑ کے ہو اگرچہ آڑ ایسا سترہ ہو کہ سجدہ کرنے کے وقت دور ہو جاتا ہو اور قیام کے وقت پھر سترہ ہو جاتا ہو ھم حلیہ میں کہا کہ اس مسئلہ میں چار صورتیں ہیں اول یہ کہ گذرنے والے کو گنجائش ہے کہ نمازی کے سامنے کو نہ گذرے اور نمازی نے راستہ روکا نہیں تو اس صورت میں اگر گذرے گا تو گناہ خاص کرنے والے پر ہوگا دوم یہ کہ اور طرف کو راستہ نہیں اور نمازی نے راستہ روک لیا ہے تو اس صورت میں گناہ نمازی پر ہوگا سوم یہ کہ نمازی نے راستہ روکا ہے مگر گذرنے والا اور طرف کو بھی نکل سکتا ہے تو اب گذرنے سے دونوں گنہگار ہوں گے چہارم یہ کہ نمازی نے راستہ نہیں روکا اور گذرنے والے کو اور طرف راہ نہیں تو اس میں کسی پر گناہ نہیں اور صورت سترہ کی یہ ہے کہ مثلاً ایک انگشت کے برابر موٹی رسی یا اور کوئی چیز چھت میں لٹکتی ہے جب نمازی سجدہ کرتا ہے تو وہ سر کی حرکت سے اس کی گردن یا کمر پر ہو جاتی ہے اور جب کھڑا ہوتا ہے پھر بدستور ہو جاتی ہے تو اس طرح کی آڑ سے بھی گذرنے والے پر کچھ گناہ نہیں اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اعتبار سترہ کا قیام کی حالت میں ہے کذا فی الشامی والطحطاوی ولو کان فرجۃ فللداخل ان یمر علی رقبۃ من لم یسجد لانہ اسقط حرمۃ نفسہ فتنبہ اور اگر صف میں کوئی جگہ خالی ہو تو نماز میں آنے والے کو جائز ہے کہ جس شخص نے اس جگہ کو بند نہیں کیا اس کی گردن کو پھلانگ کر چلا جائے کیوں کہ اس نے اپنی عزت آپ کھو دی تو خبردار ہو جا یعنی اس کے سامنے سے گذرنا گناہ نہیں ھم شامی نے کہا کہ اگر ایک شخص نمازی کے سامنے گذرا چاہتا ہے اور اس کے سامنے کوئی چیز قابل سترہ کر دینے کے ہے تو اس کو نمازی کے سامنے رکھ دے اور دوسری طرف جا کر اس کو اٹھا لے اور اگر دو شخص ہوں تو ایک نمازی کے سامنے کھڑا ہو جائے دوسرا اس کی آڑ سے نکل جائے پھر دوسرا کھڑا ہو جائے تاکہ اول شخص اس کی آڑ سے گذر جائے انتہی ان دونوں مسئلوں سے معلوم ہوا کہ ایک طرف سے سامنے نمازی کے کھڑا ہو جانا یا ہاتھ بڑھا کر اس کے سامنے سے چیز کا اٹھا لینا موجب گناہ کا نہیں ولیخر زندا بدائع الامام وکذا المنفرد فی الصحراء ونحوہا سترۃ بقدر ذراع طولا وغلظا اصبع لتبدو للناظر بقربہ دون ثلثۃ اذرع علی حذاء حاجبیہ لا بین عینیہ والایمن افضل اور کھڑا کرلے امام بطور استحباب کذا فی البدائع اور اسی طرح تنہا پڑھنے والا جنگل میں اور مثل جنگل میں یعنی بڑی مسجد میں کھڑا کرے ایک سترہ مقدار ایک ہاتھ کی لمبائی میں اور ایک انگلی کی موٹائی میں تاکہ دیکھنے والے کو یعنی گذرنے والے کو سوجھے قریب اپنے تین ہاتھ کے فاصلہ کے اندر مقابل ایک ابرو کے نہ دونوں آنکھوں کے بیچ کے سامنے اور داہنی ابرو کے مقابل کھڑا کرنا بہتر ہے کہ مطابق سنت ہے ھم طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ دون ثلثۃ اذرع کی جگہ قدر ثلثۃ اذرع کہتا کیوں کہ حلبی میں ہے کہ سنت یہ ہے کہ فاصلہ درمیان نمازی اور سترہ کے تین ہاتھ سے زیادہ نہ ہو اور ایک ہاتھ کا طول اور انگلی کی موٹائی بیان اقل

Marfat.com

مقدار کا ہے کہ اس سے کم نہ ہو اور بحرالرائق میں کہا کہ مذہب قوی کے بموجب موٹائی کا کچھ اعتبار نہیں ولا یکفی الوضع ولا الخط وقیل یکفی فیخط طولا و قیل کالمحراب اور کفایت نہیں کرتا رکھ دینا سترہ کا یعنی زمین پر لٹا دینا مثل لاٹھی وغیرہ کا اور نہ کافی ہے خط کھینچنا اور بعض فقہا نے کہا کہ اگر سترہ پاس نہ ہو تو خط کھینچنا کافی ہے تو خط کھینچے نمازی طول میں یعنی سیدھا اور بعض نے کہا کہ مثل محراب کے یعنی بشکل کمان کھینچے ھ فتح القدیر میں درصورت نہ ہونے سترہ کے خط کھینچنے پر یقین کیا ہے اور کہا ہے کہ اتباع سنت بہرحال بہتر ہے علاوہ اس کے خط کچھ نہ کچھ نظر آتا ہے تو کافی ہوگا اور یہ قول امام محمد سے مروی ہے اس سے یہ نکلتا ہے کہ اگر کتاب یا کپڑا اپنے سامنے رکھ لے گا تب بھی سترہ ہو جائے گا ویدفعہ ہو رخصتہ فترکہ افضل بدائع قال الباقانی فلو ضربہ فمات لاشیئ علیہ عند الشافعی رضی اللہ عنہ خلافا فان علی مایفہم من کتبنا تسبیح او جہرہ بقراءۃ او اشارۃ ولا یزاد علیہا عندنا قہستانی لابہما فانہ یکرہ اور ہٹانے نمازی گذرنے والے کو یعنی جب کہ سترہ نہ ہو یا سترہ ہو لیکن وہ سترہ کے اندر کو گذرتا ہو تو ہٹا دے سبحان اللہ کہنے یا پکار کر پڑھنے سے اگرچہ نماز سری ہو یا اشارہ سے ہاتھ یا آنکھ یا سر کے شارح نے کہا کہ ہٹانا رخصت ہے عزیمت نہیں پس ترک دفع بہتر ہے اس لیے کہ دفع کرنا نماز کے اعمال سے نہیں کذا فی البدائع باقانی نے کہا کہ اگر نمازی نے گذرنے والے کو مارا اور وہ مر گیا تو اس پر کچھ نہیں نہ دیت نہ قصاص امام شافعیؒ کے نزدیک بخلاف ہمارے مذہب کے نزدیک جیسا کہ سمجھا جاتا ہے ہماری کتابوں سے یعنی رخصت فقط اشارہ ہے نہ جنگ و محاربہ اور نہ زیادہ کیا جائے ان باتوں پر ہمارے نزدیک یعنی کپڑا پکڑ لینا یا مارنا ہمارے نزدیک درست نہیں کذا فی القہستانی نہ دفع کرے سبحان اللہ کہنے اور اشارہ دونوں سے کہ دونوں باتوں کا جمع کرنا مکروہ ہے اس لیے کہ مقصود ایک سے حاصل ہے ھ یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ گذرنے والے سے جنگ کرے کہ وہ شیطان ہے تو یہ منسوخ ہے چنانچہ زیلعی نے سرخسی سے نقل کیا ہے کہ یہ ابتدائے اسلام میں تھا جب نماز کے اندر کام کرنا مباح تھا اب اس کی اجازت نہیں کذا فی الشامی مختصرا والمراد بالصف لا بطن علی بطن اور عورت گذرنے والے کو ہٹانے کے لیے تالی بجاوے نہ اس طرح کہ ہتیلی ہتیلی پر لگے بلکہ کیفیت تالی بجانے کی بحرالرائق میں یوں منقول ہے کہ پشت داہنے ہاتھ کے انگلیوں کی بائیں ہاتھ کے اندر طرف یعنی ہتیلی میں مارے شامی اور طحطاوی نے کہا کہ اس طرح تالی بجانے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ دونوں ہاتھ اپنی جگہ سے ٹل جاتے ہیں اس سے تو یہی بہتر ہے کہ بائیں ہاتھ کو اپنی جگہ رہنے دے اور داہنے ہاتھ کی انگلیوں کے اندر کی طرف کو بائیں کی پشت پر مارے کہ اس میں عمل متفرق ہے ولو صفق او سبحت لم تفسد وقد ترکا السنۃ تاتارخانیہ اور اگر ہٹانے کے لیے مرد نے تالی بجائی یا عورت نے سبحان اللہ کہدیا تو نماز فاسد نہ ہوگی لیکن دونوں نے طریق مسنون کو ترک کیا کذا فی تاتارخانیہ وکفت سترۃ الامام للکل اور کافی ہے سترہ امام کا کل مقتدیوں کے لیے یعنی اگر امام کے سامنے سترہ ہوگا تو جو کوئی مقتدیوں کی صف کے سامنے کو گذرے گا اس پر کچھ گناہ نہ ہوگا ولو عدم المرور والطریق جاز ترکہا وفعلہا اولی اور اگر گذر اور راستہ نہ ہو یعنی ایسی جگہ نماز پڑھے جہاں کوئی گذرتا نہ ہو اور منہ راستہ کی طرف نہ ہو تو ترک کرنا سترہ کا جائز ہے اور کھڑا کرنا سترہ کا ایسی جگہ بھی بہتر ہے ھ راستہ کی طرف منہ نہ کرنے کی قید اس لیے لگائی کہ راستہ کی طرف کو نماز پڑھنا سترہ کے سامنے اور بدون سترہ کے دونوں طرح مکروہ ہے کیوں کہ راستہ چلنے کے لیے بنا ہے تو اس میں ایسی چیز نہ ہونی چاہیے جو اس کے مناسب نہ ہو کذا فی البحر وکرہ بذہ تم التنزیہیۃ التی مرجعہا خلاف الاولی فالفارق الدلیل فان نہیا ظنی الثبوت ولا صارف فتحریمیۃ والا فتنزیہیۃ اور مکروہ ہے لٹکانا کپڑے کا شارح کہتا ہے کہ کراہت شامل ہے تنزیہی کو جس کا مآل ترک اولی ہے پس فرق کرنے والی چیز کراہت تحریمی اور تنزیہی میں دلیل ہے یعنی اگر دلیل کراہت وہ ممانعت شرعی ہو جس کا ثبوت ظنی ہے اور کوئی پھیرنے والا تحریم سے استحباب کی طرف نہ ہو تب تو کراہت تحریمی ہے ورنہ کراہت تنزیہی ہے ھ بحرالرائق میں کہا کہ مکروہ دو قسم ہے ایک مکروہ تحریمی جو واجب کے رتبہ میں ہے یعنی جس طرح ثبوت واجب کا دلیل ظنی سے ہوتا ہے اسی طرح ثبوت مکروہ تحریمی کا دلیل ظنی سے ہوتا ہے دوم مکروہ تنزیہی جو ایسا نہ ہو تو جب فقہا کی عبارت میں مکروہ پایا جائے تو اس کی دلیل کو دیکھنا چاہیے اگر دلیل مذکور نہی ظنی ہو

Marfat.com

تو تحریمی ہے ورنہ تنزیہی شامی نے کہا کہ بدون دلیل کے بھی اس کا حال معلوم ہو سکتا ہے اس طرح کہ اگر مکروہ ترک واجب کو متضمن ہو تو تحریمی ہے اور اگر ترک سنت کو متضمن ہو تو تنزیہی ہوگا **سدل تحریکا للنہی** لثوبہ ای ارسالہ بلالبس معتاد وکذا القباء کلم الی وراد ذکرہ الحلبی مکروہ تحریمی ہے لٹکانا نمازی کا اپنے کپڑے کو بسبب ممانعت کے یعنی چھوڑ دینا کپڑے کا بدون پہننے معمول کے اور اسی میں داخل ہے قبا کا پہننا ایسی طرح کہ آستین پشت کی جانب ہو یعنی اس کی کشادہ بغلوں میں سے ہاتھ نکال کر آستین کو پیچھے ڈالنا بھی سدل میں داخل اور مکروہ ہے ذکر کیا ہے اس کو حلبی نے **ھم** طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ تحریکا للنہی کو بعد ثوبہ کے لکھتا تاکہ لفظ سدل جو مضاف ہے اور ثوبہ جو مضاف الیہ ہے ان دونوں میں فاصلہ نہ پڑتا اور سدل کی صورت کرخی نے یہ بیان کی ہے کہ مثلاً چادر یا دوسرا کپڑا سر خواہ شانہ پر رکھ کر اس کے کنارے چھوڑ دے تو کرتہ کے دامنوں کا لٹکنا اور عمامہ کے شملہ کا لٹکنا اس میں داخل نہیں کذا فی الشامی کشد ومندیل یرسلہ من کتفیہ فلو من احدہما لم یکرہ کحالۃ عذر وخارج صلوۃ فی الاصح مثل دوپٹہ اور رومال کے کہ اس کو اپنے دونوں مونڈھوں سے لٹکا دے تو مکروہ ہوگا پس اگر ایک مونڈھے سے لٹکا لے گا تو مکروہ نہ ہوگا جیسے عذر کی حالت میں اور نماز سے باہر صحیح تر قول میں سدل مکروہ نہیں **ھم** شد بفتح شین معجمہ ودال مشدد ایک کپڑا ہے جس کو مونڈھوں پر ڈالتے ہیں اور خارج نماز سدل مکروہ تحریمی نہیں بشرطیکہ تکبر کے لیے نہ ہو کذا فی الشامی عن النہر وفی الخلاصۃ اذا لم یدخل یدہ فی کم الفرجی المختار انہ لا یکرہ وہل یرسل اکمہ او یمسک خلاف والاحوط الثانی قہستانی اور خلاصہ میں ہے کہ جب نمازی اپنا ہاتھ فرجیہ[1] کی آستین میں نہ ڈالے تو مختار یہ ہے کہ مکروہ نہیں اور کیا اس صورت میں آستین کو لٹکا رہنے دے یا پکڑ لے اس میں اختلاف ہے زیادہ احتیاط کی بات آستین کا پکڑ لینا ہے کذا فی القہستانی **ھم** شامی نے کہا کہ خلاصہ میں عدم کراہت کو مختار کہا ہے اس پر کسی نے سوائے بزازی کے اس کی موافقت نہیں کی بلکہ صحیح قول وہ ہے جو قاضی خان اور جمہور فقہاء کہتے ہیں کہ فرجیہ کو بدون آستین میں ہاتھ ڈالنے کے پہننا مکروہ ہے کیوں کہ سدل اس صورت میں بھی موجود ہے وکرہ کفہ ای رفعہ ولو لتراب کشمر کم او ذیل **و عبثہ** بہ ای ثوبہ وبجسدہ للنہی الا لحاجۃ ولا باس بہ خارج صلوۃ اور مکروہ تحریمی ہے کپڑے کا اوپر اٹھانا اگرچہ مٹی میں بھرنے کے سبب سے ہو جیسے مکروہ ہے داخل ہونا نماز میں آستینیں یا دامن چڑھائے اور مکروہ تحریمی ہے کھیلنا نمازی کا اپنے کپڑے سے اور بدن سے بسبب ممانعت کے مگر حاجت کے لیے مکروہ نہیں مثلاً بدن کو خارش کے سبب سے کھجلایا یا پسینہ تکلیف دیتا ہے اس کو پونچھ ڈالا تو عمل قلیل سے یہ امور مکروہ نہ ہوں گے اور کچھ مضایقہ نہیں کھیلنے کا کپڑے اور بدن سے نماز کے باہر **ھم** شافعی نے کہا کہ آستین چڑھائی نماز شروع کرنے میں یہ صورت بھی داخل ہے کہ آستین اور کام کے لیے چڑھائی تھی یا وضو کے لیے چڑھائی تھی اور رکعت ملنے کے لیے جلدی میں آستین نہ اتاری شریک جماعت ہو گیا تو ایسی صورت میں افضل یہ ہے کہ عمل قلیل سے آستین نماز کے اندر اتار لے اور عبث کے باب میں نہی وہ حدیث ہے جس کو قضاعہ نے روایت کیا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تین چیزیں مکروہ کیں نماز کے اندر عبث کرنا اور روزہ میں فحش باتیں کرنی اور قبرستان میں ہنسنا **وصلوۃ فی ثیاب بذلۃ** یلبسہا فی بیتہ ومہنۃ ای خدمۃ ان لہ غیرہا والا لا اور مکروہ تنزیہی ہے کذا فی البحر نماز پڑھنا نمازی کا میلے کچیلے کپڑوں میں جن کو گھر میں پہنتا ہے اور کام کرنے کے کپڑوں میں بشرطیکہ اس کے سوا اور کپڑے ہوں ورنہ مکروہ نہ ہوگا **ھم** بذلہ باء موحدہ مکسور اور سکون ذال معجمہ سے بمعنی خدمت اور ابتذال ہے اور مہنہ بفتح میم وسکون ہا عطف تفسیر ہے یعنی وہ کپڑے جن کو پہن کر دوسرے کے پاس نہ جاوے کذا فی الشامی **واخذ درہم ونحوہ فی فیہ لم یمنعہ من القراءۃ فلو منعہ تفسد** اور مکروہ ہے درہم[2] اس جیسی چیز کا منہ میں لینا جو نمازی کو قرأت سے مانع نہ ہو اور اگر قرأت کی مانع ہو یعنی اس طرح کہ بالکل نہ پڑھ سکے یا ایسے الفاظ نکلیں جو قرآن کے الفاظ نہ ہوں تو نماز فاسد ہو جائے گی **ھم** شامی نے قاضی خان سے نقل کیا کہ کسی چیز کا منہ میں لینا جو مانع قرأت نہ ہو مکروہ تنزیہی ہے **وصلوۃ حاسرا ای کاشفا راسہ للتکاسل ولا باس بہ للتذلل واما للاہانۃ بہا فکفر** اور مکروہ ہے

[1] ایک کپڑا ہوتا ہے قبا کی طرح کا جو کمر بند کے اوپر پہنا جاتا ہے ۱۲

Marfat.com

نماز پڑھنا نمازی کا سر کھول کر سستی کی وجہ سے اور کچھ مضائقہ نہیں سر کھولنے کا انکسار کے لیے اور نماز کی اہانت کے لیے تو سر کھولنا کفر ہے ھم شامی نے بعض علماء سے نقل کیا کہ گرمی کی وجہ سے بھی ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے ولو سقطت قلنسوتہ فاعادتہا افضل الا اذا احتاجت لتکویرا و عمل کثیر اور اگر گر جائے نمازی کی ٹوپی تو اس کا دوبارہ سر پر رکھ لینا افضل ہے مگر جس صورت میں کہ محتاج ہو لپیٹنے کی یا عمل کثیر کی تو اعادہ افضل نہیں وصلوتہ مع مدافعۃ الاخبثین او احدہما او الریح للنہی اور مکروہ تحریمی ہے نماز پڑھنا نمازی کا بول و براز کے دباؤ کے ساتھ یا دونوں میں سے ایک کے دباؤ کے ساتھ یا ہوا کے روک رکھنے کے ساتھ اور یہ کراہت بباعث ممانعت کے ہے یعنی ابوداؤد کی حدیث کے باعث کہ نہیں حلال ہے کسی کو جو ایمان رکھتا ہو اللہ تعالےٰ اور روز آخرت پر کہ نماز پڑھے اس حال میں کہ پیشاب کو دبائے ہو یہاں تک کہ اس سے ہلکا ہو جائے اور اسی جیسا ہے پاخانہ کا ضبط کرنے والا کذا فی الشامی وعقص شعرہ للنہی عن کفہ ولجمعہ او ادخال اطرافہ فی اصولہ قبل الصلوٰۃ امافیہا فیفسد اور مکروہ ہے بالوں کا جوڑہ کرنا بسبب منع کے ان کے اوپر اٹھانے سے اگرچہ جوڑا کرنا ان کے اکٹھا کرنے سے ہو یا ان کے سروں کو جڑوں میں کر لینے سے ہو نماز کے پیش تر اور نماز میں جوڑہ کرنا نماز کا مفسد ہے ھم عقص بفتح اول بالوں کے گوندھنے کو کہتے ہیں یہاں یہ مراد ہے کہ بالوں کو سر پر جمع کر کے گوند سے چپکا لے یا ڈورے سے باندھ لے خواہ مینڈھیاں گوندھ کر سر کے گرد لپیٹ لے خواہ گدی پر سب کو باندھے کہ سجدہ میں زمین پر نہ گریں تو یہ سب باتیں مکروہ ہیں کیوں کہ طبرانی کی حدیث میں اس سے ممانعت وارد ہے اور حلیہ میں نقل کیا کہ ہر چند موجب مضمون احادیث کے کراہت تحریمی ہونی چاہیے مگر اجماع اس پر ہے کہ یہ فعل مکروہ تنزیہی ہے اور نماز کے اندر اس کے مفسد ہونے کی یہ وجہ ہے کہ بالاجماع عمل کثیر ہے کذا فی الشامی وقلب الحصا للنہی الا لسجودہ التام فیمحص مرۃ وترکہا اولی اور مکروہ ہے کنکروں کا ہٹانا بسبب نہی کے مگر واسطے پورا سجدہ کرنے نمازی کے مکروہ نہیں سو ایک دفعہ ہٹانے کی اجازت ہے اور ترک ایک دفعہ کا بھی بہتر ہے ھم صحاح ستہ میں معیقیب سے مروی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کنکروں کو مت ہٹا جب کہ تو نماز پڑھتا ہو اگر بالضرور ہٹانا ہی ہو تو ایک بار ہٹا لے اور پورا سجدہ کرنے کی قید اس لیے لگائی کہ اگر بالکل سجدہ نہ ہو سکے بدون ہٹائے تو پھر کنکروں کو ہٹا دے گو ایک دفعہ سے زیادہ ہٹانے پڑیں کذا فی الشامی وفرقعۃ الاصابع وتشبیکہا ولو منتظر الصلوٰۃ لوماشیا الیہا للنہی ولا یکرہ خارجہا لحاجۃ اور مکروہ تحریمی ہے انگلیاں چٹکانی اور ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے کی انگلیوں میں ڈالنا اگرچہ نمازی ہو منتظر نماز کا یا جانے والا نماز کی طرف تب بھی مکروہ ہے بباعث نہی کے اور مکروہ نہیں نماز کے باہر بسبب کسی حاجت کے ھم ابن ماجہ نے مرفوعاً روایت کیا کہ اپنی انگلیاں مت چٹکاؤ جب کہ تو نماز پڑھتا ہو اور مجتبیٰ میں حدیث نقل کی کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اس سے کہ آدمی اپنی انگلیاں چٹکائے جس وقت کہ مسجد میں نماز کا منتظر بیٹھا ہو اور ایک روایت میں ہے کہ جس وقت کہ نماز کے لیے جاتا ہو اور احمد اور ابوداؤد وغیرہما نے تشبیک کی ممانعت کی حدیث نقل کی ہے اور خارج نماز سے یہ مراد ہے کہ نماز کو نہ جاتا ہو اور نہ مسجد میں اس کا منتظر ہو اور حاجت یہ کہ جوڑوں کا آرام دینا ہو مثلاً اس سے معلوم ہوا کہ بدون حاجت کھیل کے طور پر انگلیوں کا چٹکانا یا ایک پنجہ کا دوسرے میں ڈالنا مکروہ تنزیہی ہے کذا فی الشامی والتخصر وضع الید علی الخاصرۃ للنہی ویکرہ خارجہا تنزیہا اور مکروہ تحریمی ہے تخصر یعنی ہاتھ کا کولے پر رکھنا بسبب نہی کے اور باہر نماز کے مکروہ تنزیہی ہے ھم صحیحین وغیرہما میں مروی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں کولے پر ہاتھ رکھنے سے ممانعت فرمائی اور خارج نماز کی کراہت بحث ہے صاحب بحرالرائق کی کذا فی الشامی والطحطاوی والالتفات بوجہہ کلہ او لبعضہ للنہی اور مکروہ تحریمی ہے سارا چہرہ یا تھوڑا پھیر کر نماز میں دیکھنا بسبب نہی کے ھم ترمذی نے انسؓ سے روایت کیا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیچ نماز میں التفات سے کیوں کہ التفات نماز میں موجب ہلاکی ہے کذا فی الشامی وبصرہ ویکرہ تنزیہا وبصدرہ لتفسد کما مر اور بدون منہ پھیرنے کے آنکھ سے ادھر ادھر دیکھنا مکروہ تنزیہی ہے اور سینہ کو پھیر کر دیکھنا بدون عذر کے مفسد نماز ہے چنانچہ مفسدات نماز میں بیان ہوا وقیل قائلہ قاضی خان لتفسد بتحویلہ والمعتمد لا اور قاضی خان نے کہا ہے کہ نماز فاسد ہوتی ہے منہ کے پھیرنے

Marfat.com

سے اور معتمد یہ ہے کہ فاسد نہیں ہوتی بلکہ مکروہ تحریمی ہے **اقعاؤہ کالکلب للنہی** اور مکروہ تحریمی ہے نمازی کا بیٹھنا مثل کتے کے بسبب نہی کے **ھم** اقعاء کی تفسیر طحطاوی نے بیان کی ہے کہ دونوں سرین پر بیٹھے اور رانوں کو کھڑا کر کے دونوں گھٹنوں کو چھاتی سے لگالے اور دونوں ہاتھ زمین پر رکھے اور چونکہ یہ نشست کتے کی نشست کے مشابہ ہے اس لیے یہی صحیح تر ہے اور حدیث میں اسی نشست کی ممانعت ہے اور کرخی نے یہ تفسیر کی ہے کہ دونوں پاؤں کو کھڑا کر کے ان کی ایڑیوں پر بیٹھے اور دونوں ہاتھ زمین پر رکھے زیلعی نے کہا کہ یہ نشست مکروہ تحریمی نہیں بلکہ چونکہ مخالف نشست مسنون کی ہے اس لیے مکروہ تنزیہی ہے کذا فی الطحطاوی **وافتراشہ الرجل ذراعیہ للنہی** اور مکروہ تحریمی ہے بچھانا مرد کا اپنے دونوں ہاتھوں کو واسطے نہی کے یعنی حدیث مسلم میں ممانعت وارد ہے **وصلوتہ الی وجہ انسان** کراہۃ استقبالہ فالاستقبال لو من المصلی فالکراہۃ علیہ **وان** الفعل المستقبل ولو بعیدا ولحائل اور مکروہ تحریمی ہے نماز پڑھنا نمازی کا کسی آدمی کے منہ کی طرف جیسے مکروہ ہے منہ کرنا نمازی کی طرف پس اگر منہ کرنا نمازی کی طرف سے ہوگا تو کراہت اس پر ہوگی ورنہ دوسرے شخص پر جو نمازی کی طرف منہ کرے گا اگرچہ منہ کرنے والا دور ہو اور نمازی میں اور اس میں کوئی آڑ نہ ہو **ھم** طحطاوی نے کہا کہ استقبالہ کی ضمیر نمازی کی طرف ہے اور استقبال ضمیر مفعول کی طرف مضاف ہے اور آڑ نہ ہونے کی قید اس لیے لگائی کہ آڑ کی صورت میں کراہت نہیں ہوتی مثلاً نمازی کا منہ دوسرے کے منہ کی طرف ہے مگر دونوں کے بیچ میں ایک اور شخص ہے جس کی پشت نمازی کی طرف ہے تو مکروہ نہ ہوگا **ورد السلام بیدہ او برأسہ کما مر** اور مکروہ تنزیہی ہے جواب سلام کا دینا اپنے ہاتھ سے یا اپنے سر سے جیسا کہ پیش تر مفسدات میں گذرا **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا اس بات کا کہ متکلم المصلی او اجابتہ برأسہ کما لو طلب منہ شیئ اوماری ورہما وقیل اجید فاومابنعم اولا اوقیل کم صلیتم فاشار بیدہ انہم صلوا رکعتین کچھ مضائقہ نہیں نمازی کے بولنے یا جواب دینے میں اپنے سر سے جیسے کسی نے نمازی سے کوئی چیز مانگی یا روپیہ دکھلایا اور پوچھا کہ کھرا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ پس نمازی نے اشارہ سے ہاں یا نہیں کیا یا نمازی سے پوچھا گیا کہ تم نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں اور اس نے ہاتھ سے اشارہ کر دیا کہ ہم نے دو رکعتیں پڑھی ہیں **ھم** لفظ لا پاس سے اشارہ ہوا کہ بہتر یہی ہے کہ سر یا ہاتھ سے اشارہ نہ کرے کذا فی الطحطاوی اما لو قیل لہ تقدم فتقدم او دخل احد الصف فوسع لہ فورا فسدت ذکرہ الحلبی وغیرہ خلافا لما مر عن البحر اور اگر نمازی سے کسی نے کہا کہ آگے بڑھ جا پس وہ آگے بڑھا یا کوئی شخص صفوں میں داخل ہوا اور نمازی نے فوراً اس کو جگہ دے دی تو نماز فاسد ہو جائے گی ذکر کیا ہے اس کو حلبی نے برخلاف اس قول کے جو گذرا بحر الرائق سے **ھم** بحر الرائق میں کہا کہ اس صورت میں نماز فاسد نہیں ہوتی اور طحطاوی نے کہا کہ یہی قول عدم فساد کا معتمد ہے اور قول نماز کے فاسد ہونے کا ضعیف ہے چنانچہ پیش تر شرنبلالی سے اس کی تضعیف گذر چکی **وکرہ التربع** تنزیہا **لترک الجلسۃ المسنونۃ بغیر عذر ولا یکرہ خارجہا لانہ علیہ الصلوۃ والسلام کان** جل جلوسہ مع اصحابہ التربع وکذا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مکروہ تنزیہی ہے چار زانو بیٹھنا نماز کے اندر بدون عذر کے بسبب ترک کرنے جلسہ مسنون کے اور مکروہ نہیں پالتی مار کر بیٹھنا نماز سے باہر اس لیے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست اصحاب کبار کے ساتھ اکثر چار زانو ہوتی تھی اور اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نشست تھی نقل کیا ہے اس حدیث کو شرح منیہ میں ابن بیام سے اور اس میں رد ہے ان لوگوں کے قول کا جو کہتے ہیں کہ چار زانو بیٹھنا نماز کے باہر مکروہ ہے اس وجہ سے کہ جابر لوگوں کی نشست ہے کذا فی الشامی **والتثاؤب ولو خارجہا کرہ مسکین لانہ من الشیطان والانبیاء محفوظون منہ** اور مکروہ ہے جمائی لینا اگرچہ نماز کے باہر ہو ذکر کیا ہے اس کو مسکین نے اس لیے کہ جمائی لینا شیطان کی طرف سے ہے اور انبیا علیہم السلام اس سے محفوظ ہیں **ھم** صحیحین میں مروی ہے کہ جمائی لینا شیطان کی طرف سے ہے تو جب کوئی تم میں سے جمائی لے تو چاہیے کہ اس کو حتی الوسع رد کرے شامی نے کہا کہ جمائی کی کراہت کو کسی نے یہ نہیں لکھا کہ تحریمی ہے یا تنزیہی مگر ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگر اپنے آپ آوے تو مکروہ تنزیہی ہو اور اگر دانستہ جمائی لے تو مکروہ تحریمی ہو کیوں کہ یہ فعل عبث ہے اور عبث مکروہ تحریمی ہوتا ہے **وتغمیض عینیہ للنہی الا لکمال الخشوع** اور مکروہ تنزیہی ہے کذا فی البحر بند کرنا اپنی آنکھوں کا بسبب نہی کے مگر کمال خشوع کے لیے بند کرنا مکروہ نہیں **ھم** نہی کی حدیث کو

Marfat.com

ابن عدی نے بسند ضعیف روایت کیا ہے اور بدائع میں وجہ کراہت یہ مذکور کی ہے کہ سجدہ گاہ کا تاکنا مسنون ہے اور آنکھوں کے بند کرنے سے یہ سنت متروک ہوجاتی ہے تو اس لیے حلیہ اور بحرالرائق میں کراہت کو تنزیہی کہا کذا فی الشامی تنبہ **وقیام الامام فی المحراب لاسجودہ فیہ وقدماہ** خارجہ لان العبرۃ للقدم مطلقا وان لم یشتبہ حال الامام ان علل بالتشبہ وان بالاشتباہ ولا اشتباہ فلا اشتباہ فی نفی الکراہۃ اور مکروہ ہے کھڑا ہونا امام کا محراب میں نہ سجدہ کرنا امام کا محراب میں حالانکہ دونوں پاؤں اس کے محراب کے باہر ہوں اس لیے کہ اندر اور باہر ہونے میں اعتبار قدم کا ہے امام کا کھڑا ہونا محراب میں مطلقاً مکروہ ہے اگرچہ حال امام کا مقتدیوں پر مشتبہ نہ ہو خواہ محراب مسجد میں سے ہو یا نہ ہو اگر علت مکروہ ہونے کی اہل کتاب کی مشابہت کو ٹھہرایا جائے اور اگر علت کراہت امام کے مشتبہ ہونے کو کہا جائے اور محراب میں کھڑے ہونے سے کچھ اشتباہ نہ ہوتا ہو تو مکروہ نہ ہونے میں کچھ شبہ نہیں ہم حاصل یہ ہے کہ امام محمدؒ نے جامع صغیر میں امام کے محراب میں کھڑے ہونے کو مکروہ لکھا ہے اور کچھ تفصیل نہیں کی اس لیے اس کراہت کے سبب میں مشائخ نے اختلاف کیا بعض نے تو یہ کہا کہ محراب ایک جداگانہ حجرے کی طرح ہے تو اس میں کھڑا ہونا اہل کتاب کے مشابہ ہوتا ہے کہ وہ بھی اپنے امام کا مکان جداگانہ بناتے ہیں اور ہدایہ میں اسی پر اکتفا کیا ہے اور مختار امام سرخسی بھی یہی ہے اور بعض فقہا نے کراہت کا سبب یہ بیان کیا کہ امام کا حال داہنے اور بائیں کے مقتدیوں پر مشتبہ رہے گا اس لیے مکروہ ہے شارح کہتا ہے کہ اگر وجہ کراہت اہل کتاب کی مشابہت ہے تو ہر صورت میں مکروہ ہے مقتدیوں پر اشتباہ ہو یا نہ ہو اور اگر وجہ کراہت اشتباہ حال امام ہے تو جس صورت میں اشتباہ نہ ہوگا مکروہ بھی نہ رہے گا کذا فی الشامی **والقرار الامام علی المکان للنہی وقدر الارتفاع** بذراع ولا باس بما دونہ وقیل مایقع بہ الامتیاز وہو الاوجہ ذکرہ الکمال وغیرہ اور مکروہ ہے کھڑا ہونا امام کا تنہا چبوترہ پر بسبب نہی کے یعنی حدیث حاکم کے کہ منع فرمایا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہ امام کھڑا ہو اونچے مکان پر اور لوگ اسکے نیچے ویسے ہی ہیں کذا فی الطحطاوی اور اندازہ کی گئی ہے بلندی ایک ہاتھ کی اور کچھ مضائقہ نہیں ایک ہاتھ سے کم تر بلندی کا اور بعض کا قول مقدار ارتفاع میں یہ ہے کہ جس سے امتیاز ہوجائے اور یہی قول موجہ زیادہ ہے ذکر کیا ہے اس کو کمال الدین محقق وغیرہ نے ہم بدائع میں کہا کہ ظاہر الروایۃ بھی دوسرا قول ہے اور حدیث کے اطلاق کے مناسب ہے طحطاوی نے کہا کہ دکۃ بفتح دال وتشدید کاف وہ اونچی جگہ جو بیٹھنے کے لیے بنائی جاوے اور مقتضائے حدیث یہ ہے کہ کراہت تحریمی ہو کذا فی الشامی **وکرہ عکسہ فی الاصح** اور مکروہ ہے اس کا عکس صحیح تر قول میں یعنی کھڑا ہونا مقتدیوں کا ۔۔۔ اونچے مکان پر اور صرف امام کا پستی میں ہونا ہم طحطاوی نے کہا غالباً کراہت تنزیہی ہے اس لیے کہ نہی تو خاص پہلی ہی صورت میں وارد ہے اور وجہ کراہت یہ ہے کہ اس میں امام کی حقارت ہے اور اصح قول ظاہر الروایۃ ہے اور اس کا مقابل قول طحطاوی کا ہے کہ یہ صورت مکروہ نہیں کذا فی الشامی وہذا کلہ عند عدم العذر کجمعۃ وعید فلو قاموا علی الرفوف والامام علی الارض او فی المحراب لضیق المکان لم یکرہ کما لو کان معہ بعض القوم فی الاصح وبہ جرت العادۃ فی جوامع المسلمین اور یہ کراہت تینوں مسئلوں میں وقت نہ ہونے عذر کے ہے مثل انبوہ جمعہ اور عید کے دن کے تو اگر بھیڑ اور کثرت کے باعث مقتدی بالاخانوں میں کھڑے ہوں اور امام زمین پر یا محراب میں کھڑا ہو بسبب تنگی جگہ کے تو مکروہ نہ ہوگا جیسے اس صورت میں مکروہ نہیں کہ امام کے ساتھ مقتدیوں میں سے بعض ہوں صحیح تر قول میں یعنی اگر امام چبوترہ پر ہو اور اس کے ساتھ کچھ مقتدی بھی ہوں تو مکروہ نہ ہوگا اور اسی بات کی عادت ہوگئی ہے جامع مسجدوں میں اہل اسلام کی یعنی اگر تنگی کے باعث امام کو محراب میں یا بلندی پر کھڑا ہونا ہوتا ہے تو اس کے ساتھ وہ ایک مقتدی بھی کھڑے ہوجاتے ہیں ومن العذر ارادۃ التعلیم او التبلیغ کما بسط فی البحر اور عذر میں سے ہے ارادہ کرنا امام کا تعلیم کو یا مقتدی کا قصد کرنا امام کی آواز پہنچانے کو دوسرے مقتدیوں تک چنانچہ مفصل بیان کیا ہے اس کو بحرالرائق میں ہم یعنی اگر امام تنہا بلندی پر اس لیے کھڑا ہو کہ مقتدی اس کے افعال دیکھ کر سیکھیں یا مقتدی اس لیے کھڑا ہو کہ اللہ اکبر پکار کر کہے تو مکروہ نہ ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ بدون عذر کے تنہا کھڑا ہونا ایک مقتدی کا اونچی جگہ پر مکروہ ہے کذا فی الشامی **وقدمنا کراہۃ القیام فی صف خلف صف فیہ فرجۃ للنہی وکذا القیام منفردا وان لم یجد فرجۃ بل یجذب واحدا من الصف**

Marfat.com

ذکرہ ابن الکمال لکن قالوا فی زماننا ترکہ اولی فلذا قال فی البحر یکرہ وحدہ الا اذا لم یجد فرجۃ اور ہم پیش تر باب الامامۃ میں لکھ آئے ہیں مکروہ ہونا قیام کا ایک صف میں تنہا پیچھے ایسی صف کے جس میں فرجہ ہو بسبب نہی کے اور اسی طرح مکروہ ہونا قیام کا تنہا اگرچہ صف میں جگہ نہ پاوے بلکہ ایک نمازی کو صف میں سے اپنے برابر کھینچ لے ذکر کیا ہے اس کو ابن کمال نے لیکن کہا ہے صاحب قنیہ وغیرہ نے کہ ہمارے زمانے میں نہ کھینچنا بہتر ہے یعنی لوگوں میں جہل زیادہ ہے اکثر لوگ ناواقفی کی جہت سے لڑ پڑتے ہیں اور ہمین وجہ بحر الرائق میں کہا کہ مکروہ ہے تنہا کھڑا ہونا مگر اس صورت میں کہ صف میں جگہ نہ پاوے تو تنہا کھڑا ہونا مکروہ نہیں یعنی دوسرے نمازی کے کھینچنے کو صاحب بحر نے ذکر نہیں کیا **ولبس ثوب فیہ تماثیل** ذی روح وان **یکون فوق راسہ اوبین یدیہ اوبحذائہ یمنۃ اویسرۃ اومحل** سجودہ **تمثال** دلونی وسادۃ منصوبۃ لا مفروشۃ اور مکروہ ہے نمازی کو پہننا اس کپڑے کا جس میں تصویریں جان دار کی ہوں اور مکروہ ہے کہ ہووے نمازی کے سر پر یعنی چھت میں یا سامنے یا برابر داہنے خواہ بائیں یا سجدے کی جگہ میں کوئی تصویر اگرچہ کھڑے گدّے میں ہو جس پر نہ چلتے ہوں نہ تکیہ کرتے ہوں نہیں مکروہ ہے اگر بچھے ہوئے گدے پر تصویر ہو ھم تمثال صرف جان دار کی صورت کو کہتے ہیں اور تصویر عام ہے جان دار کی ہو یا بے جان کی اور جان دار کی تصویر کا گھر میں رکھنا مکروہ تحریمی ہے کیوں کہ حدیث میں وارد ہے کہ فرشتے داخل نہیں ہوتے اس گھر میں جس میں کتا یا تصویر ہو کذا فی البحر برابر ہے کہ تصویر کپڑے میں ہو یا برتن میں یا دیوار میں **واختلف فیما اذا کان التمثل خلفہ والاظہر الکراہۃ** اور اختلاف ہے اس صورت میں کہ تصویر نمازی کے پیچھے ہو اور ظاہر تر کراہت ہے اس لیے کہ جامع صغیر میں امام محمدؒ نے اس کی کراہت کی تصریح کی ہے اور یہ کتاب ان کی آخری تالیف ہے تو غالباً اس میں ان امور کو لکھا ہوگا جو مرجح ہو چکے ہوں گے کذا فی الطحطاوی **ولا یکرہ لو کانت تحت قدمیہ اومحل جلوسہ لانہا مہانۃ او فی یدہ عجلۃ الشمنی بدنہ لانہا مستورۃ بثیابہ** اور مکروہ نہیں اگر تصویر نمازی کے دونوں پاؤں کے نیچے یا بیٹھنے کی جگہ میں دبی ہو کیوں کہ اس صورت میں تصویر ذلیل ہے یا تصویر ہاتھ کے اندر ہو تب بھی مکروہ نہیں کہ وہ نمازی کے کپڑوں میں پوشیدہ ہے شارح نے کہا کہ شمنی کی عبارت میں فی یدہ کی جگہ فی بدنہ ہے یعنی اس کے بدن میں تصویر کا ہونا مکروہ نہیں ھم یعنی متن کی عبارت میں یہ اشکال ہے کہ اگر ہاتھ میں تصویر ہوگی تو ایک ہاتھ کو دوسرے پر رکھنے کی سنت ادا نہ ہو سکے گی حالاں کہ ترک سنت مکروہ ہے پھر عدم کراہت کا قول کیسے درست ہوگا ہاں اگر تصویر ہاتھ میں لٹکی ہوئی یا گدی ہوئی ہو تو ہو سکتا ہے کذا فی شرح المنیہ **او علی خاتمہ بنقش غیر مستبین** قال فی البحر ومفادہ کراہۃ المستبین لا المستتر بکیس اوصرۃ او ثوب آخر اقرہ المصنف **او کانت صغیرۃ** لا تتبین تفاصیل اعضائہا للناظر قائما وہی علی الارض ذکرہ الحلبی یا تصویر نمازی کے انگوٹھا پر ہو غیر ظاہر نقش سے تب بھی مکروہ نہ ہوگی بحر الرائق میں کہا کہ اس کا مفاد یہ ہے کہ جس تصویر کا نقش ظاہر ہو وہ مکروہ ہو نہ وہ کہ تھیلی یا بدرہ یا دوسرے کپڑے میں چھپی ہو اور ثابت رکھا ہے اس کو مصنف نے یا تصویر اتنی چھوٹی ہو کہ اس کے اعضا کی تفصیل دیکھنے والے کو نہ سوجھتی ہو جب وہ کھڑا ہو اور تصویر زمین پر ہو یعنی اگر اتنے بڑے اعضاء جدا جدا نہ معلوم ہوتے ہوں تب بھی مکروہ نہ ہوگی ذکر کیا ہے اس کو حلبی نے **او مقطوعۃ الراس اوالوجہ اوممحوۃ عضوا لتعیش بدونہ اولغیر ذی روح لا یکرہ لانہا لا تعبد** یا تصویر سر کٹی ہو یا چہرہ کٹا ہوا ہو یا اس کا ایسا عضو مٹا دیا ہو جس کے بدون اس صورت کا جان دار زندہ نہ رہے یا تصویر بے جان چیز کی ہو تو مکروہ نہ ہوگی کیوں کہ یہ سب مذکور چیزیں عبادت نہیں کی جاتیں ھم شامی نے کہا کہ سر کا کاٹنا عام ہے اس سے کہ اس کو مٹا دیا ہو یا بنایا ہی نہ ہو یا بنا کر لکیروں سے کاٹ دیا ہو یا کھرچ ڈالا ہو یا سیا ہی یا سرخی پھیر دی ہو سب صورتوں سے کراہت نہ ہوگی وغیر جبرئیل مخصوص بغیر المہانۃ کما بسطہ ابن الکمال اور حدیث جبرائیل علیہ السلام کی مخصوص ہے اس تصویر کے باب میں جو ذلیل نہ ہو چنانچہ مشرح بیان کیا ہے اس کو ابن کمال نے ھم یہ جواب ہے ایک سوال مقدر کا اس کی تقریر یہ ہے کہ اگر تصویر کی کراہت اس وجہ سے ہے کہ جس جگہ نماز ہوتی ہے وہاں فرشتے بسبب تصویر کے نہ آئیں گے چناں چہ حدیث جبرئیل میں جس کو مسلم نے روایت کیا ہے مذکور ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا تھا کہ فلاں ساعت میں حاضر خدمت ہوں گا جب وہ ساعت آئی تو جبرئیل نہ آئے آپ نے فرمایا کہ اللہ

Marfat.com

تعالیٰ اور اس کا رسول اپنا وعدہ خلاف نہیں کرتا اور عصا جو آپ کے ہاتھ میں تھا اس کو زمین پر ڈالا تو ایک کتے کا بچہ چارپائی کے نیچے تھا آپ نے حضرت عائشہ رضؓ سے پوچھا کہ یہ کب آگیا انھوں نے عرض کیا کہ مجھ کو خبر نہیں پھر وہ بچہ نکالا گیا اس وقت جبریل تشریف لائے آپ نے فرمایا کہ میں تمھارے وعدہ کا منتظر تھا تم وعدہ پر نہ آئے انھوں نے عرض کیا کہ میرے اندر آنے کا یہ بچہ مانع ہوا جو آپ کے گھر میں تھا ہم ایسے گھر میں نہیں جاتے جس میں کتا یا تصویر ہو تب تو تصویر ذلیل ہو یا غیر ذلیل دونوں صورتوں میں کراہت ہونی چاہیے کیوں کہ حدیث میں لفظ صورت عام مذکور ہے اور اگر وجہ کراہت مشابہت عبادت ہے تو جس صورت میں تصویر سامنے یا سر کے اوپر ہو اسی وقت مکروہ ہونی چاہیے نہ داہنے بائیں ہونے میں شارح جواب دیتا ہے کہ کراہت کی وجہ یہی ہے کہ نماز کی جگہ میں فرشتوں کا گذر نہیں ہوتا اور حدیث جبریل میں ہر چند لفظ تصویر عام ہے مگر وہ اسی تصویر سے مخصوص ہے جو ذلیل نہ ہو اس کی خصوصیت دوسری حدیث سے ہے جس کو نسائی اور ابن حبان نے روایت کیا ہے کہ جبریل علیہ السلام نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی آپ نے فرمایا کہ اندر آؤ انھوں نے عرض کیا کہ میں اندر کیسے آؤں آپ کے گھر میں تو ایک پردہ ہے جس میں تصویریں ہیں اگر آپ کو ان کا رکھنا منظور ہے تو ان کے سر کاٹ ڈالیے یا ان کے گدے اور بچھونے بنوا لیجیے انتہی کذا فی الشامی واختلف المحدثون فی امتناع ملائکۃ الرحمۃ بما علی النقدین فنفاہ عیاض واثبتہ النووی اور اختلاف کیا ہے اہل حدیث نے رحمت کے فرشتے نہ آنے میں بسبب ان تصویروں کے جو روپیہ اشرفی پر ہوتی ہیں تو قاضی عیاض مالکی نے امتناع کی نفی کی ہے اور نووی شافعی نے اس کو ثابت رکھا ہے ھم شامی نے کہا کہ قول قاضی عیاض کے موافق علماء حنفی نے بھی تصریح کی ہے چنانچہ فتح القدیر میں کہا کہ چھوٹی تصویر کا گھر میں رکھنا مکروہ نہیں یعنے جو تصویر اتنی چھوٹی ہو کہ اس سے نماز مکروہ نہ ہوتی ہو تو اس کا رکھنا گھر میں مکروہ نہیں اور جو نماز میں کراہت پیدا کرتی ہو اس کا رکھنا بھی مکروہ ہے **فائدہ** یہ حکم تصویر کے رکھنے کا ہے لیکن بنانا تصویر جان دار کا چھوٹی ہو یا بڑی ہر طرح سے حرام ہے کہ اس میں مشابہت اللہ تعالیٰ کی پیدا کرنے سے ہے چنانچہ نووی نے شرح مسلم میں اس پر اجماع نقل کیا ہے وکرہ تنزیہا عدا لا ای والسور والتسبیح بالید فی الصلوۃ مطلقا ولو نفلا اما خارجہا فلا یکرہ کعدہ بقلبہ او بغمزہ انا ملہ وعلیہ یحمل ما جاء من صلوۃ التسبیح اور مکروہ تنزیہی ہے شمار کرنا آیتوں اور سورتوں اور سبحان اللہ کہنے کا ہاتھ سے یعنی انگلیوں پر یا تسبیح ہاتھ میں لے کر کذا فی البحر مطلق نماز میں اگرچہ نفل نماز ہو اور مکروہ نہیں ہے شمار کرنا باہر نماز سے جیسے مکروہ نہیں شمار کرنا نمازی کا اپنے دل میں یا پوروں کے دبانے سے اور اسی پر محمول ہے صلوۃ التسبیح جو حدیث میں مذکور ہے یعنی اس میں بھی شمار دل سے کرے یا ایک ایک پور کو دباتا جائے **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا لاباس باتخاذ المسبحۃ بغیر ریاء کما بسطہ فی البحر کچھ مضائقہ نہیں تسبیح رکھنے کا بدون ریا کے جیسا کہ مشروح بیان کیا ہے بحر الرائق میں ھم مسبحہ بکسر میم صیغہ آلہ کا ہے اور بحر الرائق اور حلیہ وغیرہ میں سبحہ بضم سین ہے جس کو اصطلاح عوام میں تسبیح کہتے ہیں یعنی کچھ دانے ایک ڈورے میں پروئے ہوئے اور دلیل جواز تسبیح رکھنے کی وہ حدیث ہے جو ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی وغیرہم نے سعد بن ابی وقاص سے روایت کی ہے کہ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک عورت کے پاس گیا جس کے سامنے کچھ گٹھلیاں یا کنکریاں تھیں جن پر وہ وظیفہ پڑھتی تھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھ کو اس سے آسان تر اور افضل بتائے دیتا ہوں اس طرح پڑھ (سبحان اللہ[1] عدد ما خلق فی السماء وسبحان اللہ عدد ما خلق فی الارض وسبحان اللہ عدد ما بین ذلک وسبحان اللہ عدد ما ہو الخالق والحمد للہ مثل ذلک واللہ اکبر مثل ذلک ولا الہ الا اللہ مثل ذلک ولا حول ولا قوۃ الا باللہ مثل ذلک)

---

[1] یعنی پاک ہے اللہ موافق شمار ان چیزوں کے جن کو اس نے آسمان میں پیدا کیا اور پاک ہے اللہ موافق تعداد ان اشیاء کے جن کو اس نے زمین میں پیدا کیا اور پاک ہے اللہ بقدر عدد ان اشیاء کے جو آسمان اور زمین کے درمیان ہیں اور پاک ہے اللہ موافق گنتی ان چیزوں کے جن کا وہ پالنے والا ہے اور الحمد للہ مثل اس کے یعنی الحمد للہ عدد ما خلق فی السماء اور الحمد للہ عدد ما خلق فی الارض الخ اور اللہ اکبر مثل اس کے اور لا الہ الا اللہ مثل اس کے اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ مثل اس کے یعنی ان میں سے ہر ایک کے بعد وہی چاروں جملے ملا جو سبحان اللہ کے بعد ملائے تھے ۱۲

Marfat.com

تو اس حدیث میں اس کو کنکریوں یا گٹھلیوں پر شمار کرنے سے منع نہ فرمایا بلکہ طریق آسان اور افضل ارشاد کر دیا اگر کسی چیز پر شمار کرنا مکروہ ہوتا تو بیان فرما دیتے اور تسبیح میں اس حدیث کے مضمون سے اتنی ہی زیادتی ہوتی ہے کہ گٹھلی وغیرہ کو ایک دھاگے میں پرو لیتے ہیں اس طرح کی زیادتی منع میں کچھ اثر نہیں کرتی علاوہ ازیں تسبیح کا رکھنا صوفیہ اخیار سے منقول ہے ہاں اگر نمود اور شہرت کے لیے رکھے تو البتہ مکروہ ہے کذا فی الشامی **لا یکرہ قتل حیۃ او عقرب** ان خاف الاذی اذالامر للاباحۃ لانہ منفعۃ لنا فالاولی ترک الحیۃ البیضاء لخوف الاذی مکروہ نہیں نمازی کو مار ڈالنا سانپ یا بچھو کا اگر نمازی ایذا سے ڈرے کیوں کہ امر قتل کے مباح کرنے کیلیے ہے اس لیے کہ ہمارے فائدہ کے واسطے ہے تو بہتر ہے چھوڑ دینا سفید سانپ کا ایذا کے ڈر سے ہم صمیمین میں ہے کہ نماز کے اندر دو سیاہ چیزوں کو قتل کرو یعنی سانپ اور بچھو کو تو یہاں اعتراض ہوتا تھا کہ جب حکم ان کے مارنے کا ہے تو چاہیے تھا کہ ان کا مارنا مستحب ہوتا اور ماتن نے صرف عدم کراہت پر اکتفا کیا شارح اس کا جواب دیتا ہے کہ یہ امر حدیث میں اباحت کے لیے ہے کہ اس میں ہمارا ہی نفع ہے اور سفید سانپ کو نہ مارنے کی وجہ یہ ہے کہ حدیث میں اس کو جن فرمایا ہے تو جنات کے آسیب سے محفوظ رہنے کے لیے اس کا نہ مارنا اولی ہے کہ اس کے مارنے میں ہمارا ضرر ہے اور نہایہ میں ہے کہ بدون خوف ایذا کے مارنا سانپ اور بچھو کا نماز کے اندر مکروہ ہے کذا فی الشامی **ملتقطا مطلقا ولو بعمل کثیر علی الاظہر** لکن صحیح الحلبی الفساد سانپ اور بچھو کا مار ڈالنا نماز میں مطلقا مکروہ نہیں اگرچہ عمل کثیر سے مارے اور یہ قول ظاہر تر کے لیکن حلبی نے تصحیح نماز کے فاسد ہونے کی ہے در صورت عمل کثیر کے **ولا یکرہ صلوۃ الی ظہر قاعدا او قائم ولو یتحدث** الا اذا خیف الغلط بحدیثہ اور مکروہ نہیں نماز پڑھنا بیٹھے ہوئے شخص یا کھڑے ہوئے کی پشت کی طرف اگرچہ وہ باتیں کرتا ہو مگر جس صورت میں کہ خوف بہک جانے کا ہو اس کی باتوں سے تو البتہ مکروہ ہے **ولا الی مصحف او سیف مطلقا او شمع او سراج او نار تو قد لان المجوس انما تعبد الجمر لا النار الموقدۃ** قنیہ اور مکروہ نہیں نماز قرآن کی طرف یا تلوار کی طرف کو مطلقا یعنی لٹکی ہوئی ہو یا رکھی ہوئی ہو یا نماز پڑھنا موم کی بتی کی طرف یا چراغ کی طرف یا آگ کی طرف جو روشن ہو اس لیے کہ آتش پرست عبادت چنگاری کی کرتے ہیں نہ جلتی آگ کی کذا فی التقیہ ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ جملہ بتی اور چراغ اور آگ تینوں کی علت ہے اور آگ سے مراد وہ ہے جس میں صرف شعلہ ہو اور بندھی آگ نہ ہو نا اگر کوئلہ یا چنگاری بھی ہوگی تو خال کراہت سے نہیں کذا فی العنایہ **او علی بساط فیہ تماثیل ان لم یسجد علیہا لما مر** یا مکروہ نہیں نماز اس فرش پر جس میں تصویریں ہوں بشرطیکہ تصویروں پر سجدہ نہ کرے مکروہ نہیں بسبب اس وجہ کے کہ پیش تر گذری یعنی فرش پر تصویر کا ہونا اس کی ذلت کا باعث ہے **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے یکرہ اشتمال الصماء والاعتجار والتلثم والتنخم مکروہ ہے اشتمال صما یعنی چادر کو بدن میں سر سے پاؤں تک ایسی طرح لپیٹنا کہ کہیں سے ہاتھ باہر نہ نکلے اور مکروہ ہے اعتجار یعنی دوپٹہ یا پگڑی کو سر سے باندھنا اس طرح کہ بیچ میں سے سر کھلا رہے اور وجہ کراہت ان دونوں امر کی یہ ہے کہ حدیث میں ان سے نہی وارد ہے اس لیے کراہت تحریمی معلوم ہوتی ہے کذا فی الشامی اور مکروہ ہے ڈھاٹا باندھنا اس طرح کہ ناک اور منہ ڈھک جائے کیوں کہ آتش پرست آگ کی عبادت کے وقت ایسا ہی کرتے ہیں اور مکروہ ہے زور کی سانس کے ساتھ رینٹھ نکالنا ہم تنخم بتائے فوقانیہ دونوں وخائے معجمہ ہے اور بعض نسخوں میں تختم ہے یعنی انگوٹھی کا پہننا نماز میں عمل قلیل کے ساتھ مکروہ ہے طحطاوی نے ابوالسعود سے نقل کیا کہ ڈھاٹے کا باندھنا مکروہ تحریمی ہے اور خرخر کے رینٹھ نکالنے کا حکم مثل کھنکھارنے کے ہے چنانچہ اس کی تفصیل گذر چکی کذا فی الشامی **وکل عمل قلیل بلا عذر کتعرض لقملۃ قبل الاذی** اور مکروہ تنزیہی ہے ہر عمل قلیل بدون عذر کے مثلا جوں کا مار ڈالنا پہلے کاٹنے کے **وترک کل سنۃ ومستحب** اور مکروہ تنزیہی ہے چھوڑنا ہر سنت اور مستحب کا شامی نے کہا کہ اگر سنت زیادہ مؤکدہ ہوگی تو وجوب نہیں کہ اس کا ترک مکروہ تحریمی ہو **وحمل الطفل** وما ورد نسخ بحدیث ان فی الصلوۃ لشغلا اور مکروہ ہے بدون حاجت اٹھا لینا بچہ کا نماز میں اور جو قصہ کہ حدیث میں وارد ہے وہ منسوخ ہے اس حدیث سے کہ ان فی الصلوۃ لشغلا یعنی نماز میں ایک شغل ہے جو اور باتوں کا مانع ہے ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا کہ بچہ کا اٹھانا مکروہ کیسے ہو سکتا ہے یہ امر تو صحیحین میں بروایت ابوقتادہ ثابت ہے کہ آں حضرت صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وسلم نماز میں اپنی نواسی بی بی امامہ کو اٹھا لیتے تھے جب سجدہ کرتے تھے تو ان کو اتار دیتے تھے اور کھڑے ہونے کے وقت پھر اٹھا لیتے تھے اس سوال کا جواب ایک تو یہی ہے جو شارح نے دیا کہ یہ حکم منسوخ ہے مگر یہ جواب کام کا نہیں اس لیے کہ حدیث (ان فی الصلوۃ لشغلا) ہجرت سے پیش تر کی ہے اور قصہ بی بی امامہ کا ہجرت کے بعد ہے تو وہ حدیث اس کی ناسخ کیسے ہو سکتی ہے اور ایک جواب بدائع میں مذکور ہے کہ یہ فعل آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس لیے تھا کہ آپ کو اس کی ضرورت تھی کیوں کہ ایسا شخص کوئی نہ تھا جو بی بی امامہ کی حفاظت کرتا تو اگر اب بھی کوئی شخص اسی طرح کی ضرورت میں مبتلا ہو تو اس کو بچہ کا اٹھانا مکروہ نہیں البتہ بدون حاجت مکروہ ہوگا کذا فی الشامی ویباح قطعہا لنحو قتل حیۃ وندوابۃ وفورقدر وضیاع مالیتہ درہم لہ ولغیرہ اور مباح ہے نماز کا توڑ دینا اگرچہ نماز فرض ہو ان چیسے عذروں سے مثلاً سانپ کا مارنا اور سواری کا بھاگ جانا اور ہانڈی کا ابلنا اور تلف ہونا ایسی چیز کا جس کی قیمت ایک درہم یعنی پانچ آنہ ہوں خواہ نماز ی کی ہو یا کسی دوسرے کی ہم اسی طرح اگر خوف ہو کہ بھیڑیا کوئی بکری اٹھا لے جائے گا تو جائز ہے کہ نماز توڑ کر بھیڑیے کو دفع کرے کذا فی نور الایضاح ویستحب لمدافعۃ الاخبثین وللخروج من الخلاف ان لم یخف فوت وقت وجماعۃ اور مستحب ہے نماز کا توڑ دینا پاخانہ اور پیشاب کے دباؤ کے وقت اور خلاف سے نکلنے کے واسطے اگر خوف نہ ہو وقت کے جانے کا یا جماعت کے نہ ملنے کا ہم شامی نے کہا کہ بول و براز کے دباؤ کے ساتھ نماز پڑھنی مکروہ تحریمی ہے تو اس کے توڑنے کو واجب کہنا چاہیے تھا نہ مستحب اگرچہ جماعت فوت ہو جائے اور خلاف سے نکلنے کی یہ صورت ہے کہ نماز پڑھنے میں کسی عورت اجنبی نے مثلاً ہاتھ لگا دیا تو مستحب ہے کہ نماز توڑ دے کیوں کہ اس صورت میں امام شافعی کے نزدیک نماز نہ ہوگی ویجب لاغاثۃ ملہوف وغریق و حریق اور واجب ہے نماز توڑ دینا واسطے فریاد رسی فریاد خواہ اور ڈوبتے اور جلتے آدمی کے ہم طحطاوی نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ ایسے امور کے لیے نماز کا توڑ دینا فرض ہو اور مثل اس کے ہے اندھے کو کنوئیں میں گرتے دیکھنا لانہ اراحد ابویہ بلا استغاثۃ الا فی النفل فان علم انہ یصلی لا باس ..... ان لا یجیبہ وان لم یعلم اجابہ نہیں جائز ہے نماز فرض کا توڑنا واسطے پکارنے ماں یا باپ کے بدون فریاد خواہی کے مگر نفل نماز میں اگر ماں یا باپ پکارے تو جواب دینا واجب ہے گو فریاد خواہی کے واسطے نہ پکارا ہو کذا فی الشامی پھر اگر ماں یا باپ کو معلوم ہو کہ وہ نماز پڑھتا ہے تو کچھ مضائقہ نہیں جواب نہ دینے کا اور اگر معلوم نہ ہو تو جواب دے ہم ماں باپ سے مراد اصول ہیں گو اوپر کے ہوں یعنی دادا یا نانا یا نانی یا دادی ہو تب بھی یہی حکم ہے یہاں تک بیان نماز کے اندر کے مکروہات کا تھا اب مصنف وہ مکروہات بیان کرتا ہے جو نماز کے باہر ہوں مگر نماز کے توابع میں سے ہوں ویکرہ تحریما استقبال القبلۃ بالفرج ولو فی الخلا بالدبر یت التغوط وکذا استدبارہا فی الاصح اور مکروہ تحریمی ہے بول و براز کے وقت شرمگاہ کا منہ کرنا قبلہ کو اگرچہ پاخانہ کے اندر ہو اور اسی طرح مکروہ تحریمی ہے پشت پھیرنا قبلہ کی طرف کو صحیح تر قول میں شارح نے کہا کہ لفظ خلاء الف ممدودہ کے ساتھ پاخانہ کے مکان کو کہتے ہیں ہم وجہ کراہت کی یہ ہے کہ صحاح ستہ میں مروی ہے کہ جب تم پاخانہ پھرو تو قبلہ کی طرف منہ نہ کرو نہ پشت بلکہ اس کو داہنی طرف کر لو یا بائیں اور یہ حکم مرد و عورت دونوں کو یکساں ہے اور کراہت بول و براز کے وقت ہے پانی سے استنجا کرنے کے وقت نہیں ..... اور استقبال فرج کی قید سے یہ نکلا کہ اگر سینہ قبلہ کی جانب ہو اور شرم گاہ کو جانب قبلہ سے پھیر کر پیشاب کرے گا تو مکروہ نہ ہوگا کذا فی الشامی کما کرہ لبالغ امساک صبی لیبول نحو ہا جیسے مکروہ تحریمی ہے بالغ شخص کو پیشاب کرانا بچہ کا قبلہ کی طرف کو اس لیے کہ بالغ کو بچہ کے ساتھ ایسا فعل کرنا حرام ہے جو بچہ پر بالغ ہونے کے بعد حرام ہو مثلاً حریر یا زیور پہنانا لڑکے کو حرام ہے کذا فی الشامی وکما کرہ مد رجلیہ فی نوم او غیرہ الیہا ای عمدا لا نہ اساءۃ ادب قالہ مثلا باکیر اور جیسے مکروہ ہے دونوں پاؤں کا پھیلانا سونے میں یا سوائے سونے کی حالت کے قبلہ کی طرف یعنی پاؤں پھیلانا دانستہ مکروہ ہے اس لیے کہ یہ بے ادبی ہے کہا ہے اس کو مثلا باکیر نے ہم طحطاوی نے کہا کہ عمدا کے یہ معنی کہ بدون عذر اور سہو کے پھیلا دے تو اگر عذر سے یا بھول کر پھیلا دے گا تو مکروہ نہ ہوگا اور دونوں پاؤں کے مانند ہے حکم ایک پاؤں کے پھیلانے کا اور بالغ اور لڑکا اس حکم میں برابر ہیں شامی نے کہا کہ وجہ کراہت کو بے ادبی قرار دینے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کراہت تنزیہی

Marfat.com

ہو مگر آگے آدے گا کہ قبلہ کی طرف پاؤں پھیلانے سے آدمی کی گواہی مقبول نہیں ہوتی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کراہت تحریمی ہے **او الی مصحف او شیئ من الکتب الشرعیۃ الا ان یکون علی موضع مرتفع عن المحاذاۃ** فلا یکرہ قالہ الکمال یا مکروہ ہے پاؤں پھیلانا قرآن مجید کے یا کسی کتاب شرعی کیطرف یعنی تفسیر وحدیث وفقہ اور ان کے اصول کی کتاب کی طرف مگر یہ کہ کتاب موصوف کسی اونچی جگہ پر ہو پاؤں کی سیدھ سے تو پاؤں پھیلانا مکروہ نہ ہوگا کہا ہے اس کو کمال الدین محقق نے شامی نے کہا کہ اگر ظاہرا کتاب بہت دور رکھی ہو تب بھی کراہت نہ ہوگی **کما کرہ غلق باب المسجد الا لخوف علی متاعہ** بیفتے اور جیسے مکروہ ہے قفل لگانا مسجد کے دروازے کو مگر اپنے اسباب کے ڈر سے اگر قفل لگادے تو مکروہ نہیں اسی پر فتوی ہے ھ شامی نے کہا کہ غلق کی جگہ اغلاق کہنا چاہیے کیوں کہ قاموس میں ہے کہ غلق باب لغت خراب ہے اغلاق باب فصیح ہے اور وجہ کراہت یہ ہے کہ دروازے بند کرنے سے نمازیوں کو نماز سے روکنا پایا جائے گا حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (ومن اظلم[1] ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ) اور خوف متاع کی صورت میں بھی اوقات نماز میں بند کرنا مکروہ ہوگا کذا فی البحر وکرہ تحریما **الوطی فوقہ والبول والتغوط** لانہ مسجد الی عنان السماء **واتخاذہ طریقا** بغیر عذر وصرح فی القنیۃ بفسقہ باعتیادہ اور مکروہ تحریمی ہے صحبت کرنا مسجد کی چھت پر اور بول وبراز کرنا اس لیے کہ وہ مسجد ہے تحت الثرے سے لے کر آسمان کی سطح تک اور مکروہ ہے ٹھہرا دینا مسجد کو راستہ بدون عذر کے اور قنیہ میں تصریح کی ہے آدمی کے فاسق ہوجانے کی مسجد کو راستہ بنالینے کی عادت کرنے سے یعنی اگر عادت کریگا کہ راستہ مسجد ہی میں ہو کر چلے تو فاسق ہوجائے گا **وادخال نجاسۃ فیہ وعلیہ فلا یجوز الاستصباح بدہن نجس فیہ ولا تطیینہ بنجس ولا البول والفصد فیہ ولو فی اناء** مکروہ ہے اندر لے جانا نجاست کا مسجد میں اور اس بنا پر متفرع ہوا کہ جائز نہیں چراغ جلانا ناپاک تیل سے مسجد کے اندر اور نہ استر کاری کرنا مسجد کا ناپاک گارے سے اور نہ پیشاب کرنا اور فصد کھلوانا اگرچہ برتن کے اندر پیشاب اور خون لیا جائے ھ فتاوی عالمگیری میں ہے کہ جس آدمی کے بدن پر نجاست لگی ہو وہ مسجد کے اندر نہ جاوے اور جس گارے میں ناپاک پانی پڑا ہو اس سے مسجد کا لیسنا مکروہ ہے ویحرم ادخال صبیان ومجانین حیث غلب تنجیسہم والا فیکرہ اور حرام ہے داخل کرنا لڑکوں اور مجنونوں کا مسجد میں جب کہ گمان غالب ہو کہ مسجد کو ناپاک کردیں گے اور اگر ایسا نہ ہو تو اندر لے جانا ان کا مکروہ ہے ھ شامی نے کہا کہ مراد حرام ہونے سے مکروہ تحریمی ہے اور وجہ اندر نہ لے جانے لڑکوں اور دیوانوں کی یہ ہے کہ حدیث مرفوع میں آچکا ہے کہ اپنے مساجد کو لڑکوں اور دیوانوں اور بیع اور شرا اور شور وغل اور شمشیر کشی اور اقامت حدود سے علیحدہ رکھو اور جمعوں میں ان کو خوشبو سلگا کر معطر کرو کذا فی البحر اس سے معلوم ہوا کہ درصورت گمان نجس نہ ہونے کے لڑکوں کا لے جانا مکروہ تنزیہی ہے **وینبغی لداخلہ تعاہد نعلہ وخفہ وصلوتہ فیہما افضل** اور مسجد میں جانے والے کو چاہیے دیکھ بھال لینا اپنے جوتے اور موزہ کو کہ آلودہ نجاست نہ ہوں اور نماز پڑھنا نمازی کا جوتوں اور موزوں کو پہن کر بشرطیکہ طاہر ہوں افضل ہے ھ وجہ افضلیت یہ ہے کہ طبرانی نے حدیث روایت کی ہے کہ نماز پڑھو جوتوں کو پہن کر اور یہود کے مشابہت مت کرو شامی نے کہا کہ عمدۃ المفتی میں ہے کہ جوتا پہن کر مسجد میں جانا اس زمانے کے عرف میں داخل بے ادبی ہے اور خوف مسجد کی فرش کے آلودگی کا بھی ہے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہ خوف نہ تھا کیوں کہ مسجد شریف میں اس وقت کنکریں بچھی ہوئی تھیں **لا یکرہ ما ذکر فوق بیت جعل فیہ مسجد بل ولا فیہ** لانہ لیس بمسجد شرعا مکروہ نہیں اشیاء مذکورہ یعنی جماع اور بول اور براز اس گھر کی چھت پر جس میں نماز پڑھنے کی جگہ بنائی گئی ہے بلکہ خود اس جگہ میں یہ چیزیں مکروہ نہیں اس لیے کہ وہ مسجد شرعی نہیں ھ یعنی مسجد شرعی وقف اور اذن عام سے ہوتی ہے اور گھر میں ایک جگہ لیپ پوت کر نماز کے لیے کر لینے سے مسجد نہیں ہوجاتی **واما المتخذ لصلوۃ جنازۃ او عید فہو مسجد فی حق جواز الاقتداء** وان افصل الصفوف رفقا بالناس لا فی حق غیرہ بیفتی نہایۃ اور وہ مکان جو نماز جنازہ یا عید کے لیے مقرر کیا جائے سو وہ مسجد ہے اقتدا کے درست ہونے کے حق میں اگرچہ صفوں میں انفصال ہو جواز اقتدا میں اس کو مسجد اس لیے قرار دیا گیا کہ لوگوں پر آسانی ہو مکانہ مذکور

[1] اور کون زیادہ ظالم ہے اس سے کہ منع کرے اللہ کی مسجدوں میں اس کا نام لیا جانے سے ۱۲

Marfat.com

مسجد نہیں جواز اقتداء کے سوا دوسری چیزوں کے حق میں کذا فی النہایہ ھ بحرالرائق میں کہا کہ ظاہر اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب عیدگاہ اور نماز جنازہ کا مکان مسجد نہیں تو اس میں بول و براز و جماع جائز ہو حالانکہ بانی نے اس لیے نہیں بنوایا تو لائق یہ ہے کہ یہ امور درست نہ ہوں اگرچہ ہم اس کو مسجد نہ کہیں اور مقابل قول مفتی بہ کا وہ قول ہے جس کی تصحیح محیط میں کی ہے کہ مکان نماز جنازہ کے لیے کسی بات میں حکم مسجد میں نہیں اور جس کی تصحیح تاج الشریعۃ نے کی ہے کہ عیدگاہ ہر بات میں حکم مسجد کا رکھتی ہے کذا فی الشامی **فحل دخولہ لجنب وحائض** کفناء للبول باط ومدرسۃ ومساجد حیاض واسواق لا قوارع پس حلال ہے داخل ہونا عیدگاہ اور مکان جنازہ میں جنب اور حائضہ کو جیسے حلال ہے ان کو داخل ہونا مسجد کے فناء میں اور خانقاہ اور مدرسہ میں اور حوضوں کی مسجدوں اور بازاروں کی مسجدوں میں نہ شارع عام کے مساجد میں ھ فناء مسجد وہ مکان ہے جس کے اور مسجد کے بیچ میں راستہ نہ ہو اور حوض کی مسجد سے وہ چبوترہ مراد ہے جو حوض کے پاس بنا دیتے ہیں تاکہ جو کوئی وضو کرے اس پر تحیۃ الوضو یا اور نماز پڑھ لے اور بازار کی مسجد سے وہ چبوترہ مراد ہے جو غیر نافذ بازار میں نماز کے لیے بنا دیتے ہیں جیسے سوداگروں کی سرائے میں ہوا کرتے ہیں غرضیکہ ان مکانوں کو حکم مسجد کا نہیں اور شارع عام کی مسجدیں جن میں جماعت معین نہیں وہ در حکم مسجد ہیں مگر ان میں اعتکاف نہ کیا جائے کذا فی الشامی **ولا باس بنقشہ خلا محرابہ** فانہ یکرہ لانہ یلہی المصلی ویکرہ التکلف بدقائق النقوش ونحوہ خصوصاً فی جدار القبلۃ قالہ الحلبی وفی حظر المجتبی وقیل یکرہ فی المحراب دون السقف والموخر انتہی **وظاہرہ** ان المراد بالمحراب جدار القبلۃ فلیحفظ اور کچھ مضائقہ نہیں مسجد کے نقش کرنے کا سوا محراب کے کہ محراب کا نقش کرنا مکروہ ہے اس لیے کہ نمازی کو لہو میں ڈالتا ہے یعنی خشوع کو مخل ہے اور مکروہ ہے تکلف کرنا باریک نقش و نگار اور اس کے مثل سے خصوصاً قبلہ کی دیوار میں کہا ہے اس کو حلبی نے اور مجتبی کے باب الحظر میں ہے کہ بعض فقہا نے کہا کہ نقش و نگار محراب میں مکروہ ہے نہ چھت اور پچھلی دیوار میں تمام ہوا قول مجتبی کا اور ظاہر اس قول کا یہ ہے کہ محراب سے مراد قبلہ کی دیوار ہے تو اس کو یاد کر لینا چاہیے ھ یعنی پچھلی دیوار اور چھت کو کراہت سے مستثنیٰ کرنے سے اور نیز علت کراہت کو عدم خشوع قرار دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ محراب سے غرض مصلی کے سامنے کی دیوار ہے تاکہ خشوع کا جاتا رہنا جیسا امام کو برا ہے ویسا ہی صف اول کے مقتدیوں کو بھی برا ہے کیوں کہ خشوع سب کے لیے مستحب ہے اور لہو کو علت کراہت قرار دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں غرض کراہت سے تنزیہی ہے کذا فی الشامی **بجص وماء ذہب لو بمالہ الحلال لا من مال الوقف** فانہ حرام **وضمن متولیہ لو فعل** النقش او البیاض الا اذا خیف طمع الظلمۃ فلا باس بہ کافی والا اذا کان لاحکام البناء او الوقف فعل مثلہ لقولہم یعمر الوقف کما کان وتمامہ فی البحر مضائقہ نہیں نقش کرنا مسجد کا چونہ اور سونے کے پانی سے اگر نقش کرنے والا اپنے مال حلال سے کرے نہ مال وقف سے اس لیے کہ مال وقف سے نقش کرنا حرام ہے اور ضامن ہوگا مسجد کا متولی اگر نقش و نگار یا سفیدی مال وقف سے کرے گا مگر جب کہ خوف ہو لالچ ظالموں کا یعنی مال وقف بہت سا جمع ہو اور ڈر ہے کہ چھین لیں گے ظالم تو اس وقت نقش کرنے کا مضائقہ نہیں کذا فی الکافی اور مگر اس صورت میں ضمان نہ دے گا کہ نقش وغیرہ عمارت کی مضبوطی کے لیے ہوں یا خود وقف کرنے والے نے اس طرح کے نقش بنوائے ہوں تو اس صورت میں بھی ضمان نہ دے گا بسبب قول فقہا کے کہ وقف کی تعمیر ایسی کی جائے جیسے پہلے تھی اور اس کا پورا بیان بحرالرائق میں ہے ھ مال حلال کی قید اس لیے لگائی کہ مال حرام سے مسجد کا نقش و نگار مکروہ تحریمی ہے اور مسجد سے غرض اندرون مسجد ہے اس سے معلوم ہوا کہ خارج مسجد کی زینت کرنی مکروہ ہے کذا فی الشامی عن البحر فروع مسائل ملحقہ شارح کے مساجد کے احکام میں افضل المساجد مکۃ ثم المدینۃ ثم القدس ثم قبا ثم الاقدم ثم الاعظم ثم الاقرب سب مسجدوں میں افضل مسجد مکہ معظمہ ہے کیوں کہ اس میں کعبہ ہے جس کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ) پھر مدینہ منورہ ہے جس کی شان میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک نماز میری اس مسجد میں برابر ہے ہزار نمازوں کے اس کے سوا دوسری مسجد میں بجز مسجد حرام کے پھر مسجد قدس یعنی بیت المقدس ہے

---

۱۲ پہلا گھر جو ٹھہرا لوگوں کے واسطے یہی ہے جو مکہ میں ہے ۱۲

Marfat.com

کہ تصریح ثواب کی زیادتی کی اس کے اندر حدیث میں موجود ہے پھر مسجد قبا بضم قاف والف مقصورہ یا ممدودہ ہے جس کی شان میں آیت (اُسِّسَ عَلَی التقویٰ من اول یوم) الآیہ ہے ان چاروں مسجدوں کے بعد افضل وہ مسجد ہے جو قدیم تر ہو پھر وہ جو زیادہ بڑی ہو پھر وہ جو قریب تر ہو ھم یہ ترتیب حلیہ میں اجناس سے نقل کی ہے اور بحرالرائق میں بعد بیت المقدس کے جامع مسجدوں کو اور ان کے بعد شارع عام کی مسجدوں کو لکھا ہے اور شارع عام کی مسجدوں سے وہ مسجدیں مراد ہیں جن کا امام اور مؤذن معین نہیں اور جامع مسجدوں سے یہ غرض ہے کہ جن میں وسعت زیادہ اور جماعت بہت ہوتی ہو اور ان میں سے افضل وہ ہے جو زیادہ قدیم ہو جیسے مسجد قبا ہے پھر وہ جس میں جماعت زیادہ ہوتی ہو پھر وہ جو قریب تر ہو کذا فی الشامی و مسجد استاذہ لدرسہ او سماع الاخبار افضل اتفاقا اور مسجد اپنے استاذ کی اس سے پڑھنے کے لیے یا حدیث سننے کے واسطے افضل ہے یعنی قدیم تر اور اعظم اور اقرب سے بالاتفاق اس لیے کہ اس میں دو ثواب ہیں ایک جماعت دوسرے تحصیل علم و مسجد حیہ افضل من الجامع اور مسجد نمازی کے محلہ کی افضل ہے مسجد جامع سے ھم شامی نے کہا کہ مسجد جامع سے مراد یہ ہے کہ جس کی نماز بہ نسبت محلہ کی مسجد کے زیادہ ہوتی ہو بلکہ خانیہ میں ہے کہ اگر محلہ کی مسجد میں کوئی مؤذن نہ ہو تو نمازی اس میں جا کر اذان کہے اور نماز پڑھے اگرچہ تنہا ہو اس لیے کہ محلہ کی مسجد کا اس کے ذمہ حق ہے اور اگر محلہ میں دو مسجدیں ہوں تو جو پیش تر بنی ہو اس میں جائے اگر فاصلہ برابر ہو ورنہ قریب کی مسجد میں جائے والصحیح ان ما الحق بمسجد المدینۃ ملحق بہ فی الفضیلۃ نعم تحری الاول اولی وہو مائۃ فی مائۃ ذراع ذکرہ ملا علی فی شرح لباب المناسک اور صحیح یہ ہے کہ مسجد مدینہ منورہ میں جس قدر لاحق کی گئی ہے وہ ثواب میں اصل مسجد کے ساتھ ملحق ہے یعنی مقدار لاحق میں بھی ایک نماز کا ثواب ہزار کی برابر ہے ہاں اول مسجد کی اٹکل کر لی بہتر ہے اور اصل مسجد سو ہاتھ کا طول اور اتنا ہی عرض ہے ذکر کیا ہے اس کو ملا علی قاری نے لباب المناسک کی شرح میں ھم ان دنوں میں اصل مسجد کی شناخت کے لیے سلطان روم مرحوم نے ستونوں پر لکھوا دیا ہے تاکہ ہر شخص سہولت سے تمیز کر لے کہ مسجد مبارک اس قدر تھی اور اس مسئلہ کا ذکر شروط صلوۃ میں قبلہ کی بحث سے پیش تر گذر چکا وہاں دیکھنا چاہیے ویحرم فیہ السوال ویکرہ الاعطاء مطلقا وقیل ان تخطی اور حرام ہے مسجد میں سوال کرنا اور مکروہ ہے سائل کو مسجد میں دینا ہر حال میں اور بعض نے کہا کہ اگر سائل گردنوں پر لوگوں کی پھلانگے تو مکروہ ہے ورنہ مکروہ نہیں ھم شارح نے باب الحظر والاباحۃ میں اسی پچھلے قول پر اکتفا کیا ہے چنانچہ کہا ہے کہ مکروہ ہے سائل مسجد کو دینا مگر جس وقت کہ وہ لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے قول مختار میں اس لیے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی نماز کے اندر دی اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف کی اس آیت میں (وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رَاکِعُوْنَ) یعنی دیتے ہیں خیرات اس وقت میں کہ وہ رکوع کرتے ہوں کذا فی الطحطاوی والنشاد ضالۃ اوشعر الا ما فیہ ذکر اور مکروہ ہے کھوئی چیز کا تلاش کرنا مسجد میں اور مکروہ ہے شعر پڑھنا مسجد میں مگر جن اشعار میں ذکر ہو ان کا پڑھنا مکروہ نہیں ھم گم ہوئی چیز کا مسجد میں تلاش کرنا اس لیے مکروہ ہوا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی کو دیکھو کہ مسجد میں گم ہوئی چیز ڈھونڈتا ہے تو کہو کہ خدا تعالیٰ اس کو تجھ پر واپس نہ کرے یعنی خدا کرے کہ تجھ کو وہ چیز نہ ملے اور ابو اللیث ترمذی نے شعر میں یہ تفصیل کی کہ اگر اشعار میں وعظ اور خدا تعالیٰ کی نعمتوں اور حکمتوں کا ذکر اور متقیوں کی صفت کا بیان ہو تو ان کا پڑھنا بہتر ہے اور اگر ان میں ذکر زمانوں اور امتوں کا ہو تو مباح ہے اور اگر کسی مسلمان کی ہجو یا بے وقوفی کی باتیں ہوں تو حرام ہے اور اگر خط و خال کا وصف ہو تو پڑھنا مکروہ ہے اور ابو داؤد اور ترمذی کی حدیث مسجد میں شعر خوانی کی ممانعت کی برے اشعار پر محمول ہے کذا فی الشامی ورفع صوت بذکر الا للمتفقہۃ اور مکروہ ہے مسجد میں بلند کرنا آواز کا ذکر سے مگر فقہ سیکھنے سکھانے والوں کو آواز کا بلند کرنا مکروہ نہیں ھم ذکر جہری میں قید اس بات کی ہونی چاہیے کہ جس میں خوف ریا یا نمازیوں کی ایذا کا ہو اور اگر ان سے خالی ہو تو بعض علماء کے نزدیک ذکر جہری ہی افضل ہے اس لیے کہ اس کا فائدہ سننے والوں کو بھی ہوتا ہے اور خود ذکر کرنے والا بیدار دل رہتا ہے اور نشاط زیادہ پاتا ہے اور اکثر علماء ذکر خفی کو ترجیح دیتے ہیں اسوجہ

لہ بنیاد ڈالی پرہیزگاری پر پہلے دن سے ۱۲

Marfat.com

سے کہ حدیث میں وارد ہے خیر الذکر الخفی یعنی ذکر آہستہ ذکر کرنا ہے کذا فی الطحطاوی والشامی تبصرف والوضوء الا فیما اعد لذالک اور مکروہ ہے مسجد کے اندر وضو کرنا اس لیے کہ اس کے پانی سے گھن آتی ہے کہ اکثر مقوک اور رینٹ سے خالی نہیں ہوتا کذا فی الشامی مگر وضو کرنا اس مقام میں جو وضو کے لیے بنایا گیا ہو مکروہ نہیں طحطاوی نے کہا کہ یہی حکم بدون جنابت کے نہانے کا ہے وغرس الاشجار الا لنفع کتقلیل تزوتکون للمسجد اور مکروہ ہے درختوں کا لگانا مگر کسی نفع کے لیے مکروہ نہیں جیسے کم کرنا رطوبت کا اور وہ درخت یعنی ان کی لکڑی اور پھل مسجد کا ہو گا ھم نہر بفتح نون وتشدید زا دمعجمہ زمین کی رطوبت کو کہتے ہیں خلاصہ میں کہا کہ جب مسجد کے ستون باعث رطوبت کے نہ ٹھہرتے ہوں تو اس رطوبت کے کم کرنے کو درختوں کے لگانے کا مضائقہ نہیں اور بدون نفع کے لگانا ناجائز ہے اور فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر لوگوں کو درخت کے سایہ سے آرام ہوتا ہے اور ان سے مسجد تنگ نہ ہو اور نہ جماعت میں خلل پڑے تو کچھ مضائقہ نہیں اور کوئی خاص اپنے نفع کے لیے لگادے کہ ان کے پھل اور لکڑی آپ لیا کرے یا صفوں میں خلل ہوتا ہو یا درختوں کے باعث کفار کے معابد سے مشابہت ہوتی ہو تو مکروہ ہے واکل ونوم الا لمعتکف وغریب اور مکروہ ہے مسجد کے اندر کھانا اور سونا مگر اعتکاف والے اور مسافر کو مکروہ نہیں وخول اکل لحم ونوم ومنع منہ وکذا اکل موذٍ ولو بلسانہ اور مکروہ ہے مسجد میں آنا کھانے والے لہسن جیسی چیز کا یعنی کچا پیاز اور مولی وغیرہ جن میں بدبو آتی ہے اور منع کیا جائے ایسا شخص مسجد میں گھسنے سے اور اسی طرح ہر شخص ایذا دینے والا اگرچہ زبان ہی سے ایذا دے مسجد سے منع کیا جائے ھم آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس بدبو میں سے کھائے وہ ہماری مسجد کے پاس نہ پھٹکے اس لیے کہ جس چیز سے انسانوں کو ایذا ہوتی ہے اس سے فرشتوں کو ایذا ہوتی ہے انتہی اور ایذا دینے والے سے مراد گندہ دہن اور گندہ بغل ہیں یا جس کے پسینے سے یا کپڑے کی بدبو سے تکلیف ہوتی ہو اور زبانی ایذا سے غرض غیبت اور چغلی وغیرہ ہے کذا فی الطحطاوی وکل عقد الا لمعتکف بشرطہ اور مکروہ ہے مسجد میں ہر معاملہ یعنی معاوضہ مثل بیع وشرا کے کذا فی الشامی مگر اعتکاف والے کو بیع وشرا درست ہے بموجب اس کی شرط کے ھم شرط یہ ہے کہ اس چیز کے حاجت اسکو یا اس کے عیال کو ہو اور ایک یہ کہ متاع کو مسجد میں نہ منگائے کذا فی الطحطاوی والکلام المباح وقیدہ فی الظہیریۃ بانہ یجلس لاجلہ لکن فی النہر الاطلاق اوجہ اور مکروہ ہے مسجد میں کلام مباح کرنا اور ظہیریہ میں قید لگائی ہے کہ کلام ہی کی خاطر مسجد میں بیٹھے یعنی اگر مسجد میں عبادت کے لیے بیٹھا اور اس کے بعد کلام دنیا کا کیا تو مکروہ نہ ہو گا لیکن نہر الفائق میں ہے کہ کراہت کو مطلق رکھنا موجہ تر ہے یعنی کلام کے لیے بیٹھا ہو یا عبادت کے لیے دونوں صورتوں میں کلام مباح مکروہ ہے ھم شامی نے کہا کہ صاحب نہر کی بحث مخالف منقول ہے اور اس میں حرج بھی بہت ہے وتخصیص مکان لبعضہ ولیس لہ ازعاج غیرہ منہ ولو مدرسا واذا ضاق فللمصلی ازعاج القاعد ولو مشتغلا بالقراءۃ او درس بل وللاہل المحلۃ منع من لیس منہم عن الصلوٰۃ فیہ اور مکروہ ہے خاص کرنا کسی جگہ کا اپنے لیے اور نہیں جائز ہے اس کو ہٹا دینا غیر شخص کا اس جگہ سے اگرچہ غیر مدرس ہی ہو اور اگر جگہ تنگ ہو تو نمازی کو جائز ہے ہٹا دینا بیٹھنے والے کا گو بیٹھنے والا قراءت یا درس میں مشغول ہو بلکہ تنگی کی صورت میں اہل محلہ کو اختیار ہے کہ جو شخص اس محلہ والوں سے نہ ہو اس کو مسجد میں نماز سے منع کریں ھم شامی نے کہا کہ اگر کسی کے بیٹھنے سے صف میں خلل پڑتا ہو تو اس کا اٹھا دینا بھی نمازیوں کو جائز ہے ولہم نصب متول وجعل المسجدین واحدا وجعلہ للدرس اوذکر اور جائز ہے محلہ والوں کو مقرر کرنا متولی کا مسجد کے کاموں کے لیے اگرچہ قاضی مقرر نہ کرے اور جائز ہے دو مسجدوں کا ایک کر لینا اور ایک مسجد کا دو کر لینا نماز کے لیے نہ درس اور ذکر کے لیے کیوں کہ مسجدیں درس اور ذکر کے لیے نہیں بنائی گئیں اگرچہ درس اور ذکر ان میں جائز ہے کذا فی القنیہ فی المسجد عظۃ وقرآن فاستماع العظۃ اولی مسجد میں وعظ اور تلاوت قرآن ہے تو سننا وعظ کا بہتر ہے ھم شامی نے کہا کہ یہ حکم عوام کے لیے ہے اور جو لوگ آیات قرآنی کے معانی اور نکات اور احکام شرعی سمجھ سکتے ہوں ان کے حق میں قرآن کا سننا بہتر بلکہ ضرور ہے ولا یبطل الکتابۃ علی جدارہ اور مناسب نہیں لکھنا قرآن اور اشعار قابل التعظیم کا مسجد کی دیواروں پر ھم یعنی اس لیے کہ گر کر پامال نہ ہوں کذا فی البحر اور مثل اس کے ہے قبوں پر کچھ لکھ کر دروازوں پر چسپکانا کذا فی الطحطاوی ولا باس برمی عش خفاش وحمام تنقیۃ اور کچھ مضائقہ نہیں مچھر اور

Marfat.com

اور کبوتر کے گھونسلے کا پھینک دینا واسطے مسجد کی صفائی کے ھم طحطاوی نے کہا کہ لتنقیۃ جواب سوال ہے اس کی تقریر یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رہنے دو پرندوں کو ان کے گھروں میں تو دور کرنا گھونسلوں کا مخالف ہے اس امر کے شارح نے جواب دیا کہ دور کرنا صفائی کے لیے ہے جو شرعاً مطلوب ہے اس سے معلوم ہوا کہ حدیث کا حکم غیر مسجد کے لیے مخصوص ہے ۔:

باب الوتر والنوافل

یہ باب ہے وتر اور نوافل کے بیان میں ھم وتر بفتحہ اور کسرہ واو لغت میں طاق عدد کو کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں تین رکعتوں کا نام ہے چنانچہ آگے آوے گا اور نفل کے معنی لغت میں زیادتی کے ہیں اور شرعاً نفل اس عبادت کو کہتے ہیں جس کے کرنے سے ثواب ہو اور نہ کرنے سے عذاب نہ ہو کل سنۃ نافلۃ ولا عکس ہر سنت نفل ہے اور اس کا الٹ نہیں یعنی ہر نفل سنت نہیں ہوتی یہ جملہ شارح نے اس لیے بیان کیا کہ اس باب میں ذکر سنتوں کا بھی ہے حالاں کہ عنوان میں صرف وتر اور نوافل مذکور ہیں سنتوں کی تصریح نہیں کی تو تصریح نہ کرنے کا عذر کر دیا کہ سنتیں نفل ہوتی ہیں ھو فرض عملا و واجب اعتقادا وسنۃ ثبوتاً بہذا وقفوا بین الروایات وتر فرض ہے عمل کے لحاظ سے اور واجب ہے اعتقاد کے اعتبار سے اور سنت ہے ثبوت کی راہ سے اس طرح سے توفیق کی ہے فقہا نے روایتوں میں ھم عملاً فرض ہے اس کے یہ معنی کہ عمل میں اس کا حال فرائض کا سا ہوتا ہے کہ چھوڑنے سے گناہ گار ہونا اور اس کے قضا اور ترتیب کا واجب ہونا جیسے فرض میں ہے ویسے ہی وتر میں ہے اور اعتقاداً واجب ہونے کے یہ معنی کہ اس کے واجب ہونے کا اعتقاد پر ضرور ہے اور ثبوتاً سنت ہونے سے یہ غرض کہ ثبوت اس کا حدیث سے ہے نہ قرآن سے چنانچہ مسلم نے روایت کی کہ اوتروا قبل ان تصبحوا یعنی وتر پڑھو پہلے اس سے کہ صبح کرو اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہے تو اس حدیث سے وجوب وتر کا ثابت ہوا اور توفیق بین الروایات سے یہ مراد کہ امام اعظم سے وتر کے باب میں تین روائتیں مروی ہیں ایک فرض ہونے کی دوسری واجب ہونے کی تیسری سنت ہونے کی تو ان کی تطبیق اس طرح ہوئی کہ فرض عمل کی راہ سے ہے اور واجب اعتقاد کی راہ سے اور سنت ثبوت کی راہ سے کذا فی الشامی ملتقطاً وعلیہ فلا یکفر بضم فسکون ای لا ینسب الی الکفر جاحدہ اور اس توفیق پر یہ متفرع ہوا کہ کافر نہ کہا جائے گا منکر وتر کا شارح نے کہا کہ لا یکفر بضم تحتانی اور سکون کاف ہے یعنی منسوب بکفر نہیں ہوتا ھم ضمیر علیہ کی محشیوں نے توفیق کی طرف پھیری ہے اور ماتن نے شرح منح الغفار میں فلا یکفر کو تفریع وتر کے فرض عملی ہونے کی قرار دیا ہے وتذکرہ فی الفجر مفسدلہ کعکسہ بشرطہ خلافا لہما ولکنہ یقضی ولا یصح قاعدا ولا راکبا اتفاقا اور دوسری تفریع وتر کے فرض عملی ہونے پر یہ ہے کہ فجر کے فرضوں میں اس کا یاد آنا صاحب ترتیب کی فجر کا مفسد ہے مثل اس کے عکس کے یعنی اگر وتر میں یاد ہوگا کہ کوئی نماز ذمہ پر ہے تو وتر فاسد ہوں گے بموجب شرط فساد کے یعنی جب کہ وقت تنگ نہ ہو اور نمازیں چھ نہ ہوں گی کہ ان صورتوں میں ترتیب ساقط ہو جاتی ہے اور نماز فاسد نہیں ہوتی بخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک وتروں کے یاد ہونے سے فجر کی نماز فاسد نہیں ہوتی کیونکہ وتر ان کے نزدیک سنت ہیں لیکن وتر قضا کیے جاتے ہیں اور بیٹھ کر اور سوار ہو کر درست نہیں ہوتے بالاتفاق یعنی ہر چند سنتوں کی قضا نہیں اور بیٹھ کر اور سواری پر جائز ہیں مگر صاحبین کے نزدیک وتر باوجود سنت ہونے کے ان باتوں میں سنت سے علیحدہ ہیں وھو ثلث رکعات بتسلیمۃ کالمغرب حتی لو نسی القعود لا یعود ولو عاد ینبغی الفساد کما سیجئ وتر تین رکعتیں ہیں ایک سلام سے مثل نماز مغرب کے یہاں تک کہ اگر بیچ کے قعدہ کو بھول گیا اور کھڑا ہو گیا تو پھر نہ بیٹھے اور اگر پھر بیٹھ جائے گا تو چاہیے کہ نماز فاسد ہو جائے چنانچہ آگے آوے گا ھم مثل مغرب سے یہ معلوم ہوا کہ بیچ کا قاعدہ واجب ہے اس میں درود نہ پڑھے اور نماز کے فاسد ہونے کی یہ وجہ ہے کہ قیام فرض کو چھوڑ کر واجب کے لیے بیٹھنا نہیں چاہیے اور نماز نفل میں چوں کہ ہر دو گانہ علیحدہ نماز ہے اس لیے اگر کھڑا بھی ہو جائے تب بھی بیٹھ جائے کذا فی الطحطاوی ولکنہ یقرأ فی کل رکعۃ منہ فاتحۃ الکتاب وسورۃ احتیاطا وتر مثل مغرب کے ہیں لیکن نمازی اس کی ہر رکعت میں الحمد اور ایک سورۃ یا تین آیتیں احتیاط پڑھے

Marfat.com

ھم وجہ احتیاط کی یہ ہے کہ صاحبین وتر کے سنت ہونے کے قائل ہیں تو اس لحاظ سے احتیاط اس کی مقتضی ہے کہ سب رکعتوں میں قرأت پڑھی جاوے والسنۃ السور الثلث وزیادۃ المعوذتین لم یختر ہا الجمہور اور مسنون تین سورتیں ہیں یعنی اول میں سورہ اعلیٰ اور دوسری میں سورہ کافرون اور تیسری میں اخلاص اور زیادتی معوذتین کو جمہور فقہا نے پسند نہیں کیا یعنی تیسری رکعت میں بعد سورہ اخلاص کے سورہ فلق اور ناس پڑھنا مختار نہیں وکبر قبل رکوع ثالثۃ رافعا یدیہ کما مر ثم یعتمد قبیل کالدائی وقنت قبہ اللہ اکبر کہے پہلے تیسری رکعت کے رکوع کرنے کے اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر جیسا کہ گذرا یعنی تکبیر تحریمہ کی طرح کانوں تک اٹھاوے پھر ہاتھ باندھ لے اور بعض نے کہا کہ کھلے رکھے دعا مانگنے والے کی طرح یعنی چھاتی تک اٹھا دے اور ہتیلیاں آسمان کی طرف رکھے یہ قول امام ابو یوسف کا ہے اور ضعیف ہے اور دعا کرے اس میں ھم شامی نے کہا کہ ضمیر فیہ کی وتر کی طرف ہے یا ماقبل رکوع کے ویسن الدعاء المشہور ویصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بہ یفتی اور مسنون ہے دعا مشہور اور درود پڑھے آں حضرت صلی اللہ علیہ پر اسی پر فتویٰ ہے ھم دعاء قنوت مشہور یہ ہے (اللّٰھم[1] انا نستعینک ونستغفرک ونؤمن بک ونتوکل علیک ونثنی علیک الخیر ونشکرک ولا نکفرک ونخلع ونترک من یفجرک اللّٰھم ایاک نعبد ولک نصلی ونسجد والیک نسعی ونحفد ونرجو رحمتک ونخشی عذابک الجد ان عذابک بالکفار ملحق) اور حضرت امام حسن بن علی مرتضیٰ سے مروی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت کے لیے مجھ کو یہ دعا سکھائی (اللّٰھم اہدنی فیمن ہدیت وعافنی فیمن عافیت وتولنی فیمن تولیت وبارک لی فیما اعطیت وقنی شر ما قضیت انک تقضی ولا یقضی علیک وانہ لا یذل من والیت ولا یعز من عادیت تبارکت ربنا وتعالیت نستغفرک ونتوب الیک) طحطاوی اور شارح منیہ کہا کہ بہتر یہ ہے ان دعاؤں کو قنوت میں ملا لیا کرے اور صیغہ درود کا بعد دعا قنوت کے بحر الرائق میں کہا کہ مثل التحیات کے درود ہے اور نووی اور حلبی نے کہا کہ مستحب یہ ہے کہ یوں کہے (وصلی اللہ علی سیدنا محمد النبی وآلہ وسلم) اور نسائی کی روایت میں ان الفاظ سے وارد ہے (وصلی اللہ علی النبی) بہر حال درود پڑھنا ضرور ہے کیوں کہ طبرانی میں حضرت علی مرتضیٰ سے مروی ہے کہ ہر دعا رکی رہتی ہے جب تک آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھا جاوے شامی نے کہا کہ جو شخص دعا قنوت پڑھنا نہ جانتا ہو تو وہ اس کی جگہ یہ آیت پڑھے (رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ) یا تین بار (اللّٰھم اغفرلی) کہہ لے یا تین بار (یارب) کہہ لے وصح الجد بالکسر بمعنی الحق وملحق بمعنی لاحق ویخفد بدال مہملہ بمعنی نسرع فان قراہ بذال معجمۃ فسدت خانیۃ لانہ کلمۃ مہملۃ اور صحیح ہوا ہے یعنی ابوداؤد کی حدیث مرسل میں وارد ہے الجد بکسر جیم وتشدید دال بمعنی حق کے بعد لفظ عذابک کے دو جگہ اور ملحق بمعنی لاحق ہے یعنی ملنے والا اور یخفد بفتح نون اور کسرۂ فا اور ضمہ دال مہملہ ہے اس کے معنی ہیں ہم جلدی کرتے ہیں پس اگر نمازی اس کلمہ کو دال معجمہ سے پڑھے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی کذا فی الخانیۃ شاید فساد نماز اس لیے ہے کہ یہ کلمہ بے معنی ہے ھم طحطاوی نے کہا کہ یہ کلمہ بے معنی نہیں اس لیے کہ براق کی صفت میں حدیث میں مذکور ہے یخفد بہما یعنی استعانت لیتا تھا چلنے پر اپنے دونوں بازوؤں سے مخافتا علی الاصح مطلقا ولو اماما لحدیث خیر الدعا الخفی دعا قنوت پڑھے آہستہ صحیح تر قول کے بموجب مطلقاً اگرچہ امام ہو یوم

---

[1] یا اللہ ہم تجھ سے مدد مانگتے ہیں اور تجھ سے بخشش چاہتے ہیں اور تجھ پر ایمان لاتے ہیں اور تجھ پر بھروسہ کرتے ہیں اور تیری تعریف کرتے ہیں بھلائی سے اور تیرا شکر کرتے ہیں اور تیری ناشکری نہیں کرتے اور دل سے بیزار ہیں ۱۲

[2] اور چھوڑتے ہیں اس کو جو تیرا حکم نہ مانے الٰہی ہم تجھی کو عبادت کرتے ہیں اور تیرے ہی واسطے نماز پڑھتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں اور تیرے طرف چلتے ہیں اور سرعت کرتے ہیں اور توقع کرتے ہیں تیری رحمت کی اور ڈرتے ہیں تیرے سچے عذاب سے بے شک تیرا سچا عذاب کافروں سے ملنے والا ہے ۱۲ [3] یا اللہ راہ دکھا مجھ کو ان کے ساتھ جن کو تو نے راہ دکھائی اور عافیت دے مجھ کو ان میں جنکو تو نے عافیت دی اور دوست رکھ مجھ کو ان میں جن کو تو نے دوست رکھا اور برکت دے اسمیں جو تو نے عطا کیا اور بچا مجھ کو اس بات کی برائی سے جو تو مقدر کی البتہ تو حکم کرتا ہے اور تجھ پر حکم نہیں ہوتا اور نہیں ذلیل ہوتا جسکو تو دوست رکھے اور نہیں عزت پاتا جس سے تو عداوت رکھے برکت والا ہے تو اے رب اور بزرگ ہے ہم تجھ سے بخشش چاہتے ہیں اور تیرے سامنے توبہ کرتے ہیں ۱۲

Marfat.com

اس حدیث کے کہ بہتر دعا آہستہ ہے ھ اس علت کے بیان کرنے سے یہ معلوم ہوا کہ آہستہ پڑھنا واجب نہیں اور مطلقاً سے یہ غرض ہے کہ امام ہو یا مقتدی یا اکیلا ادا پڑھتا ہو یا قضا رمضان کے وتر ہوں یا غیر رمضان کے سب صورتوں میں آہستہ پڑھے کذا فی الشامی **وصح الاقتداء فیہ ففی غیرہ** اولی ان لم یتحقق منہ مالیفسدہ لفی اعتقادہ فی الاصح کما بسطہ فی البحر **بشافعی مثلاً لم یفصلہ بسلام** لاان فصلہ علی الاصح فیہما للاختلاف وان اختلف الاعتقاد اور درست ہے وتر میں اقتدا حنفی کا پیچھے شافعی کے مثلاً جو وتر کو سلام سے جدا نہ کرے یعنی دو رکعت پر سلام نہ پھیرے تو وتر کے غیر میں اقتدا بطریق اولی درست ہے بشرطیکہ امام سے کوئی ایسا امر متحقق نہ ہو جو نماز کا مفسد ہو مقتدی کے اعتقاد میں صحیح تر قول میں چنانچہ مشرح بیان کیا ہے اس کو بحر الرائق میں نہیں درست ہے اقتدا اگر جدا کیا امام نے وتر کو دو گانہ کے بعد سلام پھیرنے سے صحیح تر قول کے بموجب دونوں کے یعنی اقتدا میں اور فاصلہ سلام نہ ہونے میں اقتدا درست ہے بسبب اتحاد نیت کے اگرچہ اعتقاد امام اور مقتدی کا مختلف ہو امام سنت ہونے کا معتقد ہے اور مقتدی واجب ہونے کا مگر نیت دونوں کی وتر ہی پڑھنے کی ہے ھ غیر وتر میں وجہ اولویت کی یہ ہے کہ نفل اور فرض میں نیت دونوں کی ایک ہوگی بخلاف وتر کے کہ امام سنت کی نیت کرے گا اور مقتدی وتر کی تو جب اختلاف کے ساتھ اقتدا درست ہوا تو اتحاد میں بطریق اولی درست ہونا چاہیے اور مثل شافعی سے یہ غرض ہے کہ جو وتر کے مسنون ہونے کا معتقد ہو اور قول اصح کے مقابل اقتدا میں یہ ہے کہ اقتدا درست نہیں اس لیے کہ نفل والے کے پیچھے اقتدا واجب پڑھنے والے کا درست نہیں اور سلام سے فاصلہ کرنے میں قول اصح کا مقابل یہ ہے کہ باوجود فاصلہ کے اقتدا جائز ہے کذا فی الشامی **ولذا نوی الوتر لا الوتر الواجب** کما فی العیدین للاختلاف اور اسی وجہ سے یعنی بوجہ اختلاف کے مقتدی نیت وتر کی کرے نہ نیت وتر واجب کی جیسے عیدین میں بسبب اختلاف واجب اور مسنون ہونے کے نیت واجب کی نہ کرے ھ یعنی نیت واجب کی اگر نہ کرے گا تو امام اور مقتدی کی نیت متحد ہو جائے گی **وبالقنوت الوتر ولو بشافعی یقنت بعد الرکوع** لانہ مجتہد فیہ لاالفجر لانہ منسوخ **بل یقف** ساکتا علی الاظہر **مرسلا یدیہ** اور مقتدی دعا قنوت پڑھے اگرچہ پیچھے شافعی کے مقتدی ہو جو رکوع کے بعد دعا پڑھتا ہے اس لیے کہ مقام قنوت پڑھنے کا مختلف فیہ ہے اور مختلف فیہ مسئلہ میں متابعت امام غیر حنفی کی درست ہے نہ قنوت پڑھے نماز فجر میں اس لیے کہ فجر میں قنوت کا پڑھنا منسوخ ہے اور منسوخ چیز میں اقتدا درست نہیں بلکہ خاموش کھڑا رہے ظاہر تر قول کے بموجب ہاتھوں کو لٹکائے ہوئے ھ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں عرب کے چند قبیلوں پر جنہوں نے ستر یا اسی قاریوں کو مار ڈالا تھا رکوع کے بعد دعا بد فرماتے تھے جب آپ نے ان پر فتح پائی تو دعا کو ترک فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ منسوخ ہو گئی کذا فی الامداد طحطاوی نے کہا کہ مصیبت کے وقت میں اب بھی فجر کی نماز میں اگر کوئی دعا پڑھے تو کچھ مضائقہ نہیں **ولو نسیہ ای القنوت ثم تذکرہ فی الرکوع لا یقنت لفوات محلہ ولا یعود الی القیام** فی الاصح لان فیہ رفض الفرض للواجب اور اگر نمازی قنوت کو بھول گیا پھر رکوع میں اس کو یاد کیا تو رکوع میں اس کو نہ پڑھے بلکہ جاتے رہنے اس کے محل کے یعنی اس کا پڑھنا محض قیام میں مقرر ہے جاتا رہا اور نہ رجوع کرے قیام کی طرف صحیح تر قول میں یعنی رکوع کو چھوڑ کر قنوت پڑھنے کے لیے پھر نہ کھڑا ہو اس لیے کہ اس میں قنوت واجب کے لیے فرض رکوع کو چھوڑنا ہے ھ دوسری روایت امام سے یہ ہے کہ پھر قیام کر کے قنوت پڑھے اور دوبارہ رکوع کرے مگر صحیح تر پہلی روایت ہے **فان عاد الیہ وقنت ولم یعد الرکوع لم تفسد صلوتہ لکون رکوعہ بعد قراءۃ تامۃ وسجد للسہو** قنت اولا لزوالہ عن محلہ پس اگر نمازی نے قیام کی طرف عود کیا اور قنوت پڑھ کر دوبارہ رکوع نہ کیا تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی بسبب اس کے رکوع سابق کے پوری قرأت کے بعد اور سجدہ کرے سہو کا قنوت پڑھا ہو یا نہ پڑھا ہو بسبب ٹل جانے قنوت کے اپنی جگہ سے ھ اس مسئلہ کی چار صورتیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ رکوع میں قنوت پڑھا دوسری یہ کہ رکوع سے سر اٹھا کر پڑھا اور رکوع پھر سے کیا تیسری یہ کہ سر اٹھا کر پڑھا اور رکوع دوبارہ نہ کیا چوتھی یہ کہ بالکل قنوت نہ پڑھا نہ رکوع میں نہ اس سے کھڑا ہو کر تو چاروں صورتوں میں سجدہ سہو اس وجہ سے ہے کہ

Marfat.com

قنوت اپنی جگہ پر نہ رہا کذا فی الحلبی رکع الامام قبل فراغ المقتدی من القنوت قطعه وتابعه ولو لقیه منه شیئا ترکه ان خاف فوت الرکوع معه بخلاف التشهد لان المخالفة فیما هو من الارکان او الشرائط مفسد لا فی غیره درر امام نے رکوع کیا پیشتر مقتدی کے فارغ ہونے کے قنوت سے تو مقتدی باقی قنوت کو ترک کرے اور امام کی پیروی کرے اور اگر مقتدی نے قنوت میں سے کچھ نہ پڑھا ہو تو قنوت کو ترک کرے اگر ڈرے کہ امام کے ساتھ رکوع نہ ملے گا بخلاف تشہد کے یعنی اگر تشہد کچھ باقی رہ گیا ہو تو اس کو پورا کرکے امام کی متابعت کرے قنوت کو ترک کرے اس لیے کہ امام کی مخالفت ان امور میں کہ ارکان ہیں یا شرائط نماز کی مفسد ہے نہ غیر ارکان و شرائط میں مخالفت کرنی کذا فی الدرر شامی نے کہا کہ یہ تعلیل رکیک ہے کیوں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ متابعت مذکورہ فرض ہے چنانچہ متابعت بدون تاخیر ان فرائض و واجبات میں واجب ہے جہاں کوئی دوسرا واجب پیش نہ ہو تو وجہ فرق تشہد اور قنوت میں یہ کہنی چاہیے کہ قنوت کا پڑھنا سنت ہے اور رکوع میں امام کی متابعت واجب تو جب ادائے سنت میں خوف ترک واجب کا ہو تو سنت کو ترک کرنا چاہیے اور تشہد کا پورا کرنا واجب ہے اور امام کی متابعت بھی واجب تو ایک واجب کے لیے دوسرے کو چھوڑنا ضرور نہیں قنت فی اولی الوتر او ثانیته سهوا لم یقنت فی ثالثته اما لو شک انه فی ثانیته او ثالثته کره مع القعود فی الاصح والفرق ان الساهی قنت علی انه موضع القنوت فلا یتکرر بخلاف الشاک درر الحلبی تکرارہ لہا نمازی نے وتر کی پہلی رکعت یا دوسری میں بھول کر قنوت پڑھ لیا تو وہ تیسری رکعت میں قنوت نہ پڑھے اور اگر اس نے شک کیا کہ وہ وتر کی دوسری رکعت پڑھتا ہے یا تیسری میں ہے تو قنوت کو مکرر کرے بیٹھنے کے ساتھ صحیح تر قول میں یعنی قنوت پڑھ کر قعدہ کرے پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت اور پڑھے اور اس میں قنوت پڑھے کیوں کہ دونوں رکعتوں پر احتمال ہے کہ تیسری ہو اور فرق یہ ہے کہ بھولنے والے نے قنوت پڑھا اس خیال سے کہ مقام قنوت کا وہی ہے اس لیے اب قنوت مکرر نہ ہوگا بخلاف شک کرنے والے کے اور حلبی نے ترجیح دی ہے مکرر قنوت پڑھنے کی دونوں کو یعنی بھولنے اور شک کرنے والے کو ھم شامی نے کہا کہ حلیہ اور بحر الرائق میں بھی موافق حلبی کے قول کے ہے واما المسبوق فیقنت مع امامه فقط ویصیر مدرکا بادراک رکوع الثالثة اور مسبوق صرف قنوت پڑھے اپنے امام کے ساتھ کیوں کہ اس کی آخر نماز وہی ہے اور جب ایک بار امام کے ساتھ پڑھ چکا تو دوبارہ پڑھنا مشروع نہیں اور ہو جاوے گا پانے والا قنوت کا تیسری رکعت وتر کی رکوع پانے سے یعنی جب مسبوق نے تیسری رکعت کا رکوع پایا تو کل رکعت اس کو مل گئی اب باقی دو رکعتوں میں اگر قنوت پڑھے گا تو بے جگہ ٹھہرے گا اس لیے کہ اس کی جگہ تیسری رکعت ہے جو ہو چکی کذا فی الطحطاوی ولا یقنت لغیره الا لنازلة فیقنت الامام فی الجهریة وقیل فی الکل اور قنوت نہ پڑھے وتر کے سوا دوسری نماز میں مگر کسی مصیبت کے وقت کہ امام قنوت پڑھے جہری نمازوں میں اور بعض فقہا کا قول یہ ہے کہ سب نمازوں میں پڑھے جہری ہوں یا سری ہم نماز جہری میں قنوت پڑھنا بحر الرائق میں شرح نقایہ سے مذکور ہے مگر اشباہ میں غایت سے منقول ہے کہ مصیبت کے وقت امام نماز فجر میں قنوت پڑھے اور عبارت شارح منیہ سے بھی بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ حنفیوں کے نزدیک قنوت مصیبت کا خاص فجر کی نماز میں ہے نہ اور کسی نماز جہری یا سری میں بلکہ سری نمازوں میں تو بجز امام شافعی کے اور کوئی قائل قنوت پڑھنے کا نہیں اور بحر الرائق میں اس کو محدثین کا مذہب لکھا ہے تو شارح کو مناسب تھا کہ اس پر آگاہ کر دیتا تاکہ سری نماز کے قنوت کو کوئی روایت مذہب نہ سمجھے پھر قنوت کا موقع نماز فجر میں دوسری رکعت کے رکوع کے بعد ہے شرنبلالی نے اس کی تصریح کی ہے کذا فی الشامی مستفاد فائدة یہ ایک کام کی بات ہے فسته یتبع فیها الامام قنوت وقعود اول وتکبیر عید وسجدة تلاوة وسهو دابعة لا یتبع فیها زیادة تکبیر عید وجنازة ورکن وقیام لنا مستہ پانچ باتیں ہیں جن میں امام کی متابعت کی جائے یعنی اگر امام ان کو کرے تو مقتدی بھی کرے اور اگر نہ کرے تو وہ بھی نہ کرے کذا فی الحلبی اوّل قنوت پڑھنا دوم قعدہ اولی سوم تکبیر عید چہارم سجدہ تلاوت پنجم سجدہ سہو کہ اگر امام ان چیزوں کو کرے تو مقتدی بھی کرے اور اگر سہواً اس سے رہ جائیں تو مقتدی بھی چھوڑ دے اور امام کی متابعت کرے اور چار چیزیں ایسی ہیں کہ ان میں متابعت

Marfat.com

امام کی نہ کی جائے یعنی اگر امام ان کو کرے تو مقتدی نہ کرے اوّل زیادہ کرنا تکبیر عید کا مثلاً امام اگر چوتھی تکبیر کہے تو مقتدی اس کا ساتھ نہ دے دوم زیادہ کرنا تکبیر جنازہ کا کہ اگر امام چار تکبیروں سے زیادہ کرے تو مقتدی متابعت نہ کرے سوم زیادہ کرنا کسی رکن کا مثلاً دو بار رکوع کرنا یا تین بار سجدہ کرنا چہارم کھڑا ہو جانا امام کا پانچویں رکعت کے لیے ھم شامی نے کہا کہ چوتھی صورت رکن کے زیادہ کرنے میں داخل ہے تو اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہ تھی وثمانیۃ تفعل مطلقاً الرفع لتحریمۃ والثناء وتکبیر انتقالٍ وتسمیع وتسبیح وتشہد وسلام وتکبیر تشریق اور آٹھ باتیں ہیں کہ مطلقاً کی جائیں یعنی امام ان کو کرے یا نہ کرے مقتدی ان کو کرے اوّل ہاتھ اٹھانا تکبیر تحریمہ کے لیے دوم سبحانک اللھم الخ سوم تکبیر انتقال یعنی ایک رکن سے دوسرے میں جانے کو اللہ اکبر کہنا چہارم سمع اللہ لمن حمدہ کہنا کہ اگر امام نہ کہے تو مقتدی ربنا لک الحمد کہہ لے پنجم تسبیح رکوع اور سجدہ کی ششم تشہد یعنی التحیات اس صورت میں کہ امام بیٹھ جاوے لیکن اگر قعدہ اولیٰ میں نہ بیٹھے امام تو مقتدی کو اس کی متابعت چاہیے چنانچہ گذرا ہفتم سلام پھیرنا یعنی اگر امام بول پڑے یا مسجد سے نکل جاوے تو مقتدی سلام پھیر لیں کذا فی الطحطاوی ہشتم تکبیر تشریق وسُنَّ موکدا اربع قبل الظہر واربع قبل الجمعۃ واربع بعدہا بتسلیمۃ وتسلیمتین لم تنب عن السنۃ ولذا لو نذرہا لا یخرج عنہ بتسلیمتین وبعکسہ یخرج اور سنت مؤکدہ ہیں چار رکعتیں پہلے ظہر کے اور چار پہلے جمعہ کے اور چار بعد جمعہ کے ایک سلام سے اور اگر دو سلام سے پڑھے گا تو سنت کے قائم مقام نہ ہوں گی اور اسی لیے اگر چار رکعتوں کی نذر ایک سلام سے کرے گا تو نذر سے باہر نہ ہوگا دو سلاموں کے ساتھ پڑھنے سے اور اس کے عکس میں یعنی نذر کی دو سلاموں سے پڑھنے کی اور ایک سلام سے چاروں کو پڑھا تو نذر سے باہر ہو جائے گا ورکعتان قبل الصبح وبعد الظہر والمغرب والعشاء اور سنت مؤکدہ ہیں دو رکعتیں صبح کے پیش تر اور دو ظہر کے بعد اور دو مغرب کے بعد اور دو عشاء کے بعد شرعت البعدیۃ لجبر النقصان والقبلیۃ بقطع طمع الشیطان مشروع ہوئی ہیں بعد کی سنتیں واسطے پورا کرنے نقصان کے یعنی فرائض میں کسی عذر مثلاً نسیان وغیرہ سے اگر کمی ہوئی ہوگی تو آخرت میں بعد کی سنتیں اس کی کمی کو پورا کر دیں گی اور مشروع ہوئی ہیں پہلے کی سنتیں واسطے قطع کرنے شیطان کی طمع کے یعنی جب آدمی سنتوں کو پڑھے گا تو شیطان کہے گا کہ جو چیز اس پر فرض نہ تھی اس کو اس نے ترک نہ کیا تو فرض کو کیسے ترک کرے گا ھم ان سنتوں کے مؤکد ہونے کی یہ وجہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان پر مواظبت فرماتے تھے چنانچہ مسلم میں حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہے کہ آپ ظہر سے پیش تر چار رکعتیں اور بعد ظہر دو رکعتیں اور بعد مغرب دو اور بعد عشاء دو اور قبل فجر سے دو پڑھا کرتے تھے اور بحر الرائق میں ہے کہ سنت مؤکدہ مثل واجب کے ہے کہ اس کے ترک کرنے سے گناہ ہوتا ہے اور تارک مستحق ملامت ٹھہرتا ہے بشرطیکہ بلا عذر ترک کرے کذا فی الشامی ویستحب اربع قبل العصر وقبل العشاء وبعدہا بتسلیمۃ وان شاء رکعتین وکذا بعد الظہر لحدیث الترمذی من حافظ علی اربع قبل الظہر واربع بعدہا حرمہ اللہ علی النار اور مستحب ہیں چار رکعتیں پہلے عصر اور پہلے عشا کے اور چار بعد عشا کے ایک سلام سے اور اگر چاہے تو دو رکعتیں پڑھے اور اسی طرح ظہر کے بعد چاہے چار ایک سلام سے پڑھے چاہے دو رکعتیں پڑھے بسبب حدیث ترمذی کے کہ جو کوئی محافظت کرے چار رکعتوں پر ظہر سے پہلے اور چار بعد نماز ظہر کے تو اللہ تعالیٰ اس پر آگ کو حرام کر دیتا ہے یعنی اس کو دوزخ میں نہ ڈالے گا وستت بعد المغرب لیکتب من الاوابین بتسلیمۃ او تنتین او ثلاث والاول اوثق اور مستحب ہیں چھ رکعتیں مغرب کے بعد تاکہ نمازی اوابین سے لکھا جائے یعنی رجوع کرنے والوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف چھ رکعتیں ایک سلام سے مستحب ہیں یا دو سے یا تین سے اور اول صورت یعنی ایک سلام سے پڑھنا زیادہ ویرپا اور بہت مشکل کا ہوتا ہے ھم وجہ اس کے مشکل ہونے کی یہ ہے کہ نفس کو ایک ہی تحریمہ پر بہت دیر تک روکنا پڑتا ہے شامی نے خیر الدین رملی سے نقل کیا کہ افضل یہ ہے کہ ہر شفعہ پر سلام پھیرتا جائے وہل تحسب المؤکدۃ من المستحب ویؤدی الکل بتسلیمۃ واحدۃ اختارہ الکمال نعم اور کیا شمار کی جاوے گی سنت مؤکدہ مستحب سے اور ادا کی جاوے گی دونوں ایک سلام سے کمال نے پسند کیا ہے کہ ہاں ھم کمال الدین نے فتح القدیر

Marfat.com

میں ذکر کیا ہے کہ چار رکعتیں جو بعد ظہر یا عشاء کے مستحب ہیں اس میں اختلاف ہے کہ وہ چاروں جداگانہ مستحب ہیں سوا دو رکعت سنت موکدہ کے یا انکے ساتھ شمار کی جاتی ہیں پھر اگر مع سنت مؤکدہ کے مل کر چار شمار ہوتی ہیں تو ان کے ساتھ ایک ہی سلام میں ادا ہو جاتی ہیں یا نہیں تو اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ ایک سلام سے دونوں ادا نہ ہونگی اور خود کمال الدین نے یہ اختیار کیا ہے کہ جب نمازی چار رکعتیں ایک سلام خواہ دو سے پڑھے گا تو وہ سنت موکدہ اور مستحب دونوں سے کافی ہوں گی کذا فی الشامی وھر راباحۃ رکعتین خفیفتین قبل المغرب داقرہ فی البحر والمصنف اور کمال الدین نے نہایت عمدہ تنقیح کے ساتھ ثابت کیا ہے مباح ہونا دو ہلکی سی رکعتوں کا مغرب سے پیش تر اور ثابت رکھا ہے اس کو بحر الرائق میں اور مصنف نے ھم حاصل تقریر کمال کا یہ ہے کہ قبل مغرب کے دو رکعتیں نہ مستحب ہیں نہ مکروہ بلکہ اختصار کے ساتھ اگر پڑھی جائیں تو مباح ہیں کذا فی الشامی ملتقطا والسنن اکدہا سنۃ الفجر اتفاقا ثم الاربع قبل الظہر فی الاصح لحدیث من ترکہا لم تنلہ شفاعتی ثم الکل سواء اور سنتوں میں مؤکد زیادہ فجر کی سنتیں ہیں بالاتفاق پھر چار ظہر کے پہلے کی صحیح تر قول میں بسبب اس حدیث کے کہ جو کوئی ظہر کی سنتوں کو چھوڑے گا نہیں پہنچے گی اس کو میری شفاعت پھر سب سنتیں برابر ہیں ھم فجر کی سنتیں زیادہ مؤکد اس لیے ہوئیں کہ صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی نفل نماز کی اتنی خبر گیری نہ فرماتے جتنی فجر کی دو رکعتوں کی فرماتے کذا فی الشامی طحطاوی نے کہا کہ عدم شفاعت سے مراد غالباً شفاعت خاص ہے جو زیادتی درجات کے لیے ہوگی ورنہ شفاعت عظمیٰ تو سب کے لیے عام ہوگی وقیل لوجوبہا فلا یجوز صلوتہا قاعدا ولا راکبا اتفاقا بلا عذر علی الاصح اور بعض فقہا نے سنت فجر کے واجب ہونے کو کہا ہے تو نہیں جائز ہے پڑھنا اس کا بیٹھ کر اور سواری کی حالت میں بالاتفاق بدون عذر کے صحیح تر قول کے بموجب ھم واجب ہونے کی صورت میں بیٹھ کر اور سواری پر ناجائز ہونا ظاہر ہے اور سنت مؤکدہ کہنے کی صورت میں اس لیے ناجائز ہے کہ یہ سنتیں ہم پلہ واجب کے ہیں کذا فی الطحطاوی ولا یجوز ترکہا لعالم صار مرجعا فی الفتاوی بخلاف باقی السنن فلہ ترکہا لحاجۃ الناس الی فتواہ اور نہیں جائز ہے چھوڑنا فجر کی سنتوں کا اس عالم کو جس کے پاس سب لوگ فتوی پوچھنے آتے ہیں بخلاف باقی سنتوں کے کہ اس کو ان کا ترک کرنا درست ہے بسبب حاجت لوگوں کے اس کے فتوی کی طرف ھم شامی نے کہا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ فتوی دینے کی حالت میں لوگوں کے ہجوم کے باعث اور سنتوں کو ترک کر دے اور بعد فراغت پانے کے پڑھ لے جیسے جماعت کے فوت ہونے کے خوف سے ترک درست ہے ویخشی الکفر علی منکرہا اور خوف کفر ہے سنت فجر کے منکر پر یعنی جو اس کی مشروعیت کا منکر ہو بوجہ کسی شبہہ یا تاویل کے ورنہ قطعاً کافر ہوگا کہ جس چیز پر اجماع ہے اس کا منکر ہونا کفر ہے کذا فی الشامی وتقضی اذا فاتت معہ بخلاف الباقی اور سنت فجر قضا پڑھی جائے جب کہ فوت ہوگئی ہوں فرض کے ساتھ بخلاف باقی سنتوں کے کہ ان کی قضا نہیں ھم شامی نے کہا کہ وقت قضا ان سنتوں کا زوال سے پیش تر ہے تو بعد زوال قضا نہ پڑھی جائیں اگرچہ فرض کے ساتھ ہوں اور اگر تنہا فوت ہوئی ہوں تو طلوع آفتاب سے پیش تر ان کی قضا نہ چاہیے ولو صلی رکعتین مقطوعا مع ظن ان الفجر لم یطلع فاذا ہو طالع او صلی اربعا فوقع رکعتان بعد طلوعہ لا تجزیہ عن رکعتیہا علی الاصح بخلاف ان السنۃ ما واظب علیہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم بتحریمۃ مبتدءۃ اور اگر نماز پڑھی دو رکعتیں نفل اس گمان سے کہ فجر نہیں طلوع ہوئی پھر دیکھا تو صبح ہوگئی یا نماز پڑھی چار رکعتیں اور دو رکعتیں بعد آفتاب نکلنے کے ہوئیں تو اس کو دو رکعتوں سے فجر کی سنتوں کی کافی نہ ہوں گی قول اصح پر کذا فی التبیین اس لیے کہ سنت وہ ہے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جدا تحریمہ سے مواظبت فرمائی ہے ھم حوالہ تبیین کا صرف متعلق دوسرے مسئلہ سے ہے اور مسئلہ اول خلاصہ میں مذکور ہے اور علت شارح نے دوسرے مسئلہ کی بیان کی ہے اور تبیین میں پہلے مسئلہ میں سنت فجر سے کافی ہونا لکھا ہے اور نہر الفائق میں اسی کو وجہ بیان کیا ہے کذا فی الشامی وتکرہ الزیادۃ علی اربع فی نفل النہار وعلی ثمان لیلا بتسلیمۃ لانہ لم یرد والافضل فیہما الرباع بتسلیمۃ وقالا فی اللیل المثنی افضل قیل وہو الاصح اور مکروہ ہے زیادہ پڑھنا چار رکعتوں سے ایک سلام میں دن کی نفلوں کو اور آٹھ سے زیادہ رات کی نفلوں کو اس لیے کہ اس قدر سے زائد حدیث میں وارد نہیں اور افضل رات دن دونوں میں چار چار

Marfat.com

رکعتوں کا پڑھنا ہے ایک سلام سے اور صاحبین نے فرمایا کہ دو دو کا پڑھنا افضل ہے کہتے ہیں کہ فتوی صاحبین کے ہی قول پر ہے ھم اس فتوے کو معراج میں عیون کی طرف منسوب کیا ہے اور نہر الفائق میں علامہ قاسم کے قول سے امام کے قول کو ترجیح دی ہے کذا فی الشامی مخیر اًولا یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی القعدۃ الاولی فی الاربع قبل الظھر والجمعۃ وبعدھا ولو صلی ناسیا فعلیہ السھو وقیل لا شمنی اور درود نہ پڑھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قعدہ اولی میں ظہر اور جمعہ کی پیش ترک چار سنتوں میں اور جمعہ کے بعد کی چار میں اور اگر بھولے سے درود پڑھ لیا تو اس پر سجدہ سہو لازم ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ سجدۂ سہو نہیں کذا فی الشمنی ھم شامی نے کہا کہ جمعہ کے بعد چار رکعتوں میں درود پڑھنے سے سجدہ سہو کا لازم آنا مسلم نہیں کیوں کہ ان کا حکم اور سنتوں کا سا نہیں اس لیے ان کو دو سلاموں سے پڑھنا درست ہے ولا یستفتح اذا قام الی الثالثۃ منھا لانہا کذا اشبھت الفریضۃ اور جب تیسری رکعت کے لیے ان سنتوں مذکورہ سے کھڑا ہو تو دعائے استفتاح یعنی سبحانک اللھم الخ نہ پڑھے اس لیے کہ یہ سنتیں بوجہ اپنے مؤکد ہونے کے فرض کے مشابہ ہو گئی ہیں وفی البواقی من ذوات الاربع یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویستفتح ویتعوذ ولو نذرا لان کل شفع صلوۃ وقبل لا یأتی فی الکل وصحح فی القنیۃ اور باقی نوافل چار رکعت والوں میں درود پڑھے قعدہ اولی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور تیسری رکعت میں دعائے استفتاح اور اعوذ پڑھے اگرچہ وہ نماز نذر ہو اس لیے کہ ہر دوگانہ نوافل کا نماز جداگانہ ہے اور بعض فقہا کہتے ہیں کہ سب سنتوں میں دعا اور درود نہ پڑھے اور صحیح کہا ہے اس قول کو قنیہ میں ھم نماز نذر کو اس لیے شامل کیا کہ اس کا وجوب عارضی ہو درحقیقت وہ بھی نفل ہے کذا فی الطحطاوی وکثرۃ الرکوع والسجود احب من طول القیام کما فی المجتبی ورجحہ فی البحر لکن نظر فیہ فی النہر من ثلاثۃ اوجہ اور دیر تک رکوع اور دیر تک سجدہ کرنا زیادہ اچھا ہے بہ نسبت بہت قیام کرنے کے چناں چہ مجتبی میں ہے اور ترجیح دیا ہے اس کو بحر الرائق میں مگر اعتراض کیا ہے اس میں نہر الفائق کے اندر تین وجہوں سے ھم وجہ اوّل یہ ہے کہ قیام ہر چند وسیلہ ہے مگر اس کے طول کی خوبی اس باعث سے ہے کہ اس میں قرأت بہت ہوگی اور قرأت اگرچہ تمام قرآن کو پہنچ جائے سب فرض ہوگی بخلاف رکوع اور سجدہ کی تسبیحوں کے دوسری وجہ یہ ہے کہ قرأت کے رکن زائد ہونے کو فضیلت میں کچھ تاثیر نہیں تیسری وجہ یہ ہے کہ موضوع مسئلہ کا نماز نفل ہے اور اس کی سب رکعتوں میں قرأت واجب ہے کذا فی الشامی ونقل عن المعراج ان ہذا قول محمد وان مذہب الامام افضلیۃ القیام وصحح فی البدائع قلت وہکذا رأیتہ بنسختی المجتبی معزیا لمحمد فقط فتنبہ اور صاحب نہر الفائق نے معراج سے نقل کیا کہ کثرت رکوع وسجود کا افضل ہونا قول ہے امام محمد کا اور یہ کہ قول امام کا افضل ہونا قیام کا ہے اور تصحیح کی ہے اس کی بدائع میں میں کہتا ہوں اور ایسا ہی میں نے دیکھا ہے مجتبی کے اپنے نسخہ میں منسوب امام محمد کی طرف فقط پس تو خبردار ہو جا ھم حلبی نے کہا کہ نسخہ مضاف ہے یا متکلم کی طرف اور مجتبی اس سے بدل واقع ہوا ہے وہل طول قیام الاخرس افضل کالقاء لم ارہ اور کیا گونگے کا زیادہ قیام کرنا افضل ہے مثل قاری کے اس کا حکم میں نے نہیں دیکھا ھم شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ گونگا چوں کہ حکما قاری ہے تو اس کا قیام بلاشبہ افضل ہے ویسن تحیۃ رب المسجد وہی رکعتان واداء الفرض اونحوہ وکذا دخولہ بنیۃ فرض او اقتداء ینوب عنہا بلا نیۃ اور مسنون ہے تحیۃ المسجد یعنی تحفہ رب مسجد کے لیے اور وہ دو رکعتیں ہیں اور پڑھنا نماز فرض کا یا غیر فرض کا اور اسی طرح داخل ہونا نمازی کا مسجد میں فرض کی نیت سے یا اقتدا کی نیت سے قائم مقام ہو جاتا ہے تحیۃ المسجد کے بدون نیت کے ھم رب کی قید اس لیے لگائی کہ تحفہ دینے کے قابل صاحب خانہ ہوتا ہے نہ مکان تو معلوم ہوا کہ تحیۃ المسجد بحذف مضاف ہے کذا فی الحلیۃ وتکفیہ لکل یوم مرۃ ولا تسقط بالجلوس عندنا بحر اور کافی ہے آدمی کو ہر روز کے لیے ایک بار تحیۃ المسجد پڑھنا یعنی جب کسی عذر سے مسجد میں چند بار جائے تو تحیۃ المسجد ایک بار اول مرتبہ میں یا اور کسی مرتبہ میں پڑھ لے اور ساقط نہیں ہوتا تحیۃ المسجد مسجد میں بیٹھنے سے ہمارے نزدیک کذا فی البحر ھم اور یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ جب تم سے کوئی مسجد میں آوے تو نہ بیٹھے یہاں تک کہ دو رکعتیں پڑھے تو یہ بیان امر بہتر کا ہے کیوں کہ ابن حبان کی حدیث میں وارد ہے کہ آپ نے ابوذرؓ کو فرمایا کہ تحیۃ المسجد دو رکعتیں ہیں سو اٹھ اور ان کو پڑھ لے کذا الشامی

Marfat.com

الشامی قلت وفی الضیاء عن الموت من لم یتمکن منہا لحدث اوغیرہ یقول ندبا کلمات التسبیح الاربع اربعا میں کہتا ہوں اور ضیاء معنوی میں قوت القلوب سے منقول ہے کہ جو شخص قادر نہ ہو تحیۃ المسجد پر بسبب بے وضو ہونے یا کسی اور عذر کے وہ کہے مستحب طور پر چار تسبیحوں کے الفاظ چار بار یعنی (سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر) کو چار بار کہنا مستحب ہے اگر کسی وجہ سے تحیۃ المسجد نہ پڑھ سکے **ولو تکلم بین السنۃ والفرض لا یسقطہا ولکن ینقص ثوابہا وقیل یسقط وکذا کل عمل ینافی التحریمۃ علی الاصح قنیۃ** اور اگر کلام کیا درمیان سنت اور فرض کے خواہ سنتیں فرضوں سے پہلے کی ہیں یا پیچھے کی تو بولنا ساقط نہیں کرتا سنت کو مگر سنتوں کا ثواب کم کر دیتا ہے اور بعض فقہا نے کہا کہ سنتیں ساقط ہو جاتی ہیں یعنی ان کو پھر سے پڑھے اگر پہلے کی سنتیں ہوں کذا فی البحر اور اسی طرح ہر عمل جو تحریمہ کے مخالف ہو صحیح تر قول کے بموجب ساقط نہیں کرتا سنتوں کو بلکہ ثواب کم کر دیتا ہے کذا فی القنیہ وفی الخلاصۃ لو اشتغل ببیع او شراء او اکل اعاد ہا وبلقمۃ او شربۃ لا تبطل اور خلاصہ میں ہے کہ اگر مشغول ہوا بیع یا شرا یا کھانے میں تو سنتوں کو پھر سے پڑھے اور اگر مشغول ہوا ایک لقمہ یا ایک گھونٹ میں تو سنتیں باطل نہ ہوں گی **ویجیٔ لطعام ان خاف ذہاب حلاوتہ او لبعضہا تناولہ ثم سنن الا اذا خاف فوت الو** اور اگر کھانا لایا گیا تو اگر نمازی خوف کرے دور ہونے اس کے مزہ کا یا تھوڑی لذت جاتی رہنے کا تو اس کو کھا لے پھر سنتیں پڑھے مگر جب کہ ڈرے وقت کے جاتے رہنے سے تو اول سنتیں پڑھے پھر کھانا کھا دے **ھم** یعنی عمل مخالف عذر کی جہت سے سنتوں کو ساقط نہیں کرتا چنانچہ کھانے کا بے مزہ ہو جانا بھی عذر ہے تو اس کے لیے سنتوں کو تاخیر کر سکتا ہے **ولو اخرہا لآخر الوقت لا تکون سنۃ وقیل تکون** اور اگر سنتوں کو مؤخر کیا آخر وقت تک تو وہ سنتیں نہ ہوں گی اور ایک قول یہ ہے کہ سنتیں ہو جائیں گی **ھم** شامی نے کہا کہ قول آخر ہی صحیح تر ہے اس لیے کہ پہلا قول مبنی ہے اس پر کہ عمل مخالف کرنے سے سنتیں ساقط ہو جاتی ہیں اور اصح یہی ہے کہ ساقط نہیں ہوتیں **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے **الاسفار بسنۃ الفجر افضل وقیل لا خوب** چاندنی میں پڑھنا سنت فجر کا افضل ہے اور ایک قول یہ ہے کہ خوب روشنی میں پڑھنا افضل نہیں بلکہ اول وقت پڑھنا افضل ہے **ھم** شامی نے کہا کہ مؤید قول ثانی کا بحر الرائق کا قول ہے خلاصہ سے منقول ہے کہ فجر کی سنتیں تین امر میں مخصوص ہیں اوّل سورہ کافرون اور اخلاص کا پڑھنا دوم ان کو اول وقت میں پڑھنا سوم اپنے گھر پر یا مسجد کے دروازہ پر پڑھنا اور حدیث سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے چنانچہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب آپ کو فجر معلوم ہوتی تھی تو اٹھ کر دو رکعتیں ہلکی سے پڑھتے پھر داہنی کروٹ پر لیٹ رہتے یہاں تک کہ مؤذن تکبیر کہنے آپ کی خدمت میں آتا اس وقت آپ باہر نکلتے رواہ الشیخان **نذر السنن واتی بالمنذور فہو السنۃ وقیل لا** نذر کیا سنتوں کو پھر ادا کیا نذر کی نماز کو تو وہ سنت ہی ہو گی اور بعض فقہا نے کہا کہ سنت نہ ہو گی **ھم** بزازیہ میں کہا کہ نذر کے سبب سے اس کا سنت ہونا جاتا نہ رہے گا جیسے کوئی مثلاً ظہر کی سنتوں کی نیت کر کے توڑ دے پھر ان کو دوبارہ پڑھے تو وہ سنت ہی رہیں گی گو توڑنے سے وجوب کا وصف زائد ہو جائے گا اسی طرح یہاں وجوب نذر کے سبب سے ہوا ہے اصل واجب نہیں کہ سنت نہ رہیں **ارادا النوافل بنذر ہا ثم یصلیہا وقیل لا ارادہ کیا نوافل کا تو ان کو نذر کر** لے پھر پڑھ لے اور ایک قول یہ ہے کہ نذر نہ کرے **ھم** نفل کی قید سے معلوم ہوا کہ سنتوں کو نذر نہ کرے اور وجہ نذر کرنے کی . . . . . یہ ہے کہ نفلیں جب نذر کی نماز ہو جائیں گی تو ان کے پڑھنے سے واجب کا ثواب ملے گا اور قول راجح یہ ہے کہ نذر نہ کرے اس لیے کہ نذر کے بسبب سے عبادت میں ثقل اور نفس پر شاق ہونا پائے گا علاوہ اس کے مسلم کی حدیث میں نذر سے نہی وارد ہے کذا فی الشامی مختصراً **ترک السنن ان رآہا حقائم والاکثر ترک** کیا سنتوں کو کہ اگر ان کو حق سمجھتا ہے تب تو ترک سے گناہ گار ہو گا ورنہ کافر ہو جائے گا یعنی حقارت کی وجہ سے **والافضل فی النفل غیر التراویح المنزل الا لخوف شغل عنہا والاصح افضلیۃ ما کان اخشع واخلص** اور نماز نفل میں سوا تراویح کے بہتر ہے مکان پر پڑھنا مگر بوجہ مشغول ہو جانے کے ان سے اور صحیح تر قول افضل ہونا اس صورت کا جس میں خشوع اور اخلاص زیادہ ہو ہم وجہ مکان پر بہتر ہونے کی یہ ہے کہ

Marfat.com

صحیحین میں مروی ہے کہ بہتر نماز آدمی کی اس کے گھر میں ہے سوا فرض نماز کے تو اس کی رعایت پہ ضرور ہے ہاں جس وقت خوف ہو کہ گھر پر اور کاموں میں لگ جائے گا اور سنتیں یا نفل چھوٹ جائیں گی تو اس صورت میں بہتر ہے کہ مسجد میں پڑھے اور اصح یہ ہے کہ خشوع و اخلاص اگر مسجد میں زیادہ ہوتا ہو تو وہاں پڑھے ورنہ گھر پہ پڑھے اور تراویح کو اس لیے استثنا کیا کہ وہ جماعت سے پڑھی جاتی ہیں اور جماعت مسجد میں ہے اسی طرح تحیۃ المسجد اور نماز سورج گہن کی اور نوافل اعتکاف والے کی اس حکم سے مستثنیٰ ہیں کذا فی الشامی **وندب رکعتان بعد الوضوء** یعنی قبل الجفاف کما فی الشرنبلالی عن المواہب اور مستحب ہیں دو رکعتیں بعد وضو کے یعنی قبل اعضاء کے خشک ہونے کے چنانچہ شرنبلالیہ میں ہے مواہب سے ہم اور مثل وضو کے غسل کے بعد بھی دوگانہ مستحب ہے کذا فی الطحطاوی اور تحیۃ الوضو میں بھی سورہ کافرون اور اخلاص مستحب ہے کذا فی الشامی **وندب اربع فضاعدا فی الضحی الی الصحیح من بعد الطلوع** الی الزوال ووقتہا المختار بعد ربع النہار وفی المنیۃ اقلہا رکعتان واکثرہا اثنا عشر واوسطہا ثمان وہو افضلہا کما فی الذخائر الاشرفیۃ لثبوتہ بفعلہ وقولہ علیہ الصلوۃ والسلام واما اکثر فبقولہ فقط اور منیہ میں ہے کہ کمتر نماز چاشت دو رکعتیں ہیں چنانچہ بخاری میں ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ کو ان دو رکعتوں کی وصیت کی کذا فی الشامی اور زیادہ رکعتیں چاشت کی بارہ ہیں چنانچہ ترمذی اور نسائی میں بسند ضعیف مروی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی بارہ رکعتیں پڑھے گا اس کے لیے اللہ تعالیٰ جنت میں سونے کا محل تیار کرے گا کذا فی الشامی اور اوسط رکعتیں چاشت کی آٹھ ہیں اور وہی افضل ہیں جیسا کہ ابن الشحنہ کے ذخائر اشرفیہ میں ہے بسبب آٹھ رکعتوں کے ثابت ہونے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل دونوں سے اور اکثر رکعتوں یعنی بارہ کا ثبوت تو صرف آپ کے قول سے ہے لفظاً یعنی جو دونوں سے ثابت ہو وہ اولیٰ ہے بہ نسبت اس کے جو ایک سے ثابت ہو کذا فی الطحطاوی و ہذا لو صلی الاکثر بسلام واحد اما لو فصل فکل ما زاد افضل کما افادہ ابن حجر فی شرح البخاری اور یہ آٹھ رکعتوں کا افضل ہونا اس صورت میں ہے کہ بارہ رکعتوں کو ایک سلام سے پڑھے گا اور اگر جدا پڑھے گا تو جتنی زیادہ پڑھے گا وہی افضل ہوں گی چنانچہ ابن حجر مکی نے بخاری کی شرح میں افادہ کیا ہے ہم ابن حجر نے کہا ہے کہ اکثر اور افضل میں فرق اسی صورت میں ہوگا کہ اکثر ایک سلام سے پڑھے اور اگر جدا جدا پڑھے گا تو آٹھ رکعتیں مستحب ٹھہریں گی اور باقی نفلیں ہو جائیں گی تو ظاہر ہے کہ مستحب مع نفل صرف مستحب سے افضل ہوگا طحطاوی نے کہا کہ ابن حجر کا کلام ہمارے مذہب کے موافق نہیں کیونکہ چار رکعتوں سے زیادہ دن کی نفلوں کو ایک سلام سے پڑھنا مکروہ ہے ومن المندوبات رکعتا السفر والقدوم منہ اور مستحبات میں سے ہیں دو رکعتیں سفر کرنے کی اور سفر سے آنے کی ہم طبرانی نے روایت کیا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی نے اپنے گھر والوں میں دو رکعتوں سے بہتر ناٹب نہیں چھوڑا جن کو وہ سفر کے ارادہ کے وقت اپنے گھر والوں میں پڑھتا ہے اور مسلم میں کعب بن مالکؓ سے مروی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ سفر سے دن ہی میں چاشت کے وقت تشریف لاتے تھے نہ رات میں اور آتے ہی مسجد میں قدم رنجہ فرماتے اور دو رکعتیں پڑھ کر اس میں بیٹھ جاتے کذا فی الشامی وصلوۃ اللیل واقلہا علی ما فی الجوہرۃ ثمان ولو جعلہ اثلاثا فالاوسط افضل ولو انصافا فالاخیر افضل اور مستحب ہے نماز تہجد اور اس کی کمتر رکعتیں بموجب بیان جوہرہ کے آٹھ ہیں اور اگر رات کے تین حصہ کرے تو بیچ کا حصہ تہجد کے لیے افضل ہے اور اگر آدھوں آدھ کرے تو اخیر کی آدھی شب افضل ہے ہم چاہتا ہے کہ نماز تہجد دن کی نوافل سے افضل ہے اور اس کی فضیلت شریعت میں بہت کچھ وارد ہے چنانچہ مسلم میں مروی ہے کہ افضل نماز بعد فرض کے نماز تہجد ہے پھر اس میں اختلاف ہے کہ نماز مذکور مستحب ہے یا سنت کیونکہ قول دلیلوں سے تو مستحب عام ہوتی ہے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس پر مواظبت فرمائی اس کی رو سے سنت معلوم ہوتی ہے شامی نے بڑی گفتگو کے بعد کہا کہ تہجد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرض تھا اور ہمارے حق میں سنت معلوم ہوتا ہے اور اسی وجہ سے حلیہ میں کہا کہ اشبہ یہ ہے کہ تہجد سنت ہے پھر اس کی رکعتوں کی تعداد میں اختلاف ہے نسائی اور ابن ماجہ کی حدیث میں مروی ہے کہ جو کوئی رات سے جاگے اور اپنی گھر

Marfat.com

والی کو جگا دے پھر دونوں دو رکعتیں پڑھیں تو وہ دونوں اللہ کے بہت ذکر کرنے والوں میں لکھے جائیں گے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اقل تہجد دو رکعتیں ہیں اور ابوداؤد کی حدیث میں معلوم ہوتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اقل تہجد چار رکعتیں تھیں اور حادی قدسی میں ہے کہ آپکا اقل تہجد دو رکعتیں تھیں اور زیادہ آٹھ رکعتیں شامی نے کہا کہ اس صورت میں یوں کہنا چاہیے کہ کم تر تعداد تہجد کی دو رکعتیں ہیں اور اوسط چار ہیں اور اکثر آٹھ ہیں پھر اگر نمازی یہ چاہے کہ ایک تہائی شب کی جاگے اور دو تہائی سووے تو چاہیے کہ بیچ کی تہائی میں جاگے اور اگر نصف شب جاگے تو آخر نصف میں جاگے اور بہتر یہ ہے کہ رات کے چھ حصہ کر کے تین حصہ میں سووے اور چوتھے اور پانچویں میں جاگے اور چھٹے میں سووے کیوں کہ صحیحین میں مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سب نمازوں سے محبوب حضرت داؤد کی نماز ہے کہ وہ آدھی رات سوتے پھر تہائی رات جاگتے پھر چھٹا حصہ سوتے کذا فی الحلیہ واحیاء لیلتی العیدین والنصف من شعبان والعشر الاخیر من رمضان والاول من ذی الحجۃ وتکون بکل عبادۃ تعم اللیل اواکثرہ اور مستحب ہے جاگنا عید فطر اور عید قربان کی دو راتوں کا اور مستحب ہے جاگنا پندرھویں شب ماہ شعبان کا اور مستحب ہے جاگنا دس راتوں اخیر رمضان المبارک کا اور دس راتوں پہلی ماہ ذی الحجہ کا اور ہووے ہر رات میں عبادت کہ عام ہو تمام رات کو یا اکثر شب کو ھ یعنی جاگنا وہ معتبر ہے جس میں تمام شب یا اکثر شب عبادت ہو عام ہے کہ نفل نماز پڑھے یا تلاوت قرآن کرے یا ذکر یا تسبیح یا درود کا ورد کرے یا حدیث پڑھے یا سنے اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جو کوئی نماز عشاء پڑھے اور اس کی نیت یہ ہو کہ صبح کی نماز جماعت سے پڑھوں گا تو اس کو شب بیداری کا ثواب ملے گا کذا فی الشامی ومنہا رکعتا الاستخارۃ اور مستحبات سے ہیں دو رکعتیں استخارہ کی ھ یعنی جب کوئی امر مہم پیش آوے اور اس کے کرنے اور نہ کرنے میں تردد ہو تو چاہیے کہ دو رکعتیں نفل پڑھے اور پھر دعا استخارہ پڑھے اللھم انی استخیرک الخ آہ) چنانچہ دعا مذکور کتاب الحج کے حاشیہ پر ہم نے لکھ دی ہے اور مستحب ہے اس دعا کے اول و آخر میں حمد و صلوٰۃ کا پڑھنا اور بہتر ہے کہ اول رکعت میں سورہ کافرون پڑھے اور دوسری میں اخلاص اور ایک بزرگ سے منقول ہے کہ پہلی رکعت میں یہ بھی پڑھے (وربک یخلق مایشاء ویختار یعلنون) تک اور دوسری میں (وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ[1] آخر آیت تک اور چاہیے کہ سات بار عمل کو کرے پھر بعد اس کے جو بات اس کے دل میں آوے اسی پر کاربند ہو کہ خیر اسی میں ہے اور شرح شرعہ میں ہے کہ دعا استخارہ کے بعد باطہارت قبلہ رخ سووے پس اگر خواب میں سفیدی یا سبزی دیکھے تو اس کام کو کرے کہ اچھا ہے اور اگر سیاہی یا سرخی دیکھے تو نہ کرے کہ برا ہے کذا فی الشامی واربع صلوٰۃ التسبیح بثلثمائۃ تسبیحۃ وفضلہا عظیم اور مستحب ہیں چار رکعتیں صلوٰۃ التسبیح کی تین سو تسبیح کے ساتھ اور ثواب اس کا بہت ہے ھ صلوٰۃ التسبیح کے پڑھنے کے دو طور احادیث سے ثابت ہیں جو ترمذی میں بروایت عبداللہ بن مبارک مروی ہے یہ ہے کہ قبل الحمد کے پندرہ بار سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اور بعد سورہ ملانے کے دس بار پھر رکوع میں دس بار پھر قومہ میں دس بار پھر سجدہ میں دس بار پھر جلسہ میں دس بار پھر دوسرے سجدہ میں دس بار اسی طرح چاروں رکعتوں میں پچھتر پچھتر بار پڑھے کل تین سو دفعہ ہو جائیں گے اور حضرت ابن عباس سے اس طرح مروی ہے کہ الحمد و سورہ کے بعد پندرہ بار رکوع میں دس بار قومہ میں دس بار سجدہ اول اور جلسہ اور سجدہ دوم میں دس دس بار بعد سجدہ دوم کے دس بار کہہ کر دوسری رکعت کو اٹھے پس دونوں طور میں اتنا فرق ہے کہ اول میں صرف قیام میں پچیس بار کہنا ہوتا ہے پندرہ بار قراءت سے پیش تر اور دس بار قراءت کے بعد اور دوسرے میں قیام میں پندرہ بار بعد قراءت کے ہے اور دس بار بعد سجدہ دوم کے اور چوں کہ حنفی بعد سجدہ دوم کے بیٹھنا مکروہ کہتے ہیں اس لیے شرح منیہ اور قنیہ میں اول ہی روایت کو اختیار کیا ہے کہ اس میں حاجت دوسرے سجدہ کے بعد جلسہ کی نہیں پڑتی مگر جب معلوم ہو گیا کہ دونوں طور حدیث سے ثابت ہیں تو مناسب یہ ہے کہ کبھی اس طرح پڑھے کبھی اس طرح اب کئی باتیں اور قابل سننے کے ہیں اول یہ کہ حضرت ابن عباس سے سوال ہوا کہ

[1] یعنی سورہ قصص کے ساتویں رکوع کی آٹھویں اور نویں آیت ۱۲ [2] یعنی بائیسویں پارہ مَنْ یَّقْنُتْ کے دوسرے رکوع کی دوسری آیت ۱۲

Marfat.com

اس نماز کے لیے کچھ سورتیں معین آپ کو معلوم ہیں تو فرمایا کہ اول میں الہاکم التکاثر اور دوسری میں سورہ عصر اور تیسری میں کافرون اور چوتھی میں اخلاص دوم یہ کہ اس کا وقت کوئی نہیں سوائے اوقات مکروہہ کے جب چاہے پڑھے لیکن فتاوی عالمگیری میں مضمرات سے نقل کیا ہے کہ ظہر سے پیش تر پڑھے سوم اس نماز میں اگر سہو ہو جائے تو سجدہ سہو کے بعد پھر تسبیح کا پڑھنا ضرور نہیں ہاں اگر کسی جگہ خود تسبیح کو بھول جائے تو دوسرے ہی رکن میں اس کو پڑھ لے مثلاً رکوع میں بھول جائے تو قومہ میں نہ پڑھے کہ چھوٹا رکن ہے بلکہ سجدہ اول میں بیس بار پڑھ لے تاکہ شمار ہر رکعت میں پچھتر ہو جائے چہارم یہ کہ رکوع اور سجدہ میں اول سبحان ربی العظیم اور سبحان ربی الاعلی کہے اس کے بعد اس کی تسبیح پڑھے پنجم یہ کہ شمار تسبیحات کا انگلیوں پر نہ کرے بلکہ دل میں گنتا جائے یا انگلی کی پوروں کو دباتا جائے ششم اس نماز کی التحیات کے بعد قبل سلام کے یہ دعا پڑھے (اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ تَوْفِیْقَ اَھْلِ الْھُدٰی وَاَعْمَالَ اَھْلِ الْیَقِیْنِ وَمُنَاصَحَۃَ اَھْلِ التَّوْبَۃِ وَعَزْمَ اَھْلِ الصَّبْرِ وَجِدَّ اَھْلِ الْخَشْیَۃِ وَطَلَبَ اَھْلِ الرَّغْبَۃِ وَتَعَبُّدَ اَھْلِ الْوَرَعِ وَعِرْفَانَ اَھْلِ الْعِلْمِ حَتّٰی اَخَافَکَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مَخَافَۃً تَحْجُزُنِیْ عَنْ مَعَاصِیْکَ حَتّٰی اَعْمَلَ بِطَاعَتِکَ عَمَلًا اَسْتَحِقُّ بِہٖ رِضَاکَ وَحَتّٰی اُنَاصِحَکَ بِالتَّوْبَۃِ خَوْفًا مِنْکَ وَحَتّٰی اُخْلِصَ لَکَ النَّصِیْحَۃَ حُبًّا لَکَ وَحَتّٰی اَتَوَکَّلَ عَلَیْکَ فِیْ الْاُمُوْرِ حُسْنَ ظَنِّیْ بِکَ سُبْحَانَ خَالِقِ النُّوْرِ) ہفتم اس کی تسبیح میں (ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) بھی ملا لینا چاہیے کہ اس سے ثواب بہت ہوتا ہے ہشتم اس کی حدیث میں اگرچہ بعض طرق ضعیف ہیں مگر کثرت طرق سے درجہ حسن کو پہنچ گئی ہے اور بہت صحابہ نے اس کو روایت کیا ہے نہم شارح نے جو کہا کہ اس کا ثواب بہت ہے یہ اس وجہ سے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس کو فرمایا کہ تم اسے پڑھو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ پہلے اور پچھلے اور پرانے اور نئے اور دانستہ اور نادانستہ چھوٹے اور بڑے پوشیدہ اور ظاہر سب بخش دیگا اور آخر کو فرمایا کہ اگر تمہارے گناہ کف سمندر کے برابر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ معاف فرمائے گا کذا فی الشامی تبصرف واربع صلوۃ الحاجۃ وقیل رکعتان وفی الحاوی اثنا عشر بسلام واحد وبسطناہ فی الخزائن اور مستحب ہیں چار رکعتیں نماز حاجت کی اور ایک قول یہ ہے کہ دو رکعتیں ہیں اور حاوی میں ہے کہ وہ بارہ رکعتیں ہیں ایک سلام سے اور مشرح بیان کیا ہے ہم نے اس کو خزائن الاسرار میں ھم تجنیس اور ملتقط اور خزانۃ الفتاوی وغیرہ میں نماز حاجت کی چار رکعتیں لکھی ہیں بلکہ تجنیس میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ ان کو بعد عشاء کے پڑھے اور اول رکعت میں بعد الحمد کے آیۃ الکرسی تین بار اور باقی رکعتوں میں الحمد اور اخلاص اور معوذتین ایک ایک بار پڑھے اور اس باب میں ایک حدیث مرفوع نقل کی ہے اور شرح منیہ میں مذکور ہے کہ نماز حاجت کی دو رکعتیں ہیں چنانچہ ترمذی میں عبداللہ بن ابی اوفی سے مروی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو کوئی حاجت خدا تعالیٰ یا کسی بندہ سے ہو تو چاہیے کہ اچھی طرح وضو کرے پھر دوگانہ نماز پڑھے پھر اللہ تعالیٰ کی ثنا کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے پھر یہ دعا کرے (لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اَسْئَلُکَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِکَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِکَ وَالْغَنِیْمَۃَ مِنْ کُلِّ بِرٍّ وَالسَّلَامَۃَ مِنْ کُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِیْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَہٗ وَلَا ھَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَہٗ وَلَا حَاجَۃً ھِیَ لَکَ رِضًا اِلَّا قَضَیْتَھَا یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ انشاء اللہ حاجت روا ہوگی طحطاوی نے کہا کہ اگر کوئی کہے کہ

---

[1] الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں توفیق ہدایت والوں کی اور اعمال یقین والوں کے اور اخلاص توبہ والوں کا اور حوصلہ صبر والوں کا اور کوشش ترس والوں کی اور طلب رغبت والوں کی اور عبادت پرہیزگاروں کی اور معرفت اہل علم کی تاکہ میں تجھ سے ڈروں الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ایسا خوف جو مجھ کو میری نافرمانیوں سے روک دے تاکہ میں عمل کروں تیری اطاعت کے بموجب وہ کام جس سے میں مستحق ہوں تیری خوشنودی کا اور تاکہ میں خلوص کروں تجھ سے توبہ میں تجھ سے ڈر کر اور تاکہ میں خالص تیری خیر خواہی کروں تیری محبت کی وجہ سے اور تاکہ میں تجھ پر بھروسہ کروں کاموں میں تیرے ساتھ حسن ظن کے سبب سے پاک ہے پیدا کرنے والا نور کا ۱۲

[2] نہیں ہے کوئی معبود سوا اللہ تعالیٰ بردبار کرم والے کے میں پاکی بیان کرتا ہوں اللہ تعالیٰ مالک عرش بزرگ کی سب تعریفیں ہیں اللہ پروردگار عالم کو میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں وہ باتیں جو موجب ہیں تیری رحمت کی اور وہ کام جن سے ضروری ہو تیری مغفرت اور چاہتا ہوں غنیمت ہر نیکی سے اور سلامتی ہر گناہ سے نہ چھوڑ تو میرا کوئی گناہ کہ نہ بخشے تو اس کو اور نہ کوئی غم کہ نہ دفع کرے تو اس کو اور نہ کوئی حاجت جو تیری رضا کی ہو کہ نہ پورا کرے تو اس کو اے ارحم الراحمین ۱۲

Marfat.com

نماز استخارہ بھی تو حاجت ہی کے لیے ہے پھر اس میں اور اس میں کیا فرق ہے تو اس کا جواب نہر الفائق میں یہ لکھا ہے کہ استخارہ حاجت آئندہ کے لیے ہے اور یہ نماز حاجت موجود کے لیے شامی نے کہا کہ بارہ رکعتوں کی روایت میں کلام ہے **وتفرض القراءۃ عملا فی رکعتی الفرض** مطلقا اما تعیین الاولیین فواجب علی المشہور اور فرض عملی ہے قراءت فرض کی دو رکعتوں میں کوئی سی دونوں اول کی یا آخر کی اور معین کرنا دو اول کی رکعتوں کا واجب ہے مذہب مشہور کے بموجب ہم فرض عملی ہے یعنی اعتقادی نہیں کہ اس کا منکر کافر ہو بلکہ شدت سے گناہ گار ہوتا ہے کیوں کہ فرض عملی واجب کی اعلیٰ قسم ہے کذا فی النہر اور مشہور کی قید اس لیے لگائی کہ وہ قول نکل جائے جس میں اول دوگانہ میں فرض کہا ہے یا بعضوں نے افضل بیان کیا ہے کذا فی الشامی **وکل النفل للمنفرد لان کل شفع صلوۃ لکنہ لا یلیم الرباعیۃ المؤکدۃ فتامل** اور فرض عملی ہے قرارت نماز نفل کی ہر رکعت میں منفرد یعنی غیر مقتدی کے حق میں اس لیے کہ نفل کا ہر شفعہ علیحدہ نماز ہے لیکن یہ تعلیل شامل نہیں چار رکعت والی سنتوں مؤکدہ کو پس تامل کرہم نہ شامل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ پہلے بیان ہو چکا کہ ان کے قعدہ اولی میں درود نہ پڑھے اور تیسری رکعت میں دعا استفتاح نہ پڑھے اور تامل سے اشارہ ہے جواب کا جو شارح نے پہلے لکھا ہے کہ سنن مؤکدہ بسبب مؤکد ہونے کے مشابہ فرض ہیں تو ان میں دونوں رعایتیں کی گئیں قرارت کا فرض ہونا ہر رکعت میں نفل ہونے کے سبب سے اور درود کا نہ پڑھنا اور دعا کا نہ پڑھنا بسبب مشابہت فرض کے ہے کذا فی الشامی **وکل الوتر احتیاطا** اور فرض عملی ہے قرارت وتر کی ہر رکعت میں احتیاط کی رو سے چنانچہ پیشتر گذرا **ولزم نفل شرع فیہ بتکبیرۃ الاحرام او بقیام لثالثۃ شروعا صحیحا قصدا** اور لازم ہو جاتی ہے وہ نفل جس کو شروع کیا ہو تکبیر تحریمہ سے یا ایک دوگانہ پورا کر کے تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہونے سے شروع کیا ہو صحیح طور پر قصداً ہم صحیح شروع سے وہ صورت نکل گئی جس میں شروع فاسد ہو جیسے امی اور عورت کے پیچھے شروع کرنا اور قصداً سے وہ صورت نکل گئی کہ شروع گمان سے کیا ہو مثلاً اس گمان سے کہ میرے ذمہ فرض ظہر ہیں نیت فرض کی کی پھر یاد آیا کہ پڑھ چکا ہوں تو یہ نماز نفل ہو جائے گی جو قصداً شروع نہیں ہوئی کذا فی الشامی حاصل یہ کہ شروع صحیح قصداً کے بعد اگر نماز فاسد ہو جائے گی تو اس کی قضا لازم ہو گی **الا اذا شرع متنفلا خلف مفترض ثم قطعہ واقتدی بہ او بذلک المفترض بعد تذکرہ او تطوعا آخر** لیکن قضا لازم نہ ہو گی جبکہ شروع کیا نفل پڑھنے کے پیچھے فرض پڑھنے والے کے پھر نفل کو توڑ کر اسی فرض کی نیت سے اقتدا کیا بعد اس فرض کے یاد آنے کے یا دوسری نفل کی نیت سے اقتدار کیا ہم پہلے مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے اس خیال سے کہ مثلاً فرض ظہر پڑھ چکا ہوں امام کا اقتداء بہ نیت نفل کیا پھر یاد آیا کہ ظہر میں نے نہیں پڑھا تو نفل کو توڑ کر فرض ظہر کی نیت سے اقتدا کر لیا تو اس نفل کی قضا لازم نہ ہو گی اسی طرح اگر بدون فرض کے یاد آئے نفل کو توڑ کر دوسری نفل سے اقتدا کرے گا تب بھی قضا لازم نہ ہو گی اس لیے کہ اس کی نیت ادائے نماز کی امام کے ساتھ ہے سو دونوں صورتوں میں حاصل ہے کذا فی الشامی **او فی صلوۃ ظان** یا قضا لازم نہ ہو گی جب کہ اقتدا کرے نماز کا گمان کرنے والے کے پیچھے ہم صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص نے مثلاً عشاء کی فرض پڑھنی چاہی اس گمان سے کہ میں نے نہیں پڑھی اور اس کے پیچھے ایک اور شخص نے اقتدا بہ نیت نفل کیا پھر امام کو یاد آیا کہ عشاء اس کے ذمہ نہیں اور نماز کو توڑ دیا تو نہ اس پر قضا ہے نہ اس کے مقتدی پر شامی نے کہا کہ بحر الرائق میں مقتدی پر اس صورت میں قضا مذکور ہے تو شاید اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں **او امی او امرأۃ او محدث** یا قضا لازم نہ ہو گی امی یا عورت یا بے وضو کے اقتدا کرنے میں اس لیے کہ شروع نماز کا صحیح نہیں ہم مفتی ابو السعود نے کہا کہ امی کے پیچھے اقتدار میں وجوب قضا مناسب ہے اس لیے کہ اس میں شروع صحیح ہوتا ہے اور قرارت کا وقت آنے پر نماز فاسد ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی یعنی وتفسدہ فی الحال اما لو اقتدا المعتقد ثم افسدہ لزمہ القضاء مراد یہ ہے کہ مقتدی نماز نفل کو بعذر امام کے ترک کرنے سے فاسد کر دے تب قضا لازم نہ ہو گی اور اگر مقتدی نے نماز کا پڑھے جانا پسند کیا پھر کچھ دیر کے بعد اس کو فاسد کیا تو اس کو قضا لازم ہو گی ہم یہ صورت خاص اس صورت سے متعلق ہے جس میں اقتدا گمان والے کے پیچھے مذکور ہے اور عورت اور امی وغیرہ کے پیچھے اقتداء سے متعلق نہیں کذا فی الشامی

Marfat.com

ولو عند غروب وطلوع واستواء علی الظاہر نفل شروع سے لازم ہوجاتی ہے اگرچہ شروع غروب اور طلوع آفتاب اور ٹھیک دوپہر ہونے کے نزدیک ہو بموجب ظاہر روایت کے امام اعظم سے فان افسدہ حرم لقولہ تعالیٰ ولا تبطلوا اعمالکم الا العذر ووجب قضاءہ ولو فسادہ لغیر فعلہ کمتیمم رأی وصلیۃ اوصائمۃ حاضت پس اگر نمازی نفل کو فاسد کرے گا تو حرام ہوگا بسبب ارشاد خداوندی کے کہ باطل نہ کرو اپنے اعمال کو مگر کسی عذر کی جہت سے فاسد کرنا حرام نہیں جیسے اوقات مکروہہ میں شروع کرنا کہ اس صورت میں فاسد کرنا اچھا ہے اور واجب ہے قضا نفل کی اگرچہ فاسد نمازی کے اختیار سے نہ ہوا ہو جیسے تیمم والا کہ نماز میں پانی کو دیکھے اور نماز پڑھنے والی عورت یا روزہ رکھنے والی حیض سے ہوجاوے کہ فساد عمل میں ان کا اختیار نہیں مگر قضا نماز وروزہ کی لازم ہے اسی طرح اگر عذر کے باعث خود فاسد کرے گا تب بھی قضا واجب ہوگی کذا فی الشامی واعلم ان یجب علی العبد بالتزامہ نوعان یجب بالقول وہو النذر وسیجئ ومایجب بالفعل وہو الشروع فی النوافل وتجمعہا اور جاننا چاہیے کہ بندہ پر جو چیز اس کے لازم پکڑنے سے واجب ہوجاتی ہے وہ دو قسم ہے ایک وہ کہ قول سے واجب ہو تو وہ نذر ہے اس کا حکم آگے آوے گا اور ایک وہ ہے کہ فعل سے واجب ہو اور وہ شروع کرنا ہے نفلوں میں اور شارح کا قول ان نوافل کو جمع کرتا ہے جو شروع کرنے سے واجب ہوجاتی ہیں ؎ من النوافل سبع یلزم الشارع ۔ اخذا لذلک مما قالہ الشارح ۔ صوم صلوۃ طواف حجۃ رابع ۔ عکوفہ عمرۃ احرامہ السابع ۔ نفلوں میں سے سات ہیں جو شروع کرنے والے کو لازم ہوجاتی ہیں یہ حاصل ہوا ہے اس قول سے کہ فرمایا ہے اس کو شریعت مقرر کرنے والے علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اول نماز نفل دوم روزہ نفل سوم طواف نفل چہارم حج نفل پنجم اعتکاف کرنا معتکف کا ششم عمرہ نفل ہفتم احرام نفل ہم طواف شروع کرنے سے سات پھیرے پورے کرنے لازم ہوں گے اور اعتکاف کی صورت اس وقت ہوسکتی ہے جب اس کی میعاد اقل ایک دن ہو یعنی جن لوگوں کے نزدیک اعتکاف میں روزہ شرط ہے ان کے نزدیک تمام دن اقل مدت ہوگا اور قول راجح یہ ہے کہ اعتکاف میں روزہ شرط نہیں تو اقل اعتکاف ایک ساعت کا ہوگا اس صورت میں قضا لازم نہ ہوگی کیوں کہ شروع اعتکاف میں جس قدر دیر لگے گی اس قدر سے اعتکاف ہوجاوے گا ہاں فتح القدیر میں ہے کہ عشرہ رمضان کا اعتکاف شروع کرنے سے لازم ہوجاتا ہے تو اس مسئلہ کو اس پر محمول کرسکتے ہیں اور احرام کی صورت یہ ہے کہ بدون تعیین حج یا عمرہ کے احرام شروع کرے تو صحیح ہوگا اور لازم ہوجائے گا پھر اس کو اختیار ہے کہ حج یا عمرہ میں سے جس کے لیے چاہے اس کو کرلے کذا فی الشامی وقضی رکعتین لو نوی اربعا غیر مؤکدۃ علی اختیار الحلبی وغیرہ ونقض فی خلال الشفع الاول او الثانی ای وتشہد للاول والا یفسد الکل اتفاقا اور قضا کرے دو رکعتیں اگر نیت چار رکعتوں غیر مؤکدہ کی کی ہو بموجب اختیار حلبی وغیرہ کے اور توڑ دے نماز کو اول دوگانہ کے درمیان یا دوسرے کے شارح نے کہا کہ دوسرے میں توڑنے کی یہ شرط ہے کہ دوگانہ اول کا تشہد پڑھ لیا ہو یعنی مقدار تشہد بیٹھ گیا ہو ورنہ دونوں دوگانے فاسد ہوجائیں گے بالاتفاق اس لیے کہ دوگانہ اول اس وقت صحیح ہوتا کہ اس کا قعدہ پایا جاتا کذا فی الشامی حلبی نے کہا کہ یہ حکم غیر مؤکدہ نفلوں کا ہے اور اگر مؤکدہ سنتوں میں سے چار رکعت والی کی نیت کرکے اول یا دوم دوگانہ کو توڑ دے گا تو بالاتفاق چار رکعتیں قضا کرے کیوں کہ وہ ایک ہی سلام سے مشروع ہیں اور ان کے دونوں دوگانوں کا حکم ایک ہی نماز کا ہے اور درمیان کی قید اس لیے لگائی کہ آخر قعدہ پر اگر توڑے تو کچھ لازم نہ ہوگا والاصل ان کل مشئ صلوۃ الا بعارض اقتداء او ترک قعود اول اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ہر دوگانہ نفل کا نماز علیحدہ ہے مگر بسبب عارضہ اقتدا یا نذر یا چھوڑنے قعدہ اول کے ہم یعنی ان تین صورتوں میں ہر دوگانہ جدا نہیں چاروں کا ایک حکم ہے اقتدا کی صورت یہ ہے کہ شلاً ظہر کے پڑھنے والے کے پیچھے بنیت نفل کی کرکے توڑ دے تو چار رکعتیں قضا کرنی چاہئیں کذا فی الشامی کما یقضی رکعتین لو ترک القراءۃ فی شفعیہ او ترکہا فی الاول فقط او الثانی او احدی رکعتی الثانی او احدی رکعتی الاول او الاول واحدی الثانی لا غیر لان الاول لما بطل لم یصح بناء الثانی علیہ لہذہ تسع صور تلزم رکعتین جیسے دو رکعتیں قضا کرے اگر قرأت ترک کرے نفل کے دونوں دوگانوں

Marfat.com

میں یا قرأت ترک کرے صرف اول کے دوگانہ میں یا دوسرے دوگانہ میں یا دوسرے کی ایک رکعت میں یا پہلے کی ایک رکعت میں یا پہلے دوگانہ میں اور دوسرے کی ایک رکعت میں نہ ان کے سوا اور صورتوں میں ان صورتوں میں قضا رکعتیں اس لیے ہوئی کہ اول دوگانہ جب باطل ہوگیا تو دوسرے دوگانہ کا بنا کرنا اس پر درست نہ ہوا تو یہ نو صورتیں ہیں دو رکعتوں کے لازم ہونے کی **وقضی اربعا فی ست صور لو ترک القراءۃ فی احدی کل شفع او فی الثانی واحدی الاوّل وبصورۃ القراءۃ فی الکل تبلغ ستۃ عشر** اور قضا کرے چار رکعتیں چھ صورتوں میں اگر ترک کرے قرأت کو ہر دوگانہ کی ایک ایک رکعت میں یا دوسرے دوگانہ میں مع ایک رکعت اول میں اور ہر رکعت میں قرأت کی صورت ملانے سے سولہ صورتیں ہوجاتی ہیں ہم ان صورتوں کا نام مسائل ثمانیہ ہے جن میں سے چھ میں قضا دو رکعتوں کی لازم آتی ہے اور دو میں قضا چار کی چنانچہ ماتن نے انھیں آٹھ کو ذکر کیا ہے مگر چھ صورتیں حقیقت میں بموجب تقسیم عقلی کے نو ہیں اور دو صورتیں چھ کو حاوی ہیں اس حساب سے کل صورتیں پندرہ ہوئیں اور اگر چار رکعتوں میں قرأت پڑھنے کی صورت بھی ملا لی جاوے تو سولہ ہوں گی مگر اس صورت اخیر میں قضا لازم نہیں قضا لازم ہونے کی پندرہ ہی صورتیں ہیں اور مزید توضیح کے لیے ہم اس کا نقشہ لکھ دیتے ہیں چار رکعتوں کے لیے چار خانے مقرر کرکے قرأت کی جگہ ق اور ترک قرأت کی جگہ صفر دیں گے اور یہی ترتیب رکھتے ہیں جو شارح اور ماتن نے اختیار کی ہے اور ایک خانہ کیفیت کا لکھتے ہیں کہ قضا دو کی چاہیے یا چار کی اور اس کی تفصیل مشرح شامی میں ہے جو چاہے اس کو ملاحظہ کرے لیکن بقی ما اذا لم یقعد لیکن وہ صورت باقی رہی جس میں نمازی نے قعدہ نہ کیا ہم اس کی صورت یہ ہے کہ اول دوگانہ کی دونوں رکعتوں میں قرأت نہ پڑھی اور پہلا قعدہ بھی نہ کیا اور دوسرے دوگانہ کو فاسد کر دیا اس کا حکم یہ ہے کہ چار رکعتیں قضا کرے اجماعاً کذا فی النہر اوقعد ولم یقم ثالثۃ یا بیٹھا اور تیسری رکعت کے لیے نہ اٹھا ہم اس کی صورت یہ ہے کہ دوگانہ اول میں قرأت ترک کی اور قعدہ اولیٰ کے لیے بیٹھا اور تیسری کے لیے نہ اٹھا تو اس میں صرف دو رکعتیں قضا کرے کذا فی النہر اوقام ولم یقید بالسجدۃ اوقید بہا فتنہ ومیز المتداخل یا تیسری کے لیے اٹھا اور اس کو سجدہ سے مقید نہ کیا ..... پس خبردار ہو اور متداخل صورتوں کو تمیز کر ہم یعنی پہلے دوگانہ قرأت ترک کرکے تیسری رکعت پہلے سجدہ کرنے سے فاسد کر دی یا بعد سجدہ کرنے کے فاسد کی تو اس کا حکم یہ ہے کہ طرفین کے نزدیک دو رکعتیں قضا کرے اور امام ابو یوسف کے نزدیک چار کذا فی النہر متداخل سے مراد وہ صورتیں ہیں جو ظاہر میں مختلف ہیں اور ان کا حکم متحد ہے چنانچہ ماتن نے متداخل کو ملا کر آٹھ صورتیں لکھی ہیں حالاں کہ واقع میں پندرہ ہیں وحکم محرم ولو فی تشہد کامام اور حکم مقتدی کا اگرچہ تشہد میں اقتدا کیا ہو مثل امام کے ہے یعنی اگر امام چار رکعت والی نفل پڑھتا ہے اور اس کا اقتدار

رکعت اول	دوم	سوم	چہارم	کیفیت
۰	۰	۰	۰	دو رکعتیں لازم ہوں گی
۰	۰	ق	ق	〃

رکعت اول	دوم	سوم	چہارم	کیفیت
ق	ق	۰	۰	دو رکعتیں لازم ہوں گی
ق	ق	ق	۰	〃
ق	ق	۰	ق	〃
ق	۰	ق	ق	〃
۰	ق	ق	ق	〃
۰	۰	ق	۰	〃
۰	۰	۰	ق	〃
ق	۰	ق	۰	چار کی قضا لازم ہوگی
۰	ق	۰	ق	〃
ق	۰	۰	ق	〃
۰	ق	ق	۰	〃
ق	۰	۰	۰	〃
۰	ق	۰	۰	〃
ق	ق	ق	ق	چاروں صحیح ہوں گی

Marfat.com

کسی نے کیا تو جن صورتوں میں امام کو چار کی قضا لازم آوے گی مقتدی کو بھی چار کی لازم ہوگی گو اس نے اقتدا تشہد میں کیا ہو ولا قضاء لونوی اربعًا وقعد قدر التشهد ثم نقض لانہ لم یشرع فی الثانی اور نہیں قضا اگر نیت کی چار رکعتوں کی اور بیٹھا مقدار تشہد کے پھر توڑ دیا نماز کو اس لیے کہ اس نے شروع نہیں کیا دوسرے دوگانہ کو اور پہلا تمام ہو چکا او شرع فی فرض ظانًا انہ علیہ فذکرا داءہ انقلب نفلا غیر مضمون لانہ شرع مسقطا لالتزامہ یا یا قضا نہیں اگر شروع کیا فرض کو اس گمان سے کہ فرض مذکور اس کے ذمہ ہے پھر یاد آیا اس کا ادا کرنا تو یہ فرض نفل ہو جائے گا بدون قضا لازم آنے کے درصورت فاسد کرنے کے اس لیے کہ اس نے نماز کو شروع کیا تھا اپنے اوپر سے فرض ساقط کرنے کو نہ دوسری نماز اپنے ذمہ لینے کو او صلی اربعًا فاکثر ولم یقعد بینہما استحسانًا لانہ بقیامہ حصلہا صلوۃ واحدۃ فتبقی واجبۃ والخاتمۃ ہی الفریضۃ یا قضا نہیں اگر پڑھیں چار رکعتیں یا یا یعنی چھ یا آٹھ اور بیچ میں نہ بیٹھا قضا نہیں استحسان کی وجہ سے اس لیے کہ نمازی نے کھڑے ہو جانے سے ہر دوگانہ کو جدا نہ رکھا بلکہ ایک نماز کر دیا تو قعدۂ اولیٰ واجب ہو گیا اور آخر کا قعدہ فرض ٹھہرا ھم یعنی قیاس کی رو سے شفع اول فاسد ہونا چاہیے کیوں کہ ہر دوگانہ نماز جدا ہے تو دوگانہ کے بعد کا قعدہ فرض ہے اور فرض کے ترک سے نماز نہیں ہوتی مگر جب یہ دوگانہ کے بعد پھر کھڑا ہو گیا تو اس نے سب نماز کو ایک کر دیا اس لیے بیچ کا قعدہ استحسانًا فرضوں کے قعدہ کی طرح واجب ہو گیا اور اخیر قعدہ فرض ٹھہرا وفی الترشیح صلی الف رکعۃ ولم یقعد الا فی آخرہا صح خلافا لمحمد ویسجد للسہو ولا یثنی ولا یتعوذ فلیحفظ اور ترشیح میں ہے کہ نماز پڑھی ہزار رکعتیں اور نہ بیٹھا مگر سب سے آخر میں تو صحیح ہوں گی بخلاف امام محمد کے کہ ان کے نزدیک قعدہ ترک کرنے سے شفع باطل ہو جاتا ہے اور سجدہ سہو کرے بسبب ترک واجب یعنی بیچ کے قعدوں کے اور دعا استفتاح اور اعوذ نہ پڑھے کسی دوگانہ کے شروع میں کیوں کہ یہ دونوں ابتدا نماز میں ہوتی ہیں تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ھم ایک نسخہ میں بجائے ترشیح کے تشریح بتقدیم شین لکھا ہے اور ایک نسخہ میں توشیح بواو ہے شامی نے کہا کہ واو کے ساتھ زیادہ مشہور ہے یہ کتاب شرح ہدایہ کی ہے تالیف سراج ہندی کی ویتنفل مع قدرتہ علی القیام قاعدا لا مضطجعًا الا بعذر ابتداءً وکذا بناءً بعد الشروع بلا کراہۃ فی الاصح کعکسہ بحر وفیہ اجر غیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی النصف الا لعذر اور نفل پڑھے بیٹھ کر باوجود قدرت اپنے قیام پر نہ نفل پڑھے لیٹ کر مگر عذر سے لیٹ کر بھی نفل پڑھنے بیٹھ کر پڑھے وقت ابتدا کرنے کے اور اسی طرح وقت بنا کرنے کے بعد شروع کے یعنی شروع دوگانہ کھڑا ہو کر کرے اور تمام بیٹھ کر کرے بدون کراہت کے صحیح تر قول میں مثل اس کے عکس کے یعنی بیٹھ کر دوگانہ نفل کو شروع کرنا اور کھڑا ہو کر تمام کرنا جائز ہے بلا کراہت کذا فی البحر اور بیٹھ کر نفل پڑھنے میں ثواب اور لوگوں کا سوا مے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آدھا ہوتا ہے مگر عذر کی جہت سے آدھا نہیں ہوتا بلکہ پورا ثواب ہوتا ہے ھم فی الاصح راجع ہے بلا کراہت کی طرف اور اس کا مقابل مرر اور وقایہ وغیرہ کا قول ہے کہ انھوں نے کراہت پر یقین کیا ہے بنا کی صورت میں بسبب خلاف صاحبین کے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لیے استثنا کیا کہ آپ کا ثواب قیام اور قعود میں یکساں ہے بہ سبب آپ کی شرافت کے کذا فی الطحطاوی ولا یصلی بعد صلوۃ مفروضۃ مثلہا فی القراءۃ ادنی الجماعۃ اور نماز ہی نہ پڑھے بعد فرض نماز کے ایسی نماز کہ مثل ہو نماز سابق کی قرأت میں یا جماعت میں ھم ابن ابی شیبہ نے حضرت عمرؓ سے یہ الفاظ روایت کیے ہیں لا یصلی بعد صلوۃ مثلہا یعنی نہ پڑھی جاوے بعد نماز کے کوئی نماز مثل اس کے اور ظاہر کلام امام محمد کا یہ ہے کہ یہ حدیث مرفوع ہے اور چوں کہ ظاہر حدیث اجماعًا مراد نہیں کیوں کہ صبح کی اور ظہر کی نماز اسی طرح پڑھی جاتی ہے کہ ان کے پیش تر و پس ہی سنتیں ہیں اس لیے ضرور ہوا کہ اس حدیث کو کسی خاص صورت پر حمل کیا جاوے یعنی مثل ہونا مطلقًا مراد نہیں بلکہ قرأت یا جماعت میں مثل ہونا مراد ہے تو اگر ظہر کے بعد چار سنتیں اس طرح پڑھے کہ اول کی دو میں قرأت پڑھے اور دوسرے دوگانہ کو خالی مثل فرض کے تو یہ نماز مکروہ ہوگی اسی طرح دوسری بار جماعت سے پڑھنا ایک ہی نماز کا مکروہ ہے کذا فی الشامی محصرا ولا تعاد عند توہم الفساد للنہی

Marfat.com

اور نہ وہرائی جائے نماز وقت وہمی ہونے فساد کے لسبب ممانعت کے ھم یعنی اگر ایک بار نماز پڑھ لی پھر وسوسہ کے باعث شبہ ہوگیا کہ یہ نماز فاسد ہوئی تو اس نماز کا اعادہ کرنا مکروہ ہے ہاں اگر خلل نماز کا ثابت ہو مثلاً کوئی واجب چھوٹ گیا تو اس صورت میں اعادہ واجب ہے اور نہی سے مراد وہی حدیث ہے جو اوپر گذری کذا فی الشامی ومانقل ان الامام قضیٰ صلوۃ عمرہ فان صح نقول کان یصلی المغرب والوتر اربعا بثلاث قعدات اور یہ جو نقل کیا گیا ہے کہ امام اعظمؒ نے اپنی عمر کی نماز قضا کی تو اگر یہ نقل صحیح ہے تو ہم کہتے ہیں کہ امام صاحب مغرب اور وتر کو چار رکعتیں تین قعدوں سے پڑھا کرتے تھے ھم یہ جواب ہے ایک سوال کا تقریر سوال یہ ہے کہ امام اعظم کا نماز عمر کو قضا کرنا حدیث مذکور کے مخالف ہے اس لیے کہ ایسا تو ہوا نہ ہوگا کہ امام صاحب نے اپنی سب پنج وقتی نمازوں میں کوئی واجب چھوڑ دیا ہو یا کسی مکروہ کے مرتکب ہوئے ہوں تاکہ اعادہ ان کا واجب ہو جائے بلکہ غالباً ان کی قضا بنظر احتیاط اور توہم فساد تھی تو یہ قضا حدیث مذکور کے مخالف ٹھہری اور اگر یہ کہیے کہ قضا کی سب رکعتوں میں آپ نے قرأت پڑھی تاکہ نفل ہو جائیں تو مغرب اور وتر کی تین رکعتیں نفل ٹھہریں گی حالاں کہ نفل تین رکعت موضوع نہیں تو اس کا جواب شارح نے یہ دیا کہ اوّل تو نقل عمر کی نماز قضا کرنیکی امام کی صحیح نہیں اور اگر صحیح ہو تو وتر اور مغرب کو آپ چار رکعتیں تین قعدوں سے پڑھتے تھے یعنی تیسری رکعت پر بھی بیٹھ کر تشہد پڑھ لیتے تھے تاکہ اول کی نماز اگر صحیح ہو تو یہ نماز نفل ہو جائے اور قعدہ کا زیادہ ہو جانا نفل کو باطل نہیں کرتا اور اگر پہلے کی نماز نہ ہوئی ہو تو یہ نماز فرض ہوگی اور ایک رکعت کی زیادتی فرض کو باطل نہیں کرتی شامی نے کہا کہ جواب اول ہی درست ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں **ویعقد فی کل نفلہ کما فی التشہد علی المختار** اور بیٹھے نمازی تمام نفل میں جیسے تشہد میں بیٹھتا ہے قول مختار پر ھم فقیہ ابواللیث نے کہا کہ اسی پر فتویٰ ہے اور بعضوں نے کہا کہ چار زانو بیٹھ کر نفل پڑھے اور بعضوں نے کہا کہ گوٹ مار کر اور یہ اختلاف افضلیت میں ہے نہ جواز میں یعنی مختار یہ ہے کہ تشہد کی صورت پر بیٹھ کر پڑھنا افضل ہے گو اور طرح پر پڑھنے سے بھی ادا ہو جائے گی مگر تشہد میں کسی کا اختلاف نہیں سب کے نزدیک نفل میں بھی التحیات کے لیے اسی طرح بیٹھے جیسے فرضوں میں بیٹھتے ہیں کذا فی الشامی **ویتنفل المقیم راکبا خارج المصر** محل القصر **مؤمیا** فلو سجد اعتبر ایماءہ لانہا انما شرعت بالایماء **الی ای جہۃ توجہت ولبتہ ولوا بتداءہ عندنا او علی سرجہ نجس کثیر عند الاکثر** اور نفل پڑھے مقیم حالت سواری میں شہر کے باہر یعنی ایسی جگہ کہ وہاں مسافر کو قصر کرنا پڑے اشارہ سے پس اگر وہ کسی چیز یا زین پر سجدہ کرے گا تو سجدہ کرنا بھی اشارہ میں متصور ہوگا کیوں کہ سواری پر نماز صرف اشارہ سے مشروع ہوئی ہے نفل پڑھے جس طرف کو اس کی سواری کا جانور جاتا ہو اگرچہ نفل کے شروع کرنے کے وقت ہو ہمارے نزدیک یعنی سواری پر نماز پڑھنے میں استقبال قبلہ شرط نہیں نہ نیت کے وقت نہ درمیان میں بخلاف امام شافعی کے کہ ان کے نزدیک نیت کے وقت قبلہ رخ ہونا ضروری ہے کذا فی الشامی یا اگرچہ اس کے زین پر نجاست بہت ہو تب بھی نفل درست ہوگی اکثر کے نزدیک ھم شامی نے کہا کہ یہی ظاہر مذہب ہے اور یہی اصح ہے اور اگر جانور یا رحل پر نجاست ہو تب بھی یہی حکم ہے بسبب ضرورت کے اور مقیم کی قید سے معلوم ہوا کہ مسافر کو بطریق اولیٰ سواری پر نفل نماز درست ہے **ولو سیر ہا العمل قلیل لا باس بہ** اور اگر سواری کے جانور کو تھوڑے سے عمل سے ہانکا تو اس کا مضائقہ نہیں یعنی اس سے نماز فاسد نہ ہوگی **ولو افتتح النفل راکبا ثم نزل بنی وفی عکسہ لا لان الاول ادی اکمل مما وجب والثانی بعکسہ** اور اگر شروع کیا نفل کو حالت سواری میں پھر اتر پڑا تو اسی پہلی نماز کو پورا کر لے کیونکہ باقی ہوا اور اس کے عکس میں یعنی شروع کیا زمین پر پھر سوار ہوگیا بنا نہ کرے اس لیے کہ اول ادا کی گئی زیادہ کامل بہ نسبت نماز واجب کے اور دوسری اس کی عکس ہے ھم یعنی پہلی صورت میں نیت ایسی نماز کی ہوئی جس میں رکوع اور سجدہ اشارہ سے تھا اور جب اترکر ان کو ادا کیا تو شروع کی نسبت زیادہ کامل پر پایا گیا اور دوسری صورت میں تکبیر تحریمہ اس نماز کی ہے جس کا پڑھنا رکوع وسجدہ کے ساتھ واجب ہے تو بدون عذر کے اس واجب کو چھوڑ نہیں سکتا کذا فی البحر **ولو افتتحہا خارج المصر ثم دخل المصر اتم علی الدابۃ بایماء وقیل لا بل ینزل وعلیہ الاکثر**

Marfat.com

قالہ الحلبی وقیل یتم راکب مالم یبلغ منزلہ قہستانی اور اگر نماز نفل کو شہر کے باہر شروع کیا پھر شہر میں داخل ہوا تو سواری ہی پر اشارہ سے پورا کرے اور ایک قول یہ ہے کہ سواری پر تمام نہ کرے بلکہ باقی کو اتر کر تمام کرے اور اسی قول پر ہیں اکثر فقہا کہا ہے اس کو حلبی نے اور قول ضعیف یہ ہے کہ سواری پر تمام کرے جب تک اپنے مکان کو نہ پہنچا ہو اور مکان پر پہنچنے سے اتر کر تمام کرے کذا فی القہستانی ویبنی قائما الی القبلۃ او قاعدًا اور بنا کرے قبلہ کی طرف کو کھڑا ہو کر یا بیٹھ کر ھم یعنی جب نفل کو سواری پر شروع کیا پھر اتر پڑا تو اب باقی نماز کو قبلہ رخ ہو کر کھڑا ہو کر پڑھے یا بیٹھ کر ولو رکب تقسد لانہ عمل کثیر بخلاف النزول اور اگر نفل کو زمین پر شروع کیا پھر سوار ہوا تو فاسد ہو جائیگی اس لیے کہ سوار ہونا عمل کثیر ہے بخلاف اترنے کے سواری سے کہ عمل قلیل سے ممکن ہے اس طرح کہ دونوں پاؤں ایک طرف کو کر کے کھسک پڑے ھم یہ مسئلہ شارح نے مکرر اس لیے بیان کیا کہ پہلے علت فساد یہ لکھی تھی کہ کامل طور پر ادا کرکے ضعیف طور پر ادا درست نہ ہوگا اور یہاں علت فساد عمل کثیر کو ٹھہرایا ہے کذا فی الشامی ولو صلی علی دابۃ فی شق محمل وہو یقدر علی النزول بنفسہ لا تجوز صلوتہ علیہا اذا کانت واقفۃ الا ان تکون عیدان المحمل علی الارض بان رکز تختہ خشبۃ اور اگر نماز پڑھی اونٹ پر محمل کے ایک طرف میں حالاں کہ وہ اپنے آپ اس پر سے اتر سکتا ہے تو اس کی نماز اونٹ پر درست نہ ہوگی جب کہ اونٹ ٹھہرا ہوا ہو مگر یہ کہ پائے محمل کے زمین پر ہوں مثلاً محمل کے نیچے لکڑی گاڑ دی ہو جس سے زمین محمل پر ٹھہر جائے اونٹ کی پشت پر نہ رہے ھم یہاں سے نماز فرض اور واجب کا بیان ہے سواری پر سو جاننا چاہیے کہ فرض واجب سواری پر بدون ضرورت جائز نہیں اور ضرورتیں یہ ہیں کہ خوف ہو چور کا یا درندہ کا اترنے کی صورت میں یا زمین پر گارا وغیرہ ہو چنانچہ آگے آتا ہے اور محمل میں نماز کا حال ایسا ہے جیسا خود سواری پر تو ٹھہری ہوئی سواری پر تو نماز اشارہ سے پڑھے بشرطیکہ اس کے ٹھہرانے کے قبلہ کی طرف کو اگر ممکن ہو ورنہ حتی الوسع قبلہ جانب رکھنا چاہیے اور چلتی سواری کو اگر ٹھہرانے پر قادر ہو تو نماز درست نہیں اور اگر خوف وغیرہ عذروں کے باعث ٹھہرا نہ سکے تو جس طرح پڑھ سکے پڑھ لے اور قدرت کے وقت اس نماز کا اعادہ اس کے ذمہ نہیں جیسے بیمار کے ذمہ اعادہ نہیں کذا فی الشامی واما الصلوۃ علی العجلۃ ان کان طرف العجلۃ علی الدابۃ وہی تسییر اولا تسییر فہی صلوۃ علی الدابۃ فتجوز فی حالۃ العذر المذکور فی التیمم لا فی غیرہا اور گاڑی پر نماز کا یہ حال ہے کہ اگر گاڑی کا جانور پر ہو اور گاڑی چلتی ہو یا نہ تو وہ نماز سواری ہی پر ہے یعنی جائز ہوگی حالت عذر میں جس کا ذکر تیمم میں ہوا نہ دوسری حالت میں ھم عجلہ بفتحتین بوجھ لادنے کی گاڑی کو کہتے ہیں جو کرانچی کی طرح ہوتی ہے کذا فی المغرب اور عذر جس کا ذکر تیمم میں ہوا خوف مال اور نفس یا عورت کو کسی بدکار کا ومن العذر المطر وطین یغیب فیہ الوجہ وذہاب الرفقاء ودابۃ لا ترکب الا بعناء او معین ولو محرما لان قدرۃ الغیر لا تعتبر اور عذر میں داخل ہے مینہ کا برسنا اور گارا جس میں منہ غائب ہو جاوے یعنی لتھڑ جاوے اور چلا جانا رفیقوں کا اور جانور کا ایسا ہونا جس پر بدون مشقت سوار نہ ہو سکے یا بدون مددگار کے سوار نہ ہو سکے اگرچہ مددگار محرم ہو اس لیے کہ غیر کی قدرت معتبر نہیں ھم شامی نے کہا کہ اگر کسی شخص کے پاس سواری نہیں اور زمین سے گارا ہو رہی ہے کہ سجدہ نہیں کر سکتا تو وہ شخص کھڑا ہو کر اشارہ سے نماز پڑھے حتی لو کان مع امہ مثلا فی شق محمل واذا نزل لم تقدر ترکب وحدہا جاز ایضا کما افادہ فی البحر فلیحفظ یہاں تک کہ اگر ہووے مرد اپنی ماں کے ساتھ محمل کے ایک طرف میں اور جب وہ اترتا ہے تو اس کی ماں اکیلی سوار نہیں رہ سکتی تو اس مرد کو بھی نماز پڑھنا محمل میں درست ہے چنانچہ بیان کیا ہے اس کو بحر الرائق میں تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ھم یعنی محمل کے دو سواروں میں سے ایک کا ایسا ہونا کہ تنہا نہ تھم سکے دوسرے کے حق میں عذر ہے وان لم یکن طرف العجلۃ علی الدابۃ جاز لو واقفۃ لتعلیم بانہا کالسریر اور اگر گاڑی کا سرا بیل وغیرہ پر نہ ہو تو نماز اس میں جائز ہے اگرچہ کھڑی ہو چلتی نہ ہو بسبب علت بیان کرتے فقہا کے کہ زمین پر کھڑی ہوئی گاڑی مثل تخت کے ہے ھم یہاں ریل کے اندر نماز پڑھنے کا حکم بیان کرنا ضروری ہے کہ اس میں علماء ہند

Marfat.com

مختلف ہیں بعض کہتے ہیں کہ چلتی ریل میں نماز فرض واجب درست نہیں اور بعض درست کہتے ہیں جو درست نہیں کہتے ان کی تقریر یہ ہے کہ ریل ہر جگہ پر اتنی دیر ٹھہرتی ہے کہ اس میں آدمی نماز چھوٹی سورتوں سے مسافروں کی طرح پڑھ سکتا ہے اور نماز کے ہر ایک وقت میں اتنی وسعت ہے کہ اس قدر عرصہ میں ریل کسی جگہ ضرور ٹھہرتی ہے تو ریل کے سوار کو کوئی عذر نہیں کہ ریل پر پڑھے اور بدون عذر کے سواری پر نماز جائز نہیں اور جو درست کہتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ نمازی کا عذر وقت ارادہ نماز اور اس کے شروع کرنے کے معتبر ہے گو قبل خروج وقت کے اس کا عذر جاتا رہنا متوقع ہو پس چلتی ریل پر سے اترنے سے عاجز ہونا عذر صریح ہے پھر کیا وجہ کہ نماز جائز نہ ہو حالاں کہ اگر نمازی تیمم سے اول وقت نماز پڑھ لے اور جانے کہ وقت کے باقی رہتے پانی مل جائے گا تو اس کی نماز ہو جائے گی کوئی اس کے عدم جواز کا قائل نہیں کیوں کہ جس وقت نماز ادا کی اس وقت پانی پر قادر نہ تھا یہ دونوں طرف کی دلیلیں ہیں پھر جو مترجم نے کتب فقہ کی طرف رجوع کیا تو معلوم ہوا کہ قول نماز کے جواز کہنے والوں کا درست ہے چنانچہ شامی نے اس کی ایک نظیر لکھی ہے کہ مسافر قافلہ حجاج میں جو عذر کے سبب اتر سکتا نہیں اور توقع زوال عذر کی قبل خروج وقت رکھتا ہے کیا اس کو درست ہے کہ مثلاً عشاء کی نماز اونٹ پر یا محمل میں اول وقت پڑھ لے یا اس وقت تک توقف کرے کہ سب قافلہ عشاء کے لیے اترے پس میرے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ اول وقت پڑھ لے جیسے تیمم سے اول وقت نماز درست ہے گو توقع ہو کہ وقت کے زوال سے پیشتر تر پانی مل جائے گا انتہی مختصراً تو معلوم ہوا کہ نماز کے جواز میں کچھ تردد نہیں ہاں اگر وقت کے باقی رہنے تک توقف کرے اور ریل کے ٹھہرنے پر نماز پڑھے تو یہ صورت احتیاط کی ہے چنانچہ حلیہ کے باب التیمم میں منیہ سے منقول ہے کہ اولیٰ یہ کہ تیمم سے اول وقت نماز نہ پڑھے اور تاخیر کرے یہاں تک کہ جب وقت جاتا دیکھے اس وقت پڑھ لے ہذا کلہ فی الفرض والواجب بانواعہ وسنۃ الفجر بشرط ایقافہا للقبلۃ ان امکنہ والا فبقدر الامکان لئلا یختلف بسیر الامکان یہ سب یعنی نہ قادر ہونا اترنے پر اور محمل کے نیچے پایہ کار کھنا یا گاڑی کا جو بیلوں پر نہ ہونا فرض اور واجب کی اقسام اور فجر کی سنتوں کے لیے ہے بشرط کھڑا کرنے سواری کے قبلہ کی جانب اگر سوار کو ممکن ہو اور اگر جانب قبلہ کھڑا کرنا ممکن نہ ہو تو جتنا ہو سکے کھڑا کرنا اس لیے شرط ہوا کہ مکان نماز سواری کے چلنے سے مختلف نہ ہو ہم حاصل یہ ہے کہ مکان کا متحد ہونا اور قبلہ رخ ہونا سوائے نفل کے اور نمازوں میں شرط ہے اگر ممکن ہو تو بدون عذر کے دونوں امر ساقط نہ ہوں گے پس اگر قبلہ رخ سواری کو کھڑا کر سکے تو کرے باقی رہا یہ کہ اگر کھڑا کر سکتا ہے قبلہ رخ نہیں کر سکتا تو کھڑا کرنا لازم ہے تاکہ اتحاد مکان صب نماز میں حاصل ہو اور اگر قبلہ رخ کر سکتا ہے اور کھڑا نہیں کر سکتا تو حلیہ میں مذکور ہے کہ قبلہ رخ کرنا لازم ہے اور شارح کے قول بقدر امکان سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے اور واجب کے اقسام سے مراد وتر اور نماز نذر اور اس نماز نفل کی قضا جس کو شروع کر کے توڑ دیا ہو کذا فی الشامی واما فی النفل فیجوز علی المحمل والعجلۃ مطلقا فرادی لا بجماعۃ الا علی دابۃ واحدۃ اور نفل کا حال یہ ہے کہ درست ہے نماز نفل محمل پر اور گاڑی پر مطلقاً خواہ کھڑی ہو یا چلتی قبلہ رخ ہو یا نہ ہو اترنے پر قادر ہو یا نہ ہو لیکن تنہا پڑھنا نفل کا درست ہے نہ جماعت سے مگر ایک سواری کے جانور پر جماعت سے بھی درست ہے خواہ مقتدی پیچھے بیٹھا ہو یا محمل میں برابر ہو کذا فی الشامی ولو جمع بین نیۃ فرض ونفل ولو تحیۃ رجح الفرض لقوتہ وابطلہا محمد والائمۃ الثلثۃ اور اگر جمع کیا نمازی نے نیت فرض اور نفل کو اگرچہ نفل تحیۃ المسجد ہو یا تحیۃ الوضو تو ترجیح دیا جائے گا فرض بسبب اس کے قوی ہونے کے اور باطل کیا ہے اس نیت کو امام محمد اور ائمہ ثلثہ یعنی مالک واحمد وشافعیؒ نے ہم یعنی فرض ونفل کی نیت ایک ساتھ کرنے سے فرض ہو جائے گا اور نفل کا ثواب نہ ملے گا بخلاف اس صورت کے کہ کئی نفلوں کی ایک ساتھ نیت کرے مثلاً تحیۃ المسجد اور تحیۃ الوضو اور نماز چاشت اور کسوف کی نیت ایک ہی دوگانہ میں کرے تو سب کا ثواب ملے گا کذا فی الطحطاوی ولو نذر رکعتین بغیر طہر لزمہ به عنده وعی ابی یوسف کما لو نذر بغیرہ قرادۃ او عریانا او رکعۃ وکذا نصف رکعۃ عند ابی یوسفؒ وہو المختار اور اگر نذر کی دو رکعتیں بدون طہارت کے تو لازم ہوں گی اس پر طہارت کے ساتھ امام ابی یوسف کے

Marfat.com

نزدیک چنانچہ اگر نذر کی بغیر قراءۃ کے یا حالت برہنگی میں تو قراءت اور ستر عورت کے ساتھ لازم ہوں گی یا نذر کی ایک رکعت اور اسی طرح آدھی رکعت اگر نذر کی تو دو رکعتیں لازم ہوں گی امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی مختار ہے ھ طحطاوی نے کہا کہ ماتن نے ضمیر عنده کی بے موقع بیان کی کیوں کہ اصطلاح یہ ٹھہری ہوئی ہے کہ عنده کی ضمیر امام کی طرف ہو جب کہ کوئی قرینہ نہ ہو واجبه الثالث اے محمد اور باطل کیا ہے اس نذر کو امام سوم یعنی امام محمدؒ نے تو ان کے نزدیک اس نذر سے اس پر کچھ لازم نہ ہوگا کیوں کہ نذر معصیت کی ہے اور ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ نماز کا لازم کرتا اس چیز کا لازم کرتا ہے جس کے بدون نماز صحیح نہ ہوتی ہو اور چوں کہ عذر والے کے حق میں نماز بدون طہارت کے اور امی کے حق میں بدون قراءت کے عبادت ہے تو نذر معصیت نہ ہوئی کذا فی الشامی او نذر عبادة فی مکان کذا فادّاها فی اقل من شرفه جاز لان المقصود القربة خلا فالزفر والثلاثة یا نذر کی عبادت کی کسی مکان معین میں پھر اس کو ادا کیا ایسے مکان میں جس کا شرف بہ نسبت مکان نذر کے کم تھا تو ادائے نذر درست ہوگا اس لیے کہ مقصود قربت ہے اور ہر جگہ کی نماز سے حاصل ہے بخلاف زفر اور تینوں اماموں کے ولو نذرت عبادة کصوم وصلوة فی غد فحاضت فیه یلزمها قضاءها لانه یمنع الاداء لا الوجوب اور اگر کسی عورت نے کسی عبادت کی مثل نماز اور روزہ کے نذر کی کل کے روز میں پھر اس روز میں وہ حائضہ ہوگئی تو لازم ہوگی اس عورت کو قضا اس عبادت کی اس لیے کہ حائضہ ہونا اداء عبادت کا مانع ہے نہ وجوب عبادت کا ھ شامی نے کہا کہ ضمیر لانہ کی حیض کی طرف ہے جو فعل حاضت سے مفہوم ہوتا ہے ولو نذر تہا یوم حیضها لا لانه نذر بمعصیة اور اگر عورت نے عبادت کی نذر کی اپنے حیض کے دن میں کی یعنی یوں کہا مثلاً کہ جس دن میں حائضہ ہوں اس روز اتنی نفلیں پڑھوں یا روزہ رکھوں تو اس پر قضا لازم نہ ہوگی اس لیے کہ یہ نذر ہے معصیت کی یعنی یوم حیض نماز و روزہ کا منافی ہے تو یہ نذر ہی درست نہ ہوئی التراویح سنة مؤکدة لمواظبة الخلفاء الراشدین للرجال والنساء اجماعاً تراویح سنت مؤکدہ ہے بسبب مواظبت خلفاء راشدین کے مردوں اور عورتوں کے حق میں بالاجماع ھم خلفائے راشدین سے اکثر مراد ہیں کیوں کہ تراویح کی مداومت عہد مبارک حضرت عمرؓ کے درمیان ہوئی اور اس کے بعد سے آج تک صحابہ اور علماء سب اس پر متفق چلے آئے کسی نے انکار نہیں کیا اور شرح منیہ میں ہے کہ اکثر علماء نے اس کے مسنون ہونے پر اجماع نقل کیا ہے اور اس کے سنت مؤکدہ ہونے کی تصحیح ہدایہ وغیرہا میں کی ہے اور اجماع کی قید اس لیے لگائی کہ روافض کا قول قابل اعتبار نہیں جو صرف مردوں کے حق میں سنت بتاتے ہیں یا سرے سے سنت ہی نہیں کہتے اور سعید بن منصور نے روایت عروہ روایت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابی بن کعبؓ کو امام مردوں کا کیا تھا اور تمیم داری عورتوں کو نماز پڑھایا کرتے تھے کذا فی الشامی ووقتها بعد صلوة العشاء الی الفجر قبل الوتر وبعده فی الاصح اور وقت تراویح کا نماز عشاء کے بعد سے فجر تک وتر سے پہلے اور وتر کے بعد صحیح تر قول میں ھم وقت تراویح میں تین قول ہیں اوّل یہ کہ تمام شب اس کا وقت ہے تو اس صورت میں آفتاب کے غروب سے صبح صادق تک وقت ہوگا دوسرا قول یہ ہے کہ تراویح کا وقت عشاء اور وتر کے درمیان ہے یعنی عشاء کے بعد اور وتر سے پیش تر اور تیسرا قول یہ ہے جو ماتن نے ذکر کیا بحر الرائق میں کہا کہ پہلے قول کی تصحیح کسی نے نہیں کی اور دوسرے کو خلاصہ میں صحیح کہا ہے اور غایۃ البیان میں کہا کہ متوارث اور ماثور یہی ہے اور تیسرے قول کو ہدایہ اور خانیہ اور محیط میں صحیح کہا ہے اور کافی میں اسی کو جمہور کی طرف نسبت کیا ہے کذا فی الشامی فلو فاتته بعضها وقام الامام الی الوتر اوتر معه ثم صلی ما فاته پس اگر نمازی کو کچھ تراویح نہ ملی ہوں اور امام وتروں کے لیے کھڑا ہو جائے تو وہ شخص امام کے ساتھ وتر پڑھ لے پھر وہ تراویح پڑھ لے جو فوت ہوگئی ہو ھم یہ تفریع تیسرے قول پر ہے اور دوسرے قول کے بموجب وتر امام کے ساتھ پڑھنے سے وقت تراویح کا تمام ہو جائے گا اور دونوں قولوں پر یہ مسئلہ متفرع ہے کہ جس شخص نے فرض عشاء نہ پڑھے ہوں تو وہ بدون فرض پڑھے جماعت تراویح میں شریک نہ ہو ویستحب تاخیرها الی ثلث اللیل او نصفه ولا تکره بعده فی الاصح اور مستحب ہے دیر کرنا تراویح کا رات کی ایک تہائی تک یا اس کے نصف تک اور نہیں مکروہ ہے تراویح بعد نصف شب کے صحیح تر قول میں ھم اور قول ضعیف

Marfat.com

ہے کہ بعد نصف شب کے تراویح مکروہ ہے کیوں کہ تراویح تابع عشاء کی ہے تو جب اصل عشاء مکروہ ہے تو تابع بھی مکروہ ہونی چاہیے اور وجہ مکروہ نہ ہونے کی یہ ہے کہ تراویح نماز شب ہے اور افضل نماز شب میں یہی ہے کہ آخر شب میں ہو کذا فی الشامی مختصرا **ولا تقضی اذا فاتت اصلا ولا واحدہ فی الاصح فان قضاہا کانت نفلا مستحبا ولیس بتراویح کسنۃ** مغرب وعشاء اور تراویح جب فوت ہو جائے تو قضا نہ کی جائے اصلا یعنی نہ جماعت میں اور نہ تنہا صحیح تر قول میں پس اگر تراویح کو قضا پڑھے گا تو نفلیں مستحب ہو جائیں گی اور تراویح نہ ہوں گی جیسے مغرب اور عشاء کی سنتیں فوت ہو جانے سے قضا نہیں کی جاتیں ھم طحطاوی نے کہا کہ ولا واحدہ بیان ہے اصلا کا یعنی نہ جماعت میں اور نہ تنہا اور اصح قول کا مقابل یہ ہے کہ دوسری تراویح کے وقت آنے تک تنہا قضا پڑھ سکتا ہے **والجماعۃ سنۃ علی الکفایۃ فی الاصح** فلو ترکہا اہل مسجد اثموا الا لو ترک بعضہم اور جماعت تراویح میں سنت کفایہ ہے اصح قول میں اس سے یہ نکلا کہ اگر کسی مسجد والے جماعت تراویح کو ترک کریں گے تو سب گناہ گار ہوں گے نہ جب کہ جماعت کو ان میں سے بعض نے چھوڑا ہو ھم جماعت کو سنت کفایہ کہنے سے یہ اشارہ کیا کہ مطلق تراویح سب کے حق میں جداگانہ سنت ہے اگر کوئی تراویح کو چھوڑے گا تو گنہگار ہوگا اور سنت کفایہ سے مراد یہ کہ بعض کے کرنے سے بقیہ کے ذمہ سے ساقط ہو جائے **وکل ما شرع بجماعۃ فالمسجد فیہ افضل قالہ الحلبی** اور جو نمازیں کہ جماعت سے مشروع ہیں ان میں مسجد افضل ہے کہا ہے اس کو حلبی نے ھم یعنی کسوف اور تراویح وغیرہ کو مسجد میں پڑھنا افضل ہے بہ نسبت گھر پڑھنے کے **وہی عشرون رکعۃ** حکمۃ مساواۃ المکمل للمکمل اور تراویح بیس رکعت ہیں حکمت ان کے بیس ہونے کی برابر ہونا مکمل بالکسر کا مکمل بالفتح سے ہے ھم یعنی نوافل فرائض کی تکمیل کے لیے ہوتی ہیں اور چوں کہ شمار فرائض پنجگانہ کا مع وتر کے بیس ہے اس لیے تراویح بھی بیس رکعت ہوئیں تو تکمیل کرنے والی تراویح ہیں اور تکمیل کیے گئے فرائض اور وتر یہ دلیل عقلی ہوئی اور دلیل نقلی یہ ہے کہ ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباسؓ سے بسند ضعیف روایت کیا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعتیں اور وتر پڑھتے تھے **بعشر تسلیمات فلو فعلہا بتسلیمۃ فان قعد لکل شفع صحت بکراہۃ** والا ثابت عن شفع واحد بہ یفتی تراویح بیس رکعتیں ہیں دس سلاموں سے تو اگر ان کو ایک سلام سے پڑھا اور ہر دوگانہ پر بیٹھا تب تو کراہت کے ساتھ درست ہو جائیں گی ورنہ ایک دوگانہ کی قائم مقام ہوں گی اسی پر فتوی ہے ھم یعنی سلف سے ان کا پڑھنا دس سلاموں سے مروی ہے اور فقہاء نے تصریح کی ہے کہ رات کی نفلیں آٹھ سے زیادہ ایک سلام میں پڑھنا مکروہ ہیں اس لیے بیسوں کو ایک سلام سے پڑھنا مکروہ ہے **بجلس ندبا بین کل اربعۃ بقدرہا وکذا بین الخامسۃ والوتر ویخیرون بین تسبیح وقراءۃ وسکوت وصلوٰۃ فرادی نعم تکرہ صلوۃ رکعتین بعد کل رکعتین** بیٹھے بطور استحباب کے درمیان ہر چار رکعتوں کے مقدار چار رکعتوں کے اور اسی طرح درمیان پانچویں ترویحہ اور وتر کے اور آدمی مختار ہیں چاہیں اس توقف میں تسبیح پڑھیں چاہیں قرآن چاہیں خاموش رہیں چاہیں نفلیں تنہا پڑھیں ہاں مکروہ ہے ہر دوگانہ کے بعد دو رکعتیں پڑھنی اس لیے کہ توقف ہر ترویحہ کے بعد مشروع ہے نہ ہر دوگانہ کے بعد ھم قہستانی نے کہا کہ ترویحہ کے بعد تین بار کہے (سبحان[1] ذی الملک والملکوت سبحان ذی العزۃ والعظمۃ والقدرۃ والکبریاء والجبروت سبحان الملک الحی الذی لا یموت سبوح قدوس رب الملئکۃ والروح لا الہ الا اللہ نستغفر اللہ نسالک الجنۃ ونعوذبک من النار) کذا فی الطحطاوی **والختم مرۃ سنۃ ومرتین فضیلۃ وثلاثا افضل ولا یترک الختم لکسل القوم** اور تراویح میں پڑھنا تمام قرآن کا ایک بار سنت ہے اور دو بار فضیلت ہے اور تین بار افضل ہے اور نہ چھوڑا جائے تمام قرآن کا پڑھنا لوگوں کی سستی کی جہت سے ھم قرآن مجید کی آیتیں کچھ اوپر چھ ہزار ہیں اور شمار تراویح کی رکعتوں کی چھ سو ہے اگر مہینہ تیس دن کا ہو اس حساب سے اگر ہر رکعت میں دس آیتیں پڑھے گا تو مہینے میں ایک ختم ہو جائے گا کذا فی الطحطاوی لکن فی الغنیۃ

[1] میں پاکی بیان کرتا ہوں ملک وسلطنت والے کی پاک ہے عزت اور بزرگی اور قدرت اور بڑائی اور جبروت والا پاک ہے بادشاہ زندہ جو نہیں مرے گا نہایت پاک اور پورا منزہ ہے مالک فرشتوں اور جبرئیل کا کوئی معبود نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے ہم مغفرت چاہتے ہیں اللہ سے یا اللہ تجھ سے سوال کرتے ہیں جنت کا اور پناہ مانگتے ہیں آگ سے ۱۲

Marfat.com

الافضل فی زماننا قدر مالا یثقل علیہم واقرہ المصنف وغیرہ لیکن اختیار میں ہے کہ افضل ہمارے زمانہ میں اس قدر کا پڑھنا ہے کہ لوگوں پر گران نہ ہو اور ثابت رکھا ہے اس کو مصنف وغیرہ نے وفی المجتبیٰ عن الامام لو قرأ ثلاثا قصارًا او آیۃ طویلۃ فی الفرض فقد احسن ولم یسیئ فما ظنک فی التراویح اور مجتبیٰ میں ہے امام اعظم سے کہ اگر فرض میں تین آیتیں چھوٹی یا ایک آیت بڑی پڑھی تو اچھا کیا اور برا نہیں کیا تو کیا گمان ہے تراویح میں ھم یعنے جب فرض میں تین آیتیں پڑھنی بہتر ہیں تو تراویح میں بطریق اولی احسن ہوں گی وفی فضائل رمضان للزاہدی افتی ابو الفضل الکرمانی والوبری انہ اذا قرأ فی التراویح الفاتحۃ وآیۃ او آیتین لا یکرہ ومن لم یکن عالما باہل زمانہ فہو جاہل اور زاہدی کی فضائل رمضان میں ہے کہ فتوی دیا ابو الفضل کرمانی اور وبری نے کہ جب تراویح کی ہر رکعت میں الحمد اور ایک آیت خواہ دو آیتیں پڑھیں تو مکروہ نہ ہوں گی اور جو شخص اپنے زمانہ والوں سے واقف نہ ہو وہ جاہل ہے ھم ایک آیت سے مراد بڑی آیت ہے جو تین چھوٹی آیتوں کے برابر ہو اسی طرح دو آیتیں برابر تین آیتوں کے ہونی چاہییں ورنہ مکروہ تحریمی ہوگا کذا فی الشامی حاصل شارح کی تقریر کا یہ ہے کہ اگر لوگ اس طرح کے سست اور بددل ہوں کہ تمام قرآن سننے کی تاب نہ رکھتے ہوں تو اس صورت میں اس قدر پر اقتصار کرنا چاہیے تاکہ مسجد جماعت سے خالی نہ رہیں ورنہ ایک ختم سے کم نہ کرے کہ سنت وہی ہے **ویأتی الامام والقوم بالثناء فی کل شفع ویزید الامام علی التشہد الاان یمیل القوم فیأتی بالصلوۃ ویکتفی باللہم صل علی محمد لانہ الفرض عند الشافعی ویترک الدعوات** اور پڑھے امام اور قوم سبحانک اللہم ہر دوگانہ میں اور امام تشہد پر بڑھا دے درود اور دعا کو مگر یہ کہ قوم تھک جائے تو صرف درود پڑھے اور اس میں سے بھی اللہم صل علی محمد پر اکتفا کرے اس لیے کہ ورود فرض ہے امام شافعی کے نزدیک تو اس کا پڑھنا ضروری ہے اور چھوڑ دے دعاؤں کو **وتجتنب المنکرات ہذمۃ القراءۃ وترک تعوذ وتسمیۃ وطمانینۃ وتسبیح واستراحۃ** اور احتراز کرے غیر مشروع باتوں سے یعنی قراءت کے جلد پڑھنے اور اعوذ اور بسم اللہ کے چھوڑنے اور اطمینان اور رکوع اور سجدہ کی تسبیح اور تسبیحوں کے بعد توقف کے چھوڑنے سے ھم ہذمہ بروزن زلزلہ بمعنی جلد پڑھنے کے ہے اور وہ بدل ہے منکرات سے کذا فی الطحطاوی **وتکرہ قاعدا الزیادۃ تاکد حتی قیل لا تصح مع قدرۃ القیام** اور مکروہ ہے تراویح کا پڑھنا بیٹھ کر بسبب زیادہ تاکید ہونے تراویح کے یہاں تک کہ بعض فقہا نے کہا ہے کہ بیٹھ کر درست نہیں باوجود قادر ہونے کے کھڑا ہو کر ھم یعنی اگر کھڑا ہو کر پڑھنے کی طاقت نہ ہو تو بیٹھنا مکروہ نہیں اور بیٹھ کر پڑھنا بلا عذر مکروہ تنزیہی ہے اس لیے کہ خلاف سلف کے فعل کے ہے کذا فی الشامی **کما یکرہ تاخیر القیام الی رکوع الامام للتشبہ بالمنافقین** جیسے مکروہ ہے دیر کرنا قیام میں امام کے رکوع تک واسطے مشابہت کے منافقوں سے ھم یعنی مقتدی کا بیٹھا رہنا اور امام کے رکوع کے وقت نماز کا شروع کرنا مکروہ ہے اس لیے کہ علامت کسل کی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے منافقوں کے حال میں (واذا قاموا الی الصلوۃ قاموا کسالی) یعنی جب نماز کو کھڑے ہوں تو کھڑے ہوں سست اسی تشبیہ کی جہت سے یہ حرکت مکروہ ہے **ولو ترکوا الجماعۃ فی الفرض لم یصلوا التراویح جماعۃ لانہا تبع فصلیہ وحدہ یصلیہا معہ** اور اگر لوگوں نے جماعت فرض میں نہ کی ہو تو تراویح کو جماعت سے نہ پڑھیں اس لیے کہ جماعت تراویح کی تابع ہے جماعت فرض کی تو جس شخص نے فرض تنہا پڑھی ہوں وہ تراویح کو امام کے ساتھ پڑھے **ولو لم یصلہا ای التراویح بالامام او صلاہا مع غیرہ لہ ان یصلی الوتر معہ** اور اگر نہ پڑھا تراویح کو امام کے ساتھ یا تراویح کو دوسرے امام کے ساتھ پڑھا تو نمازی کو جائز ہے کہ وتر کو امام کے ساتھ پڑھے ھم مراد اس سے یہ ہے کہ فرض کو جماعت کے ساتھ پڑھا اور تراویح کو جماعت سے نہیں پڑھا ہے متصلو تر جماعت سے پڑھ سکتا ہے لیکن اگر فرض تنہا پڑھے ہوں تو وتر کو جماعت سے نہ پڑھے کذا فی الشامی **بقی لو ترکہا الکل ہل یصلون الوتر بجماعۃ فلم اجد فیہ** رہا یہ مسئلہ کہ اگر تراویح کی جماعت سب نے نہ کی ہو تو کیا سب لوگ وتر کو جماعت سے پڑھیں اس کا حکم تلاش کرنا چاہیے ھم شامی نے کہا کہ ظاہر اوتر کو جماعت سے نہ پڑھے اس لیے کہ وتر میں جماعت کا مسنون ہونا تراویح کی جماعت کے بعد سلف سے منقول ہے تو وتر کی جماعت تابع ہوئی تراویح کی جماعت کے **ولا یصلی الوتر والمتنفل بجماعۃ خارج رمضان** ای یکرہ ذلک ای علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعۃ بواحد کما فی الدرر ولا خلاف فی صحۃ الاقتداء

Marfat.com

اذلا مانع نہر اور نہ پڑھا جاوے وتر اور نہ نفل جماعت سے رمضان کے سوا اور دنوں میں ..... یعنی جماعت وتر اور نفل کی اور دنوں میں مکروہ ہے بشرط کثرت کے اس طرح کہ چار شخص ایک کے پیچھے پڑھیں چنانچہ درر میں ہے اور خلاف نہیں اقتدا کے صحیح ہونے میں کیوں کہ کوئی مانع اقتدا کا نہیں کذا فی النہر ہم چار مقتدیوں کی قید اس لیے لگائی کہ اگر ایک شخص یا دو مقتدی ہوئے تو بلا کراہت درست ہے شامی نے کہا کہ ہر چند اقتدا نفل میں درست ہے مگر ثواب جماعت کا نہیں ملتا وفی الاشباہ عن البزازیۃ یکرہ الاقتدا فی صلوۃ رغائب وبراءۃ وقدر الا اذا قال نذرت کذا رکعۃ بھذا الامام جماعۃ انتہیٰ قلت وتمتہ عبارۃ البزازیۃ من الامامۃ ولا ینبغی ان یتکلف کل ہذا التکلف لامر مکروہ اور اشباہ میں بزازیہ سے ہے کہ مکروہ ہے اقتدا کرنا صلوۃ رغائب میں اور صلوۃ براءۃ اور صلوۃ قدر میں مگر جب مقتدی یوں کہے کہ میں نے اتنی رکعتیں اس امام کے پیچھے جماعت سے نذر کی تمام ہوا قول اشباہ کا میں کہتا ہوں کہ باقی عبارت بزازیہ کی باب الامامۃ سے یہ ہے کہ نہیں چاہیے یہ کل تکلف ایک امر مکروہ کے لیے ہم رجب کے پہلے جمعہ کی شب میں نماز نفل صلوۃ رغائب کہلاتی ہے یہ نماز ۴۸۰ھ میں ایجاد ہوئی اور علماء نے اس کی برائی اور اس کے پڑھنے والوں کی مذمت میں کتابیں تالیف کیں اور منیہ کے شارحوں نے تصریح کی کہ جو کچھ اس باب میں مروی ہے سب باطل اور موضوع ہے اس کی جماعت کے لیے اہل روم یہ حیلہ کرتے ہیں کہ رکعتوں کو نذر کر لیتے ہیں تاکہ جماعت نفل کی نہ رہے واجب کی ہو جائے اور صلوۃ براءت سے مراد شب پندرھویں شعبان کی نفلیں ہیں اور صلوۃ قدر سے ستائیسویں شب رمضان کی نفلیں ہیں ان میں بھی جماعت مکروہ ہے تو جماعت سے نفل ادا کرنے کے لیے نذر کا تکلف نہ کرنا چاہیے کذا فی الشامی وفی التتارخانیۃ لو لم ینو الامامۃ لا کراہۃ علی الامام فلیحفظ اور تاتارخانیہ میں ہے کہ اگر امام امامت کی نیت نہ کرے گا تو اس کے حق میں کراہت نہ ہوگی تو اس کو یاد رکھنا چاہیے وفیہ ای رمضان لیلی الوتر وقیامہ بہا اور رمضان میں پڑھا جائے وتر اور قیام رمضان جماعت سے ہم قیام رمضان سے مراد تراویح ہے یعنی در تراویح کو جماعت سے پڑھے وہل الافضل فی الوتر الجماعۃ ام المنزل تصحیحان لکن نقل شارح الوہبانیۃ ما یقتضی ان المذہب الثانی واقرہ المصنف وغیرہ اور کیا افضل ہے وتر جماعت سے یا گھر پر پڑھنا دونوں قولوں کی تصحیح ہوئی ہے لیکن شارح وہبانیہ نے وہ عبارت نقل کی ہے جس کا مقتضا یہ ہے کہ گھر پر پڑھنے کا افضل ہونا مذہب ہے اور اس کو ثابت رکھا ہے مصنف وغیرہ نے ہم حلبی نے کہا کہ شارح نے جو اوپر قاعدہ لکھا تھا کہ جو نمازیں جماعت سے مشروع ہیں ان کو مسجد میں پڑھنا افضل ہے اس کے رو سے معلوم ہوتا ہے کہ قول اول ہی راجح ہے ۔

باب ادراک الفریضۃ

یہ باب ہے حاصل کرنے جماعت فرض کا ہم طحطاوی نے کہا کہ مناسب یہ تھا کہ اس باب کا عنوان مسائل مشتی ہوتا اس لیے کہ سوائے کیفیت جماعت میں ملنے کے اور مسائل بھی اس میں مذکور ہیں شرع فیہا او اخرج النافلۃ والمنذورۃ والقضاء فانہ لا یقطعہا[1] ثم اقیمت ای شرع فی الفریضۃ فی مصلاہ لا اقامۃ المؤذن ولا الشروع فی مکان وہو فی غیرہا یقطعہا لعذر احراز الجماعۃ شروع کیا نمازی نے فرض کو ادا کے طور پر پھر اسی فرض کی جماعت شروع ہو گئی اس کی نماز پڑھنے کی جگہ میں تو وہ اپنے فرض کو توڑ دے بسبب عذر حاصل کرنے جماعت کے شارح نے کہا کہ فرض کی قید سے نماز نفل اور نذر کی نماز اور ادا کی قید سے نماز قضا نکل گئی کہ اگر ان کو پڑھتا ہو اور جماعت شروع ہو جائے تو ان کو قطع نہ کرے اور اقامت سے غرض اس جگہ میں شروع فرض ہے نہ مؤذن کی اقامت اور نہ شروع لیے مکان میں کہ نمازی اس کے غیر ہیں ہو ہم یعنی مؤذن کی تکبیر سے توڑنا نماز کا درست نہیں بلکہ امام کی تکبیر تحریمہ پر توڑے اسی طرح اگر نمازی گھر پر پڑھتا ہو اور جماعت مسجد میں شروع ہو تب بھی نہ توڑے طحطاوی نے کہا شرع فی الفریضۃ بصیغہ مجہول ہے اور اقامۃ المؤذن مرفوع ہے عطف ہے شرع کے حاصل یہ یعنی مراد اقامت سے شروع ہے نہ اقامت مؤذن کما لو مدت وابتہ او فار قدرہا او خاف ضیاع درہم من مال او کان فی النفل فجئ بجنازۃ

[1] ایک نسخہ میں یقطعہا کے بعد مغزوا مثبت ہے مگر چوں کہ اکثر نسخ سے ساقط تھا اس لیے مترجم نے اس کو داخل کتاب نہیں کیا ۱۲

Marfat.com

وخاف فوتها قطعه لامكان قضائه چنانچہ قطع کرے اگر بھاگ جائے اس کی سواری کا جانور یا ابلی ہانڈی عورت کی یا خوف کرے تلف ہونے ایک درہم کا مال سے یا ہووے نفل نماز میں اور جنازہ لایا جاوے اور ڈرے فوت ہونے نماز جنازہ کو تو قطع کرے نفل کو بسبب قضا کر سکنے نفل کے ہم یعنی اگر فرض نماز پڑھنے میں جنازہ کی نماز نہ ملنے کا خوف ہو تو فرض کو قطع نہ کرے کہ وہ قوی تر ہے نماز جنازہ سے کذا فی الطحطاوی ویجب القطع لنحو انجاء غریق او حریق اور واجب یعنی فرض ہے توڑنا نماز کا واسطے بچانے ڈوبتے ہوئے یا جلتے ہوئے اور ان کے مثل کے ولو وعاها احد ابویه فی الفرض لا یجیبه الا ان یستغیث به وفی النفل ان علم انه فی الصلوة فدعاه لا یجیبه والا اجابه اور اگر پکارے نمازی کو اس کی ماں یا باپ فرض میں تو جواب نہ دے مگر یہ کہ فریاد چاہے اس سے یعنی فریاد خواہی کے وقت اور اس میں ماں باپ اور غیر برابر ہیں کذا فی الطحطاوی اور نفل نماز میں اگر ماں باپ کو علم ہو کہ بیٹا نماز پڑھتا ہے پھر اس کو پکارا تو جواب نہ دے ورنہ جواب دے ہم صاحب بحر الرائق نے کہا کہ نماز کا توڑنا کبھی حرام ہوتا ہے اور کبھی مستحب اور گاہے مباح اور گاہے واجب تو حرام بدون عذر کے توڑ دینا ہے اور مستحب حصول جماعت یا اور کسی وجہ سے کامل کرنے کے لیے اور مباح فوت مال کے خوف سے اور واجب واسطے جان بچانے کے کذا فی الشامی قائما لان القعود مشروط للتحلل وهذا قطع لا تحلل ویکفی بتسلیمة واحدة هو الاصح غایة ویقتدی بالامام نماز کو قطع کرے کھڑا ہوا اس لیے کہ بیٹھنا شرط ہوا ہے واسطے حلال ہونے کے اور یہ توڑنا ہے نہ حلال ہونا اور کفایت کرے نماز توڑنے میں ایک سلام پر یہی صحیح تر ہے کذا فی الغایة اور اقتدا کرے امام کے پیچھے ہم یعنی اپنی نماز کو حالت قیام میں ایک سلام سے توڑ کر امام کا اقتدا کرے وهذا ان لم یقید الرکعة الاولی بسجدة او قیدها بها فی غیر رباعیة او فیها ولکن ضم الیها رکعة اخری وجوبا لم یاثم احرازا للنفل والجماعة اور یہ نماز کا توڑنا اور امام کا اقتدا اس صورت میں ہے کہ پہلی رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو یا سجدہ کیا ہو غیر رباعی نماز میں یعنی فجر اور مغرب کی نماز میں یا چار رکعتوں والی میں سجدہ کیا ہو لیکن اس رکعت میں دوسری رکعت ملاوے بطور وجوب کے پھر اقتدا کرے واسطے حاصل کرنے نفل اور جماعت کے ہم حاصل اس مسئلہ کا یہ ہے کہ جب ایک شخص نے فرض پڑھنے شروع کیے پھر اس کی جماعت شروع ہو گئی اور اگر ہنوز اول رکعت کا سجدہ نہیں کیا تو نماز کو توڑ کر اقتدا کرے اور اگر رکعت اول کا سجدہ کر چکا ہے اور نماز فجر یا مغرب پڑھتا ہے تب بھی توڑ کر اقتدا کرے اور اگر ظہر یا عصر یا عشاء کی نماز ہے تو ایک رکعت اس میں اور ملا کر توڑے اور اقتدا کرے تاکہ دو رکعت نفل ہو جائیں اور جماعت بھی ملے اور اگر نماز فجر و مغرب میں اس رکعت کا سجدہ بھی کر چکا ہے تو اب اسی کو پورا کر لے اور اقتدا نہ کرے کذا فی الشامی وان صلی ثلثا منها ای الرباعیة اتم منفردا ثم اقتدی بالامام متنفلا ویدرک بذلک فضیلة الجماعة حاوی الا فی العصر فلا یقتدی لکراهة النفل بعده اور اگر چار رکعتوں والی نماز سے تین پڑھ چکا ہے تو ان کو اکیلا تمام کرے پھر اقتدا کرے امام کے پیچھے نفل پڑھنے والا اور حاصل کرے گا اس اقتدا سے ثواب جماعت کا کذا فی الحاوی مگر عصر میں اقتدا نہ کرے واسطے مکروہ تحریمی ہونے نفل کے بعد عصر کے ہم یعنی چار میں سے تیسری کا سجدہ کر چکا ہے تو اکیلا تمام کرے اور جب تک سجدہ نہ کیا ہو تب تک توڑ کر اقتدا کرے کذا فی الشامی والشارع فی نفل لا یقطع مطلقا یتم رکعتین وکذا سنة الظهر وسنة الجمعة اذا اقیمت او خطب الامام یتمها اربعا علی القول الراجح لانها صلوة واحدة ولیس القطع للاکمال بل للابطال خلافا لمار محه الکمال اور شروع کرنے والا نفل میں قطع کرے کسی حال میں یعنی اول رکعت کا سجدہ کیا ہو یا نہ کیا ہو اور پورا کرے نفل کو دو رکعتیں اور اسی طرح سنت ظہر کی اور سنت جمعہ جب جماعت ظہر شروع ہو جائے یا امام خطبہ پڑھنے لگے تو ان کو چار رکعتیں پڑھے قول غالب کے بموجب اس لیے کہ وہ سنتیں ایک نماز ہیں اور ان کا قطع کرنا ان کا کامل کرنے کے لیے نہیں ہے بلکہ باطل کرنے کے لیے بخلاف اس قول کے کہ ترجیح دی ہے اس کو کمال نے ہم قطع کرنا کمال کے لیے نہیں اس کے یہ معنی کہ اگر قطع کرے گا اور پھر پڑھے گا تو پہلی ہی طرح پڑھے گا بخلاف فرض کے قطع کرنے کے کہ اس کو دوبارہ جماعت میں پڑھتا ہے تو اس کا توڑنا کامل کرنے کے لیے ہے اور کمال الدین نے

Marfat.com

اس کو ترجیح دی ہے کہ سنت کو دو رکعتوں پر قطع کر دے اور ہدایہ میں بظاہر اسی کو اختیار کیا ہے کذا فی الشامی وکرہ تحریما للنہی خروج من لم یصل من مسجد اذن فیہ بری علی الغالب والمراد دخول الوقت اذن فیہ اولا اور مکروہ تحریمی ہے بسبب ممانعت کے نکلنا اس شخص کا جس نے نماز نہیں پڑھی اس مسجد سے جس میں اذان ہوگئی ہو شارح نے کہا کہ ماتن چلا ہے اکثر پر یعنی اکثر یہی ہوتا ہے کہ وقت نماز ہو جانے پر اذان ہو جاتی ہے اور مراد اذان ہونے سے وقت نماز کا آجانا ہے خواہ مسجد میں اذان ہوئی ہو یا نہ ہو یعنی اگر کسی شخص کو مسجد میں نماز کا وقت ہو جائے تو بدون نماز پڑھے اس میں سے نکلنا مکروہ تحریمی ہے طحطاوی نے کہا کہ دخول وقت مراد لینا بحث ہے صاحب بحر الرائق کی اور ممانعت کی حدیث ابن ماجہ نے روایت کی ہے کہ جس نے مسجد میں اذان کو پایا پھر نکل گیا اور کسی کام کو نہیں نکلا اور پھر آنے کا ارادہ نہیں رکھتا تو وہ منافق ہے الا لمن ینتظم بہ امر جماعۃ اخری او کان الخروج لمسجد حیہ ولم یصلوا فیہ اولا ستاذہ لدرسہ او لسماع الوعظ او لحاجۃ ومن عزمہ ان یعود ثم لم یعد اس شخص کو مکروہ نہیں جس سے دوسری جماعت کا انتظام ہو یعنی دوسری مسجد کا امام یا مؤذن ہو یا یہ کہ نکلنا اپنے محلہ کی مسجد کے لیے ہو اور اس میں لوگوں نے نماز نہ پڑھی ہو یا نکلنا اپنے استاذ کی مسجد کے لیے ہو اپنے پڑھنے کے لیے یا نکلنا ہو وعظ کے سننے کے لیے یا کسی حاجت کے لیے ہو اور اس کا ارادہ ہو کہ پھر آوے گا تو مکروہ نہیں کذا فی النہر الا لمن صلی الظہر والعشاء وحدہ مرۃ فلا یکرہ لہ الخروج بل ترکہ للجماعۃ الا عند الشروع فی الاقامۃ فیکرہ لمخالفۃ الجماعۃ بلا عذر بل یقتدی متنفلا لما مر اور مگر اس شخص کے لیے جس نے ظہر اور عشاء کی نماز تنہا ایک مرتبہ پڑھ لی ہے تو اس کو مکروہ نہیں بلکہ چھوڑنا جماعت کا یعنی یہ فعل مکروہ ہوا کہ نماز کو تنہا پڑھ لیا اور جماعت کا انتظار نہ کیا مگر وقت شروع ہونے تکبیر کے کہ مکروہ ہے اس شخص کو نکلنا بسبب اس کی مخالفت کرنے کے جماعت کو بدون عذر کے بلکہ وہ اقتدا کرے نفل پڑھنے والا بسبب اس وجہ کے کہ گذری یعنی نفل اور جماعت دونوں حاصل کرنے کے لیے کذا فی الطحطاوی والا لمن صلی الفجر والعصر والمغرب مرۃ فیخرج مطلقا وان اقیمت لکراہۃ النفل بعد الاولیین وفی المغرب احد المحظورین التنویر او مخالفۃ الامام بالاتمام اور مگر اس شخص کو مکروہ نہیں جو فجر اور عصر اور مغرب کی نماز ایک بار پڑھ چکا ہو تو وہ نکلے ہر حال میں اگرچہ تکبیر ہو جائے بسبب مکروہ ہونے نفل کے بعد فجر اور عصر کی نماز کے یعنی اگر ان دونوں نمازوں کو پڑھ کر امام کا شریک بہ نیت نفل ہوگا تو نفل کا پڑھنا ان دونوں کے بعد مکروہ تحریمی ہے اور مغرب کی نماز میں اقتدا کی نیت سے دو ممنوع باتوں میں ایک ہوگی یا ایک رکعت نفل کی یا امام کی مخالفت پورا کرنے سے هم بیترا القصیر ہے بتراء کی اور بترا اس ایک رکعت کو کہتے ہیں جس کے ساتھ دوسری نہ ہو یعنی اگر مغرب میں اقتدا بہ نیت نفل کرے گا تو اس سے یہ لازم آوے گا کہ تیسری رکعت تنہا رہ جائے اور اگر یہ فرض کیا جائے کہ مقتدی امام کے ساتھ تین رکعتیں پڑھ کر ان میں چوتھی اور ملالے تو امام کی مخالفت لازم آتی ہے وفی النہر ینبغی ان یجب خروجہ لان کراہۃ مکثہ بلا صلوۃ اشد اور نہر الفائق میں ہے کہ مناسب یہ ہے کہ جماعت ہونے کے وقت اس کا نکلنا واجب ہو اس لیے کہ ٹھہرنا اس کا مسجد میں بدون نماز کے زیادہ مکروہ ہے بہ نسبت پڑھنے کے هم یعنی محیط میں کہا ہے کہ مخالفت جماعت کا گناہ بہت بڑا ہے کذا فی الطحطاوی قلت افاد القہستانی ان کراہۃ التنفل بالثلاث تنزیہیۃ وفی المضمرات لو اقتدی فیہ لا سار میں کہتا ہوں کہ قہستانی نے بیان کیا ہے کہ تین رکعتیں نفل پڑھنے کی کراہت تنزیہی ہے اور مضمرات میں ہے کہ اگر اقتدا کرے گا مغرب میں تو بترا کرے گا هم قہستانی نے اپنے قول کی تائید میں مضمرات کا یہ قول نقل کیا ہے حالاں کہ قول قہستانی کا مردود ہے اس لیے کہ صاحب ہدایہ نے تصریح کراہت کی کر دی ہے اور غایۃ البیان میں کہا ہے کہ تین رکعتیں نفل کا پڑھنا بدعت ہے اور قاضیخان نے شرح جامع صغیر میں کہا کہ ان کا پڑھنا حرام ہے اور صاحب بحر الرائق نے کہا کہ حدیث میں بیترا سے ممانعت وارد ہے تو معلوم ہوا کہ انکا پڑھنا مکروہ تحریمی ہے کذا فی الطحطاوی واذا خاف فوت رکعتی الفجر لاشتغالہ بسنتہا ترکہا لیکون الجماعۃ اکمل اور جب نمازی ڈرے فوت ہونے جماعت دوگانہ فرض فجر سے بسبب اپنے مشغول ہونے کے اس کی

Marfat.com

سنتوں میں تو سنتوں کو ترک کرے واسطے ہونے جماعت کے کامل ترہم یعنی جماعت کی نماز کا ثواب منفرد کی نماز سے پچیس یا ستائیس گنا ہے اس کے سوا وعید ترک جماعت کا زیادہ ہے بہ نسبت وعید ترک سنت فجر کے کذا فی الشامی والابان رجا ادراک رکعۃ فی ظاہر المذہب وقیل التشہد واعتمدہ المصنف والشرنبلالی تبعا للبحر لکن ضعف فی النہر لا یترکہا بل یصلیہا عند باب المسجد ان وجد مکانا والا ترکہا لان ترک المکروہ مقدم علی فعل السنۃ اور اگر خوف جماعت کے فوت ہونے کا نہ ہو اس طرح کہ توقع کرے ایک رکعت کے ملنے کا ظاہر مذہب میں اور ایک قول یہ ہے کہ توقع کرے التحیات ملنے کا اور اسی قول ثانی پر اعتماد کیا ہے مصنف اور شرنبلالی نے بہ تبعیت بحر الرائق کے لیکن اس قول کو ضعیف کہا ہے نہر الفائق میں تو اس صورت میں سنتوں کو ترک نہ کرے بلکہ ان کو مسجد کے دروازہ کے پاس پڑھے اگر جگہ پاوے اور اگر جگہ نہ پاوے تو سنتوں کو ترک کرے اس لیے کہ مکروہ کا نہ کرنا سنت کے کرنے پر مقدم ہے یعنی سنتوں کو جماعت کے بیچ میں پڑھنا مکروہ ہے اور ادا سنت مسنون تو مقدم یہ ہے کہ فعل مکروہ کو نہ کرے ہم شامی نے کہا کہ تضعیف صاحب نہر کی ضعیف ہے فتح القدیر میں اسی کو قوی کہا ہے کہ اگر جماعت کی التحیات بھی ملے تو سنت کو ترک نہ کرے اور شارح نے بھی نماز کے اوقات کے بیان میں اسی پر یقین کیا ہے اور شرح منیہ میں بھی یہی ہے اور دروازہ مسجد سے یہ غرض ہے کہ مسجد کے باہر پڑھے اگر جگہ ہو اور اگر باہر جگہ نہ ہو تو اندر مسجد کے کسی ستون کی آڑ میں پڑھے اور سب سے زیادہ مکروہ یہ ہے کہ فرضوں کی صف کے برابر کھڑا ہو کر پڑھے اور اس سے کم کراہت اس میں ہے کہ صف کے پیچھے بدون آڑ کے پڑھے اور اگر سنتیں امام کے فرض شروع کرنے سے پہلے شروع کر چکا ہو تو جہاں چاہے پڑھے کچھ کراہت نہیں ثم ما قیل یشرع فیہا ثم یکبر للفریضۃ او ثم یقطعہا ویقیدہا مردود وبان درء المفسدۃ مقدم علی جلب المصلحۃ پھر جو یہ کہا گیا ہے کہ سنتوں کو شروع کر کے پھر فرضوں کے لیے اللہ اکبر کہہ لے یا اول سنتوں کو شروع کرے پھر انکو توڑ کر بعد میں قضا کرے تو یہ دونوں قول رد کیے گئے ہیں اس دلیل سے کہ دفع کرنا خرابی کا مقدم ہے بہتری کے کھینچنے سے ہم فقیہ اسمٰعیل زاہدی نے یہ کہا ہے کہ فجر کی سنتوں کو شروع کر کے توڑ دے تاکہ ان کی قضا واجب ہو جائے پھر فرض کے بعد قبل طلوع آفتاب ان کو پڑھ لے کیوں کہ وہ اب واجب ہیں نہ سنت . . . . . کہ قبل طلوع ان کا پڑھنا مکروہ ہو تو اس قول کو امام سرخسی نے رد کیا ہے کہ یہ واجب کچھ نذر کی نماز سے بڑھ کر نہیں حالاں کہ نماز نذر کا ادا بھی بعد فجر کے قبل طلوع ممنوع ہے چنانچہ امام محمد نے تصریح کی ہے علاوہ اس کے عبادت کو بقصد فاسد کرنے کے پڑھنا اور عمل کا باطل کرنا شرعاً ممنوع ہے تو اس خرابی کو دور کرنا ادا سنت کی مصلحت سے مقدم ہے کذا فی الطحطاوی ولا یقضیہا الا بطریق التبعیۃ لقضاء فرضہا قبل الزوال لا بعدہ فی الاصح لورودہ الخبر بقضائہا فی الوقت المہمل بخلاف القیاس فیجزہ علیہ لا یقاس اور فجر کی سنتوں کو قضا نہ پڑھے مگر بہ تبعیت اس کے فرضوں کی قضا کرے زوال سے پیش تر نہ اس کے بعد صحیح تر قول میں اس لیے کہ حدیث میں ان کا قضا کرنا مہمل وقت میں خلاف قیاس وارد ہوا ہے تو غیر اس وقت کا وقت مذکور پر قیاس نہ کیا جائے گا ہم وقت مہمل اس کو کہتے ہیں جو کسی فرض کا وقت نہ ہو اور یہ وقت طلوع سے لے کر زوال تک ہے اور حنفیوں کے نزدیک رات دن میں اس کے سوا دوسرا وقت مہمل نہیں اور حدیث سے مراد قضاء لیلۃ التعریس کا ہے جو مسلم میں مفصل مروی ہے مجملاً یہ ہے کہ آخر شب میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استراحت فرمائی اور حضرت بلال کو ارشاد فرمایا کہ پہرہ دینا وہ بھی سو گئے یہاں تک کہ صبح کی نماز قضا ہو گئی آپ نے اس جگہ سے جلد سفر کیا اور آفتاب کے اونچا ہونے کے بعد فجر کی سنتیں پڑھ کر فرض جماعت سے پڑھی تو شارح کہتا ہے کہ یہ قضا صرف اسی وقت پر منحصر رہیگی اور وقت کو اس پر قیاس نہ کیا جائے گا اور صحیح تر قول کا مقابل یہ ہے کہ بعد زوال کے بھی تبعاً قضا درست ہے اور کافی میں ہے کہ بدون تبعیت فرض اجماعاً قضا نہیں بخلاف سنۃ الظہر وکذا الجمعۃ فانہ ان خاف فوت رکعۃ یترکہا ویقتدی ثم یأتی بہا علی انہا سنۃ فی وقتہا ای الظہر قبل شفعہ

Marfat.com

محمد وہ یعنی جوہرہ واما ما قبل العشاء فمندوب لا یقضی اصلا بخلاف سنت ظہر اور اسی طرح جمعہ کی سنتوں کے کہ اگر نمازی کو خوف ہو ایک رکعت کے نہ ملنے کا تو سنتوں کو ترک کرکے امام کا اقتدا کرے پھر ان کو پڑھ لے وقت ظہر میں اور وہ سنتیں ہیں بالاتفاق ان کو پڑھے بعد کی دو سنتوں سے پیش تر امام محمد کے نزدیک اور اسی کا فتوی ہے کذا فی الجوہرۃ اور جو سنتیں کہ عشاء کے پیش تر ہیں وہ مستحب ہیں ان کو قضا نہ پڑھے ہرگز ولا یکون مصلیا بجماعۃ اتفاقا من ادرک رکعۃ من ذوات الاربع لانہ منفرد بعضہا لکنہ ادرک فضلہا ولو باداء التشہد اتفاقا لکن ثوابہ دون المدرک لفوات التکبیرۃ الاولی واللاحق کالمدرک لکونہ موتما حکما اور نہیں ہوگا نماز پڑھنے والا جماعت سے بالاتفاق جس شخص نے کہ پائی ایک رکعت چار رکعتوں والی نماز سے اس لیے کہ وہ شخص منفرد ہے بعض نماز میں لیکن وہ پائے گا ثواب جماعت کا اگرچہ جماعت میں التحیات ہی پاوے بالاتفاق مگر ثواب اس شخص کا مدرک یعنی شروع نماز سے اقتدا کرنے والے کی نسبت کم ہوگا بسبب نہ ملنے تکبیر اولی کے اور لاحق یعنی جس کی بیچ کی نماز امام کے ساتھ نہیں ہوئی مثل مدرک کے ہے ثواب پانے میں بسبب ہونے لاحق کے مقتدی حکم کی راہ سے ہم حاصل یہ کہ ثواب جماعت سب سے زیادہ مدرک کو ملتا ہے جو تکبیر تحریمہ امام کے ساتھ کرے اور لاحق مدرک برابر ہے اور مسبوق کو ان دونوں سے کم ہوگا شامی نے کہا کہ ایک رکعت ملنے کی قید جو باعی نماز میں کی یہ اگلے قول وکذا مدرک الثلاث کے لیے ہے ورنہ حکم دو اور تین رکعتوں والی نماز کا بھی یہی ہے کہ ایک رکعت ملنے سے جماعت نہیں ملے گی وکذا مدرک الثلاث لا یکون مصلیا بجماعۃ علی الاظہر وقال السرخسی للاکثر حکم الکل وضعفہ فی البحر اور اسی طرح تین رکعتوں کا پانے والا چار میں سے جماعت کے ساتھ نماز کا پڑھنے والا نہ ہوگا بموجب ظاہر تر قول کے اور امام سرخسی نے کہا ہے کہ اکثر کو حکم کل کا ہے یعنی تین رکعتوں کو پانے سے جماعت کا پانے والا ٹھہرے گا اور ضعیف کہا اس کو بحر الرائق میں ہم صاحب بحر الرائق نے کہا ہے کہ اگر ایک شخص نے قسم کھائی کہ میں روٹی نہ کھاؤں گا تو بالاتفاق اس کی قسم جب ہی ٹوٹے گی جب کہ وہ کل روٹی کھالے اکثر کے کھانے سے نہ ٹوٹے گی اس سے معلوم ہوا کہ اکثر قائم مقام کل کے نہیں کیا جاتا کذا فی الشامی واذا امن فوت الوقت تطوع ما شاء قبل الفرض والا لا بل یحرم التطوع لتقویۃ الفرض اور جب نمازی بے خوف ہو وقت کے جانے سے تو نفل پڑھے جس قدر چاہے فرض سے پہلے اور اگر وقت کے جانے کا خوف ہو تو نفل نہ پڑھے بلکہ نفل پڑھنا حرام ہے واسطے فوت کرنے فرض کے ویاتی بالسنۃ مطلقا ولو صلی منفردا علی الاصح لکونہا کملات وامافی حقہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فلزیادۃ الدرجات اور پڑھے سنتوں کو ہر حال میں اگرچہ فرض تنہا پڑھے صحیح تر قول کے بموجب اس لیے کہ سنتیں فرضوں کی تکمیل کرنے والی ہیں اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں زیادتی درجات کے لیے ہیں ہم جاننا چاہیے کہ نفل دو طرح ہے ایک سنت موکدہ جو بارہ رکعتیں ہیں پانچوں نمازوں میں اور ایک غیر مؤکدہ جیسے عصر سے پیش تر کی رکعتیں یا اور نوافل پھر نمازی دو حال سے خالی نہیں یا فرض جماعت سے پڑھے گا یا تنہا اگر جماعت سے پڑھے تو سنت مؤکدہ قطعا پڑھے یعنی بلا عذر ان کو ترک کرنے کا اختیار نہیں اور اگر تنہا پڑھنا چاہتا ہے تب بھی ایک روایت میں یہی حکم ہے اور ایک روایت میں اس کو اختیار ہے اس لیے ماتن نے کہا کہ اگرچہ منفرد ہی پڑھے تاہم سنتیں پڑھے صحیح تر قول کے بموجب شامی نے کہا کہ نفل شرعی میں جب تفریق منفرد اور جماعت کی نہیں تو احوط یہی ہے کہ اختیار ترک کا مطلقا نہ ہو ہاں اگر وقت کے جانے کا خوف ہو تو ان کو ترک کر سکتا ہے ثم قول الدرر وان فاتتہ الجماعۃ مشکل بما مر فتدبر پھر قول درر کا اگرچہ فوت ہو جائے نمازی کو جماعت مشکل ہے اس مسئلہ سے کہ گذرا سو اس کو خوب سوچ لے ہم یعنی پہلی تر بیان ہوا کہ جس کو ایک رکعت فجر یا ظہر کے نہ ملنے کا خوف ہو وہ سنتیں فجر یا ظہر کی ترک کرے تو اب یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ سنتوں کو پڑھے اگرچہ اس کو جماعت نہ ملے جیسا صاحب درر نے کہا ہے ہم یہ اعتراض ماتن نے اپنی شرح منح الغفار میں کیا ہے اور واقع میں اعتراض نہیں بلکہ درر کی عبارت کا مطلب غلط سمجھ لیا ہے اس کے شروع کو خیال نہیں کیا اس میں مسئلہ یوں لکھا ہے کہ ایک شخص کو جماعت فوت ہو گئی اس نے فرض تنہا پڑھنے چاہے تو یہ شخص سنتیں پڑھے یا نہیں بعض مشائخ نے کہا کہ نہ پڑھے اس لیے کہ سنتیں اسی وقت پڑھی جاتی ہیں کہ

Marfat.com

فرض جماعت سے پڑھی جائیں مگر اصح یہ ہے کہ سنتیں پڑھے اگرچہ جماعت اس کو نہ ملے پس مصنف اور صاحب نہر الفائق نے اس کا مطلب یہ سمجھ لیا کہ سنتیں ادا کرے اگرچہ ادا کرنے سے آگے کو جماعت نہ ملے حالاں کہ اس کا مطلب یہ تھا کہ گو جماعت اس سے فوت ہو گئی ہے مگر تاہم سنتیں پڑھے کذا فی الشامی تبصرف ولو اقتدی بامام راکع فوقف حتی رفع الامام رأسہ لم یدرک المؤتم الرکعۃ لان المشارکۃ فی جزء من الرکن شرط ولم توجد فیکون مسبوقا فیأتی بہا بعد فراغ الامام بخلاف ما لو اوکعہ فی القیام ولم یرکع معہ فانہ یصیر مدرکا لہا فیکون لاحقا فیاتی بہا قبل الفراغ اور اگر اقتدا کیا نمازی نے پیچھے امام رکوع کرنے والے کے اور توقف کیا یہاں تک کہ اٹھا لیا امام نے اپنا سر تو مقتدی مذکور نے اس رکعت کو نہیں پایا اس لیے کہ شرکت ایک جز میں کسی رکن کے اقتدا کی شرط ہے اور وہ نہیں پائی گئی تو مقتدی اس صورت میں مسبوق ہو گا یعنی اس رکعت کو امام کے فارغ ہونے کے بعد پڑھے بخلاف اس صورت کے کہ اگر امام کو قیام میں پایا اور توقف کیا اور اس کے ساتھ رکوع نہ کیا تو وہ اس رکعت کا پانے والا ہو گا یعنی مقتدی مذکور اس رکعت کے حق میں لاحق ہو گا تو اس کو پڑھے امام کے فراغ سے پیش تر ہم یعنی پہلے اس کو ادا کرے پھر متابعت امام کی بقیہ نماز میں کرے اور چوں کہ مسبوق کے مسئلہ میں بعد الفراغ کہا تھا اس کی مناسبت سے یہاں بھی قبل الفراغ کہدیا حاصل یہ کہ اقتدا رکعت ملنے کے حق میں ابتداءً اسی وقت ثابت ہوتا ہے جب کوئی حصہ قیام کا ملے یا رکوع کا تو پہلی صورت میں نہ جزو قیام میں مشارکت ہوئی نہ رکوع میں اس لیے مسبوق ہوا اور دوسری صورت میں اقتداء تو ثابت ہو گیا مگر رکوع میں ساتھ نہ دینے سے لاحق ہو گیا کذا فی الشامی مختصراً ومتی لم یدرک الرکوع معہ تجب المتابعۃ فی السجدتین وان لم تحسبا لہ ولا تفسد بترکہما اور جب اوپر کے مسئلہ متن میں مقتدی نے رکوع امام کے ساتھ نہ پایا تو واجب ہے امام کی متابعت دونوں سجدوں میں اگرچہ یہ دونوں سجدہ اس کے حق میں شمار نہ ہوں گے یعنی آخر کو پوری رکعت معہ دونوں سجدوں کے پڑھنی پڑے گی اور فاسد نہ ہو گی نماز ان دونوں سجدوں کے ترک سے ہم بعض ناواقف جب رکوع نہیں ملتا تو نیت توڑ دیتے ہیں کہ دوسری رکعت سے شریک ہوں گے اس لیے ماتن نے آگاہ کر دیا کہ اگر رکوع نہ ملے تو اقتداء صحیح ہو گیا امام کی متابعت سجدوں میں واجب ہے گو ان کے نہ کرنے سے نماز فاسد نہ ہو گی فلو لم یدرک الرکعۃ ولم یتابعہ لکنہ اذا سلم الامام قام واتی برکعۃ فصلوتہ تامۃ وقد ترک واجبا نہر عن البحنیس پھر اگر رکوع مقتدی نے نہ پایا اور امام کی متابعت سجدوں میں نہ کی مگر جب امام نے سلام پھیرا تو اس نے ایک رکعت اٹھ کر پڑھ لی تو نماز اس کی پوری ہو گی اور اس نے ترک واجب کیا یعنی شروع اقتداء میں متابعت امام کی سجدوں کے اندر واجب تھی اس کا تارک ہوا کذا فی النہر عن البحنیس ولو رکع قبل الامام فلحقہ امامہ فیہ صح رکوعہ وکرہ تحریما ان تذرا الامام قدر الفرض اور مقتدی نے رکوع کیا امام سے پیش تر پھر امام نے اس کو رکوع میں جا لیا تو مقتدی کا رکوع درست ہو گا اور مکروہ تحریمی ہے پہلے رکوع کرنا اگر امام مقدار فرض پڑھ چکا ہو ہم مکروہ تحریمی اس وجہ سے ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رکوع اور سجدے مجھ سے پہلے مت کرو اور ایک حدیث میں فرمایا کہ جو شخص امام سے پہلے رکوع کرتا ہے یا اپنا سر اٹھاتا ہے اس کو یہ خوف نہیں کہ خدا تعالیٰ اس کا سر کہیں گدھے کے سر سے نہ بدل دے اور مقدار فرض سے مراد قرأت واجب ہے یعنی امام تین آیتیں پڑھ چکا ہو اس وقت مقتدی اس سے پہلے رکوع کرے کذا فی الطحطاوی والا لا یجزیہ اور اگر امام نے مقتدی کو سجدہ میں نہ جالیا یعنی مقتدی نے جب اپنا سر اٹھا لیا تب امام نے رکوع کیا یا مقتدی نے اس وقت رکوع کیا کہ ہنوز امام قرأت واجب نہ پڑھ چکا تھا تو رکوع مذکور اس کو کافی نہ ہو گا دوبارہ رکوع کرنا چاہیے ورنہ نماز باطل ہو جائے گی کذا فی الشامی ولو سجد المؤتم مرتین والامام فی الاولی لم تجزہ سجدتہ عن الثانیۃ وتمامہ فی الخلاصۃ اور اگر مقتدی نے سجدہ کیا دوبارہ اور امام پہلے ہی سجدہ میں ہے تو مقتدی کو اس کا سجدہ دوسرے سجدہ سے کافی نہ ہو گا اور پورا بیان اس کا خلاصہ میں ہے ہم یعنی اگر مقتدی نے دو سجدہ کیے اور امام نے ابھی ایک ہی کیا ہے تو مقتدی کا دوسرا سجدہ معتبر نہیں اس کو سجدہ دوم کا اعادہ واجب ہے ورنہ نماز فاسد ہو جائے گی کذا فی البحر ۔

Marfat.com

باب قضاء الفوائت

یہ باب ہے احکام قضا پڑھنے فوت شدہ نمازوں کا لم یقل المتروکات ظنا بالمسلمین خیرا اذ التاخیر بلا عذر کبیرۃ لا تزول بالقضاء بالتوبۃ والحج مصنف نے فوائت کو متروکات نہ کہا واسطے بہتری گمان کرنے کے مسلمانوں پر کیوں کہ نماز پر بدون عذر تاخیر کرنا گناہ کبیرہ ہے کہ دور نہیں ہوتا قضا پڑھنے سے بلکہ دور ہوتا ہے توبہ کرنے سے یا حج کرنے سے ھم یعنی اگر متروکات کہتا تو چھوڑی ہوئی نمازیں مراد ہوتیں جن کو نمازی نے چھوڑ دیا جان بوجھ کر اور چوں کہ جان بوجھ کر نہ پڑھنا گناہ کبیرہ تھا اس لیے فوائت کہا یعنی جو نمازیں مسلمان سے رہ گئیں خود اس نے نہیں چھوڑیں اور حج سے گناہ کبیرہ کا دور ہونا اس قول کے بموجب ہے کہ حج مقبول سے گناہ کبیرہ دور ہو جاتا ہے چنانچہ کتاب الحج میں آوے گا کذا فی الطحطاوی ومن العذر العدو وخوف القابلۃ موت الولد لانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اخرہا یوم الخندق اور عذر میں سے ہے دشمن کا ہونا اور ڈر ناوائی جنائی کا بچہ کے مرنے سے اس لیے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کے عذر سے تاخیر نماز کی فرمائی جنگ خندق کے دن ھم یعنی جس روز خندق کھودی اس روز چار نمازیں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اوقات معینہ پر نہ ہوئیں یہاں تک کہ کچھ رات گذرے آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا انھوں نے اذان کہی پھر تکبیر کہی آپ نے ظہر کی نماز پڑھی پھر تکبیر کہی پھر عصر پڑھی پھر تکبیر کہلوا کر مغرب پڑھی پھر تکبیر کہی اور عشاء پڑھی اس سے معلوم ہوا کہ دشمن کے محاصرہ کرنے سے نماز میں تاخیر درست ہے کذا فی الطحطاوی اب شارح قبل شروع ہونے مسائل باب کے چند اصطلاحیں فقہی بیان کرتا ہے ثم الاداء فعل الواجب فی وقتہ وبالتحریمۃ فقط بالوقت یکون اداء عندنا وبرکعۃ عند الشافعی پھر اداء کے یہ معنی ہیں کہ واجب کو اس کے وقت میں کرنا اور بسبب صرف تحریمہ کرنے کے وقت کے اندر ادا ہوگی ہمارے نزدیک اور ایک رکعت وقت میں ہونے سے ادا ہوگی امام شافعی کے نزدیک یعنی یہ ضرور نہیں کہ ادا میں سب نماز یا تمام واجب وقت کے اندر ہو بلکہ حنفیوں کے نزدیک نماز کی تحریمہ اگر وقت میں ہوگی تو وہ نماز ادا ہی ہوگی اور امام شافعی کے نزدیک ایک رکعت وقت میں ہو جانے سے ادا کہلائے گی والا عادۃ فعل مثلہ فی وقتہ لخلل غیر الفساد لقولہم کل صلوۃ ادیت مع کراہۃ التحریم تعاد ای وجوبا فی الوقت وانما بعدہ فندبا اور اعادہ کے یہ معنی ہیں کہ مثل واجب کو وقت واجب میں کرنا بسبب کسی خلل کے سوائے فاسد ہونے کے یہ تعریف اس لیے کی کہ فقہا کا قول ہے کہ جو نماز ادا کی جائے کراہت تحریمی کے ساتھ وہ اعادہ کی جائے یعنی اس کا اعادہ واجب ہے وقت کے اندر اور بعد وقت کے تو اعادہ مستحب ہے ھم شامی نے کہا کہ یہ تعلیل شارح کی علیل ہے اس لیے کہ اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ جو نماز فاسد ہو اس کا اعادہ نہ کیا جائے حالانکہ تعریف میں غیر فاسد مذکور ہے اور نہ یہ کہ اعادہ خاص ہے وقت کے اندر بلکہ خود تصریح کر دی کہ بعد وقت کے بھی اعادہ ہوتا ہے دوسرے یہ کہ تفصیل اعادہ کے واجب ہونے کی وقت میں اور مستحب ہونے کی بعد وقت کے صرف بے دلیل ہے بحر الرائق کی تبعیت سے شارح نے ذکر کی ہے حالانکہ خیر الدین رملی نے علامہ مقدسی سے نقل کیا ہے کہ واجب ہے کہ بحر الرائق کے اس قول پر اعتماد نہ کیا جائے کیوں کہ فقہا کا قول ہے کہ جو نماز کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی جاوے اس کا اعادہ لازم ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعادہ خواہ وقت کے اندر ہو یا بعد دونوں صورتوں میں واجب ہے اور یہی قول راجح ہے والقضاء فعل الواجب بعد وقتہ واطلاقہ علی غیر الواجب کالتی قبل الظہر مجاز اور قضا کے یہ معنی ہیں کہ واجب کو اس کے وقت کے بعد کرنا اور غیر واجب پر قضا کا بولنا جیسے ظہر کے پیش ترکی سنتوں پر قضا کا کہنا مجاز ہے یعنی قضا صرف فرض وواجب کی ہوتی ہے اور سنت پر قضا کا بولنا مجازاً ہے نہ حقیقۃ الترتیب بین الفروض الخمسۃ والوتر اداءً وقضاء لازم یفوت الجواز بفوتہ للخبر المشہور من نام عن صلوۃ وبہ ثبت الفرض العملی ترتیب درمیان پانچوں فرض اور وتر کے ادا میں اور قضا میں لازم ہے فوت ہوتا ہے صحیح ہونا فرض وواجب کا ترتیب کے فوت سے بسبب خبر مشہور من نام عن صلوۃ کے اور اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے ترتیب کا فرض عملی ہونا ھم ترتیب کو صدر الشریعۃ نے فرض کہا ہے اور محیط میں شرط اور معراج میں واجب اور چوں کہ فرض اکثر اعتقادی کو بولا کرتے ہیں اور ترتیب فرض

Marfat.com

عمل ہے اور شرط حقیقی بھولنے سے ساقط نہیں ہوتی اور ترتیب ساقط ہو جاتی ہے اور واجب کے فوت سے صحت فوت نہیں ہوتی بخلاف ترتیب کے اس لیے مصنف نے لازم کہا تاکہ سب الفاظ کو عام ہو شارح نے لزوم کی دلیل اس کو بتایا کہ پوری اس طرح ہے جو کوئی سو جاوے کسی نماز سے یا بھول جائے اور اس کو یاد نہ آئے مگر اس وقت کہ امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہو تو چاہیے کہ اس جماعت کی نماز کو پڑھ لے اور اس کے بعد اس کو پڑھے جس کو یاد کیا تھا پھر اس کا اعادہ کرے جس کو امام کے ساتھ پڑھتا تھا انتہی فتح القدیر میں کہا کہ دعویٰ اس کے مشہور ہونے کا نامقبول ہے کیوں کہ اس کے مرفوع ہونے میں بھی اختلاف ہے کہ بعض موقوف کہتے ہیں چہ جائے کہ مشہور ہو کذا فی الشامی **وقضاء الفرض والواجب والسنۃ فرض وواجب وسنۃ** لف ونشر مرتب اور قضا کرنا فرض اور واجب اور سنت کا فرض اور واجب اور سنت ہے شارح نے کہا کہ اس عبارت میں لف ونشر مرتب ہے یعنی فرض کا قضا کرنا فرض ہے اور واجب نماز فوت شدہ کی قضا واجب ہے اور سنت کا قضا پڑھنا سنت ہے اور واجب نماز جیسے نذر کی یا جس نفل کو شروع کر کے توڑ دیا ہو یا وتر امام کے قول پر کذا فی الطحطاوی تصرف وجمیع اوقات العمر وقت للقضاء الا الثلثۃ المنہیۃ کما مر اور سب اوقات عمر کے وقت ہیں قضا پڑھنے کے لیے بجز تین وقتوں منع کیے ہوئے کے جیسا کہ گذرا یعنی اوقات نماز میں بیان ہو چکا ہے کہ طلوع اور غروب اور استواء کے وقت میں نماز مکروہ تحریمی ہے اور سوا ان تین وقتوں کے اور وقتوں میں قضا نماز صحیح ہے اگرچہ بعد صبح اور عصر کے ہو **فلم یجز تفریع علی اللزوم فجر من تذکرانہ لم یوتر لوجوبہ عندہ الا استثناء من اللزوم فلا یلزم الترتیب اذا اضاق الوقت المستحب حقیقۃ اذ لیس من الحکمۃ تفویت الوقتیۃ لتدارک الفائتۃ پس نہیں جائز ہے فجر اس شخص کی جس کو یاد ہوا کہ اس نے وتر نہیں پڑھی بسبب واجب ہونے وتر کے امام کے نزدیک شارح نے کہا کہ یہ تفریع ہے لزوم ترتیب پر درمیان فرض اور واجب کے مگر جب کہ تنگ ہو جائے وقت مستحب واقع میں نہ نمازی کے گمان میں یعنی یہ صورت لزوم ترتیب سے خارج ہے اس میں ترتیب لازم نہ ہو گی کیوں کہ حکمت کی بات نہیں وقتی نماز کا فوت کر دینا واسطے تدارک فوت شدہ کے ہم نہ جائز ہونے کے یہ معنی کہ نماز فجر کا فاسد ہونا ملتوی رہے گا چنانچہ آگے آوے گا اور وقت کے تنگ ہو جانے سے یہ غرض کہ اگر فوت شدہ نماز کو پڑھتا ہے تو وقت مستحب وقتی کے لیے نہیں رہتا مثلاً عصر میں آفتاب زرد ہو جاتا ہے تو اس صورت میں ترتیب ساقط ہو جاتی ہے کیوں کہ وقتی کو فائتہ کر دینا اور فائتہ کو ادا کرنے میں کچھ حکمت نہیں ولو لم یسع الوقت کل الفوائت فالاصح جواز الوقتیۃ مجتبیٰ اور اگر وقت گنجائش نہ رکھتا ہو سب فائتہ نمازوں کے لیے تو صحیح نہ جائز ہونا وقتیہ کا ہے کذا فی المجتبیٰ ہم صورت اس کی یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص کے ذمہ بلا عشاء مع وتر ہے اور صبح کا وقت اتنا ہے کہ اس میں وتر اور نماز صبح ہو سکتی ہے تو فقہا نے اس کو ترجیح دی ہے کہ جب تک وتر نہ پڑھ لے گا صبح کی نماز درست نہ ہو گی اور مجتبیٰ میں اصح اس کو ٹھہرایا ہے کہ صبح کی نماز جائز ہو گی کذا فی الحلبی وفیہ ظن من علیہ العشاء ضیق وقت الفجر فصلاہا وفیہ سعۃ یکرہ الی الطلوع وفرضہ الاخیر اور مجتبیٰ میں ہے کہ جس شخص کے ذمہ عشاء ہے اس نے گمان کیا وقت فجر کی تنگی کا پس پڑھا فجر کی نماز کو اور وقت میں وسعت ہے تو نماز فجر کو مکروہ پڑھے طلوع آفتاب تک اور فرض اس کا سب سے پچھلا ہو گا ہم صورت اس کی یہ ہے کہ نمازی نے یہ خیال کیا کہ وقت میں اتنی گنجائش نہیں کہ عشاء اور فجر دونوں ہو جائیں اس لیے اس نے صرف فجر کی نماز پڑھی پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ وقت اور باقی ہے اور اس میں بھی یہی خیال کیا کہ دونوں نمازیں نہ ہوں گی تو فجر کی نماز پھر پڑھے اسی طرح جتنی بار گنجائش ہو فجر کو پڑھے تو جو دوگانہ طلوع کے قریب ہو گا وہ فرض ہو گا اور باقی نفلیں ہوں گی اور جب یہ خیال ہو کہ وقت میں گنجائش دونوں نمازوں کی ہے تو اوّل عشاء پڑھے پھر فجر کذا فی الشامی **او نسیت الفائتۃ لا نہ عذر** یا بھول جائے نماز فوت شدہ تب بھی ترتیب لازم نہیں اس لیے کہ بھولنا عذر ہے یعنی عذر آسمانی ہے کہ اس میں بندہ کو اختیار نہیں اور فائتہ کا وقت یاد پڑنے سے ہوتا ہے جب تک یاد نہ آوے گی اس کا وقت نہ ہو گا کذا فی البحر **او فاتت سنۃ اعتقادیۃ لدخولہا**

Marfat.com

فی حد التکرار المفضی للحرج یا فوت ہوجائیں چھ نمازیں فرض اعتقادی تب بھی ترتیب ساقط ہے واسطے داخل ہونے چھ کے اس شمار میں کہ چاہتی ہے مکرر ہونے کو اور پہنچانے والی ہے تنگی کی طرف ھم یعنی چھ سے کم تر نمازوں میں ہوسکتا ہے کہ کوئی نماز مکرر نہ ہو جیسے ایک دن رات کی پانچ نمازیں اور اگر فائتہ نمازیں چھ ہوں گی تو بالضرور ایک نماز مکرر ہوگی اور تکرار کی صورت میں ترتیب کا واجب کرنا موجب حرج تھا اس لیے چھ نمازوں کو جن میں قطعاً تکرار ہے ترتیب کے ساقط کرنے کا سبب ٹھہرایا اور اعتقادی کی قید اس لیے لگائی کہ فرض عملی یعنی وتر نکل جائے ہر چند ترتیب اس میں اور دوسری نمازوں میں فرض ہے مگر وتر کا شمار فوائت میں جداگانہ نہیں اور شاید اس لیے نہیں کہ اس کا کوئی وقت مستقل نہیں پھر ترتیب کا سقوط اس سبب سے فائتہ اور وقتی میں یا دو فوت شدہ نمازوں میں ہوتا ہے مگر دو وقتی نمازوں میں ترتیب ساقط نہیں ہوتی مثلاً جس کی چھ نمازیں فوت ہوگئی ہیں تو عشاء اور وتر کی ترتیب اس کو لازم ہے کذا فی الشامی بخروج وقت السادسۃ علی الاصح ولو متفرقۃ او قدیمۃ علی المعتمد لانہ متی اختلف لترجیح رجح اطلاق المتون بحر چھ نمازوں کے فوت ہونے سے ترتیب ساقط ہوگی ساتھ نکلنے چھٹی نماز کے وقت کے صحیح تر قول کے بموجب اگرچہ چھ نمازیں متفرق ہوں یا قدیم ہوں مذہب معتمد پر اس لیے کہ جب ترجیح مختلف ہوتی ہے تو متنوں کے اطلاق کو ترجیح دی جاتی ہے کذا فی البحر ھم قول اصح کا مقابل یہ ہے کہ وقت چھٹی نماز کے داخل ہونے کا معتبر ہے امام محمد کے نزدیک اور متفرق کی مثال یہ کہ مثلاً چھ نمازیں صبح ہی کی فوت ہوگئیں اور ان کے بیچ کی نمازیں بدون یاد آئے فوائت کے پڑھ لیں اور قدیم کی مثال یہ کہ ایک شخص نے مثلاً ایک مہینہ برابر نماز نہ پڑھی پھر اس نے کوئی نماز قضا نہ کی اب اگر کوئی نماز نئی قضا ہوگی اور باوجود اس کی یاد کے دوسری نماز پڑھے گا تو دوسری درست ہوجائے گی کیوں کہ یہ فائتہ پہلے کی نمازوں فوت شدہ میں مل جائے گی اور بعضوں نے کہا ہے کہ چھ نمازیں حال کی فوت ہوجانے سے ترتیب ساقط ہوجاتی ہے پہلے فوائت کا اعتبار نہیں اور تجنیس میں اسی پر فتویٰ لکھا ہے اور مجتبیٰ میں قول اول کو اصح کہا ہے اور معراج میں اس پر فتویٰ بیان کیا ہے تو معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں فتویٰ اور تصحیح مختلف ہیں مگر چوں کہ متون فقہ میں مطلق چھ نمازوں فوت شدہ کا اعتبار ہے خواہ نئی ہوں یا پرانی اس لیے شارح نے کہا کہ ترجیح متون کے اطلاق کو دینا چاہیے یعنی قول اوّل ہی معتمد ہے کذا فی البحر اوظن ظنا معتبرا ای یسقط لزوم الترتیب ایضا بالظن المعتبر کمن صلی الظہر ذاکرا الترکہ الفجر فسد ظہرہ فان قضی الفجر ثم صلی العصر ذاکرا للظہر جاز العصر اذ لا فائتۃ علیہ فی ظنہ حال ادا العصر وہو ظن معتبر لانہ مجتہد فیہ یا گمان کیا گمان معتبر یعنی ساقط ہوتا ہے لزوم ترتیب گمان معتبر سے بھی مثلاً ایک شخص نے ظہر کی نماز پڑھی یاد کر کے کہ میں نے فجر نہیں پڑھی تو اس کی نماز ظہر فاسد ہوگئی پھر جب اس نے فجر کو قضا پڑھ لیا اور اس کے بعد عصر کو پڑھا حالانکہ ظہر اس کو یاد ہے تو اس کی نماز عصر کی درست ہوگی اس لیے کہ اس کے گمان میں عصر کے ادا کرنے کے وقت اس پر کوئی قضا نماز نہیں اور وہ گمان معتبر ہے اس لیے کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے ھم یعنی اگر اپنے گمان میں ترتیب کو واجب نہیں جانتا اور بعد اس طرح نماز کے پڑھنے کے جانا کہ ترتیب واجب ہے تو عصر کے فاسد ہونے کا حکم نہ دیا جائے گا کیوں کہ آخر امام شافعی ترتیب کو مستحب کہتے ہیں تو اس کا گمان غیر معتبر نہ ٹھہرا اس لیے ترتیب ساقط ہوئی اور اس مسئلہ کا پورا بیان شامی میں ہے وفی المجتبی من جہل فرضیۃ الترتیب یلحق بالناسی واختارہ جماعۃ من ائمۃ بخاری وعلیہ یخرج ما فی القنیۃ صبی بلغ وقت الفجر وصلی الظہر مع تذکرہ جاز ولا یلزم الترتیب بہذا العذر اور مجتبیٰ میں ہے کہ جو شخص جاہل ہو فرض ہونے ترتیب سے وہ لاحق کیا جائے گا بھولنے والے سے یعنی عذر جہالت سے بھی ترتیب ساقط ہوجاتی ہے اور اختیار کیا ہے اس کو ایک جماعت نے بخارا کے اماموں سے اور اسی قول پر متفرع ہے وہ مسئلہ جو قنیہ میں ہے کہ ایک لڑکا فجر کے وقت بالغ ہوا اور اس نے ظہر کی نماز پڑھی باوجود فجر کے یاد ہونے کے تو ظہر کی نماز درست ہوگی اور اس عذر سے اس پر ترتیب لازم نہ ہوگی یعنی ترتیب کے فرض ہونے کا علم غالباً اس عمر میں نہیں ہوتا تو جہالت کے عذر سے اس پر سے ترتیب ساقط ہوئی کذا فی النہر ھم ظن معتبر اور جہالت کو جداگانہ سبب ترتیب کے

Marfat.com

ساقط ہونیکا تصور نہ کرنا چاہیے اس لیے کہ جب جہالت بھول میں داخل ہے اور ظن معتبر بھی جہالت کی قسم ہے تو یہ بھی نسیان میں داخل ہوا چنانچہ صاحب بحرالرائق نے اس کو نسیان سے ملحق کیا ہے پس سبب سقوط ترتیب کے وہی تین رہے جو متن والوں نے لکھے ہیں یعنی وقت کا تنگ ہونا اور بھولنا اور فوائت کا چھ یا زیادہ ہونا کذا فی الشامی **ولا یعود لزوم الترتیب بعد سقوطہ بکثرتہا** ای الفوائت **یعود الفوائت الی القلۃ** بسبب القضاء لبعضہا علی المعتمد لان الساقط لا یعود اور عود نہیں کرتا لزوم ترتیب کا بعد ساقط ہوجانے کے فوائت کی کثرت کی وجہ سے بہ سبب ہوجانے فوائت کے مائل بہ کمی بباعث قضا پڑھ لینے بعض فوائت کے مذہب معتمد پر وجہ عود نہ کرنے کی یہ ہے کہ ساقط چیز دوبارہ نہیں آتی **ھم** صورت اس کی یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص کے ذمہ سال بھر کی نمازیں قضا ہیں تو ظاہر ہے کہ لزوم ترتیب ان فوائت کی وجہ سے ساقط ہوگیا اب اس شخص نے ان نمازوں کو قضا پڑھتے پڑھتے چھ نمازوں سے کم کردیا یہاں تک کہ مثلاً ایک ہی فائتہ اس کے ذمہ رہ گئی تب بھی لزوم ترتیب عود نہ کرے گا یعنی اس نماز باقی کو یاد کر کے اگر کوئی نماز پڑھے گا تو نماز وقتی جائز ہوگی اور معتمد کی قید اس لیے لگائی کہ غیر معتمد قول یہ ہے کہ جب فوائت چھ سے کم ہوجائیں تو ترتیب عود کر آتی ہے اور اسی قول کو ہدایہ میں پسند کیا ہے اور کافی میں اس کو رد کیا ہے اور محیط اور معراج اور کافی میں فتوی اول قول پر ہے اور بعض کے قضا پڑھنے کی قید اس لیے کی کہ اگر کل کی قضا کرلے گا اور ایک نماز بھی اس کے ذمہ نہ رہے گی تو سب کے نزدیک صاحب ترتیب ہوجائیگا چنانچہ قہستانی نے اس کو نقل کیا ہے کذا فی الشامی **وکذا لا یعود الترتیب بعد سقوطہ ببعض المسقطات** السابقۃ من النسیان والضیق حتی لو خرج الوقت فی خلال الوقتیۃ لا تفسد وہو مؤدّ وہو الاصح مجتبی اور اسی طرح عود نہیں کرتی ترتیب بعد اس کے ساقط ہونے کے کسی گذشتہ ساقط کرنے والی چیزوں کی وجہ سے یعنی بھولنے اور تنگی وقت کے سبب اگر ترتیب ساقط ہوجائے گی تب بھی عود نہ کرے گی یہاں تک کہ اگر وقت جاتا رہے گا درمیان وقتی کے تو نماز وقتی فاسد نہ ہوگی اور نمازی ادا پڑھنے والا ہوگا یہی صحیح تر ہے کذا فی المجتبی **ھم** یعنی تنگی وقت کے باعث ترتیب ساقط ہو کہ اگر وقت جاتا رہا تو ترتیب عود نہ کرے گی یہاں تک کہ اگر وقتی کے پڑھنے کے درمیان وقت جائے گا تو فاسد نہ ہوگی کیوں کہ ترتیب ساقط ہوگئی اور یہ نماز وقتی ادا ہوگی نہ قضا ایسا ہی نسیان سے ساقط ہو کر پھر عود نہ کرے گا اور بعض فقہا کے نزدیک جتنی نماز وقت میں ہوگی اس قدر ادا ہوگی اور جتنی وقت سے خارج ہوگی وہ قضا ہوگی اور ایک قول یہ ہے کہ سب قضا ہوگی مگر اصح یہ ہے کہ ادا ہوگی کذا فی الطحطاوی مختصراً لکن فی النہر والسراج عن الدرایۃ لو سقط للنسیان والضیق ثم تذکر واتسع الوقت لہ واتفاقا وذکرہ فی الاشباہ فی بیان الساقط لا یعود للیسر لیکن نہر الفائق اور سراج میں درایہ سے ہے کہ اگر ترتیب نسیان اور وقت کی تنگی سے ساقط ہوگئی پھر اس کو نماز فائتہ یاد ہوئی اور وقت میں گنجائش ہے تو ترتیب عود کریگی بالاتفاق اور مثل اسکے ہے اشباہ میں اس قاعدہ کے بیان میں کہ ساقط چیز عود نہیں کرتی تو اس کی تصحیح کرنی چاہیے **ھم** تصحیح یہ ہے کہ وقت کی تنگی میں خلاف لفظی ہے کیونکہ مجتبی میں عدم عود کی تصریح اس صورت میں ہے کہ وقت نکل گیا ہو اور درایہ میں عود کی تصریح اس صورت میں ہے ..... کہ وقت میں گنجائش ہو دونوں کو جمع کرنے کی تو دونوں قولوں میں کچھ منافات نہیں اور اسی طرح بھولنے کے بعد یاد کرنے کی صورت مجتبی میں اس پر محمول ہے کہ نماز پڑھنے کے بعد فائتہ یاد ہوئی ہو اور درایہ میں اس پر محمول ہے کہ نماز وقتی سے فارغ ہونے سے پیش تر یاد ہوئی ہو کذا فی الحلبی **وفساد اصل الصلوۃ بترک الترتیب موقوف** عندا بحنیفۃ سوا ظن وجوب الترتیب اولا **فان کثرت وصارت الفواسد مع الفائتۃ ستا ظہر صحتہا** بخروج وقت الخامسۃ التی ہی سادسۃ الفوائت لان دخول وقت السادسۃ غیر شرط لانہ لو ترک فجر یوم وادی باقی صلواتہ الی قلیت صحیحۃ بعد طلوع الشمس اور فاسد ہونا وصف نماز کا بسبب چھوڑنے ترتیب کے ملتوی ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک برابر ہے کہ نمازی نے واجب ہونے ترتیب کا ظن کیا ہو یا نہیں پس اگر بہت ہوجائیں اور سب نمازیں جن کا فساد موقوف ہے فائتہ کے ساتھ مل کر چھ ہوجائیں تو ظاہر ہوگی صحت النہا پانچوں کی پانچویں نماز کے نکلنے کے وقت پر جو شمار میں چھٹی ہے نمازوں سے اس لیے کہ داخل ہونا چھٹی نماز کے وقت کا شرط نہیں کیوں کہ اگر

Marfat.com

ایک شخص نے کسی روز کی فجر نہ پڑھی اور باقی نمازیں اس دن کی ادا کیں فجر کو یاد کر کے تو یہ نمازیں دوسرے دن کے آفتاب طلوع ہونے پر صحیح ہو جائیں گی ھم یعنی اگر دخول وقت چھٹی نماز کا شرط ہوتا تو دوسرے دن کے زوال پر صحیح ہوتیں شامی نے کہا کہ شارح نے بہ تبعیت نہر الفائق فساد اصل کہا حالانکہ امام کے نزدیک اصل نماز فاسد نہیں ہوتی بلکہ وصف فاسد ہو جاتا ہے یعنی نماز فرض نہیں رہتی نفل ہو جاتی ہے تو بہتر تھا کہ شارح اصل کی جگہ وصف کہتا چنانچہ مترجم نے ترجمہ وصف کا کیا ہے اور صاحبین کے نزدیک فساد موقوف نہیں رہتا بلکہ امام محمدؒ کے نزدیک اصل و وصف دونوں قطعًا فاسد ہو جاتے ہیں اور امام ابو یوسف کے نزدیک فقط وصف قطعًا فاسد ہو جاتا ہے دوسرے یہ کہ سادسۃ الفوائت کہنا مناسب نہیں بلکہ سادسۃ الصلوٰۃ درست ہے اس لیے کہ بجلی پانچوں فوت نہیں ہوئی کذا فی الطحطاوی والا بان لم تصر ستا لیظہر صحتہا بل تصیر نفلا وفیہا یقال صلوۃ تصح خمسًا واخری تفسد خمسًا اور اگر فاسد نمازیں بہت نہ ہوں یعنی چھ نہ ہو جائیں تو ان نمازوں پنجگانہ کی فرضیت ظاہر نہ ہوگی بلکہ نفلیں ہو جائیں گی یعنی اگر نماز متروکہ فجر کو دوسرے فجر کے وقت میں بعد نماز یا قبل نماز طلوع سے پیش تر پڑھے گا تو جو نمازیں موقوف الفساد تھیں وہ فاسد ہو جائیں گی یعنی نفلیں ہو جائیں گی اور اگر نماز متروکہ کو طلوع شمس تک نہ پڑھے گا تو سب درست ہو جائیں گی اور اسی چھٹی نماز میں یہ بھی معما کہا جاتا ہے کہ ایک نماز پانچ نمازوں کو درست کر دیتی ہے اور دوسری نماز پانچ فرض کو فاسد کرتی ہے ھم جواب اس معما کا یہ ہے کہ وہی نماز فائتہ ہے تو اگر اس کو پانچویں نماز پڑھنے کے بعد اس کے وقت نکلنے سے پیش تر قضا کرے گا تو پانچوں نمازیں فاسد ہو جائیں گی اور اگر وقت نکلنے کے بعد پڑھے گا تو پانچوں نمازیں صحیح ہو جائیں گی اور دوسرے نماز اس لیے کہا کہ وقت نکلنے کے بعد پڑھی گئی ورنہ حقیقت میں ایک ہی ہے اور چوں کہ صحت کا مدار وقت کے نکلنے پر ہے تو نماز کو مصحح کہنے میں شارح سے مسامحت ہوئی کذا فی الشامی **ولو مات وعلیہ صلوات فائتۃ واوصی بالکفارۃ یعطی لکل صلوۃ نصف صاع** من بر کالفطرۃ اور اگر ایک شخص مرا اور اس کے ذمہ نمازیں فوت شدہ ہیں اور وصیت کی کفارہ دینے کی دیا جائے ہر نماز کے لیے آدھا صاع گیہوں مانند صدقہ فطر کے ھم یعنی آدھا صاع گیہوں یا آٹا یا ستو یا ایک صاع جو خواہ چھوارا یا ان کی قیمت دیوے اور وصیت کرنی اس شخص کو لازم ہوگی اگر وہ قادر تھا فوائت کے ادا پر اور ادا نہ کی اور صاع کا بیان فطرہ کے ذکر میں لکھا جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ **وکذا حکم الوتر والصوم وانما یعطی من ثلث مالہ ولو لم یترک مالا یستقرض وارثہ نصف صاع مثلًا ویدفعہ لفقیر ثم یدفعہ الفقیر للوارث ثم وثم حتی یتم** اور ایسا ہی حکم ہے وتر اور روزہ کا یعنی ان میں سے ہر ایک کے عوض صدقہ فطر کے مانند دینا چاہیے اور یہ کفارہ میت کے مال کی تہائی سے دیا جائے اور اگر میت نے کچھ مال نہ چھوڑا ہو یا اتنا نہ ہو کہ سب نمازوں کے کفارہ کو کافی ہو تو میت کا وارث یہ تدبیر کرے کہ نصف صاع گیہوں مثلاً قرض لے اور اسکو فقیر کے حوالہ کرے پھر فقیر وہ گیہوں وارث کو ہبہ کر دے اور وارث پھر فقیر کو دے دے اسی طرح اتنی بار رد و بدل[1] ہو کہ کفارہ تمام ہو جائے ھم یہ حیلہ اس امر کا ہے جو اس زمانہ میں اسقاط کے نام سے مشہور ہو رہا ہے اور اہل ہند اس باب میں بالفعل یہ حیلہ استعمال کرتے ہیں کہ عمر بھر کے نماز و روزہ کا حساب کر کے کفارہ کا نقد دام ٹھہرایا یا اناج معلوم کر لیا پھر فقیر کو وہ نقد یا غلہ زبانی دے کر اپنے ذمہ قرض لیا بعد اس کے اس قرض کی عوض ایک قرآن مجید فقیر کے حوالہ کرتے ہیں اور یہ اسقاط وارث کے ذمہ واجب نہیں تبرع ہے مگر اس طرح کا تبرع خال تکلف سے نہیں **ولو قضاہا ورثتہ بامرہ لم تجز لانہا عبادۃ بدنیۃ بخلاف الحج لانہ یقبل النیابۃ** اور اگر نمازوں فوت شدہ کو میت کے وارثوں نے اس کے حکم سے قضا پڑھا تو اس کی طرف سے درست نہ ہوں گی اس لیے کہ نماز عبادت بدنی ہے ہر مکلف کو حکم ہے کہ اپنے بدن سے اس کو بجا لائے دوسرے کے ادا کرانے سے ادا نہ ہوگی بخلاف حج کے اس لیے کہ وہ نیابت کو قبول کرتا ہے یعنی وارث کے حج کرنے سے فرض میت کے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے اگرچہ میت نے اس کی وصیت نہ کی ہو کیوں کہ حدیث میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو اس کے مردہ باپ کی طرف سے حج کرنے کی اجازت فرمائی تھی کذا فی الطحطاوی **ولو ادی للفقیر اقل من نصف صاع لم تجز ولو اعطاہ الکل جاز** اور اگر دیا وارث نے فقیر کو کمتر صاع سے تو جائز نہ ہوگا اور اگر سب غلہ

[1] لینا دینا ۱۲۔

Marfat.com

اسی کو دے دیا تو درست ہے ھ یعنی صدقہ فطر سے اس کفارہ میں اتنا فرق ہے کہ نصف صاع سے کم ایک فقیر کو فطرہ درست ہے اور کفارہ نماز روزہ کا درست نہیں اور کفارہ یمین اور ظہار اور افطار میں عدد شرط ہے ایک کو سب دینا درست نہیں کذا فی الشامی ولو فدی عن صلوۃ فی مرضہ لا یصح بخلاف الصوم اور اگر فدیہ دیا میت نے اپنی نماز سے اپنے مرض موت میں تو صحیح نہ ہوگا یعنی اس پر واجب ہے کہ وصیت کر جائے بخلاف روزہ کے کہ اگر مرض موت میں روزہ کا فدیہ دیوے تو درست ہے لیکن اس کی صحت بعد موت کے ثابت ہوگی کذا فی الطحطاوی ویجوز تاخیر الفوائت وان وجبت علی الفور لعذر السعی علی العیال وفی الحوائج علی الاصح اور جائز ہے تاخیر کرنا فوت شدہ نمازوں کا اگرچہ واجب اسی وقت ہوتی ہیں بسبب عذر کمائی کے عیال کے لیے اور سعی کرنے کے اپنی حاجتوں میں صحیح تر قول کے بموجب یعنی بہت سے فائتہ جن سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے ان کو اگر زن و فرزند کے لیے کمائی کی وجہ سے یا اور کسی حاجت کے باعث تاخیر کرے تو جائز ہے تو جب اپنے کام سے جس قدر فرصت ملے اسی قدر قضا پڑھ لے ان کو چھوڑنا نہ چاہیے کذا فی الطحطاوی وسجدۃ التلاوۃ والنذر المطلق وقضاء رمضان موسع وضیق الحلوانی کذا فی المجتبیٰ اور سجدہ تلاوت یعنی نماز سے خارج تلاوت کا اور نذر مطلق اور رمضان کی قضا وسعت دے گئی ہے یعنی ان تینوں کو جب چاہے ادا کرے اور تنگ کیا حلوانی نے کذا فی المجتبیٰ ھ یعنی حلوانی کا قول ہے کہ واجب علی الفور ہیں اور نذر میں مطلق کی قید اس لیے لگائی کہ نذر معین کا اس کے وقت میں ادا کرنا واجب ہے کذا فی الشامی ولیعذر بالجہل حربی اسلم بدار الحرب ومکث مدۃ فلا قضاء علیہ لان الخطاب انما یلزم بالعلم او بدلیلہ ولم یوجد اور معذور رکھا جائے گا جہالت سے وہ حربی کہ مسلمان ہوا دار الحرب میں اور ٹھہرا رہا کچھ مدت تو اس پر قضا نہ ہوگی اس لیے کہ خطاب شریعت کا صرف لازم ہوتا ہے علم سے یا دلیل علم سے اور وہ دونوں پائے نہیں گئے ھ دلیل علم سے مراد دار الاسلام میں ہونا ہے کہ دار الاسلام میں اسلام کے فرض ہر کوئی جانتا ہے تو یہاں رہنے سے عذر جہالت مسموع نہ ہوگا اور جس قدر نمازیں فوت ہوئی ہوں گی ان کو قضا پڑھے گا کذا فی الشامی کما لا یقضی مرتد ما فاتہ زمنہا ولا ما قبلہا الا الحج لانہ بالردۃ یصیر کالکافر الاصلی جیسے نہ قضا پڑھے مرتد ان نمازوں کو کہ فوت ہوئی ہوں زمانہ ردت میں اور نہ ان کو کہ ردت سے پیش تر فوت ہوئی ہوں بجز حج کے کہ اس کا اعادہ کرنا پڑے گا کیوں کہ وہ مرتد ہونے سے مثل کافر اصلی کے ہو جاتا ہے تو جیسے کافر پر قضا کفر کے وقت کی نمازوں کی نہیں ہے اور حج اسلام بشرط قدرت فرض ہے اسی طرح مرتد کو تصور کرنا چاہیے ولذا یلزم باعادۃ فرض اداہ ثم ارتد عقبہ وتاب ای اسلم فی الوقت لانہ حبط بالردۃ قال اللہ تعالیٰ ومن یکفر بالایمان فقد حبط عملہ اور اسی لیے یعنی مرتد کے کافر اصلی کی مانند ہونے سے لازم کیا جائے گا مرتد کو دوبارہ پڑھنا فرض کا جس کو مرتد نے ادا کیا پھر اس کے پیچھے مرتد ہو گیا اور توبہ کی یعنی مسلمان ہوا اسی فرض کے وقت میں کیوں کہ فرض مذکور باطل ہو گیا مرتد ہونے کی جہت سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور جو شخص نہ مانے ایمان کو تو اس کے عمل باطل ہو جاتے ہیں وخالف الشافعی بدلیل فیمت وہو کافر قلنا افادت عملین وجزائین احباط العمل والخلود فی النار فالاحباط بالردۃ والخلود بالموت علیہا فلیحفظ اور خلاف کیا ہے امام شافعیؒ نے دلیل فیمت وہو کافر سے ہم کہتے ہیں کہ آیت میں دو کاموں اور دو جزاؤں کا افادہ فرمایا ہے عمل کا باطل ہونا اور دوزخ میں ہمیشہ رہنا دو جزائیں ہیں سو اول جزا ردت کی ہے اور دوسری ردت پر مرنے کی تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ھ امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ اس شخص پر اعادہ فرض لازم نہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ)[1] تو اس آیت میں عمل کے باطل ہونے کو معلق کیا ہے ردت پر مرنے سے پس جب کہ وہ شخص اسی وقت مسلمان ہو گیا اور ردت پر نہیں مرا تو اس کا فرض نہیں باطل ہوا ہم جواب دیتے ہیں کہ اس آیت میں دو شرطیں اور دو جزائیں بطریق لف ونشر مرتب کے ہیں اول شرط مرتد ہونے کی ہے اس کی جزا عمل کا باطل ہونا ہے اور دوسری شرط کفر پر مرنے کی ہے جس کی جزا دوزخ میں ہمیشہ رہنا ہے کیونکہ

[1] اور جو شخص پھرے تم میں سے اپنے دین سے اور مر جائے اس حال میں کہ وہ کافر ہے تو ان لوگوں کے عمل باطل ہوئے دنیا اور آخرت میں اور یہی لوگ ہیں دوزخ والے وہی اس میں ہمیشہ رہیں گے ۱۲

Marfat.com

پہلی آیت ومن یکفر الآیۃ میں عمل کے باطل ہونے کو صرف کفر پر مشروط کیا ہے تو اس میں بھی یہی جانا چاہیے کذا فی الشامی مختصراً فروع مسائل ملحقہ شارح کے صبی احتلم بعد صلوٰۃ العشاء واستیقظ بعد الفجر لزمہ قضاء ہا ایک لڑکے کو احتلام ہوا بعد اس کے عشاء کی نماز پڑھ لینے کے اور وہ جاگا فجر کے بعد تو اس کو لازم ہے عشاء کا قضا پڑھنا کیوں کہ جو اس نے پڑھی تھی وہ نفل ہوئی تھی اور مکلف بعد اس کے ہوا وقت کے ہوتے اور سونا مانع خطاب شرعی کا نہیں کذا فی الشامی صلی فی مرضہ بالتیمم والایماء ما فاتتہ فی صحتہ صح ولا یعید لو صح پڑھی نمازی نے اپنے مرض میں تیمم اور اشارہ سے وہ نمازیں کہ اس کو فوت ہوئی تھیں اس کی صحت میں تو درست ہوں گی اور ان کو دوبارہ نہ پڑھے جب تندرست ہو جاوے کثرت الفوائت نوی اول ظہر علیہ او آخرہ وکذا الصوم لو من رمضانین بو لا صح بہت ہو گئیں فوائت نیت کرے اول ظہر کی اپنے ذمہ یا آخر ظہر کی اور اسی طرح کا حال ہے اگر دو رمضانوں سے ہو یہی صحیح تر ہے ہم مثال بہت سے فوائت کی یہ ہے کہ مثلاً ہفتہ بھر کی نمازیں قضا پڑھنی ہیں تو تعیین قضا میں ضروری ہے کہ مثلاً کون سے دن کی ظہر پڑھتا ہے اس لیے شارح نے کہا کہ نیت سب سے اوّل ظہر کی کرے تو سب سے پہلے دن کی نماز ذمہ سے ساقط ہو گی بعد اس کے دوسرے روز کے ظہر اول ہو جائے گی اسی طرح سب ادا ہو جائیں گی او آخر ظہر کی نیت سے بھی یہی فائدہ ہے اور دو رمضانوں کے روزے میں بھی اول رمضان یا آخر رمضان کی نیت سے تعیین ہو جائے گی اور اگر ایک رمضان کے کئی روزہ ہوں تو تعیین کی کچھ حاجت نہیں کذا فی الشامی وینبغی ان لا یطلع غیرہ علی قضاء لان التاخیر معصیۃ فلا یظہرہا واللہ اعلم اور چاہیے یہ کہ اپنی قضا پڑھنے پر دوسرے شخص کو اطلاع نہ کرے یعنی قضا نماز چھپا کر پڑھے کیوں کہ نماز کو وقت سے ٹالنا گناہ ہے تو اس کو ظاہر نہ کرے واللہ اعلم ہم شامی نے کہا کہ ظاہراً قضا نماز کا اعلان کر کے پڑھنا مکروہ تحریمی ہے

باب سجود السہو

یہ باب ہے سہو کے سجدوں کے بیان میں من اضافۃ الحکم الی سببہ سجود السہو کی اضافت از قبیل اضافت حکم کے ہے طرف اس کے سبب کے ہم اس پر یہ اشکال ہے کہ حکم تو وجوب ہے نہ سجدہ کرنا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اضافت بتقدیر مضاف ہے یعنی اصل میں وجوب سجود السہو کذا فی الشامی وادلاہ بالفوائت لانہ لا صلاح مافات اور سہو کو فوائت کے مقابل اس لیے بیان کیا کہ سجدہ سہو واسطے درستی اس امر کے ہے جو نماز میں فوت ہو گیا جیسے قضا پڑھنا نماز کا اس نماز کی اصلاح ہے جس کا وقت جاتا رہا ہو والنسیان والشک واحد عند الفقہاء والظن الطرف الراجح والوہم الطرف المرجوح اور سہو اور نسیان اور شک ایک چیز ہیں فقہا کے نزدیک اور ظن طرف غالب ہے اور وہم طرف مغلوب کا نام ہے ہم یعنی حکم کے اعتبار سے تینوں میں فرق نہیں بحر الرائق میں کہا کہ لغت کی راہ سے نسیان اور سہو میں کچھ فرق نہیں دونوں کے معنی یہ ہیں کہ نہ یاد آنا چیز کا حاجت کے وقت اور شک کے معنی یہ ہیں کہ کسی چیز کے ہونے یا نہ ہونے میں تردد کرنا بدون ترجیح کسی جانب کے اور اگر کسی جانب کو ان دونوں میں ترجیح ہو تو اس کو ظن کہیں گے اور دوسرے کو وہم اور جمع الجوامع میں ہے کہ سہو اس کو کہتے ہیں کہ معلوم چیز سے غفلت ہو جائے یعنی ادنی تنبیہ سے اس پر آگاہ ہو جائے اور نسیان معلوم بات کے بالکل بھول جانے کو کہتے ہیں کذا فی الشامی یجب لہ بعد سلام واحد عن یمینہ فقط لانہ ... السہو وبہ یحصل التمثیل وہو الاصح بحر عن المجتبی واجب ہیں نمازی پر دو سجدے واسطے سہو کے فقط ایک سلام کے بعد اپنے داہنی طرف سے اس لیے کہ داہنی طرف کو سلام پھیرنا سہو کے لیے پہلے سے چلا آتا ہے اور نماز کا حلال ہونا ایک سلام سے حاصل ہو جاتا ہے اور یہی صحیح تر ہے کذا فی البحر عن المجتبی ہم یجب کا فاعل قول ماتن کا سجدتان مع اپنے معطوف کے ہے اور ایک سلام کے بعد سجدہ سہو کرنا قول اکثر فقہا کا ہے اور شمس الائمہ اور صدر الاسلام نے کہا ہے کہ دونوں سلاموں کے بعد سجدہ سہو کرے اور ہدایہ میں اس کی تصریح کی ہے اور فخر الاسلام نے ایک سلام کو اختیار کیا ہے مگر سامنے کی طرف نہ داہنے کو اس لیے شارح نے ایک سلام داہنے کو پھیرنا راجح کہا کذا فی الشامی مختصراً طحطاوی نے کہا کہ لفظ فقط تاکید ہے واحد کی اور وجہ وجوب سجدہ سہو حدیث ثوبان کی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سہو کرے

Marfat.com

نماز میں اس کو چاہیے کہ دو سجدے کرے وعلیہ لواتی بتسلیمتین سقط عنہ السجود اور ایک سلام کے بعد سجدہ سہو کرنے پر یہ متفرع ہوتا ہے کہ اگر دونوں سلام پھیر دے گا تو اس پر سے سجدہ سہو ساقط ہو جائے گا ھم یعنی سلام اول دو چیزوں کے لیے ہے اول حلال ہونا نماز سے دوم تحیت واسطے قوم کے اور دوسرا سلام صرف تحیت کے لیے ہے تو مشابہ کلام کے ہوا اسی وجہ سے اگر دوسرا سلام بھی پھیر دے تو سجدہ سہو نہ کرے کذا فی الشامی یعنی اس صورت میں تدارک سجدہ سہو سے نہیں ہو سکتا نماز کے اعادہ سے ہوگا ولو سجد قبل السلام جاز وکرہ تنزیہا وعند مالک قبلہ فی النقصان بعدہ فی الزیادۃ فیعتبر القاف بالقاف والدال بالدال اور اگر سجدہ سہو کیا سلام سے پہلے تو جائز ہے اور مکروہ تنزیہی ہے اور امام مالک کے نزدیک پہلے سلام سے ہے نقصان کی صورت میں اور بعد سلام کے ہے زیادت کی صورت میں تو معتبر ہے ان کے نزدیک قاف قبلیت کا نقصان کے قاف کے ساتھ اور دال بعد کی زیادتی کی دال کے ساتھ ھم یعنی اگر نماز میں واجب کی کمی ہو تو سلام سے پیش تر سجدہ چاہیے اور اگر زیادتی ہو تو بعد سلام کے کہتے ہیں کہ ہارون رشید کی مجلس میں امام ابو یوسفؒ نے امام مالک سے کہا کہ اگر واجب کی نماز میں کمی زیادتی دونوں ہوئی ہوں تو سجدہ سلام کے بعد کرے یا پہلے امام مالک اس کے جواب میں حیران رہ گئے کذا فی الطحطاوی سجدتان ویجب ایضا تشہد وسلام لان سجود السہو برفع التشہد دون القعدۃ لقوتہا بخلاف الصلبیۃ فانہا ترفعہا وکذا التلاوۃ علی المختار واجب ہیں دو سجدے اور نیز واجب ہے التحیات پڑھنا اور سلام پھیرنا اس لیے کہ سجدہ سہو دور کرتا ہے التحیات کے پڑھنے اور سلام کو نہ قعدہ کو بسبب قوی ہونے قعدہ کے یعنی قعدہ اخیرہ فرض ہے اور سجدہ سہو واجب تو واجب فرض کو نہیں اٹھا سکتا بخلاف سجدہ نماز کے کہ وہ التحیات اور قعدہ دونوں کو بیکار کر دیتا ہے اور اسی طرح سجدہ تلاوت ہے قول مختار پر ھم اور ایک قول یہ ہے کہ سجدہ تلاوت مثل سجدہ سہو ہے کیوں کہ دونوں واجب ہیں اور وجہ قول مختار کی یہ ہے کہ ہر چند سجدہ تلاوت واجب ہے مگر چوں کہ قرأت کا تابع ہے اور قرأت رکن ہے اس لیے اس کو بھی اسی کا حکم ہو گیا کذا فی البحر شامی نے کہا کہ اس کے معنی یہ کہ بعد سجدہ کرنے کے حکم قرأت حاصل کرتا ہے اور قبل سجدہ کرنے کے واجب ہی رہتا ہے ویاتی بالصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم والدعاء فی القعود الاخیر فی المختار وقیل فیہما احتیاطا اور پڑھے درود نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور دعا قعدہ اخیرہ یعنی سجدہ سہو کے بعد کے قعدہ میں قول مختار میں اور قول غیر مختار یہ ہے کہ دونوں قعدوں میں پڑھے احتیاط کی رو سے اذا کان الوقت صالحا فلو طلعت الشمس فی الفجر او احمرت فی العصر او دخل منہ ما یقطع البناء بعد السلام سقط عنہ فتح سجدہ سہو کرے جب کہ وقت نماز کی صلاحیت رکھتا ہو تو اگر آفتاب نکل آوے نماز فجر میں بعد سلام کے یا آفتاب سرخ ہو جائے بعد سلام کے نماز قضا میں یا پائی جاوے نماز ہی سے وہ حرکت جو قطع کر دے بنا نماز کو یعنی کوئی عمل منافی نماز کا بعد سلام کے نماز ہی سے ظاہر ہو تو سجدہ سہو اس پر سے ساقط ہو جائے گا کذا فی الفتح ھم آفتاب کی سرخی میں قضا نماز کی قید اس لیے لگائی کہ اگر اسی روز کے عصر میں یہ کیفیت واقع ہو تو سجدہ سہو ساقط نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی وفی التبیین لو بنی النفل علی فرض سہا فیہ لم یسجد اور تبیین میں ہے کہ اگر بنا کی نفل کو اس فرض پر جس میں سہو کیا تو سجدہ سہو نہ کرے یعنی فرض کے بعد سجدہ سہو نہ کرے بلکہ نفل کے آخر میں کرے کذا فی الطحطاوی تبرک متعلق یجب واجب مما مر فی صفۃ الصلوۃ سہوا فلا سجود فی العمد واجب ہیں دو سجدے بسبب بھول کر چھوڑنے کسی واجب کے ان واجبوں میں سے کہ صفت صلوۃ میں گذرے یعنی سجدہ سہو نہیں واستہ واجب کو چھوڑنے میں بلکہ اعادہ نماز کا لازم ہے شارح نے کہا کہ ماتن کا قول بترک واجب متعلق ہے یجب سے قیل الا فی اربع ترک القعدۃ الاولی وصلوتہ فیہ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وتفکرہ عمدا حتی شغلہ عن رکن وتاخیر سجدۃ الرکعۃ الاولی الی آخر الصلوۃ لم یعمدا ترک واجب میں سجدہ نہیں بجز چار صورتوں کے قول ضعیف میں اول عمداً چھوڑنا قعدہ اولی کا دوم عمداً درود پڑھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قعدہ اولی میں سوم عمداً اتنا تفکر کرنا نماز میں کہ ایک رکن سے مشغول کر دے چہارم سجدہ رکعت اولی کو آخر نماز تک تاخیر کرنا کذا فی النہر ھم علامہ قاسم نے کہا کہ ان صورتوں کی اصل نہ روایت میں ہے نہ درایۃ میں اور طرفہ یہ ہے کہ تاخیر سجدہ میں رکعت اولی اور آخر نماز تک کی قید لگائی اگر دوسری رکعت کا سجدہ ہو یا پہلی کے سجدہ کو دوسری یا تیسری تک

Marfat.com

تاخیر عمداً کی تب یہ حکم کیوں نہیں کذا فی الشامی والطحطاوی وان تکرر لان تکرارہ غیر مشروع اگرچہ ترک واجب مکرر ہو تب بھی سجدہ سہو دو ہی واجب ہوں گی اس لیے کہ تکرار سجدہ سہو کا مشروع نہیں ھم بحرالرائق میں کہا کہ اگر نماز کے سب واجب سہو سے چھوٹ جائیں تب بھی اس کو دو ہی سجدے لازم ہوں گے کذا فی الشامی کر کوع متعلق بترک واجب قبل قراءۃ الواجب لوجوب تقدیمہا جیسے رکوع کرنا قرأت واجب سے پہلے شارح نے کہا یہ مثال ہے ترک واجب کی اس لیے کہ مقدم کرنا قرأت کا واجب ہے ثم انما یتحقق الترک بالسجود فلو تذکر ولو بعد الرفع من الرکوع عاد ثم تلحا والرکوع الا انہ فی تذکر الفاتحۃ یعید السورۃ ایضاً پھر نہیں ثابت ہوتا چھوڑنا قرأت کا مگر سجدہ کرنے کے بعد پس اگر یاد رہے قرأت کو اگرچہ بعد سر اٹھانے کے ہو رکوع سے یعنی قومہ میں تو قرأت کی طرف عود کرے یعنی قرأت پڑھے اور رکوع کو دوبارہ کرے مگر الحمد کے یاد کرنے کی صورت میں سورہ کا اعادہ بھی کرے یعنی اگر رکوع میں یا قومہ میں یاد آوے کہ سورۃ پڑھی ہے الحمد نہیں پڑھی تو الحمد پڑھے اور اس کے ساتھ سورہ دوبارہ ملا دے تاکہ الحمد اور سورہ ترتیب وار ہو جائیں اور خلاصہ میں ہے کہ قرأت کی طرف عود کرے یا نہ کرے ہر صورت میں سجدہ سہو کرے کذا فی الطحطاوی وتاخیر قیام الی الثالثۃ بزیادۃ علی التشہد بقدر رکن وقیل بحرف وفی الزیلعی الاصح وجوبہ باللہم صل علی محمد اور جیسے دیر کرنا اٹھنے میں تیسری رکعت کے لیے مقدار ایک رکن کی بسبب بڑھا دینے کے التحیات پر اور قول ضعیف یہ ہے کہ بڑھانا ایک حرف کا موجب سجدہ سہو ہے اور زیلعی میں ہے کہ صحیح تر واجب ہونا سجدہ کا ہے اللہم صل علی محمد سے ھم اس مسئلہ کا بیان پہلے ہو چکا ہے کہ جب تک وعلی آل محمد نہ کہے گا سجدہ واجب نہ ہوگا شامی نے کہا کہ سجدہ کے واجب ہونے کے لیے خصوصیت درود شریف کی نہیں اگر التحیات کے بعد قعدہ اصلے میں مقدار ایک رکن کی ساکت رہے گا یا قرآن پڑھے گا تب بھی سجدہ سہو واجب ہوگا اور مناقب میں ہے کہ امام اعظم نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ ارشاد فرماتے ہیں کہ تم نے سجدہ سہو مجھ پر درود پڑھنے والے پر کیسے واجب کیا آپ نے عرض کیا کہ اس حجت سے کہ اس نے بھولے سے آپ پر درود پڑھا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جواب کو پسند فرمایا والجہر فیما یخافت فیہ للامام وعکسہ لکل مصلی فی الاصح اور جیسے پکار کر پڑھنا ان نمازوں میں جن میں آہستہ پڑھا جاتا ہے امام کے لیے موجب سجدہ ہے اور اس کے عکس میں یعنی آہستہ پڑھنے میں ان نمازوں کے اندر جن میں پکار کر پڑھا جاتا ہے سجدہ سہو ہے ہر نمازی کے لیے صحیح تر قول میں ھم طحطاوی نے کہا کہ شارح نے مطلب الٹ دیا صواب یہ ہے کہ قرأت خفیہ کے مقام میں جہر کرنے سے ہر نمازی پر سجدہ ہے اور اس کے عکس میں امام پر کیوں کہ جہری نماز میں منفرد پر جہر واجب نہیں تاکہ اس کے ترک سے اس پر سجدہ آوے والاصح تقدیرہ بقدر ما تجوز بہ الصلوٰۃ فی الفصلین وقیل قائلہ قاضیخان یجب السہو بہما ای بالجہر والمخافتۃ مطلقا ای قل او کثر وہو ظاہر الروایۃ واعتمدہ الحلوانی اور صحیح تر معین کرنا جہر و اخفا کا ہے اس قدر کہ جائز ہو اس سے نماز دونوں مسئلوں جہر اور اخفا میں کیونکہ کم تر جہر و اخفا سے تو بچنا ممکن نہیں اور ایک قول یہ ہے جس کا قائل قاضیخان ہے کہ واجب ہے سجدہ سہو جہر اور اخفا دونوں سے مطلق یعنی خواہ کم ہو یا زیادہ اور یہی ظاہر الروایت ہے اور اسی پر اعتماد کیا ہے حلوانی نے ھم صحیحین میں ابوقتادہ سے مروی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کے پہلے دو رکعتوں میں فاتحہ اور دو سورتیں پڑھا کرتے تھے اور پچھلی دو میں صرف الحمد پڑھتے تھے اور کبھی ہم کو آیت سنا دیتے تھے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اخفا کی جگہ میں کسی قدر کلمات کا جہر کرنا درست ہے اور موجب سہو نہیں اس لیے شارح نے قول اول کو اصح کہا کذا فی الشامی تبصرف علی منفرد متعلق بجب ومقتد بسہو امامہ ان سجد امامہ لوجوب المتابعۃ لا بسہوہ اصلا سجدہ سہو ترک واجب سے واجب ہے منفرد پر اور مقتدی پر واجب ہے اس کے امام کے سہو سے بشرطیکہ امام سجدہ کرے بسبب واجب ہونے متابعت امام کے تو اگر امام پر سے سجدہ سہو کسی سبب سے ساقط ہو جائے تو اس صورت میں مقتدی پر سجدہ نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی نہیں واجب ہے سجدہ مقتدی پر خود اس کے سہو سے کسی طرح یعنی نہ سلام سے پہلے نہ سلام کے بعد کیوں کہ سلام پہلے سے اگر سجدہ کرے گا تو امام کی مخالفت لازم آوے گی اور امام کے سلام کے بعد نماز سے خارج ہو جائے گا کذا فی البحر والمسبوق یسجد مع امامہ مطلقا سواء کان السہو قبل الاقتدا او بعدہ ثم

Marfat.com

یقضی ما فاتہ ولو سہا فیہ سجد ثانیا اور مسبوق سجدہ کرے اپنے امام کے ساتھ ہر حال میں یعنی خواہ امام کو سہو مسبوق کی اقتدا سے پہلے ہوا ہو یا بعد اقتدا کے پھر مسبوق سجدۂ سہو کے بعد اپنی باقی نماز پڑھے اور اگر اس باقی میں سہو ہو جائے تو دوبارہ سجدہ کرے اس لیے کہ خود اس کی نماز منفرد کی نماز کا حکم رکھتی ہے تو گویا دوسری نماز ہوئی اور اگر امام کے ساتھ سجدہ نہ کیا اور اپنی نماز کے آخر میں کر لیا گو اس کی باقی نماز میں سہو ہوا ہو یا نہیں تو کافی ہوگا کذا فی البحر وکذا اللاحق لکنہ یسجد فی آخر صلوتہ ولو سجد مع امامہ اعاد اور اسی طرح لاحق پر سجدہ واجب ہے اس کے امام کے سہو سے مگر وہ سجدہ کرے اپنی نماز کے آخر میں اور اگر سجدہ کیا لاحق نے اپنے امام کے ساتھ تو دوبارہ سجدہ کرے اس لیے کہ اس نے التزام کیا تھا متابعت امام کا ساری نماز میں اور امام نے اپنی نماز کے آخر میں سجدہ کیا ہے تو وہ بھی ایسا ہی کرے کذا فی الطحطاوی والمقیم خلف المسافر کالمسبوق وقیل کاللاحق اور مقیم پیچھے مسافر کے مثل مسبوق کے ہے یعنی اس کے ساتھ سجدہ کرے اور ایک قول کرخی کا یہ ہے کہ مقیم مثل لاحق کے ہے یعنی آخر نماز میں سجدہ کرے ھم صورت اس کی یہ ہے کہ مسافر امام ہوا اور اس کو سہو ہو تو مقتدی مقیم بھی سجدہ میں اس کا ساتھ دے اور کرخی نے کہا کہ وہ سجدہ میں متابعت نہ کرے بلکہ دو رکعتیں باقی پڑھ کر آخر میں سجدہ کرے سہا عن القعود الاوّل من الفرض ولو عملیا واما النفل فیعود مالم یقیدہ بالسجدۃ ثم تذکرہ عاد الیہ وتشہد ولا سہو علیہ فی الاصح مالم یستقم قائما فی ظاہر المذہب وہو الاصح فتح بھول گیا نمازی قعدہ اولی فرض کا اور اٹھنے لگا پھر بیٹھنے کو یاد کیا تو عود کرے بیٹھنے کی طرف یعنی وجوبًا بیٹھ جائے اور التحیات پڑھے اور صحیح تر قول میں اس پر سہو نہیں بیٹھ جائے جب تک کہ پورا کھڑا نہیں ہوا ظاہر مذہب میں اور یہی صحیح تر ہے کذا فی الفتح شارح نے کہا کہ فرض عام ہے خواہ اعتقادی ہو جیسے نمازیں پنجگانہ خواہ فرض عملی ہو جیسے وتر ہے اور اگر نفل ہو تو عود کرے قعدہ کے لیے جب تک کہ قیام کو سجدہ سے مقید نہ کیا ہو والا ای وان استقام قائما لا یعود لاشتغالہ بفرض القیام ویسجد للسہو لترک الواجب فلو عاد الی القعود بعد ذلک تفسد صلوتہ لرفض الفرض لما لیس بفرض وصححہ الزیلعی اور اگر یہ صورت نہ ہو یعنی پورا کھڑا ہو گیا ہو تو اب قعدہ کے لیے عود نہ کرے بہ سبب اس کے مشغول ہو جانے کے قیام کے فرض میں اور سجدہ سہو کرے واسطے چھوڑنے واجب یعنی قعدہ اولی کے پس اگر عود کرے گا قعدہ کے واسطے بعد کھڑا ہو جانے کے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی بسبب چھوڑ دینے فرض کے اس چیز کے لیے جو فرض نہیں یعنی قیام کو قعدہ کی خاطر چھوڑنے کی وجہ سے فاسد ہو جائے گی اور تصحیح کی ہے اس قول کی زیلعی نے وقیل لا تفسد لکنہ یکون مسیئا ویسجد لتاخیر الواجب وہو الاشبہ کما حققہ الکمال وہو الحق بحر اور ایک قول یہ ہے کہ کھڑا ہو کر بیٹھ جانے سے نماز فاسد نہیں ہوتی مگر نماز ہی برا کرنے والا ہوتا ہے یعنی گنہ گار ہوتا ہے کذا فی الفتح اور سجدہ کرے تاخیر واجب کے لیے یعنی قعدہ واجب میں بیٹھنے کی تاخیر کرنے سے اور یہ قول مشابہ بحق زیادہ ہے چنانچہ تحقیق کیا ہے اس کو کمال الدین نے اور یہی حق ہے کذا فی البحر ھم کمال الدین محقق نے کہا ہے کہ قعدہ کی طرف رجوع کرنے سے صرف قیام کی زیادتی لازم آتی ہے جو نماز کی مخل نہیں کیوں کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ایک رکعت سے کم کی زیادتی مفسد نماز نہیں باقی رہا یہ کہ بیٹھ جانے سے فرض کو واجب کے لیے چھوڑنا لازم آتا ہے یہ بات بھی نہیں کیوں کہ یہ ترک نہیں ہے بلکہ تاخیر ہے تو جیسے کسی کو رکوع میں یاد پڑے کہ سورت نہیں پڑھی اور وہ کھڑا ہو کر سورہ پڑھے تو نماز فاسد نہیں ہوتی ایسا ہی اس صورت میں بھی فاسد نہیں ہوگی کذا فی الشامی ملخصًا تصرف وہذا فی غیر الموتم اما الموتم فیعود حتما وان خاف فوت الرکعۃ لان القعود فرض علیہ بحکم المتابعۃ سراج اور یہ تفصیل کہ اگر سیدھا نہ کھڑا ہوا ہو تو بیٹھ جاوے ورنہ عود نہ کرے غیر مقتدی کے لیے ہے یعنی امام ومنفرد کے لیے اور مقتدی وجوبًا بیٹھ جائے اگرچہ قریب ہو نہ ملنے تیسری رکعت کا امام کے ساتھ اس لیے کہ بیٹھنا اس پر فرض ہے بسبب متابعت کے کذا فی السراج ھم صورت اس کی یہ ہے کہ امام بعد دو رکعتوں کے بیٹھ گیا اور ایک مقتدی بھول کر سیدھا کھڑا ہو گیا امام کے ساتھ قعدہ نہ کیا تو مقتدی پر واجب ہے کہ بیٹھ کر التحیات پڑھے اگرچہ یہ ڈر ہو کہ التحیات پڑھنے سے تیسری رکعت امام کے ساتھ نہ ملے گی کذا فی الشامی وظاہرہ انہ لو لم یعد بطلت بحر قلت وفیہ کلام والظاہر انہا واجبۃ فی الواجب وفرض فی الفرض نہر ولنا فیہا رسالۃ جامعۃ فراجعہا اور ظاہر تعلیل سراج کا یعنی قعدہ کی متابعت کو فرض کہنے کا یہ ہے کہ اگر مقتدی عود نہ کرے گا تو نماز باطل ہو جائے گی کذا فی البحر میں کہتا ہوں کہ تعلیل میں کلام ہے اور ظاہر یہ ہے

Marfat.com

کہ متابعت واجب ہے واجب نماز میں اور فرض ہے فرض نماز میں کذا فی النہر اور متابعت کے باب میں ہمارا ایک رسالہ جامع سب احکام کا ہے اس کو دیکھو ھم طحطاوی نے کہا کہ فرض نماز میں متابعت کے فرض ہونے کے یہ معنی کہ فرض کو ادا کرے اگرچہ بعد ادا کرنے امام کے ہو نہ امام سے پہلے اور یہ معنی نہیں کہ کسی جزئیں قعدہ کی شرکت بھی مزدد ہو ولوسہا عن القعود الاخیر کلہ اوبعضہ عاد ویکفی کون کلا الجلستین قدر التشہد مالم یقیدہا بسجدۃ لان ماد دن الرکعۃ محل الرفض وسجد للسہو لو لم خیر القعود اور اگر بھول گیا نمازی قعدہ اخیرہ کے کل کو یا تھوڑے کو اور کھڑا ہو گیا زائد رکعت کے لیے تو عود کرے جب تک کہ رکعت زائد کو مقید بہ سجدہ نہ کیا ہو اس لیے کہ رکعت سے کم مقام ترک کا ہے اور سجدہ سہو کرے واسطے دیر کر بیٹھنے کے شارح نے کہا کہ کافی ہے دونوں جلسوں کا ہونا مقدار التحیات کے یعنی نمازی قعدہ اخیرہ میں تھوڑا سا بیٹھ کر اٹھ کھڑا ہوا پھر بیٹھ گیا اور تھوڑا سا بیٹھنے کے بعد مثلاً کلام کیا تو اگر دونوں دفعہ کا بیٹھنا مقدار التحیات کے ہو گیا ہے تب تو نماز درست ہو گی ورنہ فاسد ہو جائے گی کذا فی الشامی وان قیدہا بسجدۃ عامداً او ناسیاً تحول فرضہ نفلا برفعہ الجبہۃ عند محمد وبہ یفتی لان تمام الشیئ بآخرہ اھ اگر مقید کیا رکعت زائد کو سجدہ سے جان بوجھ کر یا بھول کر ہو جائیں گے فرض اس کے نفل وقت اس کے اٹھانے کے پیشانی کو امام محمد کے نزدیک اور اسی پر فتویٰ ہے اس لیے کہ تمام ہونا چیز کا اس کے آخر پر ہوتا ہے یعنی امام ابو یوسف کے نزدیک سر کے زمین پر رکھنے سے سجدہ ثابت ہو جاتا ہے اور امام محمد کے نزدیک سر اٹھانے سے تو یہ دلیل امام محمد کی ہوئی کہ سجدہ پورا جب ہو گا جب اس کا آخر ہو چکے گا ھم یہاں شارح نے خلط کر دیا کیوں کہ ظاہر کلام شارح سے معلوم ہوتا ہے خلاف کہ امام محمد بھی اس کے قائل ہیں کہ فرض نفل ہو جاتے ہیں بعد پانچویں رکعت کے سجدہ کے حالانکہ ایسا نہیں ان کے نزدیک جب فرض نہ رہے تو اصل تحریمہ باطل ہو جاتی ہے اور مسئلہ مذکورہ میں اختیار شیخین کا ہے تو عند محمد صرف اس قدر سے متعلق ہے کہ سجدہ بدون سر اٹھانے کے کامل نہیں ہوتا تو مطلب یہ ہے کہ فرض اصل سے باطل ہو جاتے ہیں وقت سر اٹھانے کے سجدہ سے امام محمد کے نزدیک اور نفل ہو جاتے ہیں شیخین کے نزدیک فلو سبقہ الحدث قبل رفعہ توضا وبنی خلافا لابی یوسف حتی قال نزہ صلوۃ فسدت اصلحہا الحدث پس اگر پیش ہو انمازی کو حدث پہلے سر اٹھانے کے تو وضو کرے اور بنا کرے برخلاف ابو یوسف یہاں تک کہ انھوں نے فرمایا کہ عجب نماز ہے کہ فاسد ہو گئی اور حدث نے اس کی اصلاح کر دی ھم صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص قعدہ اخیرہ کو ترک کر کے پانچویں رکعت کو اٹھا اور اس کے سجدہ میں تھا کہ بے وضو ہو گیا تو چوں کہ امام محمد کے نزدیک بطلان فرض کے لیے سجدہ سے سر اٹھانا شرط ہے اس لیے اس کے فرض ہنوز باطل نہیں ہوئے تو وہ شخص وضو کر کے قعدہ آخیرہ کرے اور سجدہ سہو کر کے سلام پھیرے فرض پورے ہو جائیں گے اور امام ابو یوسف کے نزدیک سجدہ کے لیے زمین پر سر رکھتے ہی فرض نفل ہو گئے تو اب بنا فرض پر نہیں کر سکتا اور آپ کا قول زہ بکسر زا و مجہ وسکون ہا کلمہ فارسی ہے بمعنی عجب کے یہ آپ نے اس وقت فرمایا کہ اس مسئلہ میں آپ کے سامنے امام محمد کا قول نقل کیا گیا اور نماز کو فاسد کیا تو اس لیے فرمایا کہ عنقریب امام محمد کے نزدیک بھی باطل ہو جاتی اگر نمازی سجدہ سے سر اٹھا لیتا یا اس لیے کہ امام ابو یوسف کے نزدیک وہ نماز فاسد ہو چکی اس اعتبار سے فاسد کہا کذا فی الشامی تصرف والعبرۃ للامام حتی لو عاد ولم یعلم بہ القوم حتی سجد الم تفسد صلوتہم مالم یتموا والسجود فیہ یلیخ ای مصل ترک القعود الاخیر وقید الی مستہ بسجدۃ ولم یبطل فرضہ اور اعتبار قعدہ کی طرف عود کرنے میں قبل پانچویں رکعت کے سجدہ کے امام کا ہے یہاں تک کہ اگر امام بیٹھ گیا اور مقتدیوں نے اس کا بیٹھنا نہ جانا تا آں کہ انھوں نے سجدہ کیا تو ان کی نماز فاسد نہ ہو گی یعنی ان کے فرض نفل نہ ہوں گے جب تک سجدہ انتشگی میں نہ کیا ہو گا اور اسی صورت میں یہ چیستان پوچھی جاتی ہے کہ کون سا نمازی ہے جس نے قعدہ آخر کا ترک کیا اور پانچویں رکعت کو سجدہ سے مقید بھی کر دیا مگر اس کے فرض باطل نہ ہوئے ھم طحطاوی نے کہا کہ یہ اس صورت میں ہے کہ امام رکوع کے بعد بیٹھا ہو کیوں کہ اس صورت میں بیٹھنے سے امام کا رکوع جاتا رہے گا تو مقتدیوں کا رکوع بھی اس کی متابعت کی جہت سے جاتا رہے گا تو فقط مقتدیوں کا سجدہ امام سے زائد رہے گا اور سجدہ کی زیادتی سے نماز فاسد نہیں ہوتی پس اگر امام رکوع سے پہلے ہی بیٹھ جائے گا اور

Marfat.com

مقتدی رکوع اور سجدہ دونوں کریں گے تو نماز مقتدیوں کی فاسد ہوجائے گی **وضم سادسۃ ولو فی العصر والفجر ان شاء لاختصاص الکراہۃ والاتمام بالقصد ولا یسجد للسہو علی الاصح** لان النقصان بالفساد لا بالحجر اور ملا دے چھٹی رکعت اگرچہ عصر اور فجر میں ہو اگرچاہے بسبب خاص ہونے کراہت اور پورا کرنیکے قصد سے اور نہ سجدہ کرے سہو کا صحیح تر قول کے بموجب اس کے کہ نقصان فساد کا یعنی ترک قعدہ سے جو فساد ہوا اور فرض باطل ہو گئے وہ سجدہ سے پورا نہیں ہوتا ھم مراد چھٹی رکعت سے رکعت زائد ہے تو فجر میں وہ چوتھی ہوگی اور یہ جو کہا کہ کراہت واتمام قصد سے مخصوص ہیں یہ جواب ہے اس سوال کا کہ عصر کے اور فجر کے بعد نفل مکروہ ہے تو تم نے کیسے کہہ دیا کہ اگرچہ عصر اور فجر میں ہو تب بھی رکعت ملائے دوسرے یہ کہ ملانا رکعت کا ظہر اور عشاء میں واجب ہونا چاہیے کیونکہ نفل کا شروع کرکے پورا کرنا واجب ہے تو پھر کیسے کہا کہ اگرچاہے تو ملائے شارح نے دونوں کا جواب دیا کہ خاص ہونا کراہت کا اور پورا کرنا اس نفل میں ہے جو قصداً شروع کی ہو اور یہاں نفل بلا قصد شروع ہوئی ہے اور عصر کے اعتراض کا جواب نہر الفائق میں یوں بھی دیا ہے کہ جب نمازی کے فرض باطل ہو گئے تو نفل بعد عصر کہاں ہوئی قبل عصر ہوئی جو مکروہ نہیں ہاں اگر عصر کے بعد کوئی قضا نماز پڑھتا ہو اور اس میں یہ صورت پیش آوے تو ہو سکتا ہے اور شارح نے مغرب کا ذکر نہ کیا تو حلیہ میں مذکور ہے کہ اس میں پانچویں رکعت نہ ملا دے کیوں کہ اول تو قبل مغرب نفلیں مکروہ ہیں دوسرے طاق نفلیں مطلقاً مکروہ ہیں کذا فی الشامی **وان قعد فی الرابعۃ** مثلاً قدر التشہد **ثم قام عاد وسلم** وسلم قائما ھ **ثم الاصح ان القوم ینتظرونہ فان عاد تبعوہ وان سجد للخامسۃ سلموا لانہ تم فرضہ اذ لم یبق علیہ الا السلام وضم الیہا سادسۃ ولو فی العصر خامسۃ فی المغرب ورابعۃ فی الفجر بہ یفتی لتصیر الرکعتان لہ نفلا والضم ہنا اکد** اور اگر نمازی بیٹھا چوتھی رکعت میں مثلاً یعنی آخر رکعت میں خواہ وہ تیسری ہو یا دوسری مقدار التحیات کے پھر کھڑا ہو گیا تو بیٹھ جائے اور سلام پھیرے کیوں کہ بیٹھ کر سلام پھیرنا مسنون ہے اور اگر کھڑا ہوا سلام پھیر دے گا تب بھی صحیح ہے پھر صحیح تر قول یہ ہے کہ مقتدی امام کا انتظار کریں پس اگر عود کرے وہ بیٹھنے کی طرف تو اس کی متابعت کریں اور اگر امام سجدہ کرے پانچویں کے لیے یعنی رکعت زائد کے لیے تو مقتدی سلام پھیر دیں اس لیے کہ اس کا فرض تمام ہو گیا کیوں کہ سلام کے سوا اور کچھ اس پر باقی نہیں اور ملا دے اس رکعت میں چھٹی اگرچہ نماز عصر میں ہو اور پانچویں مغرب میں اور چوتھی فجر میں اسی کا فتویٰ ہے اور ایک رکعت اس لیے ملا دے تاکہ دو رکعتیں اس کی نفل ہو جائیں اور ملانا یہاں مؤکد زیادہ ہے ولا عبرۃ لتوقع ولا باس باتمامہ فی وقت کراہۃ علی المعتمد اور ضمان نہیں اگر توڑ دے یعنی اگر دوسری رکعت ایک رکعت زائد میں نہ ملا دے ایک ہی رکعت پر نماز منقطع کر دے تو اس پر قضا لازم نہ ہوگی کیونکہ اس نفل کو اس نے قصداً شروع نہیں کیا اور کچھ مضائقہ نہیں اس کے پورا کرنے کا کراہت کے وقت قول معتمد پر ھم یعنی رکعت زائد پر دوسری کا ملانا گو عصر و فجر کے بعد ہو مضائقہ نہیں کیوں کہ یہ نفل قصداً شروع نہیں ہوئی ملا دہ اس کے نہ ملانے سے یا تو سجدہ سہو چھوٹ جائے گا جو واجب ہے یا اگر سجدہ سہو ایک ہی رکعت پر کرے گا تو مسنون طور پر ادا نہ ہوگا اس لیے اس صورت میں ملانے کی زیادہ تاکید ہے چنانچہ بیان ہوا **وسجد للسہو فی الصورتین لنقصان فرضہ بتاخیر السلام فی الاولی وترکہ فی الثانیۃ** اور سجدہ سہو کرے دونوں صورتوں میں یعنی رکعت زائد کا سجدہ نہ کیا ہو اور ویسے ہی بیٹھ گیا ہو یا سجدہ کر لیا ہو اور دوسری رکعت ملائی ہو سجدہ کرے بسبب ناقص ہونے اس کے فرض کے سلام کی تاخیر سے پہلی صورت میں اور ترک کرنے سلام کے دوسری صورت میں ھم یعنی دوسری صورت میں ہر حیثیت سلام نماز کے آخر میں پھیرا اگرچہ یوں کہ فرضوں کا سلام خاص نہیں پھیرا اس لیے اس کو یہ سلام مخصوص فوت ہو گیا کذا فی الحلبی **والرکعتان لا تنوبان عن السنۃ الراتبۃ بعد المفروض فی الاصح لان المواظبۃ علیہما انما کانت بتحریمۃ مبتدأۃ** اور یہ دونوں رکعتیں زائد قائم مقام سنت موکدہ فرضوں کے بعد کے نہ ہوں گی صحیح تر قول میں اس لیے کہ موکدہ سنتوں پر مداومت جدا تحریمہ سے ثابت ہوئی ہے نہ بلا قصد کے تحریمہ سے اور نہ ضمن میں دوسری نماز کے **ولو اقتدی بہ فیہما صلاہما ایضاً** اور اگر نمازی اقتدا کرے پیچھے امام کے ان دونوں رکعتوں زائد میں تو ان کو بھی پڑھے یعنی

Marfat.com

اگر امام چوتھی رکعت پڑھ کر اٹھا اور دو رکعتیں اور پڑھیں تو ان دو میں اگر کوئی اس کا مقتدی ہو تو وہ بھی چھ رکعتیں پڑھے وان افسد تفسادہما بہ یعنی نقایہ اور اگر مقتدی ان دونوں رکعتوں کو فاسد کر دے تو صرف ان دونوں کی قضا کرے اسی پر فتویٰ ہے کذا فی النقایہ م شامی نے کہا کہ یہ پچھلی ہی صورت میں ہے یعنی اگر امام قعدہ اخیرہ میں بیٹھا ہو تو اس صورت میں فاسد کرنے سے چھ رکعتیں قضا کرے ولو ترک القعود الاول فی النفل سہا سجد ولم تفسد استحسانا لانہ کما شرع رکعتین شرع اربعا ایضا وقد منا انہ یعود مالم یقید الثالثۃ بسجدۃ وقیل لا اور اگر چھوڑا قعدہ اولی کو نفل میں سہو سے تو سجدہ کرے اور یہ نماز فاسد نہ ہوگی بوجہ استحسان اس لیے کہ اس نے جب دو رکعتیں شروع کی ہیں اسی وقت چار کو بھی شروع کیا ہے اور ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ نمازی عود کرے قعود کی طرف جب تک کہ تیسری رکعت نفل کو سجدہ سے مقید نہ کیا ہو اور ایک قول یہ ہے کہ سیدھا کھڑے ہو جانے کے بعد عود نہ کرے اس لیے کہ اب نفلیں مثل فرض کے ہو گئی ہیں م یعنی قیاس کے رو سے یہ نفلیں فاسد ہونی چاہئیں کیونکہ ہر دوگانہ نماز علیحدہ ہے تو قعدہ اخیرہ جو فرض ہے اول دوگانہ میں نہ پایا گیا مگر استحسانا فاسد نہیں ہوتیں واذا صلی رکعتین فرضا او نفلا سہا فیہما فسجد لہ بعد السلام ثم اراد بناء شفع علیہ لم یکن لہ ذلک البناء ای یکرہ لہ تحریما لا بطل بجودہ بلا ضرورۃ اور جب پڑھیں دو رکعتیں فرض یا نفل کی اور ان میں سہو اور بعد سلام کے اس سہو کا سجدہ کر لیا پھر چاہا کہ اس دوگانہ پر دوسرا دوگانہ بنا کرے تو اس کو یہ بنا کرنا نہیں پہنچتا یعنی یہ بنا اس کے لیے مکروہ تحریمی ہے تاکہ اس کا سجدہ سہو کرنا بدون ضرورت بے کار نہ ہو جاوے م سجدۂ سہو واجب ہے اور واجب کا باطل کرنا بدون ضرورت کے جائز نہیں ہاں اگر اس کے صحیح رکھنے سے کوئی چیز واجب سے بڑھ کر ٹوٹی جاتی ہو تو اس وقت باطل کیا جائے گا جیسے اگلے مسئلہ میں ہے بخلاف المسافر اذ نوی الاقامۃ لانہ لو لم یتم بطلت بخلاف مسافر کے کہ اگر اس نے دو رکعتیں پڑھیں اور ان میں سہو کا سجدہ کیا پھر نیت اقامت کی کی اور انہیں دو کو چار کرنا چاہا تو اس کو اختیار ہے اس لیے کہ اگر وہ بنا نہ کرے اور پورا پڑھنا اس کو اقامت کی وجہ سے لازم ہو گیا ہے تو اس کی دو رکعتیں پڑھی ہوئی باطل نہ ہوں گی اور اگر بنا کرے گا تو سجدہ سہو جو واجب ہے وہ باطل ہو گا اور چونکہ واجب کا باطل ہونا نسبت بطلان فرض کے خفیف ہے تو اسی کو اختیار کیا گیا کذا فی البحر ولو فعل مالیس لہ من البناء صح بناء لبقاء التحریمۃ ولیعید جود للمسافر سجود السہو علی المختار لبطلانہ بتوہم فی خلال الصلوۃ اور اگر نمازی نے کیا وہ فعل جس کا اس کو اختیار نہ تھا یعنی بنا کر لیا تو اس کی بنا صحیح ہو گی بہ سبب تحریمہ کے باقی رہنے کے اور دوبارہ کرے نمازی مذکور اور مسافر سجدۂ سہو کو مذہب مختار پر واسطے باطل ہو جانے سجدہ سہو کے لبسبب پڑھ جانے کے نماز کے درمیان م قول مختار کا مقابل یہ کہ سجدہ سہو کو دوبارہ نہ کرے کیونکہ وہ جس جگہ ہوا ہے جبر نقصان کے لیے ہوا ہے تو اب اس کی کیا حاجت رہی کذا فی الحلبی سلام من علیہ سجود سہو تکرہ من الصلوۃ خروجا موقوفا ان سجد عاد الیہا والا لا اور اس نمازی کا سلام پھیر دینا جس پر سجدہ سہو ہے اس کو نماز سے باہر کر دیتا ہے مگر ملتوی طور پر یعنی اگر اب سجدہ کرے گا تو نماز میں پھر عود کر آئے گا اور اگر سجدہ نہیں کرے گا تو عود کرے گا م یہ نکلنا نماز سے قول ہے شیخین کا اور امام محمد کے نزدیک نماز سے خارج نہیں ہوتا کذا فی الشامی علی ہذا فصح الامام اذا بہ یبطل وضوءہ بالقہقہۃ ویعید فرضہ العابنیۃ الاقامۃ ان سجد للسہو فی المسائل الثلاث والا یسجد لا تثبت الاحکام المذکورۃ کذا فی غایۃ البیان اور اس بنا پر یعنی سلام کے سبب سے نماز سے باہر ہو جانے پر بشرطیکہ سجدہ نہ کرے صحیح ہے اقتدا کرنا پیچھے اس کے اور باطل ہو جائے گا وضو اس کے قہقہہ سے اور ہو جائیں گے فرض اس کے چار بسبب نیت اقامت کے اگر سجدہ کرے گا سہو کا مسائل سہ گانہ میں اور اگر سجدہ سہو نہ کرے گا تو احکام مذکورہ ثابت نہ ہوں گے ایسا ہی ہے غایۃ البیان میں م صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص نے قعدہ اخیرہ کے بعد سلام پھیرا اور اس پر سجدہ سہو ہے تو اب اگر کوئی شخص اس کے پیچھے اقتدا کرے گا تو اس کا اقتدا صحیح ہو گا بشرطیکہ بعد اقتدا کے امام سجدہ سہو کرے اور اگر سجدہ سہو نہ کرے گا تو اقتدا درست نہ ہو گا اسی طرح اگر بعد سلام کے سجدہ سہو سے پیشتر نمازی نے قہقہہ کیا یا مسافر نے اس وقت اقامت کی نیت کی اور پھر سجدۂ سہو کیا تو اول شخص کا وضو جاتا رہے گا اور مسافر کے فرض دو کی جگہ چار ہو گئے اور اگر بعد قہقہہ اور نیت کے سجدہ نہ کیا تو وضو نہ جائے گا اور فرض چار نہ ہوں گے شامی نے کہا کہ بعض نسخوں میں ماتہ الکتب ہے غایۃ البیان کی جگہ اور وہ غلط ہے کیونکہ جو تفصیل ان تین مسئلوں میں مصنف نے لکھی ہے وہ عامہ کتب کے مخالف ہے البتہ غایۃ البیان میں اسی طرح ہے جیسا مصنف نے لکھا ہے وہو غلط فی الاخیرتین والصواب انہ لا یبطل وضوءہ ولا یتغیر فرضہ بحال واما السقوط بالسجود بالقہقہۃ وکذا بالنیۃ لئلا یقع فی خلال الصلوۃ وتمامہ فی البحر والنہر اور یہ حکم غلط ہے دو اخیر کی

Marfat.com

صورتوں میں اور صحیح یہ ہے کہ نمازی کا وضو باطل نہیں ہوتا اور اس کے فرض نہیں بدلتے سجدۂ سہو بعد کو کرے یا نہیں بسبب ساقط ہونے سجدہ کے قہقہہ سے اور اسی طرح اقامت کی نیت سے تاکہ سجدہ کرنا واقع نہ ہو نماز کے درمیان میں اور اس کا پورا بیان بحرالرائق اور نہرالفائق میں ہے ہم یعنی تفصیل اس بات کی کہ اگر سجدہ سہو کرے گا تو وضو باطل ہو جائے گا قہقہہ کی صورت میں اور فرض دو کی جگہ چار ہو جائیں گے نیت اقامت کی صورت میں اگر سجدہ سہو نہ کرے گا تو دونوں باتیں نہ ہوں گی اتن کی غلطی ہے کہ سہو سے ایسا لکھ دیا بلکہ صحیح یہ ہے کہ ان دونوں صورتوں میں سجدہ کرے یا نہ کرے حکم مسئلہ کا ایک ہی رہتا ہے یعنی نہ وضو باطل ہو نہ فرض بدلیں اس لیے کہ بعد سلام کے جب قہقہہ ہوا تو شیخین کے نزدیک سلام کے سبب نماز سے خارج ہوا مگر خروج موقوف تواب چونکہ قہقہہ فعل مخالف نماز کے ہے اس لیے بالکل خارج ہو گیا اور سجدہ اس پر سے ساقط ہو گیا پس وضو باطل نہ ہوا اور نیت اقامت کی صورت میں اگر فرض سجدہ سے پیشتر بدل جائیں اس کے یہ معنی کہ نیت سجدہ سے پیشتر درست ہوئی اور اگر نیت کو درست کہو تو سجدہ سہو نماز کے درمیان میں واقع ہو گا جس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے حاصل یہ کہ شیخین کے نزدیک سلام سے خارج از نماز ہو گیا اب بدون سجدہ سہو نماز میں داخل نہیں ہو سکتا تو اگر سجدۂ سہو بعد نیت اقامت کے کرتا ہے تو سجدہ بیچ میں نماز کے واقع ہوتا ہے جو باطل اور بے اصل ہے اس لیے یہی کہا گیا کہ اب نماز سے بالکل خارج ہو گیا اور سجدہ اس پر سے ساقط ہو گیا کذا فی الشامی **محتقراً** **ولیسجد للسہو ولو مع سلامہ نادیا للقطع لان نیۃ تغییر المشروع نعوما لم تحول عن القبلہ او تکلم لبطلان التحریمۃ** اور سجدہ سہو کرے اگرچہ اپنے سلام سے نیت قطع نماز کی کرے جب تک کہ قبلہ سے نہ پھرے یا جب تک بات نہ کرے کیونکہ قبلہ کی طرف پھر جانے اور بات کرنے سے تحریمہ باطل ہو جائے گی اور سجدہ سہو نہ کر سکے گا شارح نے کہا کہ نیت قطع نماز کی اس لیے معتبر نہ ہوئی کہ مشروع چیز کے متغیر کرنے کی نیت باطل ہوتی ہے یعنی مشروع یہ تھا کہ سجدہ سہو سے نماز کو پورا کرتا اب بیچ میں نیت اس کے قطع کی کرنی لغو ٹھہرے گی **وان نسی السہو او سجدۃ صلبیۃ او تلاویۃ یلزمہ ذلک مادام فی المسجد** اور اگر نمازی سجدہ سہو کو بھول گیا یا سجدۂ نماز کو یا سجدۂ تلاوت کو تو لازم ہو گا اس پر یہ سجدہ کرنا جب تک کہ مسجد کے اندر ہو ہم شامی نے کہا کہ شارح کے کلام میں مالغۃ الخلو ہے تو ہو سکتا ہے کہ اس کے ذمہ ایک ہی ان میں سے ہو یا دو ہوں یا تینوں ہوں غرض بھولنے کے بعد جب یاد آئیں اور مسجد کے اندر ہو تو اس پر اس کا کرنا لازم ہے **سلم المصلی الظہر مثلاً علی رأس الرکعتین توہما انہما اربعا وسجد للسہو لان السلام سابیا لا یبطل لانہ دعاء من وجہ** سلام پھیرا ظہر کے پڑھنے والے نے مثلاً دو رکعتوں پر نماز کے پورا ہونے کے وہم سے تو ان کو چار پورا کرے اور سجدہ سہو کرے اس لیے کہ سلام پھیرنا بھولے سے نماز کو باطل نہیں کرتا کیونکہ سلام ایک وجہ سے دعا ہے یعنی اس وجہ سے کہ اس سے مومنین کے لیے دعائے امن مطلوب ہے اور دعا قاطع نماز نہیں **بخلاف مالو لم یسلم علی ظن ان فرض الظہر رکعتان بان ظن انہ مسافر او انہا الجمعۃ او کان قریب عہد بالاسلام فظن ان فرض الظہر رکعتان او کان فی صلوۃ العشا فظن انہا التراویح فسلم** او سلم ذاکرا ان علیہ رکعتین حیث تبطل لانہ سلام عمداً بخلاف اس صورت کے کہ سلام پھیرا اس گمان پر کہ ظہر کے فرض دو ہیں اس طرح کہ خیال کر لیا کہ میں مسافر ہوں یا یہ نماز جمعہ ہے یا اس کو مسلمان ہوئے تھوڑا عرصہ ہوا تھا اس نے گمان کیا کہ ظہر کے فرض دو ہی ہیں یا یہ کہ نماز عشا میں مشغول تھا اس کو تراویح گمان کر کے سلام پھیر دیا یا سلام پھیرا اس حال میں کہ اسکو یاد ہے کہ مجھ پر ایک رکن باقی ہے کہ ان سب صورتوں میں نماز باطل ہو جاتی ہے کیونکہ یہ سلام عمداً ہے سہو سے نہیں ہم فرق پہلے مسئلہ میں اور اس مسئلہ میں یہ ہے کہ وہاں نماز کو پورا گمان کیا تھا اس لیے سلام سہواً قرار دیا گیا اور یہاں قعدہ دو پڑھا جان کر سلام پھیرا اس لیے عمداً ہوا اور نہ سلام دونوں صورتوں میں عمداً سہو سے نہیں کذا فی الشامی وقیل لا تبطل حتی یقصد بہ خطاب آدمی اور ایک قول یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوتی جب تک سلام سے کسی آدمی کا خطاب مقصود نہ ہو ہم یہ قول دوسرا بحث ہے صاحب بحر کی اور قول اول پر معتمد کتابوں میں یقین کیا ہے کذا فی الشامی **والسہو فی صلوۃ العید والجمعۃ والکسوف والتطوع سواء** والمختار عند المتاخرین عدم الوجوب لدفع الفتنۃ کما فی مجمع البحرو ذکرہ المصنف وہو جزم فی الدرر اور سہو نماز عید اور جمعہ اور فرض اور نفل میں برابر ہے یعنی ہر ایک کے لیے سجدہ سہو کرنا چاہیے اور مختار متاخرین کے نزدیک نہ ہونا سجدۂ سہو کا ہے عید اور جمعہ میں واسطے دور کرنے فتنہ کے چنانچہ باب الجمعہ بحرالرائق میں ہے اور ثابت رکھا ہے اس کو مصنف نے اور اسی پر یقین کیا ہے درر البحار میں ہم فتنہ سے مراد لوگوں کا ازدحام ہے یعنی عید و جمعہ میں چونکہ مجمع بہت ہوتا ہے تو عجب نہیں کہ سجدہ سہو کرنے سے لوگ تشویش میں پڑ جائیں اس لیے متاخرین نے اختیار کیا ہے کہ ذکر نا سجدہ کا ایسے مجمعوں میں اولیٰ ہے

Marfat.com

کذا فی الطحطاوی **واذا شک فی صلوۃ من لم یکن ذلک** ای الشک **عادۃ لہ** قیل من لم یشک فی صلوۃ قط بعد بلوغہ وقیلہ اکثر المشائخ بحر عن الخلاصۃ **کم صلی استانف** بعمل منان وبالسلام قاعدًا ادلی لانہ المحلل اور جب شک کرے اپنی نماز میں وہ نمازی کہ شک کرنا اس کی عادت نہ ہو اور بعض فقہا نے کہا ہے کہ اس نے کسی نماز میں کبھی شک دکیا ہو بعد بالغ ہونے کے یعنی یہ شک اول ہی مرتبہ کا ہو اور اسی قول پر ہیں اکثر مشائخ کذا فی البحر عن الخلاصہ شک اس بات میں کرے کہ نماز کتنی رکعتیں پڑھیں تو وہ نماز کو از سر نو پڑھے اور اس نماز کو قطع کر دے کسی عمل مخالف نماز سے اور سلام سے قطع کرنا بیٹھ کر ادلی ہے اس لیے کہ سلام حلال کرنے والا ہے یعنی نماز کی تحریمہ کے اٹھانے کے لیے ہے **وان کثر شکہ عمل بغالب الظن اذ کان لہ ظن للحرج والا اخذ بالاقل لتیقنہ وقعد فی کل موضع توہمہ موضع قعود ولو واجبا** مثلاً یعیر تار کا فرض القعود اور واجب اور اگر بہت ہو شک کرنا نمازی کا یعنی نمازی کو رکعتوں میں اکثر شک ہو جایا کرتا ہو تو عمل کرے اپنے گمان غالب پر اگر اس کو گمان ہو واسطے دور کرنے خشکی کے اگر یقین کامل بجو جب عمل کرنے کا حکم دیا جائے تو اس میں حرج ہوگا اس لیے گمان غالب پر عمل کرے اور اگر گمان غالب اس کو نہ ہو تو تھوڑی رکعتوں کو اختیار کرے بسبب یقینی ہونے کے یعنی مثلاً تین اور چار میں اگر شک ہے تو تین یقینی ہیں شبہ چوتھی میں ہوگا اور بیٹھے ہر جگہ میں کہ خیال کرے اس جگہ کو بیٹھنے کا مقام اگر پر بیٹھنا واجب ہو اس لیے قعدہ کرے تارک قعدہ فرض یا واجب کا نہ ہو مثلاً اول رکعت میں شک ہوا کہ یہ دوسری ہے یا اول اور گمان غالب اول ہونے کا ہے تو اول سمجھے اور اس کے آخر میں قعدہ کرے کیونکہ اس کے وہم کے بموجب یہ دوسری بھی ہے تو محل قعدہ ہے اسی طرح دوسری رکعت کے آخر میں قعدہ کرے کہ وہ باعتبار ظن غالب کے دوسری ہے اسی طرح اگر غلبۂ ظن اول ہونے کا نہ ہو تو اقل پر بنا کرنے میں یہی صورت کرے ہر چند ہر رکعت پر بیٹھنا بدعت ہے مگر ترک واجب یا فرض کی ضرورت سے اس کو اختیار کیا گیا کذا فی الشامی واعلم انہ اذا شغلہ ذلک الشک فتفکر قدر اداء رکن ولم یشتغل حالۃ الشک بقراءۃ ولا تسبیح ذکرہ فی الذخیرۃ **وجب علیہ سجود السہو فی جمیع صور الشک** سواء عمل بالتحری وبنی علی الاقل فتح لتاخیر الرکن اور جان لے کہ جب نمازی کو وہ شک روکر دے اور بقدر ادا کرنے ایک رکن کے سوچے اور شک کی حالت میں قرأت اور تسبیح میں مشغول نہ ہو ذکر کیا ہے اس کو ذخیرہ میں واجب ہے اس پر سجدہ سہو کرنا سب صورتوں میں شک کی یعنی خواہ اس نے عمل غالب پر ظن کیا ہو یا کثر پر بنا کی ہو کذا فی الفتح سجدہ سہو کرے بسبب تاخیر رکن کے ہم یعنی غلبۂ ظن کی صورت میں اور امر یقینی کے اعتبار کرنے کی صورت میں اگر شک کرنے سے بقدر رکن تاخیر ہوئی ہو تو سجدہ کرے اور اس سے کمتر فکر کرنے میں سجدہ سہو نہیں کذا فی الطحطاوی ولکن فی السراج انہ لیسجد للسہو فی اخذ الاقل مطلقا وفی غلبۃ الظن ان تفکر قدر رکن لیکن سراج میں ہے کہ وہ سجدہ سہو کرے اقل کے اختیار کرنے میں مطلق خواہ مقدار رکن کی تامل کرے یا نہ کرے اور غلبۂ ظن میں اگر فکر بقدر رکن کرے تو سجدہ کرے ورنہ نہ کرے **فروع** مسائل ملقبہ شارح کے اخبرہ عدل بانہ صلی اربعا وشک فی صدقہ وکذبہ اعاد احتیاطا خبر دی اس کو ایک عادل یعنی پرہیزگار آدمی نے کہ اس نے چار رکعتیں نہیں پڑھیں اور اس نے شک کیا مخبر کے سچے اور جھوٹے ہونے میں تو اس نماز کو پھر سے پڑھے براہ احتیاط ام اور اگر نمازی کو یقین ہے کہ میں نے پوری چار پڑھی ہیں تو مخبر کے قول پر لحاظ نہ کرے کذا فی الطحطاوی ولو اختلف الامام والقوم فلو الامام علی یقین لم یعد والا اعاد بقولہم اور اگر اختلاف کیا امام نے اور مقتدیوں نے پس اگر امام کو یقین ہو اپنے ٹھیک پڑھنے کا تو اعادہ نہ کرے اور اگر یقین نہ ہو تو مقتدیوں کے کہنے کے بموجب نماز کا اعادہ کرے طحطاوی نے کہا کہ پہلی صورت میں قوم اعادہ کرے کیونکہ ان کے ظن میں ان کی نماز فاسد ہے شک انہا ثانیۃ الوتر ام الثالثۃ قنت ونعد ثم صلی اخری وقنت ایضا فی الاصح شک کیا نمازی نے اس باب میں یہ کہ رکعت وتر کی دوسری ہے یا تیسری تو وہ قنوت پڑھے اور قعدہ کرے پھر اور رکعت پڑھے اور اس میں بھی قنوت پڑھے صحیح تر قول میں ہم قول اصح کا مقابل یہ ہے کہ دوبارہ قنوت نہ پڑھے کہ بدعت ہے اور اس کا جواب یہ ہے کہ ترک واجب کی ضرورت سے احتیاطاً قنوت پڑھنے میں ہے کذا فی الشامی شک ہل کبر للافتتاح اولا او حدث اولا او اصاب نجاسۃ اولا او مسح راسہ اولا استقبل ان کان امامۃ ولا لا شک کیا کہ شروع کی تکبیر کہی یا نہیں خواہ یہ شک کیا کہ حدث ہوا یا نہیں خواہ یہ کہ کپڑے پر نجاست لگی یا نہیں خواہ یہ کہ مسح اپنے سر کا کیا یا نہیں تو اگر یہ شک اول مرتبہ ہے تو از سر نو کرے ورنہ نہیں ہم یعنی اول صورت میں نماز از سر نو پڑھے اور دوسری میں وضو کرے اور تیسری میں نجاست کو دھو کر پاک کرے اور چوتھی میں مسح کرے اور اگر شک اول دفعہ نہ ہو تو اس شک کا کچھ اعتبار نہیں طحطاوی نے کہا کہ

Marfat.com

یہ حکم اثناء وضو یا نماز میں شک ہونے کا ہے اور بعد فراغ کے شک کا اعتبار نہیں واختلف لو شک فی ارکان الحج فظاہر الروایۃ البناء علی الاقل فعلیک بالاشباہ فی قاعدۃ الیقین لا یزول بالشک اور اختلاف کیا گیا ہے اس صورت میں کہ شک کیا حج کے ارکان میں اور ظاہر روایت ہے بنا کرنا اکثر پر یعنی اگر شک کیا کہ طواف زیارت مثلاً چار پھیرے پھرا ہے یا تین تو تین پر بنا کرے اور تجھ کو چاہیے کہ اشباہ کو دیکھے اس قاعدہ کے ذکر میں کہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا تم ظاہر روایت کا مقابل یہ ہے کہ غلبہ ظن پر عمل کرے کیونکہ رکن کا مکرر ہونا اور اس پر زیادتی کا ہونا حج کا مفسد نہیں اور بحر الرائق میں اس قول کو اکثر فقہا کی طرف منسوب کیا ہے کذا فی الطحطاوی

باب صلوۃ المریض

یہ باب ہے بیمار کی نماز کے احکام میں من اضافۃ الفعل لفاعلہ او محلہ ومناسبتہ کون عارضا سماویا فتاخر بجود التلاوۃ ضرورۃ لفاقت صلوۃ کی مریض کی طرف از قبیل اضافت فعل کی ہے طرف فاعل کے یا اضافت فعل کی ہے طرف محل کے یعنی مریض یا فاعل نماز کا ہے یا محل نماز کا اور مناسبت اس باب کی سجدۂ سہو سے ہونا مرض کا ہے عذر آسمانی یعنی اس لحاظ سے سہو اور مرض دونوں یکساں ہیں اس لیے اس باب کو متصل سجدۂ سہو کے بیان کیا پھر پیچھے رہ گیا سجدۂ تلاوت ضرورت کی وجہ سے یعنی چاہیے تھا کہ سجدۂ سہو اور تلاوت پاس پاس بیان ہوتے کیونکہ دونوں جزو نماز ہوتے ہیں مگر صلوۃ مریض میں اس مناسبت کی رعایت کے سبب سے سجدۂ تلاوت پیچھے بیان ہوا کذا فی الطحطاوی من تعذر علیہ القیام ای کلا لمرض حقیقی وحدہ ان یلحقہ بالقیام ضرر بین فی قبلہا او فیہا ای الفریضۃ او حکمی بان خاف زیادۃ او بطوء برء بقیام او ان رأسہ او وجد بقیامہ الما شدیدا او کان لو صلی قائما لولہ او تعذر علیہ الصوم کمار صلی قاعدا ولو مستندا الی وسادۃ او انسان فانہ یلزمہ ذلک علی المختار کیف شاء علی الذہب لان المرض اسقط عنہ الارکان فالہیئات اولی جس شخص پر کھڑا ہونا دشوار ہو یعنی سب قیام نہ کر سکتا ہو بسبب کسی مرض یعنی عذر حقیقی کے اور تعریف اس عذر کی جس سے نماز بیٹھ کر درست ہو یہ ہے کہ نمازی کو قیام سے ضرر پہنچے اسی پر فتوی ہے یہ دشواری قیام کی پہلے فرضوں سے ہو یا خود فرضوں کے اندر خواہ قیام نہ ہو سکے بسبب عذر حکمی کے اس طرح کہ خوف کرے بیماری کے بڑھ جانے کا یا اس کے دیر کر اچھا ہونے کا کھڑا ہونے کے باعث یا گھومنا اپنے سر کا یا پاوے اپنے قیام سے بہت سا درد یا ایسا ہووے کہ اگر نماز کھڑا ہو کر پڑھے گا تو پیشاب جاری ہو جاوے گا یا روزہ رکھنا دشوار ہو جائے گا چنانچہ باب صفۃ الصلوۃ میں گذر چکا تو وہ شخص بیٹھ کر نماز پڑھے اگرچہ ٹیکہ پر یا کسی آدمی پر سہارا دے کر بیٹھے کیونکہ یہ بیٹھنا اس پر لازم ہے قول مختار کے بموجب اور بیٹھے جس طرح چاہے بموجب روایت مذہب کے اس لیے کہ مرض نے مریض سے ارکان کو ساقط کر دیا تو ہیئتوں کو بطریق اولی ساقط کر دے گا یعنی کسی خاص صورت پر بیٹھنا اس پر ضرور نہیں مصنف شارح نے حقیقی اور حکمی کو صفت مرض کی ٹھہرایا حالانکہ مرض دونوں صورتوں میں حقیقی ہے اور یہ دونوں لفظ صفتیں عذر کی ہیں جیسا کہ مترجم نے ترجمہ کیا اور ضمیر وحدہ کی اگر مرض حقیقی کی طرف پھیری جائے تو ہو نہیں سکتی کیونکہ مرض کی تعریف تو یہ ہے کہ جس کے بدن میں آنے سے اعتدال مزاج کا جاتا رہے اور اگر عذر حقیقی کی طرف پھیریں تب بھی نہیں بن سکتی کیونکہ عذر حقیقی قیام میں یہ ہے کہ کھڑا ہو تو گر پڑے ہاں جس عذر سے نماز بیٹھ کر صحیح ہے اس کی طرف پھیر سکتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ شارح کی عبارت میں تسامح ہے کذا فی الشامی مختصرا وقال زفر کالتشہد قیل وبہ یفتی اور امام زفر نے فرمایا کہ بیٹھے مثل التحیات کے کہتے ہیں کہ اسی پر فتوی ہے ہم تبیین اور خلاصہ میں اس پر فتوی مذکور ہے اس وجہ سے کہ مریض پر ایسا بیٹھنا آسان ہے شامی نے کہا کہ یہ علت ناتمام ہے بلکہ آسانی تو اس میں ہے کہ کسی ہیئت خاص کا مقید نہ ہو جیسا کہ قول اول ہے حاصل یہ کہ اگر التحیات کی وضع آسان یا برابر ہو تو بہتر ہے کہ التحیات کی طرح بیٹھے ورنہ جو نسی وضع اس کو سہل معلوم ہو اس طرح بیٹھے اور تشہد میں التحیات کی وضع ہو جائے برکوع وسجود نماز پڑھے بیٹھ کر رکوع اور سجدہ سے یعنی اشارہ سے نہ پڑھے اس لیے کہ جن ارکان کو کامل ادا کر سکتا ہے ان کو ناقص کرنا نہیں چاہیے بدون ضرورت کے وان قدر علی بعض القیام دون تمکن علی عصا او حائط قام لنذر ما یقدر ولو قدر آیۃ او تکبیرۃ علی المذہب لان البعض معتبر بالکل اور اگر قادر ہو نمازی تھوڑے قیام پر اگرچہ لاٹھی یا دیوار کے سہارے سے کھڑا ہو سکے تو کھڑا ہو بطور وجوب کے جس قدر کہ قیام پر قادر ہو اگرچہ ایک آیت یا اللہ اکبر کی قدر ہو بموجب روایت مذہب کے کیونکہ بعض کا حکم مثل کل کے ہے یعنی جیسے کل قیام پر قادر ہونے سے سارا قیام لازم ہے اسی طرح بعض پر قادر ہونے سے بعض لازم ہوگا امام شافعی نے بندوانی سے نقل کیا کہ جس

Marfat.com

شخص کو تھوڑے سے قیام پر قدرت ہو تو اس کو حکم کیا جائے کہ تکبیر تحریمہ کھڑا ہو کر کرے اور جس قدر قراءت کھڑا ہو کر پڑھ سکے اتنی پڑھے پھر بیٹھ جائے اگر کھڑا نہ ہو سکے اور یہی مذہب صحیح ہے اس کے خلاف ہمارے ائمہ سے مروی نہیں اور اگر کوئی شخص اس طرح نہ کرے گا تو مجھے ڈر ہے کہ اس کی نماز درست نہ ہو اور اگر بے سہارے کھڑا ہونے سے عاجز ہو تو سہارے سے کھڑا ہو ورنہ اس کی نماز کافی نہ ہوگی اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ ذرا سے عذر میں بیٹھ کر نماز پڑھنے لگتے ہیں اور یقیناً بقدر دو چار آیتوں کے کھڑا ہونے سے ان کو کچھ ضرر نہیں ہوتا ان کی نماز نہیں ہوتی اور طرفہ یہ کہ گھر سے اپنے پاؤں چل کر آتے ہیں اور فرض نماز میں بیٹھ کر نیت باندھتے ہیں پس اس کا یاد کرنا ضرور ہے کہ لوگ اس سے غافل ہیں وان تعذر لیس تعذرہ ما شرط بل تعذر السجود وکاف لا القیام اوما بالسجدۃ قاعدا وہو افضل من الایماء قائما لقربہ من الارض ویکفل بجود وہ الخفض من رکوعہ لزوما ولا یرفع الی وجہہ شیئا لیسجد علیہ فان یکسہ تحریما اور اگر رکوع اور سجدہ دونوں نہ ہو سکیں تو اشارہ کرے بیٹھ کر اور بیٹھ کر اشارہ سے پڑھنا افضل ہے کھڑے ہو کر اشارہ کرنے سے بسبب قریب ہونے بیٹھے ہوئے کے اشارہ کی زمین سے یعنی مشابہت سجدہ کی اس صورت میں زیادہ ہے اور کرے اپنے سجدہ کو زیادہ پست بہ نسبت رکوع کے بطور لزوم کے یعنی بدون اس کے سجدہ جائز نہ ہوگا اور نہ اٹھائے کوئی چیز اپنے چہرہ کی طرف تاکہ اس پر سجدہ کرے کہ یہ فعل مکروہ تحریمی ہے شارح نے کہا کہ رکوع اور سجدہ دونوں کا متعذر ہونا شرط نہیں بلکہ سجدہ کا نہ ہو سکنا اشارہ کے لیے کافی ہے نہ قیام کا متعذر ہونا اور اوما ہمزہ سے ہے یعنی صوز اللام ہے م شامی نے کہا کہ لا القیام عطف ہے ضمیر متصل وان تعذر پر اور سجدہ کے لیے کوئی چیز اٹھانے و بنا مکروہ تحریمی ہے لیکن اگر وہ چیز زمین پر رکھی ہو تو مکروہ نہیں اس لیے کہ ثابت ہوا ہے کہ حضرت ام سلمہؓ نے بیماری کی جہت سے ایک تکیہ پر سجدہ کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منع نہیں فرمایا فان تعذر بالبناء للمجہول ذکرہ العینی وہو یخفض راسہ لسجودہ اکثر من رکوعہ صح علی انہ ایماء لا سجود الا ان یجد قوۃ الارض والا یخفض لا یصح لعدم الایماء پس اگر کوئی چیز اٹھائی جاوے اور نمازی اپنا سر زیادہ پست کرتا ہو بہ نسبت رکوع کے تو سجدہ کرنا درست ہوگا اور یہ اشارہ ہی متصور ہوگا نہ سجدہ مگر اس صورت میں کہ پاوے زمین کی سختی تو سجدہ ہی ہوگا اور اگر سر کو پست نہ کرتا ہو تو صحیح نہ ہوگا بسبب نہ ہونے اشارہ کے شارح نے کہا فعل بصیغہ مجہول ہے ذکر کیا ہے اس کو عینی نے م حلبی نے کہا کہ مجہول ہونا کچھ ضرور نہیں بلکہ ماتن کا قول والا یرفع ظاہراً اسی کا مقتضی ہے کہ بصیغہ معروف ہو اور اشارہ ہی متصور ہوگا اس کے یہ معنی کہ اگر کوئی رکوع سجدہ کرنے والا اس کا اقتدا کرے گا تو جائز نہ ہوگا اور سر کو پست نہ کرنے کی یہ صورت کہ کوئی چیز اٹھا کر سجدہ کے لیے سر کو لگائے بالکل نہ جھکے یا جھکے مگر رکوع سے کم یا برابر تو سجدہ جائز نہ ہوگا کذا فی الشامی وان تعذر القعود ولو حکما او ما مستلقیا علی ظہرہ جلاہ نحو القبلۃ بغیر نصب رکبتیہ لکراہۃ الرجل الی القبلۃ ویرفع رأسہ یسیرا لیصیر وجہہ الیہا او علی جنبہ الایمن او الایسر وجہہ الیہا والاول افضل علی المعتمد اور اگر دشوار ہو نمازی کو بیٹھنا اگرچہ حکمی تعذر ہو تو وہ چت لیٹ کر اشارہ کرے اور دونوں پاؤں قبلہ کی جانب کرے لیکن گھٹنوں کو کھڑا کرے بسبب مکروہ ہونے پاؤں پھیلانے کے قبلہ کی طرف اور ابھارے سر اپنا تھوڑا سا تاکہ ہو جاوے اس کا چہرہ قبلہ کی طرف یا لیٹے داہنے یا بائیں کروٹ پر اور منہ کرے قبلہ کی طرف اور چت لیٹنا افضل ہے قول معتمد کے بموجب ہم حکماً نہ بیٹھ سکنے کی مثال یہ ہے کہ مثلاً طبیب نے کہہ دیا ہو کہ ایک یا دو دن لیٹے رہنا اٹھنا بیٹھنا ترک کر دینا اور لیٹ کر ابھارنا اس لیے تاکہ مشابہ بیٹھنے والے کے ہو جاوے ورنہ اشارہ رکوع اور سجدہ کا لیٹے ہوئے تندرستوں سے بدقت ہوتا ہے چہ جائے کہ مریض سے اور قول معتمد کا مقابل یہ ہے کہ کروٹ پر لیٹنا درست نہیں مگر اس صورت میں کہ چت لیٹنا ممکن نہ ہو کذا فی الطحطاوی وان تعذر الایماء برأسہ وکثرت الفوائت بان زادت علی یوم ولیلۃ سقط القضاء عنہ وان کان یفہم فی ظاہر الروایۃ وعلیہ الفتوی کما فی الظہیریۃ لان مجرد العقل لا یکفی لتوجہ الخطاب اور اگر اشارہ سر سے بھی دشوار ہو جائے اور فوائت بہت ہو جائیں اس طرح کہ بڑھ جاویں ایک دن اور رات پر تو ساقط ہو جاتی ہے اس مریض پر سے قضا اگرچہ سمجھ جاتی ہے قضا ظاہر روایت میں اور قضا کے ساقط ہونے پر فتوی ہے جیسا کہ ظہیریہ میں ہے اس لیے کہ صرف عقل کا ہونا خطاب شرعی کے متوجہ ہونے کو کافی نہیں م یہ مسئلہ چار طرح پر ہے اول یہ کہ مرض دن رات سے زیادہ رہا اور اس کو ہوش نہ رہا تو اس صورت میں بالاتفاق حالت مرض کی نماز کی قضا نہیں دوسرے

ف: "باوجود قدرت تھوڑے سے قیام کے نماز بیٹھ کر پڑھنی دہا ہیے"

Marfat.com

یہ کہ مرض بے ہوشی کے ساتھ دن رات سے کم رہا یا یہ کہ دن رات رہا مگر عقل قائم رہی تو اس صورت میں نماز قضا پڑھے اجماعاً تیسرے یہ کہ دن رات سے زیادہ مرض رہا اور عقل بنی رہی چوتھے یہ کہ دن رات سے کم رہا اور عقل نہ رہی تو یہ دونوں صورتیں محل اختلاف ہیں ظاہر الروایۃ میں قضا پڑھنا معلوم ہوتا ہے اور ہدایہ میں اسی کی تصحیح کی ہے مگر صاحب ہدایہ نے اپنی کتاب تجنیس میں ترجیح عدم قضا کو دی ہے اور قاضی خان وغیرہ محققین نے بھی عدم قضا کو ترجیح دی ہے کذا فی الطحطاوی والدار بسقوط الارکان سقوط الشرائط عند العجز بالاولی ولا یعید فی ظاہر الروایۃ بدائع اور بتلا دیا ارکان کے ساقط ہونے سے عاجزی کے وقت ساقط ہونا شرائط کا بطریق اولیٰ اور اعادہ نہ کرے ان نمازوں کا جو ارکان یا شرائط کے ساقط ہونے سے پڑھے ظاہر الروایت میں کذا فی البدائع یعنی جیسے ارکان عاجزی کے باعث ساقط ہو جاتے ہیں تو شرائط بطریق اولیٰ ساقط ہو جائیں گے مثلاً استقبال قبلہ اور ستر عورت اور طہارت نجاست حقیقی سے عاجزی کے وقت ساقط ہو جاتی ہیں۔ ہاں وقت ساقط نہیں ہوتا شارح کو مناسب تھا کہ اس مسئلہ کو دان تعذر الایماء سے پیشتر بیان کرتا کیونکہ ایماء کے متعذر ہونے سے تو نماز ہی ساقط ہو جاتی ہے اور اس سے پیشتر ذکر سقوط ارکان کا تھا تو انھیں کی ذیل میں اس مسئلہ کا ہونا بہتر تھا کذا فی الشامی **ولو اشتبہ علی مریض اعداد الرکعات والسجدات لنعاس یلحقہ لا یلزمہ الاداء ولو اداھا** تیقین عینہ یعنی ان یجزیہ کذا فی القنیۃ اور اگر مریض کو یاد نہ رہتا ہو رکعتوں اور سجدوں کا شمار بسبب اونگھ کے کہ اس کو لاحق ہوتی ہے تو اس پر ادائے نماز لازم نہیں اور اگر ادا کرے گا نماز کو دوسرے شخص کے سکھلانے سے تو چاہیے کہ کافی ہو اس کو کذا فی القنیۃ م اس میں یہ اعتراض ہے کہ دوسرے کا بتلانا تعلیم و تعلم ہے اور وہ مفسد نماز ہے تو کافی کیسے ہوگا اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تعلیم و تعلم نہیں بلکہ یاد دہانی اور خبردار کرنا ہے جیسے بیچ کا شخص بڑے مجمع میں امام کی آواز اللہ اکبر کی دوسروں کو پہنچاتا ہے کذا فی الشامی **ولم یؤم لبعینہ وقلبہ وحاجبہ خلافا لزفر** رحمہ اللہ اور اشارہ نہ کرے اپنی آنکھ اور دل اور ابرو سے بخلاف امام زفرؒ کے کہ ان کے نزدیک سر سے اشارہ نہ کر سکے تو ابرو سے کرے اور اس سے عاجز ہو تو آنکھ سے کرے اور اس سے بھی عاجز ہو تو دل سے کرے اور ہماری دلیل حدیث عمران ابن حصینؓ ہے کہ اگر اشارہ سر سے نہ کر سکے تو اللہ تعالیٰ اس کے عذر کو زیادہ تر قبول فرمانے کا مستحق ہے کذا فی البحر **ولو عرض لہ مرض فی صلوٰتہ یتم بما قدر علی المعتمد** اور اگر لاحق ہوا نمازی کو مرض اس کی نماز میں تو تمام کرے نماز کو ان افعال سے جس پر قادر ہو قول معتمد کے بموجب یعنی خواہ بیٹھ کر رکوع اور سجدہ سے یا اشارہ سے خواہ لیٹ کر اس لیے کہ بقیہ نماز ادنیٰ ہے تو ادنیٰ کی بنا اعلیٰ پر درست ہے کذا فی البحر اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ از سر نو پڑھے کذا فی الحلبی **ولو صلی قاعدا برکوع وسجود فصح بنی ولو کان یصلی بالایماء فصح لا بنی الا اذا صح قبل ان یؤمی بالرکوع والسجود** اور اگر نمازی پڑھے بیٹھ کر رکوع اور سجدہ سے پھر اچھا ہو گیا یعنی قادر ہو گیا کھڑا ہونے پر تو باقی نماز پہلی پر بنا کرے یعنی کھڑا ہو کر پوری کرے اور اگر اشارہ سے پڑھتا ہو اور تندرست ہو جائے یعنی رکوع اور سجدہ پر قادر ہو جائے تو بنا کرے مگر اس صورت میں کہ رکوع اور سجدہ کے لیے اشارہ کرنے سے پیشتر ہی تندرست ہو گیا ہو م بنا نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ رکوع و سجدہ والی نماز کی بنا اشارہ والی پر جائز نہیں اقتدا پر قیاس کرنے سے **کما لو کان یؤمی مضطجعا ثم قدر علی القعود ولم یقدر علی الرکوع والسجود فانہ یستانف علی المختار** لان حالۃ القعود اقوی فلم یجز بناؤہ علی الضعیف جیسے اگر اشارہ کرتا ہو لیٹا ہوا پھر قادر ہو جائے بیٹھنے پر اور نہ قادر ہو رکوع اور سجدہ پر کہ وہ نماز از سر نو پڑھے قول مختار کے بموجب کیونکہ بیٹھنے کی حالت قوی تر ہے بہ نسبت لیٹنے کے اس لیے قوی کی بناء ضعیف پر جائز نہ ہوئی **وللمتطوع الاتکاء علی شیء کعصا وجدار مع الاعیاء** ای التعب بلا کراہۃ وبدونہ یکرہ ولہ القعود بلا کراہۃ مطلقا ہو الاصح ذکرہ الکمال وغیرہ اور نفل پڑھنے والے کو جائز ہے سہارا دینا کسی چیز پر مثل لاٹھی یا دیوار کے ساتھ تھکنے کے بدون کراہت کے اور بدون تھکنے کے سہارا دینا مکروہ تنزیہی ہے کہ ایک طرح کی بے ادبی ہے اور نفل پڑھنے والے کو جائز ہے بیٹھ جانا بدون کراہت کے ہر حال میں یعنی عذر سے ہو یا بے عذر یہی صحیح تر ہے ذکر کیا ہے اس کو کمال وغیرہ نے اور ہدایہ میں ہے کہ بدون عذر مکروہ ہے اور قول اصح یہ ہے کہ مکروہ نہیں کیونکہ جب ابتداءً اس کو بیٹھ کر پڑھنے کا اختیار تھا تو تمام کرنے کے لیے بیٹھ جانے کا اختیار کیوں نہ ہوگا کذا فی الشامی **صلی الفرض فی فلک جاز مطلقا ولا عذر صح لغلبۃ العذر وما سواہ وقالا لا یصح الا لعذر**

Marfat.com

وہوالاظہر برہان پڑھا نمازی نے فرضوں کو چلتی کشتی میں بیٹھ کر بدون عذر کے تو صحیح ہے بسبب اکثر ہونے عذر کے یعنی دوران سر کھڑے ہونے سے اکثر ہوا کرتا ہے کذانی الطحطاوی اور بڑا کیا کہ بیٹھ کر پڑھا اگر کھڑا ہونا ممکن تھا اور صاحبین نے فرمایا کہ فرض درست نہ ہوں گے بدون عذر کے اور یہی ظاہر تر ہے کذانی البرہان م شامی نے حلوانی قدسی سے نقل کیا کہ صاحبین کے قول پر فتویٰ ہے والمربوطۃ فی الشط کالشط فی الاصح اور بندھی ہوئی کشتی کنارہ میں مثل کنارہ کے ہے صحیح تر قول میں م یعنی اس میں فرض بیٹھ کر جائز نہیں بالاتفاق پھر ظاہر ہدایہ اور نہایہ وغیرہ کا یہ ہے کہ کنارہ پر بندھی کشتی میں فرض کھڑے ہو کر درست ہیں خواہ زمین پر ٹھہری ہو یا نہیں اور ایضاح میں ہے کہ اگر کشتی زمین پر ٹھہری ہو تب تو فرض درست ہوں گے کہ اس کا حکم زمین کا سا ہے اور اگر ٹھہری نہ ہو گی تو اگر نمازی اس پرے کنارہ پر اتر سکتا ہے تو فرض درست نہ ہوں گے بے اتر کر پڑھے کیونکہ اس وقت میں اس کا حکم سواری کے جانور کا سا ہے اور اگر اتر نا ممکن ہو تو کھڑے ہو کر پڑھنا درست ہے کذانی الطحطاوی والمربوطۃ بلجۃ البحر ان کان الریح یجری کہا شدید انکالسائرۃ والا فکالواقفۃ اور بندھی ہوئی موج دریا میں اگر ہوا اس کو سخت حرکت دیتی ہو تو وہ مثل جاری کے ہے اور اگر ہوا نہ ہلاتی ہو تو مثل کھڑی ہوئی کے ہے یعنی پہلی صورت میں نماز فرض بیٹھ کر جائز ہے اور دوسری میں جائز نہیں کذانی الطحطاوی ویلزم استقبال القبلۃ عند الافتتاح وکلما دارت اور لازم ہے قبلہ رخ ہونا تکبیر تحریمہ کے وقت اور جب کہ کشتی گھوم جائے م یعنی اس پر سب کا اتفاق ہے کہ قبلہ رخ رہے گو کشتی گھومتی جاوے اور اگر قبلہ رخ ہونا ممکن نہ ہو تو نماز میں تاخیر کرے جب تک کہ خوف وقت کے جانے کا نہ ہو اور اگر خوف ہو تو ظاہر ہے کہ قبلہ عاجز شخص کے حق میں وہی ہوتا ہے جس طرف کہ وہ قادر ہو کذانی الشامی ولو امّ قوماً فی فلکین مربوطتین مع وللا اور اگر امام ہو ایک قوم کا دو کشتیوں بندھی ہوئی میں تو صحیح ہے ورنہ صحیح نہیں م بندھی ہوئی سے یہ غرض ہے کہ پاس پاس ہوں فاصلہ نے نہ ہوں کیونکہ پاس ہونے میں دونوں کا حکم ایک مکان کا سا ہے کذانی الشامی ومن جن او اغمی علیہ ولو بفزع من سبع او آدمی یوماً ولیلۃ قضی الخمس وان زاد وقت صلوٰۃ سادسۃ لالفزع ولو افاق فی المدۃ فان لا فاقتہ وقت معلوم قضی والا اور جو شخص مجنون ہوا یا بے ہوش ہوا اگرچہ کسی درندہ یا آدمی کے خوف سے بے ہوش ہوا ایک دن رات تو وہ پانچ نمازیں قضا پڑھے اور اگر بڑھ جاوے بے ہوشی پر وقت چھٹے نماز کا تو قضا نہ پڑھے بسبب حرج کے اور اگر دن رات میں اس کو افاقہ ہوتا ہو تو اگر افاقہ کا وقت معین ہو جب تو قضا پڑھے ورنہ قضا نہ پڑھے م مثلاً دن رات بے ہوش رہتا ہے مگر چھ کو ہوش میں آتا ہے تو اول کی بے ہوشی بے کار ہو گی اور قضا پڑھنی پڑے گی اور اگر وقت ہوش کا معین نہیں یکایک ہوش میں ہو جاتا ہے تو اس ہوش کا اعتبار نہیں کذانی الطحطاوی زال عقلہ بمرض او دواء لا بصنع العباد کالنوم زائل ہوا عقل نمازی کا بوٹی یا شراب یا کسی دوا سے تو اس کو قضا پڑھنا بے عقلی کے وقت کی نمازوں کا لازم ہے اگرچہ مست بے ہوشی بہت ہوا اس لیے کہ یہ بے ہوشی خود بندہ کے کرنے سے ہے مثل سو رہنے کے تو جیسا سونے سے قضا ساقط نہیں ہوتی اسی طرح کچھ کھا کر بے ہوش ہونے سے ساقط نہ ہو گی م بنج بفتح موحدہ نام ایک بوٹی کا ہے جو نیند لاتی ہے سوائے بھنگ کے کذانی الطحطاوی اور بعضوں نے کہا کہ اجزائن خراسانی ہے ولو قطعت یداہ ورجلاہ من المرفق والکعب ولوجہہ جراحۃ صلی بغیر طہارۃ ولا یعید ہوالاصح وقدم فی التیمم وقیل لا صلوٰۃ علیہ وقیل یلزمہ غسل موضع القطع اور اگر کٹے ہوں دونوں ہاتھ کہنی کے کہنی سے اور دونوں پاؤں ٹخنے سے اور اس کے چہرہ میں زخم ہے تو وہ نماز پڑھے بدون وضو اور تیمم کے اور ان کا اعادہ نہ کرے یہی صحیح تر ہے اور یہ مسئلہ گذر گیا تیمم میں اور بعضوں نے کہا کہ اس شخص پر نماز نہیں اور بعضوں نے کہا کہ اس پر لازم ہے دھونا کٹی جگہ کا م یہ دونوں قول مقابل قول اصح کے ہیں اور لزوم غسل اس صورت میں ہے کہ اس کو وضو کرانے والا موجود ہو کذانی الطحطاوی فروع مسائل ملحقہ شارح کے امکن الغریق الصلوٰۃ بالایماء بلا عمل کثیر لزمہ الاداء والا لا قادر ہوا ڈوبتا آدمی نماز پڑھنے پر اشارہ سے بدون عمل کثیر کے تو اس کو ادا پڑھنا لازم ہے اور اگر بدون عمل کثیر کے نہ پڑھ سکے تو ادا لازم نہیں قضا لازم ہے م بدون عمل کثیر کے اس طرح کہ کوئی چیز سہارے کو مل گئی ہو یا تیرنا خوب جانتا ہو کذانی البحر امرہ الطبیب بالاستلقاء لنزع الماء من جنبہ صلی بالایماء لان حرمۃ الاعضاء کحرمۃ النفس حکم کیا نمازی کو طبیب حاذق مسلمان نے چت لیٹے رہنے کا

Marfat.com

بسبب پانی نکال ڈالنے کے اس کی آنکھ سے تو وہ نماز اشارہ سے پڑھے اس لیے کہ حرمت اعضا کی مثل حرمت نفس کے ہے یعنی جیسے جان کا بچانا فرض ہے ویسے ہی اعضا کا بچانا فرض ہے م نزع بفتح نون وسکون زاء معجمہ وعین مہملہ بمعنی نکالنا اور بعض نسخوں میں بزغ ہے بفتح موحدہ وسکون زاء معجمہ وغین معجمہ بمعنی پچھنے لگانے کے کذا فی الطحطاوی مریض تحته ثیاب نجسة وکما لبسط شیئ نجس من ساعته صلی علی حاله وکذا لو لم ینجس الا انه یلحقه مشقة تحریکه ایک بیمار ہے جس کے نیچے نجس کپڑے ہیں اور جب کوئی چیز بچھائی جاتی ہے فوراً ناپاک ہو جاتی ہے تو وہ بیمار اسی حال پر نماز پڑھے اور اسی طرح اگر ناپاک فوراً نہ ہوتے ہوں مگر ان کے دور کرنے سے بیمار کو حرکت کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہو تب بھی نماز انھیں ناپاک کپڑوں میں پڑھے کہ اس کے حق میں پاک ہیں واللہ اعلم

باب سجود التلاوۃ

یہ باب ہے سجدۂ تلاوت کے احکام میں من اضافة الحکم الی سببه سجدہ کی اضافت طرف تلاوت کے اضافت حکم کی ہے طرف اپنے سبب کے م طحطاوی نے کہا کہ حکم تو وجوب سجدہ ہے نہ خود سجدہ تو اگر شارح حکم کی جگہ فعل کہتا تو مناسب تھا یا یہ کہ حکم بمعنی محکوم بہ یعنی فعل کے لیا جائے تجب بسبب تلاوة آیة ای اکثرہا مع حرف السجدة من اربع عشر آیة . . . . اربع فی النصف الاول وعشر فی النصف الثانی واجب ہے ایک سجدہ بسبب پڑھنے ایک آیت کے چودہ آیتوں سجدہ سے شارح نے کہا ایک آیت سے غرض اکثر آیت ہے لفظ سجدہ کے ساتھ اور چودہ سجدوں میں سے چار قرآن مجید کے نصف اول میں ہیں اور دس نصف دوم میں م پس اگر آیت سجدہ کو لکھے یا ہجے کرے تو سجدہ واجب نہ ہوگا اسی طرح ساری آیت میں سے اگر کلمہ سجدہ کو پڑھے یا اکثر آیت پڑھے مگر کلمہ سجدہ کو چھوڑ دے تو سجدہ واجب نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ وجوب عام ہے خواہ تلاوت آیت نماز میں ہو یا نماز سے خارج اور یہ بات قابل یاد رکھنے کے ہے کہ سجدۂ سورۂ نمل میں رب العرش العظیم پر اور سورۂ ص میں حسن مآب پر اور حم سجدہ میں لایسأمون پر ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک تعبد دن پر ہے مگر چونکہ وائل بن حجر اور ابن عباس سے لایسأمون پر مروی ہے اس لیے احتیاط اسی میں ہے کہ لایسأمون پر سجدہ کیا جاوے کیونکہ سجدہ میں ایک آیت کی تاخیر مضر نماز نہیں اور ایک آیت کی تقدیم سے نماز فاسد ہوتی ہے اور یہی دلیل سورۂ ص میں بھی ہے گو زیلعی نے اناب پر سجدہ لکھا ہے منها اولی الحج اثنتان فصلوتیة لاقترانها بالرکوع وص خلافا للشافعی واحمدؒ ولفی مالکؒ سجود المفصل ان چودہ سجدوں میں سے پہلا سجدہ سورۂ حج کا ہے اور دوسرا سجدہ سورہ مذکورہ کا وہ تلاوت کا نہیں بلکہ مراد اس سے نماز کا سجدہ ہے بسبب متصل ہونے اس سجدہ کے رکوع سے اور ایک سجدہ سورۂ ص کا ہے بخلاف امام شافعی اور احمدؒ کے کہ ان کے نزدیک سورۂ ص میں سجدہ نہیں اور حج میں دو سجدہ ہیں غرض کہ شمار سجدہ کا ان کے نزدیک بھی چودہ ہے اور امام مالکؒ نے فرمایا کہ مفصل سورتوں میں سجدہ نہیں یعنی سورۂ نجم اور اذا السماء انشقت اور اقرأ میں ان کے نزدیک سجدہ نہیں تو ان کے نزدیک تعداد گیارہ ہے م اگر شافعی کے پیچھے حنفی نے نماز پڑھی اور اس نے سورۂ حج کے دوسرے سجدہ پر سجدہ کیا تو متابعت واجب ہے اور خارج نماز اگر سنے گا تو اس پر سجدہ نہیں کذا فی الطحطاوی بشرط سماعها فالسبب التلاوة وان لم یوجد السماع کتلاوة الاصم والسماع شرط فی حق غیر التالی ولو بالفارسیة اذا اخبر واجب ہے سجدۂ تلاوت بشرط سننے آیت سجدہ کے یعنی سبب سجدہ کے تین ہیں اول تلاوت اگرچہ سماع نہ پایا جائے جیسے پڑھنا بہرے آدمی کا دوم سننا آیت سجدہ کا یہ شرط ہے پڑھنے والے کے سوا دوسرے شخص کے حق میں اگرچہ فارسی میں ہو جب کہ خبر دیا جاوے اور اگر اس کو خبر نہ ہو کہ آیت سجدہ ہے تو معذور ہے تیسرے سبب کو ماتن آگے بیان کرتا ہے او بشرط الاستماع م طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ غیر التالی والمستمع کہتا کیونکہ مقتدی کو سننا شرط نہیں حالانکہ غیر تالی میں وہ بھی داخل ہے او بشرط الاستماع ای الاقتداء بمن تلا ہا فانه سبب لوجوبها ایضا وان لم یسمعها ولم یعلم للمتابعة یا سجدۂ تلاوت واجب ہے بشرط مقتدی ہونے کے اس شخص کے پیچھے جو آیت سجدہ کو پڑھے کہ اقتدا کرنا بھی سبب ہے سجدہ کے واجب ہونے کا اگرچہ مقتدی آیت سجدہ کو نہ سنے اور نہ موجود ہو آیت سجدہ کے پڑھنے کے وقت یعنی گو امام نے اقتدا سے پہلے سجدہ کی آیت پڑھ لی ہو تب بھی سجدہ واجب ہے بسبب واجب ہونے متابعت امام کے م اقتدا سے واجب ہونے میں یہ بھی شرط ہے کہ امام سجدہ کرے اور اگر امام سجدہ نہ کرے تو مقتدی پر واجب

Marfat.com

نہیں اگرچہ آیت کو سنا ہو کذا فی شرح المنیۃ شامی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ فاء سبب کی جگہ فاء شرط کہتا تاکہ بشرط الاقتدا کے موافق ہوتا ولو تلا ہا المؤتم لم یسجد المصلی الصلاۃ فی الصلوٰۃ ولا بعدہا اور اگر پڑھے آیت سجدہ کو مقتدی تو نہ سجدہ کرے نماز پڑھنے والا ہرگز نہ نماز میں نہ بعد نماز کے یعنی نہ خود پڑھنے والا سجدہ کرے اور نہ امام اور نہ دوسرے مقتدی اس کے ساتھ والے بخلاف الخارج لان الجزئیۃ ثبت لمعنیین فلا یعدوہم حتی لو دخل معہم سقطت بخلاف خارج کے کہ وہ سجدہ کرے اس لیے کہ رکن یعنی قرأت کی ممانعت ثابت ہوئی ہے معین شخصوں کے لیے تو ان سے تجاوز نہ کرے گی یہاں تک کہ اگر خارج نماز میں داخل ہوگا ان کے ساتھ تو اس پر بھی سجدہ ساقط ہو جائے گا مراد وہ شخص ہے کہ بالکل نماز نہ پڑھتا ہو یا وہ کہ دوسری نماز پڑھتا ہو خواہ اکیلا خواہ دوسرا امام ہو کذا فی الحلبی شامی نے کہا کہ علت مسئلہ کی جو شارح نے بیان کی اس میں امام داخل نہیں اس لیے کہ اس کو ممانعت قرأت کی نہیں تو تعلیل وہ خوب ہے جو شرح منیہ میں ہے کہ اگر مقتدی کے پڑھنے سے امام سجدہ کرے تو تبعاً تابع ہو جاوے گا ولا تجب علی من تلا فی رکوعہ او بجودہ او تشہدہ للجزئیۃ عما عن القرأۃ اور نہیں واجب ہے سجدہ اس شخص پر کہ پڑھے آیت سجدہ کو اپنے رکوع یا سجدہ میں یا التحیات میں واسطے ممانعت کے ان ارکان میں قرأت سے م اور مرغینانی نے کہا کہ سجدہ واجب ہے اور نماز کے اندر اس کو ادا کرے اور فرق اس مسئلہ میں اور مقتدی کے مسئلہ میں یہ بیان کیا ہے کہ مقتدی کو امام کی جہت سے قرأت کی روک ہے اور امام کا تصرف اس پر جاری ہے اس لیے اس کے تصرف کا اعتبار نہیں بخلاف اس مسئلہ کے کہ یہاں رکوع کرنے والا قرأت سے ممنوع ہے مثل جنب کے تو جیسے جنب کے پڑھنے سے سجدہ اس پر واجب ہوتا ہے ویسا ہی یہاں بھی واجب ہونا چاہیے اور شامی نے وجوب ہی کو ترجیح دی ہے بشروط الصلوٰۃ المتقدمۃ خلا التحریمۃ ونیۃ التعیین سجدہ واجب ہے ساتھ شرطوں نماز کے جو پہلے گذریں یعنی طہارت اور ستر عورت اور قبلہ رخ ہونے کے ساتھ سوا تحریمہ اور نیت تعیین کے یعنی سجدہ کے لیے جدا تحریمہ کرنا اور یہ کہ فلاں آیت کا سجدہ ہے شرط نہیں مگر یہ نیت کہ یہ سجدہ تلاوت سے اس کے مشروط ہونے میں کلام نہیں ویفسدہا مایفسدہا ویکرہ السجود ادبلہا کرکوع مصل وایماء ومریض وراکب اور فاسد کرتی ہے سجدہ تلاوت کو وہ چیز جو نماز کی مفسد ہے یعنی دانستہ حدث اور قہقہہ اور کلام سے فاسد ہو جاتا ہے اور اس پر اعادہ اس کا واجب ہے خانی نے کہا کہ عورت کی محاذات سے فاسد نہیں ہوتا اور سجدۂ تلاوت کے اندر قہقہہ سے وضو نہیں جاتا اور رکن اس کا سجدہ کرنا ہے یا بدل سجدہ کا جیسے رکوع کرنا نماز پڑھنے والے کا اور اشارہ بیمار کا اور اشارہ سوار کا رکوع میں نمازی کی قید اس لیے لگائی کہ خارج نماز اگر سجدہ کی جگہ رکوع کرے گا تو کافی نہ ہوگا اور بیمار اگرچہ آیت سجدہ حالت صحت میں پڑھے اور بیماری میں اشارہ سے ادا کرے جائز ہوگا اور سوار پر سجدہ اگر حالت سواری میں شہر کے باہر واجب ہوا ہو تب تو سواری پر اشارہ سے ادا ہو جائے گا گو بیچ میں اتر پڑا ہو اور اگر سجدہ واجب زمین پر ہوا ہو تو اس کا ادا کرنا سواری پر کافی نہ ہوگا کذا فی الشامی وہی سجدۃ بین تکبیرتین مسنونتین جہرا بین قیامین مستحبین بلا رفع یدین وتشہد وسلام اور سجدۂ تلاوت ایک سجدہ ہے درمیان دو تکبیروں مسنون کے پکار کر یعنی ایک بار اللہ اکبر کے سر رکھنے کو اور دوسری بار اٹھانے کو اور اکیلا اتنا جہر کرے کہ اپنے آپ سنے اور امام اتنا کرے کہ اوروں کو آواز جاوے اور درمیان دو مستحب قیام کے یعنی کھڑا ہو کر سجدہ میں جانا اور بعد سجدہ کے کھڑا ہو جانا مستحب ہے بدون ہاتھ اٹھانے کے اللہ اکبر کہنے کے وقت اور بدون التحیات اور سلام کے وفیہا تسبیح السجود فی الاصح اور سجدۂ تلاوت میں تسبیح سجدہ کی ہے صحیح تر قول میں یعنی سبحان ربی الاعلیٰ تین بار کے م فتح القدیر میں کہا کہ اگر نماز فرض کے اندر ہو تب یہ حکم ہے اور اگر نفل نماز ہو یا خارج نماز تو چاہیے سبحان ربی الاعلیٰ کے یا یہ دعا پڑھے جو احادیث میں وارد ہے سجد وجہی للذی خلقہ الخ چنانچہ ہم نے باب صفۃ الصلوٰۃ میں لکھا ہے علی من کان تعلق یجب اہلا لوجوب الصلوٰۃ لانہا من اجزائہا او ہو کالاصم اذا تلا ہا او قضاء کالجنب والسکران والنائم واجب ہے سجدۂ تلاوت اس شخص پر کہ ہووے اہل نماز کے واجب ہونے کا ادا کرنے کے اعتبار سے یعنی اسی وقت اہل ہو جیسے بہرا آدمی اگر آیت سجدہ پڑھے یا قضا کے اعتبار سے اہل ہو یعنی اس وقت اہل نہ ہو دوسرے وقت ہو جیسے جنب اور متوالا اور سونے والا شارح نے کہا کہ علی من متعلق ہے تجب سے اور وجوب سجدہ کے لیے نماز کے وجوب کی اہلیت اس لیے معتبر ہوئی کہ سجدۂ تلاوت نماز کے اجزا میں سے ہے یعنی جس صورت

Marfat.com

ہیں کہ آیت نماز کے اندر پڑھی جاوے تو یہ سجدہ جزءِ نماز ہو جاتا ہے متولے پر سجدہ کے وجوب کے لیے اس کی عقل قائم رکھی گئی تاکہ اس کو تنبیہ ہو اور سونے والا اگر آیت سجدہ پڑھے اور بعد جاگنے کے اس کو کوئی خبر کر دے تو اس پر لزوم سجدہ میں اختلاف ہے اصح یہ ہے کہ سجدہ لازم ہے اور قول صحیح میں لازم نہیں اگر سوتے اور مدہوش سے سجدہ کی آیت کوئی شخص نے تو اس کا حکم عنقریب آوے گا **فلا تجب علی کافر وصبی ومجنون ومغمی علیہ ونفساء وقرؤا اوسمعوا لانہم لیسوا اہلا لہا** پس نہیں واجب ہے سجدہ کافر پر اور نابالغ اور دیوانہ اور بیہوش اور حیض و نفاس والی عورت پر خواہ وہ آیت سجدہ کو پڑھیں یا سنیں اس لیے کہ یہ سب نماز کے اہل نہیں نہ اس وقت پر اور نہ اس کے بعد اور ایک نسخہ میں لہا ہے یعنی ادا اور قضا دونوں کے اہل نہیں **ونجب بتلاوتہم** یعنی **الذکورین خلا المجنون المطبق فلا تجب بتلاوتہ** لعدم اہلیتہ اور واجب ہے سجدہ تلاوت ان سب مذکورین کے پڑھنے سے سوائے اس مجنون کے جس کو افاقہ نہ ہوتا ہو کہ اس کے پڑھنے سے سننے والوں پر سجدہ واجب ہوگا بسبب اہل نہ ہونے مجنوں کے م طحطاوی نے کہا کہ شارح کی تعلیل میں لڑکا بھی داخل ہے یعنی اس کے پڑھنے سے سننے والے پر سجدہ واجب ہوتا ہے حالانکہ وہ خود اہل نہیں ہے اور مطبق بکسر باء موحدہ سے یہاں وہ مجنون مراد ہے جس کو چھ نمازوں یا زیادہ تک جنون رہے ولو قضر جنونہ بمکان یوما ولیلۃ اوادنی **تلزمہ تلاوۃ سمع وان اکثر لا تلزمہ بل تلزم من سمعہ علی ما حررہ** ملا خسرو لکن جزم الشرنبلالی باختلاف الروایۃ ونقل الوجوب بالسماع من المجنون عن الفتاوی الصغریٰ والجوہرۃ قلت وبہ جزم القہستانی اور اگر کم ہو جنون مجنوں کا یعنی ایک دن اور رات ہوا یا اس سے کمتر تو اس پر سجدہ لازم ہے خواہ وہ خود پڑھے یا دوسرے سے سنے اور اگر جنون ایک دن رات سے زیادہ ہو جائے تو سجدہ خود اس پر لازم نہیں بلکہ اس شخص پر لازم ہے جو اس سے آیت سجدہ کو سنے بموجب اس بیان کے کہ منقح بیان کیا ہے اس کو ملا خسرو نے لیکن یقین کیا ہے شرنبلالی نے اختلاف روایت پر درباره مجنون کے اور نقل کیا ہے وجوب سجدہ کو مجنون سے سننکر فتاوی صغریٰ اور جوہرہ سے میں کہتا ہوں اور اسی وجوب پر یقین کیا ہے قہستانی نے م شرنبلالی نے کہا ہے کہ مجنون سے آیت سجدہ سننے پر سجدہ تلاوت کے واجب ہونے میں دو روایتیں ہیں اور دونوں کی تصحیح ہوئی ہے اور جوہرہ میں کہا کہ اصح یہ ہے کہ سجدہ واجب نہیں کذا فی الشامی **لا تجب بسماعہ من الصدی والطیر ومن کل تال حرفا ولا التہجی اشباہ ولا من المؤتم لو کان السامع فی صلوتہ** ای صلوۃ المؤتم بخلاف الخارج کما مر نہیں واجب ہے سجدہ بسبب سننے سجدہ کی صدا یعنی گونج کی آواز سے جو پہاڑوں اور جنگلوں وغیرہ میں پلٹ کر ویسے ہی سنائی دیتی ہے اور نہیں واجب ہے پرند سے سننے کے سبب یعنی طوطا یا مینا وغیرہ اگر آیت سجدہ پڑھے تو سننے والے پر اصح قول میں سجدہ واجب نہیں اور واجب نہیں سننے سے ایک کلمہ پڑھنے والے کے اور نہ ہجے کے ساتھ پڑھنے والے کے سننے سے کذا فی الاشباہ طحطاوی نے کہا کہ ایک کلمہ کے سننے سے عدم وجوب کا مسئلہ متن میں آگے مذکور ہے تو شاید شارح نے یہاں مکرر اس لیے ذکر کیا تاکہ تنبیہ ہو اس بات پر کہ اس مسئلہ کا اسی جا ذکر کرنا مناسب تھا اور نہیں واجب ہے بسبب سننے کے مقتدی سے اگر سننے والا مقتدی کی نماز میں ہو یعنی وہی نماز پڑھتا ہو خواہ امام ہو یا دوسرا مقتدی اس کے ساتھ والا بخلاف خارج کے نماز مقتدی سے کہ اس پر واجب ہوگا چنانچہ پیشتر گزرا **وہی علی التراخی** علی المختار **ویکرہ تاخیرہا تنزیہا وتکفیہ ان یسجد وما علیہ بلا تعیین ویکون مؤدیا وتسقط بالحیض والردۃ ان لم تکن صلوتہ** فعل الفور **یصیر دینا حتما دیا ثم بتاخیرہا یقضیہا ما دام فی حرمۃ الصلوۃ ولو بعد السلام فتح** اور سجدہ تلاوت واجب ہوتا ہے تراخی کے طور پر مختار قول پر کے بموجب یعنی امام محمد کے نزدیک تمام عمر اس کا وقت ہے اور یہی قول مختار ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک فوراً واجب ہے یعنی تاخیر سے گناہ گار ہوگا بشرطیکہ سجدہ مذکورہ نماز کے اندر کا نہ ہو کہ وہ اتفاقاً واجب ہے فوراً بسبب ہو جانے اس سجدہ کے ہر نماز کا اور گناہ گار ہوگا سجدۂ تلاوت نماز کی تاخیر سے اور اس کی قضا بجا لائے جب تک کہ نماز کی حرمت میں باقی رہے اگرچہ بعد سلام کے ہو یعنی جب تک کوئی فعل مخالف نماز کے نہ کیا ہو کذا فی الفتح شارح نے کہا اور مکروہ تنزیہی ہے تاخیر کرنا سجدۂ تلاوت کا جو نماز کے اندر نہ ہو اور کافی ہے قرآن پڑھنے والے

Marfat.com

کو کہ جس قدر سجدے اس پر ہوں اس قدر سجدے بلا تعیین کرے اور ہو دے گا ادا کرنے والا یعنی تاخیر سے کراہت تنزیہی ہوگی یہ نہ ہوگا کہ قضا ہو جائیں اور ساقط ہو جاتا ہے سجدۂ تلاوت حیض سے اور مرتد ہونے سے یعنی اگر عورت نے سجدہ کی آیت پڑھی اور سجدہ نہ کیا یہاں تک کہ حائضہ ہوئی تو اس پر سے سجدہ ساقط ہو جائے گا اور اسی طرح مرتد ہونے سے کذا فی التجنیس ثم ہذہ النسبۃ ہی الصواب وقولہم صلوتیۃ خطاء قالہ المصنف لکن فی العنایۃ انہ خطاء مستعمل وہو عند الفقہاء غیر من صواب نادر پھر یہ نسبت یعنی مصنف کا صَلٰوتِیَّہ کہنا درست ہے اور اس کی جگہ فقہا کا قول صلوتیہ کہنا غلط ہے کہا ہے اس کو مصنف نے مگر عنایہ میں ہے کہ صلوتیہ کہنا غلط ہے لیکن مروج ہے اور یہ غلط مروج فقہا کے نزدیک بہتر ہے صحیح کم رائج سے کیونکہ ان کی غرض صرف احکام کا بتلانا ہے ان الفاظ میں جو عوام میں مشہور ہے ہم وجہ غلطی کی یہ ہے کہ قاعدہ نسبت کا یوں ہے کہ تاء تانیث کو حذف کر دیتے ہیں پھر اگر الف آخر میں ہو تو اس کو واو سے بدل کرتے ہیں تو اس لحاظ سے صلوتیہ کہنا بموجب قاعدہ کے درست ہوا بخلاف صلوتیہ کے کہ اس میں نہ تو حذف کیا ہے نہ الف کو بدلا کذا فی الطحطاوی مختصراً ومن سمعہا من امام ولو باقتدائہ فاتتہ بہ قبل ان یسجد الامام لہا سجد معہ فلو اتم بعدہ لا یسجد اصلا کذا اطلق فی الکنز تبعا للاصل وان لم یقتد بہ اصلاً وکذا لو اقتدی بہ فی رکعۃ اخری علی ما اختارہ البزدوی وغیرہ وہو ظاہر الہدایۃ اور جو شخص نے آیت سجدہ کو امام سے اگرچہ وہ امام اسی مقتدی کی اقتدا سے ہو گیا ہو یعنی اول اکیلا پڑھتا تھا پھر اس شخص نے اس کے پیچھے اقتدا کیا اور اس وجہ سے امام ہو گیا پھر اقتدا کرے امام کے پیچھے پہلے اس کے کہ امام سجدۂ تلاوت کرے تو وہ شخص امام کے ساتھ سجدہ کرے اور اگر اس کا اقتدا بعد سجدہ کرنے کے اسی رکعت میں کرے تو سجدہ نہ کرے نہ اندر نماز کے نہ بعد نماز کے ایسا ہی مطلق بیان کیا ہے کنز میں اصل کی تبعیت سے یعنی اقتدا کرنے سے وہ سجدہ نماز کا ہو گیا تو خارج نماز ادا نہیں ہو سکتا اور نماز کے اندر امام کی مخالفت نہیں ہو سکتی اور اگر اقتدا امام کے پیچھے نہ کیا نہ اس رکعت میں نہ دوسری میں تو سجدۂ تلاوت کرے اور اسی طرح اگر اقتدا کرے دوسری رکعت میں تو سجدہ کرے مگر بعد نماز کے فارغ ہونے کے بموجب اس قول کے کہ اختیار کیا ہے اس کو بزدوی وغیرہ نے اور یہی ہے ظاہر ہدایہ کا حاصل یہ کہ جب آیت سجدہ امام سے سنے تو اگر اس کا اقتدا نہ کرے خارج رہے تو سجدۂ تلاوت کرے اور اگر اقتدا کرے اسی رکعت میں جس میں امام نے آیت سجدہ پڑھی تو اگر سجدہ امام سے پیشتر اقتدا کیا تو اس کے ساتھ سجدہ کرے ورنہ اس پر سے ساقط ہو گا اور اگر دوسری رکعت میں اقتدا کرے تو بعد نماز کے فارغ ہونے کے سجدہ کرے کذا فی الشامی ملتقطا ولو تلاہا فی الصلوۃ سجد بہا فیہا لا خارجہا لا مر اور اگر پڑھے آیت سجدہ کو نماز کے اندر تو سجدۂ تلاوت نماز کے اندر کرے نہ خارج نماز سے بسبب اس وجہ کے کہ پیشتر بیان ہوئی یعنی نماز کے اندر کا سجدۂ تلاوت نماز کا جزو ہو جاتا ہے وفی البدائع واذا لم یسجد اثم فتلزمہ التوبۃ اور بدائع میں ہے کہ اگر نماز کے اندر سجدۂ تلاوت نہ کرے گا تو گناہ گار ہو گا پس لازم ہو گی اس کو توبہ اس لیے کہ ترک واجب کیا جس کی قضا ممکن نہیں تو گناہ ثابت ہو گیا اور اس سے تخلص کی صورت بجز توبہ کے اور کچھ نہیں کذا فی الطحطاوی الا اذا فسدت الصلوۃ بغیر الحیض فلو بہ تسقط عنہا السجدۃ ذکرہ فی الخلاصۃ فیسجد بہا خارجہا لانہا لما فسدت لم یبق الا مجرد تلاوۃ فلم تکن صلوتیۃ مگر جب کہ فاسد ہو جائے نماز سوائے حیض سے تو سجدۂ تلاوت کرے خارج نماز سے اس لیے کہ جب نماز فاسد ہو گئی تو صرف تلاوت ہی رہ گئی اس لیے سجدہ مذکور نماز کے اندر کا نہ رہا اسی لیے خارج نماز سجدہ کرنے کا حکم ہوا اور سوائے حیض اس لیے کہا کہ اگر حیض سے نماز فاسد ہو گی تو عورت پر سے سجدۂ تلاوت ساقط ہو جائے گا ذکر کیا ہے اس کو خلاصہ میں ولو بعد ما سجد لم یعد لما ذکرہ فی القنیۃ ویخالفہ ما فی الخانیۃ تلا فی نفل فافسدہ قضاہ دون السجدۃ الا ان یحمل علی ما اذا کان بعد سجودہا اور اگر فاسد ہوئی نماز بعد سجدہ کرنے کے تو اعادہ سجدہ کا نہ کرے ذکر کیا ہے اس کو قنیہ میں اور اس کے مخالف ہے وہ جو خانیہ میں ہے کہ آیت سجدہ پڑھی نماز نفل میں پھر نفل کو فاسد کر دیا تو نفل کی قضا کرے نہ سجدہ کی یعنی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فساد نماز کی صورت میں سجدہ خارج نماز نہ کرے اور تن کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ کرے مگر یہ کہ محمول کیا جائے مسئلہ خانیہ کا اس صورت پر کہ فساد نفل کا بعد سجدۂ تلاوت ہو تو اس صورت میں ظاہر ہے کہ سجدہ کا

Marfat.com

اعادہ نہ ہوگا چنانچہ شارح نے قنیہ سے نقل کیا ہے وتؤدی برکوع وسجود غیر رکوع الصلوٰۃ وسجودہا فی الصلوٰۃ وکذا فی غایۃ البیان ینوب عنہا الرکوع فی ظاہر المذہب بزازیۃ لہا ای للتلاوۃ اور ادا ہو جاتا ہے سجدۂ تلاوت رکوع کرنے سے یا سجدہ کرنے سے واسطے تلاوت کے سوائے رکوع نماز کے اور اس کے سجدہ کے نماز کے اندر اور اسی طرح خارج نماز میں قائم مقام سجدہ کا ہو جاتا ہے رکوع ظاہر قول روایت کیے گئے ہیں کذا فی البزازیہ م صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص نے نماز کے اندر آیت سجدہ پڑھی اور اس کے لیے رکوع کیا سوائے نماز کے رکوع کے یا سجدہ کیا سوائے نماز کے سجدہ کے تو سجدۂ تلاوت ادا ہو جائے گا اسی طرح خارج نماز میں رکوع یا سجدہ سے ادا ہو گا مگر رکوع میں یہ شرط ہے کہ فوراً ہو بلا تاخیر اور اگر تاخیر کرے گا تو پھر سجدۂ تلاوت کے واسطے سجدہ خاص چاہیے خواہ نماز کے اندر ہو یا نہ ہو کذا فی الشامی وتؤدی برکوع صلوۃ اذا کان الرکوع علی الفور من قرأۃ آیۃ او آیتین وکذا الثلث علی الظاہر کما فی البحر ان نواہ ای کون الرکوع لسجود التلاوۃ علی الراجح اور ادا ہو جاتا ہے سجدۂ تلاوت نماز کے رکوع سے جب کہ رکوع ہو وے ایک آیت کے پڑھنے سے بیشتر یا دو آیتوں سے اور اسی طرح تین آیتوں سے ظاہر قول کے بموجب چنانچہ بحر الرائق میں ہے اگر نیت کرے سجدہ کی یعنی نیت کرے رکوع کے ہونے کی سجدۂ تلاوت کے لیے قول راجح پر م یعنی اگر آیت نماز میں پڑھی اور اس کے بعد تین آیتوں سے زائد نہیں پڑھا اور رکوع کیا اور نیت کی کہ یہ رکوع سجدۂ تلاوت کے لیے کرتا ہوں تو سجدہ ادا ہو جائے گا طحطاوی نے کہا کہ اس رکوع میں نیت نماز کے رکوع کی بھی کرے ورنہ صرف تلاوت کا رکوع ہوگا نہ نماز کا وتؤدی لسجود بہا کذلک ای علی الفور ان لم ینوہ بالاجماع اور ادا ہوتا ہے سجدۂ تلاوت نماز کے سجدہ سے اسی طرح یعنی فوراً سجدہ کرنے سے اگرچہ نیت نہ کی ہو کہ یہ سجدۂ تلاوت کا ہے بالاتفاق م آیت سجدہ کے بعد فوراً سجدہ نماز کرنے کی صورت محشیوں نے نہیں لکھی غالباً اس سے مراد یہ ہے کہ رکوع مختصر کے بعد سجدہ کیا ورنہ ظاہر ہے کہ رکوع مع قومہ کے تین آیتوں کی مقدار سے کم نہیں پھر فوراً کیسے ہو سکتا ہے ولو نواہا فی رکوعہ ولم ینوا الوتم لم تجزہ ولیسجد اذا سلم الامام ولیعید القعدۃ ولو ترکہا فسدت صلوتہ کذا فی الخانیۃ وینبغی حملہ علی الجہریۃ اور اگر نیت کی سجدۂ تلاوت کی امام نے اپنے رکوع میں اور نہ نیت کی اس کے مقتدی نے تو مقتدی کو امام کی نیت کافی نہ ہوگی اور سجدہ کرے مقتدی جبکہ امام سلام پھیرے اور اعادہ کرے قعدہ کو اور اگر قعدہ چھوڑ دے گا تو اس کی نماز فاسد ہوگی اس لیے کہ سجدۂ تلاوت سے قعدہ اخیرہ لغو ہو جاتا ہے اگر اعادہ نہ کرے گا تو فرض نماز کا رہ جائے گا کذا فی الخانیہ اور معمول کرنا چاہیے اس صورت کو نماز جہری پر اس لیے کہ نماز سری میں مقتدی کو کیسے معلوم ہوگا کہ امام نے آیت سجدہ پڑھی نعم لو رکع وسجد لہا فوراً تاب بلا نیۃ ہاں اگر رکوع کیا اور سجدہ کیا واسطے نماز کے فوراً تو یہ سجدہ کرنا مقتدی کا قائم مقام سجدۂ تلاوت کے ہو جائے گا بدون نیت کے بسبب متابعت امام کے م یعنی امام نے رکوع میں نیت سجدۂ تلاوت کی نہ کی بلکہ سجدہ میں کی یا بالکل کہیں نہ کی تو اس صورت میں مقتدی پر کچھ نہیں خواہ مقتدی نیت کرے یا نہ کرے کذا فی الطحطاوی ولو سجد ہا فظن القوم انہ رکع فمن رکع رفعہ وسجد لہا ومن رکع وسجد سجدۃ اجزأتہ عنہا ومن رکع وسجد سجدتین فسدت صلوتہ لانہ المفرد بکعۃ تامۃ اور اگر سجدۂ تلاوت کیا امام نے اور مقتدیوں نے خیال کیا کہ امام نے رکوع کیا تو جو شخص رکوع میں ہو وہ رکوع کو ترک کر کے سجدۂ تلاوت کرے اور جس نے رکوع کیا اور ایک سجدہ کیا تو اس کو یہ سجدۂ تلاوت کے سجدہ سے کافی ہوگا اور جس نے رکوع کیا اور دو سجدے کیے تو اس کی نماز فاسد ہو گئی اس لیے کہ اس نے ایک رکعت پوری تنہا پڑھ لی اور زیادتی ایک رکعت کی مفسد نماز ہے ولو سمع المصلی السجدۃ من غیرہ لم یسجد فیہا لانہا غیر صلوتیہ بل یسجد بعد ہا لسماعہا من غیر مجور اور اگر نماز پڑھنے والے نے آیت سجدہ کو اپنے غیر سے سنا تو نماز کے اندر سجدہ نہ کرے اس لیے کہ وہ تلاوت نماز کے اندر نہیں بلکہ سجدہ کرے بعد نماز کے بسبب سننے آیت سجدہ کے اس شخص سے جس پر رد کک نہیں یعنی اگر روک والے سے سنا مثلاً مقتدی نے تو اس کے سننے سے نہ بعد نماز کے سجدہ کرنا نہ نماز کے اندر چنانچہ پہلے گذرا ولو سجد فیہا لم یجزہ لانہا ناقصۃ للنہی فلا تنادی بہا الکامل وامادہ ای السجود لامرالا ذا تلاہا المصلی غیر المؤتم ولو لہذا سماعہا سراج اور اگر نماز پڑھنے والے نے غیر سے سنکر نماز کے اندر سجدہ کیا تو یہ سجدہ اس کو کافی نہ ہوگا اس لیے کہ

Marfat.com

یہ سجدہ اس کا ناقص ہے بسبب نہی کے تو اس ناقص سے کامل ادا نہ ہوگا یعنی سننے کی حالت میں جس رکن کو ادا کرتا ہے اس کو پورا کرنا اور اس کے بعد دوسرا رکن ادا کرنا اس کو لازم ہے اور اس بات کا مقتضی ہے کہ جو چیز اس پر اس نماز سے خارج سبب سے واجب ہوئی ہے اس کے ادا کرنے میں مشغول نہ ہو تو نہی ضمنا پائی گئی پس اگر سجدہ جس کا سبب اس نماز سے خارج ہے نماز کے اندر ادا کرے گا تو ناقص ہوگا بسبب نہی ضمنی کے کذا فی الشامی اور اس سجدہ کا اعادہ کرے بسبب اس وجہ کے کہ گذری یعنی بسبب اس کے ناقص ہونے کے مگر جب کہ پڑھا ہو اس کو نمازی نے سوائے مقتدی کے اگرچہ بعد اس کے سننے کے ہو تو وہ اعادہ سجدۂ مذکورکا نہ کرے کذا فی السراج ہم صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص نماز پڑھتا ہے اس نے آیت سجدہ پڑھی خواہ بیشتر دوسرے سے سننے کے یا بعد سننے کے پھر اس کے یہ سجدہ نماز کے اندر کیا تو اس صورت میں اس سجدہ کا اعادہ نہ کرے اور غیر مقتدی کی قید اس لیے لگائی کہ مقتدی کا آیت سجدہ کو پڑھنا معتبر نہیں تو وہ بعد نماز کے سجدہ کرے سنی ہوئی آیت کے لیے کذا فی الشامی ودونہا ای الصلوۃ لان زیادۃ مادون الرکعۃ لایفسد الا اذا تابع المصلی التالی فتفسد لمتابعۃ غیر امامہ ولا یجزیہ عما سمع تحنیس وغیرہ نہ اعادہ کرے نماز کا اس لیے کہ زیادہ ہونا ایک رکعت سے کم کا مفسد نماز نہیں تو صرف ایک سجدہ کی زیادتی مفسدہ ہوگی ہاں اگر پیروی کرے نماز پڑھنے والا تلاوت کرنے والے کی یعنی جب تلاوت کرنے والے نے سجدہ کیا اسی وقت نمازی نے اس کے ساتھ کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی بسبب متابعت کرنے نمازی کے اس شخص کی جو اس کا امام نہیں اور یہ سجدہ نمازی کا اس کو سنے ہوئے سجدہ کی طرف سے کافی نہ ہوگا کذا فی التجنیس وغیرہ وان تلاہا فی غیر الصلوۃ فسجدہا ثم دخل فی الصلوۃ فتلاہا فیہا سجد اخری ولو لم یسجد الا کفتہ واحدۃ لان الصلوٰۃ اقوی من غیرہا فتستتبع غیرہا وان اختلف المجلس اور اگر آیت سجدہ کو نماز سے خارج پڑھ کر سجدہ کر لیا پھر نماز میں داخل ہوا اور اسی آیت کو نماز میں پڑھا تو دوسرا سجدہ کرے اور اگر اول سجدہ نہ کیا ہو تو یہ نماز کے اندر کا ایک سجدہ اس کو کافی ہے اس لیے کہ نماز کے اندر کا سجدہ قوی تر ہے تو اپنے غیر کو اپنا تابع کرے گا اگرچہ مجلس بدل جائے م طحطاوی نے کہا کہ شارح اس مسئلہ میں صاحب نہر الفائق کا تابع ہوا اور بحر الرائق میں مجلس کا ایک ہونا شرط کیا ہے ایک سجدہ کافی ہونے کے لیے تو اگر آیت سجدہ دوسری جگہ میں پڑھی اور نماز میں پھر اس آیت کو دوہرایا تو اب نماز کے اندر سجدۂ تلاوت کرنے سے پہلے کا سجدہ ساقط نہ ہوگا اس کے لیے دوسرا سجدہ بعد نماز کے کرنا چاہیے ولو لم یسجد فی الصلوۃ تا سقطتا فی الاصح دائم کا بر اور اگر سجدہ نہ کیا نماز کے اندر تو دونوں سجدے ساقط ہوں گے یہ ترقول میں اور گناہ گار ہوگا چنانچہ گذرا اسی باب میں م اور ایک قول یہ ہے کہ سجدہ خارج نماز کا ساقط نہ ہوگا مگر اصح یہی ہے کہ دونوں ساقط ہیں اس لیے کہ خارجی سجدہ تابع ہے داخلی کا کذا فی الحلبی ولو کررہا فی مجلسین تکررت وفی مجلس واحد لا تتکرر بل کفتہ واحدۃ وفعلہا بعد الاولی ادلی قنیہ وفی البحر التاخیر احوط اور اگر مکرر پڑھا آیت سجدہ کو دو مجلسوں میں تو سجدہ مکرر ہو جائے گا اور ایک مجلس میں مکرر نہ ہوگا بلکہ ایک سجدہ کافی ہے اور کرنا سجدہ کا بعد اول آیت کے بہتر ہے بسبب جلد بجالانے عبادت کے کذا فی القنیہ اور بحر الرائق میں ہے کہ تاخیر میں زیادہ احتیاط ہے م قاعدہ یہ ہے کہ وجوب سجود کا تین باتوں میں سے ایک کے باعث مکرر ہو جاتا ہے اوّل اختلاف تلاوت کا دوم اختلاف سننے کا سوم اختلاف مجلس کا پہلے دو سے غرض بدلنا آیتوں کا ہے یعنی اگر ایک ہی مجلس میں مختلف آیتیں سجدہ کی پڑھے گا یا سنے گا تو تعداد آیات کے برابر سجدے واجب ہوں گے اور اختلاف مجلس دو قسم ہے ایک حقیقی کہ ایک مجلس سے دوسرے میں دو قدم سے زیادہ چل کر پہنچے اس میں یہ شرط ہے کہ دونوں مکانوں کو ایک حکم نہ ہوگا مثلاً چھوٹی مسجد یا گھر کی مختلف جگہ نہ ہوں کہ ان کا حکم ایک ہی مکان کا ہے پس اگر ایک ہی آیت سجدہ کو مسجد یا گھر کے کئی کونوں میں پڑھے گا تو سجدہ ایک ہی واجب ہوگا اور ایک قسم اختلاف مجلس کی حکمی ہے وہ یہ ہے کہ دونوں دفعہ کے پڑھنے کے درمیان میں عمل کثیر کیا ہو مثلاً خرید و فروخت یا عقد نکاح یا کھانا کھانا یا تین قدم چلنا وغیرہ کیا ہو تو اس صورت میں بھی سجدہ مکرر ہو جائے گا اور اگر عمل قلیل کیا ہو مثلاً آیت سجدہ پڑھ کر ایک گھونٹ پانی پیا یا ایک لقمہ کھا لیا یا ایک دو قدم چلا پھر اس آیت کو پڑھا تو سجدہ تلاوت ایک ہی کافی ہوگا اور مستحب تہیں دوسرا سجدہ کرنا اس جگہ جہاں ایک کافی ہو کذا فی الشامی والاصل ان بناہا علی التداخل دفعا للحرج بشرط اتحاد الآیۃ والمجلس اور اصل یہ ہے

Marfat.com

کہ بنا سجدہ کی تداخل پر ہے یعنی ایک سجدہ دوسرے کا تابع ہو جاتا ہے واسطے دور کرنے حرج کے یعنی ہر تلاوت پر سجدہ کرنے میں سکھانے والوں اور سیکھنے والوں پر دقت ہوگی بنا تداخل پر اس شرط سے ہے کہ آیت اور مجلس متحد ہوں یعنی ایک ہی آیت کو ایک ہی مجلس میں مکرر پڑھنے سے ایک سجدہ سب کے لیے کافی ہوگا اسی طرح اگر ایک آیت کو خود پڑھا اور اسی کو اسی مجلس میں دوسرے سے سنا تب بھی ایک ہی سجدہ واجب ہوگا وھو تداخل فی السبب بان یجعل الکل کتلاوۃ واحدۃ فتکون الواحدۃ سببا والباقی تبعا لہا وھو الیق بالعبادۃ لان ترکہا مع وجود سببہا شنیع اور وہ یعنی مکرر سجدہ کا نہ کرنا تداخل ہے سبب میں اس طرح کہ کیا جاوے سب دفعہ کا پڑھنا مثل ایک تلاوت کے پس ایک بار کی تلاوت سبب سجدہ کی ہوگی اور باقی تلاوتیں اس کے تابع ہوں گی اور سبب میں تداخل کہنا لائق تر ہے عبادت کے لیے اس لیے کہ چھوڑنا عبادت کا باوجود پائے جانے اس کے سبب کے بُرا ہے م حاصل یہ کہ عبادت کے معاملہ میں ہم تداخل حکم میں نہیں کر سکتے کیونکہ اس کے کہنے سے یہ خرابی لازم آتی ہے کہ سبب عبادت موجود ہو اور عبادت متروک حالانکہ عبادت کی کثرت مطلوب ہے اس لیے ہم نے سب سببوں کو ایک کر لیا تاکہ یہ خرابی نہ ہو کذا فی الشامی طحطاوی نے کہا کہ ضمیر ہو کی راجع ہے عدم تکرار کی طرف جو مصنف کے قول لا تتکرر سے سمجھا جاتا ہے لا تداخل فی الحکم بان یجعل کل تلاوۃ سببا لسجدۃ فتداخلت السجدات فاکتفی بواحدۃ لانہ الیق بالعفو بہ لانہا للزجر وہو یزجر بواحدۃ فیحصل المقصود والکریم یعفو مع قیام سبب العقوبۃ نہیں تداخل ہے حکم میں اس طرح کہ کی جاوے ہر تلاوت سبب ایک جدا سجدہ کا پھر سجدے ایک دوسرے میں آجائیں اور اکتفا کی جائے ایک سجدہ پر اس لیے کہ حکم میں تداخل ہونا زیادہ لائق ہے سزا کے لیے کیونکہ سزا زجر کے لیے ہوتی ہے اور آدمی ایک سزا سے زجر پا جاتا ہے اور مقصود حاصل ہو جاتا ہے اور کریم متعال عفو کرے گا باوجود قائم ہونے سبب سزا کے م یعنی سزاؤں کا معاملہ عبادت سے جدا ہے اُن کی بنا دفع اور عفو ہے تو ان کے ترک سے باوجود سبب کے کچھ خرابی نہیں اور دنیا میں زجر کا مقصود ایک سزا سے حاصل ہے اور آخرت میں کریم متعال سے توقع ہے کہ معاف کر دے اس لیے ان میں تداخل حکم میں مناسب معلوم ہوا مثلاً ایک شخص نے شراب پی دو بار تو ہر چند سبب دو ہیں مگر سزا ایک ہی دی جاوے گی اور دوسری بار کی سزا اسی میں داخل ہو جائے گی وافاد الفرق بقولہ فتتوب الواحدۃ فی تداخل السبب عما قبلہا وعما بعدہا ولا تتوب فی تداخل الحکم الا عما قبلہا حتی لو زنی قحدّ ثم زنی فی المجلس حد ثانیا اور مصنف نے بنا دیا فرق درمیان تداخل سبب اور تداخل حکم کے اپنے اس قول سے قائم مقام ہوگا ایک سجدۂ تلاوت سبب کے تداخل میں اپنے پیشتر کے اور بعد کے سجدوں کے یعنی اگر کسی شخص نے ایک مجلس میں ایک آیت سجدہ کی مثلاً پانچ بار پڑھی اس طرح کہ تین بار پڑھ کر سجدہ تلاوت کر لیا پھر دو بار پڑھی تو ایک ہی سجدہ جو کیا ہے سب کی طرف سے کافی ہوگیا کیونکہ جب اول تلاوت کو ہم نے سبب قرار دیا تو چاروں اس کے بعد کی اس کی تابع ٹھہریں تو جہاں سجدہ کرے گا وہ سبب کے بعد ہی ہوگا اور نہیں قائم مقام ہوگا سجدۂ تداخل حکم کی صورت میں مگر اپنے پیشتر کے سجدوں کے مثلاً پہلی صورت میں اگر پانچوں تلاوتوں کو جدا جدا سبب قرار دو اور حکم کو متداخل کہو تو تین بار کی تلاوت کے بعد جو سجدہ کیا اور ان تینوں کا ہو گیا اب جو دو بار پھر سجدہ کی آیت کو پڑھا تو سبب جدید پیدا ہوا اس کے لیے دوسرا سجدہ چاہیے جیسا سزاؤں میں ہوتا ہے کہ اگر زنا کیا پھر حد مارا گیا پھر اسی مجلس میں زنا کیا تو دوبارہ حد مارا جائے گا کیونکہ دوسری حد کا سبب پایا گیا اور ظاہر ہوا کہ پہلی حد سے زجر حاصل نہیں ہوا کذا فی الشامی واسداء الثوب ذاہبا دائما وانتقالہ من غصن شجرۃ الی اخر وسجدۃ فی نہر او حوض تبدیل للمجلس او الآیۃ فتجب سجدۃ او سجدات اخری بخلاف زوایا مسجد وبیت وسفینۃ سائرۃ وفعل قلیل کاکل لقمتین قیام ورد سلام وکذا دابۃ یصلی علیہا لان الصلوۃ بجمع الاماکن ولو لم تصل تتکرر اور تانا تننا کپڑے کا جاتے اور آتے اور چلا جانا پڑھنے والے کا درخت کی ایک شاخ سے دوسری پر اور تیرنا اس کا نہر میں یا حوض میں بدلنا ہے مجلس کا یا آیت کا پس واجب ہوگا ایک اور سجدہ یا کئی سجدے یعنی مثلاً تانا تننے میں ایک ہی آیت جانے میں پڑھے اور رہا لوٹنے کے وقت تو ایسا ہوگا کہ گویا دو مجلسوں میں پڑھی اور آیت کا بدلنا ہوگا سننے والے کے حق میں یعنی مثلاً سننے والے نے اسی آیت کو ایک شاخ پر سنا

Marfat.com

اور راوی کو دوسری پر تو ایسا ہوگا کہ گویا دو آیتوں کو سنا بخلاف کونوں مسجد اور گھر اور کشتی چلنے والے کی اور فعل قلیل کے جیسے دو لقموں کا کھانا بیچ میں دوبار کی تلاوت کے اور کھڑا ہو جانا اور سلام کا جواب دینا کہ اس سے مجلس نہیں بدلتی اور اسی طرح سواری کے چلتے جانور پر اگر نماز پڑھتا ہو تو مجلس دو نہ ہوں گی کیونکہ نماز ان مجالس کو ایک کر دیتی ہے اس لیے کہ اختلاف مکان کی صورت میں نماز فاسد ہو جاتی ہے تو ضرورت کی وجہ سے سب مکان ایک کیے جاتے ہیں اور اگر سواری پر نماز نہ پڑھتا ہو تو سجدہ مکرر ہو جائے گا کیونکہ سواری کا چلنا منسوب سوار کی طرف ہے تو ایسا ہوگا گویا خود چلتا ہے اور پڑھتا ہے کذا فی الشامی **کما تتکرر لو تبدل مجلس سامع** دون تال حتی لو کرر ہارا کبا یصلی وغلامہ یمشی تتکرر علی الغلام لا الراکب جیسے مکرر ہوتا ہے سجدہ سننے والے پر اگر بدل جائے مجلس سننے والے کی یہاں تک کہ اگر مکرر پڑھا آیت سجدہ کو سواری پر نماز پڑھتے ہوئے اور اس کا غلام پیادہ چلتا ہے تو سجدہ مکرر ہوگا غلام پر نہ سوار پر لاتکرر فی عکسہ وہو تبدل مجلس الثانی دون السامع علی المفتی بہ وبہذا القید ترجح سببیۃ لسماع نہیں مکرر ہوتا ہے سجدہ سننے والے پر اس کے عکس میں یعنی تلاوت کرنے والے کی مجلس کے بدلنے اور سننے والے کی مجلس کے نہ بدلنے میں قول مفتی بہ پر مثلاً تلاوت کنندہ پڑھتا جاتا ہے اور سننے والا ایک جگہ بیٹھا ہے تو سننے والے پر بشرط اتحاد آیت کے سجدہ مکرر نہ ہوگا اور یہ یعنی مکرر ہونا سجدہ کا سامع پر اس کی مجلس کے بدلنے سے پہلی صورت میں اور مکرر نہ ہونا اس کی مجلس کے متحد رہنے سے دوسری صورت میں اس بات کا مفید ہے کہ سننے کے سبب ہونے کو ترجیح ہے یعنی اگر تلاوت سبب سجدہ کا ہوتی تو اس صورت میں حکم سننے والے پر برعکس ہوتا تو وہ بھی تلاوت کنندہ کی طرح ہو جاتا اور جب ایسا نہیں ہوا تو معلوم ہوا کہ سننا بھی سبب ہے نہ شرط جیسا کہ بعض فقہا نے کہا ہے کذا فی الطحطاوی واما الصلوۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکذلک عند المتقدمین وقال المتاخرون تتکرر اذ لا تداخل فی حقوق العباد اور درود پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسا ہی ہے متقدمین کے نزدیک اور متاخرین نے کہا ہے کہ مکرر ہوتا ہے اس لیے کہ بندوں کے حقوق میں تداخل نہیں م یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم شریف پر درود کا حال مثل سجدۂ تلاوت کے ہے جیسے اتحاد مجلس کی صورت میں سجدہ مکرر نہیں ہوتا ویسا ہی ایک مجلس میں مکرر نام پاک کے مذکور ہونے سے درود مکرر نہیں ہوتا اور متاخرین کے نزدیک مکرر ہوتا ہے اور یہ مسئلہ پہلے گذر چکا ہے کذا فی الشامی واما العطاس فالاصح انہ ان زاد علی الثلاث لا لتتمۃ الخلاصۃ اور چھینک کا حال صحیح تر یہ ہے کہ اگر تین بار سے زیادہ ہو تو اس کا جواب نہ دے کذا فی الخلاصۃ م اصح کا مقابل یہ ہے کہ صرف ایک بار یرحمک اللہ کہے اور ایک قول یہ کہ دس بار کہے اور ایک یہ ہے کہ جتنی بار چھینکے اسی قدر یرحمک اللہ کہے بشرطیکہ چھینکنے والا ہر دفعہ الحمد للہ کہے کذا فی الشامی وکرہ ترک آیۃ سجدۃ وقراۃ باقی السورۃ لان فیہ قطع نظم القرآن وتغییر تالیفہ واتباع النظم والتالیف مامور بہ بدائع ومفادہ ان الکراہۃ تحریمیۃ اور مکروہ ہے چھوڑ دینا آیت سجدہ کا اور پڑھنا باقی سورۃ کا اس لیے کہ اس طرح پڑھنے میں عبارت قرآن مجید کے انتظام کا قطع کرنا اور اس کی ترکیب کا بگاڑنا ہے اور اس کی صیانت وترکیب کے اتباع کا حکم ہے کذا فی البدائع اور اس سے معلوم ہوا کہ صرف آیت سجدہ کا چھوڑ دینا مکروہ تحریمی ہے م اتباع نظم کا ارشاد اس آیت میں مذکور ہے (فاذا قرانہ فاتبع قرآنہ) یعنی جب ہم اس کو پڑھیں تو پیروی کر اس کے تالیف کی کذا فی البحر لا یکرہ ملکہ لکن ندبہم آیۃ او آیتین قبلہا او بعدہا لدفع وہم التفضیل اذ الکل من حیث انہ کلام اللہ فی رتبۃ واحدۃ وان کان لبعضہا فضیلۃ باشتمالہ علی صفات اللہ تعالیٰ غیر مکروہ ہے اس کا عکس یعنی صرف آیت سجدہ کو پڑھنا اور باقی سورہ کو نہ پڑھنا لیکن مستحب ہے ملانا ایک آیت یا دو آیتوں کا اس کے ساتھ قبل اس سے یا بعد اس کے واسطے دور کرنے وہم تفضیل کے یعنی تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ اس آیت کو فضیلت ہے اوروں پر کیونکہ کل آیتیں اس لحاظ سے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے ایک مرتبہ میں ہیں اگرچہ بعض آیتوں کو فضیلت ہے بسبب ان کے شامل ہونے کے اللہ تعالیٰ کی صفات پر واستحسن للسامع غیر المصلی السجود اور مناسب ہے نہ سنانا آیت سجدہ کا اس سننے والے کو جو سجدہ کے لیے آمادہ نہ ہو م یعنی اگر سننے والا بے وضو

Marfat.com

ہو یا اس پر سجدہ کرنا شاق ہو تو قاری آیت سجدہ کو آہستہ پڑھے ایسا ہی اس صورت میں کہ سننے والے کا حال معلوم نہ ہو کذا فی الطحطاوی واختلف التصحیح فی وجوبہا علی تشاغل بعمل دلم یسمعہا والراجح الوجوب زجرًا لہ عن تشاغلہ عن کلام اللہ تعالیٰ فنزل سامعا لانہ لعرضیۃ ان یسمع اور مختلف ہوئی ہے تصحیح سجدہ کے واجب ہونے میں اس شخص پر کہ کام میں مشغول ہو اور آیت کو نہ سنے اور راجح ہے سجود کا واجب ہونا اس کے زجر کے لیے کلام خدا کو چھوڑ کر کام میں مشغول رہنے کے باعث تو قائم مقام سننے والے کے ٹھہرایا گیا کیونکہ وہ سننے کے موقع پر ہے م منح الغفار میں ہے کہ اس مسئلہ میں اصح عدم وجوب ہے اس لیے کہ سننا جو شرط ہے وجوب کے ایک قول پر اور سبب ہے دوسرے پر وہ پایا نہیں گیا کذا فی الطحطاوی ولو سمع آیۃ سجدۃ من قوم من کل واحد منہم حرفا لم یسجد لانہ لم یسمعہا من تال خانیۃ فقد افادان اتحاد التالی شرط اور اگر سنا آیت سجدہ کو ایک قوم سے یعنی ان میں سے ہر ایک شخص سے ایک حرف آیت کا سنا تو سننے والا سجدہ نہ کرے اس لیے کہ اس نے ایک پڑھنے والے سے اس کو نہیں سنا کذا فی الخانیہ تو صاحب خانیہ نے بتلا دیا کہ پڑھنے والے کا ایک ہونا شرط ہے مہمۃ لکل مہمۃ یہ ایک مفید بات ہے ہر مہم اور امر ضروری کے لیے فی الکافی قیل من قرأ آی السجدۃ کلہا فی مجلس سجد لکل منہا کفاہ اللہ تعالیٰ ما اہمہ ظاہرہ انہ یقرأہا ولا تم یسجد لکل ان یسجد لکل بعد قرأتہا وہو غیر مکروہ کافی میں ہے کہتے ہیں کہ جو شخص سب سجدہ کی آیتوں کو ایک مجلس میں پڑھے اور ہر ایک کے لیے ان میں سے سجدہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کے حادثہ سے بچا دے گا اور ظاہر اس قول کا یہ ہے کہ چودہ آیتوں کو پہلے پڑھ لے پھر سجدے کرے اور ہو سکتا ہے کہ سجدہ کرے ہر آیت کے لیے بعد اس کے پڑھنے کے اور یہ چودہ آیتوں کا پڑھنا مکروہ نہیں م پہلے گذر چکا ہے کہ آیت سجدہ کے ساتھ ایک دو آیت پہلے یا پیچھے کی ملا لے تو اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ صرف آیات سجدہ کا پڑھنا اولیٰ نہ ہو مکروہ تنزیہی ہو اس لیے شارح نے آگاہ کر دیا کہ مکروہ نہیں اور ان کا ملا کر پڑھنا ایسا ہوا جیسا چند سورتیں ملا کر پڑھ لے مختلف جگہوں سے کذا فی الطحطاوی وسجدۃ الشکر مستحبۃ بہ یفتی لکنہا تکرہ بعد الصلوۃ لان الجہلۃ یعتقدونہا سنۃ او واجبۃ وکل مباح یؤدی الیہ فمکروہ اور سجدہ شکر کا مستحب ہے اسی پر فتویٰ ہے مگر وہ مکروہ ہے نماز کے بعد اس لیے کہ جاہل سجدہ کو سنت یا واجب اعتقاد کرنے لگتے ہیں اور جو مباح کہ نوبت پہنچا دے اس کے سنت یا واجب اعتقاد کرنے کی وہ مکروہ ہے م سجدۂ شکر کی یہ صورت ہے کہ آدمی کسی نعمت کے بعد اس کے شکر کے لیے سجدہ کرے تو یہ سجدہ صاحبین کے نزدیک مستحب ہے اور امام کے نزدیک مکروہ ہے مگر فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے اور بعضوں نے کہا کہ امام صاحب کے نزدیک مشروع نہیں اور در اشباہ میں ذکر کیا کہ معتمد یہ ہے کہ خلاف اس سجدہ کے مسنون ہونے میں ہے نہ جائز ہونے میں کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ غنیہ کی مطلق سجدہ کی طرف ہے نہ سجدۂ شکر کی طرف یعنی یہ مسئلہ جداگانہ ہے کہ نماز کے بعد سجدہ کرنا مکروہ ہے کیونکہ جاہل اس کو سنت یا واجب سمجھ لیتے ہیں غرض کہ جو سجدہ بدون سبب ہو وہ نہ تو ثواب ہے نہ مکروہ مگر نماز کے بعد اس لیے مکروہ کہا گیا کہ جاہل اس کو سنت یا واجب اعتقاد کر لیں طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ سجدۂ شکر کو بعد تمام ہونے سجدۂ تلاوت کے احکام کے بیان کرتا ذکرہ للامام ان یقرأ فی مخافتہ فی جمعۃ وعید الا ان یکون یعیش تؤدی بترک الصلوۃ وسجودہا اور مکروہ ہے امام کو کہ آیت سجدہ کو آہستہ پڑھے یا جمعہ اور عید جیسے مجمع میں آیت سجدہ کی پڑھے مگر اس طرح پڑھنا کہ سجدہ ادا ہو جاوے نماز کے رکوع یا سجدہ سے مکروہ نہیں م امام کو مخفیہ پڑھنا اس لیے مکروہ ہے کہ اگر آیت پڑھنے کے بعد سجدہ نہ کرے گا تو واجب کا تارک ہوگا اور اگر سجدہ کرے گا تو مقتدیوں کو اشتباہ پڑے گا اور یہی اشتباہ مجمع عظیم میں نہ پڑھنے کا سبب ہے اور اگر سجدہ کی سورت میں ہو یا آیت سجدہ کے بعد بقدر تین آیتوں کے نہ پڑھے فوراً رکوع کر دے تو اس صورت میں مجمع میں یا مخفیہ پڑھنے کا مضائقہ نہیں مگر امام کو چاہیے کہ رکوع میں نیت سجدہ تلاوت کی نہ کرے ورنہ مقتدیوں کو بھی کرنی پڑے گی اور جو کوئی نہ کرے گا اس کو سلام کے بعد سجدہ کر کے تحریمہ کا اعادہ کرنا پڑے گا کذا فی الحلبی وتتلا علی المنبر سجد وسجد السامعون اور اگر آیت سجدہ کو منبر پر پڑھا تو سجدہ کرے اور سننے والے بھی یعنی م خطیب کو اگر منبر پر سجدہ ممکن ہو تو اسی جگہ کرے

Marfat.com

ورنہ منبر سے اُتر کر سجدہ کرے اور سننے والوں کی قید اس لیے لگائی کہ جس نے نہ سنا ہو وہ سجدہ نہ کرے حالانکہ نماز میں مقتدی کے لیے سننا شرط ہیں کذا فی الخانیۃ

باب صلوٰۃ المسافر

یہ باب ہے نماز مسافر کے حکم میں من اضافۃ الشئ الی شرطہ او محلہ اضافت صلوٰۃ کی مسافر کی طرف از قبیل اضافت چیز کے ہے طرف اس کی شرط کے یا اس کے محل کے ہم یعنی مسافر یا شرط ہے نماز مخصوص یعنی قصری نماز کی یا اس کا محل ہے ابو سعود نے کہا شرط نماز کی سفر ہے نہ مسافر کذا فی الطحطاوی ولا یخفی ان التلاوۃ عارض بہ عبادۃ والسفر عارض مباح الا بعارض فلذا اخر اور یہ امر مخفی نہیں کہ تلاوت ایک پیش آنے والی چیز ہے جو عبادت ہے مگر کسی مانع کی جہت سے اور سفر ایک امر عارضی مباح ہے مگر کسی مانع کے سبب سے اس لیے سفر کا حکم پیچھے بیان کیا گیا ہم یعنی اس باب میں اور سجدہ تلاوت میں مناسبت تو یہ ہے کہ دونوں عارضی ہیں اور وجہ تقدیم سجدۂ تلاوت کی یہ ہے کہ تلاوت میں اصل یہ ہے کہ عبادت ہو مگر کسی وجہ سے مثلاً نمود اور شہرت کے لیے پڑھنا یا حالت جنابت میں پڑھنا کہ عبادت نہیں بلکہ معصیت ہے اور سفر اصل میں مباح ہے مگر کسی وجہ سے عبادت بھی ہو سکتا ہے جیسے حج کا سفر یا حرام ہو سکتا ہے جیسے رہزنی کے لیے سفر کرنا تو جو چیز اصل میں عبادت ہے وہ مقدم ہے اس پر جو اصل میں مباح ہے اور لا بعارض استثنا ہے عبادت اور مباح دونوں سے کذا فی الشامی وسمی بہ لانہ یسفر عن اخلاق الرجال اور سفر اس لیے نام رکھا گیا کہ وہ ظاہر کرتا ہے مردوں کے اخلاق کو ہم یعنی سفر کے لغوی معنی ظاہر کرنے کے ہیں اور چونکہ سفر اصطلاحی میں آدمی کے اخلاق ظاہر ہو جاتے ہیں اس لیے سفر کہا گیا یا یہ کہ روئے زمین کا حال اس سے ظاہر ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ لفظ مسافر سفر کے معنی میں ہے مشارکت کے لیے مستعمل نہیں اور ہو سکتا ہے کہ مشارکت بھی ملحوظ ہو کیونکہ سفر اکثر رفاقت ہی کے ساتھ ہوتا ہے اور ایک رفیق کو دوسرے کی عادتیں ظاہر ہوتی ہیں کذا فی الشامی من خرج من عمارۃ موضع اقامتہ من جانب خروج ان لم یجاوز من الجانب الآخر جو شخص نکلے اپنی اقامت کی جگہ کے گھروں سے یعنی اپنے نکلنے کی طرف سے آبادی کے باہر ہو جاوے اگرچہ دوسری طرف سے آبادی سے تجاوز نہ کیا ہو اس طرح کہ کوئی محلہ مثلاً سیدھے سے پڑتا ہو ہم نجر من کی آگے آتی ہے یعنی وہ دو پڑے چار کنوں والے فرض کو شامی نے کہا کہ عمارت سے عرفی گھر ہیں تاکہ خیمہ میں رہنے والے بھی شامل رہیں اور آبادی سے باہر ہونے میں اس طرف کا اعتبار ہے جدھر سے مسافر نکلے تو اگر کوئی محلہ ایسا ہو کہ پہلے شہر میں ملا ہوا تھا اب جدا ہو گیا تو جب تک اس سے باہر نہ ہو جاوے قصر نہ کرے اور باغ داخل آبادی نہیں اگرچہ ان میں بعض اوقات لوگ آکر رہتے ہوں یا رکھوالوں کی جھونپڑیاں ہوں لو فی الخانیۃ ان کان بین الفناء ط الاقل من غلوۃ ولیس بینہما مزرعۃ لیشترط مجاوزتہ دلا فلا اور خانیہ میں ہے کہ اگر فنا اور شہر کے درمیان دو سو گز سے کم فاصلہ ہو اور دونوں کے درمیان کھیت نہ ہو تو اسے باہر نکلنا قصر کے لیے شرط ہے ورنہ شرط نہیں ہم فناء شہر اس میدان کو کہتے ہیں جو شہر کے نفع کے لیے ہو مثلاً گھوڑوں کے پھیرنے اور مردوں کے دفن کرنے اور مٹی ڈالنے وغیرہ کے لیے تو اس طرح کا مکان اگر شہر سے متصل ہو اور بیچ میں کھیت نہ ہو تو قصر کے لیے ضروری ہے کہ اس سے بھی تجاوز کر جائے ورنہ اس سے تجاوز کرنا شرط نہیں غلوہ بفتح معجمہ ۶۰۰ ہاتھ سے ہم ہاتھ تک کے فاصلہ کو کہتے ہیں کذا فی الطحطاوی فافہم کذا فرادمن طاف الدنیا بلا فصیل یقصر مسیرۃ ثلثۃ ایام ولیالیہا من اقصر ایام السنۃ ولیشترط سفر کل یوم الی اللیل بل الی الزوال اپنی اقامت کی جگہ سے چلنے کا قصد کرنے والا سفر کا اگرچہ حالت کفر میں قصد کیا پھر مسلمان ہو گیا تو اب وہ قصر سے پڑھے اور جو شخص دنیا کے گرد پھرے بدون قصد سفر کے وہ سفر کرے یعنی اگر مثلاً دوسری منزل کی نیت کی اور جب دوسری منزل پر پہنچا تو پھر آگے کی نیت کی اسی طرح تمام دنیا میں پھرا تو قصر نہ کرے قصد کرے سفر تین دن کا ان کے اقل دنوں کے برس کے سب سے چھوٹے دنوں میں سے اور نہیں شرط ہے سفر تمام دن کا رات تک بلکہ شرط ہے زوال تک ہم شامی نے کہا لیالیہا حذف کرنا مناسب ہے کیونکہ چلنا دن کا معتبر ہے رات کے معتبر نہیں ہاں اگر دن کی جگہ او کتا تو بہتر ہوتا یعنی نیت سفر تین دن کی ہو یا تین راتوں کی دونوں

Marfat.com

صورتوں میں نظر کرے اور سال کے سب سے چھوٹے دنوں سے مراد ان ملکوں کے دن ہیں جو معتدل ہوں یعنی جن میں دن بہت چھوٹے نہ ہوتے ہوں جیسے بلغار میں دن چھوٹے سے چھوٹا ایک گھنٹہ کا ہو جاتا ہے تو مصر میں سب سے چھوٹے دنوں میں صبح صادق سے زوال تک پونے سات گھنٹہ ہوتے ہیں تو تین دن کا سفر سوا بیس گھنٹہ کا ہوا انتہی اور بریلی اور سہارنپور میں صبح صادق سے زوال تک ساڑھے چھ گھنٹہ سے کچھ زائد چھوٹے دنوں میں ہوتے ہیں اور ہر ایک شہر میں جیسا عرض بلد ہوگا اس کے موافق بمقدار کم و بیش ہوگی اور زوال تک سفر کی قید اس لیے لگائی کہ مسافر کو کھانا اور آرام اور نماز بھی ضرور ہے تو اگر پورے روز کے چلنے میں یہ باتیں کرے گا تو نصف روز بلاشبہ صرف ہوگا اس لیے زوال تک کا چلنا معتبر ہوا کذا فی الشامی تبصرف ولا اعتبار علی الفراسخ علی المذہب اور اعتبار نہیں فرسخوں کا مذہب کے بموجب ۴ فرسخ ۳ میل کا ہوتا ہے اور ایک میل چار ہزار قدم کا تو اس حساب سے فرسخ بارہ ہزار قدم کا ہوا تو جن لوگوں نے مدت سفر کو ۲۱ یا ۱۸ یا ۱۵ فرسخ کہا ہے اس کا اعتبار نہیں اس لیے کہ ظاہر الروایت میں اعتبار تین دن کی مسافت کا ہے اور ہدایہ میں اس کو صحیح کہا ہے **بالسیر الوسط مع الاستراحات المعتادۃ** تین دن کا فاصلہ ہو درمیانی چال سے ساتھ آرام اوں معتاد کے ہم یعنی درمیان راہ میں معمولی استراحت کرتا چلے اور درمیانی چال سے مراد پیادہ پا اور اونٹ کی چال ہے نہ چھکڑے اور گھوڑے کی کیونکہ چھکڑے چال بہت سست ہے اور گھوڑے کی تیز غرض کہ عادت اور معمول کے موافق تین ہلکی منزلیں مدت سفر کی ہیں کذا فی الشامی بدائع میں کہا کہ منزلوں کا حال لوگوں کو معلوم ہوتا ہے شبہ کی صورت میں انھیں کی طرف رجوع کرنا چاہیے[1] حتی لو اسرع فوصل فی یومین تقصر یہاں تک کہ اگر جلد چلا اور دو روز میں پہنچ گیا تو نماز قصر کرے یعنی تین دن کی راہ دو روز میں قطع کیا تو قصر کرنا چاہیے ولو لموضع طریقان احدہما مدۃ السفر والآخر اقل قصر فی الاول دون الثانی اور اگر کسی جگہ کے دو راستے ہوں ایک مدت سفر ہو اور دوسرا کم تو نماز قصر کرے اول میں نہ دوسرے میں **صلی الفرض الرباعی رکعتین وجوبا** لقول ابن عباسؓ ان اللہ فرض علی لسان نبیکم صلوۃ المقیم اربعا والمسافر رکعتین ولذا عدل المصنف عن قولہم قصر لان الرکعتین لیستا قصرا حقیقۃ عندنا بل ہما تمام فرضہ والاکمال لیس رخصۃ فی حقہ بل اساءۃ جو شخص اپنی بستی سے بارادہ تین دن کے سفر کے باہر نکلے وہ چار رکعتوں والے فرضوں کو دو رکعتیں پڑھے فرض ہونے کی راہ سے بسبب فرمانے حضرت ابن عباس کے کہ اللہ تعالیٰ نے فرض کی تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی مقیم کی نماز چار رکعتیں اور مسافر کی دو رکعتیں اور اسی لیے مصنف نے عدول کیا فقہا کے قول قصر سے یعنی یہ نہ کہا کہ نماز کو قصر کرے بلکہ یہ کہا کہ دو رکعتیں پڑھے اس لیے کہ دو رکعتیں واقع میں قصر نہیں ہمارے نزدیک بلکہ دونوں رکعتیں مسافر کا پورا فرض ہے اور پوری نماز پڑھنی مسافر کے حق میں اجازت شرعی نہیں بلکہ برائی اور مخالفت سنت کی ہے ہم رخصت کے معنی یہ ہیں کہ حکم اصلی کسی وجہ سے بدل کر صورت تخفیف اور آسانی کی پیدا کرے تو یہ بات مسافر کی نماز میں نہیں کیونکہ اصل میں اس کے لیے دو ہی رکعتیں فرض ہوئی ہیں نہ یہ کہ چار کی دو رہ گئی ہوں بلکہ اول دو ہی رکعتیں سب کے لیے فرض ہوئی تھیں پھر مقیم کے حق میں چار ہو گئیں جیسا کہ صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کذا فی الشامی تبصرف قلت وفی شرح البخاری ان الصلوات فرضت لیلۃ الاسراء رکعتین سفرا وحضرا الا المغرب فلما ہاجر علیہ الصلوۃ والسلام الی المدینۃ زیدت الا الفجر لطول القراءۃ فیہا والمغرب لانہا وتر النہار فلما استقر فرض الرباعیۃ خفف فیہا فی السفر عند النزول قولہ تعالیٰ فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوۃ وکان قصرہا فی السنۃ الرابعۃ من الہجرۃ وبہذا تجتمع الادلۃ انتہی کلامہم فلیحفظ میں کہتا ہوں اور بخاری کی شرحوں میں ہے کہ نمازیں شب معراج میں دو رکعتیں سفر اور اقامت کے لیے فرض ہوئیں سوائے مغرب کے پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی اور مدینہ منورہ میں مطمئن ہوئے دو رکعتیں زائد کی گئیں بجز فجر کی نماز کے کہ وہ دو ہی رہیں بسبب بڑی ہونے قرأت کے نماز فجر میں اور بجز نماز مغرب کے کہ وہ بھی تین ہی رکعتیں رہیں اس لیے کہ وہ وتر ہیں دن کی یعنی دن سے قریب اور اس کے متصل ہیں اس لیے دن کا وتر کہا پھر جب فرض چار رکعت کے ثابت ہو گئے تو سفر میں ان میں تخفیف کی گئی وقت اترنے اس ارشاد خداوندی کے کہ نہیں ہے تم پر گناہ اس سے کہ قصر کرو تم

[1] یعنی اگر شبہ ہو کہ فلاں مقام تین منزل ہے یا نہیں تو وہاں کے لوگوں سے دریافت کرنا چاہیے اگر دو منزل کہیں تو دو جاننی چاہئیں اور اگر تین کہیں تو تین سمجھنی چاہئیں ۱۲

Marfat.com

نماز کو اور نماز کا قصر سنہ چار ہجری میں ہوا اور اس تقریر شارحین سے مطابق ہو جاتی ہیں دلیلیں تمام ہوا کلام بخاری کے شارحوں کا تو اس کو یاد رکھنا چاہیے
م یعنی ہماری دلیل جو قول ابن عباسؓ کا ہے کہ مسافر کے لیے دو رکعتیں ہیں یہ بلحاظ اس صورت کے ہے جس پر آخر کو نماز آٹھ ہی اور امام شافعی جو مسافر
کو پورا پڑھنا جائز بتاتے ہیں وہ اس لحاظ سے کہ بعد ہجرت کے رکعتوں میں زیادتی ہوئی کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ یہ دلیل امام شافعی کے مذہب پر
مبنی ہے اس لیے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرض چار رکعت سفر اور حضر دونوں میں ہو گئے پھر سفر میں تخفیف ہو گئی حالانکہ یہ بات ہمارے مذہب کے خلاف ہے
اور نیز اس حدیث کے خلاف ہے جو حضرت عائشہؓ سے صحیحین میں مروی ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز سفر کی ہرگز زیادہ نہیں ہوئی اور آیت ان تقصروا سے
مراد نماز کی صورت کا قصر کرنا اور خوف کے وقت قصر کی طرح ادا کرنا ہے چنانچہ شرح منیہ میں مفصل مذکور ہے انتہی حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ سب سے پہلے
قصر نماز عصر میں ہوا جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ انمار میں مقام عسفان پر قصر سے پڑھا کذا فی الطحطاوی **ولو کان عاصیا بسفرہ** لان القبح المجاور
لا یعدم المشروعیۃ مسافر چار رکعتوں والے فرض کو دو پڑھے اگرچہ اپنے سفر کے سبب سے معصیت کرنے والا ہو مثلاً سفر اس لیے کرتا ہو کہ رہزنی کرے
تب بھی قصر کرے اس لیے کہ برائی ساتھ ہو جانے والی نہیں معدوم کرتی ہے مشروع ہونے کو مع مجاورت برائی سے یہ غرض کہ جدا ہو سکنے کے قابل ہو مثلاً سفر
معصیت میں برائی مجاور ہے اس لیے کہ معصیت بدون سفر کے بھی ممکن ہے تو اس قسم کی برائی قصر کے مشروع ہونے کو مسافر کے لیے مضر نہیں کذا فی الطحطاوی
حتی یدخل موضع مقامہ ان سار مدۃ السفر والا فیتم مجردنیۃ العود لعدم استحکام السفر مسافر نماز میں قصر کرتا رہے جب تک کہ داخل ہو اپنی اقامت کی جگہ
میں بشرطیکہ مدت سفر کی چل چکا ہو اور اگر مدت سفر نہ گیا ہو تو بقدر نیت گھر کو پھرنے کے پوری نماز پڑھے بسبب نہ مستحکم ہونے سفر کے مع صورت مسئلہ کی یہ
کہ ایک شخص بارادۂ سفر چار منزل کے اپنے شہر سے نکلا اور دو منزل جا کر پھرنے کی نیت کی تو اس صورت میں اسی وقت سے پوری نماز پڑھے اور اگر تین
منزل جا کر پھرے تو اپنے شہر میں آنے تک قصر کرے شامی نے کہا کہ جیسے ابتداء قصر کے لیے شہر سے نکلنا شرط ہے ویسے ہی بقاء قصر کے لیے مدت سفر کا پورا
ہو جانا ضروری ہے **او ینوی دخولہ فی الصلوۃ اذا لم یخرج وقتہا ولم یک لاحقا اقامۃ نصف شہر** حقیقۃ او حکما فی البزازیۃ وغیرہا **ولو دخل الحاج الشام وعلم انہ**
لا یخرج الا مع القافلۃ فی نصف شوال اتم لانہ کنوی الاقامۃ بموضع احد صالح لہا من مصر او قریۃ او صحراء دار نا وہو من اہل الخیمۃ یا قصر کیے جائے
مسافر جب تک کہ نیت اقامت کی کرے پندرہ دن ایک جگہ میں جو لائق اقامت کے ہو یعنی شہر یا گاؤں میں یا دار الاسلام کے صحرا میں حالانکہ مسافر خیمہ والوں
میں سے ہو تو اگر مسافر خیمہ کے باشندوں میں سے نہ ہو اور نیت اقامت کی صحرا میں کرے تو اس کی نیت معتبر نہ ہو گی شارح نے کہا کہ اگرچہ نیت
اقامت کی نماز کے اندر کرے بشرطیکہ نماز کا وقت نہ نکلا ہو اور مسافر لاحق نہ ہو یعنی اس صورت میں فرض دو کی جگہ چار پڑھنے ہوں گے اور اگر نماز پڑھنے
میں وقت نکل گیا اور اقامت کی نیت کی تو اس نماز کی چار رکعتیں پڑھنی نہ پڑیں گی اسی طرح مسافر نے اگر مسافر کے پیچھے اقتدا کیا اور لاحق ہو گیا تو اس وقت
نیت اقامت معتبر نہ ہو گی پھر نیت اقامت پندرہ دن کی حقیقت میں ہو یا حکما دونوں معتبر ہیں حکماً کی مثال بزازیہ وغیرہا میں ہے کہ اگر حاجی شام میں داخل
ہوا اور جانا کہ بدون قافلہ کی ہمراہی کے جو پندرھویں شوال کو چلے گا روانہ ہو گا تو وہ پوری نماز پڑھے اس لیے کہ وہ مثل اقامت کی نیت کرنے والے
کے ہے یعنی گو حقیقت میں نیت اقامت کی نہیں کی مگر چونکہ عزم روانگی کا قافلہ کے ساتھ کیا اس لیے ضمناً اور حکماً اقامت کی نیت ہو گئی کذا فی الشامی
فیصلی رکعتین ان نوی الاقامۃ فی اقل منہ ای من نصف شہر **او نوی فیہ لکن فی غیر صالح کبحر او جزیرۃ او نوی فیہ بموضعین مستقلین** کمکۃ ومنی
پس نماز پڑھے دو رکعتیں یعنی قصر کے ساتھ اگر نیت اقامت کی کرے کمتر پندرہ دن سے یا پندرہ دن کی اقامت کی نیت کرے اگر ایسی جگہ میں ہو
جو قابل اقامت نہ ہو جیسے دریا میں یا جزیرہ میں آبادی نہ ہو یا اقامت کی نیت کرے قابل اقامت جگہ میں لیکن دو مستقل جگہ میں پندرہ دن رہنے
کی نیت کرے جیسے مکہ اور منیٰ میں مثلاً یعنی خواہ وہ دونوں شہر ہوں یا گاؤں یا ایک شہر ہو اور ایک گاؤں غرض کہ ان سب صورتوں میں مقیم نہ ہو گا

Marfat.com

فلو دخل الحاج مکۃ ایام التشریق لم تصح نیتہ لانہ یخرج الی منیٰ وعرفۃ فصار کنیۃ الاقامۃ فی غیر موضعہا پھر اگر داخل ہو حاجی مکہ میں دس دنوں میں ذی الحجہ کے تو ان تاریخوں میں نیت اقامت درست نہ ہوگی اس لیے کہ وہ منیٰ اور عرفات کو جائے گا تو ایسا ہوا جیسے نیت اقامت موضع اقامت کے سوا میں کرنا یعنی جب عزم نکلنے کا منیٰ اور عرفات میں ہے تو نیت اقامت بے محل ہوگی وبعد عودہ من منیٰ تصح کالو نوی مبیتہ باحدہما او کان احدہما تبعا للآخر بخلاف یجب الجمعۃ علی ساکنہ للاتحاد حکما اور بعد رجوع کرنے کے منیٰ سے نیت اقامت کی درست ہے جیسے درست ہے نیت اگر نیت کی رات کے رہنے کی دونوں جگہ میں سے ایک میں مثلاً یہ نیت کی کہ دن کو مکہ میں رہوں گا اور رات کو منیٰ میں تو درست ہے اس لیے کہ اقامت میں رات کے رہنے کا اعتبار ہے تو جب منیٰ میں داخل ہوگا مقیم ہو جائے گا یا دونوں جگہ میں سے ایک تابع ہو دوسرے کی اس طرح کہ واجب ہو جمعہ اس کے رہنے والے پر لبسبب اتحاد حکمی کے یعنی اگر ایک گاؤں شہر کے اس قدر پاس ہو کہ اس میں اذان جمعہ کی آواز آتی ہو تو دونوں میں اقامت کی نیت کرنی مثلاً یوں نیت کرنی کہ شہر میں دس روز اور گاؤں میں پانچ روز رہوں گا درست ہے اس لیے کہ دونوں حکم کی راہ سے ایک ہیں اولم یکن مستقلاً برأیہ کعبد وامرأۃ یا نماز قصر پڑھے وہ شخص جو اپنی رائے میں مستقل نہ ہو جیسے غلام اور عورت یعنی اگر کوئی شخص دوسرے کا تابع ہو تو نیت اقامت میں آقا کا اعتبار ہے نہ تابع کا مثلاً غلام یا عورت نے نیت اقامت کی اور آقا یا شوہر نے نہ کی یا ان کا حال معلوم نہ ہوا کہ کی یا نہیں تو غلام یا عورت قصر سے نماز پڑھے کذا فی الشامی او دخل بلدۃ ولم ینو اقامۃ بل ترقب السفر غدا او بعدہ ولو بقی علی ذلک سنین الا ان یعلم تاخر القافلۃ نصف شہر کا مرادہ تخص قصر کیے جائے جو کسی شہر میں داخل ہو کسی کام کو یا انتظار رفقا کے لیے اور مدت اقامت کی نیت نہ کرے بلکہ متوقع سفر کا ہو کل یا پرسوں اگرچہ اس توقع پر برسوں رہے تب بھی قصر کرتا رہے مگر یہ کہ جانے دیر کر چلنا قافلہ کا پندرہ روز چنانچہ بزازیہ کے مسئلہ میں گذرا ہم یعنی اگر نیت میں تردد رہا اور ہر روز یہی جانا کہ کل جاؤں گا تو ایسی نیت سے اقامت نہ ہوگی جب تک پختہ ارادہ پندرہ دن کی اقامت کا نہ کرے وکذا رکعتین عسکر دخل ارض حرب او حاصر حصنا فیہا بخلاف من دخلہا بامان فانہ تتم او حاصر اہل البغی فی دارنا فی غیر مصر مع نیۃ الاقامۃ مدتہا للتردد بین القرار والفرار اور اسی طرح دو رکعتیں پڑھے وہ لشکر کہ داخل ہو زمین حرب میں یا محاصرہ کرے کسی قلعہ کا دار الحرب میں بخلاف اس شخص کے کہ دار الحرب میں امن لے کر داخل ہو کہ وہ پوری نماز پڑھے کیونکہ امن کے باعث کوئی اس کا مزاحم نہ ہوگا کہ اس کو تردد ہو یا وہ للشکر قصر کرے جو محاصرہ کرے باغیوں کا دار الاسلام میں غیر شہر میں باوجود نیت اقامت کے مدت تک واسطے تردد کے درمیان ٹھہرنے اور کوچ کے مم باغی کو کہتے ہیں جو امام کی اطاعت نہ کریں کذا فی النہر شامی نے کہا کہ غیر مصر قید نہیں ہے اگر شہر میں محاصرہ کے لیے فروکش ہوں تب بھی نیت اقامت درست نہ ہوگی چنانچہ معراج میں مصرح ہے اور علت مسئلہ جو شارح نے ذکر کی وہ بھی اسی کی مقتضی ہے انتہی بخلاف اہل الاخبیۃ کعرب وترکمان نووہا فی الفازۃ فانہا تصح فی الاصح وہ یعنی اذا کان عندہم من الماء والکلاء ما یکفیہم مدتہا لان الاقامۃ اصل بخلاف خیموں کے باشندوں کے مثل بدوؤں اور ترکمانوں کے کہ نیت کریں اقامت کی جنگل میں کہ ان کی نیت درست ہے صحیح تر قول میں اور اسی پر فتویٰ ہے بشرطیکہ ان کے پاس پانی اور چارہ اتنا ہو کہ مدت اقامت کے لیے کافی ہو اس لیے نیت درست ہے کہ اقامت اصل ہے یعنی ایک جگہ سے دوسرے میں جانے کے سبب سے اقامت جاتی نہ رہے گی اور قول اصح کا مقابل قول ضعیف یہ ہے کہ وہ قصر کریں کیونکہ جنگل محل اقامت نہیں کذا فی الطحطاوی الا اذا قصد واموضعا بینہما مدۃ السفر فیقصرون ان نووا سفرا والا لا مگر جب خیموں والے جائیں ایسی جگہ کو کہ دونوں جگہوں میں فاصلہ مدت سفر کا ہو تو اس صورت میں قصر کریں بشرطیکہ سفر کی نیت کریں اور اگر نیت سفر نہ کریں تو قصر بھی نہ کریں ولو نوی بینہم الاقامۃ معہم لم یصح فی الاصح اور اگر نیت اقامت کرے غیر محلہ والوں کا ان کے ساتھ تو درست نہ ہوگی صحیح قول میں والحاصل ان شروطا لاتمام ستۃ النیۃ والمدۃ واستقلال الرای وترک السیر والاتحاد الموضع وصلاحیتہ قہستانی اور

Marfat.com

حاصل یہ ہے کہ شرطیں پوری نماز پڑھنے کی مسافر کے لیے چھ ہیں اوّل نیت اقامت کی دوّم مدت اقامت پندرہ روز کی سوّم رائے کا مستقل ہونا یعنی کسی کا تابع نہ ہونا چہارم سیر کا ترک کرنا یعنی اگر جنگل میں ہو اور کسی شہر یا گاؤں کو دیکھ کر اقامت کی نیت کرے تو چلنا موقوف کرنے سے نیت صحیح ہوگی پنجم اقامت کی جگہ کا ایک ہونا ششم جگہ کا لائق اقامت ہونا کذا فی القہستانی **فلو اتم مسافران قعد فی القعدۃ الاولیٰ تم فرضہ** ولکنہ اساء لو عامدًا تاخیر السلام وترک واجب القصر وواجب تکبیرۃ افتتاح النفل وخلط النفل بالفرض وہذا لایحل کما حررہ القہستانی لہذا ان فسر اساء باثم واستحق النار وما زاد نفل کصلوٰۃ الفجر اربعا پس اگر چار رکعتیں پڑھیں کسی مسافر نے تو اگر وہ قعدہ اولیٰ میں بیٹھا ہے تب تو اس کے فرض پورے ہو جائیں گے مگر اس نے برا کیا کہ دو کی جگہ چار پڑھیں اور دو رکعتیں زائد نفل ہونگی جیسے فجر کی نماز کو کوئی چار پڑھے تو اس صورت میں بھی دو فرض اور دو نفلیں ہوں گے شارح نے کہا کہ برائی اس صورت میں ہے کہ دانستہ ایسا کیا ہو کیونکہ چار پڑھنے میں اتنی خرابیاں ہوئیں اوّل سلام میں دیر کرنا دوّم قصر واجب کو ترک کرنا سوّم نفل کی تکبیر تحریمہ واجب کو چھوڑنا چہارم نفل کو فرض میں ملا دینا حالانکہ یہ چاروں باتیں حلال نہیں چنانچہ قہستانی نے اس کو مشرح بیان کیا ہے اور پہلے یوں ذکر کیا ہے کہ معنی اساء کے یہ ہیں کہ وہ شخص گناہ گار اور مستحق آگ کا ہوا شامی نے کہا تو اس سے معلوم ہوا کہ مسافر کو نماز کا پورا پڑھنا مکروہ تحریمی ہے **وان لم یقعد بطل فرضہ وصار الکل نفلا لترک القعدۃ المفروضۃ الا اذا نوی الاقامۃ قبل ان یقید الثالثۃ بسجدۃ لکنہ یعید القیام والرکوع لو قوعہ نفلا فلا یجب عن الفرض** دلو نوی فی السجدۃ صار نفلا اور اگر قعدہ اولیٰ میں مسافر نہ بیٹھا تو اس کے فرض باطل ہو گئے اور کل رکعتیں نفل ہو گئیں فرض باطل ہوئے بسبب چھوڑنے قعدہ فرض کے مگر فرض باطل نہ ہوں گے اگر نیت کرے اقامت کی پہلے اس سے کہ تیسری رکعت کا سجدہ کرے لیکن وہ اعادہ کرے قیام اور رکوع تیسری رکعت کا بسبب واقع ہونے اس قیام و رکوع کے نفل تو وہ قیام و رکوع فرض کا قائم مقام نہ ہوگا اور اگر تیسری رکعت کے سجدہ میں نیت اقامت کرے گا تو فرض نفل ہو جائیں گے ہم شامی نے کہا کہ الا اذا نوی استثنا دونوں صورتوں سے ہے یعنی اگر قعدہ اولیٰ میں بیٹھا یا نہیں مگر تیسری رکعت میں قبل سجدہ نیت اقامت کر لی تو فرض باطل نہ ہوں گے اور سجدہ کے اندر نیت کرنے سے نفل ہو جانا مذہب امام ابو یوسفؒ کا ہے اور یہ خاص پچھلی صورتوں میں ہے کہ قعدہ اولیٰ میں نہ بیٹھا ہو **انتہیٰ وصح اقتداء المقیم بالمسافر فی الوقت وبعدہ اذا قام المقیم الی الاتمام لا یقرأ ولا یسجد للسہو فی الاصح لانہ کاللاحق والقعدتان فرض علیہ وقیل** لاقیۃ اور درست ہے اقتدا مقیم کا پیچھے مسافر کے وقت کے اندر اور بعد وقت کے یعنی مثلاً دونوں ایک ہی نماز کو قضا پڑھیں تو جب مقیم اپنی نماز کے پورا کرنے کو کھڑا ہو بعد امام کے سلام پھیرنے کے تو باقی کی دو رکعتوں میں قرأت نہ پڑھے بلکہ مقدار الحمد کے چپ کھڑا ہو کر رکوع و سجدہ کرے اور مقیم سجدہ سہو بھی نہ کرے صحیح تر قول میں قرأت نہ پڑھے اس لیے کہ مقیم مثل لاحق کے ہے اور دونوں قعدے فرض ہیں مقیم مذکور پر یعنی ایک امام کی تبعیت سے اور دوسرا اخیر ہونے کی جہت سے اور بعضوں نے کہا کہ پہلا قعدہ اس پر فرض نہیں کذا فی القنیہ **وندب للامام ہذا یخالف الخانیۃ وغیرہا ان العلم بحال الامام شرط لکن فی** حاشیۃ الہدایۃ للہندی الشرط العلم بحالہ فی الجملۃ لا فی حال الابتداء وفی شرح الارشاد یعنی ان یعلم قبل شروعہ والا فبعد سلامہ **وان یقول بعد التسلیمتین فی الاصح اتموا صلوتکم فانی مسافر لدفع توہم** انہ سہا اور مستحب ہے امام مسافر کو یہ کہہ دینا مقتدیوں سے بعد دونوں سلام کے صحیح تر قول میں کہ اپنی نماز کو پورا کر لو کہ میں مسافر ہوں یہ قول اس وہم کے دور کرنے کے لیے مستحب ہے کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ امام نے سہو کیا شارح نے کہا کہ یہ قول ماتن کا کہ امام کو مستحب ہے مجرد کر دینا اپنے حال سے مخالف ہے قول خانیہ وغیرہا کے کہ ان میں اقتدا کے لیے جاننا امام کے حال کا شرط ہے یعنی قول ماتن سے معلوم ہوتا ہے کہ مقتدیوں کو امام کا حال معلوم نہیں کہ مسافر ہے یا مقیم اور خانیہ وغیرہا میں مذکور ہے کہ اقتدا کی شرط ہے معلوم ہونا امام کے حال کا تو دونوں میں اختلاف ہوا لیکن ہندی کے حاشیہ ہدایہ میں ہے کہ شرط اقتدا امام کے حال کا معلوم ہونا ہے فی الجملہ خواہ ابتدا میں معلوم ہو خواہ انتہا میں یہ نہیں کہ شروع ہی میں معلوم ہو تو اس تقریر سے شارح نے اختلاف ماتن اور خانیہ کے قولوں کا دفع کر دیا اور شرح ارشاد میں ہے کہ امام کو چاہیے یعنی مستحب ہے کہ مقتدیوں سے قبل اپنے شروع کرنے کے کہہ دے

Marfat.com

کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی مقتدی اس کا حال نہ جانتا ہو اور اگر شروع نماز سے پیشتر نہ کہے تو بعد سلام کے آگاہ کر دے ولو نوی الاقامۃ لانتحقیقا بل لتیم صلوۃ المقیمین لم یصر مقیما اور اگر امام مسافر نیت اقامت کی کرے نہ حقیقت میں اقامت کے لیے بلکہ اس غرض سے کہ مقیم مقتدیوں کی نماز پوری پڑھا دے تو ایسی نیت سے مقیم نہ ہوگا یعنی اس صورت میں اس کے فرض چار نہ ہوں گے دو فرض اور دو نفلیں ہوں گی اور اگر مقتدی اس کے پیچھے اپنی نماز پوری کریں گے تو ان کی نماز فاسد ہو گی کیونکہ نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھیں گے کذا فی الشامی واما اقتداء المسافر بالمقیم فیصح فی الوقت وتم لا بعدہ فیما یتغیر لانہ اقتداء المفترض بالمتنفل فی حق القعدۃ لو اقتدائی الاولیین او القراءۃ لو فی الاخریین اور اقتدا کرنا مسافر کا پیچھے مقیم کے درست ہے وقت کے اندر اور مسافر اس صورت میں چار رکعتیں پڑھے یعنی امام کی تبعیت کی جہت سے اس کے فرض بھی چار ہو جائیں گے نہیں درست ہے اقتدا مسافر کا پیچھے مقیم کے بعد وقت کے ان نمازوں میں کہ بدل جاتی ہے یعنی ظہر و عصر و عشا میں اس لیے کہ اگر مسافر اول دو گانہ میں اقتدا مقیم کا کرے گا تو فرض پڑھنے والے کا اقتدا ہو گا پیچھے نفل والے یعنی نہ فرض پڑھنے والے کے قعدۂ اولیٰ کے حق میں کہ وہ مقیم کے حق میں واجب ہے اور مسافر کے حق میں فرض اور اگر پچھلے دو گانہ میں اقتدا کرے گا تو قرأت کے حق میں اقتدا مفترض کا متنفل کے پیچھے ہو گا کیونکہ قراءت مقیم کے حق میں سنت ہے پچھلے دو گانہ میں اور مسافر کے حق میں فرض غرض کہ قضا نماز میں اقتدا مسافر کا مقیم کے پیچھے درست نہیں چار رکعت والی نمازوں میں اور فجر و مغرب کی نمازوں میں درست ہے خواہ ادا ہوں یا قضا ویاء فی المسافر بالسنن ان کان فی حال امن وقرار بالا بان کان فی خوف وفرار لا یاتی بہا ہو المختار لانہ ترک لعذر بخمس تسیل الا سنۃ الفجر اور مسافر کو سنتوں کو پڑھے اگر امن اور چین کی حالت میں ہو یعنی حالت فراغت اور اطمینان میں اور اگر امن و قرار نہ ہو اس طرح کہ خوف یا جلدی میں ہو تو سنتیں نہ پڑھے یہی مختار ہے اس لیے کہ یہ چھوڑنا ہے عذر کے باعث کذا فی التجنیس ایک قول یہ ہے کہ فجر کی سنتیں نہ چھوڑے یعنی اس وجہ سے کہ وہ مثل واجب کے ہیں والمعتبر فی تغیر الفرض اخر الوقت وہو قدر ما یسع التحریمۃ فان کان المکلف فی آخرہ مسافرا وجب رکعتان والا فاربع لانہ المعتبر فی السببیۃ عند عدم الاداء قبلہ اور معتبر فرضوں کے بدلنے میں آخر وقت ہے یعنی اس قدر کہ گنجایش تحریمہ کی رکھتا ہو تو اگر مسلمان عاقل بالغ آخر وقت میں مسافر ہو گا تو دو رکعتیں واجب ہوں گی اور اگر اس وقت میں مسافر نہ ہو گا تو چار پڑھنی واجب ہوں گی اس لیے کہ آخر وقت ہی معتبر ہے بسبب ہونے میں وقت نہ ادا کرنے کے پہلے اس وقت سے م یعنی سبب وجوب نماز کا وقت کا آخر حصہ ہوتا ہے اگر اس سے پیشتر ادا نہ کر چکا ہو مثلاً اگر آخر وقت میں لڑکا بالغ ہوا یا کافر مسلمان ہوا یا مجنون ہوش میں آیا یا حائضہ پاک ہوئی تو اس وقت کی نماز ان کو لازم ہو گی اسی طرح اقامت و سفر میں آخر وقت کا اعتبار کیا گیا کذا فی الشامی الوطن الاصلی ہو موضع ولادتہ او تاہلہ او توطنہ یبطل بمثلہ اذا لم یبق لہ بالا دل اہل فلو بقی لم یبطل بل یتم فیہما لا غیر وطن اصلی باطل ہو جاتا ہے اپنے جیسے وطن اصلی سے جب کہ اول وطن میں آدمی کے گھر والے نہ رہے ہوں اور اگر رہے ہوں تو باطل نہ ہو گا بلکہ وہ شخص نماز پوری پڑھے دونوں میں خواہ نیت اقامت کرے یا نہیں نہیں باطل ہوتا وطن اصلی دوسرے وطنوں سے شارح نے کہا کہ وطن اصلی آدمی کے پیدا ہونے کی جگہ ہے یا شادی کرنے کا مقام یا وطن بنانے کا مکان م وطن کی تین قسمیں ہیں ایک وطن اصلی جس کی تعریف شارح نے بیان کی اس کو وطن اہلی اور وطن الفطرۃ بھی کہتے ہیں دوم وطن اقامت یعنی وہ مکان جس میں پندرہ روز یا زیادہ کے ٹھہرنے کی نیت کرے اس کو وطن مستعار اور وطن حادث بولتے ہیں تیسرا وطن سکنی جس میں پندرہ روز سے کم رہنے کی نیت ہو تو وطن اصلی میں آدمی مقیم کا حکم رکھتا ہے اگرچہ ایک ہی شب رہے مثلاً اثناء سفر میں وطن اصلی آگیا اور وہاں منزل کی تو نماز پوری پڑھے اور اگر دوسرے مقام کو وطن اصلی بنائے گا تب اول وطن اصلی نہ رہے گا بشرطیکہ گھر والے بھی اول وطن سے اٹھ گئے ہوں اور اگر گھر والے ایک جگہ رہتے ہوں اور خود دوسری جگہ رہنے کا قصد کر لیا ہے تو دونوں مقام وطن اصلی متصور ہوں گے دونوں میں نماز پوری پڑھے ویبطل وطن الاقامۃ بمثلہ وبالوطن الاصلی وبانشاء السفر اور باطل ہو جاتا ہے وطن اقامت اس

Marfat.com

جیسے وطن اقامت سے اور وطن اصلی سے اور سفر کر جانے سے م یعنی اگر ایک جگہ میں نیت پندرہ دن یا زیادہ کے رہنے کی کی ہے تو اگر اس کو چھوڑ کر دوسرے مقام میں نیت کرے گا تو پہلا مقام وطن نہ رہے گا اسی طرح اگر وطن اصلی کو چلا جاوے گا تب بھی وہ وطن نہ رہے گا اور یہی حال وطن اقامت سے سفر کر جانے کا ہے تو اگر ان حالتوں میں وطن اقامت پر گذر ہو اور نیت اقامت کی نہ کرے تو نماز قصر سے پڑھے کذا فی الشامی والاصل ان الشیٔ یبطل بمثلہ وبما فوقہ لا بما دونہ اور قاعدہ یہ ہے کہ چیز اپنے مثل اور اپنے اوپر کی چیز سے باطل ہوتی ہے نہ اپنے سے کمتر سے یعنی سب میں قوی وطن اصلی ہے اس سے وطن اقامت وغیرہ باطل ہو جاتے ہیں اور وطن اقامت سے وطن اصلی باطل نہیں ہوتا ولم یذکر وطن السکنی وہو ما نوی فیہ اقل من نصف شہر لعدم فائدتہ اور مصنف نے ذکر نہ کیا وطن سکنی کو یعنی اس مقام کو جس میں نیت پندرہ دن سے کم رہنے کی کی ہو بسبب اس کے مفید ہونے کے یعنی وطن سکنی میں تقیید نہ مقیم کے لیے ہے نہ مسافر کے لیے اس لیے ذکر سے کچھ فائدہ نہیں وما مورہ الزیلعی وہو قاصر بالجر اور زیلعی نے جو صورت مسئلہ کی وطن سکنی کے لیے بنائی ہے اس کو بحر الرائق میں رد کیا ہے م زیلعی نے یہ صورت فرض کی ہے کہ ایک شخص اپنے شہر سے کسی گاؤں بدون ارادہ سفر کے اپنے کام کو گیا اور اس گاؤں میں پندرہ دن سے کم رہنے کی نیت کی تو وہ پوری نماز پڑھے گا کیونکہ مقیم ہے پھر فرض کرو کہ وہ گاؤں سے بدون سفر کے باہر نکلا اور بستی سے باہر ہو کر ابھی نہ اپنے شہر میں گیا تھا اور نہ کسی جگہ رات کو رہا تھا کہ اس کو یہ سوجھا کہ سفر کیجیے تو وہ قصر سے نماز پڑھے گا کہ مسافر ہو گیا اور اگر اتفاقاً سفر کے بعد اسی گاؤں میں کو گذرے تو وہ اس گاؤں میں کہ اس کا وطن سکنی ہے پوری نماز پڑھے اس لیے کہ اس سے کوئی ایسا فعل نہیں پایا گیا جس سے وطن سکنی باطل ہو جاتا یعنی نہ تو اس نے دوسری جگہ اقامت کی ہے کہ وہ وطن سکنی ہوتا اور اپنے مثل پہلے وطن سکنی کو باطل کر دیتا اور نہ اپنے گھر گیا ہے کہ وطن اصلی کے سبب سے وطن سکنی باطل ہوتا اور نہ اس گاؤں سے سفر کیا بلکہ سفر اس سے باہر نکل کر کیا ہے تو جب کوئی مبطل وطن سکنی نہ پایا گیا اس لیے نماز پوری پڑھی صاحب بحر الرائق نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ جب بعد نیت سفر وہ گاؤں میں آیا تو ہنوز اس کا سفر باقی ہے کیونکہ اقامت کی نیت نہیں کی حالانکہ سفر سے وطن اقامت باطل ہو جاتا ہے جو وطن سکنی سے قوی ہے تو وطن سکنی کیسے باطل نہ ہوگا پس یہ کہنا کہ وطن سکنی کا کوئی مبطل نہیں پایا گیا غلط ہے اس لیے کہ یہاں تو اس کا مبطل سفر موجود ہے اور پورا بیان اس مسئلہ کا شامی میں ہے والمعتبر نیۃ المتبوع لانہ الاصل لا التابع کامرأۃ ونائمہا المعجل وعبد غیر مکاتب وجندی اذا کان یرتزق من الامیر او بیت المال واجیر واسیر وغریم وتلمیذ مع زوج ومولیٰ وامیر ومستاجر لف ونشر مرتب اور معتبر نیت متبوع کی ہے اس لیے کہ وہ اصل ہے یعنی اقامت اور سفر پر قادر ہے نہیں معتبر ہے نیت تابع کی مثلاً زوجہ کی نیت معتبر نہیں شوہر کے ساتھ لبشرطیکہ شوہر نے اس کو مہر معجل دے دیا ہو اور اگر نہ دیا ہو تو وہ تابع شوہر کی نہ ہوگی کیونکہ بدون ادائے مہر معجل شوہر اس کو سفر میں لے جانے پر قادر نہیں اور زوجہ کو اختیار ہے کہ اس وجہ سے شوہر کے پاس نہ جائے اور مثلاً غلام کی نیت معتبر نہیں آقا کے ساتھ بجز مکاتب کے اس لیے کہ مکاتب کو بدون اذن آقا کے سفر کا اختیار ہے تو اس پر اطاعت آقا کی ضروری نہیں اور لشکری کی نیت معتبر نہیں امیر کے ساتھ جب کہ لشکری کا کھانا امیر سے ملتا ہو یا بیت المال سے اور اگر اپنے پاس سے کھاتا ہو تو اسی کی نیت معتبر ہوگی اور مزدور کی نیت معتبر نہیں مستاجر کے ساتھ شامی نے کہا کہ یہ اس صورت میں ہے کہ ماہانہ یا سالانہ ملتا ہو اور اگر یومیہ پاتا ہو تو شام کے وقت اجیر فسخ کر سکتا ہے اسی لیے اعتبار اس کی نیت کا ہوگا نہ مستاجر کی اور قیدی کی نیت معتبر نہیں قید کرنے والے کے ساتھ اور قرض دار کی نیت معتبر نہیں قرض خواہ کے ساتھ لبشرطیکہ قرض دار مفلس نہ ہو اور شاگرد کی نیت معتبر نہیں استاد کے ساتھ جب کہ استاد کے ذمہ کھانا ہو شارح نے کہا کہ عبارت ماتن میں لف ونشر مرتب ہے اسی لیے مترجم نے الفاظ نشر کو مناسب جگہ پر ترجمہ کیا شامی نے کہا کہ بیٹا بالغ اگر باپ کی نیت کرتا ہو تو اس کی نیت کا بھی اعتبار نہ ہونا چاہیے قلت فقید المعنیۃ لاحظ فی تحقق التبعیۃ مع ملاحظۃ شرط اخر تحقق لذلک وہو الارتزاق

Marfat.com

فی مسئلۃ البندی ودفاء المہر فی المرأۃ وعدم کتا العبد میں کہتا ہوں کہ قید ساتھ ہونے کی ملحوظ ہے تبعیت کے ثابت ہونے میں مع ایک دوسری شرط کے لحاظ کے جو تبعیت کو ثابت کرتی ہے وہ دوسری شرط لشکری کے مسئلہ میں کھانا ملنا ہے اور عورت کے مسئلہ میں مہر معجل کا دینا اور غلام کا مکاتب نہ ہونا نام شامی نے کہا کہ تابع جب متبوع کے ساتھ ہو تو اپنے متبوع سے حال اقامت وسفر کا دریافت کرے اگر وہ بتا دے تو اس کے بموجب کاربند ہو ورنہ جس حال پر ہو اسی پر عمل کرے یعنی سفر کی صورت میں قصر کرے اور اقامت میں پوری نماز پڑھے وبہ بان جواب حادثہ جزیرۃ کرید سنۃ ثمانین والف اور اس دوسری شرط کے لحاظ سے ظاہر ہوا جواب حادثہ جزیرہ کرید کا سنہ ایک ہزار اسّی ۱۰۸۰ میں م کرید بکسر کاف فارسی نام ایک جزیرہ کا ہے اور حادثہ یہ تھا کہ ہزیمت اور شکست کے بعد لشکری تتر بتر ہو گئے یعنی نہ امیر کے ساتھ رہے نہ اس کی طرف سے ان کو کھانا ملا تو ہر ایک تابع در ہا مستقل ہو گیا قالہ رحمتی طحطاوی نے کہا کہ شاید یہ جواب حادثہ کا شارح نے کتاب کی تالیف کے بعد ملحق کیا ہے کیونکہ تالیف کتاب سے تو ۱۰۷۱ھ میں فراغت پائی تھی چنانچہ آخر کتاب میں جو لکھا ہے یا کسی شاگرد نے ملا دیا ہو ولا بد من علم التابع بنیۃ المتبوع فلو نوی المتبوع الاقامۃ ولم یعلم التابع فھو مسافر حتی یعلم علی الاصح ذی الفیض وبہ یفتی کما فی المحیط وغیرہ دفعا للضرر عنہ اور ضرور ہے جاننا تابع کا متبوع کی نیت کو پس اگر متبوع اقامت کی نیت کرے اور تابع کو معلوم نہ ہو تو تابع مسافر رہے گا جب تک کہ اس کو علم ہو صحیح تر قول کے بموجب اور فیض میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے چنانچہ محیط وغیرہ میں ہے واسطے دور کرنے ضرر کے تابع سے یعنی اس کی بے علمی میں اگر اس کو دو کی جگہ چار رکعتیں لازم کی جائیں تو اس کا ضرر ہو گا فما فی الخلاصۃ عبد امولاہ فنوی المولیٰ الاقامۃ ان اتم صحت صلاتہما والا لا مبنی علی خلاف الاصح پس جو مسئلہ خلاصہ میں ہے کہ ایک غلام اپنے آقا کا امام ہو اور آقا نے اقامت کی نیت کر لی تو اگر غلام چار رکعتیں پڑھے گا تب تو دونوں کی نماز صحیح ہو گی اور اگر پوری نہ پڑھے گا تو نماز دونوں کی درست نہ ہو گی غلام کی اس وجہ سے کہ اس کو چار پڑھنے چاہئیں تھیں دو پڑھیں اور آقا کی اس وجہ سے کہ غلام کی نماز پر اس کی بنا ہے تو یہ مسئلہ اصح قول کے خلاف پر مبنی ہے یعنی جس قول میں کہ نیت تبوع کا علم تابع کو ضرور نہیں والقضاء یحکی ای یشابہ الاداء سفرا وحضرا لانہ بعد ما تقرر لا یتغیر اور قضا نماز مشابہ ادا کے ہے سفر میں اور اقامت میں اس لیے کہ قضا بعد ثابت ہونے کے متغیر نہیں ہوتی م یعنی اگر سفر کی نماز قضا ہو گئی اور اقامت میں اس کو پڑھنا چاہیے تو قصر سے پڑھے اور اقامت کی قضا کو سفر میں پوری پڑھے جیسے کہ ان کو ادا پڑھتا کیونکہ جب وقت کے نکلنے سے نماز ثابت ہو گئی تو جیسے واجب ہوئی نفی دیسے ہی رہے گی تو تغیر نہ آوے گا ہاں وقت کے اندر بدل سکتی ہے نیت اقامت کرنے سے یا سفر کر دینے سے یا مقیم کے پیچھے مسافر کے پڑھنے سے کذا فی الشامی بخلاف المریض یقضی فائتۃ الصحۃ فی مرضہ باقدر مگر مریض حالت صحت کی قضا کو اپنے مرض میں جیسی ہو سکے ویسی پڑھ لے م یعنی مریض اگر صحت کی نماز مرض میں بیٹھ کر پڑھے گا تو درست ہو گی بباعث عذر کے اور مرض کی قضا کو تندرستی میں اگر بیٹھ کر پڑھے گا تو درست نہ ہو گی کیونکہ عذر جاتا رہا کذا فی الطحطاوی فروع مسائل ملقطہ شارح کے سافر السلطان قصر بادشاہ نے سفر کیا تو قصر سے پڑھے م یعنی نیت سفر کے ساتھ سفر شرعی کرنے سے وہ بھی مسافر ہو جاتا ہے یہ نہیں کہ ممالک محروسہ اس کے لیے بمنزلہ ایک شہر کے ہوں کذا فی الشامی تزوج المسافر ببلدۃ صار مقیما علی الاوجہ مسافر نے کسی شہر میں شادی کر لی تو وہ مقیم ہو گیا قول موجہ کے بموجب م یعنی گو اس شہر کو وطن نہ بنا دے نہ نیت اقامت کرے صرف شادی سے مقیم ہو جائے گا بحر الرائق میں وجہ یہ لکھی ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی شہر میں شادی کرے وہ اسی شہر کا شمار ہوتا ہے اور بعض فقہا نے کہا کہ اگر پندرہ روز کے اندر چلے جانے کا ارادہ ہو گا تو مسافر رہے گا اور یہ اختلاف مرد مسافر کے باب میں ہے عورت اگر مسافر ہو تو صرف شادی سے مقیم ہو جائے گی بالاتفاق لہرت الی الکل وبقی المقصد ہا یوان تم فی الاصح وکذا صبی بلغ بخلاف کافر اسلم پاک ہوئی حائضہ سفر میں جب کہ منزل مقصود دو دن کی مسافت پر رہی تو وہ نماز پوری پڑھے صحیح قول میں اسی طرح اگر لڑکا دو منزل پہلے بالغ ہو تو وہ

Marfat.com

بھی پوری پڑھے بخلاف کافر کے کہ مسلمان ہو جب کہ منزل مقصود تک تین دن سے کم کی راہ رہی ہو تو وہ نماز قصر سے پڑھے م حالفہ اس لیے پوری پڑھے کہ وقت سفر کے وہ اہل ادا نہ تھی اس لیے حکم سفر کا اس میں معتبر ہوا اور لڑکا پہلے سے مکلف ہی نہ تھا اور کافر کا عذر اختیاری تھا کہ ہر وقت مسلمان ہو سکتا تھا اس لیے اس کے حق میں حکم سفر کا ابتدا سے معتبر ہوا اور حائضہ کا عذر آسمانی تھا اس کا دور کرنا اس کے قابو میں نہ تھا کذا فی الشامی

عبد مشترک بین مقیم و مسافر ان تہایا قصر فی نوبۃ المسافر والا یفرض علیہ القعود الاول ویتم احتیاطا ولا یاتم بمقیم اصلا وہو ما بلغ ایک غلام مشترک ہے مقیم اور مسافر میں اگر دونوں نے اس کی خدمت کی باری مقرر کر لی ہو تو وہ قصر سے نماز پڑھے مسافر کی باری میں اور اگر باری نہ ٹھہرائی ہو تو اس غلام پر قعدہ اولیٰ فرض ہوگا اور پوری نماز پڑھے احتیاط کی راہ سے کیونکہ جب مالک اس کے دو ہیں تو وہ ایک کے لحاظ سے مقیم ہے اور دوسرے کے اعتبار سے مسافر اور وہ غلام کسی مقیم کے پیچھے اقتدا نہ کرے مطلقاً یعنی نہ وقت کے اندر نہ بعد وقت کے نہ اول دو گانہ میں نہ دوسرے میں اور یہ غلام کا حکم ان مسائل سے ہے جو معما کے طور پر پوچھے جاتے ہیں م یعنی اس مسئلہ میں یہ سوال ہو سکتے ہیں کون شخص ہے کہ نماز فرض کی چار رکعتیں پڑھے اور درمیانی قعدہ اس پر فرض ہو اور کون سا شخص ہے کہ اس کو اقتدا مقیم کے پیچھے درست نہیں اور کون سا شخص ہے کہ نہ مسافر ہے نہ مقیم اور کون سا شخص[1] ہے کہ ایک روز قصری نماز پڑھے اور ایک روز پوری کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ حکم اس مسئلہ کا بحث ہے شارح منیہ کی نہ روایت مذہب قال

لمسافر من لم تدر متی کم رکعۃ فرض یوم ولیلۃ فہی طالق فقالت احدٰی عشر دون والثانیۃ سبعۃ عشر والثالثۃ ثمنتہ عشر والرابعۃ احد عشر لم یطلقن لان الاولی اثبت الوتر والثانیۃ ترکتہ والثالثۃ یوم الجمعۃ والرابعۃ للمسافر واللہ اعلم ایک شخص نے اپنی چار بیبیوں سے کہا کہ جو کوئی تم سے یہ نہ جانے کہ ایک دن رات میں کتنی رکعتیں فرض ہیں تو اس کو طلاق ہے تو ان میں سے ایک نے کہا کہ بیس رکعتیں دن رات میں فرض ہیں اور دوسری نے کہا سترہ اور تیسری نے پندرہ اور چوتھی نے گیارہ تو ان کو طلاق نہ ہوگی کیونکہ اول عورت کا جواب درست ہے کہ اس نے وتروں کو باعث فرض عملی ہونے کے شامل کر لیا اور دوسری نے وتروں کو چھوڑ کر سترہ کہا اور تیسری نے جمعہ کی روز کی رکعتیں بتائیں اور چوتھی نے مسافر کی رکعتیں بتائیں اور وتر کو ان دونوں نے بھی شامل نہیں کیا واللہ اعلم

باب الجمعۃ

یہ باب ہے جمعہ کے احکام میں م جمعہ اس لیے نام رکھا گیا کہ یہ دن لوگوں کے اجتماع کا ہے اور اکثر کا قول یہ ہے کہ جمعہ مدینہ میں فرض ہوا کہ اس کی آیت مدنی ہے اور مناسبت نماز جمعہ کی صلوٰۃ مسافر سے یہ ہے کہ دونوں نمازیں آدھی ہیں یعنی جمعہ کی نماز ظہر کی نماز سے نسبت نصف رکھتی ہے اور مسافر کی نماز مقیم کی نماز سے کذا فی الطحطاوی مختصراً بتثلیث المیم والسکون ہی فرض مین یکفر جاحدہ بالثبوت نہا بالدلیل القطعی کما حققہ الکمال وہی فرض مستقل آکد من الظہر ولیست بدلا منہ کما صرح بہ الباقانی مغربا لسری الدین ابن الشحنہ لفظ جمعہ بضم جیم اور تینوں حرکتوں میم سے اور سکون میم سے ہے وہ فرض مین ہے کہ اس کا منکر کافر ہے بسبب اس کے ثابت ہونے کے دلیل قطعی سے یعنی آیۃ (یا ایہا الذین آمنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا) سے اور حدیث اور اجماع سے چنانچہ ثابت کیا ہے اس کو کمال الدین محقق نے اور وہ فرض مستقل ہے زیادہ موکد بہ نسبت ظہر کے اور نہیں ہے عوض ظہر کا جیسا کہ تنقیح کی ہے اس امر کی باقانی نے سری الدین ابن شحنہ کی طرف نسبت کر کے م جمعہ زیادہ موکد ہے بہ نسبت ظہر کے یعنی جمعہ میں جو تہدید آئی ہے وہ ظہر میں نہیں چنانچہ احمد و حاکم نے ایک حدیث صحیح روایت کی کہ جو کوئی جمعہ کو تین بار بدون ضرورت کے ترک کرے اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر کر دیتا ہے اور ایک وجہ یہ ہے کہ جمعہ میں جو شرطیں ہیں وہ ظہر میں نہیں اور یہ جو کہا کہ جمعہ ظہر کا عوض نہیں یہ مخالف ہے اس قول کے جو شارح نے باب

[1] یہ سوال اس صورت سے تعلق ہے کہ بالکوں نے غلام کی خدمت کی باری مقرر کر لی ہو ۱۲ [2] اے ایمان والو جب اذان دی جاوے نماز جمعہ کی تو دوڑو ۱۲

Marfat.com

شروط الصلوۃ کے اندر نیت کی بحث میں لکھا ہے کہ جمعہ عوض ہے ظہر کا اور تحقیق حنفیوں کے نزدیک یہی ہے کہ فرض وقت ظہر ہی ہے نہ جمعہ مگر حکم جمعہ کا اس لیے ہوا کہ ظہر ساقط ہو جائے اور اسی وجہ سے اگر کوئی آدمی بیشتر فوت ہونے جمعہ کے نماز ظہر پڑھ لے گا تو ہمارے نزدیک کراہت تحریمی کے ساتھ درست ہوگی اگرچہ اکتفا کرنا ظہر پر حرام ہے اور ظہر کے فرض وقت ہونے کی تصریح فتح القدیر وغیرہ میں مذکور ہے حتیٰ کہ باقانی نے بھی شرح ملتقی میں اسی کو اختیار کیا تو شارح نے جو یہ تنقیح باقانی سے نقل کی شاید شرح نقایہ میں اس نے ایسا کہا ہو مگر ہماری تقریر سے معلوم ہو گیا کہ تنقیح مذکور ضعیف ہے وفی البحر وقد افتیت مرارا لعدم صلوۃ الاربع بعد ابنیۃ اخر ظہر خوف اعتقاد عدم فرضیۃ الجمعۃ وہو الاحتیاط فی زماننا وامن لایخاف علیہ مفسدۃ منہا فالاولیٰ ان تکون فی بیتہ خفیۃ اور بحر الرائق میں ہے کہ میں نے چند بار فتویٰ دیا نہ پڑھنے چار رکعتوں کا جمعہ کے بعد آخر ظہر کی نیت سے بسبب خوف معتقد ہونے جاہلوں کے نہ فرض ہونے جمعہ کو اور یہی احتیاط ہے ہمارے زمانہ میں اور جس شخص کو کہ خوف خرابی عقیدہ کا جمعہ کی طرف سے نہ ہو تو بہتر یہ ہے کہ یہ چار رکعتیں اپنے گھر پر پوشیدہ پڑھے م طحطاوی نے کہا کہ یہ کلام متعلق ہے کمال الدین کے کلام سے جس نے یہ کہا ہے کہ ہم نے جمعہ کے باب میں کسی قدر بیان کو اس لیے طول دیا کہ بعض جاہل کہتے ہیں کہ امام اعظم کے نزدیک جمعہ ... فرض نہیں صاحب بحر الرائق نے کہا کہ یہ بلا ہمارے زمانہ میں بھی پھیلی ہے یہاں تک کہ بعض جاہل جمعہ کے بعد چار رکعتیں اس نیت سے پڑھتے ہیں کہ جو سب سے پچھلا ظہر میرے ذمہ ہوا ہو اور میں نے اس کو ابھی نہ پڑھا ہو اس کو پڑھتا ہوں تو چونکہ اس میں یہ خوف ہے کہ جاہل اس کے معتقد نہ ہو جائیں کہ جمعہ فرض نہیں اس لیے میں نے اس نماز کے نہ پڑھنے کا فتویٰ دیا وشرط لصحتہا سبعۃ اشیاء اور شرط ہیں واسطے صحیح ہونے جمعہ کے سات چیزیں م نہر الفائق میں بیان کیا کہ جمعہ کے لیے کچھ شرطیں واجب ہونے کی ہیں یعنی جن سے جمعہ آدمی پر واجب ہو جاتا ہے اور کچھ شرطیں ادا کی ہیں اور فرق ادا اور وجوب کی شرطوں میں یہ ہے کہ ادا کی شرطوں کے نہ ہونے سے ادا صحیح نہیں ہوتا اور وجوب کی شرطیں نہ ہونے سے ادا درست ہے پھر صاحب نہر الفائق نے ایک قطعہ عربی کا جامع شرائط وجوب ادا کا نقل کیا ہے جس کا ترجمہ مترجم نے فارسی میں کر دیا اور وہ یہ ہے قطعہ شرط وجوب عقل و اقامت بلوغ دان ۞ بے مذکری است مردی و آزادی بعد ازاں ۞ سلطان و وقت و خطبہ جماعت ہم اذن و شہر ۞ یاوش پے ادا کن و گذار ایگان ۞ اس قطعہ میں چھ شرطیں ادا کی مذکور ہیں اور شارح نے خطبہ کا بیشتر نماز کے ہونا ایک شرط جدا قرار دیا ہے اس لیے تعداد سات ہوئی الاول المصر وہو مالایسع اکبر مساجدہ اہل المکلفین بہا وعلیہ فتوی اکثر الفقہاء لجتبی لظہور التوانی فی الاحکام پہلی شرط صحت کی شہر ہے یعنی وہ بستی جس کی سب سے بڑی مسجد میں اس کے باشندے جن کو جمعہ کے ادا کرنے کا حکم ہے نہ سما دیں یعنی عورتوں اور لڑکوں اور مسافروں کے سوا اس قدر مسلمان ہوں کہ بڑی سی بڑی مسجد میں نہ آسکیں اور شہر کی اسی تعریف پر فتویٰ ہے اکثر فقہا کا کذا فی المجتبیٰ اس تعریف پر فتویٰ ہے بسبب ظاہر ہونے سستی کے احکام میں م یعنی ظاہر مذہب کی تعریف میں حدود کا قائم کرنا شہر ہونے کی شرط ہے اور چونکہ حاکم سزاؤں کے قائم کرنے میں کوتاہی اور سستی کرتے ہیں لہذا فتویٰ اس تعریف مذکورۂ بالا پر ہوا کذا فی الطحطاوی وظاہر المذہب انہ کل موضع لہ امیر وقاض یقدر علی اقامۃ الحدود کما حررناہ فیما علقناہ علی الملتقیٰ اور ظاہر مذہب یہ ہے کہ شہر وہ بستی ہے جس میں ایک حاکم اور ایک قاضی ہو کہ سزاؤں کے قائم کرنے پر قادر ہو چنانچہ ہم نے اس کو منقح بیان کیا ہے ملتقی الابحر کی شرح میں م امیر و قاضی سے مراد یہ ہے کہ اسی شہر میں رہتے ہوں یہ نہیں کہ کبھی دورہ کو چلے آتے ہوں اور قاضی اقامت حدود پر قادر ہو اس کے یہ معنی کہ گویا بالفعل قائم نہ کرتا ہو مگر اقامت پر قدرت ہو اور شارح منیہ نے اسی تعریف کو صحیح کہا ہے کذا فی الشامی وفی القہستانی اذن الحاکم ببناء الجامع فی الرستاق اذن بالجمعۃ اتفاقا علی قالہ السرخسی واذا تفصل بالحکم صار مجتمعا علیہ فلیحفظ اور قہستانی میں ہے کہ اذن دینا حاکم کا واسطے بنانے جامع مسجد کے گاؤں میں اذن ہے جمعہ کے لیے بالاتفاق اوپر اس بیان کے کہ کہا ہے اس کو سرخسی نے اور جب مل جاوے اس اذن سے حکم تو ہو جائے گا اذن جمعہ کا بالاجماع تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م قہستانی میں مذکور ہے

Marfat.com

کہ جمعہ پڑھنا قصبات اور بڑے گاؤں میں جن میں بازار ہوں فرض واقع ہوتا ہے بلا خلاف جب کہ مسجد جامع کے بنانے کا اذن حاکم یا قاضی نے دیا ہو یا جمعہ کے ادا کرنے کا حکم دیا ہو کیونکہ ادا جمعہ مختلف فیہ ہے قصبات اور بڑے گاؤں میں تو جب مختلف فیہ پر حکم حاکم ہو گیا وہ مجمع علیہ ہو گیا کذا فی الشامی **محتقرا ادفناء** بکسر الفاء **وہو ما حول المصل** بہ اولا کما حررہ ابن الکمال وغیرہ **لاجل مصالحہ** کدفن الموتی وکفن الخیل المختار للفتوی تقدیرہ بفرسخ ذکرہ الولوالجی **بشرط صحت جمعہ** کی فناء مصر ہے بکسر فا اور فناء وہ جگہ ہے گرد شہر کے جو اس کے منافع کے لیے مثل دفن کرنے مردوں اور دوڑانے گھوڑوں کے ہو خواہ شہر سے متصل ہو یا نہیں چنانچہ متن بیان کیا ہے اس کو ابن کمال وغیرہ نے اور مختار فتوی کے لیے اندازہ کرنا اس کا ہے ایک فرسنگ یعنی تین میل ذکر کیا ہے اس کو ولوالجی نے ہم شامی نے کہا کہ بعض محققین نے تو صرف فنا کی تعریف پر اکتفا کر کے مطلق چھوڑ دیا ہے اس کی کچھ حد مقرر نہیں کی یعنی جس جگہ شہر کی کارآمد باتیں ہوتی ہوں وہ فناء ہے جیسے گھوڑوں کا پھیرنا اور دوڑانا اور مردوں کا دفن کرنا اور فوج کا جمع ہونا اور چاند ماری وغیرہ ہوتی ہو اور بعضوں نے اس کی مسافت بھی مقرر کر دی ہے اور مسافت کے باب میں جو قول ہیں کسی نے کہا کہ شہر کی آواز اس میں آتی ہو کسی نے کہا اذان سنائی دیتی ہو کسی نے کہا چار سو ہاتھ کا فاصلہ ہو کسی نے میل کا کسی نے دو کا کسی نے تین کا یعنی فرسنگ کا کسی نے دو فرسنگ کا کسی نے تین کا کہا اور چونکہ ہر شہر کے حوائج کے لیے مسافت مختلف ہوتی ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ صرف تعریف پر اکتفا کی جائے **والثانی السلطان** ولو متغلبا **او امرأۃ** فیجوز امرہا باقامتہا اور دوسری شرط صحت جمعہ کی بادشاہ ہے اگرچہ متغلب ہو یا عورت پس درست ہے حکم کرنا عورت کا جمعہ کے قائم کرنے کو اور درست نہیں ہے قائم کرنا عورت کا جمعہ کو متغلب اس کو کہتے ہیں جس میں امامت کی شرطیں نہ ہوں اگرچہ قوم اس سے راضی ہو جاوے یا اس کے پاس فرمان نہ ہو اور اقامت جمعہ سے مراد خطبہ پڑھنا اور نماز پڑھانا ہے تو عورت کے حکم سے دوسرا شخص اگر یہ دونوں باتیں کرے گا تو درست ہے اور اگر عورت خود خطبہ پڑھے یا نماز پڑھاوے تو درست نہ ہوگا کیونکہ وہ اقامت کی اہل نہیں شامی نے کہا کہ عورت جو بادشاہ ہوتی ہے تو تغلب ہی سے ہوتی ہے اس لیے کہ امامت کبریٰ میں ذکر ہونا شرط ہے تو شارح کو چاہیے تھا کہ او کی جگہ ولو کہتا یعنی اگرچہ متغلب عورت ہی ہو **او مامورۃ باقامتہا ولو عبدا او ولی محل نائیۃ وان لم تجز الحکمۃ والقضیۃ** یا وہ شخص ہو جس کو بادشاہ وقت نے جمعہ کی اقامت کی اجازت دی ہو اگرچہ وہ غلام ہو کہ کسی طرف کا عامل مقرر ہوا ہو گو اس غلام کے نکاح کیے ہوئے اور مقدمات کے فیصلے جائز نہ ہوں گے کیونکہ یہ دونوں امر اس شخص کی طرف ناقد ہوتے ہیں جس کو ولایت ہو غیر پر اور غلام کو تو اپنے نفس پر بھی ولایت نہیں غیر پر کیسے ہوگی کذا فی الطحطاوی **واختلفوا فی الخطیب المقرر من جہۃ الامام الاعظم او من جہۃ نائبہ ہل یملک الاستنابۃ فی الخطبۃ فقیل لا مطلقا** ای لعدم ورودہ اولا الا ان یفوض الیہ ذلک **وقیل ان لضرورۃ جاز والا لا وقیل نعم یجوز مطلقا** بلا ضرورۃ لانہ علی شرف الفوات لتوقتہ فکان الامر بہ اذنا بالاستخلاف دلالۃ ولا کذلک القضاء اور اختلاف ہے متاخرین کا اس خطیب میں جو سلطان یا اس کے نائب یعنی بادشاہ اور قاضی القضاۃ کی طرف سے مقرر ہو کہ اس کو خطبہ پڑھنے کے لیے دوسرے شخص کو نائب کرنا درست ہے یا نہیں یعنی بدون اجازت حاکم کے اپنا نائب کر سکتا ہے یا نہیں تو بعض نے کہا کہ درست نہیں مطلقاً یعنی ضرورت نائب کرنے کی ہو یا نہ ہو مگر اس صورت میں کہ خطیب مذکور کو یہ امر حاکم کی طرف سے تفویض کر دیا گیا ہو تو خلیفہ کرنا درست ہوگا اور بعض نے کہا کہ اگر کسی ضرورت کی وجہ سے یعنی خطیب خود کسی مرض یا ضرورت سے وقت پر خطبہ نہیں پڑھ سکتا تو دوسرے کو نائب کرنا درست ہے اور اگر ضرورت نہیں تو نائب کرنا بھی درست نہیں اور بعض نے کہا کہ ہاں درست ہے مطلقاً یعنی اگرچہ بلا ضرورت ہو اس لیے کہ ادائے جمعہ ایک وقت مقرر پر موقوف ہونے کے سبب سے فوت ہو جانے کے کنارہ پر ہے تو اجازت ادائے جمعہ کی اذن پر سے خلیفہ کر لینے کا بطور دلالت کے اور نہیں ہے ایسی قضاء یعنی جمعہ کے ادا کے لیے ایک وقت معین ہے کہ وہ گذر جانے تو ہو جاتا رہے اس لیے جب حاکم نے ادائے جمعہ کی خطیب کو اجازت دی تو دلالۃً خلیفہ کرنے کی بھی اجازت ہوئی کیونکہ یہ تو حاکم جانتا ہی ہے کہ اقامت جمعہ میں عرض

Marfat.com

اور حدث بھی خطیب پر آسکتے ہیں تو بدون خلیفہ کرنے کے جمعہ کیسے ادا ہوگا اور قضا کے لیے کوئی وقت خاص نہیں کہ اس کے گذر جانے سے خوف اس کے فوت کا ہو تو حکم دینا قضا کا اجازت خلیفہ کرنے کی نہ ہوگی کذا فی الشامی وھو الظاہر من عباراتھم ففی البدائع کل من ملک اقامۃ الجمعۃ ملک اقامۃ غیرہ اور خطیب کو مطلقاً دوسرے کا خلیفہ کر دینا ہی ظاہر ہے فقہا کی عبارتوں سے چنانچہ بدائع میں ہے کہ جو شخص مالک ہے جمعہ کا وہ اختیار رکھتا ہے اپنے غیر کے قائم کرنے کا یعنی جو خود اقامت کر سکتا ہے وہ دوسرے کو نائب کر سکتا ہے وفی النجمۃ فی تعداد الجمعۃ لابن جرباش انما یشترط الاذن لاقامتھا عند بناء المسجد ثم لا یشترط بعد ذلک بل الاذن مستصحب لکل خطیب وتمامہ فی البحر اور کتاب نجمہ فی تعداد الجمعۃ میں جو تالیف ابن جرباش کی ہے مرقوم ہے کہ اقامت جمعہ کا اذن صرف مسجد کے بنانے کے وقت شرط ہے پھر اس کے بعد شرط نہیں بلکہ اذن ہر خطیب کو بدستور سابق رہتا ہے اور پورا بیان اس کا بحر الرائق میں ہے مم نجمہ بضم نون وسکون جیم نام کتاب کا ہے اور ابن جرباش بضم جیم ورائے مہملہ صاحب بحر الرائق کے اساتذہ میں سے ہے حاصل مسئلہ کا یہ ہے کہ جب بادشاہ اول بار اقامت جمعہ کی اجازت ایک شخص کو دیدے تو اس شخص کو اختیار ہے کہ غیر کو اجازت دیدے اور وہ غیر دوسرے کو اجازت دے اسی طرح اجازت در اجازت چلی جائے یہ غرض نہیں کہ بادشاہ جب اقامت جمعہ کا اذن کسی مسجد میں دے تو ہر شخص یا ہر خطیب کو اس مسجد میں اجازت اقامت جمعہ کی ہو گئی اب ضرورت اجازت کی سلطان سے یا جس کو اس نے اجازت دی ہے اس سے نہیں رہی جیسا کہ ظاہر عبارت شارح سے سمجھا جاتا ہے کذا فی الشامی وما قیدہ الزیلعی لا دلیل علیہ اور زیلعی نے جو قید لگائی ہے کہ خطیب کو خلیفہ کرنا درست نہیں مگر جب کہ بے وضو ہو جائے تو اس پر کوئی دلیل نہیں فقہا کی عبارتوں سے تو مطلق خلیفہ کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہے دوسرے یہ کہ یہ صورت خاص نماز میں خلیفہ کرنے کی ہے خطبہ تو بے وضو بھی درست ہے حالانکہ ذکر یہ تھا کہ خطیب خطبہ کے لیے نائب کر سکتا ہے یا نہیں کذا فی الشامی ہم اقامت جمعہ سے مراد خطبہ اور نماز دونوں ہیں اور اجازت پر صرف خطبہ موقوف ہے نہ نماز تو اقامت جمعہ کے لیے خلیفہ کرنے سے مراد خطبہ کے واسطے کرنا ہے نہ نماز کے لیے جیسا کہ بعض فقہا کو وہم ہوا ہے کذا فی النہر وما ذکرہ ملا خسرو وغیرہ ردہ ابن الکمال فی رسالۃ خاصۃ بہ سمی فیھا علی الجواز بلا شرط واطنب فیھا وابدع وکثیر من الفوائد ادرج اور جس بات کو ملا خسرو وغیرہ نے ذکر کیا ہے اس کو ابن کمال نے ایک خاص رسالہ میں رد کیا ہے جس میں خلیفہ کرنے کا جواز بدون شرط اذن سلطانی کے مدلل کیا ہے اور اس رسالہ میں لمبی تقریر نئے ڈھنگ پر بیان کیا ہے اور بہت فوائد مندرج کیے ہیں ہم ملا خسرو نے بیان کیا ہے کہ خطیب کو نائب کرنا نہیں پہنچتا جب تک کہ بادشاہ کی طرف سے اس کو نائب کر لینے کا اختیار نہ دیا گیا ہو وفی مجمع الانہر انہ جائز مطلقاً فی زماننا لانہ وقع فی تاریخ خمس واربعین وتسعمائۃ اذن عام وعلیہ الفتوی اور مجمع الانہر میں ہے کہ خلیفہ کرنا جائز ہے مطلق ہمارے زمانہ میں یعنی خواہ ضرورت ہو یا نہ ہو اس لیے کہ ۹۴۵ھ میں سلطان کی طرف سے اجازت عام ہو گئی ہے کہ ہر خطیب کو اختیار ہے کہ دوسرے شخص کو اپنا خلیفہ کر دے اور اسی پر فتوی ہے شامی نے کہا کہ شاید شارح کے زمانہ کے علما کا فتوی مراد ہے تو یہ صحیح ناتمام ہے کیونکہ اس زمانہ کے علما اہل تصحیح نہیں بلکہ تصحیح والے پیشتر کے لوگ ہیں وفی السراجیہ لو صلی احد بغیر اذن الخطیب لا یجوز الا اذا اقتدی بہ من لہ ولایۃ الجمعۃ ویرید ذلک انہ یلزم اداء النفل بجماعۃ ولقرہ شیخ الاسلام اور سراجیہ میں ہے کہ اگر کسی نے نماز پڑھائی بدون اذن خطیب کے تو درست نہ ہوگی مگر جب کہ اقتدا کرے اس کے پیچھے وہ شخص جس کو اختیار جمعہ کا ہے کیونکہ اقتدا کرنے سے دلالۃ اجازت ہو جائے گی اور اگر والی آیا اور اقتدا نہ کیا تو امامت اس شخص کی ناجائز ہوگی اور تائید کرتا ہے عدم جواز کی یہ امر کہ لازم آتا ہے نفل کا ادا کرنا بجماعت سے اور ثابت رکھا ہے اس کو شیخ الاسلام نے یعنی جب جمعہ بدون اذن کے ناجائز ہوا تو یہ نماز نفل ہوگی اور نفل جماعت سے پڑھنی مکروہ تحریمی ہے حلبی نے کہا کہ مکروہ تحریمی جب ہو کہ نیت نفل سے شروع کیا ہو یہاں تو نیت فرض سے شروع کیا ہے تو مکروہ کیسے ہوگی کذا فی الطحطاوی مات والی مصر فجمع خلیفتہ او صاحب الشرط لقنتین حاکم السیاسۃ او القاضی الماذون لہ فی ذلک جاز لان تفویض

Marfat.com

امر العامۃ الیہم اذن بذلک دلالۃ مرگیا حاکم کسی شہر کا یا جمعہ میں کسی فساد کے خوف سے نہ آیا کذا فی البدائع پس جمعہ پڑھوایا اس کے خلیفہ نے یعنی ولی عہد نے یا حاکم فوجداری نے یا قاضی نے جس کو اقامت جمعہ کی اجازت ہے تو درست ہے اس لیے کہ سپرد کرنا عوام کے امور کا ان کو دلالۃ اجازت ہے اقامت جمعہ کی شارح نے کہا کہ صاحب الشرط بفتح شین معجمہ وراء مہملہ حاکم سیاست ہے یعنی جمع ہے شرطی کی م شامی نے کہا کہ جمع بتشدید میم ہے یعنی صیغہ نامی باب تفعیل سے فلقاضی القضاۃ بالشام ان یقیمہا وان یولی الخطباء ولا اذن صریح ولا تقریر الباشا سو درست ہے شام کے قاضی القضاۃ کو جمعہ کا قائم کرنا اور خطیبوں کو اختیار دینا بدون اجازت صریح اور بدون مقرر کرنے پاشا کے م شامی نے کہا کہ یہ اختیار اس قاضی القضاۃ کو ہے جس کو قاضی المشرق والمغرب کہتے ہیں تو قاضی شام اور مصر بدون اجازت اور ولی کو اختیار نہیں دے سکتے اگر ان کو بھی اذن عام خطیبوں کے تقرر کا ہو تو مضائقہ نہیں وقالوا یقیمہا امیر البلد ثم الشرطی ثم القاضی ثم من ولاہ قاضی القضاۃ اور فقہا نے ترتیب اقامت جمعہ کی اس طرح بیان کی ہے کہ جمعہ کو حاکم شہر قائم کرے پھر حاکم سیاست پھر قاضی پھر وہ شخص جس کو قاضی القضاۃ نے مقرر کیا ہو م شامی نے کہا کہ حاکم سیاست کا مقدم کرنا قاضی پر مخالف ہے فقہا کی تصریح کے نماز جنازہ میں کہ قاضی مقدم ہے حاکم سیاست پر ولنصب العامۃ الامام غیر معتبر مع وجود من ذکر امامہم فیجوز للضرورۃ اور مقرر کرنا عوام کا خطیب کو اشخاص مذکورین کے ہوتے ہوئے معتبر نہیں یعنی بدون اذن قاضی یا سلطان بیت کے نائب کے اگر رعیت کسی کو خطیب کرے گی تو اس کا اعتبار نہ ہوگا اور ان کے نہ ہونے کی صورت میں مقرر کرنا درست ہوگا بسبب ضرورت کے م معراج الدرایہ میں بسوط سے منقول ہے کہ اگر حاکم کفار ہوں تو مسلمانوں کو قائم کرنا جمعہ کا درست ہے اور مسلمانوں کی رضامندی سے قاضی بھی قاضی ہو جائے گا اور ان کو لازم ہے کہ مسلمان حاکم کے لیے درخواست کریں کذا فی الشامی وجازت الجمعۃ بمنی فی الموسم فقط لوجود الخلیفۃ او امیر الحجاز او العراق او کبیرہ ووجود الاسواق والسکک وکذا کل ابنیۃ نزل بہا الخلیفۃ اور جائز ہے جمعہ منیٰ میں صرف ایام حج میں بسبب موجود ہونے سلطان یا امیر حجاز یا امیر عراق یا حاکم مکہ کے اور موجود ہونے بازاروں اور چوکوں کے اور اسی طرح ان مقامات میں کہ سلطان فروکش ہو م یعنی حج کے دنوں میں منیٰ حکم شہر کا رکھتا ہے کہ بازار اور گلیاں بھی ہوتی ہیں اور سلطان یا حاکم عرب یا عراق کا یا شریف مکہ کا موجود ہوتا ہے اور بدون حاجیوں کے اترنے کے منیٰ گاؤں کا حکم رکھتا ہے اور سلطان اگر اپنی سلطنت میں دورہ کرے تو اگرچہ مسافر ہو مگر جس شہر میں فروکش ہو اس کو قائم کرنا جمعہ کا درست ہے کذا فی الطحطاوی وعدم التعیید بمنی للتخفیف اور عید نہ پڑھنا منیٰ میں تخفیف کے لیے ہے م یہ جواب ہے اس سوال کا کہ اگر منیٰ شہر ہے تو جن لوگوں پر نماز عید واجب ہے مثلاً اہل مکہ تو وہ اس میں نماز عید کیوں نہیں پڑھتے حاصل جواب یہ ہے کہ عید کا نہ پڑھنا اس لیے نہیں کہ منیٰ شہر نہ ہو بلکہ اس لیے ہے کہ حاجی افعال حج کے ادا کرنے میں مشغول رہتے ہیں عید پڑھنا ان پر سے تخفیف کی جہت سے ساقط ہو گیا کذا فی الطحطاوی لا یجوز لامیر الموسم لقصور ولایتہ علی امور الحج حتی لو اذن لہ جاز نہیں جائز ہے جمعہ امیر موسم کے موجود ہونے کے وقت بسبب منحصر ہونے اس کی ولایت کے حج کے کاموں پر یہاں تک کہ اگر اس کو اجازت ہو اقامت جمعہ کی تو درست ہے م امیر موسم کو امیر الحاج بھی کہتے ہیں پہلے یہ دستور تھا کہ سلطان روم حج کے ایام میں ایک شخص کو اختیار معاملات حج کا سپرد کر کے روانہ فرماتا تھا اسی لیے اس کی ولایت قاصر تھی جمعہ اس کے باعث سے درست نہ تھا مگر اب یہ دستور ہے کہ حاکم شام کو امیر حج مقرر کیا جاتا ہے اور چونکہ امیر شام کو ولایت عام ہوتی ہے تو اس میں اور امیر عراق میں کچھ فرق نہیں وہ بھی اقامت جمعہ کر سکتا ہے کذا فی الشامی متقرا ولا بعرفات لانہا مفازۃ اور نہیں جائز ہے جمعہ عرفات میں اس لیے کہ وہ جنگل ہے یعنی اس میں عمارت نہیں صرف میدان ہے وتؤدی فی مصر واحد بموضع کثیر تا مطلقا علی المذہب وعلیہ الفتوی شرح المجمع للعینی وامامۃ فتح القدیر دفعا للحرج اور ادا ہو جاتا ہے جمعہ ایک شہر میں بہت سی جگہوں میں مطلقاً یعنی شہر بڑا ہو یا چھوٹا اور اس کے بیچ میں نہر فاصل ہو یا نہ ہو اور جمعہ دو مسجدوں میں ہو یا زیادہ میں مذہب صحیح پر اور اسی پر فتویٰ ہے چنانچہ عینی کی شرح

Marfat.com

مجمع اور فتح القدیر کے باب الامامۃ میں مذکور ہے واسطے دور کرنے حرج کے ہم یعنی ایک جگہ پر جمعہ پڑھنے کو لازم کرنے میں بڑی دقت ہے کہ جو لوگ مسجد سے بہت فاصلہ پر ہوں گے ان کو بہت مسافت طے کرنی ہوگی امام سرخسی نے ذکر کیا ہے کہ مذہب صحیح امام اعظمؒ کا یہی ہے کہ ایک شہر میں دو جگہ یا زیادہ جمعہ درست ہے اور اسی کو ہم لیتے ہیں کیونکہ حدیث (لا جمعۃ الا فی مصر) مطلق ہے فقط شہر کو شرط جمعہ فرمایا ہے کذا فی الشامی وعلی المرجوح فالجمعۃ لمن سبق تحریمۃ وتفسد بالمعیۃ والاشتباہ فیصلی بعدہا آخر ظہر وکل ذلک خلاف المذہب فلا یعول علیہ کما حررہ فی البحر اور قول ضعیف کے بموجب یعنی دو جگہ سے زیادہ میں جمعہ کے ناجائز ہونے کے بموجب جمعہ اس شخص کا ہوگا جس کی تحریمہ اول ہوگی اور فاسد ہو جائے گا جمعہ تحریمہ کے ایک ساتھ ہونے اور اشتباہ پڑنے سے تو پڑھے بعد سنتوں جمعہ کے چار رکعتیں آخر ظہر کی نیت سے اور یہ سب خلاف مذہب قوی کے ہے تو اس پر اعتماد نہ کیا جائے چنانچہ سقع بیان کیا ہے اس کو بحر الرائق میں ہم چند صاحب بحر نے فتویٰ ان چار رکعتوں کے نہ پڑھنے کا دیا ہے اس خوف سے کہ کہیں جاہل جمعہ کی عدم فرضیت کے معتقد نہ ہو جائیں مگر احتیاط ان رکعتوں کے پڑھنے میں ہے تاکہ فرض ذمہ سے یقیناً ساقط ہو جائے اس لیے کہ جمعہ اگرچہ قول قوی کے رو سے چند جگہ جائز ہے لیکن اس میں شبہ قوی ہے اس لیے کہ ناجائز ہونا چند جگہوں میں بھی امام اعظمؒ سے مروی ہے اور طحطاوی اور تمرتاشی اور صاحب مختار نے اس کو اختیار کیا ہے کیونکہ کسی صحابی یا تابعی سے جمعہ کے چند جا پڑھنے کا جواز ثابت نہیں اور شرح منیہ میں عدم جواز کو امامؒ سے ظاہر الروایت بیان کیا ہے اور نہر الفائق میں حاوی قدسی سے فتویٰ اسی قول پر نقل کیا ہے تو معلوم ہوا کہ یہ قول مذہب میں معتمد ہے نہ قول ضعیف اسی جہت سے شرح منیہ میں چار رکعتوں کے پڑھنے کو احتیاط کہا ہے کیونکہ خلاف چند جگہ جمعہ کے جائز اور ناجائز ہونے میں قوی ہے اور اگر بالفرض عدم جواز ضعیف ہو تب بھی خلاف سے باہر ہونا بہتر ہوتا ہے چہ جائے کہ قول مخالف ائمہ مذہب کا ہو کذا فی الشامی مختصراً وفی مجمع الانہر معزیاً للمطلب والاحوط نیۃ آخر ظہر اور کت وقتہ لان وجوبہ علیہ باخر الوقت فنیہ اور مجمع الانہر میں مطلب کی طرف منسوب یہ ہے کہ زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ نیت یوں کرے کہ سب سے پچھلا ظہر جس کا میں نے وقت پایا ہے اور ابھی ادا نہ کیا ہو اس لیے کہ وجوب ظہر کا اس پر آخر وقت سے ہے پس آگاہ ہو جاؤ اس تعلیل میں خلل ہے کیونکہ وجوب ظہر اول وقت سے ہے اور اس لیے اس جملہ کو نہر الفائق میں ذکر نہیں کیا شارح اس میں بحر الرائق کا تابع ہو گیا ہے کذا فی الطحطاوی اور فائدہ اس نیت کا یہ ہے کہ اگر جمعہ نہ ہوا ہوگا تو پچھلا ظہر جمعہ کے روز کا ہوگا وہ اس نیت سے ادا ہو جائے گا اور اگر جمعہ درست ہوا ہوگا تو سب سے پچھلا ظہر قضا نمازوں کا اس سے ادا ہو جائے گا ورنہ نفل ہوگی اور ترتیب شرح منیہ میں اس طرح مذکور ہے کہ اول چار سنتیں ظہر کی پڑھے پھر چار رکعتیں احتیاطی پڑھے پھر دو سنتیں پڑھے اور چاہیے کہ چاروں رکعتوں میں سورۃ ملا دے اگر قضا نماز اس کے ذمہ نہ ہوا اور اگر قضا ہو تو پچھلی دو رکعتوں میں سورۃ نہ ملا دے بعض نسخوں میں قنیہ کی جگہ قنیہ ہے اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ عبارت قنیہ کی ہے کذا فی الشامی **والثالث وقت الظہر فتبطل الجمعۃ بخروجہ مطلقاً ولو لاحقا بعذر نوم او زحمۃ علی المذہب لان الوقت شرط الاداء لا شرط الافتتاح** اور تیسری شرط ادا کے لیے وقت ظہر کا ہے پس باطل ہوگا جمعہ وقت کے نکلنے سے مطلقاً یعنی اگرچہ بعد بیٹھنے کے مقدار تشہد کے وقت جاتا رہے تب بھی جمعہ باطل ہو جائے گا گو مقتدی لاحق ہو گیا ہو بسبب عذر سو جانے یا بھیڑ کے مذہب معتمد پر اس لیے کہ وقت شرط ہے ادا کی نہ شرط شروع کرنے کی مگر نوادر میں ہے کہ مقتدی بھیڑ کے سبب سے رکوع سجدہ پر قادر نہ ہوا یہاں تک کہ امام نے سلام پھیر دیا پھر وقت عصر کا ہو گیا تو وہ جمعہ کی نماز پوری کرے اس لیے شارح نے اس قول کو رد کیا کہ مذہب معتمد یہ ہے لاحق خواہ بھیڑ کی جہت سے ہو یا سو جانے سے اگر وقت ظہر کا رہے تو جمعہ پورا نہ کرے کہ باطل ہو گیا بلکہ ظہر قضا پڑھے اس لیے کہ وقت ظہر ادا کی شرط ہے تو سب نماز وقت کے اندر ہونی چاہیے شروع کی شرط نہیں کہ صرف وقت میں شروع کرنے سے جائز ہو جائے کذا فی الطحطاوی **والرابع الخطبۃ فیہ فلو خطب قبلہ وصلی فیہ لم تصح** اور چوتھی شرط صحت جمعہ کی خطبہ ہے وقت کے اندر پس اگر خطبہ وقت سے پہلے پڑھ لیا اور نماز وقت میں پڑھی تو جمعہ درست نہ ہوگا **خطبہ** بضم خاء معجمہ بمعنی متعول ہے مشتق ہے خطب سے جس کے معنی دو شخصوں میں گفتگو ہونے کے ہیں کذا فی الطحطاوی

سلہ جمعہ نہیں ہے مگر شہر میں ۱۲

Marfat.com

والناس کونہا قبلہا لان شرط الشیٔ سابق علیہ بحضرۃ جماعۃ تنعقد بہم ولو کانوا صما اونیاما فلو خطب وحدہ لم یجز علی الاصح کما فی البحر عن الظہیریۃ لان الامر بالسعی للذکر لیس الا لاستماعہ والمامور جمع وجزم فی الخلاصۃ بانہ یکفی حضور واحد اور پانچویں شرط صحت جمعہ کی ہونا خطبہ کا ہے پہلے نماز جمعہ سے اس لیے کہ شرط چیز کی اس سے پیشتر ہوا کرتی ہے خطبہ ہووے سامنے ایسے لوگوں کے جن سے جمعہ ہو جائے یعنی مرد بالغ اور عاقل ہوں اگرچہ بہرے یا سوتے ہوئے ہوں سو اگر خطبہ پڑھے گا اکیلا بدون کسی مقتدی کے حاضر ہونے کے تو درست نہ ہوگا صحیح ترقول کے بموجب چنانچہ بحرالرائق میں ہے ظہیریہ سے اس واسطے کہ حکم چلنے کا ذکر کی طرف نہیں ہے مگر اس ذکر کے سننے کے لیے اور مامور لفظ جمع ہے اور یقین کیا ہے خلاصہ میں اس پر کہ کافی ہے حاضر ہونا ایک مقتدی کا مم یعنی آیت (فاسعوا الی ذکر اللہ) میں حکم سعی کا بصیغہ جمع وارد ہے تو ایک کا حاضر ہونا کافی نہ ہوگا اور بہروں اور سوتے ہوؤں کے حاضر ہونے میں ہر چند سنا پایا نہیں جاتا مگر بجا آوری سعی کے حکم کی موجود ہے اس لیے خطبہ کا پڑھنا ان کے سامنے درست ہوا اور قول خلاصہ کا صحیح نہیں اس لیے کہ حضور جماعت شرط ہے پھر ایک کا حاضر ہونا کیسے کافی ہوگا کذا فی الشامی وکفت تحمیدۃ او تہلیلۃ او تسبیحۃ للخطبۃ المفروضۃ مع الکراہۃ فقالا لا بد من ذکر طویل اقلہ قدر التشہد الواجب اور کافی ہے خطبہ فرض کے لیے ایک بار الحمد للہ کہنا یا لا الہ الا اللہ کہنا یا سبحان اللہ کہنا ساتھ کراہت کے امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین نے فرمایا کہ ضرور ہے ذکر طویل کا ہونا اور کمتر مقدار اس کی التحیات واجب کے برابر ہے مم دلیل امام صاحب کی یہ ہے کہ آیت میں مطلق لفظ ذکر ہے جو شامل ہے تھوڑے اور بہت کو اور وجہ کراہت مخالفت سنت ہے پھر یہ کراہت بعضوں کے نزدیک تحریمی ہے اور قہستانی کی ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ تنزیہی ہے کذا فی الطحطاوی بنیتہا فلو حمد لعطاسہ او تعجبا لم ینب عنہا علی المذہب کما فی التسمیۃ علی الذبیحۃ لکنہ ذکر فی الذبائح انہ ینوب فشامل کفایت کرتا ہے ایک بار الحمد للہ کہنا خطبہ کی نیت سے تو اگر الحمد للہ کہا اپنی چھینک کے لیے یا تعجب کی راہ سے تو یہ کہنا خطبہ کے قائم مقام نہ ہوگا مذہب قوی پر جیسے نہیں کافی ہے الحمد للہ کہنا ذبیحہ پر وقت ذبح کے لیکن مصنف نے کتاب الذبائح میں ذکر کیا ہے کہ الحمد للہ کہنا چھینکنے والے کا خطبہ کے قائم مقام ہو جاتا ہے سو اس اختلاف کو سوچ سے مم مصنف نے کتاب الذبائح میں کہا ہے اور اگر چھینک لی ذبح کرنے کے وقت اور الحمد اللہ کہا تو جانور حلال نہ ہوگا صحیح ترقول میں بخلاف خطبہ کے تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر چھینک کے لیے الحمد للہ کہے گا تو خطبہ کے لیے کافی ہوگا اور یہاں بیان کیا ہے کہ خطبہ کا قائم مقام نہ ہوگا شامی نے کہا کہ تطبیق اس طرح ممکن ہے کہ کتاب الذبائح میں اس روایت کے بموجب ہو جو مقابل مذہب قوی ہے یعنی ایک روایت امام سے ہے کہ الحمد للہ کہنا چھینک والے کا کافی ہے خطبہ کے لیے ویسن خطبتان خفیفتان یذکرہ زیادتہا علی قدر سورۃ من طوال المفصل یجلسۃ بینہما بقدر ثلث آیات علی المذہب وتارکہا مسیٔ علی الاصح کترکہ قراءۃ قدر ثلث آیات اور مسنون ہیں دو خطبے ملکے مع ایک جلسہ کے ان دونوں کے درمیان میں مقدار تین آیتوں کے مذہب معتمد پر اور چھوڑنے والا اس جلسہ درمیانی کا بُرا کرنے والا ہے صحیح ترقول کے بموجب شارح نے کہا کہ دونوں خطبوں کو اتنا لمبا کرنا کہ برابر ایک سورۃ کے طوال مفصل سے ہو جائیں مکروہ ہے جیسے بقدر تین آیتوں کے پڑھنے کا ترک کرنا خطیب کو مکروہ ہے یعنی نہ اتنا طول دے کہ خطبہ طوال مفصل کے برابر ہو جائے اور نہ اتنا چھوٹا پڑھے کہ تین آیتوں کی مقدار نہ ہو مم شامی نے کہا کہ بعض خطیب جو درود سرِ خطبہ میں درود پڑھنے کے وقت اپنا منہ دہنے اور بائیں کو پھیرتے ہیں تو ابن حجر نے شرح منہاج میں لکھا ہے کہ یہ بدعت ہے یعنی اس کو ترک کرنا چاہیے تنبیہ آج کل یہ دستور ہو رہا ہے کہ جب خطیب خطبۂ اوّل کو پڑھ کر بیٹھتا ہے تو لوگ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے لگتے ہیں اس لیے اس مسئلہ کی تحقیق اس جگہ مناسب معلوم ہوتی ہے ابوداؤد میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبے پڑھا کرتے تھے اس طرح کہ منبر پر چڑھ کر بیٹھتے جب تک کہ موذن فارغ ہوتا پھر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے پھر بیٹھتے اور کلام نہ کرتے پھر

Marfat.com

کھڑے ہوتے اور خطبہ پڑھتے طحطاوی نے کہا کہ اس جلوس میں کوئی دعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہوئی اور شمس الائمہ سرخسی نے شرح ہدایہ میں فرمایا کہ خطیب کو درمیان دو خطبوں کے جدائی کے لیے جلسہ اتنا کرنا چاہیے کہ تمام اعضا اس کے قرار پا جائیں اور اس جلسہ میں دعا کرنا بدعت ہے اور سغنانی نے لکھا ہے کہ ہاتھ اٹھانا دعا کے لیے دو خطبوں کے درمیان میں غیر مشروع ہے اور جامع الخطیب میں ہے کہ ہاتھ اٹھانا دعا کے لیے دو خطبوں کے بیچ میں حرام ہے اور شیخ عبدالحق نے شرح مشکوۃ میں حدیث مذکورۂ بالا کے ذیل میں لکھا ہے کہ کلام نہ کرتے اس کے یہ معنی کہ نہ دعا مانگتے نہ دعا کے سوا اور کوئی بات کرتے اور یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ جمعہ میں ساعت دعا کے قبول ہونے کی امام کے منبر پر چڑھنے کے وقت سے نماز کے پورا ہونے تک ہے تو ملا علی قاری نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ یہی وقت ہے کہ غیر امام کو کلام اس وقت میں حرام ہے اور دعا سے مراد وہ دعا ہے جو امام سب مسلمانوں کے لیے پڑھتا ہے خطبہ اور نماز کے اندر پس اس سے یہ نہیں ثابت ہو سکتا کہ امام یا سننے والے جلسہ کے اندر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگیں اور اس امر میں ۱۳۰۲ھ ہجری میں ایک استفتا ہوا تھا تمام علمائے دہلی و رامپور و بریلی نے یہی لکھا کہ دونوں خطبوں کے بیچ میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا درست نہیں اگر کوئی بدون ہاتھ اٹھائے اور بدون زبان ہلائے دل میں دعا مانگے تو اس کا مضائقہ نہیں چنانچہ بحرالرائق اور فتح الباری میں مصرح ہے اور عمارۃ بن رویبہؓ نے جب بشر بن مروان کو خطبہ میں ہاتھ اٹھائے دعا مانگتے دیکھا تھا تو بد دعا دی تھی چنانچہ ترمذی میں مروی ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ بدعت خلفاء مروانیہ کے زمانہ میں پیدا ہوئی اللہ تعالیٰ اتباع شریعت ہم کو اور سب دینداروں کو نصیب کرے اور بے اصل بدعتوں سے محفوظ رکھے اور دین خالص پر ہمارا خاتمہ کرے آمین ویجہر بالثانیۃ لا کالاولی ویبدأ بالتعوذ سراً اور پکار کر پڑھے دوسرے خطبہ کو مگر نہ مثل اول کے یعنی اول کو زیادہ بلند آواز سے پڑھے اور دوسرے کو اس سے کم اور شروع کرے اول خطبہ کو اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم آہستہ کہہ کر یعنی اول اعوذ پڑھے پھر حمد و ثنائے الٰہی پھر شہادتیں پھر درود شریف پھر وعظ و نصیحت اور قرآن مجید کی آیت اور بخلیس میں کہا کہ دوسرا خطبہ مثل اول کے ہے مگر اس میں وعظ کی جگہ مسلمانوں کے لیے دعا مانگے بحرالرائق میں کہا کہ دوسرے خطبہ میں ایک آیت کا پڑھنا مسنون ہے کذا فی الشامی ویندب ذکر الخلفاء الراشدین والمعین لا الدعاء للسلطان وجوزہ القہستانی اور مستحب ہے ذکر کرنا خلفاء راشدین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو عم بزرگوار یعنی حضرت حمزہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم اجمعین کا نہیں مستحب ہے دعا مانگنا خطبہ میں بادشاہ کے لیے اور جائز رکھا ہے اس کو قہستانی نے م شامی نے کہا کہ جائز ہونے سے یہ اشارہ ہوا کہ مستحب نہیں اور باب الامامۃ میں جو شارح نے لکھا ہے کہ دعا امام کی نیک بختی کے لیے واجب ہے وہ اس قول کے مخالف نہیں کیونکہ یہاں خاص خطبہ کا ذکر ہے ویکرہ تحریما وصفہ بما لیس فیہ اور مکروہ تحریمی ہے صفت بیان کرنی بادشاہ کی ایسے امور سے کہ اس میں نہ ہوں مثلاً عادل کہنا جس صورت میں کہ وہ ظالم ہو کیونکہ یہ وصف بیان کرنا خطیب کا جھوٹ ہوگا ویکرہ تکلمہ فیہا الا لامر بمعروف لا منہا اور مکروہ ہے کلام کرنا خطیب کا خطبہ کے اندر مگر امر بالمعروف کرنے کے لیے کلام مکروہ نہیں کیونکہ یہ کلام تو خطبہ ہی ہے یعنی اچھی بات کا حکم کرنا جزو ہے خطبہ کا طحطاوی نے کہا کہ کلام کی کراہت کو مطلق بیان کیا تو ظاہر اکراہت تحریمی ہے ومن السنۃ جلوسہ فی مخدعہ عن یمین المنبر ولبس السواد وترک السلام من خروجہ الی دخولہ فی الصلوۃ وقال الشافعی اذا استوی علی المنبر سلم مجتبیٰ اور سنت ہے بیٹھنا امام کا اپنے حجرہ میں منبر کے داہنے طرف اور پہننا سیاہ لباس کا اور نہ سلام کرنا خطبہ کے لیے نکلنے کے وقت سے نماز میں داخل ہونے تک اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ جب منبر پر بیٹھے تو سلام کرے کذا فی المجتبیٰ ہم مخدع بروزن منبر قاموس میں لکھا ہے اور سیوطی نے بروزن مکتب اور معنی بیان کیا ہے وہ خلوت خانہ ہے جو مسجد کے اندر بنا ہو تو جن مسجدوں میں ایسا مکان منبر کے داہنے طرف نہ ہو وہاں امام دہنی طرف بیٹھے اور قبل خطبہ کے محراب کے اندر خطیب کو نماز پڑھنا مکروہ ہے کذا فی الشامی وطہارۃ وستر عورۃ قائماً اور مسنون ہے دونوں خطبوں کا پڑھنا طہارت اور ستر عورت کے ساتھ کھڑا ہو کر یعنی یہ تینوں باتیں مسنون ہیں شرط نہیں پس اگر خطبہ بے وضو پڑھے گا یا ہوا دینے سے برہنگی کھل جائے گی یا بیٹھ کر پڑھے گا تو جائز ہوگا کراہت کے ساتھ اور اس کا اعادہ واجب

Marfat.com

دہ ہو گا کذا فی الطحطاوی وہل ہی قائمۃ مقام رکعتین الاصح لاذکرہ الزیلعی بل کشطر ہا فی الثواب اور کیا خطبہ قائم مقام دو رکعتوں کے ہے صحیح تر یہ ہے کہ نہیں ذکر کیا ہے اس کو زیلعی نے بلکہ ثواب میں نصف نماز جمعہ کے مانند ہے ف یعنی یہ جو اثر میں وارد ہے کہ خطبہ نصف صلوۃ ہے اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ظہر کی دو رکعتوں کے قائم مقام خطبہ ہے جیسے جمعہ کا دوگانہ قائم مقام اس کی دو رکعتوں کے ہے تو اس سے یہ نکلتا ہے کہ نماز کی شرطیں خطبہ میں بھی ہونی چاہئیں شارح اس اثر کی تاویل بیان کرتا ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ خطبہ کا ثواب جمعہ کی نماز سے آدھا ہوتا ہے نہ یہ کہ ظہر کی دو رکعتوں کے قائم مقام ہو اور نماز کی شرطیں اس میں لازم آویں کذا فی الشامی ولو خطب جنبا ثم اغتسل وصلی جاز اور اگر خطبہ پڑھا حالت جنابت میں پھر نہایا اور نماز پڑھائی جائز ہے یعنی نہانا فاصل متصور نہ ہو گا کیونکہ نماز کے اعمال میں سے ہے لیکن بہتر ہے اعادہ کرنا خطبہ کا کذا فی البحر ولو فصل باجنبی فان طال بان رجع لبیتہ فتعدی او جامع واغتسل استقبل خلافہ ای لزوما لبطلان الخطبۃ سراج لکن یجئ انہ لایشترط اتحاد الامام والخطیب اور اگر خطبہ اور نماز میں فعل اجنبی کا فاصلہ کیا تو اگر فاصلہ بہت ہوا اس طرح کہ امام اپنے گھر پر چلا آیا اور کھانا کھایا یا صحبت کی اور نہایا تو خطبہ از سر نو پڑھے کذا فی الخلاصۃ یعنی واجب ہے از سر نو پڑھنا بسبب باطل ہو جانے خطبہ کے کذا فی السراج لیکن آگے آوے گا کہ شرط نہیں ہے ایک ہونا نماز پڑھانے والے اور خطبہ پڑھنے والے کا یعنی بعض صورتوں میں اعادہ ضرور نہ ہو گا مثلاً خطیب خطبہ پڑھ کر کسی کو نماز پڑھانے کے لیے نائب کر کے گھر جاوے تو اس صورت میں اعادہ خطبہ کا نہیں کذا فی الشامی والسادس الجماعۃ واقلہا ثلثۃ رجال ولو غیر الثلثۃ الذین حضروا الخطبۃ سوی الامام بالنص لانہ لابد من الذاکر وہو الخطیب وثلاثۃ سواہ بنص فاسعوا الی ذکر اللہ اور چھٹی شرط صحت جمعہ کی جماعت ہے اور کمتر حد جماعت کا تین مرد ہیں سوائے امام کے نص کے سبب سے اگرچہ سوا ان تین شخصوں کے ہوں جو خطبہ میں موجود ہوں اس لیے کہ آیت فاسعوا الی ذکر اللہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ذکر کرنے والا ہو وہ تو خطیب ہے اور تین اس کے سوا ہوں تاکہ صیغہ جمع ان پر صادق ہو ف تین مردوں کو مطلق رکھنے سے معلوم ہوا کہ اگر غلام یا مسافر یا بیمار یا اعمی یا گونگے ہوں گے تب بھی جمعہ درست ہو گا اور مرد کی قید سے لڑکے اور عورتیں نکل گئیں کہ وہ کسی حال میں امام ہونے کی لیاقت نہیں رکھتے اور امام ابو یوسف کے نزدیک مع امام کے تین مرد شرط جماعت کے ہیں کذا فی الطحطاوی فان نفروا قبل سجودہ وقالا قبل التحریمۃ بطلت پس اگر جماعت کے لوگ چلے جائیں پہلے سجدہ کرنے امام کے تو جمعہ باطل ہو جاوے گا یعنی اب ظہر کی نماز از سر نو پڑھے اور صاحبین نے فرمایا کہ اگر تحریمہ سے بیشتر چلے جائیں تب جمعہ باطل ہو گا تو صاحبین کے نزدیک بعد تحریمہ کے اگر جائیں گے تو جمعہ باطل نہ ہو گا امام اس کو پورا کرے وان بقی ثلثۃ رجال ولو اناث بالنساء او نفروا بعد سجودہ وقاموا او رکوعہ رکعا او نفروا بعد الخطبۃ وصلی بالاخرین لا تبطل وتمت جمعۃ اور اگر جماعت میں تین مرد رہ گئے یا بعد سجدہ کرنے امام کے سب چلے گئے یا بعد تحریمہ یا خطبہ کے چلے گئے لیکن پھر چلے آئے امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہو گئے یا خطبہ کے بعد چلے گئے اور امام نے دوسرے مقتدیوں کے ساتھ نماز پڑھی جو خطبہ میں نہ تھے تو ان صورتوں میں جمعہ باطل نہ ہو گا اور امام اس نماز کو جمعہ ہی پورا کرے شارح نے کہا کہ ثلثہ سے مرد مراد ہیں اسی لیے ماتن نے اس لفظ کو ت کے ساتھ ذکر کیا کہ اعداد میں سے کر دس تک مذکر کے لیے ت کے ساتھ آتے ہیں طحطاوی نے کہا کہ یہ کیا ضرور ہے کہ مذکر پورے مرد ہوں لڑکے بھی تو اسی طرح ثلثہ پورے جاتے ہیں اور بعد سجدہ کے آدمیوں کے چلے جانے سے اس لیے جمعہ پڑھے کہ جماعت شرط بقا کی نہیں اور نفروا بعد الخطبۃ کے ذکر کی حاجت نہیں کیونکہ اس کو شارح پہلے کہہ چکا ہے کہ اگر تین مرد خطبہ سننے والوں کے سوا ہوں والسابع الاذن العام من الامام وہو یحصل بفتح ابواب الجامع للوارد ین کافی فلا یغیر غلق باب القلعۃ للعدو او لعادۃ قدیمۃ لان لذلک العام یقررا لہ وغلقہ یمنع العدو لا الکسلی نعم لو لم یغلق لکان احسن کافی مجمع الانہر معزیا لشرح عیون المذاہب قال وہذا اولی مما فی البحر والمنح فلیحفظ اور ساتویں شرط صحت جمعہ کی اذن عام ہے امام کی طرف سے یا اس کے نائب کی طرف سے جو جمعہ کے قائم کرنے کا اختیار رکھتا ہے اور اذن عام حاصل ہوتا ہے مسجد جامع کے دروازوں کے کھلے رکھنے سے واردوں کے لیے یعنی جن پر ادائے جمعہ واجب ہے ان کی روک نہ ہو کذا فی الکافی اس سے معلوم ہوا

Marfat.com

کہ مزنح اذن مشروط نہیں دروازوں کا کھلا رہنا اور مکلفین جمعہ کا وہاں جانا کافی ہے تو نہیں ضرر کرتا بند کرنا دروازہ قلعہ کا دشمن کے سبب سے یا عادت قدیم کی جہت سے اس لیے کہ اذن عام ثابت ہے شہر کے باشندوں کو اور بند کرنا دشمن کی روک کے لیے ہے نہ نمازی کے منع کرنے کو ہاں اگر بند نہ کیا جاوے یعنی جب کہ خوف دشمن کا نہ ہو تو بہتر ہے چنانچہ مجمع الانہر میں ہے منسوب شرح عیون المذاہب کی طرف صاحب مجمع الانہر نے کہا کہ ضرر نہ کرنا قفل دروازہ قلعہ کا بہتر ہے اس قول سے جو بحر الرائق اور منح الغفار میں ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم بحر الرائق میں مذکور ہے کہ جب حاکم قلعہ کے دروازے مقفل کرے اور اس میں اپنے لشکر اور باشندگان قلعہ کے ساتھ جمعہ پڑھے تو جمعہ جائز نہ ہوگا چنانچہ ماتن آگے بیان کرتا ہے **فلو دخل امیر حصنا او قصروا غلق بابہ فصلی باصحابہ لم تنعقد ولو فتح واذن للناس بالدخول جاز وکرہ** پس اگر داخل ہوا کوئی حاکم قلعہ میں یا اپنے محل میں اور بند کر دیا دروازہ قلعہ یا محل کا اور نماز پڑھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ تو جمعہ منعقد نہ ہوگا کیونکہ اذن بظاہر نماز کے وقت چاہیے تو یہ اس صورت میں حاصل نہ ہوگا اور اگر دروازہ کو کھول دیا اور لوگوں کو اندر آنے کی اجازت دی تو جمعہ درست ہوگا اور مکروہ ہوگا وجہ کراہت کی یہ کہ جامع مسجد کو ترک کیا کذا فی الطحطاوی **فالامام فی دینہ ودنیاہ الی العامۃ محتاج فسبحان من تنزہ عن الاحتیاج** کیونکہ امام اپنے دین اور دنیا میں عوام کا محتاج ہے تو پاک ہے وہ ذات جو احتیاج سے پاک ہے یعنی دنیا میں امام کو عوام کی حاجت ہے واسطے حفاظت سلطنت اور کاروبار ملکی اور فوج کشی وغیرہ کے اور دین کے امور مثل جمعہ اور عیدین کے بدون عوام کے میسر نہیں تو دونوں میں محتاج عوام کا ہوا **وشرط لافتراضہا تسعۃ تخص بہا** اور مشروط ہیں جمعہ کی فرضیت کے لیے نو شرطیں جو خاص ہیں جمعہ کے لیے ہم ماتن نے شرائط فرضیت کی گیارہ لکھی ہیں مگر چونکہ عقل و بلوغ خاص جمعہ کے لیے نہیں بلکہ ہر نماز فرض کے واسطے ہیں اس لیے شارح نے نو کو خاص جمعہ کے لیے کہا **اقامۃ بمصر واما المتفصل عنہ فان کان یسمع النداء تجب علیہ عند محمد** وبہ یفتی کذا فی الملتقی وقدمنا عن الولوالجیۃ تقدیرہ بفرسخ ورجح فی البحر اعتبار عودہ لبیتہ بلا کلفۃ شرط اول فرضیت جمعہ کی مقیم ہونا ہے شہر میں یعنی مسافر پر واجب نہیں نہ اس پر جو شہر یا متصل شہر کے مقیم نہ ہو اور شہر سے علیحدہ رہنے والا اگر اذان کی آواز سنتا ہو تو جمعہ اس پر واجب ہے امام محمد کے تنویک اور اسی پر فتویٰ ہے ایسا مذکور ہے ملتقی میں اور پہلے ہم نے ولوالجیہ سے نقل کیا ہے کہ گرد شہر کا اندازہ ایک فرسنگ ہے یعنی تین میل اور ترجیح دی ہے بحر الرائق میں اعتبار کرنے نماز کے لوٹ آنے کو اپنے گھر بدون مشقت کے ہم پہلے بیان ہو چکا ہے کہ میل و فرسنگ وغیرہ کے فاصلہ کا کچھ اعتبار نہیں بلکہ گرد شہر وہی ہے جس میں اس کے منافع کی چیزیں ہوتی ہوں **وصحۃ** الحق بالمریض المرض والشیخ الفانی اور دوسری شرط فرضیت جمعہ کی تندرستی ہے یعنی بیمار پر جمعہ واجب نہیں اور لاحق کیا گیا ہے بیمار سے بیمار دار یعنی جو بیمار کی خبر گیری کرتا ہو اس طرح کہ اگر مثلاً وہ چلا جائے تو بیمار کی کوئی خبر نہ لے کذا فی الحلیہ اور شامل کیا گیا ہے بیمار سے شیخ فانی یعنی بہت بوڑھا جو چلنے پھرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو **وحرۃ** والاصح وجوبہا علی مکاتب ومبعض واجیر ویسقط من الاجر بحسابہ ولو لعبدا والا لا اور تیسری شرط وجوب جمعہ کی آزاد ہونا ہے کہ غلام پر جمعہ واجب نہیں اور صحیح تر قول یہ ہے کہ جمعہ واجب ہے مکاتب پر اور اس غلام پر جس کا ایک حصہ آزاد ہو گیا اور بقیہ کے لیے کمائی کرتا ہو اور واجب ہے مزدور پر اور ساقط ہو جائے گی مزدوری اجرت کے حساب سے اگر مزدور مسجد جامع سے دور ہو اور اگر پاس ہوگا تو مزدوری ساقط نہ ہوگی یعنی مثلاً اتنا دور ہے کہ نماز کو جانے اور آنے میں چوتھائی دن یعنی ایک پہر لگتا ہے تو اس روز کی اجرت میں سے چہارم وضع ہو جائے گا اس کا مطالبہ مالک سے نہیں کر سکتا کذا فی الشامی ولو اذن لہ مولاہ وجبت وقیل یخیر جوہرہ ورفع فی البحر التخییر اور اگر غلام کو آقا نے نماز کی اجازت دی تو جمعہ واجب ہے اور بعض فقہا نے کہا ہے کہ غلام کو اختیار ہے چاہے جمعہ پڑھے چاہے ظہر پڑھے اپنے مقام پر اور ترجیح دی ہے بحر الرائق میں اختیار دینے کو وذکورۃ محققۃ اور چوتھی شرط جمعہ کے واجب ہونے کی مرد ہونا ہے یقیناً یعنی عورتوں اور خنثیٰ مشکل پر جمعہ واجب نہیں **وبلوغ وعقل** ذکرہ الزیلعی وغیرہ ولیس خاصین اور پانچویں شرط جمعہ کے واجب ہونے کی بالغ

Marfat.com

ہونا ہے اور چھٹی شرط عاقل ہونا یعنی لڑکے نابالغ اور مجنون پر واجب نہیں ذکر کیا ہے اس کو زیلعی وغیرہ نے اور یہ دونوں باتیں جمعہ کے لیے خاص نہیں بلکہ ہر ایک فرض کی فرضیت کے لیے شرط ہیں **وجود البصر فتجب علی الاعور** اور ساتویں شرط ہے موجود ہونا بینائی کا اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ واجب ہے کانے پر شامی نے کہا اسی طرح واجب ہے چندھے پر مگر اندھے پر واجب نہیں اگرچہ اس کو پہنچانے والا میسر ہو **وقدرتہ علی المشی بلا مشقۃ** فی البحر بان سلامۃ احد بصریہ کاف فی الوجوب لکن قال الشمنی وغیرہ لا تجب علی مقطوع الرجل ولا مفلوجہا اور آٹھویں شرط فرضیت جمعہ کی قادر ہونا نمازی کا ہے چلنے پر یقین کیا ہے بحر الرائق میں کہ درست ہونا ایک پاؤں کا نمازی کے لیے کافی ہے واجب ہونے میں لیکن شمنی وغیرہ نے کہا ہے کہ واجب نہیں اس شخص پر جس کی ٹانگ فالج زدہ ہو یا کٹی ہو م شامی نے ابو سعود سے ان دونوں روایتوں میں تطبیق اس طرح نقل کیا ہے کہ مراد بحر الرائق کی ایک پاؤں کی سلامتی سے یہ ہے کہ لنگڑا پن مانع مسجد کے جانے کا نہ ہو اور غرض شمنی وغیرہ کی یہ ہے کہ مسجد تک نہ جا سکتا ہو اور شارع کو مناسب تھا کہ بجائے احد بصریہ کے احد رجلیہ کہتا اس لیے کہ رجل مونث ہے **وعدم حبس وعدم خوف وعدم مطر شدید** ۃ دخل وملح نحوہما اور نویں شرط فرضیت جمعہ کی محبوس نہ ہونا ہے اور دسویں شرط خوف کا نہ ہونا مثلاً حاکم یا چوروں وغیرہ سے اور گیارھویں شرط نہ ہونا سخت بارش اور کیچڑ اور برف اور ان کے مثل کا جیسے شدت کا جاڑہ یا آندھی م ماتن نے شرائط وجوب کے گیارہ بیان کیے اور ہم نے جو پیشتر قطعہ لکھا تھا اس میں چھ شرطیں مذکور تھیں یعنی پانچ شرطیں آخر کی ان گیارہ میں سے جو صحت کے قطعہ کی ایک شرط بے عذر ہونے میں داخل ہیں **وفاقدہا ای ہذہ الشروط او بعضہا ان اختار العزیمۃ وصلاہا وہو مکلف** بالغ عاقل **وقعت فرضا عن الوقت** لئلا یعود علی موضوعہ بالنقض وفی البحر ہی افضل الا للمرأۃ اور جس شخص میں یہ سب شرطیں وجوب کی نہ ہوں یا بعض نہ ہوں اگر وہ عزیمت اختیار کرے اور جمعہ پڑھے حالانکہ وہ مکلف یعنی بالغ اور عاقل ہو تو اس کا جمعہ فرض واقع ہوگا ظہر کے عوض میں تاکہ اس کے حق میں جو چیز شریعت نے وضع کی ہے وہ معزز نہ پڑے اور بحر الرائق میں ہے کہ جمعہ سب عذر والوں کے حق میں افضل ہے ظہر سے مگر عورت کے لیے ظہر افضل ہے اس لیے کہ اس کی نماز گھر کے اندر افضل ہے م عزیمت حکم شرعی ہے مقابل رخصت کے یعنی رخصت میں شارع کی طرف سے تخفیف ہوتی ہے اور عزیمت میں مشقت تو چونکہ مسافر و مریض وغیرہ کو حکم ہوا جمعہ نہ کے ترک کرنے کا اور ظہر کے پڑھنے کا تو ان کے حق میں ظہر کا پڑھنا سہولت کی وجہ سے رخصت ہے اور جمعہ کا ادا کرنا مشقت کے لحاظ سے عزیمت تو جب اس نے مشقت گوارا کر کے جمعہ کو ادا کیا پس اگر اب ہم اس کے جمعہ کو صحیح نہ رکھیں اور اس پر ظہر لازم کریں تو اس پر اور مشقت رکھی جائے گی اور اس کے حق میں جو سہولت موضوع تھی وہ مشقت ہو جائے گی کذا فی الشامی **ویصلح للامامۃ فیہا من صلح اماما لغیرہا فجازت لمسافر وعبد ومریض وتنعقد** الجمعۃ بہم ای بحضورہم بالطریق الاولی اور لیاقت امامت کی رکھتا ہے جمعہ میں وہ شخص کہ امام ہونے کے لائق ہو غیر جمعہ میں پس جائز ہے امام ہونا مسافر اور غلام اور بیمار کا اور منعقد ہو جاتا ہے جمعہ ان کے حاضر ہونے سے بطریق اولیٰ م امام شافعی نے فرمایا ہے کہ ان لوگوں کی امامت تو صحیح ہے مگر ان کے سوا اگر کوئی مقتدی نہ ہو تو جمعہ نہ ہوگا اس لیے ماتن نے کہا کہ جمعہ ان سے ہو جاتا ہے کیونکہ جب ان میں لیاقت امام ہونے کی ہے تو لیاقت مقتدی ہونے کی بطریق اولیٰ ہوگی کذا فی العنایہ **وحرم لمن لا عذر لہ صلوٰۃ الظہر قبلہا** اما بعدہا فلا یکرہ غایۃ فی یومہا بمصر لکونہ سببا لتفویت الجمعۃ وہو حرام اور حرام ہے اس شخص کو کہ عذر نہ ہو ظہر کا پڑھنا جمعہ سے پیشتر جمعہ ہی کے دن میں شہر کے اندر لیکن بعد جمعہ کے ظہر کا پڑھنا مکروہ نہیں کذا فی غایۃ البیان شارع نے کہا کہ پیشتر جمعہ کے ظہر پڑھنا اس لیے حرام ہے کہ ظہر سبب ہوتا ہے واسطے فوت ہونے جمعہ کے اور جمعہ کو فوت کرنا حرام ہے تو جو چیز حرام کا سبب ہوگی وہ بھی حرام ہے م شامی نے کہا فی یومہا متعلق ہے واقعا محذوف سے جو حال ہے ظہر کا یعنی اسی روز کا ظہر حرام ہے نہ اس سے پیشتر کا اور شہر کی قید اس لیے لگائی کہ اگر گاؤں میں قبل جمعہ ظہر پڑھے گا تو مکروہ نہ ہوگا قدوری وغیرہ کتب فقہیہ میں نماز ظہر کو قبل ادا جمعہ مکروہ لکھا ہے اور ماتن نے حرام اور صاحب بحر الرائق نے کراہت ہی ثابت کی ہے فان فعل ثم ندم وسعی جرہ اتباعا للآیۃ ولو گان فی المسجد لم تبطل الا بالشروع قیدہ بقولہ الیہا لانہ لو خرج لحاجتہ او مع فراغ

Marfat.com

الامام اولم یقیما اصلا لم تبطل فی الاصح فالبطلان به مقید بامکان ادراکها بان انفصل عن باب داره والامام فیها ولو لم یدرکها لبعد المسافة فالاصح انه لا تبطل سراج لبطل ظهره لا اصل الصلوة ولا ظهر من اقتدی به ولم یسع اور کها اولا بلا فرق بین معذور وغیره علی المذهب پس اگر غیر معذور نے جمعہ سے پیشتر ظہر پڑھ لیا پھر نادم ہوا اور جمعہ کی طرف سعی کی یعنی جمعہ پڑھنے کو چلا اس طرح کہ اپنے مکان کے دروازہ سے باہر ہوا تو اس کا ظہر باطل ہو گا یعنی فرضیت باطل ہو گی نہ اصل نماز بلکہ نماز نفل ہو جائے گی اور نہ باطل ہو گا ظہر اس شخص کا جس نے غیر معذور مذکور کے پیچھے نماز پڑھی ہو گی اور جمعہ کے لیے سعی نہ کی ہو گی خواہ ظہر کے پڑھنے والے کو سعی کے بعد جمعہ ملے یا نہ ملے دونوں صورت میں فرض ظہر باطل ہوں گے بدون فرق کے درمیان معذور اور غیر معذور کے مذہب صحیح کے بموجب شارح نے کہا کہ ماتن نے چلنے کو سعی سے تعبیر کیا بسبب اتباع آیت کے یعنی آیت میں فاسعوا الی ذکر اللہ ہے اس لیے ماتن نے سعی کہا اور ماتن نے قید جمعہ کی طرف سعی کی اس لیے لگائی کہ اگر ظہر پڑھنے والا اپنے کام کو نکلے یا اس وقت نکلے کہ امام کا فارغ ہونا اور اس کا نکلنا ایک ساتھ ہو یا امام نے جمعہ کو سرے سے قائم ہی نہ کیا ہو تو ظہر باطل نہ ہو گا صحیح تر قول میں کیونکہ ان صورتوں میں اس کی سعی جمعہ کی طرف نہ ہو گی پس باطل ہونا ظہر کا سعی سے مقید ہے جمعہ کے پا سکنے کے ساتھ اور اگر بعد مسافت کے سبب سے جمعہ کو نہ پایا تو صحیح تر یہ ہے کہ ظہر باطل نہ ہو گا کذا فی السراج م شامی نے کہا کہ امکان جمعہ کے ملنے کی قید جو شارح نے لگائی سو صحیح نہیں اور سراج کے مسئلہ میں جو لا تبطل نقل کیا ہے اس میں لا غلط ہے کیونکہ بحر الرائق میں کہا ہے کہ بطلان مطلق رکھنے سے وہ صورت بھی شامل ہو گئی کہ جمعہ کو نہ پایا ہو دوری فاصلہ کی جہت سے حالانکہ سعی کے وقت امام جمعہ پڑھتا تھا یا شروع ہی نہیں کیا تھا اور یہ قول بلخیوں کا ہے اور سراج میں کہا کہ یہی صحیح ہے اس لیے کہ نمازی جمعہ کی طرف چلا اس وقت کہ جمعہ اس کو ابھی تک فوت نہیں ہوا انتہی اور معذور کو ہر چند حکم سعی کا نہیں تو چاہیے تھا کہ اس کا ظہر باطل ہوتا مگر سعی کو اپنے اوپر لازم کر لینے سے وہ بھی غیر معذور کے حکم میں شامل ہو گیا وکرہ تحریما لمعذور ومحبوس ومسافر اداء ظهر بجماعة فی مصر قبل الجمعة وبعدها لتقلیل الجماعة وصورة المعارضة اور مکروہ تحریمی ہے معذور اور محبوس اور مسافر کو ادا پڑھنا ظہر کا جماعت سے شہر کے اندر جمعہ سے پہلے اور پیچھے بسبب کم ہو جانے جماعت کے اور صورت مقابلہ کے ہم ادا کی قید سے معلوم ہوا کہ ظہر قضا کی جماعت ان لوگوں کو مکروہ نہیں اسی طرح گاؤں والوں کو جماعت ظہر مکروہ نہیں اور شہر میں وجہ کراہت یہ ہے کہ جمعہ کی جماعت کم ہو جائے گی یعنی معذوروں کو پڑھتے دیکھ کر اگر کوئی غیر معذور شریک ہو جائے گا تو جماعت اسی قدر کم ہو جائے گی اور دوسری وجہ معارضہ ہے یعنی حکم اقامت جمعہ کا ہے تو دوسری جماعت کی اقامت مقابلہ اور معدول حکمی ہے کذا فی الطحطاوی وافاد ان المساجد تغلق یوم الجمعة الا الجامع اور مصنف نے ظہر کی نماز جماعت سے پڑھنے کو مکروہ تحریمی بنا کر یہ افادہ کیا کہ تمام مسجدیں جمعہ کے روز بند کی جائیں سوائے جامع مسجد کے یعنی اس لیے کہ مسجدیں اجتماع کی جگہ ہیں تو ان کے بند رکھنے سے اجتماع کی نوبت ہی نہ پہنچے گی وکذا اهل مصر فاتتهم الجمعة فانهم یصلون الظهر بغیر اذان ولا اقامة ولا جماعة اور اسی طرح مکروہ ہے جماعت سے ظہر پڑھنا شہر والوں کو جن کو جمعہ نہ ملا ہو بلکہ وہ ظہر پڑھیں بدون اذان و تکبیر اور جماعت کے ویستحب للمریض تاخیرها الی فراغ الامام وکره ان لم یوخر هو الصحیح اور مستحب ہے بیمار کو دیر کر پڑھنا نماز ظہر کا امام کے فارغ ہونے تک جمعہ سے اور مکروہ تنزیہی ہے اگر تاخیر نہ کرے یہی صحیح ہے ومن ادرک فی تشهد او سجود سهو او تشهده علی القول به فیها یتمها جمعة خلافا لمحمد کما یتم فی العید اتفاقا کما فی الفتح اور جو شخص جمعہ میں ملے التحیات کے اندر یا سجدہ سہو کے اندر یا سجدہ سہو کے تشہد میں وہ تمام کرے جمعہ یعنی دوگانہ پڑھے شارح نے کہا کہ یہ ان لوگوں کے قول کے بموجب ہے جو سجدہ سہو جمعہ میں کرنے کو کہتے ہیں یعنی متاخرین کے نزدیک اولیٰ یہ ہے کہ کثرت ازدحام کے باعث جمعہ وغیرہ میں سجدہ سہو نہ کرے تو اس قول کے بموجب سجدۂ سہو یا اس کے تشہد میں نہ مل سکے گا دوگانہ تمام کرے شیخین کے نزدیک بخلاف امام محمد کے کہ ان کے نزدیک اگر ایک رکعت سے کم ملے تو جمعہ نہ تمام کرے بلکہ ظہر ادا کرے جیسے تمام کرے دوگانہ عید کا بالاتفاق چنانچہ فتح القدیر کے باب العیدین میں ہے یعنی اگر عید کے تشہد یا سجدۂ سہو میں ملے تو بالاتفاق دو رکعتیں پوری کرے لکن فی السراج از عند محمد لم یصر مدرکا لیکن سراج میں ہے کہ نمازی امام محمد کے نزدیک عید کا پانے والا نہ ہو گا یعنی

Marfat.com

تشہد میں ملنے کی صورت میں عید کی نماز امام محمد کے نزدیک نہ ہوگی بلکہ نفل پوری کرے اور عید کی طرح نہ پڑھے بلکہ بلا زائد تکبیروں کے پورا کرے شامی نے کہا کہ قول اول صحیح ہے یعنی بالاتفاق عید کا دوگانہ پورا کرے **وینوی جمعہ لاظہرا** بالاتفاق فلو نوی الظہر لم یصح اقتداؤہ اور نیت کرے تشہد میں ملنے والا جمعہ کی نہ ظہر کی بالاتفاق تو اگر ظہر کی نیت کرے گا تو اس کا اقتداء[1] درست نہ ہوگا بالاتفاق ثم الظاہر انہ لا فرق بین المسافر وغیرہ نہر بحثا پھر ظاہر یہ ہے کہ نہیں فرق ہے مسافر اور غیر مسافر میں کذا فی النہر بحث ظہیریہ میں ذکر کیا ہے کہ اگر مسافر تشہد میں جمعہ کے ملے تو وہ چار رکعتیں پڑھے اس لیے شارح نے ذکر کیا کہ مسافر اور غیر مسافر اس میں برابر ہیں شیخین کے نزدیک جمعہ ہی پورا کریں **واذا خرج الامام من الجرۃ ان کان دالافقیامہ للصعود شرع الجمع فلا صلوۃ ولا کلام الی تمامہا** وان کان فیہا ذکر الظلمۃ علی الاصح اور جب امام حجرہ سے نکلے اگر حجرہ ہو ورنہ امام کا کھڑا ہونا منبر پر چڑھنے کے لیے معتبر ہے کذا فی شرح الجمع تو اس وقت سے نہ کوئی نماز ہے نہ کلام خطبہ کی تمامی تک اگرچہ خطبہ میں ذکر ظالموں کا ہو صحیح تر قول کے بموجب م مقابل قول اصح کا یہ ہے کہ جب ظالموں کا ذکر خطبہ میں ہو اس وقت کلام درست ہے اور کان کو مذکر لانا باعتبار مکان کے ہے کذا فی الطحطاوی **خلا قضاء فائتۃ لم یسقط الترتیب بینہا وبین الوقتیۃ** فانہا لا تکرہ سراج وغیرہ لضرورۃ صحۃ الجمعۃ والا لا کوئی نماز خطبہ کے وقت جائز نہیں سوائے قضا پڑھنے اس فائتہ کے جس میں اور وقتی نماز یعنی جمعہ کے درمیان میں ترتیب ساقط نہ ہوئی ہو کہ فائتہ کا پڑھنا مکروہ نہیں کذا فی السراج وغیرہ بلکہ اس کا پڑھنا واجب ہے بسبب ضرورت درست ہونے جمعہ کے یعنی صاحب ترتیب اگر فائتہ نماز نہ پڑھے گا تو اس کا جمعہ صحیح نہ ہوگا اس لیے اس کے پڑھنے کا مضائقہ نہیں اور اگر ترتیب نہ رہی ہو تو قضا کا پڑھنا بھی خطبہ کے وقت مکروہ ہے دلو خرج وہو فی السنۃ او بعد قیامہ لثالثۃ النفل تیمم فی الاصح وخفف القراءۃ اور اگر امام خطبہ کے لیے نکلا اور نمازی سنتیں پڑھتا ہے یا نفل کی تیسری رکعت کو کھڑا ہونے کے بعد امام نکلا تو وہ شخص سنتیں اور نفل جو کچھ پڑھتا ہے تمام کرے صحیح تر قول میں اور قراءت چھوٹی پڑھے یعنی بقدر واجب پر اکتفا کرے کذا فی الطحطاوی **وکل ما حرم فی الصلوۃ حرم فیہا ای فی الخطبۃ خلاصہ وغیرہا فیحرم الاکل والشرب والکلام ولو تسبیحا او رد سلام او امر بمعروف بل یجب علیہ ان یستمع ویسکت بلا فرق بین قریب وبعید** فی الاصح محیط اور جو امور کہ حرام ہیں نماز میں وہ حرام ہیں خطبہ کے اندر کذا فی الخلاصہ وغیرہا پس حرام ہے خطبہ کے وقت کھانا اور پینا اور کلام کرنا اگرچہ سبحان اللہ کہنا ہو یا سلام کا جواب دینا یا اچھی بات کا حکم کرنا ہو بلکہ واجب ہے آدمی پر کہ خطبہ سنے اور چپ رہے بدون فرق کے درمیان نزدیک اور دور کے شخصوں کے صحیح تر قول میں کذا فی المحیط اور قول ضعیف یہ ہے کہ خطبہ سے دور ہو تو کلام کا مضائقہ نہیں شامی نے کہا کہ تسبیح کو اتین کے قول پر متفرع کرنے میں کلام ہے اس لیے کہ تسبیح نماز میں حرام نہیں اور امر بالمعروف سے مطلب مستثنیٰ ہے چنانچہ پہلے بیان ہوا ولا یرد تحذیر من ضریر ونحوہ بلا کہ لانہ یجب لحق الآدمی وہو محتاج الیہ والانصات لحق اللہ تعالیٰ وبناہ علی المسامحۃ اور اعتراض نہیں وارد ہوتا قولنا اس شخص کا جس کے ہلاک کا خوف ہو یعنی اگر کسی آدمی کو خطبہ کے وقت کنوئیں کے پاس دیکھے مثلاً اور خوف ہو کہ کنوئیں میں گر جائے گا تو لازم ہے کہ اس شخص کو ہوشیار کر دے کیونکہ ہوشیار کرنا واجب ہے آدمی کے حق کی جہت سے اور آدمی اپنے حق کا محتاج ہے اور سکوت خطبہ کے وقت اللہ تعالیٰ کے حق کے لیے ہے اور بنا اس حق کی درگذر پر ہے یعنی اللہ تعالیٰ غنی ہے اس سے درگذر فرما سکتا ہے وکان ابو یوسف ینظر فی کتابہ فلعلہ امام ابو یوسف جب خطبہ سے دور ہوتے تو خطبہ کے وقت اپنی کتاب دیکھا کرتے اور قلم سے اس کو صحیح کیا کرتے م شامی نے کہا کہ یہ مبنی ہے قول ضعیف پر کہ اگر دور ہو تو کلام کرنا اور کتاب کا دیکھنا جائز ہے والاصح انہ لا باس بان یشیر برأسہ او یدہ عند رؤیۃ منکر اور صحیح تر یہ ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں اپنے سر یا ہاتھ سے اشارہ کرنے کا وقت دیکھنے بری بات کے یعنی زبان سے منع کرنا حرام ہے کذا فی الطحطاوی والصواب

[1] اس لیے کہ اتحاد نماز امام اور مقتدی کا شرط ہے صحت اقتدا کی اور وہ اس صورت میں پایا نہ جائے گا ۱۲

Marfat.com

انہ یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند سماع اسمہ فی نفسہ اور صواب یہ ہے کہ درود پڑھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وقت سننے آپ کے اسم مبارک کے اپنے جی میں ہم یعنی آہستہ درود پڑھے کہ اپنے آپ سنے دوسرے کو آواز نہ جاوے اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ درود دل میں پڑھے کذا فی الشامی ولا یجب تشمیت عاطس ولا رد سلام بہ یفتی اور واجب نہیں جواب دینا چھینکنے والے کا اور نہ جواب دینا سلام کا اسی پر فتویٰ ہے طحطاوی نے کہا کہ اگر چھینکنے والا الحمد للہ کہے تو آہستہ کہے کہ دوسرا نہ سنے وکذا یجب الاستماع لسائر الخطب کخطبۃ نکاح وختم وعید علی المعتمد اور اسی طرح واجب ہے سنتا سب خطبوں کا مثل خطبہ نکاح اور خطبہ ختم قرآن اور خطبہ عید کے قول معتمد پر وقالا، الاباس بالکلام قبل الخطبۃ وبعدہا واذا جلس عند الثانی اور صاحبین نے کہا نہیں مضائقہ کلام کا خطبہ کے پیشتر اور بعد خطبہ کے یعنی جب امام حجرہ سے نکلے تو جب تک خطبہ شروع نہ کرے اس وقت تک کلام کا مضائقہ نہیں اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جب امام بیٹھے اس وقت بھی کلام کا مضائقہ نہیں والخلاف فی کلام یتعلق بالآخرۃ اما غیرہ فیکرہ اجماعا اور خلاف امام صاحب اور صاحبین کا اس کلام میں ہے کہ آخرت سے متعلق ہو اور غیر کلام آخرت یعنی دنیاوی کلام مکروہ ہے بالاتفاق وعلی ہذا فالترقیۃ المتعارفۃ فی زماننا تکرہ عندہما لا عندہ اور اس خلاف پر ترقیہ جو ہمارے زمانہ میں مروج ہے مکروہ ہوگا امام صاحب کے نزدیک نہ صاحبین کے نزدیک ہم ترقیہ اس کو کہتے ہیں کہ مکبر امام کے سامنے کھڑا ہو کر اول یہ آیت پڑھتا ہے (انّ اللہ وملٰئکتہ یصلّون علی النبی) آخر تک پھر حدیث صحیحین کی پڑھتا ہے کہ جب تو نے اپنے ساتھی سے جمعہ کے روز کہا کہ خاموش ہو اس وقت کہ امام خطبہ پڑھتا ہے تو تو نے لغو کیا تو ہر چند یہ پڑھنا کلام آخرت ہے مگر امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز کذا فی الشامی مختصرا واما یفعلہ المؤذنون حال الخطبۃ من الترضی ونحوہ فمکروہ اتفاقا وتمامہ فی البحر اور جو رضی اللہ عنہ اور مثل اس کے مؤذن خطبہ کے وقت کرتے ہیں سو یہ تو مکروہ ہے بالاتفاق اور اس کا بیان بحر الرائق میں ہے ہم مؤذنوں کا دستور بعض عرب کے شہروں میں ہے کہ جب امام نام خلفاء واصحاب کا لیتا ہے تو وہ بآواز بلند رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اور جب سلطان کا نام لیتا ہے تو خلد اللہ ملکہ یا اور کلمہ دعا کو پکار کر کہتے ہیں تو یہ حرکت ان کی مکروہ ہے طحطاوی نے کہا کہ بحر الرائق میں سوائے عجب کے جس کو شارح بیان کرتا ہے اور کچھ بیان نہیں والعجب من المرتی ینہی عن الامر بالمعروف بمقتضی حدیثہ ثم یقول انعتوار حکم اللہ قلت الاان یحمل علی قولہما فتنبہ اور تعجب ہے ترقیہ پڑھنے والے سے کہ منع کرتا ہے امر معروف سے اپنی حدیث کی مقتضا کے اعتبار سے پھر کہتا ہے چپ رہو خدا تعالیٰ تم پر رحم کرے میں کہتا ہوں مگر یہ کہ اس کا یہ کہنا محمول ہو صاحبین کے قول پر آگاہ رہنا ہم یعنی جب مرتی نے حدیث بیان کی تو اس کا مضمون اس بات کو مقتضی ہے کہ امر بالمعروف سے بھی زبان بند کرنی چاہیے تو پھر آپ ہی اس پر عمل نہ کرنا اور لوگوں کو خاموشی کا امر کرنا تعجب کی بات ہے ہاں اس کا امر صاحبین کے قول کے موافق درست ہو سکتا ہے کیونکہ وہ قبل خطبہ کے ترقیہ وغیرہ کرتا ہے اور صاحبین کے نزدیک قبل خطبہ امر بالمعروف کا مضائقہ نہیں ویجب السعی الیہا وترک البیع ویبطل السعی فی المسجد اعظم وزرا بالاذان الاول فی الاصح وان لم یکن زمن الرسول بل فی زمن عثمانؓ اور واجب ہے جمعہ کی طرف چلنا اور بیع کو ترک کرنا اگرچہ بیع چلتے چلتے کرتا ہو اذان اول کے ہونے پر صحیح تر قول میں اگرچہ یہ اذان عہد مبارک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ تھی بلکہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں ہوئی اور مسجد کے اندر یا اس کے دروازہ پر بیع میں مشغول رہنا بڑا گناہ ہے ہم بیع سے مراد وہ امر ہے جو نماز جمعہ سے باز رکھے تو اگر سوا بیع کے کسی اور کام میں مشغول رہے گا اور سعی نہ کرے گا تو مکروہ تحریمی ہوگا اور سعی کی حالت میں بیع کرنا اگر خارج سعی نہ ہو تو سراج میں کہا ہے کہ مکروہ نہیں چنانچہ شارح نے بھی آخر باب البیع الفاسد میں لاباس بہ لکھا ہے پھر اس میں اختلاف ہے کہ اذان اول کون سی ہے تو بعض نے کہا کہ اذان اول وہ ہے جو منبر کے سامنے خطبہ سے پہلے ہوتی ہے اس پر کہ باعتبار شروع ہونے کے وہی اول ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ

لہ اس سے معلوم ہوا کہ یہ جو بعض لوگ اللھم انصر من نصر دین محمد سنتے وقت درود پڑھتے ہیں ناجائز ہے ۱۲

Marfat.com

علیہ وسلم کے عہد مبارک اور خلافت حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ میں بھی ایک اذان ہوتی تھی جب حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں آدمی بہت ہوئے تو آپ نے زوراپر ایک اذان اور بڑھادی اور صحیح تر قول یہ ہے کہ اذان اول وہی ہے جو وقت میں اول ہو یعنی جو اذان زوال کے بعد منارہ پر ہوتی ہے کذا فی الشامی وافاد فی البحر صحۃ اطلاق الحرمۃ علی المکروہ تحریما اور بحرالرائق میں حرمت کا بولنا مکروہ تحریمی پر صحیح بتایا ہے م اذان کے وقت بیع کو صاحب ہدایہ نے حرام کہا ہے حالانکہ وہ مکروہ تحریمی ہے شارح صاحب ہدایہ کی طرف سے عذر بیان کرتا ہے کہ مکروہ تحریمی کو حرام کہنا صحیح ہے چنانچہ بحرالرائق میں افادہ کیا کذا فی الشامی ویؤذن ثانیا بین یدیہ ای الخطیب افاد بوحدۃ الفعل ان المؤذن اذا کان اکثر من واحد اذنوا احدا بعد واحد ولا یجتمعون کما فی الجلالی والتمرتاشی ذکرہ القہستانی اذا جلس علی المنبر اور مؤذن اذان دے دوسری بار سامنے خطیب کے جب وہ منبر پر بیٹھے یعنی خطبہ پڑھنے کے لیے شارح نے کہا کہ ماتن نے فعل یؤذن کو بصیغۂ واحد لانے سے افادہ کیا کہ مؤذن جب ایک سے زیادہ ہوں تو اذان ایک بعد دوسرے کے کہیں سب مل کر نہ کہیں چنانچہ جلالی اور تمرتاشی میں ہے ذکر کیا ہے اس کو قہستانی نے م طحطاوی نے کہا کہ یہ افادہ اس وقت ہے کہ یؤذن کو بصیغۂ معروف پڑھیں اور جس صورت میں مجہول پڑھیں تو افادہ مذکور ظاہر نہ ہوگا فاذا تم اقیمت ویکرہ الفصل بامر الدنیا ذکرہ العینی جب امام خطبہ تمام کرلے تو تکبیر کہی جائے اور مکروہ ہے فاصلہ کرنا خطبہ اور تکبیر میں کسی دنیا کے امر کو ذکر کیا ہے اس کو عینی نے م یعنی آخر خطبہ کا متصل ہو تکبیر کے شروع سے اور امر دنیا کی قید اس لیے لگائی کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فاصلہ مکروہ نہیں اور یہ جو دوسرے خطبہ میں خطیب منبر سے ایک سیڑھی اترتے ہیں پھر چڑھتے ہیں یہ بدعت شنیعہ ہے کذا فی الشامی طحطاوی نے بحرالرائق سے نقل کیا کہ مسنون ہے منبر کا ہونا قبلہ کے بائیں طرف[1] اور امام کا سورہ جمعہ اور منافقون پڑھنا اور زاہدی نے ذکر کیا ہے سورۂ اعلیٰ اور غاشیہ کا پڑھنا لا ینبغی ان یصلی بالقوم غیر الخطیب لانہما کشیٔ واحد مناسب نہیں کہ سوائے خطبہ پڑھنے والے کے دوسرا شخص لوگوں کو نماز پڑھادے اس لیے کہ خطبہ اور نماز دونوں ایک ہی چیز ہیں کیونکہ شرط اور مشروط میں اور مشروط بدون شرط کے پایا نہیں جاتا تو اس لیے دونوں کا فاعل ایک ہونا مناسب ہے کذا فی الشامی فان فعل بان خطب صبی باذن السلطان وصلی بالغ جاز ہو المختار پس اگر ایسا کیا جائے کہ امام جدا ہو اور خطیب جدا اس طرح کہ خطبہ پڑھے ایک لڑکا نابالغ سلطان کی اجازت سے اور نماز کوئی بالغ پڑھا تو درست ہے یہی مختار ہے م لڑکے کی قید اس لیے لگادی کہ یہ وہم نہ ہو کہ لڑکے کا خطبہ پڑھنا جائز نہیں اور اذن سلطان کی قید خطبہ میں لگائی نہ نماز میں تاکہ معلوم ہو کہ خطبہ میں اذن ضروری ہے نہ نماز میں کذا فی الطحطاوی لا باس بالسفر یومہا اذا خرج من عمران المصر قبل خروج وقت الظہر کذا فی الخانیہ لکن عبارۃ الظہیریۃ وغیرہا بلفظ دخول بدل خروج نہیں مضائقہ ہے سفر کا دن جمعہ کے جب کہ نکل جائے شہر کی آبادی سے پہلے نکل جانے وقت ظہر کے کذا فی الخانیہ مگر عبارت ظہیریہ اور اس کے سوا دوسری کتابوں کی بلفظ دخول ہے عوض خروج کے یعنی آبادی سے نکل جائے پیشتر داخل ہونے وقت ظہر کے م سفر سے مراد ہے ایسی جگہ جانا جس کے باشندوں پر جمعہ واجب نہ ہو کذا فی الشامی وقال فی شرح المنیۃ والصحیح انہ یکرہ السفر بعد الزوال قبل ان یصلیہا ولا یکرہ قبل الزوال اور شرح منیہ میں کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ سفر کرنا بعد زوال کے جمعہ پڑھنے سے پہلے مکروہ ہے اور زوال سے پیشتر مکروہ نہیں کیونکہ زوال کے پیشتر اس پر جمعہ واجب نہیں م اس قول کو شارح نے ظہیریہ کی تائید کے لیے بیان کیا اس غرض سے کہ معلوم ہو جائے کہ خانیہ کا قول ضعیف ہے کذا فی الطحطاوی القہستانی اذا دخل المصر یومہا ان نوی المکث ثمۃ ذلک الیوم لزمہ الجمعۃ وان نوی الخروج من ذلک الیوم قبل وقتہا او بعدہ لا تلزمہ لکن فی النہر ان نوی الخروج بعدہ لزمتہ والا وفی شرح المنیۃ ان نوی المکث الی وقتہا لزمتہ وقیل لا گاؤں کا رہنے والا جب شہر میں جمعہ کے روز داخل ہوا اگر شہر میں اس نے اس روز نیت ٹھہرنے کی کی تب تو اس پر جمعہ لازم ہوگا اور اگر اسی روز چلے جانے کی جمعہ کے وقت

[1] یعنی امام جب قبلہ رخ ہو تو اس کی داہنی طرف منبر پڑھے ۱۲

Marfat.com

سے پہلے یا پیچھے تو جمعہ لازم نہ ہوگا لیکن نہر الفائق میں ہے کہ اگر جانے کی نیت بعد جمعہ کے وقت کے کرے گا تو اس پر جمعہ لازم ہوگا اور نہیں تو لازم نہ ہوگا اور شرح منیہ میں ہے کہ اگر ٹھہرنے کی نیت وقت جمعہ تک کرے گا تو جمعہ لازم ہوگا اور ایک قول یہ ہے کہ لازم نہ ہوگا شامی نے کہا کہ قروی بفتح قاف وسکون راء نسبت ہے قریہ کی طرف کی لاتلزم لو قدم مسافر یومها ملی لزم ان لا یخرج یومها ولم ینو الاقامة نصف شہر جیسے جمعہ لازم نہیں اگر مسافر آیا جمعہ کے دن شہر میں اس ارادہ سے کہ اس روز روانہ نہ ہوگا اور پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کی یعنی اگر نیت اقامت کرے گا تو جمعہ واجب ہو جائے گا یخطب الامام لسیف فی بلدة فتحت به لمکة والا کالمدینة امام خطبہ پڑھے تلوار حمائل کئے اس شہر میں کہ تلوار سے فتح ہوا ہو جیسے مکہ معظمہ ہے اور اگر تلوار سے فتح نہ ہوا ہو تو وہاں تلوار لے کر خطبہ نہ پڑھے جیسے مدینہ منورہ ہے فی الحاوی القدسی اذا فرغ المؤذنون قام الامام والسیف فی یساره وهو متکئ علیه حاوی قدسی میں ہے کہ جب موذن فارغ ہو جائیں خطیب کے سامنے اذان دینے سے تو خطیب کھڑا ہوا اور تلوار اپنے بائیں ہاتھ میں لے کر اس پر سہارا کرے ہم طحطاوی نے کہا یہ قول مخالف ہے تحقیق بحر الرائق کے کیونکہ اس میں تلوار کا حمائل کرنا لکھا ہے لیکن صاحب نہر الفائق نے یہ توجیہ کی کہ تلوار کو حمائل کرے پھر اس کی نوک زمین پر ٹھہرا کر اس پر ہاتھ کا سہارا دے تاکہ دونوں باتیں حاصل ہو جائیں وفی الخلاصة یکره ان یتکی علی قوس او عصا اور خلاصہ میں ہے کہ مکروہ ہے خطیب کو سہارا لگانا کمان پر یا لاٹھی پر ہم حلیہ میں خلاصہ پر اعتراض کیا ہے کہ ابو داؤد کی حدیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ میں لاٹھی یا عصا پر سہارا دے کر کھڑا ہونا ثابت ہے پھر مکروہ کیسے ہوگا بلکہ محیط میں ہے کہ جیسے کھڑا ہونا خطبہ میں سنت ہے اسی طرح عصا کا لینا بھی مسنون ہے کذا فی الشامی فروع مسائل ملحقہ شارح کے سمع النداء وهو یاکل ترکه ان خاف فوت جمعة او مکتوبة لجماعة ایک شخص نے اذان سنی اور وہ کھانا کھاتا ہے تو کھانا ترک کرے اگر خوف ہو جمعہ کے نہ ملنے یا فرض نماز کے فوت ہونے کا نہ ترک کرے کھانا اگر خوف ہو جماعت کے فوت ہونے کا کیونکہ ایسا کھانا جو رکھنے سے بگڑ جائے یا جس کی طرف آدمی کا دل مشتاق ہے وہ عذر ہے جماعت کے ترک کرنے کا چنانچہ گذرا ستاتی سعی بعید الجمعة وحوائجه ان معظم مقصوده الجمعة قال ثواب السعی الیها وبهذا یعلم من شرک فی عبادة فالعبرة للاغلب ایک گاؤں والا شہر کو چلا جمعہ کے قصد سے اور اپنی دیگر حاجات کے لیے اگر زیادہ تر مقصود اس کا جمعہ کا پڑھنا ہے تو اس کو جمعہ کی طرف چلنے کا ثواب ملے گا اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص عبادت میں شرک کرے یعنی دوسرا کوئی مطلب اس میں ملائے خالص اللہ تعالیٰ کے لیے نہ رکھے تو اعتبار غالب تر کا ہوگا مثلاً حج میں ارادہ تجارت کا کرے تو ثواب عبادت اسی وقت ہوگا کہ مقصود غالب حج ہو کذا فی الشامی الافضل حلق الشعر وقلم الظفر بعدها بہتر ہے بالوں کا منڈوانا اور ناخن کا ترشوانا بعد نماز جمعہ کے ہم تاتارخانیہ میں لکھا ہے کہ نماز جمعہ سے پیشتر بالوں اور ناخنوں کا ترشوانا اچھا نہیں کیونکہ جمعہ میں کیفیت حج کی سی ہے تو جیسے حج میں بعد فراغت حج کے ان کا ترشوانا چاہیے ایسے ہی جمعہ میں بعد نماز افضل ہے باقی بیان اس مسئلہ کا کتاب الحظر والاباحة جلد چہارم میں دیکھنا چاہیے لا باس بالتخطی مالم یاخذ الامام فی الخطبة ولم یؤذ احدا الا ان لا یجد الا فرجة امامه فیتخطی الیها للضرورة مضائقہ نہیں گردنوں پر کو پھاندنا بشرطیکہ امام نے خطبہ شروع نہ کیا ہو اور بشرطیکہ کسی کو ایذا نہ دے مگر یہ کہ اس کو سوائے خالی جگہ کے اپنے سامنے کوئی جگہ نہ ہو تو اس خالی جگہ کے پھرنے کو پھاند جاوے ضرورت کی وجہ سے ہم یعنی لوگوں پر سے پھاندنا ایک حل ہے تو خطبہ کی حالت میں جائز نہیں اسی طرح اور دوں کو ایذا دینا درست نہیں کہ پھاندنے میں کسی کا کپڑا اڑا دے کسی کے بدن پر پاؤں رکھ دے ہاں اگر اگلی صف میں فرجہ چھوٹا ہو اور اس کے بھرنے کے لیے کسی کو اس قسم کی ایذا دے تو ضرورت کی وجہ سے درست ہے بشرطیکہ اور کوئی جگہ نہ ہو کذا فی الشامی ویکره التخطی للسوال بکل حال اور مکروہ ہے گردنوں پر سے پھاندنا سوال کے لیے ہر حال میں یعنی خواہ ایذا کسی کو ہو یا نہ ہو ہم مسجد میں سوال کرنے اور سائل کے دینے میں اختلاف ہے کہ درست ہے یا نہیں نہر الفائق میں کہا کہ اگر سائل نمازیوں کے سامنے کو نہ گذرے اور گردنوں کو پھاندے اور نہ اصرار کے ساتھ طلب کرے تب تو مانگنا اور اس کو دینا درست ہے ورنہ مکروہ ہے کذا فی البزازیہ وسئل علیه السلام عن ساعة الاجابة فقال ما بین جلوس الامام

Marfat.com

الی ان یتم الصلوٰۃ وھو الصحیح وقیل وقت العصر والیہ ذہب المشائخ کما فی التاتارخانیۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا حال دعا کے قبول ہونے کی ساعت کا تو آپ نے فرمایا کہ وہ ساعت امام کے خطبہ کے لیے بیٹھنے سے لے کر اس وقت تک ہے کہ نماز کو پورا کرے اور یہی صحیح ہے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ ساعت عصر کا وقت ہے اور اسی قول کی طرف گئے ہیں مشائخ چنانچہ تاتارخانیہ میں ہے فی المحیط میں ہے کہ جمعہ کے اندر ایک ساعت ہے کہ جو مسلمان بندہ اس میں کھڑا ہوا نماز پڑھے پھر اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگے تو اس کو اللہ تعالیٰ وہ چیز عنایت ہی کرتا ہے اس ساعت میں اختلاف ہے کہ کون سی ہے اور سب اقوال بیالیس ہیں جن میں سے دو قول صحیح ہیں ایک تو یہ کہ وہ ساعت خطبہ کے لیے بیٹھنے کے وقت سے ہے نماز کے پورا ہونے تک چنانچہ مسلم اور ابوداؤد نے حضرت ابوموسیٰؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے تو اس قول کے بموجب دعا اپنے دل میں مانگے اس لیے کہ خطبہ میں سکوت کا حکم ہے اور دوسرا قول یہ کہ ساعت مذکور جمعہ کی پچھلی ساعت ہے اس کو مالک اور احمد اور ابوداؤد اور نسائی اور ترمذی نے جابر اور ابن جریر اور ابوہریرہ سے روایت کیا ہے اور غالباً مشائخ کی مراد یہی ساعت ہے جس کو شارح نے وقت عصر سے تعبیر کیا ہے کذا فی الشامی وفیہا سئل بعض المشائخ الیلۃ الجمعۃ افضل ام یومہا فقال یومہا اور تاتارخانیہ میں ہے کہ بعض فقہا سے سوال ہوا کہ جمعہ کی رات بہتر ہے یا جمعہ کا دن انھوں نے فرمایا کہ جمعہ کا دن افضل ہے اس لیے کہ رات کو فضیلت صرف نماز جمعہ کے باعث سے ہے اور نماز دن کو ہوتی ہے وذکر فی احکامات الاشباہ مما اختص بہ یومہا قراۃ الکہف فیہ ومن ثم عطفہ علی قولہ ویکرہ افرادہ بالصوم وافراد لیلتہ بالقیام فقدوہم وفیہ یجتمع الارواح وتزار القبور ویامن المیت من عذاب القبر ومن مات فیہ او فی لیلتہ امن من عذاب القبر ولا یسجر فیہ جہنم وفیہ یزور اہل الجنۃ ربہم تعالیٰ اور اشباہ کے احکام جمعہ میں مذکور ہے کہ جن امور سے جمعہ کے روز مخصوص ہے ایک سورہ کہف کا پڑھنا ہے جمعہ کے دن یا رات میں کیونکہ حدیث میں وارد ہے کہ جو کوئی سورہ کہف جمعہ کو پڑھے تو ایک جمعہ سے دوسرے تک محفوظ رہتا ہے مع تین دن زیادہ کے اور جس شخص نے قرأت کہف کا عطف الاشباہ والے کے اس قول پر سمجھا ہے کہ مکروہ ہے تنہا روز جمعہ کا روزہ رکھنا اور تنہا اس کی رات کا جاگنا تو اس نے غلطی کی یعنی اس لیے کہ مسنون چیز کو مکروہ میں شامل کر دیا اور جمعہ کے دن روحیں اکٹھی ہوتی ہیں اور اسی دن میں قبروں کی زیارت ہوتی ہے اور مردہ عذاب قبر سے مامون رہتا ہے اور جو شخص جمعہ کے دن یا رات میں مرتا ہے وہ عذاب قبر سے محفوظ رہتا ہے اور اس روز میں دوزخ گرم نہیں کی جاتی اور جمعہ کے روز جنت والے اپنے پروردگار جلشانہ کے دیدار سے مشرف ہوتے ہیں ہم اشباہ کے احکام جمعہ میں مذکور ہے کہ جمعہ بہت سی باتوں سے مخصوص ہے نماز جمعہ کا لازم ہونا اور اس کے لیے جماعت کا شرط ہونا اور سوائے امام کے تین مردوں کا ہونا اور نماز سے پیشتر خطبہ کا ہونا اور خاص سورتوں کا پڑھنا اور نماز سے پیشتر سفر کا حرام ہونا موافق اس کی شرط کے اور مسنون ہونا اس کے غسل کا اور خوشبو لگانا اور اچھا لباس پہننا اور بال اور ناخن بنوانے لیکن بعد جمعہ کے افضل ہیں اور مسجد کو خوشبو سے بسانا اور جمعہ کی نماز کو سویرے جانا اور جب تک خطیب نکلے عبادت میں مشغول رہنا اور نہ مسنون ہونا دیر کرنے کا نماز جمعہ میں اور مکروہ ہونا تنہا اس کے روزہ کا اور تنہا اس کی رات میں جاگنے کا اور اس میں سورۂ کہف کا پڑھنا اور نہ مکروہ ہونا نفل کا اس کے ٹھیک دوپہر میں بموجب قول امام ابویوسف کے جو صحیح اور معتمد ہے اور ہفتہ کے دنوں میں اس کا بہتر ہونا اور اس کا روز عید ہونا اور اس میں دعا قبول ہونے کی ساعت کا ہونا اور ارواح کا اس روز اکٹھا ہونا اور قبروں کی زیارت کرنی اور مردہ کا اس روز عذاب قبر سے محفوظ رہنا اور جو شخص اس کے دن یا رات میں مرجائے فتنہ قبر سے اس کا بچا رہنا اور اس روز دوزخ کا گرم نہ ہونا اور اس روز آدم علیہ السلام کا پیدا ہونا اور ان کا جنت سے نکلنا اور جنت والوں کو اس روز دیدار اللہ تعالیٰ کا ہونا تمام ہوا قول اشباہ کا ہر چند ان امور میں سے اکثر ماثور اور شارح کے اقوال میں گذر گئے تھے مگر ایک جا مجتمع ہونے کے لحاظ سے سب کا ترجمہ کر دیا گیا اور دیدار کا جمعہ کو ہونا بعض اشخاص کے لیے ہے اور بعض کو اس سے کم مدت میں اور بعض کو اس سے زیادہ میں ہوا کرے گا یہاں تک کہ عورتوں کو صرف قبل شام کے وقت ہوا کرے گا کذا فی الطحطاوی

Marfat.com

باب العیدین

یہ باب ہے دونوں عیدوں کے احکام میں م مناسبت عید کی جمعہ سے یہ ہے کہ دونوں جماعت سے پڑھی جاتی ہیں اور قرأت دونوں میں باآواز بلند ہوتی ہے اور نماز عید اسی پر واجب ہے جس پر جمعہ واجب ہے اور سوائے خطبہ کے اور شرطیں بھی دونوں کی یکساں ہیں اور جمعہ مقدم اس لیے ہوا کہ اس کا ثبوت کتاب اللہ سے ہے اور سال میں بہت ہوتا ہے کذا فی الشامی سمی بہ لان للہ فیہ عوائد الاحسان ولعودہ بالسرور غالبا اولتفاولا اس روز کا نام اس لیے عید رکھا گیا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے انعام بندوں پر عائد یعنے مکرر ہوتے ہیں اور اس لیے کہ یہ روز اکثر خوشی کے ساتھ رجوع کرتا ہے یا فال کے لحاظ سے کہ جس کو عید آوے خوشی کے ساتھ آوے م لفظ عید کا اصل عود تھا واو کے ساتھ تو واو بسبب کسرہ ماقبل کے ی سے بدل گئی اب چونکہ عود کے معنی رجوع کے ہیں اس لیے عید کے دن کو عید کہنا یا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کھانے پینے سے رمضان میں منع کر دیا تھا عید کے باعث اس کے انعام یعنی افطار نے بندوں پر رجوع کیا یا اس لیے کہ غالبا اس دن میں خوشی کی عادت ہوا کرتی ہے یا یہ فال سمجھ کر کہ خوشی کے ساتھ پھر آوے اس کا نام عید ہوا ویستعمل فی کل یوم فیہ مسرۃ ولذا قیل ؎ عید وعید وعید صرن مجتمعۃ: وجہ الحبیب ویوم العید والجمعۃ: اور مستعمل ہوتا ہے لفظ عید اس روز کے لیے جس میں خوشی ہو اور اسی استعمال کے اعتبار سے یہ شعر کسی نے کہا ہے کہ تین عیدیں متفق ہو گئی ہیں دن حبیب کے دیکھنے کا اور روز عید اور جمعہ کا دن یعنی چونکہ یہ تینوں اوقات خوشی کے ہیں اس لیے شاعر نے ان کو عید کہا فلو اجتمعا لم یلزم الا صلوۃ احدہما وقیل الاولی صلوۃ الجمعۃ وقیل صلوۃ العید کذا فی القہستانی عن التمرتاشی قلت قد راجعت التمرتاشی فرائۃ حکاہ عن مذہب الغیر وبصیغۃ التمریض فتنبہ پس اگر جمعہ اور عید ایک روز پڑیں تو لازم نہیں مگر ایک کی نماز اور بعض نے کہا کہ نماز جمعہ کی بہتر ہے اور بعض نے کہا کہ نماز عید کی ایسا ذکر ہے قہستانی میں تمرتاشی سے میں کہتا ہوں کہ میں نے تمرتاشی کو دیکھا تو معلوم کیا کہ اس نے مسئلہ کو حنفی مذہب کے سوا کسی اور کا قول نقل کیا ہے اور وہ بھی ضعیف کر کے سو آگاہ ہو جا قہستانی کے اس مجمل بیان کرنے کی غلطی پر م جامع صغیر میں ہے کہ اگر عید اور جمعہ ایک روز میں جمع ہوں تو عید سنت ہے اور جمعہ فرض اور دونوں میں سے کوئی ترک نہ کیا جائے تو یہ دونوں قول جو قہستانی میں ہیں کہ جمعہ پڑھے یا عید پڑھے یہ حنفیوں کا مذہب نہیں اور دوسرے مذہب والوں کا بھی قول ضعیف ہے کذا فی الشامی ملتقطا وشرع فی الاولی من الہجرۃ اور مشروع ہوئی عید اول سال ہجری میں م ابوداؤد نے حضرت انسؓ سے روایت کیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو دیکھا کہ لوگ دو دن سال میں کھیلا کرتے ہیں آپ نے پوچھا کہ یہ کیسے دن ہیں انھوں نے عرض کیا کہ ہم ان میں حالت کفر میں کھیلا کرتے تھے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے عوض تم کو دو روز ان سے بہتر بدل دیئے اول عید اضحیٰ دوم عید فطر کذا فی الطحطاوی تجب صلوتہما فی الاصح علی من تجب علیہ الجمعۃ لبشرائطہا المتقدمۃ سوی الخطبۃ فانہا سنۃ بعدہا واجب ہے نماز دونوں عیدوں کی صحیح تر قول میں اس شخص پر جس پر جمعہ واجب ہے مع ان شرطوں جمعہ کے جو پہلے گذریں سوائے خطبہ کے کہ وہ سنت ہے بعد نماز عید کے م اصح قول کا مقابل یہ ہے کہ نماز عید سنت ہے اور بظاہر دونوں قولوں میں مخالفت نہیں اس لیے کہ سنت سے مراد سنت مؤکدہ ہے جو بمنزلہ واجب ہے یا یہ کہ سنت سے یہ غرض کہ ثبوت اس کا سنت سے ہے اور خطبہ عید کی نماز کے بعد سنت ہے یعنی اگر پہلے تو پڑھے گا یا بالکل ترک کر دے گا تو نماز کا اعادہ نہ ہوگا اور برا کرے گا کذا فی الطحطاوی وفی القنیۃ صلوۃ العید فی القری تکرہ تحریما لانہ اشتغال بما لا یصح لان المصر شرط الصحۃ اور قنیہ میں ہے کہ عید کی نماز گاؤں میں مکروہ تحریمی ہے یعنی اس لیے کہ عید پڑھنا گاؤں میں ایسی چیز میں مشغول ہونا ہے جو درست نہیں اس لیے کہ صحت عید کی شرط شہر ہے جو گاؤں میں مفقود ہے م یعنی گاؤں میں عید صحیح نہیں اگر پڑھیں گے تو عید نہ ہوگی نماز نفل جماعت سے ہوگی اور وہ مکروہ ہے جماعت کے ساتھ کذا فی الحلبی وتقدم صلوتہا علی صلوۃ الجنازۃ اذا اجتمعتا لانہ واجب عینا والجنازۃ کفایۃ اور مقدم کی جاوے نماز عید کی جنازہ کی نماز پر جبکہ دونوں نمازیں جمع ہو جائیں اس لیے کہ عید واجب عین ہے یعنی ہر شخص پر اور جنازہ فرض کفایہ ہے کہ دوسروں کے پڑھنے سے ادا ہو جاتا ہے

Marfat.com

م واجب سے مراد یہاں وہ ہے کہ جس کا کرنا لازم ہو خواہ وجوب اصطلاحی کے طور پر ہو جیسا عید میں ہے یا فرضیت کے طور پر چنانچہ جنازہ میں کذا فی الطحطاوی وتقدم صلوۃ الجنازۃ علی الخطبۃ وعلی سنۃ المغرب وغیرہا والعید علی الکسوف اور مقدم کی جاوے جنازہ کی نماز خطبہ عید پر اور مغرب وغیرہ کی سنتوں پر کیونکہ جنازہ کی نماز فرض ہے اور خطبہ عید اور سنتیں مسنون ہیں اور مقدم کی جاوے نماز عید نماز سورج گہن سے م یہ مسئلہ فرضی ہے ورنہ سورج گہن اور عید ایک روز نہیں پڑ سکتی کیونکہ سورج گہن مہینے کی تمامی پر ہوتا ہے اور عید پہلی یا دسویں کو ہوتی ہے لکن فی البحر قبل الاذان عن الحلبی الفتوی علی تاخیر الجنازۃ عن السنۃ فاقرہ المصنف کانہ الحاقا لہا بالصلوۃ لیکن بحر الرائق میں کچھ پیشتر اذان سے حلبی سے منقول ہے کہ فتوی جنازہ کو موخر کرنے پر ہے سنت سے اور ثابت رکھا ہے اس کو مصنف نے شاید اس وجہ سے کہ سنتیں نماز فرض میں لاحق ہیں یعنی فرضوں کے تابع ہیں لکن فی آخر احکام دین الاشباہ ینبغی تقدیم الجنازۃ والکسوف حتی علی الفرض ان لم یضق وقتہ فتامل لیکن اشباہ کے احکام دین کے آخر میں ہے کہ مناسب ہے مقدم کرنا جنازہ اور سورج گہن کا حتی کہ فرض پر بھی اگر فرض کا وقت تنگ نہ ہو سو اس کو تامل کرے م یعنی جنازہ کی تاخیر میں مردہ کے بگڑنے کا خوف ہے اور کسوف کی تاخیر میں آفتاب کے روشن اور صاف ہو جانے اور نماز کسوف کے نہ ملنے کا اندیشہ ہے اس لیے ان کی تقدیم کو مناسب کہا مگر یہ بحث ہے صاحب اشباہ کی تو قول مفتی بہ کے سامنے معتبر نہیں ہو سکتی وندب یوم الفطر اکلہ حلوا وتمرا ولو قمرا یا قبل خروجہ الی صلوتہا واستیاکہ واغتسالہ وتطیبہ بمالہ ریح لا لون ولبسہ احسن ثیابہ ولو غیر ابیض اور مستحب ہے عید فطر کے دن کھا لینا نمازی کا کوئی شیرینی گنتی میں طاق مثلاً ایک یا تین یا پانچ خرما اگرچہ نمازی گاؤں کا رہنے والا ہو پیشتر اپنے جانے کے نماز عید کے لیے اور مستحب ہے مسواک کرنا اور غسل کرنا اور خوشبو لگانا اس کا ایسی چیز سے جس میں خوشبو ہو اور رنگ نہ ہو اور مستحب ہے اچھا لباس پہننا اگرچہ سفید نہ ہو م ماتن نے مستحب کہا حالانکہ غسل کو پہلے سنت لکھا ہے اور صحیح یہ ہے کہ کل باتیں سنت ہیں اور ان کو مستحب اس لیے کہا کہ سنت مستحب کو بھی شامل ہے اور بولنا مستحب کا سنت پر اور اس کا عکس درست ہے کذا فی الشامی مختصرا واداء فطرتہ صح عطفہ علی اکلہ لان الکلام کلہ قبل الخروج و من تم اتی بکلمۃ ثم خروجہ لیفید تراخیہ عن جمیع ما مر ماشیا الی الجبانۃ وہی المصلی العام اور مستحب ہے ادا کرنا اپنے فطرہ کا پھر پیادہ جانا جبانہ[1] کی طرف یعنی عیدگاہ کو جہاں سب نماز پڑھتے ہیں شارح نے کہا کہ ادائے فطرانہ کا عطف اکلہ پر درست ہے اس لیے کہ تمام گفتگو روانگی عید سے پیشتر کی باتوں میں ہے اور اسی وجہ سے ماتن لفظ ثم باہر جانے کے پیشتر لایا تاکہ سب اشیاء گذشتہ سے عیدگاہ کو جانا موخر معلوم ہو م یہ جواب ہے سوال مقدر کا اس کی تقریر یہ ہے کہ ادائے فطرہ کا عطف مستحب چیزوں پر کیسے ہو سکتا ہے تو وہ واجب ہے شارح نے جواب دیا کہ یہاں کلام خروج سے پیشتر کی چیزوں میں ہے تو فطرہ کا ادا کرنا پہلے نماز کو جانے سے مستحب ہے گو مطلق ادا کرنا واجب ہے کذا فی الحلبی والواجب مطلق التوجہ والخروج الیہا ای الجبانۃ لصلوۃ العید سنۃ وان وسعہم المسجد الجامع ہو الصحیح اور واجب مطلق جانا ہے اور نکلنا جبانہ کی طرف عید کی نماز کے لئے سنت ہے اگرچہ مسجد جامع سب لوگوں کی گنجایش رکھتی ہو یہی صحیح ہے م یہ بھی جواب ہے سوال کا یعنی نماز کے لئے نکلنا تو واجب ہے امور گذشتہ کے بعد نکلنا یا پیادہ پا نکلنا یا خاص ماتن سنت کیسے کہتا ہے شارح نے جواب دیا کہ مطلق باہر نکلنا واجب ہے عیدگاہ کو جانا واجب نہیں بلکہ یہ سنت ہے کذا فی الشامی ولا باس باخراج منبر الیہا لکن فی الخلاصۃ لا باس بنائہ دون اخراجہ اور نہیں مضائقہ منبر کے لے جانے کا عیدگاہ میں لیکن خلاصہ یہ ہے کہ مضائقہ نہیں منبر کے بنانے کا عیدگاہ میں نہ اس کے باہر لے جانے کا یعنی منبر عیدگاہ میں لیجانا نہ چاہیے م خلاصہ اور ظہیریہ میں کہا کہ مشائخ کا اختلاف ہے عیدگاہ میں منبر بنانے کا بعضوں نے کہا کہ مکروہ ہے . . . . . اور بعضوں نے کہا کہ مکروہ نہیں اس سے معلوم ہوا کہ باہر لے جانا منبر کا سب کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے جو لفظ لا باس سے سمجھا جاتا ہے اور خلاصہ میں خواہر زادہ سے نقل کیا کہ

[1] جبانہ بفتح جیم وتشدید موحدہ وہ نماز کی جگہ ہے جو جنگل میں بنائی جاوے کذا فی المغرب ۱۲

Marfat.com

ہمارے زمانہ میں منبر کا بنا دینا عیدگاہ میں بہتر ہے کذا فی الشامی ولا باس بعودہ راکبا وندب کونہ من طریق آخر اور مضائقہ نہیں نمازی کے لوٹتے میں سوار ہو کر اور مستحب ہے کہ واپس آنا دوسری راہ سے ہو بسبب حدیث بخاری کے کہ جب عید کا دن ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم راہ بدل دیتے تھے کذا فی الشامی واظہار البشاشۃ واکثار الصدقۃ والتہنئۃ تقبل اللہ منا ومنکم لا تنکر اور مستحب ہے ظاہر کرنا خوشی کا اور زیادہ خیرات کا اور انگوٹھی پہننا اور مبارکباد دینا اس لفظ سے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے اور تم سے قبول کرے انکار نہیں کیا جاتا یعنی اس طرح کی مبارکبادی جائز ہے ہم شامی نے کہا کہ مبارکباد دینے میں امام ابوحنیفہؒ سے کچھ ثابت نہیں ہوا مگر صاحب حلیہ نے بہت سے آثار صحیح سندوں کے ساتھ صحابہؓ سے اس کے کرنے میں روایت کیے ہیں پھر بیان کیا کہ یہ امر جائز اور مستحب ہے اور محیط میں ہے کہ مصافحہ کرنا بعد نماز عید[1] کے ہر حال میں مکروہ ہے کیونکہ صحابہ نے اس کو نہیں کیا اور وہ طریق رافضیوں کا ہے اس سے معلوم ہوا کہ معانقہ جو ہندوستان میں رائج ہے وہ بھی بے اصل اور مکروہ ہے ولا یکبر فی طریقہا ولا یتنفل قبلہا مطلقا یتعلق بالتکبیر والتنفل کذا حررہ المصنف تبعا للبحر لکن تعقبہ فی النہر ورجح تقییدہ اور نہ تکبیر پڑھے عید فطر کے راستہ میں اور نہ نفل پڑھے پیشتر نماز عید سے مطلق شارح نے کہا کہ مطلق کی قید تکبیر کہنے اور نفل پڑھنے دونوں سے علاقہ رکھتی ہے یعنی تکبیر کے مطلق نہ کہنے سے یہ غرض کہ نہ آہستہ کہے نہ پکار کر اور نفل کے مطلق نہ پڑھنے سے یہ مراد کہ نہ عیدگاہ میں پڑھے نہ گھر پر البتہ تنفل کیا ہے اس کو مصنف نے بہ تبعیت بحر الرائق کے لیکن اعتراض کیا ہے اس پر نہر الفائق میں اور ترجیح دی ہے قید لگانے تکبیر کی آواز سے ہم جاننا چاہیے کہ امام اور صاحبین کا خلاف اس مقام دو طرح سے منقول ہے ایک قول یہ ہے کہ راہ میں تکبیر نہ کہے امام کے نزدیک اور آہستہ کہے صاحبین کے نزدیک اس قول کو صاحب خلاصہ نے اختیار کیا ہے اور صاحب بحر الرائق نے اس کی تبعیت کی ہے اور اسی قول کو مصنف نے لیا ہے دوسرا قول یہ ہے کہ خلاف تکبیر کی صفت میں ہے یعنی امام کے نزدیک آہستہ پڑھے اور صاحبین کے نزدیک پکار کر اور اس خلاف کو بدائع اور سراج اور ملتقی اور نہایہ وغیرہ کتب مذہب میں اسی طرح نقل کیا ہے صاحب نہر الفائق نے بحر الرائق پر صریح اعتراض کوئی نہیں کیا بلکہ اس کے قول کو مسلم رکھا ہے ہاں پیشتر اس سے یہ لکھا ہے کہ خلاف تکبیر کے آہستہ اور پکار کر کہنے میں ہے علامہ شامی نے حلیہ وغیرہ سے ثابت کیا ہے کہ خلاصہ کا قول غریب اور کتب مشہور کے خلاف ہے اصح یہ ہے کہ صاحبین کے نزدیک تکبیر پکار کر کہے اور امام صاحب کے نزدیک آہستہ یہ نہیں کہ امام کے نزدیک بالکل نہ کہے زاد فی البرہان وقالا الجہر بہ سنۃ کالاضحی وہو روایۃ عنہ ووجہہا ظاہرا قولہ تعالیٰ ولتکملوا العدۃ ولتکبروا اللہ علی ما ہداکم ووجہ الاول ان رفع الصوت بالذکر بدعۃ فیقتصر علی مورد الشرع انتہی زیادہ کیا ہے برہان میں اس قدر کہ جہر سے کہنا تکبیر کا سنت ہے بقول صاحبین مثل عید اضحی کے اور جہر ایک روایت ہے امام اعظم سے اور وجہ اس روایت جہر سے کہنے کی ظاہرا اس ارشاد الٰہی کا ہے اور تاکہ پورا کرو گنتی اور بزرگی بیان کرو اللہ تعالیٰ کی ..... اس پر کہ تم کو اس نے ہدایت کی یعنی اس آیت میں ان روز نعمتوں کا اظہار مقصود ہے اور جہر سے تکبیر کہنا بھی اظہار نعمت میں داخل ہے اور وجہ روایت اول کی یعنی جہر سے تکبیر نہ کہنے کی یہ ہے کہ بلند کرنا آواز کا ذکر میں بدعت ہے پس اکتفا کیا جائے گا مشروع ہونے کے مقام پر ہم بحر الرائق میں ذکر کیا ہے کہ جہر سے تکبیر مسنون نہیں مگر دشمن کے سامنے اور چوروں کے خوف سے اور اسی پر قیاس کیا ہے بعض فقہا نے آگ لگنے اور دوسرے خوف کے مقامات کو شامی نے کہا کہ نہر الفائق پر برہان کے قول کی کچھ زیادتی نہیں بجز اس کے کہ صاحب برہان نے یہ تصریح کی کہ تکبیر جہر سے سنت ہے نہ مستحب وکذا لا یتنفل بعدہا فی مصلاہا فانہ مکروہ عند العامۃ اور اسی طرح نہ نفل پڑھے بعد نماز عید کے عیدگاہ میں کہ یہ نفل مکروہ ہے اکثر فقہا کے نزدیک یعنی مکروہ تحریمی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا پڑھنا ثابت نہیں ہوا کذا فی الطحطاوی وان تنفل بعدہا فی البیت جاز بل یندب التنفل باربع اور اگر نفل پڑھے بعد نماز عید کے گھر میں تو جائز ہے بلکہ مستحب ہے چار رکعتیں نفل پڑھنا

[1] اور ملتقط میں ہے کہ مصافحہ ہر نماز کے بعد مکروہ ہے کیونکہ صحابہ سے ثابت نہیں اور روافضیوں کی سنت ہے ۱۲

Marfat.com

گھر پر م فتح القدیر میں کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر پر واپس تشریف لاکر دو رکعتیں پڑھتے تھے اور قہستانی نے چار کو افضل کہا ہے وہذا للخواص اما العوام فلا ینبغون من تکبیر ولا تنفل اصلا لقلۃ رغبتہم فی الخیرات بحر اور یہ حکم یعنی تکبیر نہ کہنے اور نفل نہ پڑھنے کا خواص کے لیے ہے یعنی جو کسل عبادت میں نہ کریں اور عوام کو تکبیر کہنے اور نفل پڑھنے سے کسی حال میں منع نہ کیا جاوے بسبب کم ہونے ان کی رغبت کے اچھی باتوں میں کذا فی البحر یعنی خواہ تکبیر آہستہ کہیں یا پکار کر اور نفل عیدگاہ میں پڑھیں پہلے نماز سے خواہ بعد نماز سے کذا فی الطحطاوی م عوام کو منع نہ کرنا بحث ہے صاحب بحر کی نہ روایت مذہب یعنی اس وجہ سے منع نہ کیا جائے کہ اس وقت روک دیا جاتا ہے تو پھر خیرات کے گرد نہیں پھرتے سرے سے ترک کر دیتے ہیں کذا فی اش می وفی حاشیۃ بخط ثقۃ وکذا صلوۃ رغائب ویراۃ وقدر اور بحر الرائق کے حاشیہ میں ایک معتبر کے ہاتھ سے لکھا ہوا ہے اور اسی طرح نہ منع کیا جائے عوام کو صلوۃ رغائب اور نماز شب برأت اور نماز شب قدر سے م صلوۃ الرغائب کا حال ہم آخر باب النوافل میں لکھ چکے ہیں کہ جو اس کے باب میں منقول ہے سب موضوع و باطل ہے پھر شارح نے جو یہ حکم حاشیہ سے نقل کیا ہے شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ اس پر اعتماد نہیں ہو سکتا اس لیے کہ فقہا کا اتفاق ہے کہ حدیث موضوع پر عمل کرنا حرام ہے اور ان نمازوں کی حدیث کے موضوع ہونے کی تصریح کر دی ہے اور احکام فقہ گمنام حاشیوں سے بیان نہیں کیے جاتے خصوص وہ حواشی جن کا فساد ظاہر ہو کذا فی الشامی لان علیا رضی اللہ عنہ رای رجلا یصلی بعد العید فقیل اما تمنعہ یا امیر المومنین فقال اخاف ان ادخل تحت الوعید قال اللہ تعالی ارأیت الذی ینہی عبدا اذا صلی اس لیے کہ حضرت علیؓ نے ایک شخص کو بعد عید کے نماز پڑھتے دیکھا تو کسی نے آپ سے کہا کہ اے امیر المومنین آپ اس شخص کو منع نہیں کرتے آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ ڈر ہے کہ کہیں وعید میں نہ داخل ہو جاؤں اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے کیا دیکھا تو نے اس کو جو منع کرتا ہے بندہ کو جب وہ نماز پڑھے م یہ علت ہے اس قول کی جو شارح نے بحر الرائق سے اوپر نقل کیا تھا کذا فی الشامی ووقتہا من الارتفاع قدر رمح فلا تصح قبیل تکون نفلا محرما الی الزوال باسقاط الغایۃ اور وقت نماز عید کا آفتاب کے ایک نیزہ اونچا ہونے سے ہے زوال تک شارح نے کہا کہ اگر ایک نیزہ کی مقدار بلند ہونے سے پیشتر پڑھی جائے گی تو درست نہ ہوگی بلکہ نفل حرام ہوگی اور زوال سے حد ساقط ہے یعنی زوال کا وقت نماز عید کا وقت نہیں م ایک نیزہ کی مقدار بارہ بالشت یعنی تین گز ہے کذا فی الشامی فلو زالت الشمس وہو فی اثنائہا فسدت کما فی الجمعۃ کذا فی السراج قدمناہ فی الاثنی عشریۃ پس اگر ڈھل جاوے آفتاب اور ابھی عید کی نماز میں ہو تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی جیسے جمعہ میں عصر کا وقت آجانے سے فاسد ہو جاتا ہے ایسا مذکور ہے سراج میں اور ہم نے اس کو پیشتر بیان کیا ہے بارہ مسائل اختلافی میں یعنی خلیفہ کرنے کے باب میں م فاسد ہونے سے یہ غرض ہے کہ وصف فاسد ہو جائے گا اور نماز نفل ہو جائے گی کذا فی الشامی ویصلی الامام بہم رکعتین مثنیا قبل الزوائد وہی ثلاث تکبیرات فی کل رکعۃ ولو زاد تابعہ الی ستۃ عشر لانہ ماثور الا ان یسمع من المکبرین فیاتی بالکل اور نماز پڑھاوے لوگوں کو امام دو رکعتیں دعا سبحانک اللہم زائد تکبیروں سے پیشتر پڑھ کر امام تین سے زائد کہے تو مقتدی اس کی متابعت کرے سولہ تکبیروں تک کیونکہ یہ تعداد بھی حدیث میں منقول ہے مگر یہ کہ سنے مکبروں سے تو کل تکبیریں کہے م یعنی اول نیت کر کے دعا پڑھے پھر تکبیریں کہے پھر اعوذ پڑھے کہ وہ تابع قرأت کے ہے اور امام تین سے زائد تکبیریں کہے تو دونوں رکعتوں کو ملا کر سولہ تک متابعت کرے اور اگر مکبر کی آواز پر کہتا ہو تو سولہ

سلہ مگر یہ روایت مخالف ہے اس کے جس کو مروزی نے کتاب العیدین اور صاغانی نے شرح مجمع میں روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عید کے دن نماز سے پہلے نفل پڑھنے کا ارادہ کیا حضرت علیؓ نے اس کو منع فرمایا اس نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالے نماز پر عذاب نہ دے گا حضرت نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالی کسی فعل پر ثواب نہ دے گا یہاں تک کہ اس کو رسول خدا صلعم نہ کر لیں یا ان پر ترغیب دیویں تو تیری نماز عبث ہوگی اور عبث حرام ہے تو غالبا تجھ کو خدا تعالی مخالفت آنحضرت صلعم کے سبب سے عذاب دیگا ۱۲ مجالس ابرار

Marfat.com

سے زائد بھی کہے کہ شاید بکبر نے غلطی کی ہو اور عبید کی جماعت کے لیے ایک شخص سوائے امام کے کافی ہے کذا فی الطحطاوی ویوالی ندبا بین القرأتین ویقرأ کالجمعۃ اور مستحب ہے کہ دونوں قرأت کو پیاپے کرے اور پڑھے مثل جمعہ کے یعنی سورۂ اعلیٰ اور غاشیہ ہم قرأتوں کے پیاپے کرنے سے یہ غرض کہ دوسری رکعت میں زائد تکبیریں بعد قرأت کے کہے تاکہ دونوں رکعتوں کی قرأت میں فاصلہ تکبیروں کا نہ ہو پھر اگر پہلی رکعت میں بھول کر قرأت شروع کر دے تو اگر الحمد اور سورہ پڑھ چکا ہے تب تو نماز کو تمام کرے اور اگر صرف الحمد پڑھی ہے تو زائد تکبیریں کہے اور قرأت پھر سے پڑھے کذا فی الطحطاوی ولو ادرک الموتم الامام فی القیام بعد ما کبر کبر فی الحال برای نفسہ لانہ مسبوق اور اگر مقتدی نے امام کو قیام میں پایا بعد تکبیر کہنے کے تو مقتدی اسی وقت تکبیر کے موافق اپنے مذہب کے اس لیے کہ وہ مسبوق ہے یعنی مسبوق اپنی نماز میں تابع امام کا نہیں تو حنفی تین تکبیریں کہہ کر شامل ہو جاوے کذا فی الطحطاوی ولو سبق برکعۃ یقرأ ثم یکبر ثلاثا یتوالی التکبیر اور اگر ایک رکعت میں مسبوق ہوا ہو تو جب اس کو ادا کرے اول قرأت پڑھے پھر تکبیر کہے تاکہ تکبیریں پیاپے نہ ہو جائیں یعنی دوسری رکعت میں امام کے ساتھ بعد قرأت کے تکبیر کہی تھی تو اگر اپنی رکعت میں اول تکبیریں کہے گا تو تکبیریں پیاپے ہو جاویں گی اور یہ امر صحابہ سے منقول نہیں کذا فی الطحطاوی فلو لم یکبر حتی رکع الامام قبل ان یکبر الموتم لا یکبر فی القیام ولکن یرکع ویکبر فی الرکوع فی الصحیح لان للرکوع حکم القیام فالاتیان بالواجب اولی من المسنون پس اگر مقتدی نے تکبیر کہی یہاں تک کہ امام نے رکوع کیا پہلے مقتدی کی تکبیر سے تو مقتدی قیام میں تکبیر نہ کہے بلکہ رکوع کرے اور رکوع میں تکبیر کہے صحیح قول پر اس لیے کہ رکوع کے لیے قیام کا حکم ہے تو واجب چیز کا ادا کرنا بہتر ہے مسنون سے یعنی تکبیر واجب کا کہنا رکوع کی تسبیح مسنون سے اولیٰ ہے م اور بحر الرائق میں کہا کہ اصح یہ ہے کہ رکوع میں تکبیر نہ کہے ہاں اگر یہ خوف ہو کہ قیام میں تکبیر کہوں گا تو امام رکوع سے سر اٹھالے گا تو اس وقت رکوع میں کہے کذا فی الطحطاوی کما لو رکع الامام قبل ان یکبر فان الامام یکبر فی الرکوع ولا یعود الی القیام لیکبر فی ظاہر الروایۃ فلو عاد ینبغی الفساد نہر جیسے اگر رکوع کرے امام پہلے تکبیر کہنے سے تو امام تکبیر کے رکوع میں اور نہ عود کرے قیام کی طرف تکبیر کہنے کو ظاہر روایت میں پس اگر عود کرے تو چاہیے کہ نماز فاسد ہو کذا فی النہر م حلبی نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوتی اس لیے کہ انتہا یہ ہے کہ اس صورت میں ترک فرض یا واجب کے لیے اور وہ مخل صحت نماز کا نہیں ویرفع یدیہ فی الزوائد ان لم یر امامہ ذلک الا اذا کبر راکعا کما مر فلا یرفع یدیہ علی المختار لان اخذ الرکبتین سنۃ فی محلہ اور اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے زائد تکبیروں میں اگرچہ اس کا امام رفع یدین کا معتقد نہ ہو مگر جب کہ زائد تکبیریں رکوع کی حالت میں کہے تو ہاتھ نہ اٹھائے مذہب مختار پر چنانچہ اوپر گذرا اس لیے کہ پکڑنا دونوں زانوؤں کا سنت ہے اپنے محل میں اور رفع یدین بھی سنت ہے مگر اس کا یہ محل نہیں تو جس کا محل ہے اسی کا اختیار کرنا اولیٰ ہے کذا فی الطحطاوی ولیس بین تکبیرات ذکر مسنون ولذا یرسل یدیہ ویسکت بین کل تکبیرتین مقدار ثلث تسبیحات وہذا یختلف بکثرۃ الزحام وقلتہ اور نہیں ہے عید کی تکبیرات کے درمیان میں کوئی ذکر مسنون اور اسی لیے ان تکبیروں میں ہاتھ لٹکائے رکھے کیونکہ ہاتھ باندھنا اس قیام میں مسنون ہے جس میں کوئی ذکر مسنون ہو اور چپ رہے ہر دو تکبیروں کے درمیان میں مقدار تین بار سبحان اللہ کہنے کے شارح نے کہا کہ مقدار سکوت مختلف ہے کثرت انبوہ اور اس کی قلت کے لحاظ سے یعنی اگر انبوہ کثیر ہو تو وقفہ زیادہ کرے اور کم ہو تو کم اس لیے کہ مقصود یہ ہے کہ اشتباہ دور ہو جائے کذا فی البحر ویخطب بعدہا خطبتین وہما سنۃ فلو خطب قبلہا صح واساء لترک السنۃ ومالیس فی الجمعۃ ویکرہ لیس فیہا ویکرہ اور خطبہ پڑھے بعد نماز عید کے دو خطبے اور وہ دونوں سنت ہیں پس اگر خطبہ پڑھا پہلے نماز کے تو درست ہے اور برا کیا بسبب ترک کرنے سنت کے اور جو چیز کہ جمعہ میں مسنون اور مکروہ ہے وہی نماز عید میں مسنون اور مکروہ ہے م طحطاوی نے کہا کہ دو باتوں کا فرق ہے ایک یہ کہ تکبیر کہنا قبل خطبہ کے عید میں مسنون ہے اور جمعہ میں نہیں دوم یہ کہ بیٹھنا خطبہ سے پیشتر جمعہ میں مسنون ہے اور عید میں نہیں والخطب ثمان بل عشرۃ

Marfat.com

یبدأ بالتحمید فی ثلث خطبۃ جمعۃ واستسقاء ونکاح وینبغی ان تکون خطبۃ الکسوف وختم القرآن کذلک ولم ارہ اور خطبے آٹھ ہیں بلکہ ان میں سے تین کو الحمد للہ کہنے سے شروع کرے اول خطبہ جمعہ کو دوم طلب باران کے خطبہ کو سوم خطبہ نکاح کو اور چاہیے کہ خطبہ کسوف کا اور خطبہ ختم قرآن کا ایسا ہی ہو یعنی الحمد سے شروع ہو اور میں نے اس کا حکم مصرح نہیں دیکھا م شامی نے کہا کہ طلب باران میں صاحبین کے نزدیک خطبہ ہے اور کسوف میں بموجب ایک قول کے خطبہ ہے اس لیے شارح نے دس خطبے بیان کیے ویبدأ بالتکبیر فی خمس خطبۃ العیدین وثلث خطب الحج الا ان التی بمکۃ وعرفۃ یبدأ فیہا بالتکبیر ثم بالتلبیۃ ثم بالخطبۃ کذا فی خزانۃ ابی اللیث اور شروع کرے اللہ اکبر کہنے سے پانچ خطبوں کو دونوں عیدوں کے خطبوں کو اور حج کے تین خطبوں کو مگر یہ کہ جو خطبہ مکہ اور عرفہ میں ہو اس میں اول تکبیر کہے پھر لبیک کہے پھر خطبہ شروع کرے ایسا مذکور ہے خزانۃ ابواللیث میں یعنی جو خطبہ منیٰ میں گیارہویں ذی الحجہ کو ہوتا ہے اس میں لبیک نہ کہے کذا فی الطحطاوی ویستحب ان یستفتح الاولی بتسع تکبیرات تترائی ای متتابعا والثانیۃ بسبع ہوالسنۃ وان یکبر قبل نزولہ من المنبر اربع عشرۃ اور مستحب یہ ہے کہ شروع کرے پہلے خطبہ کو نو بار اللہ اکبر پیہم کہنے کے بعد اور دوسرے خطبہ کو سات بار کے بعد یہ سنت ہے اور مستحب ہے کہ منبر سے اترنے کے پیشتر چودہ بار تکبیر کہے واذا صعد علیہ لا یجلس عندنا معراج اور جب منبر پر چڑھے تو خطبہ سے پیشتر نہ بیٹھے ہمارے نزدیک کذا فی المعراج اس لیے کہ بیٹھنا اذان کے ختم کے انتظار کے لیے ہے اور چونکہ عید میں اذان نہیں اس لیے بیٹھنے کی حاجت نہیں کذا فی الشامی ویعلم الناس فیہا احکام صدقۃ الفطر لیودیہا من لم یودہا وینبغی تعلیمہم فی الجمعۃ التی قبلہا لیخرج جوہا فی محلہا ولم ارہ اور تعلیم کرے لوگوں کو عید کے خطبہ میں صدقہ فطر کے احکام تاکہ صدقہ ادا کرے جس نے ادا نہ کیا ہو اور چاہیے کہ لوگوں کو عید سے پیشتر کے جمعہ میں یہ احکام بتا دے تاکہ لوگ صدقہ فطر اس کے موقع پر دے ڈالیں اور میں نے اس بات کو کہیں مصرح نہیں دیکھا م شامی نے کہا کہ شارح نے اس مضمون کی حدیث باب صدقۃ الفطر میں بیان کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عید فطر سے دو روز پیشتر ایک خطبہ پڑھتے اور اس میں صدقہ فطر کے دینے کو ارشاد فرماتے وہکذا کل حکم احتیج الیہ لان الخطبۃ شرعت للتعلیم اور اسی طرح جس حکم کی حاجت ہو امام خطبہ جمعہ میں اس کی تعلیم کر دے اس لیے کہ خطبہ تعلیم ہی کے لیے مشروع ہوا ہے ولا یصلیہا وحدہ ان فاتتہ مع الامام ولو بالافساد اتفاقا فی الاصح کما فی تیمم البحر وفیہا یلغز لے رجل افسد صلوٰۃ واجبۃ علیہ ولا قضاء علیہ اور نہ نماز پڑھے عید کی تنہا اگر عید فوت ہو امام کے ساتھ اگرچہ فوت ہونا فاسد کر دینے سے ہو بالاتفاق صحیح تر قول میں جیسا کہ مذکور ہے بحر الرائق کے باب التیمم میں اور اسی مسئلہ میں چیستان پوچھی جاتی ہے کہ کونسا شخص ہے جو اپنے ذمہ کی نماز واجب کو فاسد کر دے اور اس پر قضا نہ ہو م اگر بلا عذر امام کے ساتھ نہ پڑھے گا تو گنہگار ہوگا بسبب ترک واجب کے اور قول اصح کا مقابل قول امام ابو یوسف کا ہے کہ فاسد کر دینے سے قضا لازم ہے کذا فی الطحطاوی ولو امکنہ الذہاب الی امام آخر فعل لانہا تودی بمصر واحد بمواضع کثیرۃ اتفاقا فان عجز صلی اربعا کالفجی اور اگر ممکن ہو اس کو جانا دوسرے امام کے پاس تو چلا جائے اور دوسرے کے ساتھ نماز عید پڑھ لے اس لیے کہ نماز عید ایک شہر میں چند جگہ ادا کی جاتی ہے بالاتفاق پس اگر عاجز ہو یعنی دوسری جگہ جانے سے تو چار رکعتیں پڑھے مثل نماز چاشت کے یعنی یہ رکعتیں عید کی قضا نہیں بلکہ چاشت ہی ہیں اور مثل اس لیے کہا کہ تکبیریں زائدان میں نہ کہے جیسے عید میں کہا کرتے ہیں کذا فی الشامی وتوخر بعذر کمطر الی الزوال من الغد فقط فوقتہا من الثانی کالاول وتکون قضاء لا اداء کما سیجئ فی الاضحیۃ وعلی القہستانی قولین اور تاخیر کی جائے نماز عید کسی عذر سے مثلاً بارش وغیرہ سے دوسرے روز کے زوال تک فقط طحطاوی نے کہا کہ فقط عذر اور زوال اور روز آئندہ تینوں سے متعلق ہے یعنی صرف عذر سے تاخیر کی جائے نہ بلا عذر اور صرف زوال تک تاخیر ہو نہ بعد زوال اور صرف دوسرے روز تک تاخیر درست ہے نہ اس کے بعد پس وقت نماز عید کا دوسرے دن بھی مثل اول روز کے ہے اور دوسرے روز نماز عید قضا ہوگی نہ ادا چنانچہ اضحیہ میں مذکور ہوگا اور قہستانی نے دو قول نقل کیے ہیں ایک یہ کہ نماز دوسرے دن کی قضا

Marfat.com

ہوگی دوم یہ کہ ادا ہوگی اور شاید منشا اس کا اختلاف ہے روایتوں کا کذا فی الطحطاوی واحکامہا احکام الاضحی لکن ہنا یجوز تاخیرہا الی ثالث یوم النحر بلا عذر مع الکراہۃ وبہ اے بالعذر بدونہا فالعذر ہنا ینفی الکراہۃ وفی الفطر للصحۃ اور احکام عید فطر کے مثل احکام عید قربان کے ہیں یعنی وقت اور صفت اور شرط میں دونوں یکساں ہیں لیکن عید قربان کا تاخیر کرنا قربانی کے تیسرے دن تک یعنی بارہویں تاریخ کے زوال تک بدون عذر کراہت کے ساتھ درست ہے اور عذر کے ساتھ بلا کراہت تاخیر جائز ہے تو عذر عید قربان میں کراہت کے دور کرنے کو مشروط ہے اور عید فطر میں نماز کی صحت کے لیے شرط ہے یعنی بدون عذر کے عید فطر کو دوسرے روز پڑھنا درست نہیں ویکبر جہرا اتفاقا فی الطریق قیل وفی المصلی وعلیہ عمل الناس الیوم لافی البیت اور تکبیر کہے بلند آواز سے بالاتفاق راستہ میں اور ایک قول یہ ہے کہ عید گاہ میں بھی تکبیر جہر سے کہے اور اسی قول پر عمل ہے لوگوں کا آج یعنی عید گاہ میں تکبیر کہتے ہیں اور ایک روایت یہ ہے کہ عید گاہ میں تکبیر نہ کہے جب تک امام نماز نہ پڑھ چکے بعد نماز کے تکبیر پکار کر کہے نہ تکبیر کہے گھر کے اندر یعنی مسنون راستہ میں ہے نہ گھر میں اور بحر الرائق میں جو مکروہ لکھا ہے تو کراہت کی وجہ کوئی معلوم نہیں ہوتی کذا فی الطحطاوی ویندب تاخیر اکلہ عنہا وان لم یضح فی الاصح ولو اکل لم یکرہ اے تحریما اور مستحب ہے کھانا نمازی کا نماز عید اضحی کے پیچھے اگرچہ قربانی نہ کرے صحیح تر قول میں اور اگر کھالے گا تو مکروہ تحریمی نہ ہوگا مم یعنی جن چیزوں سے روزہ کا افطار ہوتا ہے ان سے نماز کے بعد تک رکنا چاہیے کیونکہ صحابہؓ سے اخبار متواتر ہیں کہ عید قربان کی صبح کو لڑکوں کو کھانا کھانے سے اور شیر خواروں کو دودھ سے روک دیتے تھے کذا فی الطحطاوی اور تحریما کی قید جو شارح نے لگائی تو اس کی مقتضی ہے کہ شاید کھانے میں کراہت تنزیہی ہے حالانکہ ایسا نہیں اس لیے کہ بدائع میں کہا ہے کہ اگر چاہے کھائے یا نہ کھائے مگر مستحب یہ ہے کہ نماز ہو چکنے تک نہ کھائے تاکہ قربانی سے کھانا ملے کذا فی الشامی ولیعلم الاضحیۃ وتکبیر التشریق فی الخطبۃ اور تعلیم کرے خطیب قربانی اور تکبیر ایام تشریق کو خطبہ میں مم اضحیہ بضم ہمزہ اور کسر ہمزہ قربانی کو کہتے ہیں اور تشریق کے معنی گوشت کو دھوپ میں ڈالنے کے ہیں چونکہ ایام حج میں قربانی کا گوشت بہت سکھایا جاتا ہے اس لیے دسویں تاریخ کے بعد تین دن ایام تشریق کہلاتے ہیں طحطاوی نے کہا چونکہ تکبیر عرفہ کی فجر سے شروع ہوتی ہے اس لیے عرفہ سے پیشتر کے جمعہ میں اس کے احکام بیان کرنے مناسب ہیں واوقوف الناس یوم عرفۃ فی غیرہا تشبہا فی الواقفین لیس بشئ ہو نکرۃ فی موضع النفی فتعم انواع العبادۃ من فرض وواجب ومستحب فیفید الاباحۃ وقیل یستحب ذلک کذا فی مسکین وقال الباقانی لو اجتمعوا للشرف ذلک الیوم ولسماع وعظ بلا وقوف وکشف راس جاز بلا کراہۃ اتفاقا اور ٹھہرنا لوگوں کا عرفہ کے روز سوائے عرفات کے واسطے مشابہت عرفات میں ٹھہرنے والوں کے کوئی عبادت نہیں شارح نے کہا کہ شئ نکرہ ہے نفی کے نیچے تو عام ہوگا سب قسموں عبادت یعنی فرض اور واجب اور مستحب کو یعنی یہ ٹھہرنا نہ فرض ہے نہ واجب نہ مستحب تو فائدہ دے گا مباح ہونے کا اور قول ضعیف یہ ہے کہ یہ وقوف مستحب ہے ایسا ذکر کیا ہے ملا مسکین نے اور باقانی نے کہا ہے کہ اگر لوگ جمع ہوں اس دن کی بزرگی اور وعظ سننے کے لیے بدون ٹھہرنے اور سر کھولنے کے تو درست ہے بلا کراہت بالاتفاق مم شرح منیہ میں کہا کہ عرفہ کی شام کو جو لوگ جامع مسجدوں میں یا شہر کے باہر کسی مکان میں جمع ہوتے ہیں اہل عرفات کی مشابہت پیدا کرنے کو تو یہ اجتماع مکروہ ہے ہاں اگر اس روز طلب باران یا اور کسی مطلب کے لیے جمع ہوں تو مکروہ نہیں اور فتح القدیر میں کہا کہ اولی یہ ہے کہ یہ اجتماع اگرچہ بدون وقوف اور سر کھولنے کے ہو تب بھی مکروہ ہو تاکہ عوام کے عقیدہ میں کوئی خرابی پیدا نہ ہو اور در بحار میں اس کو مکروہ لکھا ہے اور بحر الرائق میں کہا کہ ظاہر عبارت غایۃ البیان یہ ہے کہ یہ فعل مکروہ تحریمی ہے اور نہر الفائق میں ہے کہ عبارتیں فقہاء کی ناطق ہیں کہ کراہت کو تنزیہی ہے اور دوسرے اقوال شاذ ہیں کذا فی الشامی ویجب تکبیر التشریق فی الاصح لامرۃ مرۃ وان زاد علیہا یکون فضلا قالہ العینی اور واجب ہے تکبیر تشریق صحیح تر قول میں ایک بار بسبب اس کے مامور ہونے کے اور اگر زیادہ کہے ایک بار سے تو ہوگا ثواب کہا ہے اس کو عینی نے مم اصح کا مقابل یہ ہے

Marfat.com

کہ تکبیر سنت ہے اور امر تکبیر کا اس آیت میں ہے واذکروا اللہ فی ایام معدودات یعنی ذکر کرو اللہ کا گنتی کے دنوں میں ایام معدودات سے مراد ایام تشریق ہیں کذا فی الشامی صفتہ اللہ اکبر اللہ اکبر لاالہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر ولِلّٰہِ الحمد ہو المأثور عن الخلیل تکبیر کی صفت یوں کہنا ہے کہ اللہ اکبر اللہ اکبر لاالہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر ولِلّٰہِ الحمد یہ کلمات منقول ہیں حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام سے ہم فقہا اس کا قصہ یوں بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام جنت سے فدیہ حضرت اسماعیل کا لائے اور ڈرے کہ کہیں حضرت ابراہیمؑ جلدی کر کے لڑکے کو ذبح نہ کر دیں تو یہ کہا اللہ اکبر اللہ اکبر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت جبرئیل کو دیکھا تو فرمایا لاالہ الا اللہ واللہ اکبر اور جب حضرت اسماعیل کو خبر ہوئی فدیہ آنے کی تو فرمایا اللہ اکبر ولِلّٰہِ الحمد کذا فی الطحطاوی والمختار ان الذبیح اسمٰعیل وفی القاموس انہ الاصح قال ومعناہ مطیع اللہ اور قول مختار یہ ہے کہ ذبیح حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہیں اور قاموس میں ہے کہ یہی قول صحیح تر ہے اور لفظ اسمٰعیل کے معنی عراقی میں مطیع اللہ ہیں یعنی اطاعت کرنے والا اللہ تعالیٰ کا ہم اس میں اختلاف ہے کہ حکم ذبح کا حضرت اسحٰق علیہ السلام کی نسبت ہوا تھا یا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسبت فقیہ ابواللیث نے بستان میں ذکر کیا کہ قرآن و حدیث کے زیادہ مطابق یہی پڑتا ہے کہ حضرت اسمٰعیل ذبیح تھے کیونکہ قرآن مجید میں بعد قصہ ذبح کے ارشاد فرمایا وبشرناہ باسحٰق اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جن کے ذبح کا حکم ہوا وہ اور حضرت اسحٰق جدا جدا ہوں اور حدیث میں وارد ہے کہ انا ابن الذبیحین یعنی میں بیٹا ہوں دو ذبیحوں کا کہ ایک آپ کے باپ عبداللہ ہیں اور دوسرے جد امجد حضرت اسمٰعیل اور بالاتفاق ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل سے ہیں کذا فی الطحطاوی عقب کل فرض عینی بلا فصل یمنع البناء ادی بجماعۃ او قضی فیہا منہا من عامہ لقیام وقتہ کالاضحیۃ مستحبۃ خرج جماعۃ النساء والعراۃ لا العبید فی الاصح جوہرہ اور واجب ہے تکبیر تشریق ہر فرض عین کے پیچھے کہ ادا کیا جائے جماعت مستحب سے بدون ایسے فاصلہ کے جو مانع ہو بناء نماز کا یعنی اگر فاصلہ ہو جائے گا اس طرح کہ بعد نماز مثلاً بول پڑا یا مسجد سے باہر چلا گیا یا کچھ کھا لیا تو تکبیر ساقط ہو جائے گی شارح نے کہا کہ یا فرض قضا پڑھا جائے ایام تکبیر میں ایام تکبیری کا اسی برس سے تب بھی تکبیر واجب ہے بسبب قائم ہونے تکبیر کے وقت کے مثل قربانی کے کہ اگر اول روز نہ کرے دوسرے یا تیسرے روز کر لے کہ وقت اس روز تک باقی ہے اور جماعت مستحب کی قید سے عورتوں کی جماعت اور غلاموں کی نکل گئی کہ وہ مستحب نہیں اور غلاموں کی جماعت خارج نہیں صحیح تر قول میں تو اس کے بعد تکبیر واجب ہے کذا فی الجوہرہ اس لیے کہ آزاد ہونا جماعت میں شرط نہیں ہم فرض عین کی قید سے فرض کفایہ کی جماعت یعنی جنازہ کی نکل گئی کہ اس کے بعد تکبیر واجب نہیں اور فرض قضا کی جماعت میں تکبیر واجب ہونے کی تین شرطیں ہیں اوّل یہ کہ قضا نماز تکبیر کے ایام کی ہو جس کو شارح نے مذاہے تعبیر کیا دوم یہ کہ قضا ایام تکبیر میں پڑھے جس کو فیہا سے بیان کیا سوم یہ کہ اسی برس کی قضا ہو پہلے کی نہ ہو جس کے لیے من عامہ کہا غرض کہ اس مسئلہ کی چار صورتیں ہو سکتی ہیں اوّل یہ کہ غیر ایام تکبیر کی قضا ایام تکبیر میں پڑھے دوسرے یہ کہ ایام تکبیر کی قضا غیر ایام تکبیر میں پڑھے تیسرے یہ کہ ایک سال کے ایام تکبیر کی قضا دوسرے سال کے ایام تکبیر میں پڑھے چوتھے یہ کہ اسی سال کے ایام تکبیر کی قضا انھیں دنوں میں پڑھے تو تکبیر صرف اخیر صورت میں واجب ہے نہ اور دن میں کذا فی الحلبی اولہ من فجر عرفۃ وآخرہ الی عصر العید بادخال الغایۃ فہی ثمان صلوات، ابتدا تکبیر کی عرفہ کی فجر سے ہے اور آخر اس کا عید کے عصر تک حد کے شامل کرنے سے یعنی عصر میں بھی واجب ہے تو یہ آٹھ نمازیں ہوئیں پانچ عرفہ کی اور تین عید کے دن کی ووجوبہ علی لمام مقیم بمصر وعلی مقتد مسافر او قروی او امرأۃ بالتبعیۃ لکن المرأۃ تخافت وتجب علی مقیم اقتدی بمسافر اور واجب ہونا تکبیر کا امام پر ہے جو شہر میں مقیم ہو اور مقتدی مسافر یا گاؤں کے رہنے والے مقتدی پر یا مقتدی عورت پر ہے بسبب تبعیت امام کے لیکن عورت آہستہ تکبیر کہے یعنی اوروں کو پکار کر کہنا واجب ہے اور ایک قول میں سنت ہے کذا فی الشامی

Marfat.com

اور واجب ہے اس مقیم پر کہ اقتدا کرے مسافر کا **وقالا یجوبہ فور کل فرض مطلقا ولو منفردا او مسافرا او امرأۃ لانہ تبع للمکتوبۃ الی عصر الیوم الخامس آخر ایام التشریق وعلیہ الاعتماد والعمل والفتوی فی عامۃ الامصار وکافۃ الاعصار** اور صاحبین نے وجوب تکبیر کو فرمایا ہے بمجرد پڑھنے ہر فرض کے مطلقا اگرچہ تنہا ہو یا مسافر یا عورت اس لیے کہ تکبیر تابع فرض کی ہے تو جن لوگوں پر نماز فرض ہے ان پر تکبیر واجب ہونی چاہیے اور واجب ہے فجر عرفہ سے پانچویں دن کے عصر تک یعنی آخر ایام تشریق کے عصر تک جو تیرھویں تاریخ ہے تو صاحبین کے نزدیک ۲۳ نمازیں ہوئیں جن کے بعد تکبیر واجب ہے اور صاحبین کے قول پر اعتماد اور عمل ہے اور اسی پر فتوی ہے سب شہروں اور کل زمانوں میں یعنی اس وجہ سے کہ صاحبین کی دلیل قوی ہے کذا فی الطحطاوی ولا باس بہ عقب العید لان المسلمین توارثوہ فوجب اتباعہم وعلیہ البلخیون اور کچھ مضائقہ نہیں تکبیر کا بعد نماز عید کے اس لیے کہ مسلمان ایسا ہی کرتے چلے آئے ہیں تو ضرور ہے ان کی پیروی کرنی اور اسی پر ہیں بلخ کے علما م کلمہ لا باس کبھی مستحب کے لیے بولا جاتا ہے چنانچہ بحر الرائق میں بیان کیا ہے تو یہاں بھی مستحب کی جگہ مستعمل ہوا ہے اس لیے کہا کہ اتباع ضروری ہے طحطاوی نے کہا کہ واجب سے غرض یہاں معنی اصطلاحی نہیں بلکہ یہ معنی کہ اتباع ثابت ہے اور بحر الرائق کے قول سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ واجب سے مراد اصطلاحی معنی ہیں **ولا یمنع العامۃ من التکبیر فی الاسواق فی الایام العشر وبہ ناخذ بحر ومجتبی** وغیرہ اور منع نہ کیے جاویں عوام تکبیر کہنے سے بازاروں میں عشرہ ذی الحجہ میں اور اسی کو ہم لیتے ہیں کذا فی البحر والمجتبی وغیرہ طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ شارح بحر عن المجتبی کہتا اس لیے کہ بحر الرائق میں اس مسئلہ کو مجتبی سے نقل کیا ہے **وباقی الموتم بہ وجوبا وان ترکہ اما لادائہ بعد الصلوۃ قال ابو یوسف صلیت بہم المغرب یوم عرفۃ فسہوت ان اکبر فکبر بہم ابو حنیفۃ** اور مقتدی تکبیر کہے بطور وجوب اگرچہ اس کے امام نے تکبیر نہ کہی ہو واسطے ادا ہونے تکبیر کے بعد نماز کے یعنی نماز کے بعد امام کی مخالفت معتبر نہیں تاکہ امام کے چھوڑنے سے مقتدی بھی چھوڑ دے امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو نماز مغرب عرفہ کے روز پڑھائی تو تکبیر کہنا بھول گیا پس امام ابو حنیفہ نے لوگوں کو تکبیر کہلائی م اس حکایت سے کئی فائدے معلوم ہوئے اول یہ کہ امام اگر بھول جاوے تو مقتدی یاد دلاوے دوسرے یہ کہ تعظیم استاد کی اس کے امر کی بجا آوری میں ہے چنانچہ امام ابو یوسف امام اعظمؒ کے فرمانے سے پیش امام ہوئے تیسرے یہ کہ جب استاد کو کسی شاگرد کی نیک بختی اور فضیلت معلوم ہو تو لوگوں کے سامنے اس کی تعظیم کرے تاکہ اور لوگ اس کی توقیر کریں چوتھے یہ کہ اگر استاد شاگرد کی تعظیم کرے تو شاگرد اس کی حرمت فراموش نہ کرے کذا فی الطحطاوی **والمسبوق یکبر وجوبا کاللاحق لکن عقب القضاء لما فاتہ ولو کبر مع الامام لا تفسد ولو لبی فسدت** اور مسبوق تکبیر کہے وجوبا مثل لاحق کے لیکن پیچھے ادا کرنے اس نماز کے جو اس سے رہ گئی ہے اور اگر مسبوق یا لاحق امام کے ساتھ تکبیر کہے گا تو نماز فاسد نہ ہوگی مگر دوبارہ تکبیر کہے کہ امام کے ساتھ کی تکبیر اپنے موقع پر نہیں ہوئی اور اگر لبیک کہے گا امام کے ساتھ تو نماز فاسد ہو جاوے گی کیونکہ لبیک آدمیوں کے کلام کے مشابہ ہے کذا فی الشامی **ویبدأ الامام بسجود السہو لو جوبہ فی تحریمتہا ثم بالتکبیر لو جوبہ فی حرمتہا ثم بالتلبیۃ لو محرما** بعد مہما خلاصہ اور شروع کرے امام سجدہ سہو کو بسبب واجب ہونے سجدہ کے حالت بقاء تحریمہ نماز میں یعنی سجدہ سہو ایسے وقت میں واجب ہے کہ اس وقت تک نماز کی تحریمہ باقی رہتی ہے اسی لیے سجدہ سہو میں اقتدا امام کا درست ہے پھر تکبیر کہے بسبب واجب ہونے تکبیر کے نماز کی حرمت میں یعنی نماز کے بعد بلا فاصلہ پھر اگر امام احرام باندھے ہو تو لبیک کہے بسبب نہ واجب ہونے لبیک کے نماز کی تحریمہ اور حرمت میں کذا فی الخلاصہ وفی الولوالجیۃ لو بدأ بالتلبیۃ سقط السجود والتکبیر واللہ اعلم اور ولوالجیہ میں ہے کہ اگر شروع کرے گا لبیک کہنا تو ساقط ہوگا سجدہ سہو اور تکبیر کہنا اس لیے کہ لبیک کہنا لوگوں کے کلام کے مشابہ ہے اور کلام نماز کو قطع کر دیتا ہے تو اس سے نماز قطع ہو جائے گی تو نہ تحریمہ باقی رہے گی جو شرط سجدہ سہو ہے اور نہ انتقال باقی رہے گا جو تکبیر کے لیے چاہیے اسی لیے دونوں ساقط ہوں گے کذا فی الشامی واللہ اعلم۔

Marfat.com

باب الکسوف

یہ باب ہے سورج گہن کی نماز کے ذکر میں مناسبۃ اما من حیث الاتحاد او التضاد مناسبت صلوٰۃ کسوف کی نماز عید سے یا باعتبار اتحاد کے ہے یا باعتبار ایک دوسرے کی ضد ہونے کے م اتحاد سے یہ غرض کہ عید اور کسوف دونوں کی نمازیں جماعت سے دن کو بلا اذان اور تکبیر کے ہوتی ہیں اور تضاد سے یہ مراد کہ انسان کے دو حال ہیں ایک سرور اور امن کا اور دوسرا اندوہ اور خوف کا تو عید اکثر امن وسرور کا وقت ہے اور سورج گہن خوف واندوہ کا یا یہ کہ جماعت عید میں شرط ہے اور جہر سے پڑھنا واجب بخلاف کسوف کے کذا فی الشامی قم الجمہور انہ بالکاف والخاء للشمس والقمر پھر اکثر فقہا کہتے ہیں کہ کسوف کاف سے سورج گہن ہے اور خسوف خ سے چاند گہن م اور بعض کا قول یہ ہے کہ کسوف اور خسوف دونوں کا استعمال چاند اور سورج گہن میں برابر ہے مگر جوہری نے افصح قول اول کو کہا ہے پھر معلوم کرنا چاہیے کہ نماز کسوف قرآن وحدیث واجماع سے ثابت ہے قرآن سے اس طرح کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما نرسل بالایات الا تخویفا یعنی ہم نشانیاں نہیں بھیجتے مگر ڈرانے کو یعنی تاکہ بندے ڈر کر اس کی اطاعت بجالاویں اور اس کی طرف رجوع کریں اور رب کی طرف رجوع سب سے زیادہ نماز کی حالت میں ہے اور بخاری کی حدیث میں ہے کہ سورج اور چاند کسی آدمی کی موت کے سبب سے نہیں گہنتے بلکہ یہ دونوں گہن خدا تعالیٰ کی نشانیاں ہیں جب تم ان کو دیکھو تو اٹھ کر نماز پڑھو اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پڑھا ہے اور اس نماز پر امت کا اجماع بھی ہے کذا فی الطحطاوی یصلی بالناس من یملک اقامۃ الجمعۃ بیان للمستحب وما فی السراج لابد من شرائط الجمعۃ الا الخطبۃ ردہ فی البحر عند الکسوف رکعتین بیان لاقلہا وان شاء اربعا او اکثر کل رکعتین بتسلیمۃ او کل اربع مجتبی نماز پڑھاوے لوگوں کو جو شخص کہ مالک ہو قائم کرنے جمعہ کا یعنی سلطان یا قاضی سورج گہن کے وقت دو رکعتیں شارح نے کہا کہ سلطان یا نائب کی قید مستحب کا بیان ہے یعنی مستحب ہے کہ قاضی یا سلطان امام ہو ان کا ہونا نماز کی شرط نہیں اور سراج میں جو یہ ہے کہ نماز کسوف میں شرائط جمعہ کا ہونا ضرور ہے سوائے خطبہ کے تو اس کو بحر الرائق میں رد کیا ہے یہ کہہ کر اسبیجابی نے تصریح کر دی ہے کہ سلطان کا ہونا مستحب ہے شرط نہیں اور ماتن کا رکعتین کہنا بیان ہے اقل درجہ نماز کا اگر نمازی چاہے تو چار پڑھے یا زیادہ ہر دوگانہ پر سلام پھیرے یا چار چار پر کذا فی المجتبی وصفتہا کالنفل اے برکوع واحد فی غیر وقت مکروہ بلا اذان ولا اقامۃ ولا جہر ولا خطبۃ اور نماز کسوف کا حال مثل نفل کے ہے یعنی ایک رکوع سے وقت مکروہ کے سوا دوسرے وقتوں میں بدون اذان اور تکبیر اور بدون پکار کر پڑھنے اور خطبہ کے پڑھے م ایک رکوع کی قید اس لیے لگائی کہ امام شافعی کے نزدیک دو رکوع سے پڑھتے ہیں اور اگر سورج گہن وقت مکروہ میں ہو مثلاً عصر کے بعد تو لوگ دعا میں مشغول ہوں نماز نہ پڑھیں اور عدم جہر کی قید اس لیے کی کہ صاحبین اس نماز میں جہر کرنے کو فرماتے ہیں اور خطبہ اس نماز میں نہیں کیونکہ کسی اثر میں خطبہ منقول نہیں اور جو کسوف کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ابراہیم کی وفات کے دن ہوا اور اس میں آپ نے خطبہ پڑھا تو وہ اس لیے تھا کہ جو لوگ یہ وہم کرتے تھے کہ یہ گہن آپ کے لخت جگر کی موت کے باعث ہوا ہے ان کا وہم دور فرمائیں کسوف کی خصوصیت سے نہ تھا کذا فی الطحطاوی وینادی الصلوٰۃ جامعۃ لیجتمعوا اور پکار دیا جائے یہ لفظ الصلوٰۃ جامعۃ تاکہ لوگ اکٹھے ہو جاویں م یعنی بجائے اذان ان لفظوں سے اعلام کر دینا چاہیے طحطاوی نے کہا کہ الصلوٰۃ مبتدا ہے اور جامعۃ خبر اور یہ جملہ بمعنی انشائے ہے ویطیل فیہا الرکوع والسجود والقراءۃ واللاذکار الذی ہو من خصائص النافلۃ ثم یدعو لبعد ما جالسا مستقبل القبلۃ او قائما مستقبل الناس والقوم یؤمنون حتی ینجلی الشمس کلہا اور طول دے اس نماز میں رکوع اور سجدہ اور قرأت اور دعاؤں اور ذکروں کو ایسا طول جو نفل نماز کے خواص سے ہے پھر دعا مانگے بعد اس نماز کے بیٹھا ہوا قبلہ رخ یا کھڑا ہو کر لوگوں کی طرف منہ کر کے اور سب لوگ آمین کہیں دعا اس وقت تک مانگے کہ آفتاب بالکل صاف اور روشن ہو جائے م قرأت طویل اس قدر کہ پہلی رکعت میں سورۂ بقرا اور دوسری میں آل عمران پڑھے اور اگر یہ یاد نہ ہوں تو ان کے برابر دوسری سورتیں پڑھے

Marfat.com

طحطاوی نے کہا کہ مسنون یہ ہے کہ دعا اور نماز میں سابرا وقت گہن کا پورا ہو جائے تو اگر نماز کو خفیف پڑھے تو دعا کو طول دے اور دعا مختصر کرے تو قرأت طویل کرے اور رکوع اور سجدہ اگر چاہے چھوٹا کرے چاہے بڑا تو شارح نے جو یطیل کہا اس سے یہ غرض کہ اگر اس کا دل چاہے تو طول دے اور دعا مانگنا کھڑے ہو کر اور لوگوں کی طرف منہ کر کے اچھا ہے اور کھڑے ہونے میں اگر لاٹھی یا کمان پر سہارا دے لے تو بہتر ہے اور دعا کے لیے منبر پر نہ چڑھے کذا فی النہر وان لم یحضر الامام للجمعۃ صلی الناس فرادی فی منازلہم تحرزا عن الفتنۃ کالخسوف للقمر اور اگر امام جمعہ حاضر نہ ہو یعنی جس کو اختیار جمعہ پڑھانے کا ہے وہ موجود نہ ہو تو لوگ تنہا اپنے گھروں میں نماز پڑھیں واسطے بچنے کے جھگڑے سے یعنی بڑے مجمع میں پیش امام ہونے کا جھگڑا ہوا کرتا ہے اس لیے گھروں پر تنہا پڑھ لینا بہتر ہے مثل چاند گہن کی نماز کے کہ اس کو بھی تنہا گھروں پر پڑھیں خواہ امام موجود ہو یا نہیں کیونکہ یہ نماز رات کو ہوتی ہے اس وقت جمع ہونا لوگوں کا خالی حرج سے نہیں م ظہیریہ میں یہ ہے کہ اپنے اپنے محلہ کی مسجدوں میں تنہا پڑھ لیں اور اگر جمعہ کا امام اجازت دیدے تو محلہ کا امام جماعت سے پڑھاوے کذا فی الطحطاوی والریح الشدیدۃ مطلقا والظلمۃ القویۃ نہارا واللہوب القوی لیلا والفزع الغالب ونحو ذلک من الآیات المخوفۃ کالزلازل والصواعق والثلج والمطر الدائمین وعموم الامراض ومنہ الدعاء برفع الطاعون وقول ابن حجر بدعۃ ای حسنۃ وکل طاعون وباء ولا عکس وتمامہ فی الاشباہ اور جیسے نماز پڑھیں تنہا وقت سخت آندھی کے مطلق یعنی دن کو ہو یا رات کو اور وقت سخت تاریکی کے دن کو اور سخت روشنی ہو جانے کے رات کو اور وقت خوف غالب کے دشمن وغیرہ سے اور مثل ان کے خوفناک حوادث کے وقت مثلاً زلزلوں اور کڑک بجلیوں کے وقت اور متواتر برف اور مینہ کے برسنے کے وقت اور بیماریوں کی کثرت کے وقت اور اسی میں داخل ہے دعا کرنا بعد دوگانہ نماز کے واسطے دور ہونے طاعون کے اور ابن حجر کا یہ کہنا کہ یہ نماز بدعت ہے اس سے مراد بدعت حسنہ ہے اور جو طاعون ہے وہ وبا ہے اور اس کا عکس نہیں یعنی یہ نہیں کہ ہر وبا طاعون ہو اور اس کا پورا بیان اشباہ میں ہے م طاعون ایک خاص مرض وبائی کا نام ہے اس لیے وبا عام ہے اور طاعون خاص اور مینہ اور برف میں دوام کی قید اس لیے لگائی کہ ان کا دوام بلا ہے نہ رحمت وفی العینی صلوۃ الکسوف سنۃ واختار فی الاسرار وجوبہا وصلوۃ الخسوف حسنۃ وکذا البقیۃ اور عینی میں ہے کہ کسوف کی نماز سنت ہے اور اسرار میں اختیار کیا ہے اس کے واجب ہونے کو اور چاند گہن کی نماز حسن ہے یعنی اہل اسلام کے نزدیک مستحسن ہے کذا فی الطحطاوی اور اسی طرح باقی نمازیں آندھی وغیرہ کے اوقات میں حسن ہیں م نماز کسوف کے واجب ہونے کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعینہ امر ارشاد فرمایا کہ جب تم کوئی چیز ان حوادث میں سے دیکھو تو نماز کی طرف التجا لے جاؤ اور فتح القدیر میں کہا کہ امر اس حدیث میں استحباب کے لیے ہے کذا فی الطحطاوی وفی الفتح واختلف فی استنان صلوۃ الاستسقاء فلذا اخرہا واللہ تعالیٰ اعلم اور فتح القدیر میں ہے کہ اختلاف کیا گیا ہے نماز استسقا کے مسنون ہونے میں تو اسی لیے مصنف نے اس کو پیچھے بیان کیا واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب الاستسقاء

یہ باب ہے طلب باران کے ذکر میں م مناسبت اس کی نماز کسوف سے یہ ہے کہ دونوں میں اجتماع لوگوں کا ہوتا ہے پھر استسقا کے معنے لغت میں دوسرے سے پانی دینے کی درخواست ہے اور شریعت میں خشک سالی کے وقت خدا تعالیٰ سے مینہ کے طلب کرنے کو کہتے ہیں ایک خاص صورت پر اور وہ ایسے مقام میں مشروع ہے جہاں جھیلیں اور نہریں کھیتوں کے سینچنے اور چوپایوں کے پانی پلانے کو نہ ہوں یا ہوں مگر کافی نہ ہوں اور اگر کافی ہوں تو دعا کے لیے باہر نہ جائیں کذا فی الطحطاوی ہو دعاء واستغفار لاداء السبب لاء سال الامطار استسقاد عا ہے اور مغفرت چاہنی گناہوں سے اس لیے کہ درخواست مغفرت سبب ہے مینہ کے برسنے کا م یعنی امام کھڑا ہو کر قبلہ رو ہاتھ اٹھا کر دعا مانگے اور آدمی قبلہ کو منہ کر کے بیٹھے ہوئے آمین کہتے جائیں اور وہ ان الفاظ سے دعا

Marfat.com

کرے اللّٰھم اسقنا غیثا مغیثا ھنیئا مریئا مریعا غدقا عاجلا غیر رائث مجللا سحا طبقا دائما اور جو الفاظ ان کے مانند ہوں اور دعا آہستہ بھی کرے اور پکار کر بھی اور استغفار سبب ہے مینہ برسنے کا یعنی قرآن مجید میں ارشاد فرمایا فاستغفروا ربکم انہ کان غفارا یرسل السماء علیکم مدرارا یعنی مغفرت چاہو اپنے رب سے کہ وہ ہے بہت بخشنے والا بھیجے گا تم پر مینہ کثرت سے برسنے والا تو اس آیت میں استغفار کو سبب مینہ برسانے کا فرمایا کذا فی الطحطاوی **بلا جماعۃ** مسنونہ بل ہی جائزۃ **وبلا خطبۃ** وقالا تفعل کالعید وھل یکبر للزوائد خلاف طلب کرنا مینہ کا دعا سے بدون جماعت مسنون کے بلکہ جماعت جائز ہے نہ مکروہ اور بدون خطبہ کے امام اعظم کے نزدیک اور صاحبین نے فرمایا کہ دعا کی جائے مثل عید کے یعنی امام دوگانہ نماز جہر سے بدون اذان اور تکبیر کے پڑھاوے پھر زمین پر کھڑا ہو کر تلوار یا عصا پر سہارا دے کر خطبہ پڑھے اور اکثر خطبہ استغفار ہو اور کیا تکبیر زائد اس دوگانہ میں کہے اس میں خلاف ہے یعنی امام محمد سے مروی ہے کہ زائد تکبیریں بھی کہے اور مشہور روایت صاحبین سے یہ ہے کہ تکبیریں نہ کہے کذا فی الشامی **وبلا قلب رداء خلافا لمحمد** اور دعا ہے بدون چادر بدلنے کے بخلاف امام محمد کے یعنی امام کے نزدیک اور دعاؤں کی طرح اس دعا میں بھی چادر نہ بدلے اور امام محمد کے نزدیک چادر بدلے یعنی تھوڑا سا خطبہ پڑھ کر چادر پلٹ لے اس طرح کہ داہنی طرف بائیں آجائے اور نیچے کا رخ اوپر ہو جائے اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا تھا شامی نے کہا کہ فتوی امام محمد کے قول پر ہے اور چادر صرف امام پلٹے نہ مقتدی **وبلا حضور ذمی** وان کا الراجح ان دعاء الکافر قد یستجاب استدراجا واما قولہ تعالیٰ وما دعاء الکافرین الا فی ضلال فمعناہ الآخرۃ شروح مجمع اور دعا ہے بدون ساتھ ہونے کافر ذمی کے اگرچہ قول راجح یہ ہے کہ دعا کافر کبھی قبول ہوتی ہے خلاف عادت اور یہ جو ارشاد خداوندی ہے کہ نہیں ہے دعا کافروں کی مگر بہکنا تو یہ آخرت میں کذا فی شروح مجمع ہم اس امر میں اختلاف ہے کہ دعا کافر کی مقبول ہوتی ہے یا نہیں تو بعض فقہا نے کہا کہ مقبول نہیں ہوتی آیت مذکورہ صدر کی دلیل سے اور نیز اس وجہ سے کہ کافر دعا خدا تعالیٰ سے نہیں مانگتا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کو پہچانتا ہی نہیں اور بعض فقہا نے کہا کہ دعا مقبول ہوتی ہے چنانچہ شیطان نے مہلت مانگی اور اس کی دعا مقبول ہوئی حالانکہ سب میں بڑا کافر وہ ہے اور صدر شہید نے کہا کہ فتوی اسی پر ہے کہ دعا کافر کی مقبول ہوتی ہے خصوص جبکہ مظلوم ہو چنانچہ حدیث میں ہے کہ مظلوم کی دعا مقبول ہے اگرچہ کافر ہو اور آیت کا جواب شارح نے دیا کہ وہ آخرت کی دعا ہے اس لیے کہ اس سے پہلے دوزخ والوں کا ذکر ہے کہ جب فرشتوں سے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو کہ ہم پر ایک دن کا عذاب ہلکا کر دے تو وہ کہیں گے کہ تمہارے پاس کیا پیغامبر بینات نہ لائے تھے وہ کہیں گے کیوں نہیں فرشتے کہیں گے کہ تو تم دعا مانگو اور نہیں ہے کافروں کی دعا مگر بہکنا کذا فی الطحطاوی **وان صلوا فرادی** جاز فھی مشروعۃ للمنفرد وقول التحفۃ وغیرہا ظاہر الروایۃ لا صلوٰۃ اے بجماعۃ اور اگر سب لوگ تنہا نماز پڑھیں تو درست ہے کیونکہ نماز تنہا کے لیے مشروع ہے اور تحفہ وغیرہ کا یہ کہنا کہ ظاہر روایت یہ ہے کہ استسقا میں نماز نہیں اس کے یہ معنی کہ جماعت کے ساتھ نماز نہیں ورنہ جون **ثلثۃ ایام** لانہ لم ینقل اکثر منہا متتابعات ویستحب للامام ان یامرہم بصیام ثلثۃ ایام قبل الخروج بالتوبۃ ثم یخرج بہم فی الرابع مشاۃ فی ثیاب غسیلۃ او مرقعۃ متذللین متواضعین خاشعین للہ ناکسین رؤسہم اور جنگل کو جائیں دعا کے لیے تین روز برابر اس لیے کہ زیادہ تین روز سے مینہ کی دعا کے لیے باہر جانا منقول نہیں ہوا اور مستحب ہے امام کو کہ باہر نکلنے سے پیشتر لوگوں کو تین دن روزہ رکھنے کا اور گناہوں سے خالص توبہ کرنے کا حکم کرے پھر چوتھے روز ان کے ساتھ نکلے اس طرح کہ سب پیادہ پا دھوئے ہوئے کپڑے پہنے یعنی پرانے یا پیوند لگے ذلیلوں کی صورت

لہ الٰہی دے ہم کو مینہ فریاد پہنچنے والا یعنی سیراب کرنے والا جس میں ضرر نہ ہو جس کا انجام اچھا ہو جو بہار کر دے جس میں خیریت بہت ہو جلد برسنے والا نہ دیر کرنے والا جو زمین کو ڈھانپ لے جو اوپر زمین کے رواں ہو جو ساری زمین کو عام ہو جو ہمیشہ کو نافع ہو ۱۲

Marfat.com

بنائے فروتنی اور عاجزی کرتے ہوئے گردن جھکائے ہوئے ہوں م جنگل میں جانے کا حکم ان لوگوں کو ہے جو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ اور بیت المقدس کے باشندے نہ ہوں کہ ان کے لیے حکم وہاں کی افضل مساجد میں جانے کا ہے اور توبہ خالص سے یہ غرض کہ حقوق حقداروں کے بھی ادا کردیں کہ توبہ میں یہ شرط لگی ہوئی ہے کہ کسی کا حق ذمہ پر نہ رہے کذا فی الطحطاوی **ویقدمون الصدقة فی کل یوم قبل خروجهم ویجددون التوبة ویستغفرون للمسلمین ویستسقون بالضعفاء والشیوخ** والعجائز والصبیان ویبعدون الاطفال عن امهاتهم اور ہر روز اپنے نکلنے سے پیشتر صدقہ دیویں اور سر نو توبہ کریں اور مسلمانوں کے لیے دعاء مغفرت کریں اور ضعیفوں اور بوڑھوں اور بڑھیوں اور لڑکوں کے ذریعہ سے مینہ کی دعا کریں اور بچوں کو ان کی ماؤں سے علیحدہ کریں م ان لوگوں کے ذریعہ کرنے کے یہ معنی کہ ان کو آگے کردیں تاکہ وہ دعا مانگیں اور جوان آمین کہیں کہ ان کی دعا جلد مقبول ہوتی ہے چنانچہ بخاری کی حدیث میں ہے کہ تم کو رزق اور فتح جو ملتی ہے تو تمہارے ضعیفوں کی بدولت ہی ملتی ہے اور بچوں کو ماں سے جدا رکھنے میں یہ حکمت ہے کہ رونا اور فریاد زیادہ ہو تاکہ لوگوں کو رقت ہو اور اس کے سبب سے دریائے رحمت ایزدی جوش میں آوے کذا فی الشامی والطحطاوی **ویستحب** اخراج الدواب اور مستحب ہے باہر نکالنا جانوروں کا اس لیے کہ کبھی مینہ انھیں کے سبب سے عنایت ہوتا ہے چنانچہ احمد نے روایت کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام لوگوں کے ساتھ مینہ کی دعا کو نکلے دیکھا تو ایک چیونٹی اپنی ٹانگیں آسمان کی طرف اٹھائے ہے آپ نے فرمایا کہ لوٹ چلو کہ تمہاری دعا اس چیونٹی کی جہت سے مقبول ہوئی کذا فی الطحطاوی والاولی خروج الامام معهم وان خرجوا باذنه اولبغیر اذنه جاز اور بہتر ہے نکلنا امام کا لوگوں کے ساتھ اور اگر لوگ نکلیں امام کی اجازت سے یا بدون اس کی اجازت کے تب بھی درست ہے **ویجتمعون فی المسجد بمکة و بیت المقدس ولم یذکر المدینة** کانہ لضیقه اور جمع ہوویں مسجد الحرام میں مکہ معظمہ میں اور بیت المقدس میں اور ماتن نے مدینہ منورہ کو ذکر نہ کیا کہ وہاں کے لوگ مسجد شریف میں جمع ہوں شاید اس مسجد کے تنگ ہونے کی جہت سے ذکر نہ کیا ہوگا م شامی نے کہا کہ یہ وجہ کافی نہیں اس لیے کہ باشندے مدینہ منورہ کے ایام حج کے قافلوں سے زیادہ نہیں کہ ان کی گنجائش تو ہو جائے اور باشندوں کی نہ ہو اس لیے ضرور ہے کہ دعاء باران مسجد مبارک میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کی جائے جیسا کہ ہر حادثہ کے لیے دعا آپ کے مشاہدہ میں کی جاتی ہے اور چوپایوں کو ان مساجد کے دروازوں پر کھڑا کیا جائے **وان دام المطر حتی اضر فلا باس بالدعاء بجمعه وصرفه حیث ینفع** اور اگر مینہ کی جھڑی لگے یہاں تک کہ نقصان کرے تو مضائقہ نہیں دعا کرنے کا اس کے بند ہونے اور ایسی جگہ مصروف ہونے کے واسطے جہاں مفید ہو م یعنی یوں دعا کرے کہ الٰہی اب جہاں مینہ کا برسنا مفید ہو وہاں برسا اور یہاں سے اس کو ہٹا لے **وان سقوا قبل خروجهم ندب ان یخرجوا شکرا للہ تعالیٰ** اور اگر باہر جانے سے پیشتر لوگوں کو مینہ عنایت ہو تو مستحب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے شکریہ کے لیے باہر نکلیں یعنی جب قبل سوال کے مطلب پورا ہو گیا تو اب اس انعام کا شکریہ ہے کہ باہر نکل کر دعا کریں تاکہ مینہ ناظر خواہ برسے کذا فی الشامی ملتقطاً۔

باب صلوۃ الخوف

یہ باب ہے نماز خوف کے بیان میں م اس کی مناسبت نماز استسقاء سے یہ ہے کہ دونوں خوف کے وقت ہوتے ہیں **من اضافة المشبه لشرطه** اضافت صلوۃ کی خوف کی طرف چیز کی اضافت ہے شرط کی طرف یعنی خوف شرط ہے اس نماز کی م بعضوں نے خوف کو سبب قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اضافت سبب کی ہے طرف مسبب کے شامی نے کہا کہ بظاہر خوف نماز کا سبب ہے اور دشمن کا موجود ہونا شرط ہے تو اگر خوف سے مراد دشمن کا ہونا ہو تو یہ اضافت شرط کی طرف ہے اور اگر خوف کے حقیقی معنی مراد ہوں تو اضافت سبب کی طرف ہے **ہی جائزة بعده علیه السلام عندهما** اے عند ابی حنیفہ و محمد رحمہما اللہ تعالیٰ خلافا للثانی **بشرط حضور عدو لیقینا فلو صلوا علی ظنه فبان خلافه اعادوا وسیع اوجبته عظیمة ونحوها وحان خروج الوقت** کما فی مجمع الانہر ولم ارہ لغیرہ فلیحفظ قلت قدم رایت فی شرح البخاری

Marfat.com

للعینی انہ لیس بشرط الا عند البعض عند التحام الحرب نماز خوف کی جائز ہے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طرفین کے نزدیک یعنی امام اعظمؒ اور محمدؒ کے بخلاف امام ابو یوسف کے کہ ان کے نزدیک جائز نہیں اس وجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھنے کے ثواب حاصل کرنے کو یہ نماز مشروع ہوئی تھی بعد آپ کے یہ بات جاتی رہی تو اب اس کا ادا کرنا جائز نہ ہوگا اور طرفین فرماتے ہیں کہ صحابہؓ نے آپ کے بعد اس نماز کو پڑھا ہے اس لیے جائز ہے بشرط موجود ہونے دشمن کے یقیناً یا موجود ہونے درندہ یا اژدہا اور اس کے مثل اور چیزوں کے مثلاً آتشزدگی وغیرہ کے شارح نے کہا کہ یقیناً کی قید ہم نے اس لیے لگائی کہ اگر لوگ دشمن کا موجود ہونا خیال کر کے پڑھیں گے پھر اس کے خلاف ظاہر ہوگا یعنی دشمن موجود نہ نکلے گا تو نماز از سر نو پڑھیں اور درست ہے یہ نماز جب کہ وقت جانے کو ہو چنانچہ مجمع الانہر میں ہے اور یہ قید میں نے اوروں کے کلام میں نہیں دیکھی تو اس قید کو یاد رکھنا چاہیے پھر میں نے عینی کی شرح بخاری میں دیکھا کہ وقت نکلنے کے قریب ہونا اس نماز کی شرط نہیں مگر بعض کے نزدیک جب کہ لڑائی اور قتال ہو رہا ہو ہم شارح نے عینی کا قول نقل کر کے بیان کر دیا کہ مجمع الانہر کی روایت پر عمل نہ کرنا چاہیے اس لیے کہ وہ بعض کا قول ہے کذا فی الشامی **فیجعل الامام طائفۃ بازاء العدو وارہا بالہ ویصلی باخری رکعۃ فی الثنائی ومنہ الجمعۃ والعید ورکعتین فی غیرہ لزوما وذہبت الیہ وجاءت الاخری فصلے بہم مابقی وسلم وحدہ وذہبت الیہ ندبا وجاءت الطائفۃ الاولی واتموا صلوتہم بلا قرأۃ لانہم لاحقون وسلموا ثم جاءت الطائفۃ الاخری واتموا صلوتہم بقراءۃ لانہم مسبوقون** تو کہے امام ایک ٹولی مثلاً دشمن کے مقابل اس کے ڈرانے کے لیے اور نماز پڑھاوے دوسری ٹولی کو مثلاً کو ایک رکعت دو رکعت والی نمازوں میں اور اسی میں داخل ہے جمعہ اور عید اور دو رکعتیں پڑھاوے غیر ثنائی میں بطور وجوب کے یعنی اگر ایک پڑھاوے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور چلی جاوے یہ تب ٹولی دشمن کے سامنے یعنی بعد دوسرے سجدہ کے ایک رکعت پڑھنے کی صورت میں اور بعد التحیات کے دو رکعتوں کے پڑھنے میں اور آوے وہ ٹولی پس ان کو امام پڑھاوے باقی نماز یعنی جتنی نماز اس کو باقی ہے وہ اس ٹولی کے ساتھ پڑھ کر امام اکیلا سلام پھیر دے بعد قعدہ اخیرہ کے پھر یہ ٹولی دشمن کے سامنے جائے براہ استحباب یعنی اگر نہ جائیں اور اسی جگہ بقیہ نماز تمام کریں تو درست ہے اور آوے تب ٹولی اور اپنی نماز پوری کریں بدوں قرأت کے اس لیے کہ وہ لاحق ہیں اور لاحق کا حکم مقتدی کا سا ہے اور سلام پھیریں پھر وہ ٹولی آوے اور اپنی بقیہ نماز پوری کریں بدون قرأت کے ساتھ اس لیے کہ وہ مسبوق ہیں اور مسبوق اور منفرد کا ایک حال ہے م صلوۃ خوف کی کیفیت میں علماء کا اختلاف ہے اور مستصفیٰ میں ہے کہ جائز ہر کیفیت سے ہے مگر اختلاف اس میں ہے کہ بہتر کونسی ہے اور قرآن مجید میں جو کیفیت مذکور ہے اس سے زیادہ تر قریب یہ صورت ہے جو ماتن نے مذکور کی اور دو رکعتوں کی نماز میں سفر کی نماز بھی داخل ہے اور عید کی قید سے شارح نے آگاہ کیا کہ صلوۃ خوف صرف فرضوں میں منحصر نہیں واجب میں بھی ہوتی ہے کذا فی الشامی طحطاوی نے کہا کہ اگر دشمن بالفرض قبلہ کی طرف ہو تب بھی اس نماز میں کچھ فرق نہ ہوگا اسی طرح دشمن کے مقابل کی ٹولی اگر قبلہ کی طرف پشت کیے ہو تو کچھ حرج نہ ہوگا اور دشمن کے مقابل جانا پیادہ معتبر ہے اگر سوار ہو کر جائیں گے تو نماز باطل ہو جائے گی وہذا ان تنازعوا فی الصلوۃ خلف واحد والا فالافضل ان یصلے لکل طائفۃ امام اور یہ نماز اس کیفیت پر اس صورت میں ہے کہ مقتدی ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھنے میں جھگڑا کریں ورنہ افضل یہ ہے کہ ہر ٹولی علیحدہ امام کے پیچھے نماز پڑھے م یعنی ایک ٹولی دشمن کے مقابل رہے اور ایک امام کے ساتھ نماز پڑھے جب امام فارغ ہو لے تو یہ ٹولی دشمن کے سامنے چلی جائے اور دوسری ٹولی کے لیے امام کسی کو اجازت نماز پڑھانے کی دے کہ وہ ان کو پڑھاوے اور اگر وقت اتنا نہ ہو تو وہی صورت ہے جو اوپر مذکور ہوئی کذا فی الشامی **وان اشتد خوفہم وعجزوا عن النزول صلوا رکبانا فرادی الا اذا کان ردیفا للامام فیصح الاقتداء بالایماء الی جہۃ قدرتہم للضرورۃ** اور اگر زیادہ ہو خوف لوگوں کو اور عاجز ہوں اترنے سے تو نماز پڑھیں حالت سواری میں

Marfat.com

تنہا رکوع اور سجدہ کے لیے اشارہ کرکے جس طرف کو ان سے ہو سکے بسبب ضرورت کے شارح نے کہا مگر وہ شخص کہ امام کے پیچھے سوار ہو ایک سواری پر تو اس کا اقتدا امام کے پیچھے صحیح ہوگا بسبب اتحاد مکان کے فسدت بمشیٔ بغیر اصطفاف وسبق حدث ورکوب مطلقاً وقتال کثیر لا بقلیل کرمیہ سہم اور یہ نماز فاسد ہو جائے گی پیادہ چلنے سے جو دشمن کے سامنے صف باندھنے کے لیے نہ ہو اور نہ بے وضو ہو جانے کے سبب سے ہو اور فاسد ہوگی سوار ہونے سے مطلق یعنی خواہ صف باندھنے کے لیے ہو یا دوسرے مطلب کے لیے اور فاسد ہوگی بہت کشت وخون کرنے سے نہ تھوڑا لڑنے سے مثلاً ایک تیر چلانے سے فاسد نہ ہوگی کیونکہ عمل قلیل ہے اور گھوڑے پر چڑھنا اور بہت لڑنا عمل کثیر ہیں ان سے فاسد ہو جائے گی م طحطاوی نے کہا کہ تیر چلانے کا عمل قلیل ہونا مسلم نہیں کیونکہ جو کوئی اس کو دیکھے گا یہی جانے گا کہ نماز نہیں پڑھتا والسابح فی البحر ان امکنہ ان یرسل اعضاءہ ساعۃ صلی بایماء والا لا تفسد کصلوۃ الماشی والسائف وہو یضرب بالسیف اور تیرنے والا دریا میں اگر اس کو ممکن ہو کہ اپنے اعضا ڈھیلے کر دے ساعت بھر تو نماز پڑھے اشارہ سے ورنہ نماز صحیح نہ ہوگی جیسے نماز پیادہ چلنے والے کی اور تلوار والے کی جب کہ تلوار سے مارتا ہو کہ ان کی نماز بھی صحیح نہیں فروع مسائل ملحقہ شارح کے الراکب ان کان مطلوبا تفسد صلوتہ وان کان طالبا لا لعدم خوفہ سوار اگر مطلوب ہو یعنی اس کے پیچھے کوئی پکڑنے کو آتا ہو تو اس کی نماز درست ہے سواری پر اور اگر طالب ہو یعنی دوسرے کو پکڑنے جاتا ہو تو اس کی نماز درست نہیں اس لیے کہ اس کو کچھ خوف نہیں شرعوا تم ذہب العدو لم یجز انحرافہم وبعکسہ جاز لوگوں نے نماز خوف شروع کی پھر دشمن چلا گیا تو ان کا اپنی جگہ سے ٹلنا درست نہیں یعنی ہر ٹولی جہاں کی تہاں نماز پڑھ لے کذا فی الشامی اور اس کا عکس ہو تو درست ہے یعنی شروع کے وقت خوف نہ تھا پھر ہو گیا تو اس صورت میں اگر کچھ لوگ دشمن کے مقابل چلے جائیں گے تو یہ جانا نماز کا مخل نہ ہوگا بسبب ضرورت کے کذا فی الطحطاوی لا تشرع صلوۃ الخوف للعاصی فی سفرہ کما فی الظہیریۃ وعلیہ فلا تفسد من البغاۃ اور مشروع نہیں نماز خوف اس شخص کے لیے جو اپنے سفر کی جہت سے گناہگار ہو چنانچہ ظہیریہ میں ہے اور اس بنا پر نماز خوف باغیوں سے درست نہ ہوگی م یعنی جس شخص کا نفس سفر معصیت ہو جیسے رہزنی اور بغاوت کے لیے سفر کرنا تو اس کی صلوۃ خوف جائز نہیں کذا فی الشامی صح انہ علیہ الصلوۃ والسلام صلاہا فی اربع ذات الرقاع وبطن نخل وعسفان وذی قرد ثابت ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز خوف چار مقام پر پڑھی اول غزوہ ذات الرقاع میں دوم بطن نخل میں سوم غزوہ عسفان میں چہارم غزوہ ذی قرد میں م ذات الرقاع کے معنی پیوندوں والا اس غزوہ کا نام ذات الرقاع اس لیے ہوا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری سے بخاری میں روایت ہے کہ اس غزوہ میں ہمارے پاؤں زخمی ہو گئے تھے اور ناخن گر گئے تھے تو ہم پاؤں پر چیتھڑے لپیٹے تھے اس سبب سے اس کو ذات الرقاع کہا یہ غزوہ تیسرے سال ہجری میں غزوۂ خندق سے پہلے ہوا تھا اور بطن نخل ایک جگہ کا نام ہے اور عُسفان بروزن عثمان مکہ سے دو منزل ایک مقام ہے اور ذو قرد بفتح قاف و رائے مہملہ ایک مقام ہے مدینہ کے قریب اس غزوہ کو غزوہ غابہ بھی کہتے ہیں یہ غزوہ ۶ سنہ ہجری میں ہوا طحطاوی نے کہا کہ امداد الفتاح میں حاوی سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز خوف چوبیس مرتبہ پڑھی اور شارح چار مقام لکھتا ہے تو یا یہ مراد ہے کہ چار بار غزووں میں اتفاق ہوا اور بیس بار دوسرے مقاموں میں یا یہ کہ ان مقاموں میں چوبیس نمازیں خوف کی پڑھیں واللہ اعلم۔

باب صلوۃ الجنازۃ

یہ باب ہے جنازہ کی نماز اور اس کے لواحق کے ذکر میں م مناسبت اس کی ماقبل سے یہ ہے کہ خوف و قتال موت کی پہنچاتے ہیں اور اس کو پیچھے اس لیے بیان کیا کہ یہ نماز ہر صورت سے نماز نہیں کیونکہ بلا رکوع اور سجدہ اور اذان وتکبیر کے ہوتی ہے دوسرے یہ کہ یہ نماز آدمی کے آخر حال سے متعلق ہے کذا فی الطحطاوی من اضافۃ الشیٔ

Marfat.com

الی سببہ نماز کی اضافت جنازہ کی طرف چیز کی اضافت ہے اپنے سبب کی طرف یعنی میت سبب ہے اس نماز کا وہی بالفتح المیت وبالکسر السریر وقیل لغتان اور جنازہ بفتح جیم مردہ کو کہتے ہیں اور بکسر جیم چارپائی یا تابوت ہے جس پر مردہ ہوتا ہے اور جس کو نعش کہتے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ بفتح اور کسر دونوں مردہ کو کہتے ہیں کذا فی الشامی والموت صفۃ وجودیۃ خلقت لضد الحیوٰۃ وقیل عدمیۃ اور موت ایک کیفیت وجودی ہے پیدا ہوئی ہے زندگی کے مقابل اور ایک قول یہ ہے کہ کیفیت عدمی ہے م موت میں اختلاف ہے کہ وجودی چیز ہے یا عدمی جو وجودی کہتے ہیں ان کی دلیل یہ ارشاد خداوندی ہے خلق الموت والحیوۃ یعنی پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے موت اور حیات کو تو چونکہ پیدا کرنا ایک چیز کا موجود کرنا ہے اس سے معلوم ہوا کہ موت وجودی چیز ہے اور اس میں اور حیات میں مقابلہ ضدین کا ہے کہ دونوں جمع نہیں ہو سکتیں اور جو لوگ عدمی کہتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ زندہ چیز سے مواد حیات کو نیست کرنے کا نام موت ہے تو عدمی ہوئے اور ان میں مقابلہ عدم اور ملکہ کا ہے اور اکثر محققین نے دوسرے قول کو یعنی عدمی ہونے کو اختیار کیا ہے اور آیت کے معنی یہ کہے ہیں کہ مقدر کیا موت اور حیات کو کذا فی الشامی یوجہ المحتضر وعلامتہ استرخاء قدمیہ واعوجاج منخرہ وانخساف صدغیہ القبلۃ علی یمینہ وہو السنۃ منہ پھیرا جاوے وہ شخص جو مرنے کو ہو قبلہ کی طرف داہنی کروٹ پر اور یہ منہ پھیرنا سنت ہے شارح نے کہا کہ علامت موت کے قریب ہونے کی یہ ہے کہ پاؤں اس کے ڈھیلے ہو جائیں اور ناک کا بانسا ٹیڑھا ہو اور کنپٹیاں اندر کو دھس جائیں م طحطاوی نے کہا کہ محتضر بصیغہ اسم مفعول ہے یعنی جس پر موت حاضر ہوئی یا فرشتے موت کے آموجود ہوئے وجاز الاستلقاء علی ظہرہ وقدماہ الیہا ہو المعتاد فی زماننا ولکن یرفع راسہ قلیلا لیتوجہ للقبلۃ وقیل یوضع کما تیسر علی الاصح صحہ فی المبتغی وان شق علیہ ترک علی حالہ والمرجوم لا یوجہ معراج اور جائز ہے چت لٹانا پشت پر اس صورت میں کہ دونوں پاؤں اس کے قبلہ کی جانب ہوں اور یہی صورت رائج ہے ہمارے زمانہ میں لیکن اس کا سر تھوڑا سا ابھار دیا جاوے تاکہ جانب قبلہ اس کا منہ ہو جاوے آسمان کی طرف نہ رہے اور ایک قول یہ کہ منہ قبلہ کی طرف کر دیا جائے جس طرح بن سکے صحیح تر قول کے بموجب یعنی داہنی کروٹ پر ہو یا بائیں پر یا چت لٹانے سے اسی طرح منہ قبلہ کی طرف کر دینا چاہیے تصحیح کی ہے اس قول کی مبتغی میں اور اگر قبلہ رخ کرنے میں اس کو تکلیف ہو تو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے اور جو شخص زنا کے سبب سے سنگسار ہوا اس کا منہ قبلہ کی طرف نہ کیا جائے اس کے زجر کے باعث سے کذا فی الطحطاوی ویلقن ندبا وقیل وجوبا بذکر الشہادتین لان الاولی لا تقبل بدون الثانیۃ عندہ قبل الغرغرۃ اور کیا جاوے بطور استحباب اور ایک قول میں بطور وجوب ذکر شہادتین کا اس کے پاس غرغرہ سے پیشتر اس لیے کہ اول شہادت بدون دوسرے کے مقبول نہیں م تلقین کے معنی فہمائش کے ہیں اور یہاں یہ مراد ہے کہ مرنے والے کے پاس اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمد رسول اللہ ایسی طرح پڑھا جائے کہ وہ بھی آواز سن کر انھیں کلمات طیبات سے رطب اللسان ہو یا اس کو یوں کہا جائے کہ ان کلمات کو دھیان کر یا اور کسی طرح یاد دلایا جائے اور یہ یاد دہانی اس وقت تک ہے کہ جان حلق میں نہ آئی ہو ورنہ اس وقت شہادتین کو نہ بول سکے گا شامی نے نہر الفائق سے نقل کیا کہ تلقین بالاتفاق مستحب ہے اور جس کسی نے واجب کہا وہ مجازاً کہہ دیا ہے اور بعض فقہا نے لکھا ہے کہ صرف لا الہ الا اللہ کی تلقین کافی ہے اس لیے کہ حدیث شریف میں ہے کہ جس کا آخر کلام لا الہ الا اللہ ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا اس لیے شارح نے کہا محمد رسول اللہ کی تلقین بھی چاہیے کہ صرف توحید کا اقرار بدون اقرار رسالت کے مقبول نہیں طحطاوی نے کہا کہ یہ تعلیل کافر کے حق میں ہے مسلمان کے لیے اقرار توحید کافی ہے واختلف فی قبول توبۃ الیاس والمختار قبول توبتہ لا ایمانہ والفرق فی البزازیۃ وغیرہا اور جان کندنی کے وقت کی توبہ مقبول ہونے میں اختلاف ہے اور مختار یہ ہے کہ اس کی توبہ مقبول ہوتی ہے اور ایمان قبول نہیں ہوتا اور فرق بزازیہ

Marfat.com

وغیرہا میں مرقوم ہے مم جان کندنی کی حالت میں ایمان تو بالاتفاق مقبول نہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فلم یک[1] ینفعہم ایمانہم لما راوا باسنا اور توبہ کے قبول اور عدم قبول میں اختلاف ہے مختار یہی ہے کہ توبہ مقبول ہوتی ہے اس لیے کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے ہو[2] الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ اس آیت میں قبول توبہ کو مطلق فرمایا اور ابوداؤد کی حدیث میں بھی مطلق مذکور ہے چنانچہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی توبہ قبول کرتا ہے جب تک کہ جان اس کی حلق میں غرغرہ نہ بولے کذا فی الشامی مختصرا من غیر امرہ بہما لئلا یفجر واذا قالہا مرۃ کفا ولا یکرر علیہ ما لم یتکلم لیکون آخر کلامہ لا الہ الا اللہ تلقین کیا جائے بدوں حکم کرنے کے اس کو شہادتین کا تاکہ دق ہو کر انکار نکرے یعنی تلقین میں اس کو امر نہ کریں کہ یوں کہہ تاکہ وہ انکار نہ کر بیٹھے اور جب وہ ایک مرتبہ کہہ چکے تو کافی ہے اور دوبارہ تلقین نہ کیا جائے جب تک کہ اور کلام نہ بولے تاکہ آخر کلام اس کا لا الہ الا اللہ ہو یعنی اگر دوسرا کلام بعد کلمہ کے کرے تو پھر تلقین چاہیے تاکہ آخر کلام کلمہ ہو نہ دوسری بات ویندب قرأۃ یٰسٓ والرعد اور مستحب ہے مرنے والے کے پاس سورہ یٰس اور رعد کا پڑھنا م یعنی اس لیے کہ یٰس کے پڑھنے کا حکم حدیث میں آیا ہے اور سورہ رعد اس وجہ سے کہ حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ اس سے جان کا نکلنا آسان ہوتا ہے کذا فی الشامی ولا یلقن بعد تلحیدہ وان فعل لا ینہی عنہ اور تلقین نہ کیا جاوے بعد دفن کرنے کے اور اگر کوئی تلقین کرے تو منع نہ کیا جاوے م چونکہ حدیث میں آیا ہے کہ لقنوا موتاکم یعنی تلقین کرو اپنے مردوں کو تو بعض محققین نے اس حدیث میں موت حقیقی مراد لے کر تلقین بعد موت کے جائز رکھی ہے اور بعض نے بمقتضائے ظاہر آیت انک لا تسمع الموتی یعنی تو نہیں سناتا مردوں کو تلقین کو ناجائز کہا فتح القدیر میں بعد کلام طویل کے کہا کہ تلقین بعد دفن سے کچھ ضرر نہیں بلکہ اس سے فائدہ ہے کہ مردہ کو ذکر سے انس ہوتا ہے چنانچہ آثار میں وارد ہے طحطاوی نے کہا کہ ظاہر روایت یہ ہے کہ تلقین نہ کی جاوے وفی الجوہرۃ انہ مشروع عند اہل السنۃ اور جوہرہ میں ہے کہ تلقین مشروع ہے اہل سنت کے نزدیک . . . . . کیونکہ اللہ تعالیٰ مردہ کو قبر میں زندہ کرتا ہے چنانچہ احادیث میں وارد ہے کذا فی الطحطاوی ویکفی قولہ یا فلان ابن فلان اذکر ما کنت علیہ وقل رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا قبل یا رسول اللہ فان لم یعرف امہ قال ینسب الی آدم وحوا اور کافی ہے کہنا تلقین کرنے والے کا اس طرح کہ اے فلاں فلاں کے بیٹے یاد کر ان باتوں کو جن پر تو تھا یعنی اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان کو یاد کر اور جب فرشتے سوال کریں تو یوں کہنا کہ میں راضی ہوا اس سے کہ اللہ میرا رب اور اسلام میرا دین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں کسی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر مردہ کا نام معلوم نہ ہو آپ نے فرمایا کہ منسوب کیا جاوے آدم اور حوا علیہما السلام کی طرف یعنی مرد ہو تو یوں کہنا چاہیے اے آدم کے بیٹے اور عورت ہو تو یوں کہے کہ اے حوا کی بیٹی ومن لا یسال ینبغی ان لا یلقن والاصح الانبیاء علیہم السلام لا یسالون واطفال المومنین وتوقف الامام فی اطفال المشرکین وقیل ہم خدم اہل الجنۃ اور جو شخص کہ قبر میں سوال نہ کیا جائے مناسب ہے کہ اس کو تلقین بھی نہ کی جائے اور صحیح تر یہ ہے کہ انبیا علیہم السلام سے سوال نہیں ہوتا اور نہ مومنوں کے بچوں سے اور توقف فرمایا ہے امام اعظمؒ نے مشرکین کے بچوں کے باب میں کہ ان سے سوال ہوتا ہے یا نہیں اور وہ دوزخ میں رہیں گے یا جنت میں اور کہتے ہیں کہ وہ جنت والوں کے خادم ہوں گے م مجنن لوگوں سے سوال نہ ہوگا وہ یہ ہیں انبیاء اور شہید اور غازی اور صدیق اور بچے اور جو شخص روز جمعہ یا اس کی شب میں مرے اور جو شخص ہر شب کو سورۂ ملک پڑھے اور اطفال مشرکین میں اخبار کے تعارض کے باعث قول اصح یہی ہے کہ ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر سپرد کرنا چاہیے کیونکہ حدیث صحیح میں ہے کہ اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے جو کچھ اطفال مشرکین عمل کرتے ہیں کذا فی الشامی ویکرہ تمنی الموت وتمامہ فی النہر ویسجی فی الحظر اور مکروہ ہے تمنا کرنی موت کی یعنی مصیبات وغیرہ سے تنگ ہو کر یہ تمنا نہ کرے کہ میں مرجاؤں اور اس کا پورا بیان نہر الفائق میں ہے اور کتاب الحظر والاباحۃ میں آگے آوے گا م نہر الفائق میں کہا ہے

[1] یعنی نہ کام آیا ان کے ان کا ایمان جب انھوں نے دیکھ لیا ہمارے عذاب کو ۱۲ [2] وہ یعنی اللہ تعالیٰ وہ ہے کہ قبول کرتا ہے توبہ اپنے بندوں کی ۱۲

Marfat.com

کہ اگر بمجبوری موت مانگے تو یوں دعا کرے الٰہی مجھ کو زندہ رکھ جب تک کہ زندگی میرے حق میں بہتر ہو اور مجھ کو موت دے جس وقت کہ موت میرے حق میں بہتر ہو کذا فی الطحطاوی لفظ فی الخطر اکثر نسخوں میں نہیں وما ظهر منه من كلمات كفرية ليستغفر فى حقه ويعامل معاملة موتى المسلمين حملا على انه فى حال زوال عقله ولذا اختار بعضهم زوال عقله قبل موته وكره الكمال اور جو الفاظ کفر کے میت سے جان کنی میں سرزد ہوں ان کے لیے اس کے حق میں مغفرت مانگنی چاہیے اور اس کے ساتھ مسلمانوں کے مردوں کا سا معاملہ کرنا چاہیے یعنی اس وقت کے کفریہ الفاظ کہنے سے اس کو کافر نہ کہا جائے گا اس خیال سے کہ وہ اپنی عقل کے زائل ہونے کی حالت میں ہے اور اسی جہت سے بعض فقہا نے اختیار کیا ہے میت کی عقل جاتا رہنا اس کی موت سے پیشتر ذکر کیا ہے اس کو کمال الدین محقق نے نم یعنی اس جہت سے عقل کا زائل ہونا پسند کیا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ مرنے کے درد سے یا شیطان کے دھوکے سے کلمات کفر قصداً بکنے لگے اور خاتمہ کفر پر ہو تو اگر اس وقت میں عقل نہ ہونے کا حکم کیا جائے گا تو ان کلمات سے کافر نہ ہوگا کذا فی الشامی فاذا مات تشد لحياه وتغمض عيناه تحسينا له ويقول مغمضه بسم الله وعلى ملة رسول الله اللهم ليسر عليه امره وسهل عليه مابعده واسعده بلقائك واجعل ماخرج اليه خيرا مما خرج عنه ثم تمد اعضاءه ويوضع على بطنه سيف او حديد لئلا ينتفخ ويحضر عنده الطيب ويخرج من عنده الحائض والنفساء والجنب پس جب وہ شخص مر جاوے تو اس کے جبڑے باندھ دیئے جائیں اور اس کی آنکھیں بند کی جائیں اس کے اچھا معلوم ہونے کو یعنی اگر منہ اور آنکھیں کھلی رہیں گی تو صورت خوفناک معلوم ہوگی اور کہے آنکھوں کا بند کرنے والا بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ الٰہی تو اس مردہ پر اس کا معاملہ تجہیز و تکفین وغیرہ کا آسان کر اور سہل کر اس پر وہ حال جو اس کو آگے کو درپیش ہو یعنی سوال قبر اور احوال قیامت اس پر سہل کر اور اس کو مشرف کر اپنے دیدار سے اور جس چیز کی طرف وہ نکلا ہے اس کو بہتر کر بہ نسبت اس کے جس سے وہ نکلا ہے یعنی آخرت کو اس کے حق میں دنیا سے بہتر کر پھر اس کے اعضا پھیلا دیئے جائیں اور اس کے پیٹ پر تلوار یا لوہا رکھ دیا جاوے تاکہ پیٹ نہ پھولے شامی نے کہا کہ لوہا یا آئینہ بالخاصیت پیٹ کو پھولنے نہیں دیتا اور اگر لوہا یا آئینہ نہ ملے تو بھاری چیز رکھ دی جائے اور اس کے پاس خوشبو حاضر کی جائے اور اس کے پاس سے حیض و نفاس والی عورتیں اور ناپاک آدمی چلے جائیں ویعلم به جيرانه واقاربه ويسرع فى جهازه اور اطلاع کی جائے اس کے مرنے کی اس کے ہمسایوں اور رشتہ داروں کو اور جلدی کی جائے اس کے سامان کفن و دفن میں کیونکہ حدیث میں وارد ہے کہ مسلمان کے مردہ کو اس کے گھر والوں میں روکنا نہ چاہیے کذا فی الشامی ولا يقرأ عنده القرآن الى ان يرفع الى الغسل كما فى القهستانى معزيا للنتف اور نہ پڑھا جاوے میت کے پاس قرآن یہاں تک کہ اٹھایا جائے نہلانے کو جیسا کہ قہستانی میں ہے نتف کی طرف منسوب ہم طحطاوی نے کہا کہ نتف میں ویقرء ہے بصیغۂ اثبات اور شامی نے کہا کہ میں نے بھی قہستانی کے دو نسخوں میں دیکھا لا نفی دونوں میں نہیں یا علاوہ اس کے اگر لا ہو تو نتف اور زیلعی کے قول میں اختلاف نہیں رہتا اور نہ بحر الرائق کی توجیہ کی کچھ حاجت رہی جو شارح آگے بیان کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ کلمہ لا غلطی کاتب سے زیادہ ہو گیا ہے قلت وليس فى النتف الى الغسل بل ان يرفع فقط وفسره فى البحر برفع روحه وعبارة الزيلعى وغيره تكره القراءة عنده حتى يغسل وعلله الشرنبلالى فى امداد الفتاح تنزيها للقرآن من نجاسة الميت تنجسه بالموت میں کہتا ہوں کہ نتف میں نہانے تک کی قید نہیں بلکہ اس میں صرف اتنا ہے کہ پڑھا جاوے قرآن میت کے پاس اٹھائے جانے تک اور بحر الرائق میں اٹھائے جانے کی تفسیر میت کی روح کے اٹھائے جانے سے کی ہے یعنی صرف جان نکلنے تک قرآن پڑھے بعد اس کے نہ پڑھے اور زیلعی وغیرہ کی عبارت یہ ہے کہ مکروہ تحریمی ہے قرأت قرآن مردہ کے پاس یہاں تک کہ نہلایا جائے اور شرنبلالی نے امداد الفتاح میں اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ اس صورت میں قرآن کا علیحدہ رکھنا ہے میت کی نجاست سے کیونکہ میت موت کے سبب سے نجس ہو جاتا ہے قیل نجاسۃ خبث وقیل حدث بعض فقہا نے کہا کہ میت کی نجاست حقیقی ہے اور بعض نے کہا

Marfat.com

کہ حکمی ہے م اول قول کی دلیل یہ ہے کہ آدمی خون کا پتلا ہے مثل دوسرے حیوانوں کے تو جیسے دوسرے مردار نجس عینی ہیں ویسے ہی آدمی بھی ہو جاتا ہے اور یہی قول ہے اکثر فقہا کا اور یہی ظاہر تر ہے اور اسی کو کافی میں صحیح کہا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اگر مردہ مسلمان نہلانے سے پیشتر کنوئیں میں گر جائے تو پانی ناپاک ہو جاتا ہے اور نہلانے سے جو پاک ہو جاتا ہے تو یہ مسلمان کی تعظیم کے جہت سے ہے اور دوسرے قول کی دلیل یہ ہے کہ موت کے باعث سے وضو جاتا رہتا ہے بسبب ڈھیلے ہو جانے مفاصل کے جیسے سونے سے جاتا رہتا ہے اور زندگی میں بے وضو ہونے سے جو صرف تھوڑے سے اعضا دھوتے ہیں اس کی وجہ یہ کہ وضو ہر روز پانچ بار کرنی پڑتی ہے اگر تمام بدن دھویا کرتے تو بڑا حرج ہوتا اس لیے چند اعضا پر اقتصار کیا گیا اور مرنے اور جنابت میں وہ حرج نہیں اس لیے تمام بدن کا دھونا مشروع ہوا دوسرے یہ کہ حاکم نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے مردوں کو نجس مت جانو کہ مسلمان نہ زندہ نجس ہوتا ہے نہ مردہ شامی نے کہا کہ اس حدیث سے نہیں معلوم ہوتا کہ مردہ کی نجاست حکمی ہے بلکہ یہ معنی ہیں کہ مسلمان مردہ نہلانے سے پاک ہو جاتا ہے اس کی نجاست دائمی نہیں بخلاف کافر کے کہ وہ بعد نہلانے کے بھی پلید رہتا ہے غرضکہ مختار اکثر فقہا کا قول اول ہی ہے وعلیہ فینبغی جواز ما کقراۃ المحدث اور مردہ کی نجاست حکمی ہونے پر چاہیے کہ اس کے پاس قرأت درست ہو جیسے بے وضو کو قرآن کا پڑھنا درست ہے م حاصل یہ کہ مردہ اگر ایسا کہا جائے جیسا بے وضو آدمی ہوتا ہے تو اس کے پاس قرآن کا پڑھنا مکروہ نہیں اور نتف کا قول اسی پر محمول ہے اور اگر مردہ جانوروں کی طرح نجس ٹھہرایا جائے تو مکروہ ہے اور زیلعی وغیرہ کا قول اس روایت پر محمول ہوگا طحطاوی نے کہا کہ مکروہ اس وقت ہے کہ مردہ کے قریب پڑھا جاوے اور اگر دور پڑھا جاوے تو مکروہ نہیں شامی نے کہا کراہت میں یہ قید بھی ہونی چاہیے کہ مردہ پاک چادر سے چھپا ہوا نہ ہو اور اگر چھپا ہوا ہوگا تب بھی قرأت مکروہ نہ ہوگی ویوضع کما مات کما تیسر فی الاصح علی سریر مجمر وترا الی سبع فقط فتح ککفنہ وعند موتہ فنی ثلث لا خلفہ ولا فی القبر اور جبھی کہ مر جائے رکھائے جس طرح بن سکے صحیح تر قول میں تخت پر جس کو طاق مرتبہ لبسایا ہو سات دفعہ تک فقط کذا فی الفتح یعنی اس سے زیادہ نہ لبسائیں مثل اس کے کفن کے کہ وہ بھی طاق دفعہ لبسایا جاوے اور اس کی موت کے وقت خوشبو لبسانی چاہیے تو یہ تین وقت کا لبسانا ہوا اور نہ پیچھے اس کے اور نہ قبر میں م لبسانے سے مراد یہ کہ کسی برتن میں آگ رکھ کر اس پر خوشبو جلا دیں اور اس کو مردہ یا کفن کے گرد پھرا دیں تو یہ لبسانا تین وقت چاہیے ایک جس وقت اس کی جان نکلے دوم غسل کے وقت سوم کفنانے کے وقت اور جنازہ کے پیچھے ایسی خوشبو نہ لے جائیں کہ احادیث میں منع وارد ہے کہ جنازہ کے پیچھے آگ مت لے چلو اور نہ قبر کو لبسائیں کہ قبر میں آگ لے جانی بدفالی ہے اور یہ جو کہا کہ بغور مرنے کے تختہ پر رکھیں یہ اس صورت میں ہے کہ جان اس کی زمین پر نکلی ہو بایں لحاظ کہ زمین کی تری سے اس کا بدن بگڑ نہ جاوے پھر تختہ پر رکھنا ایک قول یہ ہے کہ شمالا جنوبا رکھیں قبر کی طرح اور ایک قول یہ ہے کہ پاؤں قبلہ کی طرف کریں اور اصح یہ ہے کہ جیسے ممکن ہو ویسے رکھیں کذا فی الشامی تبصرف وکرہ قراۃ القرآن عندہ الی تمام غسلہ عبارۃ الزیلعی حتی لیغسل وعبارۃ النہر قبل غسلہ اور مکروہ تحریمی ہے قرآن کا پڑھنا میت کے پاس اس کے غسل کے پورا ہونے تک زیلعی کی عبارت یوں ہے کہ جب تک میت کو غسل دیا جاوے اور نہر الفائق میں ہے کہ اس کے غسل سے پیشتر مکروہ ہے م اختلاف الفاظ کسی فائدے کے لیے نہیں مراد سب کی یہی ہے کہ غسل ہو چکنے تک قرأت مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی وتستر عورتہ الغلیظۃ فقط علی الظاہر من الدرایۃ وقیل مطلقا الغلیظۃ والخفیفۃ وصح صححہ الزیلعی وغیرہ اور پوشیدہ کی جاوے مردہ کی صرف شرمگاہ غلیظ ظاہر روایت کے بموجب اور ایک قول یہ ہے کہ مطلق برہنگی چھپائی جائے خواہ خفیف ہو یا غلیظ اور اس قول کی تصحیح ہوئی ہے یعنی زیلعی وغیرہ نے اس کو صحیح کہا ہے م عورت غلیظہ مقام پاخانہ اور پیشاب اور ان کے آس پاس کو کہتے ہیں اور عورت خفیفہ ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے تو

Marfat.com

قول صحیح یہ ہے کہ نہلانے میں ناف سے لے کر گھٹنوں تک تہمد ڈالیں اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو فرمایا کہ زندہ اور مردہ کی ران پر نظر مت ڈالو اس سے معلوم ہوا کہ مردہ کی ران کا دیکھنا حرام ہے کذا فی الطحطاوی ولیغسلہا تحت خرقۃ الستر لیعدلف خرقۃ مثلہا علی یدیہ لحرمۃ اللمس کالنظر اور دھوئے برہنگی کو تہمد کے نیچے بعد لپیٹنے ایک کپڑے مثل تہمد کے اپنے ہاتھوں پر بسبب حرام ہونے ہاتھ لگانے کے مثل دیکھنے کے م شامی نے کہا کہ کیسہ کا مثل تہمد کے ہونا شرط نہیں بلکہ ایسا ہونا چاہیے جو چھونے کا مانع ہو کیونکہ بدون آڑ کے ہاتھ لگانا شرم گاہ کو حرام ہے جیسے دیکھنا حرام ہے اس سے معلوم ہوا کہ بچوں کے لیے تہمد اور کیسہ ضرور نہیں ویجرد من ثیابہ کما مات وغسلہ علیہ السلام فی قمیصہ من خواصہ اور ننگا کیا جاوے اپنے کپڑوں سے بفور مرنے کے اور نہلایا جانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ کی قمیص میں آپ کے خواص سے ہے م بفور مرنے کے اس لیے ننگا کیا جائے کہ کپڑوں کی گرمی سے بدن میں تغیر نہ آوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نہلایا جانا قمیص میں اس لیے خواص سے ہوا کہ ابوداؤد نے روایت کی ہے کہ بعد وفات شریف کے لوگوں کو تردد ہوا کہ آپ کو ننگا کریں جیسے اپنے مردوں کو کرتے ہیں یا معہ کپڑوں کے نہلاویں تو گھر کے گوشہ سے آواز سنی کہ آپ کو معہ کپڑوں کے نہلاؤ کذا فی الشامی ویوضاء من یومر بالصلوۃ بلا مضمضۃ واستنشاق للحرج وقیل یفعلان بخرقۃ وعلیہ العمل ولو کان جنبا او حائضا او نفساء فعلا اتفاقا تیمما للطہارۃ کما فی امداد الفتاح مستمدا من شرح المقدسی اور وضو کرایا جائے وہ مردہ کہ حکم کیا جائے نماز کا بدون کلی اور ناک میں پانی دینے کے بسبب حرج کے یعنی پانی منہ یا ناک میں ڈال کر اس کا نکالنا رقت ہے اور ایک قول یہ ہے کہ کلی اور ناک میں پانی دینا کپڑے سے کرائی جائے یعنی نہلانے والا اپنی انگلی پر کپڑا لپیٹ کر دانتوں اور مسوڑھوں اور ناک کے نتھنوں میں پھیرے اور اسی پر عمل ہے اس زمانہ میں اور اگر میت جنب یا حائض یا نفاس والی ہو تو دونوں باتیں کی جائیں بالاتفاق واسطے پورا کرنے طہارت کے جیسا کہ امداد الفتاح میں ہے شرح مقدسی سے مدد لے کر م نماز کا حکم کیا جائے اس سے یہ غرض کہ جو بچہ بے عقل ہو اس کو وضو نہ کرنا چاہیے شامی نے کہا کہ یہ قید اچھی نہیں اس لیے کہ اس سے معلوم ہوتا کہ دیوانہ شخص کو بھی وضو نہ کرایا جائے حالانکہ مجنون بالاتفاق وضو کرایا جاتا ہے اسی طرح بچہ کو بھی وضو کرایا جائے کیونکہ یہ وضو غسل میت کی سنت ہے اور جنب کے لیے جو کلی اور ناک میں پانی دینے کو بالاتفاق لکھا ہے تو شامی نے کہا کہ میں نے بالاتفاق نہ امداد الفتاح میں پایا نہ شرح مقدسی میں ویبدأ بوجہہ ویمسح رأسہ اور شروع کیا جائے اس کے چہرہ سے یعنی جنب کی طرح اول دونوں ہاتھ پہونچوں تک دھوئے جائیں بلکہ کپڑے سے منہ اور نتھنوں کو پونچھ کر منہ دھویا جائے اور مسح کیا جائے اس کے سر پر یعنی وضو میں م شارح نے استنجا کو ذکر نہ کیا کیونکہ اس میں اختلاف ہے طرفین کے نزدیک استنجا کیا جائے اور امام ابو یوسف کے نزدیک استنجا نہ کیا جائے اور اس کی صورت یہ ہے کہ نہلانے والا ہاتھ پر کیسہ لپیٹ کر شرمگاہ کو دھوئے کذا فی الشامی ویصب علیہ ماء مغلی بسدر ورق النبق او حرض بضم فسکون الاشنان ان تیسر والا فماء خالص مغلی اور اس پر وہ پانی ڈالا جائے جس میں بیری کے پتے جوش دیے گئے ہوں یا اشنان پڑا ہو اگر یہ چیزیں ملیں ورنہ پانی خالص جوش دیا ہوا ڈالا جاوے شارح نے کہا کہ سدر سے مراد بیر کے پتے ہیں اور حرض بضم حاء مہملہ اور سکون راء مہملہ اشنان ہے جو چھوٹی چھوٹی جڑیں ہوتی ہیں اس سے کپڑے دھوتے ہیں جیسے صابون سے صاف کرتے ہیں ولیغسل راسہ ولحیتہ بالخطمی لیت بالعراق ان وجد والا فبالصابون ونحوہ ہذا لو کان بہما شعر حتی لو کان امرد او اجرد لا یفعل اور دھویا جائے سر اس کا اور داڑھی اس کی گل خیرو سے اگر میسر ہو ورنہ صابون سے اور اس کے مثل یعنی ملتانی مٹی وغیرہ سے یہ حکم اس صورت میں ہے کہ چہرہ اور سر پر بال ہوں یہاں تک کہ اگر وہ شخص بے ریش ہو یا سر پر بال نہ رکھتا ہو تو پھر نہ دھویا جاوے شارح نے کہا کہ خطمی ایک گھاس ہے عراق میں اور ہندوستان میں گل خیرو

Marfat.com

کہلاتا ہے ویضجع علی یسارہ یبدأ بیمینہ فیغسل حتی یصل الماء الی مایلی التخت منہ ثم علی یمینہ کذلک ثم یجلس مسندا بالبناء للمفعول الیہ ویمسح لبطنہ رفیقاً وما خرج منہ یغسلہ ثم بعد اقعادہ یضجعہ علی شقہ الایسر ویغسلہ وہذہ غسلۃ ثالثۃ لیحصل المسنون ویصب علیہ الماء عند کل اضجاع ثلاث مرات لما مر وان زاد علیہا او نقص جاز اذا لواجب مرۃ اور لٹایا جاوے مردہ اپنی بائیں کروٹ پر تاکہ پانی اول اس کے داہنے جانب پر پڑے پھر نہلایا جاوے یہاں تک کہ پانی بدن کے اس حصہ پر پہنچے جو تختہ سے ملا ہے پھر داہنی کروٹ پر لٹا کر اسی طرح پانی ڈالا جاوے کہ دوسری طرف پہنچ جاوے پھر مردہ کو بٹھلاوے یعنی نہلانے والا اپنا سہارا دے کر اور سونتے اس کے پیٹ کو نرمی سے اور اور جو کچھ مردہ سے خارج ہو نہلانے والا اس کو دھو ڈالے پھر بٹھانے کے بعد اس کو بائیں کروٹ پر لٹا کر غسل دے اور یہ تیسری بار کا غسل ہے تاکہ عدد مسنون حاصل ہو جاوے یعنی تین بار نہلانا سنت ہے وہ اس مرتبہ ہو جائے گا اور پھر لٹانے کے وقت مردہ پر تین بار پانی ڈالا جائے اسی وجہ سے کہ گذری یعنی مسنون تین بار دھونا ہے اگر تین بار سے زیادہ ہر دفعہ میں پانی ڈالے گا یا کم تب بھی غسل درست ہوگا اس لیے کہ واجب تو ایک بار کا دھونا ہے شارح نے کہا کہ مسنداً بصیغہ[۵۱] مجہول ہے م شارح نے پہلے لکھا تھا کہ اس پر جوش دیا ہوا پانی ڈالنا چاہیے بعد اس کے کہا کہ اول بائیں کروٹ پر لٹا کر پانی ڈالنا چاہیے تو پہلا بیان مجمل تھا اس کی تفصیل بیان کر دی کہ اس طرح ڈالا جاوے یعنی ترتیب وار اس طرح ہے کہ وضوے فراغت ہو تو سر اور داڑھی دھوئی جائے اور اس کے بعد بائیں کروٹ لٹا کر وہ پانی جس میں بیری کے پتے جوش دیے ہوں ڈالا جائے کذا فی الشامی مختصرا ولا یعاد غسلہ ولا وضوء بالخارج منہ لان غسلہ ما وجب لرفع الحدث لبقائہ بالموت بل لتنجسہ بالموت کسائر الحیوانات الا موتہ الا ان المسلم یطہر بالغسل کرامۃ لہ وقد حصل بحر شروح مجمع اور اس کے غسل اور وضو کا اعادہ نہ کیا جاوے بسبب خارج کے اس کے بدن سے یعنی اگر پیٹ دبانے سے کوئی نجاست خارج ہو تو اس سے غسل یا وضو دوبارہ ضرر نہیں اس لیے کہ نہلانا میت کا حدث کو دور کرنے کے لیے واجب نہیں ہوا کیونکہ وہ تو موت کے باعث قائم ہے بلکہ اس سبب سے نہلانا واجب ہوا ہے کہ میت ناپاک ہو گیا ہے مثل دوسرے حیوانوں مردی کے مگر یہ کہ مسلمان پاک ہو جاتا ہے نہلانے سے اس کی تعظیم کی جہت سے اور یہ طہارت تو نہلانے سے ہو چکی کذا فی البحر و شروح مجمع م یعنی مردہ کا نہلانا اس غرض سے ہے کہ مرنے سے ناپاک ہو جاتا ہے تو جب نہلا دیا اس کی نجاست دور ہو گئی اب جو کوئی نجاست اس کے بدن سے نکلے گی تو صرف وہی مقام دھو ڈالا جائے گا سارے غسل کا اعادہ ضرور نہیں اور مردہ کا نہلانا حدث کے دور کرنے کے لیے نہیں کیونکہ موت خود ایک حدث ہے جو دور نہیں ہو سکتا وینشف فی ثوب ویجعل الحنوط وہو بفتح الحاء العطر المرکب من الاشیاء الطیبۃ غیر زعفران ووَرس لکراہتہما للرجال وجعلہما فی الکفن جعل علی راسہ ولحیتہ ندبا والکافور علی مساجدہ کرکبتہ لہا اور نہلانے کے بعد خشک کیا جاوے کسی پاک کپڑے سے اور حنوط ملا جائے اس کے سر اور داڑھی پر براہ استحباب اور کافور ملا جائے اس کے سجدہ کی جگہوں میں یعنی جو مقام سجدہ میں زمین پر ٹکتے ہیں اور وہ ماتھا اور ناک اور ہتھیلیاں اور گھٹنے اور پاؤں ہیں ان پر کافور ملا جائے ان کی تعظیم کے لیے تاکہ سجدہ خاک نہ ہوں شارح نے کہا کہ حنوط بفتح حاء مہملہ وضم نون عطر مرکب ہے خوشبودار چیزوں سے سوائے زعفران اور ورس کے بسبب مکروہ ہونے ان دونوں چیزوں کے مردوں کو اور زعفران اور ورس کو کفن میں رکھنا جہالت ہے ولا یسرح شعرہ اے یکرہ تحریما ولا یقص ظفرہ الا المکسور ولا شعرہ ولا یحلق اور مردہ کے بالوں میں کنگھی نہ کی جاوے یعنی کنگھی کرنا مکروہ تحریمی ہے اور نہ کترے ناخن اس کے سوائے ٹوٹے ہوئے ناخن کے کہ وہ کتر کر پھینک دیا جاوے اور نہ بال کترے جائیں اور نہ ختنہ کی بنائے م نہر الفائق میں ہے کہ بعد موت کے تزیین جائز نہیں اور اگر بال یا ناخن کاٹے جائیں تو کفن میں مردہ کے رکھ دیے جائیں کذا فی القہستانی ولا باس بجعل القطن علی وجہہ فی مخارتہ کہ برو قبل واذن وفم اور مضائقہ نہیں روئی رکھنے کا مردہ کے چہرہ پر

---

[۵۱] بصیغۂ اسم مفعول مناسب ہے ۱۲ مصحح۔ [۵۲] قولہ پھینک دیا جاوے محل نظر ہے جیسے کہ اگلی سطر میں ہے کہ کفن میں رکھ دیے جائیں۔ ملا مصحح۔

Marfat.com

اور اس کے سوراخوں میں مثلاً مقام پاخانہ اور پیشاب اور کان اور منہ میں م شرمگاہوں میں روئی رکھنے کو بعض علماء نے پسند نہیں کیا اور شارح نے لایاس کہہ کر اشارہ کیا کہ روئی کا نہ رکھنا بہتر ہے کذا فی الشامی ویوضع یداہ فی جانبیہ لا علی صدرہ لانہ من عمل الکفار ابن ملک اور رکھے جائیں دونوں ہاتھ مردہ کے اس کے دونوں پہلوؤں میں نہ اس کی چھاتی پر اس لیے کہ چھاتی پر ہاتھ رکھنا کفار کا طریقہ ہے یعنی مجوس وغیرہم کا ذکر کیا ہے اس کو ابن ملک نے ویمنع زوجہا من غسلہا ومسہا لا من النظر الیہا علی الاصح منیۃ وقالت الائمۃ الثلثۃ یجوز لان علیا غسل فاطمۃ رضی اللہ عنہا قلنا ہذا محمول علی بقاء الزوجیۃ لقولہ علیہ السلام کل سبب ونسب ینقطع بالموت الا سببی ونسبی مع ان بعض الصحابۃ انکر علیہ شرح المجمع للعینی اور منع کیا جائے شوہر مردہ عورت کا عورت کے نہلانے اور ہاتھ لگانے سے نہ اس کی طرف نگاہ کرنے سے صحیح تر قول کے بموجب کذا فی المنیہ اور تینوں اماموں نے فرمایا کہ نہلانا جائز ہے اس لیے کہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کو غسل دیا ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ نہلانا حضرت مرتضیٰ کا معمول ہے زوجیت کے قائم رہنے پر بسبب فرمانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ ہر سبب اور نسب جاتا رہتا ہے موت سے مگر میرا سبب اور نسب کہ وہ نہیں جاتا علاوہ اس کے بعض صحابہ نے اس نہلانے کا حضرت مرتضیٰ پر انکار کیا ایسا مذکور ہے عینی کی شرح مجمع میں م خانیہ میں ہے کہ اگر عورت کا محرم ہو تو وہ اس کو اپنے ہاتھ سے تیمم کرا دے اور اگر اجنبی ہو تو اپنے ہاتھ پر پٹی چڑھا کر تیمم کرا دے اور اس کے ہاتھ نہ دیکھے لیکن اگر اجنبی خاوند ہو تو اس کو جائز ہے کہ ہاتھ دیکھے اور یہ غالباً اس نظر سے ہے کہ دیکھنا بہ نسبت ہاتھ لگانے کے خفیف تر ہے اور حضرت فاطمہؓ کے غسل کو شرح مجمع میں جو خود مصنف مجمع کی ہے یوں لکھا ہے کہ آپ کو حضرت ام ایمن نے غسل دیا تھا اور حضرت مرتضیٰ کی طرف جو منسوب ہوا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے تمام سامان کے آپ متکفل ہوئے تھے اور اگر بالفرض آپ کا نہلانا ثابت ہو تو یہ آپ کی خصوصیات میں سے ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ فاطمہ تمہاری زوجہ ہیں دنیا و آخرت میں اور حدیث شارح نے بیان کی وہ بھی دلیل خصوص ہے سبب سے مراد اس میں قربت سببی ہے جیسے زوجیت اور دامادی ہے اور نسب سے قرابت نسبی ہے کذا فی الشامی مختصراً وہی لا تمنع من ذلک ولو ذمیۃ بشرط بقاء الزوجیۃ بخلاف ام الولد والمدبرۃ والمکاتبۃ فلا یغسلونہ ولا یغسلہن علی المشہور مجتبیٰ اور عورت نہ منع کی جائے اپنے خاوند کے نہلانے سے اگرچہ ذمیہ یعنی کتابیہ ہو بشرطیکہ باقی رہنے نکاح کے بخلاف ام ولد اور مدبرہ اور مکاتبہ کے کہ یہ تینوں آقا کو نہلاویں اور نہ آقا ان کو نہلاوے روایت مشہور کے بموجب کذا فی المجتبیٰ م یعنی ام ولد اور مدبرہ میں مرنے کے بعد ملک باقی نہیں رہتی جو موجب حلت وطی تھی اور اسی طرح مکاتبہ بعد ادا کرنے زر کتابت کے آزاد ہو جاتی ہے شامی نے کہا کہ یغسلونہ بصیغہ جمع مذکر غلط ہے صحیح یغسلنہ بصیغہ جمع مونث چاہیے والمعتبر فی الزوجیۃ صلاحیتہا حالۃ الغسل لا حالۃ الموت فتمنع من غسلہ لو بانت قبل موتہ او ارتدت بعدہ ثم اسلمت او مست ابنہ بشہوۃ لزوال النکاح اور معتبر زوجہ میں قابل ہونا اس کا ہے غسل کے وقت نہ موت کے وقت تو منع کی جاوے گی وہ عورت شوہر کے نہلانے سے جو بائن ہوئی ہو شوہر کی موت سے پیشتر یا مرتد ہوئی اس کی موت کے بعد پھر مسلمان ہو گئی یا چھو لیا شوہر کے بیٹے کو شہوت سے بسبب جاتے رہنے ان عورتوں کے نکاح کے م یعنی پہلی صورتوں میں زوجیت وقت موت کے باقی نہ رہی اور پچھلی صورتوں میں موت کے وقت نکاح تھا پھر جاتا رہا طحطاوی نے کہا کہ شارح نے فی الزوجیۃ بیاء لنسبت کہا مناسب یہ تھا کہ فی الزوجۃ بدون یاء کے کہتا وجاز لہا غسلہ لو اسلم زوج المجوسیۃ فمات فاسلمت بعدہ لحل مستہا حینئذ اعتبارا بحالۃ الحیوۃ اور جائز ہے مجوسی عورت کو نہلانا اپنے شوہر کا اگر وہ مسلمان ہو کر مر گیا پھر وہ مسلمان ہوئی بعد اس کے بسبب حلال ہونے اس کے ہاتھ لگانے کے اس صورت میں حالت زندگی کا لحاظ کر کے م یعنی اگر شوہر مسلمان ہو کر زندہ رہتا اور اس کے مسلمان ہونے کے بعد اس کی زوجہ مسلمان

Marfat.com

ہوتی تو نکاح قائم رہتا اور مرد کو ہاتھ لگانا درست ہونا اسی طرح جب وہ اس کے مرنے کے بعد مسلمان ہوئی تو اس صورت میں بھی ہاتھ لگانا درست ہوا کذا فی الحلبی وجد رأس آدمی او احد شقیہ لا یغسل ولا یصلی علیہ بل یدفن الا ان یوجد اکثر من نصفہ ولو بلا رأس پایا گیا سر آدمی کا یا ایک نصف اس کے دو آدھوں میں سے تو نہ غسل دیا جاوے اور نہ اس پر نماز پڑھی جاوے بلکہ دفن کر دیا جاوے مگر جس صورت میں کہ نصف سے زائد پایا جائے اگرچہ بدون سر کے ہو تو غسل دیا جاوے بحر الرائق میں کہا کہ نصف دھڑ معہ سر پایا جاوے تب بھی غسل دیا جاوے والافضل ان یغسل المیت مجانا فان ابتغی الغاسل الاجر جاز ان کان ثمہ غیرہ والا لا تعین علیہ وینبغی ان یکون حکم الحمال والحفار کذالک سراج اور افضل یہ ہے کہ نہلایا جائے مردہ مفت پس اگر نہلانے والا اجرت مانگے تو درست ہے اگر کوئی نہلانے والا وہاں اس کے سوا بھی ہو اور اگر کوئی اور نہ ہو تو اجرت درست نہیں پس بسبب واجب عین ہو جانے نہلانے کے اس پر اور چاہیے کہ حکم جنازہ کے اٹھانے والے اور گورکن کا بھی یہی ہو کہ اگر اور بھی ہوں تو اجرت درست ہو ورنہ ناجائز کیونکہ اس صورت میں اٹھانا اور قبر کھودنا ان پر واجب ہوگا اور طاعت پر اجرت لینی درست نہیں کذا فی السراج لو غسل المیت بغیر نیۃ اجزاہ ای لطہارتہ لا لاسقاط الفرض عن ذمۃ المکلفین ولذا قال لو وجد میت فی الماء فلا بد من غسلہ ثلاثا لانا امرنا بالغسل فیحمل کہ فی الماء بنیۃ الغسل ثلاثا فتح وتعلیلہ یفید انہم لو صلوا علیہ بلا اعادۃ غسلہ صح وان لم یسقط وجوبہ عنہم فتدبرہ اور اگر میت کو نہلایا بدون نیت کے تو کافی ہوگا اس کے پاک ہو جانے کو نہ واسطے ساقط کرنے فرض کے مکلف شخصوں کے ذمہ سے اور اسی جہت سے کہ نیت شرط طہارت نہیں بلکہ شرط فرض کے ساقط کرنے کی ہے مصنف نے کہا کہ اگر کوئی مردہ بہت سے پانی میں پایا گیا تو اس کو تین بار نہلانا ضرور ہے اس لیے کہ ہم کو حکم ہے میت کے نہلانے کا پس اس مردہ کو غسل کی نیت سے تین بار پانی میں حرکت دے کذا فی الفتح اور فتح القدیر کا علت بیان کرنا اس بات کا مفید ہے کہ اگر لوگ اس پر نماز پڑھیں بدون تازہ غسل دینے کے تو درست ہوگا اگرچہ غسل کا وجوب ان سے ساقط نہ ہوگا تو اس کو سمجھ لینا چاہیے م طحطاوی نے کہا کہ قول معتمد یہ ہے کہ نہلانے میں نیت شرط نہیں چنانچہ خانیہ میں مذکور ہے کہ اگر مردہ کو نہلایا تو فرض ان کے ذمہ سے ساقط ہوگا اگرچہ ان کو نیت نہ ہو اور پانی میں مردہ کا ملنا دوسری صورت ہے اس میں بدون نہلائے فرض ساقط نہ ہوگا انتہی وفی الاختیار الاصل فیہ تغسیل الملائکۃ لآدم علیہ السلام وقالوا لولدہ ہذہ سنۃ موتاکم اور اختیار میں ہے کہ اصل غسل میت کے باب میں نہلانا فرشتوں کا ہے حضرت آدم علیہ السلام کو اور ان کی اولاد سے یہ کہنا کہ یہ طریق ہے تمہارے مردوں کا م طحطاوی نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ یہ شریعت قدیم ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نہلانے والے کا مکلف ہونا شرط نہیں اور اسی وجہ سے اولاد آدم علیہ السلام نے آپ کو غسل کا اعادہ نہ کیا اور فرشتوں کے غسل پر اکتفا کیا فروع مسائل ملحقہ شارح کے لو لم یدر اسلم ام کافر ولا علامۃ فان فی دارنا غسل وصلی علیہ والا لا اور اگر مردہ کا حال معلوم نہ ہو کہ مسلمان ہے یا کافر اور کوئی نشانی پہچان کی نہیں تو اگر اس طرح کا مردہ دار الاسلام میں ہو تو اس کو نہلا کر نماز پڑھی جائے اور اگر بے علامت دار الاسلام میں نہ پایا جائے بلکہ دار الحرب میں ملے تو نہ نہلایا جائے . . . . . نہ نماز پڑھی جائے م بدائع میں ہے کہ مسلمانوں کی علامتیں چار ہیں اول ختنہ دوم ختنہ سوم سیاہ لباس چہارم زیر ناف کے بالوں کا مونڈنا لیکن اس زمانہ میں سیاہ لباس اور خضاب علامت اسلام نہیں رہی اور ملک ہندوستان میں مونچھوں کا کترانا اور بغل کے بالوں کا مونڈنا اور بائیں طرف پردہ کا ہونا بھی علامت مسلمان ہونے کی ہے فتاوی ظہیریہ ناہونا کفار ولا علامۃ اعتبر الاکثر فان استووا غسلوا واختلف فی الصلوۃ علیہم ومحل الدفن اور مسلمانوں کے مردے کافروں میں مل گئے اور کوئی پہچان نہیں تو اعتبار اکثر

Marfat.com

کا ہوگا یعنی اگر مسلمان زیادہ ہیں تو مسلمان قرار دیے جائیں گے نماز کے حق میں یعنی ان پر نماز پڑھی جاوے اور دعا میں مسلمانوں کی نیت کی جاوے اور اگر کافر زیادہ ہوں تو نماز کسی پر نہ پڑھی جاوے نہلا کر اور کفن دے کر کفار کے قبرستان میں دفن کیے جاویں کذا فی شرح الطحطاوی پھر اگر نمازیں برابر ہوں تو سب کو غسل دیا جاوے گا اور ان پر نماز پڑھنی اور ان کے دفن کرنے کی جگہ میں اختلاف ہے م بعض فقہا نے کہا کہ ان پر نماز نہ پڑھی جاوے کیونکہ آخر بعض مسلمانوں پر نماز نہیں پڑھی جاتی جیسے راہزن اور باغی ہیں اور کافر پر نماز کسی صورت سے جائز نہیں بدلیل ارشاد خداوندی ولا تصل علی احد منہم مات ابدا یعنی ان میں سے جو مر گیا ہو اس پر کبھی نماز مت پڑھ اور بعض فقہا نے کہا کہ نماز پڑھی جاوے کیونکہ یہاں اگر تعیین نہیں ہو سکتی تو قصد سے تو عاجزی نہیں مسلمانوں کا قصد کر کے نماز پڑھ لے شامی نے کہا کہ مذہب باقی تین اماموں کا یہی ہے اور یہی بہتر معلوم ہوتا ہے اور محل دفن میں بھی اختلاف ہے بعض نے کہا کہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہوں اور ہندوانی نے کہا کہ ان کے لیے قبرستان علیحدہ بنا دیا جاوے کہ زیادہ احتیاط اسی میں ہے کذا فی الحموی کدفن ذمیۃ حبلی من مسلم قالوا والاحوط دفنہا علیحدۃ ویجعل ظہرہا الی القبلۃ لان وجہ الولد لظہرہا اختلاف ہے دفن میں اس ذمی کتابیہ کے جو کسی مسلمان سے حاملہ ہو فقہا نے فرمایا کہ زیادہ احتیاط ہے اس کا دفن کرنا علیحدہ اور کی جاوے اس کی پشت قبلہ کی طرف اس وجہ سے کہ بچہ کا منہ ماں کی پشت کی جانب ہے م یعنی بچہ بسبب تبعیت اپنے باپ کے مسلمان ہے تو دفن میں اس کا لحاظ ہوگا کہ ایسی طرح دفن ہو کہ بچہ کا منہ قبلہ کی طرف رہے شامی نے کہا کہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ بچہ میں جان پڑ گئی ہو اور اگر جان نہ پڑی ہو یعنی حمل چار مہینے سے کم کا ہو تو بالاتفاق . . . . کفار کے قبرستان میں دفن کی جاوے ماتت بین رجال او ہو بین نساء یمم المحرم فان لم یکن فالاجنبی بخرقۃ ایک عورت مر گئی درمیان مردوں کے یا مرد عورتوں میں تو مرد کو محرم تیمم کرا دے یعنی مردہ عورت کو مرد محرم تیمم کرا دے اور مرد میت کو عورت محرم تیمم کرا دے اور اگر محرم نہ ہو تو اجنبی ہتھیلی سے تیمم کرا دے یعنی اگر مردوں میں عورت کا محرم نہ ہو یا عورتوں میں مرد کی کوئی محرم نہ ہو تو اجنبی مرد یا عورت ہاتھ کو کپڑا لپیٹ کر مردہ کو تیمم کرا دے ویمم الخنثی المشکل لو مراہقا والا فکغیرہ فیضرب الرجال والنساء اور تیمم کرایا جاوے خنثی مشکل اگر قریب بالغ ہونے کے ہو اور اگر قریب البلوغ نہ ہو تو وہ مثل اور بچوں کے ہے اس کو مرد خواہ عورتیں غسل دیویں یعنی بچہ ہونے کی صورت میں اس کے اعضا کو حکم برہنگی کا نہیں یمم لفقد ماء وصلی علیہ ثم وجدہ غسلوہ وصلوا ثانیا وقیل لا مردہ کو تیمم کرایا گیا بسبب نہ ہونے پانی کے اور اس پر نماز پڑھی گئی پھر لوگوں کو پانی ملا تو مردہ کو نہلا دیں اور نماز دوبارہ پڑھیں اور ایک قول یہ ہے کہ غسل نہ دیں اور نہ نماز کا اعادہ کریں م بعد تیمم و نماز کے پانی ملنے میں امام ابو یوسف کے نزدیک غسل و نماز دونوں چاہییں اور امام صاحب کے نزدیک صرف غسل دیا جائے اور شرح منیہ میں ہے کہ زندہ کے لحاظ سے نہ غسل چاہیے نہ نماز یعنی جیسے زندہ آدمی پانی نہ ملنے سے تیمم کر کے نماز پڑھ لے پھر پانی پاوے تو وہ نماز کا اعادہ نہیں کرتا ایسا ہی یہاں بھی چاہیے شامی نے کہا کہ قول راجح موافق اصول کے یہی ہے ویسن فی الکفن لہ ازار وقمیص ولفافۃ وتکرہ العمامۃ للمیت فی الاصح مجتبی واستحسنہا المتاخرون للعلماء والاشراف اور مسنون ہے کفن میں مرد کے واسطے تین کپڑے ایک ازار یعنی چادر سر سے لے کر پاؤں تک اور ایک قمیص یعنی کفنی گردن سے لے کر پاؤں تک بدون آستین کے اور ایک لپوٹ کی چادر اور مکروہ ہے پگڑی میت کے لیے صحیح تر قول میں کذا فی المجتبی اور اچھا جانا ہے اس کو پچھلے فقہا نے علما اور سادات کے واسطے م اصل کفن دینا فرض کفایہ ہے اور تین کپڑوں کا کفن دینا مسنون ہے اور محیط میں ہے کہ پگڑی کسی حال میں باندھی نہ جائے خواہ عالم ہو یا سید اور زاہدی نے کہا کہ اصح یہی ہے کہ عمامہ ہر حال میں مکروہ ہے کذا فی الشامی ولا باس بالزیادۃ علی الثلثۃ اور کچھ مضائقہ نہیں تین کپڑوں سے زیادہ کرنے کا م یہ مسئلہ غایۃ البیان میں مرقوم ہے مگر مجتبی میں

Marfat.com

ہے کہ زائد کرنا تین سے مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی ویحسن الکفن لحدیث حسنوا اکفان الموتی فانہم یتزاورون فیما بینہم ویتفاخرون بحسن اکفانہم ظہیریۃ اور اچھا کیا جاوے کفن بسبب اس حدیث کے کہ اچھا کرو مردوں کے کفنوں کو کہ وہ آپس میں ملاقات کرتے ہیں اور اپنے کفنوں کے اچھا ہونے سے فخر کرتے ہیں یعنی خوش ہوتے ہیں اس وجہ سے کہ کفن موافق سنت کے ملا کذا فی الظہیریہ م اچھے کفن دینے سے مراد کفن مثل ہے یعنی جیسے کپڑے جمعہ اور عیدین پہنتا تھا ویسے کا کفن سفید اور ستھرا دینا چاہیے یہ مراد نہیں کہ بھاری دام کا ہو کیونکہ اس سے ابوداؤد رح کی حدیث میں ممانعت آئی ہے کذا فی الشامی ولہا درع ای قمیص وازار وخمار ولفافۃ وخرقۃ تربط بہا ثدیاہا وبطنہا اور عورت کے واسطے کفن مین مسنون پانچ کپڑے ہیں ایک درع یعنی قمیص اور ایک ازار اور ایک اوڑھنی اور ایک لپوٹ کی چادر اور ایک سینہ بند جس سے عورت کی چھاتیاں اور پیٹ باندھا جاوے م قہستانی میں درع اور قمیص میں یہ فرق لکھا ہے کہ درع یعنی عورت کی کفنی کا گریبان چھاتی کی طرف ہوتا ہے اور مرد کی کفنی کا گریبان مونڈھوں کی طرف اور اوڑھنی کی مقدار تین ذراع ہے اور سینہ بند چھاتی سے رانوں تک کذا فی الشامی وکفایتہ لہ ازار ولفافۃ فی الاصح ولہا ثوبان وخمار ویکرہ اقل من ذلک اور کفن کفایہ مرد کے واسطے دو چادریں ہیں صحیح تر قول میں اور عورت کے واسطے دو کپڑے اور ایک اوڑھنی اور اس قدر سے کمتر کفن دینا باوجود قدرت کے مکروہ ہے م مرد کو دو کپڑے اس لیے کفایت ہوئے کہ حالت حیات میں ادنی لباس مرد کا دو ہی کپڑے ہوتے ہیں اور اسی لیے اگر دو کپڑوں میں نماز پڑھے گا تو بلا کراہت درست ہو گی بحرالرائق میں کہا کہ مناسب یہ ہے کہ تعیین دو کپڑوں کی نہ کی جائے یعنی خواہ دو چادریں ہوں خواہ کفنی اور چادر ہو کفن کفایہ میں کافی ہونی چاہیے اور عورت کے دو کپڑوں کا نام نہ لیا کہ کفنی اور چادر ہو یا دو چادریں ہوں اس سے معلوم ہوا کہ عدم تعیین ہی مناسب ہے شامی نے کہا چونکہ مدار عورت کا ستر پر ہے اس لیے سوائے اوڑھنی کے دو چادریں ہوں تو بہتر ہے کہ ان سے سر اور گردن چھپی رہے گی وکفن الضرورۃ لہا مایوجد واقلہ مایعم البدن وعند الشافعی ما یستر العورۃ کالحی اور کفن ضرورت مرد اور عورت کے لیے وہ ہے جو میسر ہو اور اس کی کمتر مقدار وہ ہے جو سارے بدن پر آجاوے اور امام شافعی کے نزدیک اس کی مقدار اتنی ہے کہ برہنگی کو چھپاوے مثل زندہ کے م کل بدن کے چھپانے کی دلیل مصعب بن عمیرؓ کا حال ہے کہ جب وہ احد کی لڑائی میں شہید ہوئے تو ان کے پاس بجز ایک چادر کے اور کچھ نہ تھا اور وہ اتنی تھی کہ اگر اس سے ان کا سر ڈھانکتے تھے تو پاؤں کھل جاتے تھے اور پاؤں ڈھانکتے تو سر کھل جاتا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر ڈھانکنے کا حکم فرمایا اور پاؤں کو گھاس سے چھپوا دیا تو اگر ستر عورت کا فی ہوتا تو پاؤں پر گھاس ڈالنے کا حکم نہ ہوتا کذا فی الطحطاوی تبسط اللفافۃ اولا ثم یبسط الازار علیہا ویقمص ویوضع علی الازار ویلف یسارہ ثم یمینہ ثم اللفافۃ کذلک لیکون الایمن علی الایسر کفن دینے کی صورت یہ ہے کہ بچھائی جائے اول لپوٹ کی چادر پھر اس پر دوسری چادر اور مردہ کو قمیص پہنا کر دوسری چادر پر رکھا جائے اور اس کا بایاں پلہ لپیٹ کر داہنا پلہ لپیٹیں پھر لپوٹ کی چادر اسیطرح کر اول بائیں طرف پھر دائیں طرف مردہ پر لپیٹیں تاکہ داہنے جانب بائیں کے اوپر رہے وہی تلبس الدرع ویجعل شعرہا ضفیرتین علی صدرہا فوقہ لے الدرع والخمار فوقہ لے الشعر تحت اللفافۃ ثم یفعل کما مر اور عورت کو کفنی پہنا کر اسکے بال دو حصہ کر کے سینہ پر کفنی کے اوپر رکھ دیئے جائیں اور بالوں کے اوپر اور چادروں کے نیچے اوڑھنی کی جاوے پھر کیا جائے جیسا گذرا یعنی ہر ایک چادر جدا جدا اس پر لپیٹی جائے اس طرح کہ بائیں جانب نیچے ہو اور داہنی اوپر م شارح نے سینہ بند کو ذکر نہیں کیا کہ کہاں ہونا چاہیے سو بحرالرائق میں تو یہ لکھا ہے کہ لپوٹ کی چادر کے اوپر چاہیے تاکہ کفن کھلنے نہ پائے اور جوہرہ میں یہ ہے کہ اول ازار لپیٹیں اس کے اوپر سینہ بند باندھیں اس کے اوپر لپوٹ کی چادر لپیٹیں اور یہی ظاہر ہے کذا فی الطحطاوی ویعقد الکفن ان خیف انتشارہ اور کفن باندھ دیا جاوے اگر خوف ہو اس کے کھل جانے کا وخنثی مشکل کامراۃ فیہ ای الکفن

Marfat.com

اور خنثیٰ مشکل کفن کے باب میں مثل عورت کے ہے یعنی احتیاطاً اس کو پانچ کپڑے کا کفن دیا جاوے اگر بالفرض مرد ہی ہو تب بھی زیادتی کا کچھ مضائقہ نہیں مگر حریر کا اور کسم اور زعفران کا رنگا ہوا کفن اس کو نہ دیا جاوے کذا فی الشامی والمحرم کالحلال والمراہق کالبالغ اور احرام والا مردہ مثل بے احرام کے ہے یعنی اس کا سر ڈھانکا جاوے اور اس کے کفن کو لپسا یا جاوے اور قریب البلوغ مثل بالغ کے یعنی مرد قریب البلوغ کو بالغ مرد کی طرح تین کپڑوں کا کفن دیا جاوے اور عورت کو پانچ کا ومن لم یراہق اذا کفن فی واحد جاز اور جو شخص کہ قریب البلوغ نہ ہو اگر کفن دیا جاوے ایک کپڑے میں تو درست ہے م حلیہ میں ہے کہ جو بچہ حد شہوت کو نہ پہنچا ہو اس کے لیے سب سے بہتر یہ ہے کہ بالغ کی طرح کفن دیا جاوے اور اگر فقط دو کپڑوں کا دیا جائے تب بھی اچھا ہے اور ایک کا دیا جائے تو درست ہے کذا فی الشامی والسقط بلف لایکفن کالعضو من المیت اور پیٹ کا گرا بچہ ایک کپڑے میں لپیٹا جاوے اور کفن مسنون اس کو نہ دیا جاوے جیسے میت کا عضو اگر پڑا ملے تو اس کو بھی کپڑے میں لپیٹنا چاہیے اور کفن مسنون کی رعایت نہ کی جائے اور یہی حال اس بچے کا ہے جو مردہ پیدا ہو کذا فی الشامی وآدمی منبوش طری لم تتفسخ یکفن کالذی لم یدفن مرۃ بعد اخری اور جس آدمی مردہ کا کفن اتار لیا گیا ہو اور وہ تازہ مرا ہو یعنی پھٹا نہ ہو اس کو کفن دیا جائے مثل اس شخص کے کہ دفن نہ کیا گیا ہو یعنی تین کپڑوں کا کفن اس کو دینا چاہیے ہر دفعہ میں م اگر ایک بار کا کفن کسی نے چورا لیا تو دوبارہ دیں اور اگر دوبارہ بھی چوری ہو جائے تو سہ بارہ دیں علی ہذا القیاس جب تک وہ مردہ پھٹے نہیں تب تک کفن دیتے جائیں اس کے خاص مال سے اور اگر اس کا مال وارثوں میں بٹ گیا ہو تو ان سے مقدار کفن واپس لیا جائے کذا فی الشامی وان تفسخ کفن فی ثوب واحد اور اگر مردہ پھٹ گیا ہو تو اس کو ایک کپڑے میں کفن دیا جائے م اور یہی حال کافر مردہ کا ہے اگر اس کا کوئی محرم مسلمان ہو تو اس کو نہلا کر ایک کپڑے کا کفن دے کذا فی البدائع والی ہنا صار المکفنون احد عشر والثانی عشر الشہید ذکرہا فی المجتبیٰ اور یہاں تک کہ کفن والے شخص گیارہ ہوئے اور بارھواں شہید ہے ذکر کیا ہے ان کو مجتبیٰ میں م یعنی پانچ متن میں مذکور کیے اول مرد بالغ دوم عورت بالغ سوم خنثیٰ مشکل چہارم جس کا کفن چوری ہو گیا ہو اور تازہ مرا ہو پنجم جو مردہ پھٹ گیا ہو اور شارح نے چھ بیان کیے اول احرام والا دوم مراہق مرد سوم مراہق عورت چہارم بچہ غیر بالغ ششم پیٹ کا گرا بچہ یہ گیارہ ہوئے اور شامی نے دو اور زیادہ کیے یعنی جو بچہ مردہ پیدا ہو اور کافر مردہ تو ان کو ملا کر تیرہ ہوئے اور شہید کے ساتھ چودہ ہوتے ہیں ولا باس فی الکفن ببرد وکتان وفی النساء بحریرہ ومزعفر ومعصفر لجوازہ بکل ما یجوز لبسہ حال الحیوۃ واحبہ البیاض اوما کان یلبس فیہ اور مضائقہ نہیں کفن میں یمنی چادروں اور کتان کے کپڑے کا اور عورتوں کے کفن میں ریشمی کپڑے اور زعفران اور کسم کے رنگے ہوئے کا بسبب درست ہونے کفن کے اس کپڑے سے جس کا پہننا حالت حیات میں جائز ہے اور سب سے بہتر کفن سفید ہے یا وہ رنگ جس میں مردہ نماز پڑھا کرتا تھا وکفن من لا مال لہ علی من یجب علیہ نفقتہ وان تعددوا فعلی قدر میراثہم اور جس مردے کا مال نہ ہو اس کا کفن اس شخص پر واجب ہے جس پر اس مردے کا نفقہ واجب ہے اور اگر ایسے شخص کئی ہوں تو کفن ان پر حصہ رسد موافق ان کی میراث کے ہوگا یعنی جس طرح ان پر نفقہ واجب ہے اسی حساب سے کفن واجب ہوگا چنانچہ تفصیل نفقہ کی باب النفقہ میں مذکور ہوگی کذا فی الشامی واختلف فی الزوج والفتوی علی وجوب کفنہا علیہ عند الثانی وان ترکت مالا خانیۃ ورجحہ فی البحر بانہ الظاہر لانہ کسوتہا اور اس میں اختلاف ہے کہ شوہر پر اس کی زوجہ کا کفن واجب ہے یا نہیں اور فتوی شوہر پر زوجہ کے کفن کے واجب ہونے کا ہے امام ابو یوسف کے نزدیک اگرچہ عورت نے مال چھوڑا ہو کذا فی الخانیہ اور ترجیح دی ہے بحر الرائق میں کہ یہی ظاہر ہے اس لیے کہ کفن مثل زوجہ کے لباس کے ہے م اس باب میں فتوی مختلف ہے تجنیس اور شرح مجمع میں ہے کہ اگر عورت کا مال نہ ہو تو کفن زوج پر ہے

Marfat.com

اور اسی پر فتوٰی ہے اور شرح مجمع جو خود مصنف مجمع کی ہے اس میں یہ ہے کہ اگر عورت کے پاس مال نہ ہو اور شوہر مالدار ہو تو اس پر اس کا کفن واجب ہے اور اسی پر فتوای ہے اور خانیہ میں بلا قید فتوٰی مذکور ہے یعنی عورت کے پاس مال ہو یا نہ ہو اور شوہر مفلس ہو یا مالدار ہر صورت میں اس کا کفن شوہر پر واجب ہے اور اصل اس میں یہ ہے کہ جس شخص پر مردہ کے نفقہ کیلئے حالت حیات میں جبر کیا جاتا ہے اس پر وفات کے بعد کفن کے لئے جبر ہوگا کذا فی الشامی مختصرا وان لم یکن ثمہ من تجب علیہ نفقتہ ففی بیت المال فان لم یکن بیت المال معمورا او منتظما فعلی المسلمین تکفینہ فان لم یقدروا سألوا الناس لہ ثوبا فان فضل شیء رد للمتصدق ان علم والا کفن بہ مثلہ والا تصدق بہ مجتبی ظاہرہ انہ لا یجب علیہم الا سوال کفن الضرورۃ لا الکفایۃ اور اگر وہاں ایسا شخص نہ ہو جس پر مردہ کا نفقہ واجب ہو تو مردہ کا کفن بیت المال میں ہوگا اور اگر بیت المال میں روپیہ یا جنس نہ ہو یا ہو مگر انتظام کے ساتھ نہ ہو یعنی جن مصارف میں اس کا صرف ہونا چاہیے اس میں صرف نہ ہوا ہو تو کفن مسلمانوں پر واجب ہوگا یعنی جن کو مردہ کا حال معلوم ہوگا ان پر کفن دینا اس کا واجب ہوگا اور اگر ان سے بسبب مفلسی کے نہ ہو سکے تو وہ مالدار آدمیوں سے اس کے لیے کپڑا مانگیں پھر اگر اس کپڑے سے کچھ باقی بچے تو صدقہ دینے والے کو واپس کر دیں اگر معلوم ہو کہ فلاں شخص نے یہ کپڑا دیا تھا اور اگر معلوم نہ ہو یا وہ واپس نہ لے تو اس باقی کپڑے سے اس مردہ کی طرح اور مفلس کو کفن دیں اور اگر کوئی اور مردہ اس طرح کا نہ ملے تو اس کپڑے کو خیرات کر دیں کذا فی المجتبی اور ثوبا کہنے سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ واقف کاروں پر صرف کفن ضرورت کا مانگنا واجب ہے نہ کفن کفایت کا طحطاوی نے کہا کہ کفن دینا فرض کفایہ ہے اگر واقف کار نہ دیں گے تو سب گنہگار ہوں گے ولو کان فی مکان لیس فیہ الا واحد وذلک الواحد لیس لہ الا ثوب لا یلزمہ تکفینہ بہ اور اگر مردہ ایسی جگہ ہو جس میں صرف ایک شخص ہو اور اس ایک کے پاس بھی سوا ایک کپڑے کے دوسرا نہ ہو تو اس پر لازم نہیں کفن دینا اس مردہ کا اس کپڑے سے کیونکہ زندہ زیادہ حاجتمند ہے ولا یخرج الکفن عن ملک المتبرع اور کفن احسان کرنے والے کی ملک سے خارج نہیں ہوتا تو اگر مردہ کو مثلاً کوئی درندہ کھا جاوے تو اس کا کفن اصل مالک کو پہنچے گا مردہ کا وارث نہیں پا سکتا کذا فی الشامی والصلوۃ علیہ صفتہا فرض کفایۃ بالاجماع فیکفر منکرہا لانہ انکر الاجماع فتنبہ کدفنہ وغسلہ وتجہیزہ فانہا فرض کفایۃ اور جنازہ کی نماز کا حال یہ ہے کہ وہ فرض کفایہ ہے بسبب اجماع کے تو کافر ہوگا اس کا انکار کرنے والا اس لیے کہ اس نے انکار کیا اس امر کا جو اجماع سے ثابت ہے تو آگاہ رہنا چاہیے جیسے مردہ کا دفن کرنا اور اس کا نہلانا اور سامان دینا کہ یہ چیزیں بھی فرض کفایہ ہیں ہم شارح و ماتن نے نماز کی صفت اور شرطیں اور رکن اور سنتیں اور اس کی کیفیت اور اس کے لیے زیادہ مستحق شخص کا بیان کیا مگر سبب وجوب اور وقت اور مفسد کا ذکر نہیں کیا پس سبب نماز جنازہ کے واجب ہونے کا مسلمان مردہ ہے اور وقت اور نماز کا حاضر ہونا جنازہ کا ہے اور جو چیز اور نمازوں کی مفسد ہے وہی اس نماز کی مفسد ہے بجز عورت کی برابری کے کہ وہ نماز جنازہ کی مفسد نہیں اور مکروہ وقتوں میں نماز مکروہ ہے اگر امام اس میں بے وضو ہو جاوے تو اس کو خلیفہ کرنا درست ہے کذا فی الشامی وشرطہا ستۃ اسلام المیت وطہارتہ ان لم یحل علیہ التراب فیصلی علی قبرہ بلا غسل وان صلی علیہ اولا استحسانا اور شرطیں نماز جنازہ کی چھ ہیں اول مسلمان ہونا مردہ کا دوم اس کا پاک ہونا یعنی اس کے بدن اور کپڑے اور مکان کا پاک ہونا اور طہارت اس وقت تک شرط ہے کہ اس کو مٹی نہ دی جائے اور مٹی دینے کے بعد اس کی قبر پر نماز پڑھی جائے بدون غسل کے اگرچہ پیشتر نماز پڑھی گئی ہو قبر پر نماز پڑھنا بوجہ استحسان کے ہے وجہ استحسان کی یہ ہے کہ اول نماز چونکہ بدون طہارت ہوئی تھی باوجود قدرت کے اس لیے جائز نہ ہوئی اور اب دفن کر دینے کے سبب سے طہارت متعذر ہے اس لیے قبر پر نماز درست ہوگی کذا فی الطحطاوی وفی القنیۃ الطہارۃ من النجاسۃ فی ثوب و بدن ومکان وستر العورۃ شرط فی حق المیت والامام جمیعا فلو ام بلا طہارۃ والقوم بہا اعیدت ولعکسہ لا اور قنیہ میں ہے

Marfat.com

کہ طہارت نجاست سے کپڑے اور بدن اور مکان کی اور چھپانا برہنگی کا شرط ہے میت اور امام دونوں کے حق میں پس اگر امام ہوا بدون طہارت کے اور مقتدی طہارت کے ساتھ ہوں تو نماز پھر پڑھی جاوے اور اس کے عکس میں یعنی مقتدی بے وضو ہوں اور امام وضو سے اعادہ نہ کیا جائے اس لیے کہ صرف امام کی نماز سے سب کے ذمہ سے فرض ساقط ہو جائے گا اور پہلی صورت میں امام کی نماز پر اوروں کی نماز بننی تھی جب اس کی نہ ہوئی تو کسی کی نہ ہوئی م طہارت مکان سے غرض چارپائی کا پاک ہونا ہے اگر مردہ چارپائی پر ہو اور اگر زمین پر ہو تو زمین کا پاک ہونا مراد ہے اور کپڑے اور بدن ابتدا میں پاک ہونا شرط ہے تو اگر بعد کفن کے مردہ سے نجاست نکل کر کفن ناپاک ہو جائے یا بدن مردہ کا نجس ہو جائے تو دفع حرج کے لیے یہ نجاست مانع نماز نہیں ہاں اگر پہلے سے ناپاک کپڑے کا کفن دیا جائے گا تو نماز درست نہ ہوگی کذا فی الطحطاوی کما لو امت امراۃ ولو امۃ لسقوط فرضہا بواحد یعنی اگر امام ہوئی عورت نماز جنازہ میں اگرچہ لونڈی ہو تو نماز کا اعادہ نہ کیا جائے بسبب ساقط ہونے فرض نماز کے ایک شخص سے یعنی نماز جنازہ ایک مرد یا عورت کے پڑھنے سے فرض ساقط ہو جاتا ہے تو اگر عورت امام ہوگی مرد کی تو مرد کی نماز نہ ہوگی اور عورت کی نماز سے فرض ساقط ہو جائے گا ویبقی من الشروط بلوغ الامام تامل وشرطہا حضورہ دوضعہ وکونہ ہوا واکثرہ امام المصلی وکونہ للقبلۃ" اور باقی رہا شرطوں میں سے بالغ ہونا امام کا اس کو سوچ لے یعنی یہ تیسری شرط ہے اور چوتھی شرط موجود ہونا مردہ کا ہے اور پانچویں شرط مردہ کا رکھا جانا ہے زمین پر خواہ ہاتھوں پر زمین سے قریب کذا فی الطحطاوی اور چھٹی شرط یہ ہے کہ مردہ بالکل یا اکثر نمازی کے سامنے ہو قبلہ کی جانب م اگر مردہ کی ستر عورت اور قبلہ کی طرف ہونے کو جدا شرط ٹھہرایا جائے تو شرطیں آٹھ ہو جائیں گی اور امام کی ستر عورت اور طہارت کو اگر زیادہ کرو تو دس ہوں گی پھر سامنے ہونا مردہ کا امام کے حق میں شرط ہے جب کہ مردہ ایک ہو اور اگر زیادہ ہوں تو سب کا سامنے ہونا شرط نہیں ایک کا ہونا کافی ہے کذا فی الشامی فلا تصح علی غائب ومحمول علی نحو دابۃ وموضوع خلفہ لانہ کالامام من وجہ دون وجہ لصحتہا علی الصبی پس نہیں درست ہے نماز اوپر مردہ غائب کے بسبب نہ پائے جانے شرط موجودگی کے اور نہ اس پر جو اٹھایا ہو مثل سواری پر یعنی کسی گاڑی یا جانور یا لوگوں کے مونڈھوں پر ہو بسبب نہ پائے جانے شرط رکھے جانے کے زمین پر اور نہ اس پر جو رکھا ہوا ہو نمازی کے پیچھے کیونکہ مردہ مثل امام کے ہے ایک طرح سے نہ دوسری سے بسبب صحیح ہونے نماز کے لڑکے پر م یعنی اس لحاظ سے کہ مردہ کا پاک ہونا اور مسلمان ہونا اور قبلہ کی طرف ہونا اور ستر عورت شرط ہے مردہ مثل امام کے ہے اور ہر وجہ سے امام نہیں کیونکہ اگر ہر وجہ سے امام ہوتا تو لڑکے پر نماز درست نہ ہوتی اس لیے کہ لڑکا قابل امام ہونے کے نہیں طحطاوی نے کہا کہ شرط اسلام سے معلوم ہوا کہ کافر پر نماز درست نہیں اور طہارت کی شرط سے معلوم ہوا کہ غیر طاہر پر درست نہیں اور ستر عورت کی شرط سے معلوم ہوا کہ ننگے مردہ پر درست نہیں اور بلوغ امام کی شرط سے پایا گیا کہ لڑکے کی امامت درست نہیں وصلوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی النجاشی لغویۃ او خصوصیۃ اور نماز پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نجاشی پر لغوی ہے یا خاص ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے م یعنی یا تو صلوۃ کے معنی صرف دعا کے لیے جائیں یا یہ نماز غائب پر آپ کے خواص سے ہے نجاشی بکسر نون وفتح جیم بلا تشدید ویاء مخففہ حبشہ کا بادشاہ جس کا نام اصحمہ تھا اس کی خبر مرگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے معلوم ہوئی آپ نے اصحاب کو خبر دی اور ان کے ساتھ اس پر نماز پڑھی شامی نے کہا کہ لغوی معنی لینے بعید ہیں بلکہ یا تو اس نماز کو آپ کے خواص سے کہا جائے یا یہ کہ جنازہ آپ کے سامنے کر دیا گیا ہو کہ آپ دیکھتے ہوں اور دوسروں کو نظر نہ آتا ہو وصحت لو وضعوا الرأس موضع الرجلین واساؤا ان تعمدوا اور نماز جنازہ درست ہے اگر لوگوں نے سر کو ٹانگوں کی جگہ رکھ دیا ہو اور انہوں نے برا کیا اگر دانستہ جنازہ کو الٹا رکھا یعنی سر جنازہ کا امام کے داہنے ہاتھ چاہیے اگر بائیں ہاتھ رکھ کر پڑھیں گے تو مکروہ تنزیہی ہے کذا فی الطحطاوی ولو

Marfat.com

اخطأ القبلة صحت ان تحرواوالا لا مفتاح السعادة اور اگر چوک گئے قبلہ کو یعنی اور طرف کو نماز جنازہ پڑھی تو درست ہوگی اگر قبلہ کی اٹکل کی ہوگی اور اگر بلا اٹکل پڑھی ہوگی تو درست نہ ہوگی کیونکہ اشتباہ قبلہ کی صورت میں اٹکل کرنا فرض ہے ورکنها شیئان التکبیرات الاربع فالاولی رکن ایضا لا شرط فلذا لم یجز بناء اخری علیها والقیام فلم تجز قاعداً بلا عذر اور نماز جنازہ کے رکن دو چیزیں ہیں اول چاروں تکبیریں دوم کھڑا ہونا شارح نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ پہلی بار اللہ اکبر کہنا بھی رکن ہے شرط نہیں اور اسی وجہ سے جائز نہیں دوسرے تکبیر کی بنا اول اللہ اکبر کہنے پر اور جب کھڑا ہونا رکن ہوا تو نماز جنازہ بیٹھ کر بدون عذر کے صحیح نہ ہوگی ہم پہلے مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ امام نے اول اللہ اکبر کہا پھر اس تکبیر سے نیت دوسرے اللہ اکبر کی بھی کرلی تو نماز صحیح نہ ہوگی کیونکہ اس صورت میں صرف تین دفعہ اللہ اکبر کہے گا اور یہ جائز نہیں کذا فی الطحطاوی وسنتها ثلثة التحمید والثناء والدعاء فیها ذکره الزاہدی وغیره وما فهمه الکمال من ان الدعاء رکن والتکبیرة الاولی شرط رده فی البحر تبصر بهم بخلافه اور سنتیں اس نماز کی تین ہیں حمد و ثنا کرنا اور نماز میں دعا کرنا ذکر کیا ہے اس کو زاہدی وغیرہ نے اور جو کچھ کمال الدین محقق نے سمجھا ہے کہ دعا رکن ہے اور تکبیر اولی شرط ہے اس کو بحر الرائق میں رد کیا ہے بسبب تصریح کرنے فقہا کے اس کے خلاف پر ہم شارح کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ ثنا اور چیز ہے اور تحمید دوسری چیز حالانکہ تفسیر ثنا کی خود آگے کرے گا کہ سبحانک اللهم وبحمدک کہے اس سے معلوم ہوا کہ دونوں سے مراد ایک ہی چیز ہے تو مناسب تھا کہ یوں ذکر کرتا کہ تیسری سنت درود ہے اور چونکہ نماز جنازہ کی حقیقت اور مقصود دعا ہے اس لیے کمال نے دعا کو رکن کہا اور تکبیر اولی کو تحریمہ کے واسطے ہونے کی وجہ سے شرط کہا بحر الرائق میں کہا کہ یہ قول فقہا کی تصریح کے خلاف ہے چنانچہ محیط میں مصرح ہے کہ دعا سنت ہے اور سب فقہا کہتے ہیں کہ نماز جنازہ میں مسبوق لگاتار تکبیریں کہہ لے درود دعا کو ترک کرکے اگر دعا رکن ہوتی تو مسبوق اس کو کس طرح ترک کرتا اور تکبیر اولی اگر شرط ہوتی تو دوسری تکبیر کی بنا اس پر ناجائز کیوں ہوتی شامی نے کہا کہ شارح باب شروط الصلوۃ میں میت کے لیے دعا کرنا نمازی پر واجب کہہ چکا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ کمال کا قول دعا کے باب میں درست ہے اور تکبیر اولی کے باب میں قول فیصل یہ ہے کہ من وجہ شرط ہے اور من وجہ رکن انتہی وہی فرض علی کل مسلم مات خلا اربعة لبغاة وقطاع طریق فلا یغسلون[1] ولا یصلی علیهم اذا قتلوا فی الحرب ولو بعده صلی علیهم لا نہ حد او قصاص وکذا اہل عصبة ومکابر فی مصر لیلا بسلاح وخناق خنق غیر مرة فحکمهم کالبغاة اور نماز جنازہ فرض ہے ہر مسلمان پر جو مر جاوے سوا چار شخصوں کے اول قوم باغی جو امام کی اطاعت سے خارج ہو جائیں دوم راہزن کہ نہ نہلائے جائیں اور نہ ان پر نماز پڑھی جاوے جبکہ لڑائی میں مارے جاویں اور اگر بعد وقت جنگ کے مارے جائیں تو ان پر نماز پڑھی جائے اس لیے کہ یہ قتل یا حد ہے یا قصاص[2] اور جو شخص حد یا قصاص میں مارا جاتا ہے تو نہلایا جاتا ہے اور نماز پڑھی جاتی ہے شامی نے کہا کہ اگر یہ لوگ اپنی موت سے مریں گرفتار ہونے سے پیشتر یا بعد تب بھی نماز پڑھی جائے گی اور مثل باغیوں کے ہیں اہل عصبہ جو اپنی قوم کی حمایت اور اعانت ظلم پر کریں اور تیسرا شخص مکابر ہے شہر میں رات کو ہتھیار سے اور چوتھا گلا گھونٹنے والا جس نے کئی بار گلا گھونٹا ہو تو اگر اہل عصبہ اعانت کرنے میں اور مکابر اور گلا گھونٹنے والا مقابلے میں مارا جائے تو ان کا حکم مثل باغیوں کے ہے ان پر نماز نہ پڑھی جائے م مکابر وہ شخص ہے کہ کسی جگہ میں کھڑا ہو جائے اور جو اس طرف کو نکلے اس کا مال چھین لے کذا فی الشامی من قتل نفسه ولو عمدا لیغسل ویصلی علیه به یفتی وان کان اعظم وزرا من قاتل غیره ورجح الکمال قول الثانی بما فی مسلم انه علیه السلام اتی برجل قتل نفسه فلم یصل علیه جو شخص کہ اپنے آپ کو قتل کرے اگرچہ

[1] بعض نسخوں میں فلا یغسلوا بدون نون کے ہے طحطاوی نے کہا کہ صحیح نون کے ساقط ہے ۱۲ [2] قصاص اس صورت میں ہوگا کہ حد ساقط ہو مثلاً کوئی شخص رہزنی اپنے محرم پر کرے ۱۲

Marfat.com

جان بوجھ کر ہو تو وہ نہلایا جاوے اور اس پر نماز پڑھی جاوے اسی پر فتوی ہے اگرچہ قاتل اپنے نفس کا زیادہ گنہگار ہے بہ نسبت غیر کے قاتل کے اور ترجیح دی کمال نے امام ابو یوسف کے قول کو اس روایت سے جو صحیح مسلم میں ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا جس نے خودکشی کی تھی تو آپ نے اس پر نماز نہ پڑھی م امام ابو یوسفؒ کا قول ہے کہ اپنے نفس کے قاتل کو نہلایا جاوے اور نماز نہ پڑھی جاوے اور اسی کو کمال الدین نے راجح کہا ہے بسبب حدیث کے شامی نے کہا کہ اس حدیث میں کوئی دلالت اس بات کی نہیں کہ اس پر کسی نے نماز نہ پڑھی ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نہ پڑھی تو شائد زجر و توبیخ کے لیے ہو جیسے مقروض پر نہیں پڑھی تھی غرضکہ اس مسئلہ میں تصحیح مختلف ہے لا یصلی علی قاتل احد ابویہ اھانۃ والحقہ فی النہر بالبغاۃ اور جس نے اپنے والدین میں سے ایک کو مار ڈالا ہو اس پر نماز نہ پڑھی جاوے اس کی اہانت کے واسطے اور لاحق کیا ہے اس کو نہر الفائق میں باغیوں کے ساتھ یہ قاتل پانچواں شخص نہیں انھیں چاروں میں داخل ہے جو اوپر مذکور ہوئے کذا فی الطحطاوی وہی اربع تکبیرات کل تکبیرۃ قائمۃ مقام رکعۃ یرفع یدیہ فی الاولی فقط وقال ائمۃ بلخ فی کلہا ویثنی بعدہا وہو سبحانک اللہم وبحمدک ویصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کما فی التشہد بعد الثانیہ لان تقدیمہا سنۃ الدعاء ویدعو بعد الثالثۃ بامور الاخرۃ والماثور اولی اور نماز جنازہ چار تکبیریں ہیں ہر تکبیر قائم مقام ایک رکعت کے ہے اٹھاوے دونوں ہاتھ اپنے فقط پہلے بار اللہ اکبر کہنے میں اور بلخ کے فقہا نے کہا کہ سب تکبیروں میں ہاتھ کانوں تک اٹھاوے اور ائمہ ثلثہ کا یہی قول ہے اور ایک روایت امام اعظم سے بھی ہے مگر قول اول ظاہر الروایت ہے کذا فی الشامی اور بعد پہلی تکبیر کے ثنا پڑھے اور ثنا یہ ہے سبحانک اللہم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک وجل ثناءک ولا الہ غیرک پھر دوسری تکبیر کہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے دوسری تکبیر کے بعد جیسے التحیات میں یعنی وہ درود پڑھنا چاہیے جو التحیات میں پڑھتے ہیں اس لیے کہ مقدم کرنا درود کا دعا کی سنت ہے اور دعا مانگے بعد تیسری تکبیر کے امور آخرت کی اور وہ دعا جو حدیث میں ہے بہتر ہے م دعا حدیث کی یہ ہے (اللہم اغفر لحینا وميتنا وشاہدنا وغائبنا وصغيرنا وكبيرنا وذكرنا وانثانا اللہم من احييتہ منا فاحيہ على الاسلام ومن توفيتہ منا فتوفہ على الايمان اور عوف بن مالکؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازے پر یہ دعا پڑھی اللہم اغفرلہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ واكرم منزلہ ووسع مدخلہ واغسلہ بالماء والثلج والبرد ونقہ من الخطايا كما ينقى الثوب الابيض من الدنس وابدلہ دارا خيرا من دارہ واہلا خيرا من اہلہ وزوجا خيرا من زوجہ وادخلہ الجنۃ واعذہ من عذاب القبر وعذاب النار کذا فی الطحطاوی تو اگر نمازی ان دونوں کو پڑھ لے تو بہت اچھا ہو اور جس کو دعائے حدیث یاد نہ ہو وہ یوں کہے اللہم اغفر لنا ولوالدينا ولہ وللمومنين والمومنات کذا فی المنح وقدم فيہ الاسلام مع انہ الايمان لانہ ينبئ عن الانقياد فكانہ دعاء فی حال الحيوۃ بالايمان والانقياد وامانی حال الوفاۃ فالانقياد وہو العمل غير موجود اور مقدم کیا گیا دعائے حدیث میں اسلام ایمان پر باوجودیکہ اسلام ایمان ہے اس لیے کہ اسلام خبر دیتا ہے فرمانبرداری سے تو گویا حالت حیات میں دعا ایمان اور انقیاد دونوں کی ہے اور حالت موت میں فرمانبرداری موجود نہیں ہم اسلام کے معنی ایک شرعی ہیں اور ایک لغوی شرعی معنے اسلام کے اور ایمان کے ایک ہیں اور لغت میں اسلام فرمانبرداری کو کہتے ہیں تو شارح حکمت اسلام کے مقدم کرنے کی بیان کرتا ہے کہ زندگی میں اسلام کی دعا اس لیے ہوئی کہ

لہ یا اللہ بخش دے اس کو اور رحم کر اس پر اور معاف کر اس کو اور درگذر کر اس سے اور بزرگ کر اس کے اترنے کی جگہ اور وسیع کر اس کے داخل ہونے کی جگہ اور دھو اس کو پانی اور برف اور اولے سے اور صاف کر اس کو گناہوں سے جیسا صاف ہوتا ہے سفید کپڑا میل سے اور بدل دے اس کو گھر بہتر اس کے گھر سے اور اہل بہتر اس کے اہل سے اور جوڑا بہتر اس کے جوڑے سے اور داخل کر اس کو جنت میں اور پناہ دے اس کو قبر کے عذاب اور دوزخ کے عذاب سے ۱۲

لہ یا اللہ بخش دے ہم کو اور ہمارے ماں باپوں کو اور اس کو اور سب مومن مردوں اور عورتوں کو ۱۲ ۔

Marfat.com

حالت حیات کو دونوں معنی سے مناسبت ہے اور حالت موت میں چونکہ بجز تصدیق قلبی کے عمل ممکن نہیں اس لیے اس وقت میں ایمان کی درخواست مناسب ہوئی کذا فی الشامی مختصرا ویسلم بلا دعاء بعد الرابعۃ بتسلیمتین نادبا المیت مع القوم اور سلام پھیرے بعد چوتھی تکبیر کے بدون دعا کے دو سلام یعنی داہنی اور بائیں طرف نیت کرنے والا مردہ کو مع مقتدیوں کے ھم خانیہ میں کہا کہ سلام میں مردہ کی نیت نہ کرے کیونکہ مردہ مخاطب سلام کا نہیں ہو سکتا لیکن خیر الدین رملی نے کہا کہ نیت کرے اس لیے کہ آخر قبرستان میں السلام علیکم کہتے ہی ہیں پھر کیا وجہ کہ مردہ مخاطب سلام کا نہ ہو کذا فی الشامی ویسر الکل الا التکبیر زیلعی وغیرہ لکن فی البدائع العمل فی زماننا علی الجہر بالتسلیم وفی جواہر الفتاوی یجہر واحدۃ اور ان سب باتوں کو آہستہ پڑھے سوا اللہ اکبر کہنے کے ایسا ہے زیلعی وغیرہ میں لیکن بدائع میں ہے کہ عمل ہمارے زمانے میں اس پر ہے کہ سلام پکار کر کہتے ہیں اور جواہر الفتاوی میں ہے کہ ایک سلام کو پکار کر کہے یعنی دوسرے کو آہستہ کہے ولا قرأۃ ولا تشہد فیہا وعلیں الشافعی الفاتحۃ فی الاولی ویجوز عندنا بنیۃ الدعاء ویکرہ بنیۃ القرأۃ لعدم ثبوتہا فیہا عنہ علیہ السلام اور نماز جنازہ میں نہ قرأت قرآن ہے نہ التحیات اور معین کیا ہے امام شافعیؒ نے الحمد کو بعد تکبیر اولی کے اور جائز ہے ہمارے نزدیک الحمد پڑھنا دعا کی نیت سے بعد تکبیر اولی کے اور اس صورت میں قائم مقام ثنا کے ہو جائے گی اور مکروہ تحریمی ہے قرأت کی نیت سے الحمد کا پڑھنا بسبب نہ ثابت ہونے قرأت الحمد کے نماز جنازہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وافضل صفوفہا آخرہا اظہارا للتواضع اور نماز جنازہ کی سب صفوں میں بہتر پچھلی صف ہے بسبب ظاہر کرنے تواضع کے ھم یعنی پچھلی صف میں انکسار زیادہ پایا جاتا ہے تو عجب نہیں کہ مردہ کے باب میں قبول شفاعت کا سبب زیادہ ہو جائے کذا فی الطحطاوی ولو کبر امامہ خمسا لم یتبع لانہ منسوخ فیمکث الموتم حتی یسلم معہ اذا سلم بہ یفتی ہذا اذا سمع من الامام ولو من المبلغ تابعہ وینوی الافتتاح بکل تکبیرۃ وکذا فی العید اور اگر نمازی کا امام پانچ تکبیریں نماز جنازہ میں کہے تو وہ امام کی متابعت نہ کرے اس لیے کہ پانچویں بار اللہ اکبر کہنا منسوخ ہے تو مقتدی ٹھہر جائے یہاں تک کہ امام کے ساتھ سلام پھیرے جب امام سلام پھیرے اسی پر فتوی ہے یہ حکم اس صورت میں ہے کہ مقتدی تکبیر امام کی سنے اور اگر مکبر سے سنے تو اس کی متابعت کرے اور ہر تکبیر سے شروع کی نیت کرے اور یہی حال عید میں ہے کہ اگر امام سے تکبیریں سنے تو بعد چھ تکبیروں کے امام کی متابعت نہ کرے اور اگر مکبر سے سنے تو اس قدر آپ کہے ھم یعنی ممکن ہے کہ مکبر سے غلطی ہوئی ہو اور امام نے مکبر کی دو ایک تکبیر کے بعد اللہ اکبر کہا ہو اس لیے ہر تکبیر پر نیت شروع کی کرلے تاکہ امام سے پہلے تکبیر نہ واقع ہو اور یہ جو شارح نے کہا کہ پانچ بار تکبیر کہنا منسوخ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ زیلعی نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی پر چار تکبیریں کہیں اور پھر وفات شریف تک چار ہی کہتے رہے تو معلوم ہوا کہ جن احادیث میں پانچ یا سات یا نو تکبیریں ہیں وہ آپ کے آخر فعل سے منسوخ ہیں کذا فی الطحطاوی ولا یستغفر فیہا لصبی ومجنون ومعتوہ لعدم تکلیفہم اور نہ مغفرت کی درخواست کی جائے نماز جنازہ میں لڑکے اور دیوانہ اور بے عقل کے لیے بسبب نہ مکلف ہونے ان لوگوں کے ھم شامی نے کہا کہ مجنون اور معتوہ سے وہ مراد ہیں جو اصلی ہوں یعنی موت تک ان کے ہوش وعقل درست نہ ہوئی ہو اور جو شخص کہ بعد بالغ ہونے کے دیوانہ یا بے عقل ہوا ہو اس کے گناہ دیوانگی یا بے عقلی سے ساقط نہیں ہوں گے ان کے لیے مغفرت مانگی جائے بل یقول بعد دعاء البالغین اللہم اجعلہ لنا فرطا بفتحتین لے سابقا الی الحوض لیہیئ الماء وہو دعاء لہ ایضا تتقدمہ فی الخیر لا سیما وقد قالوا حسنات الصبی لہ لا لابویہ بل لہما ثواب التعلیم واجعلہ ذخرا بضم الذال المعجمۃ ذخیرۃ شافعا مشفعا مقبول الشفاعۃ بلکہ کہے عوض دعا بالغوں کے الٰہی کر اس کو ہمارا فرط اور کر اس کو ذخیرہ اور سفارش کرنے والا سفارش قبول کیا ہوا شارح نے کہا کہ فرط فتحہ فا اور فتحہ راء مہملہ سے بمعنی آگے بڑھنے والا حوض کوثر پر تاکہ پانی تیار کرے اور ذخر بذال معجمہ مضموم بمعنی ذخیرہ ہے اور مشفع بصیغہ مفعول باب تفعیل بمعنی مقبول الشفاعت ہے اور یہ دعا لڑکے کے لیے بھی ہے واسطے

Marfat.com

آگے بڑھ جانے لڑکے کے خیر کی طرف خصوص اس صورت میں کہ فقہا نے کہا ہے کہ لڑکے کی نیکیاں لڑکے ہی کو ملتی ہیں نہ اس کے ماں باپ کو بلکہ ماں باپ کو ثواب تعلیم کا ہوتا ہے م یہ جواب ہے اس سوال کا کہ دعا تو میت کے لیے ہوتی ہے اس دعا میں میت کا نفع کچھ نہیں بلکہ نفع ماں باپ یا نمازیوں کا ہے حاصل جواب یہ ہے کہ پانی کا تیار کرنا جب ہی ہوگا کہ جب اول وہ حوض پر پہنچے گا تو اس میں اس کے لیے دعا ہے آگے بڑھنے کی دوسرے یہ کہ ثواب حسنات کا فقہا کے قول کے بموجب لڑکے کو ملتا ہے تو اس صورت میں بھی دعا اس کے لیے مفید ہوگی اور یہ جو شارح نے بعد دعاء البالغین کے کہا سو صحیح نہیں بلکہ بدل دعاء البالغین صحیح ہے جو کسی کسی نسخے میں پایا جاتا ہے یعنی بجائے دعاء بالغین کے یہ دعا پڑھے چنانچہ مترجم نے ترجمہ صحیح لفظ کا کیا ہے اور شیخ اسماعیل نے ذکر کیا کہ مقتضائے متون اور فتوی کا اور صریح عبارت غرر الاذکار کی یہ ہے کہ صغیر پر دعا بالغین نہ پڑھی جائے بلکہ اسی دعا پر اکتفا کی جاوے پھر یہ دعا ہدایہ اور کنز میں اس طرح ہے اللھم اجعلہ لنا فرطا واجعلہ لنا اجرا وذخرا واجعلہ لنا شافعا ومشفعا اور اگر لڑکی ہو تو ضمیر بدل دے یعنی اجعلہ کی جگہ اجعلھا چاروں جگہ کے اور آخر میں شافعۃ ومشفعۃ کہے کذا فی الشامی تبصرف ویقوم الامام ندبا بحذاء الصدر مطلقا للرجل والمرأۃ لانہ محل الایمان والشفاعۃ لاجلہ اور کھڑا ہوئے امام براہ استحباب مقابل سینہ میت کے ہر حال میں مرد اور عورت کے لیے اس لیے کہ سینہ . . . جگہ ہے ایمان کی اور شفاعت نمازیوں کی مردے کے لیے اس کے ایمان ہی کے سبب سے ہے والمسبوق ببعض التکبیرات لایکبر فی الحال بل ینتظر تکبیر الامام لیکبر معہ للافتتاح لما مر ان کل تکبیرۃ رکعۃ والمسبوق لایبدأ بما فاتہ اور جس کو کچھ تکبیریں امام کے ساتھ نہ ملی ہوں یعنی اگر پیچھے شریک ہوا ہو وہ اسی وقت تکبیر نہ کہے بلکہ امام کے اللہ اکبر کہنے کا منتظر رہے تاکہ اس کی تکبیر کے ساتھ شروع کی تکبیر کہے کیونکہ پیشتر گذر چکا ہے کہ ہر تکبیر مثل ایک رکعت کے ہے اور مسبوق اپنی فوت شدہ رکعتوں سے شروع نہیں کیا کرتا م یعنی اگر مسبوق کو ایک دو رکعت رہ جاتی ہیں تو وہ بعد فارغ ہونے امام کے ادا کرتا ہے اسی طرح نماز جنازہ کی مسبوق کو تکبیریں پیشتر نہ کہنی چاہییں امام کے سلام کے بعد کہنی چاہییں اور اگر مسبوق بدون انتظار امام کی تکبیر کے اللہ اکبر کہہ کر شریک ہو گیا تو شروع درست ہوگا مگر یہ تکبیر معتبر نہ ہوگی بعد سلام کے اس کو پھر سے کہے کذا فی الطحطاوی وقال ابو یوسفؒ یکبر حین یحضر اور امام ابو یوسف نے فرمایا ہے کہ جب مقتدی حاضر ہو اسی وقت تکبیر کہے م صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ امام تکبیر تحریمہ کہہ چکا تھا کہ ایک شخص آیا تو طرفین کے نزدیک وہ تکبیر تحریمہ نہ کہے بلکہ جب امام دوسری تکبیر کہے اس وقت اللہ اکبر کہہ کر شریک ہو اور ایک تکبیر اس کو فوت ہو گئی بعد سلام امام کے اس کو کہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک جس وقت یہ شخص آیا اسی وقت تکبیر تحریمہ کہہ کر شریک ہو جائے اور دوسری تکبیر امام کے ساتھ کہے اس صورت میں مسبوق نہ ہوگا کذا فی الشامی کما لاینتظر الحاضر فی حال التحریمۃ بل یکبر اتفاقا للتحریمۃ لانہ کالمدرک جیسے انتظار نہ کرے وہ شخص جو موجود ہو تحریمہ امام کے وقت بلکہ تکبیر تحریمہ کہے باتفاق طرفین اور ابو یوسفؒ کے اس لیے کہ وہ شخص مثل مدرک کے ہے یعنی ایک شخص امام کے تحریمہ کے وقت موجود ہے مگر اس کے ساتھ تکبیر تحریمہ نہیں کہی تو وہ دوسری تکبیر کا انتظار نہ کرے . . . . . اسی وقت تحریمہ کہہ کر شریک ہو جائے اس لیے کہ تحریمہ کے وقت موجود ہونے کے باعث وہ مدرک کے مانند ہو گیا کہ گویا امام کے ساتھ ہی اللہ اکبر کہا ثم یکبر ان مافاتہما بعد الفراغ نسقا بلا دعاء ان خشیا رفع المیت علی الاعناق پھر مسبوق اور موجود شخص تکبیر کہیں جس قدر ان کو فوت ہو جائیں بعد فارغ ہونے امام کے ہیم بدون دعا کے اگر خوف کریں میت کے اٹھائے جانے کاندھوں پر م موجود شخص سے فوت ہونے کی صورت یہ ہے کہ مثلاً امام نے دو تکبیریں کہہ لیں اور یہ شخص شریک نہ ہوا تیسری میں شریک ہوا تو دو تکبیریں باقی بعد سلام کے کہے اور اوپر بیان ہو چکا کہ موجود شخص اگر تکبیر اول امام کے ساتھ نہ کہے اس کے پیچھے کہے تو اس سے کچھ فوت نہ ہوگا کذا فی الشامی ومافی المجتبی من ان المدرک یکبر الکل للحال فشاذ نہر اور مجتبیٰ میں جو یہ ہے کہ مدرک یعنی

Marfat.com

موجود وقت تحریمہ کے کل تکبیریں فوت شدہ اسی وقت کہے تو یہ خلاف قیاس ہے کذا فی النہر مجتبی میں ہے کہ اگر امام نے تکبیر کہی اور ایک شخص موجود تھا شریک نہ ہوا یہاں تک کہ دوسری تکبیر کہی تو یہ شخص تکبیر دوم میں امام کا شریک ہو جائے اور پہلی تکبیر کو اسی وقت کہہ لے اسی طرح اگر دوسری اور تیسری میں شریک نہ ہو تو چوتھی میں شریک ہو کر فوت شدہ کو اسی وقت کہہ لے شارح نے کہا کہ یہ قول مخالف تصریح فقہا کے ہے اکثر نے یہی کہا ہے کہ بعد سلام کے کہے کذا فی الشامی **فلو جاء المسبوق بعد تکبیرۃ الامام الرابعۃ فاتتہ الصلوۃ** لتعذر الدخول فی تکبیرۃ الامام وعند ابی یوسف یدخل لبقاء التحریمۃ فاذا سلم الامام کبر ثلاثا کما فی الحاضر وعلیہ الفتوی ذکرہ الحلبی وغیرہ پس اگر مسبوق بعد امام کے چوتھی تکبیر کے آیا تو طرفین کے نزدیک اس کی نماز فوت ہو گئی بسبب متعذر ہونے شرکت کے امام کی تکبیر میں اور ابو یوسف کے نزدیک نماز میں داخل ہو جائے بسبب باقی رہنے تحریمہ کے اور جب امام سلام پھیر لے تو تین تکبیریں کہہ لے جیسے موجود شخص کہ چوتھی تکبیر تک امام کا شریک نہ ہو اور بعد چوتھی کے شریک ہو جاوے تو وہ سلام کے بعد تین تکبیریں کہتا ہے بالاتفاق اور اسی قول امام ابو یوسف پر فتوی ہے ذکر کیا ہے اس کو حلبی وغیرہ نے م یعنی طرفین کے نزدیک مسبوق کو انتظار امام کی تکبیر کا کرنا چاہیے تب شریک ہو سکتا ہے اور چونکہ چوتھی تکبیر کے بعد کوئی تکبیر باقی نہیں اس لیے اس کی شرکت نہیں ہو سکتی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک چونکہ قبل سلام تحریمہ باقی ہے اس لیے شریک ہو سکتا ہے کذا فی الشامی **واذا اجتمعت الجنائز فافراد الصلوۃ علی کل واحدۃ اولی من الجمع وتقدیم الافضل افضل وان جمع جاز** اور جب کہ کئی جنازے مجتمع ہو جائیں تو ہر ایک پر جدا جدا نماز پڑھنا بہتر ہے بہ نسبت سب پر ایک ساتھ نماز پڑھنے کے اور مقدم کرنا افضل شخص کا افضل ہے یعنی اول سب سے افضل پر نماز پڑھے پھر اس سے کم فضیلت والے پر اور علی ہذا القیاس اور اگر جمع کرے یعنی سب پر ایک ہی نماز پڑھے تو درست ہے **ثم ان شاء جعل الجنائز صفا واحدا وقام عند افضلہم وان شاء جعلہا صفا مما یلی القبلۃ واحدا خلف واحد بحیث یکون صدر کل جنازۃ مما یلی الامام لیقوم بحذاء صدر الکل وان جعلہا** درجا فحسن لحصول المقصود پھر اگر چاہے تو ایک ساتھ نماز پڑھنے کی صورت میں سب جنازوں کو ایک صف میں کر دے اس طرح کہ ایک کا سر دوسرے کے پاؤں کی طرف ہو اور امام کھڑا ہو اس شخص کے سینے کے مقابل جو ان سب میں افضل ہو اور اگر چاہے تو ان کو قبلہ کی جانب ایک دوسرے کے پیچھے رکھ کر صف بنا دے اس طرح کہ ہر جنازے کا سینہ امام کے مقابل رہے تاکہ امام سب کے سینے کے مقابل کھڑا ہو اور اگر اس صورت میں زینے کی طرح صف کرے یعنی ایک کا سر دوسرے سے کچھ نیچے کرے اس طرح کہ ہر جنازہ بنسبت پہلے کے تھوڑا سا بائیں طرف کو رہے تو بہتر ہے بسبب حاصل ہونے مقصود کے م طحطاوی نے کہا کہ حصول مقصود تینوں کیفیتوں کی علت ہے کہ جس طرح چاہے پڑھے مطلب سب میں حاصل ہے وراعی الترتیب المعہود خلفہ حالۃ الحیوۃ فیقرب منہ الافضل فالافضل الرجل مما یلیہ فالصبی فالخنثی فالبالغۃ فالمراہقۃ والصبی الحر یقدم علی العبد والعبد علی المرأۃ واما ترتیبہم فی قبر واحد لضرورۃ فبعکس ہذا فیجعل الافضل مما یلی القبلۃ فتح اور لحاظ رکھے ترتیب معمولی کا اپنے پیچھے زندگی کی حالت میں یعنی اپنے پاس سب سے افضل شخص کا جنازہ کرے پھر اس کا جو اس سے کم ہو مثلاً عالم فاضل کا جنازہ اپنے متصل کرے پھر اوروں کا اور اگر علم و فضل میں برابر ہوں تو بڑی عمر والے کو مقدم کرے کذا فی الشامی مرد کو اپنے پاس کرے پھر لڑکے کو پھر خنثی کو پھر عورت بالغہ کو پھر قریب البلوغ عورت کو اور آزاد لڑکا مقدم کیا جائے بالغ غلام پر اور غلام مقدم کیا جائے عورت پر اور ان کی ترتیب ضرورت کی وجہ سے ایک قبر میں اس کی الٹی ہے یعنی اگر کسی ضرورت سے ایک قبر میں کئی مردے دفنائے جائیں تو افضل شخص جانب قبلہ رہے کذا فی الفتح م ضرورت کی قید اس لیے لگائی کہ دو شخصوں کا ایک قبر میں دفن کرنا درست نہیں جب تک کہ اول مٹی نہ ہو جائے اور اگر دو کو ایک قبر میں ضرورت کی وجہ سے دفن کریں تو دونوں کے درمیان میں مٹی کی آڑ یا کچی اینٹیں رکھ دیں تاکہ دو قبروں کی صورت ہو جائے اور بعد مٹی ہو جانے مردہ کے قبر پر عمارت بنانا

Marfat.com

اور کھیتی درست ہے کذا فی الطحطاوی ویقدم فی الصلوۃ علیہ السلطان ان حضر او نائبہ وہو امیر المصر ثم القاضی ثم صاحب الشرط ثم خلیفۃ ثم خلیفۃ القاضی ثم امام الحی فیہ ابہام وذلک ان تقدیم الولاۃ واجب وتقدیم امام الحی مندوب فقط بشرط ان یکون افضل من الولی والا فالولی افضل کما فی المجتبی واشرح المجمع المصنف اور مقدم کیا جاوے مردے پر نماز پڑھنے کے لیے بادشاہ اگر موجود ہو یعنی اگر بادشاہ ہو تو نماز روز پڑھاوے یا نائب اس کا یعنی حاکم شہر کا پھر قاضی پھر حاکم سیاست پھر اس کا نائب پھر قاضی کا خلیفہ پھر امام محلہ کا شارح نے کہا کہ مصنف کے کلام میں ابہام ہے یعنی یہ وہم ہوتا ہے کہ امام ہونا حکام کا اور محلہ کی مسجد کے امام کا حکم یکساں ہے حالانکہ حکم دونوں کا مختلف ہے اور وہ اس طرح ہے کہ مقدم ہونا حاکموں کا واجب ہے اور محلہ کی مسجد کے امام کی تقدیم صرف مستحب ہے اس شرط سے کہ ولی سے بہتر ہو اور اگر ولی بہتر ہو تو ولی ہی اولی ہے چنانچہ مجتبی اور مجمع کی شرح میں جو مصنف مجمع کی تالیف ہے ایسا ہی مذکور ہے وفی الدرایۃ امام المسجد الجامع اولی من امام الحی اے مسجد محلہ نہر اور درایہ میں ہے کہ امام مسجد جامع کا بہتر ہے محلہ کی مسجد یعنی میت کے محلہ کی مسجد کے امام سے کذا فی النہر ثم الولی بترتیب عصوبۃ الانکاح الاالاب فیقدم علی الابن اتفاقا الاان یکون عالما والاب جاہلا فالابن اولی پھر ولی موافق ترتیب عصبہ نکاح کرنے کے مستحق ہے نماز پڑھنے کا بجز باپ کے کہ وہ مقدم ہے میت کے بیٹے پر بالاتفاق مگر یہ کہ بیٹا عالم ہو اور باپ میت کا جاہل تو اس صورت میں بیٹا اولی ہے م ایک نسخے میں فالابن کی جگہ والاسن ہے یعنی اگر قرابت میں دو ولی برابر ہوں تو بڑا عمر میں بہتر ہے کذا فی الشامی فان لم یکن لہ ولی فالزوج ثم المجیر ان پس اگر مردہ کا ولی کوئی نہ ہو تو عورت پر نماز پڑھنے میں شوہر اولی ہے پھر ہمسایہ کے لوگ احق ہیں اجنبی شخصوں میں ومولی العبد اولی من ابنہ الحر لبقاء ملکہ اور غلام کا آقا بہتر ہے بہ نسبت اس کے آزاد بیٹے کے لسبب باقی رہنے ملک آقا کے م بیٹے کی قید اتفاقی ہے آقا میت کے سب اقارب سے بہتر ہے اور ملک سے مراد حکمی ملک ہے ورنہ موت سے ملک منقطع ہو جاتی ہے کذا فی الشامی والفتوی علی البطلان الوصیۃ لغسلہ والصلوۃ علیہ اور فتوی اوپر باطل ہونے وصیت کے ہے واسطے اپنے نہلانے اور نماز پڑھنے کے م یعنی مردہ نے وصیت کی کہ مجھ کو فلاں شخص نہلاوے یا مجھ پر فلاں شخص نماز پڑھے تو یہ وصیت باطل ہے اسی طرح اگر وصیت کی کہ فلاں کپڑے کا کفن دیا جاوے یا فلاں جگہ دفن کیا جائے تو یہ بھی باطل ہے کذا فی الشامی ولہ اے المولی ومثلہ کل من یقدم علیہ من باب اولی الا اذن لغیرہ فیہا لانہ حقہ فیملک ابطالہ الا انہ اذا کان ہناک من یساویہ فلہ اے لذلک المساوی ولو اصغر سنا المنع لمشارکتہ فی الحق اما البعید فلیس لہ المنع اور ولی کو اختیار ہے اذن دینے کا دوسرے شخص کو نماز جنازہ پڑھانے کے لیے اس لیے کہ امام ہونا اس کا حق ہے تو اس کو اختیار ہے اس حق کے باطل کرنے کا مگر جب وہاں کوئی دوسرا ولی اس کے برابر ہو تو اس دوسرے مساوی کو اگرچہ عمر میں چھوٹا ہو اختیار روک دینے غیر شخص کا ہے بسبب اس کے شریک ہونے کے حق میں مگر بعید ولی کو روکنے کا اختیار نہیں شارح نے کہا کہ مثل ولی کے دوسرے کو اجازت دینے میں وہ لوگ بطریق اولی مختار ہیں جو ولی پر مقدم ہیں مثل سلطان اور قاضی وغیرہ کے م صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ میت کے دو بیٹے ہیں بڑے بیٹے نے زید کو اجازت نماز پڑھنے کی دی تو چھوٹا بیٹا زید کو روک سکتا ہے مگر دور کا رشتہ دار نہیں روک سکتا فان صلی غیرہ اے الولی ممن لیس لہ حق التقدم علی الولی ولم یتابعہ الولی اعاد الولی ولو علی قبرہ ان شاء لاجل حقہ لاسقاط الفرض ولذا قلنا لیس لمن صلی علیہا ان یعید مع الولی لان تکرارہا غیر مشروع پس اگر ولی کے سوا کسی اور شخص نے نماز پڑھی جس کو ولی پر مقدم ہونے کا حق نہ تھا اور ولی نے اس کی متابعت نہ کی تو ولی اگر چاہے تو نماز دوبارہ پڑھے اگرچہ اس کی قبر پر ہو بسبب اپنے حق کے نہ واسطے ساقط ہونے فرض کے یعنی فرض تو غیر کی نماز سے بھی ساقط ہو گیا اگر بالفرض ولی نماز نہ پڑھے تو کوئی گنہگار نہ ہوگا مگر ولی کو اجازت نماز کی اس کے حق کی جہت سے ہے کذا فی الطحطاوی

Marfat.com

اور اسی وجہ سے کہ یہ اعادہ حق ولی کی جہت سے ہے نہ فرض ساقط ہونے کو ہم کہتے ہیں کہ جو شخص نماز جنازہ پڑھ چکا ہو اس کو جائز نہیں کہ ولی کے ساتھ نماز کو پھر سے پڑھے اس لیے کہ مکرر پڑھنا اس نماز کا مشروع نہیں ہم طحطاوی نے کہا کہ بظاہر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز پیشتر پڑھی ہو یا نہ پڑھی ہو مکرر پڑھنا جائز نہیں اور یہ جو مروی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مکرر پڑھی تو مفتی ابو السعود نے کہا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے والا ای وان صلی من لہ حق التقدم کقاض اونائبہ اوامام حی اومن لیس لہ حق التقدم وتابعہ الولی لا یعید لانہم اولی بالصلوۃ منہ اور اگر صورت مذکورہ بالا نہ ہو یعنی نماز ایسے شخص نے پڑھی جس کو ولی سے مقدم ہونے کا حق ہے مثلاً قاضی یا اس کے نائب یا مسجد محلہ کے امام نے نماز پڑھی خواہ اس شخص نے پڑھی جس کو حق تقدم ولی پر نہیں مگر ولی نے اس کے پیچھے پڑھ لی تو اس صورت میں ولی نماز دوبارہ نہ پڑھے اس لیے کہ جن کو حق التقدم - حاصل ہے وہ ولی کی نسبت نماز پڑھنے کے لیے بہتر ہیں ہم یہ تعلیل صرف اول صورت کی ہوئی اور دوسری صورت میں عدم اعادہ کی وجہ یہ ہے کہ ولی کا پڑھنا پیچھے غیر شخص کے گویا اس کو اجازت دینا ہے نماز پڑھانے کی وان صلی ہو ای الولی بحق بان لم یحضر من یقدم علیہ لا یصلی غیرہ لبعدہ وان حضر من لہ التقدم لکونہا بحق اور اگر ولی نے نماز اپنے استحقاق کے بموجب پڑھی اس طرح کہ جو شخص اس پر مقدم تھا وہ نہ آیا تو اب دوسرا شخص بعد ولی کی نماز کے اس پر نماز نہ پڑھے اگرچہ وہی آجاوے جس کو ولی پر تقدیم ہے کیونکہ ولی کی نماز بموجب استحقاق کے ہو گئی اما لو صلی الولی بحضرۃ السلطان مثلا اعاد السلطان کما فی المجتبی وغیرہ اور اگر نماز پڑھی ولی نے سلطان کی موجودگی میں مثلاً تو اعادہ کرے سلطان چنانچہ مجتبی وغیرہ میں ہے وفیہ حکم صلوۃ من لا ولایۃ لہ کعدم الصلوۃ اصلا فیصلے علی قبرہ ان شاء مالم یتمزق اور مجتبی میں ہے کہ حکم نماز اس شخص کا جس کو ولایت نہیں مانند نہ پڑھنے کے ہے سرے سے تو ولی اس کی قبر پر نماز پڑھے اگر چاہے جب تک مردہ پھٹا نہ ہو م حلبی نے کہا اس کے معنی یہ ہیں کہ جب ایسے شخص نے نماز پڑھی جس کو ولایت نہیں تو بلحاظ ولایت والے کے گویا نماز سرے سے نہیں ہوئی اس سے اس کو اختیار رہے کہ مردہ اگر دفن ہو گیا ہو تو قبر پر نماز پڑھ لے شامی نے کہا کہ میں نے مجتبی میں یہ مسئلہ نہیں پایا وان دفن واہیل علیہ التراب بغیر صلوۃ او بہا بلا غسل اومن لا ولایۃ لہ صلی علی قبرہ استحسانا مالم یغلب علی الظن تفسخہ من غیر تقدیر ہو الاصح وظاہرہ انہ لو شک فی تفسخہ صلی علیہ لکن فی النہر عن محمد کانہ تقدیما للمانع اور اگر مردہ بدون نماز کے دفن کیا گیا اور اس پر مٹی دیدی گئی یا نماز پڑھی مگر بدون غسل کے یا ایسے شخص نے پڑھی جس کو ولایت نہ تھی تو نماز پڑھی جائے اس کی قبر پر بدلیل استحسان جب تک کہ گمان غالب اس کے پھٹنے کا نہ ہو بدون مقرر کرنے کسی مدت کے یہی صحیح تر قول ہے اور بظاہر گمان غالب کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مردے کے پھٹنے میں شک ہو تو اس پر نماز پڑھی جاوے لیکن نہر الفائق میں امام محمد رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ شک کی صورت میں نماز نہ پڑھی جاوے تو غالباً یہ اس لیے کہا کہ مانع کو ترجیح دی م شامی نے کہا کہ من لا ولایۃ لہ متعلق ہے محذوف کے جو حال واقع ہے ضمیر بہا سے اور یہ مسئلہ مجتبی کے مسئلہ کے ساتھ دوبارہ ہو گیا اور قبر پر نماز پڑھنا پہلی دونوں صورتوں میں یعنی جب بے نماز دفن کیا ہو یا نماز بدون غسل کے پڑھی ہو واجب ہے اور تیسری صورت میں صرف ولی کو جائز ہے لسبب حق کے اور قول اصح کا مقابل مدت تین روز کی ہے بعض کے نزدیک اور بعض نے دس دن اور بعض نے ایک مہینہ کہا ہے اور وجہ اصح کی یہ ہے کہ پھٹنا متفاوت مدت میں ہوتا ہے بلحاظ موسم اور جگہ کے اس لیے مدت مقرر کرنی مناسب نہیں اور کانہ کی خبر محذوف ہے یعنی قال ذلک اور ترجیح مانع کا یہ مطلب کہ شک کے باعث دو صورتیں مساوی پیدا ہوئیں ایک پھٹنا مردہ کا جو مقتضی ہے نماز کے منع کا دوم نہ پھٹنا جو موجب ہے نماز پڑھنے کا تو پھٹنا جو مانع تھا اسی کو ترجیح دی گئی ولم تجز الصلوۃ علیہا راکبا ولا قاعدا بغیر عذر استحسانا اور نہیں جائز ہے نماز جنازہ پر سوار ہو کر اور نہ بیٹھے ہوئے

Marfat.com

بدون عذر کے بدلیل استحسانہم یعنی اگر عذر کے باعث سوار ہو کر پڑھیں مثلاً گارے یا مینہ کے باعث نہ اتر سکیں یا بیٹھ کر پڑھیں کہ کھڑے ہونے کی طاقت نہ ہو تو نماز درست ہو گی وکرہت تحریما وقیل تنزیہا فی جماعۃ ہوای المیت فیہ وحدہ او مع القوم واختلف فی الخارج عن المسجد وحدہ او مع بعض القوم والمختار الکراہۃ مطلقا خلاصہ بناء علی ان المسجد انما بنی لمکتوبۃ وتوابعہا کنافلۃ وذکر وتدریس عالم وہو الموافق لاطلاق حدیث ابی داؤد من صلی علی میت فی المسجد فلا صلوۃ لہ اور مکروہ تحریمی ہے اور بعض کے نزدیک تنزیہی نماز جنازہ کی مسجد جماعت یعنی جامع مسجد یا محلہ کی مسجد میں کہ مردہ اس کے اندر ہو تنہا یا کل یا بعض نمازیوں کے ساتھ اور اختلاف ہے مسجد سے باہر ہونے کی صورت میں تنہا مردہ باہر ہو یا کچھ نمازیوں کے ساتھ باہر ہو اور قول مختار ہر صورت میں مکروہ ہوتا ہے کذا فی الخلاصہ اس وجہ سے کہ مسجد صرف نماز فرض وقتی اور اس کے توابع کے لیے بنی ہے جیسے نماز نفل اور یاد الٰہی اور عالم کا پڑھانا ہے اور یہی قول کراہت کا موافق ہے واسطے اطلاق حدیث ابوداؤد کے کہ جس نے نماز پڑھی مردے پر مسجد کے اندر تو اس کے لیے نماز نہیں ہم شامی نے کہا کہ ابی داؤد کی روایت میں فلا شئی لہ ہے یعنی اس کو کچھ ثواب نہیں اور ایک روایت میں فلا اجر لہ ہے اور ابن ابی شیبہ نے فلا صلوۃ لہ روایت کیا ہے اور شارح نے جو علت کراہت کی بیان کی ہے کہ مسجد نماز فرض وقت اور اس کے توابع کے لیے ہے تو یہ ظاہر نہیں اس لیے کہ نماز جنازہ بھی ذکر اور دعا ہے اور مسجد بیشک ذکر اور دعا کے لیے ہوتی ہے ورنہ چاہیے کہ طلب باران اور کسوف کی دعا سے بھی مسجد میں منع کیا جائے اور اگر علت مسجد کے آلودہ ہونے کو ٹھہرایا جاوے تو جس صورت میں مردہ باہر مسجد کے ہو نماز مکروہ نہ ہونی چاہیے باقی رہا حال حدیث کا تو اس میں تین احتمال ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ فی المسجد ظرف نمازی کا ہو دوم یہ کہ ظرف میت کا ہو سوم یہ کہ دونوں کا ہو اگر نمازی کا ظرف کہو تو چاہیے کہ جس صورت میں نمازی باہر مسجد کے ہو اور میت اندر اس نماز میں کراہت نہ ہو اور اگر میت کا ظرف کہو تو جب میت باہر اور نمازی اندر ہو تب کراہت نہ ہو گی اور اگر دونوں کا ظرف کہو تو کراہت دونوں کے اندر ہونے میں منحصر ہو گی اگر ایک باہر ہو گا اور ایک اندر تو کراہت نہ ہو گی پھر قول مختار جو ہر صورت میں کراہت کا ہوتا ہے وہ کہاں رہا لیکن میرے نزدیک اس حدیث سے مطلق کراہت معلوم ہوتی ہے کہ فعل کا اثر کبھی ظاہر میں مفعول پر نہیں ہوتا جیسے علم اور ذکر اور کبھی ہوتا ہے جیسے ضرب وقتل ہے تو اگر ظرف پہلی قسم میں بولا جائے گا تو وہ فاعل کا ظرف ہو گا خواہ مفعول اس میں ہو یا نہ ہو مثلاً کہیں کہ میں نے زید کو مسجد کے اندر ذکر کیا تو مسجد ظرف متکلم کا ہو گی خواہ زید اس کے اندر ہو یا نہیں اور دوسری قسم میں ظرف متعلق بمفعول ہو گا گو فاعل اس میں ہو یا نہیں مثلاً اگر کہیں کہ میں نے زید کو مسجد میں مارا تو مسجد زید کا ظرف ہو گی خواہ متکلم مسجد میں ہو یا نہ ہو جیسے حرم کے اندر کوئی شخص شکار کے تیر مارے تو وہ قاتل صید حرم کہلائے گا گو خود باہر حرم سے ہو اب جو نماز جنازہ کو دیکھتے ہیں تو اس کو اول قسم سے پاتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ مسجد نمازی کا ظرف ہے خواہ میت اس میں ہو یا نہ ہو اور اسی کی مؤید ہے یہ روایت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اصحاب کو خبر مرگ نجاشی کی سنائی تو مسجد سے نکل کر مصلے میں تشریف لے گئے وہاں اس پر نماز پڑھی اگر مسجد میں جائز ہوتی تو پھر باہر نکلنے کے کیا معنی جنازہ تو مسجد کے اندر نہ تھا ہاں یہ صورت رہ گئی کہ مردہ مسجد کے اندر ہو اور نمازی باہر تو اس کی کراہت دلالۃ النص سے پائی جاتی ہے کیونکہ جب باوجود نماز جنازہ کے ذکر و دعا ہونے کے خود نماز مسجد میں مکروہ ہوئی تو مردہ کا اس میں داخل کرنا بطریق اولی مکروہ ہو گا کہ ایک فعل لغو ہے اور کھٹکا مسجد کی آلودگی کا جدا ہے پس معلوم ہوا کہ حدیث مذکورہ مؤید قول مختار کے ہے کہ نماز مسجد کے اندر ہر صورت میں مکروہ ہے پھر یہ کراہت اس صورت میں ہے کہ بدون عذر کے مسجد میں نماز پڑھی جاوے اور اگر کسی عذر سے ہو تو مکروہ نہیں اسی طرح مکروہ ہے نماز جنازہ شارع عام میں تمام ہوا قول شامی کا مختصراً ومن ولد فمات لیغسل ویصلی علیہ ویرث ویورث ویسن ان استہل بالبناء للفاعل ای وجد منہ مایدل علی حیوتہ بعد خروج اکثرہ حتی لو خرج راسہ وہو یصیح ذبحہ رجل فعلیہ الغرۃ وان قطع اذنہ فخرج حیا فمات فعلیہ الدیۃ اور جو بچہ پیدا ہو کر مر جاوے اگر وہ آواز کرے تو نہلایا جاوے

Marfat.com

اور اس پر نماز پڑھی جاوے اور وہ وارث ہوگا دوسرے کا اور اس کی میراث اوروں کو ملے گی اور نام رکھا جائے گا شارح نے کہا کہ استہلال بصیغہ معروف ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ بچے سے وہ بات پائی جائے جس سے اس کا زندہ ہونا معلوم ہو بعد اکثر بچے کے نکلنے کے یہاں تک کہ اگر بچے کا سر نکلا اور وہ چیختا ہے اور اسی وقت اس کو کسی نے ذبح کر دیا تو اس پر غرہ لازم ہوگا اور اگر سر نکلنے کے بعد اس کا کان کاٹ لیا پھر وہ زندہ نکلا اور مر گیا تو اس پر نہ نہلانا لازم ہوگا ھ نماز و غسل کا ذکر ماتن نے کیا اور کفن کو بباعث ظاہر ہونے کے چھوڑ دیا یعنی کفن بھی دیا جائے اور نام اس لیے رکھا جائے کہ آدم زاد ہے نام رکھنے میں اس کی تعظیم ہے اور استہلال مطلق آواز کرنے کو چاند دیکھنے کے وقت کہتے ہیں پھر پیدائش کے وقت بچے کے رونے کو بھی کہنے لگے اس لیے شارح نے کہہ دیا کہ رونا شرط نہیں بلکہ زندگی کی علامت مثلاً حرکت کرنا اعضا کا بھی کافی ہے اور چونکہ شریعت میں ایسے بچے کا حکم زندہ کا ہے اس لیے وہ وارث اور مورث ہو سکتا ہے غرہ بضم غین معجمہ و تشدید رائے مہملہ خون بہا مرد کے بیسویں حصہ کو کہتے ہیں اور مرد کا خون بہا دس ہزار درم یا ہزار دینار ہوتے ہیں تو غرہ پانسو درم یا ۵۰ دینار کا ہوا اور وجہ غرہ کی یہ ہے کہ جب تک بچہ اکثر نہیں نکلا اس کو حکم پیٹ کے بچے کا ہے اور پیٹ کے بچے کو تلف کرنے میں غرہ ہوتا ہے اور کان کاٹنے میں خون بہا اس لیے لازم ہوا کہ سبب موت کا وہی ہوا اور قصاص شبہہ کی وجہ سے لازم نہ ہوا کذا فی الشامی والا یستہل غسل ویسمی عند الثانی وہو الاصح فیفتی بہ علی خلاف ظاہر الروایۃ اکراما لبنی آدم کما فی ملتقی البحار اور اگر کوئی علامت زندگی کی بعد اکثر پیدائش کے نہ پائی جاوے تو نہلایا جاوے اور نام رکھا جاوے امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول صحیح تر ہے تو اس پر فتوی دیا جائے برخلاف ظاہر الروایت کے بسبب تعظیم بنی آدم کے چنانچہ ملتقی البحار میں ہے ھ اکراما علت متن کی ہے یا بہ یفتی کی اور یہ اس بچے کا حکم ہے جس کی پیدائش پوری ہو اور جس کی خلقت پوری نہ ہو اسکے نہلانے میں اختلاف ہے چنانچہ شارح بیان کرتا ہے وفی النہر عن الظہیریۃ واذا استبان بعض خلقۃ غسل وحشر بہ المختار اور نہر الفائق میں ظہیریہ سے منقول ہے کہ جب ظاہر ہو جائے بعض پیدائش بچہ کی تو اس کو غسل دیا جائے یہی قول مختار ہے اور اس کا حشر ہوگا ھ شامی نے کہا کہ ہو المختار کے بعد و حشر کہنا مناسب تھا اس لیے کہ ظہیریہ میں اسی طرح ہے غرضکہ حشر میں اختلاف ہے بعض فقہا نے کہا کہ اگر روح پڑ گئی ہوگی تو حشر ہوگا اور بعض نے کہا کہ اگر بعض خلقت ظاہر ہو گئی ہوگی تو حشر ہوگا وادرج فی خرقۃ ودفن ولم یصل علیہ وکذا لا یرث ان انفصل بنفسہ کصبی سبی مع احد ابویہ لا یصلی علیہ لانہ تبع لہ اے فی احکام الدنیا لا العقبی لما مر انہم خدم اہل الجنۃ اور جس پر علامت زندگی بعد نکلنے کے ظاہر نہ ہو غسل و نام رکھنے کے بعد لپیٹا جاوے ایک کپڑے میں اور دفن کر دیا جاوے اور اس پر نماز نہ پڑھی جاوے اور اسی طرح وہ بچہ وارث نہ ہوگا اگر علیحدہ ہوا ہوگا خود بخود جیسے وہ بچہ کہ قید کیا جائے مع ایک کے ماں باپ میں سے کہ اگر مر جائے تو اس پر نماز نہ پڑھی جاوے اس لیے کہ وہ تابع ہے احد الابوین کا یعنی احکام دنیا میں اس کا تابع ہے نہ احکام آخرت میں بسبب اس قول کے کہ پیشتر گذرا کہ مشرکین کے بچے اہل جنت کے خادم ہوں گے ھ خود بخود کی قید اس لیے لگائی کہ اگر کسی نے مثلاً عورت کے پیٹ پر مارا اور بچہ مردہ نکل پڑا تو وہ وارث اور مورث ہوگا کیونکہ شارح نے جب غرہ اس کے قاتل سے دلوایا تو معلوم ہوا کہ اس کی زندگی کا حکم کیا کذا فی الشامی ولو سبی بدونہ فہو مسلم تبعا للدار اد السابی او بہ فاسلم ہو او اسلم الصبی وہو عاقل اے ابن سبع سنین صلی علیہ لصیرورتہ مسلما اور اگر بچہ بدون ماں یا باپ کے گرفتار آیا تو وہ مسلمان ہے بہ تبعیت دار الاسلام جب کہ گرفتار کنندہ ذمی ہو یا بہ تبعیت گرفتار کنندہ کے جب کہ وہ مسلمان ہو خواہ وہ بچہ پکڑا گیا ماں باپ کے ساتھ پھر ماں یا باپ مسلمان ہوا یا خود وہ لڑکا مسلمان ہو گیا حالانکہ وہ عاقل ہے یعنی سات برس کا ہے تو اس پر نماز پڑھی جائے بسبب ہو جانے اس بچہ کے مسلمان یعنی بہ تبعیت ماں یا باپ کے خواہ اپنے مسلمان ہو جانے سے ھ سات برس کے لڑکے کے مسلمان ہونے کی صحت قاری ہدایہ کی طرف منسوب ہے اور عنایہ میں عاقل بچہ اس کو لکھا ہے کہ نفع نقصان کو سمجھے اور یہ کہ

Marfat.com

اسلام ہدایت ہے اور اس کا اتباع بہتر ہے اور فتح القدیر میں ہے کہ صفت اسلام کی سمجھتا ہو یعنی ایمان اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور قیامت اور تقدیر پر رکھتا ہو شامی نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر اس کے سامنے ان امور کی تفصیل کی جاوے اور اس سے ان پر ایمان کا سوال ہو تو کہہ دے کہ میں ایمان لایا قالوا ولا ینبغی ان یسال العاقل عن الاسلام بل یذکر عندہ حقیقتہ ومایجب الایمان بہ ثم یقال لہ ہل انت مصدق بہذا فاذا قال نعم اکتفی بہ ولا یضر توقف فی جواب ما الایمان ما الاسلام فتح فقہا نے کہا ہے کہ عاقل آدمی سے اسلام کا حال نہ پوچھنا چاہیے بلکہ اس کے سامنے اسلام کی حقیقت اور جس چیز پر ایمان واجب ہے اس کو ذکر کرنا چاہیے پھر اس سے کہا جائے کہ کیا تو اس کی تصدیق کرتا ہے اگر وہ ہاں کہہ دے تو اس کے مسلمان ہونے کے لیے اسی پر اکتفا کیا جائے اور اس کو مضر نہیں سکوت کرنا جواب میں ان سوالات کے کہ ایمان کیا چیز ہے اور اسلام کیا ہے کذا فی الفتح کیونکہ عوام اکثر ان تفصیلوں سے ناواقف ہوتے ہیں حالانکہ اقرار توحید ورسالت کا کرتے ہیں ویغسل المسلم ویکفن ویدفن قریبہ کنا لہ الکافر الاصلی اما المرتد فیلقی فی حفرۃ کالکلب عند الاحتیاج فلولہ قریب فالاولی ترکہم من غیر مراعاۃ السنۃ فیغسلہ غسل الثوب النجس ویلفہ فی خرقۃ ویلقیہ فی حفرۃ ولیس للکافر غسل قریبہ المسلم اور نہلاوے مسلمان اور کفن دیوے اور دفن کرے اپنے رشتہ دار کافر اصلی کو مثلاً اپنے ماموں کو حاجت کے وقت تو اگر اس کافر کے اور رشتہ دار ہوں تو بہتر ہے کہ مسلمان اس کافر مرے کو ان رشتہ داروں کے حوالہ کرے اپنے آپ متکفل غسل وغیرہ کا نہ ہو حاجت کے وقت نہلاوے بدوں رعایت طریق سنت کے یعنی وضو نہ کراوے اور داہنے طرف سے شروع نہ کرے بلکہ ایسے غسل دے جیسے نجس کپڑا دھوتے ہیں اور اس کو ایک کپڑے میں لپیٹے اور ایک گڑھے میں ڈال دے یعنی رعایت کفن مسنون اور لحد کی نہ کرے شارح نے کہا کہ کافر اصلی کی قید اس لیے لگائی کہ مرتد کو کتے کی طرح گڑھے میں ڈال دے غسل وکفن کچھ نہ کرے اور نہیں جائز ہے کافر کو نہلانا اپنے رشتہ دار مسلمان کا شامی نے کہا کہ مکروہ ہے کافر کا مسلمان کی قبر میں اترنا اس کے دفن کرنے کو واذا حمل الجنازۃ وضع ندبا مقدمہا بکسر الدال وتفتح وکذا الموخر علی یمینہ عشر خطوات لحدیث من حمل جنازۃ اربعین خطوۃ کفرت عنہ اربعین کبیرۃ ثم وضع موخرہا علی یمینہ کذلک ثم مقدمہا علی یسارہ ثم موخرہا کذلک فیقع الفراغ خلف الجنازۃ فیمشی خلفہا اور جب کوئی شخص جنازہ اٹھاوے تو مستحب یہ ہے کہ جنازے کی اگلی جانب یعنی سرہانا اپنے داہنے مونڈھے پر دس قدم رکھے پھر پچھلی جانب یعنی پیتیانا دس قدم داہنے مونڈھے پر رکھے پھر اگلی جانب بائیں مونڈھے پر دس قدم رکھے پھر پچھلی جانب بائیں مونڈھے پر اسی طرح رکھے تو پچھلی جانب پر بہم قدم سے فراغت ہو جائے گی اس وقت جنازے کے پیچھے چلے اور اس طرح اٹھانا اس لیے مستحب ہوا کہ حدیث شریف میں ہے کہ جو کوئی جنازہ کو بہم قدم اٹھاوے تو اس کا اٹھانا بھی بہم گناہ کبیرہ کو دور کرتا ہے شارح نے کہا کہ لفظ مقدم بکسر دال ہے اور کبھی بفتح بھی بولتے ہیں اور یہی حال مؤخر کا ہے کہ بکسر خا مجمہ ہے اور فتح بھی بولتے ہیں م گناہ کبیرہ سے مراد یا وہ صغیرہ ہیں جو دوسروں کی نسبت سے بڑے ہوں یا خود کبیرہ مراد ہو سکتے ہیں اور کفرت بصیغہ معروف ہے فاعل اس کا جنازہ ہے تبقدیر مضاف طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ حدیث کو بعد تمام کرنے کیفیت حمل جنازہ کے بیان کرتا اس لیے مترجم نے موقع پر اس کا ترجمہ کیا وصح انہ علیہ السلام حمل جنازۃ سعد بن معاذ اور ثابت ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ سعد بن معاذؓ کا اٹھایا ہے م یہ صحابی بڑے جلیل القدر ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کی شان میں فرمایا کہ ان کی موت سے عرش خداوندی ہل گیا ویکرہ عندنا حملہ بین عمودی السریر بل یرفع کل رجل قائمۃ بالید لا علی العنق کالامتعۃ ولنکرہ حملہ علی ظہر دابۃ اور مکروہ ہے ہمارے نزدیک اٹھانا مردے کا چارپائی کی دو پٹی یا سروں کے بیچ میں سے پکڑ کر خواہ دو شخص اٹھاویں یا چار بلکہ ہر شخص ایک ایک پایہ چارپائی کا ہاتھ سے پکڑ کر اٹھاوے شروع سے گردن پر نہ رکھ لے جیسے اسباب اٹھایا کرتے

Marfat.com

ہیں اور اس وجہ سے مکروہ ہے لادنا مردے کا پشت پر اور سواری کے جانور پر کیونکہ یہ طریق اسباب کے اٹھانے کا ہے جنازے میں مسنون یہ ہے کہ چار شخص ایک ایک پایہ اٹھا کر پٹی کو مونڈھے پر رکھیں **والصبی الرضیع اوالعظیم اوفوق ذلک قلیلا یحملہ واحد علی یدیہ ولو راکبا وان کان کبیرا حمل علی جنازۃ** بچہ شیر خوار یا دودھ چھوٹا ہوا یا اس سے کچھ زیادہ عمر کا اس کو ایک شخص اپنے دونوں ہاتھوں پر اٹھا دے اگرچہ اٹھانے والا سوار ہو اور اگر لڑکا بڑا ہو تو کھٹولے یا چارپائی پر اٹھایا جاوے **ویسرع بہا بلا خبب** اے عدو سریع ولو بہ کرہ اور جلدی لے چلیں جنازے کو بدون تیز چھپٹنے کے اور تیز چھپٹنے کے ساتھ چلنا مکروہ ہے بوجہ ایذائے مردہ اور ساتھ والوں کے **م** جنازے میں اس قدر جھپٹنا مسنون ہے کہ میت چارپائی پر ادھر ادھر حرکت نہ کرے کیونکہ حدیث میں وارد ہے کہ جنازہ کو جلد لے جاؤ اگر صالح ہے تو جلد اس کو بھی جگہ پہنچاؤ گے اور اگر برا ہے تو جلد اپنی گردنوں سے برائی کو دور کرو گے **کذا فی الشامی وکرہ تاخیر صلوتہ ودفنہ لیصلی علیہ جمع عظیم بعد صلوۃ الجمعۃ الا اذا خیف فوتہا بسبب دفنہ قنیۃ** اور مکروہ ہے مردے کی نماز اور دفن میں اس لیے دیر کرنا کہ جمعہ کے بعد بہت سے آدمی اس پر نماز پڑھیں ہاں جب یہ خوف ہو کہ اس کے دفن کی جہت سے جمعہ فوت ہو جائے گا تو اس صورت میں دفن میں تاخیر مکروہ نہ ہوگی **کذا فی القنیۃ کما کرہ لمتبعہا جلوس قبل وضعہا وقیام بعدہ** جیسے مکروہ ہے پیچھے چلنے والے کو بیٹھنا پہلے جنازہ کے رکھنے کے اور کھڑا رہنا بعد جنازہ کے رکھنے کے **م** عبادہ بن صامت سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تک نہ بیٹھتے کہ جنازہ لحد میں نہ اتارا جاتا ایک قبر پر آپ کھڑے تھے کہ ایک یہودی نے عرض کیا کہ ہم اپنے مردوں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں آپ بیٹھ گئے اور صحابہ سے فرمایا کہ ان کے خلاف کرو **کذا فی الطحطاوی** تو اس سے معلوم ہوا کہ کھڑا رہنا مکروہ تحریمی ہے **ولا یقوم من فی المصلی لہا اذا رآہا قبل وضعہا ولا من مرت علیہ ہو المختار وما ورد فیہ منسوخ زیلعی** اور نہ کھڑا ہو جو شخص نماز پڑھنے کی جگہ میں ہو جب کہ جنازے کو دیکھے پیشتر اس کے رکھنے کے اور وہ شخص کھڑا ہو جس کے پاس جنازہ ہو کر گذرے یہی قول مختار ہے اور جو کچھ کھڑا ہونے کے باب میں وارد ہے وہ منسوخ ہے **کذا فی الزیلعی م** یعنی یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ جب تم جنازہ کو دیکھو تو اس کے لیے کھڑے ہو جاؤ یہاں تک کہ تمہاری نظر سے غائب ہو یا زمین پر رکھا جاوے یہ حدیث منسوخ ہے اس حدیث سے کہ احمد نے حضرت علیؓ سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو جنازے کے لیے کھڑا ہونے کا حکم کیا تھا پھر آپ اس کے بعد بیٹھے رہے اور ہم کو حکم بیٹھے رہنے کا کیا اور مسلم نے بھی اس مضمون کو روایت کیا اور کہا کہ کھڑا ہونے کا حکم پہلے تھا پھر منسوخ ہو گیا **کذا فی الشامی وندب المشی خلفہا لانہا متبوعۃ الا ان یکون خلفہا نساء فالمشی امامہا احسن اختیارا** اور مستحب ہے پیچھے چلنا جنازے کے اس لیے کہ جنازہ متبوع ہے اور متبوع تابع کے آگے ہوا کرتا ہے مگر یہ کہ ہو دین جنازے کے پیچھے عورتیں تو اس صورت میں جنازے کے آگے چلنا بہتر ہے **کذا فی الاختیار م** جنازے کو متبوع اس لیے کہا کہ حدیث میں حکم ہے اتباع جنازہ کا اور لفظ اتباع پیچھے چلنے والے پر بولا جاتا ہے نہ آگے چلنے والے پر **کذا فی الشامی ویکرہ خروج من تحریما وتر مجرا النائحۃ ولا یترک اتباعہا لا جلہا** اور مکروہ تحریمی ہے نکلنا عورتوں کا جنازے کے ساتھ اور نہ جرکی جائے نوحہ کرنے والی اور اسی طرح چیخنے والی اور جنازے کے ساتھ چلنا نہ چھوڑا جائے بسبب نوحہ کرنے والی کے **م** حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو جنازے کے ساتھ دیکھ کر پوچھا کہ تم اٹھانے والوں کے ساتھ جنازے کو اٹھاؤ گی یا قبر میں اتارنے والوں کے ساتھ مردے کو اتارو گی پڑھنے والوں کے ساتھ نماز پڑھو گی انہوں نے عرض کیا کہ ان باتوں میں سے کوئی نہ کریں گی آپ نے فرمایا کہ ہٹ جاؤ گناہ کے ساتھ نہ ثواب کے ساتھ انتہی کو نوحہ والے کے سبب سے جنازے کا ساتھ اس لیے نہ چھوڑا جائے کہ نوحہ بدعت ہے اور اتباع جنازہ سنت تو اگر بدعت کی جہت سے اس سنت چھوڑ دیا جائے تو جنازہ کے

Marfat.com

امور کا تکفل موقوف ہو بائے کذا فی الطحطاوی ولا یمشی عن یمینہا ویسارہا ولو مشی امہا جاز وفیہ فضیلۃ ایضا ولکن ان تباعد عنہا او تقدم الکل ورکب اماما کرہ کما کرہ فیہا رفع صوت بذکر او قراۃ فتح اور نہ چلے جنازے سے داہنے اور بائیں یعنی داہنے بائیں چلنا اولی نہیں اور اگر جنازہ کے آگے چلے تب بھی درست ہے اور اس میں بھی فضیلت ہے لیکن اگر جنازہ سے دور ہو گیا یا سب لوگ آگے بڑھ گئے یا جنازے کے آگے سوار ہو لیا تو مکروہ ہے جیسے مکروہ ہے جنازے کے ساتھ بلند کرنا آواز کا ذکر یا قرأت قرآن میں کذا فی الفتح م آگے چلنے میں فضیلت اس قول سے نکالی کہ پیچھے چلنا افضل ہے یعنی افضل صیغہ افعل التفضیل ہے تو مطلق فضیلت آگے چلنے میں بھی ہوئی اور اتنا دور ہونا مکروہ ہے کہ لوگ یہ سمجھیں کہ اکیلا جاتا ہے اور ذکر اور قرأت پکار کر نہ پڑھے اگر منظور ہو تو اپنے دل میں پڑھے کذا فی الشامی ویحفر قبرہ فی غیر دارہ مقدار النصف قامۃ فان زاد فحسن ویلحد ولا یشق الا فی ارض رخوۃ اور کھودی جائے قبر مردے کی اس کے مکان کے سوا دوسری جگہ میں بقدر نصف قد آدم عمق کے اور اگر زیادہ ہو تو بہتر ہے یعنی اس قدر گہرائی ادنی مرتبہ اور چھاتی تک اوسط درجہ اور قد آدم سب میں افضل ہے اور لحد بنائی جاوے یعنی جانب قبلہ قبر کے گڑھا کھودا جائے پٹے ہوئے مکان کی صورت اور شق نہ کی جائے یعنی قبر کے بیچ میں گڑھا نہ کیا جائے مگر زمین نرم میں اگر لحد نہ ٹھہرے تو شق بنائی جاوے م غیر دار کی قید کی ضرورت نہ تھی کہ خود ماتن آگے بیان کرتا ہے اور طول قبر برابر قد مردہ کے ہونا چاہیے اور عرض آدھا طول سے لحد بفتح وضم لام ہے اور شق اس لیے منع کیا کہ حدیث میں آیا ہے کہ لحد ہمارے لیے ہے اور شق غیروں کے لیے پس بدون ضرورت شق بنانا نہ چاہیے ولا یجوز ان یوضع فیہ مقثربۃ[1] وما روی عن علی فغیر مشہور ولا یوخذ بہ ظہیریۃ اور نہیں جائز ہے کہ قبر کے اندر گدا رکھا جائے اور جو کچھ حضرت علی سے مروی ہے وہ مشہور نہیں اور اس پر عمل نہیں کذا فی الظہیریہ م ظہیریہ میں بجائے علیؓ کے ذکر حضرت عائشہؓ کا ہے کہ انھوں نے گدا رکھوایا اور یہ مشہور نہیں یعنی ثابت نہیں ہوا بلکہ اور حدیثوں سے اس کا خلاف ثابت ہے کہ حضرت ابن عباسؓ مکروہ جانتے تھے کہ مردے کے نیچے کوئی چیز ڈالی جائے اور حضرت ابو موسی نے فرمایا کہ میرے اور زمین کے درمیان کوئی چیز مت کرنا غرضکہ گدا اور تکیہ اور چٹائی سب کا حکم ایک ہے کسی کا رکھنا نہ چاہیے کذا فی الشامی ولا باس باتخاذ تابوت ولو من حجر او حدید لہ عند الحاجۃ کرخاوۃ الارض ویسن ان یفرش فیہ التراب اور کچھ مضائقہ نہیں حاجت کے وقت مردے کے لیے تابوت بنانے کا اگرچہ پتھر یا لوہے کا ہو مثلا زمین کی نرمی کی جہت سے اور مسنون ہے کہ صندوق یا لحد میں مٹی بچھا دی جاوے م شامی نے کہا کہ اگر حاجت کے سبب صندوق بنایا جاوے تو چاہیے کہ اس کے نیچے مٹی بچھا دیں اور داہنے اور بائیں ہلکی اینٹیں کھڑی رکھیں اور ڈھکنے کے اندر کی جانب پر مٹی لیس دیں تاکہ لحد کی صورت بن جائے اور بدوں حاجت صندوق بنانا مکروہ ہے مات فی سفینۃ وکفن وصلی علیہ والقی فی البحر ان لم یکن قریبا من البر فتح ایک شخص کشتی میں مر گیا تو غسل دیا جائے اور کفنایا جائے اور نماز پڑھ کر دریا میں ڈال دیا جائے اگر کشتی خشکی سے نزدیک نہ ہو کذا فی الفتح ولا ینبغی ان یدفن المیت فی الدار ولو کان صغیرا لاختصاص ہذہ السنۃ بالانبیا علیہم السلام واقعات اور نہیں چاہیے کہ مردہ مکان میں دفن کیا جائے اگرچہ بچہ ہو واسطے خاص ہونے اس طریق کے انبیا علیہم السلام کے ساتھ کذا فی الواقعات م یعنی جس مکان میں مرے اس میں دفن ہو یہ طریق مخصوص ہے انبیا علیہم السلام ہے اوروں کے لیے نہیں چاہیے ویستحب ان یدخل من قبل القبلۃ بان یوضع من جہتہا ثم یحمل فیلحد وان یقول الصنعۃ بسم اللہ وباللہ وعلی ملۃ رسول اللہ ویوجہ الیہا وجوبا اور مستحب ہے کہ مردہ قبلہ کی جانب سے قبر میں اتارا جائے کہ وہ سمت معظم ہے اسطرح

[1] ایک نسخے میں مقثربۃ کے بعد و محذہ بھی ہے یعنی تکیہ بھی نہ رکھا جائے ۱۲ [2] یعنی شروع ہے اللہ کے نام سے اور اللہ کی برکت سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق پر یعنی خدا کے نام سے ہم نے تجھ کو اتارا اور نبی کریمؐ کی ملت پر تجھ کو سپرد کیا ۱۲

Marfat.com

کہ جنازہ اسی طرف رکھا جائے پھر اٹھا کر لحد میں اتارا جائے اور مستحب ہے کہ لحد میں اتارنے والا مردے کا یوں کہے بسم اللہ وباللہ وعلی ملۃ رسول اللہ اور قبلہ کی طرف اس کا منہ کر دیا جائے بطور وجوب شامی نے کہا کہ تحفہ میں مصرح ہے کہ قبلہ رخ کرنا مردہ کا سنت ہے وینبغی کونہ علی شقہ الایمن ولاینبش لیوجہ الیہا وتحل العقدۃ للاستغناء عنہا ویسوی اللبن علیہ والقصب لا الاجر المطبوخ والخشب لو حول المیت امافوقہ فلا یکرہ ذکرہ ابن الملک اور مناسب ہے ہونا مردہ کا داہنی کروٹ پر اور قبر نہ ادھیڑی جاوے مردہ کے قبلہ رخ کرنے کے لیے یعنی لحد مٹی دینے کے اگر معلوم ہو کہ مردہ قبلہ رخ نہیں ہے تو قبر نہ ادھیڑی جائے اور لحد میں مردہ کے کفن کی گرہ کھول دی جائے بسبب بے پرواہ ہونے کے اس سے یعنی کفن کے کھلنے کے خوف سے گرہ تھی وہ خوف جاتا رہا اور رکھی جاویں اس پر کچی اینٹیں اور نرکل اور نہ پکی اینٹیں اور تختہ اگر گردمیت کے ہو لیکن اس کے اوپر تختہ رکھنا مکروہ نہیں ذکر کیا ہے اس کو ابن ملک نے م کچی اینٹیں اول لحد کے منہ پر کھڑی کی جائیں اور ان کی درزوں پر نرکل یا ڈھیلے رکھ دیے جائیں تختہ نہ رکھیں اور اگر اڑانے پر تختہ رکھا جاوے تو مکروہ نہیں **فائدہ** یہ ایک کام کی بات ہے عدد لبنات لحد النبی صلی اللہ علیہ وسلم تسع بہنسی شمار کچی اینٹوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لحد شریف کا ۹ ہے ذکر کیا ہے اس کو بہنسی نے طحطاوی نے کہا کہ کچی اینٹوں کے ساتھ نرکل کے سینڈے تھے ویجاز ذلک حولہ بارض رخوۃ کالتابوت اور جائز ہے پکی اینٹ اور تختہ گردمیت کے نرم زمین میں جیسے صندوق درست ہے ویسبجی اے یغطی قبر ہا ولو خنثی لا قبرہ الا لعذر کمطر اور ڈھانپی جائے قبر عورت کی قبر میں اتارنے کے وقت یہاں تک کہ لحد کا منہ بند کیا جائے اگرچہ مردہ خنثی ہو نہ ڈھانپی جائے قبر مرد کی مگر کسی عذر سے مثلاً بارش کی جہت سے ویہال التراب علیہ ویکرہ الزیادۃ علی ما خرج منہ من التراب لانہ بمنزلۃ البناء ویستحب حثیۃ من قبل راسہ ثلثا وجلوس ساعۃ بعد دفنہ لدعاء وقراۃ بقدر ما ینحر الجزور ویفرق لحمہ اور بعد لحد بند کرنے کے اس پر مٹی ڈالی جاوے اور مکروہ ہے زائد کرنا مٹی کا اس مقدار سے جو قبر میں سے نکلی ہو اس لیے کہ زائد مٹی بجائے عمارت کے ہے اور مستحب ہے مٹی دینا اس کے سر کی جانب سے تین بار یعنی دونوں ہاتھوں سے تین دفعہ مٹی دے اول دفعہ میں کہے منہا خلقناکم[1] اور دوسرے میں کہے وفیہا نعیدکم اور تیسری میں کہے ومنہا نخرجکم تارۃ اخری چنانچہ ابن ماجہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل اسی طرح مروی ہے اور مستحب ہے بعد دفن مردہ کے ایک ساعت توقف کرنا دعا اور قرأت کے لیے اس قدر کہ قربانی اونٹ کی ہو کر اس کا گوشت بٹ جاوے م قبر کی مٹی سے زائد مٹی ڈالنی اس لیے مکروہ ہوئی کہ ابوداؤد کی حدیث میں اس سے ممانعت وارد ہے اور دفن کے بعد توقف کرنا بھی ابوداؤد میں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مردہ دفن ہو چکتا تو اس کی قبر پر کھڑے ہوتے اور فرماتے کہ اپنے بھائی کے لیے مغفرت کی درخواست کرو اور ثابت رہنے کی دعا اس کے لیے کرو کہ اس سے اب سوال ہوگا اور حضرت ابن عمرؓ بعد دفن کے قبر پر شروع سورۂ بقرا اور اس کے خاتمے کا پڑھنا مستحب جانتے تھے کذا فی الشامی ولا یاس برش الماء علیہ حفظا لترابہ عن الانذراس اور کچھ مضائقہ نہیں پانی چھڑکنے کا قبر پر واسطے حفاظت مٹی کے اڑنے کے م بلکہ پانی چھڑکنے کو مستحب کہنا مناسب ہے اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعید اور اپنے فرزند ابراہیم کی قبر پر چھڑکوایا تھا چنانچہ ابن ماجہ میں اور ابوداؤد کے مراسیل میں مروی ہے ولا یربع للنہی عنہ ویسنم ندبا وفی الظہیریۃ وجوبا قدر شبر ولا یجصص للنہی عنہ اور قبر چونہ سے نہ بنائی جائے بسبب ممانعت چونہ سے کرنے کے اور اونچی کی جائے مثل اونٹ کے کوہان کے براہ استحباب اور ظہیریہ میں ہے کہ اونچا کرنا واجب ہے بقدر ایک بالشت کے اور گچ نہ کی جائے قبر بسبب نہی کے گچ کرنے سے م چونہ سے مراد یہ ہے کہ مٹی کو پھیلا کر چبوترے کی شکل نہ کیا جائے بلکہ بیچ میں سے اونچی مثل کوہان کے کی بجائے امام محمد رحمہ اللہ نے آثار میں روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کے چونہ کرنے سے منع فرمایا اور مسلم میں مروی ہے کہ آپ نے

[1] یعنی زمین سے ہم نے تم کو پیدا کیا اور اسی میں تم کو دوبارہ داخل کریں گے اور اسی میں سے تم کو دوسری بار نکالیں گے ۱۲

Marfat.com

قبر پر گچ کرنے اور اس پر عمارت بنانے سے منع فرمایا کذا فی الشامی ولایطین ولایرفع علیہ بناء وقیل لا باس بہ وھو المختار فی کراہۃ السراجیۃ اور نہ کھگل کی جائے قبر پر اور نہ اس پر کوئی عمارت بنائی جائے اور ایک قول یہ ہے کہ کھگل کا کچھ مضائقہ نہیں اور یہی قول مختار ہے چنانچہ سراجیہ کے باب الکراہۃ میں ہے ہم شامی نے کہا کہ مصنف کو مناسب تھا کہ وقیل لا باس الخ کو بعد ولایطین کے بیان کرتا کیونکہ عبارت سراجیہ میں کھگل کرنے کو مختار کہا ہے چنانچہ اس کی عبارت یہ ہے ذکر فی تجرید ابی الفضل ان تطیین القبور مکروہ والمختار انہ لایکرہ یعنی ابوالفضل کی تجرید میں مذکور ہے کہ قبروں کا کھگل کرنا مکروہ ہے اور مختار یہ ہے کہ مکروہ نہیں اور اسی عبارت مصنف کو منح الغفار میں سراجیہ کی طرف منسوب کیا ہے مگر قبر پر عمارت سے مفہوم ہوتا ہے اور طحطاوی نے کہا کہ شرنبلالیہ میں برہان سے منقول ہے کہ عمارت بنانا قبر پر زینت کے واسطے حرام ہے اور مضبوطی کے لیے بعد دفن کے مکروہ ہے لیکن بنی ہوئی عمارت میں دفن کرنا مکروہ نہیں وفی جنائزہا ولا باس بالکتابۃ ان احتیج الیہا حتی لایذہب الاثر ولا یمتہن اور سراجیہ کے باب الجنائز میں ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں لکھنے کا قبر پر اگر اس کی ضرورت ہو اس غرض سے کہ اس قبر کا نشان نہ جاتا رہے اور پامال نہ ہو مسلم نے جابر سے روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا قبروں کے گچ کرنے اور ان پر لکھنے اور عمارت بنانے سے تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ ممانعت اس وقت ہے کہ حاجت نہ ہو اور لا باس کہنے سے اشارہ ہوا کہ باوجود حاجت کے نہ لکھنا بہتر ہے اور فتاوی محب میں ہے کہ قرآن کا لکھنا قبروں پر مکروہ ہے اس وجہ سے کہ بوسیدہ ہو کر کلمات پامال نہ ہوں اور یہی حال ہے دوسرے کلمات واجب التعظیم کا ولایخرج منہ بعد اہالۃ التراب الا لحق آدمی کان تکون الارض مغصوبۃ او اخذت بشفعۃ ویخیر المالک بین اخراجہ ومساواتہ بالارض کما جاز زرعہ والبناء علیہ اذا بلی وصار ترابا زیلعی اور بعد مٹی دینے کے مردہ قبر سے باہر نہ نکالا جائے مگر کسی آدمی کے حق کے لیے مثلاً زمین غصب کی ہوئی ہو اور مالک مردے کا رہنا پسند نہ کرے یا جس زمین میں دفن کیا وہ شفعہ کے باعث دوسرے نے لے لی اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس زمین میں مردہ رہے اور اختیار دیا جائے گا مالک کو مردہ کے نکالنے اور قبر کو زمین سے برابر کرنے میں یعنی مالک زمین کے ظاہر و باطن دونوں پر حق رکھتا ہے مردے کو اندر رہنے دے اور صرف اوپر سے ہموار کر دے اور چاہے اندر بھی نہ رہنے دے جیسے جائز ہے جو تنا قبر کا اور اس پر عمارت بنانی جب کہ مردہ پرانا ہو کر مٹی ہو گیا ہو کذا فی الزیلعی حامل ماتت وولدہا حی یضطرب شق بطنہا من الایسر ویخرج ولدہا ولو بالعکس وخیف علی الام قطع واخرج لو میتا والا لا کما فی کراہۃ الاختیار ایک عورت حاملہ مر گئی اور اس کا بچہ پیٹ میں زندہ حرکت کرتا ہے تو عورت کا پیٹ بائیں طرف سے چیر کر اس کے بچہ کو نکال لیا جائے اور اگر معاملہ برعکس ہو یعنی بچہ مر گیا اور عورت زندہ ہے اور خوف ہے ماں کے مر جانے کا تو اس بچے کو کاٹ کر نکالا جائے اور اگر بچہ زندہ ہو تو کاٹ کر نہ نکالا جائے کیونکہ ماں کا مر جانا وہمی بات ہے تو زندہ بچہ کو قتل کرنا وہمی امر کے لیے جائز نہیں کذا فی الشامی طحطاوی نے کہا کہ شارح کا لو میتا کہنا زائد ہے اس لیے کہ لو بالعکس سے اس کا مردہ ہونا صاف ظاہر ہے ولو بلع مال غیرہ ومات ہل یشق قولان والاول نعم فتح اور اگر کوئی شخص پرایا مال نگل کر مر گیا تو اس کا پیٹ چیرا جائے یا نہیں اس باب میں دو قول ہیں اور بہتر یہ ہے کہ ہاں چیرا جائے کیونکہ اس کی حرمت اس کی تعدی کے سبب سے جاتی رہی اس سے معلوم ہوا کہ اگر بلا تعدی اس کے پیٹ میں مال چلا گیا ہو گا تو پیٹ نہ چیرا جائے گا کذا فی الشامی فروع مسائل ملحقہ شارح کے الاتباع افضل من النوافل لو قرابۃ او جوارا او فیہ صلاح معروف جنازہ کے ساتھ چلنا افضل ہے بہ نسبت نفلوں کے اگر میت کے ساتھ قرابت یا ہمسائگی یا مردہ نیکبخت مشہور ہو وجہ افضل ہونے کی یہ ہے کہ جنازہ کے ساتھ جانے میں سلوک زندہ اور مردہ دونوں کے ساتھ ہے اس لیے اس کا ثواب زیادہ ہے کذا فی الطحطاوی یندب دفنہ فی جہۃ موتہ وتجہیلہ وستر موضع غسلہ فلا یراہ الا غاسلہ او من یعینہ وان رای بہ ما یکرہ لم یجز ذکرہ لحدیث اذکروا

Marfat.com

محاسن موتاکم وکفوا عن مساویہم مستحب ہے دفن کرنا میت کا اس کی موت کی جہت میں یعنی جس جگہ مرا ہو وہاں کے قبرستان میں دفن کرنا مستحب ہے وہاں سے دوسری جگہ نہ لیجانا چاہیے اور مستحب ہے جلدی کرنا دفن میں اور مستحب ہے نہلانے کی جگہ چھپانا اس طرح کہ نہلانے والے یا اس کے مددگار کے سوا اور کوئی نہ دیکھے اگر مردے سے کوئی امر ایسا دیکھے جو برا معلوم ہو مثلاً صورت کا برا ہونا یا رنگ سیاہ پڑنا تو اس کا بیان کرنا درست نہیں بسبب اس حدیث کے کہ بیان کرو خوبیاں اپنے مردوں کی اور باز رہو ان کی برائیوں سے م شامی نے کہا کہ اگر میت بدعتی ہو تو اس کے حال کے کہہ دینے کا مضائقہ نہیں تاکہ اور لوگ بدعت سے باز رہیں ولا باس بنقلہ قبل دفنہ اور کچھ مضائقہ نہیں مردے کو دوسری جگہ لے جانے کا پیشتر اس کے دفن ہونے کے م یعنی دفن کرنے کے بعد بالاتفاق نقل درست نہیں اور قبل دفن نقل کرنا بعض فقہا کے نزدیک تو درست ہے کتنا ہی فاصلہ ہو اور بعض نے کہا کہ اگر مدت سفر دونوں جگہ میں نہ ہو تو نقل درست ہے اور امام محمد نے ایک یا دو میل کے فاصلے کی قید لگادی ہے کہ اس قدر دوری تک نقل درست ہے اور اس سے زیادہ فاصلہ پر لیجانا مکروہ ہے کذا فی الشامی وبالاعلام بموتہ اور کچھ مضائقہ نہیں میت کی مرنے کی خبر آپس میں ایک دوسرے سے کہہ دینی تاکہ لوگ اس کا حق ادا کریں اور تجہیز وتکفین میں شریک ہوں وبارثائہ لشعر او غیرہ لکن یکرہ الافراط فی مدحہ لاسیما عند جنازتہ لحدیث من تعزی بعزاء الجاہلیۃ اور کچھ مضائقہ نہیں مردے پر رونے کا شعر سے یا غیر شعر سے مگر مکروہ ہے زیادتی کرنی اس کی تعریف میں خصوص اس کے جنازے کے پاس بسبب اس حدیث کے کہ جو کوئی واویلا کرے ایام جاہلیت کے رونے سے یعنی وہ ہم سے نہیں م جاہلیت کے رونے سے مراد چیخنا اور نوحہ کرنا اور پیٹنا اور کپڑا پھاڑنا ہے کہ یہ سب امور ناجائز ہیں اور شعر سے رونے سے یہ غرض کہ ایسا شعر پڑھ کر رونا جس سے اپنے غم کا اظہار یا مردے کے سن کا شمار بدون مبالغہ ہو شامی نے کہا کہ شارح نے ارثاء باب افعال سے لکھا حالانکہ مزید مستعمل نہیں رونے کے معنی میں مجرد ہی آتا ہے مصدر اس کا مرثیہ ہے وتعزیۃ اہلہ وترغیبہم فی الصبر اور کچھ مضائقہ نہیں میت والوں کی تسلی کرنے اور ان کو صبر میں رغبت دلانے کی م شرح منیہ میں کہا کہ ماتم پرسی مستحب ہے اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے صبر دلایا اپنے بھائی کو کسی مصیبت میں اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن کرامت کا لباس پہناوے گا کذا فی الشامی وباتخاذ طعام لہم اور کچھ مضائقہ نہیں میت کے گھر والوں کے لیے کھانا پکوانے کا م فتح القدیر میں کہا کہ میت کے ہمسایوں اور دور کے رشتہ داروں کو مستحب ہے کہ میت کے گھر والوں کے . . . . . واسطے اتنا پکوائیں جو ان کو اس دن اور رات میں شکم سیر کردے اور اس باب میں اصل وہ حدیث ہے کہ حضرت جعفرؓ کی خبر مرگ جب آئی تھی تو آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ جعفر کے متعلقوں کے لیے کھانا تیار کرو وہ اپنے دھندے میں لگے ہیں وبالجلوس لہا فی غیر مسجد ثلثۃ ایام واولہا افضلہا وتکرہ بعدہا الالغائب اور کچھ مضائقہ نہیں سوگ کے واسطے تین دن بیٹھنے کا مسجد کے سوا دوسرے مکان میں اور اول روز یعنی جس روز مردہ دفن ہوا ماتم پرسی کے واسطے اور دنوں سے بہتر ہے کیونکہ پہلے روز میں وحشت فراق زیادہ ہوتی ہے تو تسلی ایسے ہی وقت میں مناسب ہے اور مکروہ ہے تعزیت بعد تین دن کے مگر غائب کے لیے مکروہ نہیں یعنی اگر کسی شخص نے تین دن کے بعد موت کی خبر سنی اور اس وقت پسماندوں کی تعزیت کو آیا تو مکروہ نہیں اسی طرح اگر میت کا رشتہ دار موت کے وقت نہ ہو اور بعد مدت کے آوے تب بھی اس کے پاس تعزیت کو جانا مکروہ نہ ہوگا کذا فی الشامی وتکرہ التعزیۃ ثانیا وعند القبر وعند باب الدار ویقول اعظم اللہ اجرک واحسن جزاءک وغفر لمیتک اور مکروہ ہے تعزیت دوبارہ یعنی ایک بار تعزیت کرلی ہو تو دوسری بار نہ جائے اور مکروہ ہے تعزیت قبر کے پاس یعنی قبر کے پاس میت کے لیے دعا کا مقام ہے نہ تعزیت کا اور مکروہ ہے تعزیت گھر کے دروازے کے پاس اور تعزیت میں یوں کہے

Marfat.com

کہ اللہ تعالیٰ تیرا ثواب زیادہ کرے اور تیرا صبر اچھا کرے اور تیرے میت کو بخشے وبزیارۃ القبور وللنساء لحدیث کنت نہیتکم عن زیارۃ القبور الا فزوروھا اور کچھ مضائقہ نہیں قبروں کی زیارت کا اگرچہ عورتیں زیارت کریں بسبب اس حدیث کے کہ میں نے تم کو منع کیا تھا قبروں کی زیارت سے اب آگاہ رہو کہ ان کی زیارت کیا کرو۔ بعض نے کہا کہ عورتوں کو قبروں کی زیارت کرنی حرام ہے اور شارح نے لا باس بہ کہا خیر الدین رملی نے اس کی تفصیل خوب کی ہے یعنی اگر عورتیں اس وجہ سے جائیں کہ غم تازہ ہو جائے اور رونا پیٹنا اپنے معمول کے موافق قبروں پر کریں تو ہرگز جائز نہیں اور یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے قبروں کی زیارت کرنے والیوں کو تو اس میں وہی عورتیں مراد ہیں جو قبروں پر امور نامشروع کریں اور اگر اس وجہ سے جائیں کہ عبرت حاصل کریں یا تبرک جانیں کہ صلحا کی قبروں پر جائیں تو اس صورت میں اگر عورتیں بوڑھی ہوں تو مضائقہ نہیں اگر جوان ہوں تو ان کے حق میں زیارت مذکور مکروہ ہے اور مردوں کے حق میں بموجب حدیث بالا زیارت قبور مستحب ہے . . . .

اور افضل یہ ہے کہ جمعہ کو زیارت کرے یا اس سے ایک روز پہلے یا ایک روز پیچھے کذا فی الشامی السلام علیکم دار قوم مومنین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون ولیقرأ الیٰس وفی الحدیث من قرأ الاخلاص احد عشر مرۃ ثم وہب اجرہا للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات۔ اور زیارت کرنیوالا قبرستان میں یہ الفاظ کہے السلام علیکم سے لاحقون تک یعنی سلام ہو تم پر اے ایمان دار قوم کے گھر والو! بیشک ہم اگر خدا نے چاہا تو تم سے ملیں گے اور سورہ یٰسین پڑھے اور حدیث میں ہے کہ جو شخص سورۂ اخلاص گیارہ بار پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کو بخش دے تو مردوں کے شمار کے موافق اس کو ثواب دیا جائے گا حلبی نے کہا کہ احد عشر کی جگہ احدی عشرۃ صواب ہے ویحفر قبرا لنفسہ وقیل یکرہ والذی ینبغی ان لا یکرہ تہیئۃ نحو الکفن بخلاف القبر اور کچھ مضائقہ نہیں اپنے لیے قبر کھود رکھنے کا اور بعض نے کہا کہ مکروہ ہے اور مناسب بقواعد یہ ہے کہ کفن جیسے چیز کا تیار کر لینا مکروہ نہیں بخلاف قبر کے وجہ قبر کے کھود رکھنے کی یہ ہے کہ پہلے سے سفر آخرت کی تیاری ہے اور حضرت عمر بن عبد العزیز اور ربیع بن خثیم وغیرہما نے ایسا کیا بھی ہے اور جن لوگوں نے مکروہ کہا اس کی علت یہ بیان کی کہ آدمی کو یہ معلوم نہیں کہ میں کہاں مروں گا چنانچہ قرآن مجید میں مصرح ہے پھر خاص جگہ قبر بنوانا نص کے خلاف ٹھہرتا ہے طحطاوی نے کہا قبر کھدوانا قرآن کی نص کے مخالف نہیں اس لیے کہ اس سے کچھ نہ کچھ فائدہ ہوتا ہی ہے یعنی اگر خود وہاں نہ رہے گا تو دوسرے کے کام آویگی یکرہ المشی فی طریق ظن انہ محدث حتی اذا لم یصل الی قبرہ الا بوطی قبر ترکہ مکروہ ہے چلنا قبرستان کے اس راستے میں جس کی گمان کرے کہ یہ نیا راستہ ہے یہاں تک کہ اگر میت کی قبر تک بدون کسی قبر کے روندنے کے نہ پہنچے تو اس کے پاس جانا ترک کرے ولا یکرہ الدفن لیلا اور مکروہ نہیں دفن کرنا رات کو مع شرح منیہ میں کہا کہ دن کو دفن کرنا مستحب ہے کذا فی الشامی ولا اجلاس القارئین عند القبر وہو المختار اور نہیں مکروہ ہے قرآن خوانوں کو بٹھلانا قبر کے پاس اور یہی مختار ہے مع نور الایضاح کی عبارت ہے کہ قرأت قرآن کے لیے قبر کے پاس بیٹھنا اس غرض سے کہ تلاوت اچھی طرح ہو اور خوب سمجھ میں آوے اور باعث عبرت ہو قول مختار میں مکروہ نہیں کذا فی الشامی اس نقل سے شامی کی غرض شاید یہ ہے کہ قاریوں کو بٹھلانا جو شارح نے مختار لکھا ہے کہیں مصرح نہیں عظم الذی محترم ذمی کی ہڈی حرمت رکھتی ہے یعنی اگر قبر میں کسی کافر ذمی کی ہڈی پائی جائے تو اس کو توڑا نہ جائے گا نہ اور کسی قسم کا ہتک کیا جائے گا انما یعذب المیت ببکاء اہلہ اذا اوصی بذلک میت پر عذاب ہوتا ہے اس کے گھر والوں کے رونے سے بشرطیکہ میت نے رونے کی وصیت کی ہو اس مسئلہ میں اختلاف ہے کچھ لوگوں کا قول یہ ہے کہ گھر والوں کے رونے سے میت پر عذاب ہوتا ہے اس وجہ سے کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ میت کو گھر والوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے اور اکثر علما کا قول یہ ہے کہ عذاب نہیں ہوتا کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے[1] ولا تزر وازرۃ وزر اخری اور حدیث کے معنی یہ ہیں کہ اس زمانے کے لوگ

[1] اور نہیں اٹھاتا ہے کوئی اٹھانے والا بوجھ دوسرے کا ۱۲

Marfat.com

نوحہ کرنے کی وصیت کیا کرتے تھے اس لیے آپ نے ایسا فرمایا کذا فی البحر اور شامی نے کہا کہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آپ نے یہ ارشاد اس وقت فرمایا تھا کہ آپ ایک یہودی کی قوم پر گذرے جو اس یہودی کو رو رہے تھے آپ نے فرمایا کہ اس کو تو عذاب ہوتا ہے اور یہ لوگ اس پر روتے ہیں کتب علی جبہۃ المیت او عمامتہ او کفنہ عہد نامہ یرجی ان یغفر اللہ للمیت مردہ کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھا گیا توقع ہے کہ میت کو اللہ تعالیٰ بخش دے م عہد نامہ کی دعا یہ ہے اللھم فاطر السموات والارض عالم الغیب والشہادۃ الرحمن الرحیم انی اعہد الیک فی ہذہ الحیوۃ الدنیا انی اشہد انک انت اللہ لا الہ الا انت وحدک لا شریک لک وان محمدا عبدک ورسولک فلا تکلنی الی نفسی فانک ان تکلنی الی نفسی تقربنی من الشر وتباعدنی من الخیر وانی لا اثق الا برحمتک فاجعل لی عہدا عندک توفینہ یوم القیامۃ انک لا تخلف المیعاد اور اس کے الفاظ اور طرح بھی لوگوں نے لکھے ہیں باقی رہا اس دعا کا لکھنا مردہ کی پیشانی وغیرہ پر سو اس کو بعض فقہا نے بقصد تبرک جائز لکھا ہے مگر ابن صلاح نے فتوی دیا ہے کہ قرآن اور اسماء معظم میں سے کچھ نہ لکھا جائے کیونکہ کفن وغیرہ پر ان کلمات محترمہ کو لکھنا باوجہ کہ مردہ کی نجاستوں میں ان کو آلودہ کرنا ہے اور فتح القدیر میں ہے کہ قرآن اور اسماء الٰہی کا لکھنا روپیوں اور دیواروں پر مکروہ ہے اس لیے کہ خوف ان کے پاؤں تلے آنے اور اہانت کا ہے اس سے معلوم ہوا کہ مردہ کے بدن یا کفن پر لکھنا بطریق اولی مکروہ ہوگا جب تک کہ مجتہد سے ثابت نہ ہو یا کسی حدیث صحیح میں اس کی اجازت نہ ہو کذا فی الشامی مختصرا اوصی بعضہم ان یکتب فی جبہتہ وصدرہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ثم رئی فی المنام فسئل فقال لما وضعت فی القبر جاءتنی ملائکۃ العذاب فلما رؤا مکتوبا علی جبہتی بسم اللہ الرحمن الرحیم قالوا امنت من عذاب اللہ کسی شخص نے وصیت کی کہ میری پیشانی اور سینہ پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھ دینا سو لکھ دی گئی بعد اس کے کسی نے اس کو خواب میں دیکھ کر اس کا حال پوچھا اس نے کہا کہ جب میں قبر میں رکھا گیا تو میرے پاس عذاب کے فرشتے آئے سو جب انھوں نے میری پیشانی پر بسم اللہ لکھی دیکھی انھوں نے کہا کہ تو خدا کے عذاب سے مامون ہوا م چونکہ اوپر کے بیان سے معلوم ہو چکا ہے کہ لکھنا کلمات متبرکہ کا بخوف نجاست اور پامالی کے مکروہ ہے تو یہ واقعہ شاید اس طرح ہوا ہو کہ صرف انگشت شہادت سے بدون کسی سیاہی و قلم کے پیشانی پر بسم اللہ لکھ دی ہو چنانچہ بعض فقہا اس طرح انگلی ہی سے لکھنا بسم اللہ کا پیشانی پر اور کلمہ طیبہ کا چھاتی پر بعد نہلانے کے کفن دینے سے پیشتر تجویز کرتے ہیں مگر بہر حال کسی طرح ہوا ہو شرعی احکام کا مدار خواب پر نہیں ہو سکتا واللہ اعلم

باب الشہید

یہ باب ہے شہید کے احکام میں م ہر چند شہید بھی مردہ ہے مگر اس کو نماز جنازہ سے جدا باب کر کے اس لیے بیان کیا کہ جو فضیلت شہید کو ہے وہ دوسرے مردے کو نہیں کذا فی النہر فعیل بمعنی مفعول لانہ مشہود لہ بالجنۃ او فاعل لانہ حی عند ربہ فہو شاہد شہید بروزن فعیل ہے بمعنی مفعول اس وجہ سے کہ اس کے لیے جنت سامنے کی گئی یا بمعنی فاعل ہے کیونکہ وہ زندہ ہے اپنے پروردگار کے پاس م شہید مشتق شہود سے ہے یا شہادت سے تو مشہود بھی ہو سکتا ہے کہ فرشتے اس کی تعظیم کو آتے ہیں اور جنت اس کے سامنے پیش کی جاتی ہے اور شاہد بھی ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے پاس حاضر ہوتا ہے یا یہ کہ اس کا خون اور زخم اس کے شاہد موجود ہیں ہو کل مکلف طاہر شہید جس کا حکم آگے مذکور ہے وہ ہر عاقل بالغ مسلمان پاک شخص ہے م یہ تعریف شہید کی باعتبار حکم آئندہ کے ہے مطلق شہید کی نہیں چنانچہ آگے بیان ہوگا کہ شہید اور بھی

لہ اے اللہ پیدا کرنے والے آسمانوں اور زمین کے جاننے والے پوشیدہ اور ظاہر کے بہت رحم والے رحیم میں اقرار کرتا ہوں تیرے سامنے اس دنیا کی زندگی میں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو معبود ہے کوئی معبود نہیں سوا تیرے تو اکیلا ہے کوئی تیرا شریک نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرے بندے اور رسول ہیں پس تو مجھ کو میرے نفس کے حوالہ کرے گا تو وہ مجھ کو بدی سے نزدیک اور نیکی سے دور کرے گا اور میں نہیں اعتماد رکھتا ہوں مگر تیری رحمت پر پس کر دے میرے لیے اپنے پاس ایک عہد کہ پورا کرے تو اس کو مجھ سے قیامت کے دن بیشک تو وعدہ کو خلاف نہیں کرتا ۱۲

Marfat.com

ہوتے ہیں عاقل بالغ کی قید سے معلوم ہوا کہ لڑکا اور دیوانہ نہلائے جاویں گے اور مسلم کی قید سے کافر نکل گیا کہ گو ظلماً مارا گیا ہو مگر شہید نہ ہوگا اور پاک کی قید سے جنب اور حائضہ اور نفسا نکل گئی کہ یہ اگر شہید ہوں گے تو ان کو غسل دیا جاوے گا فالحائض اذا رأت ثلثۃ ایام غسلت والا لاتعدم کونہا حائضا پس حیض والی عورت اگر تین روز خون دیکھے تو نہلائی جاوے ورنہ وہ غسل نہ دی جائے بسبب نہ ہونے اس عورت کے حائضہ م یعنی ایک عورت نے مثلاً تین دن خون دیکھا پھر وہ ظلم سے ماری گئی تو چونکہ اقل مدت حیض کی گذرنے سے وہ قطعاً ناپاک ہوگئی تھی اس لیے اسکو غسل دینا چاہیے اور اگر خون دیکھنے کے دو روز کے بعد ماری گئی تو غسل نہ دی جائے گی کیونکہ لبسبب کمتر مدت ہونے کے وہ ابھی حائضہ نہیں ہوسکتی کہ شاید یہ خون استحاضہ کا ہو ولم یغسل علیہ السلام غسل حنظلۃ لحصولہ بفعل الملائکۃ بدلیل قصۃ آدم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حنظلہ کو دوبارہ غسل نہ دیا بسبب ہو جانے غسل کے فرشتوں کے فعل سے حضرت آدم علیہ السلام کے قصہ کی دلیل سے م حنظلہ رضؓ بن ابی عامر ثقفی جب شہید ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے یار حنظلہ کو فرشتے نہلا رہے ہیں صحابہؓ نے ان کی بی بی سے پوچھا تو اس نے کہا کہ وہ ناپاکی کی حالت میں نکلے تھے آپ نے فرمایا کہ یہی وجہ ہے کہ فرشتوں نے ان کو نہلایا تو اس میں صاحبین یہ فرماتے ہیں کہ اگر ناپاک شہید کا نہلانا بنی آدم پر واجب ہوتا تو چاہیے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حنظلہؓ کو دوسری بار نہلاتے تو شارح امام اعظم کی طرف سے جواب دیتا ہے کہ غسل بلاشبہ واجب ہے مگر نہلانے والے کچھ ضرور نہیں کہ آدمی ہوں چنانچہ حضرت آدم کے نہلانے کا قصہ باب الجنائز میں گذرا کہ ان کو فرشتوں نے نہلایا تھا اسی طرح یہاں بھی جب غرض غسل یعنی طہارت فرشتوں کے نہلانے سے حاصل ہوگئی تو پھر بنی آدم کے غسل دینے کی کیا حاجت رہی کذا فی الشامی مختصر اقتل ظلما بغیر حق بجارحۃ ای بما یوجب القصاص ولم یجب بنفس القتل دیۃ بل قصاص شہید وہ پاک مسلمان مکلف ہے کہ ظلم سے ناحق قتل کیا جاتا ہے زخم کرنے والی چیز سے یعنی ایسی چیز سے مارا جائے جو قصاص کی موجب ہو مثلاً تلوار اور چھری اور تیر وغیرہ سے نہ لاٹھی اور ڈنڈے کے مانند سے کہ ان دونوں سے مارنے کی صورت میں قصاص لازم نہیں آتا اس لیے ان کے کشتہ کو غسل دیا جائے گا اور نہ واجب ہووے خود اس قتل کے سبب مال سے بلکہ واجب ہو قصاص حتی لو وجب للمال لعارض کالصلح او قتل الاب ابنہ لاتسقط الشہادۃ یہاں تک کہ اگر مال واجب ہو کسی عارض کی جہت سے اور نہ قتل کی وجہ سے جیسے قتل سے صلح کرنے میں کہ ہرچند قتل موجب قصاص ہے مگر قصاص ساقط ہو جاتا ہے صلح سے جو امر عارضی ہے یا قتل کرے باپ اپنے بیٹے کو کہ یہاں بھی نفس قتل سے قصاص ہی واجب ہے مگر باپ ہونے کی جہت سے قصاص نہیں لیا جاتا تو ان دونوں صورتوں میں شہادت ساقط نہ ہوگی یعنی اس کو غسل نہ دیا جاوے گا ولم یرث فلو ارث غسل کما سیجئ اور ایک شرط غسل نہ دینے کی یہ ہے کہ زخمی ہونے کے بعد زندہ نہ رہا ہو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پس اگر زندہ رہا ہوگا تو غسل دیا جائے گا چنانچہ آگے مذکور ہوگا م ارتثاث میدان جنگ سے اٹھا لانے کو کہتے ہیں جب کہ زخمی میں جان باقی ہو اور یہ فعل مجہول مستعمل ہوتا ہے کذا فی القاموس اور شرع میں جو کیفیت ارتثاث کی ہے وہ آگے مذکور ہوگی وکذا یکون شہیدا لو قتلہ باغ او حربی او قاطع طریق لو تسببا او بغیر الۃ جارحۃ فان مقتولہم شہید بای آلۃ قتلوہ لان الاصل فیہ شہداء احد ولم یکن کلہم قتیل سلاح اور اسی طرح یعنی بشرط زندہ نہ پائے جانے کے شہید ہوگا اگر قتل کیا ہو اس کو باغی یا کافر حربی یا راہزن نے اگرچہ قتل سبب سے ہو یا بدون اوزار زخم کرنے والے کے ہو تب بھی شہید ہوگا کیونکہ ان لوگوں کا مارا ہوا شخص شہید ہوتا ہے کسی ہتھیار اوزار سے اس کو ماریں اس لیے کہ اصل اس باب میں جنگ احد کے شہید ہیں اور وہ سب ہتھیار سے نہیں مقتول ہوئے تھے م قتل سبب کی مثال یہ ہے کہ مثلاً کسی کافر یا راہزن یا باغی سوار کے پاؤں تلے دب کر مسلمان مر گیا یا انھوں نے کسی

Marfat.com

مسلمان سوار کے گھوڑے کو بھڑکایا یہاں تک کہ وہ گر کر مرگیا یا مسلمان کے رہنے کی جگہ میں آگ لگا دی اس سے مرگیا تو ان صورتوں میں شہید ہوگا کذا فی الشامی بتصرف **او وجد حریحا میتا فی معرکتهم** المراد بالحراحۃ علامۃ القتل کخروج الدم من عینہ واذنہ او حلقہ صافیا لا من انفہ او ذکرہ او دبرہ او حلفہ جامدا یا شہید ہوگا وہ شخص کہ پایا جائے زخمی مردہ ان لوگوں کے میدان جنگ میں شارح نے کہا کہ مراد زخم سے قتل کا نشان ہے خواہ ظاہر میں زخم ہو یا نہ ہو مثلاً نکلنا خون کا اس کی آنکھ سے یا کان سے یا حلق سے خون صاف کا نکلنا نہ نکلنا خون کا اس کی ناک سے یا پیشاب کی جگہ یا مقام پاخانہ سے یا حلق سے **خون بستہ کا نکلنا** ہم یعنی خون جس مقام سے نکلتا ہے دیکھنا چاہیے کہ اس مقام سے بدون کسی مرض باطنی کے بھی نکلا کرتا ہے اگر نکلتا ہے جیسے نکسیر تو اس صورت میں شہید نہ ہوگا اور اگر بدون مرض باطن نہیں نکلتا جیسے آنکھ یا کان سے تو یہ خون علامت قتل ہے اس سے شہید ہوگا اور اگر خون منہ سے نکلتا ہے تو اگر سر سے اترتا ہے تب تو شہید نہ ہوگا اور اگر پیٹ سے چڑھتا ہے تو شہید ہوگا کیونکہ بدون زخم باطن کے پیٹ کی طرف سے خون منہ کو نہیں آتا اور پہچان سر اور پیٹ کے خون کی یہ ہے کہ سر کا خون صاف ہوتا ہے اور پیٹ کا خون بستہ ہوتا ہے کذا فی الجوہرہ والفتح شامی نے کہا کہ شارح کی عبارت میں قلب ہوگیا صواب یہ ہے کہ جامدا اول ذکر کرنا چاہیے اور صافیا آخر میں **فینزع عنہ مالا یصلح للکفن ویزاد ان نقص ما علیہ عن کفن السنۃ وینقص ان زاد لاجل ان یتم کفنہ المسنون** پس اتارا جائے شہید پر سے وہ چیز جو کفن کی لیاقت نہیں رکھتی اور زیادہ کیا جائے بشرطیکہ جو کپڑے اس کے بدن پر ہوں وہ کفن سنت سے کم ہوں اور کم کیا جائے اگر اس کا لباس زیادہ ہو تاکہ اس کا کفن مسنون پورا ہو جائے م جو چیزیں کفن کی لیاقت نہیں رکھتیں وہ پوستین اور ٹوپی اور موزہ اور زرہ اور ہتھیار اور روئی دار کپڑے ہیں لیکن اگر سوا پوستین اور روئی دار کے اور کپڑا نہ ہو تو اس کو نہ اتارا جائے اور اس کے سب کپڑے اتار لینے اور نیا کفن دینا مکروہ ہے کذا فی الشامی **ویصلی علیہ بلا غسل ویدفن بدمہ وثیابہ** لحدیث زملوہم بکلومہم اور نماز پڑھی جائے شہید پر بدون غسل کے اور دفن کیا جائے مع اپنے خون اور کپڑوں کے بسبب اس حدیث کے کہ ان کو کپڑوں میں لپیٹو مع ان کے زخموں کے م یہ ارشاد آپ نے شہداء احد کے باب میں فرمایا تھا روایت کیا ہے اس کو احمد نے اور نیز اصحاب سنن نے روایت کیا ہے کہ شہداء احد کے باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کے بدن سے لوہا اور پوستین اتار لو اور ان کو مع ان کے خون اور کپڑوں کے دفن کردو کذا فی الطحطاوی **ویغسل من وجد قتیلا فی مصر او قریۃ فیہا** ای فی موضع تجب فیہ الدیۃ **ولو فی بیت المال کالمقتول فی جامع وشارع ولم یعلم قاتلہ او علم ولم یجب القصاص فان وجب کان شہیدا کمن قتلہ اللصوص لیلا فی المصر فانہ لا قسامۃ ولا دیۃ فیہ للعلم بان قاتلہ اللصوص غایۃ الامر ان عینہ لم تعلم فلیحفظ فان الناس عنہ غافلون** اور غسل دیا جائے وہ شخص کہ پایا جائے مقتول شہر یا گاؤں میں اس جگہ میں کہ خونبہا واجب ہو اگرچہ بیت المال میں واجب ہو جیسے وہ شخص کہ مسجد جامع اور شارع عام میں مقتول ہو کہ اس کی دیت بیت المال میں ہوتی ہے اور اس کا قاتل معلوم نہ ہو یا قاتل معلوم ہو مگر قصاص واجب نہ ہو پس اگر قصاص واجب ہوگا تو وہ مقتول شہید ہوگا مثلاً وہ شخص جس کو چوروں نے رات کو شہر کے اندر مار ڈالا ہو کہ اس میں نہ تو حملہ والوں پر قسم ہے نہ خونبہا بسبب معلوم ہونے اس امر کے کہ اس کے قاتل چور ہیں غایت امر یہ کہ قاتل معین معلوم نہیں تو اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ لوگ اس سے غافل ہیں م یعنی قسامت اور دیت اسی صورت میں واجب ہوتے ہیں کہ قاتل معلوم نہ ہو اور جب چوروں نے مارا تو قاتل معلوم ہیں مگر خون ان پر ثابت نہیں ہو سکتا بھاگ جانے کے باعث سے اس لیے ان کا مقتول شہید ہوگا **او قتل بحد او قصاص** ای بغسل وکذا بغیرہ او اقر اس بسلاح او جرح وارتث وذلک بان اکل او شرب او نام او تداوی ولو قلیلا او آوی خیمۃ او مضی علیہ وقت صلوۃ وہو یعقل ولیقدر علی ادائہا او نقل من المعرکۃ وہو یعقل سواء وصل حیا او مات علی الایدی وکذا لو قام من مکانہ الی مکان آخر بدائع یا قتل کیا جائے حد میں یا قصاص میں

Marfat.com

. . . میں یعنی وہ بھی غسل دیا جائے اور اسی طرح جو شخص تعزیر میں مقتول ہو کیونکہ ان کا قتل ہونا ظلم سے نہیں یا درندہ کے پھاڑنے سے مرجائے یا زخمی ہو اور زندہ رہے اور ارتثاث شرعی یہ ہے کہ کھاوے یا پیوے یا سووے یا دوا کرے اگرچہ یہ باتیں تھوڑی ہی ہوں یعنی ذرا سا کھایا یا ذرا سا علاج کیا وغیرہ یا خیمے میں جگہ لی یا گذرا اس پر ایک نماز کا وقت اس حال میں کہ وہ ہوش رکھتا تھا اور نماز کے ادا کرنے پر قادر تھا یا میدان جنگ سے حالت ہوش میں اٹھایا گیا خواہ زندہ پہنچا ہو یا ہاتھوں پر مرگیا ہو اور اسی طرح اگر اپنی جگہ سے اٹھ کر دوسری جگہ چلا گیا کذا فی البدائع م خیمہ میں جگہ لینے سے مراد یہ ہے کہ اس پر خیمہ اسی جگہ تان دیا گیا ہو ورنہ اگر وہ اٹھ کر جاوے گا تو یہ مسئلہ اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانیکا حکم ایک ہوگا اور میدان جنگ سے ہوش کے ساتھ اٹھائے جانے کی قید اس لیے لگائی کہ بیہوشی میں اٹھایا جائے گا تو گو دن رات گذر جائے غسل نہ دیا جائے گا اور زخمی ہونے کی جگہ سے اٹھائے جانے کا حکم ایسا ہی ہے جیسا میدان جنگ سے اٹھایا جانے کا کذا فی الشامی لالخوف وطی الخیل میدان جنگ سے اٹھایا گیا ہو نہ گھوڑوں کے روندنے کے خوف سے یعنی اگر گھوڑوں کے تلے پس جانے کے خوف سے اٹھایا جائے گا تو شہید ہی رہے گا اور غسل نہ دیا جائے گا **او اوصی بامور الدنیا وان بامور الآخرۃ لایصیر مرتثا عند محمد وھو الاصح** جوہرہ لانہ من احکام الاموات **او باع او اشتری او تکلم بکلام کثیر والا فلا** یا وصیت کی دنیا کے امور کی تو ارتثاث شرعی پایا جائے گا اور غسل دیا جائے گا اور اگر امور آخرت کی وصیت کرے گا تو مرتث یعنی زندگی سے منتفع نہ ہوگا امام محمد کے نزدیک اور یہی صحیح تر ہے کذا فی الجوہرہ اس لیے کہ وصیت امور اخروی کے باب میں اموات کے احکام سے ہے یا بیچا یا مول لیا یا بہت سا کلام کیا تو مرتث ہوگا اور اگر بہت کلام نہ کرے گا تو مرتث نہ ہوگا م غرضیکہ مردے کا غسل نہ دینا ایک امر خلاف قیاس ثابت ہوا ہے اور اصل اس باب میں شہدائے احد کا حال ہے تو اگر شہادت انھیں کی طرح کی ہوگی تب تو غسل نہ دیا جائے گا اور اگر امور مذکورہ میں سے کسی سے فائدہ لینا بعد زخمی ہونے کے پایا جائے گا تو شہادت کامل نہ رہے گی جس سے غسل دینا ترک کیا جاوے **وھذا کلہ اذا کان بعد انقضاء الحرب ولو فیھا** ای فی الحرب لایصیر مرتثا بشئ مما ذکر اور یہ سب باتیں جن سے شہادت ناقص ہوتی ہے اس صورت میں ہیں کہ لڑائی ہو چکی ہو اور اگر لڑائی کے اندر یہ امور ہوں تو ان مذکور چیزوں میں سے کسی سے مرتث نہ ہوگا ہر صورت میں شہید کامل ہوگا **وکل ذلک فی الشہید الکامل والا فالمرتث شہید الآخرۃ وکذا الجنب ونحوہ** اور یہ سب شرطیں شہید کامل کے باب میں ہیں جو دنیا اور آخرت دونوں میں شہید ہو ورنہ مرتث شہید آخرت تو ہوتا ہی ہے اور اسی طرح شہید آخرت ہے جنابت والا اور مثل اس کے یعنی مجنون اور لڑکا اور وہ مقتول جو ظلم سے مارا جائے اور اس کے مارے جانے سے مال واجب ہو یہ بھی شہید آخرت ہیں م شرطیں شہید کامل کی چھ مذکور ہوئی ہیں اوّل عقل دوم بلوغ سوم طہارت جنابت جیسی چیز سے چہارم قتل ہونا براہ ظلم یا جہاد میں پنجم نہ واجب ہونا عوض مالی کا ششم بعد زخمی ہونے کے منتفع نہ ہونا امور . . مذکورۂ بالا سے اور شہید دنیا سے یہ غرض کہ غسل نہ دیا جائے گا مگر اس صورت میں کہ جنب ہو یا نجاست خارجی سوا اس کے خون کے لگی ہو اور شہید آخرت سے یہ مراد کہ جو ثواب شہداء کے لیے وعدہ ہوا ہے اس کو حاصل ہوگا کذا فی البحر **ومن قصد العدو فاصاب نفسہ والغریق والحریق والغریب والمہدوم علیہ والمبطون والمطعون والنفساء والمیت لیلۃ الجمعۃ وصاحب ذات الجنب ومن مات وھو یطلب العلم وقد عدھم السیوطی نحو الثلاثین واللہ تعالیٰ اعلم** اور شہید آخرت ہے جو شخص کہ دشمن کا قصد کرے ہتھیار اپنے ہی مار لے اور پانی میں ڈوبا ہوا اور جل کر مرنے والا اور سفر میں مرنے والا اور جس پر مکان گر گیا ہو اور پیٹ کی بیماری یعنی دستوں یا استسقا سے مرنے والا اور وبا سے مرنے والا شامی نے کہا کہ جو شخص ایام وبا میں اپنے شہر میں صابر بہ نیت حصول ثواب ٹھہرا رہے وہ اگر اسی عرصہ میں کسی اور مرض سے مرجائے گا وہ بھی شہید ہوگا اور نفاس والی عورت خواہ جننے کے وقت مرے یا مدت نفاس میں اور جو شخص جمعہ کی شب کو وفات پاوے اور ذات الجنب والا اور

Marfat.com

جو شخص اس حال میں مرے کہ علم کا طالب ہو یعنی علم میں مشغول ہو خواہ تالیف کرتا ہو یا پڑھتا ہو یا پڑھاتا ہو یا سنتا ہو اور شہداء آخرت کو سیوطی نے بقدر تیس کے شمار کیا ہے واللہ اعلم جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب تنبیت میں تعداد مذکور کو اس طرح بیان کی ہے پیٹ کی بیماری والا غرق دب کر مرنے والا ذات الجنب والا جو عورت کہ اپنے حمل وغیرہ پیٹ کے اندر کی چیز سے مرجائے سل والا سفر میں مرنے والا ۶ گی والا تپ والا اپنے گھر والوں کی حفاظت یا اپنے مال کی حفاظت یا اپنی جان کے بچانے میں مرنے والا ظلم سے مرنے والا عشق میں مرنے والا بشرطیکہ پارسائی اور پوشیدگی کے ساتھ ہو جس شخص کے گلے میں پانی وغیرہ کا پھندا لگ کر اچھو ہوا ہو جس کو درندے نے پھاڑا ہو جس کو بادشاہ نے ظلما قید کیا ہو یا زبردستی پٹوایا ہو یا بادشاہ کے خوف سے چھپا پھرتا ہوا اور مرگیا ہو اور جس کو سانپ بچھو وغیرہ نے کاٹا ہو جو علم شرعی کی طلب میں مرا ہو جو بہ نیت ثواب اذان دیتا ہو جو سودا گر سچ بولتا ہو جو شخص اپنے زن و فرزند اور مملوکوں میں اللہ تعالیٰ کا حکم جاری کرتا ہو اور حلال کی کمائی سے ان کو کھلاتا ہو جس کو جہاز میں متلی اور قے سے وفات ہو جو عورت غیرت پر صبر کرکے مرے جو شخص ۔ ۔ ۔ ہر روز ۲۵ بار یہ کلمات کہہ لیا کرے اللھم بارک لی فی الموت وفی ما بعد الموت جو شخص نماز چاشت پڑھے اور ہر مہینے میں تین روزے رکھے اور وتر کو ترک نہ کرے نہ سفر میں نہ مقام میں جو شخص امت کے فساد کے وقت سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر مضبوط رہے جو شخص اپنے مرض موت میں ۴۰ بار کہے لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ اس تعداد پر بعض علماء مالکیہ نے اتنے اور زیادہ کیے ہیں جو جل کر مرجائے جو گھوڑا کس کر منتظر جہاد کا رہے جو ہر شب سورہ یٰسین پڑھے جو شخص سواری کے جانور پر سے گر کر مرے جو رات کو طہارت کے ساتھ سوئے اور مرجاوے جو شخص زندگی بھر لوگوں کی مدارات کرتا رہے جو شخص ہر روز سو بار درود پڑھے جو شخص سچے دل سے اللہ کی راہ میں قتل ہونے کی دعا مانگا کرے جو شخص حاجت کے وقت مسلمانوں کے کسی شہر میں غلہ لے جائے جو شخص روز جمعہ کو وفات پاوے جو شخص صبح کو تین بار کہے اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم اور تین بار آیتیں سورۂ حشر کے آخر کی پڑھے اور اس روز وفات پاوے اور ان سب اشخاص کے لیے ثواب شہادت احادیث میں ہے اور پورا بیان اس کا شامی میں ہے۔

باب الصلوۃ فی الکعبۃ

یہ باب ہے کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کی کیفیت میں فی الباب زیادۃ علی الترجمۃ وہو حسن اس باب میں مضمون بہ نسبت عنوان کے زیادہ ہے یعنی عنوان میں صرف کعبہ کے اندر نماز کا ذکر ہے اور عبارت میں ذکر کعبہ کے گرد اور اوپر نماز پڑھنے کا بھی ہے اور یہ اچھی بات ہے کہ عنوان سے زاید بیان کیا جائے اور معیوب یہ ہے کہ جس بات کا ذکر عنوان میں ہو اس کا بیان نہ کیا جائے یصح فرض ونفل فیہا وفوقہا ولو بلا سترۃ لان القبلۃ عندنا ہی العرصۃ والہواء الی عنان السماء درست ہے فرض اور نفل کعبہ کے اندر اور کعبہ کے اوپر اگرچہ بدوں سترہ کے ہو اس لیے کہ قبلہ ہمارے نزدیک میدان اور ہوا ہے آسمان کی سطح تک ہم امام مالک کے نزدیک کعبہ کے اندر فرض نماز درست نہیں اس لیے کہ جب ایک طرف کو منہ کرے تو دوسری جانب کو پشت ہوگی حالانکہ وہ بھی قبلہ ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ واجب یہ ہے کہ کعبہ کے ایک جزو معین کی طرف منہ کیا جاوے اور یہ بات جس جزو کی طرف منہ کرکے نماز شروع کرے گا حاصل ہو جائے گی وہی جزو معین قبلہ ٹھہرے گا اس کے غیر کی طرف پشت کرنا مفسد نماز نہ ہوگا اور عرصہ اور ہوا سے مراد یہ کہ عمارت کعبہ قبلہ نہیں بلکہ خالی جگہ اور اس کے اوپر کی ہوا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آسمان تک قبلہ ہے کذا فی الشامی وان کرہ الثانی للنہی وترک التعظیم اگرچہ مکروہ ہے دوسری صورت یعنی نماز پڑھنا اوپر خانہ کعبہ کے بسبب ممانعت کے اور بسبب

لہ الٰہی برکت کر میرے لیے موت میں اور اس حال میں کہ موت کے بعد ہو ۱۲ لہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے تیرے تو پاک ہے بیشک میں ہوں خطاواروں میں ۱۲

Marfat.com

نہ ہونے تعظیم کے ہم شرح ملتقی میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سات جگہ نماز پڑھنے سے منع فرمایا اوّل اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ دوم قبرستان سوم نجاست ڈالنے کی جگہ چہارم شارع عام پنجم کمیلہ یعنی جانوروں کے ذبح کرنے کی جگہ ششم خانہ کعبہ کے اوپر ہفتم حمام کے اندر منفردا او بجماعۃ وان وصلیۃ اختلف وجوہہم فی التوجہ الی الکعبۃ الا اذا جعل قفاہ الی وجہ امامہ فلا تصح اقتداءہ لتقدمہ علیہ صحیح ہے نماز کعبہ کے اندر تنہا یا جماعت سے اگرچہ کعبہ کی طرف منہ کرنے میں جماعت والوں کے منہ جدا طرف کو ہوں مگر جب کہ مقتدی اپنی پشت امام کے چہرہ کی طرف کرے گا تو اس کا اقتداء درست نہ ہوگا بسبب آگے بڑھ جانے مقتدی کے امام سے یعنی جس صورت میں کہ مقتدی کی پشت امام کی طرف ہے تو دونوں کا منہ ایک ہی طرف ہوگا اور مقتدی کعبہ سے قریب ہے شارح نے کہا کہ ان متصلہ ہے شرطیہ نہیں ویکرہ جعل وجہہ لو جہہ بلا حائل ولو بجنبہ لم یکرہ فہی اربع اور مکروہ ہے کرنا اپنے چہرہ کا مقابل چہرہ امام کے بدوں آڑ کے اس لیے کہ مشابہ صورت پرستی کے ہے اور اگر امام کے پہلو کی طرف منہ کرے گا تو مکروہ نہ ہوگا تو یہ چار صورتیں ہوئیں ہم یعنی صورت اول یہ ہے کہ مقتدی کا منہ امام کے منہ کی طرف ہو یہ صورت مکروہ ہے دوم یہ کہ مقتدی کا منہ امام کے پہلو کی طرف ہو یہ بدون کراہت جائز ہے سوم یہ کہ مقتدی کا منہ امام کی پشت کی جانب ہو یہ بھی بلا کراہت درست ہے چہارم یہ کہ مقتدی کی پشت امام کے منہ کی طرف ہو یہ صورت ناجائز ہے کذا فی الطحطاوی ونصح لو تحلقوا حولہا ولو کان لبعضہم اقرب الیہا من امامہ ان لم یکن فی جانبہ تاخرہ حکما اور درست ہے نماز اگر حلقہ کریں گرد کعبہ کے اگرچہ بعض مقتدی کعبہ سے زیادہ قریب ہوں بہ نسبت اپنے امام کے بشرطیکہ امام کی طرف میں زیادہ قریب نہ ہوں اور کعبہ سے قریب شخصوں کی نماز اس لیے درست ہے کہ وہ حکما امام سے پیچھے ہیں ہم یہاں سے حکم کعبہ کے باہر یعنی مسجد الحرام میں پڑھنے کا ذکر ہے کہ جماعت اس میں گرد کعبہ کے حلقہ کی صورت درست ہے کہ عہد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آج تک اسی طرح نماز ہوتی آئی ہے پھر اس حلقہ کی جماعت میں سے اگر کوئی شخص امام کی نسبت کعبہ سے قریب ہو تو دیکھنا چاہیے کہ اگر شخص مذکور اسی طرف ہے جس طرف امام ہے تب تو اس کی نماز نہ ہوگی کیونکہ اس صورت میں وہ امام سے آگے بڑھا ہوا ہوگا اس لیے اس کا تابع نہ ٹھہرا اور اگر دوسری جانب میں کعبہ سے قریب ہو گیا ہے تو اقتداء درست ہے اس لیے کہ آگے بڑھنا امام سے اس وقت ہوتا ہے کہ دونوں کی جہت متحد ہو جب جہت متحد نہ ہوئی تو امام سے آگے بڑھنا بھی ثابت نہ ہوا اسی وجہ سے اقتدا صحیح ٹھہرا کذا فی الشامی ولو وقف مساما تارکن فی جانب الامام وکان اقرب لم ارہ وینبغی الفساد احتیاطا لترجیح الامام وہذہ صورتہ اور اگر کوئی مقتدی اس کونے کی سیدھ میں کھڑا ہوا جو امام کی جانب میں ہے اور کعبہ سے بنسبت امام کے زیادہ قریب ہے تو میں نے اس مسئلے کا حکم نہیں دیکھا اور احتیاط کی رو سے فاسد ہونا نماز مقتدی کا شایان ہے بسبب غالب ہونے امام کی جہت کے اور یہ صورت ہے اس کی ہم اس مسئلے کے سمجھانے کے لیے ہم صورت مذکورہ بالا کو حروف سے نشان کرتے ہیں فرض کرو کہ ش ع ی ح خانہ کعبہ اور رکن حجر گوشہ ع ہے اور فرض کرو کہ امام دروازہ ب کے سامنے کھڑا ہے اور مقتدی نے رکن حجر کی طرف منہ کر کے نیت کی تو اس صورت میں چونکہ گوشہ ع مشترک دو طرفوں کا ہوتا ہے مقتدی کی جہت قبلہ دیوار ع ش اور ع ی دونوں ہیں لیکن اگر امام کی نسبت کعبہ سے قریب ہو جائے گا تو اس کی نماز درست نہ ہوگی اس لیے کہ ہر چند جانب ع ی بھی اس کی جہت ہے مگر چونکہ ع ش کی طرف امام ہے تو احتیاط اس میں ہے کہ اسی جہت کو مقتدی کی جہت ٹھہرائی جائے گو مقتدی کا کعبہ سے قریب ہونا ایسا ہو کہ اتحاد جہت کی صورت میں اپنے امام سے آگے بڑھ گیا اور حلقہ نقطوں کا پہلے مسئلہ

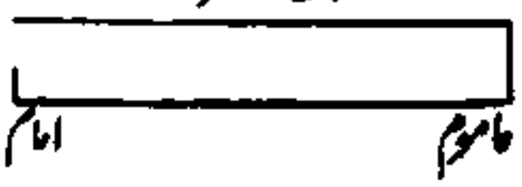

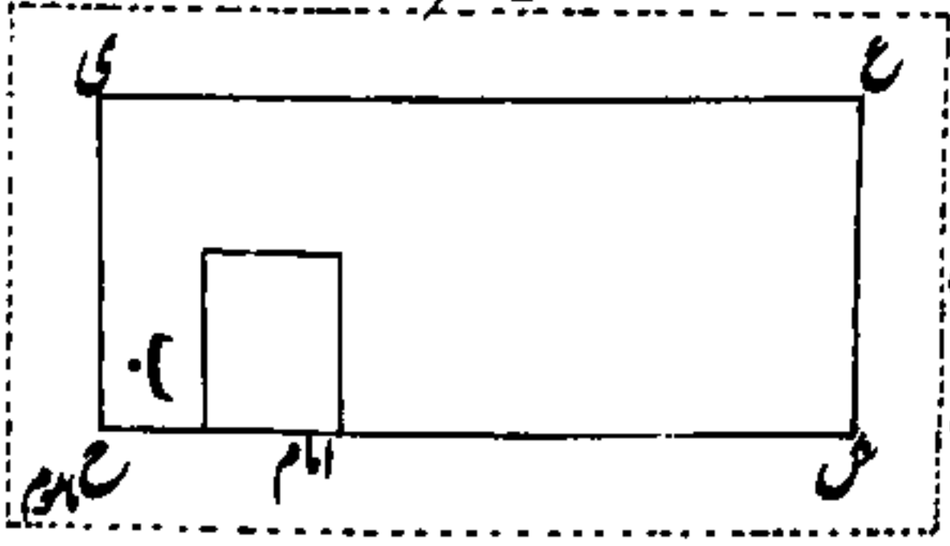

Marfat.com

کی صورت بتاتا ہے کہ امام کی طرف کے نقطے مقام مقتدیوں کے ہیں جو امام کی نسبت کعبے سے دور ہیں اور باقی تین طرفوں میں کعبہ سے قریب ہیں وکذا لواقتدوا من خارجہا بامام فیہا والباب مفتوح مع لانہ کقیامہ فی المحراب اور اسی طرح درست ہے اگر مقتدی کعبہ کے باہر سے اقتدا کریں اس امام کے پیچھے جو کعبہ کے اندر ہو اور دروازہ کعبہ کا کھلا ہو اس لیے کہ امام کا کعبہ کے اندر ہونا ایسا ہے جیسا محراب میں کھڑا ہونا امام کا کعبہ کے اندر ہونا عام ہے اس سے کہ مقتدیوں میں سے کوئی اس کے ساتھ ہو یا نہیں اور یہ اقتدا گو درست ہے مگر کراہت کے ساتھ اس لیے کہ امام کا قدم اونچا کھڑا ہونا مکروہ ہے اور دروازہ کے کھلے ہونے کی قید اس واسطے لگائی کہ امام کے رکوع سجدہ کا حال مقتدی دیکھ کر معلوم کرلیں پس اگر دروازہ بند ہو اور کوئی مکبر امام کے اللہ اکبر کی آواز پہنچاتا جائے تو اقتدا جائز ہونا چاہیے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ الحکیم الکریم ۔

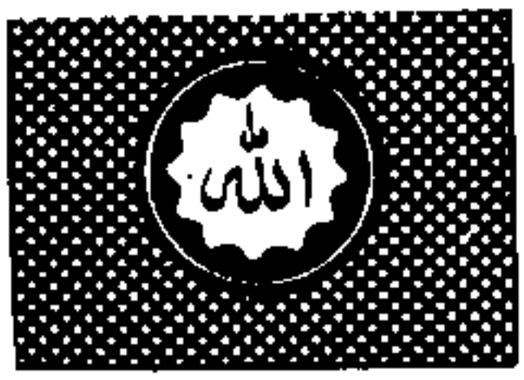

Marfat.com

کتاب الزکوۃ

یہ کتاب ہے احکام زکوۃ کے بیان میں قرانہا بالصلوۃ فی اثنین وثمانین موضعا فی التنزیل دلیل علی کمال الاتصال بینہما وفرضت فی السنۃ الثانیۃ قبل فرض رمضان متصل بیان کرنا زکوۃ کا نماز سے ۸۲ جگہ قرآن شریف میں دلیل ہے دونوں میں کمال درجے کے اتصال کی اور زکوۃ دوسرے برس فرض ہوئی رمضان کے فرض ہونے سے پیشتر ہم یہ بیان مناسبت کا شارح نے کر دیا کہ چند روزہ اور نماز عبادت بدنی ہیں دونوں پاس بس ذکر ہونی چاہیں مگر چونکہ نماز و زکوۃ میں اتصال شدت سے ہے اس وجہ سے زکوۃ کو روزے پر مقدم کیا گیا طحطاوی نے کہا کہ شارح نے ۸۲ جگہ بہ تبعیت صاحب نہر الفائق اور بحر الرائق کے لکھ دیا جنھوں نے اس شمار کو مناقب بزازیہ کی طرف منسوب کیا ہے حالانکہ یہ شمار غلط ہے صحیح یہ ہے کہ ۳۲ جگہ ایک ساتھ دونوں کا ذکر قرآن مجید میں ہے چنانچہ ہمارے استاد نے اس کو شمار کیا ہے دلا تجب علی الانبیاء اجماعا اور زکوۃ واجب نہیں انبیاء علیہم السلام پر بالاتفاق م معنی ابو السعود نے وجہ انبیاء علیہم السلام پر زکوۃ واجب نہ ہونے کی یہ لکھی ہے کہ یہ بزرگوار اپنے پاس کی چیز کو ودیعت جانتے تھے خرچ کے موقع پر اس کو صرف کر ڈالتے تھے اور بے موقع صرف کرنے سے اس کو روکتے تھے دوسرے یہ کہ زکوۃ طہارت ہے اس شخص کے حق میں جو آلودہ گناہ ہو اور انبیاء علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہیں کذا فی الطحطاوی ہی لغۃ الطہارۃ والنماء وشرعا تملیک خرج الاباحۃ فلو اطعم یتیما ناویا الزکوۃ لا تجزیہ الا اذا دفع الیہ المطعوم کما لو کساہ بشرط ان یعقل القبض الا اذا حکم علیہ بقبضہم مضمرات خلافا للثانی بزازیہ زکوۃ لغت میں پاک ہونے اور بڑھنے کو کہتے ہیں اور شرعاً مالک کرنا ہے فقیر کو اس حصہ مالی کا جس کو شارع نے معین کیا ہے شارح نے کہا کہ تملیک کی قید سے اباحت یعنی چیز کا مباح کر دینا نکل گیا تو اگر کسی یتیم کو بہ نیت ادائے زکوۃ کوئی شخص کھانا کھلا دیوے تو کافی نہ ہوگا بسبب نہ ہونے تملیک کے مگر جب کہ کھانے کی چیز یتیم کو دے ڈالے تو کافی ہوگا جیسے کافی ہے ادائے زکوۃ کے لیے اگر کپڑا پہنا دے یتیم کو بشرطیکہ وہ قبض کو سمجھتا ہو یعنی چیز کو پھینک نہ دیتا ہو لیکن جس صورت میں کہ اس شخص پر یتیموں کے نفقہ کا حکم ہو گیا تو اب ان کو کپڑا پہنانا ادائے زکوۃ میں کافی نہ ہوگا کذا فی المضمرات بخلاف ابو یوسف کے کذا فی البزازیہ م چیز کے لینے کو سمجھنا کھانے اور لباس دونوں سے متعلق ہے اور مسئلہ حکم نفقہ کی یہ صورت ہے کہ مثلاً قاضی نے یتیموں کا نفقہ کسی وجہ سے اس شخص کے ذمہ کیا اب اگر یہ شخص نفقہ کی چیز کو زکوۃ میں شمار کرے گا تو زکوۃ ساقط نہ ہوگی اس لیے کہ حکم قاضی کی تعمیل تو خود واجب ہے پس ایک واجب سے دوسرا واجب کیسے ادا ہوگا اور ضمیر جمع کی لفقتہم میں مناسب نہیں ضمیر مفرد چاہیے اس لیے کہ اس کا مرجع یتیم بصیغۂ مفرد مذکور ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک اباحت سے بھی ادائے زکوۃ درست ہے کذا فی الشامی اور فرق اباحت اور تملیک میں یہ ہے کہ اباحت سے چیز کا کام میں لانا مباح ہو جاتا ہے یہ نہیں کہ اس میں جو تصرف چاہے وہ کر سکے اور تملیک سے سب طرح کے تصرف کا اختیار ہوتا ہے مثلاً اگر کھانا یتیم کو مباح کیا تو اس کو اختیار اس کے کھا لینے کا ہے نہ اور تصرف کا اور اگر مالک کیا تو چاہے خود کھالے چاہے دوسرے کو دے ڈالے یا بیچ دے جزء مال خرج المنفقۃ فلو اسکن فقیرا دارہ سنۃ فادیا لا یجزیہ عینہ الشارع وسوا بلغ عشر نصاب[1] حولی خرج النافلۃ والفطرۃ زکوۃ مالک کرنا ہے مال کے ایک ٹکڑے کا کہ شارح نے اس کو ٹھہرا دیا ہے اور وہ چالیسواں حصہ اس مال نقد کا ہے جس پر ایک سال گزر گیا ہو شارح نے کہا کہ مال کا حصہ کہنے سے نفع خارج ہوا یعنی وہ زکوۃ میں محسوب نہیں ہو سکتا مثلاً اگر کسی

[1] نصاب لغت میں اصل کو کہتے ہیں اور شریعت میں اس مال کو کہتے ہیں جس سے کم پر زکوۃ واجب نہ ہو ۱۲

Marfat.com

فقیر کو اپنے گھر میں ایک سال بہ نیت ادائے زکوٰۃ رکھا تو کافی نہ ہوگا کیونکہ اس کو نفع کا مالک کیا نہ مال کا اور چالیسویں حصہ کی قید سے صدقۂ نفل نکل گیا کہ اس کے باب میں کچھ تعیین نہیں اور صدقۂ فطر بھی نکل گیا اس لیے کہ وہ چالیسواں حصہ نہیں ہوتا م طحطاوی نے کہا کہ چالیسواں حصہ شارح نے بیان کیا اور زکوٰۃ جانوروں اور غلہ کی بھی اس میں شامل ہے کیونکہ وہ قائم مقام چالیسویں حصہ کے ہے من مسلم فقیر ولو معتوہا غیر ہاشمی ولا مولاہ اے معتقہ ہذا معنی قول الکنز تملیک المال ای المعہود اخراجہ شرعا مالک کرنا ہے مسلمان فقیر کو اگرچہ ناقص العقل ہو نہ اولاد ہاشم کو اور نہ ان کے مولی یعنی آزاد کیے ہوئے غلام کو اور یہی ہے مراد کنز کے قول تملیک المال کی یعنی وہ مال جس کا نکالنا شرعا معلوم ہے م مصنف نے زکوٰۃ کی تعریف میں تملیک جزء مال عینہ الشارع کہا ہے اور صاحب کنز نے تملیک المال کہا ہے تو شارح کہتا ہے کہ مآل دونوں تعریفوں کا ایک ہے کیونکہ کنز میں المال سے مال معہود[1] مراد ہے اور الف لام عہد کا ہے یعنی وہی مال جو شارع نے مقرر کیا ہے مع قطع المنفعۃ عن المالک من کل وجہ فلا یدفع الی اصلہ وفرعہ مالک کرنا ہے اس طرح کہ منفعت مالک کرنے والے کی ہر وجہ سے منقطع ہو جاوے اس سے یہ نکلا کہ زکوٰۃ کا دینے والا اپنی اصل یعنی ماں باپ دادا دادی نانا نانی وغیرہ اور اپنی فرع یعنی بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی وغیرہ کو نہ دے کیونکہ ان کو دینے میں من وجہ اس کی منفعت باقی ہے اللہ تعالیٰ بیان لاشتراط النیۃ مالک کرنا ہے خدائے تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے لیے شارح نے کہا کہ یہ بیان ہے نیت مشروط ہونے کا یعنی جب یہ کہا کہ فقیر کو دینا خدائے تعالیٰ کی امر کی بجا آوری کے لیے ہو تو معلوم ہوا کہ زکوٰۃ میں نیت شرط ہے جیسے اور عبادات مقصودہ میں شرط ہے بالاجماع کذا فی البحر وشرط افتراضہا عقلٌ وبلوغٌ واسلامٌ وحریۃٌ العلم بہ لو حکما لکونہ فی دارنا اور زکوٰۃ کے فرض ہونے کی شرط عاقل ہونا اور بالغ ہونا اور مسلمان ہونا اور آزاد ہونا اور فرض ہونے کا جاننا ہے اگرچہ فرض ہونے کا علم حکم کی رو سے ہو جیسے مال دار دارالاسلام میں ہونا کہ یہاں بے علمی عذر نہیں ہو سکتی ہاں اگر کوئی کافر مال دار دارالحرب میں مسلمان ہوا اور چند سال وہاں رہا اور اس کو زکوٰۃ کا حال معلوم نہ ہوا تو اس پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی کذا فی الشامی م فرض ہونے میں اتنی قیدوں کے لگانے سے معلوم ہوا کہ لڑکے اور مجنون اور کافر اور غلام کے مال پر زکوٰۃ نہیں وسببہا ای سبب افتراضہا ملک نصاب حولی نسبۃ للحوالۃ علیہ نام بالرفع صفۃ ملک خرج مال المکاتب اور سبب اس کا یعنی زکوٰۃ کے فرض ہونے کا پوری ملکیت نصاب حولی کی ہے شارح نے کہا کہ حولی نسبت ہے حول کی طرف بمعنی سال اس مال کو حولی اس لیے کہا کہ اس پر سال گذر گیا ہے اور لفظ نام رفع کے ساتھ صفت ہے ملک کی اس قید سے مکاتب کا مال نکل گیا کہ اس پر ملک کامل مکاتب کو نہیں ہوتی اسی وجہ سے اس کے مال پر زکوٰۃ نہیں م سال سے مراد چاند کے بارہ مہینے ہیں نہ سال شمسی کذا فی الشامی اقول انہ خرج باشتراط الحریۃ علی ان المطلق ینصرف للکامل میں کہتا ہوں کہ مکاتب تو نکل چکا ہے حریت کی شرط ہونے سے علاوہ اس کے مطلق ملک سے فرد کامل یعنی ملک تام ہی مراد ہوگی م اس بیان سے شارح کی غرض یہ ہے کہ لفظ نام مصنف کی عبارت میں زائد ہے شامی نے کہا کہ شارح کے قول میں کلام ہے کیونکہ مصنف سبب وجوب کی تعریف کرتا ہے جو جامع ومانع ہونی چاہیے تو اگر ملک مطلق بیان کی جاوے اور نام کی قید نہ لگائی جائے تو بلاشبہ ملک مکاتب تعریف میں داخل ہوگی اور ذکر حریت کا شرط بیان میں سبب کی تعریف کا نقصان دور نہیں کرتا اور مطلق کا محمول ہونا فرد کامل پر ایسی جگہ ہوا کرتا ہے کہ کسی وجہ سے قید مذکور نہ ہوتی ہو تو دفع اعتراض کے لیے یہ توجیہ کر دیتے ہیں نہ یہ کہ جو قید مفید ہو اس کو زائد سمجھا جاوے خصوص سمجھانے کے مقام میں انتہی ودخل مالک لسبب خبیث کمغصوب خلطہ اذا کان لہ غیرہ منفصل عنہ لونی دبغہ اور داخل ہوا یعنی اس نصاب میں جس پر زکوٰۃ واجب ہو وہ مال جس کا مالک ہوا خبیث سبب سے

[1] کیونکہ مال نام خاص ہے معین کے لیے یعنی ان چیزوں کو مال کہتے ہیں جن کو حاجت کے لیے رکھ چھوڑتے ہیں ۱۲ ؎

Marfat.com

جیسے چھینی ہوئی چیز کو اپنے مال میں ملا دیا بشرطیکہ اس کے پاس اور مال ہو اس مال مخلوط سے جدا اس قدر کہ پورا کر دے اس کا دین یعنی مال مغصوب کی بقدر اس جدا گانہ مال سے ادا ہو جائے م صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص نے کسی کا مال چھین کر اپنے مال میں ایسی طرح ملا دیا کہ دونوں جدا نہیں ہو سکتے تو امام صاحب کے نزدیک دوسرے کے مال کا خلط کر دینا ایسا ہے جیسے اس کو تلف کر ڈالنا یعنی اس شخص پر ضمان لازم ہے تو اس سب مال کی زکوۃ اس کو دینی ہوگی کیونکہ خلط سے جو سبب خبیث ہے وہ اس مال مغصوب کا مالک ہو گیا ہے مگر سب کی زکوۃ دینے میں یہ شرط ہے کہ اس کے اس مال مخلوط کے سوا علیحدہ اتنا مال ہو کہ اس سے ضمان ادا کر سکے اور اگر اور مال نہ ہوگا تو چونکہ اس کے مال میں غیر کا حق ملا ہوا ہے اس لیے اس پر مغصوب مال کی زکوۃ واجب نہ ہوگی اور صاحبین کے نزدیک خلط کرنا مثل تلف کر ڈالنے کے نہیں اسی لیے موجب ضمان بھی نہیں تو اس سے ملک ثابت نہ ہوگی اور نہ زکوۃ واجب ہوگی کذا فی الشامی **فارغ عن دین لہ مطالب من جہۃ العباد** سواء کان للہ کزکوۃ وخراج او للعبد ولو کفالۃ او موجلا ولو صداق زوجۃ الموجل للفراق او نفقۃ لزمتہ بقضاء او رضاء بخلاف دین نذر وکفارۃ وحج لعدم المطالب سبب وجوب زکوۃ ملکیت ایسی نصاب کی ہے جو زائد ہو اس قرض سے جس کا طلب کرنے والا کوئی بندوں کی طرف سے ہو برابر ہے کہ قرض مذکور اللہ تعالیٰ کا ہو جیسے زکوۃ اور خراج یا قرض بندہ کا ہو گو بطور کفالت کے یا قرض میعادی ہو اگرچہ مہر اس کی زوجہ کا ہو جس کی مدت وقت فراق ہو یا قرض بندے کا بطور نفقہ کے ہو کہ اس پر قاضی کے حکم سے یا آپ کی رضامندی سے لازم ہوا ہو بخلاف قرض نذر اور کفارہ اور حج کے بسبب نہ ہونے مطالب کے یعنی ان قرضوں کا طلب کرنے والا کوئی بندہ نہیں اگرچہ قیامت میں ان کا مطالبہ ہوگا م زکوۃ میں بندہ کی طرف سے طلب اس طرح ہے کہ شروع اسلام میں حضرت عثمان غنیؓ کے وقت تک زکوۃ امام لیا کرتا تھا پھر آپ نے نقدین کی زکوۃ کا نکالنا مالکوں کے سپرد کر دیا تاکہ حکام ظالم لوگوں کے مال پر طمع نہ کریں تو گویا ہر مالدار آپ کی طرف سے زکوۃ لینے کا اپنے مال سے وکیل ہو گیا اور قرض زکوۃ سے زکوۃ کے واجب ہونے کی یہ صورت ہے کہ مثلاً ایک شخص کے پاس مال بقدر نصاب ہے اور اس پر دو برس گذر گئے تو اس پر دوسرے برس کی زکوۃ واجب نہ ہوگی اس لیے کہ پہلے برس کی زکوۃ اس کے ذمہ قرض ہے اس کو نکالنے کے بعد نصاب ناقص ہو جائے گی اور کفالت کے قرض کی یہ صورت ہے کہ کسی شخص نے ہزار روپیہ قرض لیا اور دس آدمی اس کے کفیل ہوئے اور ان سب کے پاس ہزار ہزار روپے ہیں تو ان میں سے کسی پر زکوۃ واجب نہیں اس لیے کہ قرض دینے والے کو اختیار ہے کہ جس سے چاہے اپنا قرض لے سکتا ہے اور مہر موجل بعض فقہا کے نزدیک مانع زکوۃ نہیں کیونکہ عادت یہ ہے کہ اس کو کوئی مانگتا نہیں اور قہستانی میں اسی کو صحیح کہا ہے کذا فی الطحطاوی تو شارح کا قول مہر موجل کے باب میں ضعیف ہے شامی نے کہا کہ فارغ صفت نصاب کی ہے اور نفقہ نصب کے ساتھ عطف ہے کفالت پر ولا یمنع الدین وجوب عشر وخراج وکفارۃ اور قرض مانع نہیں ہے وہ یکی اور خراج اور کفارہ کے واجب ہونے کا یعنی اگر آدمی کے ذمہ قرض ہو تو یہ نہیں کہ زمین کی پیداوار سے وہ یکی یا خراج اس کے ذمہ واجب نہ ہو یا کفارہ کسی قصور کا اس پر واجب نہ ہو کیونکہ عشر وخراج متعلق پیداوار سے ہیں جو ہمیشہ نیا ہوتا رہتا ہے اور کفارہ متعلق ذمہ سے ہے اس میں مفلس اور تونگر برابر ہیں اتنا فرق ہے کہ مفلس کو دست رسی تک دی جائے گی طحطاوی نے کہا کہ یہ مسئلہ اس باب سے تعلق نہیں رکھتا شارح نے بڑھا دیا ہے **فارغ عن حاجتہ الاصلیۃ** لان الشغل بہا کالمعدوم وفسرہ ابن ملک بما یدفع عنہ الہلاک تحقیقا کثیابہ او تقدیرا کدنیہ اور نصاب مذکور فارغ ہو اس شخص کی حاجت اصلی سے کیونکہ جو مال اصلی حاجتوں میں لگا ہوا ہے وہ نہ ہونے کے برابر ہے اور حاجت میں لگے ہوئے مال کو ابن ملک نے یوں بیان کیا ہے کہ جس سے آدمی اپنے اوپر سے ہلاک دفع کرے حقیقت میں جیسے اس کے کپڑے ہیں یا ہلاک تقدیری دفع کرے جیسے دین م حاجت اصلی کی چیزیں یہ ہیں خرچ روزمرہ مکان سکونت آلات حرب جاڑے گرمی کے کپڑے پیشہ وروں کے اوزار سامان خانہ داری سواری کے جانور اہل علم کے حق میں کتابیں اور قرض کو ہلاک تقدیری اس لیے کہا کہ اس

Marfat.com

کی فکر میں آدمی شب و روز گلتا ہے اور آگے کوئی قرض نہیں دیتا اور قرض خواہوں کے ہاتھ سے ذلت اٹھاتا ہے کذا فی الشامی نام ولو تقدیرا بالقدرۃ علی الاستنماء ولو بنائبہ نصاب مذکور بڑھنے والی ہو اگرچہ تقدیراً بڑھے اس طرح کہ مالک اس کے بڑھانے پر قادر ہو گو اپنے نائب کے وسیلے سے بڑھا سکتا ہو م مال زکوٰۃ دو طرح ہے ایک خلقی یعنی جس کی پیدائش دفع حاجت کے لیے ہے وہ تو چاندی اور سونا ہے تو ان دونوں میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے خواہ آدمی تجارت کی نیت کرے یا نہیں دوسرا فعلی کہ آدمی کی نیت سے زکوٰۃ کی لیاقت پیدا کرتا ہے اور وہ سوا نقدین کے اور چیزیں ہیں پھر مال کا بڑھانا دو طرح ہے ایک حقیقی تجارت اور جانوروں کے بچے لینے اور ایک تقدیری یعنی تجارت وغیرہ کی قدرت ہونی اس طرح کہ مال اپنے ہاتھ میں ہو یا اپنے نائب کے ہاتھ میں کذا فی الطحطاوی والشامی ثم فرع علی سببہ بقولہ فلا زکوٰۃ علی مکاتب لعدم الملک التام ولائی کسب ماذون ولائی مرہون بعد قبضہ ولا فیما اشتراہ لتجارۃ قبل قبضہ پھر مصنف نے سبب وجوب پر اپنے اس قول سے تفریع کی کہ زکوٰۃ نہیں مکاتب[1] پر بسبب نہ ہونے مکاتب کی ملک کامل کے یعنی جو مال مکاتب کے پاس ہے وہ مکاتب کی پوری ملکیت میں نہیں کیونکہ اس میں حق اس کے آقا کا لگا ہوا ہے جب تک مال کتابت اس کے ذمہ ہے اور نہ اس غلام کی کمائی میں زکوٰۃ ہے جس کو آقا نے اجازت تجارت کی دے دی ہے بشرطیکہ مال غلام کے قبضے میں ہو کذا فی الطحطاوی اور نہ گرو رکھی ہوئی چیز میں زکوٰۃ ہے مرتہن سے لے لینے کے بعد یعنی اگر راہن نے اپنا مال کچھ برسوں تک رہن رکھا تو بعد چھڑانے کے اس کی زکوٰۃ زمانہ رہن کی اس کے ذمہ نہیں بسبب نہ ہونے قبضے کے اور نہ مرتہن پر اس کی زکوٰۃ ہے کیونکہ اس کی ملک نہیں اور نہیں زکوٰۃ اس مال میں کہ اس کو تجارت کے لیے خریدا ہو پیشتر اس کے قبضہ کرنے کے یعنی اگر مشتری نے مال تجارت خریدا اور بعد برس روز کے مثلاً قبضہ کیا تو اُس برس کی زکوٰۃ مشتری پر نہ ہوگی ویمنع وجوبہ للعبد لقدر دینہ فیزکی الزائد ان بلغ نصابا اور نہیں زکوٰۃ بندہ کے قرض دار پر بقدر اس کے قرض کے پس زکوٰۃ دے زائد از قرض کی اگر وہ نصاب زکوٰۃ ہو مثلاً ایک شخص کے ذمہ سو روپیہ قرض ہیں اور اس کے پاس مال زکوٰۃ دو سو روپیہ کا ہے تو سو کی زکوٰۃ دے کیونکہ قرض دے کر سو بچتے ہیں جو نصاب سے زیادہ ہیں اور اگر کم ہیں یا کچھ نہ بچے تو زکوٰۃ نہیں مثلاً ۱۲۰ کا مال ہو یا سو کا تو اول صورت میں قرضہ کے سو دے کر ۲۰ بچیں گے جو نصاب سے کم ہیں اور دوسری صورت میں کچھ نہ بچے گا تو ان دونوں صورتوں میں زکوٰۃ اس پر نہیں وعرض الدین کالہلاک عند محمدؒ درجح فی البحر اور سال کے درمیان میں قرض کا ہو جانا مثل مال کے جاتے رہنے کے ہے امام محمدؒ کے نزدیک اور ترجیح دی ہے اس کو بحر الرائق میں م صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس دو سو روپیہ کا مال زکوٰۃ ہے آٹھ مہینے کے بعد مثلاً اس کے ذمہ دو سو یا ڈیڑھ سو قرض ہو گئے اور سال پورا ہونے کے بعد پھر دو سو ہو گئے تو امام محمدؒ کے نزدیک نئے سرے برس کا شمار کرے پچھلے برس کی زکوٰۃ اس پر نہیں اور امام ابو یوسف کے نزدیک قرض مذکور مانع زکوٰۃ نہیں اس سال کی بھی زکوٰۃ اس کے ذمہ ہوگی اور اگر قرض بعد تمام ہونے سال کے ہو جاوے تو اس سے زکوٰۃ بالاتفاق ساقط نہ ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو لہ نصب صرف الدین لابسرافضاء ولو اجنبیا صرف لاقلہا زکوٰۃ فان استویا کاربعین شاۃ وخمس ابل خیر اور اگر مال دار کے پاس کئی مالوں کی نصابیں ہوں تو قرض اس نصاب کی طرف لگایا جاوے گا جس سے ادائے قرض زیادہ آسان ہو اور اگر ایک قسم کے مال کی کئی جنسیں ہوں تو قرض اس نصاب میں لگایا جائے گا جس کی زکوٰۃ کم تر ہو اور اگر زکوٰۃ میں جنسیں برابر ہوں مثلاً چالیس بکریاں اور پانچ اونٹ کہ دونوں کی زکوٰۃ ایک بکری ہے تو مال دار کو اختیار دیا جائے گا کہ جس جنس کو چاہے دین میں رکھ کر باقی جنس کی زکوٰۃ دے م کئی نصابوں کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس روپے اشرفیاں بھی بقدر نصاب ہیں اور اسباب تجارت بھی بقدر نصاب اور جانور بھی تو اس کے قرضہ میں اول روپیہ اشرفیاں محسوب ہوں گی پھر اسباب تجارت پھر مویشی اور مختلف جنسوں کی مثال یہ ہے کہ مثلاً جانوروں کی کئی جنس بقدر نصاب ہوں یعنی بہم بکریاں اور ۳۰ گائیں اور پانچ اونٹ تو قرض میں بکریاں

[1] مکاتب وہ غلام جس کو آقا نے کہا ہو کہ اتنا روپیہ کما دے تو تو آزاد ہے ۱۲

Marfat.com

خواہ اونٹ محسوب ہوں گے گائیں نہ ہوں گی کیونکہ ۳۰ گایوں کی زکوٰۃ ایک برس کا بچھڑا ہے اور بکریوں اور اونٹوں کی زکوٰۃ ایک بکری جو کم قیمت ہے بچھڑے سے اور یہ صورت اس وقت ہے کہ صدقہ لینے والا موجود ہو ورنہ صاحب مال کو اختیار ہے چاہے دین کو مویشی کی طرف لگا کر روپیوں اشرفیوں کی زکوٰۃ دے چاہے اس کا الٹا کرے کذا فی الشامی **ولا فی ثیاب البدن** المحتاج الیہا لدفع الحر والبرد ابن ملک **واثاث المنزل** ودور لسکنی ونحوہا اور نہیں زکوٰۃ ہے بدن کے کپڑوں میں جن کی حاجت گرمی سردی کے دور کرنے کو ہوتی ہے کذا قالہ ابن ملک اور نہیں زکوٰۃ ہے گھر کے اسباب اور رہنے کے گھروں اور ان کے مثل یعنی دکانوں اور سرایوں میں جن کا کرایہ ملتا ہو کذا فی الطحطاوی وکذا الکتب وان لم تکن لاہلہا اذا لم تکن للتجارۃ غیر ان الاہل لہ اخذ الزکوٰۃ وان ساوت نصابا الا ان تکون غیر فقہ وحدیث وتفسیر او یزید علی نسختین منہا ہو المختار اور اسی طرح زکوٰۃ نہیں کتابوں میں اگرچہ نہ ہوں اس کے پاس جو ان کا اہل ہو یعنی بے علم شخص کے پاس ہوں تب بھی ان میں زکوٰۃ نہیں بشرطیکہ تجارت کی نیت ان میں نہ ہو ہاں اس قدر ہے کہ علم والے کو زکوٰۃ لینا جائز ہے اگرچہ کتابیں کئی نصاب کے برابر ہوں یعنی کتابیں اس کے حق میں تو انگری نہ ہوں گی بخلاف بے علم کے کہ اس کے پاس کتابیں بقدر نصاب ہوں تو اس کو زکوٰۃ کا لینا جائز نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی مگر یہ کہ ہو دیں کتابیں فقہ اور حدیث اور تفسیر کے سوا اور علموں کی کہ بقدر نصاب ان کے ہونے سے عالم کو بھی زکوٰۃ کا لینا درست نہیں یا یہ کہ کتابیں علوم دینی کی ہوں مگر دو نسخوں سے زیادہ ہوں تب بھی زکوٰۃ کا لینا درست نہیں یہی قول مختار ہے م طحطاوی نے کہا کہ دو نسخوں سے زیادہ ہونے کا قول ضعیف ہے زکوٰۃ کے نہ لینے میں معتبر یہ ہے کہ ایک نسخہ سے زائد اگر ہوں گی تب بھی زکوٰۃ لینی درست نہ ہوگی اور فتح القدیر اور نہر الفائق میں اسی کو مختار کہا ہے وکذلک آلات المحترفین الا ما یبقی اثرہ کالمنفض لدبغ الجلد فیہ الزکوٰۃ بخلاف ما لا یبقی کحبالون لیسا دی نصابا دان حال الحول اور اسی طرح زکوٰۃ نہیں حرفہ والوں کے الات میں مگر جس آلہ کا اثر باقی رہے جیسے کس ہے کھال رنگنے کے لیے تو اس میں زکوٰۃ ہے بخلاف اس چیز کے کہ باقی نہ رہے جیسے صابن کہ برابر کئی نصاب کے ہو اگرچہ اس پر برس گذر جاوے مگر زکوٰۃ نہ ہوگی م حرفہ والوں کے آلات دو قسم کے ہیں ایک وہ کہ کام کے بعد خود موجود رہیں جیسے لبولہ اور سوہن وغیرہ دوسرے وہ کہ باقی نہ رہیں اور اس قسم کی دو نوع ہیں ایک وہ کہ ان کا اثر موجود رہتا ہے جیسے کسم اور زعفران کپڑا رنگنے میں اور کس اور نیل کھال رنگنے میں دوسرے وہ کہ اس کا کچھ اثر نہ رہے جیسے صابن تو پہلی قسم کے آلات میں زکوٰۃ نہیں اور دوسری کی پہلی نوع میں یعنی کسم وغیرہ میں زکوٰۃ ہے اور دوسری نوع میں نہیں اور بعض نسخوں میں عفص کی جگہ عصفر ہے وہ غلط ہے کیونکہ عصفر کسم کو کہتے ہیں جو کپڑا رنگنے میں کام آتا ہے نہ کھال رنگنے میں قالہ الشامی **ولو** الاشباہ الفقیہ لا یکون غنیا بکتبہ التی یحتاج الیہا الا فی دین العباد فتباع لہ اور اشباہ میں ہے کہ عالم اپنی حاجت کی کتابوں سے غنی نہیں ہوتا یعنی اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی اور زکوٰۃ کا لینا درست ہے مگر بندوں کے قرض میں مالدار متصور ہوگا لوگوں کا قرض ادا کرنے کیلیے اس کتابیں فروخت کی جائیں گی **ولا فی مال مفقود وجدہ بعد سنین وساقط فی بحر استخرجہ بعد بأو مغصوب لا بینۃ علیہ** فلو لہ بینۃ تجب لما مضی لانی غصب السائمۃ فلا یجب وان فی الغاصب معقل فی الخانیہ اور نہیں ہے زکوٰۃ گم شدہ مال میں جس کو کئی برس کے بعد پایا یعنی ایام گذشتہ کی زکوٰۃ واجب نہ ہوگی اور نہ اس مال پر جو دریا میں گرا دیا اور بعد کئی برسوں کے نکالا اور نہ اس مال پر جو کسی نے چھین لیا اور اس پر گواہ نہیں پس اگر اس کے گواہ ہوں تو ایام گذشتہ کی زکوٰۃ واجب ہوگی بعد قبضے میں آنے مال کے مگر سائمہ جانوروں کے غصب میں کہ زکوٰۃ واجب نہ ہوگی اگرچہ چھیننے والا غصب کا مقر ہو جیسا کہ خانیہ میں ہے م سائمہ ان جانوروں کو کہتے ہیں جن کو اکثر ایام سال میں مباح جنگل میں چرائے دودھ اور بچہ لینے کی غرض سے تو چونکہ بعد غصب ہونے کے یہ امر اس کو حاصل نہ ہوگا اس لیے ان ایام کی زکوٰۃ اس کو دینی نہ ہوگی کذا فی الطحطاوی **ومدفون** مبرتہ نسی مکانہ ثم تذکرہ وکذا اللؤلؤیۃ عند غیر معارفہ اور نہیں زکوٰۃ اس مال میں جو جنگل میں مدفون ہوا دفن کی جگہ بھول گیا ہو پھر اس کو یاد کیا ہو کیونکہ جگہ محفوظ نہ تھی اتفاق سے مال مل گیا اور اسی طرح

Marfat.com

اس امانت میں زکوۃ نہیں جو اجنبی لوگوں کے پاس ہو کیونکہ اس صورت میں احتمال نسیان کا غالب ہے اور اگر مال جان پہچان والوں کے پاس امانت ہو تو زکوۃ واجب ہوگی بخلاف المدفون فی حرز بخلاف اس مال کے کہ کسی محفوظ جگہ میں دفن ہو کہ اُس پر زکوۃ واجب ہے م طحطاوی نے کہا کہ حرز خواہ اپنا گھر ہو یا غیر کا اور وجہ وجوب یہ ہے کہ سب گھر کو کھود کر مال نکال سکتا ہے لیکن اگر مکان بہت بڑا ہو تو اس میں دفن کیا ہوا مال ایسا ہے جیسا جنگل میں واختلف فی المدفون فی کرم دارض مملوکۃ اور اختلاف ہے اس مال کی زکوۃ میں جو کسی باغ میں یا زمین مملوک میں دفن ہو م جو لوگ اس پر زکوۃ واجب بتاتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ تمام زمین کا کھودنا ممکن ہے اور جو واجب نہیں کہتے وہ یہ کہتے ہیں کہ سب زمین کا کھودنا دشوار ہے یا خالی وقت سے نہیں کذا فی الطحطاوی ودین کان جحدہ المدیون سنین ولا بینۃ علیہ ثم صارت لہ بان اقر لعدلا عند قوم وقیدہ فی مصرف الخانیۃ بما اذا حلف علیہ عند القاضی اما قبلہ فتجب لما مضی اور نہیں زکوۃ اس قرض میں جس کے قرض دار نے برسوں انکار کیا تھا اور مالک کے پاس اس پر گواہ نہ تھے پھر اس کے پاس گواہ ہو گئے اس طرح کہ قرض دار نے برسوں کے بعد لوگوں کے سامنے قرض کا اقرار کر دیا اور زکوۃ کے واجب نہ ہونے کو مقید کیا ہے خانیہ کے باب المصرف میں اس امر سے کہ قرض دار منکر سے قسم لی گئی ہو قاضی کے محکمے میں اس سے یہ نکلا کہ قسم لینے سے پیشتر اگر منکر اقرار کر دے گا تو گذشتہ سالوں کی زکوۃ واجب ہوگی وما اخذ مصادرۃ ای ظلما ثم وصل الیہ لعد سنین لعدم النمو اور نہیں زکوۃ اس مال میں کہ بطور ڈانڈ کے زبردستی لیا جائے پھر مالک کو بعد چند برس کے ملے بسبب نہ بڑھنے مال مذکور کے م طحطاوی نے کہا کہ لعدم النمو علت ہے مال مفقود سے لے کر مال مصادرہ تک کی یعنی ان مالوں میں وجہ زکوۃ کے واجب نہ ہونے کی یہ ہے کہ مالک کسی کو بڑھا نہیں سکتا والاصل فیہ حدیث علی لا زکوۃ فی مال الضمار وہو مالا یمکن الانتفاع بہ مع بقاء الملک اور اصل ایسے اموال کی زکوۃ کے نہ ہونے میں حدیث حضرت علیؓ کی ہے کہ زکوۃ نہیں مال ضمار میں اور ضمار وہ مال ہے کہ ملک تو مالک کی رہے مگر اس سے فائدہ لینا اس کو ممکن نہ ہو ولو کان الدین علی مقر ملی اور علی معسر او مفلس ای محکوم بافلاسہ او علی جاحد علیہ بینۃ وعن محمد لا زکوۃ وہو الصحیح ذکرہ ابن ملک وغیرہ لان البینۃ قد لا تقبل او علم بہ قاض یعنی ان المفتی بہ عدم القضاء بعلم القاضی فوصل الی ملکہ لزم زکوۃ لما مضی ومتصل الدین فی زکوۃ المال اور اگر قرض ایک شخص کا کسی مقر ملی انگرنا دہندہ پر ہو یا تنگ دست پر یا دیوالیے پر یعنی جس کے مفلس ہونے کا حکم مشتہر ہو چکا ہو یا ایسے منکر پر قرض ہو کہ اس پر گواہ ہوں یا اس قرض کو قاضی جانتا ہو پھر اس طرح کا قرض مالک کی ملک میں پہنچے تو اس پر گذشتہ برسوں کی زکوۃ لازم ہوگی شارح نے کہا کہ امام محمد سے یہ منقول ہے کہ منکر پر قرض ہو تو باوجود گواہ ہونے کے اس پر زکوۃ لازم نہ ہوگی اور یہی قول صحیح ہے ذکر کیا ہے اس کو ابن ملک اور دوسرے لوگوں نے کیونکہ گواہ بعض اوقات مقبول نہیں ہوتے تو اُن کا ہونا نہ ہونا برابر ہوا اور آگے آوے گا کہ مفتی بہ یہ ہے کہ اگر قاضی اپنے علم کے بموجب کسی معاملہ میں حکم کر دے گا تو اس کا حکم صحیح نہ ہوگا اور دین کی تفصیل ہم مال کی زکوۃ کے بیان میں عنقریب ذکر کریں گے یعنی دین تین قسم ہے قوی اوسط ضعیف تو جو قرض ضعیف ہو اس پر زکوۃ نہیں کذا فی الشامی وسبب لزوم ادائہا توجہ الخطاب یعنی قولہ تعالیٰ اٰتوا الزکوۃ اور زکوۃ کے ادا کرنے کے لازم ہونے کا سبب متوجہ ہونا خطاب یعنی ارشاد خداوندی کا یہ ہے کہ زکوۃ دو یعنی جب آیت میں خطاب مکلفوں پر بصیغۂ امر دینے کے لیے ہے تو ادا کرنا اس کا لام سے شامی نے کہا کہ یہ سبب حقیقی ہے اور پہلے جو ملک نصاب کو سبب کہا تھا وہ مجازی تھا وشرط ای شرط افتراض ادائہا حولان الحول وہو فی ملکہ وتمکنہ المال کالدراہم والدنانیر لتعینہا للتجارۃ باصل الخلقۃ فلزم الزکوۃ کیفما امسکہا للنفقۃ او السوم لقید لہا الاتی او نیۃ التجارۃ فی العروض اور شرط اس کی یعنی ادائے زکوۃ کے فرض ہونے کی گذر جانا برس کا ہے اس طرح کہ مال مالک کی ملک میں رہے اور نیز ثمن ہونا مال کا نقد کی زکوۃ میں جیسے روپے اشرفیاں ہیں بسبب متعین ہونے ان دونوں کے تجارت کے لیے اصل پیدائش میں تو لازم ہوگی ان دونوں پر زکوۃ جس طرح ان کو روک رکھے گا اگرچہ خرچ روزمرہ کے لیے روپیہ یا اشرفیاں

Marfat.com

رکھ چھوڑے یا جنگل میں چرنا قید آیندہ کے ساتھ یعنی جانوروں کی زکوٰۃ کے ادا میں جیسے برس کا گذرنا شرط ہے ویسے ہی جنگل میں چرنا بھی شرط ہے یا شرط ہے نیت تجارت اسباب کی زکوٰۃ کے باب میں م پہلے جو شرطیں عقل وغیرہ کی مذکور ہوئیں وہ صاحب مال میں تھیں اور یہ شرطیں خود مال کی ہیں مگر کھیتوں اور پھلوں کی زکوٰۃ میں برس کا گذر جانا شرط نہیں کذا فی الشامی اما صریحا ولابد من مقارنتہا لعقد التجارۃ کما سیجئ اودلالۃ بان یشتری عینا لغرض التجارۃ اولیؤاجر دارہ التی للتجارۃ لغرض فتصیر للتجارۃ بلا نیۃ صریحا اور اسباب میں نیت تجارت یا صراحۃ ہو اور ضرور ہے متصل ہونا اس نیت کا عقد تجارت سے چنانچہ آگے آوے گا یعنی عقد کے وقت نیت کرے کہ جو چیز میری ملک میں آتی ہے وہ تجارت کی ہے تو اگر کوئی چیز گھر کے کام کو مول لے پھر نیت تجارت کی کرے تو تجارت کی نہ ہوگی چنانچہ آگے آتا ہے یا نیت تجارت دلالۃً ہو اس طرح کہ مول لے کوئی چیز معین اسباب تجارت کے بدلے یا کرایہ دے اپنا مکان تجارت کا عوض کسی اسباب کے تو ہو جائے گا یہ اسباب تجارت کے لیے بدون نیت صریح کے واستثنوا من اشتراط النیۃ مایشتریہ المضارب فانہ یکون للتجارۃ مطلقا لانہ لایملک بمالہا غیرہا اور استثنا کیا ہے علما نے نیت کے شرط ہونے سے اس مال کو کہ مضارب خرید کرے اس لیے کہ وہ ہر صورت میں تجارت کے لیے ہے خواہ مضارب نیت کرے یا نہ کرے اس لیے کہ مضارب مال مضاربت تجارت کے لیے خریدنے کے سوا اختیار نہیں رکھتا نہر الفائق میں کہا کہ اگر مضارب کی مول لی ہوئی چیز کو دلالت نیت میں شامل رکھیں تو استثنا کی حاجت نہیں کذا فی الطحطاوی ولا تصح نیۃ التجارۃ فیما خرج من ارض العشر او الخراجیۃ والمستاجرۃ او المستعارۃ لئلا یجتمع الحقان اور درست نہیں نیت تجارت کی اس پیداوار میں جو پیدا ہو اس کی زمین عشری میں یا خراجی یا اجارہ لی ہوئی یا مانگی ہوئی میں تاکہ نہ جمع ہوں دو حق م یہ علت ہے چاروں صورتوں کی مگر کرایہ اور عاریت کی صورت میں اس وقت نیت درست نہ ہوگی کہ زمین عشری ہو کیونکہ کرایہ اور عاریت کی زمین کی دہ یکی ذمہ کرایہ دار اور مانگنے والے کے ہوتی ہے اس لیے اگر پیداوار میں زکوٰۃ بھی لازم ہو تو دو حق جمع ہو جائیں گے ہاں اگر زمین مذکور خراجی ہو تو خراج مالک زمین پر ہوتا ہے اب اگر کرایہ دار اور مانگنے والا نیت تجارت پیداوار میں کریں گے تو درست ہوگی کیونکہ اس صورت میں دو حق جمع نہ ہوں گے خراج اور شخص پر ہوگا اور زکوٰۃ دوسرے پر کذا فی الطحطاوی وشرط صحۃ ادائہا نیۃ مقارنۃ لہ ای للاداء ولو کانت المقارنۃ حکما کما لو دفع بلا نیۃ ثم نوی والمال قائم فی ید الفقیر او نوی عند الدفع للوکیل ثم دفع الوکیل بلا نیۃ او دفعہما لذمی لیدفعہما للفقراء جاز لان المعتبر الامر ولذا لو قال ہذا تطوع او عن کفارتی ثم نواہ عن الزکوٰۃ قبل دفع الوکیل صح اور صحت ادائے زکوٰۃ کی شرط وہ نیت ہے جو ادا کے ساتھ متصل ہو اگرچہ متصل ہونا حکماً ہو مثلاً زکوٰۃ فقیر کو بلا نیت دی پھر نیت کی اس وقت کہ مال فقیر کے پاس سلامت ہے یا ایک شخص کو ادائے زکوٰۃ کا وکیل کیا اور وکیل مذکور نے روپیہ دینے کے وقت نیت ادائے زکوٰۃ کی کر لی پھر وکیل نے بلا نیت مستحقوں کو حوالہ کیا یا زکوٰۃ کسی ذمی کو دی اس غرض سے کہ وہ فقیروں کو دے ڈالے تو درست ہے اس لیے کہ معتبر نیت امر کرنے والے کی ہے اور اسی وجہ سے اگر وکیل سے کہا کہ یہ صدقہ نفل ہے یا میرے کفارہ کی عوض ہے پھر پیشتر اس سے کہ وکیل وہ مال کسی کو دے نیت کر لی کہ زکوٰۃ کی طرف سے ہے تو درست ہے م یعنی اگرچہ وکیل دینے کے وقت نیت صدقہ نفل یا کفارہ موکل کی کرے مگر جو کچھ موکل اس کے دینے سے پیشتر نیت کرے گا وہی معتبر ہوگی اور ذمی کے دینے کی مثال اس لیے لکھی تاکہ معلوم ہو کہ عبادت مالی میں کافر کی نیابت جائز ہے بخلاف حج کے کہ وہ مرکب ہے عبادت بدنی اور مالی سے اس میں کافر کو وکیل کرنا درست نہیں کذا فی الشامی ولو خلط زکوٰۃ موکلیہ ضمن وکان متبرعا الا اذا وکلہ الفقراء اور اگر وکیل نے اپنے موکلوں کی زکوٰتیں باہم خلط کر دیں تو وکیل ضمان دے گا اور مال مخلوط اگر فقیروں کو دے ڈالے گا تو اپنی طرف سے احسان کرنے والا ہوگا موکلوں کی طرف سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی مگر اس صورت میں کہ وکیل مذکور کو فقیروں نے مال زکوٰۃ لینے کا اپنی طرف سے وکیل کیا ہو م ضمان وکیل پر اس صورت میں ہے کہ مالکوں نے اذن خلط کا نہ دیا ہو اور اگر اذن دیا ہو صراحۃ یا دلالۃ اذن ہو اس طرح کہ مالکوں کو علم خلط کا ہوا اور وکیل سے تعرض نہ کیا تو اس

Marfat.com

صورت میں خلط جائز ہے کذا فی الطحطاوی وللوکیل ان یدفع لولدہ الفقیر وزوجتہ لا لنفسہ الا اذا قال ربہا ضعہا حیث شئت اور وکیل کو جائز ہے کہ زکوٰۃ دیوے اپنے لڑکے محتاج اور اپنی زوجہ محتاج کو نہیں جائز ہے رکھ لینا خود اپنے لیے مگر جس صورت میں کہ مالک نے کہہ دیا ہو کہ صرف کرنا زکوٰۃ کو جس موقع پر تو چاہے تو اس صورت میں اگر وکیل مصرف زکوٰۃ ہو اور اپنے لیے رکھ لے تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں کذا فی الحلبی ولو تصدق بدراہم نفسہ اجزاہ ان کان علی نیۃ الرجوع وکانت دراہم الموکل قائمۃ اور اگر وکیل نے خود اپنے روپے زکوٰۃ میں دے دیے تو کافی ہے بشرطیکہ وکیل کی نیت ہو کہ موکل کے روپیوں میں سے لے لوں گا اور موکل کے روپیہ بھی اس کے پاس موجود ہوں تو اگر موکل کے روپیہ اس کے پاس اٹھ گئے ہوں یا اس نے بنیت اپنے روپیوں کا عوض لینے کی نہ کی ہو تو موکل کی طرف سے یہ دینا کافی نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی او مقارنۃ لعزل ما وجب کلہ او بعضہ ولا یخرج عن العہدۃ بالعزل بل بالاداء للفقراء یا نیت ادائے زکوٰۃ متصل ہو زکوٰۃ واجب کے علیحدہ کرنے سے خواہ کل واجب کے علیحدہ کرنے سے متصل ہو یا بعض کے اور مال دار بری الذمہ نہ ہوگا زکوٰۃ کو علیحدہ کر دینے سے بلکہ فقروں کو دینے کی جہت سے ذمہ پاک ہوگا م یعنی اگر زکوٰۃ کا مال جو علیحدہ کیا تھا ضائع ہو جائے گا تو زکوٰۃ ساقط نہ ہوگی او تصدق بکلہ الا اذا نوی نذرا او واجبا آخر فیصح ویعین الزکوٰۃ یا ادائے زکوٰۃ کی صحت کے لیے شرط ہے کل مال کا خیرات کر دینا مگر جس صورت میں کہ اس خیرات سے نیت کرے کسی نذر کی یا کسی دوسرے واجب کی تو یہ خیرات اس کی نیت کے موافق درست ہو جائے گی اور زکوٰۃ کا ضمان دے م طحطاوی نے کہا کہ تصدق کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر مال کو بعد زکوٰۃ واجب ہونے کے کسی غنی کو ہبہ کر دے گا تب بھی زکوٰۃ ساقط نہ ہوگی جیسے نذر میں اُٹھا ڈالنے سے ساقط نہیں ہوتی ولو تصدق ببعضہ لا تسقط حصۃ عند الثانی خلافا للثلاثۃ اور اگر بعض مال صدقہ کر دیا تو اس صدقہ کیے ہوئے کی زکوٰۃ ساقط نہ ہوگی امام ابو یوسف کے نزدیک بخلاف امام محمدؒ کے کہ ان کے نزدیک ساقط ہو جائے گی اور امام ابو حنیفہ اُس مسئلہ میں امام محمدؒ کے ساتھ ہیں تو یہی راجح معلوم ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی واطلقہ فیعم العین والدین حتی لو ابرأ الفقیر عن النصاب صح وتسقط عنہ اور ماتن نے تصدق کو مطلق رکھا تو وہ عام ہے موجود چیز اور دوسرے کے ذمے دین کو یہاں تک کہ اگر فقیر کو بری کر دیا نصاب سے تو صحیح ہوگا ابرا اور زکوٰۃ اس کے ذمہ سے ساقط ہوگی م یعنی مثلاً زید کا قرض ذمہ عمرو کے بقدر نصاب ہے اور عمرو مفلس ہے زید نے کہہ دیا کہ میں نے تجھ کو قرض معاف کیا تو یہ معاف کرنا بھی صحیح ہے اور زید کے ذمہ سے زکوٰۃ بھی اُس نصاب کی ساقط ہو گئی واعلم ان اداء الدین عن الدین والعین عن العین وعن الدین بجوز واداء الدین عن العین وعن دین سیقبض لا یجوز اور جاننا چاہیے کہ ادا کرنا دین کا بعوض دین کے اور ادا کرنا موجود چیز کا بدلہ موجود کے اور بدلہ دین کے درست ہے اور ادا کرنا دین کا بدلے موجود چیز کے اور بدلے اس دین کے جو عنقریب قبضے میں آوے گا درست نہیں م مراد دین سے وہ مال زکوٰۃ ہے جو دوسرے کے ذمہ ہو اور عین سے یہ مراد ہے کہ اس کی ملک میں قائم ہو نقد ہو یا اسباب تو اس مسئلہ کی چار صورتیں ہیں اس لیے کہ زکوٰۃ دو حال سے خالی نہیں یا دین ہوگی یا عین اور جس مال کی زکوٰۃ دینی منظور ہے وہ بھی یا دین ہو گیا یا عین لیکن چونکہ مال دو طرح کا ہو سکتا ہے ایک وہ کہ قبضے میں نہ آوے ساقط ہو جائے اور ایک وہ کہ بعد زکوٰۃ اس کے قبضہ کرنے کا استحقاق رہے تو اب پانچ صورتیں ہو گئیں جن میں سے تین میں ادا درست ہے اور دو میں ناجائز پہلی صورت زکوٰۃ کا ادا کرنا اس مال دین سے کہ ساقط ہو جائے جس کی مثال اوپر گذری یعنی مدیون مفلس کو نصاب بالکل معاف کر دینا دوسرے ادا کرنا زکوٰۃ عین کا مال موجود سے مثلاً نقد یا اسباب بقدر نصاب ہے اس میں سے مقدار واجب کو دے ڈالنا ادا درست ہے سوم ادائے زکوٰۃ عین مال دین کے عوض مثلاً ایک شخص دو سو روپیہ کا مالک ہے مگر کسی کو قرض دے رکھے ہیں تو ان کی زکوٰۃ میں پانچ روپیہ اپنے پاس سے دے دیے تو یہ ادا درست ہوا اور جن صورتوں میں ناجائز ہے ان میں سے اول یہ ہے کہ مال موجود کی زکوٰۃ میں دین کو دینا مثلاً ایک شخص کے پاس ۸۰ روپیہ موجود ہیں ان کی زکوٰۃ بیس روپیہ ہوئے اور اس کے بیس روپے کسی

Marfat.com

مفلس پر آتے ہیں تو ان روپیوں کو اس مال موجود کی زکوٰۃ میں مجرا دینا جائز نہیں دوسری صورت یہ ہے کہ ادا کرے دین کو اس مال دین کے عوض جو عنقریب مقبوض ہوگا مثلاً حامد کے ذمے سو روپیہ محمود کے ذمے قرض ہیں حامد نے اس کو ۵۰ روپے معاف کر دیے تو ان ۵۰ کی زکوٰۃ بھی اس کے ذمے سے ساقط ہوئی لیکن اگر یہ نیت کرے گا کہ سو جو باقی رہے ان کی زکوٰۃ بھی انھیں پچاس میں آجاوے تو یہ درست نہ ہوگا کیونکہ جب سو اس کے قبضہ میں آئیں گے تو عین ہو جائیں گے اور عین کی زکوٰۃ دین سے درست نہیں کذا فی الشامی تصرف وحیلۃ الجواز ان یعطی مدیونہ الفقیر زکوٰۃ ثم یاخذہا عن دینہ ولو امتنع المدیون مدیونہ واخذہا لکونہ ظفر بجنس حقہ فان مانعہ رفعہ للقاضی اور جواز کا حیلہ یعنی مال موجود کی زکوٰۃ کو دین سے ادا کرنے کی تدبیر یہ ہے کہ اپنے قرض دار محتاج کو اپنی زکوٰۃ حوالے کرے پھر اس زکوٰۃ کو عوض اپنے قرض کے اس سے لے لے اور اگر وہ نہ دیوے تو ہاتھ بڑھا کر چھین لے کیونکہ اس کو اس کے حق کی جنس مل گئی اور قرض خواہ جب قرض دار کی کوئی چیز اپنے حق کی جنس سے پاتا ہے تو زبردستی دبا سکتا ہے پھر اگر مزاحمت کرے تو اس کو قاضی کے پاس لے جاوے کہ وہ اس سے دلوا دے گا تو اس صورت میں قرض بھی اس قدر وصول ہو جاوے گا اور مال کی زکوٰۃ بھی ادا ہو جائے گی وحیلۃ التکفین بہا التصدق علی فقیر ثم ہو یکفن فیکون الثواب لکذا فی تعمیر المسجد وتمامہ فی حیل الاشباہ اور حیلہ زکوٰۃ سے کفن دینے کا یہ ہے کہ زکوٰۃ کو کسی محتاج کی ملک کر دے پھر وہ محتاج اس سے مردہ کو کفن دے تو اس صورت میں ثواب دونوں کو ہوگا ایسا ہی حیلہ ہے زکوٰۃ کو مسجد کی تعمیر میں لگانے کا یعنی کسی کو دے دے کہ وہ مسجد میں صرف کرے اور اس کا پورا بیان اشباہ کے حیلوں کے بیان میں ہے م یہی حیلہ ہے بنی ہاشم کو زکوٰۃ کے دینے کا بشرطیکہ درمیانی شخص امین ہو بیچ میں دبا نہ رکھے وافتراضہا عمری ای علی التراخی وصححہ الباقانی وغیرہ وقیل فوری ای واجب علی الفور وعلیہ الفتوی کما فی شرح الوہبانیہ اور فرض ہونا زکوٰۃ کا عمری ہے یعنی اگر عمر بھر میں کبھی ادا کرے گا تو گناہ گار نہ ہوگا اور اسی کو صحیح کہا ہے باقانی وغیرہ نے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا فرض ہونا فوری ہے یعنی اسی وقت ادا کرنا واجب ہے اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ شرح وہبانیہ میں ہے فیاثم بتاخیرہا بلا عذر ونرد شہادتہ لان الامر بالصرف الی الفقیر معہ قرینۃ الفور وہی انہ لدفع حاجتہ وہی معجلۃ فمتی لم تجب علی الفور لم یحصل المقصود من الایجاب علی وجہ التمام وتمامہ فی الفتح پس گناہ گار ہوگا ادائے زکوٰۃ میں بدون عذر تاخیر کرنے سے اور اس کی گواہی مقبول نہ ہوگی یعنی بسبب فاسق ہو جانے کے اس لیے زکوٰۃ کو فقیر پر صرف کرنے کے امر کے ساتھ علی الفور ہونے کا قرینہ موجود ہے اور وہ قرینہ یہ ہے کہ امر فقیر کے دینے کا اس کی حاجت کے دور کرنے کو ہے اور اس کی یہ حاجت سر دست موجود ہے تو اگر زکوٰۃ علی الفور واجب نہ ہو تو زکوٰۃ کے واجب کرنے سے مقصود کامل طور پر حاصل نہ ہوگا اور اس کا پورا بیان فتح القدیر میں ہے لا یبقی للتجارۃ ما ای عبد مثلا اشتراہ لہا فتوی بعد ذلک خدمتہ ثم ما نواہ للخدمۃ لا یصیر للتجارۃ وان نواہ لہا ما لم یبعہ بجنس ما فیہ الزکوٰۃ والفرق ان التجارۃ عمل لا یتم بمجرد النیۃ بخلاف الاول فانہ ترک العمل فیتم بہا نہیں باقی رہتا تجارت کے لیے وہ مال یعنی مثلاً غلام کہ اس کو مول لیا ہو تجارت کے لیے اور بعد اس کے نیت کر لی اس سے خدمت لینے کی تو بمجرد نیت خدمت کے تجارت کا نہ رہے گا پھر جس مال کو استعمال کے لیے نیت کی وہ تجارت کا نہ ہوگا اگرچہ مالک اس کو تجارت کے لیے نیت کرے جب تک کہ اس کو ایسے مال کے عوض نہ بیچ ڈالے جس میں زکوٰۃ ہوتی ہے یعنی مثلاً غلام خدمت کی نیت مول لے کر تجارت کی نیت کی تو صرف نیت سے تجارت کا نہ ہوگا جب تک اس کے عوض ایسا مال نہ لے جس میں زکوٰۃ ہے اور فرق دونوں صورتوں میں یہ ہے کہ تجارت ایک عمل ہے تو صرف نیت سے پورا عمل نہ ہوگا بخلاف اول صورت یعنی خدمت کے کہ وہ ترک عمل ہے اور ترک عمل نیت سے بھی کامل ہو جاتا ہے م جنس ما فیہ الزکوٰۃ کی قید سے یہ صورت نکل گئی کہ مثلاً غلام مذکور کو بعد نیت تجارت اپنی زوجہ کے مہر میں دے دیا یا قصاص کی صلح میں دے دیا یا عورت کے خلع کے عوض میں حوالہ کیا تو ان صورتوں میں اس پر زکوٰۃ نہ آوے گی اور ترک عمل میں صرف نیت کافی ہے مثلاً مقیم اور روزہ دار اور کافر میں صرف نیت کافی ہے کیونکہ

Marfat.com

اقامت ترک سفر کا نام ہے اور روزہ ترک افطار کا اور کفر ترک اسلام کا اور ان کے مقابل میں صرف نیت کافی نہیں مثلاً صرف نیت سے مسافر نہ ہوگا اور نہ افطار کرنے والا اور نہ مسلمان کذا فی الشامی **وما اشتراہ لہا ای للتجارۃ کان لہا لمقارنۃ النیۃ لعقد التجارۃ لا ما ورثہ ونواہ لہا لعدم العقد الا اذا تصرف فیہ ای نادیا فتجب الزکوۃ لاقتران النیۃ بالعمل الا الذہب والفضۃ والسائمۃ لما فی الخانیۃ ولو ورث سائمۃ لزمہ زکوتہا بعد حول نواہ اولا اور** جو مال کہ تجارت کے واسطے مول لیا وہ تجارت ہی کا ہوگا بسبب متصل ہونے نیت کے عقد تجارت سے نہیں ہوتا تجارت کا وہ مال کہ اس کا وارث ہوا اور نیت کی تجارت کی بسبب نہ ہونے عقد کے یعنی میراث کے ملنے میں کوئی عقد معاوضہ نہیں کہ اس کے باعث سے نیت کا اعتبار ہو مگر جب مال وراثت میں تصرف کرے بہ نیت تجارت یعنی بیع کے وقت مثلاً نیت کرے کہ جس کا عوض تجارت کے لیے ہے تو اب زکوۃ واجب ہوگی بدل پر بعد گذرنے برس کے بسبب متصل ہونے نیت کے عمل سے مگر سونا اور چاندی اور چرائی کا جانور اگر میراث میں ملے تو ان پر زکوۃ لازم ہے اس لیے کہ خانیہ میں ہے کہ اگر سائمہ کا وارث ہوا تو اس کی زکوۃ اس پر لازم ہے برس گذرنے کے بعد نیت سوم کی کرے یا نہ کرے م چاندی سونا چونکہ اصل خلقت کے لحاظ سے تجارت کے لیے متعین ہیں اس لیے میراث میں پانے سے ان پر زکوۃ ہوگی خواہ تجارت کی نیت کرے یا نہیں اور سائمہ میں چونکہ پہلے سے صفت سوم موجود تھی اس لیے اب وارث کی نیت کی حاجت نہیں غرض کہ برس گذرنے کے بعد اُن تینوں پر زکوۃ لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی **وما ملکہ بصنع کہبۃ او وصیۃ او نکاح او خلع او صلح عن قود قید بالقود لان العبد للتجارۃ اذا قتلہ عبد خطاء ودفع بہ کان المدفوع للتجارۃ خانیۃ وکذا کل ما تقبض بہ مال التجارۃ فانہ یکون لہا بلا نیۃ کما مر ونواہ لہا کان لہا عند الثانی والاصح انہ لا یکون لہا بحر عن البدائع** اور جس چیز کا مالک اپنے فعل سے ہو یعنی جو مال کہ قبول کرنے پر اس کا مالک ہونا موقوف ہو مال کا بدلہ مال سے نہ ہو جیسے ہبہ میں ملنا یا وصیت میں یا مہر نکاح میں یا خلع کے عوض میں یا صلح بعوض قصاص میں اور اس مال میں نیت تجارت کی کرے تو یہ مال امام ابو یوسف کے نزدیک تجارت کا ہو جائے گا اور صحیح تر یہ ہے کہ تجارت کے لیے نہ ہوگا کیونکہ تجارت مال کا حاصل ہونا ہے مال کے عوض اور ان معاملات میں مال بدون مال کے ہاتھ لگتا ہے تو تجارت کے لیے نہ ٹھہرا کذا فی البحر عن البدائع شارح نے کہا کہ ماتن نے صلح میں قود کی قید اس لیے لگائی کہ تجارت کے غلام کو اگر کوئی غلام براہ خطا مار ڈالے اور مقتول کے عوض غلام قاتل مقتول کے مالک کو دلوائے گیا جائے تو یہ غلام تجارت کا ہوگا بدون نیت مالک کے کذا فی الخانیہ اور اسی طرح جو چیز مال تجارت کی عوض قبضے میں آوے تو وہ بھی تجارت کے لیے ہوگی بدون نیت کے چنانچہ اوپر گذرا کہ مال تجارت کے عوض دوسری چیز لینے میں نیت تجارت دلالۃ موجود ہے تو نیت جدید کی حاجت نہیں **وفی اوائل الاشباہ ولو قارنت النیۃ مالیس بدل مال بمال لا تصح علی الاصح** اور شروع اشباہ میں ہے کہ جب نیت متصل ہو اس چیز سے کہ مال کا مبادلہ مال سے نہیں تو یہ نیت درست نہ ہوگی مذہب صحیح کے بموجب م اس قول کو شارح نے اصح قول کی تائید کے لیے بیان کیا **لا زکوۃ فی اللآلی والجواہر وان ساتت الفا اتفاقا الا ان تکون للتجارۃ** نہیں ہے زکوۃ موتیوں اور جواہر میں اگرچہ ہزار کی قیمت کے ہوں بالاتفاق مگر اس صورت میں کہ موتی اور جواہر تجارت کے لیے ہوں تو ان پر زکوۃ ہوگی م جواہر سے مراد یاقوت و زمرد وغیرہ ہیں اور ان پر زکوۃ نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اصل پیدائش میں یہ چیزیں ثمن نہیں کذا فی الطحطاوی **والاصل ان ما عدا الخمسین والسوائم انما یزکی بنیۃ التجارۃ بشرط عدم المانع المودی الی النفی وشرط مقارنتہا لعقد التجارۃ وہو کسب المال بالمال بعقد شراء او اجارۃ او استقراض** اور قاعدہ کلیہ زکوۃ کے ہونے کا یہ ہے کہ جو مال سوائے چاندی اور سونے اور چرائی کے جانوروں کے ہے اس پر زکوۃ تبھی ہوگی جب تجارت کی نیت ہو بشرطیکہ نہ ہونے مانع کے جس سے دوبارہ زکوۃ کی نوبت پہنچے اور بشرط متصل ہونے نیت کے عقد تجارت سے اور عقد تجارت حاصل کرنا مال کا ہے عوض مال کے بذریعہ خرید کے عقد کے یا اجارہ کے یا قرض لینے کے م طحطاوی نے کہا کہ نفی بکسر مثلثہ و نون مفتوح و الف مقصورہ ایک برس میں دوبارہ صدقہ لینے کو کہتے ہیں تو اگر زمین عشری کو بہ نیت تجارت

Marfat.com

مول لے تو اس میں زکوۃ نہ ہوگی کہ عشر اور زکوۃ دونوں جمع ہو جائیں گی فلونوی التجارۃ بعد العقد او اشتری شیئاً للفینۃ نادیا ان وجد ربحا باعه لازکوٰۃ علیه کما لونوی التجارۃ فیما خرج من ارضه کما مر پس اگر نیت کی تجارت کی بعد عقد کے یا مول لی کوئی چیز گھر میں رکھنے کو اس نیت سے کہ اگر نفع ملے گا تو بیچ دے گا تو اس پر زکوۃ نہیں بوجہ نہ متصل ہونے نیت کے عقد تجارت کے جیسے اگر نیت کی اس پیداوار میں جو پیدا ہو اس کی زمین عشری یا خراجی میں تو اس پر بھی زکوۃ نہ ہوگی کیونکہ یہاں مانع موجود ہے یعنی عشر اور خراج مانع زکوۃ ہیں دکما لو شری ارضا خراجیۃ نادیا التجارۃ او عشریۃ وزرعها او بدا للتجارۃ وزرعه لایکون للتجارۃ لقیام المانع اور جیسا کہ اگر خرید کرے کوئی زمین خراجی بہ نیت تجارت کے خواہ اس کو بو دے یا نہیں یا زمین عشری مول لے اور اس کو بو دے یا بیج مول لیا تجارت کے لیے پھر اس کو بو دیا تو ان صورتوں میں پیداوار تجارت کے لیے نہ ہوگا بسبب موجود ہونے مانع کے م یعنی اول صورت میں خراج اس کے ذمے ہے بسبب مالک ہونے کے خواہ بو دے یا نہیں اور دوسری صورت میں عشر بونے والے پر ہے تو اگر زمین عشری کو بہ نیت تجارت لے کر نہ بوئے گا تو اس کی زکوۃ واجب ہوگی اور عشر نہ دینا پڑے گا بسبب نہ ہونے پیداوار کے اور تیسری صورت میں اس وقت مال تجارت کا نہ ہوگا کہ بیج کو زمین خراجی یا عشری میں بو دے اور اگر اپنی زمین مملوک میں بو دے گا تو زکوۃ واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی

باب السائمۃ

یہ باب ہے چرنے والے جانوروں کی زکوۃ کے بیان میں ہی الراعیۃ وشرعا المکتفیۃ بالرعی المباح ذکرہ الشمنی فی اکثر العام لقصد الدر والنسل ذکرہ الزیلعی وزاد فی المحیط والزیادۃ والسمن لیعم الذکور فقط لکن فی البدائع لو اسامها للحمل والرکوب ولو للتجارۃ ففیها زکوۃ التجارۃ ولعلم ترکوا ذلک لتصریحهم بالحکمین سائمہ لغت میں چرنے والے جانور کو کہتے ہیں اور شرعاً جو اکتفا کرے مباح چرائی پر یعنی جس میں مالک کو کچھ دینا نہ پڑے اس قید کو شمنی نے ذکر کیا ہے اکتفا کرے اکثر سال میں واسطے قصد دودھ کے اور نسل یعنی بچہ لینے کے ذکر کیا ہے اس کو زیلعی نے اور محیط میں اتنا اور زیادہ کیا ہے اور زیادتی اور موٹاپے کے لیے تاکہ شامل ہو صرف نروں کو بھی لیکن بدائع میں ہے کہ اگر چرایا سوائم کو گوشت کے لیے تو ان میں زکوۃ نہیں ہے ایسا ہی اگر چرایا لادنے یا سواری کے لیے اور اگر تجارت کے لیے چرایا تو ان میں زکوۃ تجارت کی ہے اور شاید کہ اہل متون نے اس قید کو اس لیے نہیں ذکر کیا کہ دونوں حکموں کی تصریح کر چکے ہیں م یعنی بیان کر چکے ہیں کہ جس مال کی نیت تجارت کی ہو اس میں زکوۃ ہے اور مال کا لفظ حیوانات کو بھی شامل ہے اور سوائم جو حمل اور رکوب کے لیے ہوں اس میں زکوۃ نہیں ہے قالہ الشمنی فلو علفها نصفه لاتکون سائمۃ فلازکوۃ فیها للشک فی الموجب پس اگر گھاس کھلایا جانوروں کو آدھا برس یعنی گھر پر باندھ کر تو سائمہ نہ ہوگی اور اس لیے زکوۃ بھی ان میں نہ ہوگی کیونکہ موجب زکوۃ یعنی سوم مشکوک ہے م یعنی جانوروں میں زکوۃ بشرط سوم ہوتی ہے تو جب نصف برس اپنی گھر سے گھاس کھلایا تو سوم میں شک پڑ گیا وبطل حول زکوۃ التجارۃ بجعلها للسوم لان زکوۃ السوائم وزکوۃ التجارۃ مختلفان قدرا وسببا فلا یبنی حول احدهما علی الآخر اور زکوۃ تجارت کا برس باطل ہو جاتا ہے ان کے سائمہ کرنے سے کیونکہ زکوۃ سوائم کی اور زکوۃ تجارت کی مختلف ہیں مقدار میں اور سبب میں تو ایک کا برس دوسرے کے برس پر مبنی نہیں ہو سکتا م اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس تجارت کے مواشی ہیں چند روز بعد اس نے ان کو دودھ اور نسل کے لیے چرنے چھوڑ دیا تو اب حالا زکوۃ چرائی کے دن سے شروع ہوگا پہلے دن سال میں محسوب نہ ہوں گے کیونکہ زکوۃ تجارت کی مقدار چالیسواں حصہ ہے اور سوائم کی زکوۃ جانور دینا پڑتا ہے اور دونوں زکوتوں کا سبب بھی مختلف ہے کہ تجارت میں نصاب مالی کا مالک ہونا سبب ہے اور سوائم میں عدد معین کا مالک ہونا کذا فی الطحطاوی فلو اشتری لها ای للتجارۃ ثم جعلها سائمۃ اعتبر اول الحول من وقت الجعل للسوم کما لو باع السائمۃ فی وسط الحول او قبله بیوم بجنسها او بغیر جنسها او نقد عنده او بعروض ونوی بها التجارۃ فانه لایستقبل حولا آخر جوهره وفیها لیس فی سوائم الوقف والخیل المسبلۃ زکوۃ لعدم المالک ولا فی المواشی العمی ولا المقطوعۃ القوائم لانها لیست سائمۃ پس اگر خریدا مواشی کو تجارت کے لیے پھر چھوڑ دیا چرائی

Marfat.com

پر تو معتبر ہوگا اول سال جس وقت سے چرائی پر کیا ایسا ہی اگر بیچ دیا سوائم کو برس کے اندر یا برس روز سے ایک دن پہلے بدلے ان کے جنس کے یا غیر جنس کے یا بدلے نقد کے یا نقد اس کے پاس موجود نہیں یا بیچا بدلے اسباب کے اور نیت کر لی اسباب میں تجارت کی تو ان سب صورتوں میں نئے سرے سے برس شروع ہوگا اور کذا فی الجوہرہ اور اس میں یہ بھی ہے کہ وقفی مواشی میں زکوۃ نہیں اور نہ گھوڑوں میں جو فی سبیل اللہ کیے گئے بسبب نہ ہونے مالک کے اور نہ اندھے مواشی میں اور نہ پاؤں کٹوں میں کیونکہ وہ سائمہ نہیں م نقد پاس نہ ہونے کی قید اس لیے لگائی کہ اگر اس کے پاس نقد نصاب ہوگی تو قیمت سوائم کی اس کے ساتھ ملا کر زکوۃ دینی ہوگی نقد مال کے لیے نیا برس مقرر نہ کیا جائے گا اور بہتر یہ تھا کہ شارح لانصاب عندہ کہتا کہ شامل ہوتا ہر طرح کے مبادلے یعنی جنسی اور غیر جنسی کو اور گھوڑوں پر صاحبین کے نزدیک بالکل زکوۃ نہیں اور ظہیریہ میں لکھا ہے کہ اندھے مواشی میں دو روایتیں ہیں اور صاحبین کے نزدیک واجب ہے اور بحر الرائق میں بھی لکھا ہے قالہ الشافعی

باب

یہ باب اونٹوں کی زکوۃ کے بیان میں م طحطاوی نے کہا کہ لفظ باب تنوین کے ساتھ ہے اور اس کی خبر محذوف ہے نصاب الابل بکسر الباء وتسکن موننثۃ لا واحد لہا من لفظہا والنسبۃ الیہا ابلی. بفتح الباء سمیت بہ لانہا تنول علی افخاذہا نصاب اونٹوں کے پانچ ہیں شارح نے کہا ابل ب کے کسرہ کے ساتھ ہے اور کبھی ساکن بھی کی جاتی ہے مونث مستعمل ہے اس کا واحد اس لفظ سے نہیں آتا اور یائے نسبت لگانے سے ب کو فتح ہو جاتا ہے اور اونٹ کو ابل اس لیے کہتے ہیں کہ رانوں پر پیشاب کرتا ہے م یعنی ابل اور بول میں اشتقاق کبیر ہے اور وہ یہ ہے کہ اکثر حروف میں اشتراک ہو اور معنوں میں مناسبت طحطاوی نے کہا کہ نصاب الابل مبتدا ہے اور خمس اس کی خبر خمس فیوخذ من کل خمس منہا الی خمس وعشرین بخت جمع بختی دو سالہ سامان منسوب الی بخت نصر لانہ اول من جمع بین العربی والعجمی فولد منہا ولد فسمی بختیا اور اعراب شاۃ وما بین النصابین عفو نصاب اونٹوں کے پانچ ہیں پس. لی جاوے ہر ایک پانچ پانچ سے پچیس تک ایک بکری خواہ اونٹ بختی ہوں یا عربی شارح نے کہا کہ بخت جمع بختی کی ہے اور بختی دو کوہان والے اونٹ کو کہتے ہیں منسوب ہے بخت نصر کی طرف اس لیے کہ اول اس نے عربی اور عجمی اونٹوں کو جمع کر کے نسل حاصل کی تھی اس لیے وہ بختی نسل کہلائی اور مابین ہر دو نصاب کے عفو ہے م یعنی جیسے پانچ پر ایک بکری ہے چھ سات پر بھی وہی ایک بکری ہے نو تک اور دس پر دو بکریاں تو پانچ سے زیادہ اور دس سے کم پر کچھ زکوۃ نہیں وہ معاف ہیں وفیہا ای الخمس وعشرین بنت مخاض وہی التی طعنت فی السنۃ الثانیۃ وسمیت بہ لان امہا غالبا تکون مخاضا ای حاملا باخری اور اس میں یعنی پچیس اونٹوں میں بنت مخاض ہے اور بنت مخاض وہ شتر مادہ ہے جس کو دوسرا برس لگا ہو یہ اس کا نام اس لیے ہوا کہ مخاض کے معنی حاملہ کے ہیں اور دوسرے برس اس کی ماں اکثر حاملہ ہوتی ہے دوسرے بچے کی فی ست وثلثین الی خمس واربعین بنت لبون وہی التی طعنت فی الثالثۃ لان امہا تکون ذات لبن لاخری غالبا اور چھتیس میں پینتالیس تک بنت لبون ہے اور بنت لبون وہ اونٹنی ہے جس کو تیسرا برس لگا ہو اور اس کے لفظی معنی ہیں دودھ والی کا بچہ اس لیے کہ اس کی ماں اکثر اس مدت میں دوسرا بچہ جن کر دودھ والی ہوتی ہے وفی ست واربعین الی ستین حقۃ بالکسر وہی التی طعنت فی الرابعۃ وحق رکوبہا اور ۴۶ سے ساٹھ تک حقہ ہے حاء حل سے سرہ سے اور حقہ وہ اونٹنی ہے جس کو چوتھا برس شروع ہوا ہو اور لائق ہونی ہو سواری کے وفی احدی وستین الی خمس وسبعین جذعۃ بفتح الذال المعجمۃ وہی التی طعنت فی الخامسۃ لانہا تجذع ای تقلع اسنان اللبن اور اکہتر میں پچھتر تک جذع ہے ذال معجمہ کے فتح سے یعنی وہ اونٹنی جو پانچویں میں لگی ہو اور اس کے لفظی معنی ہیں توڑنے والی تو جذعہ اس لیے نام ہوا کہ دودھ کے دانت اس عمر میں توڑتی ہیں وفی ست وسبعین الی تسعین بنتا لبون وفی احدی وتسعین حقتان الی مائۃ وعشرین کذا کتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر رضی اللہ عنہ اور چھتر میں نوے تک دو بنت لبون اور اکانوے میں دو حقہ ایک سو بیس تک

Marfat.com

یہی ہے مکاتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہم لفظ کتب مصدر مضاف ہے اور بعض نسخوں میں الی ابی بکر ہے یعنی کتابت رسول اللہ کی جو پہنچی طرف ابی بکر کے کیونکہ زکوۃ کا نامہ حضرتؐ نے قریب وفات کے لکھوایا تھا اور جاری ہونے کی نوبت نہ آئی تھی کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا اس نامے کے موافق حضرت ابوبکرؓ نے تعمیل کی اور شارح نے اس جملے کو یہاں درج کیا آخر کلام میں نہیں لکھا اس واسطے کہ بعد اس کے روایات میں کچھ اختلاف ہے اور ایک تو بیس تک اتفاق ہے مگر وہ جو حضرت مرتضی علیؓ سے منقول ہے کہ پچیس پر پانچ بکریاں بھی جائز ہیں کذا فی الشامی ثم تستأنف الفریضۃ عندنا فیوخذ فی کل خمس شاۃ مع الحقتین ثم فی کل مائۃ وخمس واربعین بنت مخاض وحقتان ثم فی کل مائۃ وخمسین ثلث حقاق پھر از سر نو زکوۃ حساب کی جاوے ہمارے نزدیک کہ لی جاوے ہر پانچ پر ایک بکری مع دونوں حقوں کے پھر ایک سو پینتالیس میں بنت مخاض اور دو حقہ پھر ایک سو پچاس میں تین حقہ م امام شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک جب ایک سو بیس پر ایک زیادہ ہو تو اس میں تین بنت لبوں ایک سو تیس تک اور ایک سو تیس میں ایک حقہ اور دو بنت لبوں پھر ہر چالیس میں بنت لبون اور ہر پچاس میں حقہ اور امام مالکؒ سے دو قول منقول ہیں ایک ہمارے مذہب کے موافق اور دوسرا امام شافعیؒ کے موافق کذا فی الشامی ثم تستانف الفریضۃ بعد المائۃ والخمسین ففی کل خمس شاۃ مع ثلث حقاق ثم فی کل خمس وعشرین بنت مخاض مع الحقاق ثم فی ست وثلثین بنت لبون معن ثم فی مائۃ وست وتسعین اربع حقاق الی مائتین پھر استیناف کی جاوے زکوۃ مقررہ بعد ڈیڑھ سو کے پس ہر پانچ میں ایک بکری مع تین حقوں کے پھر پچیس میں بنت مخاض مع تین حقوں کے پھر چھتیس میں بنت لبون مع حقوں مذکور کے پھر ایک سو چھیانوے میں چار حقہ دو سو تک م مانن کے قول ثم فی کل خمس وعشرین سے لفظ کل حذف کرنا چاہیے کہ خلاف مقصود ہے کیونکہ تلفظ کل اس بات کا مقتضی ہے کہ اگر یہ عدد مکرر ہو دو بار یا تین بار تو بھی واجب لازم ہو حالانکہ یہ مراد نہیں ہے اور ایسے ہی ثم فی کل مائۃ وخمس واربعین ہے اور ان مواقع میں بجائے ثم کے واو مناسب ہے کیونکہ استیناف نہیں ہے بلکہ تتمہ پہلے استیناف کا ہے کذا فی الشامی اس لیے مترجم نے لفظ کل کا ترجمہ دونوں جگہ نہیں کیا ثم تستانف الفریضۃ بعد المائتین ابدا کما تستانف فی الخمسین التی بعد المائۃ والخمسین حتی تجب فی کل خمسین حقۃ پھر از سر نو زکوۃ کا حساب شروع کیا جاوے دو سو کے بعد ہمیشہ اس طرح جیسے ڈیڑھ سو کے بعد پچاس میں کیا جاتا ہے یہاں تک کہ واجب ہو ہر پچاس میں ایک حقہ م مراد یہ ہے کہ جب زیادہ ہوں دو سو پر پانچ اونٹ تو ان میں ایک بکری اور چار حقہ یا پانچ بنت لبون اور دو سو دس میں دو بکریاں چار حقے اور دو سو پندرہ میں تین بکریاں چار حقے اور دو سو بیس میں چار بکریاں چار حقے پھر جب دو سو پچیس ہوں تو ان میں ایک بنت مخاض اور چار حقے دو سو پینتیس تک اور دو سو چھتیس میں بنت لبون مع چار حقوں کے ہے دو سو پینتالیس تک پھر دو سو چھیالیس میں پانچ حقے دو سو پچاس تک پھر استیناف اسی طرح کیا جاوے یہاں تک کہ دو سو چھیانوے میں چھ حقے ہوں تین سو تک کذا فی الشامی ولا تجزی ذکور الابل الا بالقیمۃ للاناث بخلاف البقر والغنم فان المالک مخیر اور نہیں کاٹی نر اونٹ مگر بسبب قیمت مادہ کے یعنی مادہ کی قیمت زیادہ ہے اونٹوں میں بخلاف گائے بکری کے کہ ان دونوں میں مالک کو اختیار ہے چاہے نر دے چاہے مادہ

باب زکوۃ البقر

یہ باب ہے زکوۃ گائے بیل کا من البقر بالسکون وہو الشق سمی بہ لانہ یشق الارض الارض کالثور یثیر الارض ومفردہ بقرۃ والتاء للوحدۃ بقر بفتحتین مشتق ہے بقر ساکن الاوسط سے جس کے معنی پھاڑنے کے ہیں اور وجہ تسمیہ یہ ہے کہ زمین کو پھاڑتا ہے جیسا اس کو ثور بھی کہتے ہیں اس لیے کہ زمین کو اٹھاتا ہے یعنی لایق زراعت کے کرتا ہے اور مفرد کا بقرہ ہے اور تاء تانیث کی نہیں ہے بلکہ وحدت کی ہے نصاب البقر والجاموس ولو متولدا من وحش واہلیۃ بخلاف عکسہ وحشی بقر وغنم وغیرہما فانہ لا یعد فی النصاب ثلثون سائمۃ

Marfat.com

غیر مشترکۃ گائے بھینس کی نصاب تیس عدد ہیں جنگل کے چرنے والے کہ مشترک نہ ہوں شارح نے کہا اگرچہ وحشی نر اور اہلی مادہ سے پیدا ہوئے ہوں بخلاف اس کے کہ مادہ جنگلی ہو اور نر اہلی اور بخلاف جنگلی گائے اور بکری کے کیونکہ یہ نصاب میں شمار نہیں کیے جاتے اس لیے کہ جانوروں میں اعتبار مادہ کا ہے نر کا اعتبار نہیں م غیر مشترک کی قید اس لیے لگائی کہ اگر تیس عدد مشترک ہوں گے تو ان پر زکوۃ نہ ہوگی کیونکہ ہر ایک کا حصہ نصاب سے کم ہوگا کذا فی الشامی وفیہا تبیع لانہ یتبع امہ ذو سنۃ کاملۃ وتبیعۃ آنثا اور تیس گائے میں پورے برس روز کا بچھڑا یا بچھڑی واجب ہے اس کو تبیع اس لیے کہتے ہیں کہ تبیع کے لفظی معنی ہیں ساتھ رہنے والا اور یہ بھی اپنی ماں کے ساتھ رہتا ہے م کاملۃ کی قید اس واسطے بڑھائی کہ بعض علما نے لکھا ہے کہ دوسری برس میں لگا ہو پس جب ایک برس کا پورا ہو گا تو دوسرا برس خواہی نخواہی شروع ہو جاوے گا کذا فی الشامی وفی اربعین مسن ذو سنتین او مسنۃ اور چالیس میں پورے دو برس کا نر یا مادہ م مسن کے معنی دانت والا اور اس کو مسن اس لیے کہتے ہیں کہ اس مدت میں دودھ کے دانت ٹوٹنے شروع ہو جاتے ہیں اور نئے دانت نکلتے ہیں وفیما زاد علی الاربعین بحسابہ فی ظاہر الروایۃ عن الامام وعنہ لا شیٔ فیما زاد الی ستین اور جو زیادہ ہو چالیس سے اسی حساب سے زکوۃ بھی لی جاوے گی ساٹھ تک یعنی اگر ایک زیادہ ہو تو چالیسواں حصہ ایک مسنہ کا اور دو میں بیسواں حصہ یہ مذہب ہے امام صاحب کا موافق ظاہر الروایت کے اور ایک روایت امام صاحب سے یہ ہے کہ زیادہ میں کچھ نہیں لازم آتا ساٹھ تک ففیہا ضعف ما فی ثنتین پس ساٹھ میں دوگنا اس کا ہے جو تیس میں لازم آتا ہے یعنی دو تبیع وہو قولہما والثلثۃ وعلیہ الفتوے بحر عن الینابیع وتصحیح القدوری اور یہی ہے قول صاحبین کا اور باقی تینوں اماموں کا اور اسی پر فتوی ہے کذا فی البحر ناقلاً عن الینابیع وتصحیح القدوری ثم فی کل ثلثین تبیع وفی کل اربعین مسنۃ الا اذا تداخلا کما تہ وعشر بن فی خمس بین اربع اتبعۃ وثلث مسنات وہکذا پھر ہر تیس میں ایک تبیع اور ہر چالیس میں ایک مسنہ مگر اس صورت میں کہ دونوں یعنی تبیع اور مسنہ متداخل ہوں جیسے ایک سو بیس کہ مالک مختار ہے چاہے چار تبیعہ دیوے چاہے تین مسنہ وعلی ہذا القیاس یعنی دو سو چالیس میں آٹھ تبیعہ یا چھ مسنہ قالہ الشامی م متداخل سے یہ مراد ہے کہ ایسا عدد ہو جو تیس اور چالیس دونوں پر پورا تقسیم ہوتا ہو تو تیس کے حساب سے چاہے تبیع دے چاہے چالیس کے حساب سے مسنہ دے

باب زکوۃ الغنم

یہ باب ہے زکوۃ بھیڑ بکری کے بیان میں مشتق من الغنیمۃ لانہ لیس لہ الۃ الدفاع فکانت غنیمۃ لکل طالب غنم بفتحتین مشتق ہے غنیمت سے اور وجہ تسمیہ یہ ہے کہ غنم کے پاس ایسا اوزار نہیں جس سے طالب کو ہٹا سکے پس گویا ہر طالب کے لیے غنیمت ہے اور سینگوں کا عدم وجود برابر ہے کیونکہ ان سے مدافعت نہیں کر سکتی نصاب الغنم ضانا او معزا فاثنا سواء فی تکمیل النصاب والادائی والزوائی اداء الواجب والایمان اربعون وفیہا شاۃ تعم الذکور والاناث نصاب غنم کی بھیڑ ہو یا بکری چالیس ہیں اور چالیس میں زکوۃ ایک بکری ہے نر ہو یا مادہ شارح نے کہا کہ غنم بھیڑ بکری دونوں کو شامل ہے اس لیے کہ دونوں برابر ہیں نصاب کے پورا کرنے اور قربانی اور سود میں نہ ادائے واجب میں اور قسموں میں م نصاب کا پورا کرنا یہ کہ اگر بھیڑ بکری مل کر چالیس ہوں تو زکوۃ لازم ہوگی اگرچہ ایکلے کی پوری نصاب نہ ہو اور سود میں اس طرح کہ اگر بھیڑ کا گوشت بدلے بکری کے گوشت کے زیادہ کم بیچے تو حرام ہے اور ادائے واجب اور قسم میں برابر نہیں یعنی اگر کسی کے پاس چالیس بھیڑیاں ہوں تو اس پر ایک بھیڑ واجب ہوگی اس سے بکری نہیں لے سکتے یا کسی نے قسم کھائی کہ بھیڑ کا گوشت نہ کھاؤں گا تو بکری کا گوشت کھانے سے حانث نہ ہوگا کذا فی الشامی وفی مائۃ واحدی وعشرین شاتان وفی مائتین وواحدۃ ثلث شیاہ وفی اربع مائۃ اربع شیاہ وما بینہما عفو اور ایک سو اکیس میں دو بکریاں اور دو سو ایک میں تین بکریاں اور چار سو میں چار بکریاں اور ایک نصاب سے دوسرے نصاب تک جو عدد ہیں وہ معاف ہیں م یعنی چالیس سے جو زائد ہو ایک سو بیس تک اس میں کچھ نہیں بشرطیکہ کہ مالک

Marfat.com

ایک ہی ہو اور اگر تین مالک ہیں تو تین بکریاں لی جاویں گی ہر شخص سے ایک بکری بحر میں ہے کہ اگر ایک سو بیس بکریاں ایک شخص کی ہیں تو ساعی[1] کو نہیں پہنچتا کہ ان کو متفرق کر کے ہر چالیس پر ایک ایک بکری لے لے اور اگر چالیس بکریاں دو آدمی کی ہیں تو ان میں سے کسی پر زکوٰۃ نہیں ہے اور ساعی کو نہیں جائز کہ ان کو جمع کر کے ان پر زکوٰۃ لے لے اس لیے کہ ہر ایک کا حصہ نصاب سے کم ہے کذا فی الشامی ثم لیعد بلوغہا اربع مائۃ فی کل مائۃ شاۃ الی غیر النہایۃ پھر جب بکریاں چار سو ہو گئیں تو ہر سیکڑے پیچھے ایک بکری ہے بے انتہا تک ویؤخذ فی زکوتہا ای الغنم الثنی من الضان المعز وہو ما تمت لہ سنۃ لا الجذع الا بالقیمۃ وہو ما اتی علیہ اکثر الحول علی الظاہر وعنہ جواز الجذع من الضان وادنی طولہا والدلیل یرجحہ ذکرہ الکمال والثنی من البقر ابن سنتین ومن الابل ابن خمس والجذع من البقر ابن سنۃ ومن الابل ابن اربع اور لیا جاوے بھیڑ بکری کی زکوٰۃ میں ثنے یعنی بنڈھا اور بکرا پورے برس رہنے کا مراد یہ ہے کہ دوسرے برس میں ہو جیسے ہدایہ اور کتب فقہ میں مسطور ہے نہ لیا جاوے جذع مگر قیمت کر کے اور جذع اس کو کہتے ہیں کہ جس پر اکثر سال گذر گیا ہو اور نہ لیا جانا جذع کا بنا بر ظاہر روایت ہے اور ایک روایت امام صاحب سے یہ ہے کہ جذع بنڈھوں میں لیا جا سکتا ہے اور یہی قول ہے صاحبین کا اور دلیل اس کو ترجیح دینے کی ذکر کیا ہے اس کو کمال نے لیکن بحر وغیرہ نے ظاہر الروایت پر جزم کیا ہے اور اختیار میں ہے کہ یہی صحیح ہے اور ثنی بیلوں میں دو برس کا ہوتا ہے اور اونٹوں میں پانچ برس کا اور جذع بقر میں ایک برس کا ہے اور ابل میں چار برس کا ولا شیٔ فی خیل سائمۃ عندہما وعلیہ الفتوی خانیہ وغیرہا ثم عند الامام ہل لہا نصاب مقدر الاصح لا لعدم انتقل بالتقدیر اور زکوٰۃ نہیں ہے گھوڑوں جنگل کے چرنے والوں میں صاحبین کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الخانیہ وغیرہا اور طحطاوی نے کہا کہ یہی پسندیدہ ہے اور اسرار اور زیلعی اور ینابیع اور جواہر اور کافی میں اسی کو ترجیح دی ہے لیکن فتح القدیر میں قول امام کو ترجیح دی ہے اور صاحبین کی دلیل کا جواب تبعا للہدایہ اس طرح دیا ہے کہ عدم زکوٰۃ خیل سے مراد غازیوں کے گھوڑے ہیں اور یہ قول باعتبار حجت کے قوی ہے جیسا کہ تجرید اور اس کے شاہد ہیں کذا فی الشامی پھر جب امام کے نزدیک ان میں زکوٰۃ ہوئی تو کوئی نصاب بھی ان کے لیے مقرر ہے یا نہیں تو بعضوں نے تین اور بعضوں نے پانچ کہے ہیں لیکن اصح یہ ہے کہ کوئی نصاب مقرر نہیں کیونکہ تقدیر اور اندازہ سلف سے منقول نہیں ولا فی بغال وحمیر سائمۃ اجماعا لیست للتجارۃ فلو لہا فلا کلام لانہا من العروض اور نہیں زکوٰۃ بالاتفاق خچروں اور گدھوں جنگل کے چرنے والوں میں کہ تجارت کے نہ ہوں پس اگر تجارت کے ہوں تو کچھ کلام نہیں زکوٰۃ کے واجب ہونے میں کیونکہ وہ مانند اور اسباب کے ہیں ولا فی عوامل وعلوفۃ مالم تکن العلوفۃ للتجارۃ اور نہیں زکوٰۃ کام کرنے والے جانوروں یعنی کھیتی کے بیل وغیرہ میں اور نہ گھر سے گھاس کھانے والوں میں زکوٰۃ ہے جب تک کہ گھر والے جانور تجارت کے نہ ہوں م عوامل میں قید تجارت کی نہیں لگائی علوفہ میں لگائی کیونکہ عوامل تجارت کے لیے نہیں ہو سکتے اگرچہ نیت بھی کرے اس لیے کہ حاجت اصلی میں مشغول ہیں کذا فی الشامی ولا فی حمل لعشرین ولد الشاۃ وفصیل ولد الناقۃ وعجول بوزن سنور ولد البقرۃ وصورتہ ان یموت کل الکبار ویتم الحول علی اولادہا الصغار اور نہیں ہے زکوٰۃ بچوں میں خواہ بکری کے ہوں یا اونٹنی کے یا گائے کے اور مسئلہ کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ سب بڑے مر جاویں اور بچہ باقی رہیں اور پھر برس گذر جاوے م بچوں پر امام اعظم اور امام محمد کے نزدیک زکوٰۃ نہیں واجب ہوتی اور امام ابو یوسف کے نزدیک انہیں میں سے ایک ادا کرے جاننا چاہیے کہ چھوٹے اونٹوں کی نصاب میں پچیس ہونا امام ابو یوسف کے نزدیک ضروری ہے اور پچیس سے کم میں بالاتفاق کچھ لازم نہیں ہوتا اور صحیح قول طرفین کا ہے کذا فی الشامی الا تبعا لکبیر ولو واحد اویجب ذالک الواحد دلو ناقصا فلو حیدا یلزم الوسط دہلا کہ بسقطا یعنی بچوں میں زکوٰۃ نہیں مگر بہ تبعیت بڑوں کے اگرچہ ایک ہی ہو اور زکوٰۃ میں وہ بڑا ہی دینا واجب ہے

[1] ساعی وہ شخص ہے کہ حاکم اسلام کی طرف سے سوائم کے صدقات جمع کر کے وصول کرتا ہے ۱۲

Marfat.com

ہے اگرچہ ناقص ہو پس اگر وہ اول قسم کا ہے تو وسط لازم ہو گا اور اگر وہ بڑا بعد برس گذر جانے کے ہلاک ہو جاوے تو زکوٰۃ ساقط ہو جاتی ہے م یعنی طرفین کے نزدیک اور امام ابو یوسف کے نزدیک ایک بچے کے ۳۹/۴۰ لازم ہوں گے کیونکہ بڑے کے مرنے سے ایک جزو یعنی چالیسواں حصہ ساقط ہو گیا قالہ الشامی ولو نقد الواجب وجب الکبار فقط ولا یکمل من الصغار خلافا للثانی اور اگر زکوٰۃ واجب متعدد ہو تو صرف بڑے ہی دیے جاویں اور چھوٹوں سے ملا کر پورا کرنے کی حاجت نہیں بخلاف قول امام ابو یوسف کے م بیان اس کا یہ ہے کہ جب کسی شخص کے پاس دو مسنہ اور ایک سو انتیس بکری کے بچے ہوں تو اس صورت میں واجب دو مسنہ ہیں بالاتفاق اور اگر ایک مسنہ ہو اور ایک سو بیس بچے ہوں تو طرفین کے نزدیک ایک مسنہ لازم آتا ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک ایک مسنہ اور ایک بچہ اور اسی طرح اگر بودیں انسٹھ گائے کے بچے اور ایک بتبیع کذا فی الشامی ولا فی عفو وہو ما بین النصب فی کل الاموال اور نہیں زکوٰۃ اس عدد میں جو عفو ہو اور عفو وہ عدد ہے کہ درمیان دو نصابوں کے ہو تمام قسم کے اموال میں ہم یہ شیخینؒ کا قول ہے یعنی واجب بمقابلہ نصاب کے ہے نہ عفو کے اور امام محمدؒ اور زفر کہتے ہیں کہ واجب بمقابلہ کل عدد کے ہے اور نتیجہ خلاف اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ ایک شخص کے پاس نو اونٹ ہیں اور چار ہلاک ہو گئے تو شیخینؒ کے نزدیک ایک بکری پوری لازم آوے گی اور امامؒ کے نزدیک ۵/۹ ایک بکری کے لازم آوے گی اور چار نویں حصہ ساقط ہو جاویں گے قالہ الشامی وخصاہ بالسوائم اور صاحبینؒ نے عفو کو خاص کیا ہے سوائم میں نہ نقود میں م اس واسطے کہ نقود میں جو دو سو درم سے زیادہ ہو صاحبین کے نزدیک معاف نہیں ہے بلکہ چالیسواں حصہ کل کا لازم ہوتا ہے بخلاف امام اعظم کے کہ اُن کے نزدیک بعد دو سو درم کے جو زیادہ ہو وہ عفو ہے جب دو سو کے اوپر چالیس درہم زیادہ ہوں تو ایک درہم زیادہ لازم آوے گا یعنی چھ درم ہو جاویں گے الغرض درم کی کسر امام صاحب کے نزدیک معاف ہے کذا فی الشامی ولا فی ہلک بعد وجوبہا ومنع الساعی فی الاصح لتعلقہا بالعین لا بالذمۃ وان ہلک بعضہ سقط حقہ اور جو مال ہلاک ہو گیا ہو بعد وجوب زکوٰۃ کے اور منع کرنے ساعی کے اس میں زکوٰۃ نہیں اصح مذہب پر یعنی اگر برس گذر گیا اور ساعی نے طلب کیا اور مال والے نے انکار کیا یہاں تک کہ مال ہلاک ہو گیا تو صحیح یہ ہے کہ زکوٰۃ ساقط ہو گئی کیونکہ زکوٰۃ معین چیز سے علاقہ رکھتی ہے نہ ذمہ سے قالہ الشامی اور اگر بعض مال ہلاک ہو گیا تو اسی قدر کی زکوٰۃ ساقط ہو گئی ویصرف المالک الی العفو اولا ثم الی نصاب یلیہ ثم وثم اور جو مال ہلاک ہوا وہ پہلے عفو کی طرف لگایا جاوے گا پھر اس نصاب کی طرف جو اس کے متصل ہے پھر اسی طرح اس نصاب کی طرف جو اس سے نیچے ہے م یعنی اگر مثلاً کسی شخص کے پاس تین یا اور کچھ شے زاید ہو کہ نصاب کو نہ پہنچتی ہو پھر اس میں سے کچھ ہلاک ہو جاوے تو وہ اولاً عفو میں سے بجھا جاوے گا پھر جو زائد تھا اگر سب ہلاک ہو گیا تو وہی تین نصابوں کی زکوٰۃ اس کے ذمہ واجب ہو گی اور اگر زیادہ ہلاک ہو گیا تو یہ منصرف ہو گا اس نصاب کی طرف جو اس کے قریب ہے یعنی تیسری نصاب کے اور صرف دو نصابوں کی زکوٰۃ دے گا اور یہی حال ہے اگر نصاب اول تک ہلاک پہنچے کذا قالہ الشامی بخلاف المستہلک بعد الحول لوجوبہ التعدی منہ ومنہ مالو حبسہا عن العلف او الماء حتی ہلکت فیضمن بدائع بخلاف اس صورت کے کہ فصد اہلاک کر دے بعد برس گذرنے کے کیونکہ تعدی اس کی طرف سے پائی گئی اور تعدی میں شمار کیا جاوے گا اگر جانوروں کو گھاس یا پانی نہ دیا اور باندھ رکھا یہاں تک کہ ہلاک ہو گئے پس زکوٰۃ کا ضمان دے گا بدائع والثانی بعد القرض والاعارۃ واستبدال مال التجارۃ بمال التجارۃ ہلاک ولغیر مال التجارۃ والسائمۃ بالسائمۃ استہلاک اور کم ہونا مال کا بعد قرض دینے کے یا عاریت کے یا بدلنے مال کے بدلے مال کے ہلاک شمار کیا جاتا ہے اور بدلنا مال کا اور کسی چیز کے ساتھ سوائے مال تجارت کے یا سائمہ کا بدلے سائمہ کے بمنزلہ استہلاک کے ہے م حکم نقود کا حکم مال تجارت کا ہے یعنی مثلاً کسی شخص کے پاس ہزار درہم ہیں پھر اس کے بدلے ایک غلام تجارت کا مول لیا یا اور کچھ اسباب تجارت کا خریدا پھر وہ ہلاک ہو گیا تو زکوٰۃ ساقط ہو گئی اور اگر غلام خدمت کا خریدا تو ساقط نہیں ہوتی

Marfat.com

اور بہتر یہ ہے کہ لفظ بالسائمہ ساقط کر دیا جاوے تاکہ شامل ہو استبدال سائمہ کو غیر سائمہ سے درم ہوں یا عروض کیونکہ زکوۃ متعلق ہوتی ہے عین کے ساتھ ادا و بالذات اور عین بدل گیا پس جب ہلاک ہو گیا عین یعنی سائمہ بدلا ہوا تو واجب ہوگی زکوۃ اور پوشیدہ نہ رہے کہ یہ اس وقت ہے کہ بعد برس کے استبدال کرتا ہو لیکن جب برس کے اندر استبدال کر لیا تو جب تک اس عوض پر برس نہ گذرے گا زکوۃ واجب نہ ہوگی یا یہ کہ اس کے پاس ان دراہم ثمن کے سوا اور دراہم ہوں تو ان کے ساتھ ملا کر سب کی زکوۃ دے کذا فی الشامی وجاز دفع القیمۃ فی زکوۃ وعشر وخراج وفطرۃ ونذر وکفارۃ غیر الاعتاق وتعتبر القیمۃ یوم الوجوب وقالا یوم الاداء وفی السوائم یوم الاداء اجماعا بوالاصح اور جائز ہے دینا قیمت کا زکوۃ میں اور عشر میں اور خراج میں اور فطرہ میں اور نذر میں اور اس کفارہ میں جو سوائے آزاد کرنے کے ہو یعنی جائز ہے قیمت دینی اگرچہ شئ واجب ہی اس کے پاس موجود ہو مثلاً تیس بکریاں موٹی جو چار بکریوں اوسط کی برابر ہوں ان چار کے عوض دے دیوے تو جائز ہے لیکن نصاب کیلی میں یا وزنی میں جب جنس کے بدلے جنس دیوے تو ان کی قیمت معتبر نہیں ہوتی مثلاً چار کیل اچھے گیہوں بدلے پانچ کیل ناقص گیہوں کے یا چار درم جید بدلے پانچ درم بطے کے دینے جائز نہیں اور اگر غیر جنس کے ساتھ قیمت کر کے دے تو جائز ہے قالہ الشامی اور قیمت وہ معتبر ہے کہ جو روز وجوب زکوۃ کے ہو اور صاحبین کے نزدیک اس دن کی جس روز ادا کرتا ہے اور سوائم میں بالاتفاق یوم الادا کی قیمت معتبر ہے یہی اصح ہے ویقوم فی البلد الذی المال فیہ ولو فی مفازۃ ففی اقرب الامصار الیہ فتح اور مال کی قیمت وہاں کی چاہیے جس شہر میں مال ہے اور اگر جنگل میں ہے تو جو شہر وہاں سے قریب ہو کذا فی الفتح اور اگر ایک غلام کو کسی شہر میں بھیجا تجارت کے لیے تو اس کی قیمت اس شہر کی معتبر ہوگی نہ مالک کے شہر کی بحر والمصدق لایاخذ الا الوسط وہو اعلی الادنی وادنی الاعلی ولو کلہ جیدا فجید اور زکوۃ لینے والا نہ لیوے مگر اوسط اور اوسط وہ ہے کہ اعلی سے کم درجہ کی ہو اور ادنی سے زیادہ درجہ کی اور اگر سب اعلی قسم کے ہوں تو اعلی ہی لیوے م یعنی اگر بنت لبون مثلاً اس پر واجب ہوئی ہے تو سب بنت لبونوں سے اچھی چھانٹ کر نہ لیوے اور نہ سب سے بری لیوے وان لم یجد المصدق کذا ان وجد فالقید اتفاقی ما وجب من ذات سن ودفع المالک الادنی مع الفضل جبرا علی الساعی لانہ دفع بالقیمۃ او دفع الاعلی ورد الفضل بلا جبر لانہ شراء فیشترط فیہ الرضا وہو الصحیح سراج اور اگر زکوۃ کے مال میں مصدق اس عمر کا سائمہ نہ پاوے جو زکوۃ میں واجب ہوا ہے اور یہی حکم ہے اگر اس عمر کا یا اس صفت کا مال میں موجود ہو پس قید نہ پانے کی اتفاقی ہے تو مالک ادا کرے ادنی درجہ کا مع زیادتی کے زور سے مصدق پر اس لیے کہ یہ ادائے قیمت ہے بیع نہیں ہے یا اعلی درجہ کا ادا کرے اور زیادتی واپس کرے بغیر جبر کے اس لیے کہ اس صورت میں مصدق مشتری ہے پس اس کی رضامندی ضرور ہے یہی صحیح ہے کذا فی السراج او دفع القیمۃ ولو نفع ثلث شیاہ سمان عن اربع وسط جاز یا مالک قیمت دیوے اور اگر تین بکریاں فربہ بدلے چار اوسط بکریوں کے دے دیوے تب بھی جائز ہے والمستفاد ولو بہبۃ او ارث وسط الحول یضم الی نصاب من جنسہ فیزکیہ بحول الاصل اور جو مال درمیان برس کے حاصل ہوا گرچہ بذریعہ ہبہ کے ہو یا وراثت کے وہ ملایا جاوے اس کے جنس کی نصاب کے ساتھ پھر اس کی زکوۃ دی جاوے اصلی نصاب کے برس کی تمامی پر مع سوائم میں بچوں کا بڑھنا درمیان سال کے اور تجارت کے مال میں نفع کا ہونا سب کا یہی حکم ہے جو مذکور ہوا بشرطیکہ اس کے پاس پہلی نصاب پوری ہو اور اگر پہلی نصاب پوری نہ ہو تو جس وقت سے مع بچوں یا مال مستفاد کے نصاب پوری ہوا اس وقت سے برس روز کے بعد زکوۃ واجب ہوگی بخلاف اس صورت کے کہ شروع سال میں نصاب پوری ہو پھر بیچ میں ناقص ہو گئی پھر سال تمام پر پوری ہو گئی تو اس بیچ کے نقصان کا اعتبار نہیں ہمارے نزدیک اور اس سے بھی معلوم ہوا کہ اصل کی بقا ضرور ہے یہاں تک کہ اگر اصل نصاب ضائع ہو گئی تو مستفاد کا برس نئے سر سے شمار کیا جاوے گا پھر اگر ایک روز پہلے بھی اصلی نصاب میں سے کچھ ہاتھ آوے تو کل کی زکوۃ مستفاد سمیت

Marfat.com

دلیے ولوادی زکوٰۃ نقدہ ثم اشتری بہ سائمۃ لاتغنم اور اگر اپنے نقد کی زکوۃ دے کر اس کے بدلے سوائم خرید کرے تو یہ سوائم ملائے نہ جاویں گے م صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس کچھ سوائم اور کچھ نقد مال ہے اس نے بعد ادائے زکوۃ نقد کے اس کے بھی سوائم خرید لیے تو ان نو خرید سوائم کو پہلے سوائم میں نہ ملایا جاوے گا بلکہ ان کا برس جدا ہوگا امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک ملانا چاہیے اور ایسے ہی اگر سائمہ کی زکوۃ دے کر نقد کے بدلے بیچا برخلاف اس کے کہ اگر ادا کیا عشر غلہ یا زمین کا یا صدقہ فطر غلام کا پھر اس کو بیچ ڈالا تو قیمتیں بالاتفاق اصلی نصاب نقد کے ساتھ ملائی جاویں گی اور فرق امام صاحب کے نزدیک یہ ہے کہ ثمن سائمہ کا مال زکوۃ کا بدل ہے اور بدل کو حکم مبدل منہ کا ہوتا ہے پس اگر ملایا جائے گا تو تکرار زکوۃ کا لازم آوے گا ولوله نصابان مما لم یضم احدہما کثمن سائمۃ مزکاۃ والف درہم ورث الفاضمت الی اقربہما حولا دفع کل یضم الی اصلہ اور اگر اس کے پاس دو نصابیں ایسی ہیں کہ نہیں ملائی جاتیں جیسے ثمن سائمہ زکوۃ دی ہوئی کا اور ہزار درہم اور وراثت میں ملے اس کو ایک ہزار نو سو ورانت کے اس کے ساتھ ملائے جائیں گے جس کا عنقریب برس پورا ہونے والا ہے اس لیے کہ ملانے میں تو دونوں برابر ہیں مگر قرب کی جہت سے قریب کو ترجیح ہے اور اس میں فقیروں کا فائدہ ہے کذا فی الشامی اور فائدہ ہر ایک کا اس کی اصل کے ساتھ ملایا جاوے یعنی اگرچہ اس کا برس پورا ہونے میں دیر ہو کیونکہ فائدہ اپنی اصل کے تابع ہے اور یہی حکم ہے بچے کا سوائم میں اخذ البغاۃ والسلاطین الجابرۃ زکوۃ الاموال الظاہرۃ کالسوائم والعشر والخراج لااعادۃ علی ارباہا ان صرف الماخوذ فی محلہ الآتی ذکرہ والا یصرف فیہ فعلیہم فیما بینہم وبین اللہ اعادۃ غیر الخراج لانہم مصارفہ اگر باغیوں نے اور ظالم بادشاہوں نے اموال ظاہری کی زکوۃ لی جیسے سوائم اور عشر اور خراج پس مالکوں کے ذمے دوبارہ دینا لازم نہ ہوگا بشرطیکہ انہوں نے اس کو صرف کیا ہو صرف کے موقع پر جس کا بیان باب المصرف میں آوے گا یعنی فقیروں وغیرہ کو دیا ہو اور اگر اپنے موقع پر صرف نہیں کیا تو مال والوں کے ذمے دیانت کی راہ سے پھر دینا لازم ہے سوائے خراج کے کہ اس کا اعادہ لازم نہیں اس لیے کہ وہ لوگ خراج کے مصرف ہیں کیونکہ خراج حق مقاتلین کا ہے اور اہل یعنی اہل حرب سے مقاتلہ کرتے ہیں م مال ظاہری وہ کہلاتا ہے جس کی زکوۃ حاکم اہل اسلام لیتا ہے یا جو اس عشر دینے والے کے سامنے آوے واختلف فی الاموال الباطنۃ ففی الولوالجیۃ وشرح الوہبانیۃ المفتی بہ عدم الاجزاء اور اختلاف ہے اموال باطنہ میں پس ولوالجیہ میں اور شرح وہبانیہ میں ہے کہ مفتی بہ عدم کفایت ہے م مال باطن نقود اور اسباب تجارت کو کہتے ہیں یعنی اگر مال باطن کی زکوۃ باغیوں نے لے لی تو فتوی اس پر ہے کہ مالک کی طرف سے کافی نہ ہوگی اس کو پھر سے ادا کرنی چاہیے مگر یہ شرط ہے کہ عاشر کے سامنے نہ لی گئی ہو ورنہ مال ظاہر کی زکوۃ کا حکم ہوگا اور شارح کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ اموال ظاہری میں اختلاف نہیں حالانکہ اس میں بھی اختلاف ہے اور تفصیل اس کی شامی میں ہے وفی المبسوط الاصح الصحۃ اذا نوی بالدفع لظلمۃ زماننا الصدقۃ علیہم لانہم یاخذونہا علیہم من التبعات فقراء حتی افتی امیر بلخ بالصیام لکفارۃ عن یمینہ اور مبسوط میں ہے کہ اصح یہ ہے کہ درست ہے یعنی مالک پر دوبارہ دینا لازم نہیں جب کہ مال باطنی کی زکوۃ باغیوں اور ظالموں نے لی ہو بشرطیکہ نیت کرے ظالموں کے دینے سے ان کے اوپر صدقہ کرنے کی اس واسطے کہ وہ لوگ فقیر ہیں بسبب ان حقوق کے جو ان کے ذمے ہیں لگے ہیں اور اسی واسطے فتوی دیا گیا امیر بلخ کا کفارہ یمین میں کہ روزے رکھے م امیر بلخ یعنی موسی بن عیسی بن ہامان خراسان کے والی نے محمد بن سلمہ سے سوال کیا اپنے قسم کے کفارہ دینے سے پس محمد بن سلمہ نے روزے رکھنے کا فتوی دیا حالانکہ کفارہ قسم دس مسکینوں کو کھانا یا کپڑا دینے کا یا بردہ آزاد کرنے کا ہے اور جب یہ امور میسر نہ ہوں تو روزے رکھنے کا حکم ہے مگر چونکہ امیر مذکور کے پاس مال موجود لوگوں کے حقوق سے زائد نہ تھا اس لیے اس کو فقیر بے دسترس تصور کیا گیا فتح القدیر میں ہے کہ اس تقدیر پر اگر کسی نے وصیت کی کہ ثلث مال اس کا فقرا کو دیا جائے پھر فوت ہو گیا سلطان ظالم کو تو اس کی وصیت ادا ہو گئی ولو اخذہا الساعی جبرا لم تقع زکوۃ لکونہا بلا اختیار ولکن یجبر بالحبس لیؤدی

Marfat.com

بنفسہ لان الاکراہ والنیابۃ فی الاختیار اور اگر رب المال نے زکوۃ کو بجبر تو زکوۃ نہ ہوگی کیونکہ اس میں اختیار نہ ہوا اور زکوۃ دینے میں نیت اور اختیار ضروری ہے لیکن مالک مال کا قید کیا جاوے تاکہ خود بخود ادا کرے اس واسطے کہ دباؤ دینا اختیار کے منافی نہیں م محتصر کرخی میں ہے کہ اگر امام نے صدقہ بجبر لے کر مصرف میں صرف کیا تو کفایت کرتا ہے اس لیے کہ امام کو ولایت اخذ مال کی ہے تو اس کا لے لینا مالک کے دینے کے قائم مقام ہوگیا بحرالرائق میں ہے کہ مفتی بہ تفصیل ہے یعنی اگر اموال ظاہری میں سے لیا ہو تو فرض ساقط ہو جائے گا اس واسطے کہ سلطان کو اور اس کے نائب کو ولایت اخذ مال کی ہے اور اگر اموال باطنی میں سے بزور لیا ہو تو ساقط نہ ہوگا فی تجنیس المفتی بہ سقوط فی الاموال الظاہرۃ الا السائمۃ اور تجنیس میں ہے کہ حاکم جابر کو دینے کی صورت میں مفتی بہ یہ ہے کہ زکوۃ ساقط ہو جاتی ہے اموال ظاہری میں نہ باطنی میں م **ولو خلط السلطان المال المغصوب بمالہ ملکہ فتجب الزکوۃ ویورث عنہ** لان الخلط استہلاک اذا لم یمکن تمییزہ عند ابی حنیفۃ وقولہ ارفق اذ قلما یخلو مال عن غصب اور اگر ملایا بادشاہ نے بیعنا ہوا مال اپنے مال میں تو اس کا مالک ہو جاوے گا پس زکوۃ واجب ہوگی اور مرنے کے بعد وراثت بھی جاری ہوگی اس لیے کہ خلط کرنا اس طرح کہ تمیز ممکن نہ ہو نزدیک امام صاحب کے بمنزلہ قصداً ضائع کرنے کے ہے یعنی جب استہلاک ثابت ہوا تو ضمان اس کا لازم آیا اور مغصوب کا مالک ہونا ضمان کے عوض لازم ہوا اور امام کے قول میں لوگوں کے لیے سہولت ہے اس واسطے کہ کم تر کوئی مال غصب سے خالی ہوتا ہے اور صاحبین کے نزدیک ضمان نہیں لازم ہوتا اور جب ضمان لازم نہ ہوا تو ملک بھی ثابت نہ ہوئی اور وراثت بھی جاری نہ ہوئی کیونکہ وہ مال مشترک ہے اور اس میں سے صرف حصہ میت کی میراث جاری ہوگی وہذا اذا کان لہ مال غیر ما استہلکہ بالخلط منفصل عنہ لو فی دینہ والا فلا زکوۃ کما لو کان الکل خبیثا کما فی النہر عن الحواشی السعدیۃ اور خلط کی جہت سے زکوۃ واجب ہونا اس صورت میں ہے کہ اس کے پاس جدا مال سوا اس کے جس کو خلط سے ہلاک کیا ہے اتنا ہو کہ اس کے دین کو کافی ہو ورنہ زکوۃ نہیں لازم آوے گی جیسا اس صورت میں کہ کل مال خبیث ہو کذا فی النہر عن الحواشی السعدیۃ م یعنی جب خبیث مال نصاب کو پہنچ جاوے تو زکوۃ لازم نہ ہوگی کیونکہ اس مال کو بتمامہ تصدق کرنا واجب ہے بعض کا صدقہ دینا کیا کام کرے گا کذا فی القنیۃ وفی شرح الوہبانیۃ عن البزازیۃ انما یکفر اذا تصدق بالحرام القطعی اما اذا اخذ من انسان مائۃ ومن آخر مائۃ وخلطہا ثم تصدق لا یکفر لانہ لیس بحرام قطعی لاستہلاکہ بالخلط اور وہبانیہ کی شرح میں نقلاً عن البزازیہ یہ ہے کہ آدمی اسی صورت میں کافر ہوتا ہے کہ حرام قطعی کو صدقہ دیوے یعنی بہ نیت حصول ثواب کہ حلال جاننے پر مبنی ہے لیکن جب لیے ایک سے سو اور دوسرے سے سو پھر ان کو ملا دیا پھر سب کو تصدق کیا تو کافر نہ ہوگا کیونکہ یہ دو سو حرام قطعی نہیں اس لیے کہ خلط کی وجہ سے گویا اس نے اس کو ہلاک کر دیا اور بوجہ وجوب ضمان اس کا مالک بن گیا م شارح نے صرف عدم کفر پر اقتصار کیا اس میں اشارہ ہے کہ مال مخلوط میں تصرف کرنا بدون ادائے ضمان کے جائز نہیں اگرچہ خلط کی وجہ سے مالک ہوگیا ظہیریہ میں ہے کہ کسی شخص نے مال حرام میں سے کسی فقیر کو کچھ دیا ثواب کی توقع سے تو کافر ہوا اور اگر فقیر جانتا ہو اور دعا دی اور معطی نے آمین کہی تو دونوں کافر ہوگئے اور شرح وہبانیہ میں ہے کہ اگر غیر شخص آمین کہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا حال بھی یہی ہے اور آدمی اس سے غافل ہیں اور جہال اس میں مبتلا پس شارح نے حرام قطعی کی قید لگا کر گویا ظہیریہ کے کلام کو مفید کر دیا اور ظاہر کر دیا کہ مراد حرام سے حرام قطعی ہے جس میں کافر ہوتا ہے کذا فی الشامی **ولو عجل ذو نصاب زکوۃ سنین اولنصب صح لوجود السبب** وکذا لو عجل عشر زرعہ او ثمرہ بعد الخروج قبل الادراک اور اگر نصاب والا زکوۃ پیشگی چند سال کی ادا کرے یا چند نصابوں کی زکوۃ ادا کر دے تو درست ہے کیونکہ سبب زکوۃ یعنی نصاب موجود ہے اور ایسا ہی اگر عشر کھیتی کا یا ثمار کا پیشگی ادا کر دے نکلنے کے بعد یا پکنے سے پہلے تو درست ہے م یعنی اگر کسی کے پاس تین سو درہم ہیں اور اس نے دو سو درہم کی زکوۃ سو درہم بیس برس کے لیے ادا کیے تو درست ہے یا یہ کہ سو درہم ادا کیے بہ نیت دو سو درہم نصاب موجودہ ۱۹۰ نصاب غیر موجود کے پھر اس برس میں دے نصابوں اس کے پاس موجود ہو گئیں تو درست

Marfat.com

ہے اور اگر اس برس میں موجود نہ ہو بیس تو زکوۃ علیحدہ ضرور ہے اور وہ سو درم زکوۃ نصاب موجود کی یعنی دو سو درم کی بیس برس کے لیے ہو جاویں گے جیسا۔ پہلے مسئلہ میں تھا کذا فی الشامی واختلف فیہ قبل النبات وخروج الثمرۃ والاظہر الجواز وکذا لو عجل خراج رأسہ ونمامہ فی النہر اور اختلاف ہے اس صورت میں کہ پیشگی دے پہلے کھیتی اگنے سے اور پھل نکلنے سے اور ظاہر یہ ہے کہ جائز ہے اور ایسے ہی اگر خراج جو سر اسم ذمیوں پر لگایا جاتا ہے اپنی طرف سے کئی برس کا پیشگی ادا کرے تو جائز ہے اور اس کا پورا بیان نہر الفائق میں ہے م قہستانی میں کہا کہ ایسے ہی تعجیل خراج زمین کی چند سال کے لیے جائز ہے قولہ وکذا لو عجل معطوف ہے ولو عجل ذو نصاب پر وان وصیۃ الیسر الفقیر قبل تمام الحول ادعات ادار تد ذلک لان المعتبر کونہ مصرفا وقت الصرف الیہ لا بعدہ یعنی نصاب کی پیشگی ادا کرنا جائز ہے اگرچہ فقیر قبل پورا کرنے برس کے تو انگر ہو جاوے یا مرجاوے یا مرتد ہو جاوے اس لیے کہ فقیر کا مصرف ہونا اس وقت معتبر ہے جب زکوۃ اس کو دی جائے دینے کے بعد کا اعتبار نہیں ولو غرس فی ارض الخراج کرما فما لم یتم الکرم کان علیہ خراج الزرع مجمع الفتاوی اور اگر خراجی زمین میں انگور بوئے تو جب تک انگور پورے نہ ہوں اس کے ذمہ خراج کھیتی کا لازم ہوگا اس لیے کہ انگور بونے کی وجہ سے زمین زرعی کو گویا معطل کر دیا تو کھیتی کا خراج واجب ہوا یہاں تک کہ انگور پھل لاوے اس وقت خراج انگور کا اس کے ذمے ہوگا اور کھیتی کا خراج فی جریب ایک صاع اور ایک درم ہے اور انگور کا خراج دو درم ہیں اور یہ مسئلہ عشر وخراج کے مسائل میں چاہیے یہاں تبعاً ذکر کر دیا ہے کذا فی الشامی ولا شیٔ فی مال صبی وتکسر بفتح اللام نسبۃ لبنی تغلب بکسرہا قوم من نصاری العرب وعلی المرأۃ ما علی الرجل منہم لان الصلح وقع منہم کذلک اور نہیں ہے زکوۃ تغلبی لڑکوں کے مال میں بنی تغلب بفتح لام اور کسرہ بھی جائز ہے منسوب بنی تغلب کی طرف لام کے کسرہ سے کہ ایک قوم ہے عرب کے نصاری میں سے اور ان کی عورتوں پر بھی اسی قدر لازم ہے جس قدر ان کے مردوں پر یعنی نصف العشر اور ان کے لڑکوں کے مال میں زکوۃ نہیں مگر عشر لیا جاتا ہے دونا مسلمان کے لڑکوں کی نسبت اس واسطے کہ تغلبیوں سے اسی طرح صلح ٹھہری تھی ویؤخذ من زکوۃ السائمۃ الوسط لا الہرم ولا الکرائم اور سوائم کی زکوۃ میں اوسط لیا جاوے نہ بہت بڈھا نہ بہت پڑھکا اور اس کا مذکور پہلے ہو چکا یعنی نہ دودھ پلاتی لی جاوے نہ گابھن نہ وہ کہ گلہ میں نسل کے لیے رہتا ہے ولا تؤخذ من ترکتہ لغیر وصیۃ تعقد شرطہا وہو الیتہ وان اوصی بہا اعتبرت من الثلث الا ان یجیز الورثۃ اور زکوۃ نہ لی جاوے ترکہ میت سے بدون اس کی وصیت کے کیونکہ شرط زکوۃ کی نیت ہے اور وہ معدوم ہے اور اگر میت وصیت کر کے مرا ہو تو ثہائی سے معتبر ہوگی نہ کل مال سے مگر یہ کہ وارث کل مال سے دینا جائز رکھیں وحولہا ای الزکوۃ قمری بحر عن القنیۃ لا شمسی ویبنی الفرق فی الغنیۃ اور ادائے زکوۃ میں جو سال معتبر ہے وہ قمری ہے نقل کیا ہے بحر میں قنیہ سے نہ سال شمسی اور ان میں فرق بالغنیہ میں آوے گا یعنی سال قمری ۳۵۴ روز کچھ اوپر سے اور سال شمسی اسی سے گیارہ روز زیادہ ہے شک انہ ادی الزکوۃ او لا ویہا لان وقتہا العمر اشباہ مال دار کو شک ہوا کہ زکوۃ ادا کی یا نہیں تو اس کو ادا کرے اس لیے کہ زکوۃ کا وقت تمام عمر ہے کوئی وقت مقرر نہیں کہ بعد اس کے قضا کہلا دے کذا فی الاشباہ م بحر میں واقعات سے منقول ہے کہ فرق ہے اس میں اور نماز کے شک میں وقت گزرنے کے بعد اور یہاں کے مسئلہ کی نظیر یہ ہے کہ نماز کا وقت موجود ہے اور مصلی کو شک ہوا کہ نماز پڑھی یا نہیں تو اس صورت میں یہ اعادہ لازم ہے

باب زکوۃ المال

یہ باب ہے زکوۃ مال کے بیان میں ال فیہ للعہد فی حدیث ہاتوا ربع عشر اموالکم فان المراد بہ غیر السائمۃ لان زکوۃ غیر مقدرہ بہا الف لام زکوۃ المال میں عہد کا ہے ایما اس مال کی طرف کہ حدیث شریف میں ہاتوا ربع عشر اموالکم[1]

[1] دو اپنے مالوں کا چالیسواں حصہ ۱۲

Marfat.com

ہیں مذکور ہے اور وہاں مراد مال غیر سائمہ ہے اس واسطے کہ سائم میں زکوۃ چالیسواں حصہ مقرر نہیں ہے م یہ جواب ہے اس کا کہ کہتے ہیں مال وہ ہے جس سے تونگری حاصل ہو پس شامل ہوگا سوائم کو بھی اور اس سوال کا جواب اس طرح بھی دیا گیا ہے کہ مراد مال سے مال عرفی ہے اور عرفاً نقد اور اسباب کو مال کہتے ہیں نہ سوائم کو کذا فی الشامی **نصاب الذہب عشرون مثقالاً والفضۃ مائتا درہم کل عشرۃ دراہم وزن سبعۃ مثاقیل الدینار عشرون قیراطا والدرہم اربعۃ عشر قیراطا والقیراط خمس شعیرات فیکون الدرہم الشرعی سبعین شعیرۃ والمثقال ماۃ شعیرۃ فھو درہم وثلثہ** - اسباع درہم سونے کی نصاب بیس مثقال ہے اور چاندی کی دو سو درہم ہر دس درہم بوزن سات مثقال کے اور دینار بیس قیراط کا ہے اور درہم چودہ قیراط کا اور قیراط پانچ جو کا تو درہم شرعی اس حساب سے ستر جو کا ہوا اور مثقال سو جو کا پس مثقال مساوی ایک درہم اور تین ساتویں حصہ درم کا بوام نصاب سونے کی بیس مثقال یعنی ۷½ تولہ وزن دہلی اور نصاب چاندی کی ۲۰۰ درہم یعنی ۱۴۰ مثقال ۵۲½ تولہ جس کے ۵۴ روپے بحساب فی روپیہ ۱۱½ ماشہ اور ۵۲ روپیہ بحساب ۱۱½ اور ۵½ روپیہ یعنی ۵۴ روپے ۲ آنے ۸ پائی تقریباً بحساب ۱۱½ ماشہ رتی زیادہ یعنی ۱۱ ماشہ ۳ رتی کم جو وزن چہرہ شاہی روپیہ کا ہے اور جاننا چاہیے کہ درم حضرت عمرؓ کے زمانے میں مختلف تھے بعضے دس مثقال کے دس درم بعضے چھ مثقال کے دس درم بعضے پانچ کے دس درم حضرت عمرؓ نے سب کو جمع کر کے وزن مساوی نکال لیا تو سات مثقال کے دس درم ٹھہرے اور شامی میں اس میں زیادہ گفتگو کی ہے دقیل یعتبر فی کل بلد بوزنہم وتحققہ فی متفرقات البیوع اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہر شہر میں اُن کے وزن کے موافق فتویٰ دیا جاوے اور متفرقات بیوع میں اس کی تحقیق آوے گی م شامی میں لکھا ہے اسی فتویٰ کو تسلیم کیا ہے دلوالجیہ میں اور اسی کو لیا ہے سرخسی نے اور پسند کیا ہے مجتبیٰ اور جمع النوازل اور عیون اور معراج اور خانیہ اور فتح القدیر میں پھر اس کے بعد میں کہتا ہوں کہ درم رائج الوقت کم تر نہ ہونا چاہیے اس درم سے جو حضرت کے وقت میں کم سے کم وزن کا رائج تھا یعنی وزن خمسہ کا لیکن جمہور کا قول یہ ہے کہ درم چودہ قیراط کا ہے اور اس پر کتب متقدمین ومتاخرین ہیں اور بیوع میں جو درم کی تحقیق کی ہے اس کو زکوۃ سے کچھ علاقہ نہیں بلکہ عقود سے متعلق ہے یعنی عرف میں کون سا درم مراد ہوتا ہے جب مطلق بولیں **والمعتبر وزنہا ادائہ ووجوبا لاقیمتہا** اور زکوۃ کے نصاب میں معتبر وزن سونے چاندی کا ہے باعتبار ادا کے اور وجوب کے نہ قیمت ان دونوں کی م مثلاً اگر برتن چاندی کا سو درم کے وزن کا کسی شخص کے پاس ہو اور خوبی ساخت کے اعتبار سے اس کی قیمت دو سو درم کی ہو تو اس پر زکوۃ نہ آوے گی جب تک وزن پورا دو سو درم کا نہ ہو **واللازم مبتدا فی مضروب کل منہما ومعمولہ ولو تبرا وحلیا مطلقا مباح الاستعمال ادلالو للتجمل والنفقۃ لانہا خلقا اثمانا فیہا کیف کانا** اللازم مبتدا ہے اس کی خبر آگے آتی ہے ربع عشر یعنی چالیسواں حصہ لازم ہے اس مال میں جو سونے چاندی کا سکہ ہو جیسے درم دینار روپیہ اشرفی یا اُن سے کچھ بنا ہو جیسے برتن یا تلوار کی کوتھی یا لگام اگرچہ سونے یا چاندی کی ڈلی ہو یا زیور بنایا گیا ہو ہر حال میں یعنی اس کا استعمال مباح ہو یا نہ ہو اگرچہ آرائش کے لیے بالنفقہ کے لیے رکھا ہو اس لیے کہ سونا چاندی بحسب خلقت ثمنیت کے لیے موضوع ہیں تو ان کے اوپر زکوۃ ہر صورت میں ہوگی **دنی عرض تجارۃ قیمتہ نصاب الجملۃ صفۃ عرض وہو ہنا مالیس بنقد وانما عدم صحۃ النیۃ فی نحو الارض الخراجیۃ فلقیام المانع کما قدمنا لان الارض لیست من العرض فتنبہ** اور چالیسواں حصہ لازم ہے اسباب تجارت میں جس کی قیمت نصاب کو پہنچی ہو شارح نے کہا کہ یہ جملہ صفت ہے عرض کی اور عرض سے مراد یہ ہے کہ نقد نہ ہو اور زمین خراجی میں جو نیت تجارت کی صحیح نہیں ہے وہ بسبب مانع کے ہے جیسا پہلے گذر چکا یعنی تکرار زکوۃ کا لازم آتا ہے نہ اس جہت سے کہ زمین پر اطلاق عرض کا نہیں ہوتا اس بات کو سمجھ لو **من ذہب او ورق ای فضۃ مضروبۃ فافادان التقویم انما یکون بالمسکوک عملا بالعرف** من ذہب او ورق بیان ہے نصاب کا یعنی اسباب تجارت کی قیمت نصاب ہو سونے مضروب یا چاندی سکہ لگائی ہوئی

سلہ اس طرح کہ تینوں وزنوں کا مجموعہ اکیس ہوتا ہے اور اکیس کو ۳ پر تقسیم کرنے سے سات ہوتے ہیں ۱۲

Marfat.com

سے تو اس سے معلوم ہوا کہ قیمت کرنا بجز سکہ کے دوسری چیز سے نہیں ہوتا کیونکہ یہی متعارف ہے مقوما باحدہما ان استویا فلواحدہما اروج تعین التقویم بہ قیمت کی گئی ہو نصاب مذکوران میں سے کسی ایک سے اگر دونوں برابر[1] ہوں یعنی چلن میں پس اگر ایک رواج میں زائد ہو تو قیمت کرنے کے لیے وہی متعین ہوگا دلو بلغ باحدہما نصاباً دون الآخر تعین ما یبلغ بہ اور اگر پہنچے ایک کے ساتھ قیمت کرنے سے نصاب کو نہ دوسرے کے ساتھ تو جس کے اعتبار سے نصاب کو پہنچے وہی متعین ہے قیمت کے تقرر کے لیے م مثلاً مال تجارت کی قیمت اگر چاندی سے کی جاتی ہے تو ساڑھے باون تولہ کا ہوتا ہے اور سونے سے کرتے ہیں تو تین یا چار تولہ کا ہوتا ہے تو قیمت چاندی سے لگائی جائے گی دلو بلغ باحدہما نصاباً وخمساً وبالآخر اقل تم بالانفع للفقیر سراج اور اگر پہنچے سونے چاندی میں سے ایک کے ساتھ تقویم کرنے سے نصاب اور خمس نصاب کو اور دوسرے کے ساتھ قیمت کرنے سے کم تر کو تو ان کو تقویم کریں اس کے ساتھ جو فقیروں کے حق میں نافع ہو کذا فی السراج م یعنی اگر دراہم کے ساتھ قیمت کریں تو دو سو چالیس درہم ہوں اور دنانیر کے ساتھ تیئس دینار ہوں تو دراہم کے ساتھ تقویم کریں گے کیونکہ اس میں چھ درہم لازم ہوں گے بخلاف دنانیر کے کہ ان میں واجب نصف دینار ہے کہ مساوی ہے پانچ درہم کو اور اگر دیناروں سے ۲۴ کو پہنچے اور دراہم سے ایک سو چھتیس کو تو دیناروں کے ساتھ تقویم[2] ہوگی ہدایہ میں ہے کہ شرع میں دینار دس درہم کا ہوتا ہے فتح القدیر میں کہا ہے کہ دینار کی قیمت جو دس درہم لگائے جاتے ہیں تو شرع میں ایسا ہی تھا ربع عشر خبر قولہ اللازم وفی کل خمس بضم الخاء بحسابہ ففی کل اربعین درہما درہم وفی کل اربعۃ مثاقیل قیراطان وما بین الخمس الی الخمس عفو وقالا ما زاد بحسابہ وہی مسئلۃ الکسور ربع عشر خبر ہے اللازم کی یعنی واجب سونے چاندی میں چالیسواں حصہ ہے اور ہر پانچویں حصہ نصاب میں اسی حساب سے واجب ہے یعنی ہر چالیس درم پر ایک درم اور ہر چار مثقال پر دو قیراط اور ایک خمس سے دوسری تک معاف ہے اور صاحبین کہتے ہیں کہ جتنا نصاب سے زیادہ ہو سب کی اسی حساب سے زکوٰۃ لی جاوے یعنی خمس تک کے جو کسور امام صاحب کے نزدیک معاف تھیں وہ ان کے نزدیک نہیں اور یہ مسئلہ الکسور ہے ماخوذ ہے حدیث لاتاخذ من الکسور شیا یعنی نہ لے کسروں میں کچھ کذا فی الشامی وغالب الفضۃ والذہب فضۃ وذہب وما غلب غشہ منہما یقوم کالعروض وتشترط فیہ النیۃ اور سونا یا چاندی اگر کسی ملونی کے ساتھ مخلوط ہو اور ملونی پر سونا یا چاندی غالب ہو تو اس کا حکم سونے چاندی کا ہے اس میں لف ونشر مرتب ہے یعنی اگر سونا غالب ہو تو سونے کا حکم ہے اور اگر چاندی غالب ہو تو چاندی کا حکم ہے تو اس مخلوط میں زکوٰۃ سونے چاندی کی لازم ہے یہاں تک کہ اگر بہ نیت تجارت بھی رکھا ہوگا تو زکوٰۃ نقدین کی لازم ہوگی نہ عروض کی اور اگر ملونی نقدین پر غالب ہو تو اس کی قیمت کی جاوے گی مثل اور اسباب تجارت کے بشرطیکہ تجارت کی نیت ہو الا اذا کان یخلص منہ ما یبلغ نصاباً او اقل وعندہ ما یتم بہ او کانت اثمانا رائجۃ وبلغت نصاباً من ادنی نقد تجب زکوٰتہ فتجب والا فلا نیت شرط ہے مگر اس صورت میں کہ مخلوط میں اس قدر چاندی یا سونا جدا ہو سکتا ہے کہ نصاب کی مقدار کو پہنچے یا سونا چاندی اگرچہ نصاب سے کم ہے لیکن جس قدر نصاب میں کمی ہے اس کے پورا کرنے کو اس کے پاس کوئی تجارت کی چیز یا نقدین میں سے موجود ہے یا یہ کہ غالب الغش ثمن مروج ہوں اور قیمت میں اس ادنی نقد کے نصاب کے برابر ہوں جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو زکوٰۃ واجب ہوگی ورنہ نہیں واجب ہوگی واختلف فی الغش المساوی والمختار لزومہا احتیاطاً خانیہ ولذا لاتباع الاوزنا اور جو مال ایسا ہو کہ اس میں ملونی اور چاندی یا ملونی اور سونا دونوں برابر ہیں اس میں اختلاف ہے مختار یہ ہے کہ زکوٰۃ لازم ہے احتیاطاً کذا فی الخانیہ اور اسی جہت سے اس کی بیع بغیر وزن کے نہیں جائز ہے تاکہ ربوا لازم نہ آوے واما الذہب المخلوط بفضۃ فان غلب الذہب فذہب والا فان بلغ الذہب او الفضۃ نصابا وجبت اور سونا جو چاندی میں مخلوط ہو

[1] یعنی اگر چاندی اور سونے کا سکہ برابر چلتا ہو تو دونوں میں سے ایک کے ساتھ دام لگانے سے اسباب کی قیمت نصاب میں ہونی چاہیے اور اگر سو روپیہ مثلاً بہت مروج ہو اشرفی اس قدر نہ چلتی ہو تو سو روپیہ سے دام لگایا جائے گا نصاب معلوم کرنے کے لیے [2] کیونکہ دیناروں کے حساب سے چھ لازم ہوں گے اور درموں کے حساب سے پانچ۔

Marfat.com

پس اگر سونا غالب ہو تو حکم سونے کا ہے اور اگر سونا غالب نہ ہو پس اگر سونا یا چاندی نصاب کو پہنچے تو واجب ہے م شمنی میں اس طرح تقریر کی ہے کہ اگر پگھلا لیا سونا چاندی کے ساتھ پس اگر سونا نصاب کو پہنچے تو کل زکوۃ سونے کی دی جاوے گی سونا غالب ہو یا مغلوب اس لیے کہ وہ عزیز ہے اور اگر سونا نصاب کو نہ پہنچے پھر اگر چاندی نصاب کو پہنچ گئی تو کل کی زکوۃ چاندی کی ہوگی میں کہتا ہوں کہ صورت سونے چاندی کے مخلوط ہونے کی بارہ طرح ہو سکتی ہے یا یہ کہ سونا غالب ہو یا مغلوب یا برابر اور ہر صورت میں یا دونوں حد نصاب کو پہنچیں یا نہ پہنچیں سونا فقط نصاب ہو یا چاندی فقط نصاب ہو ان میں دو صورتیں ممتنع ہیں ایک یہ کہ سونا غالب ہو اور چاندی فقط نصاب کو پہنچے دوسرے یہ کہ سونا چاندی دونوں برابر ہوں اور چاندی فقط نصاب کو پہنچے باقی دس صورتیں ممکن ہیں اور تاتارخانیہ میں ہے کہ جب فضہ غالب ہو اور سونا مغلوب یعنی دو ثلث چاندی اور ایک ثلث سونا یا زیادہ تو کل حکم چاندی کا نہ ہوگا کیونکہ سونا قیمتی چیز ہے اپنے سے کم تر کا تابع نہیں ہو سکتا بخلاف اس کے کہ سونا غالب ہو اس سے یہ معلوم ہوا کہ جب چاندی نصاب کو پہنچے اور سونا نصاب سے کم ہو اس میں چاندی کی زکوۃ لازم آنا علی الاطلاق نہیں بلکہ مقید ہے خاص اس صورت میں کہ وہ سونا مخلوط قیمت میں کم ہو چاندی سے نہیں تو کل زکوۃ سونے کی ہوگی واللہ اعلم قالہ الشامی اور اس نقشہ سے حال ہر ایک کا معلوم ہوتا ہے مع اس کے حکم کے

نقشہ چاندی سونے کے احکام کا درصورت مخلوط ہونے کے کہ زکوۃ لازم ہے یا نہیں

سونا غالب اور ہر ایک بقدر نصاب حکم سونے کا ہوگا	چاندی غالب اور ہر ایک بقدر نصاب حکم سونے کا	دونوں برابر اور ہر ایک بقدر نصاب حکم سونے کا	
سونا غالب اور فقط سونا بقدر نصاب حکم سونے کا	چاندی غالب اور فقط چاندی بقدر نصاب حکم سونے کا	دونوں برابر اور فقط سونا بقدر نصاب حکم سونے کا	
سونا غالب اور فقط چاندی بقدر نصاب ناممکن ہے	چاندی غالب اور فقط چاندی بقدر نصاب حکم چاندی کا	دونوں برابر اور فقط چاندی بقدر نصاب ناممکن	
سونا غالب اور دونوں میں سے کوئی نصاب نہیں اس میں زکوۃ نہ ہوگی	چاندی غالب اور دونوں میں سے کوئی نصاب نہیں اس میں زکوۃ نہیں	دونوں برابر اور کوئی بقدر نصاب نہیں زکوۃ نہیں	

جاننا چاہیے کہ اس میں سے وہ صورت خارج ہے کہ سونا چاندی دونوں مل کر پوری نصاب ہو جاویں تو یہ خاص صورت متن میں آوے گی وشرط کمال النصاب ولو سائتہ فی طرفی الحول فی الابتداء للانعقاد وفی الانتہاء للوجوب فلا یضر نقصانہ بینہما فلو ہلک کلہ بطل الحول وما الدین

لہ وجہ ممتنع ہونے کی یہ ہے کہ جب چاندی کی نصاب ہوگی تو دو سو درم سے کم نہ ہوگی تو اس قدر وزن کا سونا نصاب سے کم ہونا ممکن نہیں ۱۲

Marfat.com

فلا یقطع الحول ولو مستغرقا اور شرط کیا گیا ہے پورا ہونا نصاب کا سال کے اول و آخر میں شروع میں انعقاد کے لیے اور آخر میں وجوب کے لیے پس نقصان نصاب کا اثنائے حول میں مانع وجوب زکوۃ کا نہیں پھر اگر کل نصاب ہلاک ہوگئی تو برس کا حساب باطل ہوگیا یہاں تک کہ اگر دوسرا مال اسی برس میں اس کو ملا تو اس کے واسطے نیا برس شروع ہوگا کذا فی الشامی اور دین برس کو نہیں توڑتا اگرچہ دین مستغرق ہو م یہ قول امام ابو یوسف کا ہے اور امام صاحب سے بھی ایسا منقول ہے جیسا مجمع میں ذکر کیا ہے مگر شارح نے شروع کتاب الزکوۃ میں بعد قول مصنف کے فلا زکوۃ علی مکاتب ومدیون للعبد الخ بیان کیا ہے کہ دین عارض ہوجانا مثل ہلاک نصاب کے شمار کیا جاتا ہے امام محمد کے نزدیک اور اسی کو بحر میں ترجیح دی ہے کذا فی الشامی وقیمۃ العرض للتجارۃ تضم الی الثمنین لان الکل للتجارۃ وضعا وجعلا اور زکوۃ کے ادا میں اسباب تجارت کی قیمت نقدین کے ساتھ ملائی جاوے اس لیے کہ سب مال تجارت کا ہے نقدین تو بحسب اصل وضع کے اور اسباب تجارت تاجر کی نیت کرنے سے ویضم الذہب الی الفضۃ وعکسہ بجامع الثمنیۃ قیمۃ وقالا بالاجزاء اور ملایا جاوے سونا چاندی کے ساتھ یا چاندی سونے کے ساتھ باعتبار قیمت کے کیونکہ دونوں میں ثمنیت پائی جاتی ہے اور صاحبین کہتے ہیں کہ ملائی جاویں اجزا کے اعتبار سے جیسا کہ اس مثال میں ہے فلو لہ مائتا درہم وعشرۃ دنانیر قیمتہا مائتا درہم اربعون تجب ستۃ عندہ وخمسۃ عندہما فافہم پس اگر زید کے پاس سو درہم اور دس دینار موجود ہوں کہ دیناروں کی قیمت ایک سو چالیس درہم ہو تو چھ درہم امام صاحب کے نزدیک واجب ہوں گے اور پانچ صاحبین کے نزدیک م یعنی نصف نصاب چاندی کی جو سو درہم ہیں اس کی زکوۃ ڈھائی درہم ہوئی اور دس دینار جو نصف نصاب سونے کی ہے امام صاحب کے نزدیک باعتبار قیمت کے ملائے جائیں گے اور قیمت ان کی ایک سو چالیس درہم مفروض ہیں جس کی زکوۃ ساڑھے تین درہم ہوئے پس کل زکوۃ چھ درہم ہوئی اور صاحبین کے نزدیک اجزا کے اعتبار سے جمع ہوں گی یعنی نصف نصاب چاندی کی ہے اور نصف سونے کی تو ایک نصاب ہوگئی اور چونکہ ایک نصاب دو سو درہم کی ہوتی ہے تو دو سو کی زکوۃ یعنی پانچ درہم لازم ہوں گے شامی نے کہا کہ بہ تبعیت نہر الفائق شارح نے پانچ درہم کہے حالانکہ صورت مفروضہ میں صاحبین کے نزدیک بھی چھ درہم ہوتے ہیں کیونکہ ہر نصف نصاب سے چالیسواں حصہ لازم ہے تو دس دینار کا چالیسواں حصہ دینار کی چوتھائی ہے اور یہاں دینار چودہ درہم کا مفروض ہے تو اس کی چوتھائی ساڑھے[1] تین درہم ہوئے جس کو سو درہم کی زکوۃ میں ملانے سے چھ درہم ہوتے ہیں اور شارح نے فافہم کہنے سے قول کافی کا رد کیا جو یہ کہتے ہیں کہ امام صاحب کے نزدیک وجوب اجزائے کے پورا ہونے سے ہے قیمت کا اعتبار نہیں چنانچہ اگر کسی کے پاس سو درہم اور دس دینار ہوں جن کی قیمت سو درہم سے کم ہو تو زکوۃ واجب ہے حالانکہ قیمت کے اعتبار سے دو سو درہم نہیں مگر اجزا کے اعتبار سے نصف سونے کی اور چاندی کی مل کر پوری نصاب ہے اور یہ قول کافی کا غلط ہے اس لیے کہ وجوب امام صاحب کے نزدیک قیمت ہی کی جہت سے ہے اور مثال بالا میں ہر چند نصاب چاندی کی پوری نہیں مگر جب سو درہم کے دینار بنائے جائیں تو دس دینار ہو کر کچھ بچ رہے گا تو سونے کی نصاب پوری ہوجائے گی غرض کہ امام صاحب کے نزدیک قیمت کے اعتبار سے یہ مراد نہیں کہ دونوں نصاب پوری ہوسکیں بلکہ یہ غرض ہے کہ دونوں میں سے کسی کی پوری ہوجائے کذا فی الطحطاوی بتصرف ولا تجب الزکوۃ عندنا فی نصاب مشترک من سائمۃ ومال تجارۃ اور نہیں واجب ہوتی زکوۃ ہمارے نزدیک نصاب مشترک میں خواہ سائمہ ہو یا مال تجارت م نصاب مشترک سے مراد یہ کہ جدا جدا ہر شخص کا مال زکوۃ کے لائق نہیں بلکہ جب دونوں کا مال ملا دیں تو نصاب ہوتی ہے وان صحت الخلطۃ فیہ ای فی النصاب باتحاد اسباب الاسامۃ التسعۃ التی یجمعہا ادم من یشفع دریاء فی شروح الجمع اگرچہ ملانا درست ہوگیا ہو نصاب میں بسبب متحد ہونے سببوں چرائی کے جو عدد میں نو ہیں جس کی طرف ایما کرتا ہے جملہ ادم من یشفع کا اور اس کا بیان شروح مجمع میں ہے م عندنا کے لفظ سے اشارہ ہے طرف خلاف امام شافعی کے کہ ان کے نزدیک زکوۃ واجب ہے اور

[1] کیونکہ اس کی قیمت ۱۴ فرض کی گئی ہے ۱۲

Marfat.com

اسباب تسعہ کہا حقیقت میں شروط تسعہ ہیں مجازاً شرط کو سبب کہا اور ادمن یشفع میں ہمزہ اشارہ ہے طرف ابلت کے یعنی دونوں شریک ابل ہوں وجوب زکوۃ کے اور واو اشارہ ہے وجود اختلاط کی طرف شروع سال میں اور صاد قصد اختلاط کی طرف یعنی اختلاط اختیاری ہو اور میم اتحاد مسرح کی طرف یعنی جانا دونوں مواشی کا چراگاہ میں ایک جگہ سے اور نون اشارہ اناری واحد کی طرف یعنی دودھی جس میں دودھ دوہا جاوے ایک ہو اور ی اتحاد راعی کی طرف کہ دونوں کا چرانے والا ایک ہو اور شین اتحاد مشرب کی طرف یعنی پانی پینے کا کنواں یا تالاب ایک ہو اور ف اتحاد فحل کی طرف یعنی ایک ہی نر دونوں پر پڑا ہو اور عین اتحاد مرعی کی طرف یہ شرطیں سوائم کے اختلاط کی ہیں اور شروط اختلاط کی مال تجارت میں کتب شافعیہ میں مذکور ہیں منجملہ ان کے یہ کہ دکان اور چوکیدار اور مکان حفاظت کا علیحدہ نہ ہو کذا فی الشامی **وان تعدد النصاب تجب اجماعاً وتیسر اجعان بالحصص وبیانہ فی الھدایہ** اور اگر نصاب متعدد ہو تو بالاجماع زکوۃ واجب ہے یعنی اگر قبل ملانے کے ہر ایک کا حصہ جدا جدا نصاب ہے تو زکوۃ دونوں پر واجب ہے ہر ایک کے مال کی اور آپس میں ایک دوسرے پھیر لیویں بحساب حصہ اپنے مال کے اور اس کا بیان ہدایہ میں ہے ہم قاضی خان نے ہدایہ سے زیادہ بیان کیا ہے اس کی صورت یہ ہے کہ ان دونوں کے پاس ایک سو تینتیس بکریاں ہیں ایک کی دو تہائی اور ایک کی ایک تہائی پس زکوۃ واجبہ دو بکریاں ہوئیں تو ہر ایک سے ایک ایک بکری مصدق لے لے پھر دو تہائی مال والا تہائی اس بکری کی جو ایک تہائی والے نے دی ہے پھیر لے اور ایک تہائی مال والا دو تہائی اس بکری کی کہ دو ثلث والے نے دی ہے واپس لے تو ثلث ثلث کے بدلے میں مجرا ہو گا باقی رہا ایک ثلث پس ایک تہائی مال والا اس کا مطالبہ دو تہائی والے سے کرے اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ تراجع جانبین سے ہے موافق اصل باب تفاعل کے کذا فی الشامی **فان بلغ نصیب احدہما نصابا زکاہ ودن الاخر** پس اگر پہنچے حصہ ایک کا ان دونوں میں سے مقدار نصاب کو تو وہ اپنے حصہ کی زکوۃ دیوے نہ دوسرا اس کی صورت یہ ہے کہ اسی بکریاں دو شخصوں کی مشترک ہیں ایک کی ایک تہائی ایک کی دو تہائی مصدق نے ان میں سے ایک بکری لی یعنی دو تہائی والے کی زکوۃ تو ایک ثلث والا دوسرے سے بکری کی تہائی قیمت پھیر لیوے کیونکہ تہائی والے پر زکوۃ نہیں کذا فی الشامی عن المحیط ولو بینہ دبین ثمانین رجلا ثمانون شاۃ لا شئ علیہ لانہ مما لایقسم خلافا للثانی سراج اور اگر ایک شخص کے اور اسی آدمیوں کی شرکت میں اسی بکریاں ہوں یعنی نصف نصف تو اس شخص پر کچھ لازم نہیں آتا کیونکہ یہ مال مشترک اس قبیل سے ہے کہ تقسیم نہیں ہو سکتا یعنی ہر بکری کا آدھا نہیں ہو سکتا برخلاف قول امام ابو یوسف کے کذا فی السراج وثمنیں میں ہے کہ اسی بکریاں درمیان چالیس آدمیوں کے مشترک ہیں اس طرح کہ ایک شخص کی ہر بکری میں سے آدھی ہے اور دوسرا نصف باقی لوگوں میں ہے تو اس چالیس والے پر زکوۃ نہیں امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور یہی قول امام محمد کا ہے اور اگر دو ہی آدمی مشترک ہوتے دونوں پر زکوۃ واجب ہوتی اس لیے کہ اس حالت میں تقسیم ہو سکتی ہے اور پہلی صورت میں تقسیم نہیں ہو سکتی یعنی چونکہ ہر بکری نصفا نصف ہے تو تقسیم نہیں ہو سکتی بدون اتلاف کے بخلاف اس کے کہ اسی کے دو آدمیوں میں دو ٹکڑے کریں کذا فی الشامی واعلم ان الدیون عند الامام ثلثۃ قوی ومتوسط وضعیف فتجب زکوۃ ما قبض نصابا وحال الحول لکن لا فورا بل عند قبض اربعین درہما من الدین القوی کقرض وبدل مال تجارۃ فکلما قبض اربعین درہما یلزم درہم اور بجان لے کہ دیون امام صاحب کے نزدیک تین قسم کے ہیں ایک قوی دوسرا متوسط تیسرا ضعیف پس زکوۃ دیون واجب ہوتی ہے جب نصاب پوری ہو اور برس گذر جاوے لیکن علی الفور نہیں بلکہ چالیس درہم دین قوی سے قبضہ کرے اور دین قوی قرض یا مال تجارت کا بدل ہے ہر بار کہ چالیس درہم وصول کرے ایک درہم لازم آوے گا یعنی پہلے چالیس پر ایک درہم پھر جب چالیس اور وصول ہوں تو دوسرا درہم وعلی ہذا القیاس ہر چالیس پر ایک درہم ہو گا کیونکہ امام کے نزدیک کسور معاف ہیں عن الشامی **وعند قبض مائتین منہ لغیر ما ای من بدل مال لغیر تجارۃ وہو المتوسط کثمن سائمۃ وعبید خدمۃ ونحوہما مما ہو مشغول بحوائجہ الاصلیۃ کطعام وشراب وملاک** اور لازم ہے زکوۃ وقت قبضہ

Marfat.com

دو سو درہم کے بدل مال سے جو تجارت کے لیے نہ ہو اور یہ دین متوسط ہے جیسے قیمت سائمہ کی یا خدمت کے غلام کی اور مثل ان کے ان چیزوں کی کہ حوائج اصلی میں مشغول ہیں جیسے کھانا پینا املاک دغیرہ کی م املاک جمع ملک کی ہے بمعنی مملوک مطلق یہ عطف عام کا ہے خاص پر اور عرف میں راضی کو کہتے ہیں اس صورت میں یہ عطف مباین کا ہے عن الشامی ویعتبر ما مضی من الحول قبل القبض فی الاصح اور لگائے جاویں گے برس کے وہ ایام جو دین متوسط کے قبض سے پہلے گذر گئے اصح روایت میں م دین متوسط میں دو روایتیں ہیں روایت اصل یہ ہے کہ زکوۃ واجب ہے اور ادا لازم نہیں یہاں تک کہ قبض کرے دو سو درہم اس وقت زکوۃ ادا کرے اور ابن سماعہ کی روایت میں امام ابوحنیفہ سے یہ ہے کہ اس میں زکوۃ واجب نہیں یہاں تک کہ قبض کرے اور برس گذرے اس واسطے کہ یہ مال زکوۃ کے قابل بعد قبض کے ہوتا ہے تو بمنزلہ اس مال کے ہے جو ابھی پیدا ہوا اور وجہ ظاہر الروایت کی یہ ہے کہ جب اس نے حاجت کی چیز کی بیع پر اقدام کیا تو گویا مال تجارت کا بیع سے پہلے کر دیا حاصل یہ ہے کہ مبنی اختلاف کا دین متوسط میں اس بات پر ہے کہ وہ مال زکوۃ کا بعد قبض کے ہوتا ہے یا قبل اس کے پہلی صورت میں ضرور ہے گذرنا برس کا بعد قبض نصاب کے اور دوسری صورت میں ابتدائے سال وقت بیع سے ہے اور اصح یہی ہے اور بعض مشیخوں سے اس جگہ خطا واقع ہوئی ہے اور دین قوی میں کچھ اختلاف روایات نہیں زکوۃ اس میں اصل مال کے برس سے واجب ہے مگر ادا اس وقت لازم ہے کہ چالیس وصول کرے کذا فی الشامی بتصرف ومثلہ مالو ورث دینا علی رجل اور دین متوسط کے مثل ہے اگر وارث ہوا اس دین کا جو کسی شخص کے ذمہ پر ہے م یعنی نصاب اس کی وقت وراثت سے معتبر ہے اور یہی ظاہر الروایت ہے تنبیہ پہلے جو مذکور ہوا کہ دین قوی اور متوسط میں ادائے زکوۃ واجب نہیں مگر بعد قبض کے اس سے معلوم ہوا کہ مورث اگر بعد چند سال کے مر گیا قبل قبض دین کے تو اس کو وصیت اخراج زکوۃ کی قبضہ ہونے پر لازم نہیں ہے کیونکہ ادا اس کے ذمے ابھی لازم ہی نہیں ہوا اور وارث کے ذمے زکوۃ لازم ہوگی کیونکہ اس کی ملکیت وراثت سے پہلے نہ تھی تو اس کا ابتدائے سال وقت موت سے ہوگا کذا فی الشامی وعند قبض مائتین مع حولان الحول بعدہ ای بعد القبض من دین ضعیف وہو بدل غیر مال کمہر ودیۃ وبدل کتابۃ وخلع اور زکوۃ لازم ہے وقت قبضہ دو سو درم کے دین ضعیف سے اور گذر جانے سال تمام کے بعد قبض کے اور دین ضعیف وہ ہے کہ بدل مال نہ ہو جیسا مہر اور دیت اور بدل کتابت اور بدل خلع ہے الا اذا کان عندہ ما یضم الی الدین الضعیف کما مر مگر جب کہ ہو اس کے پاس وہ مال کہ ملا دے دین ضعیف کے ساتھ جیسا پہلے گذر چکا م یہ استثناء ہے اشتراط حولان حول سے بعد قبض کے حاصل یہ کہ جب اس کو کچھ حاصل ہوا اور اس کے پاس پہلے سے نصاب ہے تو مقبوض کو نصاب کے ساتھ ملا کر زکوۃ ادا کرے اور مقبوض کے واسطے جدا سال بعد قبض کے شرط نہیں وقولہ کما مر اشارہ ہے المستفاد فی اثناء الحول الخ کی طرف اور مراد یہ ہے کہ یہاں جو مذکور ہے وہ اسی قاعدے میں داخل ہے ورنہ کوئی تعرض پہلے یہاں نہیں کی ولو ابرأ رب الدین المدیون بعد الحول فلا زکوۃ سواء کان الدین قویا او لا خانیہ اور اگر معاف کر دیا دین کے والی نے مدیون کو بعد برس گذرنے کے تو زکوۃ نہیں برابر ہے کہ دین قوی ہو یا نہ ہو کذا فی الخانیہ وقیدنی المحیط بالمعسر اما الموسر فهو استهلاك فلم يفد اور محیط میں عدم زکوۃ کو ابراء دائن کی صورت میں مقید کیا ہے مدیون مفلس کے ساتھ اس صورت میں ابراء بمنزلہ ہلاک کے ہوا لیکن اگر مدیون مالدار ہے تو یہ بمنزلہ قصداً ہلاک کرنے کے ہے یعنی زکوۃ واجب ہوگی یاد رکھو کذا فی البحر قال فی النہر وہذا ظاہر فی انہ تقیید للاطلاق وہو غیر صحیح فی الضعیف کما لا یخفی نہر الفائق میں کہا اور یہ یعنی قول بحر کا وقیدہ الخ ظاہر ہے اس باب میں کہ قول مذکور یعنی سواء کان الدین قویا او لا کہ دین کے اقسام ثلثہ کو شامل ہے عام نہیں ہے بلکہ مقید ہے مفلس کے ساتھ اور صحیح نہیں ہے دین ضعیف میں کیونکہ دین ضعیف میں زکوۃ نہیں واجب ہوتی مگر بعد قبض نصاب کے اور گذرنے برس کے بعد قبض کے اس صورت میں اس کا بری کرنا استہلاک ہوا وجوب سے پہلے پس زکوۃ کا ضامن نہ ہوگا اور یہی حال دین متوسط میں ہے کذا فی الشامی وتجب علیہا ای علی المرأۃ زکوۃ نصف مہر من نقد مردود بعد مضی الحول من الف کانت قبضت مہرا ثم رددت النصف بطلاق قبل الدخول فترکی الکل لما تقرر ان النقود لا تتعین فی العقود والفسوخ اور واجب ہے

Marfat.com

عورت پر زکوٰۃ نصف مہر نقد کی کہ ہٹایا گیا بعد برس روز کے اس ہزار میں سے کہ بصیغۂ مہر قبض کیا پھر ہٹایا آدھا بسبب طلاق قبل الدخول کے بس زکوٰۃ دیوے کل ہزار کی اس لیے کہ ٹھہرا ہوا قاعدہ ہے کہ نقد یعنی سونا چاندی عقود میں یعنی بیع اور اجارہ اور نکاح وغیرہ میں اور فسوخ میں یعنی اقالہ[1] اور خلع وغیرہ میں متعین نہیں ہیں م نقد کے لفظ سے احتراز ہے سائمہ سے اور شارح نے جو من نقد زیادہ کیا اس کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ من الف مصنف نے کہا ہے وہ اس مطلب کے ادا کے لیے کافی ہے صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ کسی عورت سے نکاح کیا ہزار درہم کے مہر پر اور ہزار یعنی کل مہر اس کو دے دیا اور ایک برس گذر گیا پھر شوہر نے قبل الدخول طلاق دی عورت کو نصف مہر پھیرنا پڑا تو عورت پر اس نصف مردود کی زکوٰۃ ہے مرد کے ذمے نہیں کیونکہ عقود میں نقد معین نہیں ہوتے اس نے جو قبض کیا تھا وہ اس کی ملک میں ہو گیا تھا اب جو ہٹانا پڑا تو بعینہ وہ پانچ سو ہٹائے مرد نہیں ہیں بلکہ اس کی جگہ اور پانچ سو اگر دیوے تو درست ہے اسی جہت سے زکوٰۃ اسی کے ذمے لازم ہوئی اور دین کے ذمے پر لازم ہونا بعد سال گذرنے کے مانع زکوٰۃ نہیں کذا فی الشامی تقلا عن الولوالجیۃ **وتسقط الزکوٰۃ عن موہوب لہ فی نصاب مرجوع فیہ مطلقا** سواء رجع بقضاء او غیرہ **بعد الحول** ورود الاستحقاق علی عین الموہوب دلذا لا رجوع بعد ہلاکہ اور ساقط ہوتی ہے زکوٰۃ موہوب لہ کے ذمے سے اس صورت میں کہ واہب نے بعد برس روز کے نصاب کو دے کر ہٹایا ہو بہر حال یعنی قاضی کے حکم سے ہٹایا ہو یا بغیر اس کے اس لیے کہ استحقاق شے معین موہوب پر واقع ہوا اور اسی وجہ سے بعد ہلاک موہوب کے رجوع نہیں پہنچتا قید بہ لانہ لا زکوٰۃ علی الواہب اتفاقا لعدم الملک وہی من الحیل موہوب لہ کی قید زکوٰۃ کے سقوط میں اس واسطے لگائی کہ واہب کے ذمہ بالاتفاق واجب نہیں ہے کیونکہ اس کی ملک منقطع ہو گئی تھی اور یہ سقوط زکوٰۃ کے لیے حیلہ ہے م اور اتفاقا کے لفظ میں ایما ہے کہ موہوب لہ سے زکوٰۃ ساقط ہونے میں اختلاف ہے چنانچہ امام زفر وجوب کے قائل ہیں اگر بغیر حکم قاضی پھیر دے اس لیے کہ اس نے اپنے اختیار سے اس کو دیا تو یہ جدید ہوا اور بمنزلہ مستہلک کے ہوا ہم کہتے ہیں کہ اس کو رد بہ میں اختیار نہیں ہے اگر یہ خود نہ دیتا تو وہ قاضی کے یہاں نالش کر کے بجبر لے لیتا اس وجہ سے بمنزلہ ہلاک کے ہوا نہ مستہلک کے کذا فی الشامی ومنہا ان یہب لطفلہ قبل التمام یوم اور ایک حیلہ سقوط زکوٰۃ کا یہ ہے کہ مال ہبہ کر دے اپنے لڑکے کو سال پورا ہونے سے ایک روز پہلے م اور اس قسم کا حیلہ دفع زکوٰۃ کے لیے امام محمد کے نزدیک مکروہ ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ نہیں اور محیط میں ہے کہ یہی صحیح ہے اور اول کو شیخ حمید الدین نے اختیار کیا ہے اور ایسا ہی اختلاف ہے دفع شفعہ کے حیلے میں اور کہا گیا ہے کہ فتوی شفعہ کے باب میں امام ابو یوسف کے قول پر ہے اور زکوٰۃ میں امام محمد کے قول اور یہ تفصیل اچھی اور پسندیدہ ہے کذا فی شرح درر البحار اور کتاب الشفعہ میں مصنف اور شارح نے اس کو بیان کیا ہے

باب العاشر

یہ باب ہے عشر لینے والے کے بیان میں قیل ہذا من تسمیۃ الشیء باسم بعض احوالہ ولا حاجۃ الیہ بل العشر علم لما یاخذہ العاشر مطلقا ذکرہ سعدی ای علم جنس کہا گیا ہے کہ یہ نام رکھا ہے کسی چیز کا اس کے بعض حالات کے اعتبار سے یعنی عاشر کبھی عشر لیتا ہے اور کبھی نصف العشر اور کبھی ربع العشر پس چونکہ بعض حالتیں وہ ہیں کہ جن میں عشر لیتا ہے تو اسی اعتبار سے اس کا نام عاشر رکھا گیا اور اس تکلف کی کچھ ضرورت نہیں بلکہ عشر نام ہے اس چیز کا جو عاشر مال والوں سے لیتا ہے خواہ عشر ہو یا نصف العشر ذکر کیا ہے اس کو سعدی نے یعنی یہ علم جنس ہے م شامی نے کہا کہ مناسب یہ ہے کہ اسم جنس کہا جاوے کیونکہ علم جنس میں علمیت بضرورت مانا کرتے ہیں جیسا اسامہ میں کہ معرفوں کا سا استعمال ہوتا ہے اور کوئی آلہ تعریف کا نہیں اور یہاں کوئی ضرورت علم مانتے کی نہیں ہو حر مسلم بہذا العلم حرمۃ تولیۃ الیہود علی الاعمال عاشر آزاد ہے مسلمان یعنی نہ غلام ہو نہ کافر اس سے معلوم ہوا کہ یہود کو عامل بنانا حرام ہے غیر ہاشمی لما فیہ من شبہۃ الزکوٰۃ اور عاشر ہاشمی نہ ہووے کیونکہ اس میں زکوٰۃ کا شبہہ ہے کہ ہاشمیوں کو جائز نہیں م غیر ہاشمی کی شرط عنایہ میں لگائی ہے

[1] بیع کا اقالہ بائع اور مشتری کے حق میں فسخ ہوتا ہے ۱۲ ؂

Marfat.com

اس کے سوا اور کسی کتاب میں نظر نہیں آئی اور یہ مخالف ہے اس کے جو نہایہ وغیرہ میں مذکور ہے کہ جب ہاشمی صدقات پر مقرر کیا جاوے تو اس کو اجرت لینا حلال نہیں اور اگر عامل مقرر کیا جاوے اور روزینہ کسی دوسری جگہ سے دیا جاوے یا وہ بلا اجرت تبرعاً کام کرے تو درست ہے کذا فی الشامی قادر علی الحمایۃ من اللصوص والقطاع لان الجبایۃ بالحمایۃ وہ عاشر قدرت رکھتا ہو تجارت کے بچاؤ کی چوروں اور رہزنوں سے اس لیے کہ لینا مال کا تجار سے بسبب حمایت کے ہے یعنی امام جو مال لیتا ہے تو اموال کی حفاظت کے لیے لیتا ہے نصبہ الامام علی الطریق للمسافرین خرج الساعی فانہ الذی یسعی فی القبائل لیاخذ صدقۃ المواشی فی اماکنہا مقرر کیا ہو عاشر کو امام نے راہ پر مسافروں کے لیے اس سے نکل گیا ساعی کیونکہ ساعی وہ ہے کہ جو قبائل میں جاوے تاکہ مواشی کا صدقہ مواشی کے مکانوں پر پہنچ کر وصول کرے لیاخذ الصدقات تغلیباً للعبادۃ علی غیرہا اس کو امام نے مقرر کیا ہو تاکہ وصول کرے صدقہ اور چونکہ عاشر مسلمانوں سے صدقہ وصول کرتا ہے اور کفار سے جزیہ تو تعریف میں صرف صدقہ کا ذکر کرنا ترجیح دینا ہے عبادت کو غیر عبادت پر من التجار یوزن فجار المارین باموالہم الظاہرۃ والباطنۃ علیہ لفظ تجار جمع تاجر کی جیسے فجار جمع فاجر کی یعنی عاشر وصول کرے صدقے ان تاجروں سے کہ اس پر گذریں اپنے مال سمیت خواہ مال ظاہر ہو یا باطن م مال کی دو قسمیں ہیں ظاہر اور باطن ظاہر مواشی اور جو عاشر کے پاس تاجر لے کر آوے اور باطن سونا چاندی اور مال تجارت اپنے موقع پر کذا فی البحر اور یہاں باطنہ سے مراد مواشی کے سوا ہیں بقرینہ المارین باموالہم کے ورنہ جو مال عاشر کے سامنے آیا تو وہ ایک قسم ظاہر کی ہے پس اس کو باطن کہنا مجاز ہے باعتبار پہلے حال کے کس واسطے کہ اموال باطنہ جو گھر میں ہیں اگر عاشر کو خبر بھی کرے تو ان میں سے نہیں لے سکتا جیسا بحر میں مصرح ہے اور باطنہ اور ظاہرہ کی تعمیم میں اشارہ عنایہ وغیرہ کی رد کی طرف ہے کہ مراد اموال باطنہ ہیں کیونکہ اموال ظاہرہ یعنی سوائم میں عاشر کے پاس آنے کی ضرورت نہیں بلکہ عاشر خود جاکر وصول کرتا ہے اور اشارہ اس طرح ہوا کہ یہ مبنی ہے عاشر اور ساعی میں فرق نہ کرنے پر حالانکہ ان دونوں میں فرق ہے جیسا گذر چکا کذا فی الشامی وما دونی ذم العشار محمول علی الاخذ ظلماً اور وہ جو حدیث شریف میں عاشروں کی مذمت میں وارد ہوا ہے لا یدخل صاحب مکس الجنۃ رواہ ابو داود وغیرہ) یعنی نہ داخل ہوگا عشر لینے والا جنت میں سو یہ محمول ہے ظلم سے لینے پر فمن انکر تمام الحول او قال لم انو التجارۃ او علی دین محیط او منقص للنصاب لان ما یاخذہ زکوۃ معراج وہو الحق بحر ولہذا طلقہ المصنف پس جو شخص انکار کرے برس کی تمامی کا یا کہے کہ میں نے تجارت کی نیت نہیں کی یا کہے کہ میرے ذمہ دین محیط ہے یا اس قدر دین کہ بعد ادا کے مال بمقدار نصاب نہیں رہتا شارح نے کہا کہ دین کی تعمیم اس واسطے ہے کہ عاشر جو لیتا ہے بصیغہ زکوۃ لیتا ہے کذا فی المعراج اور یہی حق ہے کذا فی البحر اور اس لیے مصنف نے دین کو مطلق رکھا او قال ادیت الی عاشر آخر وکان عاشر اخر محققا یا کہا کہ میں دوسرے عاشر کو دے چکا اور دوسرا عاشر محقق ہوا و قال ادیت الی الفقراء فی المصر لا بعد الخروج لما بانی یا کہا کہ میں ادا کر چکا فقروں کو شہر میں نہ شہر سے نکلنے کے بعد اس کی وجہ عنقریب آوے گی وحلف صدق فی الکل بلا اخراج براءۃ فی الاصح لاشتباہ الخط یعنی ان سب صورتوں مذکورہ میں اگر بیان کو بحلف موکد کرے تو مانا جاوے ۔ بدن پیش کرنے چھٹی دوسرے عاشر کے واسطے کہ خطوط مشتبہ ہوتے ہیں اصح روایت میں اور یہی ظاہر الروایت ہے کذا فی البدائع حتی لو اتی بہا علی خلاف اسم ذلک العاشر وحلف صدق وعدت عدماً یہاں تک اگر چھٹی پیش کی بر خلاف نام اس عاشر کے اور قسم کھائی تو مانا جاوے اور چھٹی کالعدم شمار کی جاوے ولو ظہر کذبہ بعد سنین اخذت منہ اور اگر ظاہر ہووے جھوٹ مال والے کا چند سال کے بعد تو زکوۃ لی جاوے اس سے الا فی السوائم والاموال الباطنۃ بعد اخراجہا من البلد یہ استثناء ہے صدق سے یعنی قول مانا جاوے لیکن سوائم میں اور اموال باطنہ میں بعد نکالنے کے شہر سے نہ مانا جاوے لانہا بالاخراج التحقت بالاموال الظاہرۃ لکان للاخذ فیہا للامام فیکون

سلہ یعنی عاشر راستوں پر مامور ہوتا ہے اور ساعی صدقات سوائم خود جاکر وصول کرتا ہے ۱۲

Marfat.com

سوالزکوۃ والاول یغلب نفلاً اس لیے کہ اموال مذکورہ نکالنے کی جہت سے اموال ظاہرہ کے ساتھ ملحق ہو گئے پس حق لینے زکوۃ کا ان میں امام کو ہوگا پس یہ اخذ زکوۃ ہوگا اور پہلا دیا ہوا نفل دیا خذ منہ لقولہ لقول عمر لاتبشوا علی الناس متاعہم لکنہ بحلفہ اذا اتہم اور لیوے زکوۃ کو عاشر مال والے سے بموجب اس کے بیان کے کیونکہ حضرت عمر نے فرمایا کہ نہ تفتیش کرو لوگوں کی متاع کو لیکن مال والے کو عاشر قسم دیوے اگر اس کو متہم جانے وکل ما صدق فیہ مسلم مما مر صدق فیہ ذمی لان لہم مالنا اور امور مذکورہ میں سے جو امر ایسے ہیں کہ ان میں مسلمان قول مانا جاتا ہے کافر ذمی کا بھی قول ان میں مانا جاتا ہے کیونکہ ان کے لیے وہ رعایت ملحوظ ہے جو ہمارے لیے ہے الا فی قولہ ادیت انا الی فقیر لعدم ولایۃ ذلک مگر ذمی کا یہ قول کہ میں نے فقیر کو دے دیا مقبول نہ ہوگا کیونکہ کافر کو اس کی ولایت نہیں ہے م اس واسطے کہ جو کچھ اس سے لیا جاتا ہے وہ جزیہ ہے اور جزیہ میں جب ادا کا دعویٰ کرے تو نہیں مانا جاتا اس وجہ سے کہ اہل ذمہ کے فقرا اس کے مصرف نہیں اور کافر کو مستحقوں پر یعنی مسلمان پر صرف کرنے کی ولایت نہیں کذا فی الشامی لا یصدق حربی فی شیٔ اور کافر حربی کا قول کسی امر میں نہیں مانا جاتا یعنی اس کی طرف التفات نہیں اگرچہ گواہوں سے ثابت کرے افاد الکمال الا فی ام ولدہ مگر اس کے ام ولد کے باب میں کہ اگر کسی باندی کو ام ولد ہونے کا اقرار کرے تو مانا جائے گا بخلاف اقرار مدبر ہونے کے کہ وہ مقبول نہیں اس لیے کہ دار الحرب میں مدبر کرنا صحیح نہیں کذا فی البحر وقولہ لغلام یولد مثلہ لمثلہ ہذا ولدی اور اگر اس صورت میں کہ کسی غلام کو کہے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور وہ غلام ایسا ہو کہ اس جیسا اس جیسے کا بیٹا ہو سکتا ہے یعنی اور پہلے سے وہ ثابت النسب نہ ہوا ورنہ اس نے تکذیب کی ہو کذا فی الطحطاوی لفقد الما لیۃ بسبب نہ ہونے مالیت کے م یہ علت دونوں مسئلوں کی ہے یعنی دونوں صورتوں میں ام ولد اور غلام مال نہیں حالانکہ زکوۃ مال کی لی جاتی ہے کذا فی الطحطاوی فان لم یولد عتق علیہ دعشر لانہ اقر بالعتق فلا یصدق فی حق غیرہ پس اگر وہ غلام ایسا ہو کہ اس جیسا اس کا بیٹا نہیں ہو سکتا تو اس قول سے وہ غلام اس پر آزاد ہو جاوے گا اور عشر لیا جاوے گا اس لیے کہ حربی نے اقرار عتق کا کیا پس اس کے غیر پر یعنی عاشر پر ابطال عشر کے باب میں حجت نہ ہوگا کذا فی الشامی والا فی قولہ ادیت الی عاشر آخر وختمہ عاشر آخر اور مگر اس صورت میں کہ کہے میں ادا کر چکا کسی دوسرے عاشر کو اور وہاں کوئی دوسرا بھی ہو لئلا یودی الی استیصال المال جزم بہ ملا خسرو وذکرہ الزیلعی تبعا للسراجی بلفظ ینبغی کذا نقلہ المصنف عن البحر اس کا قول اس لیے مانا جاوے کہ اس کا مال جڑ سے نہ اکھڑ جاوے یعنی ہر عاشر کو عشر دیتے دیتے اس کے پاس کچھ نہ رہے گا یقین کیا ہے ملا خسرو نے اور ذکر کیا اس کو زیلعی نے بہ تبعیت سراجی بلفظ ینبغی یعنی سزاوار ہے کہ مانا جاوے یونہی نقل کیا مصنف نے بحر سے م قولہ ملا خسرو اسی طرح ہے بعض نسخ بحر میں بزیادت لفظ فی شرح الدرر اور دوسرے نسخوں میں ملا شیخ فی شرح الدرر ہے اور یہی صواب ہے اس لیے کہ عبارت ملا خسرو کی مانند عبارت کنز کے ہے اور وہ عبارت جس کو شارح نے ذکر کیا ہے وہ عبارت امام محمد بن محمد بن محمود بخاری مشہور ملا شیخ کی ہے۔ اس کی کتاب غرر الافکار شرح درر البحار ہیں لکن جزم فی العنایۃ والغایۃ بعدم تصدیقہ ورجحہ فی النہر لیکن جزم کیا ہے عنایہ میں اور غایۃ البیان میں اس کے قول نہ ماننے کا اور نہر میں اسی کو ترجیح دی ہے واخذ منا ربع عشر ومن الذمی سواء کان تغلبیا اولم یکن کما فی البرجندی عن الظہیریۃ الی ضعفہ ومن الحربی عشر اور لیا جائے ہم سے یعنی مسلمانوں سے چالیسواں حصہ اور کافر ذمی سے بیسواں حصہ خواہ وہ تغلبی ہو یا نہ ہو جیسا برجندی میں ہے منقول ظہیریہ سے اور حربی سے دسواں حصہ بذلک امر عمر اسی کا امر فرمایا حضرت عمرؓ نے م یعنی ان تینوں باتوں کا امر لیے جانے کو کیا بحر الرائق میں ہے کہ مسلمانوں سے جو لیا جاتا ہے وہ زکوۃ ہے اور ذمی سے وضاصدقہ اور کفار حربی سے بطور حفاظت دسواں حصہ اور یہ مال جو کفار سے حاصل ہو جزیہ کے مصارف میں صرف کیا جاوے بشرط کون المال لکل واحد نصابا لان ما دونہ عفو بشرط ہونے مال ہر واحد

Marfat.com

کے پوری نصاب اس لیے کہ نصاب سے کم معاف ہے دلبشرطیکہ جہلنا قدر ما اخذ دامنا اور بشرطیکہ ہم کو نہ معلوم ہو کہ وہ لوگ مسلمانوں سے کس قدر لیتے ہیں فان علم اخذ مثلہ مجازاۃ پس اگر معلوم ہو تو اسی قدر لیا جاوے جس قدر وہ مسلمانوں سے لیتے ہیں واسطے مکافات کے م یعنی لینا بمقدار معین پر مجازاۃ ہے نہ اصل لینا کیونکہ ہم لوگ ان سے بر سبیل حق لیتے ہیں اور وہ لوگ ناحق حاصل یہ کہ چونکہ وہ لوگ حمایت اہل اسلام میں آئے تو ان سے مال لیا گیا پھر اگر مقدار معلوم ہو کہ مسلمانوں سے کفار کتنا لیتے ہیں تو اسی قدر مسلمان لوگ بھی ان سے بطور مجازات کے لیویں گے مگر اس صورت میں کہ وہ کل لیتے ہوں اور اگر کمیت اور مقدار کفار کے لینے کی نہ معلوم ہو تو عشر یعنی دسواں حصہ لیا جاوے گا اس واسطے کہ حمایت کی جہت سے حق لینے کا تو ثابت ہو چکا اور اعتبار مجازاۃ کا متعذر ہے پس ذمی سے دونا تشخیص کیا گیا کیونکہ حربی بچاؤ اور حفاظت کا ذمی سے زیادہ محتاج ہے وتمامہ فی الفتح الا اذا اخذوا الکل فلا نأخذہ بل نترک لہ ما یبلغہ مامنہ البقاء للامان مگر اس صورت میں کہ کفار مسلمانوں سے جو دارالحرب میں جاویں کل مال لیتے ہوں تو ہم لوگ کل مال نہ لیویں گے بلکہ اس قدر اس کے پاس چھوڑ دیں گے کہ اس کو اپنے مامن تک پہنچا دیوے واسطے ثبوت[1] حق امان کے ولا نأخذ منہم شیئا اذا لم یبلغ مالہم نصابا وان اخذوا منا فی الاصح اور ہم نہ لیویں ان سے کچھ جب کہ مال نصاب کو نہ پہنچے اگرچہ وہ ہم سے لیتے ہوں اصح روایت میں لانہ ظلم ولا مناسبۃ علیہ اس لیے کہ نصاب سے کم مال میں سے کچھ لینا ظلم ہے اور ظلم میں کسی کا اتباع نہیں م اس میں اتنی بات ہے کہ کفار جو کچھ ہم سے لیتے ہیں خواہ نصاب ہو یا نہ ہو سراسر ظلم ہے ہاں مگر یوں کہیں کہ قلیل مال سے لینا صریح ظلم ہے کہ جس کو سب عقل والے جانتے ہیں کیونکہ قلیل مال صرف نفقہ کے واسطے ہوتا ہے پھر اس میں لینا مقتضائے امان کے مخالف ہے جیسا کل کا لے لینا کذا فی الشامی اولم یأخذوا منا لیستمروا علیہ یا جب کہ وہ نہ لیتے ہوں ہم سے تو ہم پھر ان سے نہ لیویں تاکہ وہ نہ لینے پر ثابت رہیں ولانا احق بالمکارم اور اس لیے کہ اتمام مکارم اخلاق کے ہم زیادہ مستحق ہیں ولا یؤخذ العشر من مال صبی حربی الا ان یکونوا یأخذون من اموال صبیاننا شیئا کما فی کافی الحاکم اور نہ لیا جاوے عشر حربی کے لڑکے کے مال سے مگر اس صورت میں کہ وہ لوگ ہمارے لڑکوں کے مال میں سے کچھ لیتے ہوں جیسا مذکور ہے حاکم کی کافی میں اخذ من الحربی مرۃ لا یؤخذ منہ ثانیا فی تلک السنۃ الا اذا عاد الی دار الحرب حربی سے ایک بار عشر لیا گیا تو دوبارہ اس سے اس برس میں نہ لیا جاوے مگر یہ کہ دارالحرب کو لوٹ جاوے یعنی اور پھر دارالسلام میں آوے تو دوبارہ عشر لیا جاوے گا لعدم جواز الاخذ بلا تجدد حول او عمد کیونکہ لینا جائز نہیں جب تک نیا سال نہ ہو یا نیا عہد نہ ہو م حربی کو قدرت نہ دی جاوے دارالاسلام میں ٹھہرنے کی پورے برس بلکہ اس کو امام آتے وقت یہ کہہ دے کہ اگر تو یہاں اقامت کرے گا تو تجھ پر جزیہ لگایا جاوے گا پھر اگر وہ اقامت کرے تو جزیہ لگا دے پھر دارالحرب میں نہ جانے دے کذا فی الفتح ولو مر الحربی بعاشر ولم یعلم بہ العاشر حتی دخل دارالحرب ثم خرج ثانیا لم یعشرہ لما مضی لسقوطہ بانقطاع الولایۃ اور اگر حربی گذرا عاشر پر اور عاشر کو خبر نہ ہوئی یہاں تک کہ وہ دارالحرب کو چلا گیا پھر دوبارہ دارالحرب سے نکل آیا تو اس سے پچھلا عشر نہ لے کیونکہ وہ ساقط ہو گیا ولایت کے منقطع ہونے سے یعنی دارالحرب میں جانے سے حکومت اہل اسلام کی اس پر نہیں رہتی بخلاف المسلم والذمی لعدم المسقط ذکرہ الزیلعی بخلاف مسلمان اور ذمی کے کہ اگر بے خبری میں گذر جاویں پھر عاشر کو خبر ہو تو ان سے عشر لیا جاوے کیونکہ یہاں مسقط یعنی عشر کا ساقط کرنے والا مفقود ہے ذکر کیا ہے اس کو زیلعی نے ویؤخذ نصف عشر من قیمۃ خمر وجلود میتۃ کافر کذا اقر المصنف متنہ فی شرحہ للتجارۃ وبلغ نصابا اور لیا جاوے بیسواں حصہ کافر کی شراب کی قیمت سے اور اس کی مردار کی کھالوں کی قیمت سے اگر تجارت کے لیے ہوں اور نصاب کو پہنچیں شارح نے کہا کہ مصنف نے اسی طرح اپنے متن کو اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے م خمر مضاف ہے اور جلود میتۃ

[1] اشارہ ہے آیت کریمہ وان احد من المشرکین استجارک فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ ثم ابلغہ مامنہ ۱۲ ز یعنی عدم ولایت ۱۲

Marfat.com

دوسرا مضاف ہے اور کافر مضاف الیہ اس لیے خمر کو تنوین سے نہ پڑھنا چاہیے بلکہ ایک کسرہ ہے اور یہاں یہ اشکال ہے کہ کھالیں مثلی نہیں ہیں بلکہ قیمت کی چیزیں تو یہ سور کے مانند ہوئیں نہ شراب کی تو ان سے عشر نہ لینا چاہیے اور اس کا جواب یہ ہے کہ نفس عین کی قیمت عین سے بالکل انتفاع نہیں ہو سکتا اور اس چیز کی قیمت میں کہ جس سے انتفاع ہو سکتا ہے فرق ہے پس خنزیر سے کسی وجہ سے انتفاع درست نہیں اور جلود میتہ سے بعد دباغت کے انتفاع درست ہے اور اس لیے ان کو علمانے شراب کے مشابہ رکھا خنزیر کے مانند نہیں رکھا کذانی الدرایہ باختصار ولو خذ عشر القیمۃ من حربی بلا نیۃ تجارۃ ولا یوخذ من المسلم شیٔ اتفاقاً اور لیا جاوے دسواں حصہ قیمت شراب کا حربی سے بدون نیت تجارت کے اور نہ لیا جاوے مسلمان سے کچھ اتفاقی م اس لیے کہ مسلمان شراب کے مالک ہونے سے منع کیا گیا ہے تو اگر اس سے عشر لیا جائے گا تو اس کا قبضہ اس پر اور مستحکم ہو جاوے گا کذانی الظہیری ولا یوخذ من خنزیرہ مطلقاً لانہ قیمی فلا تاخذ قیمتہ کعینہ نہ لیا جاوے عشر کافر کے سور سے بالکل اس لیے کہ وہ قیمت والی چیزوں سے ہے تو اس کی قیمت کا لینا گویا اس کا خود لینا ہے م اس واسطے کہ حیوان کی قیمت کا حکم حیوان ہی کا ہے اس لیے کہ اگر کسی نے ایک عورت سے نکاح کیا اور کوئی حیوان مہر ٹھہرایا جو ذمہ میں لازم آوے تو چاہے قیمت ادا کرے چاہے حیوان اور شراب کی قیمت کا حکم عین شراب کا سا نہیں اس واسطے کہ اگر کسی ذمی نے شراب کے بدلے نکاح کیا پھر قیمت دینے لگا تو عورت اس کے لینے پر جبر نہ کی جاوے گی سو اس جہت سے عشر شراب کی قیمت سے لیا گیا نہ نفس شراب سے کیونکہ مسلم اس کے مالک ہونے سے منع کیا گیا ہے کذانی شرح الجامع لقاضی خان بخلاف الشفعۃ لانہ لو لم یاخذ الشفیع لقیمۃ الخنزیر یبطل حقہ اصلا فیتضرر وموانع الضرورۃ مستثناۃ ذکرہ السعدی یہ جواب ہے سوال مقدر کا تقریر سوال کی یہ ہے کہ قیمت کا حکم عین کا حکم نہیں ہے کیونکہ اگر کسی ذمی نے اپنا گھر بدلہ خنزیر کے دوسرے ذمی کے ہاتھ بیچ دیا اور اس کا شفیع مسلمان ہے تو وہ قیمت خنزیر کے بدلے سے لے سکتا ہے شارح نے اس کا جواب یہ دیا کہ شفعہ کا حکم اس لیے خلاف ہے کہ اگر شفیع خنزیر کی قیمت کے عوض مکان کو نہ لیوے تو اس کا حق باطل ہوگا پس اس کا نقصان ہوگا اور موانع ضرورت قواعد کلیہ سے مستثنیٰ ہوتے ہیں ذکر کیا ہے اس کو سعدی نے حاصل یہ کہ یہاں جواز حق العبد کے لیے ہے کہ وہ حاجت مند ہے اور حق شرع میں ضرورت نہیں کہ شارع مستغنی ہے کذا بسطہ فی المعراج ہے عن الکافی ولا یوخذ ایضاً من مال فی یدیہ مطلقاً اور نہ لیا جاوے اس مال سے جو گذرنے والے کے گھر میں ہے مطلقاً یعنی خواہ مسلمان ہو یا ذمی ہو یا حربی ہو ولا من مال بضاعۃ اور نہ لیا جاوے مال بضاعت سے م بضاعت لغت میں ایک قطعہ مال کا ہے اور اصطلاح میں وہ مال جو مالک کسی کو تجارت کے لیے سپرد کرے اس طرح کہ نفع سب مالک کا ہے اور عامل کا کچھ نہیں کذانی البحر اور اگر مصنف بضاعت کی جگہ امانۃ کہتا جیسا صدر الشریعت نے کہا تو کافی ہوتا اور جو مال بعد مذکور ہیں ان کی ضرورت نہ ہوتی الا ان تکون للحربی مگر یہ کہ ہو مال بضاعت کسی حربی کا تو عشر لیا جائے گا ولا من مال مضاربۃ الا ان یربح المضارب فیعشر نصیبہ ان بلغ نصابا اور کچھ نہ لیا جاوے مال مضاربت سے مگر اس صورت میں کہ مضارب کو نفع ہو پس مضارب کے حصہ کا عشر لیا جاوے گا اگر نصاب کی مقدار کو پہنچے ولا من کسب ماذون مدیون بدین محیط بمالہ رقبۃ اور نہ لیا جاوے عبد ماذون[1] کی کمائی سے کہ مدیون ہو ایسے قرض کا کہ محیط ہو اس کے مال اور اس کی جان کو م یہ قید اس لیے بڑھائی کہ یہ مسئلہ محل خلاف ہے امام صاحب اور صاحبین میں امام صاحب کے نزدیک مولیٰ غلام کی مقبوض چیز کا مالک نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک اس کی کمائی کا مالک ہے جیسے اس کی جان کا بالاتفاق مالک ہے پس اگر عبد ماذون کی کمائی میں کوئی غلام ہو اور اس کو مولیٰ آزاد کر دے تو امام صاحب کے نزدیک عتق جاری نہ ہوگا اور صاحبین کے نزدیک جاری ہوگا سو اس حالت کا عبد اگر عاشر پر گذرا تو اس سے کچھ نہ لیا جاوے

[1] وہ غلام جس کو مالک نے اذن تجارت کا دیا ہو ۱۲

Marfat.com

گا ولی اس کے ساتھ ہو یا نہ ہو امام صاحب کے نزدیک تو اس جہت سے کہ مولی کی ملک میں نہیں اور صاحبین کے نزدیک اس جہت سے کہ دین سے فارغ نہیں اد ماذون یدیون لکن لیس معہ مولاہ یا عبد ماذون قرض دار نہ ہو لیکن اس کے ساتھ اس کا آقا نہیں تب بھی نہ لیا جاوے حلبی نے کہا ایسا ہی ہے عبد مدیون کہ دین اس کا محیط نہ ہووے اور جس صورت میں کہ آقا اس کے ساتھ ہو اور اس پر دین نہیں یا ہے لیکن محیط نہیں اس کے کسب کو جو زیادہ دین سے ہے اگر بمقدار نصاب ہو تو اس کا عشر لیا جاوے کذا فی المعراج علی الصحیح فی الثلثۃ لعدم ملکہم عشر نہ لیا جاوے بنا بر روایت صحیح کے مسائل ثلثہ مذکورہ میں واسطے مفقود ہونے ملک ان تینوں کے یعنی مضارب اور بضاعت والے اور غلام کے م معراج میں ہے کہ ایضاح میں مذکور ہے کہ لینے میں شرط ہے حاضر ہونا ملک اور مالک دونوں کا پس اگر مالک بلا مال آوے تو نہ لیا جاوے اور اگر مال بلا مالک آوے تب بھی نہ لیا جاوے ولذا لا یوخذ العشر من الوصی اذا قال ہذا مال الیتیم ولا من عبد ومکاتب اور اسی لیے یعنی بوجہ نہ ہونے ملک کے نہیں لیا جاتا ہے عشر وصی سے جب بیان کرے کہ یہ مال یتیم کا ہے اور نہ غلام سے جیسا گذر چکا نہ مکاتب سے کیونکہ اس کی ملک تام نہیں مر علی عاشر الخوارج فعشرہ ثم مر علی عاشر اہل العدل اخذ منہ ثانیا لقیرہ بمرورہ بہم سوا اگر گذرا باغیوں کے عاشر پر پس انہوں نے اس سے عشر لے لیا پھر گذرا اہل حق کے عاشر کے پاس تو اس سے دوبارہ عشر لیا جاوے کیونکہ خوارج کے عاشر کے پاس جانا یہ قصور اسی کا ہے بخلاف مالو غلبوا علی بلد بخلاف اس صورت کے کہ خوارج یعنی باغی تسلط کر لیں بزور کسی شہر پر یعنی اس صورت میں اگر وہ صدقات اگر وصول کر لیں گے تو دوبارہ لینے نہ آئیں گے کیونکہ اس صورت قصور امام کا ہے نہ مال داروں کا کذا فی الطحطاوی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کامر بنصاب رطاب للتجارۃ کبطیخ ونحوہ لا یعشرہ عند الامام الا اذا کان عند العاشر فقراء فیاخذ لیدفع لہم تاجر میوہ تر بقدر نصاب تجارت کے لے کر عاشر پر گذرا مثلاً تربوزہ وغیرہ تو امام صاحب کے نزدیک عاشر اس کا عشر نہ لیوے مگر اس صورت میں کہ عاشر کے پاس فقراء موجود ہوں تو مال والے سے عشر لے تاکہ ان کو دے دے م رطاب سے مراد ہر وہ چیز ہیں سال بھر میں تر رہیں شرنبلالیہ میں ہے کہ صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ کسی شخص کے پاس مال تجارت تھا تمامی سال کے نزدیک اس کے بدلے بقولان میں سے کچھ خرید لیا پس امام صاحب کے نزدیک زکوۃ نہیں لیکن مالک کو کہہ دیا جاوے کہ بنفسہ زکوۃ ادا کرے اور صاحبین کے نزدیک مال میں سے اسی جنس کی زکوۃ لے لی جاوے کیونکہ آخر حمایت امام کی اس کو شامل ہے کذا فی البرہان اور امام کے قول کی وجہ میں کمال نے ذکر کیا ہے کہ اگر لے گا تو یہ چیز لی ہوئی خراب ہو جاوے گی اور عامل کے ساتھ فقراء ہوں یا اپنے عملہ میں صرف کرنے کو لیتا ہے تو اس کو اجازت ہے کذا فی الشامی نہر بحثا یہ مذکور ہے نہر الفائق میں بطریق بحث کے م نہر کی عبارت میں کوئی بات نہیں کہ دلالت کرے بحث ہونے پر علاوہ بریں ذکر کیا ہے اس کو کمال نے جیسا گذر چکا اور کمال کے کلام میں بھی کوئی لفظ دال بحث پر نہیں ہے معہذا جو کچھ کمال نے ذکر کیا ہے وہ شرح منظومہ میں معہ زیادت مذکور ہے زیادتی یہ ہے کہ اگر مالک قیمت دینے پر راضی ہو تو قیمت لے لی جائے اور عنایہ میں باب العاشر میں یہ مذکور ہے کہ جب خضروات یعنی سبزی ترکاری لے کر عاشر پر گذرے اور عاشر فقراء کیلیے ان میں سے بعینہا عشر لینا چاہے درصورت انکار کرنے مالک کے اعطاء قیمت سے تو نہیں لے سکتا اور فقراء کے واسطے کی ہم نے اس لیے قید لگائی کہ اگر اپنے عملہ کے لیے خضروات بعینہ لے لیوے تو جائز ہے اور مالک کے انکار کی قید اس لیے لگائی کہ اگر وہ قیمت دینے پر راضی ہو تو اس کے جواز میں کچھ کلام نہیں فافہم واللہ اعلم کذا فی الشامی

باب الرکاۃ

یہ باب ہے وفیہ کے احکام میں الحقوہ بالزکوۃ لکونہ من الوظائف المالیۃ فقہا نے رکاز کو زکوۃ کے ساتھ لاحق کیا کیونکہ یہ بھی وظیفہ مالیہ ہے م یہ جواب ہے اس سوال کا کہ اس باب کو کتاب الجہاد میں ذکر کرنا چاہیے تھا

Marfat.com

کیونکہ اس کے مصارف مصارف غنیمت کے ہیں اور اس میں سے جو لیا جاتا ہے وہ زکوۃ نہیں ہے کذا فی النہر اور اس کو عشر پر مقدم کیا اس لیے کہ رکاز محض قربت ہے اور عشر ایک مشتبہ ہے جس میں معنی قربت کے ہیں کذا فی الطحطاوی بولغۃ من الرکز ای الاثبات بمعنی المرکوز رکاز باعتبار لغت کے ماخوذ ہے رکز سے یعنی ثابت کرنا اور بمعنی مرکوز کے ہے م شامی نے کہا کہ بمعنی المرکوز خبر بعد خبر ہی ہوگی اور احتمال یہ ہے کہ حال ہو رکز سے یعنی رکاز رکز سے ماخوذ ہے درحالیکہ رکز سے مراد اسم مفعول ہو یعنی مرکوز اور یہ ادنی ہے اس لیے کہ رکاز اسم جامد ہے مصدر نہیں ہے وشرعا مال مرکوز تحت ارض اور شرع میں رکاز وہ مال ہے کہ موجود ہے زمین کے نیچے م ظاہر عبارت دلالت کرتی ہے کہ یہ معنی لغوی نہیں ہیں اور منح میں معرب سے منقول ہے کہ وہ معدن ہے یا کنز یعنی کان یا دفینہ اس لیے کہ یہ دونوں مستقر ہیں زمین میں اگرچہ راکز مختلف ہے الخ اور بظاہر اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ استعمال رکاز کا معدن اور دفینہ دونوں میں حقیقی ہے اور مشترک باشتراک معنوی اور دفینہ کے ساتھ خاص نہیں نہر الفائق میں کہا کہ اس تقدیر پر کل متواطی ہوگی اور یہی مصنف کے باب کے عنوان کے مناسب ہے کذا فی الطحطاوی اعم من کون راکزہ الخالق او المخلوق مال عام ہے اس سے کہ زمین کے اندر رکھنے والا اس کا خالق ہو یا مخلوق فلذا قال معدن خلقی خلقہ اللہ تعالی ومن کنزای مال مدفون دفنہ الکفار لانہ الذی یخمس پس بسبب اسی عموم کے مصنف نے کہا کہ وہ عام ہے کان خلقی سے کہ اللہ تعالی نے اس کو زمین میں پیدا کیا ہے اور عام ہے کنز سے یعنی مدفون کہ زمین میں رکھا ہو کفار نے اس لیے اسی کا خمس لیا جاتا ہے اگر مسلمان کا مال ہوگا تو اس کا حکم لقطہ کا ہے وجد مسلم او ذمی ولو قنا صغیرا انثی پائی کسی مسلمان یا ذمی نے اگرچہ مملوک صغیر عورت ہو یعنی حکم عام ہے پانے والا آزاد ہو یا مملوک کبیر ہو یا صغیر مرد ہو یا عورت مسلمان ہو یا نہ ہو کذا فی النہر معدن نقد ونحو حدید پائی کان سونے یا چاندی یا لوہے کی یا اس کے مثل کی وہو کل جامد ینطبع بالنار ومنہ الزیبق اور لوہے کے مثل ہر چیز جامد ہے کہ نرم ہو جاوے آگ سے اور اسی میں ہے پارہ م یہ قول امام محمد کا اور امام صاحب کا آخر قول ہے اول قول اول یہ تھا کہ پارہ میں کچھ نہیں لازم آتا اور یہی قول آخر ہے امام ابو یوسف کا کیونکہ پارہ بمنزلہ رال وغیرہ کے ہے اور ان میں خمس نہیں ہے امام محمد اور امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ پارہ چشمہ سے مزاولت اور تدابیر سے نکالا جاتا ہے اور ڈھلتا ہے کسی دوسری چیز کے ساتھ مل کر تو چاندی کے مانند ہوا یعنی چاندی جب تک کسی دوسری چیز کے ساتھ مخلوط نہ ہو نہیں ڈھلتی کذا فی الفتح اور معلوم ہے کہ خلاف اس پارہ میں ہے جو معدن میں سے حاصل کریں لیکن جو موجود کفار کے خزائن وغیرہ میں ہے اس میں بالاتفاق خمس لازم ہے کذا فی الشامی فخرج الرائع کنفط وقار وغیر المنطبع کمعادن الاحجار پس نکل گئیں بہتی چیزیں یعنی جامد کی قید سے جیسے نفط اور رال اور نکل گئی ینطبع کی قید سے جو نرم نہیں ہوتے جیسے کان پتھروں کی یعنی فیروزہ وزمرد وغیرہ کی م قہستانی میں ہے کہ کان تین قسم کی ہے ایک وہ سخت چیزیں کہ پگھل جاتی ہیں جیسے سونا چاندی رانگ تانبا پیتل لوہا دوم وہ سخت چیزیں جو آگ سے نرم نہیں ہوتیں جیسے چونا ورہ سرمہ یاقوت وغیرہ سوم وہ چیزیں کہ جامد نہیں جیسے پانی رال نفط وغیرہ کذا فی المبسوط والتحفہ نفط ایک روغن ہے کہ پانی پر آ جاتا ہے اور قار اور قیر اور زفت وہ جس سے کشتیوں کو روغن کرتے ہیں کذا فی الشامی فی ارض خراجیۃ او عشریۃ خرج الدار لا المفارۃ لدحولہا بالاولی کان یا دفینہ پاوے زمین خراجی سے یا عشری میں شارح نے کہا کہ زمین کی قید سے نکل گیا گھر اور نہیں خارج ہوا جنگل کیونکہ وہ بالاولی داخل ہے م مراد عشری اور خراجی سے یہ ہے کہ جس کا وظیفہ عشر ہو یا خراج ہو خواہ کسی کے قبضے میں ہو یا نہ ہو تو جب عشر وخراج کے ہونے خمس لیا جائے گا تو جنگل جس میں نہ عشر ہو نہ خراج بطریق اولی داخل خمس رہے گا کذا فی الطحطاوی خمس مخففا ای اخذ خمسہ الحدیث جوفی الرکاز

ف۱ جو چیز پڑی ہوئی کسی کو ملے۔

Marfat.com

الخمس دہو لیم المعدن کمامر مسلمان یا ذمی کی پائی ہوئی کان خواہ دفینہ سے پانچواں حصہ لیا جاوے بموجب اس حدیث کے فی الرکاز الخمس[1] اور یہ شامل ہے معدن کو جیسے پہلے گذرا و باقیہ لما لکھا ان ملکت اور باقی رکاز یعنی چار خمس زمین کے مالک کے ہیں اگر وہ زمین کسی کی مملوک ہو م حاشیہ ابو سعود میں کہا کہ مملوکہ سے مراد یہ ہے کہ غیر کی ملک ہو پانے والے کی نہ ہو کیونکہ پانے والے کی ملک ہوگی تو اس میں خمس نہ ہوگا جیسا مصنف آگے بیان کرتا ہے دلا شئ فی ارضہ شامی نے کہا کہ اس کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ جب پانے والا مالک زمین نہ ہو تب تو خمس واجب ہو اور خود مالک ہو تو واجب نہ ہو کیونکہ علت وجوب دونوں میں ایک ہے وہ یہ کہ معدن تمام اجزا سے مالک کی ملک ہے تو مصنف کے کلام میں تعارض یقیناً ہے یہاں باقیہ لما لکھا کہا ہے اور آگے لا شئ فی ارضہ کہا ہے شیخ رحمتی نے اس تعارض کو یوں دفع کیا کہ زمین مملوکہ کی معدن میں دو روایتیں ہیں روایت اصل یہ ہے کہ اس میں خمس نہیں کل مالک کی ہے اور جامع صغیر کی روایت یہ ہے کہ اس میں خمس ہے اور چار خمس مالک کے ہیں پس یہاں کا قول مطابق روایت جامع صغیر کے ہے اور قول آئندہ موافق روایت اصل کے کذا فی الشامی ملتقطاً والا کجبل دمفازۃ فللواجد اور اگر زمین رکاز کی کسی کی مملوک نہ ہو جیسے پہاڑ و جنگل پس وہ چیز پانے والے کی ہے والمعدن لا شئ فیہ ان وجدفی دارہ وحانوتہ اور معدن میں کچھ لازم نہیں آتا اگر پاوے اس کو اپنے گھر میں اور اپنے دکان میں م معدن کے لفظ میں احتراز ہے دفینہ سے اس لیے کہ اس کا خمس لیا جاتا ہے اگرچہ کسی کی مملوک زمین میں ہو یا اس کے گھر میں ہو اس لیے کہ وہ اجزائے زمین سے نہیں ہے جیسا بدائع میں ہے اور گھر اور دکان کی معدن میں کچھ لازم آنا امام صاحب کے نزدیک ہے برخلاف قول صاحبین کے کذا فی الشامی وارضہ فی روایۃ الاصل واختارہا فی الکنز اور کچھ لازم نہیں آتا اگر پاوے معدن اپنی ارا ضی میں اصل کی روایت کے بموجب اور اسی کو اختیار کیا ہے کنز میں م غایۃ البیان میں کہا ہے کہ زمین مملوکہ میں امام صاحب سے دو روایتیں ہیں روایت اصل کے موافق ارض اور دار میں کچھ فرق نہیں یعنی دونوں میں کچھ لازم نہیں آتا کیونکہ زمین جب اس کی طرف منتقل ہوئی تو بالکل مع اپنے تمام اجزا کے منتقل ہوئی اور معدن بھی اسی زمین کی مٹی کی ہے تو خمس لازم نہ آیا جیسے غنیمت جب اس کو امام کسی کے ہاتھ فروخت کر دے تو اور لوگوں کا حق اس کے ساقط ہو جاتا ہے اس لیے کہ وہ شخص اس کا مالک بمقابلہ عوض کے ہوا ہے یہی کہا ہے جصاص نے اور جامع صغیر کی روایت کے موافق ان میں فرق ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ دار میں کسی طرح کی مشقت اور بکھیڑا نہیں تو خمس بھی لازم نہ آیا اور سب کا سب پانے والے کا ہوا بخلاف ارض کے کہ اس میں مؤنت خراج اور عشر کی لازم آتی ہے پس اس میں خمس لازم ہے اور کنز کے اختیار کرنے کو بیان کرنے سے ظاہر اشارح کو ترجیح روایت اصل کی مقصود ہے لیکن ہدایہ میں امام سے دو روایتیں نقل کیں اور وجہ فرق کی جامع صغیر کی روایت کے بموجب بیان کی اور اصل کی روایت کی وجہ نہیں ذکر کی اس سے استدلال ہو سکتا ہے کہ صاحب ہدایہ نے روایت جامع کی اختیار کی اور علامہ نوح نے ذکر کیا ہے کہ قیاس بھی ترجیح روایت جامع صغیر کو چاہتا ہے دو وجہ سے اول یہ کہ جامع صغیر اوروں پر معارضہ کے وقت مقدم ہوتی ہے دوسرے یہ کہ یہی قول صاحبین کا ہے تو متفق علیہ روایت اخذ کرنا اولیٰ ہے حاصل یہ ٹھہرا کہ امام نے فرق کیا ہے وجوب خمس میں درمیان معدن اور دفینہ کے اور درمیان جنگل اور گھر کے اور درمیان زمین مباح اور مملوک کے اور صاحبین نے کچھ فرق نہیں کیا ان میں وجوب کے باب میں کذا فی الشامی ولا شئ فی یاقوت وزمرد وفیروزج ونحوہا وجدت فی جبل ای فی معادنہا اور کچھ نہیں عنبر وغیرہ یاقوت اور زمرد اور فیروزہ اور اس کی مثل میں یعنی پتھر کی قسم جو نرم نہ ہو سکتی ہو اور پہاڑوں میں پائی جاویں مراد یہ ہے کہ اپنے معادن میں خواہ پہاڑ ہو یا نہ ہو لو وجدت دفین الجاہلیۃ ای کنزاً خمس لکونہ غنیمۃ اور اگر پائے جاویں اشیائے مذکورہ یاقوت وغیرہ درحالیکہ مدفون جاہلیت کے ہوں یعنی کنز جس کا حکم آگے آوے گا تو خمس

[1] یعنی کان اور دفینہ میں خمس ہے ۱۲

Marfat.com

لیا جاوے گا کیونکہ وہ بمنزلہ غنیمت کے ہے کہ کفار کے پاس تھی پھر ہمارے قبضہ میں آگئی کذا فی البحر والحاصل ان الکنز یخمس کیف کان لُعدن ان کان ینطبع اور حاصل یہ ٹھہرا کہ دفینہ میں خمس لیا جاوے ہر حال میں اور معدنی جس صورت میں کہ آگ سے نرم ہو جاوے یعنی مائعات میں خمس ہے مثل رال وغیرہ کے اور جو نرم نہ ہوں اُن میں خمس لازم نہیں دلافی لولو ہو مطر الربیع اور کچھ نہیں لازم موتیوں میں کہ وہ بہا کے مینہ سے پیدا ہوتا ہے یعنی سیپ میں کہتے ہیں کہ وہ ایک جانور ہے مچھلی کی قسم سے اللہ تعالیٰ اس میں موتی پیدا کرتا ہے کذا فی الکرمانی وعنبر حشیش یطلع فی البحر او فمی دابۃ اور نہ عنبر میں کہ وہ ایک قسم کا گھاس ہے کہ دریا سے اُگتا ہے یا گوبر کسی چوپایہ کا ہے م شیخ داؤد النطاکی نے اپنے تذکرے میں لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ قعر دریا میں چشمے ہیں وہ دہنیت باہر کی طرف دفع کرتے ہیں وہ پانی پر جمتی ہے اس کو دریا کی موج کنارے پر ڈالتی ہے وہ عنبر ہے کذا فی الشامی وکذا جمیع مایستخرج من البحر من حلیۃ ولو ذہبا کان کنزا فی قعر البحر اور ایسے ہی سب چیزیں جو دریا سے نکالی جاویں زیور وغیرہ کے لیے اگرچہ سونا ہو کہ دفینہ ہو قعر دریا میں یعنی کسی کا رکھا ہوا اور ظاہر یہ ہے کہ اس پر علامت اسلام کی نہ ہو لیکن میں نے اس کو نہیں دیکھا قالہ الشامی لانہ لم یرد علیہ الظفر فلم یکن غنیمۃ اس واسطے کہ اس پر غلبہ اور تسلط کسی کا نہیں وارد ہوا پس غنیمت نہ ہوا م حاصل یہ کہ محل خمس غنیمت ہے اور غنیمت وہ ہے کہ کفار کا مال ہو پھر مسلمانوں نے اس کو بزور لے لیا ہو اور قعر دریا پر کسی کا زور اور غلبہ نہیں ہوا پس وہ مال غنیمت نہ ہوا کذا قالہ قاضی خان وما علیہ سمۃ الاسلام من الکنوز نقدا او غیرہ فلقطۃ یعنی حکماً اور جو دفینہ کہ اس کی علامت اسلام کی ہو خواہ نقد ہو یا سوا اس کے پس وہ لقطہ ہے کہ اس کا حکم آگے آوے گا م غیر نقد میں شامل ہیں ہتھیار آلات اثاث البیت کپڑا وغیرہا اور غنیمت اس واسطے نہیں ہوا کہ مسلمان کا مال غنیمت نہیں ہوتا اور لقطہ کا حکم جو آوے گا وہ یہ کہ مسجدوں کے دروازوں پر اور بازاروں میں پکارا جاوے یہاں تک کہ گمان ہو کہ مالک ان کی طلب سے بیٹھ رہا ہوگا پھر اگر خود فقیر ہے تو اپنے آپ صرف میں لے نہیں تو کسی فقیر کو دے دے بشرطیکہ جب طالب اس کا آوے تو ضمان دے کذا فی الشامی وما علیہ سمۃ الکفر خمس وباقیہ للمالک اول الفتح اور جو دفینہ ایسا ہو کہ اس پر علامت کفار کی ہو تو اس میں سے خمس لیا جاوے اور باقی اس شخص کا ہے جو اول فتح اسلام میں اس کا مالک ہو امام کی تملیک سے م قاضی خان نے کہا کہ خمس لینا بالاتفاق ہے اس لیے کہ کنز اجزاء دار سے نہیں ہے تو خمس مقرر کرنا اس میں ہو سکتا ہے بخلاف معدن کے اولوارثہ لو حیا والا فلبیت المال علی الاوجہ یا اصل مالک کے وارث کا ہے اگر وہ زندہ ہو اور نہیں تو بیت المال کا ہے اور یہ اوجہ ہے م نہر میں کہا ہے اگر ورثہ مالک اول کے معلوم نہ ہوں تو اتقی[1] مالک زمین کا اس کا وارث ہے اور ابو الیسر نے کہا کہ بیت المال میں رکھا جاوے فتح القدیر میں کہا ہے کہ یہ موجہ ہے تامل کے بعد الخ من یہ کہ بحر میں مذکور ہے کہ کنز زمین میں امانت ہے پس جب مالک اول زمین کا مالک ہوا تو جو اس میں رکھا ہے اس کا بھی مالک ہوا اور اگر زمین کو وہ بیچ دے تو فروخت سے جو چیز زمین کے اندر ودیعت ہے اس کی ملک نکل نہ جاوے گی جیسے مچھلی کے پیٹ میں موتی وبذا ان ملکت ارضہ والا فللواجد یہ اس صورت میں ہے کہ زمین اس کی مملوک ہو اور اگر مملوک نہ ہو جیسے جنگل وغیرہ تو پانے والے کا ہے م یعنی خمس نکال کر کما فی البحر بذا اشارہ ہے باقیہ للمالک کی طرف اور یہ صاحبین کا قول ہے اور ہدایہ وغیرہ سے اس کی ترجیح معلوم ہوتی ہے لیکن سراج میں مذکور ہے کہ امام ابو یوسف نے کہا کہ باقی پانے والے کا ہے جیسا حال غیر مملوکہ زمین کا ہے اور اسی پر فتوی ہے شارح نے کہا کہ آج کل یہی مناسب ہے کیونکہ بیت المال کا انتظام نہیں ہے ولو ذمیا قنا صغیرا انثی لانہم من اہل الغنیمۃ الکنز پانے والا ذمی ہو غلام ہو صغیر ہو عورت ہو اس لیے کہ یہ سب اہل غنیمت ہیں یعنی امام غنیمت میں سے کچھ بطور عطا ان کو دیا کرتا ہے

[1] یعنی جتنے مالک نکلیں تو جو سب سے اول مالک ہے اس کا ہوگا بعد مالک اول کے جو معلوم نہیں ہے واللہ اعلم ۱۲

Marfat.com

شامی عن رحمتی خلا حربی مستامن فانہ یسترد منہ ما اخذ یعنی پانے والے کا ہے سوائے کافر حربی مستامن کے کہ لوٹایا جاوے اس سے جو اس نے لیا کیونکہ غنیمت میں اس کا کچھ حق نہیں الا اذا عمل فی المفاوز باذن الامام علی شرط فلہ المشروط مگر جب کہ کام کرے جنگلوں میں امام کے اذن سے کسی شرط پر تو اس کو مشروط یعنی مقررہ ملے گا ولو عمل رجلان فی طلب الرکاز فہو للواجد اور اگر دو شخص مل کر کام کریں دفینہ کے طلب میں تو وہ اس کا ہوگا جس نے پایا ہم ظاہر اس کا دلالت کرتا ہے کہ دوسرے کو کچھ نہ ملے گا اور یہ اس صورت میں ہے کہ ایک نے کھودا پھر دوسرا آیا اس نے باقی رہا ہوا کھودا اور نکالا لیکن اگر وہ دونوں مشترک ہوں اس کی طلب میں سو باب الشرکۃ الفاسدۃ میں آوے گا کہ شرکت صحیح نہیں گھاس کھودنے اور شکار کرنے اور پانی بھرنے اور باقی مباحات میں جیسا پہاڑوں میں سے میوہ چننا اور طلب کرنا کان کا اور پکانا اینٹوں کا مباح مٹی سے اس لیے کہ یہ شرکت متضمن ہے وکالت کو اور وکیل کرنا مباح چیز کے لینے کے لیے جائز نہیں اور جو کچھ ان میں سے کسی نے حاصل کیا وہ اسی کا ہوگا اور جو دونوں نے حاصل کیا وہ نصفا نصف ہوگا اگر یہ نہ معلوم ہو کہ کتنا کس کا ہے اور جو کچھ ایک ہمراہی کی مدد سے ملے تو وہ اسی کا ہے اور ہمراہی کو اجر مثل ملے گا جس قدر ہو امام محمد کے نزدیک اور امام ابو یوسف کے نزدیک اس قدر کہ اس شئی کی نصف ثمن سے زیادہ نہ ہو دان کانا اجیرین فہو للمستاجر اور اگر وہ دونوں مزدور ہوں تو مال اس کا ہوگا جس نے ان کو اجرت پر رکھا ان خلا عنہا ای العلامۃ او اشتبہ الضرب فہو جاہلی علی ظاہر المذہب ذکرہ الزیلعی لانہ الغالب دفینہ کا لقطۃ اور اگر خالی ہو علامت سے یا مشتبہ ہو سکہ تو وہ جاہلی ہے یعنی اسلام سے پہلے کا ظاہر مذہب پر ذکر کیا ہے اس کو زیلعی نے کیونکہ غالب یہی ہے اس لیے کفار حربیوں کے ہیں جمع الموال پر ..... کذا فی الطحطاوی اور ایک قول یہ ہے کہ مال مذکور لقطہ کے مانند ہے م ہدایہ میں ایک قول یہ کہا ہے کہ اس کو مال اسلامی تصور کریں کے بہت زمانہ گذرنے کی جہت سے یعنی ظاہر یہ ہے کہ آثار جاہلیت سے کچھ باقی نہیں رہا اور ظاہر ہی کا اعتبار ہے جب تک اس کا خلاف معلوم نہ ہو اور حق یہ ہے کہ اس ظاہر ہونے کو نہ مانیں بلکہ جاہلیت کے دفینے اب تک شہروں میں نکلتے رہتے ہیں کذا فی فتح القدیر شامی نے کہا کہ اکثر نقود جن میں علامت اہل حرب کی ہے اور اہل اسلام میں رائج ہے ظاہر یہ ہے کہ وہ قسم مشتبہ سے ہیں لیکن میں نے شرح نقایہ میں جو ملا علی قاری کی ہے دیکھا اس میں لکھا ہے کہ کفار کے درم مسلمانوں کے درموں میں مخلوط ہونے کی صورت میں جیسا فی زماننا رواج ہے اسلامی ہی ہونے چاہئیں ولا یخمس رکاز معدنا کان او کنزا وجد فی صحراء دار الحرب بل کلہ للواجد لو مستامنا[1] لانہ کالمتلصص اور نہ خمس لیا جاوے وہ رکاز کہ پایا جاوے دار الحرب کے جنگل میں خواہ معدن ہو یا دفینہ بلکہ کل پانے والے کا ہے اگرچہ وہ کو دار الحرب میں امن لے کر لیا ہو اس لیے کہ وہ شخص چور کی طرح ہے ولو الدخلہ جماعۃ دو منعۃ وظفر الکل من کنوز ہم و معدنہم خمس لکونہ غنیمۃ اور اسی واسطے اگر دار الحرب میں ایک جماعت شوکت والی داخل ہوا اور کچھ خزانہ یا معدن ان کو دستیاب ہو تو خمس لیا جاوے گا کیونکہ وہ غنیمت ہے یعنی غلبہ اور قہر سے حاصل ہوا ہے وان وجدہ ای الرکاز مستامن فی ارض مملوکۃ تبعضہم ردہ الی مالکہ تحرزا عن الغدر اور اگر معدن یا دفینہ کسی مستامن نے حربیوں کی مملوکہ زمین میں سے پایا تو اس کو اس کے ملک کو بتا دے غدر سے بچنے کے لیے م یعنی حربیوں کے مال اس شخص مستامن پر بدون ان کی رضامندی کے حرام ہیں تو بدون اجازت کے کسی مال کا رکھ لینا خیانت ہوگا فان لم یرد ہ واخرجہ منہا ملکہ ملکا خبیثا فسبیلہ التصدق بہ پس اگر نہ بتایا اس کو اور دار الحرب سے نکال لایا تو اس کا مالک ہو جاوے گا خبیث ملک سے کہ اس کا تصدق کرنا واجب ہے فلو باعہ صح لقیام ملکہ لکن لا یطیب للمشتری پس اگر کسی

[1] یہاں مستامن سے وہ مسلمان مراد ہے جو دار الحرب میں امن پاکر جاوے ۱۲ منہ خیانت ۱۲

Marfat.com

دوسرے شخص کے ہاتھ بیچ دیا تو درست ہے کیونکہ اس کی ملک ثابت ہے لیکن مشتری تو اچھا نہیں م بخلاف اس صورت کے کہ کسی سے ایک چیز بشراء فاسد خریدی پھر کسی کے ہاتھ بیچ دے تو مشتری ثانی کے واسطے کچھ خرابی نہیں ہے کیونکہ فسخ بیع اول کا اس صورت میں ممتنع ہو گیا کذا فی الحلبی عن البحر ولو وجدہ ای الرکاز غیرہ ای غیر مستامن فیہا ای فی ارض مملوکۃ لہم حل لہ فلا یرد ولا یخمس لما مر بلا فرق بین متاع وغیرہ اور اگر معدن یا دفینہ پایا غیر مستامن نے حربیوں کی زمین مملوکہ میں سے تو اس کو حلال ہے پس نہ ہٹا دے اور نہ اس میں خمس لیا جاوے اسی وجہ سے کہ گذری یعنی وہ مثل خفیہ لی جانے والے کے ہے کذا فی الدرر بدون فرق کے درمیان متاع اور غیر متاع کے م متاع کے معنوں میں فقہاء کا اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ متاع وہ ہے جس سے نفع لیا جائے خواہ کپڑے ہوں یا گھر کا اسباب یا کھانا یا برتن کذا فی الطحطاوی وفی النقایۃ من ان رکاز متاع ارض لم تملک یخمس سہو اور جو کچھ نقایہ میں ہے کہ رکاز زمین غیر مملوکہ کا خمس لیا جاوے وہ سہو ہے م نقایہ کتاب ہے صدر الشریعۃ کی اور یہی ہے وقایہ میں جو اس کے دادا تاج الشریعۃ کی کتاب ہے درر میں کہا ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ شراح ہدایہ نے اور علما نے تصریح کی ہے کہ خمس واجب ہوتا ہے اس چیز میں کہ غنیمت کے معنوں میں ہو یعنی اہل حرب کے ہاتھ میں ہو پھر مسلمانوں کے پاس آوے قوت بازو سے اور وقایہ میں جو مذکور ہے وہ اس طرح کی صورت نہیں ہے کیونکہ مستامن مثل چور کے ہے اور زمین دار الحرب کی مسلمانوں کے ہاتھ میں نہیں آئی طحطاوی نے کہا کہ اضافت رکاز کی متاع کی طرف بیانی ہے الآن یحمل علی متاعہم الموجود فی ارضنا مگر یہ کہ مراد لیا جاوے متاع سے جو حربیوں کا متاع دار الاسلام میں موجود ہو[1] فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا للواجد صرف الخمس لنفسہ واصلہ وفرعہ واجنبی، بشرط فقر ہم پانے والے کو جائز ہے خمس کا صرف کرنا اپنے نفس پر اور اپنی اصل ماں باپ پر اور اپنی فرع یعنی اولاد پر اور اجنبی پر بشرطیکہ محتاج ہوں م یعنی وہ خود اگر محتاج ہو اور چار خمس میں اس کا کام نہیں نکلتا تو خود سب کا سب رکھ لے اگر نصاب سے کم ہو اور اگر نصاب کو پہنچے تو خمس کا خرچ کر لینا اس کو جائز نہیں کذا فی البحر عن البدائع میں کہتا ہوں کہ اس میں گفتگو ہے کیونکہ بعض اوقات نصاب سے زائد بھی کافی نہیں ہوتا مثلاً جب کہ پانے والا قرض دار ہو پس بہتر یہ ہے کہ حاجت ہی پر اقتصار کیا جاوے اور حاکم نے کافی میں کہا ہے کہ جس کو رکاز کا مال ملے اس کو گنجائش ہے کہ صرف کرے خمس مساکین پر پھر اگر امام کو اطلاع ہو تو اس کے کیے ہوئے کو قبول کرے اور اگر اس کو تمام مال کی ضرورت ہے تو گنجائش ہے کہ اپنے واسطے رہنے دے اور یہ بھی گنجائش ہے کہ حاجت مندوں کو دے اگرچہ اس کا باپ دادا یا اولاد ہو اور یہ مال بمنزلہ اس عشر کے نہیں ہے کہ زمین پر لازم ہوتا ہے کذا افادہ الشامی

باب العشر

یہ باب ہے دہ یکی کے احکام میں م عشر کہتے ہیں دس میں سے ایک ٹکڑے کو اور یہاں مراد وہ ہے جو عشر کی طرف منسوب ہوتا کہ شامل ہو نصف العشر اور ضعف العشر کو کذا فی الحموی اور اس کو زکوٰۃ میں اس لیے ذکر کیا کہ اس کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ کا ہے یجب العشر فی عسل وان قل واجب ہے دسواں حصہ شہد میں اگرچہ قلیل ہو م شامی میں کہا کہ عسل میں کسرہ ہے تنوین نہیں کیونکہ مضاف ہے ارض کی طرف اور لفظ وان قل کی ضرورت نہیں اس لیے مصنف کا قول بلا شرط نصاب اس سے نفی ہے ارض غیر الخراج ولو غیر عشریۃ کجبل ومفازۃ عشر واجب ہے اس شہد میں کہ غیر خراجی زمین کا ہو اگرچہ غیر عشری بھی ہو جیسے پہاڑ و جنگل بخلاف الخراجیۃ لئلا یجتمع العشر والخراج بخلاف شہد زمین خراجی کے یعنی اس میں عشر نہیں تاکہ نہ جمع ہو جاویں عشر اور خراج م ارض غیر الخراج کے لفظ میں اشارہ ہے کہ یہ شامل ہے زمین عشری کو اور اس زمین کو کہ نہ عشری ہو نہ خراجی جیسے پہاڑ اور جنگل لیکن خانیہ میں ہے کہ پہاڑ

[1] یعنی نقایہ کے مسئلہ کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ خمس اس صورت میں لیا جاوے کہ متاع حربی دار الاسلام کی زمین غیر مملوک میں ہو ا ۱۲

Marfat.com

عشری ہے یعنی اگر استعمال میں آوے تو عشری ہے کذا قالہ الشامی وکذا یجب العشر فی ثمرۃ جبل اد مفازۃ ان حماہ الامام لانہ مال مقصود اور ایسا ہی عشر واجب ہے پہاڑی یا جنگلی پھلوں میں اگر امام نے اس کی حفاظت کی ہو اس لیے کہ وہ مال مقصود ہے م امام کو اس کی حفاظت اس لیے مقصود ہے کہ عشر واجب ہو کیونکہ اخذ مال حفاظت ہی کی جہت سے ہے تو یہ علت اشتراط کی ہے یا یہ کہ وہ اس جنس سے ہے کہ جس سے غلہ حاصل کرنا زمین کا مطلوب ہوتا ہے تو یہ علت وجوب کی ہوئی کذا فی الشامی لان لم یحمہ لانہ کالصید عشر واجب نہ ہوگا اگر امام نے اس کی حفاظت نہیں کی جیسا شکار کہ اس میں بھی عشر نہیں ویجب فی مسقی سماءٍ ای مطر او سیح کنہر اور واجب ہے عشر اس زمین میں جو مینہ سے پانی دی گئی ہو یا جاری پانی سے مثل نہر کے م سیح پانی کے جاری ہونے کو کہتے ہیں زمین پر یعنی نہر کا پانی یا نالوں کا کذا فی المغرب بلا شرط نصاب راجح للکل بدون شرط نصاب کے یعنی کچھ ضرور نہیں کہ پیداوار بقدر نصاب ہو اگر کم تر ہوگا تب بھی عشر واجب ہوگا شارح نے کہا کہ نصاب کا ہونا سب مذکورات کی طرف ہے یعنی شہد و پھل و غلہ وبلا شرط بقاء وحولان حول لان فیہ معنی المؤنۃ اور بدون شرط باقی رہنے تمام سال کے اور گذرنے برس کے اس واسطے کہ عشر میں معنی مؤنۃ الارض کے ہیں یعنی اجرت زمین کی تو یہ عشر عبادت محض نہ ہوا م اگر پیداوار سال بھر میں کئی بار ہو تو ہر بار عشر واجب ہوگا اور ایسا ہی خراج مقاسمۃ[1] یعنی بٹائی کا لیکن خراج موظف جو فی جریب ایک ذراع یا مثل اس کے سالانہ مقرر ہوا کرتا ہے تو وہ برس روز میں ایک بار واجب ہوا کرتا ہے مکرر نہیں ہوتا اگرچہ زمین کا پیداوار کئی بار ہو کذا فی الشامی ولذا کان للامام اخذہ جبرا ولو خذ من الترکۃ اور اس لیے امام کو گنجائش ہے کہ ان چیزوں کا عشر بزور لے اور ترکہ سے لیا جا سکتا ہے ویجب مع الدین وفی ارض صغیر او مجنونٍ ومکاتب وماذون ووقف اور واجب ہوتا ہے یہ عشر باوجود قرضداری کے اور لڑکے کی زمین میں اور مجنون کے اور مکاتب کی اور ماذون کی اور وقفی زمین میں م زمین کی ملک وجوب عشر کے لیے شرط نہیں بلکہ پیداوار کی ملک شرط ہے اس لیے کہ عشر پیداوار میں ہے زمین میں نہیں تو زمین کا مالک ہونا اور نہ ہونا دونوں برابر ہیں اور زمین وقفی میں عشر اس صورت میں ہے کہ اہل وقف نے اس کو بویا ہو کذا فی الشامی مختصرا وتسمیتہ زکوٰۃ مجازا اور عشر کو زکوٰۃ کہنا مجازاً ہے م ایسا ہی مفہوم ہوتا ہے عنایہ سے اور نہر میں اسی کی تقویت کی ہے لیکن عنقریب اس باب میں کچھ گفتگو ہو چکی ہے الا فی مالا یقصد بہ استغلال الارض مگر ان چیزوں میں عشر نہیں کہ زمین کے محاصل میں مقصود نہ ہوں نحو حطب وقصب فارسی جیسے لکڑی اور نے م قصب لغت میں بنات ساق دار گرہ والی کو کہتے ہیں اور فارسی کے لفظ سے احتراز ہو گیا گنے اور قصب الذریرہ سے جس کو قصب السنبل کہتے ہیں کیونکہ ان دونوں میں عشر ہے کما فی الجوہرہ اور معراج میں ہے کہ گنے کے رس میں عشر ہے نہ خود گنے میں کذا فی النہر بلا لیہ وحشیش وتبن اور جیسے گھاس ہرا اور سوکھا م فتح میں کہا مگر اتنی بات ہے کہ اگر اس کو کاٹ لیا دانہ کے انعقاد سے پہلے تو اس میں عشر واجب ہے کیونکہ وہی مقصود ہو گیا اور ایک روایت امام محمد سے ہے کہ سوکھی گھاس میں عشر ہے کذا فی الشامی وسعف وصمغ وقطران وعلفی واشنان اور جیسے کھجور کے پٹھے اور جیسے گوند اور قطران جو ایک درخت کا عصارہ ہے اور علفی اور اشنان وشجر قطن وبادنجان اور جیسے کپاس کا درخت اور بینگن کا درخت م یعنی ان دونوں کے درختوں میں عشر نہیں بلکہ خود کپاس اور بینگنوں میں عشر ہے کذا قالہ الطحطاوی وبذر بطیخ وقثاء وادویۃ کحلبۃ وشونیز اور جیسے تربوز کے بیج اور ککڑی کے اور جیسے دوائیاں مثل میتھی اور کلونجی کے م کیونکہ تخم سے مقصود دلنکاریاں ہوتی ہیں اور ان میں عشر لازم آتا ہے خود تخم مقصود نہیں ہیں خانیہ میں ہے کہ دواؤں میں عشر نہیں ہے جیسے

[1] خراج کی دو قسمیں ہیں مقاسمہ اور ایک مخالف مقاسمہ اس کو کہتے ہیں کہ پیداوار کا کوئی حصہ بانٹ کر کے لیا جائے اور موظف وہ کہ فی بیگھہ مقرر کر دیا جائے ۱۲

Marfat.com

کیلہ اور بلیلہ اور کندر میں کذا قال الشامی حتی لو شغل ارضہ بہا یجب العشر یہاں تک کہ اگر زمین کو انھیں چیزوں میں لگا دیا تو عشر واجب ہوگا م یعنی اگر کوئی شخص زمین کو نے اور گھاس وغیرہ کے واسطے رکھتا ہو محاصل کے لیے اور اسی کو کاٹتا تو اور بیچتا ہو تو اس میں عشر ہوگا کذا فی غایۃ البیان والبدائع اور شرنبلالی میں کہا کہ بیچنا کچھ شرط نہیں اسی لیے قاضی خان نے مطلق رکھا یعنی بیچنے کی قید نہیں لگائی کذا فی الشامی ویجب نصفہ فی مستقی غرب ای دلو کبیر ودالیۃ ای دولاب لکثرۃ المؤنۃ اور نصف عشر یعنی بیسواں حصہ واجب ہے اس زمین کی پیداوار میں جو چرخ سے پانی دی گئی ہو یا رہٹ سے بسبب زیادتی محنت کے م یہ وجہ ہے نصف العشر لازم آنے کی وفی کتب الشافعیۃ اوسقاہ بماء اشتراہ اور کتب شافعیہ میں مذکور ہے یا اس صورت میں کہ پانی مول لے کر دیا ہو اور یہ ہمارے قواعد کے مخالف نہیں ہے یعنی اس صورت میں حنفیوں کے نزدیک بھی بیسواں حصہ لیا جاوے گا کذا فی الشامی ولو سقی بسیح دابۃ اعتبر الغالب اور اگر پانی دیا اس کو نہر سے اور کسی آلہ سے یعنی چرخ وغیرہ سے تو اعتبار کیا جاوے گا اکثر م اگر اکثر چرخ سے پانی دیا ہوگا تو بیسواں حصہ لیا جاوے گا اور اگر باران سے یا نہر سے دیا ہوگا تو دسواں حصہ کذا فی الزیلعی ولو استویا فنصف اور اگر دونوں طرح پانی دینا برابر ہو تو نصف عشر ہے کیونکہ زیادتی میں شک واقع ہوا اور شک سے لزوم نہیں ہوتا وقیل ثلثۃ ارباعہ اور ایک قول یہ ہے کہ تین ربع عشر کے اس صورت میں لام ہیں م غایۃ البیان میں کہا کہ یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا کہ نصف نصف دونوں وظیفوں کا لیا جاوے یعنی چونکہ آدھی زمین نہر کی ہوئی تو دسواں حصہ کا آدھا لازم ہوا اور آدھی دولابی تو بیسواں حصہ کا آدھا لازم ہوا اس لیے تین ربع عشر کے ہوئے اور زیلعی نے روایت اول یعنی لزوم نصف عشر کو ترجیح دی ہے سوائم پر قیاس کر کے جس صورت میں آدھے برس گھر سے گھاس دیا ہو کذا فی الشامی بلا رفع مؤن ای کلف الزرع وبلا اخراج البذر لتصریحہم بالعشر فی کل الخارج عشر اور نصف عشر لیا جاوے بدون مجرا کرنے اخراجات کھیتی کے اور بغیر نکالے بیج کے اس لیے کہ علما نے تصریح کی ہے عشر کی کل پیداوار سے م یعنی عشر اول صورت میں اور نصف عشر دوسری صورت میں جو لازم ہے تو کل میں سے لازم ہے بغیر جدا کرنے مزدوری کیرون اور خرچ بیلوں کے اور نہروں کی کھدائی اور اجرت محافظ وغیرہ کی کذا فی الدرر ویجب ضعفہ فی ارض عشریۃ لتغلبی مطلقاً واجب ہے دونا عشر کا یعنی پانچواں حصہ اس عشری زمین میں جو تغلبی کی ہو ہر صورت میں م بنی تغلب قوم نصاری میں سے ہیں حضرت عمرؓ سے صلح اس بات پر ٹھہری تھی کہ مسلمانوں کا دونا ان سے لیا جاوے طحطاوی نے کہا کہ علما نے فرق بیان نہیں کیا زمین کے دولاب سے پانی دینے یا نہر کے پانی دینے میں اور مقتضا صلح کا جو واقع ہوئی یہ ہے کہ مسلمانوں کی نسبت ان سے دوچند لیا جاوے ہر صورت میں وان کان طفلا او انثی او اسلم او ابتاعہا من مسلم اگرچہ تغلبی لڑکا ہو یا عورت یا اسلام لے آیا یا زمین خریدی ہو مسلمان سے م تغلبی اگرچہ مسلمان ہوا تو اس کے پاس جو زمین تضعیفی[1] موجود ہے وہ طرفین کے نزدیک تضعیفی رہتی ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک عشری ہو جاتی ہے اور یہی حال ہے جب خریدا ہو اس سے کسی مسلمان نے اور اگر خریدا تغلبی نے عشری زمین کسی مسلم سے تو شیخین کے نزدیک تضعیفی ہو جاوے گی اور امام محمد کے نزدیک عشری باقی رہے گی کذا فی الحلبی او اباعہا منہ مسلم او ذمی لان التضعیف کالخراج فلا یتبدل یا خریدا زمین کو تغلبی سے کسی مسلمان نے یا ذمی نے اس جہت سے کہ تضعیف خراج کے مانند ہے پس متبدل نہ ہوگی م ذمی جب تضعیفی زمین تغلبی سے خریدے تو بالاتفاق تضعیفی رہتی ہے کذا فی الحلبی اور شرا کا ذکر بنا بر کثرت ہے ورنہ سب انتقالات میں یہی حکم ہے اسمٰعیل عن البرجندی اور عدم تبدل خراج بالاتفاق اور تضعیف میں امام ابو یوسف کا اس صورت میں خلاف ہے کہ تغلبی مسلمان ہو جاوے یا اس سے کسی مسلمان نے خریدی

[1] یعنی جس سے دونا محصول لیا جاتا تھا۔

Marfat.com

ہو کیونکہ وہ عشری ہو جاتی جیسا پہلے بیان ہو چکا کذا فی الحلبی واخذ الخراج من ذمی غیر تغلبی اشتری ارضًا عشریۃ من مسلم وقبضہا عنہ للشافی اور لیا جاوے گا خراج اس ذمی سے جو تغلبی نہ ہو اور خریدا ہو از مین عشری مسلمان سے اور قبض کیا اس کو کیونکہ عشر میں اور کفر میں منافاۃ ہے م ذمی سے خراج لینا اس صورت میں مذہب شیخین کا ہے اور امام محمد نے نزدیک عشری ہی رہے گی اور غیر تغلبی کی قید اس لیے لگائی کہ عشری اس پر مضاعف ہو جاتی ہے شیخین کے نزدیک اور قبضے کی قید اس لیے لگائی کہ خراج واجب نہیں ہوتا مگر زراعت کی قدرت سے اور زراعت پر قدرت نہیں حاصل ہو سکتی بدون قبض کے اور کفر منافی ہے عشر کے اس لیے کہ عشر میں معنی عبادت کے ہیں حاصل یہ ہے کہ زمین عشری ہوتی ہے یا خراجی یا تضعیفی اور مشتری یا مسلم ہوگا یا ذمی یا تغلبی پس جب مسلمان خریدے عشری یا خراجی کو تو بدستور اپنے حال پر رہتی ہے یا خریدے تضعیفی کو تب طرفین کے نزدیک بدستور رہتی ہے اور امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ عشری ہو جاوے گی اور جب تغلبی خریدے خراجی کو تو خراجی رہے گی اور تضعیفی خریدے تو تضعیفی رہے گی اور اگر عشری کو کسی مسلمان سے خریدے تو تضعیفی ہو جاوے گی شیخین کے نزدیک برخلاف قول امام محمد کے اور جب خریدے ذمی غیر تغلبی خراجی یا تضعیفی کو تو بدستور رہے گی اور اگر عشری خریدے تو خراجی ہو جائے گی اگر ٹھہرے اس کی ملک میں امام اعظم کے نزدیک کذا قالہ الشامی واخذ العشر من مسلم اخذ لہا منہ ای من الذمی بشفعۃ لتحول الصفقۃ الیہ اور اگر لیا جاوے گا عشر مسلمان سے کہ لیا ہو زمین عشری کو ذمی سے شفعہ کی وجہ سے واسطے تبدل عقد کے ذمی سے طرف مسلمان کے م یعنی گویا کہ مسلمان نے مسلمان سے لیا ذمی کا واسطہ بیچ میں سے اٹھ گیا کذا فی البحر وغیرہ اور رد علیہ لفساد البیع یا زمین رد کی گئی مسلمان پر بیع کے فساد کے سبب سے م اور رد عطف ہے اخذ لہا پر یعنی جب کہ خریدا اس کو ذمی نے مسلمان سے بشراء فاسد پھر وہ زمین بجہت شراء فاسد ہونے کے رد کی گئی مسلمان پر تو وہ زمین عشری نہ ہوگی بدستور بحر میں کہا ہے کہ رد اور فسخ کی جہت سے بیع کان لم یکن ہو گئی اس لیے کہ حق مسلمان کا یعنی بائع کا اس طرح کی بیع سے منقطع نہیں ہوا تھا کہ ہنوز استحقاق پھر لینے کا اس کو ثابت ہے او بخیار شرط یا رد کی گئی ہو بخیار شرط کی جہت سے م یعنی جس صورت میں کہ بائع کو خیار تھا جیسا قاضی خاں نے جامع صغیر کی شرح میں قید لگائی ہے اس لیے کہ خیار بائع کا منع کرتا ہے زوال ملک کو قالہ الشامی او عیبۃ مطلقًا یا رد کی گئی ہو بخیار رویت بہر حال یعنی رد قضاء قاضی سے ہو یا بغیر اس کے کذا فی الشامی او عیب بقضاء یا رد کی گئی بجہت عیب کے قاضی کے حکم سے م تو ان پانچوں صورتوں میں مسلمان سے عشر لیا جائے گا دلو بغیرہ بقیت خراجیۃ لانہ اقالۃ لا فسخ اور اگر رد کی گئی بغیر حکم قاضی کے تو رہے گی خراجی اس واسطے کہ یہ اقالہ ہے نہ فسخ یعنی اقالہ بیع جدید ہوتا ہے غیر متعاقدین کے حق میں کذا فی الشامی واخذ خراج من دار جعلت بستانا او مزرعۃ ان کانت لذمی مطلقًا اور لیا جاوے خراج گھر سے کہ بنا لیا ہو اس کو باغ یا کھیت اگر وہ گھر ذمی کا ہو ہر صورت میں م یعنی عشر کے پانی سے اس کو پانی دیا ہو یا خراج کے پانی سے اس لیے کہ ذمی خراج کے لائق ہے نہ عشر کے کذا فی البحر او لمسلم وقد سقاہا بماء الرمناہ یا وہ گھر مسلمان کا ہو لیکن مسلمان نے اس کو پانی دیا خراج کے پانی سے اس واسطے کہ مسلمان راضی ہوا خراج کے ادا پر اس وجہ سے کہ اس نے خراج کا پانی اپنے کھیت کو دیا م خراج کا پانی یعنی وہ نہریں کہ عجمیوں نے کھودیں جیسے گنگا اور جمنا کی نہریں اور اسی کے مانند ہے سیحون اور جیحون و دجلہ و فرات برخلاف قول امام محمد کے اور عشر کا پانی مینہ اور کنواں اور چشمہ اور وہ دریا جو کسی کے تحت میں نہ ہو کذا فی الملتقی و شرحہ متابی نے اشکال کیا تھا کہ یہاں مسلمان پر خراج لگانا ابتداءً لازم آتا ہے شارح نے اس کے جواب کی طرف اشارہ کیا کہ ممنوع ہے خراج بجبر لگانا ابتداءً مسلم پر اور یہاں مسلمان نے چونکہ خراجی زمین سے پانی دیا خود خراج اختیار کیا

Marfat.com

جیسا زمین موات کو امام کی اجازت سے درست کرے اور پانی خراج کا دے تو خراج واجب ہوتا ہے کذا قال فی البحر واخذ عشر ان سقاہا المسلم بمائہ او بمالا نہ الیق اور لیا جاوے گا عشر اگر پانی دیا زمین کو مسلمان نے عشر کے پانی سے یا دونوں طرح کے پانی سے اس لیے کہ عشر لائق ہے مسلمان کو کیونکہ اس میں عبادت کے معنی پائے جاتے ہیں ولا شئ فی دار ومقبرۃ ولو لذمی اور کچھ نہیں لازم گھر میں اور مقبرہ میں اگرچہ ذمی کا ہو م کیونکہ حضرت عمرؓ نے مساکن کو معاف کر دیا تھا اور اسی پر اجماع ہے صحابہ کا دوسری وجہ یہ ہے کہ رہنے میں نمو اور زیادتی نہیں اور خراج کا وجوب نمو کی جہت سے ہے اور اسی قیاس پر مقابر ہیں زیلعی اور اس بیان سے یہ ظاہر ہوا کہ پرانے اور نئے میں کچھ فرق نہیں لیکن علماء نے تصریح کی ہے کہ اگر کسی خراجی زمین کو معطل رکھے تو اس پر خراج لازم ہے خانیہ میں ہے اگر خراجی زمین کو خرید کر کے گھر بنایا یا عمارت بنائی تو اس پر اس زمین کا خراج لازم ہوگا جیسا اس صورت میں کہ اس کو معطل رکھے اور ایسا ہی ذخیرہ میں ہے پھر کہا کہ فتاوی ابواللیث میں ہے کہ جب کریں خراجی زمین کو مقبرہ یا کرایہ کے لیے یا گھر فقیروں کے لیے تو خراج ساقط ہو جاتا ہے انتہی اور یہ دوسری روایت شاید کہ مبنی ہے منفعت عامہ پر کذا قالہ الشامی ولا فی عین فیرای زفت اور کچھ نہیں رال کے چشمے میں م اس لیے کہ رال زمین کا نما یعنی بڑھوتری نہیں ہے یعنی زمین سے نہیں پیدا ہوتی ہے بلکہ چشمہ ہے جوش مارتا جیسے پانی کا چشمہ تو اس میں عشر اور خراج نہیں کذا فی البحر ولفظ درمختار یعلو الماء مطلقا ای فی ارض عشر او خراج اور کچھ نہیں لفظ میں کہ ایک روغن ہے کہ جو پانی پر آجاتا ہے کسی صورت میں یعنی رال وغیرہ زمین عشری میں ہو یا خراجی میں ولکن فی حریمہا الصالح للزراعۃ من ارض الخراج لیکن خراجی زمین کے چشمہ کے گرد و نواح میں جو صلاحیت کھیتی کی رکھتا ہو خراج لازم ہے لانہا لتعلق الخراج بالتمکن من الزراعۃ خرابج نہیں خود چشمہ میں اس لیے کہ خراج متعلق ہے کھیتی کی قدرت پر م یہ علت ہے الصالح للزراعۃ کی اور خراج موظف میں بن سکتی ہے اور خراج مقاسمہ کا حکم مانند حکم عشر کے کذا قالہ الشامی واما العشر فیجب فی حریمہا العشری ان زرعہ والا لالتعلقہ بالخارج اور عشر واجب ہے عشری زمین کے چشمہ کے گرد و نواح میں بشرطیکہ بووے اور نہیں تو نہیں لازم کیونکہ عشر پیداوار سے متعلق ہے ویوخذ العشر عند الامام عند ظہور الثمرۃ وبدو صلاحہا برہان وشرط فی النہر امن فسادہا اور لیا جاوے عشر امام کے نزدیک وقت ظاہر ہونے پھل کے اور وقت ظاہر ہونے اسکی درستی کے یعنی گدرا ہونے کے کذا فی البرہان اور نہر میں شرط کیا ہے کہ فساد سے مامون ہو جاوے م جوہرہ میں کہا ہے کہ اختلاف ہے عشر کے وقت میں جو کھیتوں اور پھلوں میں سے لیا جاتا ہے پس امام ابوحنیفہؒ اور زفر کہتے ہیں کہ اس وقت لیا جائے کہ جب پھل ظاہر ہوا اور خرابی سے محفوظ ہوا اگرچہ کٹنے کے لائق نہ ہو یعنی اس درجہ کو پہنچے کہ اس سے انتفاع ہو سکے اور امام ابویوسف کہتے ہیں کہ جب کٹنے کے لائق ہوا اور امام محمدؒ کہتے ہیں کہ جب کٹ جاوے اور کھلیاں لگایا جاوے کذا فی الشامی ولا یحل لصاحب ارض خراجیۃ اکل غلتہا قبل اداء خراجہا اور نہیں حلال خراجی زمین والے کو کہ کھاوے اس کی آمدنی خراج کے ادا سے پہلے م بعضوں نے کہا کہ یہ حکم خراج مقاسمہ کا ہے اس لیے کہ خراج موظف ذمہ پر لازم ہوتا ہے پیداوار سے اس کو علاقہ نہیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ خراج وظیفہ بھی ایسا ہی ہے اس لیے کہ امام یعنی حاکم کو حبس کا حق ہے خراج کے ادا کے لیے پس اگر پیداوار کو مالک کھا جاوے تو امام خراج کہاں سے لے کذا فی الذخیرہ طحطاوی نے کہا کہ واقعات میں ہے نقلا عن البزازیۃ کہ پیداوار سے کھانا درست نہیں قبل ادا کرنے خراج کے اور ایسا ہی قبل ادا کرنے عشر کے مگر جب کہ مالک عزم ادا عشر کا رکھتا ہو اور یہ قید مستحسن ہے کذا فی الشامی ولا یاکل من طعام العشر

سلہ اور نمک میں بھی کچھ نہیں کذا فی الشامی والنہایۃ وغیرہ ۱۲

Marfat.com

حتی یؤدی العشر وان اکل ضمن عشرہ مجمع الفتاوی اگر کھا دے ماکولات عشریہ سے یہاں تک کہ ادا کرے عشر اور اگر کھا دے گا تو اس کے عشر کا ضامن ہوگا کذا فی مجمع الفتاوی م شرح ملتقی میں مضمرات سے منقول ہے کہ اگر دستور کے موافق تھوڑا سا کھالے تو اس پر کچھ نہیں فقیہ ابواللیث نے کہا کہ اسی قول کو ہم لیتے ہیں کذا فی الطحطاوی وللامام حبس الخارج للخراج اور امام کو پہنچتا ہے کہ پیداوار کو روک دے واسطے وصول خراج کے ومن منع الخراج سنین لایؤخذ لما مضی عند ابی حنیفۃ خانیہ اور جس شخص نے خراج چند سالہ نہ دیا ہو تو گذرے برسوں کا خراج نہ لیا جاوے گا امام صاحب کے نزدیک کذا فی الخانیہ م اور یہ مسئلہ کتاب الجہاد کے باب الجزیہ میں مع شئ زائد مذکور ہے اور خانیہ کا معمول ہے اس حالت پر کہ مالک زراعت سے عاجز ہو جیسا کہ دوسری عبارت سے خانیہ کی معلوم ہوتا ہے کذا فی الشامی محتصراً وفیہا من علیہ عشر او خراج اذا مات اخذ من ترکتہ وفی روایۃ لا بل یسقط بالموت والاول ظاہر الروایۃ اور خانیہ میں ہے جس پر عشر یا خراج، سو جب مر جاوے تو اس کے ترکہ سے لیا جاوے اور ایک روایت یہ ہے کہ نہ لیا جاوے بلکہ موت کی جہت سے ساقط ہو جاتا ہے اور اول ظاہر الروایۃ ہے م شامی نے کہا کہ ذخیرہ میں ہے کہ نہیں ساقط ہوتا عشر بسبب مرنے دوسرے شخص کے جس کے ذمہ ہے ظاہر الروایۃ میں اور ابن المبارک نے ابو حنیفہؒ سے روایت کیا ہے کہ ساقط ہو جاتا ہے پھر دو روایتوں کے بعد ہے کہ ساقط ہوتا ہے خراج ہلاک کے مرنے سے جس کے ذمہ خراج ہے جب کہ ہو خراج موظف ظاہر الروایۃ میں اور ابن المبارک نے کہا کہ ساقط ہو جاتا ہے پس معلوم ہوا کہ بنا بر دونوں روایتوں کے فرق ہے درمیان عشر و خراج کے اور سقوط میں خراج موظف کی قید لگائی اس سے معلوم ہوا کہ خراج مقاسمہ ساقط نہیں ہوتا مانند عشر کے ظاہر الروایۃ میں انتہی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے لکن ولم یزرع وجب الخراج دون العشر قادر ہو زمین کا قابض زراعت پر اور نہ بویا تو خراج واجب ہے نہ عشر م یعنی خراج موظف اور خراج مقاسمہ واجب نہیں ہوتا جیسا پہلے گذر چکا ہے اور مصنف بھی باب العشر والخراج میں ذکر کرے گا کذا قالہ الشامی ولسقطان بہلاک الخارج اور ساقط ہو جاتے ہیں دونوں یعنی عشر اور خراج مقاسمہ پیداوار کے ہلاک ہونے سے لیکن موظف اگر کھیتی کٹنے سے پہلے ہلاک ہو جاوے تو ساقط ہو جاتا ہے اور بعد کٹنے کے نہیں کذا قالہ الحلبی والخراج علی الغاصب ان زرعہا وکان جاحداً ولا بینۃ لربہا اور خراج غاصب کے ذمہ پر ہے اگر بویا ہو زمین مغصوبہ کو اور وہ غصب سے انکار کرتا ہو اور مالک کے پاس گواہ نہ ہوں م خانیہ میں ہے کہ وہ زمین جس کا خراج مقرر ہے کسی شخص نے اس کو غصب کر لیا اور غصب سے منکر ہے اور مالک کے پاس گواہ نہیں اگر غاصب نے اس کو نہیں بویا تو خراج کسی پر نہیں اور اگر غاصب نے بویا اور زراعت سے زمین ناقص نہیں ہوئی تو خراج غاصب پر ہے اور اگر غاصب غصب کا مقر ہو کیا مالک کے پاس گواہ ہوں اور زراعت کی وجہ سے زمین میں کچھ نقصان نہیں آیا تو خراج مالک کے ذمہ ہے اور اگر زمین کو زراعت سے نقصان پہنچا ہو تو امام صاحب کے نزدیک زمین کے مالک پر ہے نقصان تھوڑا ہو یا بہت کیونکہ گویا اس شخص نے زمین کو اجارہ دیا بدے ضمان نقصان کے غاصب کے ہاتھ اور یہی تفصیل ہے زمین عشری کے غصب میں کذا قالہ الشامی والخراج فی بیع الوفاء علی البائع ان بقی فی یدہ اور بیع بالوفا میں خراج بائع پر ہے اگر زمین اس کے قبضہ میں رہے م بیع بالوفا کا نام بیع الطاعت بھی ہے اس میں شرط ہوتی ہے کہ مبیع بائع کو پھیر دی جاتی ہے جب وہ ثمن مشتری کو پھیر دے اور اس کا بیان آخر کتاب البیوع میں آوے گا انشاء اللہ تعالیٰ ولو باع الزرع ان قبل ادراکہ فالعشر علی المشتری ولو بعدہ فعلی البائع اور اگر کھیتی کو بیچ دیا پس اگر پکنے سے پہلے بیچا تو عشر مشتری پر ہے اور اگر بعد پکنے کے تو بائع پر ہے م اور یہ شامل ہے اس صورت کو کہ کھیتی کو بیچ دیا اور مشتری نے مالک کی اجازت سے پکنے تک بر سر تلور رہنے دیا تو طرفین کے نزدیک عشر مشتری پر ہے اور ابو یوسف کے نزدیک ہری کٹی ہوئی کھیتی کی قیمت کے برابر تو بائع

Marfat.com

پر ہے اور باقی مشتری پر یہ حال کھیتی کی بیع کا ہے کذا فی الفتح اور اگر کھیت بدون کھیتی کے بیچا اور مشتری کے سپرد کر دیا اگر اس قدر مدت باقی رہی کہ اس میں کھیتی کر سکتا ہے تو عشر مشتری پر ہے نہیں تو بائع پر اور مدت کے اندازہ کے باب میں فتوی تین مہینے پر ہے اور اگر بیچ دیا مشتری دوسرے کے ہاتھ اس نے تیسرے کے ہاتھ یہاں تک کہ زراعت کا وقت جاتا رہا تو خراج کسی پر لازم نہ ہوگا یعنی کسی کے ہاتھ میں اس قدر مدت نہ رہی کہ زراعت کر سکے دوسرے برس کے آنے سے پہلے کذا قالہ الشامی والعشر علی الموجر کخراج موظف فقالوا علی المستاجر اور عشر اوپر اجارہ دینے والے کے ہے اما صاحب کے نزدیک جیسا خراج موظف بالاتفاق موجر پر تھا اور کہا ہے صاحبین نے کہ اجارہ لینے والے پر ہے م یعنی اگر زمین کو اجارہ دیا تو عشر امام کے نزدیک موجر پر ہے اجرت میں سے جیسا تاتارخانیہ میں ہے اور صاحبین کے نزدیک مستاجر پر فتح القدیر میں ہے کہ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ عشر کا تعلق پیداوار کے ساتھ ہے اور وہ مستاجر کا ہے اور امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ زمین کا نماء جیسا زراعت سے ہوتا ہے ویسا ہی اجارہ سے بھی ہوتا ہے تو یہاں اجرت مقصود ہے جیسا پھل تو نما حقیقت میں موجر کے پاس ہے اور وہی مالک بھی ہے تو عشر کے واجب ہونے کے لیے بھی اولی ہے مستعیر مسلم مانند عاریت لینے والے مسلم کے م یعنی جیسا عاریت کی صورت میں کہ اگر کسی مسلمان نے زمین عاریت لی تو مستعیر کے اوپر خراج ہے اور زفر کے نزدیک عاریت دینے والے پر ہے کیونکہ جب اس کے اپنی طرف سے مستعیر کو بخوشی اپنے قائم مقام کیا تو عشر اسی پر لازم ہوا جیسا موجر کا حال ہے ہم کہتے ہیں کہ موجر نے منفعت زمین کی حاصل کی تو قائم مقام پیداوار کے ہوئی بخلاف معیر کے اور مسلم کی قید اس لیے لگائی کہ اگر ذمی عاریت لے تو عشر معیر پر ہے بالاتفاق کیونکہ اس نے حق فقرا کا عاریت لینے کی وجہ سے کھو دیا کذا فی درر البحار یعنی اس وجہ سے کہ کافر عشر کا اہل نہیں ہے لیکن بدائع میں ہے کہ اگر کافر نے عاریت لی تو صاحبین کے نزدیک عشر اس کے ذمہ لازم ہوگا اور امام صاحب سے دو روایتیں ہیں ایک روایت میں تو ایسا ہی ہے اور ایک روایت میں مالک پر تامل کذا فی الشامی وفی الحاوی لقولہما نا خذ اور حاوی میں ہے کہ صاحبین کے قول کو ہم اخذ کرتے ہیں وفی المزارعۃ ان کان البذر من رب الارض فعلیہ ولو من العامل فعلیہما بالحصۃ اور جو زمین مزارعت پر دی جاوے پس اگر بیج مالک کی طرف سے ہو تو عشر اس پر ہے اور اگر مزارع کی طرف سے ہے تو دونوں پر حصہ رسد ہے م واضح ہو کہ عقد مزارعت اس کو کہتے ہیں کہ زمین اور بیج اور بیل اور کام میں سے کچھ ایک شخص کا ہو اور کچھ دوسرے کا امام اعظم کے نزدیک مزارعت کی سب قسمیں باطل ہیں مگر صاحبین کے نزدیک تین صورتیں جائز ہیں اول یہ کہ زمین اور بیج ایک کے ہوں اور بیل اور کام دوسرے کا دوسرے یہ کہ زمین ایک کی ہو باقی دوسرے کی تیسرے یہ کہ کام ایک کا ذمہ ہو باقی دوسرے کے باقی صورتیں صاحبین کے نزدیک باطل ہیں تو یہ تفصیل جو شارح نے بیان کی ہے نہ تو امام صاحب کے قول پر مبنی ہے نہ صاحبین کے اس لیے کہ امام صاحب کے نزدیک عشر مالک پر ہے خواہ بیج اس کا ہو یا نہ ہو اور صاحبین کے نزدیک دونوں پر ہے حصہ رسد اور یہی مذکور ہے اکثر کتب میں تو شارح کو مناسب تھا کہ اکثر کتب کی متابعت کرتا یہ حال عشر کا ہے اور خراج بالاتفاق مالک پر ہے کذا فی الطحطاوی والشامی ومن لہ حق فی بیت المال وظفر بما ہو موجہ لہ اخذہ دیانۃ اور جس کا حق بیت المال میں ہو اور وہ خود اسلامی سے اس پر قابو پا گیا تو اس کا لے لینا اس کو دیانۃً جائز ہے م شارح کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ بیت المال کے حق دار کو پہنچانے لے لینا جہاں سے پاوے اگرچہ اس خاص مد میں سے نہ ہو جو اس کے واسطے مقرر ہے اور یہ علما کے ظاہر کلام کے خلاف ہے ورنہ مدوں کی چار قسمیں کرنے کا کیا فائدہ ہاں امام کو البتہ پہنچتا ہے کہ وقت ضرورت ایک میں سے قرض لے کر دوسرے مصارف میں صرف کرے پھر جو قرض لیا اس کو اس کی جگہ رکھ دے تو یہ مسئلہ البتہ یوں چاہتا ہے کہ دوسری مد میں سے بھی امام کو دے دینا جائز ہے پس مسئلہ مذکورہ میں اگر حقدار کو اپنے حق پر پہنچنا ممکن ہو تو اس مد کے سوا جس میں اس کا حق ہے دوسرے سے لینا درست نہیں مگر ضرورت کے لیے جائز ہے اس لیے

Marfat.com

کہ ضرورت میں اگر جائز ہو تو لازم آتا ہے کہ کوئی حق دار فی زماننا اپنے حق کو نہ پہنچے کیونکہ بیت المال کی مدات جدی جدی نہیں ہوتی بلکہ سب مال کو اکٹھا کر دیتے ہیں کذا قالہ الشامی وللموضع صرف ودیعۃ مات ربہا ولا وارث لنفسہ اوغیرہ من المصارف اور جس شخص نے کسی کی ودیعت رکھی پھر مالک مر گیا اور کوئی وارث نہیں تو اس کو اپنے نفس پر یا اپنے سوا کسی اور پر صرف کرنا جائز ہے اگر مصرف ہوں م امام حلوانی نے کہا کہ جب کسی کے پاس ودیعت رکھی ہو اور جس نے ودیعت رکھوائی تھی یعنی مالک بلا وارث مر گیا ہو تو ودیعت رکھنے والے کو اپنی ذات پر خرچ کرنا فی زماننا جائز ہے اس لیے کہ اگر اس کو بیت المال میں دے دے گا تو ضائع ہوگی کہ بیت المال والے مصارف میں صرف نہیں کرتے پس اگر یہ شخص مصرف زکوۃ کا ہے تو اپنی ذات پر صرف کرے اور اگر مصارف صدقات سے نہیں تو اور کسی پر جو مصرف ہو صرف کرے کذا فی الشامی دفع النائبۃ والظلم عن نفسہ اولی الا اذا تحمل حصتہ باقیہم دفع کرنا تاوان اور ظلم کا اپنے نفس سے بہتر ہے مگر اس صورت میں کہ اس حصہ باقی جماعت پر پڑے م نائبہ وہ ہو بادشاہ کی طرف سے لازم ہو حق یا ناحق جیسا فتنہ میں ہے منقول عن البزدوی اور مراد یہاں وہ ہے جو ناحق ہو اس واسطے کہ ظلم کو بطور عطف تفسیری کے ذکر کیا اور اس میں یہ بھی ہے کہ شمس الائمہ سرخسی سے منقول ہے کہ اگر کسی جماعت پر کوئی چٹی ناحق لگائی جاوے تو بعض کو ان میں سے پہنچتا ہے کہ اپنی ذات پر سے اس کو دفع کرے جس صورت میں کہ اس کی حصہ باقیوں پر نہ لگایا جاوے ورنہ بہتر یہ ہے کہ اپنی ذات پر سے نہ دفع کرے کذا قالہ الشامی وتصح الکفالۃ بہا اور نائبہ کی کفالت جائز ہے م نائبہ کی دو قسمیں ہیں ایک حق ایک ناحق قسم اول جیسے نہر کھدوانا عوام کی منفعت کے لیے اور محلہ کے چوکیدار کی اجرت اور لشکر کو سامان دینے کے لیے امام جو مقرر کرتا ہے اور مسلمان قیدی جو کفار کے ہاتھ میں اسیر ہیں ان کا چھڑانا تو اگر ان اشیاء کی ضرورت ہو اور بیت المال میں کچھ نہ ہو اور لوگوں پر اس کو حصہ رسد بانٹ دیا جائے تو اس قسم کے نائبہ کی کفالت بالاتفاق جائز ہے دوسری قسم جو ناحق ہے جیسے اس زمانہ کے تاوان پس یہ بھی مطالبہ میں مانند اور دیوں کے ہے اور صحت کفالت کے معنی نائبہ کے حق میں یہ ہیں کہ کفیل نے جب اس کے امر سے کفالت کی اور روپیہ دے دیا تو مطالبہ اپنے روپیہ کا اس سے کر سکتا ہے نہ یہ کہ ظالم کو حق مطالبہ کا کفیل سے ثابت ہو جائے کذا قالہ الشامی ویجبر من قام بتجویزہا بالعدل وان کان الاخذ باطلا اور ثواب پاتا ہے وہ شخص جو نائبہ کی تقسیم کر دے انصاف کی رو سے اگرچہ لینا باطل اور ناحق ہو م یعنی ہر ایک پر بقدر اس کی طاقت کے تقسیم کر دے اس لیے کہ اگر اس کی تقسیم ظالم کے حوالہ ہوگی تو سب غربا کے ذمہ پر طاقت سے زیادہ لگا دے گا تو یہ ظلم بر ظلم ہوگا اگر کوئی شخص انصاف سے اس کو تقسیم کر دے تو ظلم میں کمی ہو جاوے گی اسی واسطے اس کو اجر ہوگا اور ایسا آدمی فی زماننا مثل اکسیر کے ہے قالہ الشامی وہذا یعرف ولا یعرف کفالما دۃ الظلم اور یہ مسئلہ سیکھا جاوے اور نہ بتلایا جاوے واسطے روکنے مادہ فساد کے م مشار الیہ کلام بین مذکور نہیں اور اس کی اصل فتنہ میں ہے اس طرح کہ کہا ابو جعفر بلخی نے جو لگاتا ہے بادشاہ رعیت پر ان کی مصلحت کے لیے ہو جاتا ہے دین واجب اور حق مستحق مثل خراج کے اور ہمارے مشائخ نے کہا کہ جو کچھ امام مقرر کر دے لوگوں پر ان کی مصلحت کے لیے ان سب کا یہی حکم ہے یہاں تک کہ محافظوں کو رستوں پر معین کرنا اور چوری کی انسداد کے لیے چوکیدار مقرر کرنے اور پھاٹک لگانے اور کوچہ بندی کرنے اور یہ امر اب معلوم کر لینا چاہیے اور نبلانا نہ چاہیے فتنہ کے خوف سے یعنی تاکہ حکام کو جرأت زیادہ ستانی پر نہ ہو میں کہتا ہوں کہ اس میں اتنی قید اور چاہیے کہ یہ اس صورت میں ہے کہ بیت المال میں اس قدر روپیہ نہ ہو کہ اس کام کے لیے کافی ہو جیسا باب المصارف میں آوے گا انشاء اللہ تعالیٰ کذا قال الشامی ویجوز ترک الخراج للمالک لا العشر اور جائز ہے چھوڑ دینا خراج کا مالک کو نہ عشر کا م باب المصارف میں متن اور شرح میں مذکور ہے کہ اگر بادشاہ یا نائب اس کا خراج چھوڑ دے زمین والے کو یا بخش دے اگرچہ سفارش ہی سے ہو تو جائز ہے ابو یوسف کے نزدیک اور مالک کو حلال ہے اگر مصرف ہو ورنہ اس کو تصدق کر دے اسی پر فتوی ہے اور حاوی

Marfat.com

میں جو راجح کر کے بیان کیا ہے کہ اگر مصرف نہ ہو تب بھی حلال ہے جو یہ مشہور کے خلاف ہے اور اگر عشر کو چھوڑ دے تو بالاجماع نہیں جائز ہے اور خود اس کو فقیروں کو دے دے کذا فی السراج وسیجئ تمامہ مع بیان بیوت المال ومصارفہا فی الجہاد ونظمہا ابن الشحنہ فقال اور اس کا بیان مع بیت المال کے اقسام اور مصارف کے کتاب الجہاد میں آوے گا اور اس کو محمد بن شحنہ نے نظم کیا ہے اور کہا ہے ؎ بیوت المال اربعۃ لکل مصارف بینہا العالمون :: بیت المال چار قسم ہے ہر ایک کے لیے مصرف جداگانہ ہے کہ ان کو علما نے بیان کیا ہے م شرنبلالی نے اپنے رسالہ میں ذکر کیا ہے کہ علما نے کہا ہے کہ امام کو چاہیے کہ ہر قسم کا بیت المال جدا رکھے اور آپس میں ایک دوسرے کو نہ ملاوے اور جب امام کو کسی مصرف کی ضرورت ہو اور اس مصرف کے خزانہ میں اس قدر نہ ہو جو اس کام کو پورا کر سکے تو دوسرے بیت المال سے قرض لے کر کار روائی کرے پھر جب اس مصرف کا مال آجاوے تو جس جگہ سے وہ مال قرض لیا اس کو ادا کرے مگر جس صورت میں کہ مال صدقہ کا ہو یا غنیمت کا خمس اور اگر اس کو خراج والوں پر صرف کیا ہو اور وہ فقیر ہوں تو کچھ ہٹانا نہ چاہیے کیونکہ فقیر ہونے کی جہت سے وہ مستحق صدقہ کے ہیں کذا قالہ الشامی ؎ فاولہا الغنائم والکنوز :: رکاز بعد ال التصدقون چار قسموں میں کا پہلا بیت المال الغنائم والکنوز والرکاز ہے اور اس کو بیت مال الخمس والمعادن والرکاز کہتے ہیں اور رکاز میں الف لام اور عاطف ضرورت شعری کی جہت سے حذف کیا گیا اور بعد اس کے بیت مال المتصدقین ہے یہ دوسرا بیت المال ہے اور بہتر یہ تھا کہ بعدہ کہتا کیونکہ اول کی طرف ضمیر پھرتی ہے مگر یوں کہا جاوے کہ اولہا کا مضاف الیہ مونث ہے اس جہت سے گویا اول نے تانیث کا اکتساب مضاف الیہ سے کیا یا یہ کہ ضمیر غنائم وغیرہ کی طرف پھیری جاوے حاصل یہ کہ دوسرا بیت اموال المتصدقین ہے یعنی زکوٰۃ سوائم کی اور اراضی کا عشر اور جو عاشر مسلمان تاجروں سے لیتا ہے کذا فی الشامی نقلاً عن البدائع ؎ وثالثہا خراج مع عشریہ :: ورابعۃ یلیہا العالمون :: اور تیسرا خراج ہے مع عشر بنی تغلب وغیرہم کے اور جزیہ کہ متولی کرے ہیں اس کے کار پرداز حاکم کے م بدائع میں کہا کہ تیسرا زمینوں کا خراج اور جزیہ جو فی کس مقرر کیا جاتا ہے اور جو بنی نجران سے کپڑوں پر صلح واقع ہوئی تھی اور جو صدقہ مضاعف کہ بنی تغلب پر بصلح قرار پایا تھا اور وہ جو عاشر ذمی تاجروں سے لیتے ہیں یا حربی مستامن سے اور شرنبلالی نے اپنے رسالہ میں زیلعی سے یہ زیادہ کیا ہے کہ ہدیہ حربیوں کا اور جو ان سے بغیر قتال کے لیا جاوے یا کچھ بسبب مصالحہ واسطے ترک قتال کے لیا جاوے پہلے اس سے کہ لشکر کی ان پر چڑھائی ہو پس عشور سے مراد وہ ہے جو اہل ذمہ اور مستامنوں سے لیا جاتا ہے اس قرینہ سے کہ خراج کے ساتھ ذکر کیا ہے اور وہ عشر جو مسلمانوں سے لیا جاتا ہے اس کا ذکر زکوٰۃ کے ساتھ میں آچکا دوسری قسم میں اور جو یلیہ اہل ذمہ ہیں کیونکہ حضرت عمرؓ نے ان کو عرب سے جلاوطن کر دیا تھا پھر عرب میں جزیہ کو کہنے لگے ؎ ورابعہا الضوائع مثل مالا :: یکون لہ اناس وارثون :: اور جو تھا بیت المال ضوائع یعنی لقطوں کا ہے مانند ان اشیا کے کہ نہ ہو اس کا کوئی وارث م ضوائع جمع ضائعہ کی ہے لقط دقولہ مثل مالا الخ یعنی مانند اس ترکہ کے جس کا کوئی وارث بالکل نہ ہو یا ہو لیکن اس پر رد نہ ہو سکتا ہو جیسے زوجین میں سے کوئی سا ہو اور ظاہر یہ ہے کہ مالا یکون بحذف حرف عطف معطوف کہیں ضوائع پر اس واسطے کہ شرنبلالی نے دیت مقتول کی کہ اس کا کوئی ولی نہ ہو بھی اسی قسم میں شامل کی ہے اور دیت منجملہ ترکہ مقتول کے ہے اور اسی وجہ سے اس کا دین اس میں سے ادا کیا جاتا ہے کذا قالہ الشامی ؎ فصرف الاولین الی نبی :: وثالثہا حواہ مقاتلون :: پس مصرف دونوں پہلی قسموں کا منصوص ہے قرآن شریف مصرف الاولین میں حرکت ہمزہ کی نقل کر کے لام کو دی واسطے ضرورت وزن کے یعنی مصرف قسم اول کا کہ بیت الخمس ہے مذکور ہے آیۂ واعلموا انما غنمتم من شئی میں اور اس کا بیان جہاد میں آوے گا اور مصرف دوسری قسم کا یعنی بیت الصدقات کا مذکور ہے آیہ انما الصدقات للفقراء الخ میں اور اس کا بیان عنقریب آتا ہے اور تیسری قسم یعنی خراج الاراضی وغیرہ لیتے ہیں اس کو مقاتل ؎ ورابعہا مصرفہ جہات :: تساوی النفع فیہا المسلمون

ف۱ اور جان لو کہ جو کچھ تم غنیمت میں پاؤ تو اللہ کے لیے ہے اس کا خمس اور رسول کے لیے الخ ۱۲

Marfat.com

اور چوتھی قسم کا مصرف وہ صورتیں ہیں جن میں نفع سب مسلمانوں کو پہنچتا ہے م یہ موافق ہے اس کے جو ابن ضیاء نے شرح غزلویہ میں بزودی نقل کیا ہے یعنی یہ کہ صرف کیا جاوے مسلمانوں کے منافع میں مثل تعمیر پلوں اور رباط اور مساجد اور ثغور یعنی اعدا کے روکنے کے درہ اور قاضیوں اور علما کے روزینے اور مجاہدوں کی قوت اور ان سب کی اولاد کی قوت میں اور جو اس کے مشابہ ہوں لیکن مخالف ہے اس کے جو ہدایہ اور زیلعی میں ہے یعنی ہدایہ اور اکثر کتب میں یہ ہے کہ جو مصالح مسلمین میں صرف ہوتا ہے وہ تیسری قسم کا ہے اور چوتھے کا مصرف جو مشہور ہے وہ یہ ہے کہ لقیط جو فقیر ہو اور فقرا جن کا کوئی ولی نہ ہو اس قسم سے ان کا نفقہ اور دوا اور کفن اور جنایت کا عوض خرچ کیا جاوے جیسا زیلعی وغیرہ میں ہے حاصل یہ ہے کہ اس کا مصرف عاجز فقرا ہیں پس اگر ناظم رابع کو ثالث کی جگہ رکھتا یعنی در ابعہا حواہ عاجزون وثالثہا فمصرفہ جہات کتنا تو اکثر کتابوں کے موافق ہوتا کذا قالہ الشامی

باب المصرف

ای مصرف الزکوۃ والعشر یہ باب ہے مصرف زکوۃ اور عشر کے خرچ کے مواقعوں کے بیان میں م سابق گذر چکا کہ عشر سے مراد منسوب الی العشر ہے یعنی عشر اور نصف عشر اور ربع العشر قہستانی میں ہے کہ جو مصرف عشر کا ہے وہی مصرف صدقہ فطر اور کفارہ اور نذر اور واجب صدقوں کا ہے واما خمس المعدن فمصرفہ کالغنائم اور معدن کے خمس کا مصرف مانند غنیمت کے ہے م یہ جملہ اتحاد زکوۃ و عشر کی وجہ کی طرف اشارہ ہے یعنی خمس معدن کا ذکر کرنا اس جگہ مناسب نہیں اگرچہ عنایہ اور معراج میں ذکر کیا ہے اور اولی یہ تھا کہ شارح خمس الرکاز کہتا تاکہ کنز کو بھی شامل ہوتا کیونکہ مصرف میں کنز بھی مثل معدن کے ہے کذا فی الشامی ہو فقیر وہو من لہ ادنی شیئ ایک مصرف زکوۃ و عشر کا فقیر ہے اور فقیر وہ ہے جس کے پاس تھوڑا مال ہے م فقیر کو مقدم کیا آیت شریف کے اتباع سے اور اس لیے کہ فقیر شرط ہے جمیع اقسام میں سوائے عامل اور مکاتب اور مسافر کے اور شے سے مراد نصاب نامی ہے اور ادنی سے مراد اس سے کم اور ظاہر یہ تھا کہ کہتا لا یملک نصابا نامیا لیکن چونکہ تمیز فقیر اور مسکین میں مقصود ہے نہ غنی ہیں اور فقیر ہیں اور مسکین کے معنی یہ ہیں کہ اس کے پاس کچھ نہ ہو تو اس کے مقابلے کی جہت سے فقیر کے یہ معنی ہوئے کہ اس کے پاس کچھ مال ہو کذا فی الشامی محتصراً تصرف ای دون نصاب او قدر نصاب غیر نام مستغرق فی الحاجۃ یعنی کم ہو نصاب نامی سے یا غیر نامی نصاب کے برابر ہو اور حاجت میں مشغول ہو م حاجت میں مشغول جیسے رہنے کا گھر اور خدمت کا غلام اور پہننے کے کپڑے اور اپنے پیشہ کے آلات اور کتابیں جس کو ان کی ضرورت ہو پڑھانے میں یا یاد کرنے میں یا تصحیح میں جیسا زکوۃ کے شروع میں بیان اس کا گذرا پس اگر یہ چیزیں مستغرق بالحاجۃ ہیں تو ملک کو مباح ہے زکوۃ کا لینا نہیں تو حرام ہے بلکہ اس شخص پر زکوۃ کے سوا اور حقوق لازم ہوں گے یعنی صدقۃ الفطر اور قربانی اور اپنے قریب محرم کا نفقہ کذا فی البحر وغیرہ ومسکین من لا شیئ لہ علی المذہب دوسرا مصرف زکوۃ و عشر کا مسکین ہے یعنی وہ شخص جس کے پاس کچھ نہ ہو بنا بر مذہب صحیح م یعنی مذہب یہ ہے کہ مسکین زیادہ تنگ حال ہے فقیر سے اور بعض نے اس کے برعکس کہا ہے لیکن پہلا اصح ہے کذا فی البحر اور یہی قول ہے اکثر سلف کا اور عطف سے مفہوم ہوا کہ فقیر اور مسکین دو صنفیں ہیں مصارف کی اور یہی امام صاحب کا قول ہے اور امام ابو یوسف نے کہا کہ یہ دونوں ایک ہی صنف ہیں کذا فی الشامی عن النہر بقولہ تعالی اور مسکینا ذا متربۃ بدلیل قول حق سبحانہ تعالی کے یا مسکین خاک میں ملا م یعنی اپنی جلد مٹی میں گڑھا کھود کر چھپا رکھی ہے کہ قائم مقام ازار کے ہو ازار نہ ہونے کی جہت سے یا اپنے پیٹ کو زمین سے لگا رکھا ہے بھوک کی شدت سے اور آیت شریف سے استدلال اس بات پر موقوف ہے کہ ذا متربۃ صفت کاشفہ ہے احترازی نہیں ہے اور اکثر اس کے مخالف ہیں باقی فتح القدیر میں مذکور ہے وآیۃ السفینۃ للترحم اور آیت سفینہ میں مساکین کا اطلاق واسطے ترحم کے ہے م جو لوگ فقیر کو زیادہ تنگ حال کہتے ہیں مآیۃ واما السفینۃ فکانت

لہ یعنی انما الصدقات للفقراء الآیہ میں اول فقرا مذکور ہیں ۱۲ لہ یعنی فقیر وہ ہے جو مالک نصاب نامی کا نہ ہو ۱۲ لہ وہ کشتی مسکینوں کی تھی جو دریا میں کام کرتے تھے ۱۲

Marfat.com

لمساکین یعملون فی البحر سے استدلال کرتے ہیں کہ ان کے پاس کشتی تھی پھر ان کو مساکین فرمایا اس کا جواب دیا کہ ان کو مساکین ترحما کہا ہے اور دوسرا جواب بھی دیا گیا ہے کہ وہ کشتی ان کی ملک نہ تھی بلکہ وہ مزدور تھے یا بعاریت تھی کذا فی الفتح اس صورت میں لام واسطے اختصاص کے ہوا نہ واسطے ملک کے کذا فی الشامی وعامل یعم الساعی والعاشر تیسری صنف مصرف کی عامل ہے یہ عام ہے ساعی اور عاشر کو ساعی وہ کہ قبائل میں سوائم کا صدقہ لینے کو جاوے اور عاشر وہ جو امام نے عشر وغیرہ لینے کو سڑک پر معین کیا ہو فیعطی ولو غنیا لا ہاشمیا لانہ فرع نفسہ لہذا العمل فیحتاج الی الکفایۃ والغنی لایمنع من تناولہا عند الحاجۃ کابن السبیل بحر عن البدائع سو عامل کو زکوۃ کے مال میں سے دیا جاوے اگرچہ غنی ہو لیکن ہاشمی نہ ہو اس لیے کہ اس نے اپنی ذات کو اسی کام میں لگا دیا پس اس کو ضرورت ہے خرچ کی کہ اس کو کافی ہو اور غنی کو ضرورت کے وقت اس کی ممانعت نہیں ہے جیسے مسافر کذا فی البحر نقلا عن البدائع م یعنی عامل اپنے عمل کی اجرت لیتا ہے اس لیے اگر زکوۃ ادا کرنے والے امام کو خود ادا کریں تو عامل کو کچھ نہیں ملے گا اور اگر ہلاک ہو جاوے گا سب مال عامل کا جمع کیا ہوا تب بھی عامل کو کچھ نہ ملے گا لیکن اس میں شبہ صدقہ ہونے کا ہے بدلیل ساقط ہونے زکوۃ کے مال والوں کے ذمہ سے سو اس جہت سے عامل ہاشمی کو لینا حلال نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کو میل کے شبہ سے بھی بچانا چاہیے اور غنی کو حلال ہے کیونکہ غنی ہاشمی کے رتبے شرافت کو نہیں پہنچتا تو اس کے حق میں شبہ معتبر نہ ہوا زیلعی علاوہ بریں عامل ہاشمی کو لینے سے ممانعت مرجع حدیث میں موجود ہے اور نہایہ میں ہے کہ اگر عامل ہاشمی صدقات کے لینے کے واسطے مقرر کیا جاوے اور اس کو اس میں سے روزینہ دیویں تو اس کو لینا نہیں چاہیے اور اگر وہ یہ کام کرے اور روزینہ دوسری جگہ سے دیا جاوے تو کچھ مضائقہ نہیں بحر میں کہا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ اس کو اس کام پر مقرر کرنا درست ہے اور اس کو اجرت صدقات سے لینا مکروہ ہے نہ حرام الخ مراد کراہت تحریم ہے کیونکہ علما اس کو لایحل سے تعبیر کرتے ہیں کذا قالہ الشامی وبہذا التقیید لقوی ما نسب للواقعات من ان طالب العلم یجوز لہ اخذ الزکوۃ ولو غنیا اذا فرغ نفسہ لافادۃ العلم واستفادتہ لعجزہ عن الکسب والحاجۃ داعیۃ الی ما لابد منہ کذا ذکر المصنف اور اس توجیہ کے بیان سے قوی ہوتی ہے وہ روایت جو منسوب ہے واقعات کی طرف کہ علم شرعی کے طالب کو زکوۃ لینا جائز ہے اگرچہ غنی ہو جب اپنے آپ کو لگا دے پڑھنے پڑھانے میں کیونکہ مشغولی کی جہت سے وہ کسب سے عاجز ہے اور حاجت ضروریات کی طرف ہوتی ہی ہے یہی ذکر کیا ہے مصنف نے م یعنی انسان کو بہت سی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے اگر زکوۃ لینا اس کو جائز نہ ہو اور کسب کی فرصت نہیں تو جو اس کے پاس ہو وہ فنا ہو جائے گا پھر وہ محتاج ہو جائے گا اور تعلیم اور تعلم سے باز رہے گا پھر ذہن سست ہو جاوے گا اور یہ خاص مسئلہ مخالف ہے اس کے جو علما نے غنی کو زکوۃ لینا مطلقا حرام کہا ہے اور اس مسئلہ پر کسی نے اعتماد نہیں کیا ہے کذا قالہ الطحطاوی شامی نے کہا کہ قول طحطاوی کا ٹھیک ہے اور بہتر ہے کہ طالب علم کو فقیر کی قید کے ساتھ مقید کریں اور طالب علم فقیر کو مال زکوۃ وغیرہ کے سوال کے لیے اجازت و رخصت دی جاوے اگرچہ وہ شخص کسب پر قادر ہو لقدر عملہ ما یکفیہ داعوانہ بالوسط یعنی عامل کو اجرت دی جاوے اس کے عمل کے موافق اس قدر کہ اس کو اور اس کے عملہ کو کفایت کرے اوسط مرتبہ پر م اس لیے کہ خواہش نفسانی کا اتباع کھانے پینے میں حرام ہے کیونکہ اسراف ہے اور امام کے ذمہ ہے کہ ایسے آدمی کو بھیجے کہ جو اوسط پر راضی ہووے لکن لا یزاد علی نصف ما یقبضہ لیکن زر مقبوضہ کے آدھے سے زیادہ نہ دیا جاوے م یعنی اگر قدر کفایت تمام مال زکوۃ کو مستغرق ہو تو نصف سے زیادہ نہ دیویں اس لیے کہ تنصیف عین انصاف ہے کذا فی البحر ومکاتب غیر ہاشمی چوتھا مصرف زکوۃ کا مکاتب ہے کہ ہاشمی کا مکاتب نہ ہو م کیونکہ جب ہاشمی کے آزاد کیے ہوئے غلام کو زکوۃ کا مال دینا درست نہیں تو مکاتب میں تو کچھ عبدیت باقی ہے اس کو بطریق اولی دینا جائز نہیں اور مکاتب کو زکوۃ کا مال لینا جائز ہے اگرچہ غنی کا مکاتب ہو یا مکاتب کے پاس اس قدر مال جمع ہو گیا ہو کہ اس کی بدل کتابت کے سوا جو زائد ہو وہ نصاب کو پہنچے کذا فی الشامی ولو عجز حل لمولاہ ولو غنیا اور اگر مکاتب عاجز ہو جاوے تو مال زکوۃ کا جو مکاتب کے پاس ہے اس کے مولی کو حلال

Marfat.com

ہے اگرچہ مولیٰ غنی ہو م اس لیے مولیٰ کی ملک میں جب آیا کہ پہلے مکاتب کی ملک میں آچکا ہو اس واسطے کہ مکاتب کو تصرف آزادانہ حاصل ہے اور ملک کے تبدل سے احکام بدل جاتے ہیں حضرت نے فرمایا لہا[1] صدقۃ ولنا ہدیۃ کذا فی الشامی کفقیر استغنی وابن سبیل وصل لمالہ جس طرح حلال ہے فقیر کو کہ غنی ہو جاوے یا مسافر کو کہ اپنے مال تک پہنچ جاوے م یعنی اگر فقیر کے پاس مال زکوٰۃ کا باقی ہو اور پھر اس کو غنیٰ حاصل ہو تو جو مال اس کے پاس موجود ہو اس کو حلال ہے کیونکہ اعتبار فقر وغنا کا ادا کے وقت ہے اور وقت ادا کے وہ فقیر تھا اور ایسا ہی مسافر کذا فی الشامی وسکت عن المؤلفۃ قلوبہم لسقوطہم اما بزوال العلۃ اور سکوت کیا مصنف نے مؤلفۃ القلوب کے حال سے کیونکہ وہ ساقط ہو گئے حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں بلجماع صحابہؓ یا تو اس جہت سے کہ وجہ ان کے دینے کی نہ رہی م مولفۃ القلوب وہ لوگ ہیں ان کی خاطر داری سے مال صدقہ ان کو ملتا تھا اور وہ تین قسم تھے ایک قسم کفار تھے حضرت ان کو اس وجہ سے عطا فرماتے تھے تاکہ ایمان لے آویں اور ایک قسم ایسے تھے کہ دفع ایذا کے لیے ان کو دیتے تھے اور ایک قسم اسلام لائے تھے لیکن ضعیف الایمان تھے حضرت ان کو اس لیے دیتے تھے کہ ایمان پر ثابت رہیں غرض کہ ان لوگوں کو دینا اسلام کی عزت وغلبہ کے لیے تھا تو جب ایمان رفتہ رفتہ زور پکڑ گیا تو ان کے دینے کی حاجت بھی نہ رہی کذا فی الشامی او نسخ بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لمعاذ فی آخر الامر خذہا من اغنیائہم وردہا فی فقرائہم یا اس جہت سے کہ مؤلفۃ القلوب کو دینا منسوخ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے سے معاذ بن جبلؓ کو آخر امر میں کہ لے صدقہ ان کے اغنیا سے اور دے ان کے فقیروں کو م الفاظ اس حدیث شریف کے جیسا فتح میں صحاح ستہ سے منقول ہیں یہ ہیں فاعلمہم ان اللہ فرض علیہم صدقۃ توخذ من اغنیائہم فترد علی فقرائہم الخ اور جن لفظوں سے کہ شارح نے بہ تبعیت ہدایہ نقل کیا ہے سو حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ میں نے کسی مسند میں نہیں دیکھا الحاصل چونکہ ضمیر فقرائہم کی مسلمین کی طرف پھرتی ہے تو مؤلفۃ القلوب میں سے کفار کو یا اغنیا کو نہ دینا چاہیے اور یہ حدیث اجماع کی سند ہے پس نسخ حضرت کی حیات میں حدیث مذکور سے ہوا جس کو اہل اجماع نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تو اس کا ثبوت صحابہ کی نسبت قطعی ہوا کہ کتاب اللہ کے ناسخ ہو سکے اور بحر میں اجماع کی سند اس آیت کو لکھا ہے جس کو حضرت عمرؓ نے وقت انعقاد اجماع کے پیش کیا تھا قل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر اور اجماع کو ناسخ نہیں ٹھہرایا اس واسطے کہ بموجب صحیح مذہب کے نسخ نہیں ہوتا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں اور اجماع نہیں ہوتا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جیسا مصنف نے اس کو منح میں ذکر کیا ہے قالہ الشامی ومدیون لا بملک نصابا فاضلا عن دینہ پانچواں مصرف زکوٰۃ کا مدیون ہے کہ اس کے پاس دین کی مقدار سے زیادہ اس قدر مال نہ ہو کہ نصاب کو پہنچے م شامی نے کہا کہ آیت شریف میں جو غارم کا ذکر ہے اس سے مراد مدیون ہے وفی الظہیریۃ الدفع للمدیون اولی من الفقیر اور ظہیریہ میں ہے کہ مدیون کو دینا فقیر کی نسبت زیادہ مناسب ہے کیونکہ اس کو احتیاج زیادہ ہے وفی سبیل اللہ وہو منقطع الغزاۃ چھٹا مصرف زکوٰۃ کا خدا کی راہ میں صرف کرنا یعنی جو غازی لشکر اسلام سے نہیں مل سکتے فقر کی جہت سے یا الفقہ جانے رہنے سے یا سواری وغیرہ کے نہ ہونے سے تو ان کو صدقہ لینا حلال ہے اگرچہ وہ کسب کر سکتے ہوں اس لیے کہ اگر کسب میں مشغول ہوں گے تو جہاد سے رہ جائیں گے کذا فی قاضی خاں وقیل الحاج اور ایک قول یہ ہے کہ فی سبیل اللہ سے مراد منقطع الحاج ہے یعنی جو لوگ کسی وجہ سے قافلہ میں نہیں مل سکے اور حاج اگرچہ مفرد ہے لیکن بمعنی حجاج ہے اور یہ قول امام محمد کا ہے اور پہلا قول امام ابو یوسف کا اور مصنف نے اس کو اختیار کیا ہے کنز کے اتباع سے غایۃ البیان میں ہے کہ یہی اظہر ہے اسبیجابی نے کہا کہ یہی صحیح ہے وقیل طلبۃ العلم اور کہا گیا ہے کہ مراد فی سبیل اللہ سے طلبہ علم ہیں کذا فی الظہیریۃ والمرغینانی وغیرہ فی البدایۃ وہو اللائق

[1] یعنی بریرہؓ کے حق میں صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے یہ اس وقت فرمایا تھا کہ بریرہ نے صدقہ میں سے جو ملا تھا کچھ کھانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا تھا [1] پھر ان کو خبردار کر دے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن پر صدقہ فرض کیا ہے کہ لیا جاوے ان کے تونگروں سے [2] اور دیا جاوے اُن کے فقیروں کو الحدیث [3] کہ تو کوئی تمہارے پروردگار کی طرف سے ہے پس جو چاہے ایمان لے

Marfat.com

اور بدائع میں فی سبیل اللہ کی تفسیر کی ہے کل تقربات اور خیرات سے سو داخل ہے اس میں ہر شخص کہ خدائے تعالیٰ کی طاعت میں اور سبیل خیرات میں سعی کرے بشرطیکہ محتاج ہو کذا فی الشامی وثمرۃ الاختلاف فی نحو الاوقاف اور اختلاف کا نتیجہ ظاہر ہوتا ہے اوقاف وغیرہ میں م یعنی اختلاف حکم میں نہیں اس لیے کہ بشرط احتیاج ان سب کو دینا جائز ہے خواہ غازی ہو خواہ حاجی خواہ طالب علم مگر اختلاف لفظی ہے کہ اگر کوئی وقف کرے فی سبیل اللہ یا وصیت کرے یا نذر کرے تو کیا مراد ہونی چاہیے کذا فی الشامی تبصرف وابن السبیل وہو کل من لہ مال لا معہ ساتواں مصرف مسافر ہے یعنی وہ شخص کہ اس کی ملک میں مال ہے لیکن اس کے ساتھ نہیں م یعنی وہ شخص مسافر ہو یا اپنے وطن میں اس طرح ہو کہ اس کا قرضہ لوگوں کے ذمہ ہو اور اس کے لینے پر قادر نہ ہو کما فی النہر عن النقایہ اور فتح القدیر میں کہا ہے کہ ابن السبیل کو قدر حاجت سے زیادہ لینا جائز نہیں اور اولیٰ یہ ہے کہ قرض لے اگر قدرت ہو لیکن لازم نہیں اور نہ بچے ہوئے کا صدقہ کرنا واجب ہے جب اس کو اپنے مال پر قدرت ہو بخلاف فقیر کے کہ اس کو حاجت سے زیادہ لینا بھی درست ہے قالہ الشامی ومنہ مالو کان مالہ موجلا او علی غائب او معسرا وجاحد ولہ بینۃ فی الاصح اور اسی قسم میں شامل ہے اگر ہو اس کے پاس مال اُدھار یا کسی شخص غائب کے ذمہ یعنی اگرچہ نقد ہی ہو یا مفلس پر یا منکر پر اگرچہ اس کے پاس گواہ بھی ہوں اصح روایت پر م یعنی اگر مال موجل[1] ہو اور اس کو نفقہ کی ضرورت ہو تو بقدر کفایت اس مدت مقررہ کے لیے زکوۃ کا لینا جائز ہے کذا فی النہر عن البنایہ اور اگر مفلس پر اس کا دین آتا ہے تو اصح اقوال میں زکوۃ لینا جائز ہے کیونکہ بمنزلہ مسافر کے ہے اور اگر مدیون اقرار کرتا ہو اگر ہو تو نہیں جائز کما فی البنایہ اور فتح القدیر میں ہے کہ اگر کوئی عورت فقیرہ کہ اس کا مہر اس کے خاوند کے ذمہ بقدر نصاب آتا ہے اور خاوند مال دار ہے اس طرح کہ اگر عورت مانگے تو دے دے تو عورت کو زکوۃ لینی جائز نہیں اور اگر جانے کہ مانگنے پر نہ دے گا تو جائز ہے بحر میں کہا کہ مہر سے مراد مہر معجل ہے اور اخذ زکوۃ سے مانع نہیں کذا قالہ الشامی والباقی فیہ یصرف المزکی الی کلہم او الی بعضہم ولو واحدا من ای صنف کان زکوۃ دینے والے کو اختیار ہے کہ زکوۃ ان سب اقسام میں صرف کرے یا بعض میں اگرچہ ایک ہی شخص کو کسی قسم کا لان ال الجنسیۃ تبطل الجمعیۃ اس لیے کہ الف لام جنسی جمع کے معنوں کو کھو دیتا ہے م جلبی نے کہا کہ یہ علت ہے ایک فرد پر اقتصار کرنے کی اقسام سبعہ مذکورہ میں سے لیکن جمیع اقسام سے بعض اقسام پر اقتصار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ مراد آیۃ شریف میں بیان ان اصناف کا ہے جن کو دینا جائز ہے نہ ان کی تعیین کذا فی البحر وشرط الشافعی ثلثۃ من کل صنف اور امام شافعی نے شرط کیا ہے کہ مزکی ہر قسم میں سے تین تین شخصوں کو دیوے ویشترطان یکون الصرف تملیکا لا اباحۃ کی مراد اور شرط ہے کہ دینا زکوۃ کا بطور تملیک کے ہو نہ بطور اباحت کے جیسا گذرا اول کتاب الزکوۃ میں اور فرق تملیک واباحت میں مترجم نے اس جگہ بیان کیا ہے لا یصرف الی بناء نحو مسجد خرچ نہ کرے زکوۃ مسجد وغیرہ کی بنا میں م مثل مسجد سے مراد پل اور سبیل اور سڑک اور نہر اور حج اور جہاد اور جو اس قسم کی چیزیں ہوں کہ جس میں تملیک وغیرہ نہ ہو کذا قالہ الشامی عن الزیلعی ولا الی کفن میت اور نہ خرچ کرے میت کے کفن میں م اس لیے کہ میت میں مضمون تملیک کا نہیں بن سکتا اسی واسطے اگر میت کو کوئی درندہ کھا جاوے تو کفن کفن دینے والے کا بھوگا نہ وارث کا کذا فی النہر وقضاء دینہ اور میت کے دین کے ادا کرنے میں نہ صرف کرے م اس واسطے کہ زندہ کا دین ادا کرنا مدیون کی تملیک کو مقتضی نہیں مثلاً اگر آپس میں داین اور مدیون مان لیویں کہ دین ذمہ پر نہیں تو ادا کرنے والا اپنے دیا ہوا دائن سے ہٹا سکتا ہے اور مدیون اس کو نہیں لے سکتا جب زندہ کا دین ادا کرنا تملیک نہ ہوا تو مردہ کا بطریق اولیٰ نہ ہوگا کذا فی الشامی اما دین الحی الفقیر فیجوز لو بامرہ لیکن دین زندہ محتاج کی طرف سے ادا کرنا جائز ہے مال زکوۃ سے اگر اس کی اجازت ہو م یعنی اس وجہ سے کہ دینے والے نے فقیر کو مالک کر دیا اور دائن نے فقیر کی طرف نیابۃً قبض کر لیا پھر اپنے دین میں مجرا کر لیا کذا فی الفتح ولو ادی مما ت فالملاق الکتاب

[1] مثلاً ایک شخص کے ذمہ پر روپیہ اس کا واجب الادا ہے مگر اس کے ادا کی کچھ مدت ہے ۱۲

Marfat.com

یفید عدم الجواز وہو الاوجہ نہر اور اگر فقیر اجارت دے کر مر گیا تو اطلاق کتاب قدوری کا مفید ہے عدم جواز کو اور یہی وجیہ ہے کذا فی النہر مگر کتاب سے مراد ہدایہ یا قدوری ہے کیونکہ دونوں نے دین میت کو مطلق رکھا یعنی امر کی قید نہیں لگائی اور اصل بحث ابن ہمام کی ہے ہدایہ کی شرح میں کہ کہا ہے کہ اگر زکوۃ کے قصد سے کسی زندہ کا دین ادا کرے یا مردہ کا اس کے امر سے تو جائز ہے اور ظاہر خانیہ کا بھی اسی کے موافق ہے لیکن ظاہر اطلاق کتاب کا مفید ہے عدم جواز کو بیت میں ہر حال میں اور خلاصہ سے بھی ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کہا ہے اگر ادا کریں دین زندہ کا یا مردہ کا بغیر اذن زندہ کے تو نہیں جائز ہے پس زندہ کو مقید رکھا اور مردہ کو مطلق اور وہو الاوجہ سے یہ غرض کہ زکوۃ میں تملیک ضروری ہے اور صرف امر کرنے سے تملیک نہیں ہوتی کیونکہ جب مامور نے قبضہ کیا اس وقت مدیون مردہ ہے تملیک کے لائق نہیں حالانکہ مامور کے قبض کے وقت اس کا تملیک کے لائق ہونا چاہیے کذا ذکرہ الشامی ولا الی ثمن ما ای ثمن یعتق اور نہیں جائز صرف کرنا زکوۃ کا قیمت میں اس غلام کی جو آزاد ہو گا مع یعنی زکوۃ کے مال سے غلام خرید کر آزاد کرے تو زکوۃ ادا نہ ہو گی یا اپنے باپ کو مثلاً زکوۃ کی نیت سے خریدے تب بھی زکوۃ ادا نہ ہو گی لعدم التملیک وہو الرکن بسبب نہ ہونے تملیک کے اور یہی جزو اعظم ہے یہ علت ہے سب مسائل مذکورہ کی قالہ الشامی وقدمنا ان الحیلۃ ان یتصدق علی الفقیر ثم یامرہ بفعل ہذہ الاشیاء اور ہم پہلے بیان کر چکے کہ حیلہ زکوۃ کی درستی کے لیے یہ ہے کہ کسی فقیر کو زکوۃ دے اور کہہ دے کہ امورات مذکورہ میں اپنی طرف سے صرف کر دے کہ اس شخص کو زکوۃ کا ثواب ہو گا اور فقیر کو ثواب اس خیرات میں صرف کرنے کا کذا فی البحر وہل لہ ان یخالف امرہ لم ارہ والظاہر نعم رہی یہ بات کہ فقیر کو زکوۃ دینے والے کے امر کی مخالفت جائز ہے یا نہیں میں نے اس مسئلہ کو کہیں نہیں دیکھا اور ظاہر یہ ہے کہ یہ مخالفت پہنچتی ہے اس لیے کہ فقیر مذکور جب مالک ہو گیا تو اپنی ملک میں جو چاہے سو کرے کذا فی النہر ولا الی من بینہما ولاد اور نہ اس شخص کو زکوۃ دینا جائز ہے کہ اس میں اور دینے والے میں قرابت تو الد کی ہو یعنی اس لیے کہ منافع املاک کے آپس میں ملے جلے ہیں تو تملیک پوری پوری نہ ہو گی کذا فی الہدایہ اور ولاد شامل ہے سب اصول کو یعنی ماں باپ دادا دادی نانا نانی وغیرہم اور شامل ہے سب فروع کو بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی وغیرہم کو خواہ اولاد نکاح سے ہو یا زنا سے اور ایسا ہی ہر صدقہ واجبہ جیسے فطرہ نذر کفارہ لیکن صدقہ نفل جائز ہے بلکہ مستحسن ہے کذا فی البدائع ماں باپ کے لیے حیلہ کرنا اس طرح کہ زکوۃ کا مال کسی فقیر کو دے دے اور کہے کہ ان پر صرف کر دے مکروہ ہے کما فی القنیہ اور شرح وہبانیہ میں ہے کہ یہ مسئلہ مشہور ہے اور اکثر کتابوں میں مذکور ولو مملوکا للفقیر اگرچہ ولاد والا مملوک کسی فقیر کا ہو یعنی اس کو زکوۃ دینا تب بھی ناجائز ہے اور بینا زوجیۃ ولو مبانتہ یا دینے والے اور لینے والے میں رشتہ زوجیت کا ہو اگرچہ زوجہ الگ کی ہوئی ہو یعنی عدت میں ہو اگرچہ تین طلاق کی عدت ہو کذا فی النہر عن معراج الدرایہ وقالا تدفع ہی لزوجہا اور صاحبین کہتے ہیں کہ عورت دے سکتی ہے اپنے خاوند کو بسبب فرمانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ابن مسعود کی زوجہ کو جب انہوں نے اپنا زیور دینا چاہا کہ تیرا خاوند اور اولاد زیادہ مستحق ہیں کذا فی الطحطاوی ولا الی مملوک المزکی اور نہیں جائز زکوۃ دینا اپنے مملوک کو ہم یا ایسے مملوک کو جن میں قرابت ولاد یا زوجیت کی ہو کیونکہ بحر اور فتح میں کہا ہے کہ اپنے بیٹے کے مکاتب کو دینا جائز نہیں جیسا اپنے بیٹے کو نہیں جائز شہر بلالیہ ولو مکاتبا او مدبرا اگرچہ مملوک مکاتب ہو یا مدبر ہم یعنی اس وجہ سے کہ عبد اور مدبر میں تو تملیک نہ ہو گی کہ وہ لیاقت مالک ہونے کی نہیں رکھتے اور مکاتب کے کسب میں مولی کا حق ہے کذا فی النہایہ ولا الی عبد اعتق المزکی لبعضہ اور نہیں جائز زکوۃ دینا اس غلام کو کہ مزکی نے اس کے بعض کو یعنی نصف یا چوتھائی وغیرہ کو آزاد کیا ہو سواء کان کلہ لہ او بینہ وبین ابنہ فاعتق الاب حظہ معسرا لانہ یدفع لہ لانہ مکاتبہ او مکاتب ابنہ برابر ہے کہ ہو غلام تمامہ مزکی کا یا مشترک ہو اس میں اور اس کے بیٹے میں پھر آزاد کیا باپ نے اپنا حصہ بحالت عسرتی سو مزکی ایسے غلام کو زکوۃ نہیں دے سکتا اس لیے کہ وہ یا اس کا خود کا مکاتب ہے یا اس کے بیٹے کا کیونکہ جب غلام تمامہ اس کا ہے یا اس میں اور اس کے بیٹے میں مشترک

Marfat.com

ہے اور باپ تونگر ہے اور بیٹے نے اپنے حصہ کی قیمت کا ضمان باپ سے بھر لیا اور باپ نے غلام سے تو غلام باپ کا مکاتب ہوا کہ جب اس قدر ادا کر دے تو آزاد ہو اور اگر باپ مفلس ہے یا تونگر لیکن بیٹے نے غلام سے سعی کرانا اختیار کیا تو وہ مکاتب بیٹے کا ہوا اور بیٹے کے مکاتب کو بھی زکوٰۃ دینا درست نہیں اور ہم نے جو تقریر کی اس سے واضح ہوا کہ لفظ معسرا کا قید احترازی نہیں ہے پھر شارح نے اس غلام نام مکاتب سکھا اس جہت سے کہ سعی کرنے میں مشابہ مکاتب کے ہے قالہ الشامی ولما المشترک بینہ وبین الاجنبی فحکمہ علم مما مر اور اگر غلام مشترک درمیان مزکی کے اور کسی اجنبی کے ہو تو اس کا حکم معلوم ہوا بیان گذشتہ سے م بحر میں ہے کہ اگر غلام مشترک دو شخصوں اجنبیوں میں ہو پس آزاد کیا ایک نے اپنا حصہ اور وہ مفلس ہے اور شریک ساکت نے سعی کرانی اختیار کی تو معتق اس کو زکوٰۃ دے سکتا ہے کیونکہ یہ مکاتب اس کے شریک کا ہوا اور ساکت کو نہیں پہنچتا کہ اس کو زکوٰۃ دے کیونکہ اس کا مکاتب ہے اور اگر معتق تونگر ہو اور ساکت نے معتق سے ضمان لینا اختیار کیا تو ساکت غلام کو زکوٰۃ دے سکتا ہے اس لیے کہ یہ اجنبی ہے اور معتق زکوٰۃ نہیں دے سکتا جب اختیار کرے ضمان دینے کے بعد غلام سے سعی کرانا کیونکہ اس صورت میں وہ اسی کا مکاتب ہے کذا قالہ الشامی لانہ اما مکاتب لنفسہ او غیرہ اس واسطے کہ وہ غلام یا مکاتب اس کا خود کا ہے یا غیر کام اس کی توضیح بیان گذشتہ سے معلوم ہو سکتی ہے وقالا یجوز مطلقا اور صاحبین کہتے ہیں کہ جائز ہے ہر صورت میں م یعنی معتق مال دار ہو یا مفلس اور غلام تمامہ اس کا ہو یا مشترک درمیان اس کے اور اس کے بیٹے کے یا اجنبی کے ہو کذا قالہ الشامی لانہ حر کلہ او حر مدیون فافہم اس لیے کہ وہ غلام آزاد ہے تمامہ یا آزاد ہے اور قرض دار سو اس کو سمجھ لے م تمامہ آزاد ہے یعنی غیر مدیون جب کہ کل بعد معتق کا ہو یا بعض اس کا ہو مگر معتق تونگر ہوا در شریک اس سے ضمان لے چکا ہو اور حر مدیون اس صورت میں کہ معتق مفلس ہو اس لیے کہ غلام شریک کے واسطے روپیہ کما دے گا آزاد ہو کر واضح ہو کہ یہ مسئلہ اس پر مبنی ہے کہ امام صاحب کے نزدیک شریک ساکت کو اختیار ہے چاہے اپنا حصہ آزاد کر دے چاہے مدبر یا مکاتب کرے چاہے غلام سے اپنے حصہ کا روپیہ کمائے بشرطیکہ آزاد کرنے والا مفلس ہو اور اگر وہ مال دار ہو تو شریک مذکور اس سے تاوان بھی لے سکتا ہے اور صاحبین کے نزدیک مفلسی کی صورت میں بجز غلام سے کمانے کے اور مال داری کی صورت میں بجز آزاد کنندہ سے ضمان لینے کے اور کچھ اختیار نہیں رکھتا چنانچہ کتاب العتق میں آوے گا اور فافہم کا اشارہ اس طرف ہے کہ ہم نے تحریر مطلب کی اس طرح کی کہ جو اعتراض درر میں بدایہ کی عبارت پر وارد کیا ہے یہاں نہیں وارد ہوتا اگرچہ شراح نے تکلف کر کے تاویلیں کی ہیں جیسا ملاحظہ کتب بدایہ و درر سے واضح ہے کذا فی الشامی ولا الی غنی یملک قدر نصاب فارغ عن حاجتہ الاصلیۃ من ای مال کان اور نہیں جائز زکوٰۃ دینا غنی کو کہ مالک ایسے نصاب کا ہو جو حاجت اصلی سے زائد ہو اگرچہ کسی مال کی ہو م واضح ہو کہ نصابین تین ہیں ایک نامی جو دیون سے زائد ہو اور حاجات سے فارغ وہ تو سب مال چیزوں کی واجب کرنے والا ہے مثل زکوٰۃ اور کفارات وغیرہ کے دوسری نصاب غیر نامی کہ دین اور حاجتوں سے زائد ہو اس کی باعث قربانی اور فطرہ اور محتاج قریبوں کا نفقہ واجب ہوتا ہے اور زکوٰۃ کا لینا ایسے نصاب کے مالک کو بھی حرام ہے جیسے مال کی نصاب نامی کے مالک کو حرام ہے اور ایک نصاب وہ ہے جس کے ہوتے سوال کرنا حرام ہے وہ غذا ایک روز کی ہے اس کو نصاب کہنا مجاز شرعی ہے کذا فی الطحطاوی اور در مختار میں صغریٰ سے منقول ہے کہ ایک شخص کے پاس گھر ہے کہ اس میں رہتا ہے لیکن اس کی قدر حاجت سے زیادہ ہے کہ سب مکان رہنے میں مشغول نہیں تو اس کو لینا صدقہ کا صحیح روایت میں حلال ہے اور اسی میں یہ ہے کہ امام محمد نے فرمایا کہ جس کے پاس زمین ہے کہ اس کو بوتا ہے یا مکان کہ اس کا کرایہ کھاتا ہے یا مکان ہے کہ کرایہ اس کا تین ہزار ہیں اور اس کے عیال کے نفقہ کو برس دن کے لیے کفایت نہیں کرتا تو اس کو زکوٰۃ لینا حلال ہے اگرچہ اس کی قیمت نفقہ کو وفا کرتی ہو اور اسی پر متون ہے اور شیخین کے نزدیک نہیں حلال کذا قالہ الشامی کمن لہ نصاب سائمۃ لانسانی ماشیۃ درہم کما جزم بہ فی البحر والنہر واقرہ المصنف قائلا وبہ یظہر ضعف ما فی الوہبانیۃ وشرحہا من انہ تحل لہ الزکوٰۃ وتلزمہ الزکوٰۃ الخ جیسا زکوٰۃ دینا جائز نہیں

Marfat.com

اس شخص کو کہ اس کے پاس سوائم کی نصاب ہو کہ دو سو درہم کی قیمت کو نہ پہنچتی ہو چنانچہ اسی پر بحر اور نہر میں جزم کیا ہے اور اسی کو مصنف نے ثابت رکھا یوں کہہ کر کہ اس سے ظاہر ہو گیا ضعف اس کا جو وہبانیہ اور اس کی شرح میں مذکور ہے یعنی اس کو زکوٰۃ لینا حلال ہے اور اس کے اوپر زکوٰۃ دینا لازم ہے الخ م بحر میں کہا ہے کہ نصاب نامی میں داخل ہے پانچ اونٹ پس اگر پانچ اونٹ کا مالک ہو یا کسی اور نصاب کا سوائم میں سے کسی مال میں سے ہو تو اس کو زکوٰۃ میں سے دینا جائز نہیں برابر ہے کہ دو سو درہم کو اس کی قیمت پہنچے یا نہ پہنچے اور ہدایہ کے شارحوں نے اس کی تصریح کی ہے کذا قالہ الشامی لکن اعتمد فی النہر بلالیہ مافی الوہبانیۃ وحرر وجزم بان مافی البحر وہم لیکن شرنبلالیہ میں وہبانیہ کے کلام پر اعتماد کیا ہے اور جزم کیا ہے کہ بحر میں جو مذکور ہے وہ وہم ہے م شرنبلالیہ میں کہا ہے کہ جو بحر میں اس کے خلاف مذکور ہے سو وہ وہم ہے پس اس سے متنبہ رہو حالانکہ صاحب بحر نے اس کے مخالف اشباہ ونظائر کے الفاظ میں ذکر کیا ہے پس اپنے قول کا آپ ہی خلاف کیا اور میں نے کسی کو نہیں دیکھا ہدایہ کے شارحوں میں سے کہ بحر کے موافق تصریح کی ہو بلکہ ان کی عبارت سے اس کے برخلاف معلوم ہوتا ہے اور اکثر کتابوں میں اس کی تصریح کی ہے کہ اعتبار سوائم کی قیمت کا ہے اشباہ اور سراج اور وہبانیہ اور اس کی دونوں شرحوں اور ذخائر اشرفیہ اور جوہرہ میں مذکور ہے کہ مرغینانی نے کہا کہ جب کسی شخص کے پاس پانچ اونٹ ہوں کہ ان کی قیمت دو سو درہم سے کم ہو تو اس کو زکوٰۃ لینا حلال ہے اور اس پر زکوٰۃ واجب بھی ہے اور اس سے ظاہر ہوا کہ معتبر نصاب نقد کی ہے کسی مال سے ہو وہ مال اپنی جنس کے اعتبار سے نصاب کو پہنچے یا نہ پہنچے انتہی ماقالہ المرغینانی یہ شرنبلالیہ کے کلام کا خلاصہ بیان کیا ہے شامی میں اس کو زیادہ بسط سے بیان کیا ہے اور بحر کے کلام میں اور اس میں تطبیق کی ہے جو چاہے وہاں ملاحظہ کرے ولالی مملوکہ ای الغنی ولو مدبرا اور نہیں جائز زکوٰۃ دینا غنی کے مملوک کو اگرچہ مدبر ہو م اس سے معلوم ہوا کہ فقیر کے مملوک کو دینا جائز ہے کافی ظہیریہ المفتی اور مدبر کے حکم میں ام ولد ہے قالہ الشامی عن البحر ادز منا لیس فی عیال مولاہ او کان مولاہ غائبا علی المذہب اگرچہ مملوک اپاہج اپنے مولیٰ کی عیال میں نہ ہو یا مولیٰ اس کا غائب ہو تب بھی اس کو زکوٰۃ دینا درست نہیں بنا بر مذہب صحیح کے م ذخیرہ میں کہا کہ روایت ہے ابو یوسف سے کہ اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے فتح القدیر میں کہا کہ اس میں نظر ہے کیونکہ وجہ امتناع کی یہ ہے کہ زکوٰۃ عبد کی ملک نہیں ہوتی بلکہ مولیٰ کی ملک ہوتی ہے اور وہ غنی ہے اور اس کا جواب اس طرح دیا جا سکتا ہے کہ جس صورت میں کہ مولیٰ غائب ہے اور مملوک کسب پر قادر نہیں تو ابن السبیل کے درجہ سے تو کم نہیں ہے کہ جس کو زکوٰۃ لینا جائز ہے کذا فی الشامی لان المانع وقوع الملک لمولاہ اس واسطے کہ عدم جواز زکوٰۃ اس جہت سے ہے کہ جو عبد کو دیا جاتا ہے وہ اس کے مولیٰ کی ملک ہو جاتا ہے غیر المکاتب والماذون المدیون بحیط فجوز غنی کے غلام کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں سوائے مکاتب کے اور ماذون[1] کے جس پر دین اتنا ہو کہ اس کے رقبہ اور کسب کو محیط ہو سو ان کو زکوٰۃ دینا جائز ہے م مکاتب کی وجہ پہلے گذر چکی اور ماذون لہ اس جہت سے کہ اس کے کسب کا مالک امام صاحب کے نزدیک مولیٰ نہیں ہوتا اس صورت میں بخلاف صاحبین کے قول کے قالہ فی البحر ولالی طفلہ بخلاف ولدہ الکبیر اور زکوٰۃ دینا جائز نہیں غنی کے لڑکے نابالغ کو بخلاف بالغ کے م یعنی بالغ کو اگرچہ اپاہج ہو لفقہ کے مقرر ہونے سے پہلے زکوٰۃ کا دینا بالاجماع جائز ہے اور بعد تقرر کے امام محمد کے نزدیک جائز ہے برخلاف امام ابو یوسف کے اور اسی قیاس پر باقی اقارب ہیں اور غنی کی دختر نابالغہ میں اختلاف ہے اور صحیح جواز ہے اور یہی قول طرفین کا ہے اور ایک روایت امام ابو یوسف سے کذا فی النہر وابیہ وامراۃ الفقراء وطفل الغنیۃ فیجوز لانتفاء المانع اور بخلاف غنی کے باپ کے اور اس کی بی بی کے بشرط فقیر ہونے کے بخلاف مال دار عورت کے لڑکے کے یعنی اگر اس کا باپ نہ ہو کذا فی البحر سو ان سب کو زکوٰۃ دینا جائز ہے واسطے نہ ہونے مانع کے م یہ سب کی علت ہے یعنی چھوٹا لڑکا غنی گنا جاتا ہے اپنے باپ کے غنا سے

[1] مجمع الانہر بعنی رسائل مشکلہ حنفیہ چلپیان ۱۲ [2] ماذون لہ وہ غلام جس کو اس کے آقا نے اجازت تجارت کی دی ہو ۱۲

Marfat.com

بخلاف بڑے لڑکے کے اور باپ اور زوجہ کے اور اسی طرح لڑکا اپنی ماں کے مال دار ہونے سے غنی نہیں شمار کیا جاتا ہے حلبی عن البحر دلا الی بنی ہاشم اور نہیں جائز ہے زکوۃ دینا بنی ہاشم کو جاننا چاہیے کہ عبد مناف جو چوتھی پشت کا دادا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اس کے چار بیٹے تھے ہاشم مطلب نوفل عبد شمس پھر ہاشم کے چار بیٹے ہوئے جن میں سے ایک عبد المطلب ہیں باقیوں کی نسل منقطع ہوگئی عبد المطلب کے بارہ بیٹے ہوئے سو زکوۃ ان سب کو دی جا سکتی ہے بشرطیکہ مسلمان اور حاجت مند ہوں مگر اولاد حضرت عباس کی اور حارث کی اور اولاد ابو طالب کی یعنی حضرت علی و جعفر و عقیل کذا فی الغستانی اور اس سے معلوم ہوا کہ بنی ہاشم کو جملہ اطلاق بیان کرنا نہ چاہیے اس لیے کہ تمام بنی ہاشم پر زکوۃ حرام نہیں ہے کذا فی الشامی الا من استثنی قرابتہ دہم بخلاف فتحل لمن اسلم منہم کی تحل لبنی المطلب مگر اس کو جائز ہے کہ جس کی قرابت نسبی رسول صلی اللہ علیہ وسلم منقطع ہوگئی اور وہ ابولہب کی اولاد ہیں پس جو ان میں سے اسلام لے آیا اس کو زکوۃ جائز ہے جیسا حلال ہے مطلب یعنی ہاشم کے بھائی کی اولاد کو منہ سے مراد قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لا قرابۃ بینی وبین ابی لہب غارہ اثر علینا الا قربین اور بعض نسخ میں بنی ابی لہب ہے اور یہی درست ہے کذا قالہ الشامی ثم ظاہر المذہب اطلاق المنع وقول العینی یجوز لہ دفع زکوتہ لمثلہ سواہ لا یجوز بہر ظاہر مذہب یہ ہے کہ بنی ہاشم کو مطلقاً ممنوع ہے یعنی خواہ بنی ہاشم بنی ہاشم کو دے یا کوئی غیر دے اور ہر زمانہ میں ممنوع ہے اور عینی نے جو کہا ہے کہ جائز ہے ہاشمی کو کہ زکوۃ دے اپنے مثل یعنی ہاشمی کو تو صحیح عبارت یہ چاہیے کہ نہیں جائز ہے کذا فی النہر عن ابو عصمہ نے امام سے روایت کی ہے کہ فی زماننا بنی ہاشم کو زکوۃ دینا جائز ہے اس لیے کہ زکوۃ کا عوض یعنی پانچویں حصہ کا خمس جو بنی ہاشم کا حق تھا وہ ان کو نہیں پہنچتا کیونکہ غنیمت کے باب میں اور اس کو مستحقین میں صرف کرتے ہیں لوگ تغافل کرتے ہیں اور جب عوض ان کو نہ پہنچا تو اصل کی طرف رجوع کیا کذا فی البحر اور نہر میں کہا ہے کہ امام ابو یوسف نے کہا ہے کہ ہاشمی ہاشمی کو دے دے اور یہ امام صاحب سے بھی منقول ہے اور عینی میں جو یہ کہا ہے کہ امام صاحب کے نزدیک درست ہے کہ ایک ہاشمی دوسرے کو زکوۃ دے دے بخلاف امام ابو یوسف کے تو اس میں صحیح لفظ لا یجزی چاہیے یعنی امام صاحب کے نزدیک ہاشمی کا دوسرے ہاشمی کو دینا کافی نہ ہوگا کیونکہ امام ابو یوسف تو جواز کے قائل ہیں پھر درست ہونے کی صورت میں ان کے خلاف کے کیا معنی ہوں گے اور شارح کے اختصار میں ابہام ہے قالہ الشامی عن الحلبی ولا الی موالیہم ای عتقائہم فارقائہم ادنیٰ اور نہیں جائز زکوۃ دینا بنی ہاشم کے آزاد کیے ہوئے غلاموں کو اور جب آزاد کیے ہوؤں کو نہیں جائز تو غلاموں کو بطریق ادنیٰ نہیں جائز کیونکہ غلام کی ملک مولی کی ہوتی ہے لحدیث مولی القوم منہم بنی ہاشم کے موالی کو زکوۃ دینا جائز نہیں بسبب اس حدیث شریف کے کہ آزاد کیا ہوا کسی قوم کا وہ انہیں میں سے ہوتا ہے م اس کو روایت کیا ہے ابو داود و ترمذی اور نسائی نے بلفظ مولی القوم من انفسہم وانما لا تحل لنا الصدقۃ ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور یہ حکم صدقہ کی حرمت و حلت کے باب میں ہے نہ جمیع وجوہ میں کیونکہ مولی اپنے معتق کا کفو نہیں ہوتا اور جب آزاد کیا ہوا کسی مسلمان کا کافر ہو تو جزیہ لیا جاتا ہے اور تغلبی کے آزاد کیے ہوئے سے دوچند نہیں لیا جاتا کذا فی النہر قالہ الشامی وہل کانت تحل لسائر الانبیاء خلاف واعتمدنی النہر حلہا لاقربائہم لا لہم اور باقی انبیا علی نبینا و علیہم الصلوۃ والسلام کے لیے صدقہ حلال تھا یا نہیں اس میں خلاف ہے اور نہر میں حلت کو معتمد کہا ہے ان کے اقربا کے لیے نہ ان کے خود کے لیے وجازت التطوعات من الصدقات وغلۃ الاوقاف لہم ای لبنی ہاشم سواء سماہم الواقف او لا علی ما ہو الحق کی حقہ فی الفتح اور جائز ہے نفل صدقہ اور آمدنی اوقاف کے بنی ہاشم کو برابر ہے کہ وقف کرنے والے نے ان کا نام لیا ہو یا نہ لیا ہو یہی حق ہے جیسا فتح القدیر میں اس کو تحقیق کیا ہے م شامی نے کہا کہ بحر میں متعدد کتابوں سے نقل کیا ہے کہ نفل صدقہ ان کو جائز ہے بالاجماع اور ذکر کیا ہے کہ یہی مذہب ہے اور یہ کہ تطوع اور وقف میں فرق نہیں ہے جیسا محیط اور کافی میں

لہ نہیں ہے قرابت بھی ابو لہب میں کہ اس نے اختیار کر لیے ہم پر مدینہ ۱۲ لہ کسی قوم کا آزاد کیا ہوا انہیں میں سے ہوتا ہے اور ہم کو صدقہ حلال نہیں ۱۲

Marfat.com

ہے لیکن زیلعی میں اس کے خلاف ہے یعنی صدقہ نفل ان کو بالکل حرام ہے اور فتح میں اسی کی تقویت کی ہے اور کہا ہے کہ حق یہ ہے کہ وقف کو بجائے نفل کے سمجھنا چاہیے اور حلبی نے اس کی عبارت طویل نقل کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ وقف بھی بنی ہاشم کو ممنوع ہے مثل نفل کے اور اس سے معلوم ہوتا ہے سقم کلام شارح کا کیونکہ شارح کے کلام کا مفاد یہ ہے کہ فتح القدیر کا کلام صرف وقف میں ہے اور وقف ان کو حلال ہے لیکن حلبی نے جس درالمختار سے لکھا ہے اس میں علی ما ہو الحق سے پہلے اس قدر زیادہ ہے وقیل لا مطلقاً تو اس زیادتی سے البتہ عبارت درست ہو جاتی ہے اور بعض نسخوں میں یہ زیادتی مع ما بعد کے ولا تدفع الی ذمی تک ساقط ہے انتہی ما قالہ الشامی لکن فی السراج وغیرہ ان سماہم جاز والا لا قلت وقد جملہ محشی الاشباہ محمل القولین لیکن سراج وغیرہ میں ہے کہ اگر بنی ہاشم کا نام واقف نے لیا ہے تو جائز ہے نہیں تو نہیں جائز میں کہتا ہوں کہ اشباہ کے محشی یعنی صالح غزی مصنف کے بیٹے شارح بیری نے سراج کی عبارت کو دونوں قولوں کا محمل ٹھہرایا ہے م یعنی جس صورت میں نام لیا ہو تو جائز اور نہ نام لیا ہو تو ناجائز اور وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ جس صورت میں نام نہیں لیا تو مد وجہ سے صدقہ ہوا ہاشمیوں کو جائز نہ ہوا اور جب ان کا نام لے دیا تو تبرع اور صلہ ہوا صدقہ نہ ہوا جیسا کہ وقف کیا جماعت اغنیا پر پھر فقراء پر قالہ الشامی ثم نقل عن صاحب البحر عن المبسوط وہل تحل الصدقۃ لسائر الانبیاء قیل نعم وہذہ خصوصیۃ لنبینا صلی اللہ علیہ وسلم وقیل لا بل تحل لاقربائہم فہی خصوصیۃ لقرابۃ نبینا اکراما واظہارا لفضیلۃ صلی اللہ علیہ وسلم فلیحفظ پھر محشی مذکور نے بحرالرائق سے اور اس نے مبسوط سے نقل کیا کہ آیا حلال ہے صدقہ بانی انبیا کے لیے تو ایک یہ قول ہے کہ ہاں جائز ہے اور یہ خصوصیت ہے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کہ ان کو نہیں جائز اور ایک قول یہ ہے کہ انبیا کو حلال نہیں بلکہ ان کے اقربا کو حلال ہے تو خصوصیت ہوئی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقربا کے لیے بجہت اکرام اور فضیلت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ یاد رہے م یہ مسئلہ مکرر ہے سابق اس کا مذکور ہو چکا تو اس کا حذف کرنا مناسب ہے قالہ الشامی ولا تدفع الی ذمی لحدیث معاذ اور نہیں جائز دینا زکوٰۃ کا ذمی کو واسطے حدیث معاذ کے م یعنی وہ حدیث ہے جس کو شارح نے بلفظ خذہا من اغنیائہم الخ بیان کیا ہے اس لیے کہ اغنیائہم بالضمیر مسلمانوں کی طرف پھرتی ہے تو فقرائہم کی ضمیر بھی اسی طرف پھرنی چاہیے اور کافر کو نہ دینی چاہیے کذا فی السراج وجاز دفع غیرہا وغیر العشر والخراج الیہ ای الذمی اور جائز ہے صدقہ دینا سوائے زکوٰۃ کے اور سوائے عشر اور خراج کے ذمی کو م عشر زکوٰۃ کے ساتھ ملحق ہے لیکن خراج ان صدقات میں نہیں ہے جن کا ذکر ہے کیونکہ ان کا مصرف مصلحت عامہ مسلمین ہے جیسا پہلے بیان ہوا اور اسی لیے کنز اور ہدایہ میں اس کا استثنا نہیں کیا قالہ الشامی ولو واجبا کنذر وکفارۃ وفطرۃ خلافا للثانی اگرچہ صدقہ واجب ہو جیسے نذر اور کفارہ اور فطرہ بخلاف قول امام ابو یوسف کے م یعنی وہ کہتے ہیں کہ کسی صدقہ واجبہ کا دینا ذمی کو جائز نہیں اور ہدایہ وغیرہ میں تصریح کی ہے کہ یہ ایک روایت ہے ابو یوسف سے اور اس عبارت کا ظاہر دلالت کرتا ہے کہ قول مشہور امام ابو یوسف کا مثل طرفین کے ہے ولقولہما یعنی حاوی القدسی اور امام ابو یوسف کے قول پر فتوی ہے کذا فی حاوی القدسی م لیکن ہدایہ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قول طرفین کا راجح ہے اور اسی پر متون منعقد ہیں کذا فی الشامی واما الحربی ولو مستامنا فجمیع الصدقات لا تجوز لہ اتفاقا بحر عن الغایۃ وغیرہا لیکن حربی اگرچہ مستامن ہو اس کو کوئی صدقہ دینا جائز نہیں بالاتفاق کذا فی البحر عن الغایۃ وغیرہا لکن جزم الزیلعی بجواز التطوع لہ لیکن زیلعی نے جزم کیا ہے کہ نفل صدقہ حربی کو دینا جائز ہے م یعنی مستامن کو جیسا نہر کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے پھر شامی نے کہا کہ اس کو میں نے زیلعی میں نہیں دیکھا اور ایسا ہی ابو السعود وغیرہ نے کہا ہے معہذا اتفاق کے دعوی کے خلاف ہے لیکن محیط کی کتاب الکسب میں ہے کہ سیر کبیر میں امام محمد نے ذکر کیا ہے کچھ مضائقہ نہیں کہ مسلمان کافر حربی کو یا ذمی کو کچھ دے یا اس کا ہدیہ قبول کرے اس وجہ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ پانچ سو دینار قحط کے

سلہ یعنی ایک قول یہ ہے کہ بنی ہاشم کسی وقت مطلق ناجائز ہیں ۱۲

Marfat.com

دنوں میں مکہ کو بھیجے اور حکم دیا کہ صفوان بن حرب اور ابوسفیان کو دیں کہ وہ فقرائے اہل مکہ پر تقسیم کر دیں اور اس وجہ سے کہ صلہ رحم ہر دین میں پسندیدہ ہے اور ہدیہ بھیجنا مکارم اخلاق سے ہے اتقاقا الشامی دفع بتحر لمن یظنہ مصرفا فبان انہ عبدہ او مکاتبہ او حربی ولو مستامنا اعاد لالمامر صدقہ دیا اتکل کر کے ایسے شخص کو کہ اپنے گمان میں مصرف جانا تھا پھر ظاہر ہوا کہ مزکی کا غلام ہے یا اس کا مکاتب ہے یا حربی ہے اگرچہ مستامن ہو تو پھر دوبارہ دے اس وجہ سے کہ سابق مذکور ہوئی م یعنی عبد کی صورت میں تو اپنی ملک سے خارج نہیں ہوا اور مکاتب کی صورت میں اس لیے کہ اس کا حق مکاتب کی کمائی میں لگا ہے تو پوری تملیک نہ ہوئی اور حربی محل زکوۃ ہے نہیں لیکن حربی کے دینے میں ایک روایت یہ ہے کہ دوبارہ نہ دے کذا فی الشامی وان بان غناہ او کونہ ذمیا او انہ ابوہ او ابنہ او امرأتہ او ہاشمی لا یعید اور اگر ظاہر ہوا کہ جس کو دیا تھا وہ غنی ہے یا ذمی ہے یا اس کی بی بی ہے یا اس کا خود باپ ہے یا بیٹا ہے یا ہاشمی ہے تو اعادہ لازم نہیں لانہ اتی بما فی وسعہ اس لیے کہ وہ کر چکا جس قدر اس سے ہو سکتا تھا تمام یعنی تملیک کر دی جو اس کی وسعت میں تھی رہی یہ بات کہ اندھیرے میں یہ پوچھے کہ تو کون ہے اور نسب اس کا دریافت کرے اس کا مکلف نہیں لیکن حربی کی طرف سے دلیل پر شبہ پڑتا ہے کیونکہ حربی میں تملیک جو رکن تھی پوری ہو جاتی ہے پس اس تعلیل سے وہ روایت جو حربی کے دینے کے بعد اعادہ لازم نہیں آتا تائید پاتی ہے کذا فی الشامی حتی لو دفع بلا تحر لم یجز ان اخطا یہاں تک کہ اگر بدون تحری کے دیا تو نہیں جائز ہے اگر خطا ظاہر ہو وکرہ اعطاء فقیر نصابا او اکثر اور مکروہ ہے دینا ایک فقیر کو مقدار نصاب یا زیادہ م اور ایک روایت ابو یوسف سے ہے کہ قدر نصاب دینا مضائقہ نہیں لیکن زیادہ مکروہ ہے اس لیے کہ فقیر ہونے کی جہت سے فی الحال ایک جزو نصاب کا محتاج ہے اور باقی رہا ہوا نصاب سے کم ہے کذا فی الشامی الا اذا کان المدفوع الیہ مدیونا او کان صاحب عیال بحیث لو فرقہ علیہم لا یخص کلا او لا یفضل لبعد دینہ نصاب فلا یکرہ فتح مگر جب کہ ہو وہ شخص جس کو زکوۃ دی ہے مدیون یا عیال دار اس طرح کہ اگر تمام عیال پر زکوۃ تقسیم کی جاوے تو ہر ایک کے بانٹے نصاب نہ آوے یا دین کے ادا کے بعد قدر نصاب باقی نہ رہے تو مکروہ نہیں کذا فی الفتح م بحیث لو فرقہ صاحب عیال سے علاقہ رکھتا ہے اور لا یفضل مدیون سے پس اس میں لف ونشر غیر مرتب ہے اور وجہ تقسیم عیال یہ ہے کہ حقیقت میں وہ صدقہ عیال ہی پر ہے جن پر وہ خرچ کرے گا کذا فی الشامی عن المعراج وکرہ نقلہا الا الی قرابتہ اور مکروہ ہے زکوۃ کا نقل کرنا یعنی ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف لے جانا مگر اپنے اقربا کی طرف م کیونکہ اس میں رعایت پڑوس کی ہے تو یہی اولی ہے زیلعی اور اس سے مستفاد یہ ہے کہ کراہت تنزیہی ہے پس اگر نقل کرے تو جائز ہے کذا فی الدرر اور زکوۃ میں معتبر وہ جگہ ہے جس جگہ مال ہو سب روایات میں کذا فی الشامی بل فی الظہیریۃ لا تقبل صدقۃ الرجل وقرابتہ محاویج حتی یبدأ بہم بلکہ ظہیریہ میں ہے کہ نہیں مقبول ہوتا صدقہ اس شخص کا کہ قرابتی اس کے محتاج ہوں یہاں تک کہ شروع نہیں کرے م عدم قبولیت سے مراد نہ ملنا ثواب کا ہے اگرچہ فرض ساقط ہوتا ہے قنیانی میں ہے کہ افضل بھائی اور بہن ہیں پھر ان کی اولاد پھر مزکی کا چچا اور پھوپھی پھر ماموں اور خالہ پھر ذوی الارحام پھر پڑوسی پھر اس کے کوچہ والے پھر شہر والے اذا حج او صلح او ورع او انفع للمسلمین او من دار الحرب الی دار الاسلام او رنقل کرنا مکروہ نہیں طرف زیادہ احتیاج والے یا زیادہ نیک بخت یا زیادہ پرہیزگار کے یا اس شخص کے جو مسلمانوں کو نفع پہنچاوے یا دار الحرب سے دار الاسلام کی طرف م کیونکہ دار الاسلام کے فقرائے مسلمان دار الحرب کے فقرا سے افضل ہیں کذا فی البحر میں کہتا ہوں کہ مسلمان قیدیوں کو استثنا کرنا چاہیے جب کہ ان لوگوں کے دینے میں اعانت ہو قید سے چھڑانے پر کذا قالہ الشامی اوالی طالب علم وفی المعراج التصدق علی العالم الفقیر افضل اوالی الزہاد وکانت معجبہ قبل تمام الحول ولا یکرہ خلاصہ اور مکروہ نہیں نقل کرنا زکوۃ طرف طالب علم کے اور معراج میں ہے کہ صدقہ کرنا عالم فقیر پر افضل ہے جاہل فقیر سے اور مکروہ نہیں نقل طرف زاہدوں کے بایں کہ

Marfat.com

زکوٰۃ پیشگی ہو پہلے سال تمام ہونے کے تو نقل کرنا مکروہ نہیں کذا فی الخلاصہ ولا یجوز صرفہا لاہل البدع کالکرامیۃ اور نہیں جائز اس کا صرف کرنا اہل بدعت پر جیسے کرامیۃ م عبارت بزازیہ کی یہ ہے کہ نہیں جائز صرف کرنا کرامیہ کی طرف پس مراد بدعت سے وہ ہے جو تکفیر تک نوبت پہنچائے تامل اور کرامیہ ایک مشبہ فرقہ ہے منسوب عبداللہ بن محمد بن کرام کی طرف وہ قائل ہے کہ حق تعالیٰ عرش پر مستقر ہے اور اسم جوہر کا اس پر اطلاق ہو سکتا ہے کذا فی المغرب لانہم مشبہۃ فی ذات اللہ تعالیٰ وکذا المشبہۃ فی الصفات فی المختار اس لیے کہ فرقہ کرامیہ تشبیہ کا قائل ہے خداوند تعالیٰ کی ذات میں اور یہی حکم ہے اس فرقہ کا جو کہ صفات میں تشبیہ کے قائل ہیں مذہب مختار میں م یہ وہ فرقہ ہے کہ قیام حوادث کا خدا تعالیٰ کی ذات کے ساتھ جائز رکھتے ہیں تو بعض صفات کو حادث کہتے ہیں جیسے اور حوادث کے صفات ہیں کذا فی الطحطاوی لان معنوت المعرفۃ ممن جہۃ الصفات ملحق بمعنوت المعرفۃ من جہۃ الذات مجمع الفتاوی اس واسطے کہ فوت کرنے والا معرفت حق سبحانہ کا صفات میں یعنی نہ جاننے والا صفات کا لاحق کیا گیا ہے اس کے ساتھ جس نے فوت کر دی معرفت ذات کی یعنی تشبیہ ذات اور تشبیہ صفات ایک حکم رکھتے ہیں کذا فی مجمع الفتاوی کما لا یجوز دفع زکوٰۃ الزانی لولدہ منہ ای من الزنا وکذا الذی نفاہ اعتیاطاً جیسا نہیں جائز ہے زانی کو زکوٰۃ دینا اپنے بیٹے کو جو زنا سے ہے اور ایسے ہی اس کو جس کو نفی کر چکا ہے خواہ ام ولد کا لڑکا ہو جس کو نفی کیا یا ملاعنہ[1] کا لڑکا نفی کیا ہوا ہو اور یہ عدم جواز براہ احتیاط ہے الا اذا کان الولد من ذات زوج معروف فضولین مگر اس صورت میں کہ لڑکا ہو ایسی عورت کا جس کے خاوند کو لوگ جانتے ہیں کذا فی جامع الفصولین م عمادیہ میں اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ چونکہ نسب نامہ سے ثابت ہوتا ہے تو یہ شرمانا بیٹا نانا کا ہوا اور ذمیرفہ سے اس کے خلاف ایک روایت شامی نے نقل کی ہے دالکل فی الاشباہ اور سب فروع لا یجوز صرفہا لاہل البدع سے یہاں تک اشباہ میں مذکور ہیں ولا یحل ان یسال شیئا ممن لہ قوت یومہ بالفعل او بالقوۃ کالصحیح المکتسب اور نہیں حلال کہ مانگے کچھ قوت وہ شخص کہ اس کے پاس اس روز کا قوت موجود ہو بالفعل یا بالقوہ موجود ہو مثلاً تندرست کہ کمائی پر قادر ہو م شیئا من القوت اس لیے کہا کہ اگر حاجت کی چیز جیسے کپڑا وغیرہ سوال کرے تو جائز ہے قالہ الشامی دیانۃ معطیہ ان علم بحالہ لاعانتہ علی المحرم اور گناہ گار ہوگا اس کو دینے والا اگر اس کا حال جانتا ہے کیونکہ حرام چیز پر اعانت کرتا ہے م اکمل نے شرح مشارق میں کہا ہے کہ اس جیسے شخص کو دینا اگرچہ از روئے قیاس گناہ معلوم ہوتا ہے لیکن اگر اس کو سبب کہیں تو گناہ گار نہ ہوگا مقدسی نے اپنی شرح میں کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ مراد علما کی اس سے یہ ہے کہ اس جیسے شخص کو دینا آمادہ کرنا ہے سوال پر اس ہیئت سے اور نہ دینے سے ہو سکتا ہے کہ ایسی باتوں سے توبہ کرے کذا فی الشامی ولو سال للکسوۃ او لاشتغالہ عن الکسب بالجہاد او طلب العلم جاز لو محتاجا اور اگر سوال کیا کپڑے کے لیے یا قوت کا سوال کیا اس جہت سے کہ جہاد میں یا طلب علم میں مشغول ہونے سے کمائی نہیں کر سکتا تو جائز ہے اگر محتاج ہو م یعنی اگرچہ قوی اور کسب پر قادر ہو ذکرہ فی البحر فروع مسائل ملحقہ شارح کے ینبغی دفع ما یغنیہ یدہ عن السوال مستحب ہے اس قدر دینا کہ اس روز اس کو سوال کی ضرورت نہ ہو واعتبار حالہ من حاجۃ وعیال اور معتبر ہے حال قدر کفایت کا حاجت سے اور عیال سے م مستحسن یہ ہے کہ فقیر کا مال معلوم کیا جاوے باعتبار عیال کے اور حاجات ضروریہ کے مثل دین اور تیل اور کپڑا اور گھر کا کرایہ وغیرہ کذا فی فتح القدیر والمعتبر فی الزکوۃ فقراء مکان المال اور معتبر زکوٰۃ میں وہاں کے فقیر ہیں جہاں مال ہو م یعنی اگر مال دوسرے شہر میں ہو لیکن زکوٰۃ اس شہر کے فقیروں کو دی جاوے جہاں مال ہے قالہ ابن کمال یعنی جمیع روایات میں یہی ہے کذا فی البحر وفی الوصیۃ مکان الموصی اور وصیت میں معتبر ہے مکان وصیت کرنے والے کا م ایسا ہی جوہرہ میں منقول ہے فتاوی سے لیکن شرح

[1] یعنی جس عورت سے لعان کیا ہو اور اس کی صورت باب اللعان میں آوے گی ۱۲

Marfat.com

دیبانیہ کے وصایا میں خلاصہ سے منقول ہے کہ وصیت کیا کہ میرا ثلث مال فقرا بلخ پر تصدق کیا جاوے تو افضل یہی ہے کہ انھیں پر صرف کریں اور اگر اور دل کو دے دیں تب بھی جائز ہے اور یہ قول ابو یوسف کا ہے اور اسی پر فتوی ہے اور امام محمد کہتے ہیں کہ نہیں جائز ہے کذا فی الشامی وفی الفطرۃ مکان المؤدی عند محمد وہو الاصح لان رسم تبع لراسہ اور فطرہ میں مکان ادا کرنے والے کا یعنی نہ مکان ان لوگوں کا جن کی طرف سے ادا کرتا ہے امام محمد کے نزدیک اور یہی اصح ہے اس لیے کہ جن لوگوں کی طرف سے دیتا ہے وہ ادا کرنے والے کے تابع ہیں م بلکہ نہایہ اور عنایہ میں کہا ہے کہ یہی ظاہر الروایۃ ہے جیسا شرنبلالیہ میں ہے کہ یہی مذہب ہے جیسا بحر میں ہے کذا فی الشامی دفع الزکوۃ الی صبیان اقاربہ بر سم عید ادالی بلخ اور مہدی الباکورۃ جاز زکوۃ دی اپنے اقارب کے لڑکوں یعنی عقلا کو عید کی تقریب سے یا خوشخبری سنانے والے کو یا اس شخص کو جو نیا پھل ہدیہ لایا تو جائز ہے لا اذا نص علی التعویض مگر جب کہ تصریح کر دی معاوضہ کی تو جائز نہ ہوگی ولو دفعہا لاختہ ولہا علی زوجہا مہر یبلغ نصابا وہو یملی فقر ولو طلبت لم یمنع عن الاداء لا یجوز والا جاز اور اگر دے زکوۃ اپنی بہن کو اور اس کے خاوند کے ذمہ مہر ہے جو نصاب کو پہنچتا ہے اور وہ شخص تونگر ہے کہ عورت کے طلب کرنے پر انکار نہ کرے تو اس کا زکوۃ دینا جائز نہیں اور جو ایسا مال نہ ہو تو جائز ہے اور یہ مسئلہ پہلے گذر چکا ہے ولو دفعہا المعلم لخلیفتہ ان کان بحیث یعمل لہ لو لم یعط صح والا لا اور اگر دی زکوۃ معلم نے اپنے خلیفہ کو اگر وہ اس طرح کام کرتا ہے کہ اگر معلم نہ دیتا تب بھی اس کا کام کرتا تو درست ہے ورنہ نہیں درست م اس لیے کہ دیا ہوا برائے عوض کے ہو جاتا ہے اور اس میں یہ خدشہ ہے کہ انعام نئے پھل لانے والے کا ایسا ہے تو وہاں بھی نیت کا اعتبار چاہیے قالہ الشامی ولو وضعہا علی کف فاتہا الفقراء جاز اور اگر رکھا زکوۃ کو اپنے ہاتھ پر اور لوٹ لیا اس کو فقیروں نے تو جائز ہے م اور یہ فقرا کی تملیک ہوئی اور زکوۃ کی نیت پہلے سے نکالتے وقت ہو چکی تھی اور یہی حکم ہے جبکہ نیت پہلے سے نہ ہو اور لوٹنے کے بعد نیت کرے اور مال فقیروں کے پاس موجود ہو قالہ الشامی ولو سقط مال فرفعہ فقیر فرضی بہ جاز ان کان یعرفہ والمال قائم خلاصہ اور اگر مال ہاتھ سے گر گیا اور فقیر نے اس کو اٹھا لیا پھر مالک راضی ہو گیا تو جائز ہے اگر اس کو پہچانتا ہے اور مال بھی قائم ہے کذا فی الخلاصہ م پہچاننے کی قید اس واسطے لگائی تاکہ تملیک مجہول شخص کی نہ ہو کیونکہ جب اس کو نہ پہچانتا ہو اس طرح کہ مالک جب مال کے پاس آیا تو مال کو نہ پایا اور کسی شخص نے اس کو کہا کہ فقیر اس کو اٹھا لے گیا جس کو مالک نہیں جانتا تھا اور مالک راضی ہو گیا تو درست نہ ہوگا کیونکہ یہ اباحت ہوئی اور زکوۃ میں تملیک شرط ہے اور مال کے قائم ہونے کی اس واسطے شرط لگائی کہ اگر مالک بعد ہلاک ہونے مال کے راضی ہوا تو نیت صحیح نہ ہوگی جان لو کہ صدقہ دہ مستحب ہے جو فاضل ہو اپنی قدر کفایت اور اپنے عیال کی قدر کفایت سے اور اگر اس طرح صدقہ دے کہ حق واروں کے حق میں کوتاہی ہو تو گناہ گار ہوگا اور جو شخص کہ تنگی پر صبر نہ کر سکے اس کو اپنا نفقہ قدر کفایت نامہ سے کم کرنا مکروہ ہے کذا فی شرح درر البحار اور تاتارخانیہ میں محیط سے منقول ہے کہ جو شخص نفل صدقہ دے تو افضل یہ ہے کہ جمیع مومنین ومومنات کی نیت کرے کیونکہ ان کو ثواب پہنچے اور اس کے اجر میں سے کچھ کم نہ ہوگا واللہ اعلم

باب صدقۃ الفطر

یہ باب ہے صدقہ فطر کے احکام میں اس کی مناسبت زکوۃ سے یہ ہے کہ دونوں وظیفہ مالیہ میں ہیں اور مبسوط میں بعد صوم کے بیان کیا ہے کیونکہ صوم کے بعد صدقہ فطر ہوتا ہے اور فطر سے مراد فطر کا دن ہے نہ لغوی معنی کیونکہ اس طرح تو ہر شام کو رمضان میں افطار ہوتا ہے اور اس کو صدقہ اس جہت سے کہتے ہیں کہ دینے والے کا صدق اور اخلاص ظاہر کرتا ہے کذا فی العرائج من اضافۃ الحکم لشرطہ اضافت صدقہ کی فطر کی طرف اضافت حکم کی ہے شرط کی طرف م حکم سے مراد وجوب صدقہ ہے اس لیے کہ حکم شرعی وجوب ہے تو یہاں حذف مضاف کا ہے اور وجوب سے مراد وجوب الاداء ہے اس واسطے کہ وجوب الاداء کی شرط فطر ہے نہ نفس

ف رسم جدید میں اقارب کو کپڑے دینا زکوۃ کی نیت سے جائز ہے ۱۲

Marfat.com

وجوب کی کیونکہ وجوب کا مدار سبب کے موجود ہونے پر ہے اور سبب[1] راس ہے قالہ الحلبی والفطر لفظ اسلامی والفطرۃ مولد بل قیل لحن اور فطر اصطلاح اسلام والوں کی ہے اور فطرہ ساختہ ہے بلکہ کہتے ہیں کہ غلط ہے م ظاہر یہ ہے کہ شارح کی مراد یہ ہے کہ لفظ فطر جو مضاف الیہ صدقہ ہے اور نام روز مخصوص کا ہے یہ لفظ شرعی ہے یعنی اطلاق اس کا اس خاص روز پر اصطلاح شرعی ہے کیونکہ فطر جو ضد صوم کی ہے لغوی ہے شرع سے پہلے مستعمل ہے یا مراد اس کی لفظ فطرہ کا ہے یعنی فطرہ کے جس سے صدقہ مراد ہو لغوی نہیں اس لیے کہ ان معنوں میں نہیں آیا اور وہ جو قاموس میں مذکور ہے کہ فطرہ بالکسر صدقۃ الفطر تو قاموس کے اغلاط میں شمار کیا گیا ہے اور نووی نے تحریر میں کہا ہے کہ اسم مولد ہے اور غالباً ماخوذ ہے فطرہ سے جو بمعنی خلقت کے ہے یعنی گویا کہ یہ زکوۃ ہے بدن کی قالہ الشامی وامر بہا فی السنۃ التی فرض فیہا رمضان قبل الزکوۃ[2] اور حکم کیا گیا ہے ادائے صدقہ فطر کا اس برس کہ رمضان فرض ہوا زکوۃ سے پہلے م روزے رمضان کے فرض ہوئے شعبان میں بعد تحویل قبلہ کے کعبہ کی طرف اور حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ فطر کے لیے عید سے دو روز پہلے ہوا اور یہ زکوۃ کی فرضیت سے پہلے ہے یہی صحیح ہے قالہ الشامی وکان علیہ السلام یخطب قبل الفطر بیومین یامر باخراجہا ذکرہ الشمنی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھتے تھے عید سے دو روز پہلے حکم فرماتے صدقہ نکالنے کا ذکر کیا اس کو شمنی نے م عبدالرزاق نے سند صحیح سے تخریج کیا ہے عبداللہ بن ثعلبہ سے کہ خطبہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم الفطر سے ایک روز یا دو روز پہلے پھر فرمایا کہ ادا کرو ایک صاع[3] گیہوں دو آدمیوں میں یا ایک صاع کھجور یا جو ہر شخص کی طرف سے آزاد ہو یا غلام چھوٹا ہو یا بڑا کذا فی الفتح یجب وحدیث فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زکوۃ الفطر معناہ قدر للاجماع علی ان منکرہا لا یکفر واجب ہے صدقۃ الفطر اور وہ حدیث جس میں مذکور ہے کہ فرض کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوۃ فطر کو اس کے معنی یہ ہیں کہ مقرر کیا اس وجہ سے کہ اجماع ہے اس بات پر کہ منکر اس کا کافر نہیں ہے م امام شافعی کے نزدیک صدقۃ الفطر فرض ہے ان کا استدلال حدیث مذکور ہے شارح نے استدلال کے جواب کی طرف اشارہ کیا موسعاً فی العمر عندا صحابنا وہو الصحیح بحر عن البدائع معللا بان الامر بادائہا مطلق کالزکوۃ علی قول کما مر واجب ہے صدقۃ الفطر اس طرح کہ مدۃ العمر میں ادا کی گنجائش ہے ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک یہی صحیح ہے ذکر کیا اس کو بحر میں بدائع سے اور وجہ یہ بیان کی کہ امر صدقۃ الفطر کی ادا میں مطلق ہے یعنی وقت کی قید نہیں سو مدۃ العمر میں جب ادا کرے گا تو ادا ہی ہوگا قضا نہ ہوگا ہاں البتہ عید گاہ میں جانے سے پہلے ادا کرنا مستحب ہے کذا فی البدائع مانند زکوۃ کے کہ اس کا وجوب بھی موسع ہے ایک قول پر جیسا پہلے گذر چکا ولو مات فادارثہ جاز اور اگر مر گیا پھر اس کے وارث نے صدقۃ الفطر اس کی طرف سے ادا کیا تو جائز ہے م جوہرہ میں ہے کہ جس شخص کے ذمہ زکوۃ یا صدقۃ الفطر یا کفارہ یا نذر ہو مے اور وہ مر جاوے تو اس کے ترکہ سے نہ لیا جاوے مگر یہ کہ ورثہ تبرع کریں اور ورثہ اہل تبرع کے بھی ہوں اور نہ جبر نہ کیا جاوے ان پر اور اگر خود وصیت کی ہے مرا تو ثلث میں وصیت جاری ہوگی قالہ الشامی وقیل مفیقاً فی یوم الفطر علینا اور کہا گیا ہے کہ ادا اس کا مفید ہے خاص عید کے روز م یہ قول حسن بن زیاد کا ہے کہ ادا کرنا اس کا یوم الفطر میں ہے اول سے آخر تک اگر اس کو نہ ادا کیا کہ عید کا دن گذر گیا تو ساقط ہو جائے گا مثل قربانی کے کذا فی البدائع وشروح الہدایہ وغیرہا اور ابن ہمام نے اپنی تحریر میں ترجیح دی ہے کہ یہ مطلق نہیں ہے بحر میں بلکہ مقید بالوقت ہے کیونکہ حضرت نے فرمایا اغنوہم فی ہذا الیوم عن المسالۃ تو بعد اس روز کے قضا ہوگا اور ابن نجیم نے بھی اسی کا اتباع کیا ہے لیکن اس نے اپنی شرح میں جو منار پر ہے کہا ہے کہ یہ ترجیح مقابل صحیح کے ہے میں کہتا ہوں کہ یہ تیسرا قول ہے مذہب سے خارج اس واسطے کہ عید کا دن گذرنے کے بعد صدقہ کا قضا واقع ہونا مغایر اس قول کے ہے کہ عید کا دن گذرنے سے ساقط ہو جاتا ہے اور علامہ مقدسی نے اس کو رد کیا ہے

[1] یعنی وجود فطرہ والے کا [2] اس حدیث میں حجت ہے امام اعظم کے لیے کہ ایک آدمی کی طرف سے نصف صاع گیہوں چاہئیں [3] بے پدا کردان کو اس روز میں مانگنے سے ۱۲

Marfat.com

کہ حضرت کے وقت میں صاع صدقۃ الفطر پیشگی دے دیا کرتے تھے اور یہ بات حضرت کی اجازت سے تھی جیسا خود ابن ہمام نے کہا ہے کہ اس سے ظاہر ہے مقید بیوم الفطر نہ تھا اس واسطے کہ اگر خاص اس روز کے ساتھ مقید تھا تو اس سے پہلے ادا نہ ہوتا مثل قربانی اور نماز روزہ کے اور اما اغنہم الخ محمول ہے استحباب پر کذا فی الشامی فبعدہ یکون قضاء واختارہ الکمال فی تحریرہ درجح فی تنویر البصائر پس بعد یوم العید کے ہووے گا قضا اور اس کو اختیار کیا ہے کمال نے اپنی تحریر میں اور ترجیح دی اس کو تنویر البصائر میں م پہلے معلوم ہو چکا کہ معین کرنا عید کے دن کا ایک تیسرا قول ہے کہ سوائے ابن ہمام کے کسی اور نے نہیں کہا اور اس میں جو کچھ ہے وہ بھی واضح ہو چکا اس صورت میں اس تفریع میں نظر ہے قالہ الشامی علی کل حر مسلم ولو صغیرا او مجنونا واجب ہے صدقۃ الفطر ہر آزاد مسلمان پر اگرچہ صغیر یا مجنون ہو م حر کے لفظ سے معلوم ہوا کہ غلام پر لازم نہیں اور مسلمان کی قید سے معلوم ہوا کہ کافر کے ذمہ نہیں اگرچہ اس کا غلام یا بیٹا مسلمان ہو کذا فی البحر اور بعض نسخوں میں ومجنونا داد کے ساتھ واقع ہے اور یہ اس صورت میں ہے کہ ان دونوں یعنی صغیر اور مجنون کے پاس مال ہو بدائع میں کہا ہے کہ عقل اور بلوغ وجوب کی شرائط میں نہیں ہے امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف کے نزدیک یہاں تک کہ اگر مجنون وصغیر کے پاس مال ہو تو ان کا ولی صدقہ نکالے ان کے مال میں سے اور امام محمد اور امام زفر کہتے ہیں کہ نہیں واجب ہے پس اگر ولی صدقہ ان کے مال میں سے دے گا تو ضامن ہوگا قالہ الشامی حتی لو لم یجز جہا دلیہما وجب الاداء بعد البلوغ یہاں تک کہ اگر نہ نکالے صدقۃ الفطر مجنون اور صغیر کا ولی تو بعد بلوغ کے اور بعد افاقہ کے ادا واجب ہوگا ذی نصاب فاضل عن حاجتہ الاصلیۃ کدین وحوائج عیالہ وان لم ینم کما مر یعنی صدقۃ الفطر واجب ہے ہر آزاد مسلمان پر کہ نصاب والا ہو اور وہ نصاب زیادہ ہو اس کی حاجت اصلی سے جیسا دین اور زیادہ ہو عیال کی حاجت سے اگرچہ نصاب نامی نہ ہو جیسا پہلے گذر چکا وبہذا النصاب تحرم الصدقۃ کما مر وتجب الاضحیۃ ونفقۃ المحارم علی الراجح اور اسی نصاب کی جہت سے حرام ہوتا ہے صدقہ واجبہ جیسا گذر چکا اور واجب ہوتی ہے قربانی اور نفقہ محارم کا بنا بر قول راجح کے م یعنی ان کو جو فقیر ہوں اور جو کسب سے عاجز ہوں یا عورتیں فقیر ہوں اور محارم کی قید ہے ماں باپ کے نکالنے کو کیونکہ ماں باپ جب فقیر ہوں تو مختار یہ ہے کہ ان کو اپنے نفقہ میں شامل رکھے اگر کسب کرتا ہے وانما لم یشترط النمو لان وجوبہا بالقدرۃ الممکنۃ فلا یشترط البقاء والوجوب لانہا شرط محض قدرت ممکنہ کاف مشدد کے کسرہ سے وہ ہے جو واجب ہو بفور قدرت کے فعل پر پس نہیں شرط باقی رہنا اس قدرت کا وجوب کے باقی رہنے کے واسطے اس لئے کہ وہ صرف شرط ہے م واضح ہو کہ قدرت جس سے آدمی مامور بہ ادا کر سکے دو قسم ہے ایک وہ کہ توانگری اس کے ساتھ معتبر ہو اس کو قدرت مطلق اور قدرت ممکنہ یعنی قادر کہنا ان کا اس جہت سے آدمی ادائے قدرت ممکنہ کی جہت سے ہے ہی یا یجب بمجرد التمکن من الفعل اور غنی کی شرط جو نہیں لگائی سو اسی جہت سے کہ وجوب صدقۃ الفطر کا مامور بہ پر قادر ہو جاتا ہے جیسے نصاب صدقہ فطر کی قدرت ممکنہ ہے اور زاد اور راحلہ حج کی اور اگر قدرت کے ساتھ توانگری بھی معتبر ہو تو وہ قدرت میسرہ یعنی آسان کرنے والی اور قدرت کامل کہلاتی ہے جیسے نصاب نامی ہے کذا فی الطحطاوی اس سے معلوم ہوا کہ شارح نے جو تعریف کی ہے وہ خود قدرت کی نہیں بلکہ اس واجب کی ہے جو قدرت مذکورہ پر مشروط ہوا اور بقائے قدرت ممکنہ کے مشروط نہ ہونے سے یہ نکلا کہ اگر نصاب عید فطر کی صبح کے بعد جاتی رہے گی تو صدقہ فطر ساقط نہ ہوگا چنانچہ آگے آوے گا القدرۃ المیسرۃ ہی یجب بعد التمکن بصفۃ الیسر فغیرتہ من العسر الی الیسر نہ قدرت میسرہ کے ساتھ سین مشدد کے کسرہ سے قدرت میسرہ وہ ہے کہ واجب ہو بعد قدرت کے سہولت کے وصف کے ساتھ جو بدل دیا ہو اس کو دشواری سے آسانی کی طرف م اس تعریف میں بھی وہی خلل ہے جو قدرت ممکنہ کی تعریف میں گذرا حاصل یہ کہ قدرت ممکنہ ہرگاہ شرط ہے تمکن اور احداث فعل کی تو شرط محض ہوئی کہ اس میں معنی علت کے نہیں پس اس کا بقا بھی شرط نہیں بقاء واجب کے لیے کیونکہ بقا غنا ہے وجود کا اور وجود کی شرط کو کچھ لازم نہیں کہ بقا کی شرط بھی ہو جیسے نکاح کے شاہد کہ شرط ہیں انعقاد نکاح میں نہ بقائے نکاح میں بخلاف

Marfat.com

میسرہ کے اس واسطے کہ وہ ایسی شرط ہے کہ اس میں معنی علت کے ہیں کیونکہ اس نے فعل واجب کی صفت کو دشواری سے سہولت کے ساتھ بدل دیا یعنی ہو سکتا تھا کہ فعل واجب ہوتا بفور وجود قدرت ممکنہ کے بصفت دشواری سو دشواری کو چھوڑ کر اس کو بصفت یسر واجب کیا پس اس طرح کی قدرت کا دوام شرط ہے باعتبار معنی علیت کے کیونکہ حکم نہیں باقی رہ سکتا بدون اس کے کذا فی الشامی مختصرا فیشترط لبقاء ہالانہا شرط فی معنی العلۃ پس شرط کیا گیا ہے بقائے قدرت میسرہ کا کیونکہ یہ شرط ہے علت کے معنی میں م یعنی اور حکم اپنی علت کے ساتھ رہتا ہے وجود اور عدم میں کذا فی الطحطاوی وقد حررناہ فیما علقناہ علی المنار اور ہم نے اسکو منقح بیان کیا ہے منار کی تعلیقات میں ثم فرع علیہ فلا تسقط الفطرۃ وکذا الحج بہلاک المال بعد الوجوب پھر تفریع کیا مصنف نے اس پر جو سابق میں مذکور ہے یعنی قدرت ممکنہ اور میسرہ پر پس نہیں ساقط ہوتا فطرہ اور ایسا ہی حج مال کے ہلاک ہو جانے سے واجب ہونے کے بعد کیونکہ ان دونوں میں قدرت ممکنہ میسرہ ہے کذا قالا الشامی کما لا یبطل النکاح بموت الشہود جیسا نہیں باطل ہوتا نکاح گواہوں کے مرنے سے بخلاف الزکوۃ والعشر والخراج لاشتراط بقاء الیسرۃ بخلاف زکوۃ اور عشر اور خراج کے یعنی خراج مقاسمہ اس واسطے کہ قدرت میسرہ کی بقا شرط ہے یعنی تمام یعنی اگر مال برس گذرنے کے بعد ہلاک ہو جاوے ادا کی قدرت اس کو ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو تو زکوۃ ساقط ہو جاتی ہے بخلاف استہلاک کے کیونکہ اس صورت میں تقدیراً قدرت باقی ہے کہ اس میں زجر ہے نفس سے اور فقیروں کا بھی لحاظ ہے عن نفسہ متعلق بیجب وان لم یعم لعذر عن نفسہ متعلق ہے یجب کے یعنی صدقۃ الفطر واجب ہے اپنے نفس کی طرف سے اگرچہ کسی عذر سے روزہ نہ رکھا ہو م یہ بیان فطرہ کے سبب کا اور اصل اس میں خود اس کا نفس ہے اور آدمی بے شک اپنا بوجھ آپ اٹھائے ہوئے ہے اور اپنے راس کا آپ متولی ہے تو اسی کے معنوں میں ہے وہ جو اس کے ساتھ ملحق ہے یعنی اس کے توابع جس کی مؤنت اس کے ذمہ ہے اور صوم میں عذر کی قید اتفاقی ہے اگر بلا عذر بھی کوئی شخص افطار کرے تب بھی یہی حکم ہے کیونکہ فطرہ کے ادا میں یہ شرط مذکور نہیں قالا الشامی وطفلہ الفقیر والکبیر المجنون اور اپنے چھوٹے لڑکے محتاج کی طرف سے اور بڑے مجنوں کی طرف سے م یعنی جو کہ فقیر ہو کیونکہ غنی کا صدقہ اس کے مال میں سے ہوگا امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف کے نزدیک جیسا پہلے گذر چکا اور طفل کے لفظ سے معلوم ہوا کہ جنیں کی طرف سے صدقۃ الفطر لازم نہیں اور طفل لڑکے اور لڑکی دونوں کو شامل ہے کذا فی المغرب قالا الشامی ولو تعددالآباء فعلی کل فطرۃ اور اگر باپ متعدد ہوں تو ہر ایک پر فطرہ لازم ہوگا م اس کی صورت یہ ہے کہ کسی لقیط پر دو آدمی دعوی کریں کہ یہ میرا بیٹا ہے یا مشترک باندی کے بیٹے پر دونوں مالکوں نے دعوی کیا قالا الشامی ولو زوج طفلۃ الصالحۃ بخدمۃ الزوج فلا فطرۃ اور اگر نکاح کر دیا اپنی لڑکی کا کہ زوج کی خدمت کر سکتی ہے پس فطرہ لازم نہیں آتا م نہ خاوند پر لازم آوے گا جیسا آگے مذکور ہوگا اور نہ باپ پر کہ زوج کو تسلیم کر چکا خلاصہ میں ہے صغیرہ اگر اپنے خاوند کے سپرد کی گئی ہو تو اس کے باپ پر فطرہ نہیں ہے کیونکہ اس کی مؤنت اس کے ذمہ نہیں رہی اس سے معلوم ہوا کہ مسئلہ میں دو قیدیں ہیں خدمت کی صلاحیت اور خاوند کی سپردگی قالہ الشامی والجد کالاب عند فقدہ کما اختارہ فی الاختیار اور دادا باپ کے مثل ہے باپ کے نہ ہوتے جیسا اختیار میں اسی کو اختیار کیا ہے م یہ حسن کی روایت ہے اور ظاہر الروایت کے خلاف ہے کہ دادا باپ کے حکم میں ہے مگر چند مسائل میں ان میں سے ایک مسئلہ یہی ہے اور فتح القدیر میں بھی اسی کو اختیار کیا ہے کیونکہ سبب وجوب کا متحقق ہے یعنی راس اور اس کی مؤنت اور تولیت بولایت مطلق دادا کے ذمہ ہے اسی واسطے شارح نے بھی اسی روایت کو اختیار کیا کذا فی الشامی وعبدہ الخدمۃ ولو مدیونا او مستاجلا او مرہونا اذا کان عندہ وفاء بالدین اور فطرہ واجب ہے اپنے غلام خدمتی کی طرف سے اگرچہ مدیون ہو دین مستغرق کذا فی البدائع اجارہ دیا ہوا ہو یا رہن رکھا ہوا ہو جب کہ راہن کے پاس دین کے دینے کی قدر ہو م یعنی دین سے زائد نصاب بھی ہو جیسا ہندیہ میں ہے اور مراد نصاب سے یہ ہے کہ غلام کے سوا ہو کیونکہ وہ حوائج اصلی میں ہے کذا فی الزیلعی واما الموصی بخدمتہ لواحد وبرقبتہ لآخر ففطرۃ علی مالک رقبتہ

Marfat.com

وہ غلام جس کی خدمت کی وصیت ایک شخص کے لیے کی اور اس کی ملکیت کی دوسرے کے لیے تو فطرہ رقبہ کے مالک پر ہے کالعبد العاریۃ والمو دیعۃ والمؤنی
جیسے عاریت کا غلام اور ودیعت کا اور وہ غلام جس نے کسی کا بگاڑ کیا ہو کہ اُنکا صدقہ مالک کے ذمہ ہے جنایت کوئی سی ہو عمداً ہو یا خطاء کیونکہ مالک کی
ملک غلام سے جب زائل ہوتی ہے جب جنایت کے بدلہ میں اس کو دے دے پہلے سے زائل نہیں ہوتی کذا فی الخانیہ وقول الزیلعی لانجب سبق قلم فتح
اور زیلعی کا قول کہ صدقہ واجب نہیں ہے خطا ہے کہ قلم سے نکل گئی کذا فی الفتح م زیلعی میں ہے کہ جس غلام کے رقبہ کی وصیت ہو تو اس کا فطرہ مالک
پر نہیں لیکن شبلی محشی زیلعی نے اس کو محمول کیا ہے اس صورت پر کہ موصی مرگیا اور موصی لہ نے ابھی نہ قبول کیا نہ رد کیا قالہ الشامی ومدبرہ وام
ولدہ ولو کان عبدہ کافر لتحقق السبب وہو راس یمونہ دیلی علیہ اور صدقہ دے اپنی مدبر اور ام ولد کی طرف سے اگرچہ غلام کافر ہی ہو کیونکہ سبب
وجوب متحقق ہے یعنی رأس جس کی مؤنت اس کے ذمہ ہے اور اس کا فطرہ ولی ہے م یعنی مؤنت واجبہ کاملہ مطلقہ پہلی قید سے مؤنت اجنبی نکل گئی جو
للہ اپنے ذمہ رکھے نہ واجبہ اور دوسری قید سے عبد مشترک نکل گیا کہ اس کی مؤنت کامل نہیں اور تیسری سے زوجہ نکل گئی کہ اس کی مؤنت مطلقہ
نہیں بلکہ مؤنت ضروری ہے انتظام خانگی کے لیے اور اسی لیے بجز معمولی اخراجات کے کچھ لازم نہیں جیسے دوا کرنا کما فی الزیلعی لاعن زوجتہ وولدہ
الکبیر العاقل نہیں واجب ہے صدقۃ الفطر اپنی بی بی کی طرف سے اور اپنے ولد کی طرف سے جو بالغ عاقل ہو م زوجہ کی طرف سے اس لیے نہیں
واجب کہ اس پر ولایت تامہ نہیں کیونکہ سوائے حقوق زوجیت کے اور کسی طرح کی ولایت نہیں ہے اور ولد عاقل بالغ اگرچہ اپاہج ہو اور خورد و
نوش میں اس کا شریک ہو مگر اس کا صدقہ باپ پر واجب نہیں کیونکہ ولایت نہیں کذا فی جوہرہ اور عاقل کی قید سے احتراز ہو گیا معتوہ اور مجنون
سے کہ ان کا حکم مانند صغیر کے ہے ولو ادی عنہا بلا اذن اجزا استحسانا للاذن عادۃ ای لو فی عیالہ والا فلا قہستانی عن المحیط فلیحفظ اور اگر فطرہ بی بی
کی طرف اور بالغ لڑکے کی طرف سے بدون اجازت دے دیا تو کافی ہے بدلیل استحسان اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الخانیہ کیونکہ عادۃ اذن موجود
ہے یعنی اگر اس کے عیال میں ہو ورنہ نہیں کافی کذا فی قہستانی عن المحیط اس کو یاد رکھو م للاذن عادۃ سے اشارہ ہے کہ بنت حکما موجود ہے ورنہ
بدائع میں تصریح کی ہے کہ فطرہ بدون بنت کے ادا نہیں ہوتا بحر میں کہا ہے کہ ظہیریہ کی ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ادا کرے ان اشخاص کی
طرف سے جو اس کے عیال میں ہیں یعنی جن کا خورد و نوش اس کے متعلق ہے بدون ان کی اجازت کے تو جائز ہے مطلقاً یعنی قید زوجہ اور
ولد کی نہیں قالہ الشامی وعبدہ الآبق والمأسور والمغصوب المحبوس ان لم تکن علیہ بینۃ غلامہ نہ بھاگے ہوئے غلام کی طرف سے کیونکہ ولایت اس
پر قائم نہیں اور نہ قیدی کی طرف سے کہ وہ تعرف سے خاسر ہے جیسا مکاتب اور نہ غصب کیے ہوئے کی طرف سے جس کا غاصب منکر
ہو اگر غصب پر شاہد نہ ہوں کذا فی العلامہ م مقتضی اس تصحیح کا جو کتاب الزکوۃ میں مذکور ہوئی یہ ہے کہ واجب نہ ہو اگرچہ گواہ بھی ہوں کیونکہ ہر
قاضی عادل نہیں ہوتا اور نہ ہر گواہ مقبول کذا فی الطحاوی الا بعد عودہ فیجب لما مضی مگر غلام کے پھر آنے کے بعد پس واجب ہوگا سالہائے
گذشتہ کا فطرہ کذا فی قہستانی یہ استثنا راجع ہے آبق کی طرف جیسا نہر میں ہے اور منح میں ہے اور مغصوب کی طرف بھی جیسا بحر میں ہے حلبی نے کہا
کہ ظاہر یہ ہے کہ ماسورہ کا حکم بھی یہی حکم ہے کذا فی الشامی ولا عن مکاتبہ ولا تجب علیہ لان ما فی یدہ المولاہ اور نہیں واجب ہے مکاتب کی طرف
سے اور نہ واجب ہے اس مکاتب پر کیونکہ جو چیز مکاتب کے قبضہ میں ہے مولی کی ہے م اس لیے کہ مکاتب عبد ہی ہے جب تک اس پر ایک درہم
بھی باقی ہے اور عبد طود مملوک ہے تو مالک نہیں ہو سکتا کذا فی البدائع وعبید مشترکہ اور نہ مشترک غلاموں کی طرف سے م کیونکہ ہر شریک کی ولایت
اور مؤنت قاصر ہے اور یہ امام صاحب کا قول ہے اور صاحبین کہتے ہیں کہ ہر ایک کے ذمہ پورے غلاموں کا فطرہ ہوگا جتنے اس کے حصہ میں آویں ٹکڑوں
کا نہ ہوگا جیسا ہدایہ میں ہے یعنی اگر چار غلام ہوں تو دونوں شریکوں کے ذمہ دو دو غلاموں کا فطرہ لازم ہوگا اور تین غلام ہوں تو ایک ایک کا

Marfat.com

فطرہ دونوں پر لازم کا تیسرے کا لازم نہ ہوگا اور محیط میں ابو یوسف کو ابو حنیفہ کے ساتھ ذکر کیا ہے اور یہی اصح ہے جیسا حقائق اور فتح میں ہے الا اذا کان عبد بین اثنین وتہایاہ دون بدالوقت فی نوبۃ احدہما فتجب فی قول مگر جب کہ غلام مشترک ہو دو شخصوں میں اور نوبت نوبت اس سے خدمت لیتے ہوں اور ایک کی نوبت میں دقت وجوب پایا جاوے یعنی طلوع فجر یوم الفطر تو ایک قول میں واجب ہے م یعنی قول ضعیف میں جیسا بعض نسخوں میں موجود ہے اور وجہ اس قول کے ضعیف ہونے کی یہ ہے کہ سب متون وشروح کے اطلاق کے خلاف ہے قالا الشامی دلو قف الوجوب لو کان مملوک بیعا بخیار فاذا مر یوم الفطر والخیار باق تلزم علی من یصیر لہ اور صدقہ کا وجوب موقوف رہے گا اگر مملوک کو بشرط خیار بیچا ہو پھر جب عید کا دن گذر جاوے اور اختیار باقی ہو فطرہ لازم اس شخص پر ہوگا جس کا وہ غلام قرار پاوے گا م بشرط خیار بیچا یعنی بائع کا خیار یا مشتری کا یا دونوں کا اور موقوف اس واسطے رہے گا کہ ملک متزلزل ہے پس اگر خیار نہ ہوا اور بعد یوم الفطر کے قبض کیا تو مشتری پر لازم ہوگا اور اگر قبل القبض مر گیا تو کسی پر واجب نہ ہوگا اور اگر عیب کی جہت سے قبل القبض پھیر گیا یا خیار رویت کی جہت سے تو بائع کے ذمہ لازم ہوگا اور اگر بعد القبض پھیر گیا تو مشتری پر کذا فی الخانیہ نصف صاع فاعل یجب من براد دقیقہ او سویقہ نصف صاع فاعل ہے یجب کا یعنی فطرہ کا مقدار واجب آدھا صاع گیہوں کا یا اس کے آٹے کا یا اس کے ستو کا م اولیٰ یہ ہے کہ آٹے اور ستو میں مقدار اور قیمت دونوں کی رعایت ملحوظ رہے لعتبارا اگرچہ بعض اخبار میں آٹے کی تصریح آئی ہے کذا فی الہدایہ اس واسطے کہ اسناد میں سلیمان بن ارقم ہے جو متروک الحدیث ہے پس احتیاط واجب ہے یعنی اس طرح کہ نصف صاع گیہوں کا آٹا یا ایک صاع جو کا آٹا دیوے کہ برابر ہو نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جو کو اور اس طرح نہ دیوے کہ نصف صاع سے کم گیہوں کا آٹا ہو جو قیمت میں برابر ہو نصف صاع گیہوں کے یا ایک صاع سے کم جو کا آٹا ہو کہ قیمت میں برابر ہو ایک صاع جو کے اور نہ اس طرح کہ نصف صاع گیہوں کا آٹا کہ قیمت میں نصف صاع گیہوں کے برابر نہ ہو یا ایک صاع جو کا آٹا جو قیمت میں ایک صاع جو کی برابر نہ ہو کذا فی الفتح لیکن ہدایہ میں لفظ اولیٰ سے تعبیر کیا ہے اور فتح القدیر میں بلفظ واجب کذا فی الشامی اور زیلعی وجلالہ کالتمر وہو روایۃ عن الامام وصححہا البہنسی وغیرہ یا نصف صاع کشمش اور صاحبین نے کشمش کو کھجور کے حکم میں کہا ہے یعنی ایک صاع دینی چاہیے اور یہ ایک روایت ہے امام صاحب سے بھی اور تصحیح کی ہے اس روایت کی بہنسی وغیرہ نے م یعنی اپنی شرح میں جو ملتقیٰ پر ہے اور مراد یہ ہے کہ اس نے تصحیح بیان کی ورنہ وہ اصحاب تصحیح سے نہیں ہے بحر میں کہا ہے کہ اس کی تصحیح کی ہے ابو الیسر نے اور ترجیح دی ہے ابن ہمام نے فتح القدیر میں دلیل کی رو سے فی الحقائق والشرنبلالیۃ عن البرہان وبہ یفتی اور حقائق اور شرنبلالیہ میں برہان سے منقول ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے او صاع من تمر او شعیر دلو دیا یا ایک صاع کھجور یا جو اگرچہ ناقص ہو م بحر میں کہا ہے کہ نصف صاع یا صاع مطلق کہا ہے اور جید کی قید نہیں لگائی اس واسطے کہ نصف صاع خراب بھی ادا کرے گا تو جائز ہے اور اگر ادا کیا بودار یا عیب دار تو اس کا نقصان بھی بھر دے اور اگر ردی کی قیمت دی تو جو زیادتی باقی رہ گئی وہ بھی ادا کر دے کذا فی الظہیریہ اور اگر گیہوں جو میں مخلوط ہوں پس اگر جو غالب ہوں تو ایک صاع اور اگر گیہوں غالب ہوں تو نصف صاع قالہ الشامی ولم ینص علیہ کذرۃ وخبز لعتبر فیہ القیمۃ اور جو غلہ وغیرہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس میں تصریح وارد نہیں ہوئی اس میں معتبر قیمت ہے جیسے جید اور ردی م بدائع میں کہا ہے کہ منصوص علیہ میں بعض کو بعض جگہ قیمت کے اعتبار سے دینا جائز نہیں برابر ہے کہ جس چیز کے بدلہ میں دیا ہے وہ اس کے جنس سے ہو یا خلاف جنس ہو مثلاً گیہوں دینا گیہوں کے بدلے قیمت کے اعتبار سے یعنی اس طرح کہ نصف صاع اچھے گیہوں کے بدلے ایک صاع متوسط گیہوں دیوے تو جائز نہیں یا دوسرا غلہ گیہوں کے بدلے قیمت کے اعتبار سے دیوے وہ بھی جائز نہیں جیسے نصف صاع کھجور جو قیمت میں نصف صاع گیہوں کے برابر ہو بدلے نصف صاع گیہوں کے ادا کرے بلکہ چاہئے

Marfat.com

نصف صاع کھجور کے شمار کیا جائے گا اور اس کے ذمہ باقی کا پورا کرنا لازم ہوگا کیونکہ قیمت منصوص میں معتبر نہیں کذا قالہ الشامی وھو ای الصاع المعتبر مایسع الفا وارلعین درہما من ماشٍ او عدسٍ اور صاع جو شرعاً معتبر ہے وہ ظرف ہے جس میں ایک ہزار چالیس درم کے وزن کے ماش یا مسور سما دین م صاع چار مد کا ہوتا ہے اور مد دو رطل کا اور رطل نصف من کا اور من درہموں سے دو سو ساٹھ درم کا اور استار سے چالیس استار کا اور استار بکسر ہمزہ دراہم کے وزن سے ساڑھے چار مثقال کا کذا فی شرح درر البحار پس مد اور من دونوں برابر ہیں یعنی ہر ایک دو رطل عراقی اور صاع کا چوتھائی اور رطل ایک سو تیس درم کا اور زیلعی اور فتح القدیر میں ہے کہ صاع میں اختلاف ہے امام ابوحنیفہ اور محمد نے کہا ہے کہ آٹھ رطل عراقی کا ہے اور امام ابویوسف نے کہا ہے کہ پانچ رطل کا اور تہائی رطل کا اور کہا گیا ہے کہ اختلاف نہیں ہے بلکہ تعبیر کا فرق ہے اس لیے کہ ابویوسف نے اندازہ مدینہ شریف کے رطل سے کیا ہے جو تیس استار کا ہے اور عراقی بیس استار کا ہے اور جب مقابلہ کیا جاوے آٹھ رطل عراقی کا ۵⅓ رطل مدنی کے ساتھ تو دونوں برابر ہیں کیونکہ بیس استار کو آٹھ میں ضرب دینے سے ایک سو ساٹھ استار ہوتے ہیں اور پانچ کو تیس میں ضرب دینے سے ڈیڑھ سو ہوتے ہیں اور تہائی تیس کے دس ہوئے تو یہ بھی ایک سو ساٹھ استار ہو گئے اور یہی مشابہ بصواب ہے کیونکہ امام محمد نے خلاف ابویوسف کے نہیں ذکر کیا اگر ہوتا تو بے شک ذکر کرتے پھر جاننا چاہیے کہ درم شرعی چودہ قیراط کا ہوتا ہے اور جواب متعارف ہے وہ سولہ قیراط کا ہے جب صاع ایک ہزار چالیس درم شرعی کا ہوا تو متعارف دراہم کے وزن سے نو سو دس کے برابر ہوا کذا قالہ الشامی قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے لکھا ہے کہ رطل بیس استار کا ہوتا ہے ہر استار ۴½ مثقال کا پس وزن رطل کا برابر چھتیس روپے دہلی کے ہے یعنی جو روپیہ کہ سوا گیارہ ماشہ کا ہے حاصل یہ کہ صاع یعنی (۱۴۴) درم = ۲۷۴ تولہ دہلی = ۲۸۲ روپے چہرہ شاہی کچھ کم = ۳ یا دو در روپے زائد دہلی کے سیر سے جو اسی روپے بھر کا ہے اور قریب ۳ سیر ۳ چھٹانک کے سہارنپور کے سیر سے ہے جو اٹھاسی روپے بھر کا ہے انما قدرنا بالتساویہما کیلا و وزنا ماش اور عدس کے ساتھ اندازہ اس لیے مقرر کیا کہ یہ کیل اور وزن میں برابر ہوتے ہیں یعنی بعضے پھولے اور بعضے ٹھوس نہیں ہوتے پس جب ایک برتن کو ایک قسم کے ماش یا عدس سے پر کریں کہ بمقدار (۱۴۴) درہم کے ہوں پھر ان کو نکال کر دوسرے ماش یا عدس اس میں بھریں تو ہلکے یا بھاری نہ ہوں گے بلکہ پہلے کے برابر ہوں گے بخلاف گیہوں اور جو کے کہ ان میں بعض بھاری اور بعض ہلکے ہوتے ہیں تو اس کے کیل اور وزن میں اختلاف ہو سکتا ہے پس عدس اور ماش سے مکیال اس واسطے مقرر کیا کہ جنیا ہو مختلف نہ ہو ودفع القیمۃ ای الدراہم افضل من دفع العین اور دینا قیمت صدقۃ الفطر کا یعنی درہم وغیرہ کا افضل ہے اس عین کے دینے سے کیونکہ فقیر کی حاجت کے دفع میں قیمت زیادہ معاون ہے کذا فی الشامی علی المذہب المفتی بہ جوہرہ و بحر عن الظہیریۃ بنا بر مذہب مفتی بہ کے کذا فی الجوہرہ والبحر نقلا عن الظہیریۃ م ادراس کے مقابل وہ قول ہے جو مضمرات میں ہے کہ گیہوں کا دینا افضل ہے سب احوال میں ایام شدت کے ہوں یا نہ ہوں اس لیے کہ یہ موافق سنت کے ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی المنح پس فتوی میں اختلاف ہے کذا فی الطحطاوی وہذا فی السعۃ اما فی الشدۃ فدفع العین افضل کما لا یخفی اور یہ قیمت کا ادا کرنا افضل ہے ارزانی کے دنوں میں لیکن گرانی کے دنوں میں تو خود اس شے معین کا دینا یعنی غلہ وغیرہ کا افضل ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں م ظاہر اس عبارت کا دلالت کرتا ہے کہ یہ شارح کی طرف سے بحث ہے باوجود اس کے کہ تاتارخانیہ میں اس کو محمد بن سلمہ کی طرف نسبت کیا ہے اور نہر میں کہا ہے کہ یہ مستحسن ہے کذا قالہ الشامی بطلوع فجر الفطر متعلق بیجب یہ متعلق ہے یجب کے یعنی صدقۃ الفطر واجب ہے عید کی صبح صادق کے نمودار ہونے پر م اور امام شافعی کے نزدیک غروب کے آخر روز کے آفتاب غروب ہونے پر کذا فی البدائع فمن مات قبلہ ای بعد دخول وقت الوجوب ای بعد طلوع الفجر من یوم الفطر او اسلم او ولد بعدہ او اسلم لا تجب علیہ پس جو شخص مر گیا اس فجر سے پہلے یا پیدا ہوا اس کے بعد یا اسلام لایا تو اس پر واجب نہ ہوگا کیونکہ یہ اشخاص وجوب کے وقت اہلیت سے خارج ہیں کذا فی النہر اور یہی

Marfat.com

حکم ہے جو فقیر ہو جاوے فجر سے پہلے یا تونگر ہو جاوے فجر کے بعد کذا فی الہندیۃ ویستحب اخراجہا قبل الخروج الی المصلی بعد طلوع فجر الفطر عملا بامرہ وفعلہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مستحب ہے فطرہ دینا عیدگاہ میں جانے سے پہلے بعد نمودار ہونے فجر عید کے واسطے تعمیل حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور واسطے اقتدا فعل حضرت کے م اس قول و فعل کو حاکم نے ابن عمر سے روایت کیا ہے اور فتح القدیر میں اس کو بیان کیا ہے قالہ الشامی وصح اداءہا اذا قدمہ علی یوم الفطر او اخرہ اعتبارا بالزکوۃ اور درست ہے ادا کرنا فطرہ کا یوم الفطر سے پہلے اور پیچھے زکوۃ پر قیاس کر کے والسبب الموجود اذ ہو الراس اور سبب وجوب کا یعنی راس موجود ہے م اولی یہ ہے کہ بخاری کی حدیث سے استدلال کیا جاوے کہ صحابہؓ عید سے دو روز پہلے فطرہ دیا کرتے تھے فتح القدیر میں ہے کہ پہلے سے دینا صحابہؓ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مخفی نہ تھا بلکہ آپ کے اذن ہی سے ہوگا کذا قالہ الشامی لبشرط دخول رمضان فی الاول ای مسئلۃ التقدیم ہوا الصحیح وبہ یفتی جوہرہ وبحر عن الظہیریۃ بشرط داخل ہونے رمضان کے تقدیم کے مسئلہ میں یہی صحیح ہے اور اسی پر فتوی دیا جاتا ہے کذا فی الجوہرہ والبحر عن الظہیریۃ یعنی اگر رمضان سے پیشتر فطرہ دے گا تو صحیح نہ ہوگا لکن عامۃ المتون والشروح علی صحۃ التقدیم مطلقا وصححہ غیر واحد وجزم بہ فی النہر ونقل عن الولوالجیۃ انہ ظاہر الروایۃ قلت فکان ہو المذہب لیکن اکثر متن اور شرح متفق ہیں تقدیم کی درستی پر ہر صورت میں یعنی اگرچہ رمضان سے پیشتر دیوے اور کچھ ایک نے نہیں بلکہ بہتوں نے اس کی تصحیح کی ہے اور نہر میں اس کو ترجیح دیا ہے اور ولوالجیہ سے نقل کیا ہے کہ یہی ظاہر الروایۃ ہے میں کہتا ہوں بس یہی ہے مذہب م طحطاوی نے کہا کہ جس روایت پر فتوی ہوتا ہے وہ مقدم ہوتی ہے ظاہر الروایۃ پر وجاز دفع کل شخص فطرتہ الی مسکین او مساکین علی ما علیہ الاکثر اور جائز ہے دینا ہر شخص کو اپنا فطرہ ایک مسکین یا جماعت کو اس بنا پر کہ اکثر مشائخ اسی پر ہیں وبہ جزم فی الولوالجیۃ والخانیۃ والبدائع والمحیط وتبعہم الزیلعی فی الظہار من غیر ذکر خلاف وصحح فی البرہان فکان ہو المذہب کتفریق الزکوۃ اسی پر جزم کیا ہے ولوالجیہ اور خانیہ اور بدائع اور محیط میں اور ان کا اتباع کیا ہے زیلعی کے باب الظہار میں بدون ذکر اختلاف کے اور برہان میں اس کو صحیح کہا ہے پس یہی ہے مذہب جیسے زکوۃ کی تقسیم درست ہے ایک مسکین کو دے یا چند کو والامر فی الحدیث اغنوہم للندب فیفید الاولویۃ ولذا قال فی الظہیریۃ لا یکرہ التاخیر ای تحریما اور امر حدیث شریف اغنوہم الخ میں استحباب کے لیے ہے پس مفید ہے اولویت کو اور اسی واسطے ظہیریہ میں کہا ہے کہ تاخیر مکروہ نہیں ہے یعنی تحریما م یہ حدیث دار قطنی اور ابن ابی عدی اور حاکم نے علوم الحدیث میں ابن عمر سے ان لفظوں سے روایت کی ہے اغنوہم عن الطوف فی ہذا الیوم کذا قالہ نوح اس حدیث سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اغنا حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ ایک فقیر کو پورا فطرہ نہ دیا جاوے پس چاہیے کہ ایک ہی کو پورا فطرہ دینا واجب ہو مقتضائے امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سو شارح نے جواب دیا کہ امر استحباب کے لیے ہے ورنہ تقدیم و تاخیر جائز نہ ہوتی اور تقدیم و تاخیر کے جواز پر دلیل سابق میں مذکور ہو چکی تو جب امر استحباب کے لیے ہوا تو اس کا خلاف مکروہ تحریمی ہوگا بلکہ تنزیہی ہوگا اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک کا فطرہ متعدد کو دینا مکروہ تنزیہی ہے جیسا یوم الفطر سے تاخیر کرنا ہاں مگر یہ کہ فرق اس طرح بیان کیا جاوے کہ اگر لوگ یوم العید سے تاخیر کریں تو اغنا بالکل حاصل نہ ہوگا بخلاف اس کے کہ متفرق دیں کیونکہ مجموع سے اغنا حاصل ہو جاتا ہے جیسے کرخی نے یہ علت بیان کی ہے قالہ الشامی کما جاز دفع صدقۃ جماعۃ الی مسکین واحد بلا خلاف یعتد بہ جیسا جائز ہے دینا متعدد شخصوں کا فطرہ ایک مسکین کو بغیر ایسے اختلاف کے کہ لائق اعتبار کے ہو م یعتد بہ سے مصنف کے کلام کی تصحیح کی ہے یعنی مراد نفی خاص خلاف کے ہے کیونکہ مواہب الرحمن میں دونوں مسئلوں میں خلاف کی تصریح کی ہے کہ جائز ہے لینا ایک شخص کا جماعت سے اور دینا ایک کا جماعت کو بنا بر قول صحیح تو کہے اس سے معلوم ہوا کہ قول صحیح عدم

ف۱ بے پر ماکر فقیروں کو در بدر پھرنے سے اس دلیل میں ۱۲:

Marfat.com

جواز ہے میں کہتا ہوں کہ محل خلاف اس جگہ شاید وہ صورت ہو کہ چند آدمیوں نے اپنے فطرہ جمع کر کے ملا دیے اور ایک کو دے دیے لیکن جب کہ ہر شخص نے جدا جدا ایک ہی شخص کو دیا تو خلاف کا جاری ہونا جواز و عدم جواز میں بعید ہے قالہ الشامی خلطت امراۃ امرا زوجہا باداء فطرتہ حنطۃ بحنطتہا بغیر اذن الزوج ودفعت الی فقیر جاز عنہا لا عنہ کسی عورت کو اس کے خاوند نے فطرہ کے ادا کا حکم دیا اس نے بلا اجازت خاوند کے اس کے گیہوں اپنے گیہوں میں ملا لیے اور کسی فقیر کو دے دیے تو عورت کی طرف سے جائز ہے مرد کی طرف سے ناجائز م اس لیے کہ مرد نے اس کو اپنے مال میں سے دینے کی اجازت دی تھی جب عورت نے مرد کا فطرہ اپنے فطرہ میں ملایا تو امام صاحب کے نزدیک خلط کی وجہ سے مستہلک ہو گیا تو اس کی مالک عورت ہو گئی اور عورت کے ذمہ اپنے اناج کا ضمان لازم آوے گا قالہ الشامی لما مر ان الاختلاط عند الامام استہلاک لیقطع حق صاحبہ وعندہما لا یقطع فیجوز ان اجاز الزوج ظہیریۃ اس وجہ سے کہ سابق میں مذکور ہوئی یعنی مخلوط ہونا استہلاک ہے امام صاحب کے نزدیک کہ مالک کے حق کو اس معین سے قطع کر دیتا ہے اور صاحبین کے نزدیک نہیں قطع کرتا تو فطرہ جائز ہو گا اگر زوج نے اجازت دی کذا فی الظہیریۃ م یعنی زوج کی طرف سے بھی جائز ہو گا ولو بالعکس قال فی النہر لم ارہ اور اگر صورت مسئلہ کی بالعکس ہو (یعنی عورت نے مرد کو کہا کہ میرا فطرہ ادا کر دے اور مرد نے عورت کا غلہ اپنے غلہ میں ملا لیا اور فطرہ ادا) تو نہر میں کہا ہے کہ میں نے اس صورت کو نہیں دیکھا و مقتضی عدم جوازہ عنہما بلا اجازتہا اور جو سابق میں مذکور ہوا (یعنی ولو ادی عنہا بلا اذن اجزا) وہ مقتضی ہے کہ خاوند اور بی بی دونوں کی طرف سے جائز رہے بدون عورت کی اجازت کے بھی ولا یبعث الامام علی صدقۃ الفطر ساعیا لا علیہ السلام لفعلہ بدائع اور نہ بھیجے امام صدقۃ الفطر لینے کے لیے کسی ساعی کو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں کیا کذا فی البدائع م یعنی یہ ثابت نہیں ہوا کہ کسی کو آپ نے مقرر کیا ہو کہ وہ گشت کر کے صدقہ فطر وصول کر لاوے قالہ الشامی وصدقۃ الفطر کالزکوۃ فی المصارف فی کل حال اور فطرہ مصارف کے باب میں مانند زکوۃ کے ہے سب حالات میں م فی کل حال سے تعمیم احوال مطلقا اور ہر وجہ سے مراد نہیں ہے کیونکہ ہر ایک کے لیے جدی جدی شرطیں ہیں جو دوسرے کے لیے نہیں ہیں مثلاً زکوۃ میں شرط ہے سال اور نصاب نامی اور عقل اور بلوغ اور فطرہ میں ایک بھی شرط نہیں بلکہ یہاں مراد تعمیم احوال کی ہے مصارف میں خرچ کرنے کے لحاظ سے یعنی نیت شرط ہونا اور تملیک یہاں تک کہ صرف اباحت کافی نہ ہو گی کذا فی البدائع یہ توجیہ وہ ہے جو مجھے ظاہر ہوئی قالہ الشامی الا فی جواز الدفع الی الذمی وعدم سقوطہا بہلاک المال وقد مر مگر زکوۃ فطرہ میں اتنا فرق ہے کہ فطرہ ذمی کو دینا جائز ہے اور مال کے ہلاک ہونے سے ساقط نہیں ہوتا اور دونوں مسئلے سابق گذر چکے ایک باب المصرف میں دوسرا اسی باب میں خانیہ میں ہے کہ ذمی کو فطرہ دینا جائز ہے اور مکروہ ہے نزدیک امام شافعی کے اور ایک روایت میں امام ابو یوسف سے جائز نہیں اور ہدایہ میں ہے کہ فتوی امام ابو یوسف کے قول پر ہے قالہ الشامی ولو دفع صدقۃ الفطر الی زوجۃ عبدہ جاز وان کانت نفقتہا علیہ عمدۃ الفتاوی للشہید۔ اور اگر دیا اپنا فطرہ اپنے غلام کی بی بی کو تو جائز ہے اگرچہ اس کی بی بی کا نفقہ مولیٰ ہی کے ذمہ ہو کذا فی عمدۃ الفتاوی للشہید م یعنی نفقہ عبد کی بی بی کا مالک کے ذمہ تبرعاً ہے کہ اس نے اپنے ذمہ کر رکھا ہے اور اس کو منجملہ عیال کے سمجھ لیا ہے ورنہ اس کا نفقہ عبد کے ذمہ ہے، اسی لیے نفقہ کے عوض بی بی اس کو بکوا سکتی ہے قالہ الشامی۔ **خاتمہ** واجبات الاسلام م۱ سبعۃ الفطرۃ م۲ ونفقۃ ذی رحم م۳ ووتر م۴ والاضحیۃ م۵ وعمرۃ م۶ وخدمۃ ابویہ م۷ والمراۃ لزوجہا حدادی۔ خاتمہ اسلام کے واجبات سات ہیں م۱ فطرہ م۲ اور ذو رحم کا نفقہ م۳ اور وتر م۴ اور قربانی م۵ اور عمرہ م۶ اور ماں باپ کی خدمت م۷ اور عورت کے حق میں اپنے خاوند کی خدمت کذا فی الحدادی م صاحب جوہرہ نے اس کو امام محبوبی کی طرف نسبت کیا ہے اور اصول میں ثابت ہے، کہ اعداد کے لیے مفہوم مخالف نہیں ہے یا یوں کہا جاوے کہ واجبات خبر مقدم ہے اور سبعۃ مبتداء مؤخر اور معنی اس طرح کہ یہ سات جو مذکور ہوئے منجملہ واجبات اسلام ہیں اور شاید ان کو کوئی خصوصیت ہو کہ اس میں یہ شریک ہوں، سوا اور واجبات کے پس نہیں وارد ہوتا جو طحطاوی نے کہا ہے

Marfat.com

کہ اگر واجبات مشہورہ مراد ہیں تو غیر مسلم ہے کیونکہ صلوۃ عیدین اور جماعت وغیرہ رہ گئیں اور اگر مطلق واجبات مراد ہیں تو نمازیں اور حج وغیرہما میں بہتیرے واجبات ہیں اور واجب سے مراد وہ ہے کہ شامل ہو واجب دیانۃ کو جیسے خدمت عورت کی اپنے خاوند کے واسطے اور شامل ہو فرض عملی کو جیسے وتر اور عمرہ کو واجبات میں گننا اس قول کے بموجب ہے جن کے نزدیک عمرہ واجب ہے، اور اختلاف تصحیح کا اُس باب میں آگے مذکور ہوگا، واللہ تعالیٰ اعلم قالہ الشامی۔

Marfat.com

کتاب الصوم

یہ کتاب ہے روزہ کے بیان میں م ایضاح میں ہے کہ روزہ دین کا بڑا رکن ہے اور شرع متین کا مضبوط قانون ہے اسی سے نفس امارہ مغلوب ہوتا ہے اور یہ مرکب ہے دو جزوں سے ایک عمل قلبی دوم کھانے پینے جماع سے باز رہنا تمام روز اور یہ بڑی اچھی خصلت ہے مگر نفس پر البتہ دشوار ہے پس حکمت الٰہی اس کو مقتضی ہوئی کہ مکلف کو پہلے خفیف تکلیف دی جاوے یعنی نماز پھر متوسط یعنی زکوۃ پھر جو زیادہ دشوار ہو یعنی روزہ اور اسی ترتیب کی طرف اشارہ فرمایا قرآن مجید میں والخاشعین والخاشعات والمتصدقین والمتصدقات والصائمین والصائمات اور مبانی اسلام کے پانچ بیان فرمائے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اقام الصلوۃ وایتاء الزکوۃ وصوم شہر رمضان اس لیے ائمہ شریعت نے اپنی تصنیفات میں یہی ترتیب رکھی کذا فی شرح ابن الشلبی قیل لو قال الصیام لکان ادل لما فی الظہیریۃ لو قال للہ علی صوم لزمہ یوم ولو قال صیام لزمہ ثلثۃ ایام کما فی قولہ تعالیٰ ففدیۃ من صیام کہا گیا ہے (یعنی صاحب بحر نے کہا) کہ اگر مصنف بجائے کتاب الصوم کے کتاب الصیام کہتا تو بہتر ہوتا کیونکہ ظہیریہ میں کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے کہا کہ اللہ کے واسطے مجھ پر صوم ہے تو اس صورت میں اس پر ایک روزہ لازم ہوگا اور اگر صیام کہا تو تین روزے لازم ہوں گے جیسا قرآن شریف میں وارد ہے ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک یعنی بدلا دیوے روزے یا خیرات یا ذبح کرنا م وجہ استشہاد کی یہ ہے کہ یہ فرع جو جوہرہ میں ہے دلالت کرتی ہے کہ لفظ صیام جمع ہے اور جمع کا اطلاق اقل درجہ تین پر ہے جیسا آیت شریف میں ہے پس لفظ صیام سے تعبیر کرنا بہتر تھا کہ فرض واجب نفل کو شامل ہوتا قالہ الشامی وتعقب بان الصوم لانواع اور اس قول پر اعتراض کیا گیا ہے یعنی صاحب نہر نے کہا ہے کہ صوم کے انواع متعددہ ہیں م یعنی صوم اسم جنس ہے اور اسم جنس کا اطلاق اپنے انواع سہ گانہ مذکورہ پر ہے خواہ اس کو صوم سے تعبیر کرو یا صیام سے کیونکہ یہ دونوں مصدر ہیں صام صوما وصیاما اور صوم اور صیام میں ہرگز تعدد پر دلالت نہیں ہے اور اس لیے قاضی بیضاوی نے آیۃ شریفہ کی تفسیر میں کہا ہے کہ یہ بیان ہے جنس فدیہ کا اور مقدار روزدن کی کعب رضؓ کی حدیث سے معلوم ہوتی ہے ہاں صیام البتہ جمع صائم کی مستعمل ہے لیکن وہ یہاں مراد نہیں ہو سکتی اور نہ آیۂ شریفہ میں یہ معنی مراد ہو سکتے ہیں علی ان ال تبطل معنی الجمع علاوہ بریں الف ولام جمع کے معنی کو باطل کر دیتا ہے م یعنی اگر تسلیم کیا جاوے کہ صیام افراد صوم کی جمع ہے پھر بھی اولویۃ الصیام کی کوئی وجہ نہیں پائی جاتی کیونکہ جب الف لام سے جمعیت کے معنی جاتے رہے تو صوم وصیام برابر ہو گئے یہ تقریر کلام شارح کی ہے نہر کے موافق اس صورت میں ظہیریہ کے کلام کی توجیہ مشکل ہے اگرچہ نہر میں کہا ہے کہ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ لفظ صیام اگرچہ جمع نہیں لیکن چونکہ آیۂ شریفہ میں اس کا اطلاق تین روزے پر ہوا تو نذر میں اسی کا اعتبار کیا گیا ہے احتیاطا بخلاف لفظ صوم کے قالہ الشامی والاصح انہ لایکفرہ قول رمضان اور اصح یہ ہے کہ لفظ رمضان بولنا یعنی بغیر ملانے لفظ شہر کے مکروہ نہیں

ف۱ اور خشوع کرنے والے مرد اور خشوع کرنے والی عورتیں اور صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں ۱۲ ف۲ پڑھنا نماز کا اور دینا زکوۃ کا اور روزہ رکھنا ماہ رمضان کا غرض کہ حدیث میں بھی اول نماز پھر زکوۃ پھر روزے مذکور ہیں ۱۲ ف۳ جاننا چاہیے کہ لفظ شہر تین معنوں کے شروع میں علم میں داخل ہے آتی معنوں میں نام میں داخل نہیں یعنی شہر رمضان و شہر ربیع الاول و شہر ربیع الآخر اگرچہ حذف کرنا لفظ شہر کا اوائل ان اسماء مذکورہ سے بھی جائز رکھتے ہیں لیکن یہ بمنزلہ حذف بعض کل کے ہے حاصل یہ کہ ان تین معنوں میں علم مجموع مضاف ومضاف الیہ ہے باقیوں میں صرف مضاف الیہ قالہ الشامی ۱۲

Marfat.com

ہے م بعضوں نے کہا ہے کہ صحیح وہ ہے جو محمد نے مجاہد سے روایت کی ہے اور اس کا خلاف ذکر نہیں کیا کہ مکروہ ہے بولنا رمضان آیا رمضان گیا کیونکہ رمضان اسماء الٰہی سے ہے اور اکثر مشائخ اس بات پر ہیں کہ یہ قول مکروہ نہیں ہے کیونکہ احادیث میں صحیح وارد ہے جیسا فرمایا من[1] صام رمضان ایماناً واحتساباً غفرلہ ماتقدم من ذنبہ وماتاخر اور دوسری جا ارشاد ہے عمرۃ فی رمضان[2] تعدل حجۃ اور روایت مشہورہ میں رمضان کا اسمائے الٰہی سے ہونا ثابت نہیں ہوا اور اگر ثابت بھی ہو تو اسماء مشترکہ میں ہوگا جیسا حکیم کذا فی الشامی وفرض بعد صرف القبلۃ الی الکعبۃ لعشر فی شعبان بعد الہجرۃ بسنۃ ونصف اور رمضان فرض ہوا بعد بدلنے قبلہ کے کعبہ شریف کی طرف دسویں شعبان کو ہجرۃ کے ڈیڑھ برس کے بعد ہو لغۃ امساک مطلقا صوم لغت میں کسی چیز سے باز رہنا ہے مطلق م یعنی طعام سے یا کلام سے اور ظاہر یہ ہے کہ سب معنوں میں حقیقت لغویہ ہے اور صباح کی عبارت اسی کو مفید ہے اور مغرب میں ہے کہ وہ باز رہنا ہے انسان کا کھانے پینے سے قالہ الشامی وشرعا امساک عن المفطرات الآتیۃ اور شرع میں باز رہنا افطار کرنے والی چیزوں سے جن کا ذکر آگے آوے گا حقیقۃ او حکما کمن اکل ناسیا فانہ ممسک حکما باز رہنا حقیقۃ ہو یا حکماً جیسے کسی نے کھا لیا بھول کر کیونکہ اس کو امساک حکمی حاصل ہے م یعنی شارع نے اس کے افطار کو اعتبار نہیں کیا قالہ الشامی فی وقت مخصوص وہو الیوم امساک ہو وقت مخصوص میں کہ وہ روز شرعی ہے م یعنی اوّل طلوع صبح سے غروب آفتاب تک اور طلوع فجر سے مراد اول زمان طلوع ہے یا روشنی کا انتشار اس میں اختلاف ہے جیسا نماز صبح میں اختلاف ہے اور پہلے میں احتیاط ہے اور دوسرے میں وسعت جیسا حلوانی نے کہا ہے اور محیط میں ہے کذا فی الشامی من شخص مخصوص مسلم کائن فی دارنا او عالم بالوجوب طاہر عن حیض ونفاس مع النیۃ المعہودۃ امساک ہے نیت مقررہ کے ساتھ خاص شخص کا یعنی مسلمان کا جو دارالاسلام میں ہو یا روزہ کے وجوب کو جانتا ہو یعنی گو دارالحرب میں ہوا اور طاہر ہو حیض ونفاس سے عورت ہونے کی صورت میں م پوشیدہ نہ رہے کہ کلام مطلق صوم میں ہے فرض ہو یا نفل اور علم بالوجوب یا دارالاسلام میں ہونا شرط صرف وجوب رمضان کی ہے جیسا عقل وبلوغ بھی شرط ہے صحت صوم کی شرط نہیں پس مناسب یہ ہے کہ اقتصار کیا جاوے مسلم طاہر الخ پر کذا قالہ الشامی واما البلوغ والافاقۃ فلیسا من شرط العتہ لصحۃ صوم الصبی ومن جن اداغمی علیہ بعد النیۃ وانما لم یصح صوم صبی الیوم الثانی لعدم النیۃ لیکن بلوغ اور عقل صحت کی شرطیں نہیں کیونکہ لڑکے کا روزہ جو بعد نیت کے مجنون ہو جاوے یا بے ہوش ہو جاوے درست ہے اور دوسرے روز کا روزہ جو مجنون اور بے ہوش کا درست نہیں ہوتا تو نیت کے نہ ہونے سے درست نہیں ہوتا تم یہ جواب ہے اس سوال سے کہ کوئی یوں کہے کہ شخص مخصوص کو مقید کرنا چاہیے بقید بلوغ اور عقل کے جنون اور بے ہوشی اور نیند سے جواب کا حاصل یہ ہے کہ کلام صوم شرعی کی تعریف میں ہے اور وہ اس کے رکن کے ذکر کرنے یعنی امساک مذکور اور صحت صوم کے موقوف علیہ کے بیان سے حاصل ہو سکتی ہے اور صحت کے موقوف علیہ تین ہیں اول مسلمان ہونا دوم طہارت حیض ونفاس سے سوم نیت کرنا اور بلوغ اور افاقہ شروط صحت سے نہیں ہیں النیۃ وجوب رمضان کی شرطیں ہیں پس مقید کرنا بے موقع ہے قالہ الشامی وحکم نیل الثواب دلو منہیا عنہ کما فی الصلوۃ فی ارض مغصوبۃ اور صوم کا حکم (یعنی اثر اخروی) ملنا ثواب کا ہے اگرچہ منہی عنہ ہو مانند ثواب نماز کے زمین مغصوب میں م اس سے معلوم ہوا کہ صوم منہی عنہ ثواب ہے جیسا غصب کی زمین پر نماز میں نہر میں اس کو ذکر کیا ہے بحر کا قول رد کرنے کو کہ ایام منہیہ کے روزہ میں ثواب نہیں ہے قالہ الشامی وسبب صوم المنذور النذر والذالوعین شہرا وصام شہرا قبلہ عنہ اجزاہ لوجود السبب ولغوا التعیین اور نذر کیے ہوئے روزہ کا سبب نذر ہے اور اسی لیے اگر معین مہینے کے روزہ نذر کیے اور اس کے بدلے اس سے پہلے مہینے کے روزے رکھے تو کافی ہے کیونکہ سبب یعنی نذر تو موجود ہے اور تعیین ایام کی لغو ہو گئی م اس سے نکلتا ہے کہ ہر ہفتہ کے دوشنبہ اور جمعرات کے روزہ کی

[1] جس نے روزہ رکھا رمضان کا ایمان کی راہ سے اور ثواب پانے کی نیت سے اس کے اگلے اور پچھلے گناہ بخشے جاتے ہیں ۱۲ [2] عمرہ کرنا رمضان کے اندر برابر ہے ایک حج کے ۱۲
[3] اور دنیاوی حکم یہ ہے کہ اگر صوم واجب ہے تو ذمہ سے ساقط ہو جاوے [4] یعنی اس روز میں روزہ رکھنا جس میں روزہ کی ممانعت ہو ۱۲

Marfat.com

کسی نے نذر کی۔ تو اس کے بدلے دوسرے دنوں میں بھی رکھ سکتا ہے لیکن یہ حکم اس نذر کا ہے جس کو کسی چیز پر مشروط نہ کیا ہو چنانچہ قبل اعتکاف کے آوے گا قالہ الشامی والکفارات الحنث والقتل اور سبب کفارات کے روزہ ان کا قسم کا توڑنا اور قتل کرنا یعنی قتل کرنا کسی نفس کا خطاءً یا قتل کرنا عبد کا خطاً میں م شامی نے کہا کہ اصل وہ عبارت ہے جو فتح میں ہے کہ کفاروں کے روزہ کا سبب ان کے اسباب ہیں قسم توڑنا اور قتل وغیرہ اس لیے کہ اسباب میں یہ بھی تو ہیں عود پر عزم کرنا ظہار میں اور روزہ توڑنا رمضان میں اور سر مونڈانا احرام میں قالہ الشامی ورمضان شہود جزء من الشہر من لیل انہ علی المختار کما فی البزازیہ اور سبب رمضان کے روزہ کا حاضر ہونا ایک جزء کا اس مہینے سے ہے خواہ رات ہو یا دن بنا بر مذہب مختار سرخسی کے جیسا کہ میں ہے واختار فخر الاسلام وغیرہ انہ الجزء الذی یمکن انشاء الصوم فیہ من کل یوم اور فخر الاسلام وغیرہ نے اختیار کیا ہے کہ ہر یوم کا وہ جزء سبب ہے جس میں روزہ کی ابتدا ممکن ہو م یعنی صبح صادق کے شروع سے دوپہر سے کچھ پہلے تک کیونکہ رات میں اور خود دوپہر اور اس کے بعد میں انشاء صوم ممکن نہیں اور رات میں تو صرف نیت ہی ہے نہ صوم لیکن بحر میں تصریح کی ہے کہ سبب وہ جزء ہے جس کے ٹکڑے نہیں ہو سکتے ہر روز میں پس روزہ واجب ہوتا ہے اسی جزء کے متصل اور یہ کلام بحر کا مقتضی ہے اس بات کو کہ سبب ہر دن کا جزء اول ہی ہے جیسا اور علماء نے بھی اس کی تصریح کی ہے قالہ الشامی حتی لو افاق المجنون فی لیلۃ اوفی آخر ایامہ بعد الزوال لا قضاء علیہ وعلیہ الفتوی کما فی المجتبی والنہر عن الدرایۃ یہاں تک کہ اگر مجنون کو کسی رات میں افاقہ ہوا یا آخر روز رمضان میں بعد زوال کے افاقہ ہوا تو اس پر قضا لازم نہیں اور اسی پر فتوی ہے جیسا مجتبی میں ہے اور نہر میں منقول ہے درایہ سے وصححہ غیر واحد وہو الحق کما فی الغایۃ اور بہت لوگوں نے اسی کی تصحیح کی ہے اور یہی حق ہے جیسا غایہ میں ہے م یعنی نہایہ اور ظہیریہ اور قاضی خان اور عنایہ اور اسبیجابی اور عمید الدین وغیرہم نے تصحیح کی ہے میں کہتا ہوں کہ اسی کی تصحیح کو وغیرہ میں نقل کیا ہے لیکن یہ بھی نقل کیا ہے کہ لزوم قضا صحیح ہے اور اسی طرف فتح القدیر چلا ہے اور شرح ملتقی میں ہے کہ یہی ظاہر الروایت ہے اور بدائع میں اس کو ہمارے اصحاب کی طرف نسبت کیا ہے اور خلاف نہیں نقل کیا اور ایسا ہی سراج میں ہے اور اسی پر جزم کیا زیلعی نے اور ظاہر قدوری اور کنز اور ہدایہ کا بھی اسی پر دلالت کرنا ہے حاصل یہ کہ دونوں قولوں کی تصحیح کی گئی ہے اور معتمد دوسرا قول ہے کیونکہ وہ ظاہر الروایۃ ہے اور متون اسی پر منعقد ہیں قالہ الشامی وہو اقسام ثمانیۃ فرض وہو رمضان معین کصوم رمضان اداءً وغیر معین کصومہ قضاءً وصوم الکفارات اور صوم کی آٹھ قسمیں[1] ہیں ایک فرض ہے اس کی دو قسمیں ہیں معین جیسے رمضان کے ادا روزے اور غیر معین جیسے رمضان کے قضا روزے اور کفاروں کے روزے لکنہ فرض عملا لا اعتقادا ولذا لا یکفر جاحدہ قالہ البہنسی تبعا لابن کمال لیکن کفاروں کے روزے فرض عملی ہیں نہ اعتقادی اس لیے اس کے منکر کو کافر نہیں کہتے یہ بہنسی نے کہا ہے ابن کمال کی اتباع سے م ایضاح الاصلاح میں کہا ہے کہ روزہ نذر اور کفارہ واجب ہے اس کی فرضیت پر اجماع نہیں منعقد ہوا بلکہ اس کے وجوب یعنی ثبوت پر عمل کے اعتبار سے نہ اعتقاد کے اعتبار سے اسی واسطے اس کا منکر کافر نہیں حاصل یہ کہ اگرچہ لزوم ہر واحد کا کتاب اللہ اور اجماع سے ثابت ہے لیکن اس طرح نہیں ہے کہ اس کا منکر کافر ہو جیسا حال فرض قطعی کا ہوتا ہے مثل رمضان وغیرہ کے اس تقدیر پر ماتن کو مناسب تھا کہ کفارات کو واجب کی قسم میں ذکر کیا جاتا جیسا ابن کمال نے کیا ہے قالہ الشامی وواجب ہو نوعان معین کالنذر المعین وغیر معین کالنذر المطلق اور ایک روزہ واجب ہے اس کی دو قسمیں ہیں ایک معین جیسے نذر معین اور ایک غیر معین جیسے نذر مطلق م معین وہ جس کا وقت خاص ہو مثلاً جمعرات کا روزہ اور غیر معین جیسے ایک دن کا روزہ مثلاً اور نفل کے اقسام میں ہیں نفل روزہ جو شروع کر کے توڑ دے یا نفل کی قضا کو فاسد کر دے اور اعتکاف کے روزے قالہ الشامی وما قالہ تعالی ولیوفوا نذورہم فدخلہ

---

[1] یعنی جیسے امام دبوسی وابوالیسر کذا فی البرہان ۱۲ [2] فرض معین فرض غیر معین واجب معین واجب غیر معین نفل مسنون نفل مستحب مکروہ تنزیہی مکروہ تحریمی ۱۲ [3] اور چاہیے کہ پورا کریں اپنی نذروں کو ۱۲

Marfat.com

الخصوص کالنذر بمعینۃ فلم یثبت قطعا لیکن قول حق سبحانہ تعالیٰ کا ولیوفوا نذورہم اس پر خصوص وارد ہوا ہے یعنی گناہ کی نذر اس میں سے مخصوص ہے پس قطعی نذر رہا کیونکہ مخصوص البعض قطعی الدلالۃ نہیں ہوتا دقیل قائلہ الاکمل وغیرہ واعتمدہ الشرنبلالی اور کہا گیا ہے کہ نذر فرض ہے شارح نے کہا کہ قائل اکمل وغیرہ ہے اور شرنبلالی نے اس پر اعتماد کیا ہے م پس اس میں یہ شبہ ہے کہ اکمل نے عنایہ میں تو وجوب ثابت کیا ہے مگر یہ کہ اس موضع کے سوا اور کہیں کہا ہو اور بحر وغیرہ میں مذکور ہے کہ اس کا قائل کمال ہے تو شاید یہ شارح کے قلم کی خطا ہے بسبب مشابہت دونوں لفظوں کے قالہ الحلبی اور کمال کا کلام فتح القدیر میں یہ ہے کہ فرضیت اس سے مستفاد ہے کہ اجماع ہے اس کے لزوم پر نہ آیت شریف سے کیونکہ وہ مخصوص البعض ہے قالہ الشامی لکن تعقبہ سعدی بالفرق بان المنذورۃ لاتؤدی بعد صلوۃ العصر بخلاف الفائتۃ لیکن سعدی نے نذر کے فرض ہونے پر اعتراض کیا ہے اس فرق سے کہ صلوۃ منذورہ بعد عصر کے ادا نہیں کی جاتی بخلاف قضاء نمازوں کے تو اگر نذر فرض ہوتی تو بعد عصر اس کی نماز مکروہ نہ ہوتی ہو فرض علی الاظہر کالکفارات یعنی عملا لان مطلق الاجماع لایفید الفرض القطعی اور کہا گیا ہے کہ نذر فرض ہے بنا بر اظہر اقوال کے جیسے کفارات یعنی فرض عملی ہے کیونکہ مطلق اجماع فرض قطعی کو مفید نہیں ہوتا م فرض عملی کہہ کر شارح کا توجیہ کرنا ایسا ہے کہ خود بھی اس کو اچھا نہ جانے گا اس واسطے کہ جو شخص آیت شریف سے فرضیت پر استدلال کرتا ہے وہ فرض قطعی کہتا ہے نہ ظنی جیسا درر میں تصریح کی ہے اور اسی لیے فتح میں اعتراض کیا ہے کہ آیت سے استدلال فرضیت پر نہیں ہو سکتا کہ وہ مخصوص ہے اور صدر الشریعۃ نے اس کو چھوڑ کر اجماع سے استدلال کیا ہے کذا فی الشامی کما بسط خسرو جیسا بتفصیل بیان کیا ہے خسرو نے م یعنی درر میں صدر الشریعۃ کا یہ قول ذکر کیا کہ منذور فرض ہے اس وجہ سے کہ لزوم اس کا بالاجماع ثابت ہے پس قطعی الثبوت ہوا پھر اس اس طرح جواب دیا کہ فرض سے مراد یہاں فرض اعتقادی ہے جس کا منکر کافر ہوتا ہے چنانچہ عبارت ہدایہ کی اس پر دلالت کرتی ہے اور فرضیت ان معنوں سے مطلق اجماع سے ثابت نہیں ہوتی بلکہ اس اجماع سے جو بتواتر منقول ہو فرضیت پر جیسا رمضان کے روزے اور جب مندور میں اجماع فرضیت پر بتواتر منقول نہ ہوا تو مرتبہ وجوب میں رہا اس واسطے کہ اجماع جو منقول بطریق شہرت یا آحاد ہو وجوب کو مفید ہوتا ہے نہ فرضیت کو قالہ الشامی ونفل کغیرہا اور ایک روزہ نفل ہے چنانچہ فرض واجب کے سوا دوسرے روزے م یہاں نفل کے معنی لغوی مراد ہیں یعنی زیادتی نہ معنی شرعی کیونکہ اس میں دونوں قسمیں مکروہ کی بھی فداخل ہیں اور کبھی کہا جاتا ہے کہ معنی شرعی ہی مراد ہیں اس وجہ سے کہ روزہ ایام منہیہ کا باعتبار اپنی ذات کے عبادت مستحسنہ ہے اور اس اعتبار سے کہ ضیافت خداوندی سے رد کروانی کو مستلزم ہے منع ہے پس اپنی اصل کے اعتبار سے مشروع ٹھہرا اور صفت کے اعتبار سے مکروہ قالہ الشامی یعم السنۃ کصوم عاشورا مع التاسع نفل شامل ہے سنت کو جیسے روزہ دسویں محرم مع نویں کے م جو فعل کہ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت کی ہو یا خلفائے راشدین نے حضرت کے بعد وہ سنت ہے پھر وہ دو قسم ہے ایک سنۃ الہدی کہ اس کا ترک برائی اور کراہت کو موجب ہے جیسے جماعت اور اذان دوم سنت زوائد جیسے عادات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس اور قیام وقعود میں اور اس کا ترک کراہت کو موجب نہیں اور ظاہر یہ ہے کہ صوم عاشورا قسم ثانی میں ہے بلکہ خانیہ میں اس کو مستحب کہا ہے اور ایسا ہی بدائع میں ہے تامل قالالشامی والمندوب کایام البیض من کل شہر اور نفل شامل ہے مندوب کو جیسے ہر مہینے کے ایام بیض کے روزے م بیض صفت ہے لیالی کی جو محذوف ہے یعنی تیرھویں چودھویں پندرھویں مستحب کا ذکر نہیں کیا کیونکہ اصولیوں کے نزدیک مستحب اور مندوب میں فرق نہیں یعنی وہ فعل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر مواظبت نہ کی ہو اگرچہ کبھی نہ کیا ہو مگر رغبت اس کی طرف ثابت ہو کذا فی التحریر اور فقہا کے نزدیک مستحب وہ ہے جو حضرت نے کبھی کیا ہو اور کبھی ترک کیا ہو اور مندوب وہ کہ صرف ایک بار یا دو بار جواز کی تعلیم کے لیے کیا ہو قالہ الشامی ویوم الجمعۃ ولو منفردا درشامل ہے جمعہ کے دن کے روزہ کو اگرچہ اکیلا ہو م درر میں اس کی تصریح کی ہے اور ایسے ہی بحر میں یعنی کہا ہے کہ جمعہ کا روزہ اکیلا مستحب ہے اکثروں کے نزدیک جیسا دو شنبہ اور جمعرات کا اور بعضوں نے سب کو مکروہ کہا ہے اور اسی کی مثل محیط میں ہے

Marfat.com

اور یہ سبب بیان کیا ہے کہ ان ایام کی فضیلت ہے اور ان کے روزہ میں غیر قبلہ والوں کے ساتھ تشبیہ نہیں ہے پس جو اشباہ میں کراہت اکیلے جمعہ کے روزہ کی نقل کی ہے سو وہ قول بعض کا ہے اور خانیہ میں ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں جمعہ کے روزہ کا امام ابوحنیفہ اور محمد کے نزدیک کیونکہ عبداللہ بن عباس اس کا روزہ رکھتے اور افطار نہ کرتے تھے اور اس اثر سے استشہاد کرنا دلیل ہے اس بات پر کہ لاباس سے مراد استحباب ہے اور ابو یوسف نے کہا ہے کہ حدیث اس کی کراہت میں بھی وارد ہے پس احتیاط یہ ہے کہ ایک روز پہلے یا پیچھے ملائے قالہ الشامی وعرفہ ولو لحاج لم یضعفہ اور نفل میں ہے عرفہ کا روزہ اگرچہ حاجی رکھے جو روزے سے ضعیف نہ ہو م یعنی نویں ذی الحجہ کا روزہ اگر کوئی حاجی رکھے کہ اس کو وقوف عرفات میں خلل اندازنہ ہو اور دعاؤں کا حارج نہ ہو تو مکروہ نہیں اور اگر ضعف طاری ہو تو مکروہ ہے کذا قالہ الشامی والمکروہ تحریما کالعیدین اور نفل شامل ہے مکروہ تحریمی کو جیسے عیدین کا روزہ م یعنی اور ایام تشریق کا کذا فی النہر اور المکروہ نصب کے علامت سے عطف ہے سنت پر یا مرفوع ہے اور کالعیدین خبر اور اس صورت میں جو تکلف نفل کے معنوں میں کیا گیا مکروہ کے شامل کرنے کو اس کی ضرورت نہیں قالہ الشامی وتزیہا کعاشورا وحدہ اور شامل ہے مکروہ تنزیہی کو جیسا عاشورا کا روزہ اکیلا م یعنی اس طرح کہ نویں یا گیارھویں کو اس کے ساتھ نہ ملایا جاوے قالہ امداد اس لیے کہ مشابہت ہے یہود کے ساتھ کذا فی المحیط قالہ الشامی وسبت وحدہ اور ہفتہ کے روز کا اکیلا م کیونکہ یہود کے ساتھ مشابہت ہے کذا فی البحر اور یہ علت کراہت تحریمی پر دلالت کرتی ہے مگر یہ کہ کہا جاوے کہ کراہت تحریمی قصد مشابہت سے ہوتی ہے و نیروز و مہرجان ان تعمدہ اور روزہ نوروز اور مہرجان کا اگر قصد رکھے اس کو م نیروز معرب ہے نوروز کا اس روز کا نام ہے کہ آفتاب برج حمل میں آتا ہے اور مہرجان معرب ہے مہرگان کا وہ دن کہ آفتاب میزان میں آتا ہے اور یہ دونوں فارسیوں کے عید کے دن ہیں قولہ ان تعمدہ کذا فی المحیط پھر محیط میں کہا ہے کہ مختار یہ ہے اگر پہلے سے روزہ رکھتا ہو تو افضل یہ ہے کہ روزہ رکھے ورنہ افضل یہ ہے کہ روزہ نہ رکھے کیونکہ اس روز کی تعظیم کی مشابہت ہو جاتی ہے اور یہ حرام ہے قالہ الشامی وصوم دہر وصوم صمت وصال وان افطر الایام الخمسۃ ادخل شامل ہے نفل کراہت کے ساتھ عمر بھر کے روزے کو اور سکوت کے روزے کو یعنی یہ کہ روزہ میں کلام نہ کرے اور کلام نہ کرنے کی کراہت اس واسطے ہے کہ مجوس کے ساتھ مشابہت ہے کہ وہ روزے میں نہیں بولتے کذا فی المحیط اور شامل ہے وصال کے روزے کو یعنی کئی روزے پے در پے رکھے اور بیچ میں افطار نہ کرے اور عمر بھر روزہ رکھنا مکروہ ہے اگرچہ پانچ دن ممانعت کے یعنی دونوں عید کے دن اور تین ایام تشریق میں افطار کرے م خلاصہ میں ہے کہ جب ایام منہیہ میں افطار کرے تو مختار یہ ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں قالہ الغزالی وہذا عند ابی یوسف کذا فی المحیط اور یہ امام ابو یوسف کے نزدیک ہے جیسا محیط میں ہے م یعنی مکروہ ہونا عمر بھر کے روزہ رکھنے کا امام ابو یوسف کے نزدیک اس جہت سے ہے کہ فرائض اور واجبات اور کسب ضروری میں ضعف طاری ہوگا یا روزہ رکھنا اس کی سنت ہو جائے گی مشقت نہ رہے گی کذا فی الحلبی فی خمسۃ عشریہ تفریع ہے یعم السنۃ الخ پر یعنی جملہ مذکورات جو نفل میں داخل ہیں پندرہ ہیں م اس طرح کہ عیدین کو دو شمار کریں اور ایام تشریق کا دن کہ بہت سے نسخوں میں موجود ہے اس میں شامل رکھیں لیکن مکروہ تحریمی سے ایام تشریق اور صوم یوم الشک باقی رہ گئے اور مکروہ تحریمی سے عورت کا روزہ بدون اپنے خاوند کی اجازت کے اور غلام کا روزہ بدون مول کی اجازت کے اور اجیر کا روزہ بدون مستاجر کی اجازت کے باقی رہ گئی اور مندوبات میں سے دوشنبہ اور جمعرات کا روزہ اور صوم داود یعنی ایک روز صوم اور ایک روز افطار اور شش عید کے روزے باقی رہ گئی قالہ الشامی واثنا عشر اور ایام صوم لازم کے تیرہ ہیں سابعہ متتابعہ سات تمہیں بلا فصل روزہ رکھے جاتے ہیں رمضان و کفارۂ ظہار و قتل و یمین و افطار رمضان و نذر معین و اعتکاف واجب ایک تو رمضان کے روزے دوسرے کفارہ ظہار کے روزے تیسرے کفارہ قتل کے چوتھے کفارہ قسم کے پانچویں کفارہ افطار رمضان کا چھٹے نذر معین ساتویں اعتکاف واجب کے و ستۃ یجزیہا الفل وقضاء رمضان وصوم متعۃ وفدیۃ حلق وجزاء صید و نذر مطلق اور چھ قسمیں وہ ہیں

لہ مثلاً کوئی شخص جمعرات کو روزہ رکھتا ہے اتفاقاً جمعرات کو نفل روزہ ہو گیا تو یہ روزہ مکروہ نہیں ہے اگر جمعرات ہی کی نیت سے رکھے ۱۲

Marfat.com

جن میں رکھنے والے کو اختیار ہے فصل کا ایک نفل دوسرے رمضان کی قضاء تیسرے حج تمتع (اور قران) کے روزے یعنی جب استطاعت ذبیحہ کی نہ ہو اور تین روزے ایام حج میں اور سات پھرنے کے بعد رکھے چوتھے سر منڈانے کے فدیہ کے روزے پانچویں جزاء صید کے روزے چھٹے نذر مطلق کے روزے یعنی جس میں معین مہینے یا پے در پے رکھنے کی قید نہیں لگائی اور نہ نیت کے اذا تقرر ہذا فیصح ادا صوم رمضان والنذر المعین النفل بنیۃ من اللیل جب یہ ثابت ہو چکا پس صحیح ہے ادائے رمضان کے روزے اور نذر معین اور نفل کے رات سے نیت کرنے سے م ادا کی قید اس واسطے لگائی کہ قضاء رمضان کے اور قضاء نذر معین اور نفل کی قضا کے لیے رات سے نیت کرنی اور تعیین مشروط ہے جیسا آوے گا اور نفل سے مراد سوائے فرض اور واجب کے یعنی سنت ہو یا مندوب یا مکروہ کذا فی البحر والنہر اختیار میں کہا ہے کہ نیت شرط ہے روزہ میں یعنی دل میں جانے کہ روزہ رکھوں گا اور رمضان شریف کی راتوں میں کوئی مسلمان اس سے خالی نہیں اور زبان سے نیت کا کہنا شرط نہیں اور بحر میں ظہیریہ سے نقل کیا ہے کہ سحر کھانا نیت ہے قالہ الشامی فلا تصح قبل الغروب ولا عندہ پس نیت نہیں صحیح غروب سے پہلے اور نہ غروب کے وقت م یعنی اگر نیت کرے غروب سے پہلے یا غروب کے وقت کہ میں کل روزہ رکھوں گا پھر سو گیا یا بے ہوش ہو گیا یا غافل ہو گیا یہاں تک کہ اگلے دن آفتاب کے زوال کا وقت آگیا تو روزہ نہ ہوا اور اگر غروب کے بعد نیت کی تھی تو جائز ہے کذا فی الخانیہ قالہ الشامی الی الضحوۃ الکبری لا بعدہا ولا عندہا باعتبار الاکثر الیوم صحیح ہے نیت رات سے لے کر ضحوہ کبری تک نہ اس کے بعد اور نہ اس کے متصل بلحاظ اکثر یوم کے م ضحوہ کبری سے مراد نصف نہار شرعی ہے اور نہار شرعی شروع صبح صادق سے ہے غروب شمس تک اور اس کو زوال شمس سے تعبیر نہ کیا جیسا قدوری و مجمع وغیرہ میں تعبیر کیا ہے کیونکہ زوال کا وقت نصف روز ہے طلوع آفتاب سے حالانکہ وقت صوم کا طلوع فجر سے ہے کذا فی البحر عن المبسوط اور ہدایہ میں جامع صغیر سے منقول ہے کہ نصف النہار سے پہلے نیت ہو اور یہی اصح ہے کیونکہ وجود نیت کا اکثر روز میں ضروری ہے اور نصف روز طلوع فجر سے ضحوہ کبری تک ہے نہ وقت زوال تک پس اس سے پہلے نیت شرط ہے تاکہ اکثر ہونا ثابت ہو قالہ الشامی وبمطلق النیۃ ای نیۃ الصوم فال بدل من المضاف الیہ اور درست ہیں صیام مذکورہ مطلق نیت سے یعنی روزے کی نیت سے پس الف لام بدلے مضاف الیہ کے ہے م مطلق نیت یہ کہ اس میں (یعنی الف لام میں) فرضیت اور وجوب اور تعیین کی قید نہ ہو اس لیے کہ تمام رمضان اپنے فرض روزوں کے لیے پورا وقت ہے اس میں دوسرا صوم مشروع نہیں پس فرض ہی کے لیے متعین ہوا اور جو شارع کی طرف سے متعین ہے اس میں تعیین کی ضرورت نہیں اور نذر معین کو رمضان پر قیاس کیا کیونکہ رمضان شارع کی تعیین سے متعین ہے اور نذر ناذر کی طرف سے تو دونوں میں مطلق نیت کافی ہے اور چونکہ بعض لوگوں نے اعتراض کیا تھا کہ مطلق نیت سے درست ہونا مستلزم ہے کہ کسی عبادت کی نیت سے روزہ درست ہونا چاہیے شارح نے اس کا جواب دیا کہ الف لام عوض مضاف الیہ کے ہے یعنی نیت سے مراد نیت صوم کی ہے کذا فی الشامی وبنیۃ نفل لعدم المزاحم اور درست ہے صوم مذکور نفل کی نیت سے کیونکہ رمضان و نذر معین کا کوئی مزاحم نہیں جیسا مطلق نیت میں بیان ہو چکا وبخطاء فی وصف کنیۃ واجب اخری اداء رمضان فقط لتعینہ بتعین الشارع اور درست ہے باوجود خطا کے بیچ وصف مضایفت کے نیت کسی اور واجب کی کی لیکن یہ صحت صرف ادائے رمضان میں ہے (نفل اور نذر معین میں نہیں) کیونکہ رمضان شارع کی طرف سے معین ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب شعبان گذر جاوے تو کوئی روزہ نہیں سوائے رمضان کے بخلاف نذر کے کہ اس کا وجوب ناذر کے قول سے ہے جب اس نے دوسرے واجب کی نیت کی تو گویا پہلے کو باطل کیا الا اداء وقت النیۃ من مریض او مسافر حیث یحتاج الی التعیین لعدم تعینہ فی حقہما یہ استثنا ہے بنیۃ نفل وبخطاء فی وصف سے یعنی مگر جب کہ واقع ہو نیت مریض یا مسافر سے تو روزہ وہی ہوگا جو مریض یا مسافر نیت کرے کیونکہ صوم محتاج تعیین کا ہے واسطے عدم تعیین صوم کے مریض اور مسافر کے حق میں م یحتاج کی ضمیر مریض اور مسافر کی طرف پھرتی ہے بتاویل ہر واحد کے یا صوم کی طرف قالہ الشامی اور ہو سکتا ہے کہ یحتاج بصیغۂ مجہول ہو اور جار مجرور مفعول مالم یسم فاعلہ

ف۱ بعض شارح نے تصریح اس مسئلہ کی بوجہ الشک میں فرما دی ہے تاکہ اس کا یہ گمان نہ ہو ورنہ جو شخص رمضان کی فرضیت کا اعتقاد نہیں رکھتا اس پر کفر کا خوف ہے ۱۲

Marfat.com

ہو فلا یقع عن رمضان بل یقع عما نوی من نفل او واجب علی ما علیہ الاکثر بحر پس نہ واقع ہوگا روزہ رمضان سے بلکہ اس سے واقع ہوگا جس کی نیت کی یعنی نفل یا واجب بموجب اس قول کے جس پر اکثر مشائخ ہیں کذا فی البحر میں کہتا ہوں بحر میں جو قول نسبت اکثر مشائخ کی طرف کیا ہے تو وہ مریض کے حق میں ہے اور مسافر کے حق میں یہ تفصیل ہے کہ اگر کسی دوسرے واجب کی نیت کرے گا تو اسی واجب کی طرف سے واقع ہوگا امام صاحب کے نزدیک اور اگر نفل کی نیت کرے گا یا مطلق نیت ہوگی تو امام صاحب سے دو روایتیں ہیں اصح یہ ہے کہ رمضان سے واقع ہوگا اس واسطے نفل کا فائدہ ثواب ہے اور وہ فرض وقتی میں زیادہ ہے قالہ الشامی وہو الاصح سراج وقیل بانہ ظاہر الروایۃ فلذا اختارہ المصنف تبعا للدرر اور یہی اصح ہے کذا فی السراج اور کہا گیا ہے کہ یہ ظاہر الروایت ہے پس اس لیے مصنف نے اس کو اختیار کیا درر کے اتباع سے لکن فی الاشباہ الاصح وقوع الکل عن رمضان سوا مسافر نوی واجبا آخر واختارہ ابن الکمال وفی الشرنبلالیۃ عن البرہان انہ الاصح لیکن اوائل اشباہ میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ سب صورتوں میں رمضان ہی سے واقع ہوگا سوائے اس صورت کے کہ مسافر نیت کرے کسی اور واجب کی اور اس کو ابن کمال نے اختیار کیا ہے اور شرنبلالیہ میں برہان سے منقول ہے کہ یہی اصح ہے م کل سے مراد یہ کہ مریض نیت کرے نفل کی یا مطلق نیت کرے یا کسی واجب کی نیت کرے یا مسافر اسی طرح نیت کرے مگر یہ نیت کرے کسی دوسرے واجب کی تو اسی واجب سے واقع ہو گا نہ رمضان سے کیونکہ مسافر کو رخصت ہے رمضان کے روزہ نہ رکھنے کی تو وہ اس وقت کو دوسرے واجب میں صرف کر سکتا ہے بخلاف مریض[1] کے تنبیہ کلام بحر سے مستنبط ہے کہ مریض کے باب میں تین قول ہیں ایک وہ جو اشباہ میں یہاں مذکور ہے اس کو فخر الاسلام اور شمس الائمہ اور جماعت نے اختیار کیا ہے اور مجمع میں تصحیح کیا ہے اور دوسرا وہ جو متن میں مذکور ہے کہ جس کی نیت کی اس سے واقع ہوگا اور ہدایہ میں اس کو اختیار کیا ہے اور اکثر مشائخ نے اور کہتے ہیں کہ یہی ظاہر الروایۃ ہے لیکن نفل کی صورت میں چاہیے کہ رمضان ہی کے لیے واقع ہو جیسا کہ گذرا تیسرے قول میں تفصیل ہے یعنی اگر صوم اس کو ضرر کرتا ہے تو رخصت متعلق خوف زیادت کے ساتھ ہے تو اس کا حال مثل مسافر کے ہے پس جو نیت کرے گا اسی کے موافق واقع ہوگا اور اگر صوم اس کو ضرر نہیں کرتا جیسے سوء ہضم میں تو رخصت متعلق حقیقی عجز کے ساتھ ہے پس واقع ہوگا فرض وقتی سے اور کشف اور تحریر میں اسی کو اختیار کیا ہے کذا فی الشامی والنذر المعین لا یصح بنیۃ واجب آخر بل یقع عن واجب نواہ مطلقا فرقا بین تعیین الشارع والعبد اور نذر معین نہیں درست ہوتی کسی دوسرے واجب کی نیت سے بلکہ واقع ہوگا روزہ اسی واجب سے جس کی نیت کی ہر صورت میں اس لیے کہ شارع کی تعیین میں (جیسے رمضان میں ہے) اور بندہ کی تعیین میں (جیسے نذر معین میں ہے) فرق ہے م مطلقا کے یہ معنی کہ صحیح ہو یا مریض مقیم ہو یا مسافر اور جاننا چاہیے کہ نذر معین کی صورت میں جب روزہ اس دوسرے واجب کی طرف سے واقع ہوا تو نذر معین کی قضا لازم ہوگی اصح قول پر جیسے بحر میں منقول ہے ظہیریہ سے ولو صام مقیم عن غیر رمضان ولو لجہلہ بای رمضان فہو عنہ لما مر وان تحدث اذا جاء رمضان فلا صوم الا عن رمضان اور اگر مقیم نے غیر رمضان کا روزہ رکھا اگرچہ رمضان کی ناواقفیت سے ہو تو وہ روزہ رمضان ہی کا ہوگا نہ اس کا جس کی نیت کی کیونکہ حدیث شریف میں ہے جب آگیا رمضان تو روزہ نہیں مگر رمضان ہی کا ویحتاج صوم کل یوم من رمضان الی نیۃ ولو صحیحا مقیما تمییزا للعبادۃ عن العادۃ اور رمضان کے روزہ میں ہر روز کی نیت کی احتیاج ہے اگرچہ روزہ دار تندرست مقیم ہو تاکہ عبادت عادت سے متمیز ہو م یعنی کبھی پرہیز کی وجہ سے یا عذر سے امساک کی عادت کرتے ہیں وقال زفر مالک تکفی نیۃ واحدۃ کالصلوۃ اور کہا ہے زفر اور مالک رحمہما اللہ نے ایک نیت تمام مہینے کے لیے کافی ہے جیسے نماز کی تحریمہ سب رکعتوں کے لیے کافی ہے م اور امام زفر سے نہایت ہے کہ مقیم کو احتیاج نیت کی نہیں اور اگر مسافر ہے تو نہیں جائز یہاں تک کہ رات سے نیت کرے اور ہمارے علماء ثلثہ کے نزدیک ہر روز کے لیے جدید نیت چاہیے رات کو ہو یا قبل ضحوہ کبری مقیم ہو یا مسافر کذا فی السراج قلنا فساد البعض لا یوجب فساد الکل بخلاف الصلوۃ ہم کہتے ہیں امام زفر کے جواب میں کہ فاسد ہونا بعض روزوں کا نہیں موجب ہے

[1] فرق مسافر اور مریض میں یہ ہے کہ مسافر کو سفر کے باعث رخصت ہے وہ موجود ہے اور مریض کے لیے عجز حقیقی چاہیے جب روزہ دوسرے واجب کا رکھا تو عجز نہ رہا اسی لیے رخصت بھی نہ رہی ۱۲

Marfat.com

سب کے فساد کا بخلاف صلوۃ کے یعنی قیاس روزوں کا نماز پر درست نہیں والشرط للباقی من الصیام قران النیۃ بالفجر ولو حکما اور باقی صیام میں شرط ہے نیت کا متصل ہونا فجر کے ساتھ اگرچہ حکما ہو م باقی سے مراد قضاء رمضان اور نذر مطلق اور قضاء نذر معین اور قضا نفل بعد توڑنے کے اور کفارات اربعہ یعنی ظہار قتل یمین افطار اور ان کے ملحقات یعنی جزائے صید اور حلق اور تمتع کذا فی الشامی وھو تبییت النیۃ للضرورۃ اور مقارنت حکمیہ رات سے نیت کرنا ہے ضرورت کی جہت سے م یعنی صبح کے وقت کی الکل شاق ہے اور حرج شرع میں مدفوع ہے اس لیے رات کو نیت درست ہوئی کذا قالہ الحلبی ولعینہا لعدم تعین الوقت اور شرط ہے تعیین نیت کی کیونکہ ان اقسام کے روزوں میں وقت معین نہیں بخلاف ادائے رمضان اور نذر معین کے کہ ان میں وقت معین ہے اور ایسا ہی نفل کیونکہ سوائے رمضان کے سب زمانہ نفل کا وقت ہے قالہ الشامی والشرط فیہا ان یعلم بقلبہ ای صوم یصومہ اور شرط نیت معتبر میں نہ مطلق نیت میں یہ ہے کہ اپنے دل میں جانے کہ کون سا روزہ رکھتا ہے قال الحدادی والسنۃ ان یتلفظ بہا حدادی نے کہا کہ سنت یہ ہے کہ نیت کا تلفظ کرے م سنت سے مراد مشائخ کی سنت ہے نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یعنی رات ہو تو یوں کہے کہ میں نیت کرتا ہوں کہ صبح کو روزہ خدا کے واسطے رکھوں گا اور اگر دن کو نیت کرے تو یوں کہے کہ آج خدا کے واسطے روزہ فرض رمضان کا رکھتا ہوں قالہ الشامی ولا تبطل بالشیئ بل بالرجوع عنہا بان یعزم لیلا علی الفطر اور نیت نہیں باطل ہوتی انشاء اللہ کہنے سے بلکہ نیت کے رجوع کرنے سے باطل ہو جاتی ہے اس طرح کہ رات سے عزم کرے افطار کا م نہیں باطل ہوتی یعنی استحسانا یہی صحیح ہے اس واسطے کہ یہ حقیقت میں استثنا نہیں ہے بلکہ استعانت اور طلب توفیق کے واسطے ہے یہاں تک کہ اگر ارادہ استثنا کا کرے یا تحقیق تو صائم نہ ہوگا جیسا تتارخانیہ میں ہے قالہ الشامی وفیہ الصائم الفطر لغوا اور روزہ دار کی نیت افطار کے باب میں لغو ہے یعنی دن کو صرف نیت افطار سے روزہ نہ جائے گا وفیہ الصوم فی الصلوۃ صحیحۃ ولا تفسد بلا تلفظ اور نیت روزہ کی نماز میں درست ہے اور بدون تلفظ کے نماز کو فاسد نہیں کرتی وتنوی القضاء نہارا صار نفلا فیقضیہ لو افسدہ لان الجہل فی دارنا غیر معتبر فلم یکن کالمظنون بحر اور اگر دن کو نیت قضا روزہ کی کرے تو وہ روزہ نفل ہوگا اگر اس کو توڑ دے تو قضا کرے اس واسطے کہ دارالاسلام میں جہل غیر معتبر ہے پس نہ ہوا مثل روزہ ظنی کے کذا فی البحر فتح القدیر میں ایک قول نقل کیا ہے کہ لزوم قضا اس صورت میں ہے کہ جانتا ہو کہ قضا کی نیت دن کو درست نہیں لیکن جب نہ جانتا ہو تو شروع کرنے سے لازم نہ ہوگا شارح نے اس کا جواب دیا کہ دارالاسلام میں جہل معتبر نہیں خصوص اس صورت میں کہ عدم جواز نیت قضا کا دن کو ظاہر ا متفق علیہ ہے اور ظنی روزہ کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے اس گمان سے کہ میرے ذمہ روزہ ہے بشرائط مذکورہ روزہ شروع کیا پھر اس کو ظاہر ہوا کہ میرے ذمہ روزہ نہیں تو اس شخص کو اس روزہ کا اتمام لازم نہیں ہے کیونکہ اس نے اپنا ذمہ بری کرنے کے لیے شروع کیا تھا نہ یہ کہ اپنے ذمہ التزام کیا ہو قالہ الشامی ولا یصام یوم الشک ہو یوم الثلثین عن شعبان لم یکن علۃ اور نہ رکھا جاوے روزہ یوم الشک کا یعنی تیسویں تاریخ شعبان کا اگرچہ ابر و غبار نہ ہو م شارح نے شرح ملتقی میں کہا ہے کہ اس سے رد ہو گیا کلام قہستانی وغیرہ کا الخ یعنی اس نے مفید کیا ہے کہ یوم الشک اس صورت میں ہے کہ مشتبہ ہو ہلال رمضان کا اور معلوم نہ ہو کہ شعبان کی تیسویں ہے یا رمضان کی پہلی یا ایک شخص نے یا دو فاسقوں نے ہلال دیکھا اور ان کی شہادت نامقبول ہوئی پس اگر آسمان صاف ہوا اور کسی نے نہ دیکھا ہو تو یوم الشک نہیں ہے اور ایسا ہی معراج میں ہے کذا فی الشامی ای علی القول بعدم اعتبار اختلاف المطالع لجواز تحقق الرویۃ فی بلدۃ اخری واما علی مقابلہ فلیس بشک ولا یصام اصلا شرح الجمع للعینی عن الزاہدی یعنی شک کا روز بنا بر اس قول کے ہے کہ اختلاف مطالع کا معتبر نہ ہو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کسی دوسرے شہر میں رویت ہوئی ہو لیکن بنا بر قول اعتبار اختلاف مطالع کے یعنی ہر جگہ کا مطلع جدا جدا ہے ایک جگہ کا دیکھنا دوسرے کے لیے کافی نہیں تو اس صورت میں وہ روز روز شک نہیں ہے اور روزہ بالکل نہ رکھا جاوے کذا فی شرح الجمع للعینی عن الزاہدی م یعنی ابتداءً نہ فرض نہ نفل اس واسطے کہ اس روزہ رکھنے میں کمال احتیاط ہیں بخلاف یوم الشک

لہ اس واسطے کہ نفل روزوں میں تعیین شرط نہیں ان میں صرف اتنا کافی ہے کہ یہ جانے کہ روزہ رکھتا ہوں ۱۲

Marfat.com

قالہ الشامی ولا نفلا وکرہ بغیرہ مگر یوم الشک میں نیت نفل روزہ کا مضائقہ نہیں اور نفل کے سوا دوسرا روزہ مکروہ ہے م فرض ہو یا واجب نیت معینہ سے ہو یا مترددہ سے اور ایسی ہی مطلق نیت سے بھی مکروہ ہے کیونکہ مطلق اپنے افراد کو شامل ہے کذا فی السراج دلو صامہ لواجب آخر کرہ تنزیہا اور اگر یوم الشک میں کسی دوسرے واجب کا روزہ رکھا تو مکروہ تنزیہی ہے دلو جزم ان یکون عن رمضان کرہ تحریما اور اگر بالجزم رمضان کا کر کے رکھا تو مکروہ تحریمی ہے م اس لیے کہ اہل کتاب کی مشابہت لازم آتی ہے کہ انہوں نے اپنے روزوں میں کچھ دن بڑھا لیے اور اسی پر حدیث شریف محمول ہے کہ رمضان سے ایک دو روز پہلے روزے میں سبقت نہ کرو کذا فی البحر ویقع عنہ فی الاصح ان لم یظہر رمضانیتہ اور واقع ہوگا واجب سے جس کی نیت کی تھی اصح روایت میں اگر نہ ظاہر ہو کہ وہ رمضان کا دن ہے م سراج میں ہے کہ جب کسی نے اور واجب کی نیت سے اس روز روزہ رکھا تو اس کے ذمہ سے وہ واجب ساقط نہ ہوگا کیونکہ جائز ہے کہ یہ دن رمضان کا ہو پس شک کی جہت سے واجب کا ادا ہو جانا ثابت نہ ہوا اس سے معلوم ہوا کہ اگر حال معلوم نہ ہو تو جس کی نیت کی تھی اس کے لیے بھی کافی نہیں پس مصنف کو یوں کہنا مناسب تھا جیسا ہدایہ میں ہے کہ اگر ظاہر ہوا کہ وہ دن شعبان کا ہے تو جس کی نیت کی تھی اس کے لیے کافی ہے اصح روایت میں اور اگر ظاہر ہوا کہ رمضان کا دن ہے تو رمضان میں مجزا ہوگا کیونکہ اصلی نیت موجود ہے قالہ الشامی والا بان ظہرت فعنہ لو مقیما اور اگر ایسا نہ ہو یعنی رمضانیت ظاہر ہو جاوے تو وہ روزہ رمضان کا ہوگا اگر یہ شخص مقیم ہے م کیونکہ پہلے معلوم ہو چکا کہ مسافر اگر رمضان میں دوسرے واجب کی نیت کرے تو اسی واجب کا ہوگا اس لیے کہ ادائے رمضان اس کے ذمہ واجب نہیں والتنفل فیہ احب ای افضل اتفاقا ان وافق صوما یعتادہ او صام من آخر شعبان ثلثۃ فاکثر لا اقل اور نفل کی نیت سے روزہ رکھنا شک کے روز بالاتفاق افضل ہے اگر موافق اپنی عادت کے روزہ کے ہو یا آخر شعبان میں تین روزے یا زیادہ رکھے نہ کم تر م یعنی مثلاً اس کی عادت دوشنبہ یا جمعرات کے روزہ کی ہے اور یوم الشک دوشنبہ کو پڑا یا جمعرات کو یا یہ کہ آخر شعبان میں پچیسویں یا چھبیسویں سے برابر روزے رکھنے شروع کیے اس میں یوم الشک بھی آگیا تو ان صورتوں میں روزہ افضل ہے لحدیث لا تقدموا رمضان بصوم یوم او یومین کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ رمضان سے پیش دستی نہ کرو ایک دو روز کے روزہ کی م یہ حدیث صحاح ستہ میں ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کی گئی ہے اس طرح کہ نہ سبقت کرو رمضان سے ایک روز یا دو روز کے روزہ کی مگر وہ شخص کہ اس روز روزہ رکھتا ہو تو وہ اس کو رکھ لے اور اس سے مراد نفل روزہ کے سوا ہے اور ہدایہ اور اس کی شروح وغیرہ میں تصریح کی ہے کہ ممنوع تقدم ایک دو روزے کا رمضان پر بقصد صوم رمضان کے ہے اور وجہ تخصیص ایک دو روزہ کی یہ ہے کہ اکثر نقصان کا احتمال ایک دو مہینے میں ہوتا ہے پس ایک دو روز زیادہ رمضان سے پیشتر رکھے اور اس کو احتیاط تصور کرے یہ مکروہ ہے کذا فی الشامی مختصراً واما حدیث من صام یوم الشک فقد عصی ابا القاسم فلا اصل لہ لیکن یہ حدیث کہ جس نے روزہ رکھا روز شک میں اس نے نافرمانی کی ابوالقاسم صلعم کی تو اس کا کچھ اصل نہیں م زیلعی نے بھی یوں کہا ہے پھر کہا ہے کہ موقوفاً عمار بن یاسر سے یہ حدیث منقول ہے اور وہ اس جیسی صورت میں مرفوع کے مانند ہے میں کہتا ہوں کہ لا اصل لہ کو مرفوع ہونے پر حمل کرنا چاہیے ورنہ یہ حدیث موقوفاً دارقطنی نے مجاہد سے اور ابو عبیدہ سے اور اس کو بخاری نے تعلیقاً بیان کیا ہے اس طرح کہ قال صلۃ عن عمار بن صام الخ قالہ الشامی وتمامہ فی الفتح والا یصومہ الخواص ولیفطر غیرہم بعد الزوال بہ یفتی نفیا لتہمۃ النفی اور اگر نہ موافق ہو عادت کے روزہ کو اور نہ آخر شعبان کے تین روزہ رکھے تو خواص اس دن کا روزہ رکھیں اور عوام بعد زوال کے افطار کریں اسی پر فتوی ہے تاکہ نفی پر اقدام کی تہمت سے بری رہیں م فتح القدیر میں ہے کہ خواص اس طرح روزہ رکھیں کہ عوام کو خبر نہ ہو تاکہ جہال کو شبہ رمضان کی زیادتی کا نہ ہو کذا فی الشامی وکل من علم کیفیۃ صوم الشک فہو من الخواص والا فمن العوام اور جو شخص جانتا ہو کیفیت صوم الشک کی وہ خواص میں سے ہے نہیں تو عوام میں والنیۃ المعتبرۃ ہنا ان ینوی التطوع علی سبیل الجزم من لا یعتاد صوم ذلک الیوم اما المعتاد فمکہ مراد نیت معتبرہ کیفیت صوم الشک میں یہ ہے کہ نفل کی نیت کرے بطور یقین جو اس دن کے روزہ کا عادی نہیں ہے اور جو عادی ہے اس کا حکم سابق میں گذر چکا کہ مکروہ نہیں ولا یخطر ببالہ

ف ۱ ھ ہندیہ کفایہ وفتح کذا فی السراج۔

Marfat.com

انہ ان کان من رمضان فعنہ ذکرہ اخی زادہ اور اپنے دل میں اس بات کا خطرہ ہی نہ رکھے کہ اگر یہ دن رمضان کا ہے تو یہ روزہ رمضان کا ہے ذکر کیا اس کو اخی زادہ نے م حاصل یہ کہ نیت میں تردد نہ رکھے کہ اگر یہ دِن شعبان کا ہے تو روزہ نفل ہے اور اگر رمضان کا ہے تو روزہ فرض ہے بلکہ نفل محض کی نیت کرے یقیناً اور رمضانیت کا خطرہ دل میں آنا بعد نیت نفل کے مضر نہیں کیونکہ آخر احتیاطاً روزہ رکھتا ہے کذا قالہ الشامی ولیس بصائم لورود بین اصل النیۃ بان نوی[1] یصوم غدا ان کان من رمضان والا فلا صوم لعدم الجزم فی العزم اور اس شخص کا روزہ نہیں ہے جس نے اصل نیت میں تردد کیا یعنی اس طرح نیت کی کہ کل اگر رمضان ہوگا تو روزہ ہے نہیں تو نہیں کیونکہ یقین نیت کا نہیں کما انہ لیس بصائم لو نوی ان لم یجد غداء فہو صائم والا فمفطر جیسا اس شخص کا بھی روزہ نہیں کہ نیت کی اگر صبح کو ناشتہ نہ ملا تو روزہ ہے نہیں تو افطار ولیس صائما مع الکراہۃ لورود نفی وصفا بان نوی ان کان من رمضان فعنہ والا فعن واجب آخر اور ہو جاوے گا وہ شخص روزہ دار کراہت تنزیہی کے ساتھ اگر نیت کے وصف میں تردید کی یعنی اس طرح نیت کی کہ اگر دن رمضان کا ہے تو روزہ رمضان کا ہے نہیں تو کسی دوسرے واجب کا وکذا یکرہ لو قال انا صائم ان کان من رمضان والا فعن نفل اور ایسا ہی مکروہ ہے اگر کہا میں روزہ سے ہوں اگر دن رمضان کا ہے اور نہیں تو روزہ نفل ہے للتردد بین مکروہین اور مکروہ وغیرہ مکروہ کیونکہ نیت میں تردد ہے درمیان دو مکروہوں کے یعنی فرض واجب کے پہلے مسئلہ میں یا درمیان مکروہ اور غیر مکروہ کے یعنی فرض اور نفل کے دوسرے مسئلہ میں فان ظہر رمضان فعنہ والا فنفل فیہما ای الواجب والنفل غیر مضمون بالقضاء لعدم التنفل قصدا پس اگر واضح ہوا کہ وہ دن رمضان کا ہے تو وہ روزہ رمضان ہی کا ہوگا نہیں تو نفل ہوگا دونوں صورتوں میں یعنی واجب اور نفل میں ایسا کہ توڑنے سے قضا لازم نہ آوے گی کیونکہ قصداً تنفل نہیں تمام اس لیے کہ من وجہ اسقاط فرض کا قصد رکھتا تھا تو ظنی روزہ کے مانند ہوا اس وجہ سے کہ دونوں میں اسقاط مدنظر ہے نہ التزام قالہ الشامی اکل الناسی قبل النیۃ کالکل بعد لہ وہو الصحیح شرح وہبانیہ منتظر کا کھانا بھول کر نیت سے پہلے ایسا ہے جیسا بعد نیت کے بھول کر کھانا اور یہی ہے کذا فی شرح وہبانیہ م یعنی یوم الشک میں ایک شخص نے نصف روزہ تک انتظار کیا اور بھولے سے اس عرصے میں کچھ کھا لیا پھر معلوم ہوا کہ رمضان کا دن ہے تو اگر اب روزہ کی نیت کرے گا تو جائز ہوگی اس واسطے کہ بھول کر کھانے سے روزہ نہیں جاتا اور ایک قول یہ ہے کہ نہیں جائز ہے جیسا قنیہ میں ہے اور اسی کو جزم کیا ہے سراج اور شرنبلالیہ میں قالہ الشامی رای مکلف ہلال رمضان او الفطر ورد قولہ بدلیل شرعی صام مطلقا وجوبا وقیل ندبا کسی عاقل بالغ نے ہلال رمضان کا دیکھا یا عید کا اور اس کا قول حجت شرعیہ کی رو سے نمانا گیا یعنی فاسق ہونے کی جہت سے یا غلطی کی وجہ سے تو وہ روزہ رکھے ہر صورت میں عید کا چاند ہو یا رمضان کا وجوباً اور کہا گیا ہے کہ روزہ رکھے ندباً م عاقل بالغ یعنی اگرچہ فاسق ہو کذا فی البحر اور اگر لڑکا یا مجنون دیکھے تو واجب نہیں اور یہی حکم ہے اگر خود امام تنہا دیکھے اور لوگوں کو نہ روزے کا حکم کرے نہ افطار کا اور خیر الدین رملی نے کہا ہے کہ اگر دیکھنے والی جماعت ہو اور ان کی شہادت مسترد ہوگئی ہو جماعت عظیم نہ ہونے کی جہت سے تو اس صورت میں بھی یہی حکم ہے فان افطر قضاہ فقط فیما لشبہۃ الرد پس اگر افطار کیا تو صرف قضا لازم ہے دونوں میں یعنی کفارہ نہیں کہ واسطے شبہہ مسترد ہونے شہادت کے م اور مخفی نہ رہے کہ یہ علت سقوط کفارہ کی ہے ہلال رمضان میں لیکن عید کے چاند میں اس جہت سے کفارہ نہیں کہ اس کے نزدیک وہ عید کا دن ہے کذا فی النہر وغیرہ اور شاید اس کو ظہور کی جہت سے بیان نہیں کیا قالہ الشامی واختلف المشائخ لعدم الروایۃ عن المتقدمین فیما اذا افطر قبل رد الشہادۃ والراجح عدم وجوب الکفارۃ وصححہ غیر واحد لان ماراہ یحتمل ان یکون خیالا لاہلالا اور مشائخ نے اختلاف کیا ہے اس وجہ سے کہ متقدمین سے کوئی روایت نہیں اس صورت میں کہ افطار کرے رد شہادت سے پہلے اور راجح یہ ہے کہ کفارہ واجب نہیں اور اسی کی تصحیح کی ہے بہتوں نے کیونکہ جو اس نے دیکھا ہے شاید خیال ہو ہلال نہ ہو م حضرت عمرؓ سے منقول ہے کہ جس نے چاند دیکھا تھا اس کو کہا کہ اپنی بھوؤں کو دھو ڈالو پھر کہا کہ اب بتا چاند کہاں ہے اس نے کہا وہ تو گم ہو گیا جب فرمایا کہ بال

[1] کیونکہ اصل نیت میں تردد نہیں ۱۲

Marfat.com

بھودں میں قائم ہوگیا تھا تو نے اس کو چاند جان لیا کذا فی السراج اور جیسا پہلے مذکور ہوا یہ علت ہلال رمضان میں تو ہو سکتی ہے اور عید میں یہ کہ اس کے نزدیک وہ عید کا دن ہے قالہ الحلبی دامابعد قبولہ فتجب الکفارۃ ولو فاسقا فی الاصح لیکن بعد قبول شہادت کے یعنی رمضان کے چاند میں پس کفارہ واجب ہے اگرچہ فاسق ہو اصح روایت پر ہم کیونکہ وہ تو لوگوں کے روزہ رکھنے کا دن ہے پس اگر عدل ہے تو چاہیے کہ وجوب کفارہ میں خلاف نہ ہو کیونکہ عدم کفارہ کی وجہ یہ ہے کہ فاسق کی شہادت پر حکم لگانا جائز نہیں اور وہ یہاں منتفی ہے کذا فی البحر عدم جواز سے مراد عدم حلت ہے کیونکہ قضا فاسق کی شہادت پر صحیح ہے اگرچہ قاضی گناہ گار ہوتا ہے کذا قالہ الشامی وقبیل بلا دعوی وبلا لفظ اشہد وبلا حکم ومجلس قضاء لانہ خبر لا شہادۃ للصوم مع علۃ کغیم وغبار اور قبول کی جاوے روزہ رکھنے کے لیے خبر عادل کی آسمان میں روگ ہونے سے مثل ابر وغبار کے بغیر دعوی اور بغیر لفظ اشہد کے اور بدون حکم اور مجلس قضا کے بوجہ اس کے کہ یہ خبر ہے شہادت نہیں خبر عدل او مستور علی ما صححہ البزازی علی خلاف ظاہر الروایۃ خبر عدل مفعول مالم یسیم فاعلہ ہے قبل کا یعنی قبول کی جاوے خبر ایک عدالت[1] والے یعنی پرہیزگار کی یا ایک مستور الحال کی سند بنا بر اس قول کے کہ بزازی نے اس کی تصحیح کی ہے ظاہر الروایت کے خلاف ہم اور معراج اور تجنیس میں بھی اسی کی تصحیح کی ہے اور فتح القدیر میں کہا ہے کہ یہ روایت ہے حسن کی اور حلوانی نے اسی کو لیا ہے اور نور الایضاح والا بھی ادھر ہی گیا ہے میں کہتا ہوں کہ یہ بھی ظاہر الروایت ہے کیونکہ حاکم شہید نے یعنی جس نے امام محمدؒ کے اقوال ان کی کتابوں سے جمع کیے ہیں جو ظاہر الروایت کہلاتے ہیں کافی میں یہ کہا ہے کہ قبول کی جاوے شہادت مسلم اور مسلمہ کی خواہ عادل ہو یا غیر عادل اور غیر عادل سے مراد مستور ہے قالہ الشامی لا فاسق اتفاقا نہیں مقبول روزے کے لیے قول فاسق کا بالاتفاق ہم اس واسطے کہ فاسق کا قول ایسے دینیات میں مقبول نہیں جن کا حاصل ہونا عادلوں سے میسر ہو سکتا ہو جیسے روایت احادیث بخلاف پانی کی طہارت ونجاست وغیرہ کے اس کی خبر میں اکتفا کی جاتی ہے اس لیے کہ بعض اوقات ایسی چیزوں کا ملنا عادلوں سے میسر نہیں ہوتا قالہ الشامی وہل لابد ان یشہد مع علمہ بفسقہ قال البزازی نعم لان القاضی ربما قبلہ اور آیا فاسق مجاز ہے اس کا کہ شہادت دیوے باوجودیکہ اپنا فسق جانتا ہو بزازی نے کہا کہ ہاں اس واسطے کہ قاضی کبھی فاسق کی شہادت قبول بھی کر لیتا ہے ہم حلوانی نے کہا کہ عادل کو لازم ہے اگرچہ لونڈی یا پردہ نشین ہو کہ اس رات شہادت ادا کرے کہ کہیں لوگ صبح کو افطار نہ کریں اور یہ شہادت فرض عین ہے لیکن فاسق اگر جانے کہ حاکم میرا قول مان لے گا تو اس پر ادائے شہادت واجب ہے اور مستور میں دو روایتیں ہیں کذا فی المعراج ولو کان العدل قنا او انثی او محدودا فی قذف تاب بین کیفیۃ الرؤیۃ او لا علی المذہب اگرچہ عادل مذکور غلام ہو یا عورت یا زنا کی تہمت میں پڑا ہو کہ توبہ کر لی ہو کیفیت رویت کی بیان کرے یا نہ کرے بنا بر مذہب درست کے ہم برخلاف امام فضلی کے وہ کہتے ہیں کہ واحد عدل کی خبر جب مقبول ہوتی ہے کہ تفسیر کرے اور کہے کہ میں نے شہر کے باہر جنگل میں دیکھا ہے یا کہے کہ شہر میں ابر کے ٹکڑوں میں دیکھا ہے اور بدون ایسی تفسیر کے مقبول نہیں کذا فی الظہیریہ قالہ الشامی وتقبل شہادۃ واحد علی آخر کعبد وانثی اور مقبول ہے گواہی ایک کی دوسرے پر جیسے مقبول ہے شہادت غلام اور عورت کی ہم یعنی بخلاف شہادت علی الشہادت کے اور احکام میں کہ وہ مقبول نہیں جب تک ایک شخص کی گواہی پر دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں شاہد نہ ہوں کذا قالہ الحلبی ولو علی مثلہما اگرچہ شہادت غلام اور عورت کی اپنے مثل پر ہو ہم اس تعمیم سے یہ نکلا کہ ان دونوں کی شہادت آزاد اور مرد کی شہادت پر مقبول ہے اور اس کو صاحب نہر نے بطریق بحث بیان کیا ہے اور کہا کہ میں نے نہیں دیکھا وتجب علی الجاریۃ المخدرۃ ان تخرج فی لیلتہا بلا اذن مولاہا وتشہد کما فی الخانیۃ اور واجب ہے لونڈی پردہ نشین پر یعنی جو مردوں میں آمد ورفت نہیں رکھتی کہ نکلے اس رات بدون اجازت اپنے مولی کے اور شہادت ادا کرے جیسا خانیہ میں ہے ہم اور یہی حکم آزاد عورت کا ہے کہ بے اجازت اپنے خاوند کے نکلے اور غیر مخدرہ یا بے نکاح بطریق اولی نکلیں قالہ الطحطاوی اور ظاہر یہ کہ اس کا محل وہ ہے کہ اثبات رویت اس پر موقوف ہو ورنہ نکلنا لازم نہیں قالہ الشامی وشرط للفطر

[1] عدالت وہ ملکہ ہے کہ ہمیشہ تقوی اور مروت پر قائم کرے اور یہاں ادنی درجہ شرط ہے یعنی کبائر کا ترک اور عدم اصرار صغائر پر اور مروت کے خلاف سے بچنا اور لازم ہے کہ مسلمان عاقل بالغ ہو کذا فی البحر"

Marfat.com

مع العلۃ والعدالۃ نصاب الشہادۃ ولفظ اشہد وعدم الحدفی قذف تعلق نفع العبد اور ہلال عید میں عبارہ وغیرہ کے ہوتے عادل ہونے کے ساتھ نصاب شہادت اموال یعنی دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں) شرط ہے اور لفظ اشہد اور محدود فی القذف نہ ہونا شرط ہے کیونکہ اس میں نفع بندہ کا متعلق ہے م یہ علت ہے اشتراط شہادت مذکورہ کی فطر میں نہ صوم میں یعنی چونکہ صوم امر دینی ہے اس میں یہ شرط نہیں اور فطر میں نفع دنیاوی ہے پس اور حقوق کے مشابہ ہوا پس جو چیزیں حقوق میں شرط ہیں وہ یہاں بھی شرط ہوں گی قالہ الشامی لکن لاتشترط الدعوی کما لاتشترط فی عتق الامۃ وطلاق الحرۃ لیکن نہیں شرط ہے دعوی جیسا نہیں شرط ہے لونڈی کے عتق میں اور حرہ کی طلاق میں م لونڈی کی آزادی میں دعوی اس لیے شرط نہیں کہ اس میں حق العبد کے ساتھ حق اللہ تعالیٰ کا بھی ہے یعنی حفاظت اپنی فرج کی اسی طرح فطر اگرچہ حق عبد ہے لیکن اس میں بھی حق اللہ تعالیٰ کا ہے یعنی صوم اس روز کے روزہ کا حرام ہونا اور صلوۃ عبد کا واجب ہونا اس لیے اس میں بھی دعوی شرط نہیں ہوا اور طلاق میں حرہ کی قید سے مفہوم ہوتا ہے کہ زوجہ مملوکہ میں دعوی شرط ہے اور جامع الفصولین سے اطلاق معلوم ہوتا ہے کذا فی الشامی ولو کانوا ببلدۃ لاحاکم فیہا صاموا بقول ثقۃ۔ اور اگر لوگ ہوویں ایسے شہر میں یا گاؤں میں کہ اس میں حاکم نہ ہو یعنی نہ قاضی نہ دال تو روزہ رکھیں ایک معتمد کے قول پر یعنی روزہ رکھنا فرض ہے ایسا معلوم ہوتا ہے مصنف کی شرح سے م میں کہتا ہوں کہ ظاہر یہ ہے کہ گاؤں والوں پر روزہ لازم ہو تو پاؤں کی آوازوں سے یا قندیلوں کی روشنی سے اس لیے کہ یہ ظاہر علامت ہے اور غلبہ ظن کو مفید ہے اور غلبہ ظن حجت ہے عمل کے واسطے جیسا علما نے تصریح کی ہے اور یہ احتمال کہ رمضان کے سوا کسی اور شے کے واسطے ہو بعید ہے کیونکہ یہ اور صب لیلۃ الشک میں نہیں کیے جاتے مگر ثبوت رمضان کے لیے قالہ الشامی وافطروا باخبار عدلین مع العلۃ للضرورۃ اور افطار کریں دو عادل کے خبر دینے سے اگر آسمان میں غبار وغیرہ ہو واسطے ضرورت کے م یعنی اس وجہ سے ضرورت ہے کہ کوئی حاکم موجود نہیں جس کے سامنے شہادت ادا کی جاوے اور مع العلۃ متعلق ہے صاموا اور افطروا دونوں کے ساتھ قالہ الشامی ولو رآہ الحاکم وحدہ خیر فی الصوم بین نصب شاہد وبین امرہم بالصوم بخلاف العبد کما فی الجوہرۃ اور اگر اکیلے حاکم نے چاند دیکھا ہو تو روزہ کے چاند میں اس کو یہ اختیار ہے کہ کوئی شاہد اپنے قول پر مقرر کرے یا لوگوں کو روزے کا حکم دے بخلاف عید کے چاند کے کہ اس میں ایک آدمی کافی نہیں ہے کذا فی الجوہرہ م نصیب شاہد سے یہ غرض کہ اپنی شہادت پر دوسرا شاہد معین کرے تاکہ دوسرا شخص شہادت پر شہادت ادا کرے افادہ الحلبی لیکن جوہرہ کی عبارت ان ینصب من یشہد عندہ الخ ہے اور اس کے معنی ظاہر یہ ہیں کہ حاکم اپنی طرف سے کوئی نائب مقرر کرے تاکہ اس نائب کے سامنے شہادت گذرے جیسا علما نے خصومت کے باب میں کہا ہے اگر حاکم کو کسی کے ساتھ خصومت واقع ہو تو ایک نائب مقرر کرے کہ اس کے روبرو مقدمہ پیش ہو کیونکہ حاکم کا حکم اپنے اوپر درست نہیں اور ہم نے جو یہ معنی کیے اس کی دلیل یہ ہے کہ بعض نسخوں درمختار میں نصب نائب ہے بدلہ نصب شاہد کے قالہ الشامی ولا عبرۃ بقول الموقتین ولو عدولا علی المذہب اور نہیں اعتبار نجومیوں کا اگرچہ عادل ہوں بنا بر مذہب صحیح م یعنی وجوب صوم کے باب میں معراج میں کہا ہے کہ ان لوگوں کا قول بالاجماع معتبر نہیں اور خود منجم کو نہیں جائز ہے کہ اپنے حساب پر عمل کرے اور نہر میں ہے کہ منجم کے قول پر کہ فلانی تاریخ چاند دکھائی دے گا روزہ لازم نہیں اگرچہ منجمین عدول ہوویں صحیح روایت پر کذا فی الشامی قال فی الوہبانیۃ ؎ وقول اولی التوقیت لیس بموجب ∴ وقیل نعم والبعض ان کان یکثر۔ وہبانیہ میں کہا ہے کہ قول اوقات ضبط کرنے والوں کا روزہ رکھنے کا موجب نہیں اور کہا گیا ہے کہ ہاں اور بعض کا قول بھی اگر کثیر ہوں م یہ عبارت یعنی قیل نعم موہم ہے اس کو کہ دوسرا قول یہ ہے کہ عمل کو موجب ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ خلاف صرف جواز اعتماد میں ہے اور قہستانی میں تینوں قول نقل کیے ہیں پس پہلے قاضی عبدالجبار وصاحب جمع العلوم سے نقل کیا ہے کہ منجمون کے قول کے اعتبار کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں اور ابن سماعہ سے نقل کیا ہے کہ وہ ان سے پوچھا کرتے تھے اور ان کے قول کا اعتبار کرتے تھے لشرہ لیکہ ان کی جماعت متفق ہوتی تھی پھر شرح سرخسی سے نقل کیا کہ یہ بعید ہے اور شمس الائمہ حلوانی سے کہ وجوب صوم اور افطار کی شرط رویت ہی ہے

Marfat.com

اور منجموں کا قول ماخوذ نہیں پھر مجدالائمہ ترجمانی سے نقل کیا کہ اصحاب ابوحنیفہؒ سوائے شاذ و نادر کے اور شافعیہ سب متفق ہیں کہ منجموں کے قول کا اعتماد نہیں کذا قالہ الشامی وقبل بلاعلۃ جمع عظیم یقع العلم الشرعی وہو غلبۃ الظن بخبرہم اور قبول کیا جاوے جب آسمان صاف ہو قول جماعت عظیم کا کہ حاصل ہو علم شرعی یعنی غلبۂ ظن ان کی خبر سے م یعنی جب مطلع صاف ہو تو خبر ایک شخص کی معتبر نہ ہوگی کیونکہ ایک شخص کو نظر آنا اور ایک خلق کو نظر نہ آنا باوجودیکہ سب اسی کی طرف متوجہ ہیں اور کوئی مانع نہیں اور سب کی بینائی درست ہے اگرچہ بعض تیز نظر ہوں اس کی غلطی کی دلیل ہے کذا فی البحر حلبی نے کہا کہ جماعت میں اسلام اور عدالت شرط نہیں جیسا امداد الفتاح میں ہے اور نہ حریت اور نہ دعوی جیسا قہستانی میں ہے میں کہتا ہوں جو امداد کی طرف نسبت کیا ہے سو میں نے اس میں ملاحظہ کیا وہاں نہیں پایا اور اسلام شرط نہ ہونے میں نظر ہے کیونکہ جمع عظیم سے یہاں یہ مراد نہیں ہے کہ حد تواتر کو پہنچے جس سے علم قطعی حاصل ہوتا ہے کہ اس میں اسلام شرط نہ ہو بلکہ مراد یہ ہے کہ غلبۂ ظن کو مفید ہو اور اس میں اسلام شرط نہ ہونا اس کے لیے کوئی مرجح نقل چاہیے قالہ الشامی اور علم شرعی سے مراد اصطلاح اصولیوں کی ہے جو موجب عمل کا ہوتا ہے نہ وہ علم جو یقین کے معنوں میں ہے اس پر نص کی ہے منافع اور غایۃ البیان اور بحر میں نقلاً عن الفتح اور صدر الشریعۃ نے جو علم بمعنی یقین لیا ہے ابن کمال نے اس کو رد کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ خطا ہے صدر الشریعۃ سے قالہ الشامی وہو مفوض الی رای الامام من غیر تقدیر بعدد علی المذہب اور وہ امام کی رائے پر مفوض ہے بغیر تعیین عدد کے بنابر مذہب صحیح کے م سراج میں کہا ہے اس جماعت کی تعداد ظاہر الروایت میں معین نہیں ہے اور ایک روایت میں ابو یوسف سے ۵۰ مرد ہیں اور بعض کے نزدیک اکثر اہل محلہ اور بعض کے نزدیک ہر مسجد میں سے ایک یا دو اور خلف بن ایوب نے کہا ہے کہ ۵۰ بلخ میں قلیل ہیں اور ان سب میں سے صحیح یہی ہے کہ امام کی رائے پر مفوض ہے اگر اپنے دل میں ان کی درستی اور صحت سمجھے تو صوم کا حکم دے اور مواہب میں اسی کو صحیح کہا ہے اور زیلعی نے اسی کا اتباع کیا ہے اور بحر میں فتح سے نقل کیا ہے کہ حق وہ ہے جو محمد و ابو یوسف سے روایت کیا گیا ہے کہ اعتبار خبر متواتر آنے کا ہے ہر طرف سے اور نہر میں کہا ہے کہ یہ تصحیح سراج کے موافق ہے قالہ الشامی وعن الامام انہ یکتفی بشاہدین واختارہ فی البحر اور ایک روایت امام صاحب سے یہ ہے کہ اکتفا کیا جاوے دو گواہوں پر اور بحر میں اسی کو اختیار کیا ہے م بحر میں کہا ہے کہ اس زمانہ میں چاہیے کہ عمل اسی روایت پر ہو اس واسطے کہ لوگ چاند دیکھنے میں کاہلی کرتے ہیں پس علما نے جو لکھا ہے کہ جم غفیر ہلال کے طالب ہیں یہ ملتفی ہو گیا پس دیکھنے والے کی غلطی کا احتمال بعید ظاہر ہے پھر اسی کی تائید کی کہ دلالیہ ظہیریہ ظاہر دلالت کرتی ہے کہ ظاہر الروایت صرف اشتراط عدد ہے نہ جمع عظیم اور عدد تو دو پر بھی صادق آتا ہے اور اسی کو صادق رکھا ہے نہر میں اور منح میں قالہ الشامی وصح فی الاقطیۃ الاکتفاء بواحد ان جاء عن خارج البلد او کان علی مکان مرتفع واختارہ ظہیر الدین اور اقطیہ میں (جو ایک کتاب کا نام ہے) تصحیح کی ہے کہ ایک شخص کفایت کرتا ہے اگر شہر کے باہر سے آیا ہو یا کسی اونچے مکان پر ہو اور اسی کو ظہیر الدین نے اختیار کیا ہے م اور خانیہ صغری میں اسی پر اعتماد کیا ہے اور یہی قول طحطاوی کا ہے اور امام محمد نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے اصل کی کتاب الاستحسان میں مگر خلاصہ میں کہا ہے کہ ظاہر الروایت یہ ہے کہ شہر اور خارج شہر میں فرق نہیں ہے کذا فی المعراج وغیرہ میں کہتا ہوں کہ نہایہ میں کہا ہے کہ مبسوط میں ہے کہ امام اس کی شہادت رد کرے اگر آسمان صاف ہو اور وہ شخص شہر والا ہو پس اگر آسمان میں ابر ہو یا وہ باہر سے آوے یا اونچے مقام پر ہو تو ہمارے نزدیک مقبول ہوگی پس لفظ عند نا دلالت کرتا ہے کہ ہمارے ائمہ ثلثہ کا یہی قول ہے اور محیط میں اسی پر جزم کیا ہے اور اس کے مقابل کو لفظ قیل سے بیان کیا ہے پھر ذکر کیا ہے کہ وجہ ظاہر الروایت کی یہ ہے کہ رویت مختلف ہوتی ہے باعتبار ہوا کی صفائی و کدورت کے اور باعتبار مکان کے نیچے اور اونچے ہونے کے کیونکہ جنگل کی ہوا صاف ہوتی ہے شہر کی نسبت اور کبھی ہلال اونچے مکان سے نظر آتا ہے تو اس شخص کا تفرد خلاف ظاہر نہ ہوا بلکہ ظاہر کے موافق ہوا الخ سو اس کلام میں تصریح ہے کہ یہ ظاہر الروایت ہے اور حقیقت میں ایسا ہی ہے کیونکہ مبسوط بھی کتب ظاہر الروایت سے ہے پس معلوم ہوا کہ دونوں

Marfat.com

ردالمحتار ظاہر الروایۃ ہیں کذا فی الشامی وطریق اثبات رمضان والعیدان یدعی وکالۃ معلقۃ بدخولہ لقبض دین علی الحاضر فیقر بالدین ولوکالۃ وینکر الدخول فیشہد الشہود برویۃ الہلال فیقضی علیہ بہ فیثبت دخول الشہر ضمنا لعدم دخولہ تحت الحکم اور رمضان اور عید کے اثبات کا طریق یہ ہے کہ کوئی شخص کسی حاضر پر کسی غائب کے دین کے قبضہ کرنے کی وکالت کا دعوی کرے جو مشروط ہے رمضان یا عید کے آنے پر پھر یہ شخص حاضر دین اور وکالت کا اقرار کرے اور رمضان یا عید کے آجانے سے انکار کرے پھر رویت ہلال پر گواہی دیں پس حکم لگایا جاوے ادائے دین کا شخص حاضر پر اور یہ نے کا داخل ہونا ضمنا ثابت ہو جاوے گا کیونکہ مہینہ زیر حکم داخل نہیں مدعی مجہول ہے یا معلوم ہے اور فاعل فیقر مدعی کی جو سابق عبارت سے مفہوم ہے یعنی مدعی دعوی کرے کسی شخص حاضر پر کہ فلانے شخص کے تیرے ذمہ اس قدر دراہم ہیں اور مجھ کو اس نے کہہ دیا ہے کہ جب رمضان داخل ہو تو وکیل ہے دین کو قبض کرنے کے لیے اور مہینہ زیر حکم داخل نہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ رمضان کا روزہ بغیر ثبوت بھی واجب ہو سکتا ہے یعنی صرف خبر سے کیونکہ وہ دینیات میں سے ہے اور وجوب صوم سے ثبوت رمضان لازم نہیں آتا اور اس وقت میں فائدہ رمضان کے اثبات کا بطریق مذکور یہ ہے کہ جماعت عظیم پر موقوف نہ رہے گا اگر آسمان صاف ہو کیونکہ شہادت ثبوت وکالت پر ہے بروقت دخول رمضان کے نہ رویت ہلال پر اور وکالت دو گواہوں سے ثابت ہو سکتی ہے حق عبد ہونے کی جہت سے اور وکالت ثابت نہیں ہوتی جب تک رمضان کا دخول نہ ہو اور جب دخول ضمنا ثابت ہوا تو روزہ واجب ہوا قالہ الشامی شہدوا انہ شہد عند قاضی مصر کذا شاہدان برویۃ الہلال فی لیلۃ کذا وقضی القاضی بہ وجدا استجماع شرائط الدعوی اقضی ای جاز لہذا القاضی ان یحکم بشہادتہما بعض نسخوں میں شہدا بلفظ تثنیہ ہے اور جن نسخوں میں شہدوا بلفظ جمع ہے اس سے مراد ما فوق الواحد ہے یعنی اگر دو گواہوں نے گواہی اس بات پر دی کہ مصر کے قاضی کے سامنے فلانے شاہدوں نے فلانی تاریخ کی رویت کی گواہی دی ہے اور وہاں کے قاضی نے اس پر حکم لگایا ہے اور شرائط دعوی کی سب پائی گئیں تو قاضی کو جائز ہے کہ ان کی گواہی پر حکم لگا دے لان قضاء القاضی حجۃ وقد شہدوا بہ اس واسطے کہ وہاں کے قاضی کی قضا حجت ہے اور یہاں کے گواہوں نے اس کی شہادت دی لالو شہدوا بروایۃ غیرہم لانہ حکایۃ نہ حکم دیوے قاضی اگر شہادت دیویں غیر کی رویت پر اس واسطے کہ یہ حکایت ہے ۱۲ منہ یعنی نہ انھوں نے اپنی رویت بیان کی نہ غیر کی رویت کی شہادت دی صرف غیر کی رویت کی حکایت کی کذا فی فتح القدیر میں کہتا ہوں کہ ایسا ہی ہے اگر غیر کی رویت کی شہادت دی اور اس بات کی کہ اس شہر کے قاضی نے لوگوں کو روزہ کا حکم دیا اس واسطے کہ یہ فعل قاضی کا حکایت ہے اور وہ حجت نہیں بخلاف قضاء قاضی کے اور اسی واسطے مجموع شرائط کی قید لگائی نعم لو استفاض الخبر فی البلدۃ الاخری لزمہم علی الصحیح من المذہب مجتبی وغیرہ ہاں اگر کسی دوسرے شہر میں بکثرت خبر شائع ہو جاوے تو ان کو لازم ہوگا روزہ رکھنا بنا بر مذہب صحیح کذا فی المجتبی م ذخیرہ میں ہے کہ شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ صحیح ہمارے مذہب میں یہ ہے کہ خبر جب پھیل جاوے اور متحقق ہو جاوے دوسرے شہر میں تو ان کو بھی لازم ہوگا اس شہر کا حکم رملی نے کہا کہ استفاضہ کے معنی یہ ہیں کہ اس شہر سے جماعات متعددہ اگر بیان کریں وہاں کی خبر کہ انھوں نے روزہ رکھا چاند دیکھ کر نہ مجرد شیوع بے علمی سے کہ نہ معلوم ہو کہ کس نے خبر شائع کی چنانچہ بہتیری خبریں شہر میں شہرت پکڑ جاتی ہیں اور نہیں معلوم ہوتا کہ کس نے شائع کیں چنانچہ حدیث میں وارد ہے کہ آخر زمانہ میں شیطان مجمع میں بیٹھ کر ایک بات کہے گا اور لوگ اس کا مذکور کریں گے اور کہیں گے کہ ہم نہیں جانتے کس نے کہا ہے اس کو پس اس قسم کی بات لائق سماعت کے بھی نہیں چہ جائے کہ اس سے کوئی حکم ثابت ہو میں کہتا ہوں کہ یہ خوب کلام ہے اور اس کی طرف قول ذخیرہ کا اشارہ کرتا ہے اذا الاستفاض وتحقق کذا قالہ الشامی وبعد صوم ثلثین لقول عدلین حل الفطر الباء متعلقۃ بصوم وبعد متعلقۃ بحل لوجوب نصاب الشہادۃ اور جب کہ دو عادل کے قول سے روزہ رکھا ہو تو بعد ۳۰ دن کے افطار حلال ہے بسبب موجود ہونے نصاب شہادت کے شارح نے کہا کہ ب متعلق ہے صوم سے اور لفظ بعد ظرف ہے فعل حل کا م یعنی اگر اکتیسویں رات کو ابر ہو تو بالاتفاق صبح نہ کرنا لازم ہے ۱۲ منہ

ل جب شہرت پکڑے اور ثابت ہو اس وقت صوم لازم ہوگا ۱۲

Marfat.com

کو افطار حلال ہے اور یہی حکم ہے اگر آسمان صاف ہو جیسا تصحیح کیا ہے درایہ اور خلاصہ اور بزازیہ میں اور اس کے برخلاف تصحیح کی ہے مجموع النوازل میں اور سید ناصر الدین نے کذا فی الامداد اور علامہ نوح نے اتفاق نقل کیا ہے دوسری صورت میں بھی بدائع اور سراج اور جوہرہ سے اور کہا ہے کہ اتفاق سے مراد ہمارے علماء ثلثہ کا اتفاق ہے اور خلاف جو منقول ہے سو بعض مشائخ کا ہے اور قنیہ میں ہے کہ فتوی افطار کی حلت پر ہے کذا فی الشامی ولو صاموا بقول عدل حیث یجوز ونعم ہلال الفطر لا یحل علی المذہب خلافا لمحمد کذا ذکرہ المصنف اگر روزہ رکھا ہو ایک عدل کے قول سے جس طرح کہ جائز ہے اور حال یہ ہے کہ عید کے چاند کے دن ابر ہے تو افطار حلال نہیں صحیح مذہب پر برخلاف قول محمد کے یہی مصنف نے ذکر کیا ہے م حیث یجوز میں حیثیت تقیید ہے یعنی اس طرح کہ قاضی نے شہادت ابر میں قبول کر لی ہو یا آسمان صاف ہو لیکن قاضی ان میں سے ہے جو ایک کی گواہی قبول کر لیتے ہیں کذا فی الفتح یعنی شافعی المذہب ہو یا قول طحاوی پر عمل کرتا ہو ایک شخص کی گواہی مان لینے میں جب آسمان صاف ہو بشرطیکہ جنگل سے آیا ہو یا شہر میں اونچے مکان پر ہو اور سابق میں اس روایت کی ترجیح گذر چکی اور غم ہلال الفطر جملہ حالیہ ہے اس کی قید اس واسطے لگائی کہ محل خلاف ہے جیسا مصنف نے ذکر کیا ہے قال الشامی لکن نقل ابن الکمال عن الذخیرۃ انہ ان غم ہلال الفطر حل اتفاقا لیکن ابن کمال نے ذخیرہ سے نقل کیا ہے کہ اگر ہلال عید کا نظر آنے کے روز ابر ہو تو بالاتفاق افطار حلال ہے م یہ استدراک ہے اس پر جو مصنف نے ذکر کیا کہ خلاف امام محمدؒ کا اس وقت ہے کہ عید کے دن ابر ہو اس طرح کہ ذخیرہ میں اور معراج میں مجتبی سے تصریح ہے کہ افطار کی حلت بالاتفاق ہے اور خلاف اس صورت میں ہے کہ ابر نہ ہو اور چاند نظر نہ آوے تو شیخین کے نزدیک افطار نہیں حلال اور امام محمد کے نزدیک حلال ہے جیسا شمس الائمہ نے کہا ہے اور شرنبلالی نے امداد میں تحریر کیا ہے غایۃ البیان میں کہا ہے کہ محمد کے قول کی وجہ کہ وہی قول اصح ہے یہ ہے کہ افطار ایک شخص کے قول سے ثابت نہیں ہوا ابتداءً بلکہ تبعاً ثابت ہوا ہے اور بہتیری چیزیں ضمناً ثابت ہو جاتی ہیں اور قصداً نہیں ثابت ہوتیں اور امام محمدؒ سے پوچھا تو جواب میں یہ کہا کہ افطار قاضی کے حکم سے ثابت ہوا واحد کے قول سے نہیں یعنی جب قاضی نے رمضان کے چاند میں ایک آدمی کے قول پر حکم لگایا تو اس بنا پر افطار بعد ۳۰ دن کے ثابت ہو گیا قالہ الشامی وفی الزیلعی الاشبہ ان غم حل والا لا اور زیلعی میں ہے کہ مشابہ بحق یہ ہے کہ اگر ابر ہو تو افطار حلال ہے اور جو نہ ہو تو نہیں وہلال الاضحی وبقیۃ الاشہر التسعۃ کالفطر علی المذہب اور بقر عید کا چاند اور باقی نو مہینوں کا مانند عید کے ہے یہ مذہب پر م قولہ والماضی کالفطر یعنی ذوالحجہ شوال کے مانند ہے پس ابر میں ثابت نہ ہوگا مگر دو مردوں سے یا ایک مرد دو عورتوں سے اور صفائی کی حالت میں زیادتی عدد کی ضرور ہے اور نوادر میں امام صاحب سے روایت نقل کی ہے کہ وہ مانند رمضان کے ہے اور تحفہ میں اس کی تصحیح کی ہے لیکن روایت اول ظاہر المذہب ہے اور اسی کی تصحیح ہدایہ اور اس کی شروح اور تبیین میں کی ہے پس تصحیح مختلف ہوئی اور پہلی کو ترجیح اس واسطے ہے کہ وہ مذہب ہے کذا فی البحر اور باقی نو مہینے کا چاند مثل عید کے چاند کے ہے یعنی ان میں مقبول نہ ہوگی مگر گواہی دو مردوں کی یا ایک مرد دو عورتوں کی جو آزاد ہوں اور تہمت زنا میں سزا یافتہ نہ ہوں جیسے اور احکام میں کذا فی البحر عن شرح منتقی الطحاوی اور امداد میں ذکر کیا ہے کہ ان مہینوں کا حکم صفائی کی حالت میں مانند رمضان اور عید کے ہے یعنی جماعت عظیم چاہیے لیکن خیر الدین رملی نے کہا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ باقی مہینوں میں ابر اور غیر ابر میں کچھ فرق نہیں کیونکہ جماعت عظیم کی شرط نہیں پائی جاتی یعنی سب لوگوں کا متوجہ ہونا چاند دیکھنے کو پس اگر دو مردوں نے گواہی دی صفائی کی صورت میں شعبان کے چاند کی اور شعبان بہ ثبوت شرعی ثابت ہو گیا تو ۳۰ دن کے بعد رمضان ثابت ہو جاوے گا اگرچہ رمضان صفائی کی حالت میں دو شخصوں کی گواہی سے ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس صورت میں اس کا ثبوت ضمنی ہے اور ضمنیات میں بہتیری باتوں میں درگذر ہوتی ہے جو قصدیات میں نہیں ہوتی قالہ الشامی ورویۃ بالنہار للیلۃ الآتیۃ مطلقا علی المذہب ذکرہ الحدادی اور جو چاند دن کو نظر آوے وہ اگلی رات کا شمار کیا جاوے گا ہر صورت میں بہ مذہب پر ذکر کیا اس کو حدادی نے م یعنی قبل زوال کے نظر آوے یا بعد زوال کے اور مذہب کے معنی یہ کہ قول ابی حنیفہؒ و محمدؒ کا ہے

Marfat.com

بدائع میں کہا ہے پس وہ دن رمضان کا نہ ہوگا طرفین کے نزدیک اور ابو یوسفؒ کہتے ہیں کہ اگر بعد زوال کے نظر آیا تو بے شک آئندہ شب کا ہے اور اگر قبل زوال کے نظر آیا تو پچھلی شب کا ہے اور وہ دن رمضان کا ہوگا اور اسی خلاف پر شوال کا چاند ہے کہ طرفین کے نزدیک آئندہ شب کا ہے ہر صورت میں اور وہ دن رمضان کا ہوگا اور ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر زوال سے بیشتر نظر آیا تو چاند شب گذشتہ کا ہے اور یہ دن عید کا ہے اس لیے کہ ہلال قبل زوال کے نظر نہیں آتا عادۃً مگر یہ کہ دو رات[1] کا ہو پس ہلال رمضان میں وہ دِن رمضان کا ہونا ضروری ہوا اور شوال کے چاند میں عید کا دِن اور طرفین کے نزدیک اصل یہ ہے کہ دن کی رویت کا اعتبار نہیں اعتبار رویت بعد الغروب کا ہے کیونکہ حضرت نے امر فرمایا صوموا لرویتہ وافطروا لرویتہ پس امر صوم وافطار کا رویت کے بعد ہے اس صورت میں امام ابو یوسفؒ کا قول مخالف نص کے ہے انتہی ملخصاً فتح القدیر میں ہے کہ حدیث شریف موجب ہے رویت کی سبقت کو صوم اور افطار پر اور مقارن رویت سے ہر مہینے کے آخر وقت شام کی رویت ہے نزدیک صحابہ اور تابعین ومن بعدہم کے بخلاف ما قبل الزوال کے تیسویں تاریخ اور مختار ابو حنیفہؒ ومحمد کا قول ہے قالہ الشامی واختلاف المطالع رویتہ نہارا قبل الزوال وبعدہ غیر معتبر علی ظاہر المذہب وعلیہ اکثر المشائخ وعلیہ الفتوی بحر عن الخلاصۃ اور اختلاف مطالع کا اور دن کو چاند دیکھنا زوال سے پہلے یا بعد زوال کے غیر معتبر ہے ظاہر مذہب پر اور اسی پر اکثر مشائخ ہیں اور اسی پر فتوی ہے کذا فی البحر عن الخلاصۃ م جاننا چاہیے کہ نفس اختلاف مطالع میں نزاع نہیں ہے یعنی کبھی دو شہروں میں اتنا بعد ہوتا ہے کہ ایک میں ہلال ایک تاریخ نظر آوے دوسرے میں نظر نہ آوے کیونکہ انفصال ہلال کا شعاع شمس سے مختلف ہوتا ہے باعتبار اختلاف ملکوں کے اور یہی حال ہے اختلاف مطالع شمس کا کہ جب ایک ملک میں صبح ہوگی تو بعض میں سورج نکلے گا اور بعض میں غروب ہوگا اور بعض میں آدھی رات بلکہ مطالع کے اعتبار کرنے میں خلاف ہے کہ ہر قوم کو اپنے مطلع کا اعتبار لازم ہے اور غیر کے مطلع پر عمل کرنا لازم نہیں یا یہ کہ اختلاف کا بالکل اعتبار نہیں بلکہ جس جگہ چاند پہلے نظر آوے سب کو اسی پر عمل کرنا لازم ہے یہاں تک کہ اگر مشرق میں جمعہ کی رات کو چاند نظر آیا اور مغرب میں ہفتہ کو تو اہل مغرب پر لازم ہے کہ بموجب رویت اہل مشرق کے عمل کریں پس بعضے قول اول کے قائل ہوئے ہیں اور زیلعی اور فیض نے اسی پر اعتماد کیا ہے اور شافعیہ کے نزدیک بھی یہی صحیح ہے کیونکہ ہر قوم کو خطاب اللہ ان کے موافق ہے جیسا اوقات صلوۃ میں اور ظاہر الروایت قول ثانی ہے اور وہی ہمارے یہاں معتمد ہے اور مالکیوں اور حنبلیوں کے نزدیک بھی کیونکہ خطاب عام ہے مطلق رویت کے ساتھ حدیث صوموا لرویتہ میں بخلاف اوقات صلوۃ کے قالہ الشامی فیلزم اہل المشرق برویۃ اہل المغرب اذا ثبت عندہم رویتہا ذلک بطریق موجب کما مر پس اہل مشرق کو روزہ یا افطار لازم ہوگا اہل مغرب کی رویت سے جب کہ ثابت ہو مشرق والوں کو ان لوگوں کی رویت اس طریق سے کہ عمل کو موجب ہو جیسا سابق میں گذرا م یعنی دو آدمی شہادت پر شہادت دیں یا حکم قاضی پر شہادت پس یا خبر مستفیض ہو بخلاف اس صورت کے کہ دو آدمی شہادت دیویں کہ فلانے شہر والوں نے دیکھا ہے کذا ذکرہ الحلبی وقال الزیلعی الاشبہ انہ لیعتبر اور زیلعی نے کہا کہ مشابہ بحق یہ ہے کہ اختلاف مطالع معتبر ہے قال الکمال الاخذ بہ لظاہر الروایۃ احوط کمال نے کہا ہے کہ ظاہر الروایت کے اخذ میں احتیاط زیادہ ہے فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا اذا رأوا الہلال یکرہ ان یشیروا الیہ لانہ من عمل الجاہلیۃ کما فی السراجیۃ وکراہۃ البزازیۃ جب چاند دیکھیں تو مکروہ ہے کہ اس کی طرف اشارہ کریں کیونکہ عمل جاہلیت کا ہے جیسا سراجیہ میں ہے اور بزازیہ کے باب الکراہۃ میں م یعنی اگرچہ بقصد دکھلانے دوسرے شخص کے ہو جس نے نہیں دیکھا ہے اور علت بظاہر دلالت کرتی ہے کہ کراہیت تنزیہی ہو قالہ الشامی

[1] دن کو نظر آنا قائم مقام ایک رات کے ہے اس اعتبار سے دو رات کا کہا کیونکہ جب چاند پچھلی رات کا ہوا وہ اس وقت نظر نہ آیا تو ایک رات یہ ہوئی پھر غروب کے بعد جب اگلے دن قبل الزوال نظر آیا تو باعتبار دوبارہ ظاہر ہونے کے دو رات کا کہا ۱۲ منہ

Marfat.com

باب مایفسد الصوم ومالا یفسد

یہ باب ہے ان چیزوں کے بیان میں جو روزہ کی مفسد ہیں اور جو مفسد نہیں م مفسد کی دو قسمیں ہیں ایک جس سے صرف قضا لازم ہو دوم جس سے قضا اور کفارہ دونوں لازم ہوں اور غیر مفسد کی بھی دو قسمیں ہیں ایک وہ جس کا کرنا مباح ہے دوم وہ جس کا کرنا مکروہ ہے الفساد والبطلان فی العبادات سیان فساد اور بطلان عبادات میں برابر ہیں م اور معاملات میں فرق ہے اگر معاملہ کا اثر کچھ مترتب نہ ہوئے تو بطلان ہے اور اگر اثر مترتب ہو پھر اگر شرعاً فسخ مطلوب ہے تو فساد ہے نہیں تو صحت ہے حلبی عن البحر بیان اس کا یہ ہے کہ اگر مبیعہ کو بیچا تو اثر معاملہ کا یعنی ملک اثر غیر مترتب ہے تو یہ بیع باطل ہوئی اور اگر غلام کو بشرط فاسد سے بیچا اور مشتری کے حوالہ کر دیا تو مشتری اس کا مالک ہو جاتا ہے لیکن اس کا فسخ کرنا دونوں کے ذمہ واجب ہے تو یہ بیع فاسد ہوئی اور اگر غلام کو بدون شرط فاسد کے بیچا تو مشتری اس کا مالک صحیح ملک کے ساتھ ہو گا یہ بیع صحیح ہوئی قالہ الشامی اذا اکل الصائم او شرب او جامع ناسیاً فی الفرض والنفل قبل النیۃ او بعدہا علی الصحیح بحر عن القنیہ اذا اکل الخ شرط ہے اس کی جزا لم یفطر آگے آوے گی یعنی روزہ نہیں ٹوٹتا جب کھا دے روزہ دار یا پیوے یا جماع بھول کر کرے فرض میں یا نفل میں نیت سے پہلے یا بعد صحیح الروایت پر کذا فی البحر عن القنیہ م علی الصحیح قبل النیۃ کے ساتھ متعلق ہے اور اس کی تصحیح تاتارخانیہ میں بھی نقل کی ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے رمضان ثابت ہونے کے انتظار میں افطار کی چیزوں سے توقف کیا اور بھول کر کچھ کھا لیا تو بعد بھی نیت روزہ کی کر سکتا ہے اور یہ مسئلہ پہلے گذر چکا بخلاف متنفل کے کیونکہ اگر وہ پہلے نیت کے کھائے تو اس کو ناسی نہیں کہتے اور ایسا ہی حکم ہے صوم قضا و کفارہ میں ہاں البتہ نسیان متصور ہو سکتا ہے ادائے رمضان میں اور نذر معین میں قالہ الشامی الا ان یذکر فلم یتذکر مگر جب کہ یاد دلایا جاوے پر نہ یاد کرے م یعنی جب بھول کر کھا دے پھر کوئی شخص اس کو روزہ یاد دلا دے اور وہ نہ یاد کرے پھر کھائے تو روزہ فاسد ہو جاوے گا صحیح روایت میں برخلاف بعض کے کذا فی الظہیریہ اس واسطے کہ خبر ایک شخص کی دیانات میں مقبول ہے پس اس پر واجب تھا کہ تامل کرتا اور ادھر التفات کرتا کذا فی البحر میں کہتا ہوں لیکن اس پر کفارہ نہیں مختار ہے جیسا تاتارخانیہ میں ہے منقول نصاب سے کذا فی الشامی ویذکرہ لو قویا والا لا اور یاد دلا دے روزہ دار کو روزہ اگر وہ قوی ہو یعنی روزہ کے اتمام کی طاقت رکھتا ہو بغیر ضعف کے اور اگر ایسا ہو کہ صوم کی جہت سے ضعف ہو لیکن کھا لیوے تو عبادات کو اچھی طرح ادا کرے تو گنجائش ہے کہ نہ یاد دلا دے کذا فی الفتح م بحر الرائق میں کہا کہ قوی آدمی کو بھولنے کی صورت میں یاد دلانا لازم ہے حتی کہ یاد دلانا مکروہ ہے پس عذر ان حقوق العباد اور نسیان حقوق العباد میں عذر نہیں ہے یعنی اگر دوا بیت کو بھول کر کھا دے تو اس کا ضمان لازم ہو گا کو اشتہوت کا مواخذہ نہیں ہے کذا فی الشامی او دخل حلقہ غبار او ذباب او دخان ولو فاکرا استحسانا لعدم امکان التحرز عنہ اور روزہ نہیں ٹوٹتا اگر حلق میں غبار داخل ہو یا مکھی یا دھواں اگرچہ روزہ یاد ہو بدلیل استحسان کیونکہ اس سے بچاؤ ناممکن ہے م اور قیاس میں فاسد ہو جاتا ہے یعنی مکھی کی صورت میں کیونکہ مفطر پیٹ میں پہنچا اگرچہ غذا نہیں جیسے کنکر اور مٹی سے ٹوٹتا ہے کذا فی الہدایہ ومفادہ انہ لو ادخل حلقہ الدخان افطر ای دخان کان ولو عودا او عنبرا لو ذاکرا لامکان التحرز عنہ فلیتنبہ لہ کما بسطہ الشرنبلالی اور مفاد اس کا یہ ہے کہ اگر بقصد دھواں حلق میں پہنچا دے تو روزہ ٹوٹ جاوے گا کوئی سا دھواں ہو اگرچہ عود یا عنبر ہو اگر روزہ یاد ہے کیونکہ اس سے احتراز ممکن ہے پس چاہیے کہ خبردار ہو اس سے چنانچہ شرنبلالی نے بسط کیا ہے م یعنی کسی صورت سے دھواں داخل کیا ہو یہاں تک کہ اگر بخور دیا اور بقصد اس کو سونگھا روزہ کی یادگاری کی حالت میں روزہ ٹوٹ جاوے گا کیونکہ اس سے بچاؤ ممکن ہے اور اس سے اکثر لوگ غافل ہیں اور اس کو پھول یا گلاب یا مشک کے سونگھنے کے مانند سمجھنا نہ چاہیے کیونکہ فرق ہے اس میں کہ ہوا خوش بودار ناک میں جاوے اور اس میں کہ خود دھواں اپنے فعل سے جوف میں پہنچا دے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حقہ پینے سے بھی روزہ جاتا رہتا ہے چنانچہ شرنبلالی نے شرح وہبانیہ میں اس کی تصریح کی ہے قالہ الشامی او ادھن او اکتحل او احتجم دان وجد طعمہ الحلقہ

Marfat.com

روزہ نہیں جاتا اگر تیل لگایا یا سرمہ لگایا یا پچھنے لگوائے اگرچہ سرمہ یا تیل کا مزہ اپنے حلق میں پادے ہم اور ایسا ہی اگر تھوک میں اس کا رنگ پادے اصح روایت پر کذا فی البحر نہر میں کہا ہے اس واسطے کہ موجود حلق میں ایک اثر ہے جو مشام کی راہ سے داخل ہوا اور مفطر وہ ہے جو غذا کی راہ سے داخل ہو کیونکہ جو شخص غسل کرے پانی میں پھر اس کی برودت اپنے اندر پادے تو بالاتفاق روزہ نہیں ٹوٹتا اور امام نے جو پانی میں داخل ہونے اور اوڑھنے کو روزہ میں مکروہ کہا ہے سو وہ اس جہت سے کہ اس فعل سے عبادت کی بجاآوری میں تنگ دلی معلوم ہوتی ہے نہ یہ کہ موجب افطار کا ہے قالہ الشامی او قبل ولم ینزل او احتلم او انزل بنظر ولو الی فرجہا مرارا او بفکر وان طال مجمع یا بوسہ لیا اور انزال نہ ہوا یا احتلام ہوا یا انزال ہو گیا نظر سے اگرچہ عورت کی شرم گاہ کی طرف نظر مکرر ہو یا انزال ہوا فکر سے اگرچہ دراز ہو کذا فی المجمع یعنی ان صورتوں میں روزہ نہیں ٹوٹتا او لقی بلل فی فیہ بعد المضمضۃ وابتلعہ مع الریق یا منہ میں تری باقی رہ گئی کلی کرنے کے بعد اور اس کو تھوک کے ساتھ نگل گیا م فتح اور ہدایہ میں اس کو مثل دخول غبار و دخان کے کہا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علت عدم امکان احتراز ہے لیکن یوں چاہیے کہ پانی منہ سے گرانے کے بعد تھوکنا شرط ہے کیونکہ پانی تھوک میں ملا رہتا ہے البتہ تھوکنے میں مبالغہ شرط نہ ہونا چاہیے قالہ الشامی کطعم ادویۃ ومص اہلیلج جیسے مزہ دوائیوں کا اور چوسنا ہڑ کا م یعنی دوائیوں کے کوٹنے سے ان کا مزہ اگر اپنے حلق میں پادے تو روزہ نہیں جاتا جیسا محیط میں ہے اور اہلیلج دوسرے لام کے کسرہ سے ہے قالہ ابو عبید والفراء یعنی اگر ہڑ کو چبا دے اور تھوک حلق میں اس کا جاوے لیکن اس کے اجزا میں سے کچھ نہ جاوے تو روزہ نہیں جاتا کذا فی التاتارخانیہ وغیرہا بخلاف نحو سکر بخلاف شکر جیسی چیز کے کہ اس کے چوسنے سے روزہ جاتا رہتا ہے او دخل الماء فی اذنہ وان کان لفظہ علی المختار یا داخل ہو پانی اس کے کان میں اگرچہ اس کے فعل سے ہو تو روزہ نہیں جاتا مذہب مختار پر م ہدایہ اور تبیین میں اس کو اختیار کیا ہے اور محیط میں اس کی تصحیح کی ہے ولوالجیہ میں کہا ہے کہ یہی مختار ہے اور خانیہ میں یہ تفصیل کی ہے کہ اگر پانی کان میں چلا گیا تو نہیں جاتا اور اگر خود داخل کیا تو جاتا رہتا ہے صحیح روایت پر کیونکہ جب اس کے فعل سے جوف میں پہنچا تو اس میں صلاح بدن کا اعتبار نہیں ہے اور یہی بزازیہ میں ہے اور فتح اور برہان میں اسی کو قوت دی ہے کذا فی الشرنبلالیہ حاصل یہ کہ اگر تیل کان میں ڈالا تو بالاتفاق روزہ جاتا رہا اور اگر پانی کان میں چلا گیا تو بالاتفاق روزہ نہیں جاتا اور اگر بقصد پانی کان میں ڈالا تو اس میں اختلاف ہے اور تصحیح مختلف ہے قالہ الشامی کما لو حک اذنہ بعود ثم اخرجہ وعلیہ درن ثم ادخلہ ولو مرارا جیسا کہ روزہ نہیں جاتا اگر لکڑی سے کان کھجلایا پھر اس کو نکال لیا اور اس پر مُنل تھا پھر اس کو کان میں ڈالا اگرچہ چند بار ہو م اس مسئلہ کو مشبہ بہ ٹھہرایا اس واسطے کہ بزازیہ میں ہے کہ اس میں بالاجماع روزہ نہیں جاتا اور شامی میں ہے کہ اجماع سے مراد اجماع اہل مذہب کا ہے ورنہ شافعیہ کے نزدیک مفسد ہے قالہ الشامی او ابتلع ما بین اسنانہ وہو دون الحمصۃ لانہ تبع لریقہ ولو قدر ما انظر کما سبجی یا نگل گیا جو دانتوں میں ہے بشرطیکہ چنے سے کم ہو تو روزہ نہ جاوے گا کیونکہ چنے سے کم لعاب کے تابع ہے اور بحر میں کہا ہے کہ اتنی چیز قلیل ہے اس سے احتراز غیر ممکن ہے پس بمنزلہ لعاب کے ہوا اور اگر چنے کے برابر ہے تو روزہ ٹوٹ جاوے گا چنانچہ عنقریب آوے گا او خرج الدم من بین اسنانہ ودخل حلقہ یعنی دلم یصل الی جوفہ یا نکلا خون دانتوں سے اور چلا گیا حلق میں یعنی جوف تک نہیں پہنچا م تبن کے اطلاق سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ خون غالب ہو تب بھی روزہ نہیں جاتا اور دوسری جزئیں اسی کی تصحیح کی ہے جیسا کہ سراج میں ہے اور کہا ہے کہ وجہ یہ ہے کہ عادۃً اس سے احتراز ناممکن ہے اور چونکہ یہ قول اکثر کے مخالف تھا اس لئے شارح نے معنف کے کلام کو محمل کیا اس پر کہ جوف میں نہ پہنچے معنف کی اتباع سے کہ اس نے اپنی شرح میں لکھا ہے اما اذا وصل فان غلب الدم او تساویا فسد والا لا اذا وجد طعمہ بزازیہ لیکن جب کے پہنچے جوف میں پس اگر خون غالب ہو یا خون اور تھوک دونوں برابر ہوں تو روزہ فاسد ہوگا اور جو نہیں تو نہیں فاسد ہوگا مگر جبکہ پاوے اسکا مزہ کذا فی البزازیہ استحسنہ المعنف وہو ما علیہ الاکثر وہی اور اسی کو معنف نے پسند کیا ہے اور یہ تفصیل جو مذکور ہوئی وہ ہے جس پر اکثر مشائخ ہیں اور قریب ہے کہ آوے گا یعنی معنف کا پسند کرنا یعنی

Marfat.com

اس کے قول الاان یجد الطعم فی حلقہ میں اور انتشار ضمائر کا اس جگہ مخفی نہیں ہے قالہ الشامی او طعن برمح فوصل الی جوفہ وان بقی فی جوفہ یا کوبہ دیا جاوے نیزہ سے پھر پہنچ جاوے جوف تک اگرچہ اندر باقی رہ جاوے یعنی نیزہ کی نوک تو روزہ نہیں جاتا م اس کی تصحیح قاضی خان اور ایک جماعت نے کی ہے اور جامع صغیر کی شرح میں کہا ہے کہ اگر نوک اندر باقی رہ جاوے تو اس کو کتاب میں ذکر نہیں کیا اور اس میں اختلاف ہے بعضے کہتے ہیں کہ روزہ ٹوٹ جاتا ہے جیسا لکڑی دبر میں چڑھانے سے اور بعضوں نے کہا ہے کہ نہیں ٹوٹتا اور یہی صحیح ہے کیونکہ اس کی طرف سے کوئی فعل نہیں پایا گیا اور نہ اس میں اس کے بدن کی اصلاح ہے انتہی قالہ الشامی کی لو القی جرنی الباقۃ او نفذ السہم من الجانب الآخر جیسے اگر ڈال جاوے کنکری اس زخم میں جو جوف تک پہنچا ہوا ہے یعنی غیر شخص نے ڈال دی ہو تو روزہ نہیں جاتا کیونکہ اس کا فعل کچھ نہیں اور نہ اس کے بدن کی اصلاح ہے بخلاف اس کے کہ جائفہ کی دوا کی ہو کہ اس سے دفنہ جاتا رہے گا یا تیر اس طرف سے دوسری طرف نکل جاوے یعنی اس سے بھی روزہ نہیں جاتا دلو بقی النصل فی جوفہ فسد اور اگر پیکان اندر باقی رہ گئی تو روزہ ٹوٹ گیا م یہ ایک ہے دونوں قولوں مذکوروں میں کا اس واسطے کہ نیزہ کی نوک اور تیر کی سبھال میں فرق نہیں ہے فتح القدیر میں تصریح کی ہے کہ خلاف دونوں میں جاری ہے اور روزہ باقی رہنے کی ایک جماعت نے تصحیح کی ہے اور زیلعی نے جزم کیا ہے کہ دونوں میں عدم افطار صحیح ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ کلام شارح میں اضطراب ہے کہ پہلے میں صحیح قول نقل کیا اور دوسرے میں اس کا مقابل قالہ الشامی او ادخل عودا ونحوہ فی مقعدہ وطرفہ خارج وان غیبہ فسد یا داخل کیا لکڑی وغیرہ کو دبر میں اس طرح کہ ایک کنارہ اس کا باہر ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا اور اگر سب اندر چڑھا لے تو ٹوٹ جاوے گا وکذا لو ابتلع خشبۃ او خیطا ولو فیہ لقمۃ[1] ملوثۃ الا ان تفصل منہا شیئ م اور روزہ نہیں جاتا اگر نگل لی لکڑی یعنی اگر حلق میں غائب ہو جائے گی تو جاتا رہے گا نہیں تو نہیں یا نگل لے دھاگہ اگرچہ اس میں لقمہ بندھا ہوا ہو مگر یہ کہ اس میں سے کچھ جدا ہو جاوے یعنی پیٹ میں رہ جاوے تو روزہ جاتا رہے گا ومفادہ ان استقرار الداخل فی الجوف شرط للفساد بدائع اور حاصل اس کا یہ ہے کہ اندر داخل ہونے والی چیز کا ٹھہرنا پیٹ میں شرط ہے فساد صوم کی کذا فی البدائع م یعنی جب فقہا نے تصریح کر دی کہ داخل ہونے والی چیز میں سے اگر کچھ جدا ہوگا تو روزہ جائے گا نہیں تو نہیں اس سے معلوم ہوا کہ چیز کا پیٹ میں رہ جانا شرط ہے کذا فی الملتقط او ادخل اصبعہ الیابسۃ فیہ ای دبرہ ام فرجہا دلو مبتلۃ فسد اور روزہ نہیں جاتا اگر سوکھی انگلی دبر میں دی یا عورت نے اپنی فرج میں اور اگر انگلی تر ہو تو فاسد ہوگا م ادخل کی ضمیر شخص صائم کی طرف پھرتی ہے جو شامل ہے مذکر و مونث کو قالہ الشامی ولو ادخلت قطنۃ ان غابت فسد وان بقی طرفہا الخارج لا اور اگر عورت نے اپنے اندر روئی رکھی اگر غائب ہو گئی تو روزہ ٹوٹ گیا اور اگر ایک جانب فرج خارج میں نکلی ہوئی رہی تو نہیں ٹوٹتا ولو بالغ فی الاستنجاء حتی بلغ موضع الحقنۃ فسد وہذا قلما یکون ولو کان فیورث داء عظیما اور اگر استنجا میں مبالغہ کیا یہاں تک کہ پانی حقنہ[1] کی جگہ تک پہنچ گیا تو روزہ فاسد ہو گیا اور یہ بہت کم ترہوتا ہے اور اگر واقع ہو تو بیماری سخت کا موجب ہوتا ہے م موضع حقنہ سے مراد وہ جگہ ہے جہاں دوا آلہ کے وسیلہ سے امعا میں گرتی ہے او نزع المبا مع حال کونہ ناسیا عند ذکرہ وکذا عند طلوع الفجر وان امنی بعد النزع لانہ کالاحتلام یا جماع کرتا تھا بھول کر پھر نکال لیا یاد آتے ہی یعنی روزہ نہیں جاتا ایسا ہی روزہ نہیں ٹوٹتا اگر قبل الفجر عمدا جماع کیا پھر نکال لیا فجر ہوتے ہی اگرچہ منی نکلی ہو نکالنے کے بعد کیونکہ یہ بمنزلہ احتلام کے ہے ولو مکث حتی امنی او لم یتحرک تقضی فقط وان حرک نفسہ قضی وکفر اور اگر ٹھہرا رہا یہاں تک کہ منی خارج ہو گئی اور حرکت نہیں کی تو صرف قضا لازم ہے اور اگر اپنے نفس کو حرکت دی اور منی خارج ہوئی تو قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں م حتی امنی فساد کی شرط نہیں صرف کفارہ کے حکم بیان کرنے کیلئے ذکر کیا ہے شارح نے یہاں صرف روایت وجوب کفارہ کا ذکر کیا ہے حالانکہ فتح القدیر وغیرہ میں دونوں روایتیں ذکر کی ہیں بدون ترجیح کے اور بدائع میں ہے کہ عدم الفساد اس صورت میں ہے کہ نکال لے بعد یاد کرنے کے یا طلوع فجر کے لیکن جب

[1] بعض نسخوں میں محقنہ لکھا ہے یعنی آلہ حقنہ کرنے کا مراد وہ نلی ہے جو اس میں دوا پہنچانے کے واسطے لگی ہوتی ہے بقدر چار انگشت یا مثل اس کے ۱۲

Marfat.com

نہ نکالا اور اسی حالت پر باقی رہا تو اس پر قضا ہے کفارہ نہیں ظاہر الروایت میں اور روایت ہے امام ابو یوسف سے کہ کفارہ صرف طلوع فجر میں واجب ہے نہ یاد آنے کی صورت میں اس واسطے کہ ابتداء جماع قصداً تھی اور جماع ابتداءً وانتہاءً ایک ہی ہے تو جماع بالقصد سے کفارہ واجب ہوا اور وجہ ظاہر الروایت کی یہ ہے کہ کفارہ واجب ہوتا ہے روزہ کے توڑنے سے اور توڑنا ہوتا ہے بعد وجود کے اور اس کا جماع میں مشغول رہنا وجود صوم کو منع کرتا ہے پس چونکہ توڑنا صوم کا متحقق نہ ہوا اس لیے کفارہ بھی لازم نہ آیا انتہی پس یہ عبارت دلالت کرتی ہے کہ عدم وجوب کفارہ یاد آنے کی صورت میں متفق علیہ ہے کیونکہ ابتداءً جماع اس صورت میں عمداً نہ تھی اور جماع فعل واحد ہے پس اس وجہ سے شبہ آگیا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس میں شبہ ہے خلاف امام مالک کے یعنی اُن کے نزدیک بھول کر کھانے یا جماع سے بھی روزہ جاتا رہتا ہے اب اگر قصداً جماع کرے گا تو ان کے نزدیک کفارہ نہیں غرض کہ خلاف صرف طلوع فجر میں ہے نہ یاد آنے کی صورت میں اور ظاہر الروایت کی وجہ کی تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ تحریک نفس اور غیر تحریک میں کچھ فرق نہیں ہے قالہ الشامی کما لو نزع ثم ادرج جیسا کفارہ واجب ہے اگر نکال لیا پھر داخل کیا م یعنی دونوں مسئلوں میں کیونکہ خلاصہ میں ہے اگر یاد آنے پر نکال لیا پھر عود کیا تو کفارہ واجب ہے اور ایسا ہی مسئلہ صبح کا الخ لیکن مسئلہ مذکور میں چاہیے کہ کفارہ نہ ہو جیسا معلوم ہو چکا کہ اس میں شبہ خلاف امام مالک کا ہے اور شاید یہ دوسرے قول پر مبنی ہو جس میں اعتبار اس کا نہیں ہے **اور فی اللقمۃ من فیہ عند ذکرہ او طلوع الفجر ولو انبلعہا ان قبل اخراجہا کفر ولبدہ لا** پھینک دیا لقمہ اپنے منہ میں سے روزہ یاد آتے ہی یا فجر ہوتے ہی روزہ نہیں جاتا اور اگر نگل لیا اس طرح کہ منہ میں سے نہیں نکالا اور نگل گیا تو کفارہ لازم ہے اور اگر منہ سے نکال کر اگلے ہوئے کو کھا لیا تو کفارہ لازم نہیں م کیونکہ طبیعت اس سے نفرت کرتی ہے اور یہی اصح ہے جیسا شرح وہبانیہ میں محیط سے منقول ہے قالہ الشامی **او جامع فیما دون الفرج ولم ینزل** یعنی فی غیر السبیلین کسرۃ وفخذیا جماع کیا غیر فرج میں یعنی قبل اور دبر کے سوا یعنی دوسری جگہ میں مثل ناف اور ران کے اور انزال نہ ہوا تو روزہ نہ جاوے گا م یہاں مراد فرج سے قبل اور دبر دونوں ہیں اس واسطے کہ فرج اگرچہ دبر کو شامل نہیں لغۃ لیکن باعتبار حکم کے شامل ہے کیونکہ مغرب میں کہا ہے کہ فرج آگے کا عضو مخصوص مرد اور عورت کا ہے باتفاق اہل لغت کے پھر کہا ہے کہ قبل اور دبر دونوں فرج ہیں حکم میں قالہ الشامی وکذا الاستمناء بالکف وان کرہ تحریما لحدیث ناکح الید ملعون اور ایسا ہی منی نکالنا ہاتھ سے غیر مفسد ہے اگرچہ مکروہ تحریمی ہے بموجب حدیث ناکح الید ملعون[1] کے م یہ حکم اس صورت میں ہے کہ انزال نہ ہو لیکن اگر انزال ہو تو قضا لازم ہوگی جیسا مفطرات میں تصریح آوے گی اور یہی مختار ہے مگر شارح کے کلام سے متبادر انزال ہی ہے بقرینہ مابعد کے پس یہ مبنی ہے غیر مختار پر قالہ الشامی **ولو خاف الزنی بیرجی ان لا وبال علیہ** اور اگر زنا کے خوف سے منی ہاتھ سے نکال لی ہو تو توقع ہے خدا سے کہ اس فعل کا اس پر کچھ وبال نہ ہو م سراج میں ہے کہ اگر اس فعل سے ارادہ تسکین شہوت مفرطہ کا ہے جو دل کو احاطہ کر رہی ہے اور یہ شخص بے نکاح ہے نہ بی بی نہ باندی سے لیکن اس تک پہنچنے کی قدرت نہیں تو ابو اللیث نے کہا ہے کہ میں توقع رکھتا ہوں کہ اس پر وبال نہ ہو لیکن جس صورت میں کہ مزہ لینے کے لیے کرے گا تو گناہ گار ہوگا کذا فی الشامی **او ادخل ذکرہ فی مہیمۃ او میتۃ** من غیر انزال یا اپنا عضو مخصوص کسی چوپایہ میں داخل کیا یا انسان مردہ میں بغیر انزال کے یعنی اس سے روزہ نہیں جاتا اگر انزال ہوگا تو قضا لازم ہوگی او مس فرج بہیمۃ او قبلہا فانزل یا کسی جانور کی پیشاب گاہ کو ہاتھ لگایا یا اس کا منہ چوم لیا پھر انزال ہوا م باوجود انزال کے اس صورت میں روزہ نہیں جاتا تو بغیر انزال بطریق اولی نہ جاوے گا اور بحر اور زیلعی وغیرہ میں اجماع نقل کیا ہے کہ روزہ نہیں جاتا اس صورت میں اگرچہ انزال ہو جاوے قالہ الشامی **او اقطر فی احلیلہ ماء او دہنا وان وصل الی المثانۃ علی المذہب** یا ٹپکایا اپنے عضو کے سوراخ میں پانی یا تیل اگرچہ مثانہ تک پہنچ جاوے صحیح مذہب پر م یعنی اس سے بھی روزہ نہیں جاتا یہ قول ہے ابو حنیفہؒ کا اور محمدؒ بھی ان کے ساتھ ہیں اظہر روایت کے موافق اور ابو یوسف کہتے ہیں کہ روزہ جاتا رہتا ہے اور اختلاف مبنی ہے اس بات پر کہ مثانہ اور جوف میں منفذ ہے یا نہیں اور ظاہر یہ ہے کہ اس میں منفذ نہیں اور

[1] ملعون مارنے والا ملعون ہے۔

Marfat.com

پیشاب اس میں براہ مسامات مثل عرق کے جمع ہوتا ہے اطبا ایسا ہی بیان کرتے ہیں زیلعی اس سے معلوم ہوا کہ پانی یا تیل اگر ذکر کی نلی میں رہ جاوے تو بالاتفاق روزہ فاسد نہ ہوگا قالالشامی وامانی قبلہا فمفسد اجماعا لانہ کالحقنۃ لیکن پانی یا تیل عورت کی شرم گاہ میں ڈالنا روزہ کا مفسد ہے بالاجماع کیونکہ وہ مانند حقنہ کے ہے اوا صبح جنبا دان بقی کل الیوم او اغتاب من الغیبۃ یا حالت جنابت میں صبح ہوگئی اگرچہ تمام روز جنابت میں رہا یا غیبت کی تب بھی روزہ نہیں جاتا اودخل الذباب حلقہ فاستشہ فدخل حلقہ دان نزل لراس الثقبۃ یا داخل ہوا اس کی ناک میں یعنی مغز سے اترا یا رینٹ پھر اوپر کو کھینچ لیا پس حلق چلا گیا اگرچہ ناک کی پھننگ تک آجاوے م یعنی ان سب سے روزہ فاسد نہیں ہوتا کما لو ترطب شفتاہ بالبزاق عند الکلام ونحوہ فابتلعہ او سال ریقہ الی ذقنہ کالخیط ولم ینقطع فاستنشقہ جیسا اگر تر ہو جاویں ہونٹ تھوک سے بات کرنے وغیرہ میں پھر اس کو نگل جاوے یا پہنچ جاوے لعاب اس کا تھوڑی تک مثل دھاگے کے اور تار نہ ٹوٹے پھر اس کو سانس سے چڑھا لیوے م بعض نسخ میں فاستنشقہ سے استنشاق سے اور وہ مناسب نہیں کیونکہ استنشاق ناک سے ہوتا ہے ولو عمدا خلافا للشافعی فی القادر علی مج النجاسۃ فینبغی الاحتیاط اگرچہ اوپر چڑھا لینا یا کھینچ لینا رینٹ اور تھوک کا بقصد ہو یعنی ان سے روزہ نہیں جاتا برخلاف امام شافعی کے اس میں جو قدرت رکھتا ہے کھنکار کے پھینک دینے پر یعنی باوجود قدرت کے اگر نگل جاوے گا تو ان کے نزدیک روزہ فاسد ہو جاوے گا پس احتیاط چاہیے م کیونکہ اختلاف کی رعایت مندوب ہے اور یہ فائدہ ابن شحنہ نے بیان کیا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر بلغم نگل جاوے بعد اس کے کہ کھنکارنے کے باعث حلق سے منہ میں آگیا ہے تو ہمارے نزدیک روزہ فاسد نہیں ہوتا قالہ الشامی او ذاق شیئا بفمہ دان کمہ یا چکھی کوئی چیز منہ سے[1] اگرچہ چکھنا مکروہ ہے[2] لم یفطر جواب الشرط نہیں ٹوٹتا روزہ ان صورتوں مذکور میں شارح نے کہا کہ لم یفطر جواب ہے شرط کا جو شروع باب میں مذکور ہے یعنی اذا اکل الخ وکذا لو قتل الخیط بزاقہ مرارا دان بقی فیہ عقد البزاق اور یہی حکم ہے اگر دھاگا بانٹا تھوک میں تر کر کے چند بار اگرچہ اس میں تھوک کی گرہ باقی رہ گئی ہو م یعنی جب دھاگا بانٹنے کا ارادہ کرے اور تھوک میں اس کو بھگو دے پھر اس کو منہ میں چند بار ڈالے اگر کچھ تھوک مجتمع دھاگے میں لگا رہ جاوے تو روزہ نہ جاوے گا اور زندویسی کے نظم میں ہے کہ روزہ جاتا رہتا ہے کذا فی القنیۃ قالہ الشامی الا ان یکون معصبوغا وظہر لونہ فی ریقہ وابتلعہ ذاکرا مگر جب کہ ہو دھاگا رنگین اور اس کا رنگ تھوک میں ظاہر ہو پھر اس کو نگل جاوے اور روزہ یاد ہو تو اس صورت میں روزہ ٹوٹ جاوے گا ونظمہ ابن الشحنۃ فقال ؎ مکرہ بل الخیط بالریق فاتلا ہ بادخالہ فی فیہ لا یتغیر ہ۔ اور اس کو ابن شحنہ نے نظم کیا ہے اور کہا کہ بار بار دھاگا بھگونے دلا تھوک میں بانٹے ہوئے نہیں نقصان اٹھاتا ہے دھاگا منہ میں داخل کرنے سے یعنی صوم فاسد نہیں ہوتا تم مکرہ مبتدا مضاف ہے اور بالریق متعلق بل کے اور بادخالہ متعلق خبر کے ہے ؎ وعن بعضہم ان یبلع الریق بعد ذا۔ یفتر کصبغ لونہ فیہ یظہر۔ اور بعض مشائخ سے مروی ہے کہ اگر تھوک نگل جاوے بعد تکرار ادخال کے تو روزہ کو نقصان کرتا ہے جیسا رنگ کپڑا کہ اس کی رنگت تھوک میں ظاہر ہو م یعنی جیسا گلنار رنگ کا روزہ توڑتا ہے اور اس میں خلاف نہیں ہے اور لونہ کی ضمیر صبغ کی طرف پھرتی ہے اور فیہ کی ضمیر ریق کی طرف اور یہ متعلق ہے یظہر کے کذا فی الطحطاوی وان افطر خطاء کان تضمض فسبق الماء او شرب ناسیا او تسحر او جامع علی ظن عدم الفجر اور اگر افطار کیا خطا سے جیسے کلی کی اور منہ میں پانی چلا گیا یا پی لیا سوتے میں یا سحر کھائی یا جماع کیا اس گمان سے کہ صبح نہیں ہوئی م ان افطر الخ شرط ہے اس کی جزا آگے مذکور ہوگی یعنی قضا فقط اور یہاں سے شروع ہے قسم ثانی کا یعنی جس سے قضا لازم آوے نہ کفارہ اور خطا سے افطار کرنے کے یہ معنی کہ ایسا فعل منصود کرے جس سے روزہ ٹوٹ جاوے لیکن قصد روزہ ٹوٹنے کا نہ ہو کذا فی النہر عن الفتح حاصل یہ کہ اگر کلی کرتے ہوئے پانی حلق میں چلا گیا پس اگر روزہ یاد ہے تو جاتا رہا نہیں تو نہیں جاتا اور سوتے کو مخطی ٹھہرانے میں یہ کلام ہے کہ نائم کا فعل قصدا نہیں ہاں نہر میں البتہ تصریح کی ہے کہ مکرہ اور نائم مخطی کے

[1] یعنی حلق میں نہ جاوے [2] مگر جب کوئی عذر ہو تو جائز ہے ۱۲

Marfat.com

مانند ہیں بھولنے والے کے حکم میں نہیں کیونکہ نائم اور مجنون کا ذبیحہ حلال نہیں اور بسم اللہ بھولنے والے کا ذبیحہ حلال ہے کذا فی البحر عن النبیہ رحمتی نے کہا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ نسیان عذر سمجھا گیا بسم اللہ نہ کرنے میں بخلاف نوم اور جنون کے سو اسی طرح مفطرات میں نسیان عذر ہوا کیونکہ اکثر واقع ہوتا ہے اور ذبح کرنا اور مفطرات کا استعمال کرنا حالت نوم یا جنون میں نادر الوقوع ہے اس لیے نسیان کے ساتھ ملحق نہ ہوا قالہ الشامی ۱۲ وجیز کہ یا اس کے حلق میں کوئی چیز ڈالی جاوے بزور رم حلق میں ڈالنا شرط نہیں ہے بلکہ اگر کھالیا یا پی لیا زبردستی سے تب بھی روزہ فاسد ہو جاوے گا میں لفظ او جیز اگر ساقط کیا جاوے تو بہتر ہے تاکہ شامل ہو صور مذکور کو اور شامل ہو اس اکراہ کو کہ جماع پر کیا گیا ہو قالہ الشامی اونائما یا حلق میں ڈالی جاوے کوئی چیز سونے کی حالت میں یعنی تب بھی قضا لازم ہوگی واما حدیث رفع الخطاء فالمراد رفع الاثم اور وہ حدیث جس میں خطا کے رفع کا ذکر ہے پس اس سے مراد رفع گناہ کا ہے ۱۲ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے رُفِعَ[1] عَنْ اُمَّتِیَ الْخَطَاءُ وَالنِّسْیَانُ وَمَا اسْتُکْرِہُوْا عَلَیْہِ امام شافعی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ مخطی اور مکرہ کا روزہ قائم رہتا ہے کیونکہ وہ مانند بھولنے والے کے مرفوع القلم ہیں اس کے جواب کی تقریر یہ ہے کہ حکم یہاں تصحیح کلام کے لیے مقدر ہے تو اقتضاء ثابت ہے اور مقتضی کے لیے عموم نہیں ہوتا یعنی جب رفع اثم مراد ہوا کہ حکم اخروی ہے تو دوسرے معنوں کا ارادہ یعنی حکم دنیاوی کا کہ فساد صوم ہے درست نہیں اور بھولنے والے کا روزہ جو سلامت رہتا ہے تو وہ دوسری حدیث کی جہت سے ہے کہ آپ نے فرمایا جو شخص بھول جاوے اور روزہ سے ہو پھر کھالے یا پی لے تو چاہیے کہ اپنا روزہ پورا کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کھلا پلا دیا ورنہ قیاس اس میں بھی یہی رہتا تھا کہ روزہ فاسد ہوتا اور اس کی بحث مطولات اور اصول میں ہے وفی التحریر المواخذۃ بالخطاء جائزۃ عندنا خلافا للمعتزلۃ اور تحریر میں کہا ہے کہ خطا پر مواخذہ ہمارے نزدیک جائز ہے (یعنی عقلاً کما فی شرح التحریر) برخلاف معتزلہ کے او اکل او جامع ناسیا او احتلم او نزل بنظر او ذرعہ القیٔ فظن انہ افطر فاکل عمد اللشبہۃ یا کھایا یا جماع کیا بھول کر یا احتلام ہو گیا یا انزال ہو گیا نظر سے یا قے آگئی اور ان صور مذکورہ میں اس نے گمان کیا کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر جان کر کھالیا یا جماع کیا تو قضا لازم ہوگی نہ کفارہ شبہہ کی جہت سے ۱۲ یعنی کفارہ اس جہت سے لازم نہیں ہوا کہ گمان اشتباہ کی صورت میں ہوا اس لیے کہ کھانا پینا جماع کرنا سہو سے مشابہ ہے کھانے پینے جماع کرنے قصدی کے تو جیسے قصدی جماع سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اس نے جماع سہو کو اسی پر گمان کر لیا اور شبہہ اختلاف علما کا بھی ہے کیونکہ امام مالک کہتے ہیں کہ روزہ جاتا رہتا ہے بھول کر کھانے سے اور قے آنا مشابہ ہے قصداً قے کرنے کو اور ایسا ہی ہے احتلام کیونکہ آخر خروج منی کا ہے شہوت سے پس قضاء شہوت عمداً کے مشابہ ہے اور اگر وہ جانتا ہے کہ ان امور سے روزہ نہیں گیا پھر کھالیا تو بے شک کفارہ بھی لازم آوے گا کیونکہ نہ شبہہ اختلاف کا ہے نہ اشتباہ کا کذا فی الشامی لشبہۃ خلاف مالک لو علم عدم فطرہ لزمہ الکفارۃ الا فی مسالۃ المتن فلا کفارۃ مطلقا علی المذہب لشبہہ خلافا لہا کما فی البحر وشروحہ فقید الظن انما سولیان الاتفاق اور اگر جانتا ہے کہ روزہ نہیں ٹوٹا تو اس کو کفارہ لازم ہے مگر متن کے مسئلہ میں یعنی جب بھول کر کھا دے یا جماع کرے پھر جانے کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر کھائے قصداً کیونکہ اس میں کفارہ نہیں ہر صورت میں صحیح مذہب پر امام مالک کے خلاف کی علت سے یعنی افطار کا علم ہو یا نہ ہو بخلاف صائمین کے کہ ان کے نزدیک متن کے مسئلہ میں بھی کفارہ لازم ہے جب جانتا ہے کہ روزہ نہیں ٹوٹا جیسا مجمع اور اس کی شروح میں ہے پس ظن کی قید واسطے بیان مسئلہ متفق علیہ کے ہے نہ واسطے احتراز مسئلہ علم کے او احتقن او استعط فی الفہ شیاۃ او افطر فی اذنہ دہنا یا حقنہ کرایا یا ناک کی راہ کو چیز چڑھالی یا ٹپکایا یا کان میں تیل او داوی جائفۃ او آمۃ فوصل الدواء حقیقۃ الی جوفہ ودماغہ جائفہ اس زخم کو کہتے ہیں جو جوف تک پہنچے یا پار ہو جاوے اور آمہ اس زخم کو کہتے ہیں جو ام الدماغ یعنی دماغ کی جھلی تک پہنچ جاوے ہڈی توڑ کر یعنی یا دوا کی جائفہ کی یا آمہ کی پھر پہنچی دوا حقیقت میں جوف تک جائفہ میں اور دماغ تک آمہ میں مم بحر میں کہا ہے کہ تحقیق یہ ہے کہ درمیان جوف راس اور جوف معدہ کے منفذ اصلی ہے پس جو چیز سر میں پہنچی ہو وہ پیٹ تک پہنچ جاتی ہے الحقیقت

[1] اٹھا لیا گیا میری امت سے چوکنا اور بھولنا اور جس پر زبردستی کیے جائیں ۱۲

Marfat.com

میں دوا پہنچنے سے اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ جو ظاہر الروایت میں واقع ہوا ہے کہ فساد دوائے تر کے ساتھ مقید ہے یہ عادت پر مبنی ہے کہ دوا تر پہنچ جاتی ہے نہ خشک ورنہ فی الحقیقت وصول معتبر ہے یہاں تک کہ اگر جانے کہ خشک دوا پہنچ گئی تو فاسد ہوگا یا جانے کہ دوا تر نہیں پہنچی تو فاسد نہ ہوگا اور خلاف اس صورت میں ہے کہ معلوم نہ ہو یقیناً تو تر کی صورت میں فاسد ہوگا امام کے نزدیک نظراً للعادۃ اور صاحبین کے نزدیک نہیں کذا افادہ فی الفتح قالہ الشامی او ابتلع حصاۃ ونحوہا مما لا یاکلہ الانسان او یستقذرہ یا کنکری وغیرہ نگل گیا یعنی ایسی چیز جس کو انسان نہیں کھاتا ہے یا مکروہ جانتا ہے یا نفرت کرتا ہے م کنکر وغیرہ کے کھا لینے میں قضا واجب ہے کیونکہ صورۃً افطار موجود ہے اور کفارہ لازم نہیں آتا کیونکہ معنی افطار نہیں پایا گیا یعنی جوف میں پہنچنا ایسی چیز کا جس میں نفع بدن کا ہو غذا ہو یا دوا اس لیے کفارہ منتفی ہوا قالہ الشامی عن النہر ونظمہ ابن الشحنہ فقال ؎ ومستقذر مع غیر ماکول مثلہ فقی اکلہ التکفیر یلغی ویھجر ؎ اور اس کو ابن شحنہ نے نظم کیا ہے اور کہا جو شے کہ طبیعت اس سے نفرت کرتی ہے اور غیر ماکول ہے نوع انسانی کا تو اس کے کھانے میں کفارہ لغو اور متروک ہے او لم ینو رمضان کلہ صوما ولا فطر مع الامساک لیشتہ خلافا لزفر یا نیت نہ کی تمام رمضان میں نہ روزہ کی افطار کی باوجود امساک کے کیونکہ اس میں خلاف زفر کا ہے م یعنی صرف قضا لازم ہے کفارہ اس واسطے نہیں کہ امام زفر کا اختلاف ہے کہ ان کے نزدیک وہ صائم ہے کیونکہ ان کے نزدیک صحت واقامت وامساک چاہیے گو نیت نہ ہو اور تعلیل میں اولیٰ یہ ہے کہ بیان کیا جاوے کہ عدم نیت کی جہت سے صوم ہی متحقق نہ ہوا جس کے توڑنے سے کفارہ لازم آتا اور تمسک شبہ کے ساتھ تو اصل کے تحقق کے بعد ہوتا ہے جیسا مسئلہ آئندہ میں ہے قالہ الشامی او اصبح غیر ناو للصوم فاکل عمدا ولو بعد النیۃ قبل الزوال لیشتہ خلاف الشافعی یا صبح کی اس حالت میں کہ نیت صوم کی نہیں کی پھر جان کر کھا لیا اگرچہ زوال سے پہلے نیت کرنے کے بعد کھایا ہو تو قضا لازم ہے نہ کفارہ بسبب شبہ خلاف شافعیؒ کے م کیونکہ صوم ان کے نزدیک نہیں صحیح دن کی نیت سے جیسا مطلق نیت سے بھی نہیں صحیح ہے تو ان کے نزدیک روزہ ہی نہیں جس کے توڑنے سے کفارہ لازم آوے قالہ الحلبی ومفادہ ان الصوم مطلق النیۃ کذلک اور اس سے یہ مستفاد ہوا کہ روزہ کا حکم مطلق نیت کے ساتھ بھی یہی ہے او دخل حلقہ مطرا او ثلج بنفسہ لامکان التحرز عنہ بضم فہ بخلاف نحو الغبار والفطر تبین من دموعہ او عرقہ داخل ہو حلق میں مینہ یا برف از خود کہ اس میں بھی قضا لازم ہے کیونکہ اس سے احتراز ہو سکتا ہے منہ بند کرنے سے بخلاف مثل غبار کے اور بخلاف ایک دو قطرہ آنسو کے یا عرق کے کہ ان سے بچنا ممکن نہیں اس لیے قضا بھی نہیں دواما الاکثر فان وجد الملوحۃ فی جمیع فمہ واجتمع شیٔ کثیر وابتلعہ افطر والا لا خلاصہ اور دو قطروں سے زیادہ میں اگر شوریت تمام منہ میں پاوے اور بہت سی جمع ہو جاویں اور ان کو نگل جاوے تو روزہ ٹوٹ جاوے گا ورنہ نہیں ٹوٹے گا کذا فی الخلاصہ م یعنی ایک دو قطرہ اگرچہ اُن کا مزہ منہ کی کسی جانب میں پایا جاوے لیکن قلت کی جہت سے حلق تک نہیں پہنچ سکتے متفرق ہو جاتے ہیں قالہ الشامی او وطی امراۃ میتۃ یا وطی کی مردہ عورت کے ساتھ م اور اس میں اور اس کے مابعد میں کفارہ لازم نہ آیا اس جہت سے کہ کفارہ کے لزوم کے لیے محل پوری شہوت والا ضرور ہے کذا فی البحر او صغیرۃ لا تشتہی نہر یا وطی کی لڑکی غیر مشتہاۃ کے ساتھ کذا فی النہر او بہیمۃ او فخذا او لبنا او قبل ولو قبلۃ فاحشۃ بان یدغدغ او بعض شفتیہا یا وطی کی بہیمہ کے ساتھ یا ران میں یا پیٹ میں یا بوسہ لیا اگرچہ بوسہ فاحشہ ہو یعنی اس طرح کہ گدگدا دے یا عورت کے ہونٹوں کو چوسے م مرد کے بوسہ کا ذکر کیا کیونکہ اگر عورت مرد کا بوسہ لے اور لذت انزال کی پاوے اور رطوبت ظاہر نہ پاوے تو عورت کا روزہ ٹوٹ جاوے گا ابو یوسف کے نزدیک برخلاف قول امام محمد کے اور یہی حکم غسل میں ہے کذا فی البحر عن المعراج اور دغدغہ سے مراد ہونٹوں کا کاٹنا ہو یا فرج کا بوسہ اور قاموس میں ہے کہ دغدغہ ایک حرکت اور گدگدانا ہے بغل اور تلوے وغیرہ میں قالہ الشامی او لمس ولو بحائل لا یمنع الحرارۃ یا چھوا آدمی کو اگرچہ ایسی چیز کی آڑ سے ہو جو وصول حرارت کو مانع نہ ہو م آدمی کی قید اس واسطے بڑھائی کہ اگر مس کیا فرج بہیمہ کو اور انزال ہو گیا تو روزہ فاسد نہیں ہوتا باتفاق اور آڑ میں قید مانع حرارت نہ ہونے کی اس لیے ہے کہ اگر عورت کو چھوا کپڑوں سمیت اور حرارت جلد کی محسوس نہ ہو تو روزہ نہ جاوے گا

Marfat.com

او استمنی بکفہ او بمباشرۃ فاحشۃ دلو بین المرأتین یا منی نکالی اپنے ہاتھ سے یا اپنی بی بی کے ہاتھ سے کذافی السراج یا مباشرت فاحشہ سے اگرچہ دو عورتوں میں ہو م مباشرت فاحشہ یہ ہے کہ دونوں ننگی ہوں اور دونوں کی فرج ملی ہوں اور یہ قید احترازی نہیں ہے اور یہی حکم مقطوع الذکر کا ہے عورت کے ساتھ قالہ الحلبی کذافی الشامی فانزل قید للکل حتی لو لم ینزل لم یفطر کما مر پھر انزال ہو گیا یہ قید ہے سب مسائل میں یعنی وطی امراۃ سے آخر تک یہاں تک کہ اگر انزال نہ ہوا تو روزہ فاسد نہیں ہوا جیسا سابق مذکور ہوا یعنی او جامع فیما دون الفرج ولم ینزل الخ او افسد غیر صوم رمضان اداء لا اختصاصہا بہتک رمضان یا فاسد کر دیا کوئی روزہ سوائے رمضان کے روزہ ادا کے تو قضا لازم ہے نہ کفارہ کیونکہ کفارہ رمضان ہی کے ہتک کے واسطے مخصوص ہے یعنی رمضان میں روزہ نہ رکھنا یہ جنایت کاملہ ہے اور روزے وجوب کفارہ میں اس کے ساتھ ملحق نہیں ہو سکتے کیونکہ کفارہ اس میں وارد ہوا ہے خلاف قیاس قالہ الشامی او وطئت نائمۃ او مجنونۃ بان اصبحت صائمۃ فجنت یا جماع کی گئی عورت سوتی ہوئی یا در حالت جنون یعنی اس طرح کہ پہلے بحالت افاقت صبح کے وقت روزے سے تھی پھر مجنون ہو گئی م حلبی نے کہا یہی حکم ہے جب رات سے نیت کی تھی پھر مجنون ہو گئی رات ہی کو اور وطی واقع ہوئی دن کو یا قبل فجوہ کبری کے روزہ کی نیت کی پھر مجنون ہو گئی پھر وطی واقع ہوئی او تسحر او افطر بظن الیوم ای الوقت الذی اکل فیہ لیلا وحال ان الفجر طالع والشمس لم تغرب لف ونشر یا سحر کھائی اس گمان سے کہ ابھی رات ہے حالانکہ صبح ہو گئی یا افطار کیا اس خیال سے کہ رات ہو گئی حالانکہ آفتاب نہیں ڈوبا تو قضا لازم ہے شارح نے کہا کہ ماتن کی عبارت میں لف ونشر مرتب ہے اس لیے مترجم نے ترجمہ اس کے مطابق کیا اور یوم سے مراد وہ وقت ہے جس میں روزہ دار نے کھایا وبقی الشک فی الاول دون الثانی اور کافی ہے اسقاط کفارہ کے لیے شک اول صورت میں یعنی سحر کھانے کی صورت میں نہ دوسری صورت یعنی افطار میں اس لیے کہ اول صورت میں رات کا ہونا اصل ہے اور اس کے خروج میں شک ہے اور دوسری صورت میں دن کا ہونا اصل ہے اور غروب میں شک ہے تو غروب میں شک کا ہونا اسقاط کفارہ میں کافی نہ ہوگا چنانچہ شارح کہتا ہے عملا بالاصل فیہما یعنی دونوں صورتوں میں اصل پر عمل کرنے سے م اس لیے کہ اول صورت میں اصل بقائے شب ہے سو کفارہ واجب نہ ہوا اور ثانی میں اصل بقاء روزہ ہے پس اس میں ایک روایت پر کفارہ واجب ہوا قالہ الشامی ولو لم یتبین الحال لم یقض فی ظاہر الروایۃ اور اگر حال منکشف نہ ہو تو قضا لازم نہیں ظاہر الروایت میں م یعنی جس صورت میں کہ بقائے شب کا گمان ہو یا شک ہو یا سحر کھا دے اور یقین صبح ہونے کا نہ ہو تو قضا بھی لازم نہیں کیونکہ اصل یہ ہے کہ شب باقی ہے پس خروج شک سے ثابت نہ ہوگا کذافی البحر والمسألۃ تتفرع علی ستۃ وثلثین محلہا المطولات اور مسئلہ نکل سکتا ہے ۳۶ طور پر اس کے ذکر کی جگہ بڑی کتابیں ہیں م نہر میں مذکور ہے کہ صور مذکورہ اس طرح نکلتی ہیں کہ یہاں دو چیزیں ہیں ایک مباح کرنے والی افطار کی چیزوں کی یعنی رات کا ہونا دوم حرام کرنے والی یعنی دن کا ہونا تو ان دونوں میں سے ہر ایک میں یا گمان غالب ہے یا صرف گمان ہے یا شک ہے تو یہ چھ ہوئیں پھر ان میں سے ہر ایک کی تین قسمیں ہیں یا یہ کہ جو کچھ اس نے سمجھا وہی صحیح نکلا یا غلط یا کچھ حال صحت و غلطی منکشف نہ ہوا اور ان اٹھارہ قسموں میں سے ہر ایک یا ابتداء صوم میں یعنی سحر کا وقت ہے یا انتہاء صوم میں یعنی افطار کے وقت سو یہ ۳۶ ہوئیں اور اس میں نظر ہے کیونکہ تقسیم اول میں فرق کیا ہے ظن میں اور غلبۂ ظن میں اور اس میں کچھ فائدہ نہیں کیونکہ یہ دونوں احکام میں متحد ہیں اگرچہ مفہوم مختلف ہوں اس واسطے کہ ایک جانب کے راجح ہونے کو ظن کہتے ہیں پس اگر وہ ترجیح زیادہ ہو کہ قریب یقین کے ہو دے تو اس کو غلبۂ ظن اور اکبر رائے بولتے ہیں اسی جہت سے بحر میں ۴۴ قسمیں کی ہیں پھر نہر اور بحر دونوں پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ شک کو دوبارہ شمار کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ مباح کرنے والی چیزیں بھی کیا جائے اور حرام کرنے والی میں بھی کیونکہ جب ایک میں شک ہوا تو دوسری میں شک یقیناً ہوگا اس جہت سے کہ شک میں دونوں طرفیں برابر ہوتی ہیں بخلاف ظن کے پس تقسیم صحیح اس طرح کرنی چاہیے کہ یا وجود مبیح کا ظن کیا یا وجود صوم کا ظن ہو یا شک ہو اور ہر ایک ان میں سے یا ابتدائے صوم میں ہو یا انتہا میں اور یہ چھوں صورتیں یا یہ کہ منکشف ہو جاوے وجود مبیح کا یا وجود محرم کا یا نہ منکشف ہو پس یہ اٹھارہ ہوئے تو

Marfat.com

ابتدائے صوم میں اور نواقضہا میں اسی واسطے زیلعی نے سوائے اٹھارہ کے اور نہیں ذکر کیں اور انہیں کے احکام بیان کیے یعنی اگر سحر کھائی رات کے گمان سے پس اگر رات ظاہر ہوئی یا کچھ ظاہر نہ ہوا تو اس کے ذمہ کچھ لازم نہیں اور اگر معلوم ہوا کہ فجر طلوع ہو گئی تو اس پر صرف قضا ہے اور یہی حال ہے جب[1] رات میں شک ہو اور اگر سحر کھائی طلوع فجر کے گمان پر پس اگر واضح ہو کہ فجر ہو گئی تب اس کے ذمہ صرف قضا ہی ہے اور اگر کچھ منکشف نہ ہوا تو اس کے ذمہ کچھ نہیں ظاہر الروایت میں اور کہا گیا ہے کہ قضا کرے احتیاطاً اور اگر واضح ہوا کہ ابھی رات ہے تو اس کے ذمہ کچھ نہیں پس یہ نو صورتیں ابتداء صوم میں ہوئیں اور اگر گمان کیا کہ سورج غروب ہو گیا پس اگر عدم غروب واضح ہوا تو اس پر صرف قضا ہے اور اگر غروب واضح ہوا یا کچھ واضح نہ ہوا تو اس کے ذمہ کچھ لازم نہیں اور اگر غروب میں شک ہوا پس اگر کچھ واضح نہ ہوا تو اس پر قضا ہے اور لزوم کفارہ میں دو روایتیں ہیں اور اگر موجود ہونا شمس کا پایا گیا تو اس پر قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں اور اگر ظاہر ہوا کہ آفتاب غروب ہو گیا تو کچھ لازم نہیں اور اگر گمان کیا تھا عدم غروب کا پھر ظاہر ہوا عدم غروب یا کچھ ظاہر نہ ہوا تو اس پر قضا اور کفارہ دونوں ہیں اور اگر غروب منکشف ہوا تو کچھ لازم نہیں اور یہ نو انتنا میں ہوئیں حاصل یہ کہ اٹھارہ میں سے دس صورتوں میں کچھ لازم نہیں ہے یعنی نہ قضا لازم ہے نہ کفارہ اور چار صورتوں میں صرف قضا لازم ہے اور چار صورتوں میں قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں کذا فی الشامی عن الحلبی تقضی فی الصور کلہا فقط تمام صور مذکورہ میں صرف قضا کرے کفارہ لازم نہیں م صور کلہا سے مراد وہ ہیں جو مذکور ہوئیں وان افطر خطاء الخ نہ تفریع کی صورتیں جو ہم نے بیان کیں کذا فی الشامی کما لو شہد اعلی الغروب وآخران علی عدمہ نا فظر فظہر عدمہ اسی طرح صرف قضا لازم ہے اگر شہادت دی دو شاہدوں نے غروب پر اور دو نے عدم غروب پر پھر افطار کیا پھر ظاہر ہوا عدم غروب م کفارہ اس لیے لازم نہ آیا کہ اس نے شہادت غروب پر اعتماد کیا کذا فی الطحطاوی ولو کان ذلک فی طلوع الفجر قضی وکفر لان شہادۃ النفی لا تعارض شہادۃ الاثبات اور اگر یہ اختلاف شہود کا طلوع فجر میں ہو تو قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں کیونکہ شہادت نفی کی نہیں معارضہ کر سکتی شہادت اثبات کو م اس واسطے کہ گواہ اثبات کے واسطے ہوتے ہیں نہ نفی کے لیے تو مثبت کی شہادت مقبول ہوئی نہ نفی کرنے والے کی

کذا فی البحر واعلم ان کل ما انتفی فیہ الکفارۃ محلہ ما اذا لم یقع منہ ذلک مرۃ بعد اخری لاجل قصد المعصیۃ فان فعلہ وجبت زجرا لہ بذلک افتی ائمۃ الامصار وعلیہ الفتوی قہستانی وہذا حسن نہر اور جان تو کہ جس صورت میں کفارہ لازم نہیں سو مخصوص اس محل میں ہے کہ اس شخص سے وہ فعل بہ تکرار صادر نہ ہو گناہ کے قصد سے پس اگر اس کو مکرر کرے گا تو کفارہ واجب ہوگا اس کے زجر کے لیے یہی حکم دیا ہے شہروں کے اماموں نے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی القنیۃ اور یہ یعنی وجوب ہے کذا فی النہر والاخیران یمسکان بقیۃ یومہما وجوبا علی الاصح اور دونوں پچھلے یعنی جس نے سحر کھالی یا افطار کیا رات جان کر امساک کریں باقی روز براہ وجوب اصح روایت پر م اور قول ضعیف یہ ہے کہ امساک مستحب ہے کذا فی الفتح اور اجماع ہے اس پر کہ حائض اور نفسا اور مریض اور مسافر پر امساک واجب نہیں اور اس پر کہ جو براہ خطا افطار کرے یا عمداً یا یوم الشک میں پھر ظاہر ہو کہ رمضان کا دن ہے کہ اس پر امساک بقیہ یوم واجب ہے ذکرہ قاضی خان اور اخیرین کی تخصیص کی وجہ معلوم نہیں ہوتی جیسا شارح بھی اس کی طرف اشارہ کرے گا ان الفطر قبیح وترک القبیح شرعا واجب الخ سے کہ افطار رمضان میں قبیح ہے اور قبیح کا ترک شرعاً واجب ہے م فطر سے مراد مفطر کے طور پر کھانا پینا ہے کیونکہ صوم پہلے ہی فاسد ہو چکا قالہ الشامی کمسافر اقام وحائض ونفساء طہرتا ومجنون افاق ومریض صح جیسا امساک واجب ہے مسافر پر کہ مقیم ہو گیا اور حائضہ اور نفسا پر کہ پاک ہوئی ہوں اور مجنون کہ ہوش میں آیا اور مریض جو اچھا ہو گیا م مسافر مقیم ہوا یعنی دوپہر کے بعد یا دوپہر سے پہلے مگر کھانا کھانے کے بعد اور اگر دوپہر اور کھانے سے پیشتر مقیم ہو گا تو روزہ لازم ہو گا اگرچہ نیت افطار کی کر چکا ہو جیسا اگلی فصل میں آوے گا اور ان مسائل میں قاعدہ یہ ہے کہ جو شخص آخر روز ایسی حالت پر ہو جاوے کہ اگر اس حالت پر اول روز ہوتا تو روزہ لازم ہوتا پس اس کے ذمہ امساک لازم ہے کذا فی الخلاصۃ والنہایۃ والعنایۃ اور

---

[1] اس میں تین صورتیں داخل ہیں یعنی رات میں شک تھا اور رات ہی نکلی دوم یہ کہ کچھ نہ معلوم ہوا سوم یہ کہ فجر نکلی ۱۲

Marfat.com

چونکہ یہ قاعدہ جمیع افراد کو جامع نہیں ہے کیونکہ اس میں سے خارج ہے وہ شخص جو یوم الشک میں صبح کو مفطر ہوا اور وہ جو رات کے گمان سے سحر کھالے یا افطار کرے غروب کے گمان سے اسی واسطے قاعدہ مذکورہ کے بعد بدائع میں یہ کہا ہے اور اسی طرح حال ہے اس شخص کا کہ اس پر روزہ واجب ہوا بسبب کے موجود ہونے اور اہلیت کے متحقق ہونے سے مگر اس کا پورا کرنا متعذر ہو گیا ہو جیسے جان کر افطار کر ڈالے یا یوم الشک میں مفطر ہے پھر ظاہر ہوا کہ یہ روز رمضان کا ہے یا سحر کھالی اس خیال سے کہ ابھی صبح نہیں ہوئی پھر معلوم ہو گیا کہ صبح ہو گئی ان صورتوں میں بھی امساک واجب ہے صائمیں کی مشابہت سے انتہی پس بدائع میں وجوب امساک کے دو قاعدے رکھے قالہ الشامی اور حائض جو پاک ہوئی یعنی بعد فجر کے یا فجر کے ساتھ کذا فی الفتح اور مجنون ہوش میں آیا یعنی کھانے کے بعد یا جب نیت کا وقت جاتا رہا ورنہ وہ تو جب نیت کرے گا اس کا روزہ صحیح ہو گا اور ظاہر یہ ہے کہ امساک اس پر بھی واجب ہے جیسا مسافر پر قالہ الشامی و مفطر دلو مکرہا او خطاء اور جیسے امساک واجب ہے افطار کرنے والے پر اگرچہ کسی کے دباؤ سے افطار کیا ہو یا خطا سے م مفطر کے لفظ سے تعبیر کیا تاکہ معلوم ہو کہ مفطر سب برابر ہیں کسی میں کچھ فرق نہیں اس میں اشارہ ہے کہ مصنف کے قول یعنی والاخیر ان ممکن الخ کی کوئی وجہ نہیں و صبی بلغ و کافر اسلم اور جیسے امساک واجب ہے لڑکے پر کہ بالغ ہوا یا کافر پر کہ مسلمان ہوا و کلھم یقضون ما فاتھم الاالآخرین اور یہ سب جو مذکور ہوئے قضا کریں جو ان سے فوت ہوا یعنی اس روز کا روزہ مگر دونوں پچھلے یعنی لڑکا جو بالغ ہوا یا کافر جو مسلمان ہوا وہ اس روز کے روزہ کی قضا نہ کریں وان افطر العدم اہلیتھما فی الجزء الاول من الیوم گو وہ دونوں پچھلے افطار کر لیں کیونکہ یہ دونوں اس روز کے اول جزء میں روزہ کے اہل نہ تھے م یعنی اصل وجوب ہی کے اہل نہیں بخلاف حائض و مسافر و مریض کے کہ ان کے اوپر روزہ واجب ہوتا ہے لیکن وجوب ادا ان سے ساقط ہے اس لیے قضا واجب ہوتی ہے و ہو السبب فی الصوم اور وہی جزو اول سبب ہے صوم میں م یعنی سبب ہے ہر روز کے روزہ کا اور یہ خلاف ہے اس کے جو سرخسی نے اختیار کیا ہے اور مصنف نے بھی اس کتاب کے اول میں بیان کیا ہے کہ آجانا ماہ رمضان کے دن یا رات کے ایک جز کا سبب روزہ کا ہے لکن لو نوی قبل الزوال کان نفلا فیقضی بالافساد کما فی الشرنبلالیۃ عن الخانیۃ لیکن اگر وہ دونوں پچھلے روزہ کی نیت کریں زوال سے پہلے تو روزہ نفل ہو گا توڑنے سے اس کے قضا لازم آوے گی کذا فی الشرنبلالیہ عن الخانیہ م یہ استدراک ہے اس سے جو امساک سے مفہوم ہوا کہ دونوں کا روزہ صحیح نہیں ہوا سو بیان کر دیا کہ فرض صحیح نہیں ہوا ظاہر الروایت میں برخلاف امام یوسفؒ کے اور نفل صحیح ہے اگر نیت کر لیں زوال سے پہلے یہاں تک کہ اگر اس کو توڑ دیں گے تو قضا واجب ہو گی قالہ الشامی و لو نوی المسافر او المجنون او المریض قبل الزوال صح عن الفرض اذا گر نیت کر لی مسافر یا مجنون یا مریض نے زوال سے پہلے تو درست ہے بجائے نفل کے م زوال سے مراد نصف النہار شرعی ہے اور یہ لفظ اسی طرح بہتر ہے کتب میں متعدد جگہ واقع ہے تسامحا یا بنا بر قول ضعیف قالہ الشامی و لو نوی الحائض او النفساء لم یصح اصلا للمنافی اول الوقت وہو لا یتجزی اور اگر حائض نے یا نفسا نے نیت کر لی تو صحیح نہیں ہے بالکل یعنی نہ فرض نہ نفل کیونکہ اول وقت میں منافی صوم کا موجود ہے اور صوم عبادت واحدہ ہے متجزی نہیں ہوتا یعنی جب مفسد ایک جز میں پایا گیا تو اس نے باقی کو بھی فاسد کر دیا کذا فی الظہیری و یومر الصبی بالصوم اذا اطاقہ و یضرب علیہ ابن عشر کالصلوۃ فی الاصح اور لڑکے کو روزے کا حکم کریں جب اس کی طاقت رکھتا ہو اور ماریں روزہ رکھنے پر دس برس کی عمر میں مثل صلوۃ کے اصح روایت پر م لڑکے کا ولی یا وصی حکم کرے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ امر واجب ہے اسی طرح منکرات سے منع کریں تاکہ خیر کی الفت حاصل ہو اور شر سے باز رہے اور اگر تمام مہینے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو جس قدر کی طاقت رکھتا ہو اس قدر کا امر کریں اور مارنے سے مراد ہاتھ کی مار ہے نہ لکڑی کی اور لڑکا اگر روزہ توڑ دے تو قضا لازم نہیں قالہ الشامی وان جامع المکلف آدمیا مشتی فی رمضان اداء ما مر اور اگر جماع کیا مکلف یعنی عاقل بالغ نے آدمی مشتی[1] کے ساتھ رمضان کے ادا روزہ میں ادا کی قید اس وجہ سے ہے کہ گذری یعنی کفارہ بہتک حرمت رمضان کے لیے لازم ہے اور قضا میں ہتک رمضان نہیں م یہ قسم ثالث قضا کا بیان

[1] ثبوت ملا ۱۲

Marfat.com

شروع ہوا یعنی جن صورتوں میں قضا وکفارہ دونوں لازم ہیں اور مکلف کی قید سے نکل گیا صبی اور مجنون اور آدمی کی قید سے جنی اور مشتہی سے مراد مشتہی علی الکمال ہے پس بیلتہ یا بہیمہ کے جماع سے کفارہ لازم نہیں گو انزال ہو جاوے کذا فی البحر اوجو مع وتوارت الحشفۃ فی احد السبیلین انزلا او لا یا جماع کیا گیا اسکے ساتھ اور غائب ہو گیا راس ذکر قبل یا دبر میں انزال ہو یا نہ ہو م جو مع شامل ہے اس کو کہ زوج صغیر جماع کرے عورت کے ساتھ کیونکہ قہستانی میں ہے کہ جیسا مرد کے ذمے مشتہاۃ کے جماع سے کفارہ لازم ہے ایسا ہی عورت کے ذمہ ہے صبی یا مجنون کے جماع سے اور وہ نو صورتوں میں مشائخ کا اختلاف ہے کما فی التمرتاشی اور حشفہ کا غائب ہونا اس واسطے کہا کہ بغیر اس کے جماع متحقق نہیں اور انزال اور عدم انزال اس واسطے برابر ہوا کہ عدم انزال کی صورت میں بھی قضاء شہوت متحقق ہے اس سے حد لازم ہوتی ہے جو عقوبت محضہ ہے پس کفارہ جس میں معنی عبادت کے بھی ہیں بطریق اولیٰ لازم ہوگا کذا فی البحر اوکل اوشرب غذاءً بکسر الغین وبالذال المعجمتین والمد ما یتغذی بہ اودواءً ما یتداوی بہ یا کھاوے یا پیوے غذا یا دوا شارح نے کہا کہ غذاءً غین کے کسرہ اور ذال منقوطہ اور مد کے ساتھ یعنی جو صلاحیت غذائیت کی رکھے جیسے گیہوں کی روٹی گوشت اور پانی کو غذا میں اس واسطے شمار کیا کہ وہ غذا کی اعانت کرتا ہے گو غذا نہیں اور دواءً کہ جس سے شفا طلب کی جاوے والضابط وصول ما فیہ صلاح بدنہ لجوفہ وسنہ بریق جلیہ فیکفر لوجود معنی صلاح البدن فیہ درایۃ وغیرہا اور قاعدہ کلیہ غذا اور دوا کی شناخت کا یہ ہے کہ پہنچنا ایسی شے کا پیٹ میں جس میں اس کے بدن کی اصلاح ہو غذا یا دوا کہلاتی ہے اور اس میں ہے لعاب دہن محبوب کا سوا اگر نگل جاوے تو اس میں کفارہ لازم ہے کیونکہ صلاح بدن کی موجود ہے کذا فی الدرایۃ وغیرہا ونقلہ الشرنبلالی عن الحدادی وردہ فی النہر اور شرنبلالی نے حدادی سے نقل کیا اس کو نہر میں رد کیا ہے م شرنبلالیہ میں ہے کہ تغذی کے معنی میں اختلاف ہے بعض نے کہا ہے جس کے کھانے کو طبیعت چاہے اور پیٹ کی خواہش دفع ہو اور بعض نے کہا ہے کہ وہ چیز جس کا نفع صلاح بدن پر عائد ہو اور فرق اس طرح سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص نے لقمہ چبا کر منہ سے نکالا پھر اس کو کھا لیا تو دوسرے معنی کے لحاظ سے اس پر کفارہ لازم ہے نہ اول کے اور اس کے برعکس حکم بھنگ میں ہے کیونکہ اس میں بدن کا نفع کچھ نہیں ہے بلکہ عقل کم ہو جاتی ہے تو قول ثانی کے بموجب کفارہ نہ ہوگا لیکن طبیعت اس کی طرف میل کرتی ہے اور پیٹ کی خواہش دفع ہوتی ہے تو کفارہ واجب ہوگا بموجب قول اول کے اور نہر میں کہا ہے کہ یہ تحقیق سے بعید ہے اس واسطے کہ اس تقدیر پر فقہاء کا قول اودواءً لغو ہو جاوے گا اور نیز وہ قول محققوں نے ذکر کیا ہے کہ نظر کے معنی ہیں جوف میں پہنچنا ایسی چیز کا جس میں اصلاح بدن کی ہو خواہ غذا ہو یا دوا یہ بھی لغو ہوگا کیونکہ یہ قول مقابل ہے اول قول کے اور محل خلاف کی تحقیق میں یہی مناسب ہے انتہی میں کہتا ہوں کہ اس کا حاصل یہ ہے کہ تغذی کے معنوں میں اختلاف نہیں ہے بلکہ نظر کے معنوں میں لیکن صاحب نہر نے جو محققین سے نقل کیا ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ تغذی میں اختلاف نہ ہوئے لیکن تحقیق یہ ہے کہ نہ تغذی کے معنی میں اختلاف ہے نہ نظر کے اس واسطے کہ علما نے ذکر کیا ہے کہ کفارہ واجب نہیں ہے مگر جس صورت میں کہ افطار صورۃً ومعنیً ہو پس اکل میں افطار صورۃ موجود ہے یعنی نگلنا اور نظر معنوی یہ کہ اس سے بدن کی اصلاح ہو خواہ دوا ہو یا غذا تو اس سے یہ نکلتا ہے کہ کفارہ واجب نہ ہوگا کنکری کے نگلنے سے کیونکہ صرف صورت اکل کی ہے اور نہ حقنہ وغیرہ میں کیونکہ صرف اکل معنوی ہے چنانچہ ہدایہ وغیرہ میں اسی طرح معلل کیا ہے اور بدائع میں ذکر کیا ہے کہ کفارہ واجب ہوتا ہے اس چیز کے جوف میں پہنچانے سے جس سے قصد تغذی کا یا تداوی کا بوسنہ کی راہ سے بخلاف غیر اس صورت کے پس کفارہ واجب نہ ہوگا اگر بادام یا اخروٹ ثابت خشک حلق میں اتار لیا کیونکہ اکل صورۃ ہے معنی نہیں اس واسطے کہ ان اشیاء کو اس طرح کھانے کی عادت نہیں تو مانند کنکری اور گٹھلی کے ہوئے اور سوکھا آلو بخارا کھانے میں یا تر آلو کھانے میں بھی نہ ہوگا کیونکہ اس سے مقصود تغذی اور تداوی نہیں ہے اور ایسا ہی درخت کے پتے اگر عادۃً ماکول ہیں تو کفارہ واجب ہے ورنہ صرف قضا لازم ہے اور ایسا ہی اگر تھوک منہ سے نکلا پھر نگل لیا یا کسی دوسرے کا تھوک چاٹ لیا کیونکہ اس کو طبیعت مکروہ جانتی ہے اور اگر کسی پیارے یا دوست کا لعاب ہے تو کفارہ واجب ہے کما ذکر الحلوانی کیونکہ طبیعت نفرت

لہ تاموس میں ہے کہ غذاء جس سے جسم کا نمو اور قوام ہے ۱۲

Marfat.com

نہیں کرتی ہے اور اس سے ظاہر ہوا کہ مراد ان کی ما یتغذی بہ سے وہی ہے کہ جس میں صلاح بدن کی ہو اس طرح کہ مادۃً ماکول ہو یا لقصد تغذی یا تداوی یا تلذذ کذا فی الشامی مختصراً عمداً راجع للکل لفظ عمداً سب کے ساتھ تعلق رکھتا ہے یعنی اکل و شرب و جماع قصداً ہو م اس سے مخطی اور مکرہ نکل گئے کذا فی البحر میں کہتا ہوں کہ ناسی بھی نکل گیا کیونکہ مراد ان چیزوں کے عمداً کرنے سے قصد افطار کا ہے اور ناسی اگرچہ مفطر کا استعمال قصداً کرتا ہے لیکن افطار کا قصد نہیں کرتا قالہ الشامی او احتجم ای فعل مالا یظن الفطر بہ کقصد و کحل و لمس و جماع بہیمۃ بلا انزال او داد حال اصبع فی دبر و نحو ذلک یا پچھنے لگوائے یعنی ایسا کام کیا جس سے افطار کا گمان نہیں جیسا فصد اور سرمہ لگایا اور عورت کو ہاتھ لگایا اور بہیمہ کا جماع بلا انزال اور انگلی خشک مقعد میں دینی وغیرہا م شارح نے ای فعل کہنے سے اشارہ کیا کہ یہ حکم خاص پچھنوں کا نہیں ہے اور اس سے احتراز ہو گیا ان اشیاء سے جن میں گمان افطار کا ہو سکتا ہے مثلاً اول بھول کر کھالیا پھر روزہ ٹوٹ جانے کے گمان سے عمداً کھالیا تو کفارہ لازم نہیں شبہہ کی جہت سے جیسا سابقاً مذکور ہوا قالہ الشامی فظن فطرہ بہ فاکل عمداً پھر گمان کیا کہ حجامت وغیرہ سے روزہ ٹوٹ گیا پھر جان کر کھالیا قضی فی الصور کلہا و کفر قضا کرے اور کفارہ دے تمام صورتوں میں م یعنی دان جامع یہاں تک اور وقت وجوب قضا اور کفارہ کا بیان نہ کرنے سے جتلا دیا کہ وجوب علی التراخی ہے جیسا امام محمدؒ کہتے ہیں اور ابو یوسفؒ کہتے ہیں کہ علی الفور ہے اور ابو حنیفہؒ سے دو روایتیں ہیں کذا فی التمرتاشی لا ظن فی غیر محلہ اس واسطے کہ یہ گمان بے موقع ہے یعنی پچھنے لگوانے کسی طرح مفطر نہیں تو ان کو مفطر سمجھنا بے موقع ہے حتی لو افتاہ مفت یعتمد علی قولہ او سمع حدیثا و لم یعلم تاویلہ لم یکفر لشبہۃ یہاں تک کہ اگر کسی مفتی معتمد علیہ نے اس پر فتوی دیا یا حدیث سنی اور اس کی تاویل نہیں جانتا تو کفارہ نہ دے واسطے شبہہ کے م غرض یہ ہے کہ اگر ظن اپنے موقع پر ہو تو کفارہ نہیں اور مفتی کا معتمد ہونا اس لیے کہا کہ نہایہ میں کہا ہے کہ شرط یہ ہے کہ مفتی وہ ہو جس سے فقہ اخذ کرتے ہوں اور شہر میں اس کے فتوی پر اعتماد ہو کیونکہ اس صورت میں اس کے فتوی سے شبہہ ہو گا اور اس کے غیر کے فتوی کا اعتبار نہیں اور اس سے معلوم ہوا کہ معتمد صیغہ مجہول کا ہے پس اکیلے سائل کا اعتماد کافی نہیں اور حدیث سے مراد یہ محدث ہے کہ پچھنے لگانے والا اور جس نے لگوائے دونوں کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے امام محمد کے نزدیک اس حدیث پر عمل کرنے سے اگر کوئی شخص بعد پچھنے کے عمداً کھالے گا تو کفارہ لازم نہیں اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اقوے ہے مفتی کے قول سے پس اس میں شبہہ کی جہت سے کفارہ ساقط ہونا اولی ہے اور امام ابو یوسفؒ اس کے خلاف کہتے ہیں ان کا قول یہ ہے کہ عامی کو اقتداء فقہا کا چاہیے کیونکہ وہ احادیث کی معرفت پر نہیں پہنچ سکتا ہے تو کفارہ ساقط ہونے میں حدیث کا سننا اس کو کافی نہیں اور حدیث مذکور کی تاویل یہ ہے کہ وہ منسوخ ہے یا جن کی شان میں حدیث وارد ہوئی وہ طاقت رکھتے تھے پس مراد یہ کہ ثواب روزہ کا جاتا رہا پس اگر اس تاویل کو جان کر کوئی عمداً بعد پچھنوں کے کھالے گا تو کفارہ واجب ہو گا اس لیے کہ شبہہ نہ رہا کذا فی الشامی ملتقطا و ان اخطا المفتی و لم تثبت الاثر اگرچہ اس فتوی میں مفتی نے خطا کی اور اگرچہ اس باب میں اثر ثابت نہیں ہے م مراد یہ ہے کہ سوائے حدیث افطر الحاجم والمحوم کے کوئی حدیث صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ تو صحیح و ثابت ہے قالہ الشامی الا فی الادہان یہ استثنا لم یکفر سے ہے یعنی اگر تیل لگایا پھر کھالیا تو کفارہ دے کیونکہ اس نے عمداً یہ کام کیا بدون کسی دلیل شرعی کی سند کے اور کسی فقیہ کا فتوی اور حدیث کی تاویل یہاں کارآمد نہیں کیونکہ یہ صورت مشتبہ نہیں ایسے اشخاص پر جن کو ادنی دخل فقہ میں ہو اسی طرح کمال نے نقل کیا ہے بدائع سے لیکن اس کے مخالف ہے جو خانیہ میں ہے کہ جو شخص سرمہ لگا دے یا تیل لگا دے بدن کو یا مونچھوں کو پھر کھالیوے قصداً تو اس پر کفارہ ہے مگر اس صورت میں کہ جاہل ہو اور کسی نے اس کو افطار کا فتوی دیا ہو اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ راجح یہ ہے کہ استثنا نہ چاہیے پس شارح کو اولی یہ تھا کہ استثنا ترک کرتا قالہ الشامی وکذا الغیبۃ عند العامۃ زیلعی اور یہی حال غیبت کا ہے کہ اگر غیبت کرنے کے بعد بقصد روزہ توڑے تو اس میں بھی کفارہ لازم ہے اکثر علما کے نزدیک کذا فی الزیلعی م کیونکہ افطار غیبت سے مخالف قیاس کے ہے اور حدیث غیبت سے روزہ ٹوٹنے کی بالاجماع تاویل کی گئی ہے یعنی مراد یہ ہے کہ ثواب جاتا رہتا ہے بخلاف حدیث حجامت کے کہ بعض

Marfat.com

علما نے اس کے ظاہر کو بھی اخذ کیا ہے جیسے امام احمدؒ اور اوزاعی کذا فی الامداد اور علمائے ظاہریہ کا خلاف غیبت میں معتبر نہیں کیونکہ یہ خلاف عادت ہوا ہے بعد اس کے کہ سلف تاویل مذکور کر چکے تھے کذا فی الفتح لکن جعلها فی الملتقی کالجماعۃ ورجح فی البحر للشبہۃ لیکن غیبت کو ملتقی میں حجامت کے مانند کہا ہے اور اسی کو بحر میں ترجیح دیا ہے شبہ کی جہت سے م تم کو معلوم ہو چکا کہ جو مخالف اجماع کے ہو اس سے شبہ نہیں ہوتا اور عمل اس پر ہے جس پر اکثر مشائخ ہیں واللہ اعلم قالہ الشامی ککفارۃ الظہار الثابتۃ بالکتاب وما بعدہ فبالسنۃ کفارہ روزہ کا دے مثل کفارہ ظہار کے لیکن کفارہ ظہار کتاب اللہ سے ثابت ہے اور کفارہ روزہ کا سنت سے م یعنی اس کی مثل[1] ہے ترتیب میں پس اول تو بردہ آزاد کرے اور اگر نہ پاوے تو دو مہینے کے پے در پے روزے رکھے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو ۶۰ مسکینوں کو کھانا دے بموجب حدیث اعرابی کے جو صحاح ستہ میں مذکور ہے پس اگر پیم روزہ رکھنے میں افطار کرے اگرچہ عذر سے ہو تو از سر نو رکھے مگر حیض کے عذر سے از سر نو نہ رکھے اور کفارہ قتل میں بھی تتابع شرط ہے اور ایسا ہی جو کفارہ کہ اس میں عتق مشروع ہے کذا فی النہر اور وجوب کفارہ میں مرد عورت میں غلام آزاد میں بادشاہ وغیرہ میں فرق نہیں قالہ الشامی ومن ثم شبہوا بہا اور اسی جہت سے کفارہ صوم کو کفارہ ظہار کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں م یعنی چونکہ کفارہ ظہار ثابت بالکتاب ہے تو اعلیٰ درجہ ہوا کفارہ صوم سے کہ ثابت بالسنۃ ہے اس لیے ادنیٰ کو اعلیٰ کے ساتھ تشبیہ دیا اور یہ مقتضی ہے اس کو کہ کفارہ ظہار کا منکر کافر ہو اور کفارہ صیام کا منکر کافر نہ ہو تشبیہ تشبیہ میں اشارہ ہے کہ روزہ کے کفارہ کا ظہار کے کفارہ کی مثل ہونا ہر وجہ سے لازم نہیں اس واسطے کہ جماع اثناء کفارہ میں تتابع کو قطع کر دیتا ہے کفارہ ظہار میں مطلقاً عمداً ہو یا نسیانا رات کو ہو یا دن کو بخلاف کفارہ صوم وقتل کے کیونکہ جماع تتابع کو ان دونوں میں نہیں قطع کرتا مگر افطار خواہ بعذر ہو یا بے عذر اور غیر عذر سے مراد ما سوائے حیض کے ہے حاصل یہ ہے کہ اس جگہ تتابع کو دخلی قطع نہیں کرتی رات کو قصداً یا دن کو نسیانا بخلاف کفارہ ظہار کے قالہ الشامی ثم انما یکفر ان نوی لیلا دلم یکن مکرہا دلم یطرد مستقلا کمرض وحیض پھر کفارہ اسی صورت میں لازم ہے کہ روزہ دار نے رات سے نیت کی ہو کیونکہ دن کی نیت میں شافعی کا خلاف ہے پس شبہہ سے کفارہ لازم نہ ہوگا اور اس پر کسی کی طرف سے اکراہ نہ ہو اور نہ حادث ہو بعد عمداً افطار کرنے کے کوئی عذر سماوی کہ کفارہ کو ساقط کر دے جیسا مرض جس میں افطار مباح ہو یا حیض کہ عذر ہو جاتے[2] اور اکراہ کی صورت میں بھی کفارہ لازم نہ آوے گا واختلف فیما لو مرض بجرح نفسہ او سوفر بہ مکرہا والمعتمد لزومہا اور اختلاف کیا ہے اس صورت میں کہ بیمار ہو جاوے اپنے آپ کو زخم لگا کر یا زیادتی کوئی اس کو سفر میں لے جاوے اور معتمد یہ ہے کہ کفارہ لازم ہے م سفر کو اکراہ کے ساتھ مقید کیا اس واسطے کہ اگر اپنی خوشی سفر کرے گا تو بالاتفاق کفارہ ساقط نہیں ہوگا لیکن اگر افطار کرے بعد اس کے کہ سفر کیا تو کفارہ واجب نہیں کذا فی النہر یعنی اگرچہ روزہ توڑنا اس پر حرام ہے اگر سفر فجر کے بعد کیا جیسا آگے مذکور ہوگا قالہ الشامی دفی المعتاد ممی وحیضا والمتیقن قتال عدو لو افطر لم یحصل العذر والمعتمد سقوطہا اور اختلاف ہے اس میں جس کو عادت مقررہ ہے تپ کی حیض کی یا یقین کرتا ہے دشمن کے مقابلے کا اگر افطار کیا اور عذر مقرری نہ پایا گیا اور معتمد یہ ہے کہ کفارہ ساقط ہے م اسی کی تصحیح کی ہے برازیہ میں اور قاضی خان نے شرح جامع صغیر میں اور شرنبلالی نے بھی یہی اختیار کیا ہے لیکن یہ مخالف ہے بحر کے کہ اس میں کہا ہے کہ اگر عورت نے افطار کیا اس خیال پر کہ اس کے حیض کا دن ہے اور اس کو حیض نہ آیا تو ظاہر یہ ہے کہ کفارہ واجب ہے جیسا افطار کیا اس گمان سے کہ یہ یوم المرض ہے اور صحیح یہ ہے کہ کفارہ واجب ہے جیسا تاتارخانیہ میں منصوص ہے اور اس لیے سراج اور نبقی میں وجوب کا جزم کیا ہے دونوں مسئلوں میں اور حاصل یہ ہے کہ تپ اور مرض کی عادت والوں میں تبیح کا اختلاف ہے اور جو قتال دشمن کا یقین رکھتا ہو اس پر سے سقوط کفارہ میں میں نے کسی کا

---

[1] ابو نصر محمد بن سلام نے کہا ہے یعنی بادشاہ اور اس کے امثال کے بارہ میں کہ فتویٰ دیا جاوے دو مہینے کے روزوں کا کیونکہ مقصود کفارہ سے اشرف جزء ہے اور اس پر سارے مہینے کے روزے افطار کرنے اور بردہ آزاد کرنا سہل ہے پس زجر حاصل نہ ہوا ش

Marfat.com

خلاف نہیں دیکھا اور فرق یہ ہے کہ قتال دشمن کے لیے تقدیم افطار کی طرف احتیاج ہوتی ہے تاکہ قوت ہو بخلاف مریض کے جامع الفصولین میں یہ فرق لکھا ہے قالہ الشامی ولو تکرر فطرہ ولم یکفر للاول یکفیہ واحدۃ ولو فی رمضانین عند محمد وعلیہ الاعتماد بزازیہ ومجتبیٰ وغیرہما اور اگر اس نے مکرر روزے توڑے اور پہلے کا کفارہ ادا نہیں کیا تو اس کو ایک ہی کفارہ بس ہے گو دو رمضانوں میں کے روزے ہوں امام محمد کے نزدیک اور اسی پر اعتماد ہے کذا فی البزازیہ ومجتبیٰ وغیرہما مم بحر میں اس کو اصرار سے نقل کیا ہے اور جوہرہ سے نقل کیا ہے کہ اگر دو رمضانوں میں کے ہوں تو دو کفارہ لازم ہیں اگرچہ پہلے کا کفارہ ادا کیا ہو ظاہر الروایۃ میں اور یہی صحیح ہے میں کہتا ہوں کہ ترجیح مختلف ہوئی اور دوسرے کی تقویت اس جہت سے ہے کہ ظاہر الروایۃ ہے قالہ الشامی واختار بعضہم للفتوی ان افطر بغیر الجماع تداخل والا لا اور بعض نے فتوی کے لیے یہ اختیار کیا ہے کہ اگر افطار کھانے پینے سے ہو تو کفارہ متداخل ہو گا یعنی ایک ہی ہو گا اور اگر افطار مکرر جماع سے ہو تو جدا جدا کفارہ ہو گا اگرچہ پہلے کا کفارہ ادا نہ کیا ہو مم کیونکہ جماع بڑا قصور ہے اور اسی جہت سے امام شافعی کے نزدیک جماع ہی میں کفارہ ہے کھانے پینے میں نہیں قالہ الشامی ولو اکل عمدا شہوۃ بلا عذر لقتل وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ اور اگر کھا دے قصداً علی الاعلان بے عذر رمضان میں تو قتل کیا جاوے اور شرح وہبانیہ میں اس کو پورا بیان کیا ہے مم وہبانیہ میں کہا ہے ؎ ولو اکل الانسان عمدا وشہوۃ ۔ ولا عذر فیہ قیل بالقتل یومر ۔ شرنبلالی نے کہا ہے اسکی صورت یہ ہے کہ بقصد کھایا کسی شخص نے بے عذر سب کے سامنے تو قتل کیا جاوے کیونکہ دین کے ساتھ مسخرہ کرتا ہے یا منکر اس کا جو دین میں بالضرورۃ ثابت ہے اور اس کے قتل کی حلت میں اور حکم دینے میں خلاف نہیں ہے پس قیل جو مولف وہبانیہ نے کہا ہے ضعف کے سبب سے نہیں ہے قالہ الحلبی وان ذرعہ القی وخرج ولم یعد لا یفطر مطلقا ملاء او لا اور اگر قے آگئی اور نکل گئی اور منہ میں آکر پھر حلق میں نہیں گئی تو روزہ نہیں ٹوٹتا ہر صورت میں یعنی منہ بھر کے آوے یا نہیں مم یہ مسئلہ ۲۴ طرح پر ہو سکتا ہے کیونکہ قے آپ سے آوے یا قصداً کرے اور دونوں صورتوں میں منہ بھر ہو یا کم اور چاروں صورتوں میں یا خارج ہو جاوے یا خود حلق میں عود کرے یا بقصد گلے میں اتارے اور ان بارہ صورتوں میں یا یہ کہ روزہ یاد ہے یا نہیں اور روزہ نہیں ٹوٹتا سب صورتوں میں بنا بر اصح روایت کے مگر اعادہ اور استقاء میں یعنی بقصد عود کرانے میں اور بقصد قے کرنے میں بشرطیکہ منہ بھر ہو اور روزہ یاد ہو کذا فی شرح الملتقی فان عاد بلا صنعہ ولو ہو ملاء الفم مع تذکرہ للصوم لا یفسد خلافا للثانی پس اگر از خود پلٹ گئی گو منہ بھر کر ہو باوجودیکہ روزہ یاد ہے تو روزہ نہیں ٹوٹتا بخلاف امام ابی یوسفؒ کے وان اعادہ او قدر حمصۃ منہ فاکثر حدادی افطر اجماعا ولا کفارۃ فیہ ان ملاء الفم والا لا ہو للفتا اور اگر قصداً قے کو اندر ہٹا لیا یا اس میں سے ایک چنے کی مقدار یا زیادہ کو قالہ الحدادی تو بالاجماع روزہ جاتا رہا اگر قے منہ بھر کر آئی ہو اور کفارہ لازم نہیں ہے اور اگر قے ملاء الفم نہ ہو اور کل کو اعادہ کر لیا یا بعض کو تو روزہ فاسد نہ ہو گا اور یہی مختار ہے مم اور خانیہ میں ہے کہ یہی صحیح ہے اور علماء کثیر نے اسکی تصحیح کی ہے کذا فی الزیلعی اور قدر نخود میں اشارہ ہے کہ حکم میں فرق نہیں اعادہ کل کا کرے یا ایک چنے کی مقدار کا بشرطیکہ قے منہ بھر ہو حدادی نے سراج میں کہا ہے کہ مبنی خلاف کا یہ ہے کہ ابو یوسفؒ ملاء الفم کو اعتبار کرتے ہیں اور محمد اس شخص کے فعل کو پس ملاء الفم کو حکم خارج کا دیا گیا اور اس سے کم تر گویا خارج ہی نہیں کیونکہ اس کا ضبط ممکن ہے اور اس خلاف کا نتیجہ چار مسئلوں میں ظاہر ہوتا ہے ایک یہ کہ ملاء الفم نہ ہو اور از خود عود کر جاوے تو بالاجماع روزہ نہیں جاتا ابو یوسفؒ کے نزدیک اس جہت سے کہ اس کو حکم خارج کا نہیں اور امام محمدؒ کے نزدیک اس جہت سے کہ اس شخص کے فعل کو اس میں دخل نہیں دوسرا یہ کہ قے ملاء الفم ہو اور اس کو اعادہ کیا کل کو یا بعض کو چنے کی مقدار تب بالاجماع افطار پایا جاوے گا کیونکہ قے خارج کو جوف میں اعادہ کر لیا اپنے فعل سے تیسرا یہ کہ قے ملاء الفم نہیں ہے اور اس کو اعادہ کیا تو امام محمدؒ کے نزدیک چونکہ اس کی صنع پائی گئی روزہ ٹوٹ گیا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نہیں ٹوٹا کہ قے پری دہن نہیں ہے چوتھی صورت یہ کہ قے ملاء الفم ہو اور خود بقدر نخود عود کر جاوے تو ابو یوسفؒ کے نزدیک روزہ جاتا

؎ اور اگر کھا دے انسان قصداً اور علی الاعلان اور اس کو کچھ عذر نہ ہو تو کہتے ہیں کہ اس کے قتل کا حکم کیا جاوے ۱۲

Marfat.com

رہے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک نہیں اور یہی صحیح ہے کذا فی الشامی وان استقاء ای طلب القی عامدا ای متذکرا الصوم ان کان ملاء الفم فسد بالاجماع مطلقا اور اگر قصداً قے کی اس طرح کہ روزہ یاد ہے اگر قے ملاء الفم ہے تو روزہ فاسد ہو گیا بالاجماع ہر صورت میں م یعنی خود عود کرے یا اعادہ کرے یا نہ عود ہو نہ اعادہ فتح القدیر میں کہا ہے کہ اس میں تفریع عود اور اعادہ کی نہیں جاری ہو سکتی کیونکہ عود مجرد قے سے روزہ ٹوٹ گیا گو عود اور اعادہ دونوں ہوں قالہ الشامی وان اقل لا عند الثانی وہو اصح اور اگر قے ملاء الفم سے کم ہو یعنی بشرطیکہ عود نہ کرے اور نہ اعادہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی صحیح ہے لکن ظاہر الروایۃ کقول محمد انہ یفسد کما فی الفتح عن الکافی لیکن ظاہر الروایت مثل قول محمد کے یہ ہے کہ روزہ ٹوٹ جاتا ہے جیسا فتح میں نقل کیا ہے کافی سے فان عاد بنفسہ لم یفطر وان اعادہ ففیہ روایتان اصحہما انہ لا یفسد محیط پس اگر عود کرے از خود تو روزہ نہیں ٹوٹتا اور اگر بقصد اعادہ کیا تو اس میں دو روایتیں ہیں ان میں اصح یہ ہے کہ نہیں ٹوٹتا کذا فی المحیط م یعنی ابو یوسفؒ سے دو روایتیں منقول ہیں کیونکہ محمد کے نزدیک تو تفریع نہیں چل سکتی قالہ الشامی وہذا کلہ فی قیٔ طعام او ماء او مرۃ او دم اور یہ تفصیل مذکور کھانے کی قے میں ہے یا پانی کی یا صفرا کی یا خون کی م ظاہر یہ ہے کہ خون سے مراد خون بستہ ہے اور نہیں تو کیا فرق ہے اس خون میں اور جو دانتوں میں سے نکلے پھر اس کو نگل جاوے کہ روزہ ٹوٹ جاتا ہے بشرطیکہ تھوک پر غالب ہو یا برابر ہو یا مزہ معلوم ہو جیسا اول باب میں مذکور ہوا فان کان بلغما فغیر مفسد مطلقا خلافا للثانی پس اگر بلغم ہے تو غیر مفسد ہے مطلقاً یعنی خود نہ کرے یا آپ آجاوے ملاء الفم ہو یا نہ ہو عود ہو یا اعادہ یا کچھ نہ ہو بخلاف ابو یوسفؒ کے کہ وہ کہتے ہیں کہ اگر قے عمداً ملاء الفم ہو تو فاسد ہو جاتا ہے واستحسنہ الکمال وغیرہ اور مستحسن جانا ہے اس کو کمال نے اور غیر اس کے نے م کمال نے کہا ہے کہ قول ابو یوسف کا یہاں احسن ہے اور ابو حنیفہؒ اور محمدؒ کا قول نقض وضو میں احسن ہے کیونکہ افطار میں یہ قید ہے کہ کوئی چیز پیٹ میں جاوے یا عمداً قے کرے بغیر ملاحظہ اس کی پاکی یا ناپاکی کے پس اس باب میں بلغم وغیر بلغم میں فرق نہیں بخلاف نقض وضو کے اور بحر اور نہر میں اسی کو مقرر رکھا ہے اور یہی مراد ہے شارح کی استحسنہ وغیرہ سے کیونکہ جب ثابت رکھا تو درحقیقت مستحسن جانا کذا قالہ الشامی ولو اکل لحما بین اسنانہ ان مثل حمصۃ فاکثر قضی فقط وفی اقل منہما لا یفطر اور اگر کھا لیا گوشت جو دانتوں میں ہے اگر مقدار ایک چنے کی یا زیادہ ہے تو صرف قضا کرے اور چنے سے کم میں روزہ نہیں جاتا م چنے کی مقدار کو صدر شہید نے اختیار کیا ہے اور دبوسی نے یہ اختیار کیا ہے کہ جس کا نگلنا ممکن ہو بدون استعانت لعاب دہن کے اور کمال نے اسی کو پسند کیا ہے اس لیے کہ مانع افطار سے وہ چیز ہے جس سے بچاؤ مشکل ہو اور یہ اسی صورت میں ہے کہ خود تھوک کے ساتھ جوف میں جاوے نہ وہ جو بقصد جوف میں لے جاوے الا اذا اخرجہ من فمہ فاکلہ مگر جب کہ منہ سے نکال لے پھر کھا جاوے یعنی اس صورت میں روزہ ٹوٹ جاوے گا ولا کفارۃ لان النفس تعافہ اور کفارہ لازم نہیں آتا کیونکہ نفس اس کو مکروہ سمجھتا ہے واکل مثل سمسمۃ من خارج لیفطر ویکفر فی الاصح اور کھا لینا مقدار ایک تل کے بھی خارج سے روزہ توڑتا ہے اور کفارہ بھی لازم ہے اصح روایت پر الا اذا مضغ بحیث تلاشت فی فمہ مگر جب کہ چباوے اس طرح کہ اس کے اجزا متفرق ہو جاویں منہ میں م یعنی اس واسطے کہ دانتوں سے چٹ جانے گا اور جوف میں کچھ نہ پہنچے گا اور تھوک کے تابع ہو گا کذا فی المعراج پس روزہ سلامت رہے گا الا ان یجد الطعم فی حلقہ کما مر یعنی مگر یہ کہ مزہ پاوے اپنی حلق کے اندر تو روزہ ٹوٹ جاوے گا جیسا سابق مذکور ہوا واستحسنہ الکمال قائلا وہو الاصل فی کل قلیل مضغہ اور اسی کو کمال نے پسند کیا ہے اور کہا ہے کہ یہی قاعدہ کلیہ ہے ہر قلیل شے میں جس کو چباوے کہ اگر مزہ حلق کے اندر پاوے گا تو روزہ جاتا رہے گا ورنہ نہ جائے گا وکرہ لہ ذوق شیٔ وکذا مضغہ بلا عذر قیدنا بہما قالہ العینی اور مکروہ ہے صائم کو چکھنا کسی چیز کا اور ایسے ہی چبانا بے عذر یہ قید دونوں میں ہے قالہ العینی م ظاہر یہ ہے کہ یہ کراہت تنزیہی ہے قالہ الاطلاق گون

سلہ جواب نہ ہے اس کا کہ عامدا کی قید زائد ہے کیونکہ استظہار سے عمد سمجھا جاتا ہے جواب یہ ہے کہ استظہار سے تعمد تے کا مراد ہے اور عامد سے متذکر صوم کا اور اس سے نکل گیا وہ کہ جب قے عمداً کرے اور روزہ یاد نہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا افادہ فی البحر ۱۲

Marfat.com

زوجہا او سیدہا سی الخلق فدافت مثل اس کے کہ عورت کا خاوند یا مالک بدخلق ہو اور وہ نمک چکھ لے م یہ مثال چکھنے کی ہے اور چبانے کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص بچے کے منہ میں کچھ چبا کر دیوے جب کوئی شخص چبانے والا یعنی حائض یا لڑکا وغیرہ موجود نہ ہو ذی کراہۃ الذوق عند الشراء قولان اور چیز کے مول لینے کے وقت چکھنے میں دو قول ہیں ودفق فی النہر بانہ ان وجد بدا دلم یخف غبنا کرہ والا لا اور نہر میں دونوں قولوں میں توفیق کی ہے اس طرح کہ اگر بدون چکھنے کے کسی اور طرح لے سکتا ہے اور غبن کا خوف نہیں تو چکھنا مکروہ ہے اور اگر بدون چکھے چارہ نہیں اور غبن کا خوف ہے تو مکروہ نہیں م نہر میں کراہت کو اسی قید کے ساتھ مقید کیا ہے کہ چکھنے کے سوا کوئی تدبیر ہو شراء کے لیے یعنی غبن کا خوف ہو یا نہ ہو پس شارح کا قول ولم یخف غبنا نہر کے مخالف ہے البتہ والا نہر کے موافق ہے قالہ الشامی وہذا فی الفرض لا النفل کذا قالوا وفیہ کلام لمحرمۃ الفطر فیہ بلا عذر علی المذہب فیبقی الکراہۃ اور چکھنا فرض میں مکروہ ہے نہ نفل میں اسی طرح علما نے کہا ہے لیکن اس میں کلام ہے کیونکہ نفل میں بھی افطار بے عذر مکروہ ہے صحیح مذہب پر پس کراہت باقی رہی م رملی نے کہا ہے کہ فرض میں مکروہ ہے اس کی قوت کی جہت سے کہ اس کی حفاظت رکھنی چاہیے اور ایسا فعل نہ کرنا چاہیے جس سے افطار کا خوف ہو اور نفل میں مکروہ نہیں اس واسطے کہ نفل روزہ اصل میں جائز الطرفین تھا گو اس وقت شروع کے بعد توڑنا درست نہ ہو پس نفل کا مرتبہ فرض سے پیچھے رکھا کہ جو چیز اکثر افطار کی نوبت نہیں پہنچاتی اس کو نفل میں جائز رکھا نہ فرض میں قالہ الشامی وکرہ مضغ علک ابیض ممضوغ ملتہم والا فیفطر اور مکروہ ہے چبانا گوند کا جو سفید ہوتا ہے چبانے کا ڈلی بندھا ہو اور نہ روزہ ٹوٹ جاوے گا م علک کو جدا بیان کیا اس لیے کہ عورتیں اس کو بجائے مسواک چبایا کرتی ہیں تو اس سے شبہ ہوتا تھا کہ شاید جائز ہو حاصل یہ کہ اس قسم کا گوند جوف میں عادۃً نہیں پہنچتا اور سیاہ گوند اور جس کو نہیں چباتے اور ایسا ہوا جوف میں چلا جاتا ہے پس اگر یہ بھی جوف میں پہنچ جاوے گا تو روزہ ٹوٹ جاوے گا اور اگر ایسا گوند بھی جوف میں نہ پہنچے گا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا وکرہ للمفطرین الا فی الخلوۃ لعذر اور مکروہ ہے استعمال علک کا مفطر مردوں کو مگر خلوت میں عذر سے اس واسطے کہ دلیل یعنی عورت کی مشابہت مقتضی ہے کراہت کو مردوں کے حق میں اور کوئی اس کا معارض نہیں اور ظاہر یہ ہے کہ کراہت تحریمی ہے کذا فی الطحطاوی وقیل یباح اور ایک قول یہ ہے کہ گوند کا چبانا مباح ہے م فخر الاسلام نے کہا کہ امام محمد کے کلام میں اشارہ ہے کہ غیر صائم کے لیے مکروہ نہیں ہے لیکن مردوں کو اس کا ترک مستحب ہے مگر عذر کی جہت سے مثلاً منہ میں بدبو ہو ویستحب للنساء لا نہ سواکھن فتح اور مستحب ہے عورتوں کے لیے کیونکہ وہ عورتوں کی مسواک ہے م یعنی بہ سبب اس کے کہ عورتیں ضعیف الجسم ہیں تو مسواک شاید مسوڑھوں کو نقصان کرے یا دانتوں کو کذا فی الفتح وکرہ قبلۃ ومس[1] ومعانقۃ ومباشرۃ فاحشۃ ان لم یامن المفسدۃ وان امن لا باس اور مکروہ ہے بوسہ لینا اور چھونا اور معانقہ اور مباشرت فاحشہ اگر خوف ہو جماع یا انزال کا اور اگر اس کا خوف نہیں تو کچھ مضائقہ نہیں م سراج میں جزم کیا ہے کہ قبلہ فاحشہ یعنی اس کے ہونٹوں کو اپنے منہ میں لے کر دبانا مطلقاً مکروہ ہے خوف ہو یا نہ ہو لا یکرہ ودہن[2] شارب ولا کحل اذا لم یقصد الزینۃ او تطویل اللحیۃ اذا کانت بقدر المسنون وہو القبضۃ نہیں مکروہ ہے تیل لگانا مونچھوں کو اور نہ سرمہ لگانا بشرطیکہ بقصد زینت کے نہ ہو یا تیل لگانے سے مقصود ڈاڑھی کی درازی نہ ہو جب کہ بقدر مسنون یعنی ایک مشت موجود ہے م دافع ہو کہ قصد زینت اور چیز ہے اور قصد جمال دوسری چیز کیونکہ قصد جمال سے عیب کا دور کرنا اور وقار کا قائم رکھنا اور نعمت کا اظہار بطور شکر مقصود ہوتا ہے نہ فخر کے طور پر اور یہ بات نفس کی دلاوری کا اثر ہے اور قصد زینت نفس کے ضعف کا اثر ہوتا ہے اس میں فخر تکبر کا لحاظ ہوا کرتا ہے کذا فی الفتح ملخصاً وصرح فی النہایۃ بوجوب قطع ما زاد علی القبضۃ بالضم ومقتضاہ الاثم بترکہ اور نہایہ میں تصریح کی ہے کہ جو زیادہ ایک مشت سے ہو اس کا کاٹنا واجب ہے اور یہ اس بات کو چاہتا ہے کہ زائد کے نہ نوچنے سے گناہگار ہوں م کیونکہ نہایہ میں کہا ہے وما دون ذلک یجب قطعہ بکذا عن رسول اللہ

---

[1] قولہ دس ظاہر اس سے مراد مس بشہوت ہے یا فرج کا چھونا ۱۲ [2] مصدر ہے یعنی تیل لگانا اور سرمہ لگانا اور مضمہ سے اسم ہے اور یہاں دونوں درست ہیں لیکن اول اولی ہے ۱۲ [3] اور اس کے سوا کا قطع ہونا واجب ہے اور اسی طرح مرد کی آرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ اپنی ریش کو طول اور عرض میں سے تراشتے تھے روایت کیا ہے اس کو ترمذی میں ۱۲

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یاخذ من من طولہا وعرضہا رواہ ابو عیسی یعنی الترمذی فی جامعہ اور ایسا ہی معراج میں ہے اور فتح القدیر میں اس کو نقل کیا ہے اور برقرار رکھا ہے نہر میں کہا ہے کہ بعض موالی سے میں نے سنا ہے کہ نہایہ میں یجب بجائے یحسن ہے تو اس صورت میں زائد کو نہ کاٹنے کا مضائقہ نہیں شیخ اسمٰعیل نے کہا ہے کہ یہ خلاف ظاہر ہے کیونکہ ایسے مواقع میں یستحب استعمال کرتے ہیں قالہ الشامی الاان یقال الوجوب علی الثبوت مگر یہ کہ وجوب کے معنی ثبوت کے لیے جاویں م اس کی مؤید یہ ہے کہ استدلال صاحب نہایہ کا وجوب پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ لفظ کان یفعل تکرار ودوام پر دلالت نہیں کرتا اس لیے زیلعی نے لفظ یجب کو حذف کیا اور کہا کہ وما زاد لقص اور اسی طرح شرح شیخ اسمٰعیل میں اور بنیہ میں ہے اور یہ سنت ہے جیسے تبیین میں ہے اور مجتبیٰ اور ینابیع وغیرہما میں مذکور ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں ڈاڑھی کترنے لینے میں اطراف سے جب دراز ہو اور نہ بڑھے بال اکھاڑنے میں مگر بوجہ زینت کے اور نہ بھوؤں کے بال لینے میں اور منہ کے بالوں میں جب تک کہ مخنث کی مشابہت نہ ہو اور حلق کے بال نہ منڈاوے اور ایک روایت ابو یوسف سے ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں ہے وما لا اخذ منہا وہی دون ذلک کما یفعلہ بعض الغارۃ ومخنثۃ الرجال فلم یبحہا احد واخذ کلہا فعل یہود الہند ومجوس الاعاجم فتح اور ڈاڑھی میں سے لینا اس حال میں کہ وہ مشت سے کم ہو جیسا بعض مغربی اور مخنث کرتے ہیں پس اس کو کسی نے نہیں مباح کیا اور کل کا منڈانا ہندو کے کفار کا فعل ہے اور عجم کے مجوسیوں کا کذا فی الفتح وحدیث التوسعۃ علی العیال یوم عاشوراء صحیح واحادیث الاکتحال فیہ ضعیفۃ لا موضوعۃ کما زعم ابن عبد العزیز اور حدیث وسعت طعام کی عیال پر عاشورا کے روز صحیح ہے اور حدیثیں سرمہ لگانے کی اس روز میں ضعیف ہیں نہ موضوع جیسا ابن عبد العزیز نے گمان کیا ہے م حدیث توسعہ کی یہ ہے کہ جو شخص دسویں محرم کو اپنی عیال پر وسعت کرے یعنی بہت سا کھانا پکوا دے تو اللہ تعالیٰ تمام سال اس پر وسعت کرے حضرت جابرؓ نے کہا کہ میں نے اس کو بہ برس تجربہ کیا خلاف نہیں ہوا اور اکتحال کی حدیث وہ ہے جو بیہقی نے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ ضعیف ہے جو کوئی عاشورا کے دن اثمد کا سرمہ لگا دے اس کی آنکھ کبھی نہ دکھے گی کذا فی الفتح میں کہتا ہوں کہ مناسبت اس کے ذکر کی یہاں یہ ہے کہ صاحب ہدایہ نے استدلال کیا ہے اس پر کہ سرمہ لگانا روزہ دار کو مکروہ نہیں ہے اس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رغبت دلائی سرمہ لگانے پر عاشورا کے روز اور اس روز کے روزہ کی طرف بھی نہر میں کہا ہے کہ ابن عبد العزیز نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ آنحضرت سے اس روز بجز روزہ کے اور کچھ ثابت نہیں ہوا چونکہ روافض نے بدعات ماتم وغیرہ کے قائم کیے اس کے جواب میں جاہل سنیوں نے اظہار سرور وطعام واکتحال کمال کھڑے کیے اور احادیث موضوعہ اکتحال اور توسعہ میں روایت کیں اور قول ابن عبد العزیز کا مردود ہے اس طرح کہ احادیث اکتحال کی ضعیف ہیں موضوع نہیں اور اس سے معلوم ہوا کہ قائل ابن عبد العزیز ہے جیسا نہر اور حواشی سعدیہ سے واضح ہوتا ہے اور ابن عبد العزیز وہ شخص ہے جس نے مشکلات ہدایہ پر نکات لکھی ہے ولا سواک ولو خشیا او طیبا بالماء علی المذہب اور نہیں مکروہ ہے مسواک اگرچہ بعد زوال کے ہو یا تر ہو پانی میں بنا بر مذہب صحیح کے م ابو یوسف پانی میں تر مسواک کو مکروہ کہتے ہیں اس واسطے کہ بے ضرورت تری منہ میں جاتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ آخر کلی کرنے سے زیادہ تو نہیں ہے اور تازہ مسواک کسی کے نزدیک مکروہ نہیں ہے وکرہہ الشافعی بعد الزوال اور شافعی نے مکروہ کہا ہے مسواک کو بعد زوال کے وکذا لا یکرہ جماعۃ وتلفف ثوب مبتل ومضغۃ واستنشاق واغتسال للتبرد عند الثانی وبہ یفتی شرنبلالیہ عن البرہان ایسا ہی مکروہ نہیں پھینے لگوانے اور تر کپڑا لپیٹنا اور کلی کرنا اور ناک میں پانی دینا اور نہانا ٹھنڈک کے لیے ابو یوسف کے نزدیک اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الشرنبلالیہ عن البرہان م اس واسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر مبارک پر پانی ڈالا اور حضرتؓ روزے سے تھے پیاس کی جہت سے اور گرمی سے اور ابن عمرؓ کپڑا تر کر کے اپنے اوپر لپیٹ لیتے تھے روزے کی حالت میں اور اس وجہ سے کہ ان امور میں اعانت ہے عبادت پر اور دل تنگی کا دفع ہے اور امام ابو حنیفہؒ نے مکروہ کہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ عبادت

لہ جو زائد ہو وہ تناسی جاوے ۱۲

Marfat.com

میں ملالت کا اظہار ہے کذا فی البرہان ویستحب[1] السحور وتاخیرہ وتعجیل الفطر لحدیث ثلث من اخلاق المرسلین تعجیل الافطار وتاخیر السحور والسواک اور مستحب ہے سحر کھانا اور سحر میں تاخیر کرنا اور افطار میں جلدی کرنا کہ حدیث شریف میں وارد ہے تین چیزیں رسولوں کی عادت میں سے ہیں افطار میں جلدی کرنا سحر کھانے میں تاخیر کرنا اور مسواک کرنا نام بحر میں کہا ہے کہ میں نے فقہاء کے کلام میں تصریح نہیں دیکھا کہ اکیلے پانی سے بھی سنت سحر ادا ہو جاتی ہے کہ نہیں لیکن ظاہر حدیث جو احمد نے روایت کی ہے اس پر دلالت کرتی ہے کہ سنت ادا ہو جاتی ہے چنانچہ فرمایا کہ سحر کھانا بالکل برکت ہے تو تم اس کو ترک نہ کرو اگرچہ کوئی تم میں سے ایک گونٹ پانی ہی پی لے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں سحر کھانے والوں پر اور تاخیر اس مقام تک مستحب ہے کہ رات باقی رہنے میں شک نہ ہو پس اگر شک ہوگا تو کھانا مکروہ ہے صحیح روایت پر اور تعجیل افطار مستحب ہے مگر ابر کے دن جب تک کہ ظن غالب غروب شمس کا نہ ہو تاخیر کرے اگرچہ مؤذن اذان دیوے اور تعجیل مستحب یہ ہے کہ تاروں کے چھٹکنے سے پہلے ہو کذا فی الشامی تنبیہ فیض میں کہا ہے کہ جو شخص بلند مکان پر ہو جیسا اسکندریہ کا منارہ تو وہ افطار نہ کرے جب تک اس کے نزدیک شمس غروب نہ ہو جاوے اور شہر والے اس سے پہلے افطار کر سکتے ہیں اگر ان کے نزدیک غروب ہو جاوے اس سے پہلے اور یہی حال ہے طلوع کا فجر میں یا سحر میں فروع مسائل ملحقہ شارح کے لا یجوز ان یعمل عملا یفضی بہ الی الضعف فیفجر نصف النہار ولیستریح الباقی نہیں جائز ہے کہ کوئی ایسا کام کرے جس سے ضعف ہو جاوے کہ مانع روزہ کا ہو تو نانبائی مثلاً یوں کرے کہ آدھے روز پکا دے اور باقی آرام کرے فان قال لا یکفینی کذب باقصر ایام الشتاء پس اگر وہ شخص کہے کہ اس قدر عمل مجھ کو کفاف کے لیے بس نہیں ہے تو تکذیب کیا جاوے جاڑے کے سب سے چھوٹے دن سے کہ قریب نصف روز کے ہوتا ہے م ل نے کہا ہے کہ جامع الفتاوی میں ہے کہ اگر معیشت میں اشتغال کی جہت سے روزے سے ضعیف ہو جاوے تو اس کو افطار جائز ہے اور ہر روز کے بدلے نصف صاع کھانا دے یعنی اس صورت میں کہ اور دونوں میں گنجائش روزہ رکھنے کی نہ ملے ورنہ قضا واجب ہوگی اور علی ہذا القیاس اگر کھیتی کاٹنے پر روزے میں تلف نہ ہو اور تاخیر میں کھیتی ہلاک ہوتی ہو تو جواز افطار و قضا میں کچھ شک نہیں اور یہی حال نانبائی کا ہے مگر جو ٹھلانے کا ذکر جو شارح نے کیا اس میں نظر ہے اس واسطے کہ دن کی زیادتی کمی کو کفایت میں دخل نہیں پس اسی کی رائے پر مفوض ہوگا کہ اس کے حال کو صلاح پر محمول کرنا چاہیے انتہی لیکن نور الایضاح میں جامع الفتاوی کے مسئلہ کی صورت اس شخص کے لیے بیان کی ہے جس نے ہمیشہ کے روزے نہ رکھے ہوں اور ہمارا کلام روزہ رمضان میں ہے پس حرفہ والے کے باب میں یوں کہنا چاہیے کہ جب اس کے پاس اس کے اور اس کے عیال کی کفایت موجود ہو تو اس کو افطار حلال نہیں ہے کیونکہ اس کو سوال حرام ہے تو افطار بالاولیٰ حرام ہوگا اور جو کفایت موجود نہ ہو تو اس کو عمل کرنا اس مقدار کہ کفایت کرے ۔ ۔ ۔ جائز ہے اور بغیر افطار کیے اگر عمل نہ ہو سکتا ہو تو افطار جائز نہ ہوگا بشرطیکہ دوسرا کام نہیں کر سکتا جس میں روزہ بھی رکھ سکے ایسا ہی اگر خوف ہو کھیتی کے ہلاک ہونے کا یا چوری جانے کا اور کوئی آدمی ایسا نہ ملے جو اجرت راجح پر کام کر دے اور یہ خود اس کام کو کر سکتا ہے تو افطار جائز ہے اس واسطے کہ اس سے کم تر پر نماز کا توڑنا جائز ہے قالہ الشامی فان جہد الحرفۃ بالعمل حتی مرض فافطر ففی کفارتہ قولان قیل پس اگر عمل کے جہت سے کسی آنا دنے مشقت اٹھائی یہاں تک کہ مریض ہو گیا پھر افطار کیا تو اس کے کفارہ میں دو قول ہیں کذا فی التتبیۃ م بعض نے کہا کہ کفارہ لازم ہے اور بعض نے کہا نہیں اور بقالی نے اسی پر فتوی دیا ہے اور آزاد کی قید اس لیے لگائی کہ لونڈی غلام اگر کام کی مشقت سے مریض ہو کر افطار کریں تو ان پر بالاتفاق کفارہ نہیں کیوں کہ وہ معذور ہیں اور مولی کے حکم سے مجبور ہاں ان کو پہنچتا ہے کہ ایسے کام سے باز رہیں تو اس تعلیل سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آزاد پر کفارہ واجب ہے چنانچہ شرنبلالیہ میں اس کی ترجیح بیان کی ہے کذا فی الشامی وفی البزازیۃ لو صام عجز من القیام صام وصلی قاعدا بین العبادتین اور بزازیہ میں ہے کہ اگر کسی شخص کو روزہ رکھنے سے اس قدر ضعف ہو کہ نماز میں کھڑا نہ ہو سکے تو وہ شخص روزہ رکھے اور نماز بیٹھ کر پڑھے تاکہ دونوں عبادتیں ادا ہوں م اللہ اعلم

---

[1] تسحروا فان فی السحور برکۃ رواہ الجماعۃ الا ابا داؤد ۱۲

Marfat.com

فصل فی العوارض المبیحۃ لعدم الصوم

یہ فصل ہے ان عوارض میں جن میں روزہ نہ رکھنا جائز ہے وقد ذکر المصنف منہا خمسۃ اور مصنف نے عوارض میں سے پانچ ذکر کیے یعنی سفر اور حمل اور دودھ پلانا اور مرض اور بڑھاپا اور حقیقت میں تو یہیں چنانچہ شامی نے چار یہ بیان کیے اکراہ یعنی دوسرے کے دباؤ سے روزہ توڑنا جہاد شدت گرسنگی پیاس کی زیادتی اس لیے شارح نے کہا وبقی الاکراہ خوف ہلاک او لنقصان عقل ولو بعطش او جوع شدید ولسعۃ حیۃ باقی رہ گئے اکراہ اور خوف ہلاک کا یا خوف نقصان عقل کا یہ خوف اگرچہ بھوک پیاس سے ہو یا سخت بھوک سے یا سانپ کے کاٹنے سے م لسعۃ حیۃ معطوف ہے عطش پر جو متعلق ہے خوف ہلاک سے قالہ الحلبی یعنی جب کسی کو سانپ کاٹ لے اور وہ دوا پینے کے لیے افطار کرے اور اکراہ سے مراد ایسی چیز سے زبردستی کرنی جو مضطر کرتی ہو جیسے قتل کرنا اور عضو کاٹنا اور سخت مار دینا ہے اور خوف کی مثال جیسے بادشاہی عامل کسی شخص کو گرمی کے دنوں میں عمارت کے کام پر پکڑ لے جائیں اور کام میں جلدی ہو اور روزہ رکھنے سے جان کا خوف ہو یا بھوک اور پیاس سے عقل کے جاتے رہنے کا خوف ہو تو افطار درست ہے اور خلاصہ میں ہے کہ جب غازی یقیناً جانتا ہو کہ دشمن سے قتال ہوگا رمضان میں اور درصورت عدم افطار کے ضعف کا خوف ہو تو افطار کرے کذا فی الشامی مختصر المسافر سفر اشر عیا ولو بمعصیۃ لمسافر خبر مقدم ہے اور الفطر جو آگے آتا ہے مبتدا موخر ہے اور لام سے اشارہ اس طرف ہے کہ افطار جائز ہے لیکن روزہ رکھنا افضل ہے اگر نقصان نہ کرے یعنی افطار جائز ہے مسافر کو کہ سفر شرعی رکھتا ہو یعنی تین دن رات کی مدت کا اگرچہ کسی گناہ میں سفر ہے وحامل او مرضع اماکانت اوظئرا علی الظاہر اور افطار جائز ہے جس کو حمل ہو یا دودھ پلاتی ہو خواہ ماں ہو یا دایہ بنا بر ظاہر الروایت کے م دایہ تو اس جہت سے کہ عقد کی جہت سے اس پر دودھ پلانا واجب ہے ماں اس جہت سے کہ اس کو دودھ پلانا دیانۃ ہر حالت میں واجب ہے اور قضاءً جب کہ لڑکے کا باپ مفلس ہو یا بچہ غیر کا دودھ نہ پیتا ہو اور ابوالسعود نے کہا ہے کہ دایہ کو افطار جائز ہے اگرچہ عقد رمضان ہی میں واقع ہو برخلاف صدر الشریعۃ کے کہ حلت کو مقید کیا ہے اور کہا ہے کہ جب رمضان سے پہلے عقد ہو چکا ہو تو حلال ہے خافت لغلبۃ الظن علی نفسہا او ولدہا دودھ پلانے والی کو افطار جائز ہے اگر خوف کرتی ہو مرضع ظن غالب کی رو سے اپنی جان پر یا بچہ پر وقیدہ البعض تبعا لابن الکمال بما اذا تعینت لارضاع اور مقید کیا ہے اس کو بعض نے ابن کمال کے اتباع سے ساتھ اس حالت کے کہ وہی متعین ہو دودھ دینے پر یعنی بچہ دوسرے کا دودھ نہ پیتا ہو یا باپ مفلس ہو او مریض خاف الزیادۃ المرضہ یا جائز ہے افطار بیمار کو کہ روزہ رکھنے سے زیادت مرض کا خوف رکھتا ہو م یا دیر میں اچھا ہونے کا یا عضو کے بگڑنے کا کذا فی البحر یا آنکھ کے درد کا یا زخم یا سر درد کا یا اور سوائے اس کے اور یہی حکم ہے اگر بیمارداری کرتا ہے بیماروں کی یعنی اگر روزہ رکھے گا تو بیماروں کی خبرداری نہ کر سکے گا اپنے ضعف کی جہت سے اور بیمار تباہ ہو جاویں گے تو اس کو بھی افطار جائز ہے قالہ الشامی او صحیح خاف المرض یا تندرست کہ خوف رکھتا ہو بیماری کا یعنی بغلبہ ظن و خادمہ خافت الضعف بغلبۃ[1] الظن بامارۃ او تجربۃ یا خادمہ کہ خوف کرتی ہو ضعف کا بغلبہ ظن کسی علامت سے یا تجربہ سے او باخبار طبیب حاذق مسلم مستور یا غلبہ ظن ہو خبر دینے سے طبیب ماہر مسلمان مستور الحال کے م حاذق اس واسطے کہا کہ جس کو دخل تھوڑا سا طب میں ہو اس کے قول کی تقلید جائز نہیں اور مسلم اس واسطے کہا کہ کافر کے قول کا اعتماد نہیں شاید اس کی غرض عبادت کا خراب کرنا ہی ہو جیسا مسلمان نے نماز تیمم سے شروع کی اور اس کو کافر نے پانی دینے کا وعدہ کیا تو وہ نماز قطع نہ کرے اسی وجہ سے جو مذکور ہوئی کذا فی البحر اور مستور سے یہ غرض کہ فاسق نہ ہو میں کہتا ہوں کہ جب ایسے طبیب کے قول سے افطار کرے جس میں یہ شرط موجود نہ ہو دیں تو ظاہر اکفارہ لازم ہوگا جیسا افطار کرے بدون علامت و تجربہ کے کیونکہ غلبہ ظن نہ ہوا اور لوگ اس سے غافل ہیں قال الشامی وافاد فی النہر تبعا للبحر جواز التطبب بالکافر فیما لیس فیہ ابطال عبادۃ اور نہر میں تبعا للبحر کہا ہے کہ علاج میں کافر کا قول ماننا جس جگہ ابطال عبادت کا نہیں ہے جائز ہے قلت وفیہ کلام لان عندہم لصحیح المسلم کفؤ فانی یتطبب بہم میں کہتا ہوں کہ اس میں کلام ہے کیونکہ کفار کے نزدیک مسلمان کی خیر خواہی کفر ہے پھر ان سے کہاں علاج کرایا جا سکتا ہے وفی البحر عن الظہیریۃ للامۃ ان تمتنع عن امتثال

[1] لغلبۃ الظن متعلق ہے خاف کے جو متن میں ہے اور خافت کے جو شرح میں ہے برسبیل تنازع ۱۲ ش

Marfat.com

امر المولی اذا کان یعجز اعن اقامۃ الفرائض لانہا مبقاۃ علی اصل الحریۃ فی الفرائض اور بحر میں نقل کیا ہے ظہیریہ سے کہ لونڈی کو پہنچتا ہے کہ مولی کے فرمان کو نہ مانے جب کہ امر مذکور اس کو عاجز کرے فرائض کے ادا سے کیونکہ فرائض کے باب میں اس کو اصل حریت پر باقی رکھا گیا ہے م مثلاً اگر نماز کا وقت تنگ ہو جاوے تو طاعت خداوندی مولی کے حکم پر مقدم ہوگی اور اس سے معلوم ہوا کہ اگر مولی کی اطاعت کی یہاں تک کہ روزہ افطار کر لیا تو باندی پر کفارہ لازم ہوگا کذا فی الشامی الفطر یوم العذر الا السفر کما سیجی یعنی مسافر وغیرہ کو افطار جائز ہے جس روز عذر حادث ہو مگر سفر جیسا متن میں مذکور ہوگا یعنی جس روز سفر کرے اس روز کا اتمام واجب ہے کذا فی الحلبی وقضوا الزوما قدروا بلا فدیۃ اور قضا کریں مسافر و حامل وغیرہما جس قدر روزے افطار کریں بدون فدیہ کے م اس میں اشارہ ہے امام شافعی کے خلاف کا کہ ان کے نزدیک قضا اور فدیہ واجب ہے ہر روزہ کے لیے نصف صاع گیہوں کذا فی البدائع وبلا ولاء علی الترائی ولذا جاز التطوع قبلہ بخلاف قضاء الصلوۃ اور قضا کریں بدون شرط پے در پے ہونے کے اس واسطے کہ قضاء صوم فورًا واجب نہیں اسی جہت سے قضائے پہلے نفل روزہ جائز ہے اور اگر علی الفور واجب ہوتا تو نفل روزہ مکروہ ہوتا کیونکہ تاخیر واجب کی ہے اس کے تنگ وقت سے کذا فی البحر بخلاف قضاء نماز کے کہ وہ علی الفور ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص کسی نماز سے سو جاوے یا اس کو بھول جاوے تو چاہیے کہ اس کو پڑھے جب یاد کرے تو یاد کرنا شرط ہے قضا پڑھنے کی اور جزا شرط سے پیچھے نہیں ہوا کرتی اس سے معلوم ہوا کہ نماز فوت شدہ کو فورًا یاد آتے ہی پڑھے اور ظاہر یہ ہے کہ جس کے ذمہ فوائت ہوں اس کو نفلیں مکروہ ہوں لیکن میں نے مصرح نہیں دیکھا کذا فی النہر میں کہتا ہوں کہ قضائے فوائت میں ہم بیان کر چکے کہ ایسے شخص کو نوافل مکروہ ہیں مگر موکد سنتیں مکروہ نہیں کذا فی الطحطاوی ولو جاء رمضان الثانی قدم الاداء علی القضاء ولا فدیۃ لما مر خلافا للشافعی اور اگر دوسرا رمضان آگیا تو ادا کو قضا پر مقدم کرے اور فدیہ لازم نہیں کیونکہ قضا کا وجوب علی الفور نہیں ہے برخلاف امام شافعیؒ کے کہ وہ قضا کے ساتھ ایک مسکین کو کھانا دینا بھی ہر روزہ کے لیے کہتے ہیں قالہ الحلبی ویندب للمسافر الصوم لایۃ وان تصوموا خیر لکم والخیر بمعنی البر لا افعل التفضیل ان لم یضرہ اور مستحب ہے مسافر کو روزہ بمقتضائے آیۂ شریف (وان تصوموا خیر لکم) کے یعنی تمہارا روزہ رکھنا اچھا ہے تمہارے لیے اگر نقصان نہ کرے یعنی خوف ہلاک کا نہ ہو ورنہ افطار واجب ہوگا کذا فی البحر اور خیر بمعنی نیک کے ہے نہ افعل التفضیل کیونکہ افعل التفضیل کہنے سے یہ معنی ہوں گے کہ روزہ رکھنا بہت بہتر ہے اور افطار بھی بہتر حالانکہ افطار مباح ہے نہ بہتر کذا فی الطحطاوی فان شق علیہ او علی رفیقہ فالفطر افضل لموافقۃ الجماعۃ پس اگر دشوار ہو روزہ اس پر یا اس کے رفیقوں پر تو افطار افضل ہے بسبب موافقت اپنے گروہ کے م رفیق اسم جنس ہے شامل ہے واحد اور جمع کو اور بعض نسخوں میں رفقۃ ہے یعنی جب اس کے سب رفیق یا اکثر مفطر ہوں اور رفقہ مشترک ہے تو افطار افضل ہے جیسا خلاصہ وغیرہا میں ہے اور جماعت کی موافقت یعنی ان پر نفقہ کے حصہ کی تقسیم دشوار ہے یا اس کا ساتھ نہ دینا شاق ہے قالہ الشامی فان ماتوا فیہ ای فی ذلک العذر فلا یجب علیہم الوصیۃ بالفدیۃ لعدم ادراکہم عدۃ من ایام اخر پس اگر مر جاویں معذور مذکور اسی عذر میں تو ان پر وصیت فدیہ کی واجب نہیں ہے کیونکہ ان کو نہیں ملی فرصت شمار دوسرے ایام کی جو آیت قرآنی میں منصوص ہے م یعنی چونکہ نہ قضا واجب ہوئی نہ فدیہ تو وصیت واجب نہ ہوئی کہ وصیت وجوب کی فرع ہے اور معلوم ہے کہ وصیت جب واجب ہوتی ہے جب اس کے پاس مال ہو کذا فی شرح الملتقی ولو ماتوا بعد زوال العذر وجبت الوصیۃ بقدر ادراکہم عدۃ من ایام اخر اور اگر مریں زوال عذر کے بعد تو وصیت واجب ہے بقدر شمار ان ایام کے جو ان کو ملے وامامن افطر عمدا فوجوبہا علیہ بالاولی لیکن جس شخص نے بلا عذر افطار کیا ہو پس وجوب وصیت اس کے ذمہ بطریق اولی ہے م رحمتی نے کہا کہ اس شخص کے لیے فرصت ادراک زمانہ قضا کی شرط نہیں کیونکہ ادا وقت پر رکھ سکتا تھا اس نے وقت کو بے عذر کھو دیا وفدی لزوما عنہ ای عن المیت ولیہ الذی یتصرف فی مالہ کالفطرۃ قدرا اور فدیہ دیوے وجوبا میت کی طرف سے اس کا ولی جو اس کے مال میں تصرف کرتا ہے مانند فطرہ کی مقدار کے م یعنی ولی کو فدیہ

سلہ جیسا رمضان کے ادا روزے میں بالاتفاق تتابع واجب ہے ایسا ہی بالاتفاق تتابع مندوب ہے جن مواقع میں تتابع شرط نہیں کذا فی النہر۔

Marfat.com

ادا کرنا ثلث مال سے لازم ہے جب وصیت کی ہو اور نہیں تو لازم نہیں بلکہ جائز ہے سراج میں کہا ہے کہ اسی طرح زکوۃ وارث کے ذمہ اس کا اخراج لازم نہیں مگر وصیت پر مگر یہ کہ وارث تبرعاً ادا کرے اور الذی یتصرف سے اشارہ ہے کہ لفظ ولی وصی کو بھی شامل ہے کذا فی البحر اور تشبیہ فطرہ کے ساتھ صرف مقدار اور ادائے قیمت کے جواز میں ہے یہاں تک کہ تملیک یہاں شرط نہیں بلکہ اباحت کافی ہے بخلاف فطرہ کے اور قہستانی نے کہا ہے اطلاق کلام کا دلالت کرتا ہے کہ اگر ایک فقیر کو سب فدیہ دیدے تو جائز ہے نہ عدد شرط ہے نہ مقدار لیکن اگر نصف صاع سے کم دے گا تو وہ شمار میں نہیں اسی پر فتوی ہے یعنی بخلاف فطرہ کے ایک قول پر جیسا گذر چکا قالہ الشامی لبعد قدرتہ علیہ اے علی قضاء الصوم وفوتہ ای فوت القضاء بالموت لبعد اس کے کہ میت کو قدرت قضاء صوم پر حاصل ہوئی پھر موت کی جہت سے قضا فوت ہوئی ظرف یعنی لبعد الخ متعلق فدی کے ہے اور فوتہ کا عطف قدرتہ پر ہے فلو فاتہ عشرۃ ایام فقدر علی خمسۃ فدا ما فقط پس اگر دس روزے میت سے فوت ہوئے پھر اس کو پانچ روز کی قدرت ملی تو پانچ ہی کا فدیہ دے م اس تفریع میں اشارہ ہے کہ طحطاوی نے جو کہا ہے کہ یہ قول محمد کا ہے اور شیخین کے نزدیک وصیت اور فدیہ تمام روزوں کا واجب ہے اگر ایک روز کی بھی قدرت ملے سو یہ قول طحطاوی کا مردود ہے اس واسطے کہ یہ خلاف صرف نذر میں ہے نہ رمضان میں کیونکہ وجوب بقدر قدرت کے ہوتا ہے جیسا ہدایہ وغیرہ میں تنبیہ کی ہے لوصیۃ من الثلث متعلق لفدی وہذا لو لہ وارث والا فمن الکل قہستانی میت کی وصیت کی جہت سے ولی فدیہ دے ثلث مال سے اور یہ اس صورت میں ہے کہ میت کا کوئی وارث ہو اور اگر وارث نہ ہو تو کل مال سے دیوے کذا فی قہستانی م اس لیے کہ زیادتی کی ممانعت وارث کے حق کے سبب ہے پھر جب وارث نہ ہو تو منع نہیں ہے جیسا اس صورت میں کہ وارث ہو اور اجازت دے اور یہی حکم ہے اگر وارث ایسا ہو جس پر رد نہیں ہوتا یعنی زوجین میں سے کوئی ہو تو وارث کے حصہ کے لبعد زیادت علی الثلث کی گنجائش ہے قالہ الشامی وان لم یوص وتبرع ولیہ جاز ان شاء اللہ ویکون الثواب للولی اختیار اور اگر میت نے وصیت نہیں کی اور ولی نے بطور احسان فدیہ دیا تو جائز ہے ان شاء اللہ تعالیٰ اور ثواب واسطے ولی کے ہوگا کذا فی الاختیار م اختیار کی عبارت میں نے اس طرح دیکھی ہے وان لم یوص لا یجب علی الورثۃ الاطعام لانہا عبادۃ فلا تودی الا بامرہ وان فعلوا ذلک جاز ویکون لہ ثواب انتہی اور کچھ شبہہ نہیں کہ ضمیر لہ کی میت کی طرف ہے اور یہی ظاہر ہے کیونکہ ولی نے میت ہی کی طرف سے صدقہ دیا ہے نہ اپنی طرف سے پس ثواب میت کو ہوگا جیسا ہدایہ میں تصریح کی ہے کہ انسان کو پہنچ سکتا ہے کہ اپنے عمل کا ثواب کسی غیر کو دے صلوۃ ہو یا صوم یا صدقہ وغیرہ ہاں غیر کی طرف سے صدقہ دے گا تو اس کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہوگی قالہ الشامی وان صام او صلی عنہ الولی لا لحدیث النسائی لا یصوم احد عن احد ولا یصل احد عن احد ولکن یطعم عنہ ولیہ اور اگر روزہ رکھے یا نماز پڑھے میت کی طرف سے اس کا ولی تو نہیں جائز ہے واسطے حدیث نسائی کے کہ نہ روزہ رکھے کوئی کسی کی طرف سے اور نہ نماز پڑھے کوئی کسی کی طرف سے لیکن کھانا دیوے اس کی طرف سے اس کا ولی وکذا یجوز لو تبرع عنہ ولیہ بکفارۃ یمین او قتل بالطعام او کسوۃ بغیر اعتاق اور اسی طرح جائز ہے اگر تبرع کیا اس کی طرف سے اس کے ولی نے کفارہ یمین یا قتل میں ساتھ کھانا کھلانے یا کپڑا پہنانے کے سوائے آزاد کرنے کے م اسی طرح ہے زیلعی اور درر اور بحر اور نہر میں لیکن شرنبلالیہ میں کہا ہے کہ تبرع وارث کا کفارہ قتل میں کسی چیز کے ساتھ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس میں واجب اعتاق رقبہ کا ہے اور وارث کا اعتاق اس کی طرف سے صحیح نہیں ذکر کیا ہے اور اعتاق کا بدل صوم ہے اس میں فدیہ صحیح نہیں اور طعام اور کسوۃ اس کفارہ میں ہوتا ہے نہیں تو کفارہ قتل کو کفارہ یمین کے شریک کرنا سہو ہے انتہی مافی الشرنبلالیہ وکذا فی العرفیہ اور علامہ افغانی نے اس کا جواب دیا ہے چنانچہ ابوالسعود نے اس کو نقل کیا ہے کہ قتل سے مراد قتل العبد ہے نہ قتل النفس میں کہتا ہوں کہ اس پر بھی وارد ہوتا ہے کہ صوم قتل العبد میں اصل نہیں ہے بلکہ وہ

ف۱ انشاء اللہ تعالیٰ اس واسطے کہا کہ اس باب میں نص نہیں وارد ہوا ہے پس وارث کی تبرع سے اصل میت سے ساقط ہو جانے کو بالجزم نہیں کہہ سکتے ۱۲ ف۲ اور اگر وصیت نہیں کی تو وارثوں پر کھانا دینا واجب نہیں اس لیے کہ فدیہ عبادت ہے تو بدون میت کے امر کے ادا نہ ہوگا اور اگر وارث کھانا دیں گے تو جائز ہے اور میت کو ثواب ہوگا ۱۲

Marfat.com

بدل ہے اس واسطے کہ واجب اس میں یہ ہے کہ اس کی قیمت سے بدی خریدی جاوے جو حرم میں ذبح ہو یا طعام کہ صدقہ دیا جاوے ہر فقیر کو نصف صاع یا ہر نصف کے بدلے ایک روز کا روزہ اور کافی کا ملخص یہ ہے کہ جو شخص ایسے روزے سے عاجز ہو کہ بدل ہے غیر کا جیسا کفارہ یمین اور قتل پس اگر فدیہ دیوے اپنی طرف سے اپنی حیات میں اس طرح کہ شیخ فانی ہو تو نہیں صحیح ہے دونوں کفاروں میں اور اگر وصیت کی فدیہ کی تو صحیح ہے دونوں میں اور اگر اس کی طرف سے اس کے ولی نے تبرع کیا تو کفارہ قتل میں صحیح نہیں کیونکہ اس میں واجب عتق ہے اور تبرع اس کا درست نہیں اور کفارہ یمین میں صحیح ہے لیکن کسوت اور طعام میں نہ اعتاق میں جیسا ہم نے بیان کیا یہ مقام اسی طرح سمجھنا چاہیے غنیمت جان کر کہ یہاں بہت سے افہام کے قدم لغزش کھا گئے ہیں قالہ الشامی وبسطہ لما فیہ من الزام الولاء للمیت بلا رضاہ یعنی اعتاق کے ساتھ تبرع ولی کا اس لیے جائز نہیں کہ اس میں میت کے ذمہ ولاء کا لازم کرنا ہے بدون اس کی رضا کے یعنی اگر اعتاق میت کی طرف سے صحیح کہا جائے تو ولاء یعنی ترکہ غلام آزاد مذکور کا در صورت نہ ہونے اس کے کسی وارث نسبی کے میت کو پہنچے گا ہم اس واسطے کہ ولاء ایک علاقہ ہے مانند علاقہ نسب کے علاوہ بریں ولاء نفع خالص نہیں کیونکہ آقا اپنے غلام آزاد کا عاقلہ بھی ہے کہ اس کی طرف سے خون بہا دیتا ہے اور ایسے ہی اس کے عصبات بعد اس کی موت کے اور یہاں نہیں وارد ہوتا ہے جو ہدایہ میں مذکور ہے کہ انسان کو جائز ہے کہ عمل کا ثواب غیر کو دے دے اور یہ اعتاق کو بھی شامل ہے کیونکہ یہاں مراد اعتاق بطور نیابت کے ہے میت سے روپے کے بدلے بخلاف اس صورت کے کہ اپنے غلام کو آزاد کرے اور اس کا ثواب میت کے لیے کر دے اس واسطے کہ اعتاق معتق کی طرف سے اصالۃً ہوا اور ولاء اسی کی رہی صرف ثواب میت کو ہوا اور بخلاف تبرع کسوۃ والطعام کے کہ نیابۃً ہو سکتا ہے واسطے نہ ہونے الزام کے قالہ الشامی وفدیۃ کل صلوۃ ولوتراکما مرفی قضاء الفوائت کصوم یوم علی المذہب اور فدیہ ہر نماز کا اگرچہ وتر ہو جیسا قضائے فوائت میں مذکور ہوا مثل فدیہ ایک روز کے روزہ کے ہے صحیح مذہب پر م اور جو محمد بن مقاتل نے امام محمد سے اولاً روایت کیا ہے کہ ہر روز کی پانچوں نمازوں کے لیے نصف صاع ہے پس انھوں نے اس سے رجوع کیا ہے اور کہا ہے کہ ہر نماز فرض ہے جیسا ہر روز کا روزہ فرض ہے اور یہی صحیح ہے کذا فی السراج وکذا الفطرۃ اور اسی طرح فطرہ م یعنی عید کا فطرہ مانند فدیہ ایک دن کے روزہ کے ہے چنانچہ پہلے معلوم ہو چکا اور ممکن ہے کہ یہ تشبیہ مسئلہ تبرع کی ہو اور حلبی نے کہا ہے کذا الفطرۃ کے معنی یہ کہ دل فطرہ نکالے میت کی وصیت سے قالہ الشامی والاعتکاف الواجب یطعم عنہ لکل یوم کالفطرۃ ولوالجیہ اور اعتکاف واجب میں کھانا کھلایا جاوے میت کی طرف سے ہر روز کے لیے مانند فطرہ کے یعنی مقدار میں کذا فی الولوالجیہ م اگر میت نے وصیت کی ہے تو لزوماً ثلث سے دیا جاوے گا ورنہ جوازاً والحاصل ان ما کان عبادۃ بدنیۃ فان الوصی یطعم عنہ بعد موتہ عن کل واجب کالفطرۃ والمالیۃ کالزکوۃ یخرج عنہ القدر الواجب والمرکب کالحج یحج عنہ رجلا من مال المیت بجر اور حاصل یہ ہے کہ جو عبادت بدنی ہو جیسے نماز تو وصی میت کی طرف سے کھانا دے اس کے مرنے کے بعد بدلے ہر واجب کے مثل فطرہ کے اور جو عبادت مالیہ ہے جیسے زکوۃ پس نکالے میت کی طرف سے بقدر واجب اور جو عبادت مرکب ہے بدنی اور مالی سے یعنی حج تو حج کرا دے میت کی طرف سے ایک شخص کو بھیج کر میت کے مال سے کذا فی البحر وللشیخ الفانی العاجز عن الصوم الفطر ویفدی وجوبا ولو فی اول الشہر اور شیخ فانی کو جو روزہ سے عاجز ہے افطار جائز ہے اور فدیہ دیوے وجوبا اگرچہ مہینے کے شروع میں دے دے م فدیہ اس واسطے واجب ہوا کہ یہ عذر جانے والا نہیں ہے کہ قضا لازم آوے کذا فی النہر اور فدیہ دینے میں رمضان کا اول و آخر برابر ہے کذا فی البحر وبلا تعدد فقیر کالفطرۃ لو موسرا والا فیستغفر اللہ اور فدیہ میں تعدد فقیروں کا شرط نہیں ہے اور فدیہ مثل فطرہ کے دے اگر تو انگر ہو ورنہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے م استغفار کا ذکر فتح القدیر اور بحر میں مسئلہ نذر والی کے بعد بیان کیا ہے جب کہ نذر کرنے والا روزہ نہ رکھے اور معیشت میں مشغول ہو جاوے پس ظاہر یہ ہے کہ یہ اس کے ساتھ متعلق ہے نہ شیخ فانی کے مسئلہ کے ساتھ جو اس سے پہلے ہے کیونکہ شیخ فانی سے کسی وجہ سے تقصیر نہیں پائی گئی بخلاف ناذر کے اس واسطے کہ روزہ چھوڑ کر جب معیشت میں مشغول ہوا تو ایک قسم کی تقصیر ہوئی اگرچہ معیشت کی مشغول واجب ہو اس لیے

Marfat.com

کہ اس میں خلاف نفس کی ترجیح ہے قالہ الشامی بذا اذا کان الصوم اصلا بنفسہ وخوطب بادائہ وجوب فدیہ شیخ فانی وغیرہ پر اس صورت میں ہے کہ صوم بذات خود اصل ہو اور بندہ اس کی ذات کا مخاطب ہو صوم جیسے رمضان اور اسکی قضاء اور نذر کے روزے مثلاً کسی نے صوم دائمی کی نذر کی یا صوم معین کی نذر کی اور وہ دن معین گذر گیا تو فدیہ جائز ہے کذا فی البحر حتی لو لزمہ الصوم کفارۃ یمین او قتل ثم عجز لم تجز الفدیۃ لان الصوم بدل عن غیرہ یہاں تک کہ اگر لازم ہوا صوم کفارہ یمین یا قتل کا پھر عاجز ہو گیا تو فدیہ جائز نہیں ہے کیونکہ صوم یہاں غیر کا بدل ہے م یہ تفریع ہے اصلا بنفسہ کے مفہوم پر اور کفارہ یمین اور قتل کے ذکر کرنے سے احتراز ہے کفارہ ظہار اور افطار سے جب اعتاق سے عاجز ہو تنگدستی کے سبب اور روزہ سے زیادت عمر کے سبب تو اس کو بالنص جائز ہے کہ ۶۰ مسکینوں کو کھانا دیوے اور الطعام کفارہ یمین میں صیام کا بدل نہیں بلکہ صیام بدل ہے الطعام کا کذا فی السراج اور بحر میں غایۃ البیان اور خانیہ سے نقل کیا ہے کہ اسی طرح اگر منڈا لیا سر حالت احرام میں تکلیف کی جہت سے اور ذبح کی مقدور نہیں اور نہ تین صاع طعام کی کہ چھ مسکینوں پر تقسیم کرے اور وہ شخص شیخ فانی ہے روزہ کی طاقت نہیں رکھتا پھر روزہ کے بدلے کھانا دیا تو جائز نہ ہوا کیونکہ صوم بدل ہے قالہ الشامی ولو کان مسافرا فمات قبل الاقامۃ لم یجب الایصاء اور اگر مسافر ہو پھر مر جاوے اقامت سے پہلے تو فدیہ کی وصیت اس کو واجب نہیں م یہ تفریع ہے خوطب بادائہ پر اور ضمیر کان کی عائد ہے عاجز کی طرف یعنی وصیت اس پر اس جہت سے واجب نہیں کہ اس کو اس قدر فرصت نہیں ملی کہ ایام صیام کی قضا کرتا وتی قدر تقضی لان استمرار العجز شرط الخلیفۃ اور جب قدرت ہو[1] یعنی شیخ فانی کو جو فدیہ ادا کر چکا ہے تو قضا کرے اس واسطے کہ دوام عجز کا شرط ہے خلیفہ ہونے فدیہ کا صوم میں م بحر میں کہا ہے کہ صوم کی قید اس واسطے لگائی کہ تیمم خارج ہو جاوے کہ جب پانی پر قدرت ہو تو نماز نہیں باطل ہوئی اس واسطے کہ تیمم کا خلیفہ ہونا مشروط ہے صرف عجز پر پانی سے نہ دوام عجز پر قالہ الشامی وبہ تکفی الاباحۃ قولان المشہور نعم واعتمدہ الکمال اور اباحت فدیہ میں کافی ہے یا نہیں اس میں دو قول ہیں مشہور یہ ہے کہ کافی ہے اور اسی پر کمال نے اعتماد کیا ہے م جس میں لفظ الطعام وارد ہوا ہے اس میں اباحت اور تملیک دونوں جائز ہیں بخلاف اس کے جس میں لفظ ایتاء یا اداء کا ہے اس لیے کہ وہ صرف تملیک کے واسطے ہے قہستانی عن المضمرات وغیرہ ولزم نفل شرع فیہ قصدا کما مر فی الصلوٰۃ اور لازم ہے وہ روزہ نفل کہ شروع کیا ہے اس کو قصدا جیسا صلوٰۃ میں مذکور ہوا فلو شرع ظنا فافطر ای فورا فلا قضاء پس اگر شروع کیا واجب کے گمان پر پھر معلوم ہوا کہ واجب ذمہ پر نہیں ہے پھر افطار کیا اسی وقت یعنی بمجرد معلوم ہونے کے تو قضا اس کے ذمہ لازم نہیں ہے اما لو مضی ساعۃ لزمہ القضاء لانہ بمضیہا صار کانہ نوی المضی علیہ فی ہذہ الساعۃ تجنیس ومجتبیٰ لیکن اگر بعد علم کے ساعت گذر گئی پھر افطار کیا تو اس پر روزہ قضا لازم ہوا کیونکہ جب ساعت گذری تو گویا اس نے نیت روزہ کے بقا کی اس ساعت میں کذا فی التجنیس والمجتبیٰ اداء وقضاء ای یجب اتمامہ فان فسد ولو بعروض حیض فی الاصح وجب القضاء لازم ہے نفل ادا ہو یا قضاء یعنی واجب ہے پورا کرنا ادا کی صورت میں پھر اگر فاسد ہو جاوے اگرچہ فساد حیض آنے کی جہت سے ہو اوا صح روایت میں قضا واجب ہے الا فی العیدین وایام التشریق فلا یلزم لعیرورتہ صائما بنفس الشروع فیصیر مرتکبا للنہی مگر عیدین اور ایام تشریق میں کہ ان میں اتمام لازم نہیں نہ اداء نہ قضاء اس واسطے کہ روزہ کے شروع ہوتے ہی صائم ہو گیا پس مرتکب ہوا نہی کا م پس اس کی حفاظت واجب نہ ہوئی بلکہ ابطال واجب ہوا اور وجوب قضا مبنی وجوب حفاظت پر ہے پس جیسے اتمام واجب نہ ہوا قضا بھی واجب نہ ہوئی بخلاف اس کے کہ ان ایام کے صوم کی نذر کی اس واسطے کہ نذر لازم ہو جاتی ہے اس طرح کہ ایام غیر منہیہ میں ان کی قضا کرے کیونکہ نفس نذر میں ارتکاب معصیت کا نہیں ہے بلکہ شروع صوم معصیت ہے پس نذر منعقد ہوئی اور قضا لازم ہوئی اور دلوں میں کذا فی الطحاوی واما الصلوٰۃ فلا یکون مصلیا مالم یسجد بدلیل مسئلۃ الیمین اور نماز میں تو مصلی نہیں شمار کیا جاتا ہے جب تک سجدہ نہ کر چکے بدلیل مسئلہ یمین کے م یہ جواب ہے ایک سوال کا سوال کا حاصل یہ ہے

[1] یعنی حالت حیات میں کفارہ یمین کی صورت میں فدیہ کی وصیت کرے جیسا سابق مذکور ہوا ۱۲

Marfat.com

کہ اوقات منہیہ میں چاہیے تھا کہ نماز بھی واجب نہ ہوتی شروع کرنے سے جیسا روزہ ایام منہیہ میں شروع کرنے سے نہیں واجب ہوتا جواب کا حاصل یہ ہے کہ نماز میں معصیت کا مباشر صرف شروع سے نہیں ہوتا جب تک کہ سجدہ نہ کرلے کیونکہ اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ نماز نہ پڑھے گا تو بغیر سجدہ کیے حانث نہیں ہوتا بخلاف صوم کے ایام منہیہ میں کہ صرف شروع سے معصیت کا مباشر ہوگیا کذا فی المنح ولا یفطر الشارع فی نفل بلا عذر فی روایۃ وہی الصحیحۃ اور نہ افطار کرے شروع کرنے والا نفل میں یعنی روزہ نہ توڑے بے عذر ایک روایت میں یہی روایت صحیحہ ہے ہم یہی ظاہر الروایۃ ہے کذا فی المنح وغیرہا پس اس کو تنکیر کے ساتھ بیان کرنا نہ چاہیے تھا قالہ الشامی وفی اخری یحل بشرطان یکون بنیۃ القضاء واختارہا الکمال وتاج الشریعۃ وصدرہا فی الوقایۃ وشرحہا اور دوسری روایت میں توڑنا حلال ہے بشرطیکہ نیت قضا کی ہو اور اسی کو کمال نے اختیار کیا ہے اور تاج الشریعۃ نے وقایہ میں اور اس کی شرح میں ہم شارح نے صاحب نہر کا اتباع کیا ہے اس عبارت میں حالانکہ تصریح اختیار کی وقایہ اور شرح وقایہ میں نہیں والضیافۃ عذر للضیف والمضیف ان کان صاحبہا لا یرضی بمجرد حضورہ ویتاذی بترک الافطار فیفطر والا لا ہو الصحیح من المذہب ظہیریۃ اور ضیافت عذر ہے مہمان کے لیے اور دعوت کرنے والے کے لیے یعنی نفل روزہ توڑنے میں نہ فرض وواجب میں بشرطیکہ صاحب ضیافت صرف حاضر ہونے سے راضی نہ ہو اور ترک افطار سے اس کو ایذا ہو تو افطار کرے ورنہ افطار نہ کرے یہی صحیح مذہب ہے کذا فی الظہیریہ ہم اور ایک قول یہ ہے کہ قبل الزوال عذر ہے بعد الزوال نہیں اور دوسرا قول یہ کہا گیا ہے کہ اگر بھروسا اپنے اوپر اس کا ہو کہ قضا رکھ دوں گا تو توڑے ورنہ نہیں شمس الائمہ نے کہا کہ یہ قید سب سے بہتر ہے میں کہتا ہوں کہ قول صحیح میں یہ پچھلی تقیید ضروری ہے کیونکہ جب وثوق قضا کا نہیں حاصل ہے تو اپنے آپ کو گناہ سے بچانا بہتر ہے غیر کی رعایت سے شارح نے جو مقید کیا قبل الزوال کے ساتھ جیسا آگے آتا ہے تو اس سے سب اقوال کا جمع حاصل ہوگیا ولو حلف رجل علی الصائم بطلاق امرأتہ ان لم یفطر افطر ولو کان صائما قضاء ولا یحنث علی المعتمد بزازیہ اور اگر کسی شخص نے روزہ دار کو قسم دی اپنی بی بی کی طلاق کی درصورتیکہ نہ افطار کرے تو روزہ دار افطار کرے یعنی بطریق مذہب کے اگرچہ روزہ قضائے رمضان ہو اور اس کو قسم میں حانث نہ کہے معتمد روایت پر کذا فی البزازیہ وفی النہر عن الذخیرۃ وغیرہا بذا اذا کان قبل الزوال اما بعدہ فلا الا لاحد ابویہ الی العصر لا بعدہ اور نہر میں ذخیرہ وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ افطار قبل الزوال[1] ہو لیکن زوال کے بعد افطار جائز نہیں مگر ماں باپ کے لیے عصر تک افطار جائز ہے نہ بعد عصر کے وفی الاشباہ دعاہ احد اخوانہ لا یکرہ فطرہ لو صائما غیر قضاء رمضان اور اشباہ میں ہے کہ کسی بھائی نے دعوت کی تو افطار مکروہ نہیں ہے اگر روزہ ہو سوائے قضائے رمضان کے ہم اور قضائے رمضان کا افطار مکروہ ہے کہ اس کو رمضان کا حکم ہے کذا فی الظہیریہ اور قضائے رمضان پر اقتصار کرنا ظاہر دلالت کرتا ہے کہ صوم کفارہ اور نذر میں بعذر ضیافت افطار مکروہ نہیں ہے اور یہ روایت ہے ابو یوسف سے لیکن ان کے نزدیک قضاء رمضان میں بھی استثنا نہیں جیسا کہ محیط میں ہے کہ امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ صوم قضا اور کفارہ اور نذر میں افطار کرے تو ظاہر یہ ہے کہ مصنف اسی روایت پر چلا ہے اس صورت میں قضائے رمضان کا استثنا نہ چاہیے تھا قالہ الشامی عن الحموی ولا تصوم المرأۃ نفلا الا باذن الزوج الا عند عدم الضرر یہ اور نفل روزہ نہ رکھے عورت مگر خاوند کی اجازت[2] سے لیکن جب خاوند کو کچھ ضرر نہ ہو تو جائز ہے ہم یعنی اس طرح پر کہ محرم ہو یا مریض ہو یا مسافر ہو تو اس کو منع نہیں پہنچتا اور عورت روزہ رکھ سکتی ہے گو وہ منع کرے کیونکہ خاوند کا منع کرنا اپنے حق کی جہت سے ہے یعنی وطی کے سبب تو ان حالات میں روزہ سے اس کا کچھ حرج نہیں کذا فی السراج اور ظہیریہ میں منع کو مطلق رکھا ہے اور صاحب بحر نے اسی کی تقویت کی ہے کہ روزہ عورت کو دبلا کرتا ہے اگرچہ بالفعل وہ وطی نہ کرے نہر میں کہا ہے کہ میرے نزدیک منع کا مزید پر مقصور رہنا اولی ہے

[1] اس میں لف ونشر مرتب ہے ۱۲ [2] زوال سے مراد ضحوہ کبری ہے یا بروایت ضعیف زوال ہے ۱۲ [3] یعنی عورت کو نفل روزہ بدون اجازت خاوند کے مکروہ ہے کذا فی السراج اور ظاہر یہ ہے کہ اس کو افطار بعد الشروع جائز ہے تو یہ علاوہ ہوا اور اس سے مناسبت ان مسائل مذکور کی معلوم ہوگئی اور نفل کو بالقید ذکر کیا تو شامل ہوا اس کو کہ اصل میں نفل ہو لیکن کسی عارض سے واجب ہوگیا ہو اور اسی واسطے بحر میں کہا ہے کہ زوج کو ان اشیاء سے کہ ان کا واجب کرنا اللہ کی طرف سے ہے جیسا تطوع اور نذر اور یمین نہ وہ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کا ایجاب ہے جیسا قضائے رمضان ۱۲

Marfat.com

کیونکہ ایک روزہ کا روزہ دبلا ہونے کا باعث نہیں ہے پس نہ باقی رہا مگر حق وطی تو اگر یہ ضرر نہ ہو یعنی خاوند مریض ہو یا مسافر تو جائز ہے قالہ الشامی ولو افطر لہ جاز القضاء باذنہ او لعدم البینونۃ اور اگر افطار کرا دیا مرد نے عورت کا روزہ تو قضا واجب ہے مرد کی اجازت سے یا بعد جدائی کے م اس سے معلوم ہوا کہ مرد کو افطار کرا دینا جائز ہے اور اسی طرح غلام کا حال ہے اور بحر میں خانیہ سے نقل کیا ہے کہ اگر عورت نے بلا اجازت نفل حج کا احرام باندھا تو مرد کو اس کا کھلوانا جائز ہے اور یہی حال نمازوں کا ہے کذا فی الشامی ولصام العبد ومانی حکمہ بلا اذن المولی لم یجز وان افطر قضی باذنہ او لعدم الرق اور اگر غلام نے روزہ رکھا یا اس نے جو اس کے حکم میں ہے یعنی باندی اور مدبر اور ام ولد نے بغیر اجازت مولی کے تو نہیں جائز ہے اور اگر افطار کرا دیا تو قضا کریں مولی کی اجازت سے ورنہ بعد آزادی کے م نہیں جائز یعنی مکروہ ہے خانیہ میں کہا ہے مگر اس صورت میں کہ مولی غائب ہو اور اس کا کچھ ضرر نہ ہو یعنی اس کا حال مانند عورت کے ہے لیکن محیط وغیرہ میں ذکر کیا ہے غلام کو روزہ مکروہ ہے اگرچہ آقا کو کچھ نقصان نہ پہنچا دے کیونکہ اس کے منافع ملک میں مولی کے ہیں بخلاف عورت کے کہ اس کے منافع زوج کے مملوک نہیں ہیں صرف اپنے حق یعنی وطی کا مالک ہے اور بحر میں اسی کی تقویت کی ہے اور جاننا چاہیے کہ اجیر کا حال بیان نہیں کیا سو سراج میں ہے کہ اگر اس کا روزہ مستاجر کو نقصان کرتا ہے تو نفل روزہ رکھنا نہ چاہیے بدون اجازت اور اگر نقصان نہیں کرتا تو اس کو جائز ہے ولو نوی مسافر الفطر اول یتوقیتا ام یتوقتا دنوی الصوم فی وقتہا قبل الزوال صح مطلقا اور اگر نیت کی مسافر نے افطار کی یا نہ نیت کی پھر مقیم ہو گیا اور نیت کر لی روزہ کی نیت کے وقت میں زوال سے پہلے یعنی نصف النہار شرعی سے پہلے اور کھانے سے پہلے تو صحیح ہے ہر صورت میں م یعنی نفل ہو یا نذر معین یا ادائے رمضان اس سے معلوم ہوا کہ اس کا محل وہ روزہ ہے جس میں رات سے نیت کرنی شرط نہیں پس اگر اس روزہ کی نیت کی جس میں رات سے نیت ضرور ہے تو نفل ہو گا کذا فی الطحطاوی قالہ الشامی وجب علیہ الصوم لو کان فی رمضان لزوال المرخص اور واجب ہے روزہ اس پر اگر یہ واقعہ رمضان میں ہو بسبب زائل ہونے مرخص کے یعنی رخصت سفر کی جو تھی سے تھی جب سفر زائل ہو گیا اور نیت اقامت کی کر لی روزہ واجب ہو گیا کما یجب علی مقیم اتمام صوم یوم منہ ای رمضان سافر فیہ ای فی ذلک الیوم جیسا واجب ہے مقیم پر تمام کرنا اس روزہ رمضان کا جس میں سفر واقع ہوا ہے م اس واسطے کہ سفر روزہ شروع نہ کرنے کو مباح کرتا ہے نہ روزہ توڑنے کو پس اگر فجر کے بعد سفر کیا تو افطار حلال نہیں ہے بحر میں کہا ہے کہ یہی حکم ہے اگر مسافر نے نیت کی رات کو اور صبح ہونے تک اس نیت کو نہیں توڑا پھر روزہ رکھا تو اس روز افطار حلال نہیں اور اگر افطار کرے تو کفارہ لازم نہیں ولکن لا کفارۃ علیہ لو افطر فیہما للشبہۃ فی اولہ وآخرہ اور لیکن کفارہ نہیں لازم اگر افطار کیا دونوں مسئلوں میں یعنی مسافر کہ مقیم ہوا اور مقیم جس نے سفر کیا واسطے وقوع شبہ کے اس کے اول و آخر میں م یعنی اول مسئلہ میں شبہ اول وقت میں ہے اور دوسرے مسئلہ میں آخر میں یہ لف ونشر مرتب ہے قالہ الشامی الا اذا دخل مصرہ لشیٔ لنیہ فافطر فانہ یکفر مگر اس صورت میں کہ اپنے شہر میں داخل ہوا کسی چیز کے لینے کو کہ بھول آیا تھا پھر افطار کر لیا تو اس صورت میں کفارہ دے م اس واسطے کہ کھانے کے وقت وہ مقیم ہے کہ گھر آنے کی جہت سے سفر کو چھوڑ دیا اور یہاں قیاس پر عمل ہے نہ استحسان پر اور پہلے مذکور ہو چکا کہ اگر کسی شخص نے کھا لیا پھر سفر کیا یا اکراہ سفر کرایا گیا تو کفارہ نہیں ساقط ہوتا کذا فی الشامی ولو نوی الصائم الفطر ام یکن مفطرا کما لو نوی التکلم فی صلوۃ ولم یتکلم شرح الوہبانیہ قال وفیہ خلاف الشافعی اور اگر روزہ دار نے نیت افطار کی تو مفطر نہ ہو جاوے گا جیسا مذکور ہوا یعنی لا یصام یوم الشک سے پہلے جس طرح نماز میں نیت کی بولنے کی اور نہ بولا کذا فی شرح الوہبانیہ ابن شحنہ نے کہا کہ اس میں خلاف ہے شافعی کا م طحطاوی نے کہا کہ معتمد مذہب امام شافعی کا بھی یہ ہے کہ اس سے نماز نہیں فاسد ہوتی وقضی ایام اغمائہ ولو کان الاغماء مستغرقا للشہر لندرۃ امتدادہ اور قضا کرے صیام ایام بیہوشی کے اگرچہ تمام ماہ رمضان بیہوش رہا ہو کیونکہ بیہوشی کا بڑھ جانا نادر ہے م یعنی بغیر کھانے پینے کے اس قدر مدت جیتا رہے یہ نادر ہے اور نادر واقعات میں حرج[2]

---

[1] لم یجز کا اشارہ اس طرف ہے کہ پہلے سے نیت افطار کی ہو یا نہ ہو دونوں برابر ہیں کیونکہ جب پہلے سے نیت افطار کی ہو تو صحت صوم کو مانع نہیں تو جب نیت نہ کی ہو تو بالاولی مانع نہیں ہے

[2] یعنی دفع حرج کے لیے حکم لگایا جاتا ہے جب حرج نہ ہو احکم نہ بدلا

Marfat.com

نہیں ہے کذا فی الزیلعی سوی یوم حدث الاغماء فیہ او فی لیلتہ فلا یقضیہ الا اذا علم انہ لم ینوہ سوائے اس روز کے جس میں بے ہوشی طاری ہوئی یا اس کی رات میں سو اس کو قضا نہ کرے مگر جب جانے کہ اس کی نیت نہیں کی م قضا نہ کرے اس واسطے کہ ظاہر حال مقتضی ہے کہ رات سے نیت کی ہوگی اور اگر جنون دن کو حادث ہوا ہے تو بطریق اولیٰ اس پر حمل کر سکتے ہیں یہاں تک کہ اگر وہ شخص بیباک ہو رمضان کھانے کی عادت رکھتا ہو یا مسافر ہو تو کل کو قضا کرے کذا قالوا کذا فی الشامی وفی الجنون ان لم یستوعب الشہر قضی ما مضی اور جنون میں اگر تمام ماہ نہ رہا ہو جس قدر ایام گزرے ہوں ان کی قضا کرے م اور اگر تمام ماہ رہا ہو تو مطلقاً قضا لازم نہیں بلا خلاف قالہ الشامی وان یستوعب بجمیع ما یمکنہ انشاء الصوم فیہ علی ما مر لا یقضی مطلقا للحرج اور اگر جنون جملہ اوقات کو احاطہ کرے جن میں صوم شروع ہو سکتا ہے جیسا اول کتاب الصوم میں گذرا تو نہ قضا کرے بالکل واسطے دفع حرج کے م انشاء صوم جس میں ہو سکتا ہے وہ مدت طلوع فجر سے نصف النہار تک ہے ہر دن میں پس حصول افاقہ کا بعد زوال کے اور تمام شب کا معتبر نہیں ہے یعنی اگرچہ نیت اس میں ہو سکتی ہے لیکن انشاء صوم بالفعل رات کو نہیں ہو سکتا اور نہ بعد نصف النہار کے لیکن یہ مخالف ہے مصنف کی مراد کو کہ اس نے استیعاب کو مطلق کہا ہے یعنی وہ مقتضی ہے کہ اگر ایک ساعت کا بھی افاقہ ہوا گرچہ رات کو ہو یا بعد نصف النہار کے تو قضا کرے ورنہ نہیں اور ہم نے اول کتاب الصوم میں اختلاف کا بیان کیا ہے اور یہ کہ دونوں قول مصحح ہیں اور معتمد دوسرا ہے کیونکہ وہ ظاہر الروایت ہے اور متنوں میں مذکور ہے اور مطلقاً سے مراد یہ ہے کہ جنون اصلی ہو یا بعد بلوغ کے عارض ہو گیا ہو اور یہ ظاہر الروایت ہے اور امام محمدؒ سے ایک روایت ہے کہ ان دونوں میں فرق ہے اس لیے کہ جب بالغ ہوا حالت جنون میں تو صبی کے ساتھ ملحق ہوا پس خطاب اس کی طرف متوجہ نہ ہوا بخلاف اس صورت کے کہ بالغ ہوا حالت عقل میں پھر مجنون ہو گیا اور یہی مختار ہے بعض متاخرین کا کذا فی الہدایہ اور شرنبلالیہ میں برہان سے اس نے بلسوط سے نقل کیا ہے کہ مجنون اصلی پر پچھلے ایام کی قضا نہیں ہے اصح روایت میں یعنی ان ایام کی کہ افاقہ سے پہلے گذرے قالہ الشامی ولو نذر صوم الایام المنہیۃ او صوم ہذہ السنۃ صح مطلقاً علی المختار اور اگر نذر کیے روزے ایام منہیہ کے یا اس برس کے تو نذر صحیح ہے مطلقاً مذہب مختار پر م یہاں سے شروع ہے ان صیام کا جو بندہ اپنے قول سے اپنے اوپر لازم کرلے اور سابق میں ان روزوں کا مذکور تھا جو خدا تعالیٰ کی طرف سے لازم ہوئے ملتقی کی شرح میں کہا ہے کہ نذر عمل زبان کا ہے اور اس کی صحت کی شرط یہ ہے کہ معصیت نہ ہو جیسے شراب پینا اور نہ اس پر فی الحال واجب ہو جیسا نماز روزہ جو واجب ہو چکے ہیں نہ آئندہ کو واجب ہو جیسے وہ نماز روزہ جو آگے کو واجب ہوں گے اور یہ شرط ہے کہ اس جنس کا کوئی واجب لعینہ مقصود موجود ہو اور اس میں قضائے قاضی کو دخل نہیں ہے اور مطلقاً کے یہ معنی کہ منہی عنہ کا ذکر صریحاً ہو یا نہ ہو جیسا بحر میں ہے اور جو زبان سے بولا ہے وہ مقصود ہو یا نہ ہو یعنی اگرچہ چوک کر کچھ کا کچھ کہہ دیا تب بھی نذر منعقد ہو جاوے گی چنانچہ ولوالجیہ میں کہا ہے کہ کسی شخص نے کہنا چاہا للہ علی صوم یوم اور اس کی زبان سے نکل گیا صوم شہر تو اس پر ایک مہینے کے روزے لازم ہوں گے کذا فی البحر اور اسی طرح اگر کوئی اور کلام بولنا چاہتا تھا اور اس کے منہ سے نذر کا کلمہ نکل گیا تو نذر لازم ہوگی کیونکہ نذر میں ہزل بمنزلہ جد کے ہے مثل طلاق کے کذا فی الفتح اور علی المختار اس واسطے کہا کہ ابو یوسفؒ نے امام صاحب سے روایت کی ہے کہ یہ نذر نہیں صحیح ہے اور یہی قول زفر کا ہے اور حسن نے امام صاحب سے روایت کی ہے کہ اگر معین کیا تو صحیح نہیں اور اگر کل کے روزے کی نذر کی اور اتفاقاً وہ دن یوم النحر کا ہے تو صحیح ہے کذا فی الشامی وفرقوا بین النذر والشروع فیہما بان نفس الشروع معصیۃ ونفس النذر طاعۃ فنقع اور نذر کرنے اور اس میں شروع کرنے میں فقہا نے اس طرح فرق بیان کیا ہے کہ شروع کرنا گناہ ہے اور نذر بنفسہ عبادت ہے پس نذر درست ہوئی یعنی لازم ہوئی ولکنہ افطر الایام المنہیۃ وجوبا تحامیا عن المعصیۃ وقضاہا استقاطا للواجب لیکن ناذر ایام منہیہ میں افطار کرے وجوباً تاکہ گناہ سے بچے پھر اس کی قضا کرے اپنے ذمہ سے واجب ساقط کرنے کو وان صامہا خرج عن العہدۃ مع الحرمۃ اور اگر انہیں دنوں میں روزہ رکھ لیا تو عہدہ سے بری ہو گیا مگر یہ فعل حرام ہے وہذا اذا نذر قبل الایام المنہیۃ فلو بعدہا لم یقض شیئا وانما یلزمہ باقی السنۃ علی ما ہو

اللہ کے واسطے مجھ پر روزہ ایک دن کا ہے ۱۲

Marfat.com

الصواب اور یہ اس وقت ہے کہ نذر ایام منہیہ سے پہلے واقع ہوئی ہو پس اگر بعد ایام منہیہ کے نذر کی مثلاً چودھویں کو تو کچھ نہ قضا کرے اور اس کو صرف باقی سال کے روزے یعنی ذی الحجہ تمامی کے لازم ہوں گے اور یہی صواب ہے م ہذا کا مشار الیہ وہ مسئلہ ہے کہ اگر سال معین کے روزے نذر کیے تو قضا ایام منہیہ کی لازم ہوتی ہے اور بقیہ ایام سال کے روزوں کا لازم ہونا صواب اس واسطے ہے کہ سال معین عربی ایک مدت معین ہے محرم سے ذی الحجہ تک تو ہذہ الستۃ کا اشارہ دلالت کرتا ہے کہ وہی مدت معینہ مراد ہے جس میں وہ شخص ہے پس نذر حقیقت میں زمان ماضی اور زمان مستقبل پر واقع ہوئی پس جس قدر زمان ماضی کے مقابلہ میں ہوئی اس قدر لغو ہوگی اور زمان مستقبل کی لازم ہوئی چنانچہ اگر کہے للہ علیّ[1] صوم امس تو لغو ہوتا ہے کذا فی الشامی وکذا الحکم لو نکر الستۃ او شرط التتابع فیفطر اور یہی حکم ہے یعنی جو معین سال میں مذکور ہوا اگر ستۃ کو نکرہ کہا یا پے رکھنا شرط کیا پس افطار کرے ایام منہیہ کو م اور اگر انھیں ایام میں روزہ رکھ لے تو عہدہ سے خارج ہو جاوے گا کیونکہ جیسا التزام کیا تھا ویسا ادا کیا لکنہ یقضیہا متتابعۃ لیکن یہاں ایام منہیہ کی قضا کرے پے در پے م یعنی آخر برس کی تمامی سے مل ہووے بغیر فصل کے تاکہ متابع بقدر الامکان متحقق ہو ویعید لو افطر یوما بخلاف المعینۃ اور اعادہ کرے یعنی جتنے ایام کے روزے افطار سے پہلے رکھ چکا ہے اگر ایک روز کا روزہ بھی توڑے اگرچہ سارے رکھ چکا ہو صرف ایک ہی رہا ہو بخلاف سال معین کے کہ اس میں قضا ایام منہیہ کی پے در پے واجب نہیں ہے اور ان میں متابع صرف بضرورت وقت کے لازم آگیا ہے اسی واسطے اگر ایک دن افطار کرے تو صرف اسی دن کی قضا لازم ہوگی کذا فی الطحاوی ولو لم یشترط التتابع یقضی خمسۃ وثلثین ولا یجزیہ صوم ہذہ الخمسۃ فی ہذہ الصورۃ اور اگر متابع شرط نہ کیا ہو تو ۳۵ روز کی قضا کرے اور اس صورت میں صرف پانچ روز کے روزے نہیں کافی ہیں م پانچ یوم بدلے ایام منہیہ کے اور ۳۰ دن رمضان کے اور پچھلے روزوں سے متصل رکھنے چاہییں اور اگر وصل نہ کرے تب بھی عہدہ سے خارج ہو گا صحیح روایت پر کذا فی البحر واعلم ان صیغۃ النذر تحتمل الیمین فلذا کانت ستۃ صور وذکرہا بقولہ اور جان کہ صیغہ نذر کا احتمال رکھتا ہے قسم کا بھی پس اس لیے چھ صورتیں ہوئیں ان کو مصنف نے ذکر کیا اپنے اس قول سے فان لم ینو ہذہ الصوم شیئا او نوی النذر فقط دون الیمین او نوی النذر ولو ان لا یکون یمینا کان فی ہذہ الثلث الصور نذرا فقط اجماعا عملا بالصیغۃ پس اگر نذر کے صیغہ سے کچھ نیت نہیں کی یا نذر ہی کی نیت کی نہ قسم کی یا نیت کی نذر کی اور نیت کی قسم نہ ہونے کی تو ان تینوں صورتوں میں نذر ہی ہوگی فقط بالاجماع واسطے عمل کرنے کے موافق صیغہ کے م یعنی وجہ اول میں اور اسی طرح دوسرے اور تیسرے میں بطریق اولی وان نوی الیمین وان لا یکون نذرا کان فی ہذہ الصورۃ یمینا فقط اجماعا عملا بتعیینہ وعلیہ کفارۃ یمین ان افطر لمنۃ اور اگر نیت کی قسم کی اور اس کی کہ نذر نہ ہو تو اس صورت میں صرف قسم ہوگی بالاجماع بسبب معین کرنے اس شخص کے اور اس کے ذمہ کفارہ قسم کا لازم ہوگا اگر افطار کرے کیونکہ حانث ہو گیا م یعنی قول ناذر کا علی صوم دلالت کرتا ہے التزام پر اور یہ صریح ہے نذر میں پس محمول ہوگا نذر پر بدون نیت کے اور نیت کے ساتھ بطریق اولی لیکن جب نیت کرے کہ نذر نہ ہو تو یمین ہوگی کیونکہ لازم لہو لا اور ملزوم مراد لیا اس واسطے کہ مباح کو لازم کرنے سے اس کے ترک کی تحریم لازم آتی ہے اور مباح کا حرام کرنا بھی یمین ہے قالہ الشامی وان نواہما او نوی الیمین بلا نفی النذر کان فی الصور الثلث نذرا ویمینا حتی لو افطر یجب القضاء للنذر والکفارۃ للیمین عملا بعموم المجاز خلافا للثانی اور اگر نیت کی دونوں کی یا نیت کی قسم کی بدون نفی کرنے نذر کے تو دونوں صورتوں میں نذر اور قسم ہوگی یہاں تک کہ اگر افطار کرے تو واجب ہوگی قضا بسبب نذر کے اور واجب ہوگا کفارہ قسم کا واسطے عمل کرنے کے عموم مجاز پر بر خلاف قول ابو یوسفؒ کے م امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اول صورت میں نذر ہوگی اور دوسری میں قسم اس لیے کہ استعمال صیغہ کا نذر میں حقیقی ہے اور قسم میں مجازی اول صورت میں حقیقت کو ترجیح ہے اور دوسری میں نیت کے باعث مجاز متعین ہے اور چونکہ نذر و قسم کا ہونا بظاہر جمع ہو جانا حقیقت و مجاز کا ہے ایک لفظ میں اور یہ ہو نہیں سکتا اس لیے شارح نے کہا کہ عموم مجاز پر عمل کرنے سے یہ معنی لیے گئے یعنی نذر اور یمین میں منافات نہیں ہے کیونکہ دونوں وجوب کو تقاضا کرتے ہیں مگر نذر بنفسہ وجوب کو چاہتی ہے اور یمین لغیرہ یعنی بواسطہ صیانت اسم خدا تعالیٰ کے پس ہم نے دونوں میں جمع کر دیا تاکہ دونوں دلیلوں پر عمل

[1] نذر کے واسطے عموم پر دلالت ہے کل گذشتہ کا۔

Marfat.com

ہو باقی کتب اصول میں مذکور ہے قالہ الشامی واللطحاوی **وندب تفریق صوم الست من شوال ولا یکرہ التتابع علی المختار خلافا للثانی** حاوی اور مندوب[1] ہے کہ متفرق چھ روزہ رکھے شوال میں اور اس کا پیہم رکھنا مکروہ نہیں ہے مذہب مختار پر بخلاف قول ابو یوسفؒ کے کذا فی الحاوی **والاتباع المکروہ ان یصوم الفطر وخمسۃ بعدہ فلو افطر الفطر لا یکرہ بل یستحب** وبیں ابن کمال اور رمضان کے پیچھے روزے رکھنے وہ مکروہ ہیں کہ عید کے دن ایک روزہ رکھے اور پانچ عید کے بعد پس اگر عید کو افطار کرے تو مکروہ نہیں ہے بلکہ مستحب ومسنون ہے قالہ ابن کمال چنانچہ جامع ترمذی میں وارد ہے کہ جو شخص روزے رمضان کے رکھے پھر چھ روزے شوال کے ان کے ساتھ ملا دے تو یہ تمام سال کے روزے ہوئے **ولو نذر صوم شہر غیر معین متتابعا فافطر یوما ولو من الایام المنہیۃ استقبل** لانہ اخل بالوصف مع خلو شہر من ایام نہی نہر بخلاف السنۃ اور اگر نذر کی کہ ایک مہینے غیر معین کے روزے پے در پے رکھوں گا پھر ایک روز افطار کر لیا اگرچہ افطار کا دن ایام خمسہ میں کا ہو تو پھر نئے سر سے روزہ رکھے کیونکہ اس نے کھو دیا وصف تتابع کو باوجودیکہ ایسا مہینہ مل سکتا تھا جس میں ایام نہی واقع نہ ہوویں کذا فی النہر بخلاف برس کے پیہم روزوں کی نذر کے خواہ برس معین ہو یا غیر معین کہ اس میں ایام منہیہ بلاشک واقع ہوں گے م یہ جواب ہے اس کا کہ جیسا سال بھر کی نذر میں ایام منہیہ کے بدلے کی قضا آتی تھی ایسا ہی یہاں بھی صرف اس روز کی قضا لازم آتی جو مہینے کے بیچ میں واقع ہو **الا یستقبل فی نذر شہر معین لئلا یقع کلہ فی غیر الوقت** نہ استیناف کرے جس صورت میں کہ معین مہینے کے روزے کی نذر کی ہو تاکہ روزے بتمامہا غیر وقت میں واقع نہ ہوں م کلہ کی تقیید اسی صورت میں ظاہر ہوتی ہے کہ مہینے کے آخر کا روزہ افطار کیا ہو لیکن اگر دسویں دن افطار کرے مثلاً تو نہیں ظاہر ہوتی کیونکہ اگر گیارہویں سے استیناف کرے اور پورا مہینہ روزے رکھے تو بعض روزے وقت میں ہوں گے اور بعض غیر وقت میں قالہ الشامی **والنذر من اعتکاف او حج او صلوۃ او صیام او غیرہا غیر المعلق ولو معینا لا یختص بزمان ومکان ودرہم وفقیر** اور نذر غیر معین خواہ اعتکاف ہو یا حج یا نماز یا روزہ یا سوائے ان کے اگرچہ معین ہو یعنی تبعینات آیندہ) نہیں خصوصیت رکھتی کسی زمانہ کے ساتھ نہ مکان کے نہ درم کے نہ فقیر کے **فلو نذر التصدق یوم الجمعۃ بمکۃ بہذا الدرہم علی فلان فخالف جاز** پس اگر نذر کی کہ صدقہ کرے گا جمعہ کے دن مکہ میں یہ درہم فلانے شخص پر پھر اس کے مخالف کیا تو جائز ہے م یعنی بعض میں مخالفت کی یا کل میں اس طرح کہ کسی روز میں سوائے جمعہ کے غیر مکہ میں کوئی اور درہم کسی دوسرے شخص پر صدقہ کیا اور یہ اس لیے جائز ہے کہ نذر میں وہ چیز داخل ہے جو عبادت ہے اور اصل تصدق ہے نہ تعیین پس تعیین باطل ہو گئی اور قربت لازم ہوئی کذا فی الدرر اور معراج میں ہے کہ اگر نذر کیا کہ کل روزہ رکھوں گا پھر اس کو پرسوں رکھا تو جائز ہے اور چاہیے کہ کچھ برائی اس میں نہ ہو جیسا کسی نے نذر کی کہ ابھی ایک درم صدقہ دوں گا پھر تھوڑی دیر میں دیا تنبیہ ابن نجیم نے کہا ہے کہ خانیہ میں ذکر کیا ہے کہ اگر کسی معین درم کی تصدق کی نذر کی پھر وہ درہم جاتا رہا تو نذر ساقط ہو جاتی ہے اور یہ دلالت کرتا ہے کہ قول فقہا کا کہ دینار ودرہم کی خصوصیت لغو ہے عام نہیں بلکہ یہ صورت اس میں ہی مخصوص ہے کیونکہ اگر خصوصیت کا اعتبار لغو ہوتا تو چاہیے تھا کہ واجب اس کے ذمہ پر رہتا اور معین کے ہلاک ہونے سے واجب ساقط نہ ہوتا اور اسی طرح یہ قول کہ تعیین فقیر کی لغو ہے یہ بھی مطلق نہیں ہے کیونکہ بدائع میں کہا ہے کہ اگر نذر کی کہ معین اس فقیر کو کچھ کھلاؤں گا یعنی مسکین کا نام لیا اور چیز کو معین نہیں کیا تو ضرور ہے کہ وہ چیز اسی فقیر کو دے کیونکہ جب شئی منذور کو معین نہیں کیا تو تعیین فقیر کی مقصود ہو گئی تو دوسرے کو دینا جائز نہیں قالہ الشامی **وکذا لو عجل قبلہ فلو عین شہرا للاعتکاف او للصوم فعجلہ قبلہ عنہ صح** اور اسی طرح جائز ہے اگر وقت سے پہلے ادا کرے پس اگر کوئی مہینہ معین کیا اعتکاف کے لیے یا صوم کے لیے پھر اس سے پہلے اسی کے بدلے ادا کیا تو درست ہے م بخلاف قول محمدؒ وزفرؒ کے اتنا فرق ہے کہ محمدؒ تعجیل کو بالکل جائز نہیں رکھتے اور زفر اس صورت میں کہ زمان معجل میں فضیلت کم ہو کذا فی الفتح شامی نے کہا کہ اگر کسی شخص نے رجب کے روزوں کی نذر کی پھر اس سے پہلے ۲۹ روزے رکھے اور رجب بھی ۲۹ روز کا ہوا تو قضا لازم نہ ہونا چاہیے یہی اصح ہے جیسا

[1] نذر کے مسائل میں اس مسئلہ کا ذکر غیر مناسب ہے گو صاحب درر کے اتباع سے یہاں ذکر کیا ہے ۱۲ ش

Marfat.com

سراج میں ہے اور اگر رجب ۳۰ دن کا ہوا تو ایک روزہ قضا کرے وکذا لو نذر ان تحج سنۃ کذا فحج سنۃ قبلہا صح اد صلّوۃ یوم کذا فصلاہا قبلہ لانہ تعجیل بعد وجود السبب وہو النذر فیلغوا التعیین شرنبلالیہ ملخصاً اور اسی طرح اگر نذر کی کہ فلانے سن میں حج کرے گا پھر اس برس سے پہلے حج کر لیا تو درست ہے یا نذر کی نماز کی فلانے روز پھر نماز پڑھی اس روز سے پہلے کیونکہ یہ تعجیل ہے بعد موجود ہونے سبب کے اور وہ نذر کا نذر کرنا ہے پس تعیین لغو ہو جاوے گی کذا فی الشرنبلالیہ اس کو یاد رکھو مہم یعنی چونکہ تعیین قربت مقصودہ بھی نہ تھی تو لغو ہو گئی اور اس مسئلہ میں بھی خلاف محمد و زفر کا ہے کذا فی الشامی بخلاف النذر المعلق فانہ لا یجوز تعجیلہ قبل وجود الشرط کما یجئ فی الایمان بخلاف نذر مشروط کے کیونکہ اس میں تعجیل شرط کے موجود ہونے سے پہلے جائز نہیں ہے جیسا ایمان میں مذکور ہو گا مہم برابر ہے کہ تعلیق کرے ایسی شرط پر جس کا ہونا اچھا ہو جیسا اگر میرا فلانا غائب آجاوے تو روزہ رکھوں یا شرط کا نہ ہونا اچھا ہو مثلاً اگر زنا کرے تو میرے ذمہ اس قدر لازم ہے اتنا فرق ہے کہ پہلی صورت میں اگر شرط پائی جاوے تو نذر کا ایفا لازم ہے اور دوسری صورت میں اختیار ہے نذر کے پورے کرنے میں اور کفارہ یمین میں اور نذر معلق میں تعجیل اس لیے جائز نہیں کہ جو کام معلق کسی شرط پر ہے وہ بالفعل سبب نہیں ہے بلکہ شرط کے موجود ہونے پر سبب ہو گا جیسا اصول میں مقرر ہو چکا ہے پس اگر اس کی تعجیل جائز ہو تو لازم آتا ہے کہ اس کا وقوع سبب کے موجود ہونے سے پہلے ہو اور یہ ناجائز ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ معلق کا زمانہ باعتبار تعجیل کے معین ہے لیکن تاخیر صحیح ہے واسطے موجود ہونے سبب کے پہلے اس سے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس میں مکان اور درہم اور فقیر متعین نہیں ہیں کیونکہ تعلیق کی جہت سے صرف زمانہ انعقاد سبب کا موخر ہو گیا سو تعجیل ناجائز ہوئی لیکن مکان اور درہم اور فقیر اپنی اصل پر ہے اس واسطے کہ تعلیق ان میں اثر نہیں کرتی قالہ الشامی **ولو قال مریض للہ علی ان اصوم شہرا فمات قبل ان یصح لا شئ علیہ** اور اگر کسی مریض نے کہا اللہ کے واسطے میرے ذمہ یہ ہے کہ ایک مہینے کے روزے رکھوں پھر مر گیا اچھا ہونے سے پہلے تو اس کے ذمہ کچھ لازم نہیں ہے **وان صح ولو یوما ولم یصم لزمہ الوصیۃ بجمیعہ علی الاصح** اور اگر تندرست ہو گیا اگرچہ ایک ہی روز ہو اور اس روز روزہ نہ رکھا تو اس کو وصیت جمیع صیام کی لازم ہے صحیح مذہب پر مہم یہ شخین کا قول ہے اور محمدؒ کہتے ہیں کہ جس قدر قوت ہووے اسی قدر کی وصیت لازم ہے جیسا قضائے رمضان میں وقد بسط الشامی کما یجئ **اذا نذر ذلک ومات قبل تمام الشہر لزمہ الوصیۃ بالجمیع بالاجماع** کما فی الخبازیۃ بخلاف القضاء فان سببہ ادراک العدۃ مانند تندرست کے کہ نذر کی مہینے کی اور مہینے کے تمام ہونے سے پہلے مر گیا اور اس اثنا میں روزہ نہیں رکھا تو اس کو وصیت جمیع مہینے کی لازم ہے بالاجماع جیسا خبازیہ میں ہے بخلاف قضائے رمضان کے کیونکہ سبب قضا کا ادراک اس قدر مدت کا ہے مہم یعنی جس صورت میں کہ رمضان فوت ہو جاوے کسی عذر سے پھر بعض مدت کی اس کو گنجایش ملی اور روزہ نہ رکھا تو اس کو وصیت کرنی اس مقدار کی کہ قوت کی ہے بالاتفاق لازم ہے صحیح مذہب پر بخلاف طحاوی کے کہ اس نے کہا ہے کہ خلاف اس مسئلہ میں بھی جاری ہے کذا فی الحلبی فروع مسائل جزئیہ جو شارح نے ملحق کیے **قال واللہ لا اصوم علیہ بل ان صام حنث** کما یجئ فی الایمان یہ لفظ کہا واللہ لا اصوم تو روزہ اس کے ذمہ لازم نہیں بلکہ اگر روزہ رکھے گا تو حانث ہو گا جیسا کتاب الایمان میں آوے گا مہم اس جہت سے کہ مضارع مثبت جواب قسم میں نہیں واقع ہوتا مگر نون تاکید کے ساتھ اور نون تاکید مثال مذکور میں نہیں تو لا نفی کا حذف ماننا ضرور ہوا یعنی گویا اس نے واللہ لا اصوم کہا قالہ الحلبی لیکن علامہ مقدسی نے کہا کہ یہ حکم سابق میں تھا قبل تغیر لغت کے اور اب تو حرف اثبات اور نفی میں صرف لا کے ہونے اور نہ ہونے سے فرق کرتے ہیں پس یہ مثل اصطلاحی فارسی وغیرہ کے ہے قسم کے باب میں قالہ الشامی **نذر صوم رجب فدخل وہو مریض افطر وقضی کرمضان نذر کی رجب کے روزوں کی پھر رجب آگیا اور یہ مریض ہے تو افطار کرے اور قضا کرے مثل رمضان کے یعنی متصل یا منفصل کذا فی الدرر لصوم ما بعد ضعف لاشتغالہ بالمعیشۃ افطر وکفر کما یأتی نذر کی ہمیشہ روزہ کی پھر ضعیف ہو گیا معیشت میں مشغول کی جہت سے تو افطار کرے اور فدیہ دے چنانچہ مذکور ہوا یعنی شیخ فانی کے حکم میں کہ**

مثل فطرہ کے ..... **کھانا دیوے او یوم یقدم فلان فقدم بعد الاکل او الدوال او حیضہا قضی عند الثانی خلافا للثالث** یا نذر کی کہ روزہ رکھوں گا جس

سلہ صوماً پر تنوین ہے اور یوماً منصوب علی الظرفیہ اور اگر مضاف کیا جاوے تو اس پر اس سنہ کی صلوٰۃ کی مثل مغرب اور وتر کی بجگہ چار رکعتیں پڑھے "

Marfat.com

دن فلانا شخص آوے گا سو آیا وہ کھانے کے بعد یا ضحوہ کبریٰ کے یا حیض آنے کے بعد تو قضا کرے ابو یوسف کے نزدیک بخلاف قول محمدؒ کے م فتح القدیر اور نہر میں کہا کہ بعد زوال کے آیا تو محمدؒ کہتے ہیں کہ اس پر کچھ لازم نہیں اور سوائے محمدؒ کے اور کسی سے روایت نہیں ہے سرخسی نے کہا کہ اظہر یہ ہے کہ دونوں برابر ہیں یعنی آنا بعد الاکل اور آنا بعد الزوال پس شارح فرع ثانی ہیں اسی پر چلا ہے ولو قدم فی رمضان فلا قضاء اتفاقا اور اگر فلانا آیا ماہ رمضان میں تو قضا لازم نہیں بالاتفاق کیونکہ انجام کار نذر اس کی رمضان پر واقع ہوئی اور جو شخص رمضان کی نذر کرے تو اس پر کچھ لازم نہیں ہوتا قالہ الشامی ولو عنی بہ الیمین کفر فقط الا اذا قدم قبل نیۃ فنواہ عنہ برّ بالنیۃ ودفع عن رمضان اور اگر نیت کی الفاظ نذر سے یمین کی تو قسم کا کفارہ دیوے فقط مگر جب کہ وہ شخص آگیا نیت کرنے سے پہلے پس ادا نذر کی نیت کر لی تو نیت کی جہت سے نذر ادا ہو گئی اور روزہ رمضان کا واقع ہوا م اس مسئلہ کے بیان میں اختصار مخل واقع ہوا ہے نہر کے قول سے اور اصل مسئلہ فتح وغیرہ میں اس طرح مذکور ہے اگر کہا کہ مجھ پر خدا کے واسطے روزہ اس روز کا لازم ہے جس روز فلان شخص آوے اللہ تعالیٰ کے شکر کے لیے اور اس قول سے یمین کا ارادہ کیا پھر وہ شخص رمضان کے دن میں آیا تو اس پر کفارہ یمین ہوگا اور قضا نہ ہوگی کیونکہ قسم پوری ہونے کی شرط نہ پائی گئی یعنی روزہ بہ نیت شکر اور اگر آیا نیت کرنے سے پہلے پھر اس روزے میں صوم شکر کی نیت کی نہ رمضان کی تو قسم پوری ہوئی نیت کی جہت سے اور یہ روزہ رمضان کے واسطے بھی کافی ہے قضا لازم نہیں اور اس سے مصنف کا کلام واضح ہو جاتا ہے قالہ الشامی ولو نذر شہر الزمہ کاملا اور اگر نذر کی ایک مہینے کی تو لازم ہوں گے پورے مہینے کے روزے م اور جس روز چاہے شروع کرے عدد کے اعتبار سے نہ ہلال سے اور اگر معین مہینے کی نذر کی تو چاند کے اعتبار سے متصور ہوگا کذا فی الفتح اوالشہر فبقیۃ یا نذر کی اس معین مہینے کی تو باقی رہا ہوا لازم ہوگا م اس واسطے کہ اس کو معرف باللام ذکر کیا ہے تو جو حاضر ہونے کی جہت سے معہود ہے وہی مراد ہوگا اور اگر تمام مہینے کی نیت کرے تو اس کی نیت پر رہے گا کیونکہ کلام اس کو بھی محتمل ہے فتح عن التتمیں او جمعۃ فالاسبوع الاان یرید الیوم یا نذر کی جمعہ کی تو پورا ہفتہ لازم ہوگا مگر یہ کہ نیت کرے خاص روز جمعہ کی ولو نذر صوم یوم السبت ثمانیۃ ایام صام سبعتین ولو قال سبعۃ فسبعۃ اسبات والفرق ان السبت لا یتکرر فی السبت فحمل علی العدد بخلاف الاول اور اگر نذر کی آٹھ ایام کی شنبہ کے روزہ کی تو دو روزے رکھے شنبہ کے دن اور اگر نذر کی سات دن کی شنبہ کے روزہ کی تو روزہ رکھے سات شنبہ اور دونوں صورتوں میں فرق یہ ہے کہ شنبہ کا روزہ سات روز میں دوبارہ نہیں آتا اس لیے دوسری صورت میں سات پر محمول ہوا بخلاف اول صورت کے م یعنی آٹھ روز میں دو شنبہ مکرر ہو سکتا ہے تو عدد مذکور میں جو مکرر ہو سکتا ہے وہی مراد ہوا گویا یوں کہا السبت الکائن فی ثمانیۃ ایام یعنی وہ روز شنبہ کہ آٹھ روز میں واقع ہے اور وہ دو ہیں کذا فی الفتح اور مخفی نہیں ہے کہ یہ اس وقت ہے کہ نذر والے کی نیت معلوم نہ ہو نہیں تو جیسی نیت ہوگی وہی لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما یؤخذ من الدراہم والشمع والزیت ونحوہا الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیہم فہو بالاجماع باطل وحرام اور جان تو کہ نذر جو عوام کی طرف سے مردوں کے لیے واقع ہوتی ہے اور جو کچھ لیا جاتا ہے پیسہ اور موم اور تیل وغیرہ اولیائے کرام کی قبروں پر تاکہ اولیا کا تقرب حاصل ہو سو یہ سب بالاتفاق باطل اور حرام ہے م اس کا بطلان کئی وجہ سے ہے منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ یہ نذر ہے مخلوق کے واسطے اور نذر مخلوق کے لیے جائز نہیں کیونکہ یہ عبادت ہے اور عبادت مخلوق کی نہیں ہوتی دوسری وجہ یہ کہ جس کی نذر کی ہے وہ مردہ ہے اور مردہ مالک نہیں ہوتا تیسری یہ کہ نذر والا گمان کرتا ہے کہ مردہ امور میں تصرف کرتا ہے سوائے خدائے تعالیٰ کے اور اس کا یہ اعتقاد کفر ہے ہاں اگر یوں کہے کہ یا اللہ میں تیرے لیے نذر کرتا ہوں کہ اگر تو میرے مریض کو شفا دے یا میرے غائب کو میری طرف پھیر دے یا میری حاجت کو روا کر دے تو میں ان فقیروں کو کھانا کھلاؤں جو دروازے پر فلانے سید یا امام کے ہیں یا ان کی مسجد کے لیے فرش یا تیل خریدوں یا ان کی مسجد کے خدمت گذاروں کو اتنا روپیہ دوں یا اور سوائے اس کے جس میں نفع فقیروں کا ہو اور نذر خالص خدائے تعالیٰ کے لیے ہو اور ذکر اس بزرگ کا صرف اس لیے ہو کہ رباط میں یا مسجد میں جو لوگ مستحق مقیم ہیں وہ معرف نذر کے ہیں پس

Marfat.com

اس اعتبار سے نذر جائز ہوگی اور اس کا صرف جائز کسی منصب والے یا سید یا ذی نسب یا عالم پر جائز نہیں ہے جب تک کہ محتاج نہ ہو اور شرع میں ثابت نہیں کہ اغنیا کو نذر کا دینا جائز ہو کیونکہ مخلوق کے لیے نذر کرنی بالاجماع حرام ہے یہ نذر نہ منعقد ہوتی ہے اور نہ ذمہ پر لازم ہوتی ہے اور اس وجہ سے کہ وہ حرام محض ہے اس بزرگ کے خادم کو اس کا لینا جائز نہیں مگر یہ کہ خود فقیر ہو اور اس کے عیال فقرا عاجز ہوں تو اس کو نذر کو بطور صدقہ ابتدائی کے لے سکتا ہے اور اس کا لینا بھی مکروہ ہے جب تک نذر کرنے والے کا قصد تقرب الی اللہ اور صرف فقرا کی طرف نہ ہو اور اس بزرگ سے بالکل قطع نظر نہ کرے کذا فی البحر ملخصا عن شرح العلامۃ قاسم بالم یقصد وا صرفہا للفقراء الامام وقد ابتلی الناس بذلک ولا سیما فی بلدہ الاعصار وقد بسطہ العلامۃ قاسم فی شرح درر البحار یعنی نذر مذکور جو عوام سے واقع ہوتی ہے اور جو دراہم وغیرہ لیے جاتے ہیں حرام ہیں جب تک کہ قصد نہ کریں ان کے صرف کا فقرا کے لیے اور اس میں لوگ مبتلا ہیں خاص کر ان ایام میں اور اس کو علامہ قاسم نے شرح درر البحار میں بسط سے بیان کیا ہے م یعنی اس طرح نذر ہو سکتی ہے کہ صیغہ نذر کا خدائے تعالیٰ کے لیے ہو واسطے تقرب کے اور شیخ کے ذکر سے اس کے فقرا مراد ہوں اور نہیں مخفی ہیں کہ اس شخص کو اس کا صرف غیر کی طرف بھی جائز ہے جیسا پہلے مذکور ہو چکا اور یہ بھی ضرور ہے کہ نذر اس قسم کی ہو جس کا نذر کرنا صحیح ہے جیسے دراہم صدقہ کے لیے یا مثل اس کے لیکن جب نذر کرے تیل کے چراغوں کے لیے قبر پر یا مناروں پر جیسے عورتیں حضرت سید عبدالقادر جیلانی کے لیے تیل نذر کیا کرتی ہیں اور شرقی بناروں میں اس کو روشن کرتی ہیں سو یہ باطل ہے اور اس سے زیادہ قبیح ہے نذر کرنا مولد کے پڑھنے کا منائر میں کہ اس میں راگ اور لعب ہوتا ہے اور اس کا ثواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بخشا جاتا ہے قالہ الشامی ولقد قال الامام محمدؒ لو کان العوام عبیدی لاعتقتہم واستغلت ولائی وذلک لانہم لا یہتدون فالکل بہم یتغیرون اور امام محمدؒ نے کہا ہے کہ اگر عوام میرے غلام ہوتے تو میں ان کو آزاد کر دیتا اور اپنی ولا ساقط کر دیتا اور یہ اس وجہ سے کہ عوام ہدایت پر نہیں ہوتے پس سب لوگوں کو ان سے عار ہے م ولاء کے ساقط کرنے سے یہ مراد کہ ان سے مواخذہ بالکل نہ کرتا ورنہ ولاء ساقط کرنے سے ساقط نہیں ہوتی جیسے نسب نہیں ساقط ہوتا کذا فی الطحطاوی

باب الاعتکاف

یہ باب ہے اعتکاف کے احکام میں وجہ المناسبۃ لہ والتاخیر اشتراط الصوم فی بعضہ والطلب الاکد فی العشر الاخیر وجہ مناسبت اعتکاف کی رمضان کے ساتھ اور وجہ تاخیر اعتکاف کی شرط ہونا صوم کا ہے بعض اقسام اعتکاف میں اور طلب موکدہ عشرہ اخیر میں م یعنی اعتکاف واجب میں صوم شرط ہے اور شرط مشروط سے مقدم ہوتی ہے اس لیے رمضان کو مقدم کیا اور اخیر عشرہ رمضان میں اعتکاف کی تاکید ہے اور روزہ اس پر ختم ہے تو مناسب ہوا کہ کتاب الصوم کے ختم میں مسائل اعتکاف مذکور ہوں قالہ الشامی ہو لغۃ اللبث وشرعا لبث بفتح اللام وضمہا الکث ذکر ولو میزانی مسجد جماعۃ لغت میں اعتکاف کے معنی ٹھہرنا دیعنی کسی مقام میں ہو اور اپنے نفس کو حبس کرنا) اور لبث بفتح لام اور ضمہ بھی جائز ہے اور شرع میں ٹھہرنا مذکر کا ہے کو لڑکا عاقل ہی ہو مسجد جماعت میں م بلوغ اس میں شرط نہیں ہے جیسا بحر میں ہے اور یہ حکم غلام کو بھی شامل ہے کہ اس کا اعتکاف بھی مولیٰ کی اجازت سے صحیح ہے اور ذکر کی قید لگائی گو اعتکاف عورت کا بھی مسجد میں متحقق ہے اس لحاظ سے کہ یہاں تعریف اعتکاف مطلوب کی مقصود ہے اور اعتکاف عورت کا مسجد میں مکروہ ہے جیسا آگے مذکور ہوگا قالہ الشامی وہو مالہ امام وموذن اوبیت فیہا خمس اولا مسجد جماعت وہے کہ اس کے لیے امام اور موذن ہوں خواہ نماز پنجگانہ لوگ اس میں پڑھتے[1] ہوں یا نہیں وعن الامام اشتراط اداء الخمس فیہ وصححہ بعضہم اور ایک روایت امام صاحب سے یہ ہے کہ نماز پنجگانہ کا ادا ہونا مسجد اعتکاف میں شرط ہے اور بعض فقہا نے اس کی تصحیح کی ہے م بحر میں ابن ہمام سے اس کی تصحیح نقل کی ہے مقالا یصح فی کل مسجد وصححہ السرخسی اور صاحبین نے کہا ہے کہ اعتکاف صحیح ہے ہر مسجد میں اور اسی کی تصحیح کی ہے سرخسی نے اور یہی اختیار کیا ہے طحاوی نے واما الجامع فیصح فیہ مطلقا اتفاقا اور جامع مسجد میں تو صحیح ہے مطلقا یعنی نماز پنجگانہ ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو بالاتفاق م یہ مذکور ہوا بیان صحت کا ہے نہر میں

[1] اس اطلاق کی تصریح کی ہے عنایہ میں اور نہر میں اور شیخ اسمٰعیل نے نسبت کی ہے طرف فیض اور بزازیہ اور خزانۃ الفتاوی اور خلاصہ وغیرہا کے ۔

Marfat.com

اور فتح القدیر میں کہا ہے کہ اعتکاف مسجد الحرام میں افضل ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں پھر بیت المقدس میں پھر جامع مسجد میں بشرطیکہ اس میں جماعت ہوتی ہو اور اگر جماعت نہ ہوتی ہو تو اپنے محلے کی مسجد افضل ہے تاکہ اس کو نکلنے کی حاجت نہ ہو پھر جس میں نمازی زیادہ ہوں قالہ الشامی **اولبث امراۃ فی مسجد بیتہا** یا ٹھہرنا عورت کا ہے اپنے گھر کی مسجد میں م مسجد البیت سے مراد وہ جو عورت کو اور سب کو گھر کے اندر ایک جگہ نماز کے لیے بنا لینی مندوب ہے جیسا بزازیہ میں ہے کذا فی النہر اور اس سے معلوم ہوا کہ مردوں کو بھی تخصیص کسی موضع کی گھر میں نوافل کے لیے مستحب ہے اور فرض اور اعتکاف تو مسجدوں میں ہوتا ہے چنانچہ ظاہر ہے قالہ الشامی **ویکرہ فی المسجد** اور اعتکاف عورت کو مسجد میں مکروہ ہے م یعنی تنزیہی جیسا نہایہ میں ظاہر المعلم ہوتا ہے کذا فی النہر اور بدائع میں تصریح کی ہے کہ افضل نہیں ولا یصح فی غیر موضع صلاتہا من بیتہا کی اذالم یکن فیہ مسجد اور نہیں صحیح عورت کا اعتکاف سوائے موضع مقرر نماز کے گھر کے اندر جیسا نہیں صحیح ہے جب گھر میں مسجد نہ ہو م اور وقت اعتکاف کے کسی موضع کو اس کام کے واسطے مقرر کرلے تو چاہیے کہ جائز ہو قالہ الشامی **وہل یصح من الخنثی فی بیتہ لم ارہ والظاہر لاحتمال ذکورتہ** اعتکاف خنثی کا صحیح ہے اس کے گھر میں میں نے اس مسئلہ کو نہیں دیکھا اور ظاہر یہ ہے کہ نہیں صحیح ہے کیونکہ خنثی میں احتمال مذکر ہونے کا ہے م نفی خنثی باعتبار مونث ہونے کے مقتضی ہے کہ اس کا اعتکاف گھر میں مع الکراہت جائز ہو اور باعتبار مذکر ہونے کے اس بات کو چاہتا ہے کہ کسی وجہ درست نہ ہو قالہ الحلبی **بنیتہ فالبث ہو الرکن[1] والکون فی المسجد والنیۃ من مسلم عاقل طاہر من جنابۃ وحیض ونفاس شرطان** یعنی اعتکاف ٹھہرنا ہے بشرطیکہ نیت کے تو ٹھہرنا رکن ہے اور مسجد میں ہونا اور نیت مسلمان عاقل کی کہ طاہر ہو جنابت اور حیض اور نفاس سے یہ دونوں شرطیں ہیں م بدائع میں طہارت جنابت اور حیض اور نفاس سے شرط اعتکاف کی ٹھہرائی ہے نہر میں کہا ہے کہ یوں چاہیے کہ اشتراط طہارت کا حیض ونفاس سے اعتکاف میں مبنی ہو اشتراط صوم پر نفل اعتکاف میں اور جس روایت میں صوم شرط نہیں تو یہ چاہیے کہ صرف حلت کی شرط ہو جیسے طہارت جنابت سے اور میں نے نہیں دیکھا کہ کسی نے اس کا تعرض کیا ہو اور حاصل یہ ہے کہ طہارت ان تینوں سے شرط ہے حلت کی اور طہارت حیض ونفاس سے شرط صحت کی یہی ہے اعتکاف نذر میں اور ایسے ہی نفل میں بنا بر اس روایت کے جس میں صوم شرط ہے بخلاف جنابت کے کہ جنابت کے ساتھ صوم ممکن ہے قالہ الشامی **وہو ثلثۃ اقسام واجب بالنذر بلسانہ وبالشروع وبالتعلیق ذکرہ ابن الکمال** اور اعتکاف تین قسم ہے ایک واجب ہے بسبب نذر کرنے کے اپنی زبان سے اور بسبب شروع کرنے کے اور بہ سبب شرط کرنے کے ذکر کیا ہے اس کو ابن کمال نے م زبان کی قید اس لیے لگائی کہ واجب کرنے میں صرف نیت کافی نہیں کذا فی البحر اور شروع کرنے سے واجب ہونا قول ضعیف پر متفرع ہے یعنی جس میں نفل اعتکاف کیلیے روزہ شرط ہے اور مذہب صحیح یہ ہے کہ اعتکاف نفل کے لیے کم تر زمانہ ایک ساعت ہے نہ تمام دن تو اس کے بموجب شروع کرنے سے واجب نہ ہوگا اور بالتعلیق عطف ہے بالنذر پر اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ نذر اور چیز ہے اور تعلیق دوسری چیز کیونکہ معطوف اور معطوف علیہ ایک دوسرے کے غیر ہوتے ہیں حالانکہ تعلیق بھی نذر ہی ہے تو شارح کو مناسب تھا کہ یوں کہتا واجب بالنذر منجزا ومعلقا یعنی واجب ہوتا ہے نذر سے خواہ نذر بدون شرط کے ہو یا کسی شرط پر مشروط ہو جیسا بحر میں اور امداد میں ہے قالہ الطحطاوی **وسنۃ موکدۃ فی العشر الاخیر من رمضان** قسم دوم سنت موکدہ ہے رمضان کے اخیر عشرہ میں ای سنۃ کفایۃ کما فی البرہان یعنی سنت کفایہ ہے کہ بعض کے کرنے سے اور لوگوں کے ذمہ سے ساقط ہوگا جیسا برہان میں ہے م اس کی نظیر جماعت سے تراویح کا پڑھنا ہے کہ اگر بعض لوگ ان کو پڑھیں کہ باقیوں سے ساقط ہو جاتی ہیں پس اگر باقی اشخاص بے عذر ترک پر مواظبت کریں تو گناہ گار نہ ہوں گے اور اگر سنت ہر ایک شخص پر ہوتیں تو ترک کرنا سنت موکدہ کا گناہ ہوتا جو ترک واجب کی نسبت کم ہے کذا فی الشامی **لاخزانہا بعدم**

---

[1] قولہ ہو الرکن اس پر یہ وارد ہوتا ہے کہ مطلق لبث تو حقیقت لغویہ ہے اور حقیقت شرعیہ تو وہ لبث مفروض ہے یعنی مسجد میں تامل ۱۲ ش [2] قولہ من مسلم عاقل اس واسطے کہ نیت نہیں صحیح ہوتی بدون اسلام اور عقل کے پس یہ دونوں نیت کی شرطیں ہیں ۱۲ ش

Marfat.com

الانکار علی من لم یفعلہ من الصحابہؓ کیونکہ صحابہؓ میں سے جس شخص نے ان کو ادا نہیں کیا تو حضرت نے ان پر انکار نہیں کیا اور نہیں ٹوکا م یہ جواب ہے اس کا جو ہدایہ کے قول پر کسی نے اعتراض کیا ہے ہدایہ کا قول یہ ہے کہ اعتکاف سنت موکدہ ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اخیر عشرہ رمضان میں مواظبت کی ہے اور مواظبت دلیل ہے سنت ہونے کی اعتراض کی تقریر یہ ہے کہ مواظبت بغیر ترک کے دلیل ہے وجوب کی تو واجب کہنا چاہیے نہ سنت موکدہ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت نے تارک پر انکار نہیں کیا اگر واجب ہوتا تو ضرور ٹوکتے کذا فی الشامی **ومستحب فی غیرہ من الازمنۃ** ہو یعنی غیر الموکدۃ تیسری قسم اعتکاف مستحب ہے جو اس کے سوا اور زمانوں میں ہے اور مستحب یعنی سنت غیر موکدہ کے ہے **وشرط الصوم لصحۃ الاول اتفاقا فقط علی المذہب** اور شرط کیا گیا ہے روزہ واسطے صحت قسم اول یعنی واجب کے فقط بالاتفاق بنا بر مذہب صحیح کے م علی المذہب فقط کے ساتھ علاقہ رکھتا ہے اور یہی روایت ہے اصل کی اور اس کے مقابل روایت حسن کی ہے کہ نفل اعتکاف میں بھی شرط ہے اور یہ مبنی ہے اختلاف پر اس بات میں کہ نفل میں تقیید و تقدیر یوم کی ہے یا نہیں پس اصل کی روایت پر یوم کی قید و تقدیر نہیں ہے اس لیے روزہ بھی شرط نہیں اور حسن کی روایت میں یوم کی قید ہے یعنی حسن کی روایت میں تو اس میں صوم شرط ہے جیسا بدائع وغیرہ میں ہے میں کہتا ہوں کہ اس کا مقتضا یہ ہے کہ اعتکاف مسنون میں بھی صوم شرط ہے کیونکہ وہ رمضان کے عشرہ اخیرہ میں ہوتا ہے یہاں تک کہ اگر اعتکاف کرے بلا صوم کسی مرض یا سفر کی جہت سے تو چاہیے کہ سنت نہ شمار کیا جاوے بلکہ نفل ہو اور اس سے سنت کفایہ کی ادا ہو حاصل نہ ہو قالہ الشامی **ولو نذر اعتکاف لیلۃ لم یصح وان نوی**[1] **معہا الیوم لعدم محلیتہا للصوم اما لو نوی بہا الیوم صح والفرق لا یخفی** پس اگر رات کے اعتکاف کی نذر کی تو صحیح نہیں ہے اگرچہ اس کے ساتھ دن کی نیت بھی کرے کیونکہ رات محل صوم کا نہیں ہے لیکن اگر رات بولے اور یوم ارادہ کرے تو درست ہے اور فرق مخفی نہیں ہے م فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں یوم کو تابع رات کے کیا ہے اور جب متبوع میں نذر نادرست ہوئی تو تابع میں بھی نادرست ہوئی اور دوسری صورت میں لیلۃ بولا اور یوم مراد لیا یعنی مجاز مثل دو مرتبہ کا اس طرح کہ پہلے مقید کو یعنی لیلۃ کو مطلق زمانہ میں استعمال کیا پھر اس مطلق کو مقید میں استعمال کیا پس یوم مقصود ہوا قالہ الحلبی میں کہتا ہوں کہ یہ فرع مشکل ہے کیونکہ اطلاق نہار کا مطلق زمانہ پر جائز ہے نہ لیل کا اطلاق اور اگر اس طرح بولنا اطلاق و تقیید کے علاقہ سے جائز کہا جاوے تو چاہیے کہ اطلاق آسمان کا زمین پر یا درخت خرما کا کسی چیز طویل پر انسان کے سوا جائز ہو حالانکہ کتب اصول میں اس کے خلاف کی تصریح کی ہے قالہ الشامی **بخلاف ما لو قال فی نذرہ لیلا ونہارا فانہ یصح وان لم یکن اللیل محلا للصوم لانہ یدخل اللیل تبعا بخلاف اس کے کہ کہے اپنی نذر میں رات اور دن کہ یہ نذر درست ہے اگرچہ رات محل صوم کا نہیں ہے کیونکہ رات بالتبع داخل ہے واعلم ان الشرط فی الصوم مراعاۃ وجودہ لا ایجادہ الشروط قصدا اور واضح ہو کہ صوم میں شرط ہے لحاظ روزہ کے وجود ہونے کا نہ قصداً رکھنا معتکف کا صوم کو واسطے اعتکاف شروط کے م یعنی اعتکاف میں روزہ کا وجود ضروری ہے نہ ایجاد بہ نیت اعتکاف جیسا وضو وجود نماز کے لیے شرط ہے نہ یہ کہ قصداً نماز کے لیے وضو کیا ہو **فلو نذر اعتکاف شہر رمضان لزمہ واجزاہ صوم رمضان عن صوم الاعتکاف** پس اگر ماہ رمضان کے اعتکاف کی نذر کی تو اعتکاف لازم ہوگا اور روزہ رمضان کا صوم اعتکاف کی جگہ کافی ہوگا **لکن قالوا لو صام تطوعا ثم نذر اعتکاف ذلک الیوم لم یصح لانقلاب من ادی تطوعا فنذر جعلہ واجبا** لیکن فقہا نے کہا ہے کہ اگر نفل روزہ رکھا پھر اس روز کے اعتکاف کی نذر کی تو صحیح نہ ہوگی کیونکہ روزہ شروع میں نفل تھا پھر اس کو واجب کرنا متعذر ہے اور یہ بھی وجہ ہے کہ دن بھر کا اعتکاف پورا ہوا جو اعتکاف واجب کی اقل مقدار مقررہ ہے کذا فی الشامی **وان یعتکف رمضان المعین قضی شہرا غیرہ بصوم** مقصود اور اگر رمضان کا اعتکاف نہ کیا تو قضا کرے کسی دوسرے مہینے میں ساتھ صوم مقصود کے م یعنی پیہم کیونکہ اس نے التزام کیا تھا اعتکاف معین مہینے میں اور وہ فوت ہو گیا تو اس کی قضا بھی پیاپے ہوگی جیسا اگر واجب کیا اپنے ذمہ اعتکاف رجب کا اور اس میں اعتکاف نہ کیا کذا فی

---

[1] قولہ وان نوی معہا الیوم لیکن اگر یوم کے اعتکاف کی نذر کی اور اس کے ساتھ رات کی بھی نیت کی تو دونوں لازم ہوں گے کذا فی البحر ۱۲

Marfat.com

البدائع لعود شرطہ الی الکمال الاصلی واسطے رجوع کرنے شرط اعتکاف یعنی صوم کے طرف کمال اصلی کے مم یعنی نذر کی جہت سے صوم مقصودا ولا لازم ہوا تھا لیکن بسبب شرف رمضان کے ساقط ہو گیا تھا جب رمضان گذر گیا اور اس نے اعتکاف نہ کیا تو وہ نذر بمنزلہ اس نذر کے ہوئی جس میں وقت کی قید نہ ہو تو اس کی شرط نے کمال کی طرف رجوع کیا کہ اعتکاف واجب ہوا ساتھ صوم مقصودہ علیحدہ کے بسبب زائل ہونے مانع کے یعنی رمضان کے قالہ الشامی فلم یجز فی رمضان آخر ولانی واجب سوی قضاء رمضان الاول لانہ خلف عنہ وتحقیقہ فی الاصول فی بحث الامر پس جائز نہ ہوگا اعتکاف دوسرے رمضان میں نہ کسی دوسرے واجب صوم میں سوائے قضائے رمضان اول کے کیونکہ قضائے رمضان خلیفہ ہے اول کا یعنی اولئے رمضان کا اور تحقیق اس مسئلہ کی اصول فقہ میں ہے امر کی بحث میں واقلہ نفلا ساعۃ من لیل او نہار عند محمد وہو ظاہر الروایۃ عن الامام لبناء النفل علی المسامحۃ وہو یقتی اور اقل مدت اعتکاف نفل کی ایک ساعت ہے رات کی یا دن کی نزدیک امام محمد کے اور یہی ظاہر الروایت ہے امام صاحب سے واسطے مبنی ہونے نفل کے سہولت پر اور اسی پر فتوی ہے یعنی نفل میں آسانی کی جہت سے وہ باتیں جائز ہیں کہ فرض و واجب میں نہیں ہوتیں مثلاً نماز نفل بیٹھ کر پڑھنا باوجود قدرت قیام کے کذا فی الطحطاوی والسامۃ فی عرف الفقہاء جزء من الزمان لا جزء من اربعۃ وعشرین کما یقولہ المنجمون کذا فی عزر الاذکار وغیرہ اور ساعت فقہا کی اصطلاح میں ایک اونی جزو ہے زمانہ کا نہ چوبیسواں حصہ شب و روز کا جو منجموں کی اصطلاح ہے چنانچہ عزر الاذکار وغیرہ میں مذکور ہے فلو شرع فی نفلہ ثم قطعہ لا یلزمہ قضاءہ لانہ لا یشترط لہ الصوم علی الظاہر من المذہب پس اگر شروع کیا نفل اعتکاف میں پھر توڑ دیا تو نہیں لازم ہے قضا اس کی کیونکہ صوم شرط نہیں ہے اعتکاف نفل کے لیے بنا بر ظاہر مذہب کے وفی بعض المعتبرات انہ یلزم بالشروع مفرع علی الضعیف قالہ المصنف وغیرہ اور وہ جو بعض معتبر کتابوں میں ہے جیسے بدائع کہ اعتکاف شروع کرنے سے لازم ہوتا ہے سو متفرع ہے ضعیف روایت پر ذکر کیا اس کو مصنف نے اور اس کے غیر نے مم یعنی حسن کی روایت پر متفرع ہے جس میں یہ ہے کہ اعتکاف کی اقل مدت ایک یوم ہے قالہ الشامی وحرم علیہ ای علی المعتکف اعتکافا واجبا اما النفل فلہ الخروج لانہ منہ لا مبطل کی مراد حرام ہے مسجد سے نکلنا اس معتکف کو کہ اعتکاف واجب کرلیا ہے لیکن نفل میں اس کو خروج جائز ہے اس واسطے کہ خروج اعتکاف کو ختم کرنے والا ہے نفل والے کے حق میں نہ باطل کرنے والا جیسا مذکور ہوا کہ نفل اعتکاف کی کم تر مدت ایک ساعت ہے مم اعتکاف واجب میں نکلنا حرام اس واسطے ہوا کہ یہ ابطال ہے عمل کا اور ابطال عمل کا جائز نہیں ہے قال اللہ تعالی ولا تبطلوا اعمالکم یعنی اور نہ باطل کرو اپنے عملوں کو الخروج الا لحاجۃ الانسان طبیعیۃ[1] کبول وغائط وغسل لو احتلم ولا یمکنہ الاغتسال فی المسجد کذا فی النہر حرام ہے معتکف کو خروج مسجد سے مگر واسطے حاجت انسانی کے حاجت یا طبعی ہو جیسے بول براز اور غسل اگر احتلام ہو جاوے اور مسجد میں غسل کرنا ممکن نہ ہو کذا فی النہر پس اگر ممکن ہو اس طرح کہ مسجد ملوث نہ ہو تو مضائقہ نہیں اور اگر مستعمل پانی سے مسجد ملوث ہو تو غسل سے منع کیا جاوے کیونکہ نظافت اور صفائی مسجد کی واجب ہے کذا فی البدائع او شرعیۃ کعید واذان لو مؤذنا وباب المنارۃ خارج المسجد والجمعۃ وقت الزوال یا حاجت شرعی ہو جیسے عید اور اذان اگر معتکف موذن ہو اور منارہ کا دروازہ مسجد سے باہر ہو اور واسطے جمعہ کے وقت زوال کے مم اذان کے لیے موذن کی قید قول ضعیف ہے اور صحیح یہ کہ موذن اور غیر موذن میں فرق نہیں جیسا بحر اور امداد میں ہے اور بحر میں کہا ہے کہ چڑھنا اس جگہ پر جہاں اذان دی جاتی ہے مفسد نہیں ہے اگر دروازہ اس کا مسجد میں ہے اور جو مسجد سے باہر ہے تب بھی یہی حکم ہے ظاہر الروایت میں انتہی میں کہتا ہوں کہ بدائع سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اذان بھی شرط نہیں ہے کیونکہ اس نے کہا ہے کہ اگر منارہ پر چڑھا تو اعتکاف فاسد نہ ہوا بلا خلاف اگرچہ دروازہ منارہ کا مسجد سے باہر ہو کیونکہ منارہ مسجد میں ہے اس واسطے کہ جو چیز مسجد میں ممنوع ہے وہ منارہ میں بھی ممنوع ہے مثل بول وغیرہ کے پس مشابہ ہوا مسجد کے گوشہ کا انتہی لیکن جس صورت میں کہ دروازہ خارج ہو اس کو مقید کرنا چاہیے کہ نکلے اذان کے لیے کیونکہ منارہ گو داخل مسجد ہے لیکن مسجد سے نکل کر جو دروازہ منارہ تک جاوے گا

[1] طبیعۃ حال ہے یا فرکان محذوف کی اور شرعیۃ اس پر معطوف اور لفظ اَوْ تمن کا ہے اور واو الجمعۃ کا واو شرح کا ہے ۱۲ ش

Marfat.com

وہ نکلنا بے عذر ہے اور اس تقدیر پر کلام شارح کا ضعیف مذہب پر متفرع نہیں اور جملہ وباب المنارۃ الخ حال ہے مؤذن سے جس کا مفہوم مخالف معتبر ہے قالہ الشامی ومن بعد منزلہ ای معتکفہ خرج فی وقت یدرکہا مع سنتہا یحکم فی ذلک رایہ اور جو شخص کہ مسجد اعتکاف اس کی دور ہو یعنی جامع مسجد سے تو نکلے ایسے وقت کہ جمعہ مع اس کی سنتوں کے پاوے اس باب میں اپنی رائے کو حکم کرے م یعنی مع خطبہ کے پاوے جیسا بدائع میں ہے مگر اس کو ذکر نہیں کیا کیونکہ سنتیں پہلے خطبہ کی ہوتی ہیں قالہ الشامی ویستین بعد ہا اربعا او ستا علی الخلاف اور سنتیں پڑھے بعد جمعہ کے چار یا چھ بنا بر خلاف امام صاحب کے اور صاحبین کے یعنی امام کے نزدیک چار اور صاحبین کے نزدیک چھ کذا فی البدائع ولو مکث اکثر لا یفسد لانہ محل لہ وکرۃ تنزیہا لمخالفۃ ما التزمہ بلا ضرورۃ قاد اگر جامع مسجد میں زیادہ ٹھہرا یعنی جیسے ایک رات دن یا اعتکاف وہاں ہی تمام کیا کذا فی السراج تو فاسد نہ ہوگا کیونکہ جامع مسجد محل اعتکاف ہے لیکن ٹھہرنا مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ جو التزام کیا تھا اس کی مخالفت کی بے ضرورت م اور اس میں اشارہ ہے کہ جامع مسجد میں ٹھہرنا اور گھر میں ٹھہرنا جب حاجت کے لیے جاوے ان دونوں میں فرق ہے کہ گھر میں ٹھہرنے سے اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے اور بدائع میں مذکور ہے کہ جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے یعنی رخصت عیادت مریض اور صلوۃ جنازہ کے باب میں پس ابو یوسفؒ نے کہا ہے کہ معمول ہے اعتکاف نفل پر اور ممکن ہے کہ رخصت معمول ہو اس صورت پر کہ نکلے کسی حاجت کے لیے یا جمعہ کے لیے اور راہ میں مریض کی عیادت کرے اور جنازہ کی نماز پڑھ لے بغیر اس کے کہ قصداً اس کے واسطے نکلے اور یہ جائز ہے انتہی اور اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی ضرورت کے واسطے نکل آیا تو ٹھہرنا اسی صورت میں مفر ہے کہ مسجد میں نہ ہو اور عیادت کے واسطے نہ ہو قالہ الشامی فلو خرج ولو ناسیا ساعۃ زمانیۃ لا ریثیۃ کما مر بلا عذر فسد فیقضیہ پس اگر نکلا معتکف گو بھولے سے ایک ساعت یعنی جزو زمانہ کا نہ ساعت ریثی جیسا پہلے مذکور ہوا بغیر عذر کے تو اعتکاف فاسد ہو گیا پس اس کی قضا کرے م یعنی اگر اعتکاف واجب بالنذر ہو اور تطوع کو اگر یوم کے تمام ہونے سے پہلے قطع کیا تو نہیں لقضا ہے مگر موافق روایت حسن کے چنانچہ مذکور ہو چکا اور قضا کرے اعتکاف منذور کو بصوم کے اتنی بات ہے کہ اگر مہینہ معین ہے تو قضا بقدر فساد کے ہوگی ورنہ استیناف کرے کیونکہ اعتکاف لازم ہوا تھا بیاپے اور فرق نہیں ہے اگر فساد صنع عبد سے بدون عذر کے جیسے جماع یا عذر سے ہو جیسا مرض کی وجہ سے نکل آنا یا بغیر صنع عبد کے ہو جیسے حیض ونفاس وجنون وبہت سی بیہوشی اور اس کا حکم یہ ہے کہ جب اپنے وقت سے فوت ہو جاوے تو اگر بعض فوت ہوا ہے تو اسی قدر قضا کرے فقط اور استیناف واجب نہیں اور اگر کل فوت ہووے تو کل کی قضا کرے م پس اگر قادر ہوا اور قضا نہ کی یہاں تک کہ مر گیا تو وصیت کرے ہر روز کے لیے مسکین کا طعام اور اگر بعض پر قادر ہوا تب بھی یہی حکم ہے اور اگر وقت نذر کے صحیح وسالم ہے اور اگر نذر کیا وقت تندرست نہیں تھا پھر اس روز بھی تندرست ہو گیا تو وہ اسی خلاف پر ہے جو روزہ کے باب میں مذکور ہوا اور اگر ایک روز کو بھی تندرست نہیں ہوا تو اس پر کچھ لازم نہیں کذا فی البدائع ملخصا الا اذا افسدہ بالردۃ مگر جب کہ فاسد کر دیا اعتکاف منذور کو م اس واسطے کہ ارتداد ساقط کرتا ہے اس کو جو پہلے واجب ہوا تھا خواہ خدائے تعالیٰ کے ایجاب سے ہو یا بندہ کے اور نذر بندہ کے واجب کرنے سے ہے قالہ الشامی واعتبر اکثر النہار قالوا وہو الاستحسان اور خروج میں صاحبین نے اکثر روز کا اعتبار کیا ہے علما نے کہا ہے کہ یہی استحسان ہے م اس واسطے کہ خروج قلیل میں ضرورت ہے کذا فی الہدایہ اور شارح نے اس کو بلفظ قالوا بیان کیا جس سے علامہ اور ضعف کی طرف اشعار ہے اس وجہ سے کہ کمال نے اس میں بحث کی ہے قالہ الشامی وبحث فیہ الکمال اور اس میں کمال نے بحث کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مدار تخفیف کا ضرورت ہوتی ہے اور بے عذر نکلنے میں ضرورت نہیں ہے پس اس کا استحسان ہونا مسلم نہیں وان خرج لعذر لغلبۃ وقوعہ وہو مامر لا یفسد والا مالا یغلب کانہدام مسجد فسقط لانہم للبطلان والا لکان النسیان اولی لعدم الصنع وکما حققہ الکمال اور اگر نکلا کسی

ل شاید مسجد اول اعتکاف کے لیے اس واسطے متعین نہ ہوئی کہ زمان اور مکان نذر میں متعین نہیں ہوتا اور عدم جواز خروج بلا عذر اس کی تعیین کی جہت سے نہیں ہے بلکہ اس وجہ سے کہ خروج حقیقت اعتکاف کے خلاف ہے کردی لبث وہ قائم ہے ۱۲ ش ۲ ہدایت اس میں مستثنیٰ ہے ۱۲

Marfat.com

عذر سے جو غالب الوقوع ہے اور وہ سابقا مذکور ہو چکا یعنی طبعی یا شرعی نہ ہو اس کے تو نہیں فاسد ہوتا اور جو عذر غالب الوقوع نہیں ہے جیسا ڈوبنے کا بچانا یا مسجد کا گرنا سو گناہ کو ساقط کرتا ہے نہ بطلان کو ورنہ نسیان کی صورت میں بطریق اولیٰ فاسد نہ ہوتا جیسا کمال نے تحقیق کیا ہے خلافا لما فصلہ الزیلعی وغیرہ برخلاف اس کے جو زیلعی وغیرہ نے تفصیل کی ہے م زیلعی نے مفسدات میں شمار کیا ہے نکلنا مریض کی عیادت کو اور جنازہ کی نماز کو اور غریق کے بچانے کو اور آگ بجھانے کو اور جہاد کو جب نفیر عام ہو اور ادائے شہادت کو بخلاف اس کے کہ مسجد کے انہدام کی جہت سے کسی دوسری مسجد میں چلا گیا یا مسجد والے متفرق ہو گئے کہ اس صورت میں صلوات خمسہ کی جماعت نہ ملے گی یا ظالم نے بزور نکال دیا یا اپنی جان کا یا مال کا خوف ہو لکن فی النہر وغیرہ جعل عدم الفساد لانہدام او بطلان جماعتہ او اخراجہ کرہا استحسانا لیکن نہر وغیرہ میں ہے کہ اگر مسجد گر جاوے یا جماعت باطل ہو جاوے یا کوئی شخص بزور نکال دے تو اعتکاف فاسد نہیں ہوتا بدلیل استحسان م حاصل یہ ہے کہ امام اعظم کا مذہب یہ ہے کہ اعتکاف خروج سے فاسد ہو جاتا ہے مگر بول وغائط اور جمعہ کی نماز کے لیے اور بعض مشائخ نے بعض مسائل میں عدم فساد کو مستحسن جانا ہے اور شامی نے اس جگہ بسط کیا ہے وفی التتارخانیۃ عن المجتبیٰ ولو شرط وقت النذر ان یخرج لعیادۃ مریض وصلوۃ جنازۃ وحضور مجلس علم جاز ذلک فلیحفظ اور تاتارخانیہ میں مجتبیٰ سے نقل کیا ہے کہ اگر شرط کیا وقت نذر کے کہ نکلے گا مریض کی عیادت کے لیے اور نماز جنازہ کے لیے اور مجلس علم میں حاضر ہونے کے لیے تو جائز ہے یاد رہے م لفظ شرط سے ایما ہے کہ صرف نیت پر اکتفا نہیں حاصل یہ کہ اسباب غالب الوقوع حکماً مستثنیٰ ہیں اگرچہ شرط نہ کی ہو اور جو غالب الوقوع نہیں ہیں تو وہ مستثنیٰ نہیں ہیں مگر جب کہ نیت کر لی قالہ الشامی وخص المعتکف باکل وشرب ونوم وعقد احتاج الیہ لنفسہ او عیالہ اور مخصوص ہے معتکف ساتھ کھانے اور پینے اور سونے کے اور عقد کے جس کی ضرورت ہو خواہ اپنے لیے یا اپنے عیال کے لیے یعنی مسجد میں م ب داخل ہے مقصور علیہ پر یعنی معتکف مقصور ہے کھانے وغیرہ پر مسجد میں اس کو یہ چیزیں حلال نہیں سوا مسجد کے بہ معنی نہیں کہ کھانا اور عقد وغیرہ معتکف کے سوا دوسرا مسجد میں نہ کرے کیونکہ عقد نکاح درجت غیر معتکف کو بھی مسجد میں مکروہ نہیں قالہ الشامی تجرف فلو لتجارۃ کرہ پس اگر عقد تجارت کے لیے ہے تو مکروہ ہے م یعنی اگرچہ اسباب تجارت کو مسجد میں حاضر نہ کیا جاوے اور اسی کو قاضی نے اختیار کیا ہے اور زیلعی نے ترجیح دی ہے کیونکہ وہ خدائے تعالیٰ کی طرف متوجہ ہے دنیا سے منقطع ہے اس کو ان امور دنیاوی کی طرف اشتغال نہ چاہیے کذا فی البحر قالہ الشامی کبیع ونکاح ورجعۃ فلو خرج لاجلہا فسد لعدم الضرورۃ ماخذ بیع اور نکاح اور رجعت کے درجعت کا عطف اکل پر ہے کیونکہ بیع پر عطف نہیں ہو سکتا جب تک عقد میں ایسی تاویل نہ کریں کہ جس سے رجعت کو بھی شامل ہو کذا فی الشامی پس اگر نکلا ان امور کے لیے تو اعتکاف فاسد ہو گیا کیونکہ ضرورت خروج کی نہ تھی م ظہیریہ میں ہے کہ نکلے بعد غروب کے کھانے پینے کے لیے الخ اور یہ محمول ہونا چاہیے اس صورت پر کہ اس کے پاس کوئی آدمی ایسا نہ ہو کہ کھانا پہنچا دے اس لیے کہ اس وقت یہ نکلنا حوائج ضروریہ میں ہوگا مثل بول کے کذا فی البحر وکرہ ای تحریما لانہا محل اللعائم بحر احضارہ مبیع فیہ اور مکروہ ہے حاضر کرنا مبیع کا مسجد میں یعنی مکروہ تحریمی کیونکہ کراہت تحریمی محل ہے فقہا کے مطلق رکھنے کا کذا فی البحر یعنی جس جگہ مطلق مکروہ بولتے ہیں وہاں ان کی مراد مکروہ تحریمی ہوتی ہے کما کرہ فیہ مبایعۃ غیر المعتکف مطلقا للنہی جیسا مکروہ ہے مسجد میں بیع وشراء غیر معتکف کے لیے مطلقاً یعنی اپنے نفس کے واسطے ہو یا عیال کے یا تجارت کے لیے مبیع حاضر ہو یا نہ ہو لسبب نہی کے جو اس باب میں وارد ہے اور ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا بیع وشراء سے مسجد میں اور گم شدہ کی تلاش سے مسجد میں اور شعر پڑھنے سے اور منع فرمایا حلقہ باندھ کر بیٹھنا نماز سے پہلے جمعہ کے روز کذا فی الفتح وکذا اکلہ ونوما الا لغریب اشباہ اور اسی طرح مکروہ ہے غیر معتکف کو کھانا اور سونا مسجد میں مگر مسافر کو کذا فی الاشباہ وقد قدمنا تفصیل الوتر اور ہم اس کو بیان کر چکے ہیں وتر سے کچھ پہلے لکن قال ابن کمال لا یکرہ الاکل والشرب والنوم فیہ مطلقا ونحوہ فی المجتبیٰ لیکن ابن کمال نے کہا ہے کہ نہیں مکروہ ہے کھانا پینا سونا مسجد میں مطلق مثل اس کے مجتبیٰ میں ہے م ابن کمال نے اسبیجابی سے نقل کیا ہے کہ غیر معتکف کو جائز ہے سونا مسجد میں مقیم ہو یا مسافر لیٹ کر یا تکیہ لگا کر پاؤں جا

Marfat.com

قبلہ کے ہوں یا کسی اور طرف پس معتکف کو بالاولی جائز ہے انتہی اور معراج میں بھی اس کو نقل کیا ہے اور اس سے مطلقاً کی تفسیر واضح ہو جاتی ہے طحطاوی نے کہا کہ یہ قول کہ پاؤں قبلہ کی طرف ہوں غیر مسلم ہے کیونکہ علما نے اس کی کراہت پر تصریح کی ہے اور شارح کے کلام کا مفاد تنقیح اس استدراک کی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ کھانا پینا بھی مثل نوم کے ہے جب کہ مسجد کو نہ روکے اور نجاست کرے کیونکہ مسجد کی صفائی اور تنظیف واجب ہے لیکن وقایہ میں کہا ہے کہ معتکف کھاوے پیوے سودے بیع و شرا کرے مسجد میں نہ غیر معتکف اور ملا علی نے اس کی شرح میں کہا ہے کہ غیر معتکف کچھ نہ کرے ان اشیائے مذکورہ میں سے مسجد میں اور اسی کے مانند فتحانی میں ہے پھر مجتبی کی عبارت نقل کی ہے قالہ الشامی ویکرہ تحریما صمت ان اعتقدہ قربۃ والا لا لحدیث من صمت نجا اور مکروہ تحریمی ہے اعتکاف میں چپ رہنا اگر اس کو عبادت جانتا ہے ورنہ مکروہ نہیں کہ حدیث میں آیا ہے جو شخص چپ رہا نجات پائی ہم امام ابوحنیفہؒ نے ابوہریرہؓ سے مسنداً روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے صوم وصال[1] سے اور صوم صمت سے کذا فی الفتح قالہ الشامی ویجب ای الصمت کما فی عزر الاذکار عن شرح الحدیث رحم اللہ امرأ تکلم فغنم او سکت فسلم اور چپ رہنا واجب ہے بُرے کلام سے کذا فی عزر الاذکار واسطے مضمون اس حدیث کے خدا رحم کرے اس شخص کو کہ بولے تو غنیمت حاصل کرے اور چپ رہے تو سلامت رہے ہم یجب کہا یفرض نہیں کہا تاکہ شامل ہو واجب کو بھی کیونکہ کلام کبھی حرام ہوتا ہے جیسے غیبت مثلاً اور کبھی مکروہ ہوتا ہے جیسے بُرے شعر پڑھنا یا ذکر اللہ کرنا چیز کی بکری کے واسطے پس چپکا رہنا اول قسم سے فرض ہے اور دوسری قسم سے واجب قالہ الشامی ولکلم الا بخیر وہو مالا اثم فیہ اور مکروہ ہے اعتکاف میں بولنا مگر بھلی بات اور خیر وہ ہے کہ جس میں گناہ نہ ہو ومنہ المباح عند الحاجۃ الیہ لا عند عدمہا وہو محمل ما فی الفتح انہ مکروہ فی المسجد یاکل الحسنات کما یاکل النار الحطب کما حققہ فی النہر اور جس کلام میں گناہ نہیں اس میں داخل ہے کلام مباح جب اس کی طرف حاجت ہو نہ وقت عدم حاجت کے یعنی امور دنیاوی میں کلام کرنا جس وقت اس میں قصد تقرب کا نہ ہو ورنہ اس میں ثواب ہے کذا فی الشامی اور یہی یعنی بے ضرورت کلام کرنا محمل ہے فتح القدیر کی عبارت کا کہ کلام کرنا مسجد میں مکروہ ہے حسنات کو اس طرح کھاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو چنانچہ نہر میں اس کو محقق کیا ہے ہم مسجد میں کلام مکروہ اس وقت ہے کہ کلام کے لیے مسجد میں بیٹھے جیسا ظہیریہ میں قید لگائی ہے ذکرہ فی البحر اور معراج میں شرح ارشاد سے نقل کیا ہے کہ مسجد میں بات کرنے کا کچھ مضائقہ نہیں ہے اگر قلیل ہو پس اگر مسجد کا قصد باتوں کے لیے کرے تو مکروہ ہے اور وعید سے ظاہر اکراہت تحریمی معلوم ہوتی ہے قالہ الشامی کقرأۃ قرآن وحدیث وعلم وتدریس فی سیر الرسول علیہ السلام وقصص الانبیاء علیہم السلام وحکایات الصالحین وکتابۃ امور الدین اور کلام خیر یہ چیزیں ہیں جیسے قرآن پڑھنا اور حدیث اور علم دین اور پڑھنا سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور قصص انبیاء علیہم السلام کے اور حکایتیں صلحا کی اور لکھنا دینی باتوں کا ویبطل لو طی فی فرج انزل ام لا اور باطل ہوتا ہے اعتکاف وطی سے فرج میں یعنی اگلے مقام میں یا پچھلے میں انزال ہو یا نہ ہو ولو کان وطیہ خارج المسجد لیلا او نہارا عامدا او ناسیا فی الاصح لان حالۃ مذکرۃ اگرچہ وطی کرنا مسجد سے باہر ہو رات کو ہو یا دن کو قصداً ہو یا بھول کر اصح روایت میں اس واسطے کہ حالت اعتکاف کی یاد دلاتی ہے ہم درر کے اتباع سے یہ تعمیم کی ہے اس میں اشارہ ہے کہ عنایہ وغیرہ میں جو مذکور ہے وہ مردود ہے یعنی معتکف تو مسجد میں رہتا ہے اس کو وطی کہاں میسر ہے پھر کہا کہ اس کی تاویل علما نے یہ کی ہے کہ جب اپنی حاجت کے لیے نکلے تو اس وقت وطی کرنا حرام ہے اور شرح تاویلات میں ذکر کیا ہے کہ صحابہ نکلا کرتے تھے اور اپنی قضائے حاجت یعنی جماع کر کے غسل کر کے پھر اعتکاف کے مقام میں چلے جاتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی ولا تباشروہن وانتم عاکفون فی المساجد یعنی ان سے صحبت نہ کرو جس وقت کہ تم مسجدوں میں معتکف ہو شیخ اسمٰعیل نے کہا کہ اس میں نظر ہے کیونکہ مسجد میں وطی ممکن ہے اگرچہ اس میں حرمت دوسری جہت سے ہو یعنی مسجد میں بحالت جنابت رہنا علاوہ بریں ہو سکتا ہے کہ زوجہ معتکف ہو اپنے گھر کی مسجد میں اور اس کا خاوند اس سے مباشرت کرے تو عورت کا اعتکاف باطل ہو جاوے گا اور

[1] صوم وصال کا بیان پہلے ہو چکا کہ پیاپے روزہ رکھنا بدون کچھ کھانے کے اور صوم صمت یہ ہے کہ روزہ رکھے اور بات نہ کرے ۱۲

Marfat.com

اصح کا مقابل ابن سماعہ کا قول ہے کہ بھول کر وطی سے اعتکاف نہیں جاتا صوم پر قیاس کر کے کذا فی البرہان اور اصح مذہب کی علت یہ ہے کہ اعتکاف اور صوم میں فرق ہے کیونکہ اعتکاف میں حالت یاد دلانے والی موجود ہے یعنی مسجد میں ہونا بخلاف صائم کے قالہ الشامی وبطل بانزال بقبلۃ او لمس او تفخیذ اور باطل ہوتا ہے اعتکاف انزال سے بسبب بوسہ لینے کے یا ہاتھ لگانے یا ران میں دینے کے کہ یہ فعل انزال سے بمنزلہ جماع سے ہو گئے ولو لم ینزل لم یبطل وان حرم الکل لعدم الحرج اور اگر انزال نہ ہو تو نہیں باطل ہوتا اگرچہ دواعی وطی کی تمام حرام[1] ہیں واسطے نہ ہونے حرج کے اور عدم بطلان سے علت لازم نہیں آتی ولا یبطل بانزال بفکر او نظر ولا بسکر لیلا اور نہیں باطل ہوتا اعتکاف انزال سے ساتھ فکر یا نظر کے اور نہ نشے سے رات کو ولا یاکل ناسیا لبقاء الصوم بخلاف اکلہ عمدا ودواتہ اور نہیں باطل ہوتا کھانے سے بھول کر کیونکہ روزہ باقی رہتا ہے بہ خلاف اس کے کہ عمداً کھالے یا مرتد ہو جاوے کذا فی الدرر سے باطل ہوتا ہے مم قاعدہ یہ ہے کہ جو ممنوعات اعتکاف کے ہیں یعنی اعتکاف کی جہت سے تو ان میں سہو اور عمد اور دن اور رات برابر ہیں جیسے جماع اور خروج مسجد سے اور جو محظورات صوم کے ہیں یعنی روزہ کی جہت سے اعتکاف میں ممنوع ہوئے ہیں تو ان میں سہو[1] اور عمد[2] اور رات اور دن میں فرق ہے جیسے کھانا پینا کذا فی البدائع وکذا اغماءہ وجنونہ ان داما ایاما فان دام جنونہ سنۃ احتسانا اور اسی طرح باطل نہیں ہوتا بیہوشی اور جنون سے اگرچہ چند روز ہیں دایام سے مراد یہ کہ صوم فوت ہو جاوے بسبب عدم امکان نیت کے، پس اگر ٹھہر گیا جنون برس روز تو اعتکاف قضا کرے استحسانا اور قیاس یہ ہے کہ قضا نہ کرے جیسا صوم رمضان میں وجہ استحسان کی یہ ہے کہ رمضان کے روزوں میں جو قضا ساقط ہوئی تو دفع حرج کی جہت سے ساقط ہوئی کیونکہ جنون جب لاحق ہوتا ہے تو کم نہ جاتا ہے کیونکہ رمضان ہر سال آتا ہے تو روزوں کی قضا میں تنگ ہوگا اور اعتکاف میں یہ بات متحقق نہیں کذا فی الفتح قالہ الشامی ولزمہ اللیالی بنذرہ بلسانہ اعتکاف ایام ولاء ای متتابعۃ وان لم یشترط التتابع اور لازم ہوں گی اس کو بیہم راتیں یعنی ان میں اعتکاف بسبب نذر کرنے کے زبان سے اعتکاف ایام کا مثلاً دس دن کا اگرچہ پے درپے ہونے کی شرط نہ کی ہو م ولاء حال ہے لیالی سے اور اصل یہ ہے کہ جب رات اور دن اعتکاف میں داخل ہوں گے تو دونوں پے درپے لازم ہوں گے اگر متفرق اعتکاف کرے گا تو کافی نہ ہوگا کذا فی البحر اسی طرح اگر مہینے غیر معین کے اعتکاف کی نذر کی تو لازم ہوگا اعتکاف ایک مہینے کا کوئی سا ہو پے درپے رات دن بخلاف روزہ کے کہ جب نذر کرے مہینے غیر معین کے روزوں کی اور بیہم کا ذکر نہ کرے اور نہ نیت کرے تو اس کو اختیار ہے کہ متفرق رکھ لے اس واسطے کہ اعتکاف عبادت دائمہ ہے اس کی بنا اتصال پر ہے کعکسہ لان ذکر احد العددین بلفظ الجمع التثنیۃ یتناول الآخر جیسا اس کے برعکس اور وہ یہ کہ نذر کرے راتوں کے اعتکاف کی تو ایام لازم ہوں گے اس واسطے کہ ذکر ایک کا دونوں عددوں میں سے لفظ جمع کے ساتھ اور اسی طرح تثنیہ کے ساتھ شامل ہے دوسرے کو بھی م یعنی بحکم عرف اور عادت کے مثلاً عرف میں کہتے ہیں کہ ہم وہاں تین روز رہے یعنی تین دن مع راتوں کے اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا ثلث لیال سویا اور ثلثۃ ایام[3] الا رمزا ایک جگہ لیالی سے تعبیر کیا دوسری جگہ ایام سے اور قصہ ایک ہی ہے پس مراد دونوں جگہ رات اور دن دونوں ہیں اور جمع عام ہے خواہ صریح ہو جیسے ایام اور لیالی کہنا خواہ ضمنا ہو جیسے ثلثین یوما کہنا اور تثنیہ کی صورت میں اعتکاف دو روز کا مع دو راتوں کے طرفین کے نزدیک لازم ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک پہلی رات اس میں داخل نہیں قالہ الشامی فلو نوی فی نذر الایام النہار خاصۃ صحت بلتہ لینتہ الحقیقۃ پس اگر نذر کیے ایام اور نیت کی خاص نہار کی یعنی نہ رات کی تو اس کی نیت صحیح ہے کیونکہ اس نے حقیقت لغوی کی نیت کی گو عرف میں یوم آٹھ پہر کو یعنی مجموعہ شب و روز کو کہتے ہیں اور جب کسی لفظ کے واسطے حقیقت لغوی ہو اور حقیقت عرفی بھی ہو تو اطلاق کے وقت حقیقت کی

[1] شرح لباب میں کہا ہے کہ اگر کہا جاوے کیوں نہیں حرام ہوئے دواعی صوم میں اور حیض میں جیسے وطی حرام ہے تو میں کہتا ہوں کہ صوم اور حیض کثیر الوجود ہیں اگر ان میں دواعی حرام ہوتے تو لوگ حرج میں پڑتے اور حرج شرع میں مدفوع ہے۔ [2] یعنی نہ کلام کرو لوگوں سے تین رات برابر۔ [3] نہ کلام کرو لوگوں سے تین دن مگر اشارہ سے۔

Marfat.com

کی طرف مصروف ہوتا ہے اس جہت سے یہاں نیت کی ضرورت ہوئی اور جب اس کی نیت صرف نہار میں درست ہوئی تو اس کو اعتکاف ایام کا لازم ہوگا بغیر رات کے اور قبل طلوع فجر کے مسجد میں داخل ہوا کرے اور بعد غروب شمس کے نکلے قالہ الشامی وان نوی بہا ای بالایام اللیالی لا بل یلزمہ کلاہما اور اگر نیت کی ایام سے لیالی کی تو یہ نیت صحیح نہیں ہے بلکہ لازم ہوں گے رات اور دن دونوں م کیونکہ ایسی نیت کی جو کلام کی محتمل نہیں ہے کذا فی البحر اور حاصل یہ کہ یا لفظ مفرد ہے یا تثنیہ یا جمع اور ہر ایک ان میں سے یا یوم ہو یا لیل اور ہر ایک میں ان چھوؤں میں سے یا حقیقت کی نیت ہو یا مجاز کی یا دونوں کی یا بالکل نیت نہ ہو یہ چوبیس صورتیں ہوئیں اور مثنی اور مجموع کا حکم مع ان کی اقسام کے مذکور ہو چکا مفرد باقی رہا پس اگر ایک یوم کے اعتکاف کی نذر کی تو فقط یوم ہی ہوگا نیت اس کی کرے یا نہ کرے اور اگر اس کے ساتھ رات کی بھی نیت کی ہے تو دونوں لازم ہوں گے اور اگر اعتکاف لیل کی نیت کی ہے تو دن لازم نہ ہوگا جب تک اس میں نیت یوم کی نہ ہو کذا فی البحر قالہ الشامی کما لو نذر اعتکاف شہر ونوی النہار خاصۃ او نوی عکسہ ای اللیل خاصۃ فانہ لا تصح نیتہ لان الشہر اسم لمقدار یشمل الایام واللیالی فلا یحتمل ما دونہ جیسے اگر نذر کیا اعتکاف ایک مہینے کا اور نیت کی دنوں کی خاص کر یا نیت کی اس کے عکس یعنی راتوں کی صرف تو اس کی نیت صحیح نہ ہوگی کیونکہ شہر یعنی مہینہ نام ہے ایک مقدار معین کا جو مشتمل ہے ایام ولیالی کو پس اس میں کم تر پر اطلاق کا احتمال نہیں ہے م یہ جب ہے کہ لفظ شہر تعبیر کرے اور اگر ثلثین یوما کہے گا تو اس کا حال سابق مرقوم ہو چکا قالہ الشامی الا ان یستثنی اللیالی فیخلص بالنہر مگر اس صورت میں کہ استثنی کرے راتوں کا پس خاص ہو جاوے گا اعتکاف دنوں ہی کا م نہر بالضم جمع ہے نہار کا ولو استثنی الایام صح ولا شیء علیہ لما مر اور اگر دنوں کو استثنی کیا تو استثنی صحیح ہے اور اس پر کچھ لازم نہ ہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا م یعنی باب اول میں کہ رات محل صوم نہیں حاصل یہ کہ جب ایام کا یعنی دنوں کا استثنی کر لیا تو باقی صرف راتیں رہ گئیں ان میں اعتکاف منذور صحیح نہیں ہے کیونکہ رات کو اعتکاف کی شرط یعنی صوم کے منافات ہے قالہ الشامی واعلم ان اللیالی تابعۃ للایام الا لیلۃ عرفۃ واللیالی النحر فتبع للنہار الماضیۃ رفقا بالناس کما فی الخانیۃ الولوالجیۃ ہذا اور جان لو کہ راتیں تابع ہیں ایام کے مگر عرفہ کی رات اور قربانی کی راتیں سو یہ تابع ہیں گذشتہ روز کی لوگوں کی سہولت کے لیے جیسا ولوالجیہ کی خانیہ میں مذکور ہے اس کو یاد کر لو م یعنی ہر شب تابع ہے اس کی روز کی جو اس کے بعد ہے چنانچہ تراویح رمضان کی اول شب میں پڑھی جاتی ہیں نہ شوال کی اول شب میں تو اس تقدیر پر جب ذکر کرے نذر میں تثنیہ یا جمع کو تو مسجد میں داخل ہو قبل غروب کے اور نکلے نذر پوری ہونے کے دن بعد غروب کے چنانچہ خانیہ میں اس کی تصریح کی ہے اور یہ بھی تصریح کی ہے کہ جب ایام بولے تو دن سے شروع کرے پس داخل ہو مسجد میں طلوع فجر سے پہلے الخ سو اس تقدیر پر لیل داخل نہ ہوگی ایام کی نذر میں مگر جب کہ ایام کے عدد معین ذکر کرے کذا فی البحر اور عرفہ کی رات تابع ہے یوم الترویہ کے اور نحر کی رات تابع ہے عرفہ[1] کے یہاں تک کہ دسویں رات کو وقوف عرفات جائز ہے ولیلۃ القدر داخلۃ فی رمضان اتفاقا الا انہا تتقدم وتتاخر خلافا لہما اور شب قدر رمضان میں داخل ہے بالاتفاق مگر امام صاحب کے نزدیک رمضان کی تاریخوں میں مقدم موخر ہوتی رہتی ہے بخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک تاریخ معین ہے مقدم موخر نہیں ہوتی وثمرۃ یمین قال لعبدہ ان انت حر او انت طالق لیلۃ القدر فعندہ لا یقع حتی ینسلخ شہر رمضان الآتی لجواز کونہا فی الاول فی الاتی فی الاخیرۃ وقالا یقع اذا مضی مثل تلک اللیلۃ فی الآتی وللخلاف انہ لو قال قبل دخول رمضان وقع بمضیہ اور نتیجہ اس اختلاف کا ظاہر ہوتا ہے اس صورت میں کہ کسی شخص نے رمضان کی پہلی تاریخ کے بعد اپنے غلام کو کہا کہ تو آزاد ہے یا بی بی کو کہا کہ تجھ کو طلاق ہے شب قدر میں تو امام اعظم کے نزدیک عتق وطلاق واقع نہ ہوں گے جب تک کہ دوسرا رمضان بتمامہ نہ گذر جاوے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس رمضان کی شب قدر پہلی تاریخ ہو چکی اور دوسرے کی شب قدر آخری تاریخ میں ہو اور صاحبین کہتے ہیں کہ اس رمضان کی جس تاریخ یہ قول کہا ہے تو بالاتفاق اسی رمضان کے گذرنے پر عتق وطلاق واقع ہوں گے قال فی المحیط والفتوی علی قول الامام لکن قیدہ بکون الحالف فقیہا یعرف الاختلاف والا فہی لیلۃ السابع

[1] لیکن ذی الحجہ کی بارھویں تاریخ کے بعد کی رات ماقبل کے تابع نہیں اسی واسطے تیرھویں شب امام کے نزدیک قربانی جائز نہیں بخلاف شافعیؒ کے اور گیارھویں یا بارھویں رات میں قربانی جائز ہے

Marfat.com

والعشرین واللہ اعلم محیط میں کہا ہے کہ فتوی امام صاحب کے قول پر ہے لیکن صاحب محیط نے قول امام پر فتوی کو مقید کیا ہے اس بات سے کہ جس نے عتق وطلاق کو شب قدر پر معلق کیا ہے وہ فقیہ ہو اور اختلاف کو جانتا ہو اور اگر شخص مذکور عوام میں سے ہے تو شب قدر ستائیسویں ہے ہم کیونکہ اول تو عوام اسی کو شب قدر کہتے ہیں دوسرے ایک قول اقوال میں سے یہ بھی منقول ہے کہ ستائیسویں رات کو شب قدر ہوتی ہے اور احادیث کثیرہ اس پر دلالت کرتی ہیں امام صاحب نے یہ جواب دیا ہے کہ اس برس میں اسی تاریخ[1] میں تھی اور یہ جو شارح نے ذکر کیا کہ شب قدر رمضان میں دائر ہے آگے پیچھے ہوتی رہتی ہے یہ ایک قول ہے امام کا اور بحر میں خانیہ سے منقول ہے کہ مشہور قول امام صاحب کا یہ ہے کہ تمام سال میں دائر ہے کبھی رمضان میں ہوتی ہے کبھی غیر مہینے میں میں کہتا ہوں کہ اسی کا مؤید ہے وہ قول جو شیخ محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکیہ میں ذکر کیا ہے کہ لوگوں نے لیلۃ القدر کی تاریخ میں اختلاف کیا ہے بعض کہتے ہیں کہ تمام سال میں دائر ہے اور میں بھی یہی کہتا ہوں کیونکہ میں نے اس کو کبھی شعبان میں دیکھا اور کبھی ماہ ربیع الاول میں اور اکثر رمضان کے عشرۂ اخیرہ میں اور ایک بار عشرۂ اوسط میں اور کبھی جفت راتوں میں کبھی طاق میں سو مجھ کو یقین ہے کہ وہ سال بھر میں دائر ہے مہینے کی جفت رات ہو یا طاق انتہی اور اس باب میں علماء کے اور اقوال بھی ہیں جو شمار میں چھیالیس کو پہنچتے ہیں

خاتمہ

واضح ہو کہ لیلۃ القدر بڑے مرتبہ کی رات ہے اس کی طلب مستحب ہے اور وہ برس میں افضل شب ہے قرآن مجید میں اس کو ہزار مہینے سے افضل فرمایا ہر عمل خیر اس میں ہزار عمل کے برابر ہے بہ نسبت دوسرے اوقات میں کرنے کے مسلمانوں میں سے جس کو خدائے تعالی چاہے یہ دولت نصیب کرتا ہے اور جو شخص شب قدر کو دیکھے چاہیے کہ چھپا دے اور اخلاص سے یہ دعا کرے اللھم انا نسالک الاخلاص فی القول والعمل وحسن الختام عند انتہاء الاجل واللہ اعلم قالہ الشامی والحمد للہ اولا وآخرا والصلوۃ والسلام علی سیدنا ومولنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین یہاں تک ترجمہ مترجم ثانی کا تمام ہوا وللہ الحمد ۞

[1] یعنی جن احادیث میں ستائیسویں شب لیلۃ القدر کی مذکور ہے تو جس سال میں آپ نے فرمایا ہے اس میں لیلۃ القدر ستائیسویں کو ہوئی تھی - ۱۲ ۞

Marfat.com

کتاب الحج

اس کتاب میں احکام حج کا بیان ہے حج کو بعد صلوٰۃ اور صوم کے اس واسطے مذکور کیا کہ یہ رابع ہے عبادات کا اور مرکب ہے عبادت مالی اور بدنی سے ہو بفتح الحاء وکسرہا القصد الی معظم لا مطلق القصد کما ظنہ بعضہم حج بفتح وکسر اول لغت عرب میں عظیم الشان چیز کی طرف قصد کرنے کو کہتے ہیں نہ مطلق ہر قصد کو چنانچہ بعضے علما نے گمان کیا ہے م یہ تحقیق ہے صاحب فتح القدیر کی لیکن قاموس وغیرہ کتب لغت سے معلوم ہوتا ہے کہ حج عبارت ہے مطلق قصد سے اور قصد خاص سے بھی یعنی مکہ معظمہ کا قصد کرنا واسطے ادائے عبادت کے وشرعا زیارۃ ای طواف ووقوف فی مکان مخصوص ای الکعبۃ وعرفۃ فی زمن مخصوص فی الطواف من طلوع فجر النحر الی آخر الیوم وفی الوقوف من زوال شمس عرفۃ الی فجر النحر بفعل مخصوص بان یکون محرما بنیۃ الحج سابقا کما سیجئ لم یقل لاداء رکن من ارکان الدین لتم حج النفل اور اصطلاح شرع میں حج عبارت ہے زیارت سے مکان خاص میں زمانہ مخصوص میں مخصوص فعل سے زیارت سے مراد طواف اور وقوف ہے اور مکان خاص سے کعبہ معظمہ اور عرفات مراد ہے یعنی بیت اللہ کے گرد گھومنا عید قربانی کی فجر سے آخر عمر تک اور عرفات میں ٹھہرنا عرفے کے دن زوال سے عید قربانی کی فجر تک حج کی نیت سے احرام باندھ کر طواف اور وقوف سے پہلے خلاصہ یہ ہے کہ حج کی نیت سے اول احرام باندھ کر طواف اور وقوف کو اوقات مخصوصہ میں ادا کرنا اس کا نام حج ہے چنانچہ تفصیل اس اجمال کی آگے آوے گی مصنف نے حج کی تعریف میں یوں نہ کہا کہ حج عبارت ہے زیارت مکان خاص سے زمانہ مخصوص میں واسطے ادا کرنے ایک رکن کے ارکان دین سے تاکہ حج نفل کو بھی تعریف شامل رہے اور اگر ادائے رکن کی قید لگاتا تو حج نفل تعریف حج سے نکل جاتا اس واسطے کہ رکن فرض کو کہتے ہیں نہ نفل کو م ارکان دین پانچ ہیں کلمہ شہادت اور نماز اور زکوٰۃ اور صوم اور حج بیت اللہ فرض سنۃ تسع وانما اخرہ علیہ السلام لعشر لعذر مع علمہ بقاء حیاتہ لیکمل التبلیغ حج مفروض ہوا ہجرت کے نویں سال اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادائے حج میں دسویں برس تک تاخیر فرمائی بسبب عذر کے اس کے ساتھ یہ بھی تھا کہ حضرت کو اپنی بقائے حیات کا علم تھا تاکہ تبلیغ رسالت کامل ہو جاوے م نویں سال یہ آیت نازل ہوئی وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا یعنی خدا کے واسطے لوگوں پر لازم ہے حج بیت اللہ کا جس کو استطاعت راہ ہو اس کی طرف اس آیت سے فرضیت حج کی ثابت ہوئی اور حضرت نے جو نویں سال حج نہ کیا تو عذر سے نہ کیا عذر یہ کہ یہ آیت بعد گذر جانے ایام حج کے اتری یا خوف تھا کہ اگر مدینہ خالی ہوگا تو مشرکین اس پر ہجوم کریں گے یا مشرکین کے ساتھ حج کرنا مکروہ جانا جب نویں سال صدیق اکبرؓ اور علی مرتضیٰؓ کو بھیج کر کافروں کو بیت اللہ میں آنے سے منع کر دیا اب دسویں سال حج ادا کیا اور عذر پر دلیل یہ ہے کہ تقدیم افضل ہے بالاجماع تو اگر حضرت کو عذر نہ ہوتا تو تاخیر کرنا متصور نہ تھا کذا فی حاشیۃ الحلبی عن النہایۃ مرۃ لان سببہ البیت وہو واحد والزیادۃ تطوع تمام عمر میں ایک بار حج فرض ہے اس واسطے کہ سبب حج کا بیت اللہ ہے اور وہ ایک ہے لہذا مسبب بھی واحد ہوا اور ایک بار سے زیادہ حج کرنا نفل ہے م عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ اقرع بن حابس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ کیا حج کرنا ہر سال فرض ہے یا ایک بار فرمایا بلکہ ایک بار سو جو کہ ایک بار سے زیادہ حج کرے تو وہ نفل ہے اخرجہ ابو داؤد چونکہ فرضیت حج کی قرآن مجید اور احادیث کثیرہ اور اجماع امت سے ثابت ہے لہذا اس کا منکر کافر ہے اور باوجود قدرت کے اس کا تارک فاسق ہے وقد یجب کما اذا جاوز المیقات بلا

سلہ یہاں سے پھر ابتدائے ترجمہ مترجم اول کی ہے آخر کتاب تک ۱۲

Marfat.com

احرام فانہ کما یجئ یجب علیہ احد النسکین فان اختار الحج القصد بالوجوب اور کبھی واجب ہو جاتا ہے چنانچہ جب احرام باندھنے کے مقام کو بلا احرام طے کر جاوے تو اس پر حج یا عمرہ واجب ہو جاتا ہے چنانچہ ذکر اس کا آوے گا سو اگر وہ شخص حج کرنا اختیار کرے گا تو وہ حج واجب کہلاوے گا وقد یتصف بالحرمۃ کالحج بمال حرام اور گاہے حج حرام کہلاتا ہے چنانچہ مال حرام سے حج کرنا جیسے رشوت یا چوری یا غصب یا سود لینے کے مال سے حج کرنا اس طرح کا حج کرنا حرام ہے جس کو حج کا شوق ہو اس کو اول حلال پیدا کرنا لازم ہے طبرانی نے معجم اوسط میں ابو ہریرہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حاجی حج کو نکلتا ہے مال حلال لے کر اور رکاب میں پاؤں رکھ کر لبیک کہتا ہے تو آسمان سے منادی ندا کرتا ہے لبیک[1] وسعدیک تیرا زاد حلال ہے اور حج تیرا مقبول ہے اور جب نفقۂ خبیثہ لے کر نکلتا ہے اور رکاب میں پاؤں ڈال کر لبیک کہتا ہے تو آسمان سے پکارنے والا پکارتا ہے لا لبیک[2] ولا سعدیک تیرا نفقہ حرام ہے اور تیرا حج مقبول نہیں ہے کذا فی الترغیب والترہیب لابن حجر وبالکراہۃ کالحج بلا اذن من یجب استیذانہ اور گاہے حج مکروہ کہلاتا ہے چنانچہ حج کرنا بلا اجازت اس شخص کے جس سے اذن لینا واجب ہے چنانچہ بلا اجازت محتاج والدین کے جانا اور اسی طرح زوجہ اور جمیع اقارب جن کا نفقہ اس شخص پر فرض ہے تو شارح کے بیان سے معلوم ہوا کہ حج فرض بھی ہوتا ہے اور واجب اور نفل اور حرام اور مکروہ بھی اور ظاہر الحج مباح نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ اصلی عبادت ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وفی النوازل لو کان الابن صبیحا فللاب منعہ حتی یلتحی اور نوازل میں ہے کہ اگر لڑکا گورا خوبصورت ہو تو اس کے باپ کو جائز ہے کہ اس کو سفر حج سے منع کرے ڈاڑھی نکلنے تک بلکہ گھر کے نکلنے سے بھی روک سکتا ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی الفور فی العام الاول عند الثانی واضح الروایتین عن الامام ومالک واحمد حج ایک بار فی الفور فرض ہے پہلے سال میں نزدیک ابی یوسفؒ اور امام مالک اور امام محمدؒ کے اور امام اعظم کی اصح روایت میں اس واسطے کہ احتیاط یہی ہے کہ اول سال امکان میں ادائے حج ہو کیونکہ سال بھر میں حج کا ایک وقت معین ہے اور موت کا کوئی وقت معین نہیں تو باوجود قدرت کے تاخیر کرنا گویا معدوم کرنا ہے ابو یوسف کی وہ حدیث دلیل ہے جو امام احمدؒ اور ابن ماجہ اور بیہقی نے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو حج کا ارادہ کرے اس کو جلدی کرنا لازم ہے اس واسطے کہ گاہے آدمی بیمار ہوتا ہے اور راحلہ گم ہو جاتا ہے اور کوئی حاجت ضروری پیش آجاتی ہے کذا فی العینی شرح الکنز اور محمد اور شافعی کے نزدیک حج علی الفور فرض نہیں بلکہ علی التراخی فرض ہے بشرط عدم فوت فیفسق وترد شہادتہ بتاخیرہ ای سنین لان تاخیرہ صغیرۃ وبارتکابہ مرۃ لا یفسق الا بالاصرار بمرود وجہ ان الفوریۃ ظنیۃ لان دلیل الاحتیاط ظنی ولذا اجمعوا انہ لو تراخی کان اداء وان اثم بموتہ قبلہ پھر جب حج فی الفور فرض ہوا تو فاسق ہوگا اور اس کی گواہی مردود ہوگی حج میں تاخیر کرنے سے یعنی چند سال کی تاخیر سے فسق ثابت ہوگا اس واسطے کہ تاخیر حج کی صغیرہ گناہ ہے اور ایک بار صغیرہ کرنے سے مسلمان فاسق نہیں ہوتا مگر اصرار سے البتہ فاسق ہوتا ہے کذا فی البحر اور دلیل اس امر کی کہ تاخیر صغیرہ ہے نہ کبیرہ یہ ہے کہ فی الفور کی فرضیت ظنی ہے اس واسطے کہ دلیل احتیاط کی چنانچہ قول سابق کے بیان میں مذکور ہو چکی ظنی ہے نہ قطعی اور گناہ کبیرہ ہونا ثابت نہیں ہوتا مگر قطعی دلیل سے لہذا فقہا کا اجماع ہے اس پر کہ باوجود قدرت کے اگر چند سال تاخیر کی اور پھر حج کیا تو یہ حج ادا ہوگا نہ قضا اگرچہ قبل حج کے مر جانے سے گناہ گار ہوگا وقالوا لو لم یحج حتی تلف مالہ وسعہ ان یستقرض ویحج ولو غیر قادر علی وفائہ ویرجی ان لا یواخذہ اللہ تعالیٰ بذلک ای لو تاویا وفاءہ ان قدر کما قیدہ فی الظہیریۃ اور فقہا نے کہا ہے کہ اگر مقدور والے نے حج نہ کیا یہاں تک کہ اس کا مال تلف ہو گیا تو اس کو جائز ہے کہ قرض لے اور حج کرے اگرچہ اس کو قدرت نہ ہو ادائے قرض کی اور امید ہے کہ حق تعالیٰ اس کا مواخذہ نہ کرے گا اگر بدون ادا کر کے مر گیا بشرطیکہ اس کو ادا کرنے کی نیت ہو درصورت قدرت چنانچہ یہی قید لگائی ہے عدم مواخذہ کی ظہیریہ میں مما قدمناہ طحطاوی نے کہا کہ نہر تاشی میں ابو یوسف سے منقول ہے کہ ایسی صورت میں قرض لینا حج کے واسطے لازم ہے علی مسلم لان الکافر غیر مخاطب بفروع الایمان فی حق الاداء وقد حققناہ فیما علقناہ علی النار حج فرض ہے مسلمان پر نہ کافر پر اس لیے کہ کافر مخاطب نہیں فرعی احکام کے ادا کرنے کے حق میں ہاں در حج

[1] یعنی ہم تیری خیرگیری اور مدد کو حاضر ہیں ۱۲ [2] یعنی نہ ہم تیری خیرگیری کو حاضر ہیں اور نہ تیری مدد کریں ۱۲

Marfat.com

اعتقاد احکام البتہ مخاطب ہے اور البتہ ہم نے اس مسئلہ اصول کو شرح منار میں محقق کیا ہے م یہاں سے تفصیل شرائط حج کی شروع ہوئی تو اجمالاً دریافت کرنا چاہیے کہ شرائط حج کی تین قسم ہیں ایک شرائط وجوب حج کی اور دوسری شرائط وجوب ادائے حج کی اور تیسری شرائط صحت حج کی سو شرائط وجوب کی آٹھ ہیں بنا بر قول اصح کے اسلام عقل بلوغ حریت وقت قدرت زاد و قدرت راحلہ فرضیت حج کا علم اور شرائط وجوب ادا کی پانچ ہیں بقول اصح صحت بدن کی قدرت زوال موانع جیسہ امن راہ عدم قیام عدت عورت کے حق میں خروج زوج یا محرم عورت کے ساتھ اور شرائط صحت حج کی چار ہیں احرام حج زمانہ خاص مکان خاص اسلام کذا فی منح الغفار حر مکلف عالم لغرجتہ اما بالکون بدارنا او باخبار عدل او مستورین حج فرض ہے ہر مکلف پر جو حج کے فرض ہونے کو جانتا ہے یا دار الاسلام کے رہنے سے یا دار الحرب میں ایک متقی کے خبر دینے سے یا ان دو شخصوں کے خبر دینے سے جن کا تقوی اور فسق پوشیدہ ہے تو معلوم ہوا کہ غلام اور لونڈی پر اور صغیر اور مجنون اور بے ہوش پر بقول فخر الاسلام اور اس مسلمان پر جو دار الحرب میں فرضیت حج سے مطلع نہیں حج فرض نہیں ہے صحیح البدن حج فرض ہے تندرست تو جا بند اور لولے اور فالج والے اور جس کے دونوں پاؤں کٹے ہوں اور بیمار اور ایسے بڈھے پر جو اونٹ پر نہیں تھم سکتا ہے حج کرنے کو جانا فرض نہیں لعصیر غیر محبوس وخائف من سلطان بمنع منہ حج فرض ہے بصارت والے پر جو قید نہیں اور حاکم سے ڈرتا نہیں جو اس کو حج کرنے سے روکتا ہے تو قیدی اور خائف مذکور اور اندھے پر حج فرض نہیں اگرچہ اندھے کو ہاتھ پکڑ کے لے چلنے والا ملے تو بھی اس پر حج فرض نہیں بنا بر قول مشہور کے امام سے اس واسطے کہ غیر کی قدرت سے آدمی کو قادر نہیں کہتے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ذی زاد یعنی بہ بدنہ فالمعتاد للحم ونحوہ اذا قدر علی خبز وجبن لا یعد قادرا حج فرض ہے صاحب زاد پر ایسا توشہ جس سے اس کا بدن صحیح سالم رہے تو جس کو گوشت وغیرہ نفیس خوراک کھانے کی عادت ہو جب کہ اس کو روٹی اور پنیر پر قدرت ہو بدون گوشت کے تو وہ قادر نہیں گنا جاتا اس واسطے کہ خلاف عادت سے صحت بدن دشوار ہے وراحلۃ محقۃ بہ وہو المسمی بالقتب ان قدر ولا فتشرط القدرۃ علی المحارۃ اور حج فرض ہے صاحب راحلہ پر جو اسی کے واسطے مخصوص ہو یعنی اس کو نوبت بنوبت اترنا چڑھنا نہ پڑے اور راحلہ کو مقتب کہتے ہیں یعنی چھوٹی کاٹھی والا اونٹ سواری کے واسطے کافی ہے اگر اس پر سوار ہو سکے اور اگر کاٹھی پر سوار نہ ہو سکے بسبب مرفہ الحال کے اور نازک مزاجی کے تو فرضیت حج کی شرط یہ ہے کہ محمل پر قادر ہو اس واسطے کہ مرفہ الحال سے کاٹھی پر سفر نہیں ہو سکتا بلکہ اس طرح اس کی ہلاکی کا خوف ہے تو ہر شخص کے واسطے وہ راحلہ معتبر ہے جس پر وہ پہنچ جاوے کذا فی النہر ابن ماجہ نے عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا کہ حج کس چیز سے فرض ہوتا ہے فرمایا زاد اور راحلہ سے اور ابن عباسؓ سے روایت کی کہ حضرتؐ نے استطاعت سبیل کی زاد و راحلہ تفسیر فرمائی راحلہ اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو کجاوہ باندھنے کے لائق ہو اور بعضے مطلق مرکب شتر کو راحلہ بولتے ہیں نہر یا مادہ کذا فی السراج للا فاتی بالزاد والراحلۃ لانہ لا یستطیع المشی لشبہ بالسعی للجمعۃ راحلہ شرط ہے آفاقی کے واسطے جو مکہ معظمہ سے دور رہتا ہے نہ مکی کے واسطے جو عرفات تک پیدل چل سکتا ہے اس واسطے کہ مکہ سے عرفات تک چلنا نماز جمعہ کے واسطے اس جانے کے مشابہ ہے اور اگر بسبب شدت نقاہت کے نہ چل سکے تو اس کے واسطے بھی راحلہ شرط ہے کذا فی النہر وانما وانہ لو قدر علی غیر الراحلۃ من بغل او حمار لم یجب قال فی البحر ولم ارہ صریحا وانما صرحوا بالکراہیۃ اور اشتراط راحلہ سے مصنف نے اشارہ کیا کہ اگر راحلہ کے سوا اور سواری پر قدرت ہو جیسے خچر یا گدھے تو حج واجب نہ ہوگا بحر الرائق میں کہا کہ میں نے اس مسئلہ کو کتب فقہ میں مصرح نہیں دیکھا اور فقہا نے تو گدھے اور خچر کی سواری کی کراہت حج کے واسطے صاف صاف بیان کی ہے یعنی کراہت تحریمی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی حاشیہ تحفۃ الاخیار میں حلبی نے کہا کہ سوائے اونٹ کے اور سواری سے حج کو نہ وجوب کہنا مسلم نہیں اس واسطے کہ ہر چند اصل لغت میں راحلہ اونٹ کو کہتے ہیں لیکن راحلہ سے مراد وہ ہے جس پر سواری ہووے قہستانی نے تصریح کی ہے کہ راحلہ سے مراد وہ ہے جس پر انسان سوار ہو اور ضروریات سفر مثل کھانے اور پینے اور لباس وغیرہ کے اس پر لادے جاتے اور آتے ہوں انتہی اور شرح منسک متوسط میں ہے کہ شرط وجوب حج یہ ہے کہ مسلمان قادر ہو اونٹ پر یا خچر پر لیکن گدھے کی سواری مسافت بعیدہ میں مکروہ ہے تکلیف کشی کے سبب سے وفی السراجیۃ الحج

Marfat.com

راکبا افضل منہ ماشیا بالفتی والمکتسب افضل من المحارۃ اور سراجیہ میں ہے کہ سوار ہو کر حج کرنا بہتر ہے پیادہ چل کر حج کرنے سے اس واسطے کہ پیدل چلنے والا مشقت راہ سے نازک مزاج ہو جاتا ہے اور رفیقوں سے سخت کلامی کرتا ہے اور اگر بدمزاج نہ ہو تو افضل ہے سواری سے اور کاٹھی والے اونٹ پر سوار ہونا محمل سے افضل ہے کہ اس میں ریا اور فخر کا خوف نہیں کذا فی الطحطاوی وفی اجارۃ الخلاصۃ حمل الجمل مائتان واربعون منا والحمار مائۃ وخمسون والظاہر ان البغل کالحمار اور خلاصہ کے کتاب الاجارہ میں ہے کہ اونٹ کا بوجھ ۲۴۰ من ہے اور گدھے کا بوجھ ۱۵۰ من ہے اور ظاہر اخچر بوجھ میں گدھے کے برابر ہے من شرعی من ۴۰ استار کا ہے اور استار ساڑھے چھ[1] درہم کا ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی ولو وہب الاب لابنہ مالا یحج بہ لم یجب قبولہ لان شرائط الوجوب لا یجب تحصیلہا وہذا منہا باتفاق الفقہاء خلافا للاصولیین اور اگر باپ اپنے بیٹے کو مال دے حج کرنے کے واسطے تو اس پر مال کا قبول کرنا واجب نہیں اس واسطے کہ وجوب کی شرائط کو حاصل کرنا واجب نہیں اور یہ یعنی قدرت زاد اور راحلہ کی شرائط وجوب سے ہے باتفاق فقہا بخلاف اہل اصول کے کہ ان کے نزدیک وجوب ادا کی شرائط سے ہے فضلا عما لا بد منہ کما مر فی الزکوۃ جب کہ زاد راحلہ فاضل ہو ضروریات شخص سے چنانچہ اس کی تصریح کتاب الزکوۃ میں ہو چکی منح الغفار میں ہے کہ ضروریات انسانی جیسے رہنے کا گھر اور خدمت کا غلام اور استعمال کا لباس اور اسباب خانگی تو ان اشیا کے ہونے سے استطاعت ثابت نہیں ہوتی ومنہ المسکن ومرمتہ ولو کثیرا یمکنہ الاستقراض وبیعہ وانہ بالفاضل فانہ لا یلزمہ بیع الزائد لہم ہو افضل وعلم بہ عدم لزوم بیع الکل والاکتفاء بسکنی الاجارۃ بالاولی اور ضروریات میں داخل ہے گھر اور اس کی مرمت اگرچہ ایسا بڑا گھر ہو کہ اس میں سے تھوڑا مکان رہنے کو کفایت کرے اور باقی کو بیچ کر حج کر سکے تو بھی زائد از حاجت کا بیچنا حج کے واسطے اس پر لازم نہیں ہاں زائد مکان کا بیچ ڈالنا ادائے حج کے واسطے افضل ہے اور اس تقریر سے معلوم ہوا کہ سب مکان کا بیچنا اور کرایہ کے مکان میں رہنا بطریق اولی لازم نہیں وکذا لو کان عندہ مالو اشتری بہ مسکنا وخادما لا یبقی عندہ ما یکفی الحج لا یلزمہ خلاصہ اور اسی طرح اگر ایک شخص کے پاس اتنا مال ہو کہ اگر اس مال سے گھر اور خادم کو مول لیوے تو اس کے پاس اتنا مال باقی نہ رہے جو حج کو کفایت کرے تو اس پر لازم نہیں کہ حج ہی کرے اور گھر نہ لے کذا فی الخلاصۃ اس واسطے کہ یہ مال حاجت اصلی سے زائد نہیں اور حج فرض نہیں ہوتا مگر اس مال سے جو حاجت اصلی سے زیادہ ہو وحد فی النہر انہ یشترط بقاء راس المال لحرفتہ ان احتاجت لذلک والا لا اور تحریر کی ہے نہر الفائق میں وجوب حج میں باقی رہنا راس المال کا ہے جو اپنے پیشے کے واسطے مشروط ہے اگر اس کے پیشے میں مال کی حاجت ہو اور اگر حاجت نہ ہو تو بقائے مال شرط نہیں خلاصہ یہ ہے کہ اہل حرفہ کے واسطے بعد حج کے بقائے مال شرط نہیں چنانچہ درزی کہ اس کے پیشے میں مال کی حاجت نہیں بخلاف کاشتکار کے کہ وہ آلات کاشتکاری کا محتاج ہے اور سوداگر کے کہ بدون مال کے تجارت متصور نہیں وفی الاشباہ معہ الف وخاف الفتنۃ بہ ان کان قبل خروج اہل بلدہ فلہ التزوج ولو وقتہ لزمہ الحج اور اشباہ میں ہے کہ ایک شخص کے پاس ہزار درم ہیں اور وہ مجرد رہنے سے ڈرتا ہے تو اگر حج کے قافلہ چلنے سے پہلے وہ ہزار کا مالک ہوا تو اس کو نکاح کر لینا جائز ہے اور اگر شہر سے قافلہ چلنے کے وقت مالک ہوا تو اس پر حج لازم ہے ونفقۃ عیالہ عن نفقۃ من یلزمہ نفقتہ لنفقۃ حق العبد اور زاد و راحلہ زیادہ ہو اس کے اہل وعیال کے خرچ سے اہل وعیال سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا نفقہ اس پر لازم ہے بسبب مقدم ہونے حق العبد کے یعنی عبد کا حق خدا کے حق پر مقدم ہے بحکم شرع اس واسطے کہ خدا بے نیاز ہے اور بندے محتاج الی حین عودہ وقیل بعد عودہ بیوم وقیل بشہر توشہ زائد ہو عیال کے خرچ سے حج سے پھرنے تک اور بعضے علما نے کہا کہ بعد پھرنے کے ایک دن کا نفقہ ہو اور بعضوں نے کہا کہ مہینے کا نفقہ زیادہ ہو ایک دن کی روایت امام سے ہے اور مہینے کی روایت ابو یوسف سے اور نفقہ سے متوسط نفقہ مراد ہے نہ تنگی کا نہ اسراف کا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی مع امن الطریق بغلبۃ السلامۃ ساتھ امن راہ کے بسبب غلبہ کے یعنی امن راہ شرط ہے وجوب حج کے اس واسطے کہ بدون امن کے حصول حج متعسر ہے اور امن قافلہ جانے کے وقت چاہیے اگرچہ غیر وقت میں امن نہ ہو اور امن راہ سے مراد یہ ہے کہ لوگ اکثر یا سلامت آتے جاتے ہوں اور خوف قلیل الوجود معتبر نہیں اور یہی قول فقیہ ابو اللیث کا مختار ہے اور یہی مفتی ہے اس

[1] گندم ساڑھے تین ماشہ کا ہوا اور روپیہ رتی کم ساڑھے گیارہ ماشہ کا تو استار کا وزن ۱۱ روپیہ بھر یعنی کچا سیر ہوتا ہے اکبری سیر کے برابر ۱۲

Marfat.com

کے سوائے اور اقوال لائق اعتماد کے نہیں اور جس ملک سے بدون سواری جہاز کے حج نہ ہو سکتا ہو چنانچہ ہندستان سے تو ایسے ملک کے سقوط حج میں اختلاف ہے کرمانی نے کہا کہ اگر سمندر میں سلامتی غالب ہو اور اس بندر سے سواری جہاز کی مروج ہو تو حج واجب ہے اور اگر غلبہ سلامتی کا نہیں تو حج بھی واجب نہیں اور یہی قول اصح ہے کذا فی منح الغفار م بالفعل ہندوستان میں امن راہ خشکی اور تری میں بخوبی حاصل ہے اور مشق جہازرانی کی بسبب اختلاط نصاریٰ کے جواب حاصل ہے کبھی نہ تھی سو اب اہل ہند پر وجوب حج میں ہرگز تردد نہیں ہزاروں شخص ہر سال ہند سے جاتے ہیں اور حج کر کے باسلامت پھر آتے ہیں ولو بالرشوۃ علی ما حققہ الکمال اگرچہ امن راہ رشوت دے کر حاصل ہو بنا بر تحقیق کمال الدین محقق کے یعنی اگر قطاع الطریق کو رشوت دے کر امن حاصل ہو تو رشوت دینا واسطے دفع ظلم ظالم کے جائز ہے اور حرام رشوت وہ ہے جو کسی کی حق تلفی کے واسطے ہو وفی آخر الکتاب ان قتل بعض الحجاج عذر اور آخر کتاب میں آوے گا مقتول ہونا بعضے حاجیوں کا عذر ہے یعنی اگر ہر سال یا اکثر کچھ حجاج مارے جاتے ہوں تو سقوط حج میں عذر صریح ہے اس واسطے کہ غلبہ سلامتی کا نہیں وہل ما یؤخذ فی الطریق من المکس والخفارۃ عذر قولان والمعتمد لا کما فی القنیۃ والمجتبیٰ وعلیہ الفتوی ینتسب فی الفاضل عما لا بد منہ القدرۃ علی المکس ونحوہ کما فی مناسک الطرابلسی اور کیا وہ مال جو بطریق وہ یک اور راہداری کے لیا جاتا ہے راہ میں عذر ہو سکتا ہے سقوط حج کا اس میں دو قول ہیں اور قول معتمد یہ ہے کہ اس طرح دینا عذر نہیں کذا فی القنیہ والمجتبیٰ اور اسی قول پر فتوی ہے تو اس صورت میں ایسے مال دینے کی قدرت کو بھی زائد از ضروریات میں حساب کرنا چاہیے اسی طرح مذکور ہے طرابلسی کے مناسک میں ومع زوج او محرم لو عبدا او ذمیا او برضاع اور شرط ہے ساتھ ہونا زوج یا محرم کا اگرچہ زوج اور محرم غلام ہو یا ذمی محرم ہو یا رضاعی محرم عورت کا وہ ہے جس کا نکاح اس عورت سے درست نہ ہو خواہ نسب سے یا رضاعت یا مصاہرت سے کذا فی النہر مسلم اور ابو داؤد میں حدیث مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت مومنہ کو حلال نہیں تین منزل یا زیادہ سفر کرنا بدون اپنے باپ یا بھائی یا بیٹے یا زوج یا محرم کے کذا فی العینی شرح الکنز بالغ قید للکل کما فی النہر بخلاف بالغ زوج اور محرم دونوں کی قید ہے کما فی النہر بخلاف تو اگر زوج یا محرم صغیر ہو تو عورت پر حج واجب نہ ہوگا عاقل ہمراہی زوج یا محرم ہونے میں شرط ہے تو مجنون زوج یا محرم سے وجوب نہیں المراہق کبالغ جوہرہ اور قریب البلوغ بالغ کے مانند ہے کذا فی الجوہرۃ غیر مجوسی ولا فاسق لعدم حفظہما البشر لیکہ محرم مجوسی نہ ہو اور مسلم فاسق نہ ہو بسبب عدم حفاظت دونوں کے اس واسطے کہ مجوسی کے دین میں ماں بہن حلال ہے اور فاسق بھی لائق اعتماد کے نہیں مع وجوب النفقۃ لہما علیہما لانہ محبوس علیہما بیتہ واجب ہونے نفقہ محرم کے عورت پر یعنی جب محرم ساتھ ہو تو اس کا نفقہ عورت پر واجب ہے اس واسطے کہ وہ اس کے کام میں بند ہو گیا لامراۃ حرۃ ولو عجوزا فی سفر حج میں حرہ عورت کے واسطے زوج یا محرم شرط ہے اگرچہ عورت بڈھی ہو دہل یلزمہا الزوج قولان اور کیا لازم ہے عورت کو نکاح کر لینا اس میں دو قول ہیں یعنی اگر عورت مال دار ہو اور اس کا کوئی محرم نہ ہو تو وہ حج کے واسطے نکاح کرے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس پر نکاح لازم نہیں ولیس عبدہا بمحرم لہا اور عورت کا غلام عورت کا محرم نہیں اگرچہ وہ خصی ہو تو غلام کے ساتھ سفر کرنا حرام ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی عن البزازیۃ ولیس لزوجہا منعہا عن حجۃ الاسلام اور زوج کو جائز نہیں کہ عورت کو حج اسلام سے منع کرے یعنی حج فرض سے بشرط محرم ہونے کا حج نفل سے روکنا درست ہے کذا فی منح الغفار ولہجت بلا محرم جاز مع الکراہۃ اور اگر عورت نے بدون محرم کے حج کیا تو جائز ہوگا کراہت کے ساتھ کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہے کذا فی الطحطاوی ومع عدم عدۃ علیہا مطلقا ایۃ عدۃ کانت ابن ملک اور بشرطیکہ عورت پر مطلقا عدت نہ ہو کوئی عدت کیوں نہ ہو خواہ عدت وفات کی خواہ طلاق بائن یا رجعی کذا صرح ابن ملک والعبرۃ لوجوبہا ای العدۃ البائنۃ من سفرہا وقت خروج اہل بلدہا وکذا سائر الشروط اور اعتبار اس عدت کے واجب ہونے کا جو عورت کو سفر سے مانع ہے اس کے شہر والوں کے نکلنے کے وقت کا ہے یعنی جب اہل شہر حج کے واسطے نکلیں اگر عورت عدت میں ہوگی تو سفر حج نہ کر سکے گی کہ عدت میں سفر کرنا جائز نہیں اور اگر بعد سفر کرنے کے عدت واجب ہوئی تو اس کی تفصیل کتاب العدۃ میں مذکور ہے اور چنانچہ اعتبار وجوب عدت کا خروج کے وقت معتبر ہے اسی طرح سب شروط سابقہ کا اعتبار خروج ہی کے وقت ہے

Marfat.com

یعنی اسلام اور حریت اور عقل اور بلوغ اور صحت بدن اور بینائی اور قدرت زاد اور راحلہ خروج کے وقت معتبر ہے نہ قبل خروج کے نہ بعد خروج کے مثلاً قبل خروج قافلہ مقدور زاد کا تھا اور خروج کے وقت مفلس ہو گیا یا خروج کے وقت مفلس تھا اور بعد قافلہ چلے جانے کے مقدور والا ہو گیا تو اس سال کا حج اس پر لازم نہیں **فلو احرم صبی عاقل او احرم** ابوہ صار محرما یعنی ان یجردہ قبلہ ویلبسہ ازارا ورداء ملبسوط وظاہرہ ان احرامہ عنہ مع عقلہ صحیح فمع عدمہ اولی سو اگر احرام باندھا صغیر ہوشیار نے یا اس کی طرف سے اس کے باپ نے اس کا احرام باندھا تو دونوں طرح سے صغیر محرم ہو گا اور باپ کو چاہیے کہ صغیر کو لباس سے برہنہ کرے اور اس کو تہمد اور چادر پہنا دے بکذا فی المبسوط اور مبسوط کا ظاہر کلام اس پر دلالت کرتا ہے کہ احرام کرنا باپ کا صغیر کی طرف سے باوجود اس کی عقل اور ہوش کے صحیح ہے تو اس کی بے ہوشی اور نادانی میں باپ کا احرام باندھ دینا بطریق اولی صحیح ہو گا **فبلغ او عبد فعتق قبل الوقوف فمضی کل علی احرامہ لم یسقط فرضہما لانعقادہ** نفلا پھر صغیر احرام باندھنے کے بعد بالغ ہو گیا یا غلام احرام باندھ کر آزاد ہو گیا قبل ٹھہرنے عرفات کے پھر اسی اگلے احرام پر ہر ایک چلا گیا یعنی دوسرا احرام نہ باندھا تو دونوں کا فرض حج ساقط نہ ہو گا اس لیے کہ شروع سے نفل تھا پھر نفل کی نیت سے فرض کیونکر ادا ہو تو بعد بلوغ اور آزادی کے حج فرض صغیر اور عبد پر لازم ہے گا **فلو جدد الصبی الاحرام قبل الوقوف بعرفۃ دنوی حجۃ الاسلام اجزاہ** پھر اگر صغیر نے بعد بلوغ کے نیا احرام باندھا قبل وقوف عرفات کے اور اس احرام جدید سے فرض حج کی نیت کی تو کافی ہے یعنی فرضیت ادا ہو گی م احرام جدید اس طرح کرنا چاہیے کہ میقات تک پلٹ جاوے اور وہاں دوسرا احرام باندھ کر حج کی نیت سے لبیک کہے **ولو فعل العبد المعتق ذلک التجدید المذکور لم یجز لانعقادہ لازما بخلاف الصبی والکافر والمجنون** اور اگر آزاد غلام اس طرح سے نیا احرام باندھے گا تو اس کو کفایت نہ کرے گا یعنی اس پر سے فرض حج ساقط نہ ہو گا اس واسطے کہ غلام پر نفل حج شروع کرنے سے لازم ہو گیا تو اس کو توڑ نہیں سکتا بخلاف صغیر اور کافر اور مجنون کے اس واسطے کہ صغیر کا احرام لازم نہیں تو اس کو احرام توڑنا جائز ہے اور کافر کا احرام سرے سے صحیح نہیں ہے بسبب عدم اہلیت کے **والحج فرضہ ثلثۃ الاحرام** اور حج میں تین کام فرض ہیں اول احرام باندھنا فرض وہ ہے جس کے ترک سے حج باطل ہو جاوے اور سال آئندہ میں اس کی قضا لازم آوے **وہو شرط ابتداء وہ رکن انتہاء حتی لم یجز لفاسد الحج استدامتہ یقضی بہ من قابل** اور احرام شرط ہے باعتبار ابتدا کے لہٰذا اس کی تقدیم حج کے مہینوں پر جائز ہے جیسے وضو قبل وقت نماز کے جائز ہے اور احرام کو رکن کا حکم ہے باعتبار انتہا کے تا اینکہ جس کا احرام باندھ کر حج فوت ہو گیا ہو اس کو احرام کا باقی رکھنا تاکہ سال آئندہ اس سے حج کی قضا کرے جائز نہیں اور اگر شرط ہوتا ہر طرح سے تو اس کا باقی رہنا جائز ہوتا **والوقوف بعرفۃ** فی اوانہ سمیت بہ لان آدم علیہ السلام وحوا تعارفا فیہا اور دوسرا فرض عرفات کا ٹھہرنا ہے اس کے خاص وقت میں عرفات کا نام عرفات اس واسطے رکھا گیا کہ آدم وحوا علیہما السلام میں وہیں تعارف ہوا یعنی بہشت سے زمین پر متفرق اترے پھر بعد مدت عرفات میں یکجا ہوئے اور ایک نے دوسرے کو پہچانا **ومعظم طواف الزیارۃ** وہما رکنان اور تیسرا فرض اکثر طواف زیارت ہے اور دونوں یعنی وقوف عرفات اور طواف الزیارۃ رکن ہیں حج کے لیکن وقوف عرفات قوی تر ہے طواف سے اس واسطے کہ جماع قبل وقوف سے حج فاسد ہو جاتا ہے اور جماع قبل طواف سے فاسد نہیں ہوتا کذا فی العالمگیریہ **وواجبہ بضع وعشرون** اور واجبات حج کے بیس اور کئی ہیں چنانچہ پچیس کام ہیں چنانچہ شمار واجبات کا رقم ہندسہ سے معلوم ہو گا واجب وہ ہے جس کے ترک سے حج باطل نہیں ہوتا بلکہ ذبح کرنا لازم آتا ہے **وقوف بمزدلفۃ** وہو المزدلفۃ سمیت بذلک لان آدم اجتمع بحواء ہما ازدلف الیہا ای دنا منہا ٹھہرنا جمع کا یعنی مزدلفہ کا اس واسطے نام ہوا کہ آدم حوا کے ساتھ وہاں جمع ہوئے اور ان سے قریب ہو گئے **والسعی وعند الایۃ الثلثۃ** ہو رکن **بین الصفا بہ لانہ جلس علیہ آدم صفوۃ الصفا والمروۃ لانہ جلس علیہا امراۃ** وہی حوا ولذا انثت ۱۲ اور چلنا صفا اور مروہ کے درمیان اور تینوں اماموں کے نزدیک سعی کرنا رکن ہے صفا اور مروہ دو پہاڑیاں ہیں مسجد الحرام کے پاس صفا اس واسطے اس کا نام ہوا کہ آدم صفی اللہ اس پر بیٹھے اور مروہ اس واسطے نام ہوا کہ امراۃ یعنی عورت اس پر بیٹھی عورت سے حوا مراد ہیں اور اسی واسطے مروہ مونث ہے م بعضے علما نے وجہ تسمیہ یوں بیان کی ہے کہ صفا ایک مرد کا نام تھا اور مروہ ایک عورت کا نام تھا سو دونوں نے بیت اللہ میں حرام کاری کی حق تعالیٰ نے ان کو پتھر کر ڈالا دونوں صورتوں کو دو زنا

Marfat.com

پساڑیوں پر لوگوں کی عبرت کے واسطے رکھ دیا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی واللہ اعلم ورمی الجمار کل من حج ۳ر اور کنکریاں مارنا جمرات ثلثہ پر ہر حج کرنے والے کو خواہ قارن ہو خواہ متمتع خواہ منفرد وطواف الصدر ای الوداع للآفاقی غیر الحائض ۴ر اور طواف الصدر یعنی رخصت کا طواف آفاقی کو سوائے حائض کے توکی اور بستانی اور حائضہ پر طواف الصدر واجب نہیں والحلق او التقصیر ۵ر اور سر منڈانا یا بال کترانا والنشاء الاحرام من المیقات ۶ر اور احرام کا شروع کرنا میقات سے یعنی احرام کے مقام سے ومد الوقوف بعرفۃ الی الغروب ان وقف نہارًا اور دراز کرنا وقوف عرفات کا غروب آفتاب تک اگر دن میں وقوف کیا ہو یعنی کچھ دن اور رات کے وقوف کو جمع کرنا واجب ہے والبدأۃ بالطواف من الحجر الاسود علی الاشبہ لمواظبۃ علیہ السلام وقیل فرض وقیل سنۃ اور واجب ہے حجر اسود سے طواف کا شروع کرنا بنا بر اشبہ قول کے اس واسطے کہ رسول اللہ صلعم ہمیشہ ابتدائے طواف حجر اسود سے کرتے تھے اور بعضوں کے نزدیک سنت ہے والتیامن فیہ ای فی الطواف فی الاصح ۹ر اور طواف کو اپنے داہنی طرف سے کرنا بنا بر قول اصح کے یعنی جب حجر اسود کے مقابل کھڑا ہو تو اپنی داہنی طرف سے طواف کرے جدھر ملتزم اور دروازہ ہے بیت اللہ کا والمشی فیہ لمن لیس لہ عذر یمنعہ منہ ولو نذر طوافًا زحفًا لزمہ ماشیًا ولو شرع متنفلا زحفًا فرکب افضل ۱۰ر اور واجب ہے طواف میں اپنے پاؤں چلنا جس کو ایسا عذر نہیں جو چلنے کا مانع ہو اور جس نے نذر مانی طواف کی زمین پر گھسل کر تو اس پر پیدل طواف کرنا لازم ہے اور اگر نفل طواف زمین پر گھسل کر شروع کیا تو اس کو طواف میں پاؤں سے چلنا افضل ہے والطہارۃ فیہ من النجاسۃ الحکمیۃ علی المذہب قیاسًا والحقیقیۃ من ثوب وبدن ومکان طواف والاکثر علی انہ سنۃ مؤکدۃ کما فی شرح باب المناسک ۱۱ر اور طواف میں طہارت نجاست حکمی سے واجب ہے بنا بر قول مذہب کے اور قول ضعیف یہ ہے کہ طہارت نجاست حقیقی کی کپڑے اور بدن اور طواف کے مکان سے واجب ہے اور اکثر علما کا یہ قول ہے کہ نجاست حقیقی کی طہارت سنت مؤکدہ ہے نہ واجب چنانچہ باب المناسک کی شرح میں مذکور ہے وستر العورۃ فیہ وبکشف ربع العضو فاکثر کما فی الصلوۃ یجب الدم ۱۲ر اور شرمگاہ کا ڈھکنا طواف میں اور چوتھائی عضو یا زیادہ کھلنے سے طواف میں ذبح کرنا واجب ہوتا ہے چنانچہ کشف[1] عضو کا بیان کتاب الصلوۃ میں گذرا وبدایۃ السعی بین الصفا والمروۃ من الصفا ویبدأ بالمروۃ فلا یعتد بالشوط الاول فی الاصح ۱۳ر اور صفا اور مروہ کے درمیان کی سعی کو صفا سے شروع کرنا اور اگر مروہ سے شروع کرے گا تو شوط اول میں اس کا شمار نہ ہوگا قول اصح میں یعنی اول مروہ سے چلنا صفا تک یہ شوط اول میں داخل نہیں بسبب ترک واجب کے بلکہ شوط اول عبارت ہے ابتدائے صفا سے مروہ تک والمشی فیہ فی السعی لمن لیس لہ عذر کما مر ۱۴ر اور چلنا سعی میں جس کو چلنے میں کچھ عذر مانع نہیں چنانچہ طواف میں مذکور ہوا وذبح الشاۃ للقارن او المتمتع ۱۵ر اور ذبح کرنا بھیڑ بکری کا قارن یا متمتع کو وصلوۃ رکعتین لکل اسبوع من ای طواف کان فلو ترکہا اہل علیہ دم قیل نعم فیوصی بہ ۱۶ر اور دو رکعت نماز پڑھنا واجب ہے سات بار بیت اللہ کے گرد گھومنے کے بعد کوئی طواف کیوں نہ ہو یہاں تک کہ طواف نفل میں بھی دو رکعتیں واجب ہیں سو اگر دو رکعت کو طواف کرنے والے نے ترک کیا تو اس پر ذبح کرنا کیا واجب ہے بعض علما نے کہا کہ ہاں واجب ہے تو اگر قبل ذبح کے موت اس کو آوے تو ذبح کرنے کی وصیت کر جاوے والترتیب الآتی بیانہ بین الرمی والحلق والذبح یوم النحر ۱۷ر اور ترتیب کرنا درمیان کنکریاں مارنے اور سر منڈانے اور ذبح کرنے کے قربانی کے دن چنانچہ بیان اس ترتیب کا آوے گا وامّا الترتیب بین الطواف وبین الرمی والحلق فسنۃ فلو طاف قبل الرمی والحلق لا شیٔ علیہ ویکرہ لما اور وہ ترتیب جو طواف کے درمیان اور کنکریاں مارنے اور سر منڈانے کے درمیان میں ہے سو تو سنت ہے واجب نہیں تو اگر طواف کیا قبل رمی اور حلق کے تو کوئی چیز اس پر لازم نہیں لیکن مکروہ تنزیہی ہے بسبب ترک سنت کے کذا فی اللباب المناسک وبقی ان المفرد للذبح علیہ دم فقہ اور آگے آوے گا کہ مفرد یعنی جو فقط حج کی نیت کرے بلا قران اور بلا تمتع اس پر ذبح واجب نہیں اور عنقریب باب الجنایات میں ہم اس کی تحقیق کریں گے وفعل طواف الافاضۃ ای الزیارۃ فی یوم من ایام النحر ۱۸ر اور طواف افاضہ یعنی طواف الزیارہ کو کسی دن میں قربانی کے دنوں سے دمن الواجبات کون الطواف وراء الحطیم ۱۹ر اور واجبات سے ہے طواف کرنا بیت اللہ کا حطیم کے ساتھ م حطیم اس جگہ کا نام ہے

[1] مناسب یہ تھا کہ ترجمہ اول ترجمہ یوں کرتا چنانچہ کھلا رہنا ربع چھوٹے عضو کا مفسد نماز ہے ۱۲

Marfat.com

جو بیت اللہ کے جانب مغرب اور شمال واقع ہے اس کے گرد چھوٹی دیوار ہے کمان کے مانند حدیث صحیح میں ثابت ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے وقت میں حطیم بیت اللہ کے اندر داخل تھی قریش نے ایام جاہلیت میں جب کعبہ بنایا تو بسبب قلت معارف کے حطیم کو کعبہ سے جدا کر دیا پھر جب حطیم بیت اللہ میں داخل ٹھہری لہٰذا طواف میں اس کا داخل کرنا واجب ہوا اور فرض اس واسطے نہ ہوا کہ دخول اس کا بیت اللہ میں بدلیل قطعی ثابت نہیں واللہ اعلم وکون السعی بعد طواف معتد بہ ۲۰ اور سعی کا ہونا بعد طواف کے جو شمار کے لائق ہو یعنی چار شوط یا زیادہ کے بعد اس واسطے کہ دو تہائی شوط سے طواف معتبر نہیں ولو قیت الحلق بالمکان والزمان ۲۱ اور سر منڈانے کی تعیین مکان خاص اور زمانہ مخصوص میں یعنی حلق کرنا حرم کے اندر ایام نحر میں واجب ہے وترک المظور کالجماع بعد الوقوف ۲۲ اور ممنوعات غیر مفسدہ کا ترک کرنا بعد وقوف عرفات کے واجب ہے چنانچہ جماع اور قبل وقوف کے جماع مفسد ہے حج کا ولبس المخیط ۲۳ اور جیسے سلے لباس کے پہننے کو ترک کرنا وتغطیۃ الرأس والوجہ ۲۴ اور سر کو ڈھکنا[1] ۲۵ اور چہرے کو ڈھکنا والضابط ان کل مایجب بترکہ دم فہو واجب مر فی الملتقی ویتضح فی الجنایات اور قاعدہ کلیہ واجبات حج کے دریافت کرنے کا یہ ہے کہ جس فعل کے ترک کرنے سے ذبح کرنا واجب ہو سو وہ فعل واجب ہے یہی تصریح ہے ملتقی میں اور جن افعال سے ذبح کرنا لازم ہوتا ہے اس کا بیان باب الجنایات میں واضح ہوگا پس شارح نے بعد شمار واجبات کے قاعدہ دریافت واجبات کا اس واسطے بیان کیا کہ واجبات حج ان ۲۵ امور میں منحصر نہیں اس واسطے کہ کہنا عرفات سے امام کے ساتھ واجبات سے ہے اور حالانکہ اس کو نہ مصنف نے ذکر کیا نہ شارح نے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی شرح وقایہ اور درر میں پانچ چیزوں کو واجب کہا یعنی وقوف مزدلفہ اور سعی بین الصفا والمروہ اور رمی جمار اور طواف الصدر اور حلق راس کو اور کہا ہے کہ سوائے فرائض اور ان واجبات کے باقی افعال سنت ہیں یا مستحب حالانکہ یہ صحیح نہیں اس واسطے کہ واجبات پانچ میں منحصر نہیں اور ایسے مقام میں شمار کرنا حصر کا مفید ہوتا ہے کذا فی منح الغفار فائدہ جلیلہ اکثر کتب میں افعال خمسہ مذکورہ کو واجبات میں شمار کیا ہے اور بعض کتابوں میں دریافت واجبات کا ضابطہ مذکورہ مندرج ہے چنانچہ ملتقی الابحر سے شارح نے نقل کیا اور کسی نے انحصار کرنا واجبات کو ضرور نہیں جانا بخیال تکرار کے اس واسطے کہ جنایات میں اس کی خود تصریح موجود ہے لیکن ماتن اور شارح نے ۲۵ واجبات شمار کیے واسطے مزید بصیرت کے رحمۃ اللہ علیہما وغیرہا سنن وآداب کا تتوسع فی النفقۃ ویحافظ علی الطہارۃ وعلی صون لسانہ اور فرائض اور واجبات کے سوا باقی افعال سنت ہیں اور مستحب چنانچہ کشائش اور فراغت سے خرچ کرنا اپنے اوپر اور سواری کے اوپر اس لیے کہ حج میں خرچ کرنا ثواب میں جہاد کے خرچ کے برابر ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اور ہمیشہ باطہارت رہنا اور زبان کو غیبت اور سخت گوئی اور دشنام سے بچانا ہر چند زبان کا روکنا ہمیشہ بہتر ہے علی الخصوص حج میں زیادہ تر اس کا اہتمام لازم ہے قال اللہ تعالیٰ فمن فرض فیہن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج) ویستاذن الابوین ودائنہ وکفیلہ اور مستحب ہے حج کی اجازت لینا اپنی ماں اور باپ سے اور قرض خواہ سے اور قرض کے ضامن سے اگر اس کے کہنے سے اس نے ضمانت کی ہو اور اگر اس کے بدون امر کے وہ ضامن ہوا ہو تو اجازت کی کچھ حاجت نہیں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ویودع المسجد بر کعتین ومعارفہ ویستحلہم ویلتمس دعاءہم اور مستحب ہے محلہ کی مسجد سے دو رکعت نماز پڑھ کر رخصت ہونا اور اپنے دوستوں سے رخصت ہونا تاکہ وہ دعائے خیر کریں اور مستحب ہے دوستوں اور آشناؤں سے اپنے قصور معاف کرانا اور ان سے دعا کی درخواست کرنا الدر فتح القدیر میں ہے کہ سفر کے وقت خود رخصت ہونے کو جاوے اور جب حج کر کے آوے تو دوستوں کو اس کے پاس آنا چاہیے ویتصدق بشیء عند خروجہ ویخرج یوم الخمیس فقد خرج علیہ السلام فی حجۃ الوداع اول الاثنین اول المحرم بعد التوجہ والاستخارۃ ای فی انہ ہل یشتری او یکتری وہل یسافر برا او بحرا وہل یرافق فلانا او لا الا ستخارۃ فی الواجب والمکروہ لا محل لہا وتمامہ فی النہر اور مستحب ہے کچھ خیرات کرنا سفر کے وقت اس واسطے کہ صدقہ دافع ہے بلا کا اور سنت ہے سفر کرنا پنج شنبہ کے دن اس واسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اسی دن سفر کیا تھا یا دوشنبہ یا جمعہ کے دن سفر کرنا مستحب ہے بعد توبہ اور استخارہ کرنے کے یعنی اس میں استخارہ کرے کہ سواری کو مول لے یا کرایہ کرے اور سفر خشکی میں کرے یا دریا میں اور فلانے شخص کو اپنا رفیق سفر کا کرے یا نہ کرے اور یوں

[1] مناسب یوں تھا کہ ترجمہ اول یوں کہتا سر کے ڈھکنے اور چہرہ ڈھکنے کو ترک کرنا ۱۲ سو جس نے لازم کر لیا ان مہینوں میں حج تو نہیں ہے جماع اور گناہ کرنا اور جھگڑا کرنا حج میں ۱۲

Marfat.com

استخارہ کرے کہ میں حج کروں یا نہ کروں اس واسطے کہ واجب اور مکروہ میں استخارہ بے موقع ہے ع درکار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست ہ اور پورا بیان اس کا نہر الفائق میں ہے م اور باقی مضمون نہر الفائق کا یوں ہے کہ استخارہ کا طریقہ یہ ہے کہ دو رکعت نماز ادا کرے پہلی رکعت میں قل یا ایہا الکافرون اور دونوں رکعت میں قل ہو اللہ احد پڑھے پھر استخارہ کی دعا جو احادیث میں ثابت ہے پڑھے[1] پھر توبہ کرے شرائط توبہ کی مراعات کرکے یعنی جن کی حق تلفی کی ہو ان سے معاف کروائے اور جس کا مال چوری یا دغابازی یا غصب یا رشوت سے لیا ہو اس کو پھیر دے حتی الامکان اور جن عبادات میں قصور ہوا ہو ان کو قضا کرے اور اپنے گناہوں سے نہایت شرمندہ ہو اور مصمم ارادہ کرے کہ پھر ان گناہوں کو نہ کرے گا اس واسطے کہ اس شاہنشاہ کے دربار میں ان نجاسات کو لے جانا کمال بے ادبی ہے اور نفقہ حلال کی طلب میں نہایت کوشش کرے اور اس سفر میں ضرور ہے رفیق صالح کی صحبت کہ غفلت کے وقت میں ہوشیار کر دے اور بیقراری اور ناشکیبائی کی حالت میں صبر کی تعلیم کرے اور جب یہ عاجز ہو تو وہ اعانت کرے اور حج کرنے والے کو مناسب ہے کہ کرایہ والے کو اپنا اسباب دکھلا دیوے اور بدوں اس کی اجازت کے زیادہ سواری پر نہ لادے اور بعد اجازت کے بھی جانور کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ رکھے اور سفر حج میں بہتر یہ ہے کہ تجارت کی نیت نہ کرے اگرچہ تجارت سے ثواب کم نہیں ہوتا لقد غازی کے اور لازم ہے کہ اس سفر میں ریا اور سمعہ اور تفاخر سے آپ کو بچاوے ولہذا عمل کو بعضے علما نے مکروہ جانی ہے انتہی مافی النہر الفائق اور فتح القدیر میں ہے کہ تحصیل نفقہ حلال میں کوشش بلیغ لازم ہے اس واسطے کہ حرام نفقہ سے حج مقبول نہیں ہوتا اگرچہ فرض ساقط ہو جاتا ہے اور سقوط حج اور عدم قبول حج میں کچھ مخالفت نہیں عدم قبول کے یہ معنی کہ ثواب حاصل نہیں ہوتا اور سقوط کا یہ مطلب کہ آخرت میں عذاب نہیں جیسا کہ تارکین حج کو ہوگا اور فتاوی قاضی خان میں ہے کہ جب آدمی کے پاس حلال مال ہو اور اس میں کچھ شبہہ ہو حرمت کا تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ نفقہ حج کے واسطے قرض لے اور اپنے اس مال سے قرض کو ادا کرے اور بیان بیع میں ہے کہ عیال کا خرچ دے جاوے اور خوش خرم سفر کرے اور راہ میں تقوی اختیار کرے اور ذکر اللہ کی کثرت کرے اور بدخلقی اور غضب سے پرہیز کرتا رہے اور لوگوں کی بدخلقی اور غصہ سہا کرے حلم اور بردباری کرتا رہے کذا فی العالمگیریہ اور سفر کی دعا میں حصن حصین وغیرہ کتب احادیث سے یاد کرے یا لکھ لے تاکہ ان کو اپنے موقع پر پڑھا کرے م یہ مستحبات اور آداب سفر تھے جو بقدر ضرورت مذکور ہوئے اب سنن اور ممنوعات حج کو دریافت کرنا چاہیے طواف القدوم اور طواف میں رمل کرنا یعنی اکڑنا اور صفا مروہ کے اندر دو سبز میناروں کے درمیان شتاب چلنا اور ایام نحر کی راتوں میں منی میں رہنا اور رمی کے دن بعد طلوع آفتاب کے منی سے عرفات کو جانا اور مزدلفہ سے منی کی طرف چلنا قبل طلوع آفتاب کے سنت ہے کذا فی فتح القدیر اور مزدلفہ میں رات کو رہنا سنت ہے اور جمرات ثلثہ کی رمی میں ترتیب سنت ہے کذا فی العالمگیریہ عن البحر اور ممنوعات حج دو قسم ہیں ایک وہ جو انسان اپنی ذات پر کرے وہ چھ طرح پر ہے جماع کرنا اور سر منڈانا اور ناخن کاٹنا اور خوشبو لگانا اور سر اور چہرے کو ڈھکنا اور سیا کپڑا پہننا اور دوسری قسم وہ ہے جو آدمی اپنی ذات کے سوا غیر میں کرے جیسے شکار کرنا حل اور حرم کے درخت کو کاٹنا کذا فی العالمگیریہ واشہرہ شوال وذو القعدۃ بفتح القاف وتکسر وعشر ذی الحجۃ بکسر الحاء وفتح وعند الشافعی لیس منہا یوم النحر وعند مالک ذو الحجۃ کلہ عملا بالآیۃ تلنا اسم الجمع یشترک فیہ ما وراء الواحد اور حج کے مہینے شوال اور ذیقعدہ اور دس دن ذی الحجہ کے ہیں اور امام شافعی اور ابو یوسف کے نزدیک قربانی کا دن حج کے مہینوں میں نہیں اور امام مالک کے نزدیک تمام ذی الحجہ حج کے مہینوں میں داخل ہے بدلیل آیت قرآنی کہ حق تعالی نے فرمایا (الحج اشہر معلومات) یعنی حج کے مہینے معلوم اور مشہور ہیں لفظ اشہر جمع ہے اور اقل جمع تین ہے شارح کہتا ہے ہم جواب دیتے ہیں امام مالک کے استدلال کا کہ صیغہ جمع میں ما وراء واحد بھی مشترک ہے یعنی دو اور دو سے زیادہ پر بھی اطلاق جمع کا قرآن مجید میں ثابت ہے

---

[1] صحیح بخاری وغیرہ میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو سب کاموں میں استخارہ تعلیم کرتے تھے جیسے قرآن کے سورہ سکھاتے تھے فرماتے تھے جب کوئی مطلب کا ارادہ کرے تو دو رکعت نفل پڑھے پھر دعا کرے اللہم انی استخیرک لعلمک واستقدرک بقدرتک واسئلک من فضلک العظیم فانک تقدر ولا اقدر وتعلم ولا اعلم وانت علام الغیوب اللہم ان کنت تعلم ان ہذا الامر خیر لی فی دینی ومعاشی وعاقبۃ امری فاقدرہ لی ویسرہ لی ثم بارک لی فیہ اللہم ان کنت تعلم ان ہذا الامر شر لی فی دینی ومعاشی وعاقبۃ امری فاصرفہ عنی واصرفنی عنہ واقدر لی الخیر حیث کان ثم ارضنی بہ فرمایا

Marfat.com

حق تعالیٰ نے فرمایا (فقد صغت قلوبکما) یعنی تم دونوں کے دل مائل ہو گئے قلوب جمع ہے اور مراد تثنی ہے یعنی دو چنانچہ مختری نے اس کو مصرح کیا ہے تو جب جمع کا اطلاق دو پر ہوا تو اشہر کا اطلاق دو مہینے اور بعض ثالث پر بطریق اولی صحیح ہو گا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اگر کوئی کہے کہ ثمرہ ائمہ ثلثہ کے اختلاف کا کیا ہے شارح نے اس کا جواب قول آیندہ میں دیا و فائدۃ التوقیت انہ لو فعل شیئا من افعال الحج خارجہا لا یجزیہ اور فائدہ اس توقیت اور تعیین کا یہ ہے کہ اگر افعال حج میں سے کوئی فعل اس مدت سے باہر کرے تو کفایت نہ کرے گا یعنی مثلاً اگر متمتع اور قارن تین روزے رکھیں شوال سے تو جائز نہیں یا کوئی سعی کرے بعد طواف القدوم کے اشہر حج سے پہلے تو صحیح نہیں اور احرام باندھنا اشہر حج میں مکروہ نہیں اور اس سے قبل جائز ہے مع الکراہت جب کہ یہ معلوم ہوا تو دریافت کرنا چاہیے کہ شارح کو لازم تھا کہ بجائے لایجزیہ کے لایحل کہتا تاکہ احرام قبل اشہر الحج کا شامل رہتا اس واسطے کہ احرام قبل اشہر حج کے کفایت کرتا ہے مگر حلال نہیں قہستانی نے کہا کہ رمی اور حلق اور طواف الزیارۃ بعد اشہر حج کے کفایت کرتے ہیں لیکن حلال نہیں بلکہ حرام ہے کذا فی تحفۃ الاخیار حاشیۃ الحلبی وانہ یکرہ الاحرام لہ قبلہا وان امن علی نفسہ من المحظورات لشبہۃ بالرکن کما مر واطلاقہا یفید التحریم اور البتہ مکروہ ہے احرام باندھنا قبل ان مہینوں کے اگرچہ انسان کو اپنی ذات پر ارتکاب ممنوعات کا خوف نہ ہو بسبب مشابہ ہونے احرام کے ساتھ رکن کے چنانچہ اس کا بیان فرائض حج میں گذرا اور مطلق بولنا کراہت کا تحریم کا مفید ہوا یعنی قبل کا احرام مکروہ تحریمی ہے والعمرۃ فی العمر مرۃ سنۃ مؤکدۃ علی المذہب اور عمرہ کرنا تمام عمر میں ایک بار سنت موکدہ ہے بنا بر قوی مذہب کے اور بعضے علما حنفیہ کے نزدیک فرض کفایہ ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وصحح فی الجوہرۃ وجوبہا اور جوہرہ میں وجوب میں عمرہ کی تصحیح کی اگر کوئی کہے کلام مجید میں ارشاد ہوا اتموا الحج والعمرۃ للہ) یعنی تمام کرو حج اور عمرے کو اللہ کے واسطے اس آیت میں اتمام بصیغہ امر ارشاد ہوا اور امر مفید ہے وجوب کا اس کا جواب شارح نے آیندہ قول میں دیا وقلنا المامور بہ فی الآیۃ الاتمام وذلک بعد الشروع وبہ نقول ہم جواب میں کہتے ہیں کہ آیت میں امر ہے اتمام کا اور اتمام نہیں ہوتا مگر بعد شروع کرنے فعل کے اور اس کے تو ہم قائل ہیں کہ سنت بلکہ نفل بعد شروع کے واجب ہو جاتی ہے م عمرہ مشتق ہے اعتبار سے اور اعتبار لغت میں آباد مکان کی طرف جانے کو کہتے ہیں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی عن المغرب وہی احرام وطواف وسعی وحلق او تقصیر اور شرع میں عمرہ عبارت ہے احرام اور طواف اور سعی بین الصفا والمروہ اور بال منڈانے یا کترانے سے فالاحرام شرط ومعظم الطواف رکن وغیرہما واجب وہو المختار سو احرام باندھنا عمرہ میں شرط ہے اور اکثر طواف یعنی چار بار یا زیادہ گھومنا گرد بیت اللہ کے فرض ہے اور باقی واجب ہے اور یہی قول مختار ہے یعنی سعی اور حلق کا عمرے میں واجب ہونا ویفعل فیہا کفعل الحاج اور عمرے کے احرام اور طواف اور سعی میں ویسا کرے جیسا کہ حج کرنے والا کرتا ہے اور جب حجر اسود کا بوسہ لے تو لبیک کہنا قطع کرے اور جب سر منڈا دے تو احرام سے باہر ہو کذا فی الطحطاوی عن القہستانی وجازت فی کل السنۃ وندبت فی رمضان اور جائز ہے عمرہ کرنا تمام سال میں سوائے ایام منہیہ کے اور مستحب ہے رمضان شریف میں م سنن ابی داؤد میں عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے اور نسائی میں عبداللہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج اور عمرہ گناہوں کو دور کرتے ہیں جیسے لوہار کی بھٹی لوہے کے میل کو صاف کرتی ہے وکرہت تحریما یوم عرفۃ وارابعۃ بعدہا ای کرہ انشاءہا بالاحرام حتی یلزمہ دم وان رفضہا لاداء ہا فیہا باحرام سابق کقارن فانہ الحج فاعتمر فیہا لم یکرہ سراج وعلیہ فاستثناء الخانیۃ القارن منقطع فلا یخص یوم عرفۃ کما توہم فی البحر اور مکروہ تحریمی ہے عمرہ کرنا عرفے کے دن اور اس کے بعد چار دن اور یعنی احرام باندھ کر عمرہ شروع کرنا ان دنوں میں مکروہ ہے یہاں تک کہ اس پر دم کرنا لازم آوے گا عمرہ شروع کرنے سے اگرچہ بعد احرام کے اس کو ترک بھی کرے اور احرام سابق سے عمرہ ادا کرنا ان دنوں میں مکروہ نہیں چنانچہ قران کرنے والے کو حج نہ ملا سو اس نے ان دنوں میں عمرہ کیا تو مکروہ نہیں کذا فی السراج اور بنا بر روایت سراج کے استثنا خانیہ کا قارن کو استثنائے منقطع میں داخل ہے یعنی خانیہ میں جو یوں کہا ہے کہ عمرہ ان دنوں میں مکروہ ہے مگر قارن کو مکروہ نہیں تو یہ استثنا متصل نہیں بلکہ منقطع ہے اس واسطے کہ احرام قارن کا سابق سے ہے اور مکروہ ان

Marfat.com

دنوں کا احرام ہے تو مستثنا داخل نہیں مستثنا منہ میں اسی کا نام منقطع ہے پھر جب سراج کی روایت سے معلوم ہوا کہ پانچ دن عمرہ مکروہ ہے تو کراہت لفظ عمر کے دن کو مخصوص نہ رہی جیسا کہ صاحب بحر الرائق نے توہم کیا ہے والمواقیت ای المواضع التی لا یجاوز ہا مرید مکۃ الا محرما خمسۃ اور مواقیت یعنی وہ مکان جن سے بدون احرام کے گذرنا مکے کے جانے والے کو درست نہیں پانچ ہیں م مواقیت جمع ہے میقات کی لفظ میقات مشترک ہے درمیان وقت معین اور مکان معین کے اور مراد یہاں مکان ہے کذا فی المنح تبعا للبحر اور نہر الفائق میں ہے کہ میقات عبارت ہے وقت معین سے اور مکان احرام کے واسطے مستعار ہے اور جوہری کا صحاح میں یوں کہنا کہ میقات موضع احرام ہے وہ ہمارے قول کے مخالف نہیں اس واسطے کہ جوہری کی عادت نہیں تفرقہ کرنا حقیقت اور مجاز میں اور شاید کہ صاحب بحر نے ظاہر کلام جوہری سے دھوکا کھایا کہ اشتراک کا قائل ہوا انتہی کلامہ معلوم کرنا چاہیے کہ شاہنشاہ علی الاطلاق نے کعبہ معظمہ کو بزرگی دی اس کو بارگاہ قدسی قرار دیا اور مسجد الحرام کو اس کا جلوخانہ بنایا اور شہر مکہ کو مسجد الحرام کا احاطہ کیا اور حرم کو شہر کا پیش گاہ ٹھہرایا اور مواقیت کو حرم کا مجراگاہ قرار دیا اور وہاں سے احرام باندھنا واجب کیا اس بقعہ مبارکہ کے اظہار شرف کے واسطے تو اس میں سب قاصدین مکہ داخل ہیں خواہ بہ نیت حج یا عمرہ جاویں خواہ بہ نیت سکونت ہجرت خواہ بہ نیت تجارت بہر صورت احرام واجب ہے **ذو الحلیفۃ** بضم مفتح مکان علی ستۃ امیال من المدینۃ وعشر مراحل من مکۃ تسمیہا العوام ابار علی رضی اللہ عنہ یزعمون انہ قاتل الجن فی بعضہا وہو کذب ایک میقات ذو الحلیفہ ہے بضم حا و فتح لام وہ مکان چھ کوس پر ہے مدینہ طیبہ سے اور دس منزل ہے مکہ معظمہ سے وہاں کے کنوئیں کو عوام عرب آبار علی کہتے ہیں ان کا گمان یہ ہے کہ علی مرتضیٰ نے جنوں سے قتال کیا وہاں کے کسی کنوئیں میں اور حالانکہ یہ جھوٹ ہے کہیں ثابت نہیں یہ میقات ہے اہل مدینہ کا سب مواقیت سے یہ میقات دور ہے مکہ معظمہ سے **وذات عرق** بکسر فسکون علی مرحلتین من مکۃ اور ذات عرق بکسر عین وسکون ثانی یہ میقات مکہ معظمہ سے دو منزل پر ہے جانب مشرق کے **والجحفۃ** علی ثلث مراحل بقرب رابغ اور جحفہ بضم جیم وسکون حا مکہ سے تین منزل پر ہے قریب رابغ کے اور بالفعل عوام اس کو رابغ کہتے ہیں کذا فی النہر اور یہ قریہ ہے مکہ سے مغرب اور شمال کے درمیان شام کی راہ پر اور یہ میقات ہے اہل مصر اور مغرب اور شام کا کذا فی المنح جحفہ کا بالفعل نشان باقی نہیں رہا لہذا اب رابغ سے احرام کرتے ہیں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی **وقرن** علی مرحلتین من مکۃ وفتح الراء خطأ نسبۃ الی اویس الیہ خطأ آخر اور قرن بفتح قاف وسکون ثانی پہاڑ کا نام ہے عرفات سے نظر آتا ہے مکہ سے دو منزل پر ہے اور قرن کو بفتح راء کہنا خطا ہے جوہری کی اور اویس کی نسبت کرنا اس کی طرف دوسری خطا ہے اس واسطے کہ اویس قرنی اس قبیلہ کی طرف منسوب ہیں جس کو بنو قرن کہتے ہیں کذا فی المنح **ویلملم** جبل علی مرحلتین ایضا اور یلملم بفتح ثمناۃ تحتانی و دو لام ملک تہامہ کا پہاڑ ہے یہ بھی دو منزل پر ہے مکہ معظمہ سے جانب جنوب **للمدنی والعراقی ذو الحلیفۃ** میقات ہے اہل مدینہ کا اور **ذات عرق** میقات ہے **اہل عراق** کا عراق اس ملک کا نام ہے جس میں بغداد اور کوفہ اور بصرہ اور نجف اور کربلا ہے اور اہل خراسان اور ماوراء النہر کا بھی یہی میقات ہے **والشافعی الغیر المار بالمدینۃ** بقرینۃ ما یاتی اور جحفہ میقات ہے اس شامی کا جو مدینہ میں ہو کر مکہ میں نہیں آیا یہ قید شارح نے بقرینہ آئندہ لگائی **والنجدی والیمنی** لف ونشر مرتب اور قرن میقات ہے اہل نجد کا اور یلملم میقات ہے اہل یمن اور اہل ہند کا مصنف نے مواقیت اور بلاد کو بطور لف ونشر مرتب کے مذکور کیا واسطے اختصار کے **ویجمعہا قولہ** ؎ عرق العراق ویلملم الیمنی ۔۔۔ وبذی الحلیفۃ یحرم المدنی ۔۔۔ للشام جحفۃ ان مررت بہا ۔۔۔ ولاہل نجد قرن فاستبنی اور جمع کیا ہے مواقیت اور اہل مواقیت کو شاعر نے اپنے قول میں تاکہ حفظ آسان ہو یعنی ذات عرق عراق کا میقات ہے اور یلملم یمنی کا اور ذو الحلیفہ سے مدنی احرام باندھتا ہے اور واسطے شام کے جحفہ ہے اگر گذرے تو اے شامی جحفہ کی طرف سے اور اہل نجد کے واسطے قرن میقات ہے سو ظاہر ہے **وکذا ہی لمن مر بہا من غیر اہلہا** کا شامی یمر بمیقات اہل المدینۃ فہو میقاتہ قالہ النووی الشافعی وغیرہ اور اسی طرح یہ مکانات اس کے واسطے بھی میقات ہیں جو ان مکانات کی طرف ہو کر نکلے دوسری طرف ولا چنانچہ شام کا رہنے والا مدینہ کی میقات پر ہو کر نکلے گو وہی اس کا میقات ہو جاوے گا یعنی شامی کا میقات جحفہ تھا سو وہ ادھر نہ گیا ذو الحلیفہ میں ہو کر نکلا تو اب یہیں سے اس کو احرام باندھنا چاہیے

Marfat.com

جحفہ کی طرف جانا اس پر ضرور نہیں امام نووی شافعی وغیرہ نے اس طرح ذکر کیا ہے م شارح نے اشارہ کیا کہ یہ مسئلہ اتفاقی ہے حنفی شافعی مالکی حنبلی کا اس میں اختلاف نہیں وقالوا لو مر بمیقاتین فاحرامہ من الابعد افضل ولو اخرہ الی الثانی لاثم علیہ علی المذہب اور علما نے کہا ہے کہ اگر کوئی آدمی دو میقات پر گذرا تو اس کا احرام باندھنا اس میقات سے افضل ہے جو مکہ معظمہ سے دور تر ہو اور اگر تاخیر کرے گا احرام باندھنے میں دوسرے میقات تک تو اس پر کچھ گناہ اور کفارہ نہیں بنا بر قوی مذہب کے وعبارۃ اللباب سقط عنہ الدم اور لباب کی عبارت یہ ہے کہ ساقط ہو گیا اس پر سے ذبح کرنا یعنی میقات اول سے بے احرام گذرنے سے ذبح کرنا اس پر لازم ہو گیا تھا جب دوسرے میقات پر اس نے احرام باندھا تو اس پر سے ذبح کرنا ساقط ہو گیا ولم یر بما تاخری واحرز اذا حاذی الاحد والبعد ہا افضل فان لم یکن بحیث یحاذی فعلی مرحلتین اور اگر ایسی راہ سے مکہ کو جاوے کہ کوئی میقات نہ ملے تو وہاں سوچے اور اٹکل کرے اور وہاں سے احرام باندھے جو مقابل اور برابر پڑے کسی میقات کے اور اگر کسی مکان میں دو میقات سے مقابلہ ہوتا ہو تو جو زیادہ تردد رہو وہ افضل ہے اور اگر ایسی راہ پیش آوے کہ وہاں سے کسی میقات کا سامنا نہ ہوتا ہو یا اٹکل میں نہ آتا ہو تو جب مکہ معظمہ دو منزل پر رہے تو وہاں سے احرام باندھے اس واسطے کہ کوئی میقات دو منزل سے کم تر نہیں وحرم تاخیر الاحرام عنہا کلہا لمن ای الآفاقی قصد دخول مکۃ یعنی الحرم ولو لحاجۃ غیر الحج اور حرام ہے احرام کی تاخیر کرنا ان سب مواقیت سے اس باہر والے کے واسطے جس نے دخول مکہ یعنی دخول حرم کا قصد کیا اگرچہ کسی اور حاجت کے واسطے وہاں گیا سوائے حج اور عمرے کے اس واسطے کہ احرام اس مکان پاک کی تعظیم کے واسطے ہے تو اس میں ہر طرح کے جانے والے برابر ہیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جو فتح مکہ میں بلا احرام تشریف لے گئے تھے تو یہ امر حضرت کو مخصوص تھا چنانچہ احادیث صحیحہ میں اس کی تصریح موجود ہے کذا فی المنح اما لو قصد موضعا من الحل کخلیص وجدۃ حل لہ مجاوزتہ بلا احرام فاذا حل بہ التحق باہلہ فلہ دخول مکۃ بلا احرام وبو حیلۃ لمن یرید ذلک الا المامور بالحج لمنا لفتہ لیکن اگر آفاقی یعنی باہر والا حرم کے سوا حل میں کسی مکان کے جانے کا ارادہ کرے جو اندر ہے میقات کے چنانچہ فقط خلیص اور جدۃ کا ارادہ کرے تو اس کو میقات سے بلا احرام گذرنا حلال ہے پھر جب وہاں گیا تو وہاں کے لوگوں میں مل گیا اور وہاں کے لوگوں کو مکہ میں جانا بلا احرام درست ہے تو اس کو بھی بلا احرام جانا جائز ہے اور یہ حیلہ ہے اس شخص کے واسطے جو دخول مکہ کا بلا احرام قصد کرے مگر مامور بالحج کو یہ حیلہ کرنا جائز نہیں بہ سبب اس کی مخالفت کے اس واسطے کہ اس کا سفر حج کے واسطے مخصوص نہ رہا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ حج آفاقی کا مامور تھا پھر جب وہ مکہ میں بلا احرام داخل ہوا تو اس کا حج مکی ہو گیا نہ آفاقی اور یہ مسئلہ دریائے شور کے مسافرین کو اکثر واقع ہوتا ہے مثلاً ایک شخص مامور بالحج ہے اور سال کے درمیان کنارے پر پہنچا تو اس کو جائز نہیں کہ بندر جدہ کا کہ وہ حرم سے باہر ہے قصد کرے تاکہ مکہ میں بلا احرام داخل ہو کہ مدت تک احرام باندھے رہنا نہ پڑے اور اگر مامور نے احرام حج کا باندھا تو اس کو عمرہ کر کے احرام چھوڑنا درست نہیں بسبب مخالفت امر کے کذا فی البحر اور ظاہر اگر مامور بالحج بندر جدہ کا قصد کرے پھر جب ایام حج کے قریب ہوں تو کسی نزدیک میقات پر جا کر وہاں سے احرام باندھ آوے تو جائز ہو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی لایحرم التقدیم للاحرام علیہا بل ہو الافضل ان فی اشہر الحج دامن علی نفسہ حرام نہیں تقدیم احرام کی ان مواقیت پر بلکہ مقدم کرنا احرام کا میقات سے افضل ہے بشرطیکہ حج کے مہینوں میں ہو اور اپنی ذات پر اعتماد ہو ممنوعات کے نہ کرنے کا اور اگر اعتماد نہ ہو تو میقات ہی سے احرام باندھنا افضل ہے کذا فی الجوہرۃ اور شوال سے پہلے احرام باندھنا بالاتفاق مکروہ ہے اعتماد ہو یا نہ ہو کذا فی منح الغفار وحل لاہل دخلہا یعنی لکل من دون المیقاتی داخل المواقیت دخول مکۃ غیر محرم مالم یرد نسکا للحج کما لو جاوز ہا حطابا لمکۃ اور ان لوگوں کے واسطے جو مواقیت کے اندر رہتے ہیں خواہ عین میقات میں ہوں یا علیحدہ حرم کی طرف حلال ہے داخل ہونا مکہ کا بدون احرام کے بواسطہ تکلیف کے کثرت آمد وقت سے تا وقتیکہ حج یا عمرے کا قصد نہ کیا ہو اور اگر حج یا عمرے کا ارادہ ہو گا تو بدون احرام کے ان کو بھی دخول جائز نہ ہو گا جیسے حلال ہے بلا احرام داخل ہونا مکہ والوں کو جو لکڑیوں کے واسطے مکہ سے باہر نکل گئے بشرطیکہ مواقیت آفاقی سے تجاوز نہ ہوا ہو اور اگر کسی دن سے بھی باہر نکلے گا تو وہ آفاقی ہو جاوے گا اب اس کو بدون احرام کے مکہ میں داخل ہونا جائز نہیں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فہذا میقاتہ الحل الذی بین المواقیت والحرم سو اس کا میقات حل ہے یعنی جو

Marfat.com

میقات کے اندر ہے وہ حج یا عمرے کے واسطے حل سے احرام باندھے حل بکسر اول وتشدید لام اس موضع کو کہتے ہیں جو مواقیت اور حرم کے درمیان ہے والمیقات لمن بمکۃ یعنی من بداخل الحرم للحج الحرم وللعمرۃ الحل اور مکہ والوں کا یعنی جو حرم کے اندر رہیں ان کا میقات حج کے واسطے حرم ہے چاہیں اپنے گھروں کے اندر سے احرام باندھیں اور عمرے کے واسطے حل میقات ہے لتحقق نوع سفر اہل حرم کے واسطے میقات حج اور عمرے کا اس واسطے مختلف ہوا تاکہ کچھ سفر کرنا لازم ہو اس لیے کہ حج ہوتا ہے عرفات میں اور وہ حل میں واقع ہے تو جب اہل مکہ نے حرم میں احرام باندھا تو عرفات تک احرام باندھے جانا پڑا اور عمرہ ہوتا ہے بیت اللہ میں اور وہ حرم میں ہے تو جب عمرے کا احرام حل میں باندھا تو بیت اللہ تک احرام باندھے آنا پڑا دونوں صورتوں میں سفر کا مضمون پایا گیا والتنعیم افضل اور عمرے کا احرام تنعیم سے باندھنا افضل ہے م تنعیم ایک مکان کا نام ہے مکہ سے تین کوس تنعیم کا احرام اس واسطے افضل ہوا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہؓ کو فرمایا کہ عمرے کے واسطے وہیں سے احرام باندھیں ونظم حدود الحرم ابن الملقن فقال ؎ وللحرم التحدید من ارض طیبۃ ثلثۃ امیال اذا رمت التقاۃ وسبعۃ امیال عراق وطائف وجدۃ عشر ثم تسع جعرانۃ ومن یمن سبع بتقدیم سینہا وقد کملت فاشکر لرب احسانہ اور ابن ملقن نے حرم کی حدوں کو یوں نظم کیا ہے کہ حرم کی حد مدینہ طیبہ کی جانب سے تین کوس ہے جب کہ اے مخاطب تو اس کے حفظ کا قصد کرے اور سات کوس عراق اور طائف کی طرف سے اور جدہ کی طرف سے دس کوس ہے پھر جعرانہ کی طرف سے نو کوس ہے اور یمن کی طرف سے سات کوس ہے اور البتہ ہر طرف سے حدود حرم کی پوری ہو گئی سو اپنے رب کے احسان کا شکر ادا کر ناظم نے کہا کہ بیت اخیر میں لفظ سبع کا بتقدیم سین سے ہے تا تسعہ کے لفظ سے مشتبہ نہ ہو

فصل فی الاحرام

وصحۃ المفرد بالحج اس فصل میں مسائل احرام اور حج مفرد کا بیان ہے مفرد بالحج اس کو کہتے ہیں جو خالص حج کے واسطے احرام باندھے عمرے کی شرکت احرام میں نہ کرے من شاء الاحرام جو احرام کا ارادہ کرے م احرام لغت عرب میں دخول فی الحرمۃ کو کہتے ہیں یعنی بے حرمتی نہ کرنا اور شرع میں احرام عبارت ہے حرمات مخصوصہ کے دخول سے بشرطیت مع الذکر باسوق ہدی کذا فی فتح القدیر والنہر الفائق وہو شرط صحۃ النسک کتکبیرۃ الافتتاح للصلوٰۃ فالصلوٰۃ ولحج لہا تحریم وتحلیل بخلاف الصوم والزکوٰۃ اور احرام شرط ہے حج یا عمرے کے صحیح ہونے کی جیسے تکبیر افتتاح یعنی اول بار اللہ اکبر کہنا صحت نماز کی شرط ہے تو نماز اور حج کے واسطے تحریم اور تحلیل ہے بخلاف صوم اور زکوٰۃ کے کہ ان کے لیے تحریم اور تحلیل نہیں م نسک بمعنی مطلق عبادت کے ہے لیکن حج اور عمرہ میں کثیر الاستعمال ہے ثم الحج اقوی من وجہین الاول ان یقضی مطلقا ولو مظنونا بخلاف الصلوٰۃ پھر حج قوی تر ہے نماز سے دو وجہ سے اوّل وجہ یہ ہے کہ حج کا قضا کرنا ہر صورت لازم ہے اگرچہ حج مظنون ہو بخلاف نماز کے یعنی اگر آدمی کو گمان ہوا کہ مجھ پر حج واجب ہے اور اس نے احرام باندھا پھر ظاہر ہوا کہ حج واجب نہیں تو اس کو ادا کرنا لازم ہے اور اگر ترک کرے گا تو اس پر قضا کرنا واجب ہوگا بخلاف نماز مظنون کے کہ اس کے فاسد کرنے سے قضا لازم نہیں کذا فی الطحطاوی عن البحر الثانی انہ اذا اتم الاحرام بحج او عمرۃ لا یخرج عنہ الا بعمل ما احرم بہ وان افسدہ الا فی الفوات فیعمل العمرۃ والاحصار فیذبح الہدی دوسری وجہ یہ ہے کہ جب احرام کو پورا کرے یعنی شروع کرے حج یا عمرہ کے واسطے تو احرام سے نہ نکلے اس کے بدون عمل کے جس کے واسطے احرام باندھا اگرچہ اس کو فاسد کر ڈالے مگر حج کے فوت ہو جانے میں البتہ احرام سے نکلے عمرہ کر کے اور احصار میں احرام سے نکلے بعد ذبح کرنے ہدی کے یعنی جب احرام مثلاً حج کے واسطے باندھا تو بدون حج کے ترک کرنا احرام جائز نہیں مگر دو صورت میں ایک یہ ہے کہ حج فوت ہو جاوے بسبب گذر جانے موسم کے تو بعد عمرہ کے احرام ترک کرے دوسری صورت یہ ہے کہ بسبب احصار کے حج کے واسطے نہ جا سکے تو بعد ذبح کرنے ہدی کے احرام کو چھوڑے بخلاف نماز کے کہ اس میں گاہے بعض منوی کے عمل سے نکلنا جائز ہو جاتا ہے مثلاً ایک شخص نے چار رکعت کی نیت کی اور دو رکعت پر سلام پھیرا تو جائز ہے اور کوئی چیز اس پر لازم نہیں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی توضأ وغسل احب وہو للنظافۃ لا للطہارۃ فیجب بجماع ملحق فی حق حائض ونفساء ودبی جو احرام باندھنا چاہے وہ وضو کرے اور غسل کرنا اس کا مستحب ہے اور یہ غسل صفائی اور ستھرائی کے واسطے ہے نہ کہ واسطے طہارت اور دفع نجاست کے تو حیض اور نفاس والی عورت اور صغیر کے حق میں بھی غسل کرنا مستحب ہے

Marfat.com

والتیمم لعند العجز عن الماء لیس بمشروع لانہ ملوث بخلاف جمعۃ وعید ذکرہ الزیلعی وغیرہ لکن سوی فی الکافی بینہما وبین الاحرام ورجحہ فی النہر اور تیمم کرنا احرام کے واسطے پانی نہ ملنے کے وقت مشروع نہیں اس واسطے کہ تیمم سے خاک آلودگی ہوتی ہے نہ صفائی کہ مقصود حاصل ہو بخلاف جمعہ اور عید کے کہ ان میں تیمم مشروع ہے اگر غسل کے واسطے پانی نہ ملے چنانچہ زیلعی وغیرہ نے اس کو ذکر کیا ہے اور کافی میں جمعہ عیدین کو اور احرام کو عدم مشروعیت تیمم میں برابر کہا ہے اور کافی کی روایت کی ترجیح دی ہے نہر میں اس دلیل سے کہ مٹی کو تحصیل نظافت میں کچھ اثر نہیں اس واسطے کہ مٹی ملوث اور بغیر ہے کذا فی النہر وشرط لعلل السنۃ ان یحرم وہو علی طہارتہ اور شرط غسل کے واسطے حاصل ہونے ثواب سنت کے یہ ہے کہ احرام باندھے غسل کی طہارت پر تو اگر غسل کے بعد وضو ٹوٹے گا پھر احرام باندھے گا اور بے وضو کرے گا تو اس فضیلت سے محروم رہے گا کذا فی النہر عن النہایۃ وکذا یستحب لمرید الاحرام ازالۃ ظفرہ وشاربہ وعانتہ وحلق راسہ ان اعتادہ والا فیرجہ اور غسل کی طرح مستحب ہے احرام کرنے والے کو اپنے ناخن کا دور کرنا اور مونچھوں کا کترانا اور زیر ناف کے بالوں کا صاف کرنا اور اپنا سر منڈانا اگر منڈانے کی عادت ہو اور اگر سر پر بال ہوں تو ان میں کنگھی کرے ہم بدن اور بالوں کا گرد وغبار اور میل چھڑانا خطمی اور اشنان وغیرہ سے مستحب ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وجماع زوجتہ او جاریتہ لومعہ ولا مانع منہ کحیض اور مستحب بلکہ سنت ہے اپنی زوجہ یا اپنی لونڈی سے جماع کر لینا قبل احرام کے اگر اس کے ہمراہ ہو اور کوئی جماع کا مانع نہ ہو چنانچہ ولبس ازار من السرۃ الی الرکبۃ اور ازار پہنے یعنی تہ بند باندھے ناف سے زانو تک ورداء علی ظہرہ ویس ان یدخلہ تحت یمینہ ویلقیہ علی کتفہ الایسر فان زرہ او خللہ او عقدہ اساء ولا دم علیہ اور چادر کو اپنی پیٹھ پر ڈالے اور مسنون یہ ہے کہ چادر کو پیٹھ پر ڈال کر داہنے ہاتھ کی طرف بغل کے نیچے کر کے اپنے بائیں مونڈھے پر ڈالے سو اگر چادر میں گھنڈی لگائی یا اس کو کانٹے سے اٹکایا یا گرہ لگائی تو برا کیا لیکن یہ قصور نہیں کہ ذبح کرنا اس پر لازم آوے جدیدین او غسیلین طاہرین ابیضین لکفن الکفایۃ وہذا بیان السنۃ والا فستر العورۃ کاف نہ بند اور چادر نئی ہوں یا دونوں پرانی دھوئی پاک سفید ہوں جیسا کفن کفایت کا ہوتا ہے اور یہ جو مذکور ہوا تہ بند اور چادر کا سو بیان ہے سنت کا ورنہ احرام کے واسطے ستر عورت کافی ہے وطیب بدنہ ان کان عندہ لا ثوبہ بما تبقی عینہ ہو الاصح اور بعد غسل اور لباس مذکور کے اور قبل احرام کے اپنے بدن میں خوشبو لگاوے اگر اس کے پاس ہو اور نہ ہو تو کسی سے طلب نہ کرے اور اپنے کپڑے میں ایسی خوشبو لگاوے جس کا نشان باقی رہے اور نظر آوے یہی قول صحیح تر ہے دوسرے قول سے م بدن میں خوشبو لگانا ہر طرح سے درست ہے ظاہر الہدایت میں خواہ اس کی ذات باقی رہے جیسے مشک اور غالیہ یا نہ باقی رہے صحیح مسلم میں عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ احرام کے وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر میں نے مشک لگایا اور اس کی چمک نظر آتی تھی لیکن بقول اصح کپڑے میں ایسی خوشبو لگانا درست نہیں جو نمودار ہو وصلی ندبا بعد ذلک ستۃ رکعتین فی غیر وقت مکروہ وتجزیہ المکتوبۃ اور بعد اس کے نماز دوگانہ مستحب پڑھے اس وقت میں جو مکروہ نہیں اور کافی ہے اس کو نماز فرض مانند تحیۃ المسجد کے وقال المفرد بالحج بلسانہ مطابقا لجنانہ اللہم انی اریدالحج فیسرہ لی المشقتہ وطول مدتہ وتقبلہ منی بقول ابراہیم واسمٰعیل علیہما السلام ربنا تقبل منا اور فقط حج کا کرنے والا اپنی زبان سے موافق اپنے دل کے یہ دعا کرے (اللہم انی اریدالحج فیسرہ لی وتقبلہ منی) یعنی خداوندا میں حج کا ارادہ کرتا ہوں سو اس کو میرے واسطے آسان کر دے اور اس کو قبول کر میری جانب سے آسانی کی دعا اس واسطے ہے کہ حج میں مشقت زیادہ ہے اور مدت دراز اس کے ادا کرنے میں لگتی ہے تو اس میں درخواست آسانی کی مناسب ہے اور قبول ہونے کی خواہش کی قید باقتداء دعائے ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام کے کہ دونوں حضرات نے فرمایا کہ اے ہمارے رب قبول کر حج کو ہماری جانب سے بلاشک تو سمیع اور علیم ہے وکذا المعتمر والقارن بخلاف الصلوٰۃ لان مدتہا یسیرۃ کذا فی الہدایۃ اور اسی طرح سے عمرہ کرنے والا اور قران کرنے والا آسانی مانگے بخیال مشقت کے بخلاف نماز کے کہ اس میں آسانی کی دعا ضرور نہیں اس واسطے کہ نماز پڑھنے کی مدت قلیل ہوتی ہے بلا مشقت کذا فی الہدایۃ وقیل یقول کذلک فی الصلوٰۃ وعمم الزیلعی فی کل عبادۃ وہو فی الہدایۃ اولی اور بعضے علما نے یعنی صاحب تحفہ اور قنیہ نے ممد سے روایت کی کہ نماز میں بھی بطور حج کے آسانی کی درخواست کرے اور زیلعی نے ہر عبادت میں اس کو عام کہا ہے اور جو ہدایہ میں ہے وہی بہتر ہے

Marfat.com

ثم لبی دبر صلوۃ ناویا بہا بالتلبیۃ الحج بیان للاکمل والا فیصح الحج بمطلق النیۃ ولو بالقلب لکن شرط مقارنتہا بذکر یقصد بہ التعظیم کتسبیح وتہلیل ولو بالفارسیۃ ان احسن العربیۃ پھر دوگانہ احرام کے بعد تلبیہ کرے یعنی لبیک کہے اور لبیک کہنے سے حج کی نیت کرے یہ بیان ہے شروع حج کا بطریق کامل شرط لاحج تو مطلق نیت سے بھی صحیح ہے اگرچہ دل ہی میں نیت حج کی کرے زبان سے نہ نکالے لیکن بشرط متصل کرنے نیت کے ساتھ ایسے ذکر کے جس سے تعظیم رب العالمین مقصود ہو چنانچہ بعد نیت کے سبحان اللہ کہنا اور لاالہ الا اللہ کہنا اگرچہ ذکر فارسی زبان میں کرے اگرچہ زبان عربی کا خوب ماہر ہو ہم لبیک کہنے سے نیت حاصل نہیں ہوتی اس واسطے کہ زبان سے بولنا دوسرا امر ہے ارادہ کے سوا اور معلوم ہوا کہ نیت کا کہنا زبان سے شرط نہیں بلکہ مستحب ہے والتلبیۃ علی المذہب وہی لبیک اللہم لبیک لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد بکسر الھمزۃ وفتح ونعمۃ لک بالفتح او بابتداء وخبر والملک لاشریک لک اور تلبیہ بنا بر مذہب درست کے یہ ہے جو ماتن نے مذکور کیا یعنی حاضر ہوں تیری خدمت میں خداوندا تیری بجا آوری حکم میں بار بار حاضر ہوں کوئی تیرا شریک نہیں حاضر ہوں تیری حضور میں بلاشک سب تعریفیں اور سب نعمتیں تیرے واسطے ہیں اور بادشاہی تجھ کو مخصوص ہے کوئی تیرا ساجھی نہیں لفظ ان کا ہمزہ مکسور ہے لغت فصیح میں اور فتح بھی جائز ہے اور نعمت کی ت کو فتحہ ہے یا نعمت لک مبتدا اور خبر ہیں تو اس صورت میں ت کو ضمہ ہوگا م یہ تلبیہ صحاح ستہ میں عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح احرام کے وقت فرماتے تھے وزاد ندبا فیہا ای علیہا لا فی خلالہا اور زیادہ کرے بنا بر انتخاب کے اس تلبیہ میں یعنی اس تلبیہ کے بعد اور الفاظ کا بڑھانا مستحب ہے اور اس تلبیہ کے الفاظ کے اندر اور الفاظ کا زیادہ کرنا نہیں م حلبی کی مناسک میں ہے کہ بعد تلبیہ ماثورہ کے یوں کہے (لبیک والخیر بیدیک والرغباء الیک والعمل لبیک الہ الخلق غفار الذنوب لبیک) کذا فی المنح ولا ینقص منہا فانہ مکروہ ای تحریما لقولہم انہا مرۃ شرط والزیادۃ سنۃ ویکون مسیئا بترکہا وترک رفع الصوت بہا اور اس تلبیہ مسنونہ سے کوئی لفظ کم نہ کرے اس واسطے کہ کم کرنا مکروہ تحریمی ہے بدلیل قول فقہا کہ تلبیہ مذکورہ ایک بار کہنا شرط ہے اور ایک بار سے زیادہ کہنا سنت ہے اور محرم تلبیہ کے ترک کرنے سے اور تلبیہ میں آواز بلند کرنے سے بدکار ہوتا ہے واذا لبی نادیا نسکا او ساق الہدی او قلدہ ای ربط قلادہ علی عنق بدنۃ نفل او جزاء صید قتلہ فی الحرم او فی احرام سابق ونحوہ کنایۃ فندبہ ومتعۃ وقران اور جب لبیک کہا حج کی نیت کر کے یا ہدی کو ہانک لے چلا یا نفل کے اونٹ یا گائے کی گردن میں پٹا ڈالا یا جس شکار کو حرم میں یا احرام سابق میں قتل کیا تھا اس کے ہدی کے اونٹ یا گائے کی گردن میں پٹا ڈالا اور مانند اس کے کسی قصور اور ندر اور تمتع اور قران کے اونٹ یا گائے کی گردن میں پٹا ڈالا وتوجہ معہا والحال انہ یرید الحج اور خود چلا اس اونٹ یا گائے کو حج کے قصد پر وہل العمرۃ کذلک یعنی نعم اور کیا عمرہ بھی امور مذکورہ میں حج کے مانند ہے یوں لائق ہے جواب دینا کہ ہاں عمرہ بھی حج کے مانند ہے یعنی ایسے افعال سے عمرے کا احرام بھی ثابت ہوتا ہے اولبثہا ثم توجہ ولحقہا قبل المیقات فلو بعدہ لزمہ الاحرام بالتلبیۃ من المیقات یا اونٹ یا گائے کو پٹا ڈال کر اول روانہ کر دیا پھر خود متوجہ ہوا اور اس کو مل گیا میقات سے پہلے سو اگر بعد میقات کے ملے گا تو اس کو احرام کرنا میقات سے لبیک کہہ کر لازم ہوگا یعنی اس صورت میں پٹا ڈال کر اونٹ کا بھیجنا قائم مقام تلبیہ کے نہ ہوگا اولبثہا لمتعۃ او قران وکان التقلید والتوجہ فی الشہر والایام لیحرم بما حتی یلحقہا وتوجہ بنیۃ الاحرام وان لم یلحقہا استحسانا فقد احرم لان الاجابۃ کما تکون بکل ذکر تعظیمی یکون بکل فعل مختص بالاحرام یا اونٹ یا گائے کو تمتع یا قران کے واسطے روانہ کیا اور حالانکہ پٹا ڈالنا اور متوجہ ہونا حج کے مہینوں میں واقع ہوا اور اگر دونوں کام موسم حج میں نہ ہوئے تو یہ شخص محرم نہ ہوگا جب تک کہ اونٹ یا گائے کو نہ مل جاوے سو اگر تمتع یا قران کے اونٹ یا گائے کو روانہ کیا اور خود متوجہ ہوا احرام کی نیت سے اگرچہ اس کو قبل میقات کے نہ ملا بنا بر استحسان کے تو البتہ وہ شخص محرم ہو گیا ان سب صورتوں میں اس واسطے کہ اجابت حج کی جس طرح ہر تعظیمی ذکر سے ہوتی ہے اسی طرح ہر ایک اس فعل سے ہوتی ہے جو فعل کہ احرام کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ افعال مذکورہ احرام ہی سے خصوصیت رکھتے ہیں م فقد احرم جزا ہے اذا لبی کی خلاصہ یہ ہے کہ احرام کا ثبوت دو طریق سے ہے ایک یہ کہ حج کی نیت سے لبیک کہے یا کوئی اور ذکر تعظیمی کرے اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ حج کی نیت کر کے یہ افعال مذکورہ بشرط متصلہ عمل میں لاوے ثم صحۃ الاحرام

ا؎ میں حاضر ہوں تیری خدمت میں اور بہتری تیرے ہاتھوں میں ہے اور خواہش اور عمل تیری طرف پھرتے ہیں حاضر ہوں تیری خدمت میں اے معبود خلق اور بخشنے والے گناہوں کے میں حاضر ہوں۔

Marfat.com

لا یتوقف علی نیۃ النسک لا نہ لو ابہم الاحرام حتی طاف شوطا احدا صرف للعمرۃ شارح کہتا ہے پھر ہم کہتے ہیں کہ صحیح ہونا احرام کا موقوف نہیں مخصوص حج یا عمرے کی نیت پر اس واسطے کہ اگر محرم نے مبہم احرام کیا یعنی احرام باندھنے کے وقت بالخصوص حج یا عمرے کا خیال دل پر نہ آیا یہاں تک کہ بیت اللہ کے گرد ایک بار گھوما تو اس احرام کو عمرے کی طرف پھیرے یعنی عمرہ ادا کرے اور قبل شروع افعال کے اس کو اختیار ہے تعیین کا چاہے اس احرام کو حج کے واسطے ٹھہرا دے چاہے عمرے کے واسطے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو اطلق نیۃ الحج صرف للفرض ولو عین نفلا تنفل وان لم یکن حج الفرض شرنبلالیہ عن الفتح اور اگر نیت حج کی مطلق کی یعنی حج فرض یا حج نفل کی تعیین نہ کی تو فرض حج کی طرف پھیرے یعنی فرض حج اس احرام سے ادا کرے اور اگر اس نے نفل حج کو معین کر لیا تو نفل حج صحیح ہو گا اگرچہ اس نے ہنوز فرض حج نہ کیا ہو کذا فی شرنبلالیہ عن فتح القدیر ولو اشعر ہا بجرح سنامہا الایسر او جللہا بوضع الجل او لبثہا لالمتعۃ وقران ولم یلبہا کما مر او قلد شاۃ لا یکون محرما لعدم اختصاصہ بالنسک اور اگر اونٹ میں اشعار کیا یعنی کوہان کی بائیں طرف ہلکا سا زخم کر دیا کہ بدی کا نشان ہو جاوے یا اس کی پیٹھ پر جھول ڈالی یا اس کو روانہ نہ کیا بہ نیت تمتع یا قران کے اور اس کو جا کر نہ مل گیا چنانچہ مل جانے کا مسئلہ مذکور ہو چکا یا بھیڑ بکری کی گردن میں پٹا ڈالا تو ایسے افعال سے محرم نہ ہو گا اس واسطے کہ یہ کام حج یا عمرے کے واسطے مخصوص نہیں ہم اشعار یعنی قربانی کے اونٹ کا کوہان چیرنا امام اعظم کے نزدیک مکروہ ہے اس واسطے کہ حیوان کی تعذیب ہے اور صاحبین کے نزدیک خوب ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک سنت ہے اس واسطے کہ رسول علیہ السلام اور صحابہ کا فعل ہے ابو جعفر طحطاوی نے کہا کہ اصل اشعار ابو حنیفہ کے نزدیک مکروہ نہیں اور کیونکر مکروہ ہو اور حالانکہ احادیث مشہورہ سے ثابت ہے اور امامؒ نے مکروہ نہیں کہا مگر اس اشعار کو جو امام کے اہل زمانہ کرتے تھے اس واسطے کہ امامؒ نے ان کو دیکھا کہ نہایت زخم کاری لگاتے تھے جس سے ہلاکی کا خوف تھا تو سد باب کے واسطے ان کے اس فعل کو مکروہ کہا اور اگر اسی طرح زخم لگاوے کہ کھال کٹے نہ گوشت تو جائز ہے اور بعضے علما نے کہا کہ تقدیم اشعار کی تقلید پر امام کے نزدیک مکروہ ہے جیسے تقدیم نکاح کتابیہ کی نکاح مسلمہ پر مکروہ ہے کذا فی العینی شرح الکنز ولبعدہ ای الاحرام بلا لہلۃ یمنعی الرفث ای جماع النساء او ذکرہ بحضرۃ النساء والفسوق ای الخروج عن طاعۃ اللہ والجدال فانہ من المحرم اشنع اور بعد احرام باندھنے کے فوراً اجتناب کرے اور دور بھاگے عورتوں کے جماع سے یا عورتوں کے سامنے جماع کی بات چیت سے اور پرہیز کرے فسوق سے یعنی نافرمانی اور طاعت الٰہی کے چھوڑنے سے اور لڑائی جھگڑے سے اس واسطے کہ محرم کے حق میں یہ زیادہ تر قبیح ہے یعنی خادموں اور رفیقوں اور کرایہ داروں سے خرخشہ نہ کرے بلکہ ان کی سخت گوئی اور زبان درازی کا تحمل کرے کہ یہ امور نص قرآنی سے ممنوع ہیں فرمایا فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج وقتل صید البر لا البحر والاشارۃ الیہ فی الحامز والدلالۃ علیہ فی الغائب ومحل تحریمہا ما اذا علم المحرم اما اذا علم فلانی الاصح اور پرہیز کرے محرم خشکی کے شکار سے نہ دریا کے شکار سے اس واسطے کہ دریا کا شکار محرم کو درست ہے بموجب آیت قرآنی کے اور پرہیز کرے موجود شکار کی طرف اشارہ کرنے سے اور غائب شکار کے بتا دینے سے اور اشارہ کرنا اور بتا دینا شکار کا وہاں حرام ہے جب دوسرا محرم شکار کے جانور کو نہ جانتا ہو اور اگر جانتا ہو تو اشارہ کرنے والے بتانے والے محرم پر کچھ جرم نہیں قول اصح میں والتطیب وان لم یقعدہ یکرہ شمہ اور بعد احرام کے بچے خوش بو لگانے سے اگرچہ بلا قصد ہو نہ بدن میں خوش بو لگاوے نہ کپڑے میں اور مکروہ ہے سونگھنا خوشبو کا اور اسی طرح پھول اور میوے کا سونگھنا مکروہ ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وقلم الظفر وستر الوجہ کلہ او بعضہ کفر وذقنہ نعم فی الثانیۃ لا باس بوضع یدہ علی انفہ اور پرہیز کرے محرم ناخن کاٹنے اور چہرہ ڈھکنے سے نہ سب چہرہ چھپاوے نہ تھوڑا چنانچہ اپنا منہ اور ٹھوڑی بھی کپڑے سے نہ چھپاوے ہاں خانیہ میں ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں اپنی ناک پر ہاتھ رکھنے سے والراس بخلاف المیت وبقیۃ البدن اور پرہیز کرے سر ڈھکنے سے بخلاف میت کے اور باقی بدن کے یعنی محرم اگر مر جاوے تو اس کا اور چہرہ ڈھکنا ممنوع نہیں اور اسی طرح سر کے سوا زندہ محرم کو باقی بدن کا کپڑے سے لپیٹنا اگرچہ بے حاجت ہو ممنوع نہیں لیکن اس حالت میں مکروہ ہے کذا فی النہر ولو حمل علی راسہ شیئا کان تغطیۃ لاحمل عدل وطبق مالم یعتد لہما ولیلۃ فتلزمہ صدقۃ اور اگر محرم نے اپنے سر پر کپڑوں کو اٹھایا تو سر کا ڈھکنا ثابت ہوا اور گٹھری اور طبق اٹھانے سے ڈھکنا ثابت نہ ہو گا جب تک کہ ایک دن یا ایک رات سر پر نہ لیے رہے اور اگر اس قدر لیے رہے گا تو اس پر صدقہ دینا

Marfat.com

لازم ہوگا م خانیہ میں ہے کہ جس چیز کو آدمی پہنتے ہیں بطور عادت کے اس کو سر پر رکھنے سے محرم لابس قرار دیا جاوے گا اور جس چیز کے لباس کرنے کی عادت نہیں چنانچہ تغار اور طاس تو اس کے رکھنے سے لابس نہ ہو کذا فی الطحطاوی وقالوا لو دخل تحت ستر الکعبۃ فاصاب رأسہ او وجہہ کرہ والا فلا باس بہ اور فقہاء نے کہا ہے کہ اگر محرم داخل ہوا کعبہ کے غلاف کے نیچے سو اس کے سر یا چہرے کو غلاف لگ گیا تو مکروہ ہے اور اگر نہ لگا تو کچھ مضائقہ نہیں وغسل رأسہ ولحیتہ بخطمی لانہ طیب او یقتل الہوام اور محرم بچاوے اپنے سر اور ڈاڑھی کو خطمی کے دھونے سے اس واسطے کہ خطمی امام کے نزدیک خوشبو دار چیزوں میں داخل ہے تو ذبح کرنا محرم پر لازم ہوگا یا کہ خطمی کیڑوں کو مارتی ہے اور بالوں کو نرم کرتی ہے صاحبین کے نزدیک تو صدقہ واجب ہوگا بخلاف صابون ودلوک واشنان اتفاقا بخلاف صابون اور مسور کے آٹے اور اشنان کے کہ اگر ان چیزوں سے بالوں کو دھووے گا تو باتفاق امام اور صاحبین کے اس پر کچھ لازم نہ ہوگا م ودلوک بفتح دال مسور کے آٹے کو کہتے ہیں جس سے ہاتھ دھوتے ہیں اور اشنان ایک گھاس ہے کہ میل کو صاف کرتی ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی زاد فی الجوہرۃ وسدر یہ وہ مشکل زیادہ کیا ہے جوہرہ میں کہ بیر کے پتوں سے بال دھونے میں باتفاق امام اور صاحبین کے کچھ لازم نہیں آتا اور یہ تو مشکل ہے وجہ اشکال کی یہ ہے کہ خطمی اور بیر دونوں سے کیڑے مرتے ہیں اور بال نرم ہوتے ہیں تو لائق یوں تھا کہ صاحبین کے نزدیک بیر کے استعمال سے بھی صدقہ واجب ہوتا کذا فی منح الغفار طحطاوی حبشی نے کہا کہ یہ امر تو صابون میں زیادہ تر قوی ہے باوجود خوشبو کے واللہ اعلم وقصہا ای اللحیۃ وحلق رأسہ ازالۃ شعر بدنہ الا الشعر النابت فی العین فلا شئ فیہ عندنا اور بچے محرم ڈاڑھی کترانے سے اور اپنے سر کے منڈانے سے اور اپنے بدن کے بال دور کرنے سے مگر وہ بال جو آنکھ کے اندر رہے جس کو پڑبال کہتے ہیں تو اس کے دور کرنے میں کچھ نہیں ہمارے نزدیک م محرم کو بالوں کا دور کرنا کسی طرح جائز نہیں نہ کترانے سے نہ منڈانے سے نہ اکھاڑ ڈالنے سے نہ نورہ لگانے سے کذا فی المنح ولبس قمیص وسراویل ای کل معمول علی قدر بدنہ او بعضہ کرویۃ ولبس اور پرہیز کرے محرم کرتے اور پاجامے کے لباس سے یعنی اس لباس سے پرہیز کرے جو انسان کے تمام قد کے موافق یا بعض بدن کے موافق بنایا جاتا ہے اس طرح پر کہ خود بدن پر ٹھہر جاوے دوخت کے سبب سے یا چپکانے سے یا کسی اور طرح پر جیسے لوہے کی زرہ اور بارانی کے مانند دامن وراڈ ٹوپ کذا فی النہر والطحطاوی وقباء ولو لم یدخل یدیہ فی کمیہ جاز اللبس یزرہ او یخللہ اور پہنے قبا کے پہننے سے اور اگر قبا کی دونوں آستینوں میں اپنے ہاتھ ڈالے تو اس طرح کا پہننا جائز ہے مگر یہ کہ اس کو گھنڈی سے یا کانٹے سے اٹکا دے تو جائز نہیں طحطاوی نے کہا کہ اگر ایسا کرے گا تو فدیہ اس پر ذبح کرنا لازم ہوگا اس واسطے کہ یہ از قبیل لباس معتاد کے ہے ویجوز ان یرتدی بقمیص فوجہ ویتخف بہ فی النوم وغیرہ آفاقا اور باتفاق یہ جائز ہے کہ قمیص اور جبہ کو بطور چادر کے استعمال کرے اور اس کو سونے وغیرہ میں بدن پر لپیٹے بطور لحاف کے بشرطیکہ سر اور چہرہ کو نہ ڈھکے وعمامۃ وقلنسوۃ ومکفین الا ان لا یجد نعلین فیقطعہما اسفل من الکعبین عند معقد الشراک فیجوز لبس الذی مورۃ لا الجوربین اور پہنے پگڑی اور ٹوپی اور موزوں کے پہننے سے مگر یہ کہ نعلین کو نہ پاوے تو دونوں موزوں کو دونوں کعب کے نیچے سے کاٹے کعب سے یہاں قدم کا درمیان والا جوڑ مراد ہے جہاں نعل کا تسمہ ٹانکا جاتا ہے کعب سے یہاں ٹخنہ مراد نہیں تو سر موزوں کا پہننا محرم کو جائز ہے نہ جراب کا اس واسطے کہ سر موزہ میں قدم کی پشت کی ہڈی نہیں بند ہوتی اور جراب میں بند ہو جاتی ہے م نعل کو چپل کہتے ہیں چمڑے کے تلے پر پٹا اور تسمہ سیا ہوتا ہے ہندوستان میں کہا اور بعضے محترفہ پہنتے ہیں اور سر موزہ ان جوتیوں کو کہتے ہیں جن کو موزوں کے اوپر پہنتے ہیں وثوب صبغ بما لہ طیب کورس وسو الکم وعصفر وہو زہر القرطم الا لبعد زوالہ بحیث لا یفوح فی الاصح اور پرہیز کرے ایسے کپڑے کے پہننے سے جو خوشبو دار سے رنگا ہو جیسے ورس اور کسم کے پھول سے مگر بعد دور ہونے رنگ کے اس طرح پر کہ اس سے خوشبو نہ آوے پھر اس کا پہننا درست ہے قول اصح میں ورس ایک خوشبو دار گھاس ہوتی ہے یمن میں جس کو کرکم کہتے ہیں اس کا رنگ زرد ہوتا ہے م یہ مسائل اس حدیث سے ماخوذ ہیں جو صحاح ستہ میں عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یلبس[1] المحرم القمیص ولا العمامۃ ولا البرنس ولا السراویل ولا ثوبا مسہ ورس ولا زعفران

[1] نہ پہنے محرم قمیص اور نہ عمامہ اور نہ ٹوپ نہ پاجامہ نہ کپڑا جس کو ورس لگا ہو نہ وہ جس کو زعفران لگا ہو نہ موزے مگر یہ کہ نہ پاوے جوتے تو چاہیے کہ موزوں کو قطع کرے نیچے کعب سے ۱۲

Marfat.com

ولا الخفین الاان لایجد نعلین فلیقطعھما حتی یکونا اسفل من الکعبین **لاتیقی الاستحمام** لحدیث البیھقی انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام دخل الحمام فی الجحفۃ محرم پرہیز نہ کرے غسل کرنے سے اور حمام کے نہانے سے بدلیل بیہقی کی حدیث کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جحفہ کے حمام میں تشریف لے گئے اور یہ حدیث مصنف ابن ابی شیبہ میں عبداللہ بن عباسؓ سے بھی مروی ہے کذا فی البرہان اور مسلم کی حدیث میں ثابت ہے کہ حضرت نے حالت احرام میں غسل فرمایا طحطاوی نے کہا کہ غسل جائز ہے لیکن میل چھڑانا مکروہ ہے **والاستظلال** بیت **ومحمل لم یصب رأسہ ووجہہ فلو اصاب احدہما کرہ** کما مر اور پرہیز نہ کرے گھر اور عماری کے سایہ میں ہونے سے بشرطیکہ عماری کی چھت اور پردہ اس کے سر اور چہرے کو نہ لگے سو اگر سر یا چہرے کو لگے گا تو مکروہ ہے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا کہ کپڑوں کا سر پر اٹھانا سر ڈھکنے میں داخل ہے اور کعبہ کا غلاف سر پر لگنا محرم کے واسطے مکروہ ہے **وشد ہمیان** بکسر الھاء **فی وسطہ** اور نہ پرہیز کرے اپنی کمر پر ہمیانی کے باندھنے سے خواہ اس میں اپنا نقد مال ہو یا غیر کا کذا فی المنح **ومنطقۃ وسیف وسلاح وتختم** زیلعی **لعدم التغطیۃ واللبس** اور نہ پرہیز کرے کمر بند اور تلوار اور ہتھیار کے باندھنے سے اور انگوٹھی کے پہننے سے کذا فی شرح الزیلعی اس واسطے کہ گھر اور محمل کا استظلال تغطیہ نہیں اور ہمیانی وغیرہ کا باندھنا لباس میں داخل نہیں **واکتحالا بغیر مطیب فلو اکتحل بمطیب مرۃ ادم ثلثین نعلیہ صدقۃ ولو کثیرا نعلیہ دم** سراجیہ اور نہ پرہیز کرے سرمہ لگانے سے بشرطیکہ خوشبودار سرمہ نہ ہو سو اگر خوشبودار سرمہ ایک دو بار لگا دے گا تو اس پر صدقہ دینا لازم ہوگا اور اگر تین بار یا زیادہ لگا دے گا اس پر ذبح کرنا جانور کا واجب ہوگا کذا فی السراجیہ **ولا تیقی ختانا وفصادا وحجامۃ وقلع ضرسہ وحبر کسر وحک رأسہ وبدنہ** لکن برفق **ان خاف سقوط شعرہ او قملہ فان فی الواحدۃ یتصدق بشیء وفی الثلث کفا من طعام** عزر الاذکار اور محرم پرہیز نہ کرے ختنہ کرنے اور فصد اور پچھنوں سے اور اپنی داڑھ اکھاڑنے سے اور ٹوٹی ہڈی کے باندھنے سے اور اپنے سر اور بدن کے کھجلانے سے لیکن آہستہ کھجلا دے اگر بال یا جوں جھڑنے کا خوف ہو اور اگر اس کا خوف نہ ہو تو زور سے کھجلا دے کذا فی المنح ایک جوں میں کچھ صدقہ دے اور تین جوں میں مٹھی بھر گیہوں خیرات کرے کذا فی عزر الاذکار اور باقی اس کا بیان آگے آوے گا **واکثر المحرم التلبیۃ ندبا متی صلی ولو نفلا او علا شرفا او ہبط وادیا او لقی رکبا** جمع راکب **او جمعا رکبان او مشاۃ** وکذا لو لقی بعضہم بعضا اور محرم اکثر لبیک کہا کرے بنا بر استحباب کے جب کہ نماز پڑھے اگرچہ نفل نماز ہو یا جب بلندی پر چڑھے یا جب نالی میں اترے یا جب شتر سواروں یا پیدلوں سے ملے اور اسی طرح اگر اپنے قافلہ میں سے جب ایک دوسرے کو ملے تو لبیک کہے شارح کہتا ہے رکب بسکون ثانی جمع ہے راکب کی جیسے صحب جمع صاحب کی اور ان دونوں کی جمع رکبان ہے او اسحرای دخل فی السحر یا جب سحر کے وقت میں داخل ہو تو لبیک کہے م سحر کہتے ہیں رات کے پچھلے چھٹے حصے کو قبول ہونے دعا کا وہ وقت ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی **اذا التلبیۃ فی الاحرام** کا التکبیر فی الصلوٰۃ حالات اور اوقات مذکورہ میں لبیک کہنا اس واسطے مستحب ہوا کہ لبیک کہنا احرام میں ایسا ہے جیسے اللہ اکبر کہنا نماز میں تو جیسے نماز میں ایک حال سے دوسرے حال کے انتقال کے وقت اللہ اکبر کہتے ہیں ویسے ہی احرام میں انتقال حالات میں لبیک کہنا چاہیے **رافعا استنانا صوتہ بہا بلا جہر کما یفعلہ العوام** لبیک اکثر کہا کرے اپنی آواز کو بلند کرکے سنت جانکر نہ چلا کر جیسے عوام لوگ کرتے ہیں **واذا دخل مکۃ بدأ بالمسجد الحرام لحدیث ما من علی المعتۃ داخلا من باب السلام نہارا ندبا ملبیا متواضعا خاشعا ملاحظا جلالۃ البقعۃ** اور جب مکہ معظمہ میں داخل ہو تو اول مسجد الحرام میں جاوے بعد اس کے کہ اپنے اسباب اور سامان سے خاطر جمع ہو یعنی اول اسباب سفر کو مکان محفوظ میں رکھ کر مسجد الحرام داخل ہو دن کو بنا بر استحباب کے اس دروازہ سے جس کو باب السلام کہتے ہیں اور سابق میں اس کو باب بنی شیبہ کہتے تھے لبیک کہتا خاکسارانہ گڑگڑاتا عظمت اور جلال اس مکان اقدس کا دھیان کرتے ہوئے اندر جاوے **م** شہر مکہ کی زمین ایک جانب کو اونچی ہے اور دوسری جانب نیچی تو مسنون یہ ہے کہ داخل ہو بلندی کی طرف سے جدھر قبرستان ہے جس کو جنت المعلا اور کدا بالفتح کاف کہتے ہیں اور رخصت کے وقت نیچی جانب سے نکلے جس کو کدا بالضم کاف بولتے ہیں اور داخل ہونا ہر وقت جائز ہے اور دن کو مستحب ہے لیکن اہل ہند کا قافلہ اکثر سحر کے وقت داخل ہوتا ہے اور مستحب ہے کہ مکہ میں داخل ہوتے

ف ۱ یعنی جب بادلوں سے اوجھل ہو جاوے تو افطار کرے

ف ۱ بعض نسخوں میں اکتحال بدون نصب کے ہے اس طرح تختم چونکہ ان دنوں کا خبر خالی الکلف سے نہیں اس لیے نسخہ منصوب کو صحیح سمجھا گیا ف ۲ ایک نسخہ میں بجائے وجمعا رکبان او مشاۃ کے یوں ہے

Marfat.com

یہ دعا کرے اللھم[1] ہذا حرمک وامنک فحرم لحمی ودمی علی النار وقنی عذابک یوم تبعث عبادک) کذا فی شرح المختار والبرہان ولیس الغسل لدخولہا وہو الظاہر بل للنظافۃ فیجب لحائض ونفساء ومسنون بہ غسل کرنا داخل ہونے کے واسطے اور یہ غسل صفائی کے واسطے ہے نہ طہارت کے واسطے تو حیض اور نفاس والی عورت کو بھی غسل کرنا مستحب ہے وحین شاہد البیت کبر ثلثا ومعناہ اللہ اکبر من الکعبۃ وہلل لئلا یقع نوع شرک اور جس وقت کہ بیت اللہ کو دیکھے تو تین بار اللہ اکبر کہے اور معنی اللہ اکبر کے یہ کہ اللہ بزرگتر ہے کعبہ سے یعنی ہر چیز سے بڑا تو کعبہ بھی اس میں داخل ہو گیا اور بیت اللہ دیکھ کر لا الہ الا اللہ کہے تاکہ اس عبادت میں کسی طرح شرک نہ واقع ہو یعنی سوائے خدا کے کوئی لائق عبادت کے نہیں تو بیت اللہ کی عبادت کی بھی نفی ہو گئی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی جابرؓ کی حدیث میں ثابت ہے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کو دیکھ کر تین بار تکبیر فرمائی اور فرمایا (لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الملک[2] ولہ الحمد وہو علی کل شئ قدیر) کذا فی المنح اور عطا سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کو دیکھ کر یہ دعا فرمائی (اعوذ[3] برب البیت من الکفر والفقر ومن ضیق الصدر) اور رفع الیدین کرتے تھے اور سب ادعیہ سے یہ دعا فرد ر تر ہے کہ طلب جنت بلا حساب کرے اس واسطے کہ بیت اللہ کے نظر پڑنے کے وقت دعا قبول ہوتی ہے اور امام شافعی نے بسند ابن جریج نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت اللہ کو دیکھتے تھے تو رفع الیدین کرتے تھے اور فرماتے تھے (اللھم[4] زد ہذا البیت تشریفا وتعظیما وتکریما ومہابۃ وزد من شرفہ وکرمہ ممن حجہ او اعتمرہ تشریفا وتعظیما وتکریما وبرا) اور بیہقی میں مروی ہے کہ عمر فاروقؓ جب بیت اللہ دیکھتے کہتے تھے (اللھم[5] انت السلام ومنک السلام حینا ربنا بالسلام وادخلنا دار السلام) کذا فی فتح القدیر ثم ابتداء الطواف لانہ تحیۃ البیت مالم یخف فوت المکتوبۃ او جماعتہا او الوتر او سنۃ راتبۃ پھر طواف شروع کرے اس واسطے کہ طواف بیت اللہ کا تحیہ ہے جب تک کہ فرض نماز کا یا فرض کی جماعت کا یا وتر کا یا سنت موکدہ کا خوف نہ ہو فوت ہو جانے کا اور اگر خوف ہو تو نماز کے بعد طواف کرے سنت موکدہ جانے کی صورت ہے کہ مثلاً بعد طلوع فجر کے ایسے وقت پہنچا کہ اگر طواف کرے تو دو رکعت فرض کا وقت باقی رہے نہ سنت کا تو اس صورت میں اول سنت اور فرض سے فراغت کرے پھر طواف میں مشغول ہو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فاستقبل الحجر مکبرا مہللا رافعا یدیہ کالصلوۃ واستلمہ بکفیہ وقبلہ بلا صوت پھر سامنے جاوے حجر اسود کے تکبیر کہتا اور کلمہ توحید پڑھتا رفع الیدین کرتا مانند نماز کے اور چھوے حجر اسود کو اپنی دونوں ہتھیلیوں سے اور اس کو چومے بدون آواز کے یعنی لبوں کے لگانے میں آواز نہ نکالے استلام مجریہ کہ دونوں ہاتھ اس پر رکھے اور اس کو چومے سنن ابن ماجہ میں عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کا استقبال کیا اور دونوں لبوں کو اس پر رکھا اور دیر تک رویا کیے پھر جو التفات کیا تو عمرؓ کو روتے دیکھا تو فرمایا اے عمرؓ یہاں آنسوؤں کو بہانا چاہیے اور صحاح ستہ میں مروی ہے کہ عمر فاروقؓ نے حجر اسود کو چوما اور کہا کہ میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چومتے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھ کو نہ چومتا کذا فی الفتح اور مستحب ہے کہ استلام کے وقت یہ دعا کرے (اللھم[6] استلمت ایمانا بک وتصدیقا بکتابک ووفاء بعہدک واتباعا لنبیک اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ آمنت باللہ وکفرت بالطاغوت) کذا فی شرح المختار وہل یسجد علیہ قیل نعم اور کیا سجدہ کرے حجر اسود پر بعضے علما نے کہا کہ یہاں سجدہ کرنا جائز ہے ابن منذر اور حاکم نے روایت کی کہ عبد اللہ بن عباسؓ حجر اسود پر سجدہ کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل کرتے تھے اور امام مالک نے اس کو بدعت کہا کذا فی النہر بلا ایذاء ولا نہ سنۃ وترک الاذی واجب فان لم یقدر بعضہا ثم یقبلہا او احدہما استلام حجر اسود کا کرے بدون ایذا رسانی کے یعنی وہاں کے لوگوں کو نہ ڈھکیلے اس واسطے کہ استلام

---

[1] الٰہی یہ تیرا حرم ہے اور تیری جگہ امن کی ہے تو نے فرمایا اور تیرا ارشاد حق ہے کہ جو کوئی اس میں داخل ہوا وہ بے خوف ہوا الٰہی تو حرام کر میرے گوشت اور خون کو آگ پر اور ہیاجہ کو اپنے عذاب سے جس دن تو اٹھاوے اپنے بندوں کو ۱۲ [2] کوئی معبود نہیں سوا خدا کے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا ہے ملک اور اسی کو ہے تعریف اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ۱۲ [3] میں پناہ مانگتا ہوں رب کعبہ سے کفر اور مفلسی اور سینہ کی تنگی سے ۱۲ [4] الٰہی زیادہ کر اس گھر کی بزرگی اور عظمت اور کرامت اور مقبولیت اور ہیبت اور زیادہ کر اس شخص کے لیے جو اس کی بزرگی اور تعظیم کرے ان لوگوں میں سے جو اس کا حج کریں یا عمرہ کریں بزرگی اور عظمت اور کرامت اور مقبولیت ۱۲ [5] الٰہی تو سلامت ہے اور سلامتی تیری ہی طرف سے ہے ہم کو لے رب ہمارے تحفہ دے اسلام کا اور داخل کر ہم کو سلامتی کے گھر میں ۱۲ [6] الٰہی ہم نے ایمان لایا بجہت تجھ پر ایمان رکھنے اور تیری کتاب کو سچا جاننے اور تیرے عہد کو پورا کرنے اور تیرے نبی کی پیروی کرنے کی گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں سوا خدا کے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ

Marfat.com

سنت ہے اور تکلیف رسانی کا ترک کرنا واجب ہے تو سنت کے واسطے واجب کو ترک کرنا جائز نہیں سو اگر بسبب ہجوم خلق کے حجر اسود کو نہ چوم سکے تو دونوں ہاتھوں کو اس پر رکھے پھر ہاتھوں کو چومے یا ایک کو اس پر رکھے اور اس کو چومے وان لایمکنہ ذلک یمس بالحجر شیئا فی یدہ ولو عصا ثم قبلہ ای الشیٔ اور اگر ہاتھ لگانا بھی نہ ہو سکے تو اپنے ہاتھ کی کسی چیز کو حجر اسود میں لگا دے اگرچہ ہاتھ میں عصا ہو تو اس کو لگا دے پھر اس شے کو چوم لے وان عجز عنہما ای الاستلام والمس استقبلہ مشیرا الیہ بباطن کفیہ کانہ واضعہما علیہ اور اگر بسبب کثرت ہجوم کے استلام اور کسی چیز کے لگانے سے عاجز ہو تو حجر اسود کے سامنے کھڑا ہو اپنی دونوں ہتھیلیوں کے اندر کی جانب سے اس کی طرف اشارہ کر کے اس تصور سے کہ گویا ہتھیلیوں کو حجر اسود پر رکھے ہے وکبر وہلل وحمد اللہ تعالیٰ وصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم یقبل کفیہ اور اللہ اکبر کہے اور کلمہ توحید پڑھے اور حق تعالیٰ کی حمد کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے پھر اپنی دونوں ہتھیلیوں کو چومے ولیقیہ الرفع فی الحج یجعل کفیہ للسماء الا عند الحجر تین فللکعبۃ اور حجر اسود کے سوا حج کے باقی مکانات میں رفع الیدین کے وقت ہتھیلیوں کے اندر جانب آسمان کی طرف کرے بطور دعا کے مگر حجر تین کے پاس سو وہاں کعبہ معظمہ کی طرف کرے ظاہر الروایت میں کذا فی النہر عن الخانیۃ وطاف بالبیت طواف القدوم ویسن ہذا الطواف للآفاقی لانہ القادم اور بعد استلام کے بیت اللہ کا طواف کرے اس سے پہلے طواف کو طواف القدوم کہتے ہیں یعنی داخل ہونے اور آنے کا طواف اور یہ طواف کرنا آفاقی کو مسنون ہے اس واسطے کہ آنا اور داخل ہونا آفاقی پر صادق آتا ہے نہ اہل مکہ پر چنانچہ تحیۃ المسجد آنے والے پر سنت ہے نہ مسجد کے بیٹھنے والے واخذ الطائف عن یمینہ مما یلی الباب فتصیر الکعبۃ عن یسارہ لان الطائف کالموتم بہاد الواحد یقف عن یمین الامام اور طواف کرنے والا طواف کو اپنے داہنے سے شروع کرے جدھر بیت اللہ کا دروازہ ہے تو اسی صورت میں کعبہ طائف کے بائیں طرف کو واقع ہوگا اور داہنے سے شروع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ طواف کرنے والا بجائے مقتدی کے ہے اور کعبہ بجائے امام کے اور حالانکہ ایک مقتدی امام کی داہنی طرف کھڑا ہوتا ہے طواف میں جب ملتزم کے سامنے ہو تو یہ دعا کرے واللہم ایک مدت بدی وفنائی عندک عظمت رغبتی فاقبل صوتی واقلنی عثرتی وارحم تضرعی وعدلی بمغفرتک واعذنی من مضلات الفتن اللہم ان لک علی حقوقا فتصدق بہا علی (اور بیت اللہ کے دروازے کے سامنے کہے واللہم ہذا البیت بیتک وہذا الحرم حرمک وہذا الامن امنک وہذا مقام العائذ بک من النار اعلق رقبتی من النار فاعذنی منہا) اور جب رکن عراقی کے پاس آوے تو کہے واللہم انی اعوذ بک من الشک والشرک والنفاق والشقاق وسوء الاخلاق وسوء المنقلب فی المال والاہل والولد) اور جب میزاب رحمت کے مقابل ہو تو کہے واللہم انی اسألک ایمانا لایزول ویقینا لاینفد ومرافقۃ نبیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہم اظلنی تحت ظل عرشک یوم لاظل الا ظلک واسقنی بکاس محمد صلی اللہ علیہ وسلم شربۃ لاأظمأ بعدہا ابدا) اور جب رکن شامی کے سامنے ہو تو کہے واللہم اجعلہ حجا مبرورا وسعیا مشکورا وذنبا مغفورا وتجارۃ لن تبور یا عزیز یا غفور) اور جب رکن یمانی کے پاس آوے تو کہے واللہم انی اعوذ بک من الکفر واعوذ بک من الفقر ومن عذاب القبر ومن فتنۃ المحیا والممات واعوذ بک من الخزی فی الدنیا والآخرۃ) اور واقدی نے کتاب المغازی میں بسند حدیث مرفوع نقل کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم رکن اور حجر اسود کے درمیان میں یوں فرماتے تھے (ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار) اور معلوم کرنا چاہیے کہ یہ ادعیہ اس وقت ہو سکیں گی جب

---

۱۲ الٰہی میں نے پھیلایا اپنا ہاتھ تیرے سامنے اور تیرے پاس کی چیز میں زیادہ ہوئی رغبت میری تو قبول کر میری دعا اور معاف کر مجھ کو میری خطا اور رحم کر میری بے کسی پر اور عطا کر مجھ کو اپنی مغفرت اور پناہ دے مجھ کو گمراہ کرنے والے فتنوں سے الٰہی تیرے مجھ پر بہت حق ہیں تو ان کو مجھ پر غنیمت کر دے ۱۲ ۱۲ الٰہی یہ گھر تیرا گھر ہے اور یہ حرم تیرا حرم ہے اور یہ امن تیرا امن ہے اور یہ جگہ اس کی ہے جو تجھ سے پناہ مانگے دوزخ سے میں پناہ مانگتا ہوں تیری آگ سے تو پناہ دے مجھ کو اس سے ۱۲ ۱۳ الٰہی میں پناہ مانگتا ہوں تیرے شک سے اور شرک سے اور نفاق اور خلاف اور برے اخلاق سے اور برا حال ہو جانے سے مال میں اور گھر والوں اور اولاد میں ۱۲ ۱۴ الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ایمان جو دور نہ ہو اور یقین جو تمام نہ ہو اور ساتھ ہونا تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا الٰہی مجھ کو سایہ دے اپنے عرش کے سایہ کے تلے جس روز کہ سایہ نہ ہوگا سوا تیرے سایہ کے اور پلا مجھ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیالہ سے ایسا گھونٹ کہ اس کے بعد میں کبھی پیاسا نہ ہوں ۱۲ ۱۵ الٰہی کر اس حج کو مقبول اور سعی مشکور اور گناہ بخشا ہوا اور ایسی تجارت کہ فنا نہ ہو اے عزت والے اے بخشنے والے ۱۲ ۱۶ الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں کفر سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں مفلسی سے اور قبر کے عذاب سے اور زندگی اور مرنے کے فتنہ سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں رسوائی سے ۱۲

Marfat.com

طواف میں ٹھہرنا ہو تو جس طواف میں رمل سنت ہے اس میں استیعاب ان کا نہیں ہو سکتا اور یہ ادعیہ صحابہ اور تابعین سے متفرق منقول ہیں علمائے متاخرین نے ان کو یکجا جمع کر لیا ہے کذا فی فتح القدیر و لو عکس اعاد ما دام بمکۃ فلو رجع فعلیہ دم وکذا لو ابتدا من غیر الحجر کما مر اور اگر اس کے بالعکس کرے یعنی اپنے بائیں جانب سے طواف شروع کرے تو طواف القدوم کو دوبارہ کرے جب تک کہ مکہ میں مقیم ہے اور اگر وہاں سے چلا آیا تو اس پر جانور کا ذبح کرنا لازم ہوا اور اسی طرح اگر حجر اسود کے سوا اور طرف سے بیت اللہ کا طواف شروع کرے گا تو اس پر ذبح کرنا واجب ہو گا چنانچہ واجبات حج میں مذکور ہو چکا کہ ابتدائے طواف حجر اسود سے واجب ہے قالوا ویمر بجمیع بدنہ علی جمیع الحجر فقہا نے کہا ہے کہ شروع طواف میں اپنے تمام بدن کو سارے حجر اسود کے سامنے کر کے چلے یعنی رکن یمانی کی جانب سے مقابل حجر اسود کے ہو کر طواف کرے اس طرح کل بدن کا کل حجر سے سامنا ہو جاوے گا جاعلا قبل شروعہ رداءہ تحت البطہ الیمنی ملقیا طرفہ علی کتفہ الایسر استنانا وراءہ الحطیم وجوبا لان منہ ستۃ اذرع من البیت فلو طاف من الفرجۃ لم یجز کا ستقبالہ احتیاطاً قبل شروع طواف کے اپنی چادر کو داہنی بغل سے نکال کر بائیں مونڈھے پر ڈال کر حطیم سمیت بیت اللہ کا طواف کرے لغت عرب میں اس طرح چادر اوڑھنے کو اضطباع کہتے ہیں سو یہ سنت ہے اور حطیم کو ملا کر طواف کرنا واجب ہے اس واسطے کہ حطیم میں چھ ہاتھ بیت اللہ کی زمین داخل ہے سو اگر طواف کرے اس کشادگی اور نالے میں گھس کر جو حطیم اور بیت اللہ کے درمیان میں ہے تو یہ طواف جائز نہ ہو گا جیسے نماز کے وقت فقط استقبال کرنا حطیم کا جائز نہیں بنا بر احتیاط کے یعنی استقبال کعبہ کا نص قرآنی سے فرض ہے اور حطیم کا بیت اللہ میں داخل ہونا خبر واحد سے ثابت ہے نہ دلیل قطعی سے تو احتیاط اس کو مقتضی ہے کہ طواف میں تو حطیم کو داخل کیجیے اور نماز میں خارج و یہ قبر اسمٰعیل و ہاجر اور حطیم میں حضرت اسمٰعیل اور ہاجر علیہما السلام کی قبر ہے سبعۃ اشواط فقط بیت اللہ کے گرد فقط سات بار گھومنے کو کہتے ہیں شوط کی شوط ایک بار گھومنے کو کہتے ہیں یعنی حجر اسود سے حجر اسود تک گھوم کر پہنچنا یہ ایک شوط ہے اور سات بار گھومنے سے ایک طواف ہوتا ہے فلو طاف ثامنا مع علمہ بہ فالاصح انہ یلزمہ اتمام الاسبوع للشروع ای لانہ شرع فیہ ملتزما بخلاف ما لو ظن انہ سبع لشروعہ مسقطا لا ملتزما بخلاف الخ سو اگر آٹھواں شوط گھوما آٹھویں جان کر تو مذہب صحیح یہ ہے کہ اس پر لازم ہو گیا پورا کرنا سات شوط کا یعنی دوسرا طواف سات شوط والا لازم ہوا بسبب شروع کر دینے کے یعنی اس واسطے کہ اس نے دوسرا طواف شروع کر دیا التزام کر کے بخلاف اس کے کہ اگر آٹھواں شوط کو ساتواں گمان کر کے شروع کرے گا تو دوسرا طواف اس پر لازم نہ ہو گا اس واسطے کہ اس کا شروع کرنا بنا بر اسقاط کے ہے نہ بنا بر التزام کے بخلاف حج کے اس لیے کہ بطور اسقاط شروع کرنے سے بھی اتمام حج کا لازم ہو جاتا ہے بخلاف بقیہ عبادات کے کذا فی المنح عن البحر واعلم ان مکان الطواف داخل المسجد ولو وراء زمزم لا خارجہ لصیرورتہ طائفا بالمسجد لا بالبیت اور معلوم کرو کہ طواف کرنے کا مکان تمام مسجد الحرام ہے اندر کی طرف سے اگرچہ زمزم کو بھی طواف میں داخل کرے اور باہر مسجد الحرام کے طواف کا مکان نہیں اس واسطے کہ اگر باہر مسجد الحرام کے طواف کرے گا تو وہ شخص مسجد الحرام کا طائف ہو گا نہ بیت اللہ کا ہر چند تمام مسجد الحرام میں طواف جائز ہے لیکن بیت اللہ کے گرد چند ستون قائم ہیں اس کے اندر طواف ہوتا ہے اس کو مطاف کہتے ہیں اور نقشہ بیت اللہ کا مجملاً یوں ہے کہ درمیان میں بطور کوٹھری کے بیت اللہ ہے اس کے گرد مطاف کے ستون ہیں پھر چاروں طرف بڑا صحن ہے جس میں زمزم کا کنواں اور مقام ابراہیم اور چاروں اماموں کے مصلے ہیں پھر چاروں طرف مسجد الحرام کی عمارت ہے یک منزلہ تین درجہ کی پھر پشت کی دیوار ہے اور مسجد الحرام کی پشت پر ایک طرف صفا کی پہاڑی اور دوسری جانب مروہ کی پہاڑی ہے اور مروہ کے درمیان مسجد الحرام کی دیوار سے متصل دو سبز مینار ہیں ہیں جن میں سعی کرتے ہیں اور بیت اللہ کے چار کونے ہیں جن کو ارکان کہتے ہیں ایک کونے پر جو تقریباً تین ہاتھ کی بلندی پر حجر اسود منصوب ہے جب حجر اسود سے طواف کیجیے بیت اللہ کے دروازے کی جانب سے تو دوسرا کونا ملتا ہے اس کو رکن عراقی کہتے ہیں پھر اس کے بعد تیسرا کونا ہے جس کو رکن شامی بولتے ہیں پھر چوتھے کونے کو رکن یمانی کہتے ہیں اور حجر اسود سے تا درکعبہ اس مکان کا ملتزم نام ہے اور بیت اللہ سے جانب مشرق تین کوس پر منیٰ ہے جہاں قربانی ہوتی ہے اس کے آگے تین کوس پر مزدلفہ ہے جہاں مغرب اور عشاء کی نماز ملا کر پڑھتے ہیں اس کے آگے تین کوس پر عرفات کا میدان اور پہاڑ ہے جہاں حج ہوتا ہے اس قدر جان لینے سے مسائل حج کا دریافت کرنا آسانی سے ہوتا ہے ولو خرج منہ او من السعی الی جنازۃ او مکتوبۃ او تجدید وضوء ثم عاد بنی او اگر بدن

Marfat.com

سات شوط کے طواف سے نکلے یا سعی کرنے سے نکلے نماز جنازہ کے واسطے یا فرض نماز کے واسطے یا نیا وضو کرنے کے واسطے پھر وہیں آوے جہاں سے طواف اور سعی کو قطع کیا تھا وہیں سے جوڑے وجاز فیہا الاکل وبیع وافتاء وقراءۃ لکن الذکر افضل منہا اور طواف اور سعی میں جائز ہے کھانا اور بیچنا لیکن بلا ضرورت مکروہ ہے کذا فی النہر اور جائز ہے فتوی دینا اور قرآن پڑھنا بلا رفع صوت کذا فی النہر لیکن ذکر کرنا افضل ہے قرآن کے پڑھنے سے اس واسطے کہ ابن ماجہ نے حدیث روایت کی ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ جو بیت اللہ کا سات بار طواف کرے اور سبحان اللہ اور الحمد للہ اور لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ کے سوا کوئی بات نہ کرے تو اس کے دس گناہ مٹائے جاتے ہیں اور دس درجے اس کے سبب سے بلند کیے جاتے ہیں کذا فی النہر ودنی مسک النووی الذکر الماثور افضل ومافی غیر الماثور فالقرآن افضل غیر راجح اور نووی شافعی کی منسک میں یوں ہے کہ ذکر منقول افضل ہے اور غیر منقول سے تو قرآن افضل ہے طواف میں تو اس کی تلاش کرنا چاہیے ابن ہمام محقق نے فتح القدیر میں کہا ہے کہ طواف میں تو مجرد ذکر اللہ معروف ہے اور مجھ کو کوئی حدیث ایسی معلوم نہیں جس میں قراۃ قرآن طواف میں مروی ہو ابن ماجہ کی حدیث مرفوع میں طواف کے اندر تسبیح اور تہلیل اور تحمید اور تکبیر اور حوقلہ مروی ہے واللہ اعلم ورمل ای مشی بسرعۃ مع تقارب الخطی وہو کیفیۃ فی الثلثۃ الاول استنانا فقط اور رمل کرے یعنی جلد چلے نزدیک نزدیک قدم رکھ کر اور دونوں مونڈوں کو ہلا کر جیسے جوانمرد پہلوان صف جنگ میں اکڑتے ہیں اس طرح اکڑنا فقط پہلے تین شوطوں میں مسنون ہے ہم کتب احادیث میں ثابت ہے کہ اکڑنے کا طواف میں یہ سبب ہوا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ اصحاب کے مدینہ سے عمرہ کرنے کو آئے تو مشرکین نے کہا کہ مدینہ کی تپ نے مسلمانوں کو توڑ دیا اور دبلا بے طاقت کر ڈالا حضرتؐ نے فرمایا مسلمانوں کو کہ اکڑ کے طواف کریں تاکہ کافروں پر رعب پڑے پھر جب مکہ فتح ہوا تو دسویں سال ہجرت کے حجۃ الوداع کے واسطے تشریف لائے اور بطور سابق رمل کیا نعمت الٰہی کے یاد کرنے کو کہ بعد خوف کے امن عطا کیا پھر ہمیشہ یہ عمل صحابہ اور تابعین میں جاری رہا صحیح بخاری میں عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ امیر المومنین عمر فاروقؓ نے کہا کہ ہم کو اس اکڑنے سے کیا حاصل یہ اکڑنا تو ہم نے مشرکوں کو دکھلایا تھا اور اب تو خدا نے ان کو ہلاک کر ڈالا پھر فرمایا کہ اس فعل کو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا سو ہم نہیں چاہتے ہیں کہ اس کو چھوڑیں اور ابوداؤد نے یوں روایت کی عمر فاروقؓ سے کہ یہ اکڑنا اور مونڈوں کا کھولنا کس واسطے ہے اور حالانکہ حق تعالی نے اسلام کو غالب کیا اور کفر کو مٹایا لیکن باوجود اس کے ہم نہ چھوڑیں گے اُس چیز کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم کرتے رہے فلو ترکہ او نسیہ وفی الثلثۃ لم یرمل فی الباقی اور اگر رمل کو شوطاول میں ترک کیا یا بھول گیا تو رمل نہ کرے مگر انھیں دونوں شوطوں میں جو اول کے بعد ہیں اور اگر تینوں شوط میں رمل کو ترک کیا یا بھول گیا تو باقی چار شوطوں میں رمل نہ کرے ہکذا فی الفتح والنہر والعالمگیریۃ عن البحر شارح کے کلام میں ظاہر اشرط اول کی جزا ساقط ہو گئی ہے یعنی حق عبارت تینوں کتابوں کے موافق یوں ہے فلو ترکہ او نسیہ فی الشوط الاول لم یرمل الا فی الشوطین بعدہ وفی الثلثۃ لم یرمل فی الباقی لہذا مترجم نے موافق کتب مذکورہ کے پوری عبارت کا ترجمہ کیا غالب ہے کہ یہ اسقاط کاتبوں کی جہت سے ہو مترجم نے دونسخوں میں اسی طرح پایا واللہ اعلم ولو زحمہ الناس وقف حتی یجد فرجۃ فیرمل بخلاف الاستلام لان لہ بدلا اور اگر ہجوم ہو رکنوں کا اور رمل کرنے کی جگہ نہ ملے تو ٹھہر جاوے یہاں تک کہ گنجائش پاوے پھر تب رمل کرے بخلاف استلام کے کہ اس کے واسطے بسبب ہجوم کے توقف کرنا نہ چاہیے اس واسطے کہ استلام کا بدل امر جو دہے یعنی استقبال اور رمل کے واسطے کوئی عوض نہیں من الحجر الی الحجر فی کل شوط رمل کرے حجر اسود سے حجر اسود تک تین بار ہر شوط میں وکلما مر بالحجر فعل ماذکر من الاستلام اور ہر شوط میں جب حجر اسود کے پاس ہو کر نکلے تو استلام کرے اور اگر وہاں تک بسبب ہجوم کے نہ جا سکے تو عصا یا تلوار اس میں لگا دے اور اس کو چومے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو بطور سابق استقبال کرے واستلم الرکن الیمانی ویہ مندوب لکن بلا تقبیل وقال محمد ہو سنۃ ویقبلہ ولدلائل یؤیدہ ویکرہ استلام غیرہما اور رکن یمانی کا استلام کرے اور یہ مستحب ہے امام اعظم کے نزدیک بلا تقبیل یعنی فقط اس پر ہاتھ رکھے لیکن اس کو نہ چومے اور محمدؒ نے کہا کہ رکن یمانی کا استلام مستحب نہیں بلکہ سنت ہے اور اس کو چومے بھی اور دلائل احادیث کی محمد کے قول کی تائید کرتے ہیں اور سوائے حجر اسود اور رکن یمانی کے استلام کرنا مکروہ ہے بسبب عدم ثبوت روایت کے چنانچہ صحیحین وغیرہما میں عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ میں نے نہیں دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ ہاتھ لگاتے ہوں بیت اللہ کو سوائے

Marfat.com

دو رکن یمانی کے کذانی البرہان اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم رکن یمانی کو چومتے تھے کذانی حاشیۃ الطحطاوی وختم الطواف باستلام الحجر استنانا ثم صلی شفعًا فی وقت مباح یجب بالجیم علی الصحیح لبعد کل اسبوع عند المقام حجارۃ ظرفیہا اشقدمی الخلیل اور تمام کرے طواف کو حجر اسود کے استلام پر بنا بر مسنون ہونے کے پھر مباح وقت میں دو رکعتیں نماز پڑھے جو واجب ہیں بنا بر قول صحیح کے ہر سات بار گھومنے کے بعد مقام ابراہیم کے پاس مقام ابراہیم ایک پتھر ہے جس میں ابراہیم علیہ السلام کے دونوں قدموں کے نقش ظاہر ہیں جب اسمٰعیل اور ہاجر کے دیکھنے کو تشریف لاتے تو سواری پر سے اترتے اور چڑھتے اسی پتھر پر قدم مبارک رکھتے تھے اور ایک روایت یہ ہے کہ جب بحکم الٰہی حج کے واسطے سب خلق کو پکارا تو اسی پتھر پر قدم رکھے ہوئے تھے کذانی الطحطاوی طبرانی اور ابن عساکر نے بریدہ سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدم کو حق تعالیٰ نے زمین پر اتارا تو آدم نے بیت اللہ کا سات بار طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی پھر دعا کی (اللھم انک تعلم سری وعلانیتی فاقبل معذرتی وتعلم حاجتی فاعطنی سوالی وتعلم ما عندی فاغفرلی) (اللھم انی اسالک ایمانا یباشر قلبی ویقینا صادقا حتی اعلم انہ لن یصیبنی الا ما کتبت علی ورضی بقضائک) تو حق تعالیٰ نے آدم پر وحی اتاری اور فرمایا اے آدم تو نے ایسی دعا مجھ سے مانگی کہ میں نے قبول کی اور تیرے گناہ بخشے اور تیرے غموم اور ہموم کو دفع کیا اور جو تیری اولاد سے یہ دعا کرے گا تو اس کے ساتھ بھی ایسا ہی کروں گا اور اس کی محتاجی کو دور کروں گا کذانی کنز العمال لعلی المتقی وفتح القدیر اور غیرہ من المسجد یا مقام ابراہیم کے سوا اور کہیں مسجد الحرام میں دوگانہ طواف کا پڑھے اگر وہاں جگہ نہ پاوے کذانی البرہان وہل تعیین المسجد قولان اور کیا اس نماز کے واسطے مسجد الحرام ہی متعین ہے اس میں دو قول ہیں طحطاوی نے کہا قول معتمد یہ ہے کہ تعیین مسجد الحرام کی فضیلت کے واسطے ہے ثم الترم الملتزم واشرب من ماء زمزم پھر بعد دوگانہ طواف کے ملتزم کو چمٹے اس طرح پر کہ اپنا سینہ اور پیٹ اور داہنا رخسارہ اس میں لگاوے اور دونوں ہاتھوں کو سر کے اوپر پکڑ کر کے دیوار میں چپٹا دے اور زمزم کا پانی پیے اور یہ دعا پڑھے اللھم[1] انی اسئلک رزقا واسعا وعلما نافعا وشفاء من کل داء) کذا فی فتح القدیر وعاد ان اراد السعی اور پھر آوے حجر اسود کی طرف اگر صفا اور مروہ کی سعی کا ارادہ ہو اور اگر سعی کا ارادہ نہ ہو تو بعد دوگانہ طواف کے حجر اسود کی طرف نہ آوے ثم طواف القدوم کے بعد سعی کرنا اس واسطے جائز ہوا کہ قربانی کے دن فرض اور ذبح اور رمی جمار کے اشتغال درپیش ہیں اور افضل یہ ہے کہ صفا اور مروہ کی سعی کو تاخیر کرے طواف فرض کے بعد ادا کرے اس واسطے کہ سعی واجب ہے تو بہتر یہ ہے کہ فرض کے تابع ہو کذانی النہر عن التحفہ واستلم الحجر وکبر وہلل وخرج من باب الصفا قائدا بالحجر اسود کا استلام کرے اور اللہ اکبر کہے اور کلمہ توحید پڑھے اور مستحب ہے کہ باب الصفا سے نکلے بایاں قدم آگے بڑھا کر اور یہ دعا پڑھے بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک وادخلنی فیہا واعذنی من الشیطان) کذا فی فتح القدیر فصعد الصفا بحیث یری الکعبۃ من الباب واستقبل البیت وکبر ہلل وصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بصوت مرتفع جایز پھر صفا پر اتنا چڑھے کہ باب الصفا سے کعبہ نظر آوے اور بیت اللہ کے سامنے ہو اور اتنا چڑھے کہ بیت اللہ نظر آیا پھر حق تعالیٰ کی توحید اور تکبیر کی اور یہ فرمایا (لا الٰہ الا اللہ[2] وحدہ لا شریک لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وہو علی کل شی قدیر لا الہ الا اللہ وحدہ انجز وعدہ ونصر عبدہ وہزم الاحزاب وحدہ) پھر اس کے درمیان میں دعا کی اور اسی طرح تین بار فرمایا ورفع یدیہ نحو السماء ودعا لنفسہ العبادۃ بما شاء لانہ لم یعین شیئا لانہ یذہب بہ القلب وان نیزک بالماء توضا اور دونوں ہاتھ اٹھاوے آسمان کی طرف ہتھیلیاں کر کے چنانچہ پنجگانہ نماز کے بعد معمول ہے اور چونکہ تمامی عبادت کا یہ وقت ہے تو جو چاہے سو مانگے اس واسطے کہ امام محمدؒ نے مناسک حج میں کوئی دعائے خاص معین نہیں کی اس لیے کہ معین

[1] الٰہی تو جانتا ہے میرے ظاہر اور باطن کو سو قبول کر میرے عذر کو اور تو جانتا ہے میری حاجت کو سو دے مجھ کو میری مانگ اور تو جانتا ہے جو میرے پاس ہے سو بخش دے مجھ کو میرے گناہ الٰہی میں سوال کرتا ہوں تجھ سے ایمان کے جانتا ہے میرے دل کے اور یقین سچا جس سے میں جانوں کہ جو کچھ نہیں پہنچے گا مگر جو تو نے مجھ پر لکھا اور سوال کرتا ہوں تجھ سے راضی ہونا تیرے حکم پر [2] الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں رزق فراخ اور علم مفید اور شفا ہر مرض سے [3] بسم اللہ اور سلام اوپر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے الٰہی بخش دے میرے گناہ اور کھول دے میرے لیے دروازے اپنی رحمت کے اور داخل کر مجھ کو ان میں اور پناہ دے مجھ کو شیطان سے [4] نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے اکیلا نہیں ہے اس کا کوئی شریک اسی کا ملک ہے اور اسی کی تعریف ہے زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ تنہا پورا کیا ہے اپنے بندہ کو اور عزت دی اپنے دین کو اور شکست دی لشکروں کو تنہا

Marfat.com

کرنا دعا کا رتت قلب کا مانع ہے دعا وہی بہتر ہے جو اپنے جوش دل سے ہو اور اگر ادعیہ ماثورہ سے برکت چاہے تو بھی خوب ہے بلکہ اکثر لوگوں کے حق میں ادعیہ منقولہ بہتر ہیں چنانچہ مترجم نے کچھ دعائیں ذکر کی ہیں اور کچھ آئندہ ذکر کرے گا مجدالدین فیروز آبادی نے سفرالسعادت میں نقل کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا پر یہ دعا کی (اللھم[1] انا نسئلک موجبات رحمتک وعزائم مغفرتک والغنیمۃ من کل بر والسلامۃ من کل اثم لاتدع لی ذنبا الا غفرتہ ولا ہما الا فرجتہ ولا کربا الا کشفتہ ولا حاجۃ الا قضیتہا) اور شیخ عبدالحق کی شرح سفرالسعادۃ میں موطا سے منقول ہے بروایت ابن عمر کہ صفا پر یہ دعا کرے (اللھم[2] انک قلت ادعونی استجب لکم وانک لاتخلف المیعاد وانا اسالک کما ہدیتنی للاسلام ان لاتنزعہ منی حتی تتوفانی وانا مسلم) ثم مشیٰ نحو المروۃ ساعیا بین المیلین الاخضرین المنحوتین فی جدار المسجد پھر صفا سے اترکے مروہ کی طرف چلے ان دونوں سبز مناروں کے درمیان جھپٹ کر جو مسجد الحرام کی پشت کی دیوار میں تراشے ہوئے ہیں تم جب صفا سے اترے تو یہ دعا پڑھے (اللھم[3] استعملنی بسنۃ نبیک وتوفنی علی ملتہ واعذنی من مضلات الفتن برحمتک یا ارحم الراحمین اور جب دو سبز میناروں میں سعی کرے تو یہ دعا پڑھے (رب[4] اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم انک انت الاعز الاکرم) یہ دعا عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے کذا فی الفتح اور سفرالسعادت میں دعائے مذکور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے بروایت صفیہ بنت شیبہ وصعد علیہا وفعل ما فعلہ علی الصفا یفعل ہکذا یبدأ بالصفا ویختم الشوط السابع بالمروۃ اور چڑھے مروہ پر اور اس پر وہ کرے جو صفا پر کر چکا اسی طرح سات بار کرے صفا سے شروع کرے اور ساتویں شوط کو مروہ پر ختم کرے یعنی صفا سے مروہ تک آنا یہ ایک شوط ہوا پھر مروہ سے صفا تک جانا یہ دوسرا شوط ہوا اسی طرح ساتواں شوط مروہ پر تمام ہوگا فلو بدا بالمروۃ لم یعتد بالاول ہوالاصح پھر اگر مروہ سے ابتدا کرے گا تو صفا تک شوط شوط اول میں نہ معتبر ہوگا یہی قول اصح ہے اس واسطے کہ حدیث قولی اور فعلی کے موافق ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدا صفا سے کی اور فرمایا کہ ابتدا کرو اس سے جس سے حق تعالیٰ نے ابتدا کی یعنی فرمایا ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ) کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وندب ختمہ برکعتین فی المسجد کختم الطواف اور مستحب ہے ختم کرنا سعی کا دو رکعتوں پر جن کو مسجد الحرام میں جاکر پڑھے مانند ختم طواف کے اس واسطے کہ مسند احمد میں حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد سعی کے دو رکعتیں مسجد الحرام میں جاکر پڑھیں سامنے حجر اسود کے اور ابن ماجہ اور حاکم نے بھی اس کو روایت کیا مطلب بن وداعہ سے کذا فی فتح القدیر ثم سکن بمکۃ محرما بالحج ولا یجوز فسخ الحج بالعمرۃ عندنا پھر ٹھہرا رہے مکہ معظمہ میں حج کا احرام باندھے ہوئے اور عمرہ کرکے حج کا احرام توڑنا ہمارے نزدیک یعنی حنفیوں کے جائز نہیں یعنی جب میقات سے حج کا احرام باندھا تو اب عمرہ کرکے احرام حج کا چھوڑنا درست نہیں اور وہ جو صحیحین میں حدیث ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اصحاب سے عمرہ کروا کر حج کو فسخ کروا دیا تھا تو یہ حکم فقط اصحاب ہی کو مخصوص تھا اس واسطے کہ صحیح مسلم میں ابو درداء سے حدیث مروی ہے کہ حج کو فسخ کرنا عمرہ سے یہ اصحاب کبار کو مخصوص تھا وطاف بالبیت نفلا ما شاء بلا رمل وسعی وہو افضل من الصلوۃ نافلۃ للآفاقی وقلبہ للمکی اور نفل طواف کیا کرے بیت اللہ کا جتنا چاہے بدون رمل اور سعی کے اور طواف کرنا افضل ہے نفل نماز پڑھنے سے مسافر کے حق میں اور اہل مکہ کے واسطے نماز افضل ہے طواف سے وفی البحر مبنی تقییدہ بزمن الموسم والا فالطواف افضل من الصلوۃ مطلقا اور بحر الرائق میں ہے کہ افضلیت صلوۃ میں موسم حج کی قید لگانا لائق ہے یعنی مکیوں کے واسطے ایام حج میں طواف سے نماز افضل ہے تاکہ بسبب ہجوم کے مسافر طواف سے نہ محروم رہیں اور بعد موسم حج کے تو طواف ہی افضل ہے نفل نماز سے ہر طرح طحاوی اور ابن حبان نے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیت اللہ

---

[1] الٰہی ہم سوال کرتے ہیں تجھ سے فضلیتیں کہ واجب کریں تیری رحمت کو اور وہ کام جو لازم کریں تیری بخشش کو اور غنیمت ہر نیکی سے اور سلامتی ہر گناہ سے نہ چھوڑ میرے لیے کوئی گناہ بجز اس کے کہ بخشے تو اس کو اور نہ کوئی غم بجز اس کے کہ دور کرے تو اس کو اور نہ کوئی حاجت بجز اس کے کہ پوری کرے تو اس کو [2] الٰہی تو نے فرمایا کہ مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا اور تو وعدہ خلاف نہیں کرتا اور میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ جیسے تو نے مجھ کو ہدایت کی اسلام کی دیے ہی اس کو مجھ سے مت چھین لینا یہاں تک کہ تو مجھ کو وفات دے حالانکہ میں مسلمان ہوں [3] الٰہی تو کام لے مجھ سے موافق طریق اپنے نبی کے اور موت دے مجھ کو اس کے مذہب پر اور پناہ دے مجھ کو گمراہ کرنے والے فتنوں سے اپنی رحمت سے اے زیادہ رحم کرنے والے سب رحیموں سے [4] اے پروردگار میرے بخش اور درگذر ان خطاؤں سے جن کو تو جانتا ہے بے شک تو زیادہ عزت والا اور زیادہ کرم والا ہے

Marfat.com

کا طواف نماز ہے مگر یہ کہ خدا نے طواف میں کلام کرنا حلال کر دیا ہے تو جو کہ کلام کرے تو سوائے خیر کے نہ بولے کذا فی المنح والبرہان اور ترمذی اور نسائی میں یوں مروی ہے کہ طواف مثل نماز کے ہے اور ابن ماجہ میں عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے بیت اللہ کا طواف کیا اور دو رکعتیں پڑھیں گویا اس نے ایک گردن کو آزاد کیا اور اسی کتاب میں ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رکن یمانی پر ستر فرشتے مقرر ہیں سو جو شخص کہ یہ دعا پڑھے (اللھم انی اسئلک العفو والعافیۃ فی الدنیا والآخرۃ ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار) تو وہ فرشتے آمین کہتے ہیں ترمذی میں عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بیت اللہ کا ۵۰ بار طواف کرے گا تو وہ اپنے گناہوں سے ایسا نکل جاوے گا جیسا اس دن بے گناہ تھا جب ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا کذا فی تبیین جامع الاصول وخطب الامام اولی خطب الحج الثلث سابع ذی الحجۃ بعد الزوال وبعد صلوۃ الظہر وکرہ قبلہ وعلم فیہا المناسک اور حج کے تین خطبوں میں سے پہلا خطبہ ساتویں تاریخ ذی الحج کے امام پڑھے دوپہر ڈھلے نماز ظہر کے بعد اور قبل نماز کے مکروہ ہے اور اس خطبہ میں حج کے احکام تعلیم کرے یعنی احرام باندھنا اور منی اور عرفات کا جانا اور وہاں کی نماز اور عرفات کا ٹھہرنا اور وہاں سے پھرنا لوگوں کو سکھاوے م حج کے تین خطبہ ہیں ایک ساتویں تاریخ مکہ میں اور دوسرا عرفات میں اور تیسرا گیارہویں کو منی میں اور سب خطبے بعد زوال اور بعد نماز ظہر کے پڑھے جاتے ہیں مگر عرفات کا خطبہ بعد زوال قبل نماز ظہر کے ہوتا ہے اور سب خطبوں میں اول تکبیر پھر تلبیہ پھر تحمید واجب ہے مانند خطبہ عیدین کے اور خطبہ جمعہ اور خطبہ استسقا اور خطبہ نکاح میں تحمید سے ابتدا کرنا لازم ہے کذا فی المنح والطحطاوی فاذا صلی بمکۃ الفجر یوم الترویۃ ثامن الشہر خرج الی منی قریۃ من الحرم علی فرسخ من مکۃ وبات بہا الی فجر عرفۃ پھر جب ذی الحج کی آٹھویں تاریخ فجر کی نماز مکہ میں پڑھ چکے تو منی کی طرف چلے اور عرفے کی فجر تک وہاں رہے آٹھویں تاریخ کو یوم الترویہ کہتے ہیں اور منی ایک گاؤں ہے حرم کی حد میں مکہ سے تین کوس م اقامت مکہ میں جمیع حالات میں لبیک کہتا رہے سوائے طواف کے اور منی کی طرف چلتے لبیک کہے اور یہ دعا کرے (اللھم ایاک ارجو وایاک ادعو وایاک ارغب اللھم بلغنی صالح عمل واصلح لی ذریتی) پھر جب منی میں داخل ہو تو یہ دعا پڑھے (اللھم ہذا منی وہذا ما دللتنا علیہ من المناسک فمن علینا بجوامع الخیرات وبما منت بہ علی ابراہیم خلیلک ومحمد حبیبک وبما منت بہ علی اہل طاعتک فانی عبدک وناصیتی بیدک جئت طالبا مرضاتک) اور منی میں مستحب یہ ہے کہ مسجد الخیف کے پاس اترے کذا فی فتح القدیر ثم بعد طلوع الشمس راح الی عرفات علی طریق ضب پھر آفتاب کے نکلنے کے بعد منیٰ سے عرفات کو جاوے ضب کی راہ پر کہ یہی سنت ہے اور عرفات کے چلنے کے وقت یہ دعا پڑھے (اللھم الیک توجہت وعلیک توکلت ووجہک اردت فاجعل ذنبی مغفورا وحجی مبرورا وارحمنی ولا تخیبنی واقف بعرفات حاجتی انک علی کل شئی قدیر) اور لبیک کہے اور کلمہ توحید پڑھے پھر جب عرفات کے قریب پر پہنچے اور جبل رحمت نظر آوے تو کہے (سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر) پھر لبیک کہتا رہے یہاں تک کہ عرفات میں داخل ہو کذا فی الفتح وعرفات کلہا موقف الا بطن عرنۃ بفتح الراء وضمہا وادٍ من الحرم عرفی مسجد عرفہ اور تمام عرفات ٹھہرنے کا مکان ہے مگر بطن عرنہ میں ٹھہرنا جائز نہیں عرنہ بضم اول وفتح ثانی اور ضمہ بھی اس کو جائز ہے نام جنگل ہے حرم میں مسجد عرفہ کی مغرب کی طرف اور عرفات حل میں ہے فبعد الزوال قبل صلوۃ الظہر خطب الامام فی المسجد خطبتین کالجمعۃ پھر دوپہر ڈھلنے کے بعد ظہر کی نماز سے پہلے امام مسجد

---

۱۲ الٰہی میں سوال کرتا ہوں درگذر اور بخشش کا دنیا و آخرت میں اے رب ہمارے دے ہم کو دنیا میں نیکی اور آخرت میں نیکی اور بچا ہم کو عذاب دوزخ سے ۱۲ ۲۲ الٰہی تجھ ہی سے توقع رکھتا ہوں اور تجھ ہی پر بھروسا کرتا ہوں اور تیری ہی طرف رغبت کرتا ہوں الٰہی تو پہنچا دے مجھ کو میرے نیک کام پر اور بہتری کر میری اولاد میں ۱۲ ۳۲ الٰہی یہ منا ہے اور یہ وہ ہے کہ تو نے ہم کو مناسک سے بتلایا ہے سو احسان کر ہم پر سب طرح کی خیرات کا اور اس چیز کا جو تو نے احسان کیا اس سے اپنے خلیل ابراہیم اور اپنے حبیب محمد پر اور اس چیز سے کہ تو نے احسان کیا اس سے اپنی اطاعت والوں پر کہ میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے اختیار میں ہوں تیرے سامنے آیا ہوں طالب تیری خوشنودی کا ۱۲ ۴۲ الٰہی میں نے تیرے ہی طرف توجہ کی اور تجھ ہی پر بھروسا کیا تیری رضا کو ارادہ کیا پس کر دے میرے گناہ کو بخشا ہوا اور میرے حج کو مقبول اور رحم کر مجھ پر اور مجھ کو نا امید مت کر اور عرفات میں میری حاجت کو پورا کر بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے ۱۲ ۵۲ میں پاکی سے یاد کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کو اور سب تعریفیں ہیں اللہ تعالیٰ کو کوئی معبود نہیں مگر اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ بزرگ تر ہے ۱۲

Marfat.com

ہیں دو خطبے پڑھے مانند جمعہ کے یعنی جیسے خطبۂ جمعہ ہیں درمیان دو خطبوں کے منبر پر بیٹھتا ہے ویسے ہی اس میں بھی بیٹھے اور جیسے جمعہ میں امام کے سامنے موذن اذان کہتا ہے ویسا ہی یہاں بھی اذان کہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وعلم فیہا المناسک بعد الخطبۃ صلی بہم الظہر والعصر باذان واقامتین وذرا شریۃ ولم یصل بینہما شیئا علی المذہب ولا بعد اداء العصر فی وقت الظہر اور امام اس خطبہ میں احکام حج کے تعلیم کرے یعنی وقوف عرفات اور مزدلفہ اور وہاں سے پھرنا اور رمی اور ذبح اور حلق اور طواف زیارت کرنا سکھا دے اور بعد خطبہ کے لوگوں کو ظہر اور عصر کی نماز پڑھا دے ایک اذان اور دو اقامت سے ایک اقامت ظہر کے واسطے اور دوسری عصر کے واسطے اس لیے کہ عصر خلاف عادت ظہر کے وقت پڑھی جاتی ہے تو اعلام اور اطلاع کرنا ضرور ہوا اور امام قرأت کو آہستہ پڑھے اور ظہر اور عصر کے درمیان میں کوئی نماز نہ پڑھے یہاں تک کہ سنت موکدہ بھی نہ پڑھے بنا بر مذہب صحیح کے اور نہ بعد ادا کرنے عصر کے کوئی نماز پڑھے ظہر کے وقت میں اس واسطے کہ نفل پڑھنا بعد عصر کے مکروہ ہے وشرط لصحۃ ہذا الجمع الامام الاعظم او نائبہ والاصلوا وحدانا والاحرام بالحج فیہما ای الصلوتین اور اس واسطے صحت اس جمع بین الصلوتین کے دو امر مشروط ہیں امام اعظم کے نزدیک ایک شرط یہ ہے کہ بادشاہ ہو یا اس کا نائب چنانچہ قاضی اور اگر بادشاہ یا اس کا نائب نہ ہو تو لوگ علیحدہ علیحدہ نماز پڑھیں بلا جماعت اور دوسری شرط یہ ہے کہ حج کا احرام ہو دونوں نمازوں میں تو اگر ظہر کی نماز عمرہ کے احرام سے پڑھے اور عصر کی حج کے احرام سے تو جمع بین الصلوتین جائز نہیں اس واسطے کہ دونوں نمازوں میں حج کا احرام شرط ہے اور اسی طرح اگر بدون احرام کے دونوں نمازوں کو جمع کرے گا تو بھی جائز نہیں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فلا یجوز العصر للمنفرد فی احدہما فلو صلی الظہر وحدہ لم یصل العصر مع الامام تو جائز نہیں عصر کی نماز ظہر کے وقت پڑھنا اس شخص کو جس نے ظہر یا عصر کی نماز تنہا پڑھی سو اگر اس نے ظہر کی نماز تنہا پڑھی تو امام کے ساتھ عصر نہ پڑھے بلکہ عصر کے وقت پڑھے ولا یجوز العصر لمن صلی الظہر بجماعۃ قبل احرام الحج ثم احرم الا فی وقتہ اور جس نے قبل احرام حج کے ظہر کی نماز جماعت سے پڑھی پھر اس نے حج کا احرام باندھا تو اس کو عصر کا پڑھنا جائز نہیں مگر عصر کے وقت میں نہ امام کے ساتھ ظہر کے وقت میں اس واسطے کہ شرط ثانی مفقود ہے وقالا لا یشترط لصحۃ العصر الا الاحرام وبہ قالت الثلثۃ وہو الاظہر شرنبلالیۃ عن البرہان اور صاحبین نے کہا کہ مشروط نہیں صحت عصر کے واسطے مگر احرام یعنی جمع بین الصلوتین کے واسطے فقط احرام حج کا فی ہے امام کا ہونا شرط نہیں اور یہی مذہب ہے تینوں اماموں کا اور یہی قول ظاہر تر ہے باعتبار دلیل کے کذا فی شرنبلالی عن البرہان میں کہا کہ یہ قول اس واسطے اظہر ہے کہ عرفات میں جمع بین الصلوتین اس واسطے ہے کہ امتداد وقوف عرفات غروب تک واجب ہے اور موقف کی زمین نہایت اونچی نیچی ہے صفوں کا وہاں برابر ہونا ممکن نہیں تو اگر عصر اپنے وقت پر ہوتی تو وہاں سے نکلنا پڑتا اور وقوف منقطع ہوتا اس ضرورت سے جمع بین الظہر والعصر جائز ہوا تو اس حاجت میں منفرد اور جس نے کہ امام کے ساتھ نماز پڑھی دونوں برابر ہیں ثم ذہب الی الموقف لغسل سن وقوف الامام علی ناقتہ بقرب جبل الرحمۃ عند الصخرات الکبار مستقبلا القبلۃ پھر نماز کے بعد جاوے طرف موقف کے یعنی ٹھہرنے کے مکان میں جاوے غسل کر کے کہ مسنون ہے اور امام وقوف کرے اپنے اونٹ پر سوار ہو کر جبل رحمت کے قریب بڑے بڑے کالے پتھروں کے پاس قبلہ رو ہو کر ہم یہیں کھڑا ہونا سنت ہے اور یہ جو عوام کی عادت ہے کہ پہاڑ پر چڑھ کر کھڑے ہوتے ہیں سو بے اصل ہے والقیام والنیۃ فیہ ای الوقوف لیست بشرط ولا واجب فلو کان جالسا جاز وجہ وذلک لان الشرط الکینونۃ فیہ فہو وقوف مجتاز وہارب وطالب غریم ونائم ومجنون وسکران اور کھڑا ہونا اور وہاں کے ٹھہرنے میں نیت وقوف کی کرنا نہ شرط ہے نہ واجب سو اگر موقف میں بیٹھا رہے گا حج اس کا جائز ہوگا اور یہ جواز اس واسطے ہے کہ وہاں کا ہونا شرط ہے حج کی کسی طرح سے ہو تو صحیح ہے وقوف راہ چلتے اور بھاگتے کا اور مدیوں کی تلاش کرنے والے کا اور دیوانے اور مست کا اور اسی طرح حائض اور جنب کا وقوف اور جس نے جمع بین الصلوتین نہیں کی اس کا وقوف بھی صحیح ہے کذا فی المنح ودعا جہرا بجہد وعلم المناسک ووقف الناس خلفہ بقربہ مستقبلین القبلۃ سامعین لقولہ حاضرین باکین اور آواز بلند کر کے دعا کرے نہایت اجتہاد اور کوشش سے اور امام مناسک کی تعلیم کرے اپنے اونٹ پر سے اور لوگ امام کے پیچھے ٹھہریں متصل اس کے رو بقبلہ ہو کر امام کے قول پر کان لگائے گڑگڑاتے روتے ہوئے ہم امام مالک نے موطا میں حدیث صحیح مرفوع نقل کی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افضل دعا یوم عرفہ کی دعا ہے اور جو افضل دعا کہ میں نے کی اور مجھ سے پہلے پیمبروں نے کی

Marfat.com

وُہ یہ ہے (لاالٰہ الااللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وہو حی لایموت بیدہ الخیر وہو علی کل شئی قدیر) توحید اور ثنا کو دعا فرمایا اس واسطے کہ کریم کی تعریف کرنا درحقیقت دعا ہے مثل مشہور ہے کہ فقیر کی صورت سوال ہے علی الخصوص جب تعریف بھی کرنے لگے اور امام احمد بن حنبل نے حدیث صحیح نقل کی عبداللہ بن عباس سے کہ فلانا شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوار تھا سو وہ شخص عورتوں کی طرف دیکھنے لگا تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے میرے بھتیجے اس دن میں جو اپنے کان اور آنکھ اور زبان کو محفوظ رکھے تو اس کی مغفرت ہوتی ہے اور بزاز وغیرہ نے عبداللہ بن عباس سے روایت کی کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ عرفہ کے دن دونوں ہاتھ پھیلا کے دعا کرتے تھے جیسے کھانا مانگنے والا محتاج ہاتھ پھیلا کر مانگتا ہے کذا فی فتح القدیر اور ثابت ہوا ہے کہ موقف میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی (اللھم لک الحمد کالذی نقول وخیرا مما نقول اللھم لک صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی والیک مآبی ولک رب تراثی اللھم انی اعوذ بک من عذاب القبر ووسوسۃ الصدر وشتات الامر اللھم انی اعوذ بک من شر ما تجئ بہ الریح اللھم انک تسمع کلامی وتری مکانی وتعلم سری وعلانیتی ولا یخفی علیک شئ من امری انا البائس الفقیر المستغیث المستجیر الوجل المشفق المقر المعترف بذنوبہ اسألک مسألۃ المساکین واتبتل الیک ابتہال المذنب الذلیل وادعوک دعاء الخائف الضریر من خضعت لک رقبتہ وفاضت لک عیناہ وذل جسدہ ورغم انفہ اللھم لا تجعلنی بدعائک شقیا وکن لی رؤفا رحیما یا خیر المسئولین ویا خیر المعطین) اخرجہ الطبرانی فی المعجم اور سنن بیہقی میں مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشتر میری دعا اور باقی پیغمبروں کی دعا عرفات میں یہ ہے (لاالٰہ الااللہ وحدہ لاشریک لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شئی قدیر اللھم اجعل فی قلبی نورا وفی سمعی نورا وفی بصری نورا اللھم اشرح لی صدری ویسر لی امری واعوذ بک من وساوس الصدر وشتات الامر وفتنۃ القبر اللھم انی اعوذ بک من شر ما یلج فی اللیل وشر ما یلج فی النہار وشر ما تہب بہ الریاح ومن شر بوائق الدہر کذا فی سفر السعادت للفیروزآبادی) اور اختیار شرح مختار میں ہے کہ روز عرفہ کی فضیلت اور مقبول ہونے دعا میں کثرت سے احادیث ثابت ہیں تو لائق یہ ہے کہ دعا میں بہت کوشش کرے اور جو دعا کہ یاد ہو کرے اور اگر حفظ پر قادر نہ ہو تو کاغذ میں لکھ کر پڑھے اور مستحب ہے کہ اس دن بعد نماز عصر کے سورۂ فاتحہ اور اخلاص دس بار پڑھ کر یہ دعا کرے (لاالٰہ الااللہ وحدہ لاشریک لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت بیدہ الخیر وہو علی کل شئی قدیر سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم یا رفیع الدرجات یا منزل البرکات یا فاطر

لہ اس کا ترجمہ پیشتر گذرا صرف اس میں وہو حی لایموت بیدہ الخیر زیادہ ہے یعنی وہ زندہ ہے کہ نہیں مرے گا اس کے ہاتھ ہے بہتری ۱۲ سہ الٰہی تیرے لیے تعریف ہے جیسی ہم کہتے ہیں اور بہتر اس سے کہ ہم کہتے ہیں تیرے لیے میری نماز ہے اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا اور تیری طرف ہے رجوع میری اور تیرے ہی لیے ہے سب میری میراث الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے اور سینہ کے وسوسے اور پراگندگی حال سے الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں برائی سے اس کی کہ آتی ہے اس کو ہوا الٰہی تو سنتا ہے میری گفتگو اور دیکھتا ہے میری جگہ کو اور جانتا ہے میرا حال اور ظاہر نہیں پوشیدہ ہے تجھ پر کوئی چیز میرے حال سے میں سخت ذلیل محتاج فریاد رس پناہ چاہنے والا خائف وترساں اقرار اعتراف کرنے والا ہوں اپنے گناہوں کا تجھ سے سوال کرتا ہوں مسکینوں کی طرح اور گڑگڑاتا ہوں گناہ گار ذلیل کے مانند اور تجھ سے مانگتا ہوں دعا خوف زدہ ضرر رسیدہ کا سا جس کی گردن تیرے لیے جھکی ہے اور جس کی آنکھیں تیرے لیے روتی ہیں اور جس کا جسم ذلیل ہے اور ناک خاک آلودہ ہے الٰہی مت کر مجھ کو اپنی پکار میں محروم اور مجھ پر مہربان اور رحم کرنے والے بہتر ان کے جن سے مانگا جاتا ہے اے بہتر دینے والوں کے ۱۲ سہ یا اللہ دے دل میں میرے روشنی اور میرے کان میں روشنی اور میری آنکھ میں روشنی یا اللہ کھول میرے لیے میرا سینہ اور آسان کر میرے لیے میرا کام اور پناہ مانگتا ہوں تیری سینہ کے وسوسوں اور حال کی پراگندگی اور قبر کے فتنہ سے یا اللہ میں تیری پناہ پکڑتا ہوں برائی سے اس چیز کی جو داخل ہوتی ہے رات میں اور برائی سے اس چیز کی جو داخل ہوتی ہے دن میں اور برائی سے اس کی کہ چلا دیں اس کو ہوائیں یعنی شیاطین وغیرہ اور برائی سے زمانہ کے حوادث کی ۱۲ سہ اوپر کے کلمات کا ترجمہ اوپر گذر چکا ہے باقی لکھا جاتا ہے نہیں طاقت ہے طاعت کی اللہ کے نہیں حفاظت ہے گناہ سے بچنے کی مگر اللہ کی مدد سے جو بزرگ ہے عقل والا ہے درجوں کے بلند کرنے والے زمینوں اور آسمانوں کے گونجتی ہیں تیسے یہ آوازیں طرح طرح کی زبانوں سے تجھ سے وہ اپنی مرادیں مانگتے ہیں اور تیری حاجت روا ہے کوئی پوشیدہ تجھ پر رحم کرے تنگی کے گھڑیوں میں جب کہ دنیا والے بھول جائیں میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو قبول کرے مجھ سے اس کام میں کہ تو نے مجھ پر فرض کیا اور میری مدد کر اپنی طاعت پر ادا پانے حق کے ادا کرنے پر اور ان افعال بد کے چھوڑنے پر جن کو تو نے اپنے خلیل ابراہیم اور اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھلایا الٰہی تیرے سامنے ہے گڑگڑانے والے کے یہ مقبولیت ہے اور یہ مسکین کے یہ تیرے پاس عاجزی ہے اور میں تیرے سامنے گڑگڑاتا ہوں اور تیرے پاس مسکین ہو کر آتا ہوں سو تو میری حاجت روائی کر اور میرے گناہ بخش دے اور مجھ کو ان میں مت کر جو تیرے پاس آن کر محروم ہوں گے، تو نے کہا ہے اور بے شک تو وعدے کے خلاف نہیں کرتا مجھ پکار دے میں تمہاری دعا قبول کرونگا اور تحقیق میں پکارتا ہوں تجھے گڑگڑانے والا سائل ہو کر پس میری دعا قبول فرما اور مجھے آگ سے بچا اور مجھے بخش اور میرے ماں باپ اور سب

Marfat.com

الارضین والسموات ضجت لک الاصوات بصنوف اللغات تسألک الحاجات وحاجتی ان ترحمنی فی دار البلی اذا نسینا اہل الدنیا اسألک ان توفقنی لما افترضت تعیننی علی طاعتک واداء حقک وقضاء مناسکک التی ارتہا ابراہیم خلیلک ودللت محمداً حبیبک اللہم لکل متضرع الیک اجابۃ ولکل مسکین لدیک راحۃ وقد جئتک وتضرعا الیک مسکینا لدیک فانقض حاجتی واغفر لی ذنبی ولا تجعلنی من اخیب عندک قد قلت وانک لا تخلف المیعاد وعونی استجب لکم وقد دعوتک متضرعا سائلا فاجب دعائی واعتقنی من النار واغفر لی ولوالدی ولجمیع المومنین والمومنات برحمتک یا ارحم الراحمین الغرض اس دن اور اس مکان مقدس میں کریم مطلق کی رحمت اور مغفرت کا جوش ہے صدق دل سے جو یہاں مانگے سو پاوے قسمت والوں کو یہ دولت نصیب ہوتی ہے الٰہی اس عاجز مسکین کو بھی اپنے در دولت پر کمال ذوق اور شوق سے حاضر کر اور اپنے کرم سے حج مبرور عنایت فرما آمین وہو من مواضع الاجابۃ وہی بمکۃ خمسۃ عشر نظمہا صاحب النہر فقال ؎ دعاء البرایا یستجاب بکعبۃ ٭ وملتزم والمتقین کذا الحجر ٭ طواف وسعی مروتین فزمزم ٭ مقام ومیزاب جمار ک تعتبر ٭ اور موقف عرفات ان مکانات سے ہے جہاں دعا قبول ہوتی ہے اور مواضع اجابت دعا کے مکہ معظمہ میں پندرہ ہیں جن کو نہر الفائق کے مصنف نے دو بیتوں میں نظم کیا ہے سو یوں کہا ہے کہ دعا خلق کی مقبول ہوتی ہے کعبہ[1] میں یعنی بیت اللہ کے اندر اور ملتزم[2] میں اور موقف[3] عرفات میں اور موقف[4] مزدلفہ میں اور حجر اسود[5] کے پاس اور طواف[6] میں اور سعی[7] کرنے میں اور صفا[8] اور مروہ[9] پر اور زمزم[10] کے پاس اور مقام[11] ابراہیم کے پیچھے اور میزاب[12] یعنی کعبہ کے پرنالہ کے نیچے اور تینوں جمار کے پاس ہم صاحب نہر الفائق نے نظم میں یہ نہیں مذکور کیا کہ ان مواضع میں کون سے وقت دعا مقبول ہوتی ہے لیکن حاشیہ دلائل الاسرار میں مناسک حسن نقاش سے ساعات مذکورہ کی یوں تصریح ہے کہ بیت اللہ کے اندر عصر کے وقت دونوں ستون کے آگے دعا مقبول ہوتی ہے اور ملتزم میں آدھی رات کو اور موقف عرفات میں آفتاب غروب ہونے کے وقت اور موقف مزدلفہ میں آفتاب طلوع ہونے کے وقت اور طواف میں ہر وقت بلا قید دعا قبول ہوتی ہے اور سعی میں اور صفا اور مروہ پر عصر کے وقت اور زمزم کے پاس آفتاب ڈوبنے کے وقت اور مقام ابراہیم کے پیچھے اور میزاب رحمت کے نیچے سحر کے وقت اور جمار کے پاس طلوع آفتاب کے وقت دعا مقبول ہے اور اجابت ان مکانات کی حسن بصری کے اس مکتوب سے ثابت ہے جو اہل مکہ کو لکھ بھیجا تھا کذا فی المنح زاد فی اللباب وعند رویۃ الکعبۃ وعند السدرۃ والرکن الیمانی وفی الجحدنی منی فی نصف لیلۃ البدر اور طرابلسی نے باب المناسک میں چھ مواضع اجابت کے اور زیادہ بیان کیے ہیں یعنی کعبہ نظر آنے کے وقت اور بیری کے درخت کے پاس اور رکن یمانی کے پاس اور حطیم میں اور منی میں اور ذی الحجہ کی چودھویں رات کے نصف میں کے اندر طحطاوی نے کہا کہ میں نے کسی کتاب میں اس درخت کا محل نہیں دیکھا کہ وہ کس مقام پر ہے واذا غربت الشمس الی علی طریق المأزمین مزدلفۃ وحدہا من مازمی عرفۃ الی مازمی محسر اور جب عرفات میں آفتاب غروب ہو تو وہاں سے مزدلفہ میں آوے مازمین کی راہ سے اور مزدلفہ کی حد عرفات کی مازمین سے ہے محسر کی مازمین تک م مازمین بصیغہ تثنیہ تنگ راہ ہے مزدلفہ اور عرفات کے درمیان میں اور دوسرا مازمین اور مکہ کے درمیان میں ہے کذا فی القاموس اور حاشیہ دلائل الاسرار میں احکام ماوردی سے منقول ہے کہ مازمین ایک پہاڑ ہے عرفات اور مزدلفہ کے درمیان بالجملہ سنت یہ ہے کہ منی سے عرفات کو ضب کی راہ سے جاوے اور عرفات سے مزدلفہ کو مازمین کی راہ سے آوے ویستحب ان یاتیہا ماشیا وان یکبر ویہلل ویحمد ویلبی ساعۃ فساعۃ اور مستحب یہ ہے کہ مزدلفہ میں پیدل آوے اور تکبیر اور تہلیل اور تحمید اور لبیک کہتا رہے دمبدم اور اختیار شرح مختار میں ہے کہ اس راہ میں کثرت استغفار کی لائق ہے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا (ثم افیضوا من حیث افاض الناس واستغفروا اللہ ان اللہ غفور الرحیم) یعنی رجوع کرو جہاں سے لوگ رجوع کرتے ہیں اور مغفرت مانگو اللہ سے البتہ اللہ غفور اور رحیم ہے والمزدلفۃ کلہا موقف الا وادی محسر وہو واد بین منی ومزدلفۃ فلو وقف بہ او بطن عرنۃ لم یجز علی المشہور اور مزدلفہ تمام ٹھہرنے کا مقام ہے سوائے محسر کے اور محسر ایک نالہ ہے منی اور مزدلفہ کے درمیان میں سو اگر کوئی محسر یا بطن عرنہ میں ٹھہرے گا تو جائز نہ ہوگا بقول مشہور رم صحیح بخاری وغیرہ کتب حدیث میں مصرح ہے کہ عرفات میں بطن عرنہ سے اور مزدلفہ میں محسر سے منع فرمایا کہ وہاں کوئی نہ ٹھہرے محسر بضم میم وتشدید حاء مکسور اس وادی کا نام ہے جہاں اصحاب الفیل غارت ہوئے محسر کے معنی تھکا دینے والا اور عاجز کر دینے والا چونکہ اصحاب الفیل وہاں عاجز ہوئے لہذا اس کا نام محسر ہوا کذا فی الطحطاوی ونزل عند جبل قزح بضم فتح تعرف

Marfat.com

للعاینہ والعدل من قارح بمعنی مرتفع اور قزح کے پہاڑ پاس آئے قزح بضم اول و فتح ثانی لفظ غیر منصرف ہے بسبب علمیت اور عدل کے یعنی معدول ہے قارح سے جس کے معنی اونچا والاصح انہ المشعر الحرام وعلیہ منعقدۃ قیل کانون آدم اور قول صحیح تر یہ ہے کہ مشعر الحرام ہی جبل قزح ہے کذا فی الکشاف اور اس پہاڑ پر آگ جلنے کا ایک مکان ہے بعضوں نے کہا کہ وہ آدم علیہ السلام کی بھٹی ہے م قرآن مجید میں فرمایا کہ جب تم عرفات سے رجوع کرو تو مشعر الحرام کے پاس حق تعالیٰ کو یاد کرو لہذا شارح نے تصریح کر دی کہ مشعر الحرام سے مراد قزح کا پہاڑ ہے **صلی العشا بمن باذان واقامۃ** لان العشاء فی وقتہا فلم یحتج الی الاعلام کما لا احتیاج ہنا للامام اور مغرب اور عشا کی وہاں نماز پڑھے ایک اذان اور ایک اقامت سے اس واسطے کہ عشا کی نماز اپنے وقت پر ہے تو اعلام کی حاجت نہیں چنانچہ یہاں جمع بین الصلوتین میں امام کی حاجت نہیں م یہاں سوال وارد ہوتا ہے کہ یہاں جمع بین الصلوتین میں کیوں دو بار اقامت نہ ہوئی جیسے کہ عرفات کی جمع بین الصلوتین میں ہوئی تھی شارح نے جواب دیا کہ یہاں دوسری نماز یعنی عشاء اپنے اصلی وقت پر ہے اور لوگ سب مجتمع ہیں تو اعلام کی کچھ حاجت نہیں کہ دوسری بار اقامت ہو بخلاف عرفات کے کہ وہاں دوسری نماز اپنے وقت پر نہیں لہذا اعلام کی حاجت ہے اور امام اعظم کے نزدیک اس جمع بین الصلوتین میں امام اور جماعت مشروط نہیں جیسے عرفات میں مشروط ہے حالانکہ احادیث سے دونوں میں جماعت ثابت ہے اس واسطے کہ مغرب یہاں اپنے وقت سے متاخر ہے اور نماز کو پڑھنا وقت گذرنے کے بعد امر معقول ہے بخلاف عرفات کے کہ وہاں عصر اپنے وقت سے متقدم ہے اور تقدم نماز کی اپنے وقت پر مخالف قیاس ہے ہر طرح سے لہذا اس میں مورد کی جمیع شروط واردہ واجب الرعایت ہیں کذا فی دلائل الاسرار عن ابن مالک اور دونوں نمازوں کے بیچ میں سنت اور نفل نہ پڑھے بلکہ مغرب اور عشا کی سنت کو اور وتر کو بعد مغرب اور عشا پڑھے کذا فی المنسک المتوسط للملا رحمہ اللہ **ولو صلی المغرب** او العشاء **فی الطریق اوفی عرفات اعادہ** لحدیث الصلوٰۃ امامک اور اگر مغرب کی نماز یا عشاء کی نماز راہ میں یا عرفات میں پڑھے تو مزدلفہ میں دوسری بار پڑھے بدلیل اس حدیث کے کہ نماز تیرے آگے ہے م صحیحین میں اسامہ بن زید سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب عرفات سے روانہ ہوئے تو راہ میں اترے اور پیشاب کیا پھر نا تمام وضو کیا سو میں نے عرض کیا کہ نماز پڑھیے فرمایا نماز تیرے آگے ہے پھر حضرتؐ سوار ہوئے تو جب مزدلفہ میں آئے تو پورا وضو کیا پھر مغرب کی نماز اور عشا کی نماز پڑھی تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بجز مزدلفہ کے عرفات اور راہ میں نماز جائز نہیں تو واجب الاعادہ ہوگی **فوقتا بالزمان والمکان والوقت فالزمان لیلۃ النحر والمکان مزدلفۃ والوقت وقت العشاء** حتی لو وصل مزدلفۃ قبل العشاء ولم یصل المغرب حتی یدخل وقت العشاء **فتقطع** لغرا من وجوہ تو بمقتضائے حدیث مذکور کے نماز مغرب کی تاخیر کے واسطے ہم نے زمان اور مکان اور وقت کو مقرر اور معین[1] کر لیا سو زمانہ تو یوم النحر کی رات ہے اور مکان خاص مزدلفہ ہے اور وقت مخصوص عشاء کا وقت ہے یعنی مغرب کی نماز کو موخر کرنا مزدلفہ میں لیلۃ النحر عشاء کے وقت مخصوص ہے یہاں تک کہ اگر کوئی مزدلفہ میں پہنچے قبل عشا کے تو مغرب کی نماز نہ پڑھے یہاں تک کہ عشاء کا وقت آوے تو یہ مسئلہ چیستان اور پہیلی کے لائق ہے چند وجوہ سے یعنی یہاں ایسے سوال متصور ہیں جن کے جواب میں فقیہ کو حیرانی ہو چنانچہ مترجم چند سوال اور جواب کے مذکور کرتا ہے طحطاوی سے نقل کر کے **سوال** کون فرض نماز ہے جس میں نہ اذان ہو نہ اقامت **جواب** عشاء کی نماز ہے مزدلفہ میں بشرطیکہ مغرب اور عشا میں فاصلہ نہ ہو **سوال** کون نماز ہے جو بے وقت پڑھی جاوے اور قضا نہ ہو بلکہ ادا ہو **جواب** مزدلفہ کی مغرب ہے **سوال** کون نماز ہے جو اپنے وقت پر پڑھی جاوے اور واجب الاعادہ ہو **جواب** مزدلفہ کی مغرب ہے اور اسی طرح عشا کی نماز جب کہ راہ یا عرفات میں پڑھی جاوے **سوال** کون عشا ہے جس کو صاحب ترتیب قبل مغرب کے پڑھے اور صحیح ہو **جواب** مزدلفہ کی عشا ہے جو اپنے وقت پر پڑھی گئی پھر صبح صادق ہو گئی **سوال** کون نماز ہے جس کا پڑھنا ایک خاص مکان میں واجب ہے **جواب** مزدلفہ کی مغرب اور عشا ہے **مالم یطلع الفجر فیعود الی الجواز وہذا اذا لم یخف طلوع الفجر فی الطریق فان خافہ صلاہما راہ** کی نماز کا اعادہ اس وقت تک ہے جب تک صبح صادق نمود نہیں ہوئی اور بعد صبح کے وہ نماز جائز ہو جاوے گی خواہ مغرب ہو خواہ عشا اس واسطے کہ اعادہ واسطے جمع بین الصلوتین کے تھا عشا کے وقت میں سو اب باقی نہ رہا اور یہ یعنی مغرب اور عشا کا راہ میں نہ پڑھنا

[1] مناسب یہ تھا کہ مترجم اول ترجمہ یوں کرتا کہ نماز مغرب اور عشا کی معین ہو گئی زمان اور مکان اور وقت کے اعتبار سے یعنی توقتا بصیغہ متکلم کسی نسخہ میں ہے اور نہ باب تفعل متعدی مستعمل لہذا بصیغہ تثنیہ مؤنث

Marfat.com

اس وقت تک ہے جب تک طلوع فجر کا خوف نہ ہو راہ میں سو اگر خوف ہو طلوع کا تو دونوں نماز کو راہ میں پڑھ اس واسطے کہ اگر راہ میں نہ پڑھے گا تو قضا ہو جاویں گی کذا فی منح الغفار **ولو صلی العشاء قبل المغرب بمزدلفۃ صلی المغرب ثم اعاد العشاء فان لم یعد ہا حتی ظہر الفجر عاد العشاء الی الجواز** اور اگر عشا کی نماز اپنے وقت پر پڑھی قبل مغرب کی نماز کے مزدلفہ میں تو پھر مغرب پڑھے اور عشاء کا اعادہ کرے سو اگر عشاء کا اعادہ نہ کیا یہاں تک کہ فجر ظاہر ہو گئی تو وہ عشا اب جائز ہو جاوے گی چنانچہ امام اعظم کے نزدیک ایک شخص نے ظہر کی نماز ترک کی پھر اس کے بعد پانچ وقت کی نماز پڑھی حالانکہ ظہر متروک اس کو یاد ہے تو پانچوں نمازیں جائز نہیں پھر اگر اس نے چھٹی نماز پڑھی تو اب سب نمازیں صحیح ہو گئیں کذا فی المنح عن البحر عن الظہیریہ **ویندب المغرب اداء ویترک سنتہا** اور مزدلفہ میں عشا کے وقت اولئے مغرب کی نیت کرے نہ قضا کی اور مغرب کی سنتوں کو ترک کرے بنا بر قول صحیح کے کذا فی الطحطاوی **ویحیی فیہا ما شرع من لیلۃ القدر** کما افتی بہ صاحب النہر وغیرہ اور یوم النحر کی رات کو بیدار رہے اس واسطے کہ وہ رات لیلۃ القدر سے شریف تر ہے چنانچہ صاحب نہر وغیرہ نے اس کا فتوی دیا ہے **ہم** نہر الفائق کا یہ مضمون ہے کہ کسی نے سوال کیا کہ لیلۃ النحر لیلۃ الجمعہ سے اشرف ہے یا نہیں اور میرا میلان خاطر اسی طرف تھا پھر میں نے جوہرہ میں دیکھا کہ لیلۃ النحر سارے سال کی راتوں سے افضل ہے طحطاوی نے کہا اس قدر کلام سے فتوی ثابت نہیں ہوتا بالجملہ یہ شب شرف مکانی اور زمانی کی جامع ہے تو مناسب ہے کہ نماز اور تلاوت قرآن اور تضرع میں بسر کرے اور فضیلت لیلۃ النحر کی فقط مزدلفہ میں منحصر نہیں بلکہ اشرفیت اس کی اس وجہ سے ہے کہ اس کی عبادت کا ثواب لیلۃ القدر سے زیادہ ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وجزم شرح النجاری سیما القسطلانی بان عشر ذی الحجۃ افضل من العشر الاخیر من رمضان اور یقین کیا ہے صحیح بخاری کے شارحوں نے خصوصا قسطلانی نے اس پر کہ دس روز ذی الحجہ کے افضل ہیں رمضان کے عشرہ اخیر سے **ہم** صحیح بخاری وغیرہ میں عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی دن ایسا نہیں جس میں عمل صالح خدا کے نزدیک محبوب تر ہوں ان دنوں سے یعنی عشرہ ذی الحج سے اور طبرانی میں یوں ہے کہ ان دنوں میں عمل کرنا خدا کے نزدیک عظیم تر اور محبوب تر ہے سو ان دنوں میں تسبیح اور تہلیل اور تحمید اور تکبیر کثرت سے کیا کرو کذا فی الترغیب والترہیب لابن حجر **وصلی الفجر بغلس لاجل الوقوف** اور فجر کی نماز پڑھے اندھیرے میں یعنی بعد طلوع صبح صادق کے اول وقت نماز پڑھے واسطے وقوف مزدلفہ کے **ثم وقف بمزدلفۃ وقتہ من طلوع الفجر الی طلوع الشمس ولو مارا کما فی عرفۃ لکن لو ترکہ لعذر کزحمۃ لاشیٔ علیہ** پھر وقوف کرے مزدلفہ میں اور مزدلفہ کے ٹھہرنے کا وقت طلوع صبح صادق سے ہے طلوع آفتاب تک اگرچہ وہاں گذران چلا جاوے مانند عرفات کے لیکن اگر وقوف مزدلفہ کا بسبب عذر کے ترک کرے جیسے کہ ہجوم کے سبب سے تو اس پر کوئی چیز لازم نہیں **وکبر وہلل ولبی وصلی علی المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ودعا** اور وہاں حالت وقوف میں تکبیر اور تہلیل کرے اور لبیک کہے اور مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتا رہے اور دعا کرے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر ہم یہی سنت ہے چنانچہ حدیث جابر میں مصرح ہے اور اختیار شرح مختار میں ہے کہ یوں دعا کرے **اللہم** انت خیر مطلوب وخیر مرغوب الیہ الہی بکل وفد جائزۃ وقری فاجعل جائزتی وقری فی ہذا المقام ان تقبل توبتی وتجاوز عن خطیئتی تجمع علی الہدی امری وتجعل الیقین من الدنیا ہمی اللہم ارحمنی واجرنی من النار واوسع علی الرزق الحلال اللہم لاتجعلہ آخر العہد بہذا الموقف وارزقنی ابدا ما احییتنی برحمتک یا ارحم الراحمین **واذا اسفر جدا اتی منی مہللا مصلیا فاذا بلغ بطن محسر اسرع قدر رمیۃ بحجر** لانہ موقف النصاری اور جب خوب روز روشن ہو جاوے تو منی کی طرف چلے تہلیل کرتا اور درود پڑھتا اور اسفار کی یہ حد ہے کہ جب طلوع شمس تک دو رکعت پڑھنے کی مقدار باقی رہے کذا فی المنح عن المحیط والظہیریہ پھر جب محسر کے اندر پہنچے تو شتاب چلے بمقدار پھینک مارنے تیر کے اس واسطے کہ موقف نصاری ہے یعنی اصحاب الفیل کی ہلاکی کا مقام ہے غضب الٰہی وہاں نازل ہوا تھا تو وہاں سے بھاگنا چاہیے اگر پیدل ہو تو خود شتابی کرے اور اگر سوار ہو تو مرکب کو تیز کرے یہی مسنون ہے طحطاوی نے کہا کہ مسافت وادی محسر کی ۵۴۵ ہاتھ ہے اور یہ جو شارح نے سرعت کی مقدار بیان کی سو تحدید نہیں بلکہ تقریب ہے

لہ اور تیسرا مطلوب ہے اور بہتر ان میں کا جس کی طرف رغبت ہو الٰہی ہر آنے والے کے لیے ایک صلہ اور ایک عطا ہے سو اگر میرا انعام اور دولت اس مقام میں کر قبول کر تو میری دعا اور روگذر کر میری خطا سے اور جمع کر تو ہاں پر میرے سب کاموں کو اور کر تو یقین کو دنیا سے میری ہمت الٰہی مجھ کو رحم کر اپنی پناہ دے مجھ کو آگ سے اور زیادہ کر مجھ پر روزی حلال الٰہی دن کر اس ٹھہرنے کو اس جگہ میں آخر دورہ اور ٹھہرا ہمیشہ نصیب کر جب تک

Marfat.com

ورمی جمرۃ العقبۃ من بطن الوادی دیکرہ ترمیہا من فوق سبعا خذفا بمجتمعین ای برؤس الاصابع جب منیٰ میں آوے تو جمرۃ العقبۃ کو نالے کے اندر سے سات کنکریاں انگلیوں کے سرے سے مارے اور نالے کے اوپر سے مارنا مکروہ تنزیہی ہے کہ خلاف سنت ہے م جمرہ مفرد ہے اور جمع اس کی جمار ہے اور جمار چھوٹی چھوٹی پتھریوں کو کہتے ہیں اور منیٰ میں جمار ان تین مکانوں کا نام ہے جن پر کنکریاں اور پتھریاں پھینکتے ہیں ایک کو جمرہ اولیٰ کہتے ہیں جو مسجد الخیف کے پاس ہے اور اور دوسرا جمرہ وسطیٰ اور تیسرا جمرۃ العقبہ اور خذف بخاء معجمہ وذال منقوطہ ٹھیکرے وغیرہ کے پھینکنے کو کہتے ہیں کلہ کی دونوں انگلیوں سے کذانی القاموس اور مغرب میں کہا کہ خذف یہ ہے کہ ابہام کے سرے کو سبابہ کے سرے پر رکھ کر مارے اور ولوالجی نے قول ثانی کی تصحیح کی ہے اس واسطے کہ اس طریق میں شیطان کی زیادہ تر اہانت ہے اور اس طرح پھینکنا اور مارنا سنت کا بیان ہے ورنہ جس طرح سے ماریگا جائز ہے کذانی المنح صحیح ابن خزیمہ میں عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ابراہیم خلیل اللہ مناسک کے ادا کرنے کو آئے تو شیطان سامنے آیا جمرۃ العقبۃ کے پاس حضرت خلیل نے اس کو سات کنکریاں ماریں یہاں تک کہ زمین کے اندر دھس گیا پھر جمرۃ ثانیہ کے پاس سامنے آیا پھر حضرت نے اس کو سات کنکریاں ماریں یہاں تک کہ وہ زمین میں گھس گیا جمرہ ثالثہ کے پاس سامنے آیا پھر حضرت نے اس کو سات کنکریاں ماریں یہاں تک کہ وہ زمین کے اندر دھس گیا ابن عباس نے کہا تم شیطان کو مارتے ہو اور اپنے باپ ابراہیم کے دین پر چلتے ہو کذانی الترغیب والترہیب لابن حجر ویکون بینہما خمسۃ اذرع اور مارنے والے اور جمرہ میں پانچ ہاتھ کا فاصلہ ہو کذانی الہدایہ اور بحر الرائق میں ظہیریہ سے منقول ہے کہ اتنا فاصلہ ہونا واجب ہے کذانی المنح ولو وقعت علی ظہر جمل او جمل ان وقعت بنفسہا بقرب الجمرۃ جاز والا لا ثلثۃ اذرع بعید وما دونہ قریب جو پتھر اور اگر ایک شخص نے کنکری ماری اور کسی مرد یا اونٹ کی پیٹھ پر گری تو اگر وہ خود گر پڑے جمرہ کے نزدیک تو جائز ہے اور اگر اس کے قریب نہیں گری تو جائز نہیں یعنی اس کو حساب میں نہ لاوے دوسری مارے اور جمرہ سے تین ہاتھ پر گرنا بعید میں داخل ہے اور اس سے کم تر میں گرنا قریب میں داخل ہے کذانی الجوہرۃ وبکل حصاۃ ای مع کل منہا اور اللہ اکبر کہے ہر کنکری کے ساتھ اور اختیار شرح مختار میں ہے کہ مارنے کے وقت یوں کہے (بسم اللہ واللہ اکبر رغما للشیطان وحزبہ) فتح القدیر میں ہے کہ یہ حسن بن زیاد کی روایت ہے وقطع التلبیۃ بأولہا لبیک کہنا موقوف کرے پہلی کنکری کے ساتھ اس واسطے کہ صحیحین کی حدیث میں ثابت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ لبیک کہتے رہے یہاں تک کہ جمرۃ العقبۃ کی رمی کی اور قطع تلبیہ میں مفرد اور متمتع اور قارن سب برابر ہیں فلو رمی باکثر منہا ای السبع جاز لا لو رمی بالاقل فالتقیید بالسبع لمنع النقصان لا الزیادۃ سو اگر سات کنکریوں سے زیادہ مارے تو جائز ہے اور اگر سات سے کم مارے گا تو جائز نہیں سات کی قید لگانا کمی کے منع کرنے کے واسطے ہے نہ زیادتی کے روکنے کو وجاز الرمی بکل ما کان من جنس الارض کالحجر والمدر والطین والمغرۃ وکل ما یجوز التیمم بہ ولو کفا من تراب فیقوم مقام حصاۃ واحدۃ اور جائز ہے مارنا ہر ایک اس چیز سے جو زمین کی جنس سے ہے جیسے پتھر اور ڈھیلا اور مٹی اور گیرو اور اسی طرح چونہ اور ہڑتال اور نمک سنگ اور جس چیز سے کہ تیمم کرنا درست ہے اگرچہ مٹھی بھر خاک ہو کہ ایک کنکری کے قائم مقام ہے لا یجوز بخشب وعنبر ولؤلؤ وکبار وجواہر لانہ اسراف لا اہانۃ وقیل یجوز جائز نہیں مارنا جمرات کا لکڑی اور عنبر اور بڑے موتیوں اور جواہرات سے اس واسطے کہ موتی اور جواہرات سے مارنے میں عزت دینا ہے نہ ذلیل کرنا اور حالانکہ مارنے سے یہاں شیطان رجیم کی تذلیل مقصود ہے کذانی مناسک الطرابلسی اور قول ضعیف یہ ہے کہ جواہرات سے مارنا جائز ہے مناسک طرابلسی میں ہے کہ یاقوت سے مارنا جائز ہے کذانی المنح وذہب وفضۃ لانہ یسمی نثارا لا رمیا ولعبرۃ لانہ لیس من جنس الارض ومانی فروق الاشباہ من جوازہ بالبعر خلاف المذہب اور جائز نہیں مارنا سونے اور چاندی سے اس واسطے کہ سونے اور چاندی کے پھینکنے کو نثار کرنا کہتے ہیں نہ مارنا اور مینگنی سے مارنا بھی جائز نہیں اس واسطے کہ وہ زمین کی جنس سے نہیں اور اشباہ کے فروق کے فن میں جو مینگنی کے مارنے کا جواز مذکور ہے سو مذہب کے مخالف ہے کہ اگرچہ اس میں اہانت ہے لیکن جنس ارض سے نہیں ویکرہ اخذہا من عند الجمرۃ لانہا مردودۃ لحدیث من قبلت جمرتہ رفعت جمرتہ اور مکروہ ہے کنکریاں لینا جمرات کے پاس سے اس واسطے کہ جو کنکریاں وہاں پڑی رہتی ہیں وہ مردود ہیں مقبول نہیں اس حدیث کی دلیل سے کہ جس کا حج مقبول ہوتا ہے اس کی کنکریاں اٹھوائی جاتی ہیں م یہ جو بعضے کتب اور

لہ شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے اور اللہ بہت بڑا ہے شیطان کے ذلیل کرنے کو اور اس کے گروہ کی ذلت کو مارتا ہوں ۱۲ از تلبیۃ

Marfat.com

مناسک میں مذکور ہے کہ کنکریاں مزدلفہ سے لاوے یا اس پہاڑ سے لاوے جو مزدلفہ اور منیٰ کے درمیان ہے سو یہ سنت نہیں بلکہ جہاں سے چاہے اٹھاوے مگر جمرات کے پاس سے نہ لے اس واسطے کہ سعید بن جبیر سے منقول ہے کہ میں نے ابن عباسؓ سے سوال کیا کہ کیا سبب ہے اس کا کہ خلیل علیہ السلام کے وقت سے جمرات پر کنکریاں پھینکتے ہیں سو جمرات ایسے بڑے پہاڑ کیوں نہ ہو گئے جو آسمان کے کنارے کو بند کر لیتے تو ابن عباسؓ نے جواب میں کہا کہ تجھ کو معلوم نہیں کہ جس کا حج قبول ہوتا ہے اس کی کنکریاں مرفوع ہو جاتی ہیں اور جس کا حج مقبول نہیں ہوتا اس کی پڑی رہتی ہیں راوی نے کہا جب میں نے ابن عباسؓ سے سنا تو اپنی کنکریوں پر نشان بنا لیا اور جمرہ کی ہر طرف سے مارا پھر میں نے ان کو تلاش کیا تو ان کو نہ پایا کذا فی فتح القدیر ویکرہ ان یلتقط حجرا واحدا فیکسرہ سبعین حجرا صغیرا اور ان یرمی بنجاسۃ یقین اور یہ مکروہ ہے کہ ایک پتھر کو اٹھا دے پھر اس کو توڑ کر ستر چھوٹی پتھریاں بنا دے چنانچہ اکثر عوام کرتے ہیں اور جو کنکری بالیقین معلوم ہو کہ نجس ہے اس سے مارنا بھی مکروہ ہے ہم کنکری کی مقدار میں اختلاف ہے اور مختار یہ ہے کہ بقدر باقلا ہو اور اگر اس سے بڑی یا چھوٹی سے مارے تو بھی جائز ہے اور سب جمرات کی کنکریوں کا شمار ستر ہے سات جمرۃ العقبہ کے یوم النحر میں اور منا کے تین دنوں میں ہر دن تینوں جمرات کو سات سات کنکریاں مارتے ہیں تو سب ملا کر ستر ہوئیں اور بعضے علما نے کنکریوں کا دھونا مستحب کہا ہے تاکہ بالیقین طہارت معلوم ہو جائے کذا فی الاختیار ووقتہ من الفجر الی الفجر لیس من طلوع ذکاۃ لزوال وباح لغروبہا ویکرہ للفجر اور جمرۃ العقبہ کے رمی کا وقت دسویں تاریخ کی فجر سے ہے گیارھویں فجر تک اور مسنون وقت طلوع آفتاب سے ہے دوپہر ڈھلنے تک اور مباح وقت ہے زوال سے غروب تک اور مکروہ وقت ہے غروب سے فجر تک اور اسی طرح قبل طلوع آفتاب دسویں تاریخ بھی مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی ثم بعد الرمی ذبح ان شاء لانہ مفرد پھر رمی کے بعد ذبح کرے اگر چاہے اس واسطے کہ فقط حج کرنے والے اور مسافر پر ذبح کرنا واجب نہیں افضل ہے قارن اور متمتع پر البتہ واجب ہے ثم قصر بان یاخذ من کل شعرۃ قدر الانملۃ وجوبا وتقصیر الکل مندوب والربع واجب پھر سر کے بالوں کو کترے اس طرح پر کہ ہر بال سے انگلی کے پور کی برابر لے برابر وجوب کے اور اسی طرح کترنا سارے سر کے بالوں کا مستحب ہے اور چوتھائی سر کے بالوں کو کترنا واجب ہے ویجب اجراء الموسی علی راس الاقرع ان امکن والاسقط اور استرہ پھیرنا اس کے سر پر واجب ہے جس کے سر پر بال نہ جمے ہوں اگر ممکن ہو اور اگر سر پر زخم ہوں اور استرہ نہ پھیر سکے تو اس صورت میں استرہ پھیرنا ساقط ہے ومتی تعذر احدہما لعارض تعین الآخر فلو لبدہ بصمغ بحیث تعذر التقصیر تعین الحلق اور جب کہ کترنے یا منڈانے سے ایک متعذر ہو تو دوسرا متعین ہو جاتا ہے سو اگر بالوں کو گوند سے ایسا چپکایا کہ کترنا متعذر ہوا تو مونڈنا مقرر ہو گیا یعنی کترنے اور منڈانے میں اس وقت تک اختیار ہے جب تک دونوں ممکن ہوں اور جب ایک نہ ہو سکے گا تو دوسرے کا کرنا لازم اور متعین ہو جاوے گا کذا فی النہر یہ عبارت بعضے نسخوں میں نہیں ہے وحلقہ اکمل افضل اور منڈانا تمام سر کا افضل ہے اس واسطے کہ سنت ہے اور چوتھائی سر کا منڈانا واجب ہے اور کترانے سے منڈانا افضل ہے اس واسطے کہ صحیحین میں ثابت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار دعا کی کہ الٰہی سر منڈانے والوں پر رحم کر اور ہر بار اصحاب عرض کرتے تھے کہ کترانے والوں کے واسطے بھی دعا کیجیے پھر چوتھی بار فرمایا کہ الٰہی کترانے والوں پر رحم کر ولو ازالہ بنورۃ جاز اور اگر بالوں کو چونہ لگا کر دور کرے یا اکھاڑ ڈالے تو جائز ہے م سر منڈانے کے وقت یہ دعا مستحب ہے الحمد للہ علی ما ہدانا والنعم علینا اللہم ہذہ ناصیتی بیدک فتقبل منی واغفر لی ذنوبی اللہم اکتب لی بکل شعرۃ حسنۃ وامح بہا عنی سیئۃ وارفع لی بہا درجۃ اللہم اغفر للمحلقین والمقصرین یا واسع المغفرۃ آمین) اور جب سر منڈانے سے فراغت ہو تو اللہ اکبر کہے اور یہ دعا کرے الحمد للہ الذی قضی عنا نسکنا اللہم زدنا ایمانا ویقینا واغفر لنا ولوالدینا ولجمیع المسلمین اور مستحب ہے کہ بالوں کو دفن کر دے اور سر کا منڈانا اپنے داہنی طرف سے شروع کرے یہی مسنون ہے کذا فی

سب تعریفیں ہیں اللہ کو اس بات پر کہ ہم کو ہدایت کیا اور ہم پر انعام کیا الٰہی یہ میری پیشانی ہے تیرے ہاتھ میں سو تو قبول کر مجھ سے اور بخش دے مجھ کو میرے گناہ الٰہی لکھ میرے لیے ہر بال کے عوض ایک نیکی اور دور کر اس کے بدلے مجھ سے ایک برائی اور بلند کر بسبب اس کے ایک درجہ میرا یا اللہ تو مغفرت کر میری اور سر منڈانے والوں اور کترانے والوں کی اے بہت بخشنے والے قبول کر اس دعا کو ۱۲ سب تعریفیں اللہ کو ہیں جس نے پورا کیا ہمارے حج کو زیادہ کر ہم کو ایمان اور یقین میں اور مغفرت کر ہماری اور ہمارے والدین اور سب مسلمانوں کی ۱۲

Marfat.com

فتح القدیر وحل له کل شی الا النساء فیل والطیب والصید اور بعد کترانے یا منڈانے کے جو چیزیں کہ احرام باندھنے سے ممنوع ہوگئیں تھیں سو حلال ہوگئیں مگر عورتیں ہنوز حلال نہیں اور قول ضعیف یہ ہے کہ خوشبو اور شکار بھی ابھی حلال نہیں م عدم حلت خوشبو خانیہ میں مذکور ہے صاحب بحر نے اس کو ضعیف کہا ہے اور ابو اللیث فقیہ کے نزدیک شکار حلال نہیں صاحب نہر نے اس کی تضعیف کی ہے امام اعظم کا مذہب مشہور یہی ہے کہ رمی محلل نہیں بلکہ حلق محلل ہے طحاوی اور دار قطنی کی اس حدیث سے عن عائشۃ رضی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رمیتم وحلقتم وذبحتم فقد حل لکم النساء یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم نے رمی اور حلق اور ذبح کیا تو ہر چیز تم کو حلال ہوگئی سوائے عورتوں کے اور امام شافعی کے نزدیک رمی محلل ہے بدلیل حدیث ابو داؤد وابن ماجہ کذا فی البرہان ثم طاف للزیارۃ یوما من ایام النحر الثلثۃ بیان لوقتہ الواجب پھر طواف الزیارۃ کرے ایام نحر کے تین دنوں میں جس دن چاہے ایام نحر میں طواف کرنا یہ طواف کے واجب وقت کا بیان ہے سبعۃ بیان للاکمل والا فالرکن اربعۃ طواف کرے سات شوط یہ طریق اکمل کا بیان ہے ورنہ طواف میں رکن تو چار ہی شوط ہیں م طواف الزیارۃ کو طواف النحر اور طواف الرکن اور طواف الافاضہ بھی کہتے ہیں بلا رمل ولا سعی ان کان سعی قبل ہذا الطواف والا فعلیہا لان تکرار ہما لم یشرع طواف الزیارۃ کرے بدون رمل اور بلا سعی کے اگر اس طواف سے پہلے سعی کر چکا ہو اور اگر نہ کر چکا ہو تو اب دونوں کو کرے اس واسطے کہ رمل اور سعی کو مکرر کرنا مشروع نہیں وطواف الزیارۃ اول وقتہ بعد طلوع الفجر یوم النحر وہو فیہ ای الطواف فی یوم النحر الاول افضل وتمتد وقتہ الی آخر العمر اور طواف الزیارۃ کا شروع وقت بعد طلوع فجر کے ہے قربانی کے دن اور طواف کرنا قربانی کے پہلے دن میں افضل ہے اس واسطے کہ صحیح مسلم میں عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم النحر کو طواف الافاضہ کیا پھر منا کو پلٹ گئے کذا فی البرہان اور طواف الزیارۃ کا وقت ممتد ہے آخر عمر تک یعنی تمام عمر میں جب طواف کرے گا فرض ادا ہوگا وحل له النساء وبالحلق السابق حتی لو طاف قبل الحلق لم یحل له شیء فلو قلم ظفرہ مثلا کان جنایۃ لانہ لا یخرج من الاحرام الا بالحلق اور بعد طواف الزیارۃ کے اس پر عورتیں حلال ہوں گی بسبب حلق سابق کے نہ بسبب اس طواف کے یہاں تک کہ اگر طواف کرے قبل حلق کے تو کوئی چیز اس پر حلال نہ ہوگی اور اگر اپنا ناخن مثلاً کاٹے گا تو گناہ ثابت ہوگا اس واسطے کہ احرام سے محرم نہیں نکلتا بدون حلق کے م درحقیقت محلل حلق ہی ہے نہ طواف لیکن حلق کا عمل حلت نساء میں ظاہر نہیں ہوتا مگر بعد طواف کے جیسے طلاق رجعی کا عمل انقضائے مدت کے بعد ظاہر ہوتا ہے کذا فی المنح فان اخره عنہا ای ایام النحر ولیاليہا منا کرہ تحریما ووجب دم لترک الواجب پھر اگر طواف الزیارۃ کو ایام نحر سے تاخیر کرے گا تو مکروہ تحریمی ہے اور ایام نحر کی راتیں بھی دنوں کے حکم میں داخل ہیں اور تاخیر سے ذبح کرنا واجب ہوگا بسبب ترک کرنے واجب کے وہذا عند الامکان فلو طهرت الحائض ان قدرت علی اربعۃ اشواط ولم تفعل لزم دم والا لا اور یہ یعنی تاخیر سے ذبح لازم ہونا اس وقت ہے جب کہ طواف کرنا ممکن ہو بلا عذر شرعی سو اگر عورت حائضہ پاک ہوئی یوم ثالث میں قریب غروب آفتاب کے سو اگر طواف الزیارۃ کے چار شوط پر قادر تھی اور اس نے نہ کیا تو اس پر ذبح کرنا لازم ہوگا اور اگر چار شوط کا زمانہ باقی نہیں بعد طہارت کے یا مطلقاً طاہر نہ ہوئی تو اس پر ذبح لازم نہیں بسبب عدم امکان کے ثم اتی منی فبیت بہا للرمی پھر طواف الزیارۃ کے بعد منا میں آوے اور وہیں رات کو رہے رمی جمار کے واسطے یہی سنت ہے منا کے سوا اور کہیں رہنا ان دنوں میں مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی وبعد زوال ثانی النحر رمی الجمار الثلث یبدأ استنانا مما یلی مسجد الخیف اور یوم النحر کے دوسرے دن یعنی گیارھویں تاریخ دوپہر ڈھلنے کے بعد تینوں جمار کی رمی کرے شروع اس جمرہ سے کرے جو مسجد الخیف کے پاس ہے یہی مسنون ہے اور اس کو جمرہ اولی کہتے ہیں خیف بفتح اول وسکون ثانی اونچے مکان کو کہتے ہیں چونکہ وہ مسجد اونچے مکان پر ہے لہذا اس کو مسجد الخیف کہتے ہیں ثم بما یلیہ الوسطی پھر اس جمرہ کو رمی کرے جو جمرہ اولی کے قریب ہے جس کو جمرۃ الوسطی کہتے ہیں جمرۃ الاولی اور جمرۃ الوسطی میں ۳۵ ہاتھ کا فرق ہے کذا فی الطحطاوی ثم بالعقبۃ سبعا سبعا وکبر لکل حصاۃ پھر جمرۃ العقبۃ کو رمی کرے تینوں جمار کو سات سات کنکریاں مارے اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہے جمرۃ العقبہ میں اور ان دونوں کے درمیان میں ۴۷ ہاتھ کا فاصلہ ہے اور جو شخص بیمار یا بے ہوش ہو اور رمی نہ کر سکے تو اس کی طرف سے دوسرا آدمی رمی کرے کذا فی الطحطاوی اور رمی جمار میں یہ ترتیب مسنون ہے واجب نہیں کذا فی النہر ووقف حامدا مصلیا مکبرا قدر قراۃ البقرۃ بعد تمام کل رمی بعدہ رمی فلا یقف بعد الثالث لا بعد رمی یوم النحر لانہ لیس بعدہ رمی اور

Marfat.com

ٹھہرا رہے تحمید اور تہلیل اور تکبیر کہتے ہوئے اور درود پڑھتے ہوئے بقدر پڑھنے سورہ بقر کے اور قہستانی میں مضمرات سے مروی ہے کہ بقدر ۲۰ آیت پڑھنے کے توقف کرے اور یہی زیادہ تر آسان ہے کذا فی الطحطاوی توقف کرنا اس رمی کے بعد چاہیے جس کے بعد دوسری رمی ہو یعنی جمرۃ الاولی اور جمرۃ الوسطی کے بعد تو تیسرے جمرے کے بعد یعنی جمرۃ العقبہ کے ٹھہرنا نہ چاہیے تینوں دنوں میں اس واسطے کہ اس کے بعد رمی نہیں اور نہ یوم النحر کے رمی کے بعد ٹھہرنا چاہیے اس لیے کہ اس کے بعد بھی رمی نہیں شارح نے توقف میں تمامی رمی کی قید لگائی یعنی سات کنکریوں کے مارنے کے بعد ٹھہرے نہ بدون اس کے **ودعا لنفسہ** وغیرہ **رافعا کفیہ نحو السماء او القبلۃ** اور دعا کرے اپنے واسطے اور غیروں کے واسطے دونوں ہتھیلیاں آسمان کی طرف اٹھا کر چنانچہ بعد نماز کے معمول ہے یہ قول ہے ابو یوسف کا یا دعا کے وقت کعبہ معظمہ کی طرف ہتھیلیاں کرے اور یہی ظاہر الروایت ہے کذا فی النہر **ثم رمی غدا کذلک ثم بعدہ کذلک ان مکث وہو احب** پھر جمرات ثلثہ کی رمی کرے اسی طرح بارھویں کو پھر تیرھویں تاریخ کو بھی اسی طرح سے رمی کرے اگر وہاں رہے اور تیرھویں تاریخ کا رہنا منا میں مستحب ہے **وان قدم الرمی فیہ ای فی الیوم الرابع علی الزوال جاز فان دفعت الرمی فیہ من الفجر الی الغروب وامانی الثانی والثالث فمن الزوال الی طلوع ذکاء** اور اگر یوم النحر کے چوتھے دن یعنی تیرھویں تاریخ رمی کو دوپہر ڈھلنے سے مقدم کرے تو جائز ہے کراہت کے ساتھ امام اعظمؒ کے نزدیک اس واسطے کہ اس دن میں رمی کا وقت فجر سے ہے غروب تک اور دوسرے اور تیسرے دن یعنی گیارھویں اور بارھویں کو رمی کا وقت زوال آفتاب سے ہے آفتاب کے طلوع ہونے تک لیکن زوال سے غروب تک مسنون ہے اور باقی مکروہ کذا فی الطحطاوی **ولا النفر من منی قبل طلوع فجر الرابع لا بعد دخول وقت الرمی** اور جائز ہے کوچ کرنا منا سے قبل طلوع ہونے تیرھویں تاریخ کی فجر کے نہ بعد طلوع ہونے فجر کے اس واسطے کہ رمی کا وقت آگیا تو بعد فجر کے بدون رمی کے کوچ کرنا جائز نہیں **وجاز الرمی کلہ راکبا ولکنہ فی الاولیین الاولی والوسطی ماشیا افضل لانہ یقف لدعا فی الاخیرۃ ای العقبۃ لانہ ینصرف والراکب اقدر علیہ واطلق افضلیۃ المشی فی الظہیریۃ وجہ الکمال وغیرہ** اور کل رمی سوار ہو کر درست ہے لیکن جمرۃ الاولی اور جمرۃ الوسطی میں پیدل افضل ہے اس واسطے کہ دونوں کے بعد ٹھہرنا ہوتا ہے تو اگر وہاں سوار ہوگا تو اور ٹھہرنے والوں کو تکلیف ہوگی نہ جمرہ اخیرہ میں یعنی جمرۃ العقبہ میں سوار ہو کر رمی کرنا افضل ہے اس واسطے کہ انسان اس کے پاس نہیں ٹھہرتا بلکہ اس کی رمی کرنے کے بعد پھرتا ہے اور سوار پھرنے پر زیادہ تر قادر ہے اور یہ تفصیل ابو یوسفؒ سے منقول ہے اور ظہیریہ میں افضلیت پیدل ہونے کی مطلقاً بیان کی ہے یعنی تینوں مقام میں پیدل رمی کرنا افضل ہے اور کمال الدین وغیرہ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے اس دلیل سے کہ پیدل رمی کرنا تواضع اور خشوع سے قریب تر ہے علی الخصوص اس زمانہ میں کہ اکثر مسلمان پیدل ہوتے ہیں جمار ثلثہ کے رمی میں تو سوار ہونے میں ان کو تکلیف رسانی ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سوار ہو کر رمی کی تھی تو تعلیم کے واسطے تھی تاکہ لوگ رمی کرنے کا طریقہ سیکھیں اور اقتدا کریں چنانچہ حضرتؐ کا طواف کرنا تھا سوار ہو کر کذا فی الفتح **ولو قدم ثقلہ لیتین منا ومضی ہو الی مکۃ واقام بمنی او ذہب بعرفۃ کرہ ان لم یامن لا ان امن وکذا یکرہ للمصلی جعل** نحو ثقلہ خلفہ تشغل قلبہ اور اگر اپنے اسباب اور خادموں کو مکہ کی طرف آگے روانہ کیا اور خود منا میں رہا یا مکہ میں اسباب چھوڑ کر عرفات کو گیا تو مکروہ ہے اگر اطمینان نہ ہو اسباب کی حفاظت پر اور اگر اسباب محفوظ رکھا ہو کچھ تردد نہ ہو تو منا سے مکہ میں اسباب کا روانہ کرنا یا عرفات کو آتے مکہ میں چھوڑ آنا مکروہ نہیں اور اسی طرح نماز پڑھنے والے کو اپنے اسباب کو پیچھے رکھنا مکروہ ہے بسبب تعلق خاطر کے کذا فی النہر عن البدیعۃ یعنی عبادت میں تسکین خاطر چاہیے ایسا کام نہ کرے جس میں دل کو کھٹکا رہے کہ اس میں عبادت کا لطف نہیں رہتا **واذا نفر الحاج الی مکۃ نزل استنانا ولو ساعۃ بالمحصب** بضم ففتحتین الابطح **ولیست المقبرۃ منہ** جب چاہے منا سے مکہ کی طرف چلے تو یہ مسنون ہے کہ اول محصب میں اترے اگرچہ ایک ہی ساعت وہاں ٹھہرے محصب بضم اول و فتح ثانی و ثالث و تشدید اس مکان کا نام ہے جو مکہ اور منا کے درمیان میں ہے اس میں پتھریاں کثرت سے ہیں اس کو ابطح و بطحا بھی کہتے ہیں اور مکہ کا قبرستان جس کا حجون نام ہے محصب میں داخل نہیں ہم محصب میں اترنا سنت ہے ادنی رتبہ یہ ہے کہ ساعت بھر ٹھہرے اور اعلی رتبہ یہ ہے کہ ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء میں پڑھے اور ایک نیند لے کر مکہ معظمہ میں آوے کذا فی الفتح والنہر صحیح بخاری میں انسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء پڑھی اور محصب میں ایک نیند لی

Marfat.com

پھر سوار ہو کر بیت اللہ کا طواف کیا امام شافعیؒ نے کہا کہ نزول محصب کا اتفاقی تھا سنت موکدہ نہیں اور امام اعظمؒ کے نزدیک سنت موکدہ ہے اس واسطے کہ نزول قصدی تھا نہ اتفاقی اس لیے کہ میں بخاری اور مسلم میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جب ہم منا میں تھے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کل ہم بنی کنانہ کی خیف میں اتریں گے یعنی محصب میں کذا فی البرہان ثم اذا اراد السفر طاف للصدر ای للوداع سبعۃ اشواط بلا رمل وسعی وھو واجب الا علی اہل مکۃ ومن فی حکمہ فلا یجب بل یندب کمن مکث بعدہ پھر جب مکہ معظمہ سے سفر کا ارادہ کرے تو طواف الصدر یعنی طواف الوداع یعنی پھرنے اور رخصت ہونے کا طواف کرے سات شوط بدون رمل اور بدون سعی کے اور یہ طواف الوداع واجب ہے مگر اہل مکہ پر اور جو اہل مکہ کے برابر ہیں حکم میں یعنی موافیت کے اندر والے لوگ سو ان پر طواف الوداع واجب نہیں بلکہ مستحب ہے چنانچہ اس مسافر آفاقی پر مستحب ہے جو حج کے بعد وہاں رہے گا ہم امام مالک کے نزدیک طواف الوداع سنت ہے مثل طواف القدوم کے اور ہماری دلیل صحیحین کی حدیث ہے ابن عباس نے کہا کہ لوگوں کو حکم ہوا کہ اپنے آخر حال میں بیت اللہ کا طواف کریں اور مسلم میں یوں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی کوچ نہ کرے بدون طواف کے کذا فی البرہان ثم النیۃ للطواف شرط فلو طاف لہا او طاف لما لم یجز پھر دریافت کرنا چاہیے کہ طواف کے واسطے نیت شرط ہے سو اگر کوئی شخص بدون نیت طواف کے بیت اللہ کے گرد گھومے کسی شخص سے بھاگ کر یا کسی کے پکڑنے کو تو جائز نہ ہوگا لکن یکفی اصلہا فلو طاف لبعد ارادۃ السفر دنوی التطوع اجزاہ عن الصدر کما لو طاف بنیۃ التطوع فی ایام النحر وقع عن الفرض لیکن طواف میں اصل نیت کفایت کرتی ہے یعنی طواف کی نیت میں وصف فرضیت اور وجوب ضرور نہیں سو اگر ایک شخص نے طواف کیا بعد ارادہ سفر کے اور نیت کی نفل طواف کی تو طواف الوداع ادا ہو جائے گا چنانچہ اگر طواف کیا نفل کی نیت سے ایام النحر میں تو طواف فرض ادا ہو جاوے گا یعنی طواف الزیارۃ ثم بعد رکعتیہ شرب من ماء زمزم پھر طواف الوداع کے دو گانہ نماز کے بعد زمزم کا پانی پیے دار قطنی نے حدیث مرفوع روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمزم کا پانی جس نیت سے پیے حاصل ہو اگر تو نے شفا کی نیت سے پیا تو اللہ تجھ کو شفا دے گا اور اگر تو نے آسودگی کے واسطے پیا تو اللہ تجھ کو آسودہ کرے گا اور اگر قطع تشنگی کے واسطے پیا تو حق تعالیٰ تسکین دے گا اور یہ زمزم جبرئیل علیہ السلام کا نکالا ہوا ہے اسمٰعیل علیہ السلام کے پینے کے واسطے کذا فی البرہان اور طریقہ زمزم کے پانی پینے کا بحر الرائق میں یوں ہے کہ زمزم کے پاس آوے اور خود پانی نکالے اور رو بقبلہ کھڑے ہو کر خوب پیٹ بھر تین بار میں پیے اور ہر بار آنکھ اٹھا کر بیت اللہ کی طرف دیکھتا جاوے اور منہ اور سر اور بدن کو اس کا پانی چھڑکے اور اگر ممکن ہو تو ایک ڈول اپنے اوپر ڈالے عمق زمزم کا ۶۹ ہاتھ ہے اور اوپر کا عرض چار ہاتھ ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اور حاکم نے مستدرک میں روایت کی کہ عبداللہ بن عباسؓ زمزم کا پانی پی کر یہ دعا کرتے تھے (اللھم انی اسالک علما نافعا ورزقا واسعا وشفاء من کل داء) کذا فی فتح القدیر وقبل العتبۃ تعظیما للکعبۃ ووضع صدرہ ووجہہ علی الملتزم ولتشبث بالاستار ساعۃ کالمستشفع بہا اور بیت اللہ کے آستانہ فیض آشیانہ کو چومے کعبہ مقدسہ کی تعظیم کے واسطے اور اپنا سینہ اور منہ ملتزم پر رکھے اور بیت اللہ کے غلاف کو ایک ساعت پکڑے رہے بطور درخواست کنندہ شفاعت کے کعبہ معظمہ سے اس واسطے کہ جو کسی انسان کی طرف ملتجی ہوتا ہے تو اس کا کپڑا پکڑتا ہے ملتزم اس مکان کا نام ہے جو حجر اسود اور دروازہ بیت اللہ کے درمیان ہے چار ہاتھ اس کی مسافت ہے جب ملتزم کو پہنچے تو داہنا ہاتھ آستانہ کعبہ پر رکھ کر یہ کہے (السائل ببابک یسئلک من فضلک ومغفرتک ویرجو رحمتک) اور ایک ساعت لپٹا رہے روتا ہوا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ثم یلیہا یضع یدیہ علی رأسہ مبسوطتین علی الجدار قائما ویلتصق بالجدار ویدعو مجتہدا ویبکی اور تیسرا کی اور اگر غلاف کعبہ کو نہ پاوے تو دونوں ہاتھ اپنے سر پر کھڑے کر کے دیوار پر لگا دے اور اپنے بدن کو دیوار کعبہ سے چمٹا دے اور خوب کوشش کر کے دعا کرے اور رو دے یا رونے کی صورت بنا دے مجمع کافی میں ہے کہ اپنا رخسار دیوار سے لگا دے اور فتاوی قاضی خان میں ہے کہ تکبیر اور تہلیل اور تحمید کرے اور درود پڑھے اور دعا کرے اور محیط میں ہے کہ حجر اسود کا استلام کرے اور اللہ اکبر کہے کذا فی العالمگیریہ ویرجع القہقری ای الی خلف حتی یخرج من المسجد وبصرہ ملاحظ للبیت اور پھرے الٹے

[1] الٰہی میں سوال کرتا ہوں تجھ سے علم مفید اور رزق فراخ اور شفا ہر مرض سے ۱۲ [2] سائل تیرے دروازہ پر تجھ سے سوال کرتا ہے تیرے فضل اور مغفرت کو اور توقع کرتا ہے تیری رحمت کو ۱۲

Marfat.com

پاؤں رونا فراق بیت اللہ پر افسوس کرتا بیت اللہ کو دیکھتا ہوا یہاں تک کہ مسجد الحرام سے باہر نکلے م رخصت کے وقت یہ دعا کرنا مستحب ہے (اللھم ھذا بیتک الذی جعلتہ مبارکا وھدی للعلمین فیہ آیات بنیات مقام ابراہیم ومن دخلہ کان آمنا الحمد للہ الذی ہدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ہدانا اللہ اللھم فکما ہدیتنا لذلک فتقبلہ منا ولا تجعلہ آخر العھد من بیتک الحرام وارزقنی العود الیہ حتی ترضی برحمتک یا ارحم الراحمین) کذا فی الاختیار شرح المختار ولیسقط طواف القدوم عمن وقف بعرفۃ ساعۃ عرفیۃ وہو الیسیر من الزمن وہو المحل عند اطلاق الفقہاء قبل دخول مکۃ ولا شئ علیہ ترکہ اور ساقط ہے طواف القدوم اس شخص سے جس نے عرفات میں وقوف کیا ایک ساعت قبل آنے مکہ کے اور کوئی چیز اس پر لازم نہیں طواف القدوم کے ترک کرنے سے ساعت سے مراد عرفی ساعت ہے یعنی اندک زمانہ اور یہی ساعت عرفی مراد ہوتی ہے فقہا کے کلام میں نہ ساعت نجومی ومن وقف بعرفۃ ساعۃ من زوال یوم ہا ای عرفۃ الی طلوع فجر یوم النحر اذا جاز مسرعا او نائما او مغمی علیہ وکذا الوالہ عنہ رفیقہ وکذا بغیر رفیقہ فتح یہ ای بالحج مع احرامہ عن نفسہ فاذا نبہ او افاق وقد بالافعال الحج جاز اور جو ٹھہرا عرفات میں یوم عرفہ کی دوپہر ڈھلنے سے یوم النحر کے طلوع فجر تک یا دن ہو کر نکل گیا جلد یا سونے کی حالت میں یا بے ہوشی کے حال میں اور اسی طرح اگر بے ہوش کی طرف سے اس کے رفیق یا غیر رفیق نے کذا فی الفتح حج کا نام لے کر لبیک کو بلند کر کے کہا بشرط اس کے احرام باندھ چکنے کے یعنی ایک شخص نے اپنا احرام باندھا پھر بدون لبیک کہنے کے وہ بے ہوش ہو گیا اور کسی شخص نے اس کی طرف سے لبیک کہا حج کا نام لے کر پھر جب سونے والا جاگا یا بے ہوش ہوش میں آیا اور اس نے حج کے افعال ادا کیے تو اس کا حج جائز ہو گیا اس واسطے کہ ظاہر ہو گیا کہ اس کی عاجزی فقط احرام میں تھی تو نیابت صحیح ہو گی اور صاحبین کے نزدیک بدون اس کے امر کے نیابت صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی ولو بقی الاغماء بعد احرامہ طیف بہ المناسک وان احرموا عنہ اکتفی بمباشرتہم اور اگر بیہوشی باقی رہی ایام حج کے آخر تک تو اگر بعد احرام باندھنے کے بیہوشی ہوئی تو اس کو گھر!" چاہیے مکانات حج میں یعنی عرفات اور مزدلفہ اور منیٰ اور مکہ میں اس واسطے کہ وہ نیت حج کی کر چکا ہے تو تمام افعال حج کا وہی فاعل ٹھہرے گا اور اگر احرام کے وقت بیہوش تھا اور اس کے رفیقوں نے اس کی طرف سے احرام کی نیت کی تو رفیقوں کی مباشرت افعال حج کافی ہے بیہوش کا مناسک حج میں لے جانا ضرور نہیں ولم ار مالو جن فاحرموا عنہ وطافوا بہ المناسک وکلام الفتح یفید الجواز شارح کہتا ہے میں نے نہیں دیکھا کسی کتاب فقہ میں حکم اس شخص کا جو قبل احرام باندھنے کے مجنوں ہو گیا پھر رفیقوں نے اس طرف سے احرام باندھا اور اس کو مناسک حج میں گھمایا اور کلام فتح القدیر اس کا مفید ہے کہ اس طرح کا حج بھی جائز ہو اس واسطے کہ بیہوش اور مجنون قصد حج اور زوال عقل میں برابر ہیں م شارح نے صریحاً نہ کہا کہ یہ حج جائز ہے اس واسطے کہ فتح القدیر میں مسئلہ بیہوش کا مذکور ہے نہ مجنون کا اور جہل انہا عرفۃ صح حجہ لان الشرط الکینونۃ لا النیۃ یا ایک شخص عرفات میں ٹھہرا اور یہ نہ جانا کہ عرفات یہی ہے تو حج اس کا صحیح ہے اس واسطے کہ وقوف عرفات کی شرط ہے وہاں کا ہونا نیت وقوف کی کرنا شرط نہیں سو وہاں کا ہونا چلنے والے اور سونے والے اور بیہوش اور جاہل پر صادق ہے ومن لم یقف فیہا فات حجہ لحدیث الحج عرفۃ اور جو شخص عرفات میں نہ ٹھہرا کسی طرح اس کا حج فوت ہوا اس حدیث کی دلیل سے کہ حج عرفات کے وقوف کا نام ہے م (قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحج عرفۃ فمن وقف بعرفۃ ساعۃ من لیل او نہار فقد تم حجہ یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج عرفات ہے جو شخص کہ عرفات میں ایک ساعت ٹھہرا رات کو یا دن کو تو اس کا حج پورا ہوا اس حدیث کو ابو داؤد وغیرہ نے روایت بالمعنی کہا ہے اور ترمذی نے اس کو صحیح کہا ہے کذا فی العینی شرح الکنز فطاف وسعی وتحلل ای بافعال العمرۃ وقضی ولو حجہ نذراً وتطوعاً من قابل ولا دم علیہ اس کا حج بعد احرام کے فوت ہوا وہ طواف اور سعی کرے اور احرام توڑے یعنی عمرہ کے افعال کرے اور اپنے حج کو سال آئندہ میں قضا کرے اگرچہ نذر کا حج ہو یا نفل کا

لہ الٰہی یہ تیرا وہ گھر ہے جس کو تو نے برکت والا اور لوگوں کے لیے ہدایت بنایا اس میں نشانیاں ظاہر ہیں مقام ابراہیم ہے اور جو اس گھر میں داخل ہوا وہ بے خوف ہوتا ہے سب تعریفیں اللہ کو ہیں جس نے ہم کو ہدایت کیا اس کے لیے ہم راہ نہ پاتے اگر اللہ تعالیٰ ہم کو ہدایت نہ کرتا الٰہی تو جیسا تو نے ہم کو اس کے لیے راہ بتایا ویسا ہی اس کو ہم سے قبول کر اور رحمت کر ہمارے اس طواف کو آخر دور اندیشی کر ہم کو پھر نا طرف اس گھر کے یہاں تک کہ راضی ہو تو اپنی رحمت سے اے ارحم الراحمین ۱۲

Marfat.com

اور اس فوت ہونے سے اس پر ذبح کرنا واجب ہیں والمراۃ فیما مر کالرجل لعموم الخطاب مالم یقم دلیل الخصوص اور عورت مرد کے مانند ہے احکام حج میں جو مذکور ہو چکے بسبب عموم خطاب کے یعنی عورت اور مرد کو بسبب مکلف ہونے کے حکم شرع برابر ہے جب تک کہ دلیل خصوصیت کی نہ ثابت ہو چنانچہ جہاد اور جمعہ میں عورتیں مردوں کے شامل نہیں لکنہا تکشف وجہہا لاراسہا ولو صدلت شیئا علیہ وجافتہ عنہ جاز بل یندب لیکن عورت بعد احرام کے اپنا چہرہ کھولے رہے اس واسطے کہ عورت کا احرام اس کے چہرہ میں ہے نہ اس کے سر میں تو سر کو نہ کھولے اور اگر چہرہ کے اوپر کوئی چیز ڈالے اور چہرہ سے اس کو جدا رکھے تو جائز ہے بلکہ مستحب ہے کذا فی فتح القدیر اس واسطے کہ کشف وجہ سے مراد یہ ہے کہ کوئی چیز چہرہ سے نہ لگی رہے ولہذا برقع ڈالنا مکروہ ہے کہ وہ چہرہ کو لگا رہتا ہے معمول ہے کہ ایک چیز مانند قبہ لکڑیوں سے بناتے ہیں عورت اس کو اپنے چہرہ پر رکھتی ہے اور کپڑا اس پر ڈال لیتی ہے تو چہرہ بھی نظر نہیں آتا اور کپڑا بھی چہرہ کو نہیں لگتا کذا فی الفتح سنن ابوداؤد اور ابن ماجہ میں عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ کنتر سوار ہمارے سامنے گذرتے تھے اور ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محرم تھے جب سوار ہمارے برابر آتے تھے تو ہم چادر اپنے چہرے پر سر پر سے ڈال لیتے تھے پھر جب وہ ہم سے آگے نکل جاتے تھے تو ہم چہرہ کھول دیتے تھے کذا فی البرہان ولا تلبی جہرا بل تسمع نفسہا وقالا للفتنۃ وما قیل انہ عورۃ ضعیف اور عورت پکار کے لبیک نہ کہے دفع فساد کے واسطے بلکہ اس طرح کہے کہ آپ سنے اور جو بعضوں نے کہا ہے کہ عورت کی آواز عورت ہے یعنی چھپانے کی چیز ہے سو قول ضعیف ہے ولا ترمل ولا تضطبع ولا تسعی بین المیلین ولا تحلق بل تقصر من ربع شعرہا کالرجل اور عورت طواف میں رمل نہ کرے اور چادر سے دابنا ہاتھ باہر نہ نکالے جیسا مرد نکالتا ہے اور دونوں میناروں کے درمیان جھپٹ کر نہ چلے اور سر نہ منڈا دے اس واسطے کہ عورت کو سر منڈانا ایسا ہے جیسا مرد کو داڑھی منڈانا بلکہ چوتھائی سر کے بال پور کی برابر کتروا دے چنانچہ اس کا ذکر مفصل ہو چکا ولا تلبس المخیط والخفین والحلی اور سیا کپڑا اور موزے اور زیور پہنے بشرطیکہ کپڑا ورس اور زعفران سے رنگین نہ ہو اور ریشمی کپڑا بھی عورت کو احرام میں پہننا درست ہے کذا فی الطحطاوی ولا تقرب الحجر فی الزحام لمنعہا من مماسۃ الرجال اور حجر اسود کے قریب نہ جاوے ہجوم کے وقت اس واسطے کہ عورت کو مردوں سے بدن ملانا ممنوع ہے والخنثی المشکل کالمراۃ فیما ذکر احتیاطا اور خنثی مشکل عورت کے مانند ہے جمیع امور مذکورہ میں بنا بر احتیاط کے وحیضہا لا یمنع نسکا الا الطواف اور عورت کا حیض حج کی کسی عبادت کا مانع نہیں سوائے طواف کے اس واسطے کہ طواف مسجد الحرام میں ہوتا ہے اور حائضہ کو مسجد میں جانا جائز نہیں ولا شئ علیہا بتاخیرہ اذا لم تطہر الا بعد ایام النحر فلو طہرت فیما بقدر اکثر الطواف لزمہا الدم بتاخیرہ لباب اور عورت پر کوئی چیز لازم نہیں نہ صدقہ نہ ذبح کرنا طواف کی تاخیر سے جب کہ وہ حیض سے پاک ہوئے مگر ایام نحر کے بعد سو اگر وہ ایام نحر میں بقدر اکثر طواف کے پاک ہوئی اور طواف کیا تو اب ذبح کرنا اس پر لازم ہوگا بسبب تاخیر طواف کے کذا فی لباب الناسک وہو بعد حصول رکنہ ویسقط طواف الصدر ومثلہ النفاس اور حیض دورکن کے بعد یعنی وقوف عرفات اور طواف الزیارۃ کے بعد طواف الوداع کو ساقط کر دیتا ہے اس واسطے کہ واجبات عذر سے ساقط ہو جاتے ہیں کذا فی الطحطاوی اور نفاس حیض کے مانند ہے جمیع احکام مذکورہ میں والبدن جمع بدنۃ من ابل وبقر اور بدنہ لغت شرع میں اونٹ کو بھی کہتے ہیں اور گائے کو بھی کہتے ہیں تو جس پر شرع میں بدنہ واجب ہو اور وہ گائے ذبح کرے تو واجب ادا ہو جاوے گا اور امام شافعیؒ گائے کو بدنہ نہیں کہتے والہدی منہا ومن الغنم کما یجئ اور ہدی اونٹ اور گائے کی ہوتی ہے اور پھر بکری کی بھی ہوتی ہے چنانچہ اس کا ذکر آگے آوے گا ہدی وہ جانور ہے جو مکہ معظمہ میں جا کر ذبح ہو

باب القران

یہ باب ہے قران کے احکام میں قران کے معنی لغوی اور شرعی عنقریب مذکور ہوں گے ہو افضل لحدیث اتانی آت من ربی وانا بالعقیق فقال یا آل محمد اہلوا بحجۃ وعمرۃ معا ولانہ اشق امام اور صاحبین کے نزدیک قران افضل ہے تمتع اور افراد اور عمرہ سے اس حدیث کی دلیل سے کہ میرے پاس ایک آنے والا میرے رب کے پاس سے آیا اور میں عقیق میں تھا سو اس نے کہا کہ اے آل محمد تم حج اور عمرہ کا ساتھ ہی احرام باندھو اور اس واسطے کہ قران زیادہ مشقت والا ہے تمتع وغیرہ سے م لقولہ وانا بالعقیق اور معا حدیث میں داخل نہیں طحطاوی نے ام سلمہؓ

Marfat.com

سے یوں روایت کی (سمعت[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اہلوا یا آل محمد بعمرۃ فی حجۃ) یعنی میں نے سنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے اے آل محمد احرام باندھو عمرہ کا حج میں ملا کر یعنی دونوں کا ایک ساتھ احرام کرو اور صحیح بخاری میں عمر فاروقؓ سے یوں روایت ہے (سمعت[2] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول وہو بالعقیق اتانی اللیلۃ آت من ربی فقال صل فی ہذا الوادی المبارک وقل عمرۃ فی حجۃ) اور صحیحین میں انسؓ سے روایت ہے (سمعت[3] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلبی بالحج والعمرۃ یقول لبیک حجۃ وعمرۃ) کذا فی البرہان عقیق ایک جگہ کا نام ہے مدینہ کے پاس والصواب انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام احرم بالحج ثم ادخل علیہ العمرۃ لبیان الجواز فصار قرانا اور قول فیصل یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اول احرام حج کا کیا پھر عمرہ کو حج میں داخل کر لیا واسطے بیان جواز کے تو اب قران ہو گیا ہم کفار عرب عمرہ کرنے کو موسم حج میں بڑا گناہ جانتے تھے لہذا نبی علیہ السلام مامور ہوئے کہ حج کے ساتھ عمرہ بھی ملا دیں تاکہ ان کا گمان باطل جاوے مجد الدین فیروز آبادی نے اس مقام کو سفر السعادت میں خوب تحقیق بیان کیا ہے خلاصہ اس کا یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام میں اختلاف ہے بیشتر احادیث صحیحین میں کہ شمار میں ۲۰ سے زیادہ ہیں یوں مصرح ہے کہ احرام حج اور عمرے کا معاً تھا یعنی قران تھا اور اکثر احادیث میں یوں ہے کہ فقط حج کا احرام تھا اور بعضے احادیث میں تمتع بھی ثابت ہے تو ان احادیث مختلفہ کا طریق توفیق یہ ہے کہ اول فقط حج کا احرام باندھا تھا بعد اس کے عمرے کو بھی اس میں داخل کر لیا تو قران ہو گیا اور تمتع سے تمتع اصطلاحی مراد نہیں بلکہ تمتع لغوی مراد ہے یعنی فائدہ لینا اس واسطے کہ قران کی انتفاع میں شک نہیں کہ ایک احرام میں دو عبادتیں ادا ہو گئیں حج بھی اور عمرہ بھی اور اصحاب رضی اللہ عنہم تین قسم تھے بعضے قارن تھے اور بعضوں نے فقط احرام حج کا کیا تھا لیکن ان کے ساتھ ہدی تھی تو یہ دونوں قسم کے لوگ اپنے احرام پر قائم رہے یوم النحر تک اور بعضوں نے فقط حج کا احرام باندھا تھا لیکن ان کے ساتھ ہدی نہ تھی ان کو حکم ہوا کہ حج کو عمرہ کر ڈالیں یعنی عمرہ کر کے احرام اتار دیں پھر مکہ سے حج کے واسطے دوسرا احرام باندھیں فسخ کرنا حج کا عمرہ سے اسی کو کہتے ہیں ثم التمتع ثم الافراد پھر قران کے بعد تمتع افضل ہے پھر تنہا حج تنہا عمرے سے افضل ہے والقران لغۃ الجمع بین الشیئین وشرعا ان یہل ای یرفع صوتہ بالتلبیۃ بحجۃ وعمرۃ معا حقیقۃ او حکما بان یحرم بالعمرۃ اولا ثم بالحج قبل ان یطوف اربعۃ اشواط او عکسہ بان یدخل احرام العمرۃ علی الحج قبل ان یطوف للقدوم وان اساء او بعدہ وان لزمہ دم اور قران لغت عرب میں دو چیز ملانے کو کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں قران یہ ہے کہ محرم لبیک پکارکے کہے بلفظ حج اور عمرہ ساتھ ہی حقیقی معیت ہو اس طرح کہ دونوں کے احرام کا زمانہ ایک ہی ہو یعنی یوں کہے لبیک بحجۃ وعمرۃ یا حکمی معیت ہو اس طرح کہ اول عمرے کا احرام کرے بعد اس کے حج کا احرام کرے عمرے کے چار شوط طواف کرنے سے پہلے یا اس کے بالعکس کرے اس طرح کہ عمرے کا احرام حج کے احرام پر داخل کرے طواف القدوم کرنے سے پہلے اگرچہ اس نے برا کیا کہ حج کا احرام عمرہ پر مقدم کیا یا بعد طواف القدوم کے احرام عمرے کا حج پر داخل کیا اگرچہ اس صورت میں ذبح کرنا اس پر لازم ہو گا بسبب مخالفت سنت کے اور اگر عمرے کے چار شوط کے بعد حج کا احرام کرے گا تو تمتع ہو جاوے گا قران نہ باقی رہے گا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی من المیقات اذا قارن لا یکون الا آفاقیا او قبلہ فی اشہر الحج او قبلہا حج اور عمرے کا معاً احرام کرے میقات سے اس واسطے کہ قارن نہیں ہوتا مگر آفاقی نہ مکی یا قبل میقات کے حج کے مہینوں میں دونوں کا احرام باندھے یا حج کے مہینوں سے پہلے احرام کرے اگرچہ احرام قبل اشہر حج کے مکروہ ہے ویقول اما بالنصب والمراد بہ النیۃ او مخالف والمراد بیان السنۃ اذا لنیۃ بقلبہ تکفی کالصلوٰۃ مجتبیٰ بعد الصلوٰۃ اللہم انی ارید الحج والعمرۃ فیسرہما لی وتقبلہما منی اور قران کرنے والا احرام کی نماز کے بعد یہ دعا کرے اللہم سے آخر تک یعنی خداوندا میں حج اور عمرے کا ارادہ کرتا ہوں سو ان کو مجھ پر آسان کر دے اور ان کو قبول کر میری طرف سے شارح کہتا ہے لفظ یقول ماتن کے کلام میں یا تو منصوب ہے یہل پر عطف ہو کر اس صورت میں تعریف قران کا متمم ہو گا اور قول سے نیت مراد ہو گی یا لفظ یقول کا مرفوع ہے اور جدا کلام ہے اور زبان سے قران کا اظہار کرنا اس سے مقصود بیان سنت ہے نہ فرض اس واسطے کہ نیت دل سے کرنا کافی ہے مانند نماز کے کذا فی المجتبیٰ ویستحب تقدیم العمرۃ فی الذکر لتقدمہا فی الفعل او مستحب ہے

[1] میں نے سنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے جب آپ عقیق میں تھے بعد اس کے رات ایک آنے والا میرے رب کی طرف سے آیا اور کہا کہ اس وادی مبارک میں نماز پڑھ اور کہہ کہ عمرہ ہے تجھ میں ملا ہوا ۱۲ [2] میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ لبیک کہتے تھے حج اور عمرہ کے لیے یعنی فرماتے تھے لبیک بحجۃ وعمرۃ یعنی میں حاضر ہوں اور برائے حج اور عمرہ ہے ۱۲

Marfat.com

عمرے کا اول کہنا ذکر میں بسبب مقدم ہونے عمرے کے فعل میں یعنی قران میں اول عمرہ ادا کرتے ہیں پھر حج تو اسی طرح مناسب ہے کہ ذکر میں بھی عمرے کو حج پر مقدم کریں صاحب کنز اور صاحب مجمع نے بنظر استحباب عمرے کو حج پر مقدم ذکر کیا اور اکثر متنوں میں حج مقدم ہے **وطاف للعمرۃ اولا وجوبا حتی لو نواہ للحج لایقع الا لہا** اور قران کرنے والا پہلے عمرے کا طواف کرے یہاں تک کہ اگر حج کی نیت سے طواف کرے گا تو وہ طواف فقط عمرے کا ہوگا اور اس کی نیت لغو ہو جاوے گی لیکن اس نیت سے ذبح کرنا لازم نہ ہوگا اس واسطے کہ تقدیم اور تاخیر مناسک کی ذبح کو واجب نہیں کرتی کذا فی الطحطاوی **وسعیہ اثر واطہ یرمل فی الثلثۃ الاول ویسعی بلا حلق** عمرے کا طواف سات شوط کرے اور پہلے تین شوطوں میں رمل کرے اور صفا مروہ کے درمیان سعی کرے بدون سر منڈانے کے **فلو حلق لم یحل من عمرتہ ولزمہ دمان** سو اگر قارن نے بعد عمرے کے سر منڈایا تو اس کے عمرے کا احرام نہ ٹوٹے گا اس واسطے کہ قارن کے عمرے کا احرام یوم النحر کو ٹوٹتا ہے اور اس پر دو جانور ذبح کرنا لازم ہوگا اس واسطے کہ دو احرام میں بسبب حلق کے بے ادبی ہوئی کذا فی النہر والطحطاوی **ثم یحج کما مر فیطوف للقدوم ویسعی بعدہ ان شاء** پھر حج کرے چنانچہ تفصیل حج کی مذکور ہو چکی تو طواف القدوم کرے اور اس کے بعد سعی کرے اگر چاہے اور چاہے تو طواف الافاضہ کے بعد سعی کرے اور یہی افضل ہے چنانچہ مذکور ہو چکا **فان اتی بطوافین وسعیین لہما جاز واساء ولا دم علیہ** سو عمرہ اور حج کے واسطے اگر دو طواف متصل کیے یعنی چودہ شوط بلا فاصلہ کیے پھر دو بار سعی کی یعنی ہر سعی میں سات شوط کیے تو جائز ہے اور اس نے برا کیا کہ طواف القدوم کو عمرے کی سعی پر مقدم کیا لیکن اس پر اس تقدیم اور تاخیر سے ذبح کرنا واجب نہیں **وذبح للقران دموم شکر فیاکل منہ بعد رمی یوم النحر لوجوب الترتیب** اور بعد رمی یوم النحر کے یعنی جمرۃ العقبہ کے رمی کے بعد بکری یا گائے کو ذبح کرے بسبب قران کرنے کے اور یہ قربانی ادائے شکر کی ہے کہ ایک احرام میں دو عبادتیں ادا ہوئیں تو قارن اس قربانی سے کھاوے ماتن نے قربانی کو بعد رمی کے ذکر کیا اس واسطے کہ ذبح کرنا قبل رمی کے جائز نہیں بسبب وجوب ترتیب کے **م** قرآن مجید میں ارشاد ہوا **فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج فما استیسر من الہدی فمن لم یجد فصیام ثلثۃ ایام فی الحج وسبعۃ اذا رجعتم تلک عشرۃ کاملۃ** یعنی جو فائدہ لے عمرے سے حج تک سو جو ہدی میسر آوے یعنی ذبح کرے اور جو نہ پاوے تو تین روزے رکھے حج میں اور سات جب کہ تم رجوع کر دیہ پورے دس روزے ہیں تمتع سے مراد تمتع عرفی ہے جو قران کو بھی شامل ہے تو قارن پر ذبح کرنا اور درصورت عدم قدرت دس روزے رکھنا اس آیت سے واجب ہوا **وان عجز صام ثلثۃ ایام ولو متفرقۃ آخرہا یوم عرفۃ ندبا رجاء القدرۃ علی الاصل** اور اگر قربانی کرنے سے عاجز ہو بسبب محتاجی کے تو تین روزے رکھے اگرچہ متفرق کر کے رکھے بعد احرام کے مگر تیسرا روزہ عرفہ کے دن رکھنا مستحب ہے بامید قادر ہونے کے اصل پر یعنی شاید عرفے کے دن تک قربانی خرید کرنے کا مقدور ہو جاوے **وسبعۃ بعد تمام ایام حجۃ فرضا او واجبا ولو بعد ایام التشریق این شاء** لیکن ایام التشریق لایجزیہ لقولہ تعالیٰ وسبعۃ اذا رجعتم ای فرغتم من افعال الحج **نعم من دلویۃ متأہلا او اتخذہا موطنا** اور سات روزے بعد تمام ہونے حج کے رکھے خواہ فرض حج ہو خواہ واجب اور تمامی حج کی بعد گذرنے ایام تشریق کے ہے اور یہ سات روزے جہاں چاہے رکھے خواہ منا میں خواہ مکہ میں خواہ اپنے وطن میں لیکن ایام تشریق کا روزہ کفایت نہیں کرتا اس واسطے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ صوم سات دن کا جب کہ تم رجوع کرو یعنی جب کہ تم افعال حج سے فراغت پاؤ تو فراغت پانا عام ہے اس کو بھی شامل ہے جس کا منا وطن ہے یا جس نے منا کو بعد حج کے وطن ٹھہرایا یا جس کا کہیں وطن مقرر نہیں خلاصہ یہ کہ رجوع اس آیت میں بمعنی فراغ ہے مجازاً اس علاقہ سے کہ فراغ سبب ہے رجوع کرنے کا طرف وطن کے اور امام شافعی نے رجوع کو حقیقی معنی پر رکھا لہذا ان کے نزدیک مکہ میں سات روزے رکھنا جائز نہیں کذا فی النہر **فان فاتت الثلثۃ تعین الدم** سو اگر تین روزے فوت ہوئے یعنی ایام حج میں یوم النحر تک نہ رکھے تو اب ذبح کرنا لازم ہو گیا اس واسطے کہ روزے عوض قربانی کے قران میں مخصوص بوقت حج تھے سو وہ وقت جاتا رہا اب روزہ رکھنا کافی نہیں اور اصل قربانی بھی اب وہی متعین ہو گئی فلو لم یقدر تحلل دمیہ دمان سو اگر بعد فوت ہونے صوم کے قربانی پر قادر نہ ہو تو احرام اتارے اور اس پر دو قربانیاں واجب ہیں ایک قران کی دوسری احرام اتارنے کی کذا فی الطحطاوی **ولو قدر علیہ فی ایام النحر قبل الحلق بطل صومہ** اور اگر قارن قادر ہوا قربانی پر ایام نحر میں قبل حلق کے تو اس کا صوم باطل ہو گیا اس واسطے کہ تین دن کا صوم درصورت عدم قدرت تھا سو قدرت حاصل ہوئی

Marfat.com

تو قربانی اس پر لازم ہوگئی اور اگر بعد حلق کے قادر ہوا تو صوم صحیح ہے اب قربانی اس پر واجب نہیں کذا فی الطحطاوی عن البحر فان وقف القارن بعرفۃ قبل اکثر طواف العمرۃ بطلت عمرتہ سو اگر قارن نے عرفات میں وقوف کیا طواف عمرے کے چار شوط کرنے سے پہلے تو عمرہ اس کا باطل ہو گیا اس واسطے کہ اب ادا کرنا عمرے کا متعذر ہے کیونکہ افعال حج پر عمرے کے افعال کرنا خلاف مشروع ہے اور وقوف عرفات کی قید سے معلوم ہوا کہ بمجرد توجہ عرفات سے عمرہ باطل نہیں ہوتا قول۔ صحیح میں کذا فی النہر خلوا تی بار بعۃ اشواط ولو بقصد القدوم او التطوع لم یبطل وتمہا یوم النحر والاصل ان ما ائتی بہ من جنس ما ہو متلبس بہ فی وقت یصلح صرف للتمتیم سو اگر قبل وقوف عرفات کے طواف کے چار شوط کیے اگرچہ طواف القدوم یا طواف نفل کے قصد سے کیے تو عمرہ قارن کا باطل نہ ہوگا اور عمرے کو پورا کرلے یوم النحر میں یعنی باقی تین شوط اور سعی کرلے اور اصل اس مسئلہ کی یہ ہے کہ جو چیز لائی جاوے اسم جنس اس کی جس سے مکلف مختلط اور شاغل ہو رہا ہے ایسے وقت میں کہ اس کے لائق ہو سکے تو وہ چیز اسی امر کی طرف پھر جاوے گی جس کا وہ شاغل ہے م ہم جنس مشغولی کے فعل سے یہاں چار شوط مراد ہیں جو قبل وقوف عرفات کے حاصل ہوئے لہذا قارن کی عمرہ میں بسبب مجالست اور صلاحیت وقت کے شمار ہوگئی وقضیت بشروعہ فیہا اور جو عمرہ کہ باطل ہو گیا قضا کیا جاوے بسبب شروع کے اس واسطے کہ شروع لازم کر دیتا ہے عبادت کو مانند نذر کے ووجب دم الرفض للعمرۃ اور واجب ہوگا ذبح کرنا بسبب چھوڑنے عمرے کے وسقط دم القران لانہ لم یوفق للنسکین اور قران کا ذبح ساقط ہو جاوے گا اس واسطے کہ دو عبادتوں کے جمع کرنے سے فائز نہیں ہوا

باب التمتع

ہو لغۃ من التماع او المتعۃ یہ باب ہے تمتع کے احکام میں تمتع باعتبار لغت یا متاع سے ہے یا منعہ سے اور وہ بمعنی نفع لینے کے ہے یا نفع پہنچانے کے وشرعا ان یفعل العمرۃ او اکثر اشواطہا فی اشہر الحج اور اصطلاح شرع میں تمتع یہ ہے کہ عمرہ کیا جاوے عمرے کے اکثر شوط کیے جاویں حج کے مہینوں میں سو اگر قبل اشہر حج طواف کرے گا تو تمتع نہ ثابت ہوگا فلو طاف الاقل فی رمضان مثلا ثم طاف الباقی فی شوال ثم حج من عامہ کان متمتعا فتح قال المصنف فلتغیر النسخ الی ہذا التعریف سو اگر عمرے کا اقل طواف کیا مثلاً رمضان میں یعنی قبل اشہر حج کے پھر باقی اکثر طواف شوال میں کیا پھر اسی سال حج کیا تو یہ شخص متمتع ہوگا کذا فی فتح القدیر اس واسطے کہ اکثر طواف اشہر حج میں ہوا مصنف نے کہا تو تعریف کتب فقہ کو اس تعریف کی طرف بدلنا چاہیے م مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں تصریح کی ہے کہ ہدایہ اور وقایہ اور درر اور مجمع سے معلوم ہوتا ہے کہ تمتع میں احرام عمرے کا اشہر حج میں کرنا مشروط ہے حالانکہ فتح القدیر میں مصرح ہے کہ اشہر حج کا احرام شرط نہیں اور اختیار شرح مختار میں صریحاً موجود ہے کہ قبل اشہر حج کے احرام کیا اور عمرہ اشہر حج میں ادا کیا تو تمتع ثابت ہوا لہذا صاحب کنز نے اشہر حج کے احرام کی قید نہیں لگائی تو اب یہ منقح ہوا کہ تمتع اس سے عبارت ہے کہ عمرہ یا اکثر طواف اشہر حج میں واقع ہو خواہ قبل اشہر حج کے احرام کیا ہو یا عین اشہر حج میں لہذا ہم نے یہی تعریف اختیار کی ولیطوف ولیسعی کما مر اور طواف اور سعی کرے چنانچہ مذکور ہو چکا م طحطاوی نے کہا کہ اس عبارت کی کچھ حاجت نہ تھی اس واسطے کہ عمرہ طواف اور سعی سے عبارت ہے پھر جب عمرہ تمتع کی تعریف میں مذکور ہو چکا تو اس کی کیا حاجت ہے وحلق او یقصر ان شاء اور سر کے بال منڈاوے یا کتراوے اگر چاہے م منڈانا یا کترانا تمتع میں شرط نہیں متمتع کو اختیار ہے چاہے محرم بنا ہے چاہے سر منڈاوے اور مصنف نے حلق کو اس واسطے ذکر کیا تا معلوم ہو جاوے کہ عمرہ تمام ہو گیا کذا فی النہر ویقطع التلبیۃ فی اول طوافہ للعمرۃ واقام بمکۃ حلالا اور لبیک کہنا قطع کرے عمرے کے اول طواف میں اور بدون احرام کے مکہ میں رہے م متمتع کو مکہ کا رہنا لازم نہیں خواہ مکہ میں رہے خواہ داخل مواقیت خواہ خارج مواقیت ثم یحرم بالحج فی سفر واحد حقیقۃ او حکما بان یلم باہلہ الما غیر صحیح پھر حج کا احرام کرے ایک ہی سفر میں وحدت سفر کی حقیقی ہو یا حکمی وحدت حقیقی یہ کہ عمرہ کر کے اصلا اپنے گھر کو نہ آئے اور وحدت حکمی یہ ہے کہ اپنے اہل میں آوے الم غیر صحیح کرا لمام غیر صحیح اس کو کہتے ہیں کہ مکہ کی طرف پھر جانے کا ارادہ لگا ہو یا ہدی لے جا کر یا قبل حلق کے وطن میں آیا ہو اس واسطے کہ جو ہدی لے جاتا ہے وہ احرام نہیں اتار سکتا ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ سے پہلے اور جو بدون حلق کے آیا اس کو حرم میں پھر جانا حلق کے واسطے واجب ہے امام اعظم اور محمد کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک حرم میں جانا مستحب ہے اور الم صحیح یہ ہے

Marfat.com

کہ حرم میں سر منڈا کر اپنے گھر کو آوے اور ہدی نہ لے گیا ہو کذا فی الطحطاوی یوم الترویۃ وقبلہ افضل وحج کالمفرد ولکنہ یرمل فی طواف الزیارۃ ویسعی بعدہ ان لم یکن قد سعا بعد طواف القدوم وحج کالقارن حج کا احرام باندھے ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ مکہ سے اور مسجد الحرام سے احرام باندھنا اور آٹھویں تاریخ کے پہلے احرام باندھنا افضل اور بہتر ہے اور حج کو ادا کرے مانند متمتع حج کرنے والے کے لیکن متمتع طواف الزیارۃ میں رمل کرے اور صفا مروہ کی سعی لطواف الزیارۃ کے بعد کرے اگر احرام حج کے بعد پہلے سعی نہ کر چکا ہو اور ذبح کرے متمتع مثل قارن کے یعنی جیسے قارن پر ذبح واجب ہے ویسے ہی متمتع پر بھی واجب ہے دم تتب الاضحیۃ عنہ اور قربانی اس ذبح کے قائم مقام نہیں ہو سکتی اس واسطے کہ مسافر پر قربانی واجب نہیں اور یہ ذبح واجب ہے فان عجز عن دم صام کالقران پھر اگر متمتع عاجز ہو ذبح کرنے سے بسبب محتاجی کے تو وہ ان کی طرح روزے رکھے یعنی تین روزے ایام حج میں اور سات بعد فراغت کے وجاز صوم الثلثۃ بعد احرامہا ای الاحرۃ لکن فی اشہر الحج لا قبلہ ای الاحرام وتاخیرہ افضل رجاء وجود الہدی کی مراد درست ہے تین روزے رکھنا عمرے کے احرام کے بعد لیکن حج کے مہینوں میں اور قبل احرام کے تین روزے رکھنا جائز نہیں اور تاخیر کرنا صوم میں عرفہ کے دن تک افضل ہے ہدی کے پا جانے کی امید پر چنانچہ قران میں گذرا وان اراد المتمتع السوق للہدی وہو افضل احرم ثم ساق بدیہ معہ اور اگر متمتع ارادہ کرے ہدی کے ہانک لے چلنے کا اور یہ افضل ہے اس متمتع سے جس نے ہدی ساتھ نہ ہو اس واسطے کہ سنت نبوی کے موافق ہے تو پہلے احرام باندھے یعنی احرام کی نیت سے لبیک کہے پھر ہدی کو ہانک لے چلے اپنے مسلک اور بدون لبیک کہنے کے فقط ہدی کے ہانکنے سے بھی احرام جاری ہے لیکن افضل نہیں وہو اولی من قودہ الا اذا کانت لا تنساق فیقودہا اور ہدی کا ہانک لے چلنا بہتر ہے اس کے کھینچ لے چلنے سے مگر جب کہ ہانکنا مشکل ہو جانور کی تکلیف سے یا اس کی وحشت سے تو کھینچ لے جاوے وقلد بدنتہ وہو اولی من التجلیل اور پٹا گلے میں ڈالے اپنے اونٹ یا گائے کے اور پٹا ڈالنا افضل ہے جھول ڈالنے سے اس واسطے کہ جھول کبھی آرائش کے واسطے بھی ہوتی ہے بخلاف تقلید کے کہ وہ ہدی ہی کے واسطے مخصوص ہے تقلید یہ کہ جانور کے گلے میں پٹا ڈالے یا جوتی اس میں باندھے یا ٹکڑا پرانے کپڑے کا یا کھجور کی چھال تا معلوم ہو کہ یہ جانور سواری کا نہیں بلکہ حرم کو جاتا ہے وکرہ الاشعار وہو شق سنامہا من الایسر اولا یمین لان کل واحد لا یخصہ ولا من احسنہ بان تقطع الجلد فلا باس بہ اور اشعار مکروہ ہے اشعار یہ کہ اونٹ کے کوہان کو بائیں یا داہنے طرف سے چیرے اشعار اس واسطے مکروہ ہے ہر شخص اس کو خوب نہیں کر جانتا گوشت اور ہڈی تک صدمہ پہنچتا ہے سو جو شخص کہ اشعار خوب کرے یعنی فقط کھال کو کاٹ دے نہ گوشت اور ہڈی کو تو کچھ مضائقہ نہیں بلکہ ایسا اشعار مستحب ہے کذا فی الطحطاوی مر بحث احرام میں مفصل مذکور ہو چکا کہ امام اعظم کے نزدیک اپنے اہل زمانہ کا اشعار مکروہ تھا جو بہت زخم کر دیتے تھے اور یہ نہیں کہ مطلقاً اشعار مکروہ ہے واعتمر دلالۃ التحلل منہا حتی یجب دم الحلق کما مر فیمن لم یسق اور عمرہ کرے احرام سے اس واسطے کہ ہدی کا ہانکنا مانع ہے احرام اتارنے سے نحر تک پھر آٹھویں تاریخ حج کا احرام کرے چنانچہ مذکور ہو چکا اس متمتع کے بیان میں جس نے ہدی کو نہیں ہانکا وحلق یوم النحر واذا حلق حل من احرامیہ علی الظاہر اور سر منڈا دے یوم النحر میں اور جب کہ اس نے سر منڈایا تو حلال ہو گیا اپنے دونوں احرام سے یعنی حج اور عمرے کو دونوں احرام حلق کے بعد وقوف عرفہ کے بنا بر ظاہر کلام علما کے تو معلوم ہوا کہ عمرے کا احرام بعد وقوف عرفات باقی تھا سر منڈانے تک والمکی ومن فی حکمہ یفیض فقط اور مکہ کا رہنے والا اور جو اس کے حکم میں ہے یعنی جو میقات کے اندر رہتا ہے وہ فارغ ہو حج سے فقط یعنی قران اور تمتع نہ کرے اس واسطے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ذلک لمن لم یکن اہلہ حاضری المسجد الحرام یعنی یہ تمتع اس شخص کے واسطے ہے جس کے اہل وعیال مسجد الحرام میں حاضر نہیں تو قران اور تمتع جائز ہوا وعلیہ دم جبر ولا یجزیہ الصوم لو معسرا اور مکی نے اگر قران یا تمتع کیا تو جائز ہے اور اس نے برا کیا اور اس پر بعوض اس قصور کے ذبح کرنا واجب ہے اور اس کو روزے رکھنا واجب نہ ہوگا اگر وہ بلا ذبح کیے مر گیا ہے میں نے اپنی خرچ میں کہا کہ کتب فقہ میں جو یہ مذکور ہے کہ مکی قران اور تمتع نہ کرے تو نفی سے مراد حلت کی نفی ہے نہ صحت کی نفی ولن

ف۱ یعنی وہ آسمان ہے بنا کہ احادیث صحیحہ اس پر ناطق ہیں ۱۲

Marfat.com

العمرۃ بلا سوق ہدی ثم بعد عمرتہ عاد الی بلدہ وحلق فقد الم اثما صحیحا فبطل تمتعہ اور جس متمتع نے عمرہ کیا بدون ہدی کے باندھنے کے پھر بعد عمرے کے پھر گیا اپنے شہر کو اور سر منڈایا تو اس نے الم صحیح کیا تمتع اس کا باطل ہو گیا و مع سوقہ تمتع کالقارن اور اگر متمتع ہدی لے گیا اور عمرہ کر کے اپنے گھر چلا آیا تو وہ متمتع کہے یعنی تمتع کرنے میں اس کو اختیار ہے اور اگر بعد اس عمرے کے اس سال حج نہ کرے تو اس پر کچھ مواخذہ نہیں اس واسطے کہ حج ہنوز شروع نہیں کیا اور چونکہ ہدی کے سبب سے الم صحیح نہیں تو تمتع اس کا باطل نہیں مانند قارن کے یعنی جیسے قارن کے عود سے قران باطل نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی وان طاف لہا اقل من اربعۃ قبل اشہر الحج واتمہا فیہا وحج فقد تمتع ولو طاف اربعۃ قبلہا لا اعتبار للاکثر اور اگر عمرے کے واسطے چار شوط سے کم طواف کیا حج کے مہینوں سے پہلے اور طواف کو باقی چار شوط سے پورا کر دیا حج کے مہینوں میں تو اس کا تمتع صحیح ہے اس واسطے کہ اکثر طواف اشہر حج میں واقع ہوا اور اگر چار شوط کا طواف کیا قبل اشہر حج کے اور تین شوط اشہر حج میں کیے تو تمتع صحیح نہیں بنا بر اعتبار اکثر طواف کے کوفی ای آفاقی حل من عمرتہ فیہا ای الاشہر وسکن بمکۃ ای داخل المواقیت او البصرۃ ای غیر بلدۃ وحج من عامہ متمتع لبقاء سفرہ کوفی یعنی آفاقی نے اشہر حج میں عمرہ کر کے احرام اتارا اور مکہ میں رہا مراد یہ کہ داخل مواقیت رہا یا بصرہ میں رہا بصرہ سے مراد یہ کہ اپنے شہر کے سوا کہیں رہا اور اسی سال اس نے حج کیا تو یہ شخص متمتع ہے اس واسطے کہ اس کا سفر ہنوز باقی ہے ولو افسدہا او حج من البصرۃ الی مکۃ وقضاہا وحج لا یکون متمتعا لانہ کالمکی اور اگر اشہر حج میں عمرے کو فاسد کر ڈالا بسبب جماع کے یا پھر آیا بصرہ سے مکہ کی طرف اور قضا کیا عمرے کو اور حج کیا تو متمتع نہ ہوگا نزدیک امامؒ کے اس واسطے کہ کوئی بسبب افساد عمرے کے مانند مکی کے ہو گیا یعنی اس کو مکہ میں رہنا واجب ہو گیا عمرہ قضا کرنے کے واسطے پھر جب وہ اہل مکہ میں مل گیا تو متمتع نہ رہا اس واسطے کہ عمرہ اس کا مکی ہوگا نہ آفاقی کذا فی الطحطاوی الا اذا الم باہلہ ثم رجع وانی بہما لانہ سفر اکثر ولا یغیر کون العمرۃ قضاء عما افسدہ مگر جب کہ بعد فاسد کر ڈالنے عمرے کے اپنے گھر چلا گیا پھر گھر سے مکہ میں احرام باندھ کر پلٹ آیا اور عمرے اور حج کو عمل میں لایا تو البتہ متمتع ہوگا اس واسطے کہ جب اپنے وطن میں پہنچا تو سفر اول ہو چکا پھر جب دوبارہ مکہ میں آیا تو یہ دوسرا سفر ہوا تو اب عمرہ اس کا آفاقی ہوگا اور حج مکی اور یہ امر متمتع کو مضر نہیں کہ یہ عمرہ قضا ہے اس عمرے کی جس کو فاسد کر چکا وای النسکین افسدہ التمتع اتمہ بلا دم للتمتع بل للقضاء اور دو عبادتوں میں سے جس عبادت کو متمتع فاسد کرے خواہ عمرے کو خواہ حج کو تو اس کو تمام کرے اس واسطے کہ احرام سے نکلنا بدون افعال مخصوصہ کے نہیں ہو سکتا اور تمتع کا ذبح کرنا اس پر واجب نہیں اس واسطے کہ دونوں عبادتوں کے ادا کرنے سے سفر واحد میں وہ متمتع نہیں ہوا بلکہ فاسد کرنے سے ذبح کرنا اس پر البتہ لازم ہوگا کذا فی منح الغفار

باب الجنایات

الجنایۃ ہنا ما یکون حرمتہ بسبب الاحرام او الحرم یہ باب ہے جنایات حج کا جنایات جمع ہے جنایت کی اور جنایت لغت میں عبارت ہے احداث امر بد سے اور اصطلاح شرع میں جنایت حرام فعل کا نام ہے اور یہاں یعنی کتاب الحج میں جنایت اس فعل کو کہتے ہیں جس کی حرمت ثابت ہو بسبب احرام باندھنے کے یا حرم میں داخل ہونے کے وقد یجب بہا ودمان ودم او صوم او صدقۃ ففصلہا بقولہ اور جنایت سے کبھی دو خون واجب ہوتے ہیں یا ایک خون یا صوم یا صدقہ سو انھیں امور کی تفصیل کی ہے ماتن نے اپنے آئندہ قول سے الواجب دم علی محرم بالغ فلا شئ علی الصبی خلافا للشافعی ولو ناسیا او جاہلا او کرہا فیجب علی نائم عطی راسہ خون واجب ہے محرم بالغ پر تو صغیر محرم پر واجب نہیں بخلاف امام شافعی کے اگر بالغ محرم بھول کر جنایت کرے یا جاہل ہو یا اس کی بے اختیاری میں جنایت ہوئی ہو تو خون واجب ہوگا اس سونے والے پر جس کا سر کسی انسان نے ڈھک دیا اور بعدم اختیار میں گناہ ساقط ہے نہ جزا کذا فی النہر ان طیب عضوا کاملا ولو فما باکل طیب کثیر او ما یبلغ عضوا لو جمع یعنی ذبح کرنا واجب ہے اگر محرم نے خوشبودار چیز لگائی کسی پورے عضو میں جیسے سر اور پنڈلی اور ران میں اگرچہ منہ خوشبودار ہو گیا ہے بہت خوشبودار چیز کھانے سے یا اندک اندک متفرق خوشبو لگائی اس قدر کہ اگر سب کو جمع کیجیے تو بقدر ایک عضو کے ہو جاوے والبدن کلہ عضو واحد ان اتحد المجلس والا فلکل طیب کفارۃ اور تمام بدن ایک عضو کے برابر ہے اگر مجلس متحد ہو اور نہیں تو ہر خوشبو کا کفارہ جدا ہے یعنی اگر ایک مجلس میں

Marfat.com

خوشبو لگائی تو ایک ہی کفارہ لازم ہے اور اگر چند مجالس میں خوشبو لگائی تو ہر بار خوشبو لگانے کا جدا کفارہ ہے کذا فی النہر ولو ذبح دم یزلہ لزمہ دم آخر ترکہ اور اگر خوشبو لگا کر جانور کو ذبح کیا اور خوشبو کو بدن سے نہ چھڑایا تو دوسرا جانور ذبح کرنا اس پر لازم ہوا لسبب باقی رکھنے خوشبو کے داما الثوب الطیب اکثرہ فلیشترط للزوم الدم دوام لبسہ یوما اور جو کپڑا کہ اکثر خوشبودار ہو تو خون کے واجب ہونے میں یہ شرط ہے کہ دن بھر اس کو پہنے رہے او خضب راسہ بحنا او رفیق المتلبد فعلیہ دمان یا محرم نے اپنے سر یا داڑھی میں تیل مہندی کا خضاب لگایا اور اگر گاڑھی مہندی سر پر لگا دیا تو اس میں دو خون واجب ہوں گے ایک خوشبو لگانے کا او دوسرا سر ڈھکنے کا بشرطیکہ ایک دن یا ایک رات مہندی لگی رہے یا تمام سر کو مہندی سے تھوپے کذا فی الطحطاوی عن البحر بیہقی میں حدیث مرفوع ہے کہ الحناء طیب یعنی مہندی خوشبو ہے چونکہ مہندی کا خوشبودار ہونا خوب ظاہر نہ تھا لہذا بعد ذکر مطلق خوشبو کے اس کو بھی ذکر کر دیا کذا فی النہر او دہن بزیت او حل بفتح المہملۃ الشیرج ولو کانا خالصین لانہما اصل الطیب بخلاف بقیۃ الادہان یا روغن زیتون یا میٹھا تیل بدن میں ملا اگرچہ دونوں خالص ہوں خوشبو سے اس واسطے کہ دونوں تیل اصل میں خوشبو کی امام اعظم کے نزدیک اس راہ سے کہ خوشبودار پھول مثل گلاب بیلا اور چمیلی کے ان میں ڈالے جاتے ہیں تو دونوں خوب خوشبودار ہو جاتے ہیں بخلاف اور تیلوں کے کہ ان کے لگانے سے ذبح کرنا لازم نہیں ہوتا تمام حل بفتح حائے مہملہ و تشدید لام میٹھا تیل ہے یعنی تلوں کا تیل جس کو عرب شیرج اور دہن السمسم بھی کہتے ہیں اور صاحبین کے نزدیک روغن زیتون اور میٹھے تیل کے لگانے میں صدقہ واجب ہے نہ ذبح اور خوشبو دار تیل میں بالاتفاق ذبح واجب ہے فلو اکلہ او استعط او داوی بہ جرحہ او تشقق رجلیہ او اقطر فی اذنیہ لا یجب دم ولا صدقۃ اتفاقا تو اگر محرم نے روغن زیتون یا میٹھے تیل کو کھایا یا ناک میں ڈالا یا اس سے زخم کی دوا کی یا دونوں پاؤں کی بوائی میں لگایا یا اپنے دونوں کانوں میں ٹپکایا تو اس پر نہ ذبح کرنا واجب ہے نہ صدقہ بخلاف المسک والعنبر والغالیۃ والکافور ونحوہا مما ہو طیب بنفسہ فانہ یلزمہ الجزاء بالاستعمال وعلی وجہ التداوی بخلاف مشک اور عنبر اور غالیہ اور کافور اور اسی طرح کی چیزوں کے جن میں ذاتی خوشبو ہے اس واسطے کہ ان کے استعمال سے جزا لازم آتی ہے اگرچہ بطریق دوا ان کو استعمال کرے لیکن محرم کو ان کی جزا میں اختیار ہے چاہے ذبح کرے چاہے روزہ رکھے چاہے کھانا کھلا دے کذا فی الطحطاوی ولو جعلہ فی طعام قد طبخ فلا شیء فیہ وان لم یطبخ وکان مغلوبا کرہ اکلہ کتم طیب و تفاح اور اگر مشک وغیرہ کو کھانے میں ڈال کر پکایا تو محرم پر اس میں کوئی چیز لازم نہیں خواہ کھانے میں خوشبو باقی رہے یا نہ رہے اور اگر خوشبو کو نہ پکایا بلکہ کھانے میں اوپر سے ڈالا اور خوشبو مغلوب ہے یعنی کھانے سے کم تر ہے تو اس کا کھانا مکروہ ہے اگر خوشبو معلوم ہوتی ہو جیسے خوشبودار سیب کا سونگھنا مکروہ ہے مم جس خوشبودار چیز کا کھانا معمول ہے جیسے گرم مصالح مانند لونگ اور الائچی اور دار چینی کے جب کہ وہ کھانے میں مخلوط ہو جاوے تو اس کا کھانا جائز ہے کذا فی منح الغفار او لبس مخیطا لبسا معتادا فلو اتزر بہ او دثر علی کتفیہ لا شیء علیہ یا محرم نے سیا کپڑا پہنا اس طرح پر جس طرح پہننے کی عادت ہے تو اگر مثلاً قمیص یا قبا کو خلاف عادت بطور تہ بند کے باندھا یا پاجامہ اپنے دونوں سر ینڈوں پر رکھا تو کوئی چیز اس پر واجب نہیں نہ ذبح نہ صدقہ او ستر رأسہ بمعتاد ولو بمثل اجانۃ او عدل فلا شیء علیہ یا اپنا سر چھپایا معمولی لباس سے جیسے ٹوپی یا پگڑی سے اور اگر سر چھپایا لفافہ یا ٹوکری اٹھانے سے تو کوئی جزا اس پر واجب نہیں یوما کاملا او لیلۃ کاملۃ وفی الاقل صدقۃ پورا دن یا پوری رات سیا کپڑا پہنے رہا یا سر چھپائے رہا تو ذبح کرنا اس پر واجب ہے اور اس سے کم میں یعنی دو تین پہر کے پہننے میں یا ساعت بھر میں صدقہ واجب ہے نہ ذبح والزائد علی الیوم کالیوم وان نزعہ لیلا واعادہ نہارا ولو جمع ما یلبس اور ایک دن سے زیادہ پہننا دن کے برابر ہے یعنی جیسے ایک دن کے لباس میں ذبح واجب ہے ویسے دس دن میں اگرچہ محرم رات میں لباس کو اتار ڈالتا ہو اور دن میں پھر اس کو پہنتا ہو اگرچہ تمام پوشاک اس نے پہنی ہو یعنی ٹوپی اور قبا اور پاجامہ ہر صورت ایک ہی خون واجب ہے مالم یعزم علی الترک للبسہ عند النزع فان عزم علیہ ای الترک ثم لبس لم تعد الجزاء کفر للاول اولا ایک روز اور چند روز کا لباس اس وقت تک برابر ہے جب تک محرم نے لباس اتارنے کے وقت ترک لباس کا ارادہ نہیں کیا سو اگر اتارنے کے وقت ترک لباس پر عزم کر چکا بعد پھر اس نے سیا

Marfat.com

کپڑا پہنا تو اب جزا متعدد ہوگی یعنی جے بار ترک کا ارادہ کرے گا اتنی بار ذبح کرنا اس پر واجب ہوگا خواہ اول قصور کا اس نے کفارہ دیا ہو یا نہ دیا ہو وکذا یتعدد الجزاء لو لبس یوما فارادہ ثم دام علی لبسہ یوما اٰخر فعلیہ الجزاء ای ابتداء لانہ محظور فکان لدوامہ حکم الابتداء اور اسی طرح متعدد ہوگی جزا اگر اس نے سیا کپڑا ایک دن پہنا سو اس نے پہننے کی جزا میں ذبح کیا پھر اس کو ایک دن اور پہنے رہا تو دوسری جزا بھی اس پر واجب ہوگی اس واسطے کہ لباس محرم کو ممنوع ہے تو دوام لباس کو بعد ذبح کرنے کے حکم ابتدائے لباس کا ہوا یعنی جیسے ابتدائی لباس میں جزا واجب ہوگئی تھی ویسی ہی بعد ذبح کے دوام لباس سے دوسری جزا واجب ہوئی ودوام اللبس بعد ما احرم وھو لابسہ کانشاءہ بعدہ ولو مکرہا او نائما او ترکہ قائم رکھنا اس لباس کا جس کو احرام کے وقت پہنے ہوئے تھا ویسا ہے گویا اس نے بعد احرام کے اس کو پہنا تو اگر مثلاً اس قمیص کو جو احرام کے وقت پہنے تھا بعد احرام کے بھی دن بھر پہنے رہے گا تو اس پر ذبح کرنا واجب ہے اگرچہ پہننے والے پر کسی نے زبردستی کی ہو یا وہ سوتا ہو کذا فی النہر الفائق ولو تعدد سبب اللبس تعدد الجزاء اور اگر لباس پہننے کا سبب متعدد ہو تو اس کی جزا بھی متعدد ہوگی چنانچہ محرم کو تپ آئی اور اس نے قمیص پہنا پھر اس کو صحت ہوگئی بعد اس کے دوسری بیماری ہوئی یا دوسری قسم کی تپ آئی پھر اس نے قمیص پہنا تو اس پر دو کفارے لازم ہونگے، کذا فی فتح القدیر۔ ولو اضطر الی قمیص فلبس قمیصین او الی قلنسوۃ فلبسہما مع عمامۃ لزمہ دم واحد اور اگر محرم کو ایک قمیص کی حاجت ہوئی سو اس نے دو قمیص پہنے یا ایک ٹوپی کی حاجت ہوئی سو اس نے ٹوپی کو پگڑی کے ساتھ پہنا تو اس پر ایک خون واجب ہوگا اس واسطے کہ سبب واحد ہے کذا فی النہر اور گناہ گار ہوگا کہ حاجت سے زیادہ اس نے پہنا کذا فی الظہیریۃ ولو تیقن زوال الضرورۃ فاستمر کفر اخری اور اگر محرم کو یقین ہوگیا کہ لباس کی حاجت نہ رہی پھر بھی پہنے رہا ایک دن یا دو دن تو دوسرا کفارہ دے اور اگر زوال حاجت میں شک ہو تو اس پر ایک ہی کفارہ لازم ہے کذا فی النہر ولتغطیۃ ربع الراس اذا لوجہ کالکل اور چوتھائی سر کا یا چہرے کا ڈھکنا تمام سر اور چہرہ کے برابر ہے کفارہ میں ولا باس بتغطیۃ اذنیہ وقفاہ ووضع یدہ علی انفہ بلا ثوب اور کچھ مضائقہ نہیں محرم کے دونوں کان اور گدی کے ڈھکنے میں اور ناک پر بدون کپڑے کے ہاتھ رکھنے میں او حلق ای ازال ربع راسہ او ربع لحیتہ یا محرم اپنے چوتھائی سر یا چوتھائی داڑھی کو مونڈے یعنی بالوں کو دور کرے کسی طرح خواہ مونڈ کر یا اکھاڑ کر یا نورہ لگا کر او حلق محاجمہ یعنی احجم ولا افطر کذا فی البحر عن الفتح یا محرم اپنے سر کے پیچھے اس جگہ کو مونڈے جہاں پچھنے لگاتے ہیں ماتن کی مراد یہ ہے کہ وہاں مونڈے اور پچھنے بھی لگادے تب اس پر ذبح کرنا لازم ہوگا اور اگر دونوں فعل جمع نہ کرے یعنی فقط مونڈے بدون پچھنوں کے یا پچھنے لگادے بدون مونڈنے کے تو اس پر صدقہ لازم ہوگا ذبح یہ تصریح بحر الرائق میں منقول ہے فتح القدیر سے اس واسطے کہ اس قدر حلق چہارم سر سے قلیل ہے تو ذبح کرنے کو نہ واجب کرے گا کذا فی الفتح او حلق احدی البطیہ او عانتہ او رفقتہ کلہا او قص اظفار یدیہ او رجلیہ او الکل فی مجلس واحد فلو تعدد المجلس تعدد الدم الا اذا اتحد المحل کحلق البطیہ فی مجلسین او راسہ فی اربعۃ یا محرم نے اپنی ایک بغل ساری مونڈی یا تمام موئے زیار مونڈے یا سب گردن کے بال مونڈے یا اپنے دونوں ہاتھوں کے ناخن یا دونوں پاؤں کے ناخن کاٹے یا دونوں ہاتھ پاؤں کے ساتھ ہی ناخن کاٹے ایک مجلس میں یعنی سب صورتوں میں ایک ہی خون واجب ہوگا اور اگر مجلس متعدد ہوگی تو خون بھی متعدد ہوں گے یعنی ایک مجلس میں ایک ہاتھ کے ناخن کاٹے اور دوسری مجلس میں دوسرے ہاتھ کے اور تیسری مجلس میں ایک پاؤں کے اور چوتھی مجلس میں دوسرے پاؤں کے تو چار بکریاں ذبح کرنا واجب ہوگا بسبب تعدد مجالس کے مگر جب محل متحد ہوگا تو تعدد مجالس سے تعدد خون کا نہ ہوگا چنانچہ محرم نے اپنی ایک بغل کو دو مجلس میں مونڈا یا اپنے سر کو چار مجلس میں مونڈا تو ایک ہی بکری ذبح کرنا واجب ہوگا اس واسطے کہ محل جنایت متحد ہے اگرچہ مجالس متعدد ہوئے کذا فی الظہیریۃ او ید او رجل او ربع کالکل یا محرم نے ایک ہاتھ کے ناخن یا ایک پاؤں کے ناخن کاٹے تو ایک بکری ذبح کرنا لازم ہوگا اس واسطے کہ چوتھائی کل کی برابر ہے یعنی کل دو ہاتھ اور دو پاؤں ہیں ذبح واجب تھا تو ایک ہاتھ یا ایک پاؤں میں بھی ذبح واجب ہوگا اس واسطے کہ ایک ہاتھ چوتھائی ہے کل کی اور چوتھائی کل کی قائم مقام ہوتی ہے چنانچہ حلق سر میں معلوم ہو چکا کذا فی الہدایہ وطاف للقدوم لو جوبہ بالشروع او للصدر جنبا او حائضا یا محرم نے

Marfat.com

طواف القدوم اور طواف الصدر کو جنابت یا حیض کی حالت میں کیا بسبب واجب ہو جانے طواف القدوم کے شروع کرنے سے یعنی ہر چند طواف القدوم سنت ہے اور طواف الصدر واجب لیکن جب طواف القدوم کو شروع کیا تو اب اس کا ادا کرنا واجب ہو گیا تو وجوب ذبح میں دونوں طواف برابر ہو گئے او للفرض محمد یا فرض الطواف یعنی طواف الزیارۃ کو بے وضو کیا تو ذبح کرنا بکری کا واجب ہے اور اگر کپڑے پر نجاست ہو گی درم سے زیادہ حالت طواف میں تو ذبح یا صدقہ واجب نہیں لیکن ادخال نجاست کا مسجد الحرام میں مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی ولو جنبا فبدنۃ ان لم یعدہ اور اگر جنابت میں طواف الزیارۃ کیا تو اوٹ یا گائے کا ذبح کرنا واجب ہے بشرطیکہ طواف کو دوبارہ نہیں کر لیا اور اگر طواف القدوم اور طواف الصدر اور طواف الزیارۃ کو بعد غسل اور وضو کے اعادہ کیا تو اب کوئی چیز اس پر واجب نہیں نہ ذبح نہ صدقہ کذا فی الطحطاوی والاصح وجوبہا فی الجنابۃ وندبہا فی الحدث وان المعتبر الاول والثانی جابرلہ فلا تجب اعادۃ السعی جوہرۃ اور قول اصح یہ ہے کہ طواف کا اعادہ واجب ہے اگر جنابت میں کیا ہو اور مستحب ہے اعادہ اگر بے وضو کیا ہو اور یہ قول اصح ہے کہ درصورت اعادہ معتبر پہلا ہی طواف ہے اور دوسرا طواف پہلے طواف کے نقصان کا جبر کرنیوالا ہے تو جب پہلا طواف معتبر ٹھہرا، تو صفا اور مروہ کی سعی کا اعادہ کرنا طواف ثانی میں واجب نہیں کذا فی الجوہرۃ وفی الفتح لو طاف للعمرۃ جنبا او محدثا فعلیہ دم وکذا لو ترک من طوافہا شوطا لانہ لا مدخل للصدقۃ فی العمرۃ اور فتح القدیر میں ہے کہ اگر جنابت یا وضو نہ ہونے میں عمرے کا طواف کیا تو اس پر خون واجب ہے اور اسی طرح خون واجب ہے اگر عمرے کے طواف سے ایک شوط کو ترک کیا اس واسطے کہ عمرے کی جنایات میں صدقہ کو دخل نہیں او افاض من عرفۃ ولو بغیرہ قبل الامام والغروب یا حرم چلا آیا عرفات سے امام کے آنے سے پہلے اور قبل غروب آفتاب کے اگرچہ وہاں سے آنا اس کے اونٹ کے بھاگنے سے ہو یعنی وجوب ذبح میں اختیاری آنا اور بے اختیاری دونوں برابر ہیں ویسقط الدم بالعود ولو بعدہ فی الاصح غایۃ اور قول اصح میں ساقط ہوتا ہے خون عرفات میں پھر جانے سے اگرچہ بعد غروب کے وہاں پھر گیا ہو کذا فی الغایۃ او ترک اقل من سبع الفرض یعنی ولم یطف بغیرہ حتی لو طاف للصدر استقل الی الفرض ما یکملہ ثم ان بقی اقل الصدر فصدقۃ والا فدم یا طواف فرض کے سات شوطوں میں سے کم تر کو ترک کیا یعنی طواف الزیارۃ سے تین شوط یا اس سے کم ترک کیے یعنی اس قدر کے ترک کرنے سے اس وقت واجب ہو گا جب کہ اس نے طواف الزیارۃ کے سوا اور کوئی طواف نہ کیا ہو یہاں تک کہ اگر اس نے طواف الصدر کیا ہو تو طواف الصدر کے شوط طواف الزیارۃ کی طرف منتقل ہو جاویں گے جتنے میں کہ وہ پورا ہو جاوے خواہ ایک شوط یا تین پھر بعد اس تکمیل کے اگر اس کے ذمہ پر طواف الصدر کے اقل شوط باقی رہے تو صدقہ واجب ہے اور اکثر شوط رہے تو خون واجب ہے مثلاً طواف الزیارۃ کے تین شوط کم تھے اور طواف الصدر کے پورے سات شوط تھے سو طواف الصدر کے تین شوط سے طواف الزیارۃ کی تکمیل ہو گئی باقی رہے چار شوط کی ہوئی تین شوط کی اور تین اقل طواف ہیں تو اس میں صدقہ واجب ہو گا اور اگر طواف الصدر کے چھ شوط ہوں تو چار شوط کی کمی پر ہو گئی بعد تکمیل کے اور چار شوط اکثر طواف ہیں تو اس میں ذبح کرنا واجب ہو گا وترک اکثرہ بقی محرما ابدا فی حق النساء حتی یطوف فلما جامع لزمہ دم اذا قعد المجلس الاان یقعد بالرفض فتح اور طواف الزیارۃ کے اکثر کے ترک کرنے سے ہمیشہ وہ محرم بنا رہے گا عورتوں کے حق میں یہاں تک کہ طواف الزیارۃ کو ادا کرے تو بے یار کے وہ جماع کرے گا اتنی بار اس پر ذبح کرنا لازم ہو گا بشرطیکہ مجالس جماع کی متعدد ہوں مگر یہ کہ جماع ثانی سے ترک حج قصد کرے تو ایک ہی بار ذبح کرنا اس پر لازم ہو گا کذا فی فتح القدیر خواہ ایک مجلس ہو خواہ چند مجالس اور یہ جو کہا کہ اکثر طواف کے ترک سے محرم بنا رہے گا اس واسطے کہ اکثر بجائے کل ہے تو گویا اس نے اصلا طواف نہیں کیا کذا فی الطحطاوی او ترک طواف الصدر او اربعۃ منہ ولا یتحقق الترک الا بالخروج من مکۃ یا محرما طواف الصدر کے سب شوط یا چار شوط کو ترک کرے اور ترک کرنا ثابت نہ ہو گا مکہ سے بدون نکلنے کے اس واسطے کہ طواف الصدر کا کوئی وقت مقرر نہیں غایۃ البیان قولہ او ترک السعی او اکثرہ او رکب فیہ بلا عذر یا سب شوط سعی کے یا اکثر کو بدون عذر کے ترک کرے یا سعی سوار ہو کر بلا عذر کرے اور اگر سعی کو عذر سے ترک کرے یا سوار ہو کر سعی کرے بسبب عذر کے تو اس پر کچھ لازم نہیں کذا فی الطحطاوی او الوقوف بجمع یعنی مزدلفہ

Marfat.com

او الرمی کلہ او فی یوم واحد او الرمی الاول او اکثرہ ای اکثر رمی یوم یا مزدلفہ کا ٹھہرنا ترک کرے یا جمرات ثلثہ کے کل رمی کو یا ایک دن کے رمی کو یا پہلی رمی یعنی جمرۃ العقبہ کے رمی کو یا ایک دن کے اکثر رمی کو ترک کرے م کل رمی کا ترک کرنا یہ ہے کہ یوم النحر سے تیرھویں تک رمی نہ کرے کسی دن اور جب تک کہ یہ دن باقی ہیں تو اعادہ رمی کا ممکن ہے بترتیب لیکن تاخیر سے امام کے نزدیک ذبح کرنا واجب ہوگا اور اکثر رمی کا ترک کرنا یہ کہ یوم النحر میں جمرۃ العقبہ کو تین ہی کنکریاں مارے تو چار ترک ہوئیں یا ایام تشریق میں کسی دن گیارہ[1] کنکریاں مارنا ترک کرے اور سب ایام کے رمی اور ایک دن کی رمی ترک کرنے میں ایک ہی بار ذبح کرنا اس واسطے واجب ہوا کہ متحد الجنس ہیں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی او حلق فی حل بحج فی ایام النحر فلو بعدہا فدمان او عمرۃ لاختصاص الحلق بالحرم یا حج کے محرم نے سر منڈایا حل میں ایام نحر کے اندر تو ایک خون واجب ہے سو اگر بعد ایام نحر کے منڈا دے گا تو دو خون واجب ہوں گے یا عمرے کے محرم نے حل میں سر منڈایا تو ایک خون واجب ہے بسبب مخصوص ہونے حلق کے حرم میں لا دم علی معتمر خرج ثم رجع من حل الی الحرام ثم قصر وکذا الحاج ان رجع فی ایام النحر والا فدم التاخیر خون واجب نہیں اس عمرہ کرنے والے پر جو حرم سے باہر نکلا پھر حل سے حرم کی طرف پلٹ آیا پھر اس نے بال کترائے یا منڈائے اور ایسا ہی حکم حاجی کا ہے اگر ایام نحر کے اندر حرم میں پلٹ آوے اور اگر بعد ایام نحر کے حرم میں بال کتروا دے یا منڈا دے تو اس پر ذبح کرنا واجب ہوگا بسبب تاخیر کے او قبل عطف علی حلق یا محرم نے عورت کا بوسہ لیا تو ایک خون واجب ہے لفظ قبل کا حلق کے لفظ پر عطف ہے او لمس لشہوۃ انزل او لا فی الاصح او استمنی بکفہ او جامع بہیمۃ وانزل یا عورت کا بشہوت مساس کیا انزال ہو یا نہ ہو خون اس پر واجب ہے قول اصح میں یا اپنا کف دست آلۂ تناسل میں لگا کر منی نکالی یا جانور سے جماع کیا اور انزال بھی ہوا خون واجب ہوگا اور بدون انزال کے خون واجب نہیں کذا فی الطحطاوی عن النحر او اخر الحاج الحلق او طواف الفرض عن ایام النحر لتوقتہا بہا یا حاجی نے سر منڈانے یا طواف الزیارۃ میں ایام النحر سے تاخیر کی اس واسطے کہ حلق اور طواف الزیارۃ ایام نحر میں متعین ہیں بنا بر وجوب کے اور صاحبین کے نزدیک مناسک کی تاخیر میں خون واجب نہیں او قدم نسکا علی آخر فیجب فی یوم النحر اربعۃ اشیاء الرمی ثم الذبح لغیر المفرد ثم الحلق ثم الطواف یا مقدم کیا ایک عبادت کو دوسری عبادت پر سو یوم النحر میں چار عبادتیں علی الترتیب واجب ہیں اول جمرۃ العقبہ کے رمی پھر ذبح کرنا قارن اور متمتع کے حق میں نہ تمتع کرنے والے کو پھر ذبح کے بعد سر منڈانا پھر طواف الزیارۃ کرنا ان مناسک کی تقدیم اور تاخیر سے امام اعظمؒ کے نزدیک ذبح کرنا واجب ہے اور صاحبین کے نزدیک تقدیم تاخیر سے کچھ واجب نہیں اس دلیل سے کہ بخاری اور مسلم میں حدیث صحیح ثابت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں منا کے اندر تھے اور لوگ مسائل دریافت کرتے تھے سو ایک مرد آیا اور اس نے کہا کہ مجھ کو معلوم نہ تھا سو میں نے سر منڈایا ذبح کرنے سے پہلے حضرت نے فرمایا کہ ذبح کر اور کچھ حرج نہیں اور دوسرا شخص آیا اس نے کہا کہ یا رسول اللہ مجھ کو معلوم نہ تھا میں نے نحر کیا قبل رمی کے حضرتؐ نے فرمایا کہ رمی کر اور کچھ حرج نہیں سو حضرت نے کسی چیز کی تقدیم اور تاخیر سے سوال نہ ہوا مگر حضرتؐ نے یہی فرمایا کہ کر یعنی اب اس کو کرلے اور کچھ حرج نہیں امام اعظم رحمہ اللہ کی طرف سے یہ جواب ہے کہ نفی حرج سے نفی گناہ اور نفی فساد حج البتہ متحقق ہے لیکن نفی جزا کی ثابت نہیں اور صاف ظاہر ہے کہ تقدیم اور تاخیر ممنوع تھی لہذا سائل نے اپنی نادانستگی کو عذر قرار دیا اور اگر ممنوع نہ ہوتا تو سوال اور عذر بے معنی کی کیا حاجت تھی اور حق یہ ہے کہ یہ حدیث ترتیب کے مسنون ہونے اور واجب ہونے دونوں کی محتمل ہے اور چونکہ ابتدائے اسلام تھی لہذا حضرت نے بسبب جہل کے ان کو معذور رکھا اور جزا کا حکم نہ دیا تو مقام اضطراب میں بنا بر احتیاط کے وجوب کا اعتبار کرنا واجب ہے علاوہ اس کے ابن ابی شیبہ نے عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی کہ جو ایک نسک کو دوسرے نسک پر مقدم کرے اس پر خون واجب ہے اور بعضے نسخوں میں بجائے ابن مسعود کے ابن عباسؓ مذکور ہیں ہر چند اس کی سند میں ابراہیم بن مہاجر داخل ہے اور وہ ضعیف ہے لیکن طحاوی میں اس قول کو عبداللہ بن عباسؓ سے دوسری سند سے ذکر کیا ہے جس میں ابراہیم بن مہاجر مذکور نہیں تو استدلال پورا ہو گیا کذا فی فتح القدیر لکن لا شیٔ علی من طاف قبل الرمی والحلق نعم یکرہ لباب وقد تقدم کما لا شیٔ علی المفرد الا اذا

[1] یعنی ایک سند میں اکیس کنکریاں تینوں جمرہ پر ہوتی ہیں تو گیارہ نصف سے زائد ہوئیں ۱۲

Marfat.com

حلق قبل الرمی لان ذبحہ لایجب لیکن کچھ واجب نہیں نہ صدقہ نہ خون اس شخص پر جو طواف کرے پہلے رمی اور سر منڈانے کے ہاں یہ تقدیم مکروہ ہے کذانی اللباب اور یہ بیشتر گذر چکا جیسا کچھ صدقہ یا خون واجب نہیں تمتع کرنے والے پر مگر اس صورت میں کہ سر منڈا دے پہلے رمی کے کیونکہ اس پر ذبح کرنا واجب نہیں یعنی ذبح کی تقدیم و تاخیر بسبب عدم وجوب کے اس کو کچھ ضرر نہ کرے گی کذانی الطحطاوی ابتدائے باب سے یہاں تک وہ مسائل مصنف نے مذکور کیے جن میں ایک خون واجب ہے ویجب دمان علی قارن حلق قبل ذبحہ دم للتاخیر ودم للقران علی المذہب کما حررہ المصنف قال وبہ اندفع مالو توہمہ بعضہم من جعل الدمین للجنایۃ اور واجب ہیں دو خون اس قارن پر جس نے سر منڈایا قبل اپنے ذبح کرنے کے ایک خون جنایت کا بسبب تاخیر ذبح کے واجب ہے اور دوسرا قران کا بنا بر مذہب درست کے چنانچہ اس کو منقح کر کے بیان کیا ہے مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں اور کہا ہے کہ اس تقریر سے دفع ہو گیا وہ وہم جو بعضے علما کو پیش آیا یہ تصور کر کے کہ یہ دونوں خون جنایت کے ہیں ہم مصنف نے منح الغفار میں بیان کیا ہے کہ محمد بن الحسن نے جامع صغیر میں تصریح کی ہے کہ ایک خون قران کا ہے اور دوسرا تاخیر نسک کا تو اس تقریر سے صاحب ہدایہ کا اشتباہ دفع ہو گیا کہ دونوں خونوں کو جنایت کا سمجھا ہے وان طیب جوابہ قولہ الاتی تصدق اقل من عضو او ستر راسہ او لبس اقل من یوم اور اگر خوشبو لگائی عضو سے کم تر میں یعنی تمام عضو میں نہ لگائی یا اپنے سر کو ڈھک لیا یا سیا کپڑا پہنا ایک دن سے کم تو صدقہ دے بقدر نصف صاع کے شارح کہتا ہے ماتن کی عبارت میں ان طیب کا جواب اس کا قول ہے یعنی تصدق فی الخزانی الساعۃ نصف صاع دفیما دونہا قبضۃ وظاہرہ ان الساعۃ فلکیۃ خزانہ میں ہے کہ ایک ساعت کے لباس پہننے میں نصف صاع کا صدقہ ہے اور اس سے کم میں مٹھی بھر کا صدقہ ہے شارح کہتا ہے اور ظاہر کلام خزانہ کا اس پر دلالت کرتا ہے کہ ساعت سے مراد ساعت آسمانی ہے یعنی اڑھائی گھڑی جس کو بالفعل گھنٹہ کہتے ہیں اس واسطے کہ ساعت لغوی اور عرفی کی کچھ حد نہیں طحطاوی نے کہا کہ صاحب بحر الرائق نے خزانہ کی روایت کی تضعیف کی ہے کہ بہتر یہ تھا کہ شارح اس کو ذکر نہ کرتا او حلق شاربہ او اقل من ربع راسہ او لحیتہ او بعض رقبتہ یا محرم نے اپنی مونچھ کو منڈایا اپنے سر یا داڑھی کو چوتھائی سے کم منڈایا اپنی گردن کے تھوڑے بال مونڈے او نصف اقل من خمستہ اظافیر او خمستہ الی عشرۃ متفرقۃ من کل عضو اربعۃ وقد استقران کل ظفر نصف صاع الا ان یبلغ وما فیہ نقص ما شاء یا پانچ ناخن سے کم کاٹے یا پانچ ناخن سے سولہ تک متفرق ہر عضو سے چار چار کاٹے یعنی ایک ہاتھ سے چار اور دوسرے ہاتھ سے چار اور ایک پاؤں سے چار اور دوسرے پاؤں سے چار سب سولہ ناخن ہوئے اور یہ ثابت ہو چکا کہ ہر ناخن کاٹنے کی جزا میں نصف صاع کا صدقہ ہے تو سولہ ناخن کا صدقہ آٹھ صاع ہوئے جس کے تخمینا کچھ اوپر ۲۱ سیر گیہوں ہوتے ہیں تو اتنا دینا چاہیے مگر اس صورت میں جب کہ یہ صدقہ ایک بکری کی قیمت کے برابر ہو جاوے تو جتنا چاہے کم کر ڈالے تاکہ اقل عضو کی جزا عضو کامل کی جزا کے برابر نہ ہو اس واسطے کہ سابق مذکور ہو چکا کہ عضو کامل کی جزا خون ہے یعنی بکری کا ذبح کرنا طحطاوی نے کہا کاتب متممہ میں مثل ہدایہ اور اس کی شروح میں یہی مذکور ہے کہ ہر ناخن کی جزا نصف صاع ہے بخلاف وقایہ اور درر کے کہ ان میں ایک ہی صدقہ پر اکتفا کی ہے او طاف للقدوم او للصدر محدثا او ترک ثلثۃ من سبع الصدر وجب لکل شوط منہ دمن السعی نصف صاع او احدی الجمار الثلث فیجب لکل حصاۃ صدقۃ الا ان یبلغ وتا لکما مر وافادہ الحدادی انہ ینقص نصف صاع یا طواف القدوم یا طواف الصدر کو بے وضو طواف کیا یا طواف الصدر کے سات شوط سے تین شوط کر ڈالے اور طواف کے ہر شوط اور سعی کے ہر شوط کے ترک کرنے سے نصف صاع کا صدقہ واجب ہے یا جمرات ثلثہ سے کسی جمرہ کی رمی ترک کی اور ہر کنکری کے ترک کرنے سے صدقہ واجب ہے یعنی نصف صاع کا مگر یہ کہ صدقہ بکری کی قیمت کے برابر ہو جاوے تو کچھ کم کر ڈالے چنانچہ ابھی مذکور ہو چکا اور حدادی نے کم کرنے کی حد بیان کی ہے کہ نصف صاع کم کر ڈالے م طحطاوی نے کہا کہ حدادی کا قول ضعیف ہے متمم وہی ہے جو متنوں میں مذکور ہے یعنی جتنا چاہے کم کر ڈالے او حلق راس محرم او حلال غیرہ او قلم ظفرہ بخلاف ما لو طیب عضو غیرہ او البسہ مخیطا فانہ لا شئ علیہ اجماعا ظہیریہ یا محرم کسی غیر شخص کا سر منڈے وہ شخص محرم ہو یا غیر محرم یا غیر کی گردن کے بال مونڈے یا اس کے ناخن کاٹے بخلاف اس کے کہ اگر غیر کے کسی عضو میں خوشبو لگا دے یا اس کو سیا کپڑا پہنا دے تو اس پر کچھ لازم نہیں

Marfat.com

بالاتفاق نہ خون نہ صدقہ کذا فی الظہیریہ تصدق بنصف صاعٍ من بر کالفطرۃ تو نصف صاع گیہوں کا صدقہ دے مانند صدقہ عید الفطر کے م یہ جواب ہے اس طیب کا یعنی اگر ایک عضو سے کم تر میں خوشبو لگا دے یا ایک دن سے کم سر کو ڈھکے یا سیا کپڑا پہنے یا مونچھ یا ربع سر سے کم مونڈے یا ہر عضو سے چار ناخن کاٹے یا طواف القدوم یا طواف الصدر کو بے وضو کرے یا تین شوط طواف الصدر سے کم کرے یا کسی جمرہ کی رمی ترک کرے یا غیر کا سر مونڈے تو نصف صاع گیہوں کا صدقہ دے طحطاوی نے کہا گیہوں کی قید اتفاقی ہے چاہے نصف صاع گیہوں دے چاہے ایک صاع کھجور یا جو دے لہٰذا شارح نے صدقہ فطر کی تمثیل دی وان طیب او حلق او لبس لعذر خیران شاء ذبح فی الحرم او تصدق بثلثۃ اصوع علی ستۃ مساکین این شاء او صام ثلثۃ ایام ولو متفرقۃ اور اگر خوشبو لگائی یا بال مونڈے یا کترے یا سیا کپڑا پہنا کسی عذر سے تو اس کو اختیار ہے اگر اس کا جی چاہے تو حرم میں ایک بکری ذبح کرے یا تین صاع گیہوں چھ محتاجوں کو صدقہ دے جہاں چاہے حرم میں یا غیر حرم میں یا تین روزے رکھے جہاں چاہے اگرچہ روزے متفرق ہوں طحطاوی نے کہا عذر یہ ہے کہ خوف ہلاکی کا ہو لبسب شدت سرما کے بیماری ہو یا لبسب قتال کے سلاح پہننا پڑے اور ظاہر اخوف سے مراد یہ ہے کہ گمان غالب ہو ہلاکی کا نہ وہم لیکن اس شرط سے کہ موضع ضرورت سے زیادتی نہ کرے یعنی اگر فقط ٹوپی پہننے سے ضرورت دفع ہوتی ہے تو پگڑی نہ باندھے اور اگر بے ضرورت باندھے گا تو حرام ہے لیکن ذبح کرنا اس زیادتی سے نہ لازم آوے گا جیسا کہ صاحب بحر الرائق نے گمان کیا ہے چنانچہ شرنبلالی نے اس کی تصریح کی ہے م صحاح ستہ میں کعب بن عجرہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور میں اپنی ہانڈی کے نیچے آگ جلاتا تھا اور جوں میرے منہ پر چڑھ رہی تھی سو حضرت نے فرمایا کہ کیا تجھ کو تکلیف دیتے ہیں تیرے سر کے کیڑے میں نے کہا ہاں فرمایا کہ مونڈ ڈال اور تین روزے رکھ یا چھ محتاجوں کو کھانا دے ہر محتاج کو نصف صاع یا ذبح کر مجھ کو معلوم نہیں کہ ان تین چیزوں میں سے کون چیز پہلے بتلائی پھر یہ آیت اثری (فمن کان منکم مریضًا او بہ اذی من رأسہ ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک) یعنی جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا اس کو تکلیف ہو اس کے سر سے تو فدیہ ہے صوم سے یا صدقہ یا ذبح کرنے سے کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول اور صحیحین کی ایک روایت یوں ہے کہ حضرتؐ نے کعب بن عجرہ سے فرمایا کہ تجھ کو بکری میسر ہے اس نے کہا نہیں فرمایا تین روزے رکھ یا چھ مسکین کو کھانا دے ہر مسکین کو نصف صاع چونکہ صدقہ اور صوم قرآن میں مجمل تھا حضرتؐ نے اس کی تفصیل بیان فرمائی وفدیۃ فی احدی السبیلین من آدمی ولو ناسیًا او مکرہًا او نائمۃ او صبیًا او مجنونًا ذکرہ الی ادی لکن لادم ولا قضاء علیہ قبل وقوف فرضٍ یفسد حجہ اور محرم کا جماع کرنا انسان سے قبل وقوف عرفات کے اس کے حج کو فاسد کرتا ہے خواہ قبل میں جماع کیا ہو خواہ دبر میں محرم نے عمدًا جماع کیا یا بھول کر اپنی خوشی کیا یا زبردستی جاگتی عورت سے یا سوتی سے محرم صغیر ہو یا جوان ہوشیار ہو یا دیوانہ صغیر اور مجنون کی حدادی نے تصریح کی ہے لیکن صغیر اور مجنون پر اس جماع سے ذبح اور قضائے حج لازم نہیں طحطاوی نے کہا وطی انسان کی بہر صورت مفسد ہے حج کی انزال ہو یا نہ ہو اور جانور کی وطی مطلقًا مفسد نہیں لہٰذا شارح نے آدمی کی قید لگائی اور یہ جو فتح القدیر میں ہے کہ وطی صغیر کی مفسد حج نہیں سو یہ قول ضعیف ہے ولو الجبیہ او بمناسک ابن ضیا کے مخالف ہے کذا فی النہر وکذا لو استدخلت ذکر حمار او ذکر مقطوع فسد حجہا اجماعًا اور اسی طرح عورت نے ذکر حمار کو یا ذکر مقطوع کو اپنی شرمگاہ میں داخل کر لیا تو اس کا حج فاسد ہو گیا بالاتفاق ویمضی ویجب بقضی ولو نفلًا اور واجب ہے کہ اپنے فاسد حج کو کیے جائے جیسے حج جائز کو کرتے ہیں یعنی فاسد جان کر اس کو بالکل ترک نہ کر دے بلکہ جس قدر مناسک باقی رہ گئے ہوں ان کو پورا کرے اور ذبح کرے اور اگلے سال اس حج کو قضا کرے اگرچہ یہ حج فاسد فرض نہ ہو بلکہ نفل ہو تو بھی قضا واجب ہے م اصل اس مسئلہ کی وہ حدیث ہے ابو داؤد کے مراسیل میں مروی ہے کہ ایک مرد نے اپنی عورت سے صحبت کی اور دونوں محرم تھے سو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا مسئلہ پوچھا حضرت نے فرمایا کہ تم دونوں اپنے حج کو قضا کرنا اور ہدی لانا اور بیہقی نے بھی اس کو روایت کیا ہے اگرچہ یہ حدیث مرسل ہے لیکن مرسل امام اعظم کے نزدیک حجت ہے علاوہ اس کے دار قطنی نے عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ جماع سے حج باطل ہوتا ہے سائل نے پوچھا جب حج باطل ہوا تو بیٹھ رہے کہا نہیں بلکہ لوگوں کے ساتھ جاوے جو لوگ کرتے ہیں سو وہ بھی کرے یعنی مناسک کو عمل میں لاوے اور سال آئندہ قضا کرے اور ہدی لاوے اور عبد اللہ بن عباس اور

Marfat.com

عبداللہ بن عمرو بن العاص کا فتویٰ اسی کے موافق ہے بیہقی نے کہا کہ ان آثار کی اسناد صحیح ہیں اور امام مالک کے موطا میں علی مرتضیٰ اور عمر فاروق اور ابوہریرہ سے اسی قسم کا فتویٰ ثابت ہے کذا فی فتح القدیر ولو افسد القضاء ہل یجب قضاءہ لم ارہ والذی یظہر ان المراد بالقضاء الاعادۃ اور اگر سال آئندہ میں قضائے حج کو بھی فاسد کرے تو کیا قضا کی بھی قضا کرنا واجب ہے یا نہیں شارح کہتا ہے میں نے یہ مسئلہ کسی کتاب فقہ میں نہیں دیکھا اور ظاہر اقضا سے مراد یہاں اعادہ ہے حج کا یعنی لغوی معنی مراد ہیں ہم یہ تقریر صاحب نہر کی ہے جو مصر کے جامع ازہر میں کسی طالب علم کے سوال کے جواب میں مذکور ہوئی تھی کذا فی النہر ولم یتفرقا وجوبا بل ندبا ان خاف الوقوع اور جب زوجین قضائے حج کو دوسرے سال میں آویں تو ان پر جدا رہنا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے اگر وقوع جماع کا خوف ہے اس واسطے کہ مشغت قضاء کی ترک جماع میں کافی ہے ووطیہ بعد وقوفہ لم یفسد حجہ وتجب بدنۃ بعد الحلق قبل الطواف شاۃ لخفۃ الجنایۃ اور جماع محرم کا بعد وقوع عرفات کے حج کو فاسد نہیں کرتا اس واسطے کہ حدیث میں ثابت ہو چکا کہ جو عرفات میں ٹھہرا اس کا حج تمام ہوا یعنی فساد سے محفوظ رہا اور اس جماع سے ایک اونٹ یا گائے کا ذبح کرنا واجب ہے چنانچہ ابن عباسؓ سے بھی مروی ہے کذا فی منح الغفار اور بعد سر منڈانے طواف الزیارۃ کے قبل جماع کرنے سے ایک بکری کا ذبح کرنا واجب ہے اس واسطے کہ ہلکا قصور ہے کیونکہ بعد حلق کے سوائے عورتوں کے سب اشیا محرم کو حلال ہو جاتے ہیں تمام متون فقہ میں یہی روایت ہے ابن ہمام نے کہا کہ اس میں بھی اونٹ یا گائے کا ذبح کرنا لازم ہے اور بحر الرائق میں اس کو رد کیا ہے کذا فی الطحطاوی ووطیہ فی عمرتہ قبل طواف اربعۃ مفسد لہا تمضی وذبح وقضی وجوبا ووطیہ بعد اربعۃ ذبح ولم تفسد خلافا للشافعی اور وطی محرم کی اپنے عمرہ میں قبل طواف کرنے چار شوط کے مفسد ہے عمرے کی تو بعد فاسد ہونے کے عمرے کے افعال کو کیے جاوے اور ایک بکری ذبح کرے اور عمرے کو قضا کرے بنا بر وجوب کے اور وطی کرنا محرم کا عمرے میں بعد چار شوط کے مفسد عمرے کا نہیں لیکن اس قصور کی جزا میں ایک بکری ذبح کرے بخلاف امام شافعیؒ کے کہ ان کے نزدیک چار شوط کے بعد وطی سے عمرہ فاسد ہوتا ہے اس واسطے کہ عمرہ ان کے نزدیک فرض ہے کذا فی الطحطاوی فان قتل محرم صیدا ای حیوانا برّیا متوحشا باصل خلقہ اگر قتل کرے محرم صید یعنی شکار کو تو اس پر جزا واجب ہے صید کہتے ہیں خشکی کے جانور کو جو اپنی اصل پیدائش سے وحشی ہو مراد خشکی کا جانور وہ ہے جس کا توالد اور تناسل خشکی میں ہو اگرچہ پانی میں رہا کرتا ہو اور دریائی جانور وہ ہے جس کا توالد اور تناسل پانی میں ہو اگرچہ وہ خشکی میں رہا کرتا ہو چنانچہ مچھلی اور بینڈک اور کیکڑا اور دریائی کتا اور گھوڑا اور گھڑیال اور مگر تو ان کے قتل میں محرم پر جزا واجب نہیں اور خشکی کے جانور میں دوسری قید یہ ہے کہ اپنی اصل خلقت میں وحشی ہو وحشی سے یہ مراد ہے کہ جو اس کو پکڑنا چاہے تو بھاگ جاوے خواہ پاؤں سے خواہ پروں سے تو پالو ہرن صید میں داخل ہے اس واسطے کہ اصلی وحشی ہے اور وحشی اونٹ اور گائے صید میں داخل نہیں اس واسطے کہ ان کی اصل خلقت میں وحشت نہیں اور صید جانور ماکول اور غیر ماکول دونوں کو شامل ہے تو سب کا قتل محرم کو حرام ہے حل اور حرم دونوں میں سوائے ان جانوروں کے جو مستثنیٰ ہیں اور مصنف ان کو بیان کرے گا کذا فی الفتح والطحطاوی او دل علیہ قاتلہ مصدقا لہ غیر عالم وافصل القتل بالدلالۃ او الاشارۃ والدلال والشیر باق علی احرامہ واخذہ قبل ان یقلب عن ہیئۃ المحرم نے محرم نے صید پر اس کے قاتل کو دلالت کی یعنی قاتل کو شکار بتا دیا کہ فلانے مکان میں ہے دلالت کی پانچ شرطیں ہیں ایک یہ کہ قاتل دلالت کرنے والے کی تصدیق کرے تصدیق کا یہ مطلب نہیں کہ محرم سے یوں کہے کہ تو اس دلالت میں سچا ہے بلکہ تصدیق سے یہ مراد ہے کہ اس کی تکذیب نہ کرے تو اگر قاتل نے ایک محرم کی تکذیب کی اور دوسرے محرم کی دلالت کی تصدیق کر کے صید کو مارا تو اول محرم پر جزا واجب نہ ہوگی اور دوسری شرط یہ ہے کہ قاتل صید سے واقف نہ ہو اور اگر وہ جانتا ہو تو محرم کی دلالت سے جزا لازم نہ ہوگی تیسری شرط یہ ہے کہ قتل کرنا صید کا دلالت اور اشارت کے متصل واقع ہو چوتھی شرط یہ ہے کہ محرم دلالت کرنے والا اور اشارہ کرنے والا اپنے احرام پر باقی رہے صید کے قتل ہونے تک تو اگر بتلانے کے وقت احرام اتار چکا ہو تو اس پر جزا لازم نہ ہوگی پانچویں شرط یہ ہے کہ قاتل نے صید کو لیا ہو قبل اس کے کہ وہ اپنی جگہ سے بھاگ گیا ہو جہاں محرم نے قاتل کو صید بتایا تھا وہیں اس نے اس کو گرفتار کیا اور اگر صید وہاں سے اٹھ گیا اور دوسرے مکان میں گرفتار ہوا تو محرم پر جزا لازم نہ ہوگی دلالت اور اشارہ میں یہ فرق ہے کہ دلالت غیبت

Marfat.com

ہیں ہوتی ہے اور اشارہ سامنے ہوتا ہے بدأوعوداً سہواً اوعمداً مباحاً اومملوکاً محرم کا قتل کرنا صید کو یا اس کا بتانا اور اشارہ کرنا اول حج میں ہو یا دوسرے یا تیسرے حج میں اول بار قتل یا دلالت واقع ہوئی ہو یا دوبارہ بھول کر ہو یا جان کر صید مباح ہو یعنی جنگلی یا کسی کا مملوک لیکن صید مملوک میں دو قیمتیں محرم پر واجب ہوں گی ایک قیمت مالک کے واسطے اور دوسری قیمت احرام کی جز میں کذانی حاشیۃ الطحطاوی فعلیہ جزاؤہ ولو سبعاً غیر صائل اومتناولا ادحاماً ولو مسرولا بالفتح الواو مانی رحلیہ ریش کالسراویل یعنی اگر محرم صید کو قتل کرے یا دلالت کرے تو اس پر اس کی جزا واجب ہے اگرچہ صید ایسا درندہ جانور ہو جس نے حملہ نہ کیا یا صید مانوس اور مالوف ہو جیسے پالا ہرن یا کبوتر ہو اگرچہ مسرول کبوتر ہو مسرول بضم میم و فتح سین وسکون راو فتح واو اس کبوتر کو کہتے ہیں جس کے پاؤں میں پر ہوں مثل پاجامہ کے امام مالکؒ کے نزدیک مسرول کبوتر صید نہیں اس واسطے کہ وہ مانوس ہے وحشی نہیں تو اس کا حکم بط کے برابر ہے ہم کہتے ہیں کہ وہ باعتبار اپنی اصل خلقت کے وحشی ہے لیکن وہ اپنے بھاری پن سے اڑ نہیں سکتا کذانی المنح اوہو مضطر الی اکلہ کما یلزمہ القصاص لو قتل انساناً واکل لحمہ یا محرم بسبب گرسنگی وغیرہ کے صید کے کھانے میں مجبور اور مضطر ہو تو بھی اس پر جزا واجب ہے چنانچہ محرم پر قصاص لازم ہے اگر وہ کسی انسان کو قتل کرے اور اس کا گوشت کھاوے اضطرار میں یعنی اضطرار سے صید کی جزا اور انسان مقتول کا قصاص ساقط نہیں ویقدم المیتۃ علی الصید والصید علی مال الغیر ولحم الانسان قبل الخنزیر اور حالت اضطرار میں مردہ جانور کھانا مقدم ہے صید پر اور صید مقدم ہے مال غیر پر اور انسان کے گوشت پر اور قول ضعیف میں صید مقدم ہے سور پر ہم تقدیم مردار کی صید پر اس میں اختلاف روایت ہے فتاوی قاضی خان میں مردار کو تقدیم ہے صید پر اور مبسوط میں صید کو تقدیم ہے مردار پر واللہ اعلم کذانی فتح القدیر ولو الیت نبیا لم یحل بحال کما لا یوکل طعام مضطر آخر اور اگر میت پیغمبر ہو تو کسی حال میں حلال نہیں جیسے ایک مضطر کو دوسرے مضطر کا طعام کھانا جائز نہیں وفی البزازیۃ الصید المذبوح اذا لقی القاتا اور بزازیہ میں ہے کہ ذبح کیا ہوا شکار کا کھانا بہتر ہے مردار کھانے سے بالاتفاق اس واسطے کہ مردار میں حرمت ذاتی ہے اور شکار میں عارضی کذانی الطحطاوی عن الزیلعی والجزاء ہو ما قومہ عدلان وقیل الواحد ولو القاتل یکفی فی مقتلہ او فی اقرب مکان منہ ان لم یکن لہ فی مقتلہ قیمۃ فاو للتنویع لا للتخییر اور صید کی جزا وہ قیمت ہے جس کو دو عادل مسلمان مقرر کر دیں جس مکان میں کہ صید مقتول ہوا یا اس مکان میں جو مقتل کے نزدیک تر ہو اگر اس کے مقتل میں قیمت نہ ہو بسبب جنگل ہونے کے تو کلام اوکا مصنف کی عبارت میں تقسیم کے واسطے ہے نہ واسطے اختیار دینے کے اور قول ضعیف میں ایک عادل کا قیمت مقرر کر دینا کافی ہے اگرچہ قاتل ہی قیمت ٹھہرا دے م ایک عادل کا قیمت ٹھہرانا اس واسطے ضعیف ہے کہ ظاہر النص قرآنی کے مخالف ہے اور نص میں ظاہر دو عادل کا ہونا واجب معلوم ہوتا ہے نہ مستحب کذانی فتح القدیر امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک جزائے صید میں قیمت لازم ہے اور امام شافعی اور محمد کے نزدیک ہم شکل ہونا صید کا جزا میں ضرور ہے چنانچہ ہرن میں بکری اور خرگوش میں بکری کا بچہ اور شتر مرغ میں اور گورخر کے قتل میں گائے ان کے نزدیک لازم ہے حق تعالیٰ نے فرمایا (لا تقتلوا الصید وانتم حرم ومن قتلہ منکم متعمداً فجزاء مثل ما قتل من النعم یحکم بہ ذوا عدل منکم ہدیا بالغ الکعبۃ او کفارۃ طعام مساکین او عدل ذلک صیاما) یعنی صید کو نہ مارو محرم ہو کر اور جو تم میں سے قصداً مارے تو جزا ہے مثل اس کی جس کو مارا جانوروں میں سے وہ جزا جس کو دو عادل شخص تم میں سے حکم کریں نیاز پہنچا دے کعبہ کو یا کفارہ طعام مساکین کا یا برابر اس کے صیام تو امام شافعی کے نزدیک مماثلت ظاہری لازم ہے اور امام اعظم کے نزدیک مماثلت معنوی واجب ہے یعنی باعتبار قیمت کے اس واسطے کہ مماثلت مطلقہ تو دو قسم ہے جو صورۃ اور معنیً دونوں ہو چنانچہ مشترک النوع میں سو مماثلت مطلقہ تو یہاں بالاتفاق مراد نہیں لہذا مماثلت معنوی مراد ہوئی اس واسطے کہ شرع میں مماثلت معنوی ہی متعین ہے چنانچہ حقوق العباد میں کذانی الہدایہ وشروحہا والجزاء فی سبع ای حیوان لا یوکل ولو خنزیرا او فیلا لا بیزاو علی قیمۃ شاۃ وان کان السبع اکبر منہا لان الفساد فی غیر الماکول لیس الا بارانۃ الدم فلا یجب فیہ الادم وکذا لو قتل معلما ضمنہ لحق اللہ تعالیٰ غیر معلم ولمالکہ معلما اور درندہ جانور کا بلا زیادہ نہ کیا جائے بکری کی قیمت سے درندہ جانور سے یہاں وہ جانور

لہ ایک نسخہ میں اتفاقا کے بعد یہ ہے۔ اشباہ ویلزم ایضا مالکہ لو بعد الجزاء ۱۲

Marfat.com

مراد ہے جو حلال نہیں اگرچہ سور ہو یا ہاتھی یا بندر تو غیر ماکول اللحم اگرچہ بکری سے جسم میں بڑا ہو بکری سے اس کی قیمت زیادہ نہ کی جاوے گی اس لیے کہ غیر ماکول اللحم کے قتل میں سوائے خونریزی کے کوئی فساد نہیں کیونکہ اس کا گوشت وانتی کھانے کے نہیں تو اس میں واجب نہیں مگر خونریزی سو بکری میں حاصل ہے اور اسی طرح اگر محرم نے معلم درندے کو قتل کیا مثلاً شکاری چیتا مالِ حق اللہ میں غیر معلم کی جزا دیوے اور اس کے مالک کو معلم کی قیمت دے اس واسطے کہ ضمان مالک کا باعتبار اس کے انتفاع کے ہے اور حق شرع باعتبار اس کی ذات کے ہے قطع نظر تعلیم سے کذا فی البحر ثم لہ ای للقاتل ان یشتری بہ بدیا بدیۃ بمکۃ او طعاما و یتصدق این شاء علی کل مسکین دلو ذمیا نصف صاع من برا وصاعا من تمر او شعیر کالفطرۃ پھر دیانت کیا چاہیے کہ جب مقتول صید کی دو عادل قیمت ٹھہرا دیویں تو قاتل کو اختیار ہے کہ اس قیمت سے ہدی مول لے اور اس کو مکہ میں جاکر ذبح کرے یا اس قدر قیمت کا طعام مول لے اور جہاں چاہے تصدق کرے ہر محتاج کو نصف صاع گیہوں یا پورا صاع کھجور یا جو مانند صدقہ عید الفطر کے اگرچہ محتاج ذمی ہو ہم طحاوی نے کہا کہ ذمی کو دینا مفتی بہ کے مخالف ہے اس واسطے کہ صدقات واجبہ کا ذمی کو دینا جائز نہیں چنانچہ کتاب الزکوۃ میں مذکور ہو چکا لا یجزیہ اقل او اکثر منہ بل یکون تطوعا کفایت نہیں کرتا اس سے کم تر دینا یا اکثر دینا بلکہ اکثر دینا نفل صدقہ ہوگا نہ واجب او صام عن طعام کل مسکین یوما یا ہر ہر مسکین کے طعام کی عوض ایک ایک دن روزہ رکھے خلاصہ یہ ہے کہ قاتل کو تین امر میں اختیار ہے کہ صید کی قیمت سے گائے یا بکری خرید کر کے حرم میں لے جاکر ذبح کرے یا اس قیمت سے مثلاً گیہوں مول لیوے اور ہر مسکین کو نصف نصف صاع دیوے یا بجائے نصف صاع کے ایک روزہ رکھے یعنی اگر پانچ فقیروں کو نصف نصف صاع گیہوں پہنچتے ہوں تو پانچ روزے رکھے اور اگر دس کو پہنچتے ہوں تو دس روزے رکھے وان فضل عن طعام مسکین او کان الواجب ابتداء اقل منہ تصدق بہ او صام یوما بدلہ اور ایک مسکین کے حصے سے اگر اناج بڑھے یا سرے سے نصف صاع سے تھوڑا ہی واجب ہوا ہو مثلاً کبشک خانگی کے قتل سے ربع صاع گیہوں واجب ہوئے ہوں تو اتنا ہی مسکین کو دیوے یعنی نصف صاع سے کم تر یا اس کے عوض ایک دن روزہ رکھے ولا یجوز ان یفرق نصف صاع علی مساکین قال المصنف تبعا للبحر ہکذا ذکروہ ہنا وقدم فی الفطرۃ الجواز فینبغی کذلک ہنا اور جائز نہیں نصف صاع کو چند مساکین پر بانٹنا مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں بحر الرائق کی پیروی کر کے کہا کہ اسی طرح فقہا نے یہاں یعنی جزائے صید میں ذکر کیا ہے اور صدقۂ فطر میں اس کا جواز مقدم ہو چکا ہے تو یہاں بھی اسی طرح لائق ہے علی الخصوص نص قرآنی یہاں مطلق ہے تو اپنے اطلاق پر جاری رہے گی کذا فی البحر وتکفی الاباحۃ ہنا کدفع القیمۃ اور یہاں اباحت طعام کافی ہے مانند قیمت دینے کے یعنی طعام کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ مساکین کو طعام کا مالک کر دیوے دوسری صورت یہ ہے کہ کھانا پکا کر دونوں وقت ان کو پیٹ بھر کے کھلا دے جتنا وہ کھا دیں یا نصف صاع کی قیمت ہر مسکین کو دے ولا ان یدفع کل الطعام الی مسکین واحد ہنا بخلاف الفطرۃ لان العدد منصوص علیہ اور جائز نہیں دینا سب طعام کا ایک مسکین کو یہاں بخلاف صدقۂ فطر کے اس واسطے کہ جزائے صید میں تعدد مساکین مصرح ہے قرآن میں بلفظ جمع کما لا یجوز دفعہ ای الجزاء الی من لا تقبل شہادتہ لہ کاصلہ وان علا وفرعہ وان سفل وزوجتہ وزوجہا وہذا ہو الحکم فی کل صدقۃ واجبۃ کما مر فی المصرف جیسا کہ جائز نہیں دینا اس جزا کا ان لوگوں کو جن کی گواہی اس کے حق میں مقبول نہیں چنانچہ اصل محرم کی اگرچہ اونچی ہو اور شاخ محرم کی اگرچہ نیچی ہو یعنی اپنے اصول اور فروع کو قریب ہوں یا بعید دینا جائز نہیں اور زوج کو اپنی زوجہ کا دینا اور زوجہ کا اپنے زوج کا دینا جائز نہیں اور یہی حکم ہے جمیع صدقات واجب میں کہ اصول اور فروع اور زوجین کو دینا جائز نہیں چنانچہ اس کی تفصیل مصرف زکوۃ میں مذکور ہو چکی ووجب بجرحہ ونتف شعرہ وقطع عضوہ بالنقص ان لم یقصد الاصلاح فان قصدہ کتخلیص حمامۃ من سنور او شبکۃ فلانثی علیہ وان مات او شکار کے زخمی کرنے اور بال اکھاڑنے سے اور عضو کاٹنے سے واجب ہوتی ہے جزا بقدر نقصان کے بشرطیکہ یہ امور محرم سے بقصد اصلاح نہ واقع ہوئے ہوں سو اگر بقصد اصلاح ہوئے ہوں چنانچہ کبوتر کے چھڑانے میں بل سے یا جال سے کچھ پر اور اکھڑ گئے تو اس صورت میں محرم پر کوئی چیز واجب نہیں اگرچہ وہ اس حال میں مر بھی جاوے م جزا بقدر نقصان کا یہ مطلب ہے کہ صحیح سالم جانور کی قیمت کی جاوے پھر ناقص کی قیمت ٹھہرائی جاوے تو جس قدر دونوں

Marfat.com

قیمتوں میں تفاوت ہو اتنا محرم پر واجب ہے مثلاً صحیح سالم جانور کی ۳۰ درم قیمت ہو اور بعد زخمی ہونے یا عضو کاٹنے کے ۲۰ درم قیمت ہو جاوے تو دس درم محرم پر واجب ہوں گے اس دس درم سے خواہ ہدی مول لے کر حرم میں ذبح کرے یا اناج لے کر مساکین کو صدقہ دے یا بقدر اس کے روزے رکھے **وجب بنتف ریشہ وقطع قوائمہ** حتی خرج من حیز الامتناع اور شکار کے پر اکھاڑنے اور پاؤں کاٹنے سے کل قیمت اس کی واجب ہے اس واسطے کہ وہ نکل گیا حیز امتناع سے یعنی اگر جانور کو کوئی پکڑنا چاہے تو پرندہ اپنے پروں کے سبب سے اڑ جاتا ہے اور چوپایہ اپنے پاؤں سے بھاگ جاتا ہے پھر جب پرندے کے پر اکھاڑے یا چوپایہ کے پاؤں کاٹے تو وہ اب آپ کو بچا نہیں سکتا تو گویا اس کو جان سے مار ڈالا لہٰذا کل قیمت اس کی واجب ہوئی کذا فی المنح والطحطاوی **وکسر بیضہ** غیر المذر اور اس کے انڈے توڑنے سے کل قیمت انڈے کی واجب ہے بشرطیکہ گندا نہ ہو اور اگر انڈا گندہ ہو گا تو محرم پر کچھ واجب نہیں **وخروج فرخ میت به** ای بالکسر اور قیمت واجب ہے مردہ بچہ نکلنے سے بسبب توڑنے انڈے کے یعنی جو زندہ بچہ کی قیمت ہو سو واجب ہے اور اگر توڑنے سے پہلے معلوم ہو کہ انڈے میں بچہ مردہ ہے تو کچھ واجب نہیں اور اگر معلوم نہ ہو کہ توڑنے سے پہلے بچہ زندہ تھا یا مردہ تو احتیاطاً قیمت واجب ہے کذا فی الدرر **وذبح حلال صید الحرم** اور صید حرم کے ذبح کرنے سے غیر محرم پر قیمت واجب ہے یعنی جو شخص کہ احرام نہیں باندھے وہ حرم کے شکار کو ذبح کرے تو اس پر واجب ہے کہ اس کی قیمت کو تصدق کرے یا ہدی مول لے کر حرم میں ذبح کرے لیکن غیر محرم کو صدقہ کے عوض روزہ رکھنا جائز نہیں اور اگر غیر محرم خود صید کو ذبح نہ کرے اور دوسرا شخص اس کی دلالت سے ذبح کرے تو اس پر کچھ لازم نہیں کذا فی الطحطاوی **وحلبه لبنه** اور قیمت دودھ کی واجب ہے صید حرم کے دودھ دوہنے سے **وقطع حشیشه وشجره حال** کو نہ غیر مملوک یعنی النابت بنفسه سواء کان مملوکا ولا حتی قالوا نبت فی ملکه ام غیلان فقطعها انسان فعلیه قیمة لما لکها واخری لحق الشرع بناء علی قولها المفتی به من تملک ارض الحرم اور قیمت واجب ہے حرم کی گھاس اور حرم کے درخت کاٹنے سے بشرطیکہ درخت غیر مملوک ہو یعنی خود جم اٹھا ہو بدون بونے انسان کے خواہ کسی کا مملوک ہو یا نہ ہو یہاں تک فقہا نے تصریح کی ہے کہ اگر ببول کا درخت جس کو کیکر بھی کہتے ہیں حرم میں کسی شخص کی مملوک زمین کے اندر جم اُٹھے اور کوئی شخص اس کو کاٹ ڈالے تو کاٹنے والے پر دو قیمتیں واجب ہیں ایک قیمت اس کی مالک کے واسطے اور دوسری قیمت حق شرع کے واسطے اس مسئلہ کی بنا ہے صاحبین کے مفتی بہ قول پر کہ زمین حرم کی مملوک ہے اور امام اعظم کے نزدیک زمین حرم وقف ہے تو مملوک نہیں ہو سکتی **ولا نبت** ای لیس من جنس ما ینبته الناس فلو من جنسه فلا شیٔ علیه اور دوسری شرط وجوب قیمت کی یہ ہے کہ وہ جمانے کا درخت نہ ہو یعنی اس قسم کا درخت نہ ہو جس کو لوگ باعتبار اپنی عادت کے بوتے اور جماتے ہیں تو اگر اس کے ہم جنس ہو یعنی ایسا خود رو درخت ہو جس کو لوگ بوتے اور جماتے ہوں تو اس کے کاٹنے سے اس شخص پر شرعاً مواخذہ نہیں ہاں اگر کسی کی مملوک زمین پر ہو گا تو مالک کو البتہ قیمت دینا لازم ہو گا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ثم کتب فقه علی الخصوص شروح ہدایہ میں مصرح ہے کہ حرم کی گھاس اور حرم کا درخت دو قسم ہیں ایک قسم تو وہ درخت ہے جس کو لوگوں نے بویا اور دوسری قسم وہ ہے جو خود رو ہو جیسے اکثر جنگل درخت تو جو انسان کا بویا ہے اس کی دو قسمیں ہیں یا ایسا درخت ہے جس کو لوگ بوتے ہیں بطور عادت کے یا ایسا ہو جس کے بونے کی عادت نہیں ان دونوں قسموں کے کاٹنے میں جزا واجب نہیں اور جو خود رو درخت ہے اس کی بھی دو قسم ہیں یا اس جنس سے ہے جس کو لوگ بوتے ہیں تو اس کے کاٹنے میں بھی جزا واجب نہیں یا ایسا خود رو درخت ہے جس کو انسان نہیں بوتا تو فقط اسی چوتھی قسم کی گھاس اور درخت کاٹنے میں جزا واجب ہے کذا فی الدرر اور اس امر میں اصل وہ حدیث ہے جو صحاح ستہ میں ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جب مکہ فتح ہوا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر حمد الٰہی کی بعد اس کے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مکہ سے ہاتھی کو یعنی اصحاب الفیل کو ہلاک کیا اور اپنے رسول اور مومنین کو مکہ پر مسلط کیا اور میرے واسطے ساعت بھر مکہ حلال ہو گیا پھر اس کی حرمت باقی رہی قیامت تک نہ کاٹا جائے اس کا درخت اور نہ ستایا جاوے یہاں کا شکار اور نہ کاٹی جاوے یہاں کی گیلی گھاس اور حلال نہیں یہاں کی گری چیز تو عباسؓ نے کہا مگر اذخر کے کاٹنے کی اجازت ہو ہمارے قبروں اور گھروں کے واسطے تو حضرت صلعم نے فرمایا مگر اذخر یعنی اس کا کاٹنا حرام نہیں ہر چند ظاہر حدیث میں سوائے اذخر کے کوئی گھاس اور درخت مستثنیٰ نہیں لیکن فقہا نے بدلیل

Marfat.com

اجماع ہے لقسام ثلثہ مذکورہ کو مستثنیٰ کیا ہے اس واسطے کہ حضرت صلعم کے وقت سے اب تک وہاں زراعت کرنے اور کاٹنے کی عادت جاری ہے بلا انکار علاوہ اس کے ممنوع تو حرم کا درخت اور گھاس ہے تو حرم کی طرف اسی درخت اور گھاس کی نسبت کامل ہوگی جو خود رو ہے اور انسان کی طرف منسوب نہیں اور جس کو انسان نے بویا خواہ اس کے بونے کی عادت ہو یا نہ ہو وہ انسان کی طرف منسوب ہو گیا کذا فی الہدایۃ والاختیار شرح المختار مقطوع دورق لم یغیر بالشجرۃ وظاہر حل قطع الشجر الخ لان اثمارہ اقیم مقام الانبات چنانچہ حرم کے مقطوع درخت اور پتوں میں مواخذہ شرع کا نہیں بشرطیکہ پتوں کا توڑنا درخت کو ضرر نہ کرے اور چونکہ اس گھاس اور درخت کے کاٹنے میں کچھ جزا نہیں جو مجانس ہو انسان کے بونے کا لہذا حلال ہے کاٹنا اس درخت کا جو پھلتا ہو اس واسطے کہ اس کا پھلنا قائم مقام ہے اس کے بونے اور جمانے کے قیمتہ فی کل ما ذکرالا ماجف او انکسر لعدم النماء او ذہب بعض کالون او ضرب فسطاط لعدم امکان الاحتراز عنہ لانہ نمع واجب ہے قیمت اس چیز کی جس کے پتے کاٹ لئے گئے یا مقطوع یا مکسور یا مذبوح ہوئے جمیع مسائل مذکورہ میں چنانچہ تفصیل ان کی ترجمہ میں مفصل مذکور ہو چکی مگر جو گھاس یا درخت خشک ہو گیا یا ٹوٹ گیا تو اس کے قطع کرنے میں قیمت واجب نہیں بسبب عدم نمو کے اس واسطے کہ جب درخت میں نمو نہ رہا تو وہ درخت نہ رہا حطب ہو گیا یا درخت ضائع ہو گیا بسبب بھٹی گھروندے یا خیمہ گاڑنے کے اس واسطے کہ ایسے امور سے بچنا ممکن نہیں اور دوسری علت یہ ہے کہ اس طرح سے ضائع ہونا بالتبع ہے نہ بالاصالۃ والعبرۃ للاصل لا للغصنہ اور اعتبار درخت کی جڑ کا ہے نہ شاخ کا پس اگر ایک درخت کی جڑ حرم میں ہے اور شاخیں اس کی حل میں تو وہ درخت حرم کا ہے اس کے کاٹنے سے قیمت دینا واجب ہوگا اور اگر جڑ اس کی حل میں ہے اور شاخیں حرم میں تو وہ حل کا درخت ہے نہ حرم کا ولبعضہ ای الاصل کلمۃ ترجیحیا للحرمۃ اور تھوڑی جڑ کا ہونا حرم میں تمام جڑ کے برابر ہے بنا بر ترجیح حرمت کے والعبرۃ لمکان الطیر فان کان علی غصن بحیث لو وقع الصید وقع فی الحرم فہو صید الحرم وللاول اور اعتبار اڑنے والے کے مکان کا ہے سو اگر پرندہ شاخ پر ہو اس طرح کہ اگر شکار کرے تو حرم کی زمین میں گرے تو وہ حرم کا شکار ہے اور اگر حرم میں نہ گرے تو وہ حرم کا شکار نہیں ولو کان قوائم الصید القائم فی الحرم ورأسہ فی الحل فالعبرۃ لقوائمہ لبعضہا کلہا لا لرأسہ وہذا فی القائم فلو نائما فالعبرۃ لرأسہ لسقوط اعتبار قوائمہ خانیۃ الصید الحرم اور اگر کھڑے صید کے پاؤں حرم میں ہوں اور اس کا سر حل میں تو اعتبار اس کے پاؤں کا ہے یعنی وہ شکار حرم کا گنا جاوے گا اور بعضے پاؤں کا حرم میں ہونا سب پاؤں کے برابر ہے یعنی اگر ایک پاؤں بھی حرم کی زمین میں ہوگا تو وہ حرم کا شکار ہے نہیں اعتبار ہے شکار کے سر کا یعنی اگر اس کے پاؤں حل میں ہوں اور سر حرم میں تو وہ شکار حل کا ہے نہ حرم کا اور یہ حکم کھڑے شکار کا ہے سو اگر صید سوتا ہو یعنی لیٹا ہو تو اس کے سر کا اعتبار ہے اس واسطے کہ اس حال میں اس کے پاؤں کا اعتبار ساقط ہے تو یہاں دو لعبرتیں جمع ہوئے ایک اباحت کا اور دوسرا تحریم کا تو تحریم کا غلبہ ہوگا سو اگر صید لیٹا ہوا اور اس کا سر حرم میں ہو اور پاؤں حل میں تو وہ حرم کا صید ہے اور اگر سر اس کا حل میں ہو تو وہ حل کا صید ہے والعبرۃ لحالۃ الرمی الا اذا زاد ما من الحل ورمی السہم فی الحرم یجب الجزاء استحسانا بدائع اور اعتبار پھینک مارنے کی حالت کا ہے یعنی اگر غیر محرم نے حل سے بندوق یا تیر مارا شکار کو تو اس پر جزا نہیں لیکن اگر حل سے مارا اور حرم میں تیر گذرا اور شکار کو لگا تو بنا بر استحسان کے اس پر جزا واجب ہے کذا فی البدائع ہم فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر رامی اور مرمی دونوں حرم میں ہوں یا ایک حرم میں ہو تو جزا واجب ہے اور اگر دونوں حل میں ہوں تو جزا واجب نہیں بشرطیکہ تیر حرم میں ہو کر نہ نکلا ہو اور یہی حکم ہے باز اور شکاری کتا چھوٹنے کا ولو شوی بیضا او جراد او ملاعب بین بیضہ لم یحرم اکلہ وجاز بیعہ ویکرہ ویجعل ثمنہ فی الفداء ان فقاء لعدم الذکاۃ بخلاف ذبح الحرم او صید الحرم فانہ یتنجس اور اگر حرم کا انڈا یا انڈے پکائے یا شکار کا وہ انڈا اور اس کی قیمت کا ضمان دیا تو اس کا کھانا حرام نہیں اور اس کا بیچنا جائز ہے اور مکروہ ہے اور اگر چاہے تو اس کی قیمت دے کر اس کی قیمت سے جزا میں انڈے اور بچوں کا کھانا اور بیچنا اس واسطے جائز ہوا کہ ان میں ذبح کرنا شرط نہیں بخلاف ذبح محرم کے اور ان کا حرم ہونا اس واسطے ہے یعنی اگر محرم نے شکار ذبح کیا خواہ حل میں خواہ حرم میں یا غیر محرم نے حرم میں شکار ذبح کیا تو وہ مردار ہو گیا اس واسطے ذبح کرنا فعل مشروع ہے سو حرم پر اور حرم کے صید پر حرام ہے تو اس کا کھانا اور بیچنا جائز نہیں کذا فی المنح عن السراجیہ اور محرم کو صید کا زندہ بیچنا بھی

Marfat.com

جائز نہیں اس واسطے حق تعالیٰ نے فرمایا محرمین کو تم پر حرام ہے صید خشکی کا تو شکار اس کے حق میں ایسا ہو گیا جیسے شراب کذا فی فتح القدیر ولا یرعی حشیشہ ہدایہ ولا یقطع بمجل الا الاذخر اور نہ چرائی جاوے گھاس حرم کی امام اعظمؒ اور محمدؒ کے نزدیک کذا فی الہدایہ اور نہ کاٹی جاوے بنیے سے سوائے اذخر کے م اذخر کا کاٹنا درست ہو گیا بالتماس عباسؓ کے چنانچہ صحاح ستہ کی حدیث میں مذکور ہو چکا اذخر بکسر اول و ثالث ایک خوشبو دار گھاس ہے جس کو ہندی میں گندھیس اور گندھیل اور بھرائچ کی گھاس کہتے ہیں فلا بأس باخذ کماۃ لانہا کالنبات کچھ مضائقہ نہیں حرم کی کھنبی لینے میں اس واسطے کہ وہ خشک سی چیز ہے گھاس نہیں ہے ولقتل قملۃ من بدنہ او القائہا او القاء ثوبہ فی الشمس لتموت تصدق بما شاء کبرادۃ اور اپنے بدن کی جوں مارنے سے یا اس کے ڈالنے سے یا اپنے کپڑے کو دھوپ میں ڈالنے سے تاکہ وہ مر جاوے صدقہ دے جتنا چاہے جیسے ٹڈی کے مارنے میں صدقہ واجب ہے یعنی ٹکڑا روٹی یا کھجور یا مٹھی بھر اناج م اپنے بدن کی جوں مارنا اس واسطے منع ہوا کہ وہ بدن کے میل سے پیدا ہوتی ہے اور میل کا چھڑانا بدن سے محرم کو جائز نہیں مانند بال کے ولہذا دوسرے شخص کے بدن کی جوں کا مارنا یا زمین کی گری جوں کو مارنا جائز ہے اور اگر کپڑا دھوپ میں ڈالے اور جوں مارنے کی نیت نہ ہو تو اس پر جزا واجب نہیں کذا فی المنح ابوداؤد اور ترمذی میں ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ٹڈی کو کھاؤ کہ وہ دریا کا صید ہے تو بموجب اس حدیث کے ٹڈی کے قتل میں کچھ مضائقہ نہیں لیکن امام مالکؒ کے موطا میں عمر فاروقؓ سے ثابت ہے کہ محرم کے ٹڈی مارنے میں فرمایا تمرۃ خیر من جرادۃ یعنی ایک کھجور صدقہ دے اس واسطے کہ کھجور بہتر ہے ٹڈی سے اور ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق نے بھی اسی طرح روایت کی ہے اور تمام اصحاب مذاہب حقہ اس میں فاروقؓ اعظم کے تابع ہیں واللہ اعلم کذا فی فتح القدیر ویجب الجزاء فیہا ای القملۃ بالدلالۃ کما فی الصید اور واجب ہے جزا جوں میں بتانے سے بھی چنانچہ صید میں بتانے سے بھی واجب ہے یعنی اگر محرم نے اپنے بدن کی جوں کسی کو دکھائی یا اشارہ کیا اور اس نے مار ڈالی تو محرم پر جزا واجب ہو گی ویجب فی الکثیر منہ نصف صاع والکثیر ہو الزائد علی ثلثۃ۔ والجراد کالقمل بجراد کثرت سے جوں مارنے میں نصف صاع کا صدقہ واجب ہے اور کثیر وہ ہے جو تین سے زائد ہے اور ٹڈی جوں کے برابر ہے قلیل اور کثیر کی وجوب جزا میں کذا فی البحر اور فتاوی قاضی خان میں ہے کہ دس یا زیادہ کثیر ہیں اور اس سے کم قلیل کذا فی الطحطاوی ولا شئ لقتل غراب الا لعقعق علی الظاہر ظہیریہ وتعمیم البحر ردہ فی النہر اور کچھ جزا نہیں نہ محرم پر نہ غیر محرم پر کوے کے قتل کرنے میں سوائے عقعق کے بنا بر قول ظاہر کے کذا فی الظہیریہ اور بحر الرائق کی تعمیم کو رد کیا ہے نہر الفائق میں بحر الرائق میں کہا کہ تینوں قسم کے کوے کو مارنا درست ہے تو اس میں عقعق بھی آگیا کہ موذی ہے ہمیشہ جانور کی مبز[1] کو چونچ سے کھودتا ہے نہر الفائق میں کہا کہ ہدایہ میں ابو یوسف سے مصرح روایت ہے کہ حدیث میں اس کوے کے قتل کرنے کا حکم ہے جو نجاست کھاتا ہے یا دانہ اور نجاست دونوں کھاتا ہے اور یہی قسم موذی ہے اور معراج الدرایہ میں ہے کہ عقعق جانور کو اکثر نہیں ستاتا ہے تو دوام ایذا رسانی کا دعویٰ مندفع ہو گیا اور ظہیریہ میں ہے کہ عقعق میں دو روایتیں ہیں ظاہر روایت یہ ہے کہ وہ صید میں داخل ہے طحطاوی نے کہا کہ عقعق ایک بڑا ہے اس کا رنگ سیاہ اور سفید ہوتا ہے اس کی آواز عین اور قاف کے مشابہ ہے وحداۃ بکسر فتشدید وجوز البرجندی فتح الحاء اور چیل کے قتل میں کچھ نہیں شارح کہتا ہے حداۃ بکسر حا و فتح دال ہمزہ اور برجندی نے ے کا فتحہ بھی تجویز کیا ہے م حداۃ بفتح اول و دو لوک کے تیر کو کہتے ہیں اور ظاہر تو بکسر اول ہے کذا فی القاموس و ذئب وحیۃ وعقرب وفارۃ بالہمز وجوز البرجندی التسہیل وکلب عقور ای وحشی اما غیرہ فلیس بصید اصلا اور بھیڑیے اور سانپ اور بچھو اور چوہے کلب اور عقور یعنی وحشی کتے کے قتل میں کچھ جزا نہیں اور وحشی کتے کے سوا یعنی اہلی کتا ہرگز صید نہیں شارح کہتا ہے کہ فارہ کا لفظ ہمزہ ساکنہ ہے اور برجندی نے اس میں تسہیل بھی جائز رکھی ہے یعنی ہمزہ اور الف کے بین بین میں پڑھنا م وحشی کتا ہر چند صید ہے لیکن بسبب اس کی ایذا رسانی کے جزا اس کے قتل کی ساقط ہو گئی صاحب نہر الفائق نے اپنی کتاب میں سقوط جزا میں ملت اسی طرح بیان کی ہے اور بخاری اور مسلم میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ موذی جانور ہیں کہ حل اور حرم میں مارے جاتے ہیں کوا اور چیل اور بچھو اور چوہا اور کلب عقور اور مسلم کی دوسری روایت میں سانپ مذکور ہے بچھو کے عوض اور صحیحین کی دوسری

[1] بفتح میم وسکون باء موحدہ ودال مہملہ مفتوح وزاء معجمہ دماغ رسکان پاخانہ ۱۲

Marfat.com

روایت عبداللہ بن عمرؓ سے یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کے مارنے میں محرم پر کچھ گناہ نہیں اور دار قطنی اور طحاوی کی حدیث مرفوع میں محرم کو بھیڑیے کے قتل کی اجازت ہے اور سنن ابی داؤد کی حدیث مرفوع میں سبع عادی کے قتل کرنے کی محرم کو اجازت ہے یعنی وہ درندہ جو حملہ کرے کذا فی فتح القدیر والحوض ونمل لکن لا یکل تالایوذی ولذا قالوالم یحل قتل الکلب الاہلی اذالم یؤذ والامر بقتل الکلاب منسوخ کما فی الفتح ای اذالم تضر اور مچھر اور چیونٹی کے قتل میں کچھ نہیں خواہ بڑی قسم کا مچھر ہو یا چھوٹا اور چھوٹی چیونٹی ہو یا بڑی مارنا سب کا جائز ہے لیکن اگر ایذا نہ دے تو مارنا حلال نہیں کذا فی النہر ولہذا فقہانے کہا ہے کہ کلب اہلی یعنی پالو کتا جب کہ موذی نہ ہو تو اس کا مارنا حلال نہیں اور کتوں کے قتل کرنے کا حکم جس حدیث میں ہے سو وہ منسوخ ہے کذا فی الفتح یعنی اس صورت میں ہے جب کہ کتے ضرر نہ کرتے ہوں اس واسطے کہ ملتقط میں مصرح ہے کہ جب کتے ایک گاؤں میں زیادہ ہو جاویں اور وہاں کے لوگوں کو ضرر پہنچاتے ہوں تو وہاں کے لوگ کتوں کو قتل کرواڈالیں بکذا فی النہر وبرغوث وقراد وسلحفاۃ بفتح فسکون وفراش وذباب ودوزغ وزنبور وتنفذ وصرصر ومباح لیل وابن عرس ودم جبین وکل اربعۃ وارلعین) وکذا جمیع ہوام الارض لانہا لیست بصید ولا متولدۃ من البدن اور پسو اور چیچڑی اور کھٹمل اور مکھی اور گرگٹ[1] اور بھڑ اور سیہی اور صرصر اور چھینگلا اور نیولا اور دم جبین اور کھنکھجورا اور اپنے جمیع حشرات الارض کے قتل کرنے میں محرم پر کوئی چیز لازم نہیں اس واسطے کہ یہ جانور اور کیڑے صید نہیں ہیں اور نہ انسان کے بدن میں سے پیدا ہوتے ہیں جن کے قتل سے جزا لازم آوے صرصر اور دم جبین دو چھوٹے جانور ہیں کذا فی القاموس وسبع ای حیوان ماصائل لایمکن دفعہ الا بالقتل فلو امکن دفعہ بدونہ لم یجز قتلہ لزمہ الجزاء کما تلزمہ قیمتہ لو مملوکۃ اور درندہ یعنی ایسی جانور حملہ کرنیوالے کے قتل سے جزا لازم نہیں جس کا ہٹانا بدون قتل کے دفع کرنا ممکن نہ ہو تو اگر بدون قتل کے دفع کرنا ممکن ہو اور پھر بھی اس کو قتل کرے گا تو اس پر جزا لازم ہوگی جیسے کہ قاتل پر قیمت لازم ہوگی اگر حملہ کرنے والا جانور کسی کا مملوک ہو کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ شارح کی تشبیہ دینے سے معلوم ہوا کہ سبع مملوک میں دو قیمتیں لازم ہوں گی ایک حق شرع کی قیمت جو بکری کی قیمت سے زیادہ نہ ہوگی اور دوسری حق مالک کی قیمت جس قدر کہ ہو ولہ ذبح شاۃ ولو ابا ظبیا لان الام ہی الاصل ولبقر ولبعیر ودجاج ولبط اہلی اور جائز ہے محرم کو ذبح کرنا بھیڑ بکری کا اگرچہ اس کا باپ ہرن ہو اس واسطے کہ اس میں ماں اصل ہے نہ باپ اور جائز ہے ذبح کرنا گائے اور اونٹ اور مرغی اور بط اہلی کا اس واسطے کہ یہ جانور اصل خلقت میں وحشی نہیں تو یہ صید میں داخل نہیں کہ محرم پر ان کا ذبح کرنا حرام ہو بط اہلی سے وہ بط مراد ہے جو گھروں میں اور حوضوں میں رہتی ہوں اس واسطے کہ وہ بنا بر اصل خلقت کے مالوف اور مانوس ہوتی ہیں بخلاف وحشی بط کے جو جنگل میں اڑتی پھرتی ہیں کہ ان کے ذبح کرنے میں محرم پر قیمت واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی واکل ماصادہ حلال ولو لمحرم وذبحہ فی الحل بلا دلالۃ محرم ولا امرہ بہ ولا اعانۃ فلو وجد احد ہا حل للحلال لا للمحرم علی المختار اور جائز ہے محرم کو کھانا اس شکار کا جس کو غیر محرم نے شکار کیا ہو اور حل میں ذبح کیا ہو اگرچہ محرم ہی کے واسطے شکار کیا ہو تو بھی جائز ہے بشرطیکہ محرم نے شکار کو نہ بتایا ہو اور نہ اجازت دی ہو شکار کرنے کی اور نہ اس پر اعانت کی ہو سو اگر ان امور ثلثہ سے ایک امر بھی پایا جاوے گا تو وہ شکار غیر محرم کو تو حلال ہوگا اور محرم پر حلال نہ ہوگا بنا بر قول مختار کے جس کو طحطاوی نے روایت کیا ہے امام مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک اگر غیر محرم شکار کرے گا محرم کے واسطے تو اس کا کھانا محرم کو حلال نہیں بدلیل ترمذی اور ابو داؤد کی حدیث کے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وعلیکم واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ صید تم پر حلال ہے جب تک کہ تم نہ شکار کرو یا تمہارے واسطے شکار کیا جاوے اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی یحییٰ بن معین نے تضعیف کی ہے اور اگر صحیح بھی ہو تو یہ مطلب ہے کہ جب محرم کے امر سے شکار ہوا ہو تو حلال نہیں اور امام اعظمؒ کی دلیل وہ حدیث ہے جو صحاح ستہ میں ابو قتادہؓ سے مروی ہے کہ حضرت صلعم کے اصحاب بعضے محرم تھے اور بعضے غیر محرم سو میں نے ایک گورخر کو دیکھا اور اس کو شکار کیا اور اصحابؓ نے اس کو کھایا اور اس کا سوال حضرت صلعم سے کیا فرمایا کہ کسی نے تم میں امر کیا تھا شکار کا یا اس کی طرف اشارہ کیا تھا اصحابؓ نے کہا کہ نہیں حضرت صلعم نے فرمایا تو کھاؤ گوشت کو اور مسلم کی روایت یوں ہے کہ کیا تم نے اشارہ کیا تھا یا اعانت کی تھی اصحاب نے کہا نہیں فرمایا کہ کھاؤ طحطاوی نے کہا کہ ابو قتادہؓ نے

[1] عراق اور دوسرے بلاد سے معلوم ہوتا ہے کہ وزغ ایک قسم چھپکلی کی ہے جو جنگلوں یا باغوں میں پائی جاتی ہے۔

Marfat.com

فقط اپنے واسطے شکار نہ کیا تھا بلکہ محرم اصحابؓ کے واسطے بھی کیا تھا پھر بھی حضرت صلعم نے اس کو مباح فرمایا کذا فی العینی شرح الکنز وتجب قیمتہ بذبح حلال صید الحرم وتصدق بہا ولا یجزیہ الصوم لانہا عزامۃ لا کفارۃ حتی لو کان الذابح محرما اجزاہ الصوم وقیدہ بالذبح لانہ لا شئ فی دلالۃ الا الاثم صید حرم کے ذبح کرنے سے غیر محرم پر قیمت اس کی واجب ہے تو اس قیمت کو تصدق کرے یا اس سے ہدی مول لے کر مکہ میں ذبح کرے کذا فی الطحاوی اور کفایت نہیں کرتا اس کو روزہ رکھنا اس واسطے کہ یہ جزا غیر محرم پر ڈالنا ہے نہ کفارہ یہاں تک کہ اگر ذبح کرنے والا صید حرم کا محرم ہوگا تو اس کو روزہ رکھنا کافی ہوگا اور مصنف نے ذبح کی قید لگائی اس واسطے کہ اگر غیر محرم شکار حرم پر دلالت کرے گا تو اس پر کچھ جزا واجب نہیں سوائے گناہ کے ومن دخل الحرم ولو حلالا او احرم ولو فی الحل ومعہ حقیقۃ یعنی الجارحۃ صید وجب ارسالہ ای اطارتہ او ارسالہ للحل ودلیۃ قہستانی علی وجہ غیر مضیع لہ لان تسیب الدابۃ حرام اور جو شخص کہ حرم میں داخل ہو اگرچہ احرام نہ باندھے ہو یا جس نے کہ احرام باندھا اگرچہ حل کے اندر احرام باندھا ہو اور اس کے حقیقی ہاتھ میں صید ہو حقیقی ہاتھ سے جسمی ہاتھ مراد ہے جس کو جارحہ کہتے ہیں تو اس شخص پر واجب ہے صید کا چھوڑ دینا یعنی اڑا دینا طائر کا یا حل میں اس کو کسی کے پاس بھیج دینا بطور امانت کے کذا فی القہستانی حل میں جانور کو اس طرح روانہ کرے کہ وہ ضائع نہ ہو یعنی چوپائے کو مطلق العنان نہ کر دے اس واسطے کہ چوپائے کا چھوڑ دینا بطور سانڈ کے حرام ہے کذا فی البحر حرم میں جانور کا چھوڑ دینا اس لیے واجب ہوا کہ جب حرم میں داخل ہوا تو وہ حرم کا صید ہو گیا کذا فی النہر وفی کراہیۃ جامع الفتاوی شری عصافیر من الصیاد واعتقہا جاز ان قال من اخذہا فہی لہ ولا یخرج عن ملکہ باعتاقہ وقیل لا لانہ تضییع للمال انتہی قلت وحینئذ فتقید الاطارۃ بالاباحۃ قبل او جامع الفتاوی کی کتاب الکراہیۃ میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے شکاری سے چڑے مول لیے اور ان کو چھوڑ دیا تو جائز ہے اگر چھوڑتے وقت یہ کہا کہ جو ان کو پکڑ لے وہ ان کا مالک ہے اور اس کے چھوڑ دینے سے اس کی ملک سے وہ باہر نہیں ہوتے خواہ کلام مذکور کہے یا نہ کہے کذا فی الطحطاوی اور بعضوں نے کہا کہ چھوڑنا جائز نہیں کہ مال کا ضائع کرنا ہے انتہی کلام الفتاوی شارح کہتا ہے جب کہ جامع الفتاوی سے اعتاق طیر کا مفصل حکم معلوم ہوا تو طائر کے اطلانے کو اباحت سے مقید کرنا چاہیے قبل اڑانے کے یعنی اڑانے سے پہلے یوں کہنا چاہیے کہ جو اس کو پکڑ لے وہ اس کا مالک ہے کذا فی الطحطاوی وفی کراہیۃ مختارات النوازل سیب دابۃ فاخذہا آخر واصلحہا فلا سبیل للمالک علیہا ان قال عند تسیبہا ہی لمن اخذہا وان قال لا حاجۃ لی بہا فلہ اخذہا والقول قولہ بیمینہ انتہی اور مختارات النوازل کی کتاب الکراہیۃ میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے چوپایا چھوڑ دیا سو دوسرے شخص نے اس کو پکڑ لیا اور اس کو آراستہ کیا تو مالک اول کو اس پر اختیار نہیں بشرطیکہ چھوڑتے وقت اس نے یہ کہا ہو کہ یہ اس کا ہے جو اس کو لیوے اور اگر چھوڑتے وقت یوں کہا ہو کہ مجھ کو اس کی کچھ حاجت نہیں تو مالک اول کو اس کا لینا جائز ہے اور مالک ہی کا قول اس میں قسم کے ساتھ معتبر ہوگا انتہی کلامہ لا یجب ان کان الصید فی بیتہ بجریان العادۃ الفاشیۃ بانک دہی من احدی الحج چھوڑنا واجب نہیں اگر صید محرم کے گھر میں ہو بسبب جاری رہنے عادت ظاہرہ کے اس میں اور جریان عادت دلائل شرعیہ میں سے ایک دلیل ہے یعنی صحابہ کبار احرام باندھتے تھے اور ان کے گھروں میں صید اور داجن موجود رہتے تھے اور ان سے منقول نہیں کہ وہ چھوڑ دیتے ہوں تو یہ اجماع فعلی ہوا اور اجماع حجت شرعی ہے داجن اس جانور کو کہتے ہیں کہ جو مکان سے مالوف ہو اصل اس کی وحشی ہو یا مانوس چنانچہ ہرن اور کبوتر اور بکری کذا فی النہر والمحرم جریان عادت قرون ثلثہ یعنی صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کی البتہ حجت ہے کہ ان کے حق میں خیر القرون دار دہے اور یہ مطلب نہیں کہ ہر قرن کی جریان عادت حجت شرعی ہے واللہ اعلم او قفصہ ولو التقص فی یدہ بدلیل اخذ المصحف بغلافہ للحدث یا صید پنجرے میں ہو تو بھی اس کا چھوڑ دینا واجب نہیں اگرچہ پنجرا محرم کے ہاتھ میں ہو بدلیل لینے مصحف کے ساتھ غلاف کے محدث کو یعنی جیسے بے وضو کو مصحف کا ہاتھ میں لینا جائز نہیں لیکن اگر جزدان میں ہو تو لینا اس کا درست ہے اسی طرح محرم کو صید کا ہاتھ میں لینا جائز نہیں لیکن اگر وہ پنجرے میں ہو تو پنجرے کا لینا درست ہے اس واسطے کہ صید پنجرے میں ہے نہ ہاتھ میں اور بعضوں نے کہا کہ پنجرے میں لینا ہاتھ میں لینے کے برابر ہے اس دلیل سے کہ جو پنجرے کو غصب کرے وہ

Marfat.com

صید کا غاصب شمار ہوگا کذا فی النہر ولا یخرج العبید عن ملکہ بہذا الارسال فلہ امساکہ فی الحل ولہ اخذہ من انسان اخذ منہ لانہ لم یرسلہ عن اختیار اور صید اس چھوڑ دینے سے محرم یا حلال کی ملک سے نہ نکل جاوے گا تو اس کو بعد فراغت احرام کے صید کا پکڑ رکھنا حل میں جائز ہے اور اس کو لینا صید کا اس آدمی سے جائز ہے جس نے صید کو اس سے لے لیا تھا اس واسطے کہ اس کا چھوڑ دینا اختیار سے نہ تھا بلکہ بمجبوری احرام بالعمرۃ دخول حرم تھا فلو کان جارحا کبازی مقتل حمام الحرم فلا شئی علیہ لفعلہ ما وجب علیہ پھر اگر صید پھاڑنے والا ہو چنانچہ باز سودہ حرم کبوتر کو مارے تو چھوڑ دینے والے پر کچھ جزا لازم نہیں اس واسطے کہ اس نے وہ کیا جو اس پر واجب تھا یعنی محرم پر صید کا چھوڑ دینا واجب تھا سو اس نے چھوڑ دیا اب اگر وہ کسی جانور کو مارے تو اس کا کیا تصور فلو باعہ رد البیع ان بقی والا فعلیہ الجزاء لان حرمۃ الحرم والاحرام تمنع بیع العبید سو اگر صید کو بیچا تو بیع کو پھیرے اگر صید باقی ہو اس واسطے کہ بیع فاسد ہے اور اگر صید مر گیا ہو یا مشتری نہ ملتا ہو تو بائع پر جزا واجب ہے اس واسطے حرمت حرم اور احرام باندھنے کی صید کے بیچنے کی مانع ہے اور اگر بائع اور مشتری حرم میں ہوں اور صید حل میں ہو تو شیخین کے نزدیک بیع جائز ہے کذا فی الملتقی ولو اخذ حلال صیدا فاحرم ضمن مرسلہ من یدہ الحکمیۃ اتفاقا ومن الحقیقیۃ عندہ خلافا فلہما دفعہا استحسانا کذا فی البرہان اور اگر غیر محرم نے حرم کا صید پکڑا پھر احرام باندھا تو ضمان دے گا اس کا چھوڑ دینے والا اس کے حکمی ہاتھ سے باتفاق امام اور صاحبین کے یعنی اگر گھر میں سے یا پنجرے سے کوئی شخص اس صید کو چھوڑ دے گا تو اس کو باتفاق ضمان دینا ہوگا اور اگر اس کے حقیقی ہاتھ سے کوئی چھوڑ دے گا تو امام اعظم کے نزدیک اس پر ضمان لازم ہوگا نہ صاحبین کے نزدیک اور صاحبین کا قول ثابت ہے بدلیل استحسان کے کذا فی البرہان استحسان یہ ہے کہ چھوڑنے والے نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا و ما علی المحسنین من سبیل جیسے خلاف شرع باجوں کے توڑنے میں ضمان نہیں صاحب بحر نے کہا کہ صاحبین کا قول لائق فتوی ہے چنانچہ آلات لہو کے توڑنے میں انھیں کا قول مفتی بہ ہے کذا فی الملتقی ولو اخذہ محرم لا یضمن مرسلہ اتفاقا لان المحرم لا یملکہ حینئذ فلا یاخذہ ممن اخذہ اور اگر حرم کا صید محرم نے پکڑا تو اس کے چھوڑ دینے والے پر ضمان لازم نہ ہوگا باتفاق اس واسطے کہ محرم اس کا مالک ہی نہیں ہوتا مانند خمر اور خنزیر کے اور اس وقت میں یعنی جب کہ محرم مالک ہی نہ ہوا تو محرم نہ لے گا صید کو اس شخص سے جس نے اس سے لیا اگرچہ حل میں ہو کذا فی الطحطاوی والصید لا یملکہ المحرم بسبب اختیاری کشراء وہبۃ بل وبسبب جبری والسبب الجبری فی احدی عشر مسئلۃ مبسوطۃ فی الاشباہ فلذا قال تبعا للبحر عن المحیط کالارث وجعلہ فی الاشباہ بالاتفاق لکن فی النہر عن السراج انہ لا یملک بالمیراث وہو الظاہر اور صید کا مالک نہیں ہوتا محرم اختیاری سبب سے مانند بیع اور ہبہ اور صدقہ اور وصیت کے بلکہ جبری یعنی بے اختیاری سبب سے مالک ہوتا ہے اور جبری سبب سے ملک حاصل ہوتی ہے گیارہ مسئلوں میں جو اشباہ میں مشروحا مذکور ہیں سو اسی واسطے باتباع بحر الرائق عن المحیط مصنف نے جبری سبب کی مثال دی کہ جیسے وراثت یعنی محرم صید کو بوراثت البتہ مالک ہوتا ہے اور اس کو اشباہ میں صاحب بحر نے اتفاقی قول قرار دیا ہے لیکن نہر الفائق میں سراج سے منقول ہے کہ محرم صید کو میراث سے بھی مالک نہیں ہوتا اور یہی قول ظاہر ہے اس واسطے کہ محرم کے حق میں صید محرم العین ہے مطلقا لقولہ تعالی وحرم علیکم صید البر ما دمتم حرما شارح نے اشارہ کیا کہ ماتن کا قول خلاف ظاہر ہے تو متن میں داخل کرنا اس کا مناسب نہ تھا فان قتلہ محرم آخر بالغ مسلم ضمنا جزاءین الآخذ بالاخذ والقاتل بالقتل پھر اگر محرم کے پکڑے صید کو دوسرے بالغ مسلم محرم نے قتل کیا تو دونوں محرم دو جزا کا ضمان دیں پکڑنے والا محرم تو پکڑنے کی جزا دے اور قاتل قتل کرنے کی محرم قاتل ہیں جیسے بالغ اور مسلم کی قید شارح نے لگائی ویسا ہی عاقل کی بھی قید لگانا تھا کہ مجنون مثل جاتا جیسے صغیر اور نصرانی دونوں قید دل سے محل گیا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ورجع اخذہ علی قاتلہ لانہ قرر علیہ ما کان بمعرض السقوط اور پکڑنے والا محرم قاتل محرم سے پھیرے جس قدر کہ اس نے ضمان دیا اس واسطے کہ قاتل نے پکڑنے والے پر اس کو ثابت کر دیا جو معرض سقوط میں تھا یعنی اگر قاتل اس کو قتل نہ کرتا اور پکڑنے والا صید کو چھوڑ دیتا تو جزا ساقط ہو جاتی اور جب کہ قاتل نے اس کو قتل کر ڈالا تو اب جزا پکڑنے پر متعین ہو گئی وہذا ان کفر بمال وان بصوم فلا علی ما اختارہ الکمال لانہ لم یعزم شیئا اور یہ پھیر لینا قاتل سے اس شرط پر ہے جب کہ پکڑنے والے نے مال کا کفارہ دیا ہو اور اگر اس نے اس کی جزا میں روزے رکھے ہوں تو پھیر لینا نہیں پہنچتا

Marfat.com

بنا بر اس قول کے جس کو کمال الدین بن الہمام صاحب فتح القدیر نے پسند کیا ہے اس واسطے کہ اس نے کچھ ڈانٹا نہیں دیا جس کو پھیرے اور زیلعی نے بھی اس قول پر یقین کیا ہے اور محیط میں منتقی سے یہی قول مصرح ہے کذا فی المنح **ولو کان القاتل بہیمۃ لا یرجع علی ربہا ولو صبیا او نصرانیا فلا جزاء علیہ** اللہ تعالیٰ **ولکن یرجع الاخذ علیہ بالقیمۃ لانہ یلزمہ حقوق العباد دون حقوق اللہ** تعالیٰ اور اگر صید حرم کا مارڈالنے والا جانور ہو تو اس کے مالک سے نہ پھیرے اور اگر اس کا قاتل لڑکا ہو یا نصرانی مراد نصرانی سے کافر ہے تو اس پر جزا واجب نہیں بنا بر حق اللہ کے لیکن محرم صید کا پکڑنے والا کافر سے اس کی قیمت بھرے اس واسطے کہ کافر پر حقوق العباد لازم ہیں نہ حقوق اللہ **وکل ما علی المفرد بہ دم بسبب جنایتہ علی احرامہ** یعنی بفعل شیء من محظوراتہ **لا مطلقا اذ لو ترک واجبا من واجبات الحج او قطع نبات الحرم لم یتعدد الجزاء لانہ لیس جنایۃ علی الاحرام فعلی القارن ومثلہ متمتع ساق الہدی دمان** اور جس قصور میں تنہا حج کرنے والے پر ایک خون واجب ہوتا ہے بسبب اس کے احرام کے جنایت کے تو اس فعل میں قارن پر دو خون واجب ہوتے ہیں ایک حج کا خون اور دوسرا عمرے کا خون اس واسطے کہ قارن دو احرام کا محرم ہے اور جنایت احرام سے اس چیز کا کرنا مراد ہے جو احرام کے ممنوعات سے ہے نہ ہر طرح کی جنایت اس واسطے کہ اگر تنہا حج کرنے والا کوئی واجب فعل حج کے واجبات سے ترک کرے یا حرم کی گھاس کاٹے تو اس پر ایک خون واجب ہوگا اور جب کہ قارن اس واجب کو ترک کرے گا تو اس پر جزا متعدد نہ ہوگی یعنی دو خون لازم نہ آویں گے اس لیے کہ یہ جنایت احرام پر نہیں اور قارن کے مانند تعدد جزا میں وہ متمتع ہے جو ہدی کو ہانک لے چلا اس واسطے کہ وہ بعمرے کے احرام نہیں اتار سکتا بدون حلق یا النحر کے **وکذا الحکم فی الصدقۃ فتثنی ایضا لجنایۃ علی احرامہ** اور ایسا ہی حکم ہے وجوب صدقہ میں تو صدقہ بھی دوہرا واجب ہوگا قارن پر بسبب اس کے قصور کے کرنے کے اپنے دو احرام پر **الا لمجاوزۃ المیقات غیر محرم استثناء منقطع فعلیہ دم واحد لانہ حینئذ لیس بقارن** مگر آگے بڑھنے میں میقات سے بدون احرام کے تو اس پر ایک خون لازم ہے اس واسطے کہ اس وقت میں وہ قارن نہیں کیونکہ ہنوز اس نے احرام نہیں باندھا تو یہ استثنا منقطع ہے کہ صدر کلام میں داخل نہیں **ولو قتل محرمان صید التعدد الجزاء لتعدد الفعل** اور اگر دو محرم نے ایک صید کو قتل کیا تو جزا متعدد ہوگی بسبب تعدد فعل کے یعنی احرام دو ہیں تو جزا بھی دو لازم ہوں گی **ولو حلالان صید الحرم لالاتحاد المحل** اور اگر دو غیر محرموں نے صید حرم کو قتل کیا تو جزا متعدد نہ ہوگی یعنی ایک ہی جزا لازم ہوگی بسبب اتحاد محل کے یعنی صید ایک ہے تو جزا بھی ایک ہی ہوگی **وبطل بیع محرم صیدا وکذا کل تصرف وشراؤہ ان اصطادہ وہو محرم والا فالبیع فاسد** اور یہ یعنی محرم کا صید کو باطل ہے اور اسی طرح جمیع تصرفات مانند ہبہ اور وصیت کے باطل ہیں اور محرم کو اس کا خرید کرنا بھی باطل ہے اگر اس کو حالت احرام میں پکڑا ہوا اور اگر احرام کی حالت میں نہ گرفتار کیا ہو تو بیع فاسد ہے **فلو قبض المشتری فعطب فی یدہ فعلیہ وعلی البائع الجزاء** سو اگر قبضہ کیا مشتری نے صید پر پھر وہ اس کے ہاتھ میں ہلاک ہو گیا تو مشتری پر اور بائع پر جزا واجب ہے اگر دونوں محرم ہوں اور اگر ایک محرم ہوگا تو فقط محرم پر جزا لازم ہوگی کذا فی المنح **وفی الفاسد یضمن قیمتہ ایضا کما مر** اور بیع فاسد میں مشتری قیمت کا بھی ضامن ہوگا وجوب جزا کے ساتھ چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی ایک شخص نے قبل احرام کے صید حرم کو گرفتار کیا اور بعد احرام کے بیچا اور مشتری کے پاس صید مر گیا تو مشتری پر جزا بھی واجب ہوگی اور بائع کو قیمت کا بھی دینا پڑے گا اس واسطے کہ بائع اس کا مالک تھا بخلاف بیع باطل کے اس میں بائع مالک نہیں ہوتا لہذا اس میں مشتری پر ضمان قیمت کا نہیں یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ مشتری محرم ہو اور اگر محرم نہ ہوگا تو اس پر فقط قیمت دینی لازم ہوگی نہ جزا کذا فی المنح والطحطاوی **ولدت ظبیۃ بعد ما اخرجت من الحرم وماتا غرمہما** ہرنی جس حرم سے نکالنے کے بعد اور ماں اور بچہ اس کا دونوں مر گئے تو نکالنے والا دونوں کا ضمان دے اس واسطے کہ صید حرم کا بعد اخراج کے بھی مستحق ہے امن کا شرعاً لہذا اس کا حرم میں پہنچانا واجب ہے تو یہ صفت شرعی امن کی اس کے بچہ میں بھی سرایت کر گئی تو دونوں کا ضمان برابر لازم ہو گیا **وان ادی جزاہا ای الام ثم ولدت لم یجزہ ای الولد لعدم سرایۃ الامن حینئذ وہل یطیب لہ بعد الاداء الظاہر نعم** اور اگر ہرنی کی جزا اس نے ادا کی پھر وہ جنی تو بچے کی جزا نہ دے یہ سبب نہ سرایت کرنے امن کے اس وقت یعنی جب کہ ماں کا بدلا ادا کیا تو وہی مستحق امن نہ رہی تو بچے میں کاہے کو امن سرایت کرے گا اور بعد ادا کرنے ہرنی کی جزا کے کیا واجب ہے اس کا

Marfat.com

پہنچا دینا حرم میں ظاہر جواب یہ ہے کہ ہاں واجب ہے کذا فی النہر آفاقی مسلم بالغ یرید الحج ولو نفلا او العمرۃ فلو لم یرد واحدا منہما لا یجب علیہ دم بمجاوزۃ المیقات دان وجب حج او عمرۃ اذا اراد دخول مکۃ او الحرم علی ما سیاتی فی المتن قریبا وجاوز وقتہ ظاہر مما فی النہر عن البدائع اعتبار الارادۃ عند المجاوزۃ ثم احرم لزمہ دم کما اذا لم یحرم آفاقی مسلم بالغ نے حج کا ارادہ کیا اگرچہ نفل حج کا یا عمرے کا قصد کیا اور میقات سے آگے بڑھ گیا پھر اس نے احرام باندھا تو اس پر ذبح کرنا لازم ہوا چنانچہ احرام نہ باندھنے میں لازم ہے اور اگر حج یا عمرے کا ارادہ نہ کیا تو بلا احرام میقات سے آگے بڑھنے میں ذبح کرنا واجب نہ ہوگا اگرچہ حج یا عمرہ واجب ہوگا جب کہ دخول مکہ یا حرم کا ارادہ کرے گا چنانچہ متن میں یہ مسئلہ عنقریب مذکور ہوگا اور نہر الفائق میں جو بدائع سے منقول ہے اس کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ میقات سے بڑھنے کے وقت ارادہ کا اعتبار ہے یعنی بعد مجاوزت میقات کے ارادہ معتبر نہیں فان عاد الی میقات ما احرم او عاد الیہ حال کونہ محرما لم یسقط عنہ کطواف ولو شوطا وانما قال ولبی لان الشرط عند الامام تجدید التلبیۃ عند المیقات بعد العود الیہ خلافا لہما سقط دمہ پھر اگر پلٹ آیا کسی میقات کی طرف پھر اس نے وہاں احرام باندھا یا ایسا محرم ہو کہ میقات کی طرف پلٹ آیا جس نے کوئی عبادت ہنوز نہیں شروع کی مثلاً طواف کا ایک شوط بھی نہیں کیا اور میقات پر لبیک بولا تو ذبح کرنا اس پر سے ساقط ہو گیا متن نے لبیک کہنے کو اس واسطے کہا کہ امام اعظم کے نزدیک دوبارہ لبیک کہنا میقات کے پاس بعد پھرنے کے شرط ہے کہ بدون اس کے ذبح کرنا ساقط نہیں ہوتا بخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک تجدید تلبیہ سقوط دم میں شرط نہیں میقات کی طرف پلٹ آنا کافی ہے والافضل عودہ الا اذا خاف فوت الحج اور افضل ہے پلٹ آنا میقات کی طرف سے مگر جب کہ خوف ہو حج کے فوت ہونے کا تو نہ پھرے والا ای وان لم یعد دما وبعد شروعہ لا یسقط الدم اور اگر میقات کی طرف نہ پلٹ آیا یا پھر آیا بعد شروع کرنے طواف وغیرہ کے تو ذبح کرنا ساقط نہ ہوگا کمکی یرید الحج ومتمتع فرغ من عمرتہ وصار مکیا وخرجا من الحرم واحرما بالحج من الحل فان علیہما دم لمجاوزۃ میقات المکی بلا احرام وکذا لو احرما بالعمرۃ من الحرم وبالعود کما مر یسقط الدم چنانچہ مکی حج کا ارادہ کرنے والا اور متمتع جو اپنے عمرے سے فارغ ہوا اور مکی ہو گیا اور دونوں نکلے حرم سے اور دونوں نے حج کا احرام باندھا حل سے تو دونوں پر خون واجب ہے بسبب بلا احرام بڑھنے میقات اہل مکہ سے اس واسطے کہ اہل مکہ کا میقات حج کے واسطے حرم ہے نہ حل اور اسی طرح اگر مکی اور متمتع نے احرام باندھا عمرہ کا حرم سے تو دم کرنا ان پر واجب ہے اس واسطے کہ میقات عمرے کا حل ہے اور میقات کی طرف پلٹ آنے سے جس طرح کہ مذکور ہو چکا ذبح کرنا ساقط ہو جاتا ہے دخل کوفی ای آفاقی البستان ای مکانا من الحل داخل المیقات لحاجۃ فصد بادلو عند المجاوزۃ علی ما مر دنیۃ مدۃ الاقامۃ لیست بشرط علی المذہب لہ دخول مکۃ غیر محرم کوفی داخل ہوا بستان میں یعنی آفاقی اندر میقات کے زمین حل میں سے کسی مکان میں کسی حاجت کے واسطے بالقصد آیا اگرچہ مجاوزت میقات کے نزدیک ارادہ اس حاجت کا کیا ہو چنانچہ یہ مضمون نہر الفائق سے مذکور ہو گیا تو اس آفاقی کو جائز ہے داخل ہونا مکہ کا بدون احرام باندھے اور مدت اقامت کی نیت شرط نہیں بنا بر مذہب یعنی کے یعنی پندرہ روز یا زیادہ رہنا بستان میں مشروط نہیں احرام کے عدم وجوب میں ام بستان بنی عامر ایک بستی ہے داخل میقات حج حرم کے اور بالفعل اس کا نام نخلہ محمود ہے وہاں سے کہ معظمہ چوبیس کوس ہے کذا فی الطحطاوی ودقۃ البستان ولا شئ علیہ لانہ التحق باہلہ کما مر اور میقات اس آفاقی کا جو بستان میں کسی کام کو گیا بستان ہے یعنی حل میقات ہے حج اور عمرے کا اور اس پر مجاوزت میقات سے بلا احرام کوئی چیز واجب نہیں اس واسطے کہ آفاقی بستان میں آنے سے اہل بستان میں مل گیا تو جیسے بستانی کو دخول مکہ بلا احرام جائز ہے ویسے ہی اس کو بھی جائز ہے اور جیسے بستانی کا میقات حج اور عمرے کا حل ہے ویسے ہی آفاقی کا بھی حل ہے چنانچہ اس کی تفصیل بیان مواقیت میں گذر گئی وبذہ حیلۃ لآفاقی یرید دخول مکۃ بلا احرام اور یہ حیلہ ہے آفاقی کے حق میں جو مکہ میں جانا چاہے بدون احرام کے ویجب علی من دخل مکۃ بلا احرام لکل مرۃ حجۃ او عمرۃ اور جو مکہ میں داخل ہو بدون احرام باندھے تو ہر بار بلا احرام جانے میں اس پر ایک حج یا ایک عمرہ واجب ہے اس مکان اقدس کی تعظیم کے واسطے فلو عاد فاحرم بنسک اجزاہ عن آخر وخرج دمہ فی الفتح سو اگر مکہ میں بلا احرام جا کر پھر میقات کی طرف پلٹ آیا سو حج یا عمرے کا احرام باندھا تو اس کو کافی ہو گا پچھلے بار کے دخول سے اور پورا بیان اس کا فتح القدیر میں

Marfat.com

یعنی مثلاً دوبارہ بلا احرام داخل ہوا تھا تو اس احرام سے دوسری بار داخل ہونے سے جو حج یا عمرہ واجب ہوا تھا وہ ادا ہوگا اس واسطے کہ اول بار کا حج یا عمرہ اس پر دین ہوگیا سو وہ بدون تعیین نیت کے ساقط نہ ہوگا کذا فی الفتح وصح منہ ای اجزاہ عما لزمہ بالدخول لو احرم عما علیہ من حجۃ الاسلام او نذر او عمرۃ منذورۃ لکن فی عامہ ذلک لتدارک المتروک فی وقتہ لا بعدہ لغیر درتہ دینا تحول السنۃ اور یہ صحیح ہوگا اس سے یعنی کفایت کر جائے گا اس حج یا عمرہ سے جو اس پر بلا احرام داخل ہونے سے لازم ہوگیا اگر اس نے احرام باندھا ہو اس عبادت کے واسطے جو اس پر واجب تھی بمنزلہ حجۃ الاسلام کے یا حج نذر کے یا عمرہ نذر کے لیکن یہ اس صورت میں ہے جب اسی سال حج یا عمرہ کرے اس واسطے کہ جو متروک ہوگیا تھا اس کو اپنے وقت میں تدارک کر لینا کافی ہوگا دخول بلا احرام سے بعد اس سال کے اس واسطے کہ متروک دین ہوگیا سال پلٹنے سے جاز المیقات بلا احرام فاحرم لعمرۃ ثم افسدہا مضی وقضی ولادم علیہ لترک الوقت لجبرہ بالاحرام منہ فی الحال ایک شخص بڑھ گیا میقات سے بلا احرام پھر اس نے عمرہ کا احرام باندھا پھر عمرے کو فاسد کر ڈالا جماع قبل طواف سے تو عمرے کو پورا کرے اور اس کو قضا کرے اور اس پر خون نہیں میقات کے ترک احرام سے اس واسطے کہ قضا کرنے میں میقات سے احرام باندھتے ہیں اس کا تدارک ہو جاوے گا کمی دمن فی حکمہ طاف لعمرتہ ولو شوطا ای اقل اشواطہا فاحرم بالحج رفضہ وجوبا بالحلق لنہی المکی عن الجمع بینہما مکی نے اور اندر میقات کے رہنے والے نے اپنے عمرے کا طواف ایک شوط کیا ایک شوط سے مراد یہ کہ تین شوط یا اس سے کم کیا پھر حج کا احرام کیا تو حج کو ترک کرے سر منڈا کر بنا بر وجوب کے اس واسطے کہ اہل مکہ کو جمع کرنا حج اور عمرے کا ممنوع ہے وعلیہ دم لاجل الرفض وحج وعمرۃ لانہ کفایت الحج حتی لو حج فی سنتہ سقطت العمرۃ ولو رفضہا قضاہا فقط اور اس پر ذبح کرنا واجب ہے بسبب ترک کرنے کے اور حج اور عمرہ واجب ہے اس واسطے کہ مکی مذکور اس کے مانند ہے جس کا حج فوت ہوگیا اور فائت الحج عمرہ کر کے احرام اتارتا ہے اور دوسرے سال حج قضا کرتا ہے تا اینکہ اگر مکی مذکور اسی سال حج کرے گا بعد عمرہ کرنے کے تو دوسرا عمرہ اس پر سے ساقط ہو جاوے گا اور اگر عمرے کو ترک کرے گا نہ حج کو تو فقط عمرے کی قضا کرے کذا فی المنح فلو اتمہما صح واساء وذبح دما جبر فی الآفاقی دم شکر ہوا گر مکی مذکور نے حج یا عمرہ ترک نہ کیا بلکہ دونوں کو ادا کیا تو یہ صحیح ہے اس واسطے کہ جس کا التزام کیا تھا اس کو ادا کیا لیکن برا کیا کہ ممنوع کام کیا اور ذبح کرے اور یہ ذبح کرنا جبر نقصان کے واسطے ہے تو خود نہ کھاوے اور آفاقی کے حج اور عمرہ کو جمع کرنے میں ذبح کرنا واسطے شکر کے ہے تو خود اس کا کھانا جائز ہے کذا فی المنح ومن احرم لحج دحج ثم احرم یوم النحر بآخر فان کان قد حلق للاول لزمہ الآخر فی العام القابل بلا دم لانتہاء الاول اور جس نے حج کا احرام باندھا اور حج کو ادا کیا پھر یوم النحر میں دوسرے حج کا احرام کیا تو اگر سر منڈا چکا ہو اول حج کے واسطے تو دوسرا حج اس پر لازم ہوگیا دوسرے سال میں بلا وجوب ذبح اس واسطے کہ پہلا حج تمام ہو چکا تو یہ شخص باعتبار ادا کرنے کے جامع بین الاحرامین نہ ٹھہرا کہ ذبح کرنا اس پر واجب ہوتا کذا فی المنح والا یحلق للاول فمنع دم قصر مہر بہ لیعم المراۃ اولا لجنایتہ علی احرامہ بالتقصیر اولتاخیرہ اور اگر حج اول کے واسطے سر نہ منڈایا تو دوسرے سال اس پر دوسرا حج لازم ہوگا ساتھ ذبح کرنے کے بالوں کو کترا ہو یا نہ کترا ہو ماتن نے بلفظ تقصیر اس واسطے تعبیر کی تاکہ یہ مسئلہ عورت کو بھی شامل رہے ذبح کرنا اس واسطے واجب ہوا کہ اس نے جنایت کی بال کترانے سے اپنے دوسرے حج کے احرام پر یا واسطے تاخیر کے واجب ہوا ہم جب یوم النحر میں قبل حلق کے دوسرے حج کا احرام کیا تو ہر طرح سے اس پر ذبح کرنا لازم ہوگیا اس واسطے کہ دو حال سے خالی نہیں کہ اول حج کے احرام اتارنے کو اس نے سر منڈایا یا نہیں منڈایا اگر منڈایا تو حج ثانی کے احرام پر جنایت واقع ہوئی اس واسطے ذبح کرنا لازم ہوا اور اگر سر نہیں منڈایا تو اول حج کی عبادت میں یعنی یوم النحر کے سر منڈانے میں تاخیر واقع ہوئی تو بھی ذبح کرنا لازم ہوگیا کذا فی المنح ومن اتی لعمرۃ الا الحلق فاحرم باخری ذبح الاصل ان الجمع بین الاحرامین بعمرتین مکروہ تحریما فیلزم الدم والمجتبی فی ظاہر الروایۃ فلا یلزم اور جس نے کہ عمرہ ادا کیا سوائے سر منڈانے کے پھر دوسرے عمرہ کا احرام کیا تو وہ ذبح کرے اصل یہ ہے کہ دو عمروں کے دو احراموں کو جمع کرنا مکروہ تحریمی ہے اس واسطے ذبح کرنا لازم ہے اور دو حج کے احراموں کو جمع کرنا ظاہر الروایت میں مکروہ نہیں کذا فی البحر عن المحیط لہذا اس میں ذبح کرنا واجب نہیں اور غایۃ البیان میں جو دو حج کے احراموں کو حرام اور بدعت کہا ہے صاحب بحر الرائق کہا وہ سہو ہے کذا فی المنح

Marfat.com

آفاقی احرم بالحج ثم احرم لعمرۃ لزماہ وصار قارنا مسیئا کما مر ولذا بطلت عمرتہ بالوقوف قبل افعالہا لانہا لم تشرع مرتبۃ علی الحج لا بالتوجہ الی عرفۃ آفاقی نے حج کا احرام کیا پھر عمرے کا احرام کیا تو دونوں اس پر لازم ہوئے اور یہ شخص قارن بدکار ہوگیا چنانچہ گذرا اور اسی واسطے باطل ہوگا عمرہ اس کا بسبب وقوف عرفات کے قبل افعال عمرے کے اس واسطے کہ عمرہ مشروع نہیں حج پر مرتب ہو کر نہ باطل ہوگا عمرہ عرفات کی طرف متوجہ ہونے سے سو اگر بدون وقوف کے عرفات کی طرف سے پھر آوے اور عمرہ ادا کرکے حج کرے تو ممکن ہے کذا فی الطحطاوی فان طاف لہ طواف القدوم ثم احرم لہا فمضی علیہما ذبح وبوم جبر وندب بقضہا لتاکدہ بطوافہ فان رفض قضی لصحۃ الشروع فیہا وارثہ وما لم یرفضہا پھر اگر آفاقی نے حج کا طواف القدوم کیا پھر عمرے کا احرام کیا پھر دونوں کو ادا کیا تو ذبح کرے اور یہ ذبح کرنا واسطے جبر نقصان کے ہے کہ حج کے اعمال میں عمرہ داخل کر دیا اور مستحب ہے ترک کرنا عمرے کا اس واسطے کہ طواف القدوم کرنے سے حج متاکد ہوگیا سو اگر اس نے عمرہ ترک کیا تو اس کی قضا کرے بعد حج کے بواسطہ صحیح ہونے شروع کے اور ذبح کرے بہ سبب ترک کرنے عمرے کے حج فاہل لعمرۃ یوم النحر او فی ثلثۃ ایام بعدہ لزمتہ بالشروع لکن مع کراہۃ التحریم ورفضت وجوبا تخلصا من الاثم وقضیت مع دم للرفض وان مضی علیہا صح وعلیہ دم لارتکابہ الکراہۃ فہو دم جبر ایک شخص نے حج کیا پھر عمرے کا احرام کیا یوم النحر میں یا اس کے بعد کے تین دن میں تو عمرہ کرنا اس کو لازم ہوگیا بہ سبب شروع کے لیکن کراہت تحریمی کے ساتھ اس واسطے کہ افعال حج سے مجنوز فراغت نہیں ولہذا عمرے کا ترک کرنا واجب ہے تاکہ اس گناہ سے نجات ہو اور عمرے کی قضا کی جاوے ساتھ ذبح کرنے کے ذبح واجب ہے بہ سبب ترک کے اور اگر عمرے کو ترک نہ کرے ادا کرے تو یہ صحیح ہوگا اور اس پر ذبح کرنا واجب ہوگا بہ سبب مرتکب ہونے کراہت کے تو یہ ذبح جبر نقصان کے واسطے ہے فائت الحج اذا احرم بہ ادیہا وجب الرفض لان الجمع بین احرامین مختلفین ادا لعمرتین غیر مشروع فائت الحج نے جب کہ دوسرے حج یا عمرے کا احرام کیا تو اس پر احرام ثانی کا ترک کرنا واجب ہے اس واسطے کہ دو حج کے احراموں کو اور دو عمرے کے احراموں کو جمع کرنا مشروع نہیں ہم دو حج کے احرام تو ظاہر ہیں ایک احرام اس حج کا جو فوت ہوگیا اور دوسرا احرام حج ثانی کا اور دو عمرے کے دو احرام یوں ہوئے کہ ایک احرام تو یہ ہے جو بعد فوت حج کے کیا اور دوسرا احرام اس واسطے کہ فائت الحج عمرہ کرکے احرام سے باہر آتا ہے چنانچہ بعد اس کے مذکور ہوتا ہے ولما فاتہ الحج بقی فی احرامہ فیلزمہ ان یتحلل من احرام الحج بافعال العمرۃ ثم بعدہ یقضی ما احرم بہ لعود الشروع ویذبح للتحلل قبل ادائہ بالرفض اور جب کہ اس کا حج فوت ہوا تو احرام اس کا باقی رہا تو اس پر لازم ہے حج کا احرام اتارنا عمرے کے افعال کرکے پھر بعد اس کے قضا کرے اس کی جس کا احرام کیا اس واسطے کہ شروع کرنا اس کا صحیح تھا اور ذبح کرے اس واسطے کہ بسبب ترک کرنے احرام ثانی کے وہ حلال ہوگیا اس کے وقت سے پہلے یعنی واجب تو یہ تھا کہ بعد افعال حج ثانی کے یا عمرہ کے احرام ثانی سے باہر آتا لیکن بسبب عدم مشروعیت جمع بین الاحرامین کے احرام ثانی کا ترک واجب ہوگیا لہذا ذبح کرنا لازم ہوا واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الطحطاوی

باب الاحصار

ہو لغۃ المنع وشرعا منع عن رکن یہ باب ہے احصار کے احکام میں احصار لغت میں بمعنی منع اور حبس کے ہے اور اصطلاح شرع میں احصار عبارت ہے منع رکن سے خواہ حج کا رکن ہو خواہ عمرے کا اکثر کتب فقہ میں منع وقوف اور طواف کو احصار قرار دیا ہے لیکن اس میں عمرہ داخل نہیں رہا حالانکہ عمرہ میں بھی احصار ہوتا ہے لہذا شارح نے احصار کی تعریف منع رکن سے کی تاکہ عمرہ بھی داخل رہے اذا احصر بعدو او مرض او موت محرم او ہلاک نفقۃ حل لہ التحلل جب کہ محرم بند ہو جاوے بہ سبب دشمن یا بیماری کے یا محرم یا زوج کے مر جانے سے عورت محرمہ بند ہو جاوے یا خرچ کے ہلاک ہو جانے سے تو حلال ہے اس کو تحلل یعنی احرام اتارنا عام دشمن عام ہے کافر آدمی ہو یا غیر اس کے اور وہ بیماری مانع ہے جو جانے اور سوار ہونے سے زیادہ ہوتی ہو اور ہلاک نفقہ راہ میں اس شرط سے مانع ہے کہ پیدل چلنے کی قدرت نہ ہو بعد شروع کے اور اگر پیدل چلنے پر قادر ہو تو مانع نہیں اگرچہ گھر سے پیدل جانا حج کے واسطے لازم نہیں جیسے حج نفل ابتداءً لازم نہیں لیکن بعد شروع کے لازم ہے اور یہ قول محمد کا ہے کذا فی المحیط اور ابو یوسف نے کہا کہ اگر بالفعل پیدل چلنے پر قادر ہو اور آئندہ خوف ہو عاجزی اور تھک جانے کا تو اس پر حج لازم نہیں کذا فی النہر فیبعث المفرد دما

Marfat.com

او قیمتہ فان لم یجد لبقی محرما حتی یجد او تحلل بطواف وعن الثانی انہ یقوم الدم بالطعام ویتصدق بہ فان لم یجد صام عن کل نصف صاع یوما جب عذرات مذکورہ سے محرم حج کو نہ جا سکے تو اس وقت میں تنہا حج کا کہنے والا ایک خون یعنی ایک بکری یا بھیڑ حرم میں بھیجے یا اس کی قیمت روانہ کرے تاکہ خرید کر کے حرم میں ذبح کی جاوے سو اگر بکری یا اس کی قیمت نہ پاوے تو محرم بنا رہے یہاں تک کہ پاوے یا عمرہ کا طواف اور سعی صفا مروہ کی کر کے احرام اتارے اور ابو یوسفؒ سے منقول ہے کہ بکری کی قیمت اناج سے کی جاوے اور اس کا صدقہ دیا جاوے ہر مسکین کو نصف صاع سو اگر اناج بھی نہ پاوے تو ہر نصف صاع کی عوض ایک ایک دن روزہ رکھے ۔ م ۔ طحطاوی نے کہا کہ یہ روایت ابو یوسفؒ کی ضعیف ہے بہتر یہ تھا کہ شارح اس کو مذکور نہ کرتا والقارن وبین اور قارن دو بکریاں روانہ کرے حرم کو ایک بکری حج کے بدلے اور دوسری عمرے کے احرام کے عوض فلو بعث واحدا لم یتحلل عنہ سو اگر قارن ایک بکری بھیجے ایک احرام کے واسطے تو اس احرام سے باہر نہ ہوگا اس واسطے مشروع یہ ہے کہ دونوں احراموں سے یکبارگی خارج ہو تو ایک احرام کو قائم رکھنا اور دوسرے کو اتارنا خلاف مشروع ہے کذا فی الطحطاوی وبین یوم الذبح لیعلم متی یتحلل اور معین کر دے ذبح کا دن کہ فلانی تاریخ ہدی کو ذبح کرے تا معلوم رہے کہ کب احرام اتارے اس واسطے کہ تحلل قبل ذبح کے جائز نہیں وبذبحہ فی الحرم ولو قبل یوم النحر خلافا لہما اور ذبح کرے ہدی کو حرم میں اگرچہ ذبح یوم النحر سے پہلے ہو بخلاف صاحبینؒ کے کہ ان کے نزدیک احصار میں یوم النحر سے پہلے ذبح کرنا جائز نہیں لیکن عمرہ کے احصار میں جائز ہے ولو لم یفعل ورجع الی اہلہ لغیر تحلل او صبر محرما حتی زال الخوف جاز فان ادرک الحج فہما لعمت والا تحلل بالعمرۃ لان التحلل بالذبح انما ہو للضرورۃ حتی لا یمتد احرامہ فیشق علیہ زیلعی اور اگر محرم محصر نے ہدی کو روانہ کیا اور اپنے گھر پلٹ آیا احرام باندھے ہوئے وہیں ٹھہرا رہا یہاں تک کہ خوف زائل ہو گیا اور مانع مرتفع ہوا تو جائز ہے پھر بعد زوال خوف اور مانع کے اگر حج کو پایا تو کیا خوب بات ہے اور اگر موسم حج کا جاتا رہا تو عمرہ کر کے احرام اتارے اس واسطے کہ ذبح کرنے سے احرام کا اتارنا بسبب ضرورت کے تھا تاکہ احرام کی مدت نہ دراز ہو جاوے کہ اس پر مشکل پڑ جاوے کذا فی الزیلعی وبذبحہ یحل ولو بلا حلق وتقصیر اور ہدی کے ذبح کرنے سے احرام سے خارج ہو جاتا ہے اگرچہ سر نہ منڈایا ہو اور بال نہ کترائے ہوں لیکن حلق افضل ہے کذا فی المنح فلو عین ذبحہ تفعل کالحلال فظہر انہ لم یذبح او ذبح فی محل لزمہ جزاء ما جنی پھر اگر محرم محصر نے ہدی کے ذبح ہو جانے کا گمان کیا ہو ممنوعات احرام سے کوئی فعل کیا جیسے غیر محرم کرتا ہے پھر ظاہر ہوا کہ ہدی ذبح نہ ہوئی تھی یا محل میں ذبح ہوئی تھی نہ حرم میں تو اس پر اپنی جنایت کرنے کی سزا لازم ہوگی ویجب علیہ ان حل من حجہ ولو نفلا حجہ بالشروع وعمرۃ للتحلل ان لم یحج من عامہ اور اگر حج کا احرام اتارا ہے اگرچہ نفل ہی حج ہو تو اس پر حج واجب ہے بسبب شروع کرنے کے اور عمرہ واجب ہے بسبب تحلل کے بشرطیکہ اس سال حج نہ کیا ہو اور اگر بعد زوال مانع کے اسی سال حج ادا کیا تو فقط حج لازم ہوگا ۔ عمرہ کذا فی الطحطاوی وعلی المعتمر عمرۃ اور عمرے کا احرام باندھنے والا اگر روکا جائے تو اس پر فقط ایک عمرہ واجب ہے وعلی القارن حجۃ وعمرتان احدہما للتحلل اور قارن پر ایک حج اور دو عمرے واجب ہیں ایک عمرہ بسبب تحلل کے اور دوسرا ان کا کام قضا میں اس کو اختیار ہے چاہے ان کے چاہے تینوں کو علیحدہ علیحدہ قضا کرے کذا فی الطحطاوی فان بعث ثم زال الاحصار وقدر علی ادراک الہدی والحج مضی لوجہہ وجوبا پھر اگر محصر نے ہدی کو روانہ کیا بعد اس کے احصار زائل ہو گیا اور وہ قادر ہے ہدی اور حج کے پانے پر ساتھ ہی تو اس پر واجب ہے کہ حج کرنے کو روانہ ہو اور اس وقت میں ہرگز جائز نہیں احرام سے خارج ہونا ہدی بھیج کر اس واسطے کہ ہدی بھیجنا بدلا تھا حج کا اور حالانکہ اب خود اصل پر قادر ہو گیا تو بدل کا کچھ اعتبار نہ رہا کذا فی المنح واللیقدر علیہما لا یلزمہ التوجہ وہی رباعیۃ اور اگر ہدی اور حج کے پانے پر ساتھ ہی قادر نہ ہوا تو اس پر روانہ ہونا لازم نہیں اور یہ مسئلہ رباعی ہے یعنی چار صورتوں کا محتمل ہے پہلی صورت یہ ہے کہ ہدی اور حج دونوں کو پاوے دوسری صورت یہ ہے کہ دونوں کو نہ پاوے تیسری صورت یہ کہ فقط ہدی کو پاوے نہ حج کو چوتھی صورت یہ کہ فقط حج کو پاوے نہ ہدی کو پہلی صورت میں تو جانا لازم ہے اور باقی تین صورتوں میں لازم نہیں لیکن اگر تحلیل کے واسطے جاوے اور عمرہ کرے تو جائز ہے کذا فی المنح اور چونکہ امام کے نزدیک ذبح کرنا قبل یوم النحر کے جائز ہے تو ادراک حج کا بدون ہدی کے ممکن ہے

Marfat.com

اور صاحبین کے نزدیک ادراک حج کو ہدی لازم ہے اس واسطے کہ ان کے نزدیک قبل یوم النحر کے ذبح کرنا جائز نہیں کذا فی شرح الوقایہ ولا احصار بعد ما وقف بعرفۃ للامن من الفوات اور احصار نہیں بعد وقوف عرفات کے اس واسطے کہ بعد وقوف عرفات کے فوت ہو جانا حج کا متصور نہیں تو امن حاصل ہو گیا پھر اگر بعد وقوف عرفات کے احصار قائم رہا تو ترک واجبات سے یعنی وقوف مزدلفہ اور رمی جمار کے ترک سے ذبح کرنا لازم ہوگا اور اسی طرح تاخیر حلق اور طواف الزیارۃ سے ذبح لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی والممنوع ولو بمکۃ من الرکنین محصر علی الاصح اور جو شخص کہ دو رکن یعنی وقوف عرفات اور طواف الزیارۃ سے روکا جاوے اگرچہ وہ مکہ میں ہو وہ محصر ہے بقول اصح والقادر علی احدہما لا اما علی الوقوف فلتمام حجہ بہ واما علی الطواف فلتحلہ بہ کما مر اور جو کہ قادر ہوا ایک رکن پر وہ محصر نہیں جو وقوف عرفات پر قادر ہوا وہ اس واسطے محصر نہیں کہ وقوف سے حج تمام ہو گیا اور جو طواف پر قادر ہوا وہ اس واسطے محصر نہیں کہ وہ طواف کرنے سے احرام سے خارج ہو گیا چنانچہ مذکور ہو چکا کہ طواف اصل ہے کل میں اور ذبح کرنا ہدی کا اس کا بدلہ ہے اصل کے ہوتے بدلہ کی کچھ حاجت نہیں

باب الحج عن الغیر

یہ باب ہے غیر شخص کی طرف سے حج کرنے کا یعنی بطور نیابت کے دوسرے کی طرف سے حج کرنا الاصل ان کل من اتی لعبادۃ مالیۃ جعل ثوابہا لغیرہ وان نواہا عند الفعل لنفسہ لظاہر الادلۃ اصل یہ ہے کہ جو شخص کوئی عبادت کرے نماز یا روزہ یا خیرات یا تلاوت قرآن یا ذکر یا حج یا عمرہ یا طواف یا اور نیکیاں تو اس کو جائز ہے کہ اس کا ثواب غیر شخص کے واسطے کر دے اگرچہ عبادت کرنے کے وقت اپنی ذات کے واسطے نیت کی ہو یہ اصل ثابت ہے دلائل قرآن اور احادیث کی ظاہر دلالت سے بلا ارتکاب تاویل م قرآن مجید میں ولد کو ارشاد ہوا کہ والدین کے واسطے یوں دعا کرے (رب ارحمہما کما ربیانی صغیرا) یعنی اے میرے رب میرے والدین پر رحم کر جیسا کہ انھوں نے مجھ کو لڑکپن میں پالا تو اگر انسان کا عمل دوسرے کو نہ مفید ہوتا تو ولد کی دعا والدین کے حق میں بیفائدہ ہوتی حالانکہ یہ غلط ہے اور حق تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ فرشتے مومنین کے واسطے دعائے مغفرت کرتے ہیں تو ثابت ہوا کہ ایک کا عمل دوسرے کو مفید ہوتا ہے اور احادیث تو نیابت اور ثواب رسانی میں بکثرت ہیں از انجملہ بخاری اور مسلم میں یہ حدیث متفق علیہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے دو مینڈھوں کو قربانی کیا ایک مینڈھا اپنی طرف سے اور دوسرا اپنی امت کی طرف سے اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ عبادت مالی میں نیابت صحیح ہے اس حدیث کے مضمون کو ابن ماجہ اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ اور حاکم اور طبرانی اور ابن ابی شیبہ اور اسحٰق اور ابو یعلی اور بزار اور دار قطنیؒ نے چند صحابہؓ سے روایت کیا ہے تو معلوم ہوا کہ قدر مشترک یہ حدیث مشہور ہے اور دار قطنی نے روایت کی کہ ایک مرد نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میرے ماں باپ تھے جن سے میں ان کی زندگی میں نیکی کرتا تھا سو اب کیوں کر میں ان کے ساتھ نیکی کروں تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ بعد موت کے نیکی یہ ہے کہ نماز پڑھ کر ان کے واسطے اپنی نماز کے ساتھ اور روزہ رکھا کر ان کے واسطے اپنے صوم کے ساتھ اور یہ بھی اس نے علی مرتضیٰؓ سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قبرستان پر گذرے اور گیارہ بار قل ہو اللہ احد پڑھے اور اس کا ثواب مردوں کو بخشے تو اس کو ثواب دیا جاوے گا بقدر اموات کے اور ابو حفص عسکری نے روایت کی کہ انسؓ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ہم خیرات کرتے ہیں اپنے مردوں کی طرف سے اور حج کرتے ہیں ان کی طرف سے اور دعا کرتے ہیں ان کے واسطے کیا ان کو یہ پہنچتا ہے فرمایا کہ ہاں البتہ ان کو پہنچتا ہے اور وہ خوش ہوتے ہیں اس سے جیسے کوئی تم میں سے خوش ہوتا ہے طبق سے جب کوئی اس کو تحفہ بھیجے اور سنن ابو داؤد میں مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے مردوں پر یٰسین پڑھا کرو تو ان احادیث کثیرہ سے ثابت ہوا کہ اعمال صالحہ کا ثواب غیر کو نافع ہوتا ہے کذا فی فتح القدیر واما قولہ تعالیٰ وان لیس للانسان الا ما سعی ای الا اذا وہبہ لہ کما حققہ الکمال اداللام بمعنی علی کما فی لہم اللعنۃ[1] اور جو قول ہے حق تعالیٰ کا کہ انسان کو کوئی چیز نافع نہیں مگر جو کہ اس نے خود کیا تو مراد یہ ہے کہ انسان کو غیر کے عمل سے کچھ حاصل نہیں مگر جب کہ غیر بخشے اس کو تو البتہ مفید ہوگا چنانچہ اس مطلب کو ثابت کیا ہے کمال الدین بن ہمام نے فتح القدیر میں یا لام اس آیت میں بمعنی علی کے ہے چنانچہ لہم اللعنۃ میں بمعنی علی ہے تو اس صورت میں یہ مطلب آیت کا ہوگا کہ انسان کو کوئی چیز مضر نہیں سوائے

[1] یعنی لہم اللعنۃ کے معنی علیہم اللعنۃ کے ہیں یعنی ان پر لعنت ہے ۱۲

Marfat.com

اپنے عمل کے تو نفی مغفرت کی ہوئی نہ منفعت کی ہم معتزلہ کا یہ مذہب ہے کہ عبادات کا ثواب سوائے فاعل کے غیر کو نہیں پہنچتا خواہ عبادت مالی ہو یا بدنی خواہ مرکب مال اور بدن سے اور امام مالک اور شافعیؒ کے نزدیک صدقات اور عبادات مالی اور حج میں وصول ثواب جائز ہے اور عبادت بدنی مانند صوم اور صلوٰۃ اور قرأت قرآن وغیرہ میں وصول جائز نہیں معتزلہ آیت مذکورہ سے استدلال کرتے ہیں اپنے مذہب پر کہ انسان کو غیر کا عمل مفید نہیں اہل سنت نے اس استدلال کے کئی طرح سے جواب دیے ہیں جواب اوّل یہ ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے بقول ابن عباسؓ اس آیت سے (والذین[1] امنوا واتبعتھم ذریتھم بایمان الحقنا بھم) جواب ثانی یہ ہے کہ یہ آیت ابراہیم اور موسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کی قوم کو مخصوص ہے جواب[2] ثالث یہ ہے کہ انسان سے مراد اس آیت میں کافر ہے تو مومن کے حق میں نفی نہیں جواب[3] رابع یہ ہے کہ بطریق عدل غیر کو ثواب نہیں لیکن بطریق فضل البتہ ثابت ہے جواب[4] خامس یہ ہے کہ لام بمعنی علی ہے کذا فی العینی شرح الکنز لیکن محقق نے فتح القدیر میں کہا کہ ہرچند ظاہر آیت اسی پر دلالت کرتا ہے کہ ایک کا عمل دوسرے کو مفید نہیں لیکن حکم دعاء والدین اور استغفار ملائکہ مومنین کے حق میں اور حدیث قربانی کی امت کی طرف سے اس کے سوا اور احادیث ایصال ثواب کی ظاہر آیت کے مخالف ہیں تو بالقطع ہم کو ثابت ہوا کہ ظاہر آیت اپنی صراحت اور اطلاق پر باقی نہیں بلکہ مقید ہے بقید عدم ہبہ عامل چنانچہ اس کی توضیح ترجمہ آیت میں مذکور ہوگی اور تقیید آیت بہتر ہے نسخ آیت کے قائل ہونے سے اس واسطے کہ آیت مذکورہ از قبیل اخبار ہے حالانکہ خبر میں نسخ جاری نہیں اور ابطال معتزلہ کے ضمن میں مالکؒ اور شافعیؒ کے قول کی بھی نفی ہو گئی یعنی احادیث اور اخبار سالفہ سے عبادات بدنیہ کا بھی ایصال ثواب ثابت ہو گیا اللہ سبحانہ ہو الموفق انتہی کلام المحقق ولقد افصح الزاہدی عن اعتزالہ ہنا واللہ لموافق اور البتہ زاہدی نے اپنا اعتزال یہاں کھول دیا اور توفیق خیر کی دینے والا اللہ تعالیٰ ہے یعنی زاہدی باوجودیکہ بڑا عالم ہے مجتبیٰ کی کتاب الحج میں اموات کے ایصال ثواب کا منکر ہو گیا ہے اور اس کو مذہب اہل حق اور اہل عدل کا ٹھہرایا ہے اور آیات اور احادیث ثواب رسانی کو تاویلات بعیدہ کر کے ظاہر سے پھیرا ہے کذا فی الطحطاوی الٰہی بہ محمدؐ و آلہٖ ہم کو صراط مستقیم پر ثابت رکھنا اور تعصب اور کج فہمی سے بچانا اور مرنے کے وقت اس عاجز مسکین کی دست گیری کرنا آمین **العبادۃ المالیۃ کزکوٰۃ وکفارۃ تقبل النیابۃ** عن المکلف مطلقا عند القدرۃ والعجز ولو النائب ذمیا لان العبرۃ لنیۃ الموکل ولو عند دفع الوکیل عبادت مالی جیسے زکوٰۃ اور صدقہ فطر اور عشر اور نفقات اور کفارہ اعتاق اور اطعام اور کسوۃ نیابت کو قبول کرتی ہے مکلف کی طرف سے ہر طرح کی قدرت کے وقت بھی اور عاجز ہونے کے وقت بھی اگرچہ نائب کافر ذمی ہو اس واسطے کہ موکل کی نیت کا اعتبار ہے اگرچہ موکل نے وکیل کے دینے کے وقت نیت کی ہو تو بھی صحیح ہے م عبادات مالی میں نیابت اس واسطے جائز ہے کہ عبادات مالیہ میں آزمایش مال دار اور دفع حاجت محتاج مقصود اصلی ہے سو یہ امر نائب کے فعل میں بھی حاصل ہے اور ہرچند عبادت بدون نیت کے صحیح نہیں اور کافر ذمی اہل نیت کا نہیں لیکن جب نیت منیب معتبر ٹھہری نہ نائب کی تو مسلم اور ذمی نیابت میں دونوں برابر ہو گئے اور منیب کو اختیار ہے نائب کے دینے کے وقت نیت کرے یا جب نائب محتاج کو دینے لگے اس وقت نیت کرے یا درمیان میں اسی عبادت کے نیت کرے کذا فی النہر والطحطاوی والبدنیۃ کصلوٰۃ وصوم لا تقبلہا مطلقا اور عبادت بدنی جیسے نماز اور روزہ اور اعتکاف اور قراۃ قرآن اور اذکار نیابت کو نہیں قبول کرتے ہر طرح سے نہ قدرت میں نہ عجز میں اس واسطے کہ عبادات بدنیہ میں غرض اصلی یہ ہے کہ افعال مخصوصہ سے روح اور بدن پر محنت اور مشقت پڑے تاکہ روح کو صفائی اور قرب الٰہی حاصل ہو تو یہ امر حاصل نہیں ہو سکتا نائب کے فعل سے جب تک کہ خود نہ کرے لہٰذا اس میں مطلقاً نیابت جائز نہ ہوئی نہ قدرت میں نہ عجز میں اور یہی مطلب ہے اس حدیث کا کہ (لا یصم احد عن احد ولا یصل احد عن احد) اخرجہ النسائی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنی کوئی روزہ نہ رکھے کسی کی طرف سے اور نماز نہ پڑھے کوئی کسی کی طرف سے یعنی نیابت صوم وصلوٰۃ سے فرض ساقط نہیں ہوتا غیر سے ہاں نفل کا ثواب متوقع ہے چنانچہ اس حدیث میں مصرح ہے کہ ولد اپنے والدین کے واسطے نماز پڑھے اور روزہ رکھے والمرکبۃ منہما کالفرض تقبل النیابۃ عند العجز

[1] اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی پیروی کی ان کی اولاد نے ایمان میں ملا دیا ہم نے ان سے ان کی اولاد کو یعنی اولاد کے اعمال کو اس آیت میں ان کے آباء کے اعمال میں شامل کیا ہے۔

Marfat.com

فقط اور جو عبادت کہ مال اور بدن سے مرکب ہے جیسے فرض حج سو نیابت کو قبول کرتی ہے عاجز ہونے کے وقت فقط ہر چند کہ حج کی حقیقت میں مال کو دخل نہیں اس واسطے کہ حج عبارت ہے وقوف اور طواف سے لیکن چونکہ یہ امر بدون زاد اور راحلہ کے حاصل نہیں تھا تو گویا مال حج کا جز ہو گیا کذا فی الطحطاوی حج میں عجز کے وقت نیابت جائز ہوئی مال کی جہت سے اور قدرت میں نیابت جائز نہ ہوئی بدن کی جہت سے کذا فی النہر لکن بشرط دوام العجز الی الموت لانہ فرض العمر حتی تلزم الاعادۃ بزوال العذر عاجزی میں نیابت حج کی جائز ہے بشرطیکہ موت تک عجز ہمیشہ برابر رہے اور اگر عجز دائمی نہیں تو نیابت صحیح نہیں اس واسطے کہ حج تمام عمر میں ایک بار فرض ہے یہاں تک کہ اعادہ لازم ہے زوال عذر سے یعنی ایک شخص حج کرنے سے عاجز ہے سو اس نے مال دے کر نائب سے اپنے واسطے حج کروایا پھر بعد اس کے عاجزی کا عذر جاتا رہا تو اس پر واجب ہے کہ خود دوسرا حج کرے اس واسطے کہ موت تک عجز دائم نہ رہا و بشرط نیۃ الحج عنہ ای عن الآمر فیقول احرمت عن فلان ولو نسی اسمہ فتوی عن الآمر صح وتکفی نیۃ القلب اور اس شرط سے نیابت جائز ہے کہ نائب اپنے منیب آمر کی طرف سے حج کرے سو یوں کہے احرام کے وقت کہ میں نے احرام باندھا فلانے شخص کی طرف سے اور میں نے لبیک کہا فلانے کی طرف سے اور اگر منیب کا نام بھول جاوے اور امر کرنے والے کی طرف سے نیت کرے تو صحیح ہے اور دل کی نیت کافی ہے تو تصریح بلفظ ضرور نہیں ہذا ای اشتراط دوام العجز الی الموت اذا کان العجز کالحبس والمرض یرجی زواله ای یمکن وان لم یمکن کذلک کالعمی والزمانۃ سقط الفرض لم یحج الغیر عنہ فلا اعادۃ مطلقا سواء استمر ذلک العذر بہ الی الموت یعنی شرط ہونا دوام عجز کا موت تک اس وقت تک ہے کہ عجز مانند قید اور بیماری کے زوال پذیر ہو اور اگر ایسی نہ ہو یعنی ایسا عجز ہو کہ اس کے زوال کی امید نہ ہو جیسے اندھا ہونا اور لولا ہونا تو اس کی طرف سے غیر کے حج کرنے سے فرض ساقط ہو جاوے گا تو اس حالت میں اعادہ حج کا مطلقا لازم نہیں خواہ یہ عذر عدم بصارت وغیرہ کا ہمیشہ بنا رہے یا نہ رہے اس واسطے کہ عجز لازمی بجائے موت ہے کذا فی النہر کنز وغیرہ متون میں مرض زوال پذیر کا کچھ فرق مذکور نہیں لیکن ماتن اور شارح نے باتفاق صاحب بحر تفصیل محیط اور فتاوی قاضی خاں اور مبسوط سے نقل کی اور کہا ہے کہ یہی حق ہے واللہ اعلم کذا فی الفتح ولو احج عنہ وہو صحیح ثم عجز واستمر لم یجزہ لفقد شرطہ اور اگر ایک شخص نے حج کروایا اپنی طرف سے حالت صحت میں پھر وہ بعد فراغت ہونے نائب کے حج سے عاجز ہو گیا اور ہمیشہ عاجز بنا رہا موت تک تو وہ حج سقوط فرض میں کافی نہ ہوگا بسبب نہ پائے جانے شرط کے یعنی نائب کے حج کرنے کے وقت منیب عاجز نہ تھا تو حج نفل کا ثواب نائب کو حاصل ہوگا کذا فی الطحطاوی وبشرط الآمر بہ ای بالحج عنہ فلا یجوز حج الفرع بغیر اذنہ الا اذا حج ادا حج الوارث عن مورثہ لوجود الامر دلالۃ اور جائز ہے نیابت بشرطیکہ امر کرے منیب نائب کو اپنی طرف سے فرض حج کرنے کا تو جائز نہیں حج فرزند کا باپ کے واسطے بدون اجازت باپ کے مگر جب کہ وارث خود حج کرے یا غیر سے حج کروائے مورث کی طرف سے تو البتہ جائز ہے بسبب پائے جانے امر مورث کے بنا بر دلالت حال کے یعنی جب وارث مورث کے مال پر متصرف ہوا تو گویا مورث نے اس سے کہا کہ میرے اوپر سے فرض ادا کر کذا فی الطحطاوی وبقی من الشرائط النفقۃ من مال الآمر کلہا او اکثرہا وحج الآمر بنفسہ وتعینہ ان عینہ فلو قال حج عنی فلان لا غیر لم یجز حج غیرہ ولو لم یقل لا غیرہ جاز اور شرائط نیابت حج سے باقی رہا نفقہ یعنی شرط ہے کہ کل نفقہ نائب کا منیب کے ہاتھ سے ہو یا اکثر نفقہ اس کے مال سے ہو تو اگر نائب منیب کا مال نہ لے اپنے مال سے حج کرے بطور احسان کے تو منیب کی طرف سے حج نہ ادا ہوگا کذا فی العالمگیریۃ عن البدائع اور حج کرنا مامور کا بذات خود اور اس کا متعین ہونا مشروط ہے اگر اس کو متعین کر دیا ہو سو اگر آمر نے یوں کہا ہو کہ مثلاً زید میری طرف سے حج کرے نہ غیر اس کا تو غیر زید کا حج کرنا جائز نہیں اور اگر غیر کی نفی نہ کی ہو تو غیر زید کا حج کرنا جائز ہے وادصلہا فی اللباب الی عشرین شرطا منہا عدم اشتراط الاجرۃ فلو استاجر رجلا بان قال استاجرتک علی ان تحج عنی بکذا لم یجز حجہ وانما یقول امرتک ان تحج عنی بلا ذکر اجارۃ لباب المناسک میں شرائط نیابت کو بیس تک پہنچایا ہے ان میں سے ایک شرط یہ ہے کہ نیابت میں اجرت مشروط نہ ہو تو اگر اجارہ ٹھہرایا ایک مرد نے اس طرح پر کہ اس نے کہا کہ میں نے تجھ سے ٹھیکا کیا اپنی طرف سے حج کرنے کا اتنے مال کے عوض تو اس کا حج جائز نہیں بلکہ یوں کہے کہ میں نے تجھ کو امر کیا اپنی طرف سے حج کرنے کا بلا ذکر اجارہ

Marfat.com

م شارح کا کلام اس کو مقتضی ہوا کہ اجیر کو اجرت نہ ملے اور حج اجیر کا ہو نہ مستاجر کا اور خانیہ میں مصرح ہے کہ ظاہر الروایت میں حج مستاجر کے واسطے واقع ہوگا اور اجیر کو اجرت مثل ملے گی تو عبارت خانیہ اس کو مقتضی ہے کہ یہ اجارہ فاسدہ ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو انفق من مال نفسہ او خلط النفقۃ بمالہ وانفق علیہ اکثرہ جاز ورجع من الضمان اور اگر مامور نے کچھ ذاتی مال سے خرچ کیا اور حالانکہ منیب کے نفقہ میں دمنع کر لینے کی گنجائش ہے یا مامور نے منیب کے نفقہ میں اپنا مال ملا دیا اور سب مال خرچ کر ڈالا یا اکثر یعنی بمقدار کل مال آمر کے یا اکثر مال آمر کے صرف کیا تو جائز ہے اور مامور ضمانت سے بری ہو گیا کذا فی الطحطاوی وشرط العجز المذکور للحج الفرض لا للنفل لاتساع بابہ اور شرط عاجزی کی جو مذکور ہوئی تو حج فرض کے واسطے ہے نہ نفل حج کے واسطے اس لیے کہ نفل میں وسعت ہے تو قادر کو نائب سے حج نفل کروانا صحیح ہے ویقع الحج المفروض عن الآمر علی الظاہر من المذہب وقیل عن المامور نفلا وللآمر ثواب النفقۃ کحج النفل اور حج فرض آمر کی طرف سے واقع ہوتا ہے بنا بر ظاہر مذہب کے اور قول ضعیف یہ ہے کہ مامور کی طرف سے حج نفل واقع ہوتا ہے اور آمر کو نفقہ دینے کا ثواب ہے جیسے نفل حج میں اور یہ قول اخیر محمدؒ کا قول ہے لیکن اس اختلاف کا کچھ ثمرہ نہیں اس واسطے کہ سب متفق ہیں اس بات پر کہ آمر سے فرض ساقط ہو جاتا ہے اور مامور سے ساقط نہیں ہوتا کذا فی البحر اور ظاہر مذہب کی وہ حدیث دلیل ہے جو صحاح ستہ میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حجۃ الوداع میں ایک عورت خثعم کی قوم کی آئی اس نے کہا یا رسول اللہ صلعم میرے باپ پر حج فرض ہوا اور وہ بہت بڈھا ہے اس کو طاقت نہیں کہ اونٹ پر ثابت رہ سکے کیا میں اس کی طرف سے حج کروں حضرت صلعم نے فرمایا ہاں اور بخاری اور مسلم میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے پاس آیا سو اس نے کہا کہ میری بہن نے حج کی نذر مانی تھی سو وہ مر گئی حضرت صلعم نے فرمایا کہ اگر اس پر قرض ہوتا تو کیا تو ادا کرتا اس نے کہا ہاں میں ادا کرتا۔ فرمایا تو خدا کا فرض ادا کر کہ وہ احق بالقضاء ہے کذا فی التبیین تو اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ آمر کی طرف سے حج واقع ہوتا ہے نہ مامور کی طرف سے لکن تشترط لصحۃ النیابۃ اہلیۃ المامور لصحۃ الافعال ثم فرع علیہ بقولہ فجاز حج العبد والمرأۃ ولو امۃ والعبد وغیرہ کالمراہق وغیرہم اولی لعدم الخلاف لیکن صحت نیابت کے واسطے شرط ہے اہلیت مامور کی یعنی اسلام اور عقل مامور میں لازم ہے تاکہ اس کے افعال صحیح ہوں پھر ماتن نے اشتراط اہلیت پر اگلا قول متفرع کر کے کہا تو جائز ہے حج کرنا اس کا جس نے خود حج نہیں کیا اور عورت کا حج جائز ہے اگرچہ وہ لونڈی ہو اور عبد ماذون وغیرہ کا جیسے صغیر قریب البلوغ کا حج کرنا جائز ہے اور ان اشخاص کے سوا اور شخص بہتر ہے نیابت کے واسطے تا خلاف شافعیؒ نہ ہو صرورہ بصاد مہملہ مفتوحہ اس کو کہتے ہیں جس نے ہنوز حج نہیں کیا کذا فی القاموس ہر چند نیابت عورت اور غلام اور جس نے گاہے حج نہیں کیا اور مرافق کی جائز ہے بسبب اہلیت صحت افعال کے لیکن چونکہ کراہت سے خالی نہیں اور امام شافعی کے بھی خلاف ہے تو ان کے سوا اور کسی کو نائب کرنا بہتر ہے مناسک ملا علی میں مذکور ہے کہ جو غیر کی طرف سے حج کرے تو افضل یہ ہے کہ وہ حر عاقل بالغ ہوا در افعال حج اور طریق حج کا عالم ہو اور فرض حج اپنی طرف سے کر چکا ہو کذا فی البحر ولو امرد مراہقا او مجنونا لا یصح اور اگر امرد یا مجنوں کو اپنی طرف سے حج کرنے کو مامور کیا تو صحیح نہیں بسبب عدم اہلیت کے واذا مرض المامور بالحج فی الطریق لیس لہ دفع المال الی غیر لیحج ذلک الغیر عن المیت الا اذا اذن لہ بذلک بان قیل لہ وقت الدفع اصنع ما شئت فیجوز لہ ذلک مرض ادلا لانہ صار وکیلا مطلقا اور جب کہ حج کا مامور راہ میں بیمار ہو گیا تو اس کو جائز نہیں غیر کو مال دینا تاکہ یہ شخص غیر میت کی طرف سے حج کرے مگر اس صورت میں جب کہ اس کو غیر کے مال دینے اور حج کروانے کی اجازت دی گئی ہو اس طرح پر کہ اس سے کہا گیا ہو مال دینے کے وقت کہ جب تیرا جی چاہے تو اب اس کو غیر سے حج کروانا جائز ہے خواہ وہ بیمار ہو یا نہ بیمار ہو اس واسطے کہ اس اجازت مطلقہ سے وہ وکیل مطلق ہو گیا خواہ آمر زندہ ہو یا میت کذا فی الطحطاوی خرج مکلف الی الحج ومات فی الطریق او وصی بالحج عنہ انما تجب الوصیۃ بہ اذا اخرہ بعد وجوبہ اما لو حج من عامہ فلا ایک مرد عاقل بالغ نکلا حج کے واسطے اور راہ میں مر گیا اور اس نے اپنی طرف سے حج کرنے کی وصیت کی تنارخانیہ کہتا ہے وصیت کرنا حج کا اس وقت واجب ہے جب اس نے بعد وجوب حج کے ادائے حج میں تاخیر کی ہو اور اگر اسی سال حج کو چلا جس سال حج فرض ہوا تو اس پر حج کی وصیت کرنا واجب نہیں فان فسر المال

Marfat.com

او الامکان قالا مرعلیہ ای علی مافسرہ والا یفیج عنہ من بلدہ قیاسا لا استحسانا فلیحفظ پھر اگر میت نے وصیت میں مال یا مکان کی تفصیل کر دی ہو کہ اس قدر مال سے یا یہاں سے حج کیا جاوے تو اسی کے بموجب ہوگا اور اگر مال یا مکان کو اس نے متعین نہ کر دیا ہو تو اس کی طرف سے حج کیا جاوے اس کے شہر سے بنا بر قیاس کے زنہار استحسان کے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م دلیل ظاہر کو قیاس کہتے ہیں اور دلیل خفی کو استحسان کہتے ہیں اور جہاں قیاس اور استحسان مجتمع ہوں وہاں استحسان مقدم ہوتا ہے لیکن یہ مسئلہ ان مواضع سے ہے جہاں قیاس مقدم ہوتا ہے استحسان پر لہذا شارح نے آگاہ کر دیا کہ اس کو یاد رکھنا چاہیے کذا فی الطحطاوی قیاس قول ہے امام کا اور استحسان قول ہے صاحبین کا وجہ قیاس کی یہ ہے کہ جس قدر میت نے سفر کیا وہ باطل ہو گیا احکام دنیا کے حق میں اگرچہ آخرت کا ثواب قائم ہے اس واسطے کہ مسلم کی حدیث میں ثابت ہے کہ جب ابن آدم مر گیا تو اس کا عمل منقطع ہو گیا اور وصیت کا جاری کرنا بھی دنیا کے احکام سے ہے تو میت کے وطن سے وصیت باقی رہے گی اور جب کہ حج نہ حاصل ہوا تو سفر میت کا کالعدم ہو گیا اور وجہ استحسان یہ ہے کہ قرآن مجید میں ثابت ہے کہ جو اپنے گھر سے نکلے اللہ اور رسول صلعم کی طرف ہجرت کر کے اور راہ میں مرے تو اس کا ثواب عند اللہ ثابت ہے اور طبرانی ابو یعلی اور بیہقی نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو حج کے واسطے نکلا اور مر گیا تو اس کو حج کرنے والے کا ثواب قیامت تک لکھا جاوے گا تو اس آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر اس کا موت سے باطل نہیں ہوا تو وصیت مکان سے جاری ہوگی نہ وطن سے کذا فی الہدایہ و فتح القدیر فلو اوجع عنہ الوصی من میزہ لم یصح پھر اگر میت کی طرف سے وصی حج کرا دے اپنے سوا میزے تو صحیح نہیں ان دفنی بہ ای بالحج من بلدہ ثلثہ وان لم یف فمن حیث یبلغ استحسانا میت کے شہر سے حج کیا جاوے اگر میت کا ثلث مال اس کو کفایت کرے اور اگر کفایت نہ کرے تو جہاں سے پہنچ سکے وہاں سے حج کیا جاوے بدلیل استحسان مذکور ولوصی الیت او وارثہ ان لیس والمال من الامور مالم یحرم اور میت کے وصی یا اس کے وارث کو جائز ہے مال کا پھیر لینا امور سے جب تک کہ اس نے احرام نہ باندھا ہو اور بعد احرام کے پھیر لینا کسی کو جائز نہیں ثم ان ردہ لخیانۃ منہ فنفقۃ الرجوع من مالہ والا ففی مال المیت پھر اگر مال کو پھیر لیا امور کی خیانت کی جہت سے تو پھرنے کا خرچ امور کے مال سے ہوگا اور اگر پھیر لینا خیانت کے سبب سے نہیں تو پھرنے کا خرچ میت کے مال میں ہوگا اوصی بحج فتطوع عنہ رجل لم یجز وان امرہ المیت لانہ لم یحصل مقصودہ وہو ثواب الانفاق وصیت کی ایک شخص نے حج کرنے کی اپنی طرف سے سو ایک مرد نے اس کی طرف سے حج کیا بطور احسان کے اور اس کا مال نہ لیا تو حج کفایت نہ کرے گا یعنی میت کے ذمہ سے فرض ساقط نہ ہوگا اگر میت نے اس کو حج کرنے کا امر بھی کیا ہو اس واسطے کہ اس کا مقصود نہ حاصل ہوا یعنی مال خرچنے کا ثواب نہ ملا لکن لو حج عنہ ابنہ یرجح فی الترکۃ جاز ان لم یقل من مالی وکذا لو حج لا یرجع کالدین اذا قضاہ من مال نفسہ لیکن اگر باپ نے حج کی وصیت کی اور اس کے بیٹے نے اس کی طرف سے حج کیا اپنا مال خرچ کر کے اس نیت سے کہ ترکہ سے بھر لے گا تو جائز ہے بشرطیکہ باپ نے وصیت میں یوں نہ کہا ہو کہ میرے مال سے حج کیا جاوے اور اسی طرح کا حکم ہے اگر وارث کسی سے حج کرا دے اور جائز نہیں حج فرزند کا عدم رجوع کی نیت سے چنانچہ میت کے فرض کو اگر وارث ادا کرے اپنے مال سے تو متوک سے رجوع کر لینا درست ہے لیکن فرض ادا کرنا بلا نیت عدم رجوع بھی جائز ہے بخلاف حج کے اس واسطے کہ عاجز کی طرف سے حج کرنا بدون اس کے امر کے جائز نہیں اور فرض ادا کرنا بلا امر بھی جائز ہے کذا فی الخ عن التجنیس ومن حج عن کل من امرہ وقع عنہ وضمن مالہما لانہ خالفہما ولا یقدر علی جعلہ عن احدہما لعدم الاولویۃ اور جس نے حج کیا دو لدکر نے والوں کے واسطے یعنی ایک حج میں دو شخصوں کو شریک کیا تو وہ حج امور کی طرف سے نفل واقع ہوگا اور اگر ان کا مال خرچ کیا ہو تو دونوں کے مال کی ضمانت دے گا اس واسطے کہ ان کی مخالفت کی کہ ہر ایک کو بلا شرکت حج مقصود تھا اور امور قادر نہیں کہ حج کو ایک کے واسطے ٹھہرا دے بسبب عدم ترجیح کے وینبغی عند التعیین لو اطلق الاحرام اور لائق یوں ہے کہ تعیین صحیح ہو اگر احرام کو مطلق کیا یعنی امر کا ذکر نہ کیا ہو احرام کے وقت نہ بطور تعیین نہ بطور ابہام ولو ابہم فان عین احدہما قبل الطواف دلو قوف جاز اور اگر آمر کو مبہم ذکر کیا یعنی یوں کہا کہ میں لبیک کہتا ہوں ایک آمر کی طرف سے پھر بعد اس کے اگر دو میں سے ایک کو معین کرے گا قبل طواف اور وقوف کے تو جائز ہے طرفین کے نزدیک

Marfat.com

کذا فی الطحطاوی بخلاف مالو اہل بحج عن ابویہ او غیرہما من الاجانب حال کونہ متبرعا فعین بعد ذلک جاز لانہ متبرع بالثواب فلہ جعلہ لاحدہما او لہما وفی الحدیث من حج عن ابویہ فقد قضی عنہ حجۃ وکان لہ فضل عشر حج وبعث من الابرار بخلاف سابق یہ مسئلہ ہے اگر ایک شخص نے حج کیا اپنے والدین کی طرف سے یا طرفین کے سوا اور اجنبی شخصوں کے واسطے حج کیا بطور احسان کے یعنی بلا وصیت اور بدون ان کے مال کے حج کیا پھر بعد اس کے معین کر لیا ایک کو تو جائز ہے اس واسطے کہ یہ شخص ثواب کا دینے والا ہے بلا عوض اور حج تو فقط فاعل کی طرف سے واقع ہوگا تو اس کو اختیار ہے چاہے ایک کو ثواب دے چاہے دونوں کو دے اور حدیث میں وارد ہے کہ جو حج کرے اپنے والدین کی طرف سے تو اس نے اپنا حج ادا کیا اور ہوگی اس کے واسطے زیادتی دس حج کی اور یہ شخص قیامت میں نیکوں میں مبعوث ہوگا حم جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے باپ اور اپنی ماں کی طرف سے حج کرے تو اس نے اپنا حج ادا کیا اور اس کے لیے دس حج کی زیادتی ہوگی اور زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مرد نے اپنے والدین کی طرف سے حج کیا تو قبول ہوگا اس کی طرف سے اور اس کے والدین کی طرف سے اور ان دونوں کی روحیں خوش ہوں گی اور خدا کے نزدیک یہ شخص نیکوکار لکھا جائے گا اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اپنے والدین کی طرف سے حج کرے یا ان کا فرض ادا کرے تو قیامت کے دن نیکوں کے ساتھ وہ شخص اٹھایا جائے گا ان احادیث ثلثہ کو دار قطنی نے مذکور کیا ہے یہ جوہاتن اور شارح نے مذکور کیا تو نفل حج کا ذکر تھا اور اگر والدین میں سے کسی پر فرض حج ہو اس کی دو صورتیں ہیں کہ حج کی وصیت اس نے کی یا نہیں اگر وصیت کی اور وارث نے اپنے مال سے حج کیا مورث کی طرف سے بطور احسان کے تو مورث کے ذمہ سے حج ساقط نہ ہوگا اور اگر اس نے وصیت نہیں کی حج کی اور وارث نے اپنی خوشی اس کی طرف سے حج کیا یا غیر سے کروایا تو امام اعظمؒ نے کہا کہ اگر خدا نے چاہا تو فرض ساقط ہو جاوے گا کذا فی فتح القدیر ودم الاحصار لایزید علی الآمر فی مالہ ولو میتا قیل من الثلث قیل من الکل ثم ان فاتہ لتقصیر منہ ضمن وان بانہ سماویۃ لا اور احصار کا خون آمر پر واجب ہے اس کے مال میں اس واسطے کہ آمر نے مامور کو اس میں پھانسا تو اسی پر چھڑانا بھی لازم ہے اگرچہ آمر میت ہو آمر سے مراد وہ ہے جس کی طرف سے حج کیا جاوے تو اس میں میت بھی داخل ہے کذا فی المنح بعضوں نے کہا کہ میت کے ثلث مال سے ذبح کرنا چاہیے اور بعضوں نے کہا کہ کل مال سے اور احصار کے سوا کوئی خون آمر پر لازم نہیں پھر اگر حج فوت ہوگیا مامور کی تقصیر سے یعنی اپنے کسی کام میں ایسا مشغول ہوگیا کہ موسم حج کا گذر گیا تو مال کا ضامن ہوگا اور اگر آسمانی آفت سے جیسے مرض یا حبس سے یا سواری کے مر جانے سے یا کرایہ دار کے بھاگ جانے سے حج فوت ہوگیا تو مامور پر ضمان لازم نہیں کذا فی الطحطاوی ودم القران والتمتع والجنایات علی الحاج الا اذا اذن لہ الآمر بالقران والتمتع والا فیصیر مخالفا فیضمن اور قران اور تمتع اور جنایات کا خون حج کرنے والے پر واجب ہے نہ آمر پر لیکن جب آمر نے مامور کو قران اور تمتع کرنے کا اذن دیا ہو تو آمر پر واجب ہوگا اور اگر قران اور تمتع کا آمر نے اذن نہیں دیا تو قران کرنے سے مامور مخالف ہوا آمر کا تو مامور ہی ضامن ہوگا وضمن النفقۃ ان جامع قبل وقوفہ فیعید بمال نفسہ وان بعدہ فلا لحصول المقصود اور مامور ضامن ہوگا نفقہ کا اگر اس نے جماع کیا قبل وقوف عرفات کے اس واسطے کہ حج فاسد ہوگیا تو دوسرے سال مامور حج کو دوبارہ کرے اپنی ذات کے مال سے اور اگر بعد وقوف عرفات کے جماع کیا تو ضمان نہیں بسبب حصول مقصود کے اس واسطے کہ حج تمام ہوگیا وان مات المامور او سرق نفقتہ فی الطریق قبل وقوفہ حج من منزل آمرہ بثلث مابقی من مال ان لم یبلغ فمن حیث یبلغ فان مات او سرق ثانیا حج من ثلث الباقی بعد ما بکذا الی ان لا یبقی من ثلثہ ما یبلغ الحج فیبطل الوصیۃ اور اگر مامور راہ میں مر گیا یا اس کا نفقہ چوری ہوگیا راہ میں قبل وقوف عرفات کے تو حج کیا جاوے آمر کے وطن سے اس کی تہائی باقی مال سے یعنی باقی متروکہ میت کے ثلث سے سو اگر ثلث باقی کفایت نہ کرے وطن سے تو جس مکان سے پہنچ سکے وہاں سے حج کیا جاوے پھر اگر دوسری بار بھی مامور مر جاوے یا نفقہ چوری جاوے تو اس کے بعد پھر میت کے باقی مال کے ثلث سے حج کیا جاوے اسی طرح تیسری بار اور چوتھی بار حج کروایا جاوے گا یہاں تک کہ متروکہ میت سے اتنا روپیہ باقی رہے جس کے ثلث سے

Marfat.com

حج ہو سکے پھر جب بقدر حج باقی نہ رہے تو وصیت حج کی باطل ہو جاوے گی یہ قول امام اعظمؒ کا ہے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک کل مال کے ثلث سے حج کیا جاوے
نہ باقی حج وکہ سے اور محمدؒ کے نزدیک اگر اس مال سے جو مامور کو دیا کچھ باقی ہے بقدر کفایت تو حج کیا جاوے اور نہیں تو وصیت باطل ہے کذا فی فتح القدیر والنہر
قلت وظاہرہ انہ لا رجوع فی ترکۃ المامور فلیراجع شارح کہتا ہے ظاہر قول ماتن یعنی ثلث مابقی سے حج کرو انا اس پر دلالت کرتا ہے کہ ترکہ مامور سے مصرف حج کا پھیر
لینا نہ جائز ہو تو اس کی تصریح کو کتب فقہ میں تلاش کرنا چاہیے طحطاوی نے کہا میں نے مراجعت کی کتب فقہ کی طرف تو اس کو دیکھا کہ ترکہ مامور سے پھیر لینا
جائز ہے ہم لیکن طحطاوی نے کسی کتاب کا نام مذکور نہ کیا واللہ اعلم لامن حیث مات خلافا لہما وقولہما استحسان یعنی اگر مامور راہ میں مر جاوے تو پھر آمر کے وطن
سے حج کیا جاوے نہ وہاں سے جہاں مامور مر گیا بخلاف صاحبینؒ کے اور قول صاحبینؒ کا استحسان ہے اور قول امامؒ کا قیاس ہے لیکن یہاں استحسان بمقابلہ
قیاس کے متروک ہے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا فروع مسائل ملحقہ شارح کے بغیر مخالفا بالقران او التمتع کما مرلا بالتاخیر عن السنۃ الاول وان عینت لانہ للاستعجال
والتقیید مامور مخالف ہوگا آمر کے قران یا تمتع کرنے سے چنانچہ مذکور ہو چکا نہ مخالف ہوگا سال اول کے تاخیر کرنے سے اگر آمر نے سال اول کا حج مقرر کر دیا ہو
اس واسطے کہ یہ تعیین جلدی کے واسطے ہے نہ تقیید کے واسطے اس واسطے کہ سب سال برابر ہیں ادائے فرض میں لیکن اول سال افضل ہے کہ شاید نفقہ باقی
نہ رہے کذا فی الطحطاوی والافضل ان یعود الیہ اور افضل یہ ہے کہ مامور بعد حج کے آمر کے وطن کی طرف پھر آوے اور مکہ میں اقامت نہ کرے تاکہ آنے جانے
کے نفقات کا ثواب آمر کو ملے وعلیہ رد مافضل من النفقۃ وان شرطہ فالشرط باطل الا ان یوکلہ بہبۃ الفضل من نفسہ او یوصی الیت بہ لعین اور مامور پر واجب ہے
کہ جو خرچ آنے جانے سے زیادہ بچے اس کو پھیر دے وارث یا وصی کو اور اگر مامور نے فاضل مال کی اپنے واسطے شرط کر لی ہو تو یہ شرط باطل ہے مگر اس طرح فاضل
مال کا پھیر دینا درست نہیں کہ مامور کو اپنی طرف سے فاضل مال کے ہبہ کر دینے کا وکیل کر دیا ہو یعنی یوں کہا ہو کہ جو فاضل مال بچے اس کے ہبہ کا میں نے تجھ کو
وکیل کیا تو اس مال پر اپنی ذات کے واسطے قبضہ کرے کذا فی الفتح یا میت نے مال زائد کی وصیت کی ہو شخص معین کے واسطے اور شخص معین خواہ مامور ہو یا غیر
اس کا کذا فی الطحطاوی یا وارث فاضل مال کو اپنی خوشی مامور کو دیوے پھیر دینا اس واسطے لازم ہوا کہ نفقہ مامور کا مملوک نہیں ہو گیا حج کروانے سے آنے جانے
میں فقط ضروریات کے صرف کرنے میں اس کو اختیار ہے بلکہ وہ مال میت کا مملوک ہے اس واسطے کہ اگر مامور مالک ہوتا تو بطور اجارہ مالک ہوتا حالانکہ
طعام پر اجارہ جائز نہیں کذا فی فتح القدیر لہذا مامور کو اپنے ساتھ کسی کھلانا اور حجام کی اجرت دینا اور چراغ کا تیل مول لینا اور حجام کو اجرت دینا اور
دوا خرید کرنا اس مال سے جائز نہیں الا باجازت میت یا وارث کذا فی النہر والفتح ولو ارثہ ان لیس فی المال من المامور مالم یحرم اور میت کے وارث کو
جائز ہے کہ مال پھیرے مامور سے جب تک اس نے احرام نہ باندھا ہو وکذا ان احرم وقد دفع الیہ تحج عنہ بلا وصیۃ فاحرم ثم مات الآمر اور اسی طرح اگر احرام
باندھا اور حالانکہ اس کو مال دیا تھا میت کی طرف سے حج کرنے کو بلا وصیت پھر اس نے احرام باندھا پھر آمر مر گیا تو اس کے وارث کو مال لینا بعد احرام کے
بھی درست ہے وللوصی ان یحج بنفسہ الا ان یامرہ بالدفع او یکون وارثا ولم تجز البقیۃ اور وصی کو جائز ہے کہ خود میت کی طرف سے حج کرے مگر اس صورت
میں اس کو حج کرنا جائز نہیں کہ میت نے اس کو حکم کیا ہو مال دینے کا یعنی یوں کہا ہو کہ اس قدر مال دینا اس کو جو پیری طرف سے حج کرے کذا فی الفتح یا وصی
وارث ہو اور باقی وارث اس کے حج کرنے کو جائز نہ رکھیں تو بھی اس کو بذات خود حج کرنا جائز نہیں ولو قال منعت وکذبوہ لم یصدق الا ان یکون امرا
ظاہرا اور اگر مامور نے کہا کہ میں حج کرنے سے روکا گیا فلانے روز سے اور وارثوں نے اس کی تکذیب کی تو مامور کی تصدیق نہ کی جاوے گی اور اگر مال خرچ
کیا ہوگا تو اس کو دینا پڑے گا مگر یہ کہ کوئی ظاہر امر اس کے صدق کا شاہد ہو مثلاً راہ میں حاجیوں کا قافلہ لٹا ہو یا مدت تک مدینہ کی جھڑی لگ گئی تو البتہ
اس کی تصدیق ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو قال حجت وکذبوہ صدق بیمینہ اذا کان مدیون المیت وقد امر بالانفاق اور اگر مامور نے کہا کہ میں حج کر چکا ہوں
میت کی طرف سے اور وارثوں نے اس کی تکذیب کی تو مامور کی تصدیق ہو جاوے گی قسم کے ساتھ مگر اس وقت تصدیق نہ ہوگی جب کہ مامور قرض دار ہو

Marfat.com

میت کا ازراس کو قرض میں سے راہ خرچ کرنے کا امر ہوا ہو ولا تقبل بینتہم انہ کان یوم النحر بالبلد الا اذا برہنوا علی اقرارہ انہ لم یحج اور مقبول نہ ہوں گے وارثوں کے گواہ اس بات پر کہ مامور یوم النحر کو اس شہر میں تھا کیونکہ نفی پر گواہی مقبول نہیں اس واسطے کہ مقصود اس قول سے وارثوں کو یہ ہے کہ حج کی نفی ہو جاوے تو اگرچہ وہ قول ظاہر میں اثبات ہے لیکن در پردہ نفی ہے مگر جب وارث گواہ گذاریں مامور کے اس اقرار پر کہ میں نے حج نہیں کیا تو البتہ گواہی مقبول ہوگی اس واسطے کہ تلفظ کرنا مامور کا ان الفاظ کو اثبات ہے نہ نفی کذا فی الطحطاوی

باب الہدی

ہو فی اللغۃ والشرع ما یہدی الی الحرم من النعم یتقرب بہ فیہ یہ باب ہے ہدی کے احکام میں ہدی لغت اور شرع میں اس کو کہتے ہیں جو حرم محترم میں چوپائے حلال جانور کا تحفہ گذرانا جاوے تاکہ اس کے ذبح کرنے سے حرم میں حق تعالیٰ کا قرب اور رضامندی حاصل ہو ادناہ شاۃ ہدی کا ادنیٰ رتبہ بھیڑ بکری ہے اعلاہ ابل ابن خمس سنتین وبقر ابن سنتین وغنم ابن سنۃ اور ہدی کی اعلیٰ قسم پانچ برس کا اونٹ ہے اور اوسط قسم دو برس کی گائے بیل ہے اور ادنیٰ قسم ایک برس کی بھیڑ بکری دنبہ ہے ولا یجب لتعریفہ بل یندب فی ام الشکر اور واجب نہیں ہدی کو عرفات میں لے جانا یا پٹہ گردن میں ڈال کر یا کوہان کی کھال چیر کر مشہور کرنا بلکہ شکر کے خون میں اشتہار مستحب ہے یعنی قران اور تمتع اور نفل کے ہدی میں اشتہار بہتر ہے اور جنایات ہدی میں اخفا مناسب ہے جیسے قضا کی نماز کو چھپانا افضل ہے کذا فی النہر ولا یجوز فی الہدایا الا ما جاز فی الضحایا کما سبق فصح اشتراک ستۃ فی بدنۃ شریت لقربۃ وان اختلف اجناسہا اور جائز نہیں ہدی میں مگر جو جانور کہ صحیح سالم جائز ہے قربانیوں میں چنانچہ اس کی تفصیل کتاب الاضحیہ میں آوے گی تو صحیح ہے شریک کر لینا ایک شخص کا چھ شخصوں کو اس اونٹ اور گائے میں جو بہ نیت قربت کے خرید ہوئی ہو اگرچہ اجناس قربت کے مختلف ہوں چنانچہ قران اور تمتع اور احصار اور جزائے صید وغیر ذلک لیکن قربت کا متحد الجنس ہونا مستحب ہے کذا فی النہر ویجوز الشاۃ فی الحج فی کل شیء الا فی طواف الرکن جنبا او حائضا وولی بعد الوقوف قبل الحلق کما مر اور جائز ہے بھیڑ بکری کا ذبح کرنا حج کی ہر شے میں مگر طواف الزیارۃ کو جنابت یا حیض یا نفاس کی حالت میں کرنے سے اور بعد وقوف عرفات قبل حلق کے دلی کرنے میں بھیڑ بکری کافی نہیں بلکہ اونٹ یا گائے کا ذبح کرنا یہاں واجب ہے چنانچہ باب الجنایات میں مذکور ہو چکا ویجوز اکلہ بل یندب کالاضحیۃ من ہدی التطوع اذا بلغ الحرم والمتعۃ والقران فقط ولو اکل من غیرہا ضمن ما اکل اور جائز ہے کھانا ہدی کا بلکہ قربانی کے مانند مستحب ہے کھانا نفل کے ہدی کا جب کہ وہ حرم تک پہنچ جاوے اور تمتع اور قران کے ہدی کو کھانا جائز ہے فقط اور سوائے نفل اور تمتع اور قران کے اور ہدی کو اگر کھاوے گا تو بقدر کھانے کے قیمت دینا لازم ہوگا ہم اگر نفل کے ہدی کو قبل حرم کے بھیجنے کے ذبح کیا تو اس کا کھانا جائز نہیں کہ وہ صدقہ ہے ہدی نہیں تو اس کا کھانا بھی جائز نہیں کذا فی النہر وتتعین یوم النحر ای وقتہ وہو الایام الثلثۃ لذبح المتعۃ والقران فقط فلم یجز قبلہ بل بعدہ وعلیہ دم اور فقط تمتع اور قران کے ہدی کو ذبح کرنے کے واسطے یوم النحر متعین ہے لفظ یوم کا یہاں بمعنی مطلق وقت ہے تو جمیع اوقات نحر کو شامل ہوگا اور وہ تین دن ہیں یعنی دسویں گیارھویں بارھویں تو تمتع اور قران کے ہدی کو ذبح کرنا قبل یوم النحر کے بالاجماع جائز نہیں بلکہ بعد بارھویں کے البتہ کافی ہے لیکن ترک واجب ہوا کہ ایام نحر سے تاخیر ہوئی لہذا اس پر دوسرا خون واجب ہے امام کے نزدیک نہ صاحبین کے نزدیک اور سوائے تمتع اور قران کے جنایات اور نذر اور احصار اور نفل کے ہدی کا ذبح کرنا ایام نحر میں مخصوص نہیں کذا فی الطحطاوی وتعین الحرم امنی للکل لا للفقیر لکنہ افضل اور سب قسم کے ہدی کے ذبح کرنے کے واسطے حرم متعین ہے مکان کی کچھ خصوصیت نہیں بقول صحیح اور تصدق ہدی کے گوشت کا حرم کے محتاج کے واسطے مخصوص نہیں بنابر وجوب کے لیکن حرم کا محتاج افضل ہے غیر سے وتصدق بجلالہا وخطامہا ای زمامہا اور ہدی کی جھول اور نکیل کو خیرات کر دے اس واسطے کہ صحاح ستہ میں علی مرتضیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے مجھ کو حکم کیا اونٹوں کے گوشت اور جھولوں اور کھالوں کے تصدق کرنے کا محتاجوں پر اور فرمایا کہ قصاب کی مزدوری اس میں نہ دی جاوے کذا فی الفتح ولم یعط اجر الجزار ای الذابح منہ فان اعطاہ فمن مالہ وتصدق بہ جاز اور قصاب

Marfat.com

کی مزدوری ہدی دیدو کے گوشت سے نہ دی جاوے سو اگر دے گا تو ضمان دینا لازم آوے گا لیکن اگر بطور خود صدقہ دے نہ بطور اجرت تو جائز ہے دلا
بر کبہ مطلقاً بلا ضرورۃ اور نہ سوار ہو ہدی پر بلا ضرورت صحیحین میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو فرمایا کہ سوار
ہو لے ہدی پر تو مراد اس حدیث سے یہ ہے کہ اس شخص کو حاجت ہوگی سواری کی اس واسطے کہ صحیح مسلم میں جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ سوار ہو ہدی پر دستور کے موافق جس وقت کہ تجھ کو حاجت ہو تو معلوم ہوا کہ بلا ضرورت چڑھنا جائز نہیں کذا فی فتح القدیر فان اضطر الی الرکوب ضمن
ما نقص برکوبہ وعمل متاعہ وتصدق بہ علی الفقراء وتر بلا لیہ فان اطعم منہ غنیا ضمن قیمتہ مبسوط پھر اگر مضطر ہو سواری کی طرف تو ضمان دے جس قدر نقصان ہوا ہو ہدی
میں سوار ہونے اور اسباب لادنے سے اور ضمان نقصان کو فقیروں پر خیرات کرے کذا فی الشرنبلالیہ سو اگر ضمان میں سے مال دار کو کھانا دے گا تو جتنا مال دار کو
دیا اس کی قیمت کا ضمان دینا لازم ہوگا کذا فی المبسوط ولا یحلبہ ویضع ضرعہ بالماء البارد ولو الذبح قریبا والا حلبہ وتصدق بہ اور ہدی کا دودھ نہ دوہے
اور اس کے تھن کو ٹھنڈے پانی کا چھینٹا مارے تاکہ دودھ کا ٹپکنا بند ہو جاوے بشرطیکہ ذبح کرنے کا مکان قریب ہو اور اگر دور ہو تو دودھ کو دوہے تاکہ
جانور کو تھنوں کے تناؤ سے تکلیف نہ ہو اور اس دودھ کو خیرات کر دے ویقیم بدل ہدی واجب عطب او تعیب بما یمنع الاضحیۃ وضمن بالمعیب ما شاء
اقام کرے دوسری ہدی عوض اس ہدی واجب کے جو ہلاک ہو گئی یا ایسا عیب ہو گیا جو قربانی کا مانع ہے یعنی لنگڑی ہو گئی یا اندھی اور جب بدلا دیا تو عیب دار
کو جو چاہے سو کرے چاہے بیچے چاہے ذبح کر کے کھا جاوے ولو کان العیب تطوعا نحرہ وصبغ قلادتہ بدمہ وضرب بہ صفحۃ سنامہ ویعلم ان ہدی للفقراء ولا یطعم
منہ غنیا لعدم بلوغہ محلہ اور اگر نفل کی ہدی میں عیب ہو گیا یا قریب الہلاک ہو تو اس کو نحر کرے اور اس کا پٹہ اس کے خون میں رنگین کرے اور اس کے کوہان
کی ایک جانب پر لگا دے اس فعل سے غرض یہ ہے تاکہ معلوم ہو کہ یہ ہدی محتاجوں کے واسطے ہے اور اس میں سے غنی کو نہ دے کھانے کے واسطے اس
لیے کہ وہ ہنوز عرم کو نہیں پہنچی کہ مالداروں کو اس کا کھانا جائز ہوتا صحیح مسلم اور مسند احمد میں نبیشہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم
میرے ساتھ ہدی کو بھیجا کرتے تھے اور فرماتے کہ اگر ہدی ہلاک ہونے لگے تو اس کو نحر کرنا اور نعل کو اس کے خون میں ڈبونا اور اس کے ایک جانب کو رنگ
دینا اور تو اس میں سے نہ کھانا اور نہ کوئی تیرا ساتھی کھا دے کذا فی العینی شرح الکنز ویقلد ندبا بدمہ التطوع ومنہ النذر والمتعۃ والقران فقط لان الاشتہار
بالعبادۃ الیق والنحر لغیر ہا الحق اور فقط نفل اور تمتع اور قران کے اونٹ یا گائے کی گردن میں پٹا ڈالنا چاہیے اور نفل میں نذر کی ہدی بھی داخل ہے اس واسطے کہ
شہرت دینا عبادت کے ساتھ لائق تر ہے اور غیر عبادات میں یعنی جنایات وغیرہ میں چھپانا سزاوار تر ہے شہد وا بعد الوقوف بعرفۃ لو توفہم بعد وقتہ لا تقبل
شہادتہم بالوقوف یوم النحر استحسانا حتی الشہود للحج الشدید گواہوں نے گواہی دی بعد وقوف عرفات کے اس امر کی کہ حاجیوں کا وقوف بعد اس کے وقت کے ہوا
یعنی عرفے کے دن نہ ہوا بلکہ دسویں تاریخ واقع ہوا تو ان کی گواہی مقبول نہ ہوگی اور وقوف حاجیوں کا صحیح ہے بنا بر استحسان کے یہاں تک کہ گواہوں کا وقوف
بھی صحیح ہے بسبب حرج کے یعنی اس قسم کا اشتباہ اکثر ہو جاتا ہے کہ اس سے بچنا ممکن نہیں تو اگر جواز اور صحت کا حکم نہ دیا جاوے بعد اجتہاد اور کوشش
کرنے کے تو سخت حرج پیش آوے اور حالانکہ غنی مطلق نے دین میں سے حرج کو نفی کر دیا قال اللہ تعالیٰ (وما جعل علیکم فی الدین من حرج) اور اسی طرف
اشارہ ہے اس حدیث میں کہ حضرت صلعم نے فرمایا تمہارا صوم اسی دن ہے جس میں تم روزہ رکھتے ہو اور روزہ کھولنے کا وہی دن ہے جس میں تم روزہ کھولتے
ہو اور عرفہ تمہارا وہی دن ہے جس دن تم عرفات میں ہوتے ہو اور قربانی کا دن وہ ہے جس دن تم قربانی کرتے ہو یعنی وقوف عرفات کا وقت عند اللہ وہی دن
ہے جس کو اہل اسلام اپنے اجتہاد اور رائے سے عرفہ کا دن جانتے ہیں اور اس میں وقوف کرتے ہیں اور جب اس گواہی پر عدم صحت مترتب نہ ہوئی تو
اس کی سماعت میں کچھ فائدہ نہیں تو حاکم کو لازم ہے کہ اس کو نہ سنے اس واسطے کہ حاکم کی سماعت مشہور ہو جاوے گی تمام اہل موقف میں تو قیل وقال
زیادہ ہوگا اور فتنہ برانگیختہ ہوگا اور قلوب مسلمین کے شک واقع ہونے سے کہ حج صحیح ہوا یا نہیں ہوا سخت مکدر ہوں گے کہ کس محنت اور مشقت سے

Marfat.com

تقطع منازل بعیدہ کرکے اور زر خطیر اٹھا کر وہاں پہنچے ہیں لہٰذا جب گواہ گواہی کے واسطے آویں تو حاکم ان سے کہے کہ تم ہٹ جاؤ ہم تمہاری گواہی نہیں سنتے سو لوگوں کا حج پورا ہو گیا کذا فی فتح القدیر وقیلہ ای قبل وقتہ قبلت ان امکن التدارک لیلا مع اکثرہم والا لا اور قبل وقوف عرفات کے گواہی مقبول ہوگی یعنی اگر گواہوں نے گواہی دی کہ یوم الترویہ یعنی آٹھویں تاریخ میں لوگوں نے عرفات کا وقوف کیا تو حاکم ان کی گواہی قبول کرے بشرطیکہ تدارک وقوف عرفات کا ممکن ہو رات کو اکثر لوگوں کے ساتھ اور اگر تدارک نہ ہو سکے تو گواہی مقبول نہیں ہم اگر آٹھویں تاریخ گواہوں نے گواہی دی کہ یہ دن عرفہ کا ہے تو غور کرنا چاہیے اگر امام کو سب لوگوں کے ساتھ یا اکثر لوگوں کے ساتھ وقوف عرفات ممکن ہو تو گواہی مقبول ہوگی قیاس میں بھی اور استحسان میں بھی اس واسطے کہ وقوف عرفات کی ہنوز قدرت حاصل ہے تو اگر اس دن دوپہر ڈھلے وقوف نہ ہوگا تو ان کا حج فوت ہوگا اور اگر رات کو امام کل یا اکثر لوگوں کے ساتھ وقوف کر سکے تو بھی گواہی مقبول ہوگی لیکن استحسان میں نہ قیاس میں اور اگر رات کو بھی اکثر لوگوں کے ساتھ وقوف نہ ہو سکے تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور امام ان کو حکم کرے کہ دوسرے دن دوپہر ڈھلنے کے بعد وقوف کریں کذا فی المنح وغیرہ رمی فی الیوم الثانی او الثالث او الرابع الوسطی والثالثۃ ولم یرم الاولی فعند القضاء ان رمی الکل بالترتیب فحسن وان قضا الاولی جاز لسنیۃ الترتیب ایک شخص نے ذی الحج کی گیارھویں بارھویں یا تیرھویں تاریخ جمرۂ ثانیہ اور ثالثہ کی رمی کی اور جمرۂ اولی کی رمی نہ کی تو قضا کے وقت اگر جمرات ثلثہ کی ترتیب رمی کی تو خوب ہے اور اگر فقط جمرۂ اولی کی رمی کی قضا کی اور جمرۂ ثانیہ اور ثالثہ کی رمی نہ کی تو جائز ہے اس واسطے کہ رمی جمرات کی ترتیب مسنون ہے نہ واجب اس واسطے کہ ہر جمرہ قربت مستقلہ ہے ایک دوسرے کا تابع نہیں کذا فی المنح ندر المکلف حجا ماشیا مشی من منزلہ وجوبا فی الاصح حتی یطوف الفرض لانتہاء الارکان نذر کی عاقل بالغ نے حج کی پیدل تو پیادہ پا چلے اپنے گھر سے بنا بر وجوب قول اصح میں یہاں تک کہ طواف الزیارۃ سے فراغت کرے اس واسطے کہ طواف الزیارۃ تک سب ارکان حج آخر ہو گئے ولو رکب فی کلہ او اکثرہ لزمہ دم دفی اقلہ بحسابہ اور اگر پیدل حج کا نذر کرنے والا تمام راہ یا اکثر راہ سوار ہوگا تو اس پر ذبح کرنا لازم ہوگا اور کم تر راہ کی سواری میں موافق اس کے تصدق لازم ہوگا یعنی اگر چہارم راہ سوار ہوا تو چہارم حصہ بکری کی قیمت کا تصدق کرے اور اگر نصف راہ سوار ہوا ہے تو نصف قیمت خیرات کرے ولو نذر المشی الی المسجد الحرام او مسجد المدینۃ او غیرہما لا مشی علیہ اور اگر نذر کی پیدل چلنے کی مسجد الحرام تک یا مسجد مدینہ تک یا سوائے ان کے اور مساجد کی طرف پیدل جانے کی تو اس پر کچھ واجب نہیں اور اسی کے مانند ہے حرم اور صفا اور مروہ اور مقام ابراہیم اور استار کعبہ اور باب کعبہ اور میزاب رحمت اور مزدلفہ اور بیت المقدس اس واسطے کہ التزام نسک ان الفاظ اور مکانات سے معروف نہیں کذا فی الطحطاوی اشتری محرمۃ ولو بالاذن لہ ان یحللہا بلا کراہۃ لعدم خلف وعدہ بقص شعرہا او بقلم ظفرہا او بمس طیب ثم یجامع وہو اولی من التحلیل بجماع ایک شخص نے خرید کیا محرمہ لونڈی کو اگرچہ اس نے بائع کے اذن سے احرام باندھا تو مشتری کو جائز ہے لونڈی کو احرام سے خارج کرنا اس کے بال کتر کر یا ناخن کاٹ لے یا خوشبو لگا کر پھر بعد اس تحلیل کے قربت کرے یہی اولی ہے جماع کر کے تحلیل کرنے سے بلحاظ تعظیم امر حج اور مشتری کو تحلیل لونڈی کی بلا کراہت جائز ہے کیونکہ مشتری کی طرف سے خلاف وعدگی نہیں اس واسطے کہ اس نے بائع کے اذن سے احرام باندھا تھا نہ مشتری کے اذن سے وکذا لو نکح حرۃ محرمۃ بنفل بخلاف الفرض ان لہا محرما والا فہی محرمۃ فلا تحلل الا بالہدی اور اسی طرح اگر ایک مرد نے اس عورت سے نکاح کیا جو نفل حج کا احرام باندھے تھی تو زوج کو اس کی تحلیل جائز ہے بخلاف فرض حج کے اگر عورت کے ساتھ اس کا کوئی محرم ہو اور اس نے نکاح کیا ہو تو زوج کو اس کی تحلیل کا اختیار نہیں اور حج کے جانے سے اس کو روک بھی نہیں سکتا درصورت اجتماع شرائط اور اگر منکوحہ محرمہ کے ساتھ اس کا محرم نہ ہو تو وہ محصرہ ہے یعنی شیر یا دشمن نے راہ بند ہو گئی بدون محرم یا زوج کے حج کو نہیں جا سکتی اور زوج پر واجب نہیں کہ اس کے ساتھ سفر میں جاوے پھر جب وہ محصرہ ہوئی اور زوج اس کی تحلیل چاہے تو وہ حلال نہ ہوگی بدون ہدی بھیجنے کے اور بعد ہدی بھیجنے کے فورا تحلیل جائز ہے ذبح ہدی پر موقوف نہیں کذا فی الفتح والبحر ولو اذن للمرأۃ بنفل لیس لہ الرجوع فیہ لتکہا منافعہا وکذا المکاتبۃ بخلاف الامۃ الا اذا اذن لامتہ فلیس لسیدہا منعہا اور اگر اجازت دی زوج نے اپنی زوجہ کو نفل حج کی تو اس کو اس میں پھرنا جائز نہیں

Marfat.com

اس واسطے کہ حرہ اپنے منافع کی مالک ہے اور اسی طرح لونڈی مکاتبہ کا حکم ہے بخلاف خالص لونڈی کے کہ بعد اذن دینے کے بھی مالک کو پھر جانا درست ہے اس واسطے کہ اس کے منافع مالک کے مملوک ہیں مگر جب کہ مالک نے لونڈی کو اذن دیا ہو حج کا تو لونڈی کے زوج کو اس کا روکنا جائز نہیں فروع مسائل ملحقہ شارح کے حج النفی افضل من حج الفقیر مال دار کا حج افضل ہے محتاج کے حج سے اس واسطے کہ محتاج پر حج فرض نہیں مگر بعد پہنچنے مکہ کے اور گھر سے وہاں تک جانا اس پر فرض نہیں بلکہ نفل ہے اور مال دار کو وطن سے فرضیت شروع ہوئی حالانکہ فضیلت فرض کی افضل ہے فضیلت نفل سے اور اگر دونوں کا نفل حج ہے تو افضلیت نہیں کذا فی الطحطاوی حج الفرض اولیٰ من طاعۃ الوالدین بخلاف النفل فرض حج بہتر ہے ماں باپ کی فرمانبرداری سے اس واسطے کہ مخلوق کی طاعت جائز نہیں خالق کی معصیت میں بخلاف نفل حج کے اس واسطے کہ والدین کی طاعت افضل ہے نفل حج سے علی الخصوص کہ والدین اس کی خدمت کے محتاج ہوں بناء الرباط افضل من حج النفل بنانا خانقاہ اور مسافر خانہ کا افضل ہے نفل حج سے اس واسطے کہ اس کی منفعت عام ہے اہل اسلام کو اور حج کی منفعت فقط اسی کو خاص ہے واختلف فی الصدقۃ والحج فی البزازیۃ افضلیۃ الحج لمشقتہ فی المال والبدن جمیعا قال وبہ افتی ابوحنیفۃ حین حج وعرف الشقۃ اور اختلاف ہے علما میں کہ خیرات افضل ہے یا نفل حج اور فتاوی بزازیہ میں ترجیح دی ہے حج کے افضل ہونے کو اس واسطے کہ حج میں مال اور بدن دونوں پر مشقت اور محنت ہے اور خیرات میں فقط مال کا صرف ہے نہ بدن کا کہا بزازیہ کے مصنف نے اور اسی کا فتوی دیا امام ابوحنیفہؒ نے حج کیا جب اس کی مشقت کو پہچانا نام فتاوی بزازیہ میں پورا بیان یوں ہے کہ امام اعظمؒ سے مروی ہے کہ صدقہ افضل ہے نفل حج سے لیکن جب امام نے حج کیا اور مشقت کو دریافت کیا تو اس کا فتوی دیا کہ حج افضل ہے اور مراد امامؒ کی یہ ہے کہ نفل کرلے اور ہزار درم صرف کرے تو اگر اس ہزار سے محتاجوں کو خیرات کرے گا تو وہ افضل ہے اور یہ مراد نہیں کہ حج بدون خیرات کے افضل ہے فی سبیل اللہ ہزار درم کے دینے سے اور چونکہ حج میں مال اور بدن دونوں پر مشقت ہے لہذا حج افضل ہے خیرات سے قول مختار میں انتہی کلامہ لوقفۃ الجمعۃ مزیۃ سبعین حجۃ ویغفر فیہا لکل فرد بلا واسطۃ جمعہ کے وقوف عرفات کو فضیلت ہے ستر حج سے اور مغفرت ہوتی ہے اس میں ہر شخص کی بلا واسطہ یعنی جب جمعہ کے دن عرفہ ہو تو اس کی یہ فضیلت ہے[1] اور اسی کو عرف میں حج اکبر کہتے ہیں اور عرفہ جمعہ کے دن نہ ہو تو اس میں مغفرت بلا واسطہ نہیں بلکہ عوام مومنین کی مغفرت بواسطہ صالحین کے ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر ضاق وقت العشاء والوقوف یدع الصلوۃ ویذہب لعرفۃ للحرج تنگ ہو نماز عشاء اور وقوف عرفات کا وقت تو نماز کو چھوڑ دے اور عرفات جاوے بلحاظ مشقت شدیدہ یعنی دسویں رات ذی الحجہ کی اتنی کم باقی رہی کہ اگر عشا پڑھے تو وقوف عرفات فوت ہوتا ہے اور اگر وقوف عرفات کرتا ہے تو عشاء کا وقت جاتا ہے تو یہاں وقوف عرفات مقدم ہے اس واسطے کہ اگر عشا پڑھے گا تو حج دوسرے سال پر موقوف رہے گا پھر واللہ اعلم خرج باقی رہے دوسرے سال تک یا نہ رہے پھر آنے کا اتفاق ہو یا نہ ہو بخلاف نماز عشا کے کہ اس کا قضا کرنا ہر وقت ممکن ہے ہل الحج یکفر الکبائر قیل نعم کہ حربی اسلم کیا حج مٹا ڈالتا ہے کبیرہ گناہوں کو بعضے علما نے کہا کہ ہاں حج کبیرہ گناہوں کو مٹا ڈالتا ہے اگرچہ مظالم اور حقوق العباد ہوں جیسے کافر حربی کے گناہ اسلام سے مٹ جاتے ہیں یعنی اگر کافر حربی نے کسی کو قتل کیا ہو یا کسی کا مال چھین کر دار الحرب میں چلا گیا ہو پھر مسلمان ہو تو اس پر خون اور مال کا مواخذہ نہیں دلیل اس قول کی صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ البتہ اسلام گراتا ہے اگلے گناہوں کو اور ہجرت گراتی ہے اگلے گناہوں کو اور حج گراتا ہے اگلے گناہوں کو وقیل غیر المتعلقۃ بالآدمی کذا فی اسلم اور بعضے علما نے کہا کہ حج مٹاتا ہے ان کبیرہ گناہوں کو جو آدمی سے متعلق نہیں یعنی حقوق اللہ معاف ہو جاتے ہیں نہ حقوق العباد چنانچہ کافر ذمی کے مسلمان ہونے سے ترک صوم وصلوۃ کا مواخذہ نہیں لیکن قتل اور غصب کا مواخذہ ہے قال عیاض اجمع اہل السنۃ ان الکبائر لا یکفرہا الا التوبۃ اور قاضی عیاض مالکی نے کہا کہ اہل سنت اور جماعت کا اجماع ہے اس بات پر کہ کبیرہ گناہوں کو سوائے توبہ کے کوئی عمل صالح نہیں مٹاتا یعنی جو کبائر کہ متعلق حقوق اللہ ہیں مانند زنا اور شراب خمر کے بدون توبہ کے معاف نہیں ہوتے کذا فی الطحطاوی ولا قائل بسقوط الدین ولو حقا للہ تعالیٰ کدین

---

[1] چنانچہ یہ مضمون حدیث میں وارد ہے ۱۲ [2] لیکن حدیث میں حج اکبر کا اسلام پر بولا گیا ہے تو حج اکبر کا اسلام ہی ہوگا کذا فی الحلبی ۱۲

Marfat.com

صلوۃ وزکوۃ نعم اثم المطل فتاخیر الصلوۃ ونحوہا یسقط وہذا معنی التکفیر علی القول بہ اور کوئی قائل نہیں سقوط دین واجب الادا کا اگرچہ وہ حق اللہ ہو جیسے صلوۃ اور زکوۃ کا دین ہاں یہ البتہ ہے کہ ادائے دین میں دیر لگانے کا گناہ اور تاخیر صلوۃ اور اسی طرح تاخیر زکوۃ اور تاخیر حج کا گناہ ساقط ہو جاتا ہے حج کرنے سے اور یہی مطلب ہے حج کے مکفر سئیات ہونے کا بموجب اس قول کے جو حج کو واجب علی الفور کہتے ہیں م خلاصہ یہ ہے کہ مسئلہ تکفیر سئیات کا ظنی ہے نہ قطعی اس واسطے کہ حج میں تکفیر کبائر کی منجملہ حقوق اللہ سے بالیقین ثابت نہیں پھر جائے حقوق العباد اور اگر حقوق اللہ اور حقوق العباد کل کی تکفیر کے قائل ہو جیے تو بھی اس کا وہ مطلب نہیں جو اکثر لوگ غلط سمجھتے ہیں کہ حج سے لوگوں کا قرض دام ساقط ہو جاتا ہے اور اسی طرح صلوۃ اور صوم اور زکوۃ کی قضا ساقط ہو جاتی ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ ادائے حقوق کی تاخیر کا گناہ ساقط ہو جاتا ہے بالجملہ حج میں جو احادیث تکفیر سئیات کی وارد ہیں ان کے عموم اور اطلاق کا کوئی قائل نہیں کذا فی النہر عن البحر وحدیث ابن ماجۃ انہ علیہ الصلوۃ والسلام استجیب لہ حتی فی الدماء والمظالم ضعیف اور یہ حدیث ابن ماجہ کی ضعیف ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول ہوئی یہاں تک خونریزیوں اور مظالم میں م پوری روایت ابن ماجہ کی عباس بن مرداس سلمی سے یوں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی مغفرت کے واسطے عرفات میں دعا کی سوائے مظالم کے اور گناہوں کی مغفرت ہوئی اور ارشاد ہوا کہ میں مظلوم کے واسطے مواخذہ کروں گا حضرت صلعم نے عرض کیا کہ اے رب اگر تو چاہے تو مظلوم کو جنت عطا کرے اور ظالم کو بخش دے سو اس دن دعا قبول نہ ہوئی پھر حضرت صلعم نے صبح کو مزدلفہ میں وہی دعا کی سو جو حضرت صلعم مانگتے تھے اس کی اجابت ہوئی علما حدیث نے کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے اس واسطے کہ عباس بن مرداس اس کا راوی منکر الحدیث ساقط الاحتجاج ہے ہرچند یہ حدیث ضعیف ہے لیکن اس کے شواہد احادیث صحیحہ بکثرت ہیں ازانجملہ چند احادیث مذکور ہوتے ہیں حافظ منذری نے کہا عبداللہ بن مبارک نے روایت کی سفیان ثوری سے اور انھوں نے زبیر بن عدی سے اور انھوں نے انس بن مالک سے کہا انسؓ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے عرفات میں وقوف کیا اور قریب تھا کہ آفتاب ڈوبے سو حضرت صلعم نے فرمایا کہ اے بلال لوگوں کو خاموش کر سو بلالؓ نے کھڑے ہو کر لوگوں کو خاموش کیا پھر فرمایا اے لوگو جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور میرے رب کا مجھ کو سلام پہنچایا اور کہا کہ اللہ عزوجل نے اہل عرفات اور اہل مشعر کو بخشا اور ان کے تبعات یعنی مظالم کا ضامن ہوا تو عمر بن خطابؓ کھڑے ہوئے اور کہا یا رسول اللہ یہ مغفرت ہم لوگوں کو مخصوص ہے حضرت صلعم نے فرمایا یہ تمھارے واسطے ہے اور جو لوگ کہ تمھارے بعد آویں گے قیامت تک ان کے واسطے بھی تو عمر بن خطابؓ نے کہا کہ ہمارے رب کی خیر کثیر اور طیب ہے اور امام مالکؒ کی موطا میں طلحہ بن عبیداللہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ کسی دن عرفے سے زیادہ تر ذلیل اور خوار اور غضب ناک شیطان نہیں ہوتا اور اس کا سبب کچھ نہیں مگر یہ کہ دیکھتا ہے کہ نزول رحمت کو اور ذنوب عظام کی مغفرت کو کذا فی فتح القدیر اور صحیح بخاری میں حدیث مرفوع ہے کہ جس نے حج کیا سو عورت کی طرف مخاطب نہ ہوا اور گناہوں سے بچا تو گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا شیخ الاسلام ذکریا سے اس حدیث بخاری کا سوال ہوا کہ اس حدیث میں صغائر اور کبائر کی مغفرت مراد ہے یا فقط صغائر کی جواب دیا کہ ظاہر حدیث سے صغائر اور کبائر دونوں کی مغفرت معلوم ہوتی ہے اور بعض احادیث میں اس کی تصریح بھی ہے لیکن حقوق العباد کے سوا اور معاصی پر محمول کرنا اقرب بدلیل ہے اور شیخ شہاب الدین رملی شافعیؒ سے اس کا سوال ہوا تو جواب دیا کہ صغائر اور کبائر حتی کہ مظالم کی بھی مغفرت مراد ہے اس واسطے کہ طبرانی اور بزاز اور ابن حبانؒ نے اپنی صحیح میں عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ عرفے کے دن دوپہر ڈھلے حق تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے کہ میرے بندے پریشان غبار آلودہ ہر طرف سے آئے ہیں میری رحمت کے امیدوار ہو کر تو اگر ان کے گناہ مانند شمار ریگ کے یا مثل قطرات باران یا سمندر کے کف کے برابر ہوں تو البتہ میں بخشوں گا جاؤ میرے بندو مغفور ہو کر واللہ اعلم کذا فی منح الغفار اور ملا رحمت اللہ کی منسک متوسط جس کا لباب النسک نام ہے اس میں مذکور ہے کہ اگلے صغیرہ گناہوں کو جو منجملہ حقوق اللہ ہیں بالاتفاق قطعاً ہدم کر دیتا ہے اور کبائر متعلقہ حق اللہ اور مطلقاً مظالم میں خلاف ہے

Marfat.com

طیبی قائل ہے کہ حج مظالم اور کبائر کو ہدم کرتا ہے لیکن قول معتمد یہ ہے کہ مظالم اور کبائر تحت مشیت حاکم علی الاطلاق ہیں تمام اہل سنت اور جماعت کے نزدیک چنانچہ شیخ تورپشتی وغیرہ ائمہ کبار نے اس کو مصرح مذکور کیا ہے اور احادیث مغفرت حج میں اور جمہور اہل سنت کے قول میں کچھ منافات نہیں اس واسطے کہ احادیث مذکورہ وعدہ مغفرت پر محمول ہیں درصورت مشیت حق یا ان لوگوں کی مغفرت مظالم مراد ہے جن کا حج مقبول ہے چنانچہ روایت میں ثابت ہوا کہ جس کا حج مقبول ہوگا اس کے مظالم معاف ہو جاویں گے اس طرح کہ حق تعالیٰ اہل حقوق کو ایسا کچھ عطا کرے گا کہ وہ راضی ہو جاویں گے واللہ اعلم

یندب دخول البیت او الم یشتمل علی ایذاء نفسہ اونحوہ مستحب ہے داخل ہونا اندر بیت اللہ کے بشرطیکہ اپنی ذات کو یا غیر کو تکلیف نہ ہو ہجوم میں تکلیف نہ ہونا قلیل الوجود ہے اور اندر جانے والے کو مستحب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلے پر نماز پڑھے اور عبداللہ ابن عمرؓ جب داخل ہوتے تھے تو دروازۂ کعبہ کو پس پشت ڈال کر سیدھے چلے جاتے تھے یہاں تک کہ سامنے کی دیوار تے تین ہاتھ کا فاصلہ رہتا تھا پھر وہاں نماز پڑھتے تھے اور لائق ہے کہ جتنا ہو سکے ظاہر اور باطن سے وہاں باادب رہے اور اپنا رخسارہ اس دیوار پر رکھے جدھر حضرت صلعم نے نماز پڑھی ہے اور حق تعالیٰ سے مغفرت مانگے اور حمد الٰہی بجالاوے پھر چاروں کونوں کی طرف آوے اور تہلیل اور تسبیح اور تکبیر کہے اور جو چاہے سو دعا مانگے اور آنکھ کو چھت کی طرف نہ اٹھاوے کہ ادب کے خلاف ہے کذا فی النہر صحیحین میں عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ فتح مکہ میں حضرتؐ بیت اللہ میں داخل ہوئے اور اسامہ اور بلال اور عثمان بن ابی طلحہؓ نے اندر سے دروازہ بند کر لیا پھر دیر کے بعد کھولا عبداللہ بن عمرؓ نے کہا میں سب سے پہلے وہاں پہنچا تو بلالؓ کو دروازہ پر پایا میں نے پوچھا کہ حضرت صلعم نے کہاں نماز پڑھی بلالؓ نے کہا دونوں مقدم ستونوں کے اندر اور دوسری روایت یوں ہے کہ اس وقت بیت اللہ میں چھ ستون تھے سو حضرت صلعم نے تین ستونوں کو پس پشت کیا اور ایک ستون بائیں طرف اور دو ستونوں کو داہنی طرف کر کے نماز پڑھی اور تاریخ مکہ میں مذکور ہے کہ معاویہ بن ابی سفیان نے عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا کہ حضرت صلعم نے کہاں نماز پڑھی تھی کہا کہ دیوار سے دو تین ہاتھ ہٹ کر نماز پڑھنا چاہیے کذا فی شرح سفر السعادۃ وما یقولہ العوام من العروۃ الوثقی والسمار الذی فی وسطہ انہ سرۃ الدنیا لا اصل لہ اور یہ جو عوام وہاں کے حلقہ کو عروۃ الوثقی کہتے ہیں اور اس کیل کو جو اس کے درمیان میں ہے ناف دنیا کہتے ہیں سو بے اصل ہے ولا یجوز شراء الکسوۃ من بنی شیبۃ بل من الامام او نائبہ اور جائز نہیں خرید کرنا کعبہ کا غلاف بنی شیبہ سے جس کے پاس کعبہ کی کنجی رہتی ہے بلکہ بادشاہ یا اس کے نائب سے خرید کرنا جائز ہے م بالفعل یوں واقع ہوا ہے کہ بادشاہ نے حکم دیا ہے کہ جب غلاف کعبہ نیا بدلا جاوے تو پرانا غلاف بنی شیبہ کو دیا جاوے اور بادشاہ کو اس کا اختیار ہے اور ہمارے علما نے اس واسطے اس کی بیع سے منع کیا تھا کہ وہ بیت المال کا مال ہے اور بلاشبہہ بیت المال میں بادشاہ کا تصرف ہے پھر جب بادشاہ نے کسی کو دے ڈالا تو اس سے خرید کرنا جائز ہے اور اسی قول کو امام نووی شافعیؒ نے شرح مہذب میں پسند کیا ہے اور کہا ہے کہ بادشاہ کو اختیار ہے کہ غلاف کو مصارف بیت المال میں صرف کرے خواہ بیع سے خواہ عطا سے اس واسطے کہ ازرقی نے روایت کیا کہ امیر المومنین عمر فاروقؓ رضی اللہ عنہ ہر سال غلاف کعبہ بدلتے تھے اور پرانا حاجیوں کو تقسیم کر دیتے تھے اور اگر اس میں تصرف نہ جائز ہو تو بعد مدت دراز تلف ہو جاوے کذا فی الحلبیۃ الطحاوی ولبسہا لو جنبا او حائضا اور جو غلاف کو خرید کرے اس کو پہننا جائز ہے جنابت اور حیض کی حالت میں بھی لا یقتل فی الحرم الا اذا قتل فیہ او قتل فی البیت لا یقتل فیہ خون کا بدلا نہ لیا جاوے حرم میں مگر اس وقت بدلا لینا جائز ہے جب کسی نے حرم میں خون کیا ہو اور بیت اللہ کے اندر خون کیا تو اس کا قصاص اندر نہ ہوگا م اگر کسی نے باہر حرم کے خون کیا اور حرم میں جا چھپا تو اس کا قصاص حرم میں نہ لیا جاوے گا بلکہ خرید و فروخت اس سے موقوف کی جاوے اور کھانا اس کو نہ دیا جاوے تاکہ وہ مضطر ہو کر حرم سے نکلے جب باہر نکلے تو قصاص لیا جاوے اور اگر جان سے نہ مارا بلکہ آنکھ پھوڑی یا ہاتھ کاٹا تو اس کا بدلا حرم کے اندر لیا جاوے گا اور یہی قول ہے امامؒ اور صاحبینؒ کا اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک حرم میں قصاص لینا ہر طرح درست ہے اور امامؒ کے نزدیک سارق کا ہاتھ حرم میں نہ کاٹا جاوے بخلاف صاحبینؒ کے اور اگر کافر حربی حرم میں داخل ہو تو اس سے تعرض کرنا نہ چاہیے بلکہ اس کا کھانا اور پانی بند کرنا

Marfat.com

چاہیے تاکہ نکل بھاگے کذا فی المنح عن مناسک الطرابلسی یکرہ الاستنجاء بماء زمزم لا الاغتسال مکروہ ہے استنجا کرنا زمزم کے پانی سے اور غسل کرنا مکروہ نہیں اور وضو کرنا بھی جائز ہے اور حرم کی کنکریاں اور مٹی اور اسی طرح بیت اللہ کی مٹی بہ نیت تبرک حل میں لانا جائز ہے بشرطیکہ قدر قلیل ہو اور تخریب عمارت کا موجب نہ ہو جیسے زمزم کا پانی باہر لے جانا جائز ہے اور زمین حرم کا بیچنا جائز نہیں لیکن عمارت کا اور گھاس کا بیچنا جائز ہے کذا فی المنح لا حرم للمدینۃ عندنا مدینہ کے واسطے حرم نہیں ہے ہمارے نزدیک یعنی جیسے حرم مکہ میں شکار کرنا اور درخت کاٹنا حرام ہے ویسا مدینہ میں حرام نہیں اور اگر مدینہ کا حرم مکہ کے مانند ہوتا تو بدون احرام باندھے وہاں کا جانا جائز نہ ہوتا حالانکہ حضرت صلعم سے اور اصحابؓ سے احرام باندھنا دخول مدینہ کے واسطے ثابت نہیں باقی تفصیل اس مسئلہ کی کتب مبسوط میں ہے واللہ اعلم وملکہ افضل منہا علی الراجح الا ما ضم اعضاءہ الشریفۃ صلی اللہ علیہ وسلم فانہ افضل مطلقاً حتی من الکعبۃ والعرش والکرسی اور مکہ معظمہ افضل ہے مدینہ طیبہ سے بقول راجح مگر جس قدر زمین پاک سید کائنات صلعم کے اعضاء شریفہ مقدسہ سے ملی ہوئی ہے قاضی عیاض نے نقل کیا ہے کہ موضع قبر سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم افضل بقاع ارض ہے بلکہ مطلقاً افضل ہے یہاں تک کہ کعبہ اور عرش اور کرسی سے بھی افضل ہے امام اعظمؒ اور امام شافعیؒ اور امام احمد کے نزدیک کعبہ افضل ہے مدینہ سے اور امام مالک کے نزدیک مدینہ افضل ہے کذا فی المنح وزیارۃ قبرہ الشریف مندوبۃ بل قیل واجبۃ لمن لہ سعۃ اور زیارت کرنا قبر شریف مصطفوی کا مستحب ہے بلکہ بعضے علما نے اس کو واجب کہا ہے جس کو مقدور اور طاقت ہو ہم انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب طریق زیارت کا بہ تفصیل تمام خاتمہ حج میں مذکور کیا جاوے گا واسطے انتفاع مسلمین مشتاقین کے ویبداء بالحج لو فرضاً ویخیر لو نفلا مالم یمر بہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فیبدا بزیارتہ لا محالۃ ولینو معہ زیارۃ مسجدہ الشریف فقد اخبر ان الصلوٰۃ فیہ خیر من الف صلوٰۃ فی غیرہ الا المسجد الحرام وکذا البقیۃ القرب اور پہلے حج ادا کرے اگر فرض حج ہو اور اگر نفل ہو تو اس میں مختار ہے چاہے پہلے زیارت کرے یا حج لیکن نفل حج میں اختیار اس وقت تک ہے جب تک مدینہ میں ہو کر نہیں نکلا اور اگر حج کے واسطے مدینہ میں ہو کر چلا تو زیارت کرنا ضرور ہے خواہ حج فرض ہو یا نفل اور قبر شریف کی زیارت کے ساتھ چاہیے کہ حضرت صلعم کی مسجد شریف کی زیارت کی بھی نیت کرے اس واسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ اس کی ایک نماز ہزار نماز سے افضل ہے اس کی غیر مسجدوں میں سوائے مسجد الحرام کے اور اسی طرح باقی عبادات مانند اعتکاف اور جاروب کشی کے کہ اس کا ثواب سوائے مسجد الحرام کے اور مساجد سے زیادہ تر ہے م مسند احمد اور صحیح ابن خزیمہ اور ابن حبان میں عبداللہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک نماز میری اس مسجد میں اور مساجد کی ہزار نماز سے افضل ہے سوائے مسجد الحرام کے اور ایک نماز مسجد الحرام میں افضل ہے اس کی سو نمازوں سے یعنی مسجد مدینہ سے ابن ہمامؒ نے فتح القدیر میں کہا کہ عبد ضعیف کے نزدیک بہتر یہ ہے کہ سفر مدینہ میں فقط قبر شریف کی زیارت کے واسطے نیت کو خالص کرے مزید اجلال اور تعظیم سید العالمینؐ اسی کو مقتضی ہے اور تاکہ ظاہر حدیث دار قطنی کی موافق ہو جاوے کہ جس کو کوئی حاجت نہ ہو سوائے میری زیارت کے اس کا میں شفیع ہوں گا قیامت کے دن ولا تکرہ المجاورۃ بالمدینۃ وکذا بمکۃ لمن یثق بنفسہ اور مکروہ نہیں رہنا مدینہ کا اور اسی طرح مکہ کا اس شخص کو جس کو اپنے نفس پر اعتماد ہو حفظ ادب حرمین شریفین کا م مجاورت مکہ معظمہ میں اختلاف ہے علما کا بعض شافعیہؒ نے مذکور کیا کہ مجاورت مکہ مستحب ہے مگر جب وقوع امر ممنوع کا ظن غالب ہو اور یہی مذہب ہے صاحبینؒ کا اور امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک مکروہ ہے اس واسطے کہ انسان کی غالب عادت یہ ہے کہ معیشت میں خلاف خواہش نفسانی سے تنگ دل اور افسردہ خاطر ہو جاتا ہے اور کثرت مشاہدات سے جیسی تعظیم اور توقیر چاہیے ویسی باقی نہیں رہتی غالباً اور یہ بھی ہے کہ انسان خطا سے محفوظ نہیں اور حرم میں تضاعف معاصی کا خوف ہے چنانچہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے اگر بروایت صحیح ہو والا اس میں تو شک نہیں کہ وقوع معاصی حرم میں زیادہ تر قبیح اور خوف ناک تر ہے ولہذا عبداللہ بن عباسؓ نے طائف کا رہنا اختیار کیا تھا اور فرماتے تھے کہ اگر میں پچاس گناہ طائف میں کروں تو میرے نزدیک محبوب تر ہیں بہ نسبت اس کے کہ میں ایک گناہ کرنے سے اور ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ کسی شہر میں سوائے مکہ کے بہت پر قبل عمل کے مواخذہ نہیں اس واسطے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا (ومن یرد فیہ بالحاد بظلم نذقہ من عذاب الیم) یعنی جو حرم میں کجروی ظلم کا ارادہ کرے گا اس کو عذاب دردناک

Marfat.com

چکھادیں گے اور عمر فاروقؓ سے روایت ہے کہ اگر مجھ سے ایک گناہ مکہ میں ہو جاوے وہ غالب تر ہے اور شہر کے ستر گناہوں سے ہاں بعض خاص بندے اللہ تعالیٰ کے جو کشاکش مقتضائے طبیعت انسانی سے پاک ہیں وہ اہل ہیں اس سعادت عظمیٰ کے کہ وہ تضاعف حسنات نصیب اہل مکہ ہے ابن ماجہ نے عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مکہ میں رمضان پایا سو روزہ رکھا اور قیام شب کیا جتنا کہ ہو سکا تو اس کے واسطے لاکھ رمضان لکھے جاویں گے اور حق تعالیٰ ہر دن میں ایک گردن آزاد کرنے کا اور ہر رات میں ایک گردن آزاد کرنے کا ثواب لکھے گا اور ہر دن فی سبیل اللہ گھوڑا دینے کا ثواب ہوگا اور ہر چند مدینہ میں تضاعف سیئات کا خوف نہیں لیکن افسردگی اور قلت ادب کا خوف ہے کہ وہ مخالف ہے احترام اور توقیر کے تو وہاں کی مجاورت کراہت سے خالی نہیں مگر اہل صبر اور اہل ادب کے واسطے وہاں کا رہنا اور وہاں کا مرنا عمدہ وسیلہ ہے نجات کا صحیح مسلم میں حدیث مرفوع ہے کہ جو تکلیف اور شدت مدینہ پر صبر کرے گا میری امت میں سے ہوگا میں اس کا شفیع ہوں گا قیامت کے دن یا شاہد ہوں گا اور ترمذی وغیرہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس سے ہو سکے مدینہ کا مرنا وہ وہاں مرے کہ میں مقرر شفاعت کروں گا وہاں کے مرنے والے کی کذا فی فتح القدیر اور مناسک طرابلسی میں ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اور جماعت محاطین بخلاف ملال اور قلت ادب اور عرفت قلب بجھنے سے مجاورت مکہ کی کراہت کے قائل ہیں اور ابو یوسفؒ اور محمدؒ کے نزدیک کچھ مضائقہ نہیں اور یہی افضل اور مستحب ہے اور اسی پر بالفعل لوگوں کا عمل ہے کذا فی المنح خاتمہ مشتمل ہے دو فصل پر

فصل اول کیفیت حج معطفے میں مترجم نے چاہا کہ بقصد تبرک رسول کریم کے حج کا طریقہ بروایت صحیح بیان کرے تاکہ موجب اطمینان اور باعث مزید شوق مشتاقین کا ہو اور چونکہ کتب حدیث میں مثل حدیث جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے کوئی حدیث جامع اکثر مسائل کی ابتدائے سفر حج سے آخر تک نہیں لہٰذا اسی کا ترجمہ کرنا اندک اختصار کے ساتھ مقدم جانا سنن ابی داؤد میں امام جعفر صادقؒ سے مروی ہے کہ امام محمد باقرؒ نے جابر بن عبداللہ سے کہا کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کرنے کا طریقہ بتلایئے تو جابرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نو برس تک حج نہیں کیا پھر دسویں برس اعلام کیا اپنے حج کرنے کا تو بہت لوگ مدینہ میں آئے ہر شخص چاہتا تھا کہ حضرتؐ کی پیروی کرے اور آپ کے عمل کے مانند عمل کرے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے یعنی مدینہ سے اور ہم لوگ بھی آپ کے ساتھ نکلے یہاں تک کہ ذوالحلیفہ میں پہنچے تو وہاں اسماء بنت عمیس محمد بن ابی بکر کو جنی سو اسماءؓ نے حضرت صلعم کے پاس کسی کو بھیجا کہ اب میں کیا کروں فرمایا غسل کر اور کپڑے کا لنگوٹ باندھ کر احرام باندھ پھر حضرت صلعم نے مسجد میں احرام کی نماز پڑھی پھر اس اونٹنی پر سوار ہوئے جس کا قصواء نام تھا یہاں تک کہ اونٹنی حضرت صلعم کو لے کر کھڑی ہو گئی میدان میں جابرؓ نے کہا کہ میں نے جو اپنے آگے مد نظر تک دیکھا تو سوار اور پیدل تھے اور داہنی طرف بھی اسی قدر اور بائیں طرف بھی اسی قدر اور پیچھے بھی اسی قدر اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے تھے اور ان پر قرآن اترتا تھا اور وہ اس کے مقصود کو جانتے تھے سو جو کچھ حضرت صلعم نے عمل کیا ہم نے بھی اسی پر عمل کیا سو حضرت صلعم نے توحید کو پکار کے اسی طرح فرمایا لبیک[1] اللھم لبیک لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لاشریک لک، اور لوگوں نے بھی اسی طرح لبیک کہا جیسے تم کہتے ہو حضرت صلعم نے اس میں لوگوں پر کچھ رد و انکار نہ کیا اور حضرت صلعم نے لبیک کہنا لازم کر لیا جابرؓ نے کہا کہ حج کے سوا ہم کو کچھ نیت نہ تھی ہم عمرے کو نہ جانتے تھے یعنی اشہر حج میں عمرہ کرنا معروف نہ تھا یہاں تک کہ ہم حضرت صلعم کے ساتھ بیت اللہ میں پہنچے تو حضرت صلعم نے رکن کا استلام کیا یعنی حجر اسود کو چھوا پھر تین بار رمل کیا اور چار بار آہستہ چلے یعنی طواف میں پھر حضرت صلعم مقام ابراہیم کے پاس آئے سو یہ آیت پڑھی (واتخذوا[2] من مقام ابراہیم مصلی) اور مقام ابراہیم کو اپنے اور بیت اللہ کے درمیان یعنی مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھی دو رکعت قل ہو اللہ احد اور قل یا ایہا الکافرون کی قراءت سے پھر حضرتؐ بیت اللہ کی طرف پھر گئے اور حجر اسود کا استلام کیا پھر دروازہ سے صفا کی طرف نکلے جب صفا سے قریب ہوئے تو یہ پڑھا (ان الصفا والمروۃ[3] من شعائر اللہ) ہم بھی اسی سے ابتدا کرتے ہیں جس سے اللہ نے ابتدا کی تو صفا سے ابتدا کی سو اس پر چڑھ گئے یہاں تک کہ بیت اللہ نظر آیا تو اللہ کی تکبیر اور توحید کی فرمایا

---

[1] اس کا ترجمہ اوپر گذرا ۱۲ [2] اور بناؤ ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کی جگہ ۱۲ [3] البتہ صفا اور مروہ نشانیاں ہیں اللہ کی ۱۲

Marfat.com

لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وہو علی کل شئ قدیر لا الٰہ الا اللہ وحدہ انجز وعدہ ونصر عبدہ وہزم الاحزاب وحدہ) پھر مابین الرکن کے دعا کی اور اسی طرح تین بار فرمایا پھر اترے مروہ کی طرف تا اینکہ آپ کے قدم نیچے آگئے تو تین بار نالہ کے اندر رمل کیا یہاں تک کہ جب چڑھ گئے تو آہستہ چلے یہاں تک کہ مروہ پر پہنچے تو مروہ پر اس کے مانند کیا جو صفا پر کیا تھا یہاں تک کہ آخر طواف مروہ پر ہوا فرمایا کہ اگر مجھ کو آگے سے معلوم ہوتا جو پیچھے معلوم ہوا تو میں ہدی کو نہ ہانک لے جاتا اور اس عبادت کو میں عمرہ کر ڈالتا سو تم لوگوں میں سے جس کے ہاتھ ہدی نہ ہو وہ حلال ہو جاوے اور اس کو عمرہ کر ڈالے تو تمام لوگ حلال ہو گئے اور بال کترائے مگر نبیؐ اور جن کے ساتھ ہدی تھی وہ محرم بنے رہے پھر سراقہ بن جعشم کھڑے ہوئے سو کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کرنا اشہر حج میں اسی سال کو مخصوص ہے یا ہمیشہ کو ہے تو دونوں ہاتھ کی انگلیوں کو قینچی کیا پھر فرمایا کہ داخل ہو گیا عمرہ حج میں اس طرح اس کو دو بار فرمایا اور تین بار فرمایا کہ ہمیشہ کو ہمیشہ کو جابرؓ نے کہا اور علی مرتضیٰؓ رضی اللہ عنہ یمن سے آئے حضرت صلعم کے ہدی کے اونٹ لے کر تو پایا فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو کہ احرام نہیں باندھے ہیں اور رنگین کپڑے ہیں اور سرمہ لگائے ہیں تو علی مرتضیٰ ناخوش ہوئے ان پر اور کہا کس نے تم کو اس کا حکم دیا ہے تو فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ میرے باپ نے حکم دیا ہے تو جابرؓ نے کہا کہ علی مرتضیٰؓ عراق کے ملک میں کہتے تھے میں گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فاطمہؓ زہرا پر خفگی کروانے کو بسبب اس امر کے جو انھوں نے کیا تھا اور حضرتؐ کی اجازت کو دریافت کرنے گیا جو فاطمہ زہراؓ نے مذکور کی سو میں نے کہا کہ میں جو ان پر ناخوش ہوا تھا سو انھوں نے کہا کہ میرے باپ نے حکم دیا تو حضرت صلعم نے فرمایا سچ کہا حضرت صلعم نے فرمایا تو نے کیا کہا تھا جب حج کی نیت کی تھی علی مرتضیٰؓ بولے میں نے یوں کہا تھا کہ الٰہی میں وہ نیت کرتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیت کی حضرت صلعم نے فرمایا کہ میرے ساتھ تو ہدی ہے سو تو حلال نہ ہو جیو جابرؓ نے کہا کہ جو ہدی کہ علی مرتضیٰ یمن سے لائے تھے اور جو ہدی حضرت صلعم کے ساتھ تھی سو سب ملا کر سو اونٹ تھے پھر جب یوم الترویہ یعنی آٹھویں تاریخ منیٰ کو چلے تو حج کا احرام کیا اور حضرت صلعم سوار ہوئے اور میں جا کر ظہر اور عصر اور مغرب اور عشا اور صبح کی نماز پڑھی پھر تھوڑا ٹھہرے کہ آفتاب نکلا اور حضرت صلعم کے حکم سے قبہ نمرہ[1] میں کھڑا کیا گیا پھر حضرت صلعم روانہ ہوئے اور اس میں گمان نہ تھا قریش کو کہ حضرت صلعم وقوف کریں گے مزدلفہ میں مشعر الحرام کے نزدیک جیسے کفر میں قریش وہاں وقوف کیا کرتے تھے سو حضرت صلعم وہاں سے بڑھے چلے گئے یہاں تک کہ عرفات میں پہنچے تو خیمہ کو استادہ پایا نمرہ میں سو اس میں اترے یہاں تک کہ آفتاب ڈھلا پھر بموجب حکم کے قصواء اونٹنی پر کجاوہ باندھا گیا سو حضرت صلعم سوار ہوئے یہاں تک کہ نالے کے اندر آئے پھر خطبہ پڑھا لوگوں کے واسطے سو فرمایا کہ تمھارے خون اور تمھارے مال تم پر حرام ہیں جیسے یہ تمھارا دن اس تمھارے شہر میں اس تمھارے مہینے میں حرام ہے خبردار ہو کہ ہر چیز رسوم جاہلیت سے میرے پاؤں کے نیچے دبائی گئی یعنی باطل ہو گئی اور جاہلیت کی خونریزیاں دبائی گئیں یعنی ان کا دعوی کرنا اب جائز نہیں اور پہلا خون جو میں دباتا ہوں اپنے خاندان کے خونوں سے ابن ربیعہ یا ربیعہ بن عبدالمطلب کا خون ہے جو شیر خوار تھا بنی سعد میں جس کو ہذیل کی قوم نے قتل کیا تھا اور جاہلیت کا بیاج دبایا گیا اور پہلا بیاج جس کو میں دباتا ہوں اپنے خاندان سے عباس بن عبدالمطلب کا بیاج ہے سو وہ سب کا سب دبا ڈالا گیا پھر ڈرو اللہ سے عورتوں کے مقدمہ میں تم نے ان کو لیا ہے اللہ کی امانت سے اور ان کی شرمگاہوں کو حلال کیا تم نے اللہ کے کلمے یعنی حکم سے اور تمھارا عورتوں پر یہ حق ہے کہ تمھارے بستروں کو نہ روندا دیں اس شخص سے جس کو تم نہیں پسند کرتے یعنی زنا نہ کریں اور غیر کو اندر نہ آنے دیں سو اگر ایسا کریں تو ان کو مارو ایسی مار جو سخت اور مزیل اعضا نہ ہو اور عورتوں کا حق تم پر کھانا اور کپڑا ہے دستور کے موافق اور میں نے تم میں ایسی چیز چھوڑی ہے کہ تم کبھی گمراہ نہ ہو گے بعد اس کے اگر تم اس کو مضبوط پکڑے رہو گے وہ چیز کتاب اللہ ہے اور تم سے سوال کیا جاوے گا میری پیام رسانی کا سو تم کیا کہو گے لوگوں نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے تبلیغ احکام کی اور پیام ادا کیا اور خیر خواہی کی پھر حضرت صلعم نے شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور لوگوں کی طرف جھکائی اور فرمایا خداوندگواہ رہنا خداوندگواہ رہنا خداوندگواہ رہنا پھر بلالؓ نے بعد اس خطبے کے اذان دی اور اقامت کہی سو حضرت صلعم

[1] اس کا ترجمہ بھی اوپر گذر چکا ۱۲ [2] ایک جگہ کا نام ہے متصل عرفات کے ۱۲

Marfat.com

نے ظہر کی نماز پڑھی پھر دوسری بار اقامت کہی سو حضرت صلعم نے عصر کی نماز پڑھی اور دونوں فرضوں کے درمیان میں کچھ نماز نہیں پڑھی یعنی سنت اور نفل کچھ نہ پڑھی سو حضرت صلعم قصواء اونٹنی پر سوار ہوئے یہاں تک کہ موقف میں یعنی ٹھہرنے کے مقام میں آئے سو اپنی اونٹنی قصواء کا پیٹ پتھروں کی طرف کو کیا اور جبل المشاۃ[1] کو اپنے سامنے کیا پھر حضرت صلعم قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے اور برابر واقف رہے یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا اور تھوڑی زردی بھی جاتی رہی یہاں تک کہ گردا آفتاب کا غائب ہو گیا اور اونٹنی پر اپنے پیچھے اسامہ کو بٹھلایا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے روانہ ہوئے اور اونٹنی کی نکیل کی رسی حضرت صلعم تانے ہوئے تھے یہاں تک کہ اس کا سر کجاوہ کو لگ جاتا تھا اور حضرت صلعم داہنے ہاتھ سے اشارہ کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے لوگو آہستہ چلو اے لوگو آہستہ چلو سکین سے چلو یعنی جلد بازی نیکوکاری نہیں اور جب کوئی ٹیلا یا پہاڑی آتی تھی تو حضرت صلعم باگ کو تھوڑا ڈھیلا کر دیتے تھے تاکہ چڑھ جاوے یہاں تک کہ مزدلفہ میں پہنچے تو مغرب اور عشاء کو جمع کیا ایک اذان اور دو اقامت سے اور درمیان میں نوافل کو نہ پڑھا پھر استراحت فرمائی یہاں تک کہ فجر نمودار ہوئی پھر فجر کی نماز پڑھی جب فجر ظاہر ہو گئی اذان اور اقامت سے پھر حضرت صلعم قصواء پر سوار ہوئے یہاں تک کہ مشعر الحرام[2] میں آئے اور اس پر چڑھ گئے اور متوجہ بقبلہ ہوئے سو حق تعالیٰ کی تحمید اور تکبیر اور توحید کھڑے فرماتے رہے یہاں تک کہ خوب روز روشن ہو گیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم وہاں سے روانہ ہوئے آفتاب نکلنے سے پہلے اور فضل بن عباسؓ کو پیچھے بٹھلایا یہاں تک کہ محسر میں آئے تو اونٹنی کو تھوڑا سا چلایا پھر حضرت صلعم وہ درمیان والی راہ چلے جو جمرۃ الکبری یعنی جمرۃ العقبہ تک پہنچتی ہے یہاں تک کہ جمرۃ العقبہ تک پہنچے جو درخت کے پاس ہے سو اس کو سات کنکریاں ماریں مانند سنگ ریزہ کے ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے تھے اور نالہ کے اندر سے رمی کی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے پھرے اور نحر کرنے کے مقام میں آئے سو اپنے دست مبارک سے ترسٹھ اونٹ نحر کیے اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حکم کیا سو باقی سو اونٹ کو نحر کیا اور اپنی ہدی میں ان کو شریک کیا پھر حکم کیا کہ ہر اونٹ سے گوشت کا ٹکڑا لیا جاوے سو دیگ میں گوشت ڈالا گیا اور حضرت صلعم نے اور علی مرتضیٰؓ نے اس میں سے گوشت کھایا اور اس کا دونوں نے شوربا پیا پھر حضرت صلعم سوار ہوئے اور بیت اللہ میں آئے پھر مکہ میں ظہر کی نماز پڑھی پھر عبدالمطلب کی اولاد کے پاس آئے اور وہ زمزم پر پانی پلاتے تھے اور فرمایا پانی نکالو اے عبدالمطلب کی اولاد سو اگر اس کا خیال نہ ہوتا کہ لوگ تمہارے پانی پلانے پر غلبہ اور ہجوم کریں گے[3] تو میں بھی تمہارے ساتھ پانی کھینچتا پس عبدالمطلب کی اولاد نے حضرت صلعم کو ایک ڈول پانی دیا تو حضرت صلعم نے اس میں سے پیا انتہی صاحب فتح القدیر نے کہا کہ اس حدیث کو مسلم نے اپنی صحیح میں اور ابن ابی شیبہ اور نسائی اور عبد بن حمید اور بزاز اور دارمی نے اپنی مسانید میں بھی روایت کیا ہے فصل ثانی قبر شریف کے آداب زیارت میں سنن ابی داؤد میں ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ایسا نہیں جو سلام کرے مجھ کو مگر حق تعالیٰ میری روح کو پھیرتا ہے تاآنکہ میں اس کو سلام کا جواب دیتا ہوں رد سلام پھیرنے سے مراد یہ ہے کہ پھر سلام کرنے کے حضرت صلعم اس عالم کی طرف متوجہ ہوتے ہیں سلام کے جواب دینے کے واسطے اور ابوبکر بن ابی شیبہؓ وغیرہ نے ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو درود پڑھے گا میری قبر کے پاس میں اس کو سنتا ہوں اور جو دور سے درود پڑھتا ہے دور تو مجھ کو پہنچتا ہے یعنی فرشتے پہنچاتے ہیں دارقطنی اور ابوبکر بزاز نے عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میری قبر کی زیارت کرے گا میری شفاعت اس کے واسطے واجب ہو گئی یعنی بالضرور ثابت ہو گئی مخبر صادق کے وعدہ صادقہ سے اور دارقطنی نے امالی میں اور ابوبکر مقری نے اپنے معجم میں اور طبرانی نے معجم کبیر اور اوسط میں بسند معتمد عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو میری زیارت کو آوے گا اس طرح کہ اس کا کچھ مطلب اور حاجت نہ ہو سوا میری زیارت کے تو مجھ پر یہ لازم ہو گیا کہ میں اس کا شفیع ہوں گا قیامت کے دن ہم حضرت کی زیارت عام ہے حیات میں ہو یا بعد ممات کے چنانچہ اگلی حدیث میں مصرح ہے دارقطنی اور طبرانی نے عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

[1] جبل المشاۃ بفتح میم وحاء مہملہ وسکون معجمہ وعرفات میں ایک جگہ کا نام ہے اور بعضے اس کو بفتح جیم دو حدہ کہتے ہیں پیادوں کا پہاڑ ۱۲ [2] ایک پہاڑ کا نام ہے جس کو جبل قزح کہتے ہیں ۱۲

[3] یعنی اگر میں پانی کھینچنے میں تمہارا شریک ہوں تو لوگ اس کو سنت جان کر ایسا ہی کریں گے پھر ہجوم کے سبب سے تم کو پانی پلانا دشوار ہو گا ۱۲

Marfat.com

کہ جس نے حج کیا اور میری قبر کی زیارت کی میری وفات کے بعد تو گویا اس نے میری زیارت کی میری حیات میں اور دار قطنی اور ابن عدی نے روایت کی عبداللہ بن عمرؓ سے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی تو اس نے مجھ پر ستم کیا اور حافظ ابن عساکر نے بہ مضمون انس بن مالکؓ سے روایت کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا کچھ عذر نہیں جس کو وسعت اور مقدور ہو میری امت سے اور میری زیارت نہ کرے کذا فی الخ و تاریخ المدینۃ للسید السمہودی اور حافظ منذری نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علم میرا بعد وفات کے ویسا ہے جیسا علم میرا حیات میں ہے اور ابن عدی اور ابو یعلی نے بروایت ثقات روایت کیا انس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیا زندہ ہیں اپنی قبور میں نماز پڑھتے اور بیہقی نے اس حدیث کی تصریح کی ہے قاضی عیاض نے شفا میں کہا ہے کہ زیارت قبر سید المرسلین اجماعی سنت مسلمین ہے اور تاج الدین سبکی نے زیارت پر اجماع نقل کیا ہے قولاً وفعلاً کذا فی تاریخ المدینہ تجھ اندک فضائل زیارت قبر مقدس سید المرسلین کے معلوم ہوئے تو دریافت کرنا چاہیے کہ علماء حنفیہ کے نزدیک زیارت قبر شریف کی افضل مستحبات اور اعظم وسائل نجات ہے بلکہ قریب ہے درجہ واجبات سے مقدور والے کو اس واسطے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بمزید شفقت ہماری تہری کے واسطے کیسی کچھ ترغیب دلائی اور کیا کچھ مبالغہ اس میں فرمایا چنانچہ احادیث سابقہ سے معلوم ہو چکا کذا فی شرح المنار و منسک. الطرابلسی اور مذہب محبت میں زیارت محبوب رب العالمین کی فرض عین ہے علی الخصوص کہ معشوق عاشق نواز مزید کرم سے اپنے مشتاقوں کو بلاوے اور سرفرازی کا مژدہ سناوے اور نہ حاضر ہونے پر عتاب فرماوے ولنعم ما قیل ع از دوست یک اشارت و زما بسر دویدن ۔ بالجملہ جب بعد ادائے حج کے در دولت مصطفوی کا ارادہ کرے تو بعد نماز استخارہ کچھ خیرات کرے پھر مزید شوق اور ادب سے مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہو اور راہ میں کثرت درود کرے اور فراغت کے اوقات کو درود خوانی سے مستغرق کرے تاکہ قبل پہنچنے کے تحفہ درود کے پہنچنے سے حضرت صلعم کو اس کے حاضر ہونے کی اطلاع ہو رہے پھر جب مدینہ منورہ کی آبادی اور درخت نظر پڑیں تو کمال خشوع اور خضوع سے درود کی کثرت کرے اور یہ دعا پڑھے اللھم[1] ہذا حرم رسولک فاجعلہ وقایۃ لی من النار وامنا من العذاب وسوء الحساب اللھم افتح لی ابواب رحمتک وارزقنی من زیارۃ قبر رسولک صلی اللہ علیہ وسلم وارزقہ اولیاءک واہل طاعتک واغفرلی وارحمنی یا خیر مسئول مستحب ہے کہ قبل داخل ہونے کے غسل کرے اور نہ ہو سکے تو وضو پر کفایت کرے چنانچہ دخول مکہ میں مذکور ہو چکا اور پاک صاف کپڑے پہنے اور خوشبو لگاوے کہ یہ اقرب بے تعظیم ہے اور نئے کپڑے پہننا افضل ہے اور یہ جو بعضے لوگ مدینہ منورہ کو دیکھ کر سواریوں سے اتر پڑتے ہیں اور پیدل چلتے ہیں تو اس کا کچھ مضائقہ نہیں اس واسطے کہ قوم عبدالقیس جب مدینہ میں داخل ہوئے تو حضرت صلعم کو دیکھ کر اتر پڑے تھے اور حضرت صلعم نے اس پر کچھ انکار نہیں فرمایا تھا اگرچہ ان کے سواری کی جو بعد غسل کرنے اور پوشاک بدلنے کے بہ تسکین تمام خدمت میں حاضر ہوا تھا تعریف فرمائی کرمانی نے کہا کہ اگر باہر شہر کے غسل نہ ہو سکا ہو تو اندر شہر کے غسل کرے اور اس سے پرہیز کرے جو بعضے جاہل سیا کپڑا نہیں پہنتے ہیں بمناسبت احرام پھر جب قبہ شریفہ نظر آوے تو اس کی عظمت اور فضیلت کو دھیان کرے کہ یہ وہ مکان پاک ہے جس کو حق تعالیٰ نے اپنے حبیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے پسند فرمایا سو کمال شوق اور تعظیم سے درود پڑھے پھر جب مدینہ شریفہ میں داخل ہو تو یوں کہے بسم اللہ رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد واغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک وفضلک اور لازم ہے کہ کمال فروتنی اور عاجزی سے اس شہر معظم کی عزت کو دھیان کرتے ہوئے درود پڑھتا داخل ہو اور یہ تصور کرے کہ اس شہر کو کس ذات پاک کے رہنے سے شرف مجالات حاصل ہے یہ وہ مقام ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ہجرت گاہ ٹھہرایا اور یہ مکان مطہر مہبط وحی اور اصل احکام

[1] یا اللہ یہ حرم ہے تیرے رسول کا پس اکر اس کو میرے لیے اس پر آگ سے اور امن عذاب اور بد حساب سے اور کھول دے میرے لیے دروازے اپنی رحمت کے اور روزی کر مجھ کو زیارت اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے جو تو نے روزی کیا اپنے دوستوں اور اپنے طاعت والوں کو اور رحم کر مجھ پر تئیں تہران کے جن سے مانگا جاوے ۱۲ منہ شروع کرتا ہوں میں نام خدا سے اے رب میرے داخل کر مجھ کو سچا داخل کرنا اور نکال مجھ کو سچا نکالنا اور بنا دے میرے لیے حکومت مدد والی یا اللہ درود بھیج محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آل محمد صلعم پر اور بخش دے گناہ

Marfat.com

اور بیخ اسلام اور منبع ایمان اور چشمہ عرفان ہے فتح القدیر میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے کہ تمام بلاد تلوار سے فتح ہوئے مگر مدینہ قرآن سے فتح ہوا ہے اور چاہیے کہ اپنے دل کو ہیبت اور عظمت مصطفوی سے بھر لیوے اور وہاں چلتے ہوئے یہ تصور کرے کہ یہ گذرگاہ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہے شاید میرا قدم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موضع قدم مبارک پر پڑ جاوے ولہذا امام مالک رحمہ مدینہ میں سوار نہ ہوتے تھے اور کہتے تھے کہ مجھ کو حیا آتی ہے کہ میں وہاں سوار ہوں جہاں خود بدولت موجود ہوں پھر جب مسجد شریف میں داخل ہو تو وہ کرے جو دخول مساجد میں کرتے ہیں یعنی داہنا پاؤں پہلے رکھے اور یوں کہے اللّٰھم اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک) اور روضہ شریفہ کا اول قصد کرے مسجد شریف میں روضہ اس مکان کا نام ہے جو منبر اور قبر شریف کے درمیان میں ہے حدیث صحیح میں ثابت ہے کہ میری قبر اور منبر کے درمیان میں روضہ ہے ریاض جنت سے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے پھر دو رکعت تحیۃ المسجد اُس ستون کے آگے جس کے نیچے صندوقچی ہے پڑھے اس طرح کہ ممبر کا عمود داہنے مونڈھے کے مقابل ہو اور جو مقوس لکڑی کہ قبلہ مسجد میں ہے وہ دونوں آنکھوں کے سامنے ہو کہ یہی مقام ہے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے کھڑے ہونے کا کذا فی فتح القدیر کرمانی اور صاحب اختیار نے کہا پھر بعد نماز کے سجدہ شکر کا کرے کہ یہ دولت نصیب ہوئی اور اُس کی تمامی اور مقبولیت کی دعا کرے اور حق تعالیٰ سے اُس کی مدد چاہے کہ حضور مصطفوی کی رعایت آداب میں کوئی ادب مجھ سے فوت نہ ہو پھر قبر شریف کی طرف کمال عجز وانکسار سے آنکھیں جھکائے متوجہ ہو اور وہاں کی آرائش اور زینت کی طرف نظر نہ ڈالے کہ ادب سے بعید ہے اور مسمار فضہ کے سامنے کھڑے ہو کر زیارت کرے اس واسطے کہ حجرہ شریفہ کے گرد شاک نحاسی یعنی تانبے کی جالیاں بن گئی ہیں مدت سے اور سابق میں موقف سلف جالیوں کے اندر حجرہ شریفہ کی دیوار کے قریب تھا ولہذا مناسک قدیمہ میں مذکور ہے کہ دیوار سے چار ہاتھ یا تین ہاتھ ہٹ کر کھڑا ہو کذا فی تاریخ المدینۃ للسید السمہودی بالجملہ قبر شریف کے سامنے قبلہ کو پشت دے کر زیارت کے واسطے کھڑا ہو اور اکثر کتب فقہ میں مذکور ہے کہ زیارت کے وقت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے قریب قبلہ رو کھڑا ہو ابن ہمام محقق نے فتح القدیر میں کہا کہ استقبال قبلہ میں فقیہ ابواللیث کی روایت لائق اعتماد نہیں اس واسطے کہ امام ابوحنیفہ نے اپنی مسند میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ سنت یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی طرف قبلہ کی سمت سے آوے اور پشت اپنی قبلہ کی طرف کرے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی طرف منہ کرے پھر کہے السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ انتہیٰ کلامہ اور یہی مذہب ہے ائمہ ثلثہ رحمہم اللہ کا الحاصل زیارت کے وقت مودب بطور نماز کھڑے ہو کر صورت مقدسہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تصور کرے گویا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم لحد مبارک میں آرام فرماتے ہیں اور میرے حاضر ہونے کو جانتے ہیں اور میرا کلام سنتے ہیں اس واسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اور سماعت حدیث میں منصوص ہے پھر کمال حیا اور ادب سے یوں عرض کرے۔ السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ تین بار السلام علیک یارسول رب العالمین

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَيْرَ الْخَلَائِقِ اَجْمَعِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَ الْمُرْسَلِيْنَ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اِمَامَ الْمُتَّقِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ

سلام تم پر اے بہترین سب خلق کے سلام تم پر اے سردار پیغمبروں کے اور ختم کرنے والے نبیوں کے سلام تم پر اے پیشوا پرہیزگاروں کے سلام تم پر

يَا قَائِدَ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا الْمَبْعُوْثُ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا شَفِيْعَ الْمُذْنِبِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ

اے پیشوا منادر ہاتھ چمکنے والوں کے سلام تم پر اے بھیجے ہوئے واسطے رحمت عالم کے لوگوں کے سلام تم پر اے سفارشی گناہ گاروں کے سلام تم پر

يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خِيَرَةَ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَفْوَةَ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَيُّهَا الْهَادِيْ اِلَى الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيْمِ

اے حبیب اللہ کے سلام تم پر اے پسند کیے ہوئے اللہ کے سلام تم پر اے برگزیدہ اللہ کے سلام تم پر اے راہ بتانے والے سیدھی راہ کے

ف۱ خداوند بخشندے واسطے میرے گناہ میرے اور کھولدے میرے لیے دروازے اپنی رحمت کے ۱۲ منہ سلام تم پر اے نبی اور رحمت اللہ کی اور اس کی برکتیں ۱۲ منہ سلام تم پر اے رسول پروردگار عالم کے ۱۲ منہ

Marfat.com

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَنْ وَصَفَهُ اللّٰهُ بِقَوْلِهٖ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ وَبِقَوْلِهٖ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُفٌ رَّحِيْمٌ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ

سلام تم پر اے وہ کہ اُن کا وصف کیا اللہ نے اپنے اس قول سے کہ تم پیدا ہوئے بڑے خلق پر اور اس قول سے کہ ایمان والوں پر شفقت کرنے والے ہو سلام تم پر

يَا مَنْ سَبَّحَ الْحَصٰى فِيْ يَدَيْهِ وَحَنَّ الْجِذْعُ اِلَيْهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَنْ اَمَرَنَا اللّٰهُ بِطَاعَتِهٖ وَالصَّلٰوةِ وَالسَّلَامِ عَلَيْهِ

اے وہ کہ تسبیح پڑھی کنکروں نے ان کے ہاتھوں میں اور مشتاق ہوا ستون جو بیٹھ کی طرف سلام تم پر اے وہ کہ ہم کو حکم کیا خداوند تعالیٰ نے اُن کی طاعت کا اور درود و سلام پڑھنے کا اُن پر

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلٰى سَائِرِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى ذُرِّيَّتِكَ الطَّيِّبِيْنَ وَاَزْوَاجِكَ الطَّاهِرَاتِ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ

سلام تم پر اور تمام انبیاء اور مرسلین پر اور آپ کی اولاد پاک پر اور آپ کی بیبیوں پاک مسلمانوں کی ماؤں پر اور

اَصْحَابِكَ اَجْمَعِيْنَ كَثِيْرًا دَائِمًا اَبَدًا كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضٰى جَزَاكَ اللّٰهُ عَنَّا اَفْضَلَ مَا جَزٰى بِهٖ رَسُوْلًا عَنْ

آپ کے سارے ساتھیوں پر بہت سا سلام ہمیشہ مدام کو جیسا کہ پسند کرے رب ہمارا اور خوش ہو آپ کو خدا جزائے خیر دے ہماری طرف سے بڑھ کر اُس سے کہ جزا دی ہو کسی رسول کو

اُمَّتِهٖ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَخِيَرَتُهٗ مِنْ

اُس کی امت کی طرف سے میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں سوا اللہ کے وہ اکیلا ہے اور کوئی اس کا شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اُس کے بندے اور رسول اور بہترین اُس کے

خَلْقِهٖ اَشْهَدُ اَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ الرِّسَالَةَ وَاَدَّيْتَ الْاَمَانَةَ وَنَصَحْتَ الْاُمَّةَ وَكَشَفْتَ الْغُمَّةَ وَاَقَمْتَ

خلق کے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے رسالت کو پہنچایا اور امانت کو ادا کیا اور امت کی خیر خواہی کی اور پوشیدہ بات کو واضح کیا اور حجت کو

الْحُجَّةَ وَاَوْضَحْتَ الْمَحَجَّةَ وَجَاهَدْتَ فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ وَقَاتَلْتَ عَنْ دِيْنِ اللّٰهِ حَتّٰى اَتٰكَ الْيَقِيْنُ

قائم کیا اور راہ کو واضح کیا اور مجاہدہ کیا آپ نے اللہ کے باب میں حق اُس کے مجاہدہ کا اور آپ لڑے اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف سے یہاں تک کہ آپ کو موت آئی

فَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى رُوْحِكَ وَجَسَدِكَ وَقَبْرِكَ اَفْضَلَ وَاَكْمَلَ وَاَزْكٰى وَاَنْمٰى صَلٰوةً وَاَتَمَّهَا اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ۔

پس رحمت کرے اللہ آپ کی روح اور آپ کے بدن اور آپ کی قبر پر افضل اور کامل تر اور زیادہ ستھری اور بہت بڑھیا ہمیشہ کو قیامت تک

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَحْنُ وَفْدُكَ وَزُوَّارُ قَبْرِكَ جِئْنَاكَ مِنْ بِلَادٍ شَاسِعَةٍ وَنَوَاحٍ بَعِيْدَةٍ قَاصِدِيْنَ قَضَآءَ

اے رسول اللہ کے ہم آپ کے پاس آئے ہیں اور آپ کی قبر کی زیارت کرنے والے ہیں آپ کے پاس حاضر ہوئے ہیں بہت مسافت کے شہروں اور دور کے ملکوں سے قصد کر کے آپ کے حق

حَقِّكَ وَالنَّظَرَ اِلٰى مَآثِرِكَ وَالتَّيَامُنَ بِزِيَارَتِكَ وَالْاِسْتِشْفَاعَ بِكَ اِلٰى رَبِّنَا فَاِنَّ الْخَطَايَا قَدْ قَصَمَتْ

پورا کرنے کو اور دیکھنے کو آپ کے نشانات اور برکت لینے کو آپ کی زیارت سے اور سفارش چاہنے کو تم سے طرف رب اپنے کے کہ خطاؤں نے ہماری کمریں توڑ دی ہیں

ظُهُوْرَنَا وَالْاَوْزَارُ قَدْ اَثْقَلَتْ كَوَاهِلَنَا وَاَنْتَ الشَّافِعُ الْمُشَفَّعُ الْمَوْعُوْدُ بِالشَّفَاعَةِ وَالْمَقَامِ الْمَحْمُوْدِ

اور گناہ ہمارے مونڈھوں پر بھاری پڑ گئے ہیں اور تم سفارش کرنے والے شفاعت قبول کیے ہوئے ہو تم سے وعدہ ہوا ہے سفارش کرنے اور مقام محمود کا

وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ

اور اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے کہ اگر وہ لوگ جب برا کیا تھا اپنے اوپر آتے تیرے پاس اور بخشوائے اللہ سے اور بخشوانا ان کو رسول

لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝ وَقَدْ جِئْنَاكَ ظَالِمِيْنَ لِاَنْفُسِنَا مُسْتَغْفِرِيْنَ لِذُنُوْبِنَا فَاشْفَعْ لَنَا اِلٰى

توپاتے اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان اور ہم آئے ہیں برا کر کے اپنی جانوں پر بخشوانے والے اپنے گناہوں کو پس سفارش کیجیے ہماری اپنے رب

رَبِّكَ وَاَسْاَلُهٗ اَنْ يُّمِيْتَنَا عَلٰى سُنَّتِكَ وَاَنْ يَّحْشُرَنَا فِيْ زُمْرَتِكَ وَاَنْ يُّوْرِدَنَا حَوْضَكَ وَاَنْ يَّسْقِيَنَا

کے پاس اور اُس سے سوال کیجیے کہ ہم کو آپ کے طریق پر مارے اور یہ کہ آپ کے گروہ میں ہم کو اُٹھاوے اور یہ کہ ہم کو آپ کے حوض پر پہنچا دے اور آپ کے پیالے سے

Marfat.com

بِكَ سَيِّئَ خَزَايَا وَلَا نَادِمِينَ الشَّفَاعَةَ الشَّفَاعَةَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا
بالا پاوے نہ ہم رسوا ہوں اور نہ شرمندہ سفارش کیجیے سفارش کیجیے اے رسول اللہ کے اے رب ہمارے مت ٹیڑھے کر دل ہمارے بعد اس کے کہ تو نے ہم کو ہدایت کیا ہم
مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا
اپنے پاس سے رحمت بے شک تو ہی زیادہ دینے والا رب ہمارے بخش دے ہم کو اور ہمارے اُن بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ہوئے ہیں ایمان میں اور مت کر ہمارے دلوں میں کینہ
لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ پھر سلام پہنچاوے اس کا جس نے حضرتؐ کو سلام کہہ دیا ہو اس طرح اَلسَّلَامُ
سلام
اُن لوگوں کا جو ایمان لائے اے رب ہمارے بیشک تو ہے شفقت کرنے والا مہربان
عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مِنْ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ يَسْتَشْفِعُ بِكَ إِلَى رَبِّكَ فَاشْفَعْ لَهُ وَلِجَمِيعِ الْمُسْلِمِينَ پھر درود پڑھے جتنا ہو سکے
تم پر اے رسول اللہ کے فلاں پسر فلاں کی طرف سے وہ سفارش چاہتا ہے آپ سے آپ کے رب کے پاس تو آپ اُس کی سفارش فرمائیے اور سب مسلمانوں کی
پھر وا ہنی طرف بقدر ایک ہاتھ کے بڑھے تا صدیق اکبرؓ کے سامنے ہو اور یوں کہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيفَةَ رَسُولِ اللّٰهِ
سلام تم پر اے نائب رسول خدا کے
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَاحِبَ رَسُولِ اللّٰهِ فِي الْغَارِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَفِيقَهُ فِي الْأَسْفَارِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَمِينَهُ عَلَى
سلام تم پر اے ساتھی رسول خدا کے اندر غار کے سلام تم پر اے اُن کے رفیق سفروں میں سلام تم پر اے اُن کے امین
الْأَسْرَارِ جَزَاكَ اللّٰهُ أَفْضَلَ مَا جَزَى إِمَامًا عَنْ أُمَّةِ نَبِيِّهِ فَلَقَدْ خَلَفْتَهُ بِأَحْسَنِ خَلَفٍ وَسَلَكْتَ طَرِيقَهُ وَمِنْهَاجَهُ
بھیدوں پر تم کو خدائے تعالیٰ جزا دے بڑھ کر اُس سے کہ جزا دی ہو کسی پیشوا کو اپنے نبیؐ کی امت سے کہ تم اُنکی نیابت کی بہتر نائب ہو کر اور تم چلے اُن کے طریق اور راستہ پر
خَيْرَ مَسْلَكٍ فَاتَلْتَ أَهْلَ الرِّدَّةِ وَالْبِدَعِ وَمَهَّدْتَ الْإِسْلَامَ وَوَصَلْتَ الْأَرْحَامَ لَمْ تَزَلْ قَائِمًا لِلْحَقِّ
اچھا چلن تم لڑے مرتدوں اور بدعت والوں سے اور تم نے درستی کی اسلام کی اور ملایا قرابتوں کو تم ہمیشہ رہے قائم حق کے لیے
وَنَاصِرًا لِأَهْلِهِ حَتَّى أَتَاكَ الْيَقِينُ فَالسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَللّٰهُمَّ أَمِتْنَا عَلَى حُبِّهِ وَ
اور مددگار رہے اہل حق کے یہاں تک کہ آئی آپ کو موت پس سلام آپ پر اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اُس کی برکتیں الٰہی ہم کو موت دے اُن کی محبت پر اور
لَا تُخَيِّبْ سَعْيَنَا فِي زِيَارَتِهِ بِرَحْمَتِكَ يَا كَرِيمُ پھر ایک ہاتھ بھر وا ہنی طرف کو بڑھے تو عمر فاروق رضؓ کی قبر کے سامنے ہو تو
بیکار مت کر ہماری کوشش اُن کی زیارت میں اپنی رحمت سے اے کریم
یوں کہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُظْهِرَ الْإِسْلَامِ يَا مُكَسِّرَ الْأَصْنَامِ جَزَاكَ اللّٰهُ عَنَّا
سلام تم پر اے سردار ایمان والوں کے سلام تم پر اے ظاہر کرنے والے اسلام کے اے توڑنے والے بتوں کے تم کو جزا دے اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے
أَفْضَلَ الْجَزَاءِ وَرَضِيَ عَمَّنِ اسْتَخْلَفَكَ فَلَقَدْ كَفَلْتَ الْأَيْتَامَ وَوَصَلْتَ الْأَرْحَامَ وَقَوِيَ بِكَ الْإِسْلَامُ وَكُنْتَ
بہتر جزا اور راضی ہو اس سے جس نے تم کو اپنا نائب کیا کہ تم نے ذمہ داری کی یتیموں کی اور ملایا ناتوں کو اور قوی ہوا تم سے اسلام اور تم تھے
لِلْمُسْلِمِينَ إِمَامًا مَرْضِيًّا وَهَادِيًا مَهْدِيًّا جَمَعْتَ شَمْلَهُمْ وَأَغْنَيْتَ فَقْرَهُمْ وَجَبَرْتَ كَسْرَهُمْ فَالسَّلَامُ
مسلمانوں کے پیشوا پسندیدہ اور راہ بتانے والے راہ یاب جمع کیا تم نے اُن کے تفرق کو اور غنی کیا اُن کی احتیاج کو اور باندھا اُن کی شکستگی کو پس سلام
عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ پھر لقدر بالشت پیچھے ہٹے اور شیخین کی خدمت میں یوں عرض کرے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا صَنِيعَيْ
سلام تم دونوں پر اے دو ہم خواب
تم پر اور رحمت اللہ کی اور اُس کی برکتیں

Marfat.com

رَسُوْلِ اللّٰہِ وَرَفِیْقَیْہِ وَوَزِیْرَیْہِ وَمُشِیْرَیْہِ وَالْمُعَاوِنَیْنِ لَہٗ عَلَی الْقِیَامِ فِی الدِّیْنِ وَالْقَائِمَیْنِ بَعْدَہٗ بِمَصَالِحِ
رسول خدا کے اور اُن کے دو رفیق اور دو وزیر اور دو مشورہ دینے والے اور دو مددگار دین میں قائم رہنے کے اور بحالانے والے اُن کے بعد مسلمانوں کی
الْمُسْلِمِیْنَ جَزَاکُمَا اللّٰہُ اَحْسَنَ جَزَآءٍ جِئْنَاکُمَا نَتَوَسَّلُ بِکُمَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِیَشْفَعَ لَنَا وَیَسْئَلَ رَبَّنَا اَنْ یَّتَقَبَّلَ
مصلحتیں جزا دے تم دونوں کو اللہ بہتر جزا ہم آئے ہیں تم دونوں کے پاس وسیلہ پکڑتے ہیں تم کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے تاکہ وہ سفارش کریں ہماری اور سوال کریں ہمارے رب سے تاکہ قبول کریں
سَعْیَنَا وَیُحْیِیَنَا عَلٰی مِلَّتِہٖ وَیُمِیْتَنَا عَلَیْہَا وَیَحْشُرَنَا فِیْ زُمْرَتِہٖ پھر اپنے واسطے اور والدین کے واسطے اور جس نے دعا کو کہا ہو اور جمیع مسلمین کے واسطے دعا
کرے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بطور اول کھڑا ہو اور یوں کہے (اَللّٰھُمَّ اَنَّکَ بَلَّغْتَ وَقَوْلُکَ الْحَقُّ وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا
اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا وَقَدْ جِئْنَاکَ سَامِعِیْنَ قَوْلَکَ طَائِعِیْنَ اَمْرَکَ مُسْتَشْفِعِیْنَ اِلَیْکَ بِکَ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاٰبَآئِنَا وَلِاُمَّھَاتِنَا وَ
لِاَخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ
سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ) اور ان الفاظ زیارت میں اختیار ہے چاہے بڑھا دے چاہے گھٹا دے
اور جس شخص کو اس قدر یاد نہ رہے تو اتنا کہنا کفایت ہے (اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ وَعَلٰی صَاحِبَیْکَ اَبِیْ بَکْرٍ الصِّدِّیْقِ وَعُمَرَ الْفَارُوْقِ)
اور بقدر توفیق جو دعا یاد ہو سو کرے پھر ابولبابہ کے ستون کے پاس آوے جس میں انھوں نے آپ کو باندھا تھا یہاں تک کہ اُن کی توبہ قبول ہوئی تھی اور وہ
ستون منبر اور قبر شریف کے درمیان میں ہیں سو وہاں دو رکعت نماز پڑھے اور توبہ کرے اور دعا مانگے پھر روضہ میں آوے جہاں بالفعل امام نماز پڑھاتا
ہے سو جتنا ہو سکے وہاں نفل نماز پڑھے اور دعا کرے اور تسبیح اور تہلیل اور استغفار کرے پھر منبر کے پاس آوے بہ نیت برکت اس چیز پر ہاتھ رکھے
جس کو زمانہ کہتے ہیں جس چیز پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھنے کے وقت دست مبارک رکھتے تھے پھر ستون حنانہ کے مقام کی زیارت کرے جو حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں رویا تھا اور قصہ اُس کا احادیث صحیحہ میں مشہور ہے اور اس امر کی کوشش کرے کہ ایک رات مسجد نبوی میں بیدار رہے اور منبر اور
قبر شریف کے پاس اور اُس کے پائین میں اور قرأت قرآن مجید اور ذکر اللہ اور دعا میں بسر کرے کذا فی الاختیار شرح المختار اور بعض الفاظ زیارت تاریخ
مدینہ سے منقول ہیں اور جب تک مدینہ طیبہ میں رہے اس پر مستعد رہے کہ جماعت کی نماز مسجد نبوی میں نہ فوت ہو کہ سوائے مسجد الحرام کے اور مساجد سے ہزار
مرتبہ وہاں کی نماز افضل ہے پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے بعد قبرستان مدینہ کی زیارت مستحب ہے جس کو بقیع الغرقد کہتے ہیں حدیث میں ثابت ہوا
ہے کہ اس مقبرہ سے ستر ہزار بصورت قمر لیلۃ البدر اٹھیں گے اور جنت میں بلا حساب داخل ہوں گے اور تاریخ مدینہ میں مذکور ہے کہ دس ہزار صحابی
بقیع میں مدفون ہیں پھر جب بقیع میں داخل ہو تو یہ دعا کرے (اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاَھْلِ بَقِیْعِ الْغَرْقَدِ اَللّٰھُمَّ
اغْفِرْ لَنَا وَلَھُمْ) اور بقیع کی قبور مشہورہ کی زیارت کرے چنانچہ قبۃ اہل بیت میں غربی قبر ہے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
واصحابہ وسلم کی اور شرقی قبر ہے سبط اکبر امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام زین العابدین اور امام محمد باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہم اور امیر المومنین عثمان ابن عفان
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کرے اور صفیہ رضی اللہ عنہا عمۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اور فاطمہ بنت اسد علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی ماں کی قبر اور

۵۱ ہماری کوشش اور زندہ رکھے ہم کو ان کی ملت پر اور مارے ہم کو اس پر اور اٹھاوے اُن کے گروہ میں ۱۲ ۵۲ الٰہی تو نے فرمایا اور تیرا قول درست ہے اور اگر وہ لوگ جب برا کیا اپنی جانوں پر آتے
تیرے پاس اور بخشش چاہتے اللہ تعالیٰ سے اور بخشواتا ان کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم تو پاتے اللہ کو توبہ قبول کرنیوالا مہربان اور ہم آئے ہیں تیرے حضور میں سننے والے تیرے قول کو ماننے والے تیرے حکم کو سفارش چاہنے
والے تجھ سے بواسطے تیرے نبی صلعم کے کہ اے اللہ اے رب ہمارے بخشدے ہم کو باپوں اور ماؤں کو اور ہمارے اُن بھائیوں کو جو پہلے ہوئے ہم سے ایمان میں اور مت کر ہمارے دلوں میں کینہ اُن کا جو ایمان لائے اے رب ہمارے بیشک
تو ہے شفقت کرنے والا مہربان اے رب ہمارے دے ہمکو دنیا میں خوبی اور آخرت میں خوبی بچا ہمکو آگ کے عذاب سے پاک ہے رب تیرا عزت والا اُس سے کہ لوگ بیان کرتے ہیں اور سلام ہے رسولوں پر اور سب تعریفیں ثابت ہیں پروردگار

Marfat.com

سیدنا ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اور قبہ ازواج مطہرات کی زیارت کرے اور عثمان بن مظعون اور عبدالرحمٰن بن عوف کی زیارت کرے اور امام مالک کی قبر کی زیارت کرے کہ یہ قبور مشہور ہیں اور بقیع میں فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی مسجد کی زیارت کرے جس کو بیت الاحزان کہتے ہیں اور وہاں نماز پڑھے اور ایک روایت یوں ہے کہ اُن کی قبر بھی وہیں ہے اور مستحب ہے کہ پنجشنبہ کو مشہدہائے احد کی زیارت کرے لیکن صبح کی نماز پڑھ کے جاوے تاکہ ظہر کی نماز مسجد شریف میں ملے فوت نہ ہو اور ابتدائے زیارت سید الشہداء حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کرے اور یوں کہے (السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار سلام علیکم دار قوم مومنین انا ان شاء اللہ بکم لاحقون اور آیۃ الکرسی اور سورۃ اخلاص پڑھے کذا فی الاختیار شرح المختار اور خود جبل احد کی زیارت کرے کہ حدیث میں آیا ہے کہ احد پہاڑ ہم کو چاہتا ہے اور ہم اُس کو چاہتے ہیں اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم مصعب بن عمیر کی قبر پر گذرے یعنی شہدائے احد میں پھر وہاں کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم خدا کے نزدیک زندہ ہو سوائے لوگو زیارت کیا کرو اور اُن کو سلام کیا کرو پس قسم ہے اُس ذات پاک کی کہ جس کے قابو میں میری جان ہے کہ جو ان کو سلام کرے گا اُس کو جواب دیں گے قیامت کے دن تک کذا فی فتح القدیر اور مستحب یہ ہے کہ شنبہ کے روز مسجد قبا کو جاوے اس واسطے کہ صحیحین میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم مسجد قبا کی زیارت کرتے تھے ہر شنبہ کے دن سوار اور پیدل اور اُس میں دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور نسائی میں سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسجد قبا کو گیا پھر وہاں دو رکعت نماز پڑھی تو اُس کو عمرہ کے برابر ثواب ملے گا مسجد قبا اول مسجد ہے جو اسلام میں تعمیر ہوئی اور اول اس میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے پتھر رکھا پھر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اور مستحب ہے کہ قبل دخول مسجد قبا کے یہ دعا کرے یا صریخ المستصرخین و یا غیاث المستغیثین و یا مفرج الکرب عن المکروبین و یا مجیب دعوۃ المضطرین صل علی محمد وآلہ اجمعین واکشف عنی کربی وحزنی کما کشفت عن رسولک کربہ وحزنہ فی ہذا المقام یا حنان یا منان یا کثیر المعروف یا دائم الاحسان) پھر اُس کنوئیں پر آوے جس کو بیر اریس کہتے ہیں جس میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے لعاب دہن مبارک ڈالا اور دوسرا کنواں ہے مسجد کے قریب وہاں وضو کرے اور اُس کا پانی پیے پھر مسجد الفتح میں آوے جو خندق کے اوپر ہے اور اس دعا کو پڑھے جو ابھی مذکور ہوئی اسی طرح جمیع مشاہید متبرکہ اور مساجد معظمہ میں جاوے جو شمار میں تیس ہیں جن کو اہل مدینہ جانتے ہیں اور وہاں سات کنوئیں مشہور ہیں تلاش کر کے وہاں جاوے اور اُن کا پانی پیے باتباع سنت اور بہ نیت شفا کے کذا فی مناسک الکرمانی وفتح القدیر اور جب رجوع وطن کا قصد کرے تو یہ مستحب ہے کہ رخصت ہونے کو قبر شریف مصطفوی کے پاس آوے اور جو ادعیہ کہ اول زیارت میں مذکور ہو چکی ہیں اُن کو اعادہ کرے پھر یوں کہے (ودعناک یا رسول اللہ غیر مودعین ولا ساعین بفرقتک ونحن نسالک ان تسال اللہ تعالیٰ ان لا یقطع آثارنا من زیارتک وان یبارک لنا فیما وہب لنا من الولد ودخول من النعم وان یرزقنا الشکر علی ذلک بمنہ اللہم لا تجعل ہذا اخر العہد من زیارۃ قبر نبیک اللہم فان توفیتنی قبل ذلک فانی اشہد فی مماتی مثل ما شہدت علیہ فی حیاتی

لہ سلام تم پر اس سے کہ تم نے صبر کیا سو کیا اچھا ٹھکانا گھر کا اور باقی ترجمہ اوپر گذرا ۱۲۔ ۵۲ اے فریاد رس فریاد خواہوں کے اور اے داد رس داد خواہوں کے اور اے کھولنے والے سختیوں کے سخت زدوں سے اور اے قبول کرنے والے دعا ناچاروں کے درود بھیج محمد صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم پر اور اُن کی سب اولاد پر اور کھولدے مجھ سے میرے اندوہ اور غم کو جیسے تو نے کھولا اپنے رسول سے اُن کے اندوہ اور غم کو اس مقام میں اے شفقت کرنے والے اے احسان کرنے والے اے بہت احسان والے اے ہمیشہ کے احسان کرنیوالے ۱۲۔ ۵۳ رخصت کیا ہم نے آپ کو اے رسول اللہ کے نہ یہ کہ ہم نے آپ کو چھوڑا ہو اور نہ ہم راضی ہیں آپ کی جدائی سے اور ہم آپ سے سوال کرتے ہیں کہ آپ اللہ سے درخواست کریں کہ وہ قطع نہ کرے ہمارے آثار آپ کی زیارت سے اور یہ کہ برکت کرے ہمارے لیے اُس چیز میں کہ اُس نے ہم کو دی اولاد سے اور عطا کی نعمتوں سے اور یہ کہ ہم کو روزی کرے شکر نعمت پر اپنے احسان سے الٰہی مت کر اس زیارت کو آخر دورہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت سے الٰہی سو اگر تو وفات دے مجھ کو اس سے پیشتر تو گواہی دیتا ہوں میں اپنی موت میں جیسے میں نے گواہی دی اس پر اپنی زندگی میں کہ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے الخ باقی ترجمہ اوپر گذرا ۱۲۔

Marfat.com

لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ وان محمدا عبدہ ورسولہ ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین) پھر مسجد کے اندر روضہ شریف میں آوے اور دو رکعت نماز پڑھے اور دعاے عافیت کرے اور مسجد سے نکلنے کے وقت پہلے بایاں پاؤں بڑھاوے اور مفارقت مسجد شریف اور قبر مبارک سے کمال غم ناک اور متاسف اور چند قطرات آنسو نکالے اس واسطے کہ فراق قبر سید المرسلین میں رونا علامت ہے قبول کی پھر یوں کہے (اللّٰھم صل علی محمد وعلی آل محمد اللھم لاتجعل ھذا آخر العھد بنبیک وحط اوزاری بزیارتہ واصحبنی فی سفری ھذا بالبر والتقوی ویسر رجوعی الی اھلی یا ارحم الراحمین) پھر ہمسائگان مصطفوی یعنی اہل مدینہ پر کچھ خیرات کرے جو ہو سکے کہ اس خیرات کو مقبولیت اور سلامتی راہ میں اثر ہے پھر روانہ ہو سوا کر مدینہ سے مکہ کی طرف آوے چنانچہ اہل ہند کو اتفاق ہوتا ہے تو ذی الحلیفہ سے احرام باندھے حج کا یا عمرہ کا اور حرمین کے درمیان میں مساجد متبرکہ بنی ہیں اُن کو تفحص اور تحقیق کر کے اُن میں نماز پڑھے کذا فی مناسک الکرمانی پھر جب کہ اپنے وطن کے قریب پہنچے تو آگے سے اپنے لوگوں کو اطلاع کرے اور دقفہ کرے علی الخصوص رات کو گھر میں نہ جاوے کہ حدیث میں ممنوع ہے پھر جب اپنے شہر میں پہنچے تو مسجد میں دو رکعت نماز پڑھے پھر جب گھر میں جاوے تو وہاں بھی دو رکعت نماز پڑھے اور حمد شکر بجا لاوے کہ یہ دولت نصیب ہوئی اور عافیت اور سلامت سے اپنے اہل وعیال کو ملا اور اور بعد حج کے لازم ہے کہ آخرت کو نہ بھولے اور معاصی سے پرہیز کرے اس واسطے کہ حج مقبول کی یہی علامت ہے کہ آگے سے بہتر ہو جاوے کذا فی فتح القدیر والکرمانی حق تعالیٰ ہم کو اور ہمارے اخوان مسلمین کو حج مبرور اور زیارت مقبول اپنے کرم سے عنایت کرے اور ہماری دستگیری فرماوے آمین ثم آمین **فائدہ جلیلہ** بعضے آداب زیارت کے واسطے انتفاع مسلمین کے خلاصۃ الوفا تاریخ مدینہ منورہ سے مذکور ہوتے ہیں منجملہ آداب زیارت کے یہ ہے کہ قبر شریف کی دیوار کو ہاتھ سے نہ چھوئے نہ چومے نہ وہاں طواف کرے کہ مکروہ ہے اس لیے کہ طواف بیت اللہ کے لیے مخصوص ہے اور پیٹ اور پیٹھ کو دیوار سے لگانا بھی مکروہ ہے بلکہ مقتضائے ادب یہ ہے کہ دور رہے جس قدر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں اگر حاضر ہوتا تو دور رہنا ہی حق ہے اور اسی پر علما کا اجماع ہے اور جو یہ سمجھے کہ چھونے اور چومنے میں محبت اور برکت زیادہ ہے تو یہ اُس کی جہالت اور غفلت ہے اس واسطے کہ برکت اور محبت پسندیدہ اس میں ہے جو شرع شریف کے موافق اور قول علما کے مطابق ہے احیاء العلوم میں مصرح ہے کہ قبور کا چھونا اور چومنا یہود و نصاریٰ کی عادت ہے انس بن مالک صحابی نے ایک مرد کو دیکھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی قبر شریف پر ہاتھ رکھے ہے تو اُس کو منع کیا اور کہا کہ یہ امر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں معروف نہ تھا اور آداب سے یہ ہے کہ قبر شریف کے پاس جھک کر سلام نہ کرے کہ بدعت ہے اور اُس سے بُرا زیادہ یہ ہے کہ زمین کو چومے جاہل لوگ جانتے ہیں کہ یہ تعظیم کا کام ہے حالانکہ یہ غلط ہے علامہ عزالدین بن جماعہؒ نے کہا کہ مجھ کو جہلاؤں سے تعجب نہیں آتا بلکہ بعضے علما سے مجھ کو تعجب آتا ہے جو اُس کی خوبی کا فتوی دیتے ہیں جان بوجھ کر اور آداب سے یہ ہے کہ قبر مقدس کو پیٹھ نہ دے نہ نماز میں نہ غیر نماز میں اور نہ قبر کے سامنے نماز پڑھے ابن عبدالسلام نے کہا کہ جب نماز کا ارادہ کرے تو حجرہ شریفہ کو پیٹھ دے کر نہ کھڑا ہو اور نہ نماز کے آگے کرے اور لازم ہے کہ قبر شریف کے ادب سے آنکھ نیچی کیے رہے اور بیہودہ گفتگو نہ کرے اور چلا کر نہ بولے اس واسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب بعد وفات کے اسی طرح واجب ہے جیسا کہ حیات میں اس واسطے کہ حیات بعد ممات حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں مصرح ہے اور جب قبر شریف کی طرف ہو کر نکلے اگر یہ خارج مسجد کی طرف سے نکلے تو لائق ہے کہ کھڑا ہو جاوے اور سلام عرض کرے امام مالک کا یہ مذہب ہے کہ اہل مدینہ کو لازم نہیں کہ جب مسجد میں آویں تو سلام کریں لیکن مسافروں کو لازم ہے اور باقی مذاہب ثلثہ

لہ الٰہی رحمت بھیج محمد اور آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر یا اللہ مت کر اس زیارت کو آخری دورہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور گھٹا دے میرے گناہ اُس کی زیارت سے اور ساتھ کر میرے اندر میرے اس سفر کے نیکی اور پرہیزگاری کو اور آسان کر میرا لوٹنا اپنے گھر کو اے ارحم الراحمین آمین ثم آمین ۱۲

Marfat.com

میں ہر شخص کو سلام کرنا لازم ہے ہر بار بطور استحباب کے اس واسطے کہ خیر کی کثرت بھی خیر ہے مجدالدین صاحب قاموس نے کہا کہ حجرۂ شریفہ کا دیکھنا عبادت ہے بقیاس رویت کعبہ کے اور مسجد سے باہر قبہ شریف کو نہایت تعظیم اور محبت سے دیکھتا رہے اور آداب سے یہ ہے کہ قیام کی مدت میں درود کی کثرت کرے اور روزے رکھے اور مسجد شریف کی نماز جماعت پر حریص رہے اور اعتکاف کرے اور ایک رات مسجد میں رہے اور قرآن ختم کرے اور مستحب ہے کہ بعد سلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر روز بقیع میں جایا کرے امام نووی رحمہ نے کہا علی الخصوص جمعہ کے دن اور آداب سے یہ ہے کہ مدینہ کے رہنے والوں سے محبت رکھے خصوصاً علما اور صالحین اور سادات اور مسجد کے خادمین سے علی حسب المراتب یہاں تک کہ عوام اور وہاں کے غلام جن میں کوئی فضیلت نہیں وہ بھی واجب الاحترام ہیں بہ سبب ہمسائگی خیر الانام کے علیہ الصلوٰۃ والسلام اگرچہ وہاں کے عوام تارک السنت اور مرتکب بدعت ہوں لیکن شرف سکونت مدینہ اور ہمسائگی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلاشبہ اُن کو ثابت ہے بہر صورت ہمارے حق میں واجب التعظیم ہیں امید ہے کہ خاتمہ اُن کا بخیر ہو اور قرب ظاہری قرب باطنی میں تاثیر کرے ؎ فیاساکنی اکناف طیبۃ کلکم ۔ الی القلب من اجل الحبیب حبیب کذا فی تاریخ السید السمہودی ھم جیسے اہل مدینہ واجب التعظیم ہیں ویسے ہی اہل مکہ لازم التکریم ہیں اس واسطے کہ اہل مدینہ ہمسایہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اہل مکہ ہمسایہ بیت اللہ ہیں تو محبت اور تعظیم اہل حرمین شریفین انسان ایمانی کی نورالعین ہے ۔

؎ پس اے رہنے والو مدینہ منورہ کے اطراف کے تم سب دل کو محبوب ہو بوجہ حبیب رب العالمین محبوب دلہائے مومنین کے ۱۲

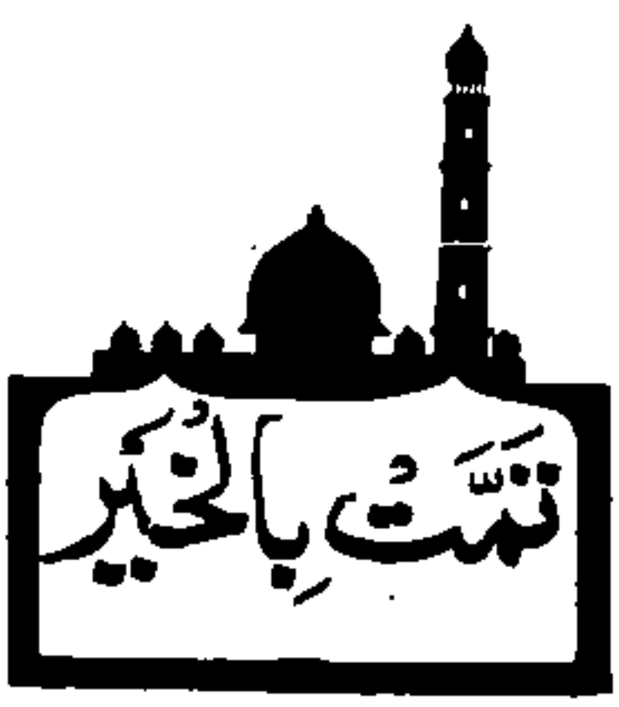

Marfat.com

ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی کی چند معیاری کتب

چند انمول اور نادر تصانیف

نایاب تفسیر

حضرت مولانا قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتیؒ کی

شہرہ آفاق معرکۃ الآرا تالیف

تفسیر مظہری (مترجم)

۱۲ جلدوں پر مشتمل — مکمل جلدیں تیار

ایک عظیم علمی شاہکار۔ پاکستان میں پہلی بار اشاعت

اس تفسیر کی خصوصیات یہ ہیں کہ ہر آیت کو احادیث نبویؐ اور اقوال سلف سے واضح کیا گیا ہے اور اختلافات وغیرہا کے نظر یاتی اختلافات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

مجلد پلاسٹک کور قیمت فی جلد روپے

سلاطین ترکیہ

اینٹیلے لین پول کی شہرہ آفاق تصنیف

ترجمہ، اضافہ و حواشی:۔ نصیب اختر — ایم اے

ترکی کی مستند تاریخ۔ اختصار اور جامعیت کا شاہکار

ایسی دلچسپ کہ پڑھتے چلے جائیں اور دل اچاٹ نہ ہو۔

کراچی یونیورسٹی اور دیگر یونیورسٹیوں میں داخل نصاب رہی ہے

قیمت ڈسٹ کور مجلد روپے

بہشتی زیور (اکمل)

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی شہرہ آفاق تصنیف

دینی رسالی کارگراں لاہور خزانہ

★ ہر دلعزیز کلاسیک

گنجینۂ تصوف

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ کے

تصوف و طریقت کے اسرار و رموز پر نادر مکتوبات کا مجموعہ

مکتوبات شیخ

راہ سلوک طے کرنے والوں کے لئے بہترین رفیق سفر

انسانی کمزوریوں کے ازالہ کے لئے تریاق مجرب

زخم خوردہ دلوں کے لئے مرہم تسکین و شفا

امراض روحانی کی دوا

قیمت جلد اول — جلد دوم

مکتوبات صدی

حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ

گراں بہا تصنیف

قیمت فی جلد ۱۴ روپے

مکتوبات و اسرار و رموز پر اپنی نوعیت کی پہلی کتاب

قیمت روپے

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانویؒ

کی مشہور و معرکہ آراء تصنیف

حیاۃ الصحابہؓ

(کامل ۳ حصص)

قیمت

صحابہؓ کے حالات و واقعات اور سیرت پر بے مثال ذخیرہ

پند و نصائح

حضرت مولانا عبدالرحمٰن صفوی شافعیؒ کی شہرہ آفاق

تصنیف "خیر المجالس" کا نہایت سلیس اردو ترجمہ

نزہۃ المجالس

(جلد اول و دوم مجلد ڈسٹ کور)

دلچسپ حکایات، عجیب و غریب قصص، لطائف، وظائف اور پند و نصائح کا بے انتہا دلچسپ اور نصیحت آموز مجموعہ

قیمت جلد اول — " دوم

حالات اولیاء اللہ

امام جلیل جبرئیل ابی محمد عبداللہ یمنی یافعیؒ کی مایہ ناز

تصنیف "روضۃ الریاحین" کا دلکش اردو ترجمہ

نزہۃ البانین

ہر ورق ایمان پرور، ہر سطر بصیرت افروز

اولیاء اللہ کے مستند حالات و ملفوظات

کا نادر مجموعہ۔ جن کے کردار اور عمل نے

لوگوں کی ذہنی اور روحانی دنیا میں

انقلاب برپا کر دیا

قیمت

دیگر معیاری تصانیف کے لئے

ہماری فہرست کتب مندرجہ بالا پتہ سے مفت طلب فرمائیں

والسلام

Marfat.com

خزینۃ الکتب ابو ایوب الانصاریؓ ٹیلیگرام چینل

قارئین کرام! اس چینل میں مختلف فنون پر اردو، عربی، فارسی، ہندی اور انگریزی زبان میں کتابوں کا ایک عظیم ذخیرہ دستیاب ہے، آپ ان کتابوں سے خود بھی استفادہ کریں اور صدقہ جاریہ کی نیت سے اپنے احباب کو بھی شیئر کریں۔

♣ Join & Share ♣

https://telegram.me/abu_ayyub_al_ansari_library

♣ Contact Us ♣

abuayyubalansarilbrary@gmail.com

♣ فہرستِ فنون ♣

1- قرآنیات
2- حدیثیات
3- فقہیات
4- عقائد وفرق
5- سیرت نبوی ﷺ
6- سوانح
7- خطبات
8- تاریخ
9- ادب
10- مضامین ومقالات
11- تربیت واصلاح
12- جنرل نالج
13- سفرنامے
14- لغات
15- طب
16- درسیات
17- قصص وواقعات
18- رسائل وجرائد

19- متفرقات